تاریخ الخلفاء الراشدین

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

شخصیت اور کارنامے

تالیف

ڈاکٹر علی محمد محمد الصلابی

ہماری دعوت
اسلاف کا راستہ

www.KitaboSunnat.com

مترجم: شمیم احمد خلیل السلفی — عبد المعین بن عبد الوہاب مدنی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

سلسلة تاريخ الخلفاء الراشدين (٤)

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

شخصیت اور کارنامے

تالیف

ڈاکٹر علی محمد محمد الصلابی

مترجم

فضیلۃ الشیخ شمیم احمد خلیل السلفی   عبد المعین بن عبد الوہاب مدنی

الفرقان ٹرسٹ، خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ، پاکستان

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سلسلة تاریخ الخلفاء الراشدین از ڈاکٹر علی محمد محمد الصلابی کی پاکستان میں اشاعت کے لیے جملہ حقوق بحق الفرقان ٹرسٹ تحریری طور پر لیے جا چکے ہیں، لہٰذا اس کو الیکٹرک میڈیا، فوٹو کاپی، مائیکروفلم یا کسی بھی ذریعے سے چھاپنا غیر قانونی ہوگا۔ خلاف ورزی کی صورت میں پبلشر قانونی کارروائی کا حق محفوظ رکھتا ہے۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

شخصیت اور کارنامے

تالیف ڈاکٹر علی محمد محمد الصلابی

مترجم شمیم احمد خلیل السلفی عبد المعین بن عبد الوہاب مدنی

سعودی عرب

دار العلوم الندیہ للنشر والتوزیع

س ت: ١٠١٠٢٠٤٨٧٦

فرع: مرکز الجامع التجاری شارع باخشب جدہ

معرض: ٠٢٦٣٣٦٦٤٠ فاکس: ٠٢٦٨٧٤٥٥٧

المکتب الرئیسی الریاض، حي الفیصلة

ھاتف: ٠١٢٤٢٣١٢٦

مکتبہ دار الفرقان، الریاض

ھاتف: ٠١-٤٣٥٨٦٤٦، ٠٥٦٣٠٦٤٧٣٦، ٠٥٠٧٤١٩٩٢١

مکتبہ بیت السلام، الریاض

ھاتف: ٠١-٤٤٦٠١٢٩، ٠٥٠٥٤٤٠١٤٧، ٠٥٠٢٠٣٣٢٦٠

پاکستان

مکتبہ الکتاب: حق سٹریٹ، اردو بازار لاہور فون: 0321-4210145

ڈیلرز

اسلامی اکیڈمی: الفضل مارکیٹ، اردو بازار لاہور فون: 042-37357587

کتاب سرائے: الحمد مارکیٹ، اردو بازار لاہور فون: 042-37320318

نعمانی کتب خانہ: حق سٹریٹ، اُردو بازار لاہور فون: 042-37321865

مکتبہ اسلامیہ: غزنی سٹریٹ، اُردو بازار لاہور فون: 042-37244973

دار الکتب السلفیہ: اقرا سینٹر، غزنی سٹریٹ اُردو بازار، لاہور۔ فون: 042-37361505

ملنے کے پتے

اسلام آباد ■ دار النور: 0321-5336844 ■ المسعود اسلامک بکس: 051-32261356

■ تجلیات طیبہ: 051-35535168 ■ الحرم (اسلامک بکس): 0300-322-4814274

کراچی ■ فضلی بکس: 021-32212991 ■ علمی کتاب گھر: 021-32628939

سیالکوٹ ■ مکتبہ رحمانیہ: 052-34591911

فیصل آباد ■ مکتبہ اسلامیہ: 041-32631204 ■ مکتبہ اہل حدیث: 041-32629292

الفرقان ٹرسٹ
AL-FURQAN TRUST

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

- عرضِ ناشر 41
- مقدمہ 45

پہلی فصل.....سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مکہ میں

۱.....نام ونسب، کنیت، اوصاف اور خاندان 69

- نام، کنیت، لقب 69
- پیدائش 70
- خاندان اور نسلوں میں موروثی اثرات 71
- قبیلۂ قریش 72
- بنو ہاشم 73
- عبدالمطلب بن ہاشم 73
- سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے والد ابو طالب 75
- امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ 78
- برادران علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ 80
- بیویاں اور اولاد 82
- امہات الاولاد 83
- جسمانی اوصاف 83

۲.....قبول اسلام اور ہجرت سے قبل مکہ کے اہم کارنامے 84

- قبول اسلام 84
- اسلام لانے کا واقعہ 85
- علی رضی اللہ عنہ اور ابو طالب کے درمیان کیا واقعہ پیش آیا 86
- کیا مکہ میں علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں خانہ کعبہ کے بتوں کو توڑا تھا؟ 86
- کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر علی رضی اللہ عنہ نے ابو طالب کو دفن کیا تھا؟ 87

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

- سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی حفاظتی حس، اور ابوذر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچانے میں آپ کا کردار 87
- اس واقعہ سے چند فوائد اور درس وعبرت کی باتیں معلوم ہوئیں 89
- مقصد کے اظہار سے پہلے احتیاط و آگاہی 89
- منزل تک پہنچنے کے لیے خفیہ حفاظتی تدابیر 89
- امن وحفاظت کے یہ متحرک نقوش صحابہ کے کمالِ تحفظ اور احتیاط کی دلیل ہیں 89
- عربوں کو دعوتِ اسلام اور بنوشیبان سے گفتگو کرنے میں علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ بشانہ 90
- اس واقعہ سے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے کیا سیکھا اور کیا پایا 92
- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر علی رضی اللہ عنہ کی فدائیت وجاں نثاری 94
- علی رضی اللہ عنہ کے اس فدائی موقف کے دروس وفوائد 95
- ہجرت 97

۳...... سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی قرآنی زندگی اور آپ پر اس کے اثرات 99

- اللہ کی ذات، کائنات، زندگی، جنت، جہنم اور قضاء وقدر کے بارے میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا تصور 99
- سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک قرآن کی عظمت واہمیت 106
- آپ کے بارے میں نازل ہونے والی قرآنی آیات 107
- منجملہ دیگر لوگوں کے آپ کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی 108
- قرآن آپ کی اس رائے کی تائید کرتا ہے کہ مسجد حرام کی تعمیر سے جہاد افضل ہے 109
- امت محمدیہ کے لیے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ باعث شفقت ثابت ہوئے 109
- بعض آیات قرآنیہ کی نبوی تفسیر کی تبلیغ 110
- تقدیر کے مطابق عمل آسان کر دیا گیا ہے 110
- علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک قرآن مجید سے مسائل مستنبط کرنے کے اصول ومبادی 113

۱۔ قرآن کے ظاہری معنی پر عمل کرنا 113

۲۔ مجمل آیت کو مفسر پر محمول کرنا 114

۳۔ مطلق کو مقید پر محمول کرنا 115

۴۔ ناسخ ومنسوخ کا علم 116

۵۔ لغت عرب پر دقیق نظر 117

۶۔ قرآن کی ایک نص کو دوسری نص سے سمجھنا 117

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۷۔ مشکل آیات کے بارے میں استفسار کرنا 119

۸۔ سبب نزول کا علم 119

۹۔ عام حکم کی تخصیص 120

۱۰۔ اہل عرب اور ان کے مضافات کے باشندوں کے عادات و خصائل سے واقفیت 122

۱۱۔ قوت فہم اور معلومات کی وسعت 122

❁ علی رضی اللہ عنہ سے منقول چند آیات کی تفسیریں 123

۱۔ الذاریات (۱-۳) 123

۲۔ فرمان الٰہی ﴿فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ﴾ 123

۳۔ بندۂ صالح کی وفات پر زمین کا رونا 124

۴۔ قلبی خشوع اور مسلمانوں کے لیے دل میں نرم گوشہ رکھنا 124

۵۔ دو مومن جگری دوست، دو کافر جگری دوست 124

۶۔ زہد قرآن کے دو کلموں کے درمیان ہے 125

۷۔ حالتِ نماز میں قرآنی آیات میں تدبر و انہماک 125

۸۔ فرمان الٰہی ﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ ....﴾ 126

۴...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت 127

❁ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اور مقام نبوت 128

۱۔ اطاعت نبوی کا وجوب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا التزام اور ان پر کاربند رہنا 129

۲۔ دلائل نبوت سے متعلق سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث 131

◆ **الف**...... دعائے نبوی کی برکت 131

◆ **ب**...... زبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشین گوئی 131

◆ **ج**...... رعب و دبدبہ کے ذریعے سے مدد 131

◆ **د**...... مہر نبوت 132

◆ **ھ**...... پہاڑوں کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام کرنا 132

۳۔ طریقۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے التزام کی رغبت دلانا 132

۴۔ فضائل نبوی اور امت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض حقوق 133

۵۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود پڑھنا 133

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۶۔ اللہ کے رسول ﷺ سے محبت کے متعلق احادیث 133
۷۔ شخصیت رسول ﷺ کے خدوخال کی کامل و دقیق معرفت 136
◆ آپ ﷺ کا حلیہ مبارک کا بیان 136
◆ نبی اکرم ﷺ کے اخلاق حسنہ کا بیان 137
۸۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اور اتباع نبوی 138
◆ سواری پر سوار ہونے کی دعا 139
◆ کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پانی پینا 139
◆ وضو کے متعلق نبوی تعلیم 139
◆ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے علی رضی اللہ عنہ کو چند چیزوں کی ممانعت 140
◆ گناہ اور مغفرت 140
◆ مخلوق کی اطاعت صرف بھلے کاموں میں ہے 140
◆ ایک صدی کے بعد آج کا کوئی آدمی باقی نہیں رہے گا 141
◆ مدینہ والوں کے لیے برکت کی دعا 141
◆ پریشانی و بے چینی کے وقت کی دعا 142
◆ مجھے راز کی ایسی کوئی بات نہیں بتائی گئی جسے لوگوں سے پوشیدہ رکھا ہو 142
◆ اللہ تعالیٰ نرم خو ہے نرمی کو پسند کرتا ہے 143
◆ قبل از وقت زکوۃ کی ادائیگی 143
◆ رمضان کا آخری عشرہ 143
❁ سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کرنے والے لوگ 143
❁ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے آپ کے اہل بیت 145
❁ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے مشہور تابعین 146
۵...... ہجرت مدینہ سے غزوۂ احزاب تک سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے اہم کارنامے 150
❁ مدینہ میں مؤاخاۃ (بھائی چارہ) 150
❁ مہمات و سرایا 153
❁ غزوۂ عشیرہ 153
❁ غزوۂ بدر اولیٰ 154

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

غزوۂ بدر 155

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی 157

۱۔ مہر اور شادی کا سامان 157

۲۔ شادی 158

۳۔ ولیمہ 159

۴۔ سیّدنا علی اور سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما کی معیشت 159

۵۔ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا زہد و قناعت اور صبر 160

۶۔ ہماری جانیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں، جب وہ ہمیں بیدار کرنا چاہے گا تبھی ہم بیدار ہوں گے 162

۷۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت 163

۸۔ لب ولہجہ کی صداقت 166

۹۔ دنیا و آخرت کی سرداری 166

آپ کی اولاد یعنی حسن اور حسین رضی اللہ عنہما 167

حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر چند احادیث 168

حسین بن علی رضی اللہ عنہما 169

حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے مشترکہ فضائل میں وارد شدہ احادیث 171

حدیث ''کساء'' یعنی چادر اوڑھانے والی حدیث اور اہل بیت کا مفہوم 173

آل رسول کے لیے مخصوص احکام 175

مالِ زکوٰۃ کھانے کی حرمت 175

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کے حق دار نہیں 175

مال غنیمت اور مال فے کے پانچویں حصے کے مستحق ہیں 175

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انھیں بھی درود میں شامل کرنا 176

وہ خصوصی عقیدت و محبت کے مستحق ہیں 176

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ غزوۂ احد میں 176

اس واقعہ کے دروس و مواعظ اور عبرتیں 179

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ غزوۂ بنونضیر میں 180

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ غزوۂ حمراء الاسد میں 180

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

❁ حادثۂ افک کے متعلق علی رضی اللہ عنہ کا موقف 181
۶ .... غزوۂ احزاب سے لے کر وفات نبوی تک سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اہم کارنامے 184
❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ غزوۂ احزاب میں 184
❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ غزوہ بنی قریظہ میں 186
❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان میں 187
❁ عمرۃ القضاء ۷ھ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نیز دختر حمزہ رضی اللہ عنہا کی کفالت 191
❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ غزوۂ خیبر میں 193
❁ غزوۂ خیبر میں علی رضی اللہ عنہ کے موقف کے فوائد اور عبرت وموعظت کے چند دروس 195
۱۔ ایک عظیم فضیلت اور ظاہری منقبت 195
۲۔ دعائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت 195
۳۔ زیر بحث حدیث کا امامت علی رضی اللہ عنہ سے کوئی تعلق نہیں 196
۴۔ چند متفرق فوائد 197
❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فتح مکہ اور غزوۂ حنین (۸ھ) میں 197
۱۔ قریش کے مفاد کی جاسوسی کو ناکام بنانا 197
۲۔ اے ام ہانی جس کو تم نے امان دیا دی ہم نے بھی اسے امان دیا 198
۳۔ حویرث بن نقیذ بن وہب کا قتل 199
۴۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ایک اصلاحی مہم پر 199
۵۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ غزوۂ حنین میں 200
❁ سریۂ علی رضی اللہ عنہ بت شکنی کے لیے بنو طے کی طرف 201
❁ غزوۂ تبوک کے موقع پر مدینہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی خبر گیری علی رضی اللہ عنہ کے حوالے 201
❁ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پہلا اسلامی حج اور اس میں علی رضی اللہ عنہ کا اعلانی ونشریاتی کردار 202
❁ نجران کے نصاریٰ کا وفد، آیت مباہلہ اور علی رضی اللہ عنہ کا کردار (۹ھ) 204
❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بحیثیت داعی وقاضی یمن کی طرف ۱۰ھ 206
❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ حجۃ الوداع میں 209
❁ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہلانے اور دفن کرنے کا شرف علی رضی اللہ عنہ کے حق میں 211

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

❁ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرض الموت میں جو وصیت نامہ لکھوانے کا ارادہ کیا تھا اس کی حقیقت 211

دوسری فصل ...... سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ خلفائے راشدین کے عہد میں

۱...... سیّدنا علی رضی اللہ عنہ عہد صدیقی میں 221
❁ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر علی رضی اللہ عنہ کی بیعت 221
❁ کوفہ میں دورانِ خطبہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی زبان سے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی مدح ومنقبت 223
❁ جنگ ارتداد میں سیّدنا علی، سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہما کی مکمل تائید و مدد میں 225
❁ اپنی ذات پر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ترجیح وافضلیت خود علی رضی اللہ عنہ کی زبانی 226
❁ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت میں علی رضی اللہ عنہ کا نماز پڑھنا اور ان کے ہدیے و تحفے قبول کرنا 229
❁ میراث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ابوبکر صدیق اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما کا معاملہ 231
❁ رافضیوں کا دعویٰ کہ یہ حدیث ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی وضع کردہ ہے 233
❁ یہ حدیث دیگر دو آیات کے بھی خلاف ہے 236
❁ سنت اور اجماع سے دلیل کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو اپنا وارث نہیں بنایا 239
❁ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے رضا مندی 241
❁ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور اہل بیت میں رشتہ داریاں، اور اہل بیت کا اپنے بعض بیٹوں کا نام ابوبکر رکھنا 244
❁ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے موقع پر 246
۲...... سیّدنا علی رضی اللہ عنہ عہد فاروقی میں 249
❁ عدالتی معاملات 250
۱۔ ایک پاگل عورت کا معاملہ 250
۲۔ شراب نوش پر دوگنی حد 250
۳۔ پیٹ میں پلنے والے بچے پر آپ کی حکومت نہیں ہے 251
۴۔ غلطی پر ڈٹے نہ رہو سنت کی طرف رجوع کرو! 252
۵۔ اس آدمی نے جبراً بدکاری کر کے مجھے میرے خاندان میں رسوا کر دیا 252
❁ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اور فاروقی مالی وادارتی تنظیمات 253
۱۔ مالی امور میں 253
◆ **الف** ...... خلیفہ کے اخراجات 253
◆ **ب** ...... سوادِ عراق کے بارے میں علی رضی اللہ عنہ کی رائے 254

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

◆ ج......تم اس مال کو ضرور تقسیم کر دو 254
۲۔ اداری امور میں 254
۳۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کئی مرتبہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ پر اپنا نائب مقرر کیا 255
◆ **الف**......جنگ قادسیہ سے پہلے چشمہ ''صراء'' جاتے ہوئے 255
◆ **ب**......جابیہ جاتے ہوئے 255
◆ ج......ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو لے کر حج کو جاتے ہوئے 255
❁ جہاد اور دیگر ملکی امور میں عمر رضی اللہ عنہ کا علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ لینا 255
❁ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اور آل علی کا سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مخلصانہ تعلق 258
۱۔ عبداللہ بن عمر کے مقابلے تم اجازت پانے کے زیادہ مستحق ہو 258
۲۔ میرے پاس نہیں ہے کہ تم دونوں کو پہناؤں 258
۳۔ وظیفہ دینے میں بنی ہاشم کو مقدم کرنا 258
۴۔ یہ چادر مجھے میرے بھائی اور دوست نے دی ہے 259
۵۔ ینبع کی جاگیرداری 259
٦۔ اے ابوالحسن کچھ ضرور کہو 260
۷۔ خواب کے متعلق علی اور عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان گفتگو 260
۸۔ اُمّ کلثوم بنت علی سے عمر رضی اللہ عنہ کا نکاح 261
۹۔ اے دختر رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمھارے باپ سے زیادہ مجھے کوئی محبوب نہیں، اور ان کے بعد تم سے زیادہ کوئی ہمیں محبوب نہیں 262
۱۰۔ عباس اور علی رضی اللہ عنہما کا جھگڑا، اور عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ 263
۱۱۔ خلافت کے لیے عمر رضی اللہ عنہ کی منتخب کمیٹی میں علی رضی اللہ عنہ کا نام اور عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کے حق میں علی رضی اللہ عنہ کے کلمات خیر 265
◆ اہل شوریٰ میں علی رضی اللہ عنہ کا انتخاب 265
◆ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کے حق میں علی رضی اللہ عنہ کے کلمات خیر 266
◆ عمر رضی اللہ عنہ کی ستائش علی رضی اللہ عنہ کی زبانی 267
◆ عمر رضی اللہ عنہ اس محل میں قیام کرنا پسند نہیں کرتے تھے اس لیے میں بھی پسند 267
◆ اہل بیت کی عمر رضی اللہ عنہ سے عقیدت و محبت 268

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

◆ اللہ تعالیٰ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کی نسل کی بقا کا ذریعہ بنایا 269

◆ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی تعریف میں عبداللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب کا قول 269

۲.....سیّدنا علی رضی اللہ عنہ، عہد عثمانی میں 270

سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت پر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت 270

شوریٰ سے متعلق رافضی دسیسہ کاریاں 271

ا۔ خلیفۃ المسلمین کے انتخاب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جانبداری کی تہمت 272

۲۔ اموی پارٹی اور ہاشمی پارٹی 273

۳۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کردہ تہمتیں اور جھوٹی باتیں 274

سیّدنا عثمان اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہما کے مابین تفاضل 274

سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں علی رضی اللہ عنہ بحیثیت مشیر اور حدود نافذ کرنے والے 275

ا۔ عہد عثمانی میں حدود کی تنفیذ علی رضی اللہ عنہ کے حوالے 275

۲۔ فتح افریقیہ کے موقع پر کبار صحابہ کے ساتھ علی رضی اللہ عنہ بھی سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے مشیر 276

۳۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ مشورہ کہ لوگوں کو ایک قراءت پر جمع کر دیا جائے 277

شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے فتنہ میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا موقف 278

ا۔ شورش کے آغاز میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا موقف 279

۲۔ محاصرہ کے دوران سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا موقف 282

۳۔ آل علی اور آل عثمان رضی اللہ عنہم کے درمیان رشتہ داریاں 284

خلفائے راشدین کی مدح ومنقبت میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے اقوال 285

ا۔ جنت کے پختہ عمر اور جوانوں کے دو سردار 286

۲۔ ان دونوں کے لیے دل میں وہی بات رکھتا ہوں جسے کر گزرنا چاہتا ہوں 287

۳۔ یہ میرا بیٹا عثمان ہے، جس کا نام عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے نام پر رکھا ہے 288

۴۔ ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک خصوصی حیثیت تھی 289

۵۔ صحابہ کی تکفیر کا لازمی نتیجہ کیا ہوگا؟ 289

۶۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اور خلفائے راشدین کے درمیان بہتر تعلقات پر قرائن وواقعات کے شواہد ودلائل . 290

عظمت صحابہ کا بیان قرآن میں 292

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تیسری فصل ...... بیعت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

اہم اوصاف حمیدہ اور معاشرتی زندگی

ا...... سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ 299

❁ بیعت کی نوعیت 299

❁ دروس وعبرت اور فوائد 300

❁ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ خلافت کے سب سے زیادہ مستحق اور موزوں تھے 302

❁ سیّدنا طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کی بیعت 308

❁ خلافت علی رضی اللہ عنہ پر امت کا اجماع 311

❁ خلافت علی رضی اللہ عنہ پر اجماع امت کے ناقلین 311

❁ خلافت علی رضی اللہ عنہ کے اجماع پر چند اعتراضات 316

❁ مذکورہ اعتراضات کے جوابات 316

❁ بیعت خلافت کے وقت امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی شرطیں اور پہلا خطبہ 319

❁ مذکورہ منشور مرتضوی کے اسباق، فوائد، عبرت اور مواعظ 320

ا۔ شورائیت کا اصول 320

۲۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے دور کے اہل حل وعقد 321

۳۔ تاکہ منصب خلافت خالی نہ رہے 322

۴۔ بیعت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق چند معاصر تحریروں کی موشگافیاں اور ان کی تردید 323

۵۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا خطبۂ خلافت 324

۶۔ لفظ امام، خلیفہ اور امیر المومنین کا مترادف 326

۷۔ تذکرۂ علی کے وقت ''رضی اللہ عنہ'' یا ''کرم اللہ وجہہ'' یا ''علیہ السلام'' 328

۲...... فضائل، مآثر واوصاف اور نظام حکومت کے اصول وقواعد 331

❁ مآثر واوصاف 333

❁ دینی علم وبصیرت 333

◆ الف...... ربانی علماء 338

◆ ب...... طالب علم وہ ہیں جن کی نیتوں میں اخلاص ہو 339

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

◆ ج……علم دین سے گریز اور ربانی علماء سے دور رہنے والے 339
❁ امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا زہد و ورع 344
❁ اے سیم و زر! جاؤ میرے علاوہ کسی دوسرے کو ورغلاؤ 346
❁ اللہ کی قسم! میں تمھارے مال سے کچھ نہیں لیتا 347
❁ سامان بیچا میری رضا مندی سے اور نقدی لی اپنی رضا مندی سے 347
❁ خشوع قلب اور اقتداء مومن 348
❁ خلیفہ کے لیے بیت المال سے دو پیالوں سے زیادہ خوراک لینا جائز نہیں 349
❁ میں چاہتا ہوں کہ صرف وہی کھاؤں جس کے حلال و پاک ہونے کا مجھے علم ہو 349
❁ تیری خوشبو اچھی ہے، رنگ حسین ہے، مزا لذیذ ہے 350
❁ دنیا میں سب سے زیادہ زاہد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے 350
❁ امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا تواضع 352
❁ میں ہی وہ شخص ہوں جس نے دنیا کو ذلیل کیا 354
❁ ابو العیال خود سامان اٹھانے کا زیادہ حق دار ہے 354
❁ اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ متواضعانہ برتاؤ 355
❁ فیاضی و احسان 356
❁ اللہ سے حیاء 359
❁ بندگی، صبر اور خلوص وللّٰہیت 361
❁ شکر الٰہی 366
❁ اللہ سے دعا و مناجات 368
❁ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی حکومت کے اساسی مآخذ 373
۱۔ پہلا ماخذ……قرآن مجید 373
۲۔ دوسرا ماخذ……سنت مطہرہ 374
۳۔ پیش رو خلفائے راشدین کی اقتداء 374
❁ امت کو حکام کی نگرانی کا حق ہے 375
❁ شورائیت 376
❁ عدل و مساوات 378

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

❁ آزادیاں 383

۳......معاشرتی زندگی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام 385

❁ توحید کی دعوت اور شرک سے جنگ 385

◆ الف......قبروں کی زیارت کا شرعی طریقہ 397

◆ ب......مزاروں پر عرس اور میلے کی تاریخی و شرعی حیثیت 399

◆ ج......مزارات، جہالت و پسماندگی کی علامت ہیں 400

◆ د......استعماری حملے اور قبے و مزارات 401

◆ ھ......کیا مزارات بدعت ہیں 402

◆ و......امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کواکب پرستی کے عقیدہ کو باطل قرار دیتے ہیں 406

◆ ز......سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی ذات میں مبالغہ کرنے اور آپ کو الوہیت کا درجہ دینے والوں کو آپ نے نذر آتش کر دیا 407

◆ ح......امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایمان کے ظہور کی کیفیت اور تقویٰ کی تعریف 410

◆ ط......قضاء وقدر کے بارے میں امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا عقیدہ 414

◆ ی......اللہ تعالیٰ بے شمار انسانوں کا حساب کرے گا 414

❁ امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا ایک خطبہ اور اس کا تجزیہ 415

❁ امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور شعر و شاعری 419

۱۔ فراخی اور تنگ دستی کے بارے میں 421

۲۔ صبر کے بارے میں 422

۳۔ انسانوں کی دنیا طلبی کے بارے میں 422

۴۔ سچائی کے بارے میں 423

۵۔ تواضع اور قناعت کے بارے میں 423

۶۔ راز داری کے بارے میں 424

❁ امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے حکم و بصائر 424

❁ امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف سے پاکباز انسانوں کے اوصاف، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نفلی عبادت اور صحابہ کرام کے اوصاف حمیدہ کا تذکرہ 429

۱۔ پاکباز انسانوں کے اوصاف 429

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نفلی عبادت 430
۳۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اوصاف حمیدہ کا تذکرہ 431
۴۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو فضائل اعمال پر ابھارتے ہیں 431
۵۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ مریض کی عیادت کی فضیلت بتاتے ہیں 432
۶۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ کی خطابت پر ہمت افزائی کرتے ہیں 432
۷۔ میں ویسا نہیں ہوں جیسا کہ تم کہہ رہے ہو 432
۸۔ شہوت پرستی سے ڈرانا 432
۹۔ کسی مسلمان کو خوش کرنا 433
❁ مہلک امراض، جن سے امیر المومنین علی بن ابی طالب نے ڈرایا 433
۱۔ گناہ کا اثر 433
۲۔ لمبی امید اور نفس پرستی 433
۳۔ ریاکاری 434
۴۔ خود پسندی 436
❁ امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا بازاروں کی اصلاح کرنا 440
۱۔ بازار میں عورتوں اور مردوں کے اختلاط پر نکیر 443
۲۔ معمولی نفع بھی خالی نہ جانے دو مبادا زیادہ منافع سے بھی ہاتھ دھو بیٹھو 443
۳۔ احکاماتِ تجارت کی تعلیم سے قبل تجارت کے نقصانات 444
۴۔ جس جگہ جو دکاندار پہلے پہنچے وہ جگہ اسی کی ہے 445
۵۔ ذخیرہ اندوزی کرنے والا گناہ گار وملعون ہے 445
۶۔ نقصان، مال پر اور نفع حسب اتفاق تقسیم ہوگا 446
۷۔ ایسی بستی کو آگ لگا دی جس میں شراب فروخت کی جاتی تھی 446
۸۔ پوشاک اور ہیئت کا محاسبہ 446
۹۔ شر پسندوں کو قید کر دیا 446
۱۰۔ کنجوس خبردار رہے 447
۱۱۔ نماز کے لیے نداء لگانا 447
۱۲۔ عام راستوں کا اہتمام 447

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۳۔قصہ گوئی کی بدعت کا ظہور اور ان کے خلاف امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی محاذ آرائی... 447
❁ امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے عہد میں محکمہ پولیس 448

چوتھی فصل......امیر المومنین سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے عہد میں ادارۂ مالیات، محکمۂ قضاء اور آپ کے بعض فقہی اجتہادات

ا......ادارۂ مالیات 453
۲......محکمہ قضاء 457
❁ خلفائے راشدین کے عہد میں عدالتی وقانونی لائحہ عمل اور وہ مصادر جن پر صحابہ نے اعتماد کیا........ 458
❁ خلافت راشدہ کے عہد میں قضاء کی خصوصیات 461
❁ امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے مشہور قاضی 463
❁ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا اسلوب قضاء، اپنے پیشرو خلفاء کے فیصلوں کے متعلق آپ کا نظریہ، قضاء کے مولین، اس کی مخصوص جگہ اور رشوت سے پاک صاف مفت فیصلہ 465
۱۔اسلوب قضاء کی سابقہ نوعیت پر اکتفا کرنا 465
۲۔سابقہ فیصلوں کو اپنی حالت پر باقی رکھنا 465
۳۔قضاء کی اہلیت 466
۴۔محکمہ کا موقع ومحل 466
۵۔رشوت سے پاک صاف مفت فیصلہ 467
۶۔مقدمات میں وکالت کا آغاز 467
❁ قاضی کے فرائض 467
۱۔زیر سماعت مقدمہ کا ہر پہلو سے جائزہ لینا 467
۲۔فریقین کے درمیان مساوات 467
۳۔فریقین پر آواز بلند کرنے اور ڈانٹنے کی ممانعت 468
۴۔کسی دباؤ اور نفسیاتی میلان سے گریز 468
۵۔مشورہ طلبی 468
۳......امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی فقاہت 469
❁ عبادات 469

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۔شیر خوار بچی کا پیشاب دھویا جائے گا اور بچے کے پیشاب پر چھینٹے مارے جائیں گے 469

۲۔ بیٹھنے والے کی نیند اور اس کے ناقض وضو ہونے کا حکم 469

۳۔ مذی ناقض وضو ہے 470

۴۔ جنابت کے علاوہ تمام حالات میں مصحف کو ہاتھ میں لیے بغیر قرآن کی تلاوت کرنا 470

۵۔ حائضہ عورت سے وطی کرنا 470

۶۔ حائضہ عورت سے مباشرت 471

نماز کے احکام 471

۱۔ رکوع یا سجدہ کی حالت میں تلاوت قرآن کی ممانعت 471

۲۔نماز نہ پڑھنے والا کافر ہے 471

۳۔ اندرون وقت نماز لوٹانا 472

۴۔فوت شدہ نمازوں کی قضاء 473

۵۔ تراویح کی نماز 473

۶۔ کمزور اور سن رسیدہ لوگوں کو مسجد میں عید کی نماز پڑھانا 474

میت کو غسل دلانے اور اس کی تکفین کے احکام 474

۱۔شوہر کا اپنی بیوی کو غسل دلانا 474

۲۔ میت کے مال سے تکفین 475

۳۔ مرد اور عورت کے کفن میں مبالغہ آمیزی سے پرہیز کرنا 475

۴۔شہید کو غسل دلانا اور اس کی تکفین 476

زکوٰۃ کے متعلق احکام 476

۱۔کسی مال پر سال گزرنے سے پہلے زکوٰۃ نہیں ہے 476

۲۔ سونے اور چاندی کا نصاب اور ان میں مقدار زکوٰۃ 476

۳۔ اونٹوں کا نصاب و مقدار زکوٰۃ 477

۴۔ غلہ جات کی جن اصناف میں زکوٰۃ واجب ہے 477

۵۔ سبزیوں، میوہ جات اور شہد میں زکوٰۃ نہیں 477

۶۔ مصارف زکوٰۃ میں سے صرف کسی ایک مصرف میں زکوٰۃ دی جاسکتی ہے 478

۷۔ زکوٰۃ اصل اور فرع کو دینا 478

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

❀ روزے کے احکام 478
ا۔ایک عادل مسلمان کی رؤیت ہلال سے رمضان کے روزے کا ثبوت 478
۲۔جنبی کا روزہ 479
۳۔انتہائی بوڑھا روزہ توڑ سکتا ہے 479
۴۔اعتکاف کی جگہ 479
۵۔معتکف کے لیے جائز کام 480
❀ حج کے احکام 480
ا۔محرم کا اپنی بیوی کو بوسہ دینا 480
۲۔محرم کا حملہ آور جانور کو قتل کرنا 480
۳۔کوّے کو قتل کرنا 480
۴۔طواف میں شک واقع ہونا 481
۵۔طواف میں بھول جانا 481
۶۔حج میں نیابت 481
۷۔جمرات کی رمی میں شک واقع ہونا 481
❀ عبادات سے ملحق بعض احکام 482
ا۔ ماکول اللحم جانور کو مرنے سے کچھ ہی پہلے ذبح کر دینا 482
۲۔عرب کے نصاریٰ کا ذبیحہ 483
۳۔فخر و اظہارِ برتری کا ذبیحہ 483
۴۔مردار مرغی کا انڈا نجس ہے 484
۵۔مجوسیوں اور مشرکوں کا کھانا 484
۶۔بڑھاپے کے سفید بال کو رنگنے سے پرہیز کرنا 484
۷۔چوسر اور شطرنج کھیلنا 485
۸۔نکاح متعہ 485
۹۔بغیر ولی کے نکاح 485
۱۰۔جسمانی عیب والی عورت سے نکاح 486
۱۱۔خصی شدہ (نس بندی کردہ) مرد کا نکاح 486

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۲۔ لاعلمی میں دو حقیقی بہنوں سے نکاح 486
۱۳۔ بیوی کی دبر (پچھلی شرمگاہ) میں وطی کرنے کی ممانعت 487
۱۴۔ حاملہ عورت کی عدت، جس کا شوہر وفات پا گیا ہو 487
مالی معاملات 489
۱۔ حاکم وقت کے انعامات وعطایات 489
۲۔ مظلوم کو حق دلانے کے لیے اس کا ہدیہ قبول کرنا 489
۳۔ عاریتاً لیے ہوئے سامان کی عدم ضمانت 489
۴۔ ودیعت رکھے ہوئے سامان کی کوئی ضمانت نہیں 489
۵۔ کفار کے ہاتھوں مال غنیمت فروخت کرنا 489
۶۔ کاریگروں کو ضامن ٹھہرانا 490
۷۔ دیگر اقوام سے عقد ذمہ اور ان سے محصول کی وصولیابی میں سختی سے پرہیز 490
حدود 491
۱۔ مرتد کی سزا 491
۲۔ حد زنا 493
- **الف** ...... واقعہ رجم 493
- **ب** ...... حاملہ کے رجم کو موخر کرنا 494
- **ج** ...... زنا بالجبر کی شکار عورت 494
- **د** ...... اضطراری حالت سے دوچار عورت کا زنا 494
- **ھ** ...... شبہات کی بنا پر حدود کا ازالہ 496
- **و** ...... جب نصرانی عورت زنا کا ارتکاب کرے 496
- **ز** ...... جس شخص پر حد نافذ کی جائے وہ اس کے گناہ کے لیے کفارہ ہے 496
۳۔ شراب نوشی کی حد 497
- شراب نوشی کی حد پر موت واقع ہو جانا 497
۴۔ چوری کی حد 498
- **الف** ...... محفوظ مقام پر ہونے کی شرط 498
- **ب** ...... شبہ ملک والے سامان کی چوری 498

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

◆ ج..... آزاد انسان کی چوری 499

◆ د..... جب غلام اپنے آقا کی چوری کرے 499

◆ ھ..... چوری کا ثبوت کب معتبر ہوگا 499

◆ و..... چوری کرنے سے پہلے چور کی گرفتاری 500

◆ ز..... بار بار چوری کرنے والے کا حکم 500

◆ ح..... ہاتھ کاٹنا اور اسے لٹکانا 500

❁ قانون قصاص اور بدعنوانیوں کا خاتمہ 501

◆ الف..... قتل عمد میں کئی قاتلوں کی شرکت 502

◆ ب..... اگر غلام، مالک کے حکم پر کسی کو قتل کردے 502

◆ ج..... اژدحام اور بھگدڑ میں کسی شخص کا مقتول پایا جانا 502

◆ د..... سائق، قائد اور سوار کا جرم 502

◆ ھ..... ناجائز قبضہ جب جانی نقصان کا سبب بنے 503

◆ ر..... اگر گواہی دینے میں غلطی ہو جائے 503

◆ ز..... کسی جماعت کا نادانستہ طور پر آپس میں ایک دوسرے کے قتل کا سبب بننا 504

◆ ح..... سرپرست اور مالک کی اجازت کے بغیر کسی بچے یا غلام سے خدمت لینا 504

◆ ط..... معنوی تاثیر کے سبب قتل 504

◆ ی..... طبیب کی غلطی اور کوتاہی سے مریض کی موت 505

◆ ک..... قصاص اور حد کے نتیجہ میں موت واقع ہونا 505

◆ ل..... راہزن جب گرفتار کرلیا جائے 505

◆ م..... بے گناہ کو تہمت سے بری کرنے کے لیے قاتل کا اعترافِ قتل 506

◆ ن..... اپنے عاشق کی موجودگی میں شب زفاف میں دلہن نے اپنے شوہر کو قتل کردیا 507

◆ س..... دیت کی ادائیگی میں اونٹ کا بدل، اور دیت دینے کی کیفیت 507

◆ ع..... اہل کتاب کی دیت 507

◆ ف..... ریڑھ کی ہڈی کی دیت 508

◆ ص..... اعور (کانا) کی آنکھ 508

◆ ق..... انگلیوں کی دیت 508

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعزیرات 508

۱۔ ہاتھ سے مارنا 508

۲۔ حد شرعی کی تنفیذ میں مزید کوڑے 509

۳۔ مجرم کو گھمانا 509

۴۔ قید کرنا 509

۵۔ پابہ زنجیر قید کرنا 509

۶۔ گندگی میں لت پت کر دینا 510

۷۔ قتل کرنا 510

۸۔ جرم کے اسباب و ذرائع کا خاتمہ 510

۴..... قولِ صحابی کی حجیت 511

۱۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست دین سیکھنا 511

- آمیزش سے پاک سرچشمہ علم 511
- فہم کی گیرائی و گہرائی 511
- یقین کی بلندی 512
- نزول احکام کے اسباب کی معرفت 512
- افعال نبوی کا عینی مشاہدہ 512
- مشکل مسائل کا استفسار 512

۲۔ عربی سلیقہ و ثقافت 512

۳۔ اخلاص و تقویٰ 512

قرآن سے دلائل 515

سنت سے دلائل 517

آثار صحابہ سے دلائل 517

ائمہ و علمائے سلف کے اقوال سے دلائل 518

۱۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول 518

۲۔ امام احمد رحمہ اللہ کا قول 518

۳۔ امام مالک رحمہ اللہ کا قول 518

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۴۔ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تحقیق 518
۵۔علامہ شاطبی رحمہ اللہ کا قول 518

پانچویں فصل.....امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے دور کا صوبائی نظام

.....ریاستیں 521
❁ مکہ مکرمہ 521
❁ مدینہ نبویہ 522
❁ بحرین و عمان 522
❁ یمن 523
❁ شام 524
❁ جزیرہ 528
❁ مصر 529
❁ رافضی روایات کا خلاصہ 531
۱۔مکتوب علی میں خرد برد 531
۲۔قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کی بات میں تحریف 532
۳۔قیس رضی اللہ عنہ کے نام معاویہ رضی اللہ عنہ کا ایک خط، جس میں علی رضی اللہ عنہ بحیثیت فریق دکھائے گئے ہیں 532
۴۔یہ دروغ گوئی کہ ''عثمان رضی اللہ عنہ کے خون میں معاویہ رضی اللہ عنہ نے انصار کو متہم کیا'' 533
۵۔یہ کذب بیانی کہ ''قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کی طرف سے معاویہ رضی اللہ عنہ نے جھوٹا خط لکھا 533
۶۔قیس بن سعد، معاویہ اور علی رضی اللہ عنہم کے درمیان خطوط کا تبادلہ شک کے دائرے میں 534
❁ مصر کی گورنری پر محمد بن ابوبکر کی تقرری 535
❁ ابومخنف رافضی کی روایات کا خلاصہ 539
❁ بصرہ 543
❁ کوفہ 552
❁ مشرقی ریاستیں 553
۱۔فارس 553
۲۔خراسان 554
۳۔آذربیجان 556

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲......گورنروں کی تقرری 559
ا۔عثمان رضی اللہ عنہ کے گورنروں کے بارے میں علی رضی اللہ عنہ کا موقف 559
۲۔علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے منصب ولایت پر اپنے بعض قرابت داروں کی تقرری 566
❁ گورنروں کی نگرانی اوران کو ہدایات ورہنمائیاں 568
❁ عہدعلی رضی اللہ عنہ کے گورنروں کے اختیارات 570
ا۔وزراء کا تقرر 571
۲۔مجالس شوریٰ کی تشکیل 572
۳۔فوجی لشکر کی تشکیل وتیاری 573
۴۔صلح اور جنگ کے میدانوں میں سیاست خارجہ کے قواعد 574
۵۔ملک کی داخلی سلامتی کی حفاظت 575
۶۔ریاستی سطح پر عدالتی نظام کی تشکیل 576
۷۔مالی اخراجات 576
۸۔ریاست کے ماتحت افسران اوران کی نگرانی 578
۹۔انسانی آبادی کے طبقات اور قسمیں 580
۱۰۔قانون جزاء وسزا کی ترتیب 582
۱۱۔ریاستی نظام وقوانین کو مستحکم کرنے میں نقباء اورعرفاء کا کردار 583
❁ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی چنداداری دُوراندیشیاں 584
ا۔انسانی عنصر پر زور 584
۲۔تجربہ کاراور ذی علم عامل 585
۳۔حاکم اورمحکوم کا باہمی تعلق 585
۴۔جمود وتعطل کا مقابلہ 587
۵۔چاق وچوبند نگرانی 587
۶۔مناصب اصول وضوابط کے تابع ہوں نہ کہ ذاتی تعلقات پر 588
۷۔منصبی گرفت میں امانت داری کی اہمیت 588
۸۔قراردادوں میں مشارکت 588
۹۔باصلاحیت سرکاری ملازمین کا انتخاب اوران کے جان و مال کی حفاظت وضمانت 589

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۰۔ تجربہ کاروں کی رفاقت 591

۱۱۔ باپ جیسی مشفقانہ قیادت 591

چھٹی فصل..... معرکۂ جمل وصفین اور تحکیم

۱۔ معرکۂ جمل اور اس کا پس منظر 600

❁ فتنہ انگیزی میں سبائیت کا اثر 601

۱۔ کیا عبداللہ بن سباء ایک خیالی شخصیت تھی.....؟ 601

◆ سنی کتب مصادر میں ابن سبا کا ذکر 602

◆ شیعی کتب مراجع ومصادر میں ابن سبا کا ذکر 604

◆ ابن سبا کا وجود ایک تاریخی حقیقت ہے 605

۲۔ فتنہ کو متحرک کرنے میں عبداللہ بن سباء کا کردار 606

❁ قاتلینِ عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص لینے کے لیے طریقہ کار میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا اختلاف 610

❁ قصاص طلب کرنے طلحہ، زبیر، عائشہ ومعاویہ رضی اللہ عنہم کا موقف 611

۱۔ ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا 611

۲۔ طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما 615

۳۔ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ 618

❁ فتنہ سے کنارہ کش رہنے والوں کا موقف 622

❁ جنگ سے کنارہ کش رہنے والے صحابہ کے اقوال اور خیالات کے چند نمونے 624

◆ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ 624

◆ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ 625

◆ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ 625

◆ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما 626

◆ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ 628

◆ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ 628

◆ سعید بن عاص اموی رضی اللہ عنہ 629

◆ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ 629

◆ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما 630

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

◆ صہیب بن سنان رومی رضی اللہ عنہ 631

◆ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ 632

◆ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ 632

◆ عبداللہ بن سعد بن ابی السرح رضی اللہ عنہ 632

❁ حالات کی بحالی تک تنفیذ قصاص کو موخر کرنے والے علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ہم خیال لوگوں کا موقف 634

❁ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ کا موقف 636

❁ اپنے لشکر کے مشکوک افراد سے کوئی خدمت لینے سے گریز کرنا 638

❁ زبیر، طلحہ، عائشہ رضی اللہ عنہم اور ان کے ساتھیوں کی بصرہ روانگی 643

❁ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بصرہ روانگی سے متعلق چند قابل توجہ پہلو 649

❁ کیا سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روانگی کے لیے مجبور کی گئی تھیں 649

❁ کیا سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ساتھیوں پر دباؤ ڈال رکھا تھا؟ 649

❁ دمِ عثمان رضی اللہ عنہ کے بدلے کی کارروائی سے متعلق دیگر امہات المومنین کا موقف 649

❁ چشمہ حوأب سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا گذر 652

❁ بصرہ پہنچ کر 655

❁ حکیم بن جبلہ اور اس کے ہنگامہ پسند ساتھیوں کا قتل 656

❁ دیگر شہروں کے نام عائشہ رضی اللہ عنہا کے خطوط 658

❁ امیر بصرہ عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ اور عائشہ زبیر، وطلحہ رضی اللہ عنہم کی فوج کے مابین اختلاف 659

❁ امیرلمومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی کوفہ روانگی 659

۱۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کو نصیحت 662

۲۔ حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی اپنے والد کو نصیحت 662

۳۔ ذوقار پہنچ کر علی رضی اللہ عنہ اہل کوفہ کو لڑائی پر چلنے کی دعوت دیتے ہیں 663

۴۔ اختلاف رائے سے محبت میں فرق نہیں پڑتا 665

۵۔ کوفہ کے راستے میں علی رضی اللہ عنہ سے چند سوالات 666

❁ صلح کی کوششیں 667

◆ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ 667

◆ کعب بن سور رحمہ اللہ 668

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

◆ قعقاع بن عمرو تمیمی رضی اللہ عنہ 668
◆ قعقاع رضی اللہ عنہ کی طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما سے گفتگو 668
◆ قعقاع حل پیش کرتے ہیں کہ ''اولاً حالات کی سازگاری پھر قصاص'' 669
◆ صلح واتفاق کی خوش خبری 670
❁ جنگ بھڑک گئی 670
۱۔ جنگ بھڑکانے میں سبائیوں کا کردار 670
۲۔ معرکۂ جمل کے دو (۲) رَن 676
۳۔ مقتولین کی تعداد 683
۴۔ کیا مروان بن حکم نے طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا؟ 684
۵۔ جنگ کے خاتمہ پر علی رضی اللہ عنہ کا اعلان 685
۶۔ مقتولین کی تلاش اور ان پر دعائے رحمت 686
۷۔ اہل بصرہ کی بیعت 686
۸۔ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پر ایک گفتگو 688
۹۔ معرکۂ جمل کی تاریخ 689
۱۰۔ اِن پر ہم ہاتھ کیوں اٹھائیں جب کہ یہ مسلمان خواتین ہیں 690
۱۱۔ بصرہ کا گورنر بننے سے ابوبکرہ ثقفی رضی اللہ عنہ کی معذرت 690
۱۲۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخی کرنے والے کے بارے میں علی رضی اللہ عنہ کا موقف 690
۱۳۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کا دفاع 690
❁ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا تقابل 691
۱۔ حریم نبوی بننے سے پہلے 691
۲۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سب سے محبوب 692
۳۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لحاف میں وحی کا نزول 692
۴۔ جبریل علیہ السلام عائشہ رضی اللہ عنہا کو سلام بھیجتے ہیں 693
۵۔ آیت تخییر کا نزول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اور سب سے پہلے آپ رضی اللہ عنہا کو اختیار دینا 693
۶۔ آپ رضی اللہ عنہا کے سبب چند قرآنی آیات کا نزول 694
۷۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خواہش کہ میری زندگی کے آخری ایام عائشہ کے گھر میں ہوں 696

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۸۔ جنت کی بشارت 696

۹۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کی تمام عورتوں پر فضیلت ایسے ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر 697

۱۰۔ عائشہ، خدیجہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہن کے مابین تقابل 702

❁ کیا ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے جنگ جمل میں مسلمانوں کی خونریزی کو حلال کیا تھا؟ 705

❁ ایک حدیث کی تحقیق 706

❁ امیر المومنین علی، عائشہ رضی اللہ عنہا کو بحفاظت احترام واعزاز سے ان کے گھر (مدینہ) پہنچاتے ہیں 706

❁ جنگ جمل پر احساس ندامت 708

❁ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی سیرت وشہادت پر ایک نظر 710

۱۔ اللہ کے راستے میں سب سے پہلے تلوار سونتی 710

۲۔ ہجرت حبشہ 710

۳۔ غزوۂ بدر میں 711

۴۔ غزوۂ احد میں 713

۵۔ غزوۂ خندق میں 715

۶۔ غزوۂ یرموک میں 718

۷۔ فتح مصر میں 719

۸۔ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی غیرت 720

۹۔ سیّدنا زبیر رضی اللہ عنہ اپنے بچوں کا نام شہداء صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام پر رکھتے ہیں 721

۱۰۔ سیّدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نیکیوں کو چھپانے کی تلقین کرتے ہیں 721

۱۱۔ سیّدنا زبیر رضی اللہ عنہ کی مدح ومنقبت میں حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا شاعرانہ تخیل 721

۱۲۔ سیّدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور کرم وسخاوت 722

۱۳۔ سیّدنا زبیر رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت اور دنیا کو الوداع 723

۱۴۔ موت کے وقت ادائیگی قرض کا شدید احساس 726

❁ اس واقعہ کے فوائد وعبرتیں 727

◆ **الف**...... زبیر رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ اے میرے بیٹے! اگر تم قرض ادا کرنے سے عاجز ہو جاؤ تو میرے مالک اور مولیٰ سے اس سلسلے میں مدد مانگنا 727

◆ **ب**...... کیا زبیر رضی اللہ عنہ مالداروں میں سے تھے؟ 727

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

❁ طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کی سیرت وشہادت 730

۱۔اسلام، آزمائش اور ہجرت 731

۲۔غزوۂ بدر میں 732

۳۔غزوۂ احد میں طلحہ رضی اللہ عنہ نے جنت واجب کرلیا 732

۴۔زمین پر ایک شہید چل رہا ہے 733

۵۔اللہ سے اپنے معاہدے کو نبھایا 734

۶۔اپنے بھائیوں کی طرف سے مدافعت اور ان کے ساتھ حسن ظن کی تلقین 734

۷۔اللہ کے راستے میں آپ کی جودوسخا 735

۸۔آپ کے اقوال زریں 736

۹۔آپ کی شہادت 736

۱۰۔وفات کے بعد جسد خاکی اللہ کی حفاظت میں 737

۱۱۔عثمان، علی، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخیاں کرنے والوں پر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ لعنت بھیجتے ہیں 738

۲...... جنگ صفین ۳۷ھ 739

❁ معرکے کا پس منظر 739

۱۔ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے، عثمان رضی اللہ عنہ کی قمیص دے کر نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کو معاویہ رضی اللہ عنہ اور شام والوں کے پاس بھیجا 739

۲۔معاویہ رضی اللہ عنہ کی عدم بیعت کے اسباب ومحرکات 740

۳۔معاویہ رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ کے خط کا جواب دیتے ہیں 742

۴۔اہل شام سے جنگ کرنے کے لیے علی رضی اللہ عنہ کی فوجی تیاری اور اس پر حسن رضی اللہ عنہ کا اعتراض 742

۵۔جنگ جمل کے بعد امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ جریر بن عبداللہ کو معاویہ رضی اللہ عنہما کے پاس بھیجتے ہیں 742

۶۔علی رضی اللہ عنہ کی شام روانگی 744

۷۔معاویہ رضی اللہ عنہ کا صفین کے لیے نکلنا 745

۸۔پانی پر جنگ 747

۹۔صلح کی کوششیں اور جنگ بندی کے آثار 748

❁ جنگ کا آغاز 749

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ا۔ پہلا دن 750

۲۔ دوسرا دن 751

۳۔ لیلۃ الہریر، جمعہ کا دن 753

۴۔ تحکیم کی دعوت 754

۵۔ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی شہادت اور مسلمانوں پر اس کا اثر 758

۶۔ علمائے سلف کے نزدیک حدیث عمار کا مفہوم 761

۷۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کے تاویل کی تردید 763

۸۔ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کا قاتل کون ہے؟ 764

۹۔ دوران جنگ اخوت ومحبت کا برتاؤ 766

۱۰۔ قیدیوں کے ساتھ برتاؤ 767

۱۱۔ مقتولین کی تعداد 768

۱۲۔ شہدائے صفین کا جائزہ اوران پر دعائے رحمت 769

۱۳۔ شاہ روم کے ساتھ معاویہ رضی اللہ عنہ کا موقف 770

۱۴۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں جنگ صفین کا ایک جھوٹا واقعہ 770

۱۵۔ صفین سے واپسی کے بعد علی رضی اللہ عنہ کا قبروں کی زیارت کرنا 772

۱۶۔ قاتلین عثمان کا جنگ پر اصرار 772

۱۷۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل شام کولعن طعن کرنے سے روکتے ہیں 773

۳...... تحکیم 775

❁ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی سیرت 776

ا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابوموسیٰ اشعری کو تمغۂ شرف سے نوازتے ہیں 777

◆ الف...... تمھیں دو مرتبہ ہجرت کا شرف ملا 777

◆ ب...... اے ابوموسیٰ اشعری! وہ تمھارے قوم کے لوگ ہیں 777

◆ ج...... اے اللہ! عبداللہ بن قیس کو بخش دے اور انھیں باعزت مقام عطا فرما 778

◆ د...... اس نے بشارت قبول نہ کیا تم دونوں اسے قبول کرو 778

◆ ھ...... آل داؤد کی طرح بانسری جیسی سریلی آواز دیے گئے 779

◆ و...... اے عبداللہ بن قیس! کیا تمھیں جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ نہ بتا دوں؟ 780

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

◆ ز..... آسانی پیدا کرنا، دشواریوں میں نہ ڈالنا، خوشخبریاں دینا نفرت نہ دلانا اور آپس میں موافقت رکھنا 780

۲۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا مرتبہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے نزدیک 781

۳۔ عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کے عہد خلافت میں ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بحیثیت گورنر 783

❁ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی سیرت 787

ا۔ اسلام لانا 787

۲۔ سریۂ ذات السلاسل ۷ھ کی قیادت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں 789

◆ اس غزوہ میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے متعلق چند دروس و مواعظ 789

◆ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی خلوص وللّٰہیت 789

◆ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا اپنی فوج کی حفاظت کے لیے فکر مند ہونا 790

◆ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی دینی بصیرت 790

۳۔ فضائل و مناقب 791

◆ آپ کے فضائل میں زبان رسالت سے ایمان کی گواہی 791

◆ دوسروں پر ترجیح اور قریش کے نیکوکاروں میں سے ہونے کی شہادت 792

◆ آپ کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا 792

❁ ابوبکر، عمر، اور عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانے میں آپ کی خدمات 793

❁ معاہدہ تحکیم کی قراردادیں 793

❁ سندوں کا ضعف 798

❁ اس معاملہ کی اعتقادی وشرعی حیثیت 801

❁ ایک صحیح روایت جو مذکورہ تمام روایتوں کی مطلقاً تردید کرتی ہے 802

❁ جناب معاویہ کو علی رضی اللہ عنہما کی افضلیت اور ان کے استحقاق خلافت کا اعتراف تھا 802

❁ خلیفہ کے لیے مطلوبہ شرائط 803

❁ ''تحکیم'' کا زمانہ، فتنے کا زمانہ تھا 804

❁ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خلافت کو ممبران شوریٰ میں محدود کر دیا تھا 804

❁ روایات کی صراحت کہ اہل شام نے ''تحکیم'' کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ پر بیعت کی 805

❁ صحیح بخاری میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث 806

❁ قراردادِ تحکیم کی حقیقت 806

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

❁ حکمین کی اجتماع گاہ 807

❁ کیا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ حکمین کے اجتماع میں موجود تھے؟ 808

❁ تاریخ صحابہ کو مسخ کرنے والی چند زہر آلود کتابیں 816

۱۔ الإمامة والسياسة 816

۲۔ نہج البلاغۃ 819

۳۔ کتاب الاغانی 821

۴۔ تاریخ الیعقوبی (ت ۲۹۰ھ) 822

۵۔ مروج الذہب اور معادن الجوہر تالیف المسعودی (ت ۳۴۵ھ) 823

❁ استشراق اور اسلامی تاریخ 824

❁ تاریخی واقعات کی تحریف اور دور اوّل کے مسلمانوں کی کردارکشی کے وسائل 825

❁ اسلامی تاریخ کے حقائق کو بگاڑنے اور تحریف کرنے کے لیے مستشرقین اور ان کے شاگردوں کا سب سے اہم کردار 827

ساتویں فصل ..... خوارج وشیعہ کے بارے میں علی رضی اللہ عنہ کا موقف

۱ ..... خوارج کا تعارف 831

❁ خوارج کی نشو ونما اور ان کا تعارف 831

❁ خوارج کی مذمت میں واردشدہ احادیث 834

❁ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور خوارج کے مناظرہ سے مستنبط ہونے والے پند ومواعظ اور اسباق 843

◆ مناظرہ کا عمدہ انتخاب 843

◆ مناظرہ سے قبل شرائط پر اتفاق 843

◆ فریق مخالف کے دلائل سے واقفیت اور اس کا احاطہ کرنا 843

◆ فریق مخالف کے خیالات کو یکے بعد دیگرے توڑنا 843

◆ مناظرہ سے پہلے ایسی تمہید پیش کرنا جو حق کے راستے میں مفید نتائج کا حامل ہو 844

◆ مناظرہ کے دوران فریق مخالف کی رائے کا احترام 844

◆ ہزاروں کو اللہ کی توفیق ملتی ہے 844

◆ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان کہ ان (صحابہ) کا کوئی فرد تم میں نہیں ہے 844

◆ مناظرہ کے وقت اتفاقی پوائنٹ کی تحدید 844

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

❁ بقیہ خوارج سے مناظرہ کے لیے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا نکلنا اور کوفہ پہنچنے کے بعد ان کے ساتھ برتاؤ کی نوعیت، پھر خوارج کا دوبارہ خروج 845

❁ معرکۂ نہروان ۳۸ھ 851

۱۔ سبب معرکہ 851

۲۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اپنی فوج کو جنگ پر ابھارتے ہوئے 852

۳۔ جنگ کا آغاز 854

۴۔ ناقص الید شخص کون تھا؟ اور اس کے قتل سے علی رضی اللہ عنہ کی فوج پر کیا اثر پڑا؟ 856

۵۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا خوارج سے برتاؤ 857

❁ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی جنگوں سے مستنبط ہونے والے فقہی مسائل 859

❁ خوارج کے چند اہم اوصاف 864

◆ دین میں غلو 864

◆ دین سے ناواقفیت 866

◆ امام المسلمین کی اطاعت سے بغاوت 868

◆ مرتکبین گناہ کی تکفیر اور مسلمانوں کی جان و مال کو حلال ٹھہرانا 868

◆ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ناقابل عفو گستاخی یعنی آپ کو ظالم ٹھہرانا 869

◆ طعن و تشنیع 869

◆ بدگمانی 870

◆ مسلمانوں کے خلاف شدت پسندی 879

❁ خوارج کے چند عقائد و نظریات 871

◆ مرتکب گناہ کبیرہ کی تکفیر 871

◆ امامت کا وجوب 876

◆ اہل سنت کے دلائل 881

❁ بعض صحابہ کی تنقیص اور عثمان و علی رضی اللہ عنہما کی تکفیر 884

❁ دور حاضر میں خوارج کی روش اور ان کی بعض علامات 888

۱۔ شرعی علوم سے ناواقفیت 889

۲۔ علم بلا معلم 890

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

❁ دور حاضر میں غلو پرستی کے چند مظاہر 900
❁ دین وعبادت کے نام پر نفس کشی اور دوسروں کو تنگی میں ڈالنا 900
❁ ''انا'' کی نمائش، غرور اور ناپختہ ذہن نوجوانوں کی قیادت 901
❁ خود رائی کو ترجیح دینا اور دوسروں کو جاہل گردانا 902
❁ علماء عاملین پر طعن وتشنیع 902
❁ بدگمانی 904
❁ شدت پسندی اور دوسروں پر سختی 906
❁ آزمائشیں اور مشکلات 907
❁ دعوت وتبلیغ کے اصولوں سے ناواقفیت 907
❁ تکفیر 910
❁ تکفیر کی شرطیں 913
۱......علم 913
۲......قصد وارادہ 915
۳......اختیار وقدرت 915
❁ فرد معین کی تکفیر کے موانع بھول چوک، لاعلمی، مجبوری، عاجزی 916
❁ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ کافر ہے 917
۲......امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اور شیعی فکر 920
❁ شیعہ اور رفض کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم 920
◆ شیعہ کا لغوی مفہوم 920
◆ شیعہ کا اصطلاحی مفہوم 921
◆ رفض کا لغوی مفہوم 923
◆ رافضہ کا اصطلاحی مفہوم 923
◆ روافض کی وجہ تسمیہ 924
◆ موجودہ دور کے روافض 925
❁ روافض شیعہ اور ان کی نشو ونما میں یہودیوں کا کردار 926
❁ روافض شیعہ کے ارتقائی ادوار ومراحل 933

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۔ پہلا مرحلہ 933

۲۔ دوسرا مرحلہ 933

۳۔ تیسرا مرحلہ 934

۴۔ چوتھا مرحلہ 936

۳.....عقیدۂ امامت، روافض کا سب سے اہم عقیدہ 938

❁ روافض کے نزدیک عقیدہ امامت کا مقام اور اس کے منکر کا حکم 939

◆ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تکفیر 942

◆ اہل بیت رحمہم اللہ کی تکفیر 943

◆ مسلم خلفاء اور ان کی حکومتوں کی تکفیر 945

◆ مسلم ممالک کو دار الکفر قرار دینا 947

◆ مسلم قاضیوں اور مصنفین کی تکفیر 947

◆ علمائے دین اور ائمۃ المسلمین کی تکفیر 947

❁ روافض شیعہ کے نزدیک عصمت ائمہ 950

❁ عصمت ائمہ کے شیعی دلائل اور ان کی حقیقت 954

۱۔ قرآن سے استدلال 954

◆ ا......"عہد" کے معنی میں اسلاف کا اختلاف 955

◆ ب......آیت کریمہ کا "عصمت ائمہ" سے کوئی تعلق نہیں 956

◆ ج......یہ قاعدہ مسلم نہیں کہ جس ظالم نے ظلم کے بعد توبہ کر لی ہو وہ ظالم ہی کہا جائے گا 956

◆ د......ایک زیدی شیعہ عالم اس آیت کریمہ سے اثنا عشریہ شیعہ کے استدلال کی تردید کرتا ہے 956

۲۔ آیت تطہیر اور حدیث کساء 958

◆ تنقید و تردید 959

۳۔ شیعی مرویات سے دلائل 968

۴۔ اثبات عصمت پر عقلی دلائل 969

◆ تردید 969

۵۔ عقیدۂ عصمت ائمہ پر ایک عمومی تنقید 972

❁ ایک دوسری چیز بھی دعوائے عصمت ائمہ کی تردید کرتی ہے 975

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

◆ ائمہ کے اقوال میں تناقض و اختلاف 976

◆ دعوائے عصمت کو توڑنے والی ایک بات اور بھی 976

❁ تعداد ائمہ کی تحدید کے مسئلہ میں اہل سنت کی کتب مراجع و مصادر سے اثنا عشری شیعہ کے دلائل 985

◆ امامت کی نامزدگی کے ثبوت میں قرآنی دلائل 988

◆ آیت الولایۃ 989

◆ وجہ استدلال 989

◆ تنقید و تردید 989

◆ آیۃ المباھلہ 994

◆ تردید و تنقید 995

◆ وجہ استدلال 999

◆ تردید و تنقید 1000

❁ احادیث سے دلائل 1001

ا۔ غدیر خم کا خطبہ 1001

◆ روافض شیعہ کی حدیث ''ثقلین'' کی نافہمی کا مزید توڑ 1008

۲۔ تبوک روانی کے وقت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ پر اپنا نائب بنانا 1011

❁ تردید و تنقیح 1012

❁ مذکورہ حدیث شارحین حدیث کی نگاہ میں 1015

❁ خلافت کے لیے عدم نامزدگی کی حکمت و مصلحت 1015

ا۔ حدیث طیر 1018

۲۔ حدیث ''دار'' 1019

۳۔ حدیث ((اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا)) اور دیگر موضوع احادیث 1022

❁ اثنا عشری شیعہ اور عقیدۂ توحید 1024

❁ نصوص توحید کو ولایت ائمہ کے ثبوت میں پیش کرنا 1025

❁ دلیل و استدلال 1026

❁ تردید و ابطال 1026

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

❁ قبولیت عمل کا دار و مدار ولایت علی رضی اللہ عنہ کے اقرار پر ہے 1028

❁ تردید وابطال 1028

❁ شیعہ کتب مصادر و مراجع میں توحید اور ائمہ کے متعلق تین اور مسائل 1031

۱۔ ہدایت کا دار و مدار ائمہ پر ہے 1031

۲۔ قبولیت دعا کے لیے ائمہ کے ناموں کا واسطہ ضروری ہے 1032

۳۔ مزاروں اور درگاہوں کی زیارت حج بیت اللہ سے افضل ہے 1034

۴۔ ائمہ کو تحلیل و تحریم کا حق حاصل ہے 1037

۵۔ دنیا و آخرت ائمہ کے دست تصرف میں 1038

۶۔ نظام کائنات میں تغیر و حوادث پر ائمہ کا اثر و رسوخ 1040

۷۔ ائمہ میں الٰہی چیز کا حلول 1041

۸۔ ائمہ کو ماضی اور مستقبل سب کا علم ہے، ان کی نگاہوں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے 1042

۹۔ اثبات میں غلو یعنی "تجسیم" کی نمائندگی 1051

۱۰۔ تعطیل، شیعی عقائد میں 1052

◆ مسئلہ خلق قرآن 1054

◆ مسئلہ رؤیت باری تعالیٰ 1058

۱۱۔ ائمہ، انبیاء اور رسولوں سے افضل ہیں 1060

❁ امامیہ شیعہ کا قرآن کے بارے میں موقف 1062

۱۔ قرآن مجید میں تحریف کا عقیدہ اور اس کی تردید 1062

◆ تردید و تنقید 1071

❁ ائمہ روافض کے اقوال سے دلائل 1073

۱۔ عقلی دلائل 1074

۲۔ حجیت قرآن کے لیے کسی نگراں و منتظم کے لازمی وجود کا عقیدہ اور اس کی تردید 1075

۳۔ قرآن کے لیے باطنی معنی کا عقیدہ اور اس کی تردید 1083

❁ روافض شیعہ کی طرف سے تحریف قرآن کی چند مثالیں 1085

◆ **الف**..... توحید کو امامت کے معنی میں بدل دینا 1085

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

◆ ب...... ''الٰہ'' کے معنی کو ''امام'' کے معنی میں کر دینا 1085
◆ ج...... ''رب'' کو ''امام'' کے معنی میں بدل لینا 1085
◆ د...... لفظ ''کلمہ'' سے ''ائمہ'' مراد ہیں 1086
◆ ھ...... مسجد، کعبہ اور قبلہ کو ''ائمہ'' کے معنی میں بدل دینا 1086
◆ و...... قرآن میں ''توبہ'' سے مراد ابوبکر، عمر اور عثمان (رضی اللہ عنہم) کی ولایت سے توبہ کرنا، اور صرف علی رضی اللہ عنہ کی ولایت کا اعتراف کرنا ہے 1087
❁ امامیہ شیعہ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں موقف 1087
❁ ارتداد صحابہ پر شیعی استدلال اور اس سے متعلق آیات کریمہ کی رافضی تفسیروں کے چند نمونے 1092
ا۔ عدالت صحابہ 1106
◆ قرآنی دلائل 1107
◆ احادیث سے دلائل 1110
◆ اجماع امت 1112
۲۔ صحابہ سے واجبی محبت اور ان کے لیے دعا و استغفار 1114
۳۔ کتاب وسنت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو سب وشتم کرنے کی حرمت 1116
◆ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہنے سے اسلاف امت کی ممانعت 1118
۴۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے بیٹوں کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بے پناہ محبت 1119
❁ احادیث نبویہ کے بارے میں شیعہ کا موقف 1121
ا۔ اسناد حدیث 1121
۲۔ تحقیق طلبی 1122
۳۔ راویوں کی تنقید اور صدق وکذب کی حیثیت سے ان کی زندگی پر تبصرہ 1122
◆ الف...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ گھڑنے والے 1123
◆ ب...... اپنی عام بول چال میں جھوٹ بولنے والے 1123
◆ ج...... اہل بدعت اور اہل اہواء 1123
◆ د...... زندیق، فاسق، مُغَفَّل، فہم وضبط اور عدالت جیسے اوصاف سے محروم لوگ 1124
❁ تکفیر صحابہ کی وجہ سے سنت کے بارے میں اہل تشیع کا موقف 1124

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۔امام کا قول اللہ اور اس کے رسول کے قول کی طرح ہے 1125

◆ ''تقیہ'' شیعہ کی نظر میں 1129

۲۔تقیہ کی مذہبی حیثیت 1130

۳۔تقیہ میں مبالغہ پسندی کا سبب 1131

❁ خلفائے ثلاثہ کی امامت کے بطلان کا عقیدہ 1131

❁ ائمہ کی عصمت، سہو، خطا اور نسیان سے مبرّا ہونے کا عقیدہ 1132

❁ ائمہ پر جھوٹوں کی غلط بیانی کے لیے راہ ہموار کرنا 1132

❁ شیعہ کو دیگر مسلمانوں سے الگ کرنا 1134

❁ تقیہ اہل سنت کی نظر میں 1135

❁ مہدی منتظر شیعہ و اہل سنت کے درمیان 1137

۱۔مہدی منتظر کا عقیدہ شیعہ کے نزدیک 1137

۲۔مہدی منتظر کا عقیدہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک 1140

❁ روافض شیعہ کے بارے میں اہل بیت کا موقف 1153

۱۔منبر کوفہ سے علی رضی اللہ عنہ کا اعلان 1153

۲۔حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا 1154

۳۔حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا 1154

۴۔علی بن حسین رحمہ اللہ نے فرمایا 1154

۵۔محمد بن علی الباقر رحمہ اللہ نے فرمایا 1155

۶۔زید بن علی رحمہ اللہ نے فرمایا 1156

۷۔جعفر بن محمد (الصادق رحمہ اللہ) نے فرمایا 1156

❁ شیعہ سنی مفاہمت کا نظریہ 1157

۱۔۶۵۶ھ کے زوال بغداد میں ابن العلقمی رافضی کی ریشہ دوانیاں 1158

۲۔صفوی حکومت 1160

۳۔شیعہ سنی مفاہمت کے چند معاصر تجربات 1161

◆ ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی کا تجربہ 1161

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

◆ شیخ موسیٰ جار اللہ کا تجربہ 1163
۴۔شیعہ سنی اتحاد و مفاہمت کا صحیح منہج 1166
۴......امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی زندگی کے آخری ایام اور شہادت 1172
❁ جنگ نہروان کے نتیجہ میں 1172
❁ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا اپنے لشکر کو لڑائی پر ابھارنا، اور پھر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ بندی پر مصالحت کرنا 1175
❁ طلب شہادت کی دعا 1178
❁ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کو اپنی شہادت کا علم تھا 1179
❁ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی شہادت اس سے مستنبط ہونے والے دروس وعبر 1182
۱۔سازشی گروہ کا اجتماع 1182
۲۔ابن ملجم کی روانگی اور قطام بنت شجنۃ سے ملاقات 1183
۳۔شہادت علی رضی اللہ عنہ کا واقعہ محمد بن الحنفیہ کی زبانی 1185
۴۔سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو طبیب کی نصیحت اور شوریٰ کی طرف آپ کا میلان 1185
۵۔حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی وصیت 1186
۶۔امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اپنے قاتل کا مثلہ کرنے سے منع فرماتے ہیں 1188
۷۔امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت، شہادت کے وقت آپ کی عمر اور قبر کی جگہ 1191
◆ مدت خلافت 1191
◆ قبر کی جگہ 1191
◆ شہادت کے وقت آپ کی عمر 1193
۸۔شہادت علی کے بعد آپ کے بیٹے حسن کا خطبہ 1193
۹۔امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے توصیفی کلمات 1193
۱۰۔امیر المومنین کے بارے میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے توصیفی کلمات 1193
۱۱۔شہادت علی رضی اللہ عنہ کی خبر جب معاویہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی 1194
۱۲۔علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں حسن بصری رحمہ اللہ کے توصیفی کلمات 1195
۱۳۔خلافت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ کے توصیفی کلمات 1195
۱۴۔علی رضی اللہ عنہ کے خون سے اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ کی براءت 1196

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۵۔ مسلمانوں پر گمراہ و منحرف فرقوں کے برے اثرات 1196
۱۶۔ کینہ پرور خوارج کے دلوں میں سچے مومنوں کے خلاف اُبال کھاتا ہوا حسد 1197
۱۷۔ برے ماحول کا اثر 1198
❁ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی شہادت پر کہے گئے مرثیے 1199
۱۔ ابو الاسود الدؤلی کا مرثیہ 1199
۲۔ اسماعیل بن محمد الحمیری کا مرثیہ 1200
۳۔ جب خارجی شاعر عمران بن حطان نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت پر یہ اشعار پڑھے 1201
❁ خاتمہ 1205
❁ فضائل سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق چند ضعیف و موضوع روایات 1211

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عرضِ ناشر

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم .

معزز قارئین! صحابہ کرام سے محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت یہ نتیجہ دے رہی ہے کہ آپ لوگ ہمارے ادارے کی ہر نئی کتاب کے منتظر بے تاب نظر آتے ہیں۔ صحیح مصادر و مراجع، حق و باطل میں فرق والی تحریر، حق گوئی، خالص دین اسلام پر مبنی کتب کی اشاعت ہمارا اٹل عزم ہے، جس میں دیر صرف اس وجہ سے تو ممکن ہے کہ تحریر کی ہر ہر کمی کو دُور کرنے کی بھر پور کوشش کی جا رہی ہو، مگر اس وجہ سے ممکن نہیں کہ راہِ حق کی تکالیف رکاوٹ بن جائیں۔

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی سیرتِ طیبہ جتنی درخشاں ہے، اس پر لکھنا اتنا ہی حساس کام ہے۔ ڈاکٹر علی محمد الصلابی حفظہ اللہ نے اس موضوع کو پوری دیانت داری سے احاطہ تحریر میں لے کر تاریخ میں چھپے اُن صحیح حقائق و واقعات کو روشن کر دیا ہے جن سے پردہ اُٹھاتے ہوئے بڑے منجھے ہوئے تحریر نگار بھی دھوکے کا شکار ہوئے۔ تاریخ کی کتابوں سے لیے گئے واقعات کو قرآن و حدیث کی کسوٹی پر پرکھ کر حق و باطل میں فرق کر کے روشن حقیقت تک رسائی ممکن بنانا ڈاکٹر صاحب کا ہی خاصہ ہے۔

امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کی شخصیت مسلم تاریخ کا ایک درخشندہ باب ہے۔ آپ کی سیرت ایمان کے اعلیٰ مصادر، صحیح اسلامی رجحان، عدل و انصاف کے لیے ہر طرح کی قربانی دینے اور دین اسلام کے ذریعے سے عقل کو روشن بنانے کا ذریعہ ہے۔ اس سے ہم سیکھ سکتے ہیں کہ سنتوں پر کیسے بہترین طریقے سے عمل پیرا ہوا جائے، قرآن کریم کے مطابق زندگی کیسے بسر کر سکتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کیسے کریں۔ ان ساری چیزوں کے ساتھ ساتھ آپ کی سیرت طیبہ روافض و خوارج کی پھیلائی غلط فہمیوں اور شکوک و شبہات کا توڑ ہے۔ بہت زیادہ صحیح واقعات ملتے ہیں جو خلفائے راشدین کے ادوار میں مالی و اداری نظم و نسق میں معاونت و تعاون، جہاد، ملکی امور میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے مشاورت کا پتا دیتے ہیں۔ جیسا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے درمیان رشتہ داریاں، اپنے بعض بیٹوں کا نام ابوبکر رکھنا، عہد فاروقی میں کئی بار مدینہ میں نائب مقرر ہونا، سیّدہ اُمّ کلثوم کا سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سے نکاح، سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے آپ کی سسرالی رشتہ داریاں، سیّدنا عثمان کی بیعت، عہد عثمانی میں آپ بحیثیت مشیر اور بطورِ حدود نافذ کرنے والے تھے۔ امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ مشورہ بھی سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے ہی دیا تھا کہ لوگوں کو ایک ہی قراءت پر جمع کر دیا جائے، اس مشورے نے بعد میں عمل کے مراحل بھی طے کیے۔

عقیدہ اہل سنت والجماعت کے مطابق ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے بعد تمام صحابہ کرام سے زیادہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ خلافت کے حق دار تھے، حالانکہ خود آپ خلافت کے حریص نہ تھے۔ مدینے کے اصحابِ رسول کے شدید

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اصرار پر آپ نے یہ ذمہ داری اختیار کی۔ آپ کے منصب خلافت پر براجمان ہونے کے ساتھ فتنے بھی سر اُٹھائے ہوئے تھے جو سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت اور بعد کے حوادث کے نتیجہ میں ظاہر ہوئے۔ ان حوادث سے مسلمان انتشار کا شکار ہو گئے۔ اس انتشار و حوادث کو سمیٹنا آپ کی خلافت کی اہم مصروفیت تھی۔ مگر یہ حوادث آپ کو عدل وانصاف کا اہتمام اور اسے منظم کرنے سے نہ روک سکے۔ ان میں معرکہ جمل وصفین بہت بڑا حادثہ تھا، اور اس معرکہ کی آگ کو بھڑکانے والے ابن سبا اور اس کے فاسق وفاجر پیروکار تھے، اس دور میں روافض وخوارج بہت زور پکڑ چکے تھے۔

عبداللہ بن سبا صنعاء کا باشندہ ایک یہودی تھا۔ اس کی ماں کا نام سوداء تھا، سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ظاہری اسلام لایا، پھر مسلمانوں کے شہروں میں انھیں گمراہ کرنے کے لیے گھومنے لگا، پہلے حجاز پھر بصرہ، پھر کوفہ، پھر شام گیا۔ اہل شام میں اسے کہیں کوئی کامیابی نہ ملی، انھوں نے اسے بھگا دیا، وہ مصر پہنچا، اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ عقیدۂ رجعت، نبیوں کا وصی ہونے کی غلط تشریح، عقیدۂ الوہیت، عقیدۂ امامت کا یہی موجد ہے۔ اس کے پیروکاروں نے بعد میں اسے خیالی شخصیت ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور بھی لگایا تاکہ تمام فتنوں کا منبع ابن سبا کی بجائے صحابہ کرام کو قرار دیا جا سکے۔ اس کے حقیقی ہونے کا ثبوت اہل سنت والجماعت کی کتب کے علاوہ شیعی کتب میں بھی ملتا ہے۔ جیسا کہ ایک شیعہ عالم الکشی روایت بیان کرتا ہے کہ ابان بن عثمان نے ابوعبداللہ کو فرماتے ہوئے سنا:

> ''عبداللہ بن سباء پر اللہ کی لعنت ہو، اس نے امیر المومنین کے بارے میں ربوبیت کا دعویٰ کیا۔ اللہ کی قسم! امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اللہ کے اطاعت شعار بندے تھے، بربادی ہو اس کی جس نے ہم پر جھوٹ باندھا، ایک جماعت ایسی ہے جو ہمارے بارے میں ایسی باتیں کہتی ہے جسے ہم سوچتے بھی نہیں، اس سے ہم اللہ کے یہاں اپنی برأت کا اظہار کرتے ہیں۔'' (رجال الکشی: ۱/ ۳۲۴۔ یہ روایت شیعوں کے نزدیک سنداً بالکل صحیح ہے۔ دیکھئے: عبداللہ بن سباء الحقیقۃ المجهولة للشیعه / محمد علی المعلم، ص: ۳۰)

شیعی مورخ القمی نے ''کتاب الخصال'' میں اسی روایت کو دوسری موصول سند سے نقل کیا ہے۔ اسی طرح ''روضات الجنات'' کے مولف نے ابن سبا کا ذکر صادق ومصدوق امام ہی کی زبان میں کیا ہے، جس میں انھوں نے ابن سبا کے متہم بالکذب ہونے بلکہ جھوٹ بکنے اور راز کی باتوں اور تاویلات عام کرنے کی وجہ سے اس پر لعنت بھیجی ہے۔

''ذوالخویصرہ تمیمی'' پہلا خارجی تھا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مال کی تقسیم کر رہے تھے تو اس نے آپ کی رائے پر اپنی رائے دی اور کہا: ((إِعْدِلْ یَا مُحَمَّدُ!)) ''اے محمد! انصاف کرو۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کی نسل سے ایک ایسی قوم نکلے گی جو کتاب اللہ کی تلاوت بڑی خوش الحانی کے ساتھ کرے گی، لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، دین سے وہ لوگ اس طرح نکل چکے ہوں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے'' راوی کا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: ''اگر میں ان کے دور میں ہوا تو قوم ثمود کی طرح ان کو قتل کروں گا۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ابن سبا اور ذوالخویصرہ کے پیروکاروں کو تاریخ روافض و خوارج کے القابات سے جانتی ہے۔ ان فاسق و فاجر لوگوں نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر ہمیشہ اسلام کی جڑیں کاٹیں، اسلام کے نام پر بہت سی جھوٹی اور من گھڑت روایات دین میں شامل کر دیں، مسلمانوں کو گروہوں میں تقسیم کر کے باہم جنگوں کا سبب بنے۔ عقیدہ امامت اور الوہیت کا عقیدہ انہیں کی پیداوار ہے۔ محمد بن سائب کلبی جو ابن سبا کا ساتھی تھا، کا عقیدہ تھا کہ ''سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی وفات نہیں ہوئی، وہ قیامت سے پہلے لوٹیں گے...... یہ لوگ جب کوئی بدلی دیکھتے تو کہتے کہ اس میں امیر المؤمنین ہیں۔''
(المجروحین من المحدثین / ابو حاتم: ۲/ ۲۵۳)

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ جہلاء، گمراہ اور اقوال و افعال کے بدبخت لوگ اس بات پر متفق ہو گئے کہ مسلمانوں کے مابین ہر وقت آگ بھڑکی رہے۔ معرکہ جمل و صفین انہیں کی پیداوار تھی۔ مسلمانوں میں جنگیں بپا کرنے کے ساتھ ساتھ عقائد کی ایسی جنگ کی بنیاد رکھی جس میں اُمت آج تک کو د رہی ہے۔ یہ مخصوص فکر و عقیدہ کی حامل جماعتیں اچانک ظہور پذیر نہیں ہوئیں۔ کئی ارتقائی ادوار سے گزری ہیں۔ ان کے اساسی نظریات سبائیوں سے جڑے ہوئے ہیں۔ ہمیشہ سے صحابہ کرام، اہل بیت، مسلم خلفاء، مسلم حکومتوں اور ان کے قاضی، ائمہ دین، ائمۃ المسلمین کی تکفیر ان کا وطیرہ رہا ہے۔ خلفائے راشدین کے خلاف محاذ آرائیاں، مناظرے، ناسمجھ مسلمانوں کے ذہنوں میں غلط فہمیاں پیدا کر کے جنگوں کے لیے تیاری کروانا ان کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ خاص طور پر سیّدنا عثمان اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہما کے ادوارِ حکومت میں ان کی چالبازیاں اور فتنہ پردازیاں عروج پر تھیں۔

سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی نرم و فیاض طبیعت سے انہوں نے بہت فائدہ اُٹھایا اور اپنے آپ کو منظم گروہوں کی شکل میں تبدیل کر لیا۔ آپ کی شہادت بھی انہی کا کیا دھرا ہے۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں ان سے کئی معرکے ہوئے جن میں نہروان کا معرکہ اہم ہے۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح فرمان کے مطابق خوارج سے قتال کیا تھا، اس پر شاداں و نازاں تھے اور صحابہ میں سے کسی نے اس میں آپ کی مخالفت نہ کی، جب کہ جنگ صفین میں اس جنگ کے تئیں آپ نے خود اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا، اور اس پر ہمیشہ رنجیدہ رہے۔ اسلامی تاریخ کے مورخین، نیز فرقوں اور عقائد کے مولفین کا بیان ہے کہ جب ابن سبا نے علی رضی اللہ عنہ کی ذات کو ربوبیت سے متصف کیا تو آپ نے اسے اور اس کے معتقدین کو آگ میں جلا دیا۔

ایک وقت آیا کہ اس گروہ نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ ابن ملجم، بُرک بن عبداللہ، اور عمرو بن بکر تمیمی ایک جگہ جمع ہوئے، پھر ملکی حالات پر گفت و شنید کی، اپنے حکمرانوں پر عیب لگایا۔ ابن ملجم نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو، بُرک بن عبداللہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو اور عمرو بن بکر تمیمی نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا ایک دوسرے سے عہد اور قسمیں لیں۔ ابن ملجم حملہ کے وقت پکڑا گیا اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اسے قتل کر دیا گیا۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۶۳ برس تھی۔ آپ کی قبر کے متعلق متعدد اقوال ہونے کی وجہ سے درست جگہ کا معلوم نہیں، البتہ نجف میں موجودہ قبر عباسی عہد حکومت کے رافضی حکمران بنو بویہ کی ایجاد ہے۔ آپ کی شہادت پر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

معاویہ رضی اللہ عنہ بہت روئے اور فرمایا کہ آج لوگ بہت بڑی فضیلت، علم اور فقہ کو کھو بیٹھے ہیں۔

روافض کے متعلق ائمہ اہل بیت کا موقف تھا کہ یہ لوگ گمراہ ہیں، سنت سے منحرف اور حق سے دور ہیں۔ یہ لوگ اپنے فاسد عقائد اور جھوٹی باتوں کو ائمہ ابرار کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اہل سنت والجماعت کا بھی وہی موقف ہے جو اہل بیت کا ان کے متعلق تھا۔

اللہ تعالیٰ ان کی ریشہ دوانیوں اور چال بازیوں سے اسلام کو محفوظ رکھے، اور مسلمانوں کو عقل و دانش دے کہ اب بھی سمجھ جائیں کہ یہ ہم میں سے نہیں ہیں، محض اسلام کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے اور اندر سے یہودی ہیں۔ یہ لوگ آج بھی یہودیوں اور عیسائیوں سے نورا کشتی کرتے دکھائی دیں گے اور اندر کھاتے سب ایک ہی ہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب اُمت کی بھلائی کی بات کی جائے تو فوراً علمائے کرام، ائمہ اہل بیت، خلفائے راشدین، صحابہ اور حکمران صحابہ پر طعن و تشنیع کر کے اتحاد سے نکل جاتے ہیں۔ تَتَفَكَّرُوْا یا اُولِی الْاَبْصَار۔

آخر میں، میں ان تمام احباب کا سپاس گزار ہوں جنھوں نے اس کاوش کو لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچانے تک کوششیں کیں۔ ٹائٹل کے لیے ضیاء الرحمٰن بھائی لائق تحسین ہیں جو تمام سلسلوں کو منفرد رنگ اور موضوع سے متعلق تصاویر سے سجا کر موضوع کا خاکہ پیش کر دیتے ہیں، جو اُن کی فنی صلاحیت اور قابلیت کا پتہ دیتے ہیں۔ کمپوزنگ میں خوبصورتی لانا مکتبہ الکتاب کے ماہرین ہی کا خاصہ ہے اور صفحات کا حسن اس کی واضح مثال ہے۔ خاص طور پر اللہ تعالیٰ ڈاکٹر علی محمد محمد الصلابی حفظہ اللہ کے علم و عمل میں اضافہ فرمائے جنہوں نے اُمت پر یہ احسانِ عظیم کیا۔ محترم شمیم احمد خلیل السّلفی حفظہ اللہ جو کہ ڈاکٹر علی محمد الصلابی حفظہ اللہ کے رفیق ہیں، ان کے تو بے حد ممنون ہیں کہ ترجمے میں ایسی روانی بھری کہ اصل تصنیف ہی معلوم پڑتی ہے، پاکستان میں طبع کے لیے حقوقِ اشاعت دلوانے میں انہی کا خصوصی کردار ہے۔ ان تمام کاموں پر اللہ تعالیٰ انہیں خوش وخرم اور صراطِ مستقیم جیسی نعمت سے مالا مال رکھے، آمین۔

اے اللہ! ڈاکٹر علی محمد محمد الصلابی حفظہ اللہ اور محترم شمیم احمد خلیل السّلفی حفظہ اللہ کے علم، عمل، مال اور نیک اولاد میں برکت عطا فرما اور انہیں تاحیات دین اسلام کی خدمت پر مامور رکھ۔ آمین یارب العالمین!

کتاب کے لیٹ ہونے پر ادارہ ایک بار پھر قارئین سے معذرت خواہ ہے۔

آپ کا بھائی

عبدالرؤف

رفیق الفرقان ٹرسٹ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٠٢﴾﴾

(آل عمران: ۱۰۲)

﴿يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴿١﴾﴾ (النساء: ۱)

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿٧٠﴾ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿٧١﴾﴾

(الاحزاب: ۷۰-۷۱)

اما بعد!

اے میرے رب! تیرے لیے ہر قسم کی تعریف، ایسی تعریف جو تیرے چہرے کی عظمت و جلال اور تیری قدرت کے لائقِ کمال ہے، تیرے ہی لیے تعریف ہے، یہاں تک کہ تو راضی ہو جا اور جب تو راضی ہو جا تب بھی، اور اس کے بعد بھی ہم تیرے تعریف کناں ہیں۔

حمد و صلاۃ کے بعد:

خلافت راشدہ کے عہد زرّیں پر تحقیقی مطالعہ کی یہ چوتھی کتاب قارئین کے ہاتھوں میں ہے، اس سے پہلے ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان ذو النورین رضی اللہ عنہم کی سیرت پر مفصل کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں، میں نے اس کتاب کا نام "اسمى المطالب فى سيرة أمير المومنين على بن أبى طالب رضى الله عنه شخصيته و عصره" منتخب کیا ہے۔ یہ کتاب امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی ولادت سے شہادت تک مفصل سوانح پر مشتمل ہے۔

چنانچہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے نام، نسب، ولادت، خاندان، قبیلہ، واقعۂ اسلام، مکہ کے اہم کارناموں، ہجرت،

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قرآنی تصور حیات، زندگی پر اس کی اثرات اور اللہ کی ذات، کائنات، دنیوی زندگی، جنت، جہنم اور قضاء وقدر کے بارے میں آپ کے عقیدہ وتصور سے کتاب کا آغاز ہوتا ہے، اسی طرح یہ کتاب بتائے گی کہ آپ کے دل میں قرآن کی کتنی عظمت تھی اور آپ کے بارے میں کون کون سی آیتیں نازل ہوئیں، قرآن کریم سے احکام مستنبط کرنے اور اس کے معانی سمجھنے میں آپ نے کن اصولوں اور بنیادوں کو معیار بنایا، قرآنی آیات کی آپ نے کیا تفسیر فرمائی ہے۔ نیز یہ کہ آپ عہد طفولت ہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور آپ کو مقام نبوت کی گہری معرفت حاصل رہی، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے ساتھ کیا عمدہ برتاؤ کیا۔

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے اقوال وافعال کے تابندہ نقوش چھوڑے، آپ ہمیشہ کوشاں رہے کہ لوگوں کو دین سکھائیں، انھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور تقریرات کا پابند بنائیں۔

آپ نے صاف صاف واضح کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واجب ہے، آپ کی سنت کو لازم پکڑنا، اور اس کی حفاظت کرنا ضروری ہے۔ آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دلائل نبوت، آپ کی فضیلت اور امت پر آپ کے بعض حقوق کو واضح کیا۔

اس کتاب کا مطالعہ کرنے والا بخوبی محسوس کرے گا کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سنت نبوی کے اتباع کے کس قدر شیدائی تھے۔ یہ کتاب صحابہ، تابعین اور اہل بیت کے ان افراد کی بھی نشان دہی کرتی ہے، جنھوں نے علی رضی اللہ عنہ سے روایات نقل کی ہیں اور پھر پڑھنے والے کو امیر المومنین کی زندگی کے ان ایام کی سیر کراتی ہے جو آپ نے مدینہ میں رہ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گزارے، چنانچہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی شادی اور شادی میں دیا گیا مہر، ساز و سامان، پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی، زہد وقناعت، زندگی کے نشیب وفراز، اخلاص ووفا کی صداقت اور دنیا وآخرت میں ان کی سیادت وپیشوائی کی روشنی میں مستنبط ہونے والی عبرت وموعظت کی باتیں ہیں۔

اس کتاب میں میں نے حسن وحسین رضی اللہ عنہما کی زندگی کا بھی مختصر خاکہ پیش کیا ہے، ان دونوں کی فضیلت، احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کا مقام ومرتبہ، اہل سنت وجماعت کے نزدیک اہل بیت کا مفہوم اور ان کے متعلقہ احکام مثلاً ان کے لیے مال زکوٰۃ کی حرمت، میراثِ رسول میں عدم وراثت، اموال غنیمت وفے ❶ میں حق خمس کے ثبوت، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان پر ترحم، اور ان کی محبت واحترام کے وجوب کو بیان کیا ہے، اور واضح کیا ہے کہ سرایا وغزوات ❷ نبوی جیسے بدر، احد، خندق، بنوقریظہ، حدیبیہ، خیبر، فتح مکہ اور غزوۂ حنین میں امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا کیا موقف رہا، نیز یہ کہ غزوۂ تبوک ۹ھ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا جانشین بنایا، ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امارت میں حج کے موقع پر علی رضی اللہ عنہ کا اہم میڈیائی کردار، نجران کے نصاریٰ کے وفد کی

---

❶ مال غنیمت اس مال کو کہتے ہیں جو کفار سے جنگ کے نتیجہ میں حاصل ہو اور مالِ فے اس مال کو کہتے ہیں جو بغیر جنگ کیے کفار سے حاصل ہو۔ (مترجم)

❷ غزوہ اس جنگی مہم کو کہتے ہیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود شرکت فرمائی ہو اور سریہ اس جنگی مہم کو کہتے ہیں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرکت نہ کی بلکہ صحابہ کو روانہ کیا ہے۔ (مترجم)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آمد اور آیت مباہلہ کا نزول۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کو یمن کا قاضی اور مبلغ بنا کر بھیجنا۔ یمن میں بحیثیت قاضی آپ کے فیصلے، حجۃ الوداع کے موقع پر احرام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت، اس تحریر کا واقعہ جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مرض الموت میں لکھوانا چاہتے تھے، خلفائے راشدین سے آپ کے مخلصانہ تعلقات اور خلافت راشدہ کے طویل دور حکومت میں آپ کے اثر ورسوخ کے بیان پر یہ کتاب مشتمل ہے۔

چنانچہ میں نے اس بات پر روشنی ڈالی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر آپ نے بیعت کی، ارتداد کی جنگ میں خلیفہ اول کا آپ نے پورا پورا ساتھ دیا، ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صدق دل سے ہر چیز میں اپنے اوپر ترجیح دی، انھیں اپنے سے افضل سمجھا، ان کے پیچھے نمازیں پڑھیں، ان کے ہدایا وتحائف قبول کیے۔ اور ضمناً اس بات کی طرف بھی میں نے اشارہ کیا ہے کہ ابوبکر صدیق اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان اسلامی عقیدت و ہمدردی کے گہرے تعلقات تھے، میراث نبوی کی حقیقت کی نقاب کشائی بھی کی ہے اور اس سے متعلق رافضیوں کے شکوک وشبہات کی تردید بھی ہے، قطعی صاف وشفاف اور واضح دلائل کی روشنی میں ان کے جھوٹے اور کمزور دلائل کا منہ توڑ جواب دیا ہے۔ ان کی ضعیف اور موضوع روایات کا پردہ چاک کیا ہے اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حق کی پرستار، شریعت کی پابند، خلیفۂ رسول ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قدر واحترام کی نگاہ سے دیکھنے والی، ان کے ساتھ نرم رویہ اپنانے والی، ایک عظیم المرتبت خاتون تھیں۔ اسی طرح اہل بیت کے تمام افراد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے والہانہ محبت رکھتے تھے، دونوں خاندانوں کے درمیان جو سسرالی رشتے تھے انھیں قدر کی نگاہ سے دیکھتے، صرف اتنا ہی نہیں بلکہ محبت کا عالم یہ تھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نام پر اپنے بچوں کا نام رکھتے تھے۔

دور صدیقی کے بعد عہد فاروقی میں قضاء اور مالی وادراری امور میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی شرکت وتعاون پر میں نے گفتگو کی ہے اور بتایا ہے کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے متعدد بار علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا جانشین بنایا، جہاد اور دیگر ملکی معاملات میں آپ سے مشورہ لیا، ان دونوں کے درمیان مضبوط قلبی تعلقات تھے، عمر رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب سے شادی کی، اس بابرکت شادی کے واقعہ کی حقیقی شکل ذکر کرنے کے ساتھ ہی میں نے ان ناقابل تردید دلائل اور واضح حقائق کا بھی ذکر کر دیا ہے، جن سے اس مسئلہ کی طرف منسوب کردہ جھوٹ کی بنیادیں ہی جڑ سے اکھڑ جاتی ہیں، اس طرح پورے واقعہ کو بالکل صاف وشفاف شکل میں پیش کر دیا اور صرف ان تاریخی حقائق پر اعتماد کیا ہے جو قرآن کی توضیح کے مطابق صحابۂ کرام کے درمیان آپسی میل محبت کی تصویر کشی کرتے ہیں۔

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت، اس سے متعلق افترا پردازیوں اور خلافت عثمانی کو سنبھالا دینے، ان کے خلاف شورش کو فرو کرنے، شہادت عثمان کے جانکاہ حادثے کے آغاز، دوران محاصرہ اور شہادت کے بعد آپ کے مواقف، نیز آل علی اور آل عثمان کے درمیان سسرالی رشتوں کی پوری وضاحت کے ساتھ ساتھ میں نے علی رضی اللہ عنہ کے ان اقوال کو ذکر کیا ہے جو آپ نے اپنے پیش رو خلفاء کی منقبت میں کہے ہیں، ایسے اقوال کہ جو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خلفاء کی محبت، احترام اور عقیدت کے آئینہ دار اور سب وشتم کرنے والوں سے براءت، شیخین کو برا بھلا کہنے والوں پر حد شرعی کے نفاذ کے متقاضی ہیں۔

جو مسلمان ان اقوال کا بغور مطالعہ کرے گا اور اس ربانی گروہ کے ساتھ علی رضی اللہ عنہ کے حسن برتاؤ کا جائزہ لے گا شاید وہ اپنے دل پر قابو نہ پا سکے اور اس کی آنکھوں سے احترام وعقیدت کے آنسو نکلیں، شاعر کہتا ہے:

وَ مِنْ عَجَبٍ أَنِّي أَحِنُّ إِلَيْهِمْ وَ أَسْأَلُ عَنْهُمْ مَنْ لَقِيتُ وَ هُم مَعِي

''میں ان (نفوس) کا مشتاق ہوں، اور کسی سے بھی ملتا ہوں تو شوق و اضطراب سے ان کے بارے میں پوچھتا ہوں، حالانکہ وہ میرے ساتھ ہوتے ہیں۔''

وَ تَطْلُبُهُمْ عَيْنِي وَ هُمْ فِي سَوَادِهَا وَ يَشْتَاقُهُمْ قَلْبِي وَهُمْ بَيْنَ أَضْلُعِي

''میری آنکھ ان کو ڈھونڈتی پھر رہی ہے، حالانکہ وہ اس کی سیاہی میں موجود ہوتے ہیں، اور میرا دل ان کا مشتاق ہے، حالانکہ وہ میرے سینے میں ہوتے ہیں۔''

دوسرا شاعر کہتا ہے:

إِنِّي أُحِبُّ أَبَا حَفْصٍ وَ شِيعَتَهِ كَمَا أُحِبُّ عَتِيقًا صَاحِبَ الْغَارِ

''میں ابو حفص (عمر رضی اللہ عنہ) اور ان کے محبان کو دل سے چاہتا ہوں، جیسا کہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے) رفیق غار عتیق (ابو بکر رضی اللہ عنہ) سے محبت کرتا ہوں۔''

وَ قَدْ رَضِيتُ عَلِيًّا قُدْوَةً عِلْمًا وَ مَا رَضِيتُ بِقَتْلِ الشَّيْخِ فِي الدَّارِ

''اور بلاشبہ میں علی رضی اللہ عنہ کو رہبر و عالم مان کر بہت خوش ہوں، جب کہ اندرون خانہ شیخ (عثمان رضی اللہ عنہ) کے قتل سے میں ہرگز خوش نہیں۔''

كُلُّ الصَّحَابَةِ سَادَاتِي وَ مُعْتَقِدِي فَهَلْ عَلَيَّ بِهٰذَا الْقَوْلِ مِنْ عَارِ

''تمام ہی صحابہ میرے بزرگ اور میری عقیدت کے مستحق ہیں اور یہ بات کہتے ہوئے مجھے کوئی عار نہیں محسوس ہو رہی۔''

اسی طرح میں نے خلافت علی کی بیعت پر گفتگو کی ہے اور بتایا ہے کہ وہ کس طرح مکمل ہوئی؟ نیز یہ کہ آپ ہی اس کے زیادہ مستحق تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر اجماع تھا، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما نے بغیر کسی دباؤ اور مجبوری کے آپ کی بیعت وخلافت کو تسلیم کیا تھا، آپ کی خلافت پر اجماع ہے، ان تمام باتوں کے ساتھ میں نے علی رضی اللہ عنہ کی پیش کردہ بیعت خلافت کی شرائط، آپ کی خلافت کا پہلا خطبہ، اس دور کے اہل حل وعقد، آپ کے فضائل اور اہم اوصاف حمیدہ کے نمونے اور نظام حکومت کے اصول وقواعد کو بھی ذکر کیا ہے۔

البتہ آپ کے اوصاف حمیدہ کو ذرا تفصیل سے بیان کیا ہے، چنانچہ آپ کے علم کی وسعت، فقہ کی گہرائی، زہد و

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ورع، جود وکرم، حیا وعفت، صبر وعبودیت، شکر و اخلاص اور دعا وتضرع کی تابندہ مثالیں پیش کی ہیں۔ آپ کی حکومت کی اساس کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ اور پیش رو خلفائے راشدین کی اقتداء پر قائم تھی۔ آپ نے رعایا کے حقوق کی مکمل حفاظت کے لیے اپنے ماتحت حکام کی نگرانی کی، شورائیت، عدل ومساوات اور آزادی کی صحیح تعبیر کو زندہ رکھا۔

آپ کی معاشرتی زندگی، فریضۂ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ادائیگی کا اہتمام، توحید کی دعوت، شرک سے جنگ، انسانوں کے درمیان اللہ کے اسمائے حسنیٰ، بلند و بالا صفات کا جامع تعارف، اللہ کی بے شمار نعمتوں کی شکر گزاری، آثار جاہلیت کو مٹا دینے کی تڑپ، ستارہ پرستی کے باطل عقائد کی تکذیب، اپنی ذات کے بارے میں مبالغہ کرنے اور الوہیت کا درجہ دینے والوں کو نذر آتش کر دینا، دل میں ایمان کی نشوونما، تقویٰ کی تعریف، قضاء وقدر کا مفہوم اور یہ کہ انسانوں کی اتنی بھاری تعداد کا اللہ تعالیٰ کیسے محاسبہ کرے گا، آپ کے خطبے اور موقع بہ موقع وعظ و نصائح کی باتیں، آپ کی طرف منسوب شدہ اشعار، وہ اقوال زریں جو ضرب المثل بن چکے ہیں، نیک و بہترین انسانوں کے صفات کی نشان دہی، آپ کی زبان مبارک سے نبی ﷺ کے نوافل کا بیان، صحابہ کے اوصاف بے مثال، وہ مہلک امراض جو دلوں کو لاحق ہوتے ہیں، مثلاً لمبی امیدیں، بری خواہشات کی پیروی، ریاء ونمود، خود پسندی وغرور، بازاروں کی اصلاح کی کوشش، بدعتوں اور خلاف شرع کاموں سے لڑائی اور اس طرح کے دیگر عناوین کا میں نے تفصیلی جائزہ لیا ہے۔ علی رضی اللہ عنہ کی دور حکومت کے مختلف سرکاری محکموں مثلاً وزارت مالیات، وزارت عدل، ادارۂ امراء وحکام، اور خلفائے راشدین کے عہد میں قانون سازی و نظام عدل کی منصوبہ بندی، وہ مصادر جس پر صحابہ نے اس دور میں اعتماد کیا، خلافت راشدہ کے نظام عدل و قضاء کی خصوصیات، عہد علی رضی اللہ عنہ کے مشہور قاضی حضرات خود آپ کے قضاء کا اسلوب، اور اپنے ماقبل خلفاء کے فیصلہ پر نظر، منصب قضاء کی اہلیت رکھنے والے افراد کی شناخت، عبادات، مالی معاملات، حدود، قصاص اور جرائم کے مسائل میں فقہی اجتہادات پر بھی میں نے گفتگو کی ہے۔ اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ صحابی اور بالخصوص خلفائے راشدین کے اقوال حجت ہیں یا نہیں، دوران گفتگو امراء و حکام کے مستقل ادارے، اسلامی سلطنت کی ریاستیں اور تمام ریاستوں میں عظیم ترین کارناموں کا وقوع، گورنروں کی تقرری میں آپ رضی اللہ عنہ کا طرز عمل، ان کی نگرانی، رہنمائی اور ان کے اختیارات مثلاً ہر ریاست میں گورنر کو اس بات کی اجازت کہ وہ خود وزراء کو منتخب کر سکتا ہے، مجلس شوریٰ کی تشکیل، ہر ریاست میں فوجوں کی تشکیل، جنگ اور صلح کے میدان میں خارجی سیاست، اندرون ملک امن وسلامتی کی حفاظت، عدل و قضاء، مالی اخراجات اور گورنران ریاست وغیرہ کی منظم ترتیب، پھر ریاستی نظام حکومت کو مستحکم بنانے میں قبائلی قائدین اور جماعتی پیشواؤں کے کردار کو میں نے ذکر کیا ہے۔

اسی طرح میں نے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے اقوال کی روشنی میں اداروں اور محکموں کے نظم ونسق کو بہتر و برقرار

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رکھنے کے چند اصولوں کو مستنبط کیا ہے، مثلاً آپ رضی اللہ عنہ نے انسانیت کے احترام، تجربہ اور علم کی برتری پر زور دیا ہے، حاکم اور رعایا کے درمیان خوشگوار تعلقات، جمود و تعطل کے ازالہ، چاق و چوبند نگرانی، حکومتی گرفت، قرارداد کی منظوری اور کارکنوں کے عمدہ انتخاب میں گورنروں کے ساتھ شرکت، سرکاری عمال و کارکنان کے لیے جانی و مالی ضمانت، تجربہ کار افراد کی رفاقت، آبائی منصب کے مفہوم، نیز یہ کہ ادارے اور نوکریاں اصولوں پر قائم رہتی ہیں نہ کہ شخصی تعلقات اور کسی کے رحم و کرم پر۔ مذکورہ تمام چیزوں کا آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے اقوال میں خصوصی اہتمام کیا ہے۔

ان مباحث سے گزر کر میں نے ان داخلی مشکلات کی طرف توجہ دی ہے جو علی رضی اللہ عنہ کی عہد حکومت میں درپیش رہی ہیں، چنانچہ معرکۂ جمل اور اندرونی ملک کے داخلی فتنوں میں آگ لگانے اور انھیں ہوا دینے میں عبداللہ بن سبا اور اس کے سبائی گروہ کے سیاہ کردار اور اس کے برے اثرات کو ذکر کیا ہے، قاتلین عثمان سے قصاص لینے کے طریقہ میں صحابہ کے اختلاف، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، طلحہ، زبیر، معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم اور ان کی تائید کرنے والے دیگر افراد کا قاتلین عثمان سے جلد از جلد قصاص لینے کا موقف اور پھر سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن عمر، محمد بن مسلمہ، ابوموسیٰ اشعری، عمران بن حصین، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم اور ان کے ہم خیال دیگر لوگ جنھوں نے اس فتنہ سے خود کو دور رکھا، ان باتوں کو بھی تحریر کیا ہے، معاً اس فریق کے موقف کی بھی وضاحت کی ہے جس کا بشمول علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا یہ خیال تھا کہ قاتلین عثمان پر قصاص کی تنفیذ کو حالات کے معمول پر آ جانے تک کے لیے موخر کر دیا جائے۔

معرکۂ جمل کے آگ بھڑکنے سے پہلے کی مصالحانہ کوششوں، لڑائی کی تفصیل، اس کے پہلے اور دوسرے مرحلے کے خونی رَن، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت، اہل بصرہ کی علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر بیعت، ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں علی رضی اللہ عنہ کا موقف، نیز یہ کہ آپ رضی اللہ عنہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا، یعنی انھیں محترم مانا، ان کی عزت و توقیر کی اور پورے احترام و اعزاز کے ساتھ انھیں مدینہ بھیج دیا، پھر ان کے کچھ فضائل اور سیرت پر میں نے ایک جھلک ڈالی ہے۔

میں نے زبیر اور طلحہ رضی اللہ عنہما کی زندگی پر بھی خامہ فرسائی کی ہے، اس لیے کہ عہد نبوت، دور خلافت راشدہ اور خاص کر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی دور حکومت میں بھی یہ لوگ معزز اور اثر و رسوخ والے تھے، تاریخ نے ان پر ظلم کیا ہے، اس لیے میں نے جذبۂ حق پرستی سے ان کی طرف سے دفاع کیا ہے، ان کے مقام و مرتبہ اور فضیلت کو نقل کیا ہے اور ٹھوس حقائق و ناقابل تردید دلائل کی روشنی میں ان اعتراضات اور افترا پردازیوں کا صفایا کیا ہے، جنھیں ان بزرگ شخصیتوں کے سر مڑھ دیا گیا تھا، ان کے بلند صفات اور اخلاق کریمہ کو ایسے انداز میں میں نے ذکر کیا ہے کہ پڑھنے والے کے سامنے حقیقت عیاں ہو جائے، اس میں کوئی پیچیدگی اور ملاوٹ نہ ہو، اور وہ ضعیف روایات اور روافض مورخین کے من گھڑت قصوں سے قطعاً متاثر نہ ہو کر جن کے عام چلن نے ان عظیم شخصیات کے روشن چہروں کو لوگوں کی نگاہوں میں داغ دار کر دیا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ عائشہ یا طلحہ و زبیر اور دیگر معزز صحابہ رضی اللہ عنہم جنھوں نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی دور حکومت میں سر اٹھانے والے فتنوں میں حصہ لیا، ان کے سوانح حیات تحریر کرنا میری اس کاوش کا ایک اہم حصہ ہے جس سے علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت اور کارناموں کی تاریخ مکمل ہوتی ہے۔ واضح رہے کہ اپنی اس کاوش کو منظر عام پر لانے میں میں نے اصول وفروع اور اختصار و تفصیل ہر مقام پر اہل سنت والجماعت (سلف صالحین) کے منہج کو اختیار کیا ہے۔

بقول عربی شاعر ابومحمد قطحانی:

أَكْرِمْ بِطَلْحَةَ وَ الزُّبَيْرِ وَ سَعْدِهِمْ وَ سَعِيْدِهِمْ وَ بِعَابِدِ الرَّحْمٰنِ

''طلحہ، زبیر اور سعد وسعید اور عبدالرحمٰن (رضی اللہ عنہم) کی عزت و تکریم کرو۔''

وَ أَبِي عُبَيْدَةَ ذِي الدِّيَانَةِ وَ التُّقَى وَ امْدَحْ جَمَاعَةَ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ

''دین پرست اور تقویٰ شعار ابوعبیدہ کی بھی عزت کرو اور بیعت رضوان والی برگزیدہ جماعت کے حق میں خیر کے کلمات کہو۔''

قُلْ خَيْرَ قَوْلٍ فِي صَحَابَةِ أَحْمَدَ وَ امْدَحْ جَمِيْعَ الْآلِ وَ النِّسْوَانِ

''احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے بارے میں بھلی بات ہی کہو، ان کے تمام مردوں اور عورتوں کے مدح کناں رہو۔''

دَعْ مَا جَرَى بَيْنَ الصَّحَابَةِ فِي الْوَغَى بِسُيُوْفِهِمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ

''صحابہ کے درمیان شورش کے موقع پر ان کی اپنی ہی تلواروں سے لڑائی کے دن جو کچھ ہوا، اسے نظر انداز کرو۔''

فَقَتِيْلُهُمْ مِنْهُمْ وَ قَاتِلُهُمْ لَهُمْ وَ كِلَاهُمَا فِي الْحَشْرِ مَرْحُوْمَانِ

''مقتول اور قاتل دونوں انھیں میں سے ہیں اور بروز قیامت دونوں ہی اللہ کے نزدیک اس کی رحمت کے مستحق ہیں۔''

وَاللّٰهُ يَوْمَ الْحَشْرِ يَنْزَعُ كُلَّمَا تَحْوِي صُدُوْرُهُمْ مِنَ الأَضْغَانِ

''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے دل کی ساری کدورتوں کو نکال باہر کرے گا۔''

لَا تَرْكَنَنَّ إِلَى الرَّوَافِضِ إِنَّهُمْ شَتَمُوا الصَّحَابَةَ دُوْنَ مَا بُرْهَانِ

''روافض کی طرف ہرگز مائل نہ ہو، انھوں نے بلا کسی دلیل وحجت کے صحابہ کو گالی دی ہے۔''

لَعَنُوْا كَمَا بَغَضُوْا صَحَابَةَ أَحْمَدَ وَ وِدَادُهُمْ فَرْضٌ عَلَى الإِنْسَانِ

''انھوں نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کینہ رکھا، اور انھیں لعن وطعن کیا، حالانکہ ان سے قلبی محبت کرنا ہر انسان پر واجب ہے۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حُبُّ الصَّحَابَةِ وَالْقَرَابَةِ سُنَّةٌ　　أَلْقَى بِهَا رَبِّي إِذَا أَحْيَانِي

''صحابہ اور (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کے قرابت داروں کی محبت صحیح طریقہ ہے، جب اللہ تعالیٰ بروز قیامت مجھے زندہ کرے گا میں اس محبت کے ساتھ اپنے رب سے ملوں گا۔''

اور ایک جگہ کہتے ہیں:

إِنَّ الرَّوَافِضَ شَرُّ مَنْ وَطِئَ الْحَصَى　　مِنْ كُلِّ إِنْسٍ نَاطِقٍ أَوْ جَانِ

''اس روئے زمین پر بسنے والے تمام انس وجن میں روافض سب سے برے ہیں۔''

مَدَحُوا النَّبِيَّ وَ خَوَّنُوا أَصْحَابَهُ　　وَ رَمَوْهُمْ بِالظُّلْمِ وَ الْعُدْوَانِ

''انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی، اور آپ کے صحابہ کے حق میں خیانت کیا اور انھیں ظلم وسرکشی سے متہم کیا۔''

حَبُّوْا قَرَابَتَهُ وَ سَبُّوا صَحْبَهُ　　جَدْلَانِ عِنْدَ اللّٰهِ مُنْتَقِصَانِ

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں سے محبت کی، اور آپ کے صحابہ کو گالیاں دیں، اللہ کی نگاہ میں دو متضاد چیزیں معیوب ہیں۔''

فَكَأَنَّمَا آلُ النَّبِيِّ وَ صَحْبُهُ　　رُوْحٌ يَضُمُّ جَمِيْعَهَا جَسَدَانِ

''حالانکہ آل نبی اور آپ کے صحابہ سب دو جسم لیکن ایک جان ہیں۔''

فِئَتَانِ عَقْدُهُمَا شَرِيْعَةُ أَحْمَدَ　　بِأَبِي وَأُمِّي ذَانِكَ الْفِئَتَانِ

''دونوں ہی جماعتیں شریعت محمدی سے مربوط ہیں، ان دونوں جماعتوں پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔''

فِئَتَانِ سَالِكَتَانِ فِي سُبُلِ الْهُدَى　　وَ هُمَا بِدِيْنِ اللّٰهِ قَائِمَتَانِ

''وہ دونوں جماعتیں ہدایت کے راستوں پر گامزن ہیں اور اللہ کے دین پر قائم ہیں۔''

اسی طرح میں نے علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عدم بیعت، دونوں کے درمیان خط وکتابت، صلح کی کوششوں، لڑائی کے وقوع، کسی تیسرے کو فیصل مان لینے کی دعوت، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی شہادت، مسلمانوں پر اس کے اثرات، لڑائی کے دوران آمنے سامنے ہو جانے کے بعد فریقین کا ایک دوسرے کے ساتھ بہتر برتاؤ، قیدیوں کے ساتھ رعایات، مقتولین کی تعداد، ان کے قتل پر علی رضی اللہ عنہ کا رنجیدہ ہونا اور رحمت کی دعا کرنا، معاویہ رضی اللہ عنہ اور شام والوں پر سب وشتم اور لعن وطعن کرنے والوں کو ڈانٹنا، پھر واقعہ تحکیم پر گفتگو کرتے ہوئے ابوموسیٰ اشعری اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کی سوانح حیات پر روشنی ڈالی ہے اور واقعہ تحکیم میں مذکورہ دونوں صحابہ کی طرف منسوب جھوٹے واقعات اور من گھڑت روایات کو واضح کیا ہے اور اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ واقعہ تحکیم کو سامنے رکھ کر مسلم ممالک کو کس طرح اپنے اختلافات کو دور کرنا چاہیے، ان لڑائیوں کے بارے میں اہل سنت کے موقف کو واضح کرنے پر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خصوصی توجہ دی ہے، صحابہ کی تابناک، و پاکیزہ تاریخ کو ظلم و سرکشی کے دھبوں سے داغ دار کرنے والی چند اہم کتابوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ان سے خبردار رہنے کی تلقین کی ہے، مثلاً ''کتاب الامامۃ والسیاسۃ'' کہ جس کی جھوٹی نسبت ابن قتیبہ کی طرف کی جاتی ہے، اسی طرح اصفہانی کی کتاب ''الاغانی''، ''تاریخ الیعقوبی'' اور ''تاریخ المسعودی'' جیسی دیگر کتابیں جو کہ اہل سنت و جماعت کے منہج و عقیدہ سے دور ہیں۔

اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے اسلامی تاریخ میں مستشرقین کی تحریف، افتراء پردازی اور اصلی شکل کو بگاڑنے میں ان کی ناروا کوششوں کو بھی میں نے واضح کیا ہے اور بتایا ہے کہ روافض شیعہ کی کتابوں سے انھوں نے کس طرح استفادہ کیا اور افکار کو پراگندہ کرنے، واقعات کو تحریف کرنے، حقائق کو مسخ کرنے، اسلامی تاریخ میں سیاہ دھبوں کو پھیلانے کے لیے چمک دار و جاذب نظر عناوین مثلاً ''خالص معروضی مطالعہ''، ایک موضوعی مطالعہ'' اور ''غیر جانبدارانہ علمی تحقیق'' وغیرہ کے نام سے اسلام مخالف مراکز اور ادارے کھولے اور بدقسمتی سے بہت سے لوگ جو کہنے کو تو مسلمان ہیں لیکن اسلام کو اچھی طرح جانتے نہیں اور نہ ہی اس کی وضاحت کر سکتے ہیں اور نہ اس پر عمل کرتے ہیں اور نہ اس کی طرف سے دفاع کرتے ہیں، ایسے بہت سارے مسلمان انھیں پراگندہ و برباد کن خیالات کو گلے لگاتے ہیں، اتنا ہی نہیں بلکہ وہ دشمنان اسلام جو دین اسلام کی برکتوں سے امت مسلمہ کو ملی ہوئی روشن تاریخ وتہذیب کو مسخ کرنے پر تلے ہیں اور ان کے جال میں وہ لوگ بری طرح پھنستے جا رہے ہیں۔

کتاب کے آخری فصل میں خوارج اور روافض کے بارے میں علمی و موضوعی تحقیق پیش کی گئی ہے، جس میں فرقہ خوارج کی حقیقت، ان کی تاریخی حیثیت، ان کے مذمت میں وارد شدہ احادیث نبویہ، حروراء میں ان کی علیحدگی، ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ان سے مناظرہ، امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا ان سے برتاؤ، ان سے لڑائی کے اسباب، پھر لڑائی کی تفصیل، ذی الثدیۃ یا مخدج کا واقعہ، علی رضی اللہ عنہ کے لشکر پر اس کے قتل کیے جانے کا اثر، جمل، صفین اور خوارج کی لڑائیوں میں علی رضی اللہ عنہ کے فقہی اجتہادات نیز یہ کہ بعد کے ادوار میں فقہاء نے ان اجتہادات پر کس طرح اعتماد کیا، اور انھیں ''باغیوں کے متعلق فقہی احکام'' کے نام سے اپنی کتابوں میں تحریر کیا، ان تمام چیزوں کو میں نے تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ خوارج کی دین میں مبالغہ آمیزی، دین سے جہالت، مسلمانوں کے امراء و حکام سے بغاوت، گناہ کبیرہ کے مرتکبین کی تکفیر اور مسلمانوں کے خون و مال کو حلال کر لینا، انھیں طعن و تشنیع کرنا، ان سے بدظنی رکھنا اور ان پر ظلم کرنا وغیرہ اوصاف ذمیمہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ معاً خوارج کے بعض عقائد مثلاً گناہ کبیرہ کے مرتکب مسلمانوں کی تکفیر، بعض صحابہ پر لعن وطعن اور عثمان و علی رضی اللہ عنہما کی تکفیر پر رد و قدح بھی کیا ہے۔ خوارج کے انحراف کے اسباب اور دور حاضر میں ان کے رجحانات و نظریات پر بحث کی ہے۔ علماء سے اعراض وجہ سے شرعی علوم سے جہالت و ناواقفیت، تقلید کی مذمت میں مبالغہ آرائی، علمائے کرام کا اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کرنا، ظلم کا عام ہونا، شرعی قوانین کی جگہ وضعی قوانین کا نفاذ، فساد کا عام ہونا اور دلوں کا تزکیہ وتطہیر سے خالی ہونا نیز دین میں پختگی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لانے کے لیے جسم کو اذیتیں دینے، دوسروں پر تنگی کرنے، جہل کو علم کا لبادہ پہنانے، غروراور اپنی رائے دوسروں کو تھوپنے اور دوسروں کو جاہل گرداننے، پابند شرع علماء کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانے، ان کے بارے میں بدگمانی کرنے، دوسروں کے ساتھ بے رحمی کا مظاہرہ اور مسلمانوں کی تکفیر جیسے اہم مظاہر جو کہ خوارج کی غلو پرستی کی علامتیں ہیں ان کی طرف بھی میں نے اشارہ کر دیا ہے۔

اسی طرح روافض کے بارے میں بھی گفتگو کی گئی ہے، چنانچہ شیعہ اور روافض کا لغوی اور اصطلاحی معنی تحریر کیا ہے، انھیں روافض کیوں کہا جاتا ہے؟ ان کا وجود کب ہوا؟ ان کی گروہ بندی میں یہودیوں کا کیا کردار رہا؟ یہ فرقہ کن مراحل سے گزرا؟ اس کے عقائد کیا ہیں؟ اور ان عقائد کے بارے میں امیر المومنین سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور علمائے اہل بیت کا کیا موقف ہے؟ مثلاً یہ کہ امامت کے بارے میں ان کا کیا عقیدہ ہے اور اس کے منکر کا ان کے نزدیک کیا حکم ہے؟ پھر یہ کہ ائمہ معصوم ہیں وغیرہ وغیرہ، ان تمام باتوں کو میں نے اہمیت دی ہے۔ ائمہ کی عصمت کے دلائل کو ذکر کر کے انھیں بحث و تحقیق کی کسوٹی پر پرکھا ہے۔ تطہیر، مباہلہ اور ولایت کے متعلق نازل شدہ آیات سے ان کے قرآنی استدلال اور حدیث میں وارد خطبہ غدیر خم اور ((أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى .)) جیسی روایات سے ان کے مزعومہ استدلال سے بھی پردہ اٹھایا ہے، چڑیا، اور گھر والی حدیث، نیز یہ کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کے دروازہ ہیں، یہ اور اس طرح کی تمام ضعیف و موضوع روایات جنھیں ان لوگوں نے امامت کی ثبوت میں بطور دلیل پیش کیا ہے، ان سب کا کچا چٹھا میں نے الگ کر دیا ہے۔

اسی طرح اس کتاب میں ان ضعیف و موضوع احادیث کی ایک فہرست بھی شامل کر دی گئی ہے، جنھیں عموماً روافض معرض استدلال میں پیش کیا کرتے ہیں۔ اس کا مقصد مسلمانوں کو خبردار کرنا ہے کہ وہ ان کے جال میں نہ پھنسیں۔ روافض کے نزدیک توحید کسے کہتے ہیں؟ اللہ کی وحدانیت کو ثابت کرنے والے نصوص شرعیہ کو انھوں نے کس طرح تحریف کر کے اپنے ائمہ کی ولایت کے حق میں ثابت کیا ہے، نیز یہ کہ امامت کا عقیدہ رکھنا، قبولیت اعمال کے لیے شرط ہے، ائمہ معصومین اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں، ان کے بغیر کوئی ہدایت یاب نہیں ہوسکتا، ان کے نام کا واسطہ دیئے بغیر دعا کی قبولیت نہیں ہوتی اور یہ کہ روافض کی زیارت گاہوں اور مزاروں کی زیارت کرنا، حج بیت اللہ سے افضل ہے۔ اس طرح کی تمام باتوں کی حقیقت کو میں نے واضح کر دیا ہے۔ مذکورہ عقائد کی طرح ان کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ امام اپنی مرضی سے جو چاہے حلال کرے اور جو چاہے حرام کرے، دنیا و آخرت پر پورا قبضہ امام کا ہے، وہ اس میں جس طرح چاہے تصرف کرے، کائنات میں جو کچھ بھی حادثات رونما ہوتے ہیں، وہ سب ائمہ کے حکم سے ہوتے ہیں، انھیں ماضی، مستقبل دونوں کا علم ہے، ان سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے، علاوہ ازیں صفات الٰہیہ کے اثبات میں روافض کے یہاں مبالغہ آمیزی اور تعطیل صفات کی حقیقت، قرآن کے مخلوق ہونے کا عقیدہ، آخرت میں دیدار الٰہی کا مسئلہ، ائمہ روافض کا انبیاء و رسل سے افضل ہونا، ان مسائل کو بھی مختصراً قلم بند کیا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے۔قرآن کریم کے بارے میں رافضی موقف یعنی بعض علماء روافض کا یہ کہنا ہے کہ قرآن تحریف کردہ کتاب ہے، پھران کی تردید،اسی طرح صحابہ کرام اور سنت نبویہ کے بارے میں رافضی موقف،ان کے یہاں تقیہ کا مفہوم، مہدی منتظر کی آمد کے بارے میں ان کا عقیدہ اور ''عقیدۂ بدا'' یعنی اللہ کے لیے علم جدید کا ظہور،ان موضوعات پر مدلل روشنی ڈالی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ ان باطل عقائد کے بارے میں امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ، پاک باز اہل بیت کے علماء اور اہل سنت و جماعت کا کیا موقف ہے اور یہ عقائد کس قدر الٰہی تعلیمات سے دور ہیں،ان عقائد پر بحث ومباحثہ اور ردوقدح کرتے ہوئے میں نے علمی واخلاقی آداب کی مکمل رعایت کی ہے،انھیں سب وشتم کرنے سے دور رہا ہوں اور ان سے مناظرہ خود ان کے اصولوں اور معتمد کتابوں کی روشنی میں کیا ہوں۔

میں نے پوری کوشش کی ہے کہ اہل بیت سے شیعہ حضرات کی محبت اور امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی عقیدت و اقتداء کا دعوی،لوگوں کے عقائد کو بگاڑنے اور انھیں قرآن وسنت سے دور رکھنے کی غرض سے اہل بیت کا لبادہ اوڑھ کر دوسروں کو بھڑکانے کی حقیقت کو واضح کروں۔میری دلی تمنا ہے کہ اہل سنت کی اتنی بھاری اکثریت کو ان روافض شیعہ کی حقیقت سے آگاہ کروں،کیوں کہ ان کا مستقل وجود ہے اور افریقہ،ایشیا،یورپ وامریکہ کے باشندوں میں ان کے اثرات کو دیکھا جاسکتا ہے۔رافضیت کے مبلغین اپنی باطل دعوت کی نشرواشاعت میں کافی متحرک ہیں،وہ اس راستے میں ہر قسم کی قربانیاں دینے کو تیار ہیں،اسلام کا صفایا،اس کے چہرہ کو مسخ کرنے اور اسے جڑ سے کاٹ دینے کے لیے دشمنان اسلام سے ساز باز کرتے ہیں، حالانکہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے،جب کہ اہل سنت کا عالم یہ ہے کہ چند ایک کو چھوڑ کر ان کی اکثریت سستی کا شکار اور انتہائی غفلت میں محو ہے،حیرت ہے کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ شیعہ سنی جنگ پر ایک زمانہ گزر چکا ہے،اب اسے اذکار رفتہ میں ڈال دیں،حالانکہ یہ بات حقیقت سے کوسوں دور ہے، بلکہ بڑی جہالت و لاعلمی کی دلیل ہے۔شیعہ سنی مفاہمت اور اسلامی اتحاد کے نام پر اس کی ہر پرت میں مسلم عوام کے لیے دھوکا ہی دھوکا ہے۔

شیعہ سنی مفاہمت کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ علمائے اہل سنت کتاب وسنت پر مبنی اپنے صحیح عقیدہ کی تبلیغ اور اس کی نشر واشاعت میں دل وجان سے لگ جائیں،اس کی درستگی وخصوصیات اور اہل بدعت کے عقائد سے اس کی الگ پہچان نمایاں کریں،اس لیے کہ اہل سنت والجماعت ہی سنت نبوی اور منہج صحابہ کے پیروکار ہیں۔فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

((فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ مِنْ بَعْدِي ، تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ .))[1]

''میری سنت اور میرے بعد ہدایات یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو اپنے لئے لازم کرلو،انھیں مضبوطی

[1] أبوداود (٤٦٠٧)، الترمذي (٢٦٧٨) ابن ماجه (٤٢)، الدارمي (٢٩٦)، أحمد (٤/ ١٢٦، ١٢٧) الحاكم (١/ ٩٦) الصحيحة للألباني (٩٣٧)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے تھام لو اور ڈاڑھوں سے مضبوطی سے پکڑ لو۔"

اور سنت کی مخالفت سے ممانعت پر فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

((وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٍ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ .)) ❶

"دین میں نئی چیزیں نکالنے سے بچو، اس لیے کہ دین میں ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔"

نیز فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

((فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي .)) ❷

"جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں۔"

درحقیقت ان فرامین نبوی پر یہی لوگ کاربند ہیں، ان کے افکار و عقائد منہج نبوی اور طریقہ نبوت سے دور رہنے والے نفس پرستوں اور بدعت کے شیدائیوں سے بالکل جدا ہیں۔ اہل سنت کے عقیدہ وفکر کا آغاز اس وقت سے ہوا جب سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم منصب نبوت پر سرفراز ہوئے، جب کہ نفس پرستوں اور بدعتیوں کے عقائد و افکار کا ظہور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ گزر جانے کے بعد عہد صحابہ کے بالکل اخیر میں بلکہ اس کے بعد کے ادوار میں ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی ہی میں فرمایا تھا کہ ((مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِيْ فَسَيَرٰى اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا)) ❸ "تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہے گا وہ عنقریب بہت اختلافات دیکھے گا" پھر آپ نے رہنمائی کی کہ صراط مستقیم یعنی میری سنت اور خلفائے راشدین کے منہج پر چلتے رہنا، آپ نے بدعتوں سے ڈرایا اور بتایا کہ وہ گمراہیاں ہیں۔

یہ بات نہایت نامعقول اور ناقابل قبول ہے کہ طریقہ حق اور منہج صحابہ پر پردہ ڈال دیا جائے اور ان کے بعد آنے والے انسانوں کو اپنا پیشوا اور ان کے منہج کو قابل عمل بنا لیا جائے، تمام ہی بدعتیں برائیوں کا پلندہ ہیں، اگر ان میں کسی طرح کی کوئی بھلائی ہوتی تو صحابہ کرام انھیں ضرور بالضرور کر گزرتے، لیکن افسوس ہے کہ ان کے بعد آنے والی نسلیں آزمائش میں مبتلا ہوئیں اور منہج صحابہ سے کٹ گئیں۔ سچ کہا ہے امام مالک رحمہ اللہ نے کہ اس امت کا آخری لوگ اس وقت تک ہرگز درست نہیں ہو سکتے جب تک کہ اس چیز کو نہ اپنا لیں جس سے اس کا اگلا گروہ درست ہوا تھا۔ چنانچہ شاید یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اہل سنت و جماعت خود کو حدیث نبوی کی طرف منسوب کرتے ہیں اور دوسرے لوگ اپنے کو خود ساختہ جماعتوں یا مخصوص جگہوں اور افراد کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

شیعہ سنی مفاہمت کا بنیادی منہج یہ ہے کہ حق کو بیان کیا جائے اور باطل کی نقاب کشائی کی جائے، اہل بیت و

---

❶ أبوداود (٤٦٠٧)، الترمذی (٢٦٧٨) ابن ماجه (٤٢)، الدارمی (٢٩٦)، أحمد (٤/ ١٢٦، ١٢٧) الحاكم (١/ ٩٦) الصحيحة للالبانی (٩٣٧)

❷ متفق علیه، صحیح البخاری (٥٠٦٣) و مسلم (١٤٠١)

❸ ابوداود (٤٦٠٧)، الترمذی (٢٦٧٨)، ابن ماجه (٤٢٧)، الدارمی (٢٩٦)، أحمد (٤/ ١٢٦، ١٢٧) الحاكم (١/ ٩٦)، الصحيحة للالبانی (٩٢٧)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اہل سنت کے متقدمین و سرخیل علماء وفقہاء مثلاً علی رضی اللہ عنہ، آپ کی اولاد واحفاد کے حوالے سے شیعہ و روافض کو کتاب اللہ، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی صحیح تعبیر کے قریب لایا جائے، صحیح شیعی اصلاحی تحریکات کی قدر کرتے ہوئے اس کا ساتھ دیا جائے جیسا کہ سید حسین موسوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "للہ ثم للتاریخ، کشف الأسرار و تبرئة الأئمة الأطھار" میں شیعوں کے ساتھ سچی خیرخواہی کا حق ادا کیا ہے اور اسی طرح سید احمد الکاتب نے اپنی کتاب "تطور الفکر السیاسی الشیعی من الشوری إلی ولایة الفقیہ" میں پیش کیا ہے۔ اسی طرح ہم پر واجب ہے کہ اہل بیت کا جو شخص سچا محب و مخلص نظر آئے یعنی کتاب و سنت کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرنے میں ان کے صحیح آثار اور عمدہ سیرتوں کا پابند ہو اس سے ہم بہتر تعلقات رکھیں، اس کے ساتھ احترام و توقیر کا برتاؤ کریں، اسے سہارا دے کر امان و حفاظت کے ساتھ ساحل تک پہنچائیں، اس سے کہیں کہ عقل کو کام میں لاؤ، اسے بندشوں سے آزاد کرو، فطرت کی آواز اور دعوت پر اباطیل کے جو بھاری انبار لگ چکے ہیں انھیں صاف کرو، تاکہ روشن حقیقت تک رسائی کے لیے اس میدان میں روشن عقلیں اور فطرت سلیمہ اپنا اپنا کام کریں۔

علمائے اہل سنت پر یہ بھی ضروری ہے کہ بدعتیوں کی بدعتوں پر رد و قدح کرنے میں خوشگوار علمی بحث و تحقیق کا اسلوب اپنائیں، ان سے قدرے نرم پہلو اختیار کریں، ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ گاہے بگاہے ان کی زیارت کرلیا کریں اور جن مسائل میں کوئی اختلاف نہیں ہے ان میں تعاون بھی کریں، ناگہانی حوادث اور مشکلات و مصائب کے ایام میں، خاص طور پر جب وہ کفار و ظالموں سے برسر پیکار ہوں، ان کی مدد فرمائیں، لیکن واضح رہے کہ تعاون و مصالحت کا یہ موقف مصالح و مفاسد کا صحیح معیار رکھنے والی شرعی سیاست اور اس کے مزاج سے ہم آہنگ ہو، البتہ باہمی تعاون بہتر تعلقات، اور سنجیدہ گفتگو کا یہ رشتہ ہمیشہ ایک حالت پر باقی رہنے والا نہیں ہے، کیوں کہ ممکن ہے کسی چور دروازے سے کوئی رافضی بھی اس رشتے سے خود کو جوڑ لے اور آگے چل کر وہ فتنہ اور ہنگامہ آرائی کا سبب بنے، لہٰذا اس پر خاموشی اچھی نہیں، بلکہ ضروری ہے کہ اس کی گرفت کی جائے اور ان کے غلو اور شاذ خیالات کی ہر حال میں تردید کی جائے۔

متعصبین اور غیر متعصبین کے درمیان جو چیز حد فاصل ہوگی وہ یہ کہ گفتگو کی بنیاد، دلائل اور طرز گفتگو میں دیکھا جائے کہ ان شرعی نصوص پر اسے کہاں تک اعتماد ہے، جن سے کسی شک و شبہ میں پڑنے کا اندیشہ ہے، یا ان کی تاویلات کو وہ کس نقطۂ نظر سے دیکھتا ہے، رہا وہ شخص جو نامعلوم اور متاخرین کی طرف منسوب کی ہوئی انوکھی باتوں کو ڈھونڈ کر لاتا ہے، جن کی حقیقت کا کوئی پتہ نہیں، تو ہمیں پہلی فرصت میں اس کی تردید کرنی چاہیے، بلکہ بسا اوقات اس کی تردید میں سختی کرنا واجب ہو جاتی ہے، شاعر کہتا ہے:

وَاحْذَرْ مُجَادَلَةَ الرِّجَالِ فَإِنَّهَا تَدْعُوْ إِلَی الشَّحْنَاءِ وَالشَّنَآنِ

"لوگوں سے بحث وجدال سے بچو، کیوں کہ وہ آپسی کدورتوں اور خون ریزیوں کو دعوت دیتی ہے۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَإِذَا اضْطَرَرْتَ إِلَى الْجِدَالِ وَ لَمْ تَجِدْ لَكَ مَهْرَبًا وَ تَلاقَتِ الصَّفَّانِ

''اور جب تمھیں بحث و جدال کرنے پر مجبور ہی ہونا پڑے اور کوئی جائے فرار نہ ہو اور فریقین میں جنگ چھڑ جائے۔''

فَاجْعَلْ كِتَابَ اللَّهِ دِرْعًا سَابِغًا وَ الشَّرْعَ سَيْفَكَ وَ ابْدُ فِي الْمَيْدَانِ

''تو اللہ کی کتاب کو اپنی طویل زرہ اور شریعت کو اپنی تلوار بنالو اور میدان میں اتر جاؤ۔''

وَ السُّنَّةَ الْبَيْضَاءَ دُوْنَكَ جُنَّةً وَ ارْكَبْ جَوَادَ الْعَزْمِ مِنَ الْجَوْلَانِ

''اور روشن سنت کو اپنے لئے ڈھال بناؤ اور میدان کارزار میں عزم کا شہ سوار بن جاؤ۔''

وَ اثْبُتْ بِصَبْرِكَ تَحْتَ أَلْوِيَةِ الْهُدَى فَالصَّبْرُ أَوْثَقُ عُدَّةِ الْإِنْسَانِ

''اور ہدایت کے جھنڈوں تلے صبر وضبط کے ساتھ جم جاؤ، کیوں کہ صبر ہی انسان کا سب سے مضبوط سامان سفر ہے۔''

وَاطْعَنْ بِرُمْحِ الْحَقِّ كُلَّ مُعَانِدٍ لِلّٰهِ دَرُّ الْفَارِسِ الطَّعَّانِ

''حق کے نیزے سے ہر دشمن کو زخمی کرو، نیزہ باز شہسوار کے لیے کیا ہی بہترین کامیابی ہے۔''

وَاحْمِلْ بِسَيْفِ الصِّدْقِ حَمْلَةَ مُخْلِصٍ مُتَجَرِّدًا لِلّٰهِ غَيْرَ جَبَانِ

''صداقت کی تلوار سے زبردست حملہ کرو، جیسے کہ ایک مخلص اور محض رضائے الٰہی کا طالب بہادر مجاہد حملہ کرتا ہے۔''

اسی طرح علمائے اہل سنت، ان میں سے دانش ور، اور اہل حل وعقد حضرات جو سماجی کارکن ہوتے ہیں. بھلائی کی طرف مسلمانوں کی قیادت کرنے میں ان کا اہم کردار ہوتا ہے، دراصل یہی لوگ شریعت کے مقرر کردہ مصالح و مفاسد کی روشنی میں اندرونی و بیرونی سیاسی نظریات اور قوموں و جماعتوں کے معاہدوں کا احترام کرنے والے ہیں، قیادت واصلاح کی یہ ذمہ داری علماء اور مبلغینِ اسلام کے لیے اس بات سے مانع نہیں ہے کہ وہ مسلم عوام کو اہل سنت والجماعت کے طریقہ کار اور اصولوں سے واقف کرائیں، انھیں اس بات کی دعوت دیں اور مسلم سماج میں دراندازی کرنے والے فاسد عقائد سے انھیں خبردار کریں، تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جن باطل افکار وعقائد کی تبلیغ واشاعت میں شر پسند اور دشمنان اسلام پوری جہد و جد کے ساتھ شب و روز لگے ہوئے ہیں ان سے مسلم عوام متاثر ہو جائے، اس موضوع سے متعلق ہمیں سیرت رسول ﷺ کا مطالعہ کرنا چاہئے کہ مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد ایک طرف آپ نے وہاں کے یہودیوں سے معاہدہ کیا کہ جس سے اسلامی حکومت کے زیر سایہ انھیں امان و حفاظت ملی اور دوسری طرف اسی وقت میں قرآن کریم انھیں یہودیوں کے عقائد، سیاہ تاریخ اور برے اخلاق کو بیان کرتا رہا، تاکہ مسلم سماج یہودیت سے خبردار رہے اور اس کے دھوکہ میں نہ آئے، یہی وجہ تھی کہ جب یہودیوں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے غداری کیا تو اس گروہ کے خلاف اسلامی صف بندی متحد نظر آئی۔

اسلامی تاریخ کے مدوجزر کا مطالعہ کرنے والا بالخصوص نور الدین اور صلاح الدین کے دور کی صلیبی لڑائیوں، سلطان محمد فاتح کے عہد حکومت میں عثمانیوں نیز یوسف بن تاشفین کے عہد میں مرابطین کے ادوار پر جس کی نظر ہے وہ محسوس کرے گا کہ ان کی ترقی اور فتح ونصرت کے کئی اسباب تھے، مثلاً صاف ستھرا عقیدہ، واضح فکر وطریقۂ عمل، حدود سلطنت میں شریعت الٰہی کی بالادستی اور ایسی ربانی قیادت تھی جو نور الٰہی سے دیکھتی تھی، قوموں کی تربیت اور حکومتوں کے قیام وانہدام میں نظام الٰہی کے نفاذ میں اس کی گرفت قوی تھی، معاشرے کی بیماریوں، قوموں کے عادات واطوار، تاریخ کے اسرار ورموز، صلیبیوں، یہودیوں، ملحدوں، باطنی فرقوں اور بدعتیوں جیسے دشمنان اسلام کی ریشہ دوانیوں پر گہری نگاہ اور بلند معرفت تھی، ہرکس وناکس کے ساتھ بہتر برتاؤ تھا اور اسے اس کا فطری حق ملتا تھا۔

چنانچہ ترقی وغلبہ کے مسائل اور دوررس اثرات کے متحمل ترقی کے منصوبوں کے اسباب وعوامل، باہم اس طرح مربوط ومتداخل ہیں کہ ان کا احاطہ مکمل طور سے وہی آدمی کرسکتا ہے جس نے قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ کو اچھی طرح سمجھا ہو، خلافت راشدہ کی فقہ وبصیرت سے مربوط ہو، ربط بھی ایسا کہ اس کے نقوش وخصائص اور اسباب بقاء وزوال سے آگاہ ہو، اسلامی تاریخ اور ترقی ونصرت کے اسباب وتجربات سے استفادہ کیا ہو، اور اسے یقین ہو کہ اس امت نے جب تک اپنے رب کے فرمان اور نبی کی سنت کی تابعداری کی ہے کبھی ہزیمت نہیں اٹھائی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ میدان جنگ کی ہزیمت تو وقتی ہوتی ہیں جنھیں بھلایا جاسکتا ہے، لیکن تہذیب وثقافت کی ہزیمتیں جان لیوا زخم ثابت ہوتی ہیں، صحیح اور روشن ثقافت کتاب اللہ، سنت رسول اور طریقۂ خلفائے راشدین سے مستفید اپنے مضبوط اصولوں پر مسلم فرد، سماج، خاندان اور مسلم ممالک کی تعمیر کرتی ہے اور سب سے صحیح وبے نظیر تہذیبی وتمدنی عمارت وہی ہے جس نے اللہ کی توفیق وحفاظت سے آج تک اسلام کے قلعہ کو محفوظ رکھا۔

لہٰذا ہم پر واجب ہے کہ اس دین کی ترقی کے لیے کام کریں، ہماری خوش بختی یہ نہیں ہے کہ اس کا پھل ہم جلد ہی توڑ لیں، بلکہ اصل خوش بختی یہ ہے کہ ہمیں اللہ کی توفیق کا شعور اور اس کی رضامندی کی امید ہو۔ خلافت راشدہ کی تاریخ مرتب کرتے ہوئے میں نے پوری کوشش کی ہے کہ صحیح روایات کی روشنی میں اس دور کے کارناموں کو نکھارنے کے لیے مناسب الفاظ اور بہترین جملے استعمال کروں، تاکہ مسلمانوں کی نئی نسلیں اس تابناک دور سے بہت کچھ سیکھ سکیں، انھیں فقہی بصیرت اور اسلام کی شمولیت کا علم ہو، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کاوش میں برکت عطا فرمائے گا، اور ایسے بہت سے مبلغین اسلام کو اس سے فائدہ پہنچائے گا جن کا نام میں تو نہیں جان سکتا البتہ تاریخ اپنے صفحات میں انھیں ضرور جگہ دے گی، وہ عالم اسلام کی غلطیوں ولغزشوں کی تلافی کریں گے اور اسے بھٹکنے سے بچائیں گے، یہ مبلغین اسلام ربانی ہوں گے، خلوص وللّٰہیت کے پیکر ہوں گے، انھوں نے حق کو سمجھا ہوگا، اس کی مدد میں انھیں سعادت نظر آئے گی، اس کے لیے سخت ہوں گے، اس کی طرف سے دفاع کریں گے، تنگ دامانی اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بے بسی کے باوجود اسی کی طرف داری کریں گے، یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے صدق و اخلاص و اتباع نبوی کی وجہ سے اللہ نے ان کے ہاتھوں کو قوت عطا کی ہوگی۔

اور ان علماء و طالبان علوم شریعت کو اس سے فائدہ پہنچے گا جن کے قلم میں شہیدوں کے خون کی روشنائی بھری ہے، ایسے تاجران سے مستفید ہوں گے جو اپنی جان و مال کے ساتھ اسلامی دعوت کے قافلہ کو آگے بڑھانے کے اصل محرک ہیں، اور زبان سے گویا ہیں:

﴿إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ۝٩ إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ۝١٠﴾ (الانسان: ۹-۱۰)

وہ خفیہ فوجیں اس کا مطالعہ کریں گی جو اس دنیا میں آج تو نامعلوم ہیں، لیکن آئندہ کل رب کائنات کی ہمیشگی والی جنت میں وہی سب سے بلند و بالا اور نمایاں ہوں گی ہآج تخریبی آندھیوں کا طوفان شباب پر ہے، وہ ہمارے اسلام، عقیدہ اور دین و مذہب کو جڑ سے اکھاڑ دینا چاہتا ہے، صلیبی، یہودی، باطنی، بدعتی اور سیکولرازم اور لادینیت کے مؤیدین جیسے دشمنان اسلام ہمارے حکام، قائدین اور بزرگوں کو علم و ادب اور سیاست کے میدان میں اپنا دست نگر بنا کر رکھنا چاہتے ہیں، ان سب کا مقصد ایک ہے وہ یہ کہ ہماری تاریخ کو مسخ کر دیں۔

اگر بحیثیت امت ہماری کوئی تابناک تاریخ نہ ہوتو ہم صالح امت کبھی نہیں کہلا سکتے، جس امت میں عبقری شخصیتیں نہ ہوں اس کی قیمت ہی کیا ہوسکتی ہے؟ کیا ہم اپنے شان دار ماضی کی تاریخ سے سبق نہیں سیکھ سکتے کہ جس سے اللہ کے دشمنوں کی رسوائی ہو، ان کی سازشیں ناکام ہو جائیں اور وہ تاریخ دوبارہ ہمیں اپنی دعوت عام کرنے اور تہذیب کے تقویت دینے میں مدد کرے؟ درحقیقت تاریخ کے اس سخت اور پریشان کن دور میں انسانیت اللہ کے بتائے ہوئے نظام سے ہٹ جانے کی وجہ سے تباہی کے منجدھار میں ہچکولے کھا رہی ہے، حالانکہ اس کا علاج صرف مسلمانوں کے پاس ہے تو کیا مسلمان اس کے لیے قربانی دے سکتے ہیں؟ اور دوسروں کو ڈوبنے سے بچا سکتے ہیں؟

شاعر نے کہا ہے:

وَ مِنَ الْعَجَائِبِ وَ الْعَجَائِبُ جُمَّةٌ ... قُرْبُ الْحَبِيْبِ وَ مَا إِلَيْهِ وَصُوْلُ

"عجائبات بے شمار ہیں، انھیں میں سے ایک یہ ہے کہ محبوب کے پاس رہ کر بھی اس تک رسائی ممکن نہ ہو سکے۔"

كَالْعِيْرِ فِى الْبَيْدَاءِ يَقْتُلُهَا الظَّمَا ... وَ الْمَاءُ فَوْقَ ظُهُوْرِهَا مَحْمُوْلُ

"جیسے کہ صحراء میں اونٹ پیاس سے مر رہا ہو اور پانی اپنے پشت پر لادے ہوئے ہو۔"

تو کیا اب اسلام کی طرف پلٹنا ممکن نہیں رہا کہ جو کدورتوں سے ہمارے دلوں کو پاک صاف کر دے، اخلاق حسنہ سے ہمیں مزین کر دے اور قرآن کریم سے ہمیں جوڑ دے اور مذہب اسلام نیز اس کے لانے والے پیغمبر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

محمد ﷺ کی طرف انتساب کے شرف کا ہمیں احساس دلائے اور بتائے کہ آپ ﷺ کی دعوت اور خلفائے راشدین یعنی ابوبکر، عمر، عثمان اور علی اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سنت پر عمل کرنا ہمارے لیے کس قدر ضروری ہے اور پھر ہم رسالت نبوی کی تبلیغ واشاعت اور اسے تقویت دینے میں باہم متحد ہو جائیں۔

اس کتاب کی تالیف میں جن مصادر ومراجع کی طرف میں نے رجوع کیا ہے، انھیں ذکر کرنے سے پہلے میں اس بات کا اعتراف ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر میرے اس عمل میں سب سے پہلے اللہ کی توفیق، پھر علمائے اہل سنت اوران کے ہم مزاج وہم خیال طلبہ کا تعاون شامل نہ ہوتا تو وہ اس بحر ذخار میں غوطہ زنی نہیں کرسکتا تھا، لہٰذا میں برملا اقرار کرتا ہوں کہ اصل موضوع منہج عمل، روایات کی فنی حیثیت کا تعین اور جدید وتاریخی مصادر کے لیے میں نے مطبوع وغیر مطبوع علمی مقالوں سے بھر پور استفادہ کیا ہے، خاص طور سے میں ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری کو یہاں ذکر کرنا چاہتا ہوں جنھوں نے ان مقالوں میں سے اکثر کا مناقشہ کیا ہے، میں نے ان کی "السیرۃ النبویۃ الصحیحۃ" اور "عصر الخلافۃ الراشدۃ" جیسی اہم کتابوں سے بھی استفادہ کیا ہے۔

مثلاً جو چند اہم مقالے آپ کی نگرانی میں لکھے گئے ہیں ان میں سے ایک ڈاکٹر یحییٰ الیحیی کا مقالہ ہے، جو "الخلافۃ الراشدۃ والدولۃ الأمویۃ من فتح الباری جمعا و توثیقاً" کے نام سے ہے، اسی طرح ایک مقالہ استاذ عبدالعزیز المقبل کا ہے جو "خلافۃ أبي بکر الصدیق من خلال کتب السنۃ والتاریخ ، دراسۃ نقدیۃ للروایات باستثناء حروب الردۃ" کے نام سے ہے، اور "محض الصواب فی فضائل امیر المومنین عمر بن الخطاب" تالیف یوسف بن حسن بن عبدالہادی الدمشقی، الصالحی، الحنبلی جس کی تحقیق ودراسہ کا کام عبدالعزیز بن محمد الفریح نے آپ ہی کی نگرانی میں کیا ہے، اسی طرح محمد بن عبداللہ الغبان کا مقالہ "فتنۃ مقتل عثمان بن عفان" کے نام سے اور استاد عبدالحمید علی ناصر کا مقالہ "خلافۃ علی بن ابی طالب" کے نام سے آپ ہی کی نگرانی میں مکمل ہوئے، ان تمام مقالات سے استفادہ کرنے کے ساتھ ہی میں نے ان گراں قدر علمی مقالات سے بھی استفادہ کیا ہے جو دیگر محققین اساتذہ کے زیر نگرانی منظر عام پر آئے ہیں، مثلاً ڈاکٹر محمد محزون کا مقالہ جو "تحقیق مواقف الصحابۃ فی الفتنۃ من روایات الطبری و المحدثین" کے نام سے ہے، اور سلیمان العودۃ کا مقالہ جو کہ "عبداللہ بن سبا و أثرہ فی احداث الفتنۃ فی صدر الاسلام" اور اسماء محمد احمد کا مقالہ جو "زیادۃ دور المراۃ السیاسی فی عہد النبی و الخلفاء الراشدین" کے نام سے ہے۔ ان کے علاوہ بھی متعدد سند یافتہ مقالوں سے بھر پور استفادہ کیا ہے، بہر حال اللہ کے فضل خاص اور توفیق کا شکر گزار ہوں اور پھر اپنے مشفق اساتذہ اور بھائیوں کا جنھوں نے اس راستہ میں میرا ساتھ دیا، میں ان کے لیے اللہ سے دعا گو ہوں کہ وہ ان کی کوششوں کو شرف قبولیت سے نوازے اور اسے اس دن فائدہ مند ثابت کرے جس دن صاحب قلب سلیم کے علاوہ کسی کو اس کا مال یا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کی اولاد کچھ بھی فائدہ پہنچانے والی نہیں ہے۔

عہد خلافت راشدہ کی مستند تاریخ لکھتے ہوئے میں نے جن مصادر پر خاص طور سے اعتماد کیا ہے ان کی تفصیل یہ ہے:

کتب حدیث: ......کتب ستہ یعنی صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، سنن ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ سے میں نے آغاز کیا ہے اور پھر موطا امام مالک اور مسند احمد کو بھی سامنے رکھ کر ان تاریخی موضوعات کو اکٹھا کرنے کی پوری کوشش کی ہے، جن کا تعلق خلافت راشدہ کے عہد سے ہے، پھر مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، مستدرک حاکم، امام بیہقی کی السنن الکبریٰ، سنن سعید بن منصور، مسند حمیدی، مسند طیالسی، مجمع الزوائد، کشف الاستار عن زوائد البزار اور موارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان جیسی کتابوں سے تاریخی روایات کی چھان بین کی ہے۔

امام طبرانی کی معجم کبیر اور دارقطنی کی سنن سے بھی غافل نہیں رہا ہوں، بلکہ ان تمام کتابوں پر محققین فن نے جو کاوشیں کی ہیں اور روایتوں پر حکم لگایا ہے ان سب سے مکمل استفادہ کیا ہے۔

کتب شرح حدیث: ......ان میں سب سے اہم ابن حجر کی فتح الباری اور صحیح مسلم پر شرح الامام النووی کو مقدم رکھا ہے، کیوں کہ ان دونوں میں کثیر المنافع تاریخی موضوعات ہیں اور بعض تاریخی واقعات پر ان دونوں کی تعلیقات کافی اہمیت کی حامل ہیں۔

کتب تفسیر: ......ان میں تفسیر طبری، تفسیر قرطبی اور تفسیر ابن کثیر مقدم رہی ہیں، ان کتابوں سے استفادہ کرتے ہوئے میں نے روایات سے زیادہ ان پر مولفین کی تعلیقات کو مدنظر رکھا ہے، کیوں کہ عموماً وہ روایتیں حدیث و تاریخ کی کتابوں میں گزر چکی ہیں۔

کتب عقائد: ......اس فن میں سب سے زیادہ ابن تیمیہ کی کتاب "منهاج السنة النبوية" سے استفادہ کیا ہے، اسی طرح "شرح العقيدة الطحاوية"، "الابانة فی اصول الديانة"، امام بیہقی کی "الاعتقاد"، امام آجری کی "الشريعة" اور دیگر کتب عقائد کو سامنے رکھا ہوں، اور ان سے خلفائے راشدین و صحابہ کرام کے بارے میں جو اقوال منقول ہیں انھیں نقل کیا ہوں۔

کتب فقه: ......اس فن میں سب سے اہم ابن قدامہ کی "المغنی" امام نووی کی "المجموع" ابن رشد کی "بداية المجتهد" اور ان کے علاوہ دیگر کتب فقہ میرے زیر مطالعہ رہی ہیں، جن سے میں نے خلفائے راشدین کے اجتہاد کیے ہوئے فقہی مسائل اور ان کے فیصلوں کو نقل کیا ہے۔

کتب ادب: ......ادب کی کتابوں سے میں نے ان ابیات کو نقل کیا ہے، جو خلفائے راشدین کی طرف منسوب ہیں، یا انھوں نے انھیں کہنے کی اجازت دی ہے، یا خود اپنے حق میں کہے گئے قصائد کو سنا ہے، لیکن چونکہ ادب کی کتابیں غیر مستند ہوتی ہیں اور وہ کھرے کھوٹے کے معجون مرکب ہوتی ہیں، اس لیے میں نے صرف ان اشعار کو ترجیح دی ہے جو کتاب اللہ، سنت رسول اور صحابہ کی بے نظیر جماعت کے اخلاق و آداب سے موافق ہوں، ان میں سے اہم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ابن قتیبہ کی "عیون الاخبار" اور نایف معروف کی "الأدب الاسلامی فی عهد النبوة" رہی ہیں۔

کتب زهد ورقائق: ......اس فن کی کتابوں سے میں نے زہد وورع سے متعلق خلفائے راشدین کے اقوال کو منتخب کیا ہے، ان میں سب سے اہم علامہ ابن القیم کی کتاب "عـدة الصابرين و ذخيرة الشاكرين" اور انھیں کی "مدارج السالكين" ہے۔ اسی طرح احمد بن عبدالرحمٰن المقدسی کی "مختصر منهاج القاصدين" بھی کافی اہم ہے۔

کتب فرق ومذاهب: ......اس فن میں سب سے اہم ابومحمد بن حزم الظاہری کی کتاب "الـفـصـل فی الـمـلـل والاهواء والنحل" اورڈاکٹر ناصر القفازی کی "اصـول مـذهـب الشعية الإمامية الاثنا عشرية" زیر مطالعہ رہی ہیں۔

کتب نظام و حکومت: ......اس باب میں میرے نزدیک سب سے اہم کتاب امام کتانی کی "نـظام الحكومة الإسلامية" ہے، جو کہ "التراتيب الإدارية" کے نام سے معروف ہے، اسی طرح دوسری کتاب ظافر قاسمی کی "نظام الحكم فی الشريعة و التاريخ الإسلامی" ہے۔

کتب سیرت و تراجم: ......اس فن میں امام ذہبی کی "سیـر أعلام النبلاء" عبدالحیٔ الـحنبلی کی "شـذرات الذهب فی اخبار من ذهب" ابن الاثیر کی "أسد الغابة" اور ابوالقاسم اصفہانی کی "سير السلف" انتخاب مطالعہ رہی ہیں۔

کتب جرح و تعدیل: ......اس فن میں حافظ مزی کی کتاب "تهـذيـب الـكـمـال فی اسمـاء الـرجال" ابن ابی حاتم کی "الـجـرح و التعديل" ابن حبان کی "الثقات" اور ابن عدی کی "الـكـامل فی ضعفاء الرجال" سب سے اہم رہی ہیں۔

کتب تاریخ: ......ان میں سب سے اہم مرجع کی حیثیت تاریخ طبری کی ہے، اس کتاب نے ہمارے سامنے تمام تاریخی روایات کو سند کے ساتھ نقل کر دیا ہے، خواہ وہ صحیح ہوں، ضعیف ہوں یا موضوع، یا ان کا تعلق عقید و شرعی احکام سے ہو یا ان واقعات سے ہو جو صحابہ سے متعلق ہیں، اس لیے ضروری تھا کہ ان روایات کو جرح و تعدیل کی کسوٹی پر رکھا جائے اور شیعی ورافضی نیز جھوٹے اور مجہول راویوں کو بیان کیا جائے۔

اس سلسلے میں خالد غیث کی کتاب "استشهـاد عثـمان و وقعة الجمل فی مرويات سيف بن عـمـر فی تاريخ الطبری" اور ڈاکٹر یحییٰ ابراہیم الیحییٰ کی کتاب "مـرويـات ابی مخنف فی تاريخ الطبری" اور ڈاکٹر عبدالعزیز نورولی کی کتاب "اثر التشيع على الروايات التاريخية" نیز اس سلسلہ میں اہم ترین کتابوں میں ابن کثیر کی "البداية والنهاية" سے میں نے استفادہ کیا ہے۔

یہ چند اہم قدیم مصادر ہیں جن کی طرف میں نے رجوع کیا ہے، ساتھ ہی مختلف قسم کے بے شمار جدید مراجع

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کو میں نے سامنے رکھا ہے۔ واضح رہے کہ عقائد، احکام اور مقام صحابہ سے متعلق روایات کی صحت وضعف معلوم کرنے اور ان پر حکم لگانے میں میں نے سخت موقف اختیار کیا ہے، اور فیصلہ میرا اپنا نہیں بلکہ اس سلسلہ میں اس فن کے اساطین و متخصصین علماء کے اقوال کو نقل کیا ہے، چنانچہ یہ فضل اولاً اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، پھر ان علماء ربانین کے لیے ہے جنھوں نے یہ سب کچھ کیا، میں نے اپنی کوشش کے مطابق صرف صحیح روایات کو سامنے رکھتے ہوئے تاریخی واقعات کی منظر کشی کی ہے اور انھیں مقدم رکھا ہے، پھر ان روایات کو ترجیح دی ہے جو حسن درجہ تک پہنچتی ہیں، نیز ضعیف روایات کو یکسر نظر انداز نہیں کیا ہے بلکہ واقعات کی کامل تصویر کشی کے لیے کہیں کہیں انھیں ذکر کیا ہے، لیکن یہ ملحوظ رہا ہے کہ وہ ضعیف روایات صحیح اور حسن روایات سے متصادم نہ ہوں اور اس دور کے روح ومزاج کے موافق ہوں، نیز ان روایات کا تعلق عقیدہ وشرعی احکام سے نہ ہو۔

اسی طرح مناسب مقامات پر محسوس کرتے ہوئے روافض، مستشرقین اور دور حاضر کے بعض قلم کاروں کے شبہات واعتراضات کا جواب بھی دیا ہے، میری پوری کوشش رہی ہے کہ دور خلافت راشدہ کی تاریخ لکھنے اور اس پر اچھالے گئے کیچڑ کو صاف کرنے، خاص طور سے عہد عثمان غنی وعہد علی رضی اللہ عنہما سے متعلق پیدا کیے گئے اشکالات اور اعتراضات کو زائل کرنے میں اہل سنت کے منہج پر گامزن رہوں۔ اس تاریخ کو مرتب کرتے ہوئے میرے بہت سارے دوستوں اور بھائیوں کی طرف سے نئی نئی معلومات حاصل ہوتی رہیں، اللہ نے اگر چاہا تو میں اپنے عزم کے مطابق اس سفر کو آگے تک لے جاؤں گا اور اس کی ترقی وکارگزاریوں کو ایسے انداز میں بیان کروں گا جو اس روشن دور کے موافق ہو، میں اللہ سے مدد وتوفیق کا طالب ہوں۔

مقدمہ کے آخر میں یہ ذکر کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ میں نے خلفائے راشدین میں پانچویں خلیفہ حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کی زندگی کو مستقل کتاب کی شکل میں موضوع بحث بنایا ہے کیوں کہ شرعی سیاست اور مصالح و مفاسد کی فقہ وبصیرت میں آپ کی مستقل اجتہادی حیثیت ہے اور تعمیری واصلاحی نظریہ کا مالک ہونے کی وجہ سے ہی وہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں اپنی خلافت سے دست بردار ہوئے تھے، اس نظریہ کی تنفیذ میں انھیں مختلف مشکلات اور رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑا تھا، آپ کی منفرد شخصیت جو کہ اصلاحی وتعمیری فکر ونظر سے مالا مال تھی اور اسے نافذ کرنے کا عزم مصمم رکھتی تھی، وہی امت کو اتحاد کی لڑی میں پرونے اور اس بشارت نبوی کے اثبات کا سبب بنی:

((اِبْنِي هٰذَا سَيِّدٌ وَ لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ .)) ❶

"میرا یہ بیٹا سردار ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی بدولت مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کرائے گا۔"

حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دست برداری اور ان کے ہاتھ پر بیعت کے بعد خلافت علی منہاج النبوۃ کی تیس سالہ مدت ختم ہو جاتی ہے، جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

❶ صحیح البخاری، حدیث نمبر (٣٧٤٦)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فرمایا تھا:

((خِلَافَةُ النُّبُوةِ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً ثُمَّ يُوْتِي اللّٰهُ الْمُلْكَ أَوْ مُلْكَهُ مَنْ يَّشَاءُ .)) ❶

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْخِلَافَةُ فِي أُمَّتِي ثَلَاثُوْنَ سَنَةً ثُمَّ مُلْكٌ بَعْدَ ذٰلِكَ .))❷

حافظ ابن کثیر نے اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے کہ حسن بن علی کی خلافت کے ساتھ تیس (۳۰) سال کی مدت پوری ہوجاتی ہے۔ بایں طور کہ ربیع الاول ۴۱ھ میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں حسن رضی اللہ عنہ خلافت سے دست بردار ہوئے اور ربیع الاول ۱۱ھ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی، اسی طرح درمیانی مدت تیس (۳۰) سال کی ہوتی ہے اور اعجاز نبوت کے دلائل میں سے ایک دلیل ثابت ہوتی ہے۔ ❸

بہر حال مذکورہ ترتیب کے ساتھ حسن بن علی رضی اللہ عنہ خلفائے راشدین میں پانچویں خلیفہ ہیں۔ اگر اللہ کی توفیق شامل حال رہی تو ان کی سیرت پر لکھی گئی کتاب کے ساتھ عہد خلافت راشدہ کے اہم نقوش، خصوصیات، اسباب زوال، نظام حکومت، اس کی رعایا و حکام کے صفات، دستور اساسی، بحرانی احوال سے نمٹنے، ترقی و غلبہ کے قوانین اور فطری نظام، عورت کے مقام و مرتبہ، سرکاری محکموں اور اس دور کی پاک صاف جماعت کی متعلق اہم خلاصہ تحریر کروں گا۔

میں نے اپنی طاقت بھر کوشش کی ہے کہ امیر المومنین علی بن ابی طالب کی شخصیت پر مختلف گوشوں سے روشنی ڈالوں، کیوں کہ آپ کی زندگی امت مسلمہ کی تاریخ کا ایک درخشندہ باب ہے اور آپ ان بزرگ اماموں میں سے ایک ہیں، جنھیں دیکھ کر لوگ اس دنیا میں ان کے اقوال اور افعال و کردار کی پیروی کرتے ہیں، آپ کی سیرت ایمان کے قوی ترین مصادر، صحیح اسلامی رجحان اور دین اسلام کے لیے فہم سلیم کا ایک اہم ذریعہ ہے، اس سے ہم سیکھ سکتے ہیں کہ الٰہی سنتوں کے ساتھ آپ کیسے پیش آئے اور ان کی کیسی بہترین توجیہ کی اور ہم قرآن کریم کے ساتھ کیسے زندگی گزاریں، اس کے بتائے ہوئے راستے پر کیسے چلیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کیسے کریں، اس سیرت کے مطالعہ سے ہمارے سامنے خوفِ الٰہی اور خلوص وللّٰہیت کی اہمیت کے گوشے نمایاں ہوں گے اور یہ معلوم ہوگا کہ دنیا و آخرت میں بندے کی بھلائی اس بات میں پوشیدہ ہے کہ اس کے سامنے اللہ کی رضا جوئی ہر حال میں مقدم ہو، ساتھ ہی یہ بات بھی ہم جان سکیں گے کہ امت مسلمہ کی زندگی کی بقاء اور اس کی ترقی نیز گمشدہ تہذیب کی بازیابی اور اس میں زندگی کی روح پھونکنے میں مذکورہ چیزوں کی کتنی بڑی تاثیر ہے۔ اسی لیے میں نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت

---

❶ صحیح سنن ابی داؤد (۳/ ۸۷۹) ألبانی (۴۶۴۶)

❷ سنن الترمذی مع تحفة الاحوذی (۶/ ۳۹۵، ۳۹۷) امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے: (۲۲۲۶)

❸ البدایة والنهایة (۸/ ۱۶)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور کارناموں کو نکھارنے میں اپنی پوری طاقت لگا دی ہے، پھر بھی مجھے اپنے کم مائیگی کا احساس ہے۔ میں غلطیوں سے پاک اور معصوم نہیں ہوں، اللہ کی رضا جوئی اصل مقصد ہے، اسی سے ثواب کی امید ہے، مدد و توفیق دینے والا وہی ہے، وہ بہترین ناموں والا اور دعاؤں کو سننے والا ہے۔

میں اس کتاب کی تالیف سے بروز ہفتہ بارہ بج کر پچپن (۱۲:۵۵) منٹ پر بوقت نماز ظہر ۷/ربیع الآخر ۱۴۲۴ھ مطابق ۷/جون ۲۰۰۳ء کو فارغ ہوا۔ ہر حال میں اللہ کا فضل و کرم رہا ہے، اس کے بہترین و پاک ناموں، اور بلند و بالا صفات کے واسطے سے اس سے دعا کرتا ہوں کہ میرے اس کام کو قبول فرمائے، اسے اپنے بندوں کے لیے کارآمد بنائے، ہر حرف کے بدلے جسے میں نے لکھا ہے ثواب سے نوازے، اسے میرے نیک اعمال میں شامل کرے اور اس حقیر کوشش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میرے جن بھائیوں نے بھی میرے دست و بازو کو سہارا دیا ہے انھیں اجر عظیم سے نوازے، ہر مسلمان جو میری اس کتاب کو پڑھے اس سے التماس ہے کہ اپنی نیک دعاؤں میں اس بندۂ عاجز کو نہ بھولے جو اللہ تعالیٰ کی معافی، مغفرت، رحمت اور رضا مندی کا طالب ہے:

﴿رَبِّ أَوْزِعْنِيٓ أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيٓ أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَىٰهُ وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّٰلِحِينَ ﴿١٩﴾﴾ (النمل: ۱۹)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مَّا يَفْتَحِ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِن رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۖ وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِنۢ بَعْدِهِۦ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٢﴾﴾ (فاطر: ۲)

و صلى الله على سيدنا محمد و على آله و صحبه و سلم، سبحانك اللهم وبحمدك أشهد أن لا إله إلا أنت استغفرك و أتوب إليك۔ و آخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين۔

علی محمد محمد الصّلابی

غفر الله و لوالديه و لجميع المسلمين

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پہلی فصل

سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مکہ میں

- نام، نسب، کنیت، اوصاف اور خاندان
- قبولیت اسلام اور مکہ کے اہم کارنامے
- سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی قرآنی زندگی اور اس کے آثار و مظاہر
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت
- ہجرت سے غزوۂ احزاب تک کے اہم کام
- غزوۂ احزاب سے وفات نبوی تک کے اہم کام

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے

مقامِ نبوت کا پورا احترام کیا اور اپنے اقوال و
افعال سے اس کے نقوش کو واضح کیا اور کوشش کرتے
رہے کہ لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اقتداء واتباع پر
اُبھارتے رہیں۔ فرماتے ہیں: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
طریقہ پر عمل کرو، وہی سب سے افضل طریقہ ہے
اور آپ کی سنتوں کو اختیار کرو، وہی سب سے
بہترین و افضل سنت ہے۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۱)

نام ونسب، کنیت، اوصاف اور خاندان

نام، کنیت اور لقب:

نام و نسب: ...... آپ کا نام اور نسب یہ ہے:

''علی بن ابی طالب (عبد مناف ❶) بن عبدالمطلب ❷ بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ ❸

آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے۔ آپ کے دادا عبدالمطلب بن ہاشم پر آپ کا نسب خاندان نبوت سے مل جاتا ہے۔ عبدالمطلب کے صاحبزادے ابوطالب، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ کے حقیقی بھائی تھے، آپ کی ولادت کے وقت آپ کی ماں نے اپنے باپ اسد بن ہاشم کے نام پر آپ کا نام ''اسد'' رکھا تھا، اسی لیے غزوۂ خیبر کے موقع پر آپ نے رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے کہا تھا:

أَنَا الَّذِي سَمَّتْنِي أُمِّي حَيْدَرَة كَلَيْثِ غَابَاتٍ كَرِيهِ الْمَنْظَرَة

''میں وہ شخص ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدرہ ❹ رکھا ہے، جیسے جنگل کا ببر شیر کہ جسے خوف سے کوئی دیکھنے کو تیار نہ ہو۔''

جب آپ کی ماں نے آپ کا یہ نام رکھا تھا اس وقت ابوطالب گھر میں موجود نہ تھے، جب آئے تو آپ کو یہ نام پسند نہ آیا اور آپ کا نام علی رکھ دیا۔ ❺

کنیت: ...... آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ یہ نسبت آپ کے بڑے صاحبزادے حسن رضی اللہ عنہ کی طرف ہے جو کہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بطن سے پیدا ہوئے۔ آپ کی کنیت ابوتراب بھی ہے، اس کنیت سے آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوازا تھا، جب آپ کو ابوتراب کہہ کر پکارا جاتا تھا تو آپ بہت خوش ہوتے تھے، اس کنیت کی وجہ یہ تھی کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئے تو علی رضی اللہ عنہ کو گھر پر نہ پایا، آپ نے پوچھا: ''تمھارے

---

❶ ابوطالب کا نام عبد مناف ہے۔ ❷ عبدالمطلب کا نام شیبۃ الحمد ہے۔ الاستیعاب (۳/ ۱۰۸۹)

❸ الطبقات الکبریٰ (۳/ ۱۹) صفة الصفوة (۱/ ۳۰۸) البداية والنهاية (۷/ ۳۳۳) الإصابة (۱/ ۵۰۷) الاستيعاب (۱/ ۱۰۸۹) المنتظم (۵/ ٦٦) المعجم الكبير للطبراني (۱/ ۵۰).

❹ حیدرہ شیر کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ ❺ الرياض النضرة فی مناقب العشرة، ص: ٦١٧.

❻ غريب الحديث للخطابی (۲/ ۷۰) خلافة علی بن ابی طالب / عبدالحميد بن علی ناصر فقيهی ص (۱۸).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سسرزاد (شوہر) کہاں ہے؟ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ایک معاملہ پر میرے اور ان کے درمیان اَن بَن ہوگئی، وہ مجھ سے ناراض ہوکر یہاں سے چلے گئے، میرے پاس قیلولہ بھی نہیں کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی سے کہا: دیکھو وہ کہاں گئے، وہ صاحب تلاش کر کے لوٹے تو بتایا کہ اے اللہ کے رسول! وہ مسجد میں سو رہے ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے، دیکھا تو وہ بے خبر سو رہے ہیں اور نصف چادر زمین پر ہے، اور جسم پر مٹی لگی ہوئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم علی رضی اللہ عنہ کے جسم سے مٹی جھاڑنے لگے اور کہا:

((قُمْ أَبَا تُرَاب .)) [1]...... ''اے ابوتراب! اٹھ جاؤ۔''

اور صحیح بخاری کی روایت ہے کہ واللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے آپ کو اس کنیت سے نوازا ہے۔ [2]

آپ کی ایک کنیت ابوالحسن والحسین، اور ابوالقاسم، ہاشمی ہے۔ [3] نیز ابوالسبطین ایک کنیت ہے۔ [4]

لقب:...... آپ کا لقب امیر المومنین اور چوتھے خلیفۂ راشد ہیں۔ [5]

پیدائش:

اس سلسلے میں روایات متعدد ومختلف ہیں کہ آپ کی پیدائش کس سن میں ہوئی، چنانچہ حسن بصری کے نزدیک آپ کی ولادت بعثت نبوی سے پندرہ یا سولہ برس پہلے ہوئی۔ [6] جبکہ ابن اسحاق کے نزدیک آپ کی ولادت بعثت نبوی سے دس برس پہلے ہوئی۔ [7] حافظ ابن حجر نے دوسرے قول کو راجح قرار دیا ہے۔ [8] اور الباقر محمد بن علی نے اس سلسلے میں دو اقوال نقل کیے ہیں: ایک تو ابن اسحاق کی تحقیق کے مطابق کہ جسے حافظ ابن حجر نے بھی راجح مانا ہے، یعنی بعثت نبوی سے دس برس پہلے۔ [9] دوسرا یہ کہ آپ کی ولادت بعثت نبوی کے پانچ سال پہلے ہوئی۔ [10] میرا رجحان حافظ ابن حجر اور ابن اسحاق کے قول کی طرف ہے یعنی صحیح تحقیق کے مطابق آپ کی ولادت بعثت نبوی سے دس برس پہلے ہوئی۔ [11] اور فاکہی [12] نے لکھا ہے کہ بنو ہاشم میں علی سب سے پہلے ایسے شخص ہیں جو خانۂ کعبہ میں پیدا ہوئے۔ اور امام حاکم نے لکھا ہے کہ بے شمار اخبار و آثار دلالت کرتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ خانۂ کعبہ میں پیدا ہوئے۔ [13]

---

[1] صحیح مسلم، حدیث نمبر (۲٤۰۹). [2] صحیح البخاری، حدیث نمبر (٤٤١، ۳۷۰۳، ۳۲۸۰).

[3] البدایة والنهایة (۷/ ۲۲۳) [4] اسد الغابة (٤/ ١٦) سبطین سے مراد حسن اور حسین ہیں۔

[5] تاریخ الإسلام/ الذهبی، ص (۲۷٦) البدایة والنهایة (۷/ ۲۲۳) خلاصة تهذیب الکمال (۲/ ۲٥۰).

[6] المعجم الکبیر للطبرانی (١/ ٥٤) رقم (١٦۳) اس کی سند مرسل ہے۔

[7] السیرة النبویة (١/ ۲٦۲) اس کی سند مذکور نہیں ہے۔

[8] الاصابة (۲/ ٥۰١)

[9] المعجم الکبیر للطبرانی (١/ ٥۳) (رقم (١٦٥) اس کی سند حسن ہے۔

[10] المعجم الکبیر للطبرانی (١/ ٥۳) (رقم (١٦٦) محمد الباقر تک اس کی سند حسن ہے، لیکن انھوں نے مرسلاً روایت کیا ہے۔

[11] فتح الباری (۷/ ١۷٤) الإصابة (۲/ ٥۰۷).

[12] صاحب اخبار مکہ، بتحقیق عبدالملک بن دہیش یہ روایت سنداً صحیح نہیں، اس لیے ضعیف ہے۔

[13] المستدرك علی الصحیحین (۳/ ٤۸۳) بلا سند. روایت ضعیف ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خاندان اور نسلوں میں موروثی اثرات:

علم التشریح (Anatomy) نفسیات، اخلاقیات، اور علم اجتماع میں اس بات کو تسلیم کیا گیا ہے کہ انسان کے اندر خون اور خاندان کے اثرات بڑی حد تک موجود رہتے ہیں اور اس کی سیرت کی تشکیل فطری صلاحیتوں، رجحانات اور ذہنیت کے بارے میں موروثی اثرات کا خاصا دخل ہوتا ہے، یہ اثرات تین شکلوں میں نمایاں ہوتے ہیں:

اوّل:...... آباء و اجداد جن قدروں کے سختی سے پابند رہے ہیں، جو عقائد ان کے دل و دماغ پر حاوی رہے ہیں اور جن کی تعظیم و توقیر ان کا شعار رہا ہے اور جس کے بارے میں ان کو اس درجہ حمیت، غیرت اور جوش رہا ہے کہ اگر خاندان کوئی فرد یا خود ان کی اولاد میں سے کوئی اس سے روگرداں ہو تو اس کو خاندانی روایات سے باغی سمجھیں۔ اس کو گھرانہ کے لیے ایسا ننگ و عار قرار دیں جس کو خاندانی و روایاتی قانون و آئین میں کبھی معاف نہ کیا جاسکتا ہو۔

دوم:...... ماں باپ اور گھر کے ماحول میں جن لوگوں کو بار بار سنایا جاتا ہے اور بزرگوں کے واقعات و حالات، ان کی اولوالعزمی، مروت، سخاوت، شجاعت، حق گوئی، حق پرستی، انسان دوستی، غریبوں کی مدد اور مظلوموں کی حمایت کے قصے جو بار بار کانوں میں پڑتے ہیں اور بچپن سے جوانی اور کبر سنی تک جن کا چرچا رہتا ہے، یہ باتیں ذہنیت کا رخ متعین کرتی ہیں، احساسات و رجحانات کو ایک خاص قالب میں ڈھال دیتی ہیں اور اخلاق و شرافت اور انسانیت و غیرت نفس کا ایک معین معیار قائم کرتی ہیں۔

سوم:...... موروثی خصوصی اثرات اعضاء و جوارح (قد و قامت اور طرز گفتار) میں بھی پائے جاتے ہیں، خاص طور پر ان خاندانوں میں جہاں نسب کی اہمیت ہے اور کوشش ہوتی ہے کہ خاندان کی اصلیت محفوظ رہے۔

لیکن یہ تمام باتیں ایک متعینہ حد تک اور عمومی حالات میں صحیح ہیں۔ ❶ ان میں کوئی بات کلیہ اور اصول کا درجہ نہیں رکھتی کہ کہا جائے ان میں کوئی استثناء نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ کی یہ وہ سنت معہودہ نہیں ہے کہ جس کے بارے میں قرآن کریم نے کہا ہے:

﴿فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ﴿٤٣﴾﴾ (فاطر: ٤٣)

اور اسی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا:

((النَّاسُ مُعَادِنٌ كَمَعَادِنِ الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ ، خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوْا .)) ❷

"لوگ کانیں ہیں جیسے چاندی اور سونے کی کانیں ہوں، ان میں جو لوگ جاہلیت کے زمانہ میں ممتاز تھے وہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد بھی ممتاز رہے، (لیکن) جب انھوں نے اسلام کو سمجھ لیا۔"

اور فرمایا:

---

❶ المرتضی / لأبی الحسن الندوی، ص (١٩ ، ٢٠).

❷ مسند أحمد (٢/ ٥٣٩) اس کی سند صحیح ہے۔ (١٠٩٦٩)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

((مَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ .)) ❶

''جس کو عمل نے پیچھے ڈال دیا ہو اس کا نسب اسے آگے نہیں بڑھا سکتا۔''

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی خاندان یا کوئی نسل تعظیم واحترام کی صرف اپنے نسب کی وجہ سے مستحق ہے، اور نہ یہ کہ دینی قیادت، روحانی سیادت، یا عملی وجاہت کسی خاندان کی جاگیر سمجھی جائے، اور نہ دائمی طور پر کسی ایک ہی خاندان کے حصہ میں ہمیشہ کے لیے عملی ودینی سیادت باقی رہنے کی ضمانت ہے۔ اسلام سے پہلے دنیا کو نسب پرستی کی بنا پر بدترین سماجی اور اخلاقی انارکی کا سامنا کرنا پڑا، انتہائی سخت قسم کی آمریت (Dictatorship) اور انتہائی بھیانک انداز کا مادی استحصال ہوتا رہا ہے، اس کے بے شمار واقعات تاریخ کی کتابوں میں موجود ہیں۔ رومی اور ساسانی شہنشاہوں اور ہندی ویونانی تہذیبوں کے بارے میں اس کی واضح شہادتیں موجود ہیں۔ ❷ لہٰذا ہمارا فرض ہے کہ اس نسل وخاندان کی اجتماعی وسماجی حیثیت کا جائزہ لیں، جس میں امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور پروان چڑھے اور یہ دیکھیں کہ اس قبیلہ وخاندان کی امتیازی خصوصیات کیا تھیں؟ ان کے یہاں کیا روایات تھیں، اور اخلاق ونفسیاتی وراثت میں کیا باتیں تھیں اور یہ کہ ان کو دوسرے عرب قبائل کس نظر سے دیکھتے تھے اور کس درجہ ان کی خوبیوں کے قائل تھے، لہٰذا اس سلسلے میں ہم قبیلۂ قریش، پھر بنوہاشم کے خاندان کا ذکر کریں گے۔ ❸

قبیلۂ قریش:

تمام اہل عرب قریش کے عالی نسبی کے معترف تھے اور اس بات میں ان کے درمیان دو آراء نہیں تھیں کہ قریش کو قبائل عرب پر خاندانی تفوق و برتری حاصل ہے، ان کی زبان اور لب ولہجہ دوسروں کے لیے معیار تھا، مہمان نوازی اور شجاعت وجواں مردی کے جوہر ان میں امتیازی طور پر پائے جاتے تھے، یہ بات اس درجہ سے مسلم تھی کہ وہ ضرب المثل بنے ہوئے تھے۔ ❹ اس قبیلہ کی شاخیں آپس میں ایک دوسرے کی حلیف تھیں، وہ قبائلی خصوصیات کو عزیز رکھتی تھیں اور شریعت ابراہیمی پر بہت حد تک کاربند تھیں، یہ لوگ ان بدوی قبائل کی طرح نہیں تھے جن کا نہ کوئی مذہب تھا اور نہ وہ آداب معیشت کے لحاظ سے کوئی امتیازی شان رکھتے تھے۔

قریش کی امتیازی خصوصیات میں یہ خصوصیت بھی تھی کہ وہ اپنی اولاد سے محبت رکھتے تھے، خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے، مناسک حج ادا کرتے تھے، میت کو کفن پہناتے اور غسل جنابت کرتے تھے، ہندوستان یا ایران کی طرح ان میں برہمنوں یا آتش کدہ کے خاندانی منتظموں کی طرح پروہتوں (Priests) کا کوئی طبقہ نہیں پایا جاتا تھا وہ اس سے دور تھے۔ شادی بیاہ ذرا دور کی قرابت میں کرتے، نکاح میں گواہوں اور مہر کا التزام رکھتے۔ طلاق صرف تین بار دیتے، ❺ بیٹی، نواسی، بہن اور بھانجی سے اس وقت کے ایرانی مجوسیوں کی طرح مناکحت نہیں کرتے

---

❶ صحيح مسلم/ كتاب الذكر والدعاء والتوبة . ❷ المرتضى، للندوى (٢٠)

❸ خصائص عرب کے لیے دیکھئے: السيرة النبوية للندوى . ❹ السيرة النبوية / الندوى (٧٤) .

❺ بلوغ الأرب فى معرفة أحوال العرب/ الآلوسى (١/ ٢٤٣) .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تھے، بلکہ اس کو عار، شرم اور بے حیائی کی بات سمجھتے تھے، قرآن نے ان کے اس طرز معاشرت کو بہ نظر استحسان دیکھا اور اس کو شریعت قرار دیا۔

قریش کے امتیازی شان میں اضافہ کرنے والی ایک خصوصیت یہ تھی کہ یہ لوگ جس قبیلہ کی لڑکی سے چاہتے بلا شرط شادی کر سکتے تھے، مگر کسی کو اپنی لڑکی دیتے ہوئے یہ شرط ضرور لگاتے کہ جس سے شادی کی جارہی ہے وہ ان کے مذہب پر سختی کے ساتھ کاربند ہو۔ وہ اپنے عقیدہ، خاندانی روایات اور سماجی آن بان کے بموجب ایسے شخص سے رشتہ کرنا ناجائز اور اپنی شان کے منافی سمجھتے تھے، جو عقیدہ میں ان کا ہم مشرب تابع نہ ہو۔ ❶

بنو ہاشم:

قریش کے قبیلہ میں بنو ہاشم کی حیثیت ایک گل سرسبد کی تھی، تاریخ کی کتابوں میں ان کے بارے میں کتب تاریخ نے جو اقوال وکارنامے اور مواد محفوظ کیے ہیں وہ حقیقت کے مقابلے میں بہت کم ہیں۔ لیکن جو کچھ ملتا ہے اسی کو سامنے رکھا جائے تو اس سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ قریش کی یہ شاخ اپنے انسانی شعور اور اعتدال پسندی میں امتیازی شان رکھتی تھی، دینی ودماغی طور پر اس کو کسی قدر فوقیت حاصل تھی، بیت اللہ (خانہ کعبہ) کا جو اللہ تعالیٰ کے یہاں مقام ومرتبہ تھا اس پر پختہ ایمان رکھتی تھی، ظلم وزیادتی کو گناہ سمجھنے کا شعور ختم نہیں ہوا تھا، ہٹ دھرمی اور ضد اس کا شعار نہیں تھا، ہمت بلند تھی، کمزوروں اور ضعیفوں پر رحم وشفقت کا برتاؤ کرتی، سخاوت وشجاعت اس کا مزاج تھا، غرض اخلاق وشرافت، سیر چشمی، حمیت اور جوشِ عمل کی وہ خصوصیات جن کے لیے عربی میں ایک جامع لفظ ''فروسیت'' کا ہے بنو ہاشم میں بدرجہ اتم موجود تھی۔

ان کے اخلاق وکردار رسول اللہ کے آباء واجداد کے شایان شان تھے اور اسلام نے جن اخلاق عالیہ کی دعوت دی ہے ان سے ان کے اخلاق مناسبت رکھتے تھے، البتہ یہ ضرور ہے کہ ایک زمانہ سے وہ اپنی قوم وہم وطن قبائل کے عقائد جاہلیت اور غیر اللہ کی عبادت میں ان کے شریک ہوگئے تھے۔ ❷ ان کو یہ مقام ان کی عظیم قربانیوں اور جود وسخا، نیز انسانی خدمت کے صلہ میں ملا تھا۔

عبدالمطلب بن ہاشم:

عبدالمطلب بن ہاشم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور علی رضی اللہ عنہ کے دادا تھے، عبدالمطلب بن ہاشم اپنے چچا ''مطلب'' کے بعد حجاج کے لیے پینے کا پانی فراہم کرنے، اور ان کی مہمان نوازی کرنے کے منصب پر سرفراز ہوئے، انھوں نے اپنے عہد میں اپنے آباء واجداد کے نقش قدم پر لوگوں کی یہ خدمتیں بڑی خوبی اور وسعت سے انجام دیں، جس سے لوگوں کے درمیان ان کا رتبہ بلند ہوا، اور ان کو وہ عزت وتوقیر، عوام کی عقیدت اور خواص کا احترام حاصل ہوا جو ان کے پیش رو بزرگوں کو بھی حاصل نہیں ہوا تھا۔ ❸

---

❶ المرتضیٰ / الندوی ص (۲۲) بلوغ الأرب/ الآلوسی (۱/ ۲۴۳).

❷ بلوغ الأرب فی معرفة أحوال العرب / الآلوسی (۱/ ۲۴۳). ❸ السيرة النبوية / ابن هشام (۱/ ۱۴۲).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عبدالمطلب اپنے دادا قصی کی طرح بڑے مال دار، اور قریش کے تنہا مخدوم ومطاع نہیں تھے، بلکہ اس وقت مکہ میں ان سے زیادہ مال دار، صاحب حیثیت ووجاہت لوگ موجود تھے، البتہ اعیان مکہ میں ان کا شمار تھا، کیوں کہ سقایہ ورفادہ کا منصب انھیں حاصل تھا، وہ بئر زمزم کے متولی تھے اور زمزم کا بیت اللہ سے جو تعلق ہے اس کی بنا پر ان کی وجاہت میں اضافہ ہوا۔ ❶

عبدالمطلب کو بیت اللہ کی عظمت اور اس کے خانۂ خدا ہونے کا یقین اور اس کی نگہبانی و پاسبانی کا پختہ اعتماد تھا، اس کا اندازہ ان کی اس گفتگو سے کیا جاسکتا ہے جو یمن کے حاکم ابرہہ سے کی تھی، جب اس نے مکہ پر حملہ آور ہوا اور اس کی اہانت اور عظمت کو پامال کرنے کا ارادہ کیا، تو ابرہہ کے سپاہی عبدالمطلب کے دوسو اونٹ بھگا لے گئے، عبدالمطلب اس سے گفت وشنید کے لیے گئے، اس کے دربار میں جانے کی اجازت لی، ابرہہ نے ان کی تعظیم کی اور ان کے استقبال میں اپنے تخت سے اتر پڑا اور انھیں اپنے ساتھ بٹھایا، اور پوچھا: کیا حاجت ہے جس کے لیے تکلیف کی؟ عبدالمطلب نے فرمایا: میری حاجت یہ ہے کہ تمھارے آدمی میرے دوسو اونٹ بھگا کر لے آئے ہیں وہ واپس کردو۔

عبدالمطلب کی زبان سے یہ بات سن کر ابرہہ نے حقارت آمیز نگاہوں سے ان کو دیکھا اور بولا: تم دوسو اونٹوں کے بارے میں بات چیت کرنے آئے ہو اور اس ''گھر'' کو فراموش کر رہے ہو، جس سے تمھارے اور تمھارے آباء واجداد کا دین وابستہ ہے اور جس کو میں منہدم کرنے آیا ہوں۔ عبدالمطلب نے کہا: میں اونٹوں کا مالک ہوں اور اس گھر کا ایک اللہ مالک ہے، وہ موجود ہے اور وہی اس کی طرف سے دفاع کرے گا، ابرہہ نے کہا: وہ مجھے اس سے نہیں روک سکے گا، عبدالمطلب نے جواب دیا: تم جانو اور وہ جانے۔ ❷

بالآخر وہی ہوا، جو عبدالمطلب نے کہا تھا، خانہ کعبہ کے مالک نے اپنے گھر کی حفاظت کی اور ابرہہ کی سازش اور اس کی فوجی کاوش وکارروائی رائیگاں گئی:

﴿ وَ اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝ ﴾ (الفیل: ۳-۵)

''اور ان پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیج دیے۔ جو ان پر کھنگر (پکی ہوئی مٹی) کی پتھریاں پھینکتے تھے۔ تو اس نے انھیں کھائے ہوئے بھس کی طرح کردیا۔''

عبدالمطلب اپنی اولاد کو ظلم وزیادتی سے باز رکھتے، اخلاق وشرافت کے اصول پر قائم رہنے اور پستی وبداخلاقی سے دور رہنے کی نصیحت کیا کرتے تھے۔ ❸ اسی (۸۰) سال سے زیادہ عمر پانے کے بعد عبدالمطلب نے وفات پائی۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر آٹھ (۸) سال تھی، اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کی وفات تقریباً ۵۷۸ء میں

---

❶ المفصل فی تاریخ العرب قبل الإسلام / جواد علی (۴/ ۷۸) المرتضی (۲۲).

❷ سیرۃ ابن ہشام (۱/ ۴۹)، المرتضی (۲۳). ❸ بلوغ الأرب فی معرفۃ أحوال العرب/ الآلوسی (۱/ ۳۲۴).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہوئی۔ ❶ مورخین نے لکھا ہے کہ ان کی وفات پر بہت دنوں تک مکہ کے بازار بند رہے۔ ❷

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے والد ابوطالب:

ابوطالب کوئی صاحب ثروت اور دولت مند آدمی نہ تھے، لیکن وہ اپنے بھتیجے کو اپنے فرزند سے زیادہ عزیز رکھتے تھے، کہیں جاتے تو اپنے ساتھ لے جاتے، یہ ابوطالب ہی تھے جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی ان کے دادا کے بعد پرورش وخبر گیری کی ذمہ داری لی اور ہمیشہ ان کی حمایت کی اور ساتھ دیا۔ ❸

اور جب رسول اللہ ﷺ نے اسلام کی قبولیت کا اعلان کیا تو ابوطالب آپ کے معاون بن کر آپ کے پہلو میں کھڑے ہو گئے اور پختہ ارادہ کر لیا کہ ہر حال میں آپ ﷺ کی مدد کریں گے اور جیتے جی آپ کو رسوا نہ ہونے دیں گے، قریش پر یہ بات سخت گراں گزری، وہ حسد سے تلملا اٹھے اور آپ کے خلاف سازش کا جال بچھانا شروع کر دیا، ایک خالی الذہن انسان رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ابوطالب کے مدافعانہ کردار کو دیکھ کر سخت تعجب کرے گا اور ہکا بکا رہ جائے گا کہ انھوں نے اپنے بھتیجے محمد (ﷺ) کے انجام کو اپنے حق میں مول لے لیا تھا، اتنا ہی نہیں بلکہ بنوہاشم کا سردار ہونے کے ناتے بنوہاشم اور بنوالمطلب کو اس عہد کے ساتھ اپنے حق میں کر لیا کہ ہر حالت میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے دفاع کرنا ہے، کوئی اسلام لا چکا ہو، یا کوئی مشرک ہو سب برابر برابر تعاون دیں گے۔ ❹ انھوں نے اپنے بھتیجے محمد (ﷺ) کو کسی خوف وخطر اور بلا کسی دباؤ کے علی الاعلان پناہ دیا اور جب اپنی قوم کی طرف سے خوش کن تعاون دیکھا اور دیکھا کہ وہ دل و جان سے آپ پر قربان ہیں تو آپ نے ان کی مدح کا قصیدہ شروع کر دیا، ان کے آباء و اجداد کے فخریہ کارناموں کو سراہا اور اپنی قوم میں رسول اللہ ﷺ کی آمد کی فضیلت اور آپ کے بلند مقام کو ذکر کیا تاکہ وہ پختہ عزم ہو جائیں، ان کے خیال میں کسی طرح کا تردد نہ آئے اور آپ کے ساتھ ان کا لگاؤ مضبوط ہو جائے۔ ❺

چنانچہ کہا:

إِذَا اجْتَمَعَتْ يَوْمًا قُرَيْشٌ لِمَفْخَرٍ   فَعَبْدُ مَنَافٍ سِرُّهَا وَ صَمِيمُهَا

''جب کبھی قریش کسی قابل فخر کام کے لیے مستعد ہوئے تو ان میں (بنی) عبدمناف ان کی جان اوران کے روح رواں رہے۔''

وَ إِنْ حُصِّلَتْ أَشْرَافُ عَبْدِ مَنَافِهَا   فَفِي هَاشِمٍ أَشْرَافُهَا وَ قَدِيمُهَا

''پھر جب ان میں سے (بنی) عبدمناف کے شرفاء کا شمار کیا گیا تو ان میں سے بڑے مرتبے والے اور آگے بڑھائے جانے کے قابل بنوہاشم ہی کے لوگ نکلے۔''

---

❶ المفصل في تاريخ العرب قبل الإسلام (٤/ ٧٨). ❷ انساب الاشراف / البلاذری (١/ ٧٨).
❸ السيرة النبوية/ ابن هشام (١/ ٧٩)، المرتضى (٢٤). ❹ فقه السيرة النبوية / الغضبان ص (١٨٤).
❺ السيرة النبوية ، الصلابي (١/ ١٥٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَ اِنْ فَخِرَتْ یَوْمًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا هُوَ الْمُصْطَفَى مِنْ سِرِّهَا وَ كَرِيْمِهَا

''اور جب کبھی بنو ہاشم نے فخر کیا تو ان میں سے محمد ہی منتخب، اس قبیلے کی جان اور ان میں بڑے مرتبے والے نکلے۔''

تَدَاعَتْ قُرَيْشٌ غَثُّهَا وَ ثَمِيْنُهَا عَلَيْنَا فَلَمْ تَظْفَرْ وَ طَاشَتْ حُلُوْمُهَا

''قریش کے اچھے اور برے تمام لوگوں نے ایک دوسرے کو ہماری مخالفت میں ابھارا، تاہم انھیں کوئی کامیابی نہ ملی، بلکہ ان کی عقلیں چلی گئیں۔''

وَ كُنَّا قَدِيْمًا لَا نُقِرُّ ظَلَامَةً إِذَا مَا ثَنُّوْا صُعْرَ الْخُدُوْدِ نُقِيْمُهَا

''ہمیشہ سے ہماری یہ حالت رہی کہ ہم کسی ظلم کو قائم نہیں رہنے دیتے، جب کبھی لوگوں نے تکبر سے گالوں کے جھکاؤ کو ٹیڑھا کیا تو ہم انھیں سیدھا کرتے رہے۔''

اور جب ابو طالب کو خدشہ ہوا کہ کہیں عرب کے اوباش آپ پر چڑھ نہ دوڑیں، تو ایسا قصیدہ کہا جس میں مکہ کی حرمت اور اپنی خاندانی برتری کی پناہ مانگی اور اپنی قوم کے اشراف سے محبت کا حوالہ دیا، اپنے موقف پر قائم رہتے ہوئے شعر ہی شعر میں کہہ گئے کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حوالے کرنے والے نہیں ہیں اور نہ ہی ان کا ساتھ چھوڑنے والے ہیں اگر چہ جان ہی کیوں نہ قربان کرنی پڑے، کہا:

وَ لَمَّا رَأَيْتُ الْقَوْمَ لَا وُدَّ فِيْهِمُ وَ قَدْ قَطَعُوْا كُلَّ الْعُرَى وَ الْوَسَائِلِ

''جب میں نے قوم کو دیکھا کہ ان میں محبت نہیں رہی اور انھوں نے تمام تعلقات اور رشتوں کو توڑ لیا ہے۔''

وَ قَدْ صَارَ حُوْنَا بِالْعَدَاوَةِ وَالْأَذَى وَ قَدْ طَاوَعُوْا أَمْرَ الْعَدُوِّ الْمُزَايِلِ

''انھوں نے ہم سے دشمنی اور ایذا رسانی کا اعلان کیا اور ہم سے الگ ہو جانے والے دشمن کی بات مانی۔''

وَ قَدْ حَالَفُوْا قَوْمًا عَلَيْنَا اَظِنَّةً يَعُضُّوْنَ غَيْظًا خَلْفَنَا بِالْأَنَامِلِ

''انھوں نے ہمارے خلاف تہمت زدہ لوگوں سے معاہدے کیے، جو ہماری پیٹھ پیچھے غصے سے انگلیاں چباتے ہیں۔''

صَبَرْتُ لَهُمْ نَفْسِي بِسَمْرَاءَ سَمْحَةٍ وَ أَبْيَضَ غَضَبٍ مِنْ تُرَاثِ الْمُقَاوِلِ

''تو میں بذات خود ایک لچکیلے نیزے اور شاہان سلف کی وراثت میں ملی ہوئی ایک چمکتی تلوار لے کر ان کے مقابلے میں ڈٹ گیا۔''

وَاَحْضَرْتُ عِنْدَ الْبَيْتِ رَهْطِي وَإِخْوَتِي وَ أَمْسَكْتُ مِنْ اَثْوَابِهِ بِالْوَصَائِلِ

''اور میں نے اپنی جماعت اور اپنے بھائیوں کو بیت اللہ کے پاس بلوایا اور اس (بیت اللہ) کی سرخ دھاریوں والی چادریں پکڑ لیں۔''

اور پھر خانہ کعبہ اور اس میں موجود دیگر مقدسات کی پناہ لی اور خانہ کعبہ کی قسم کھا کر کہا کہ وہ محمد کو ہرگز کسی کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حوالے نہ کریں گے، اگرچہ خون کی ندیاں بہ جائیں اور قریش کے دیگر قبائل کے ساتھ سخت سے سخت جنگ لڑنی پڑے:

كَذَبْتُمْ وَ بَيْتُ اللّٰهِ نُبْزِي مُحَمَّدًا ۔۔۔ وَ لَمَّا نُطَاعِنْ دُوْنَهُ وَ نُنَاضِلِ

''بیت اللہ کی قسم! تم نے غلط سوچ رکھا ہے کہ ہم محمد کے متعلق مغلوب ہو جائیں گے، حالانکہ ابھی تک ہم نے ان کے بچاؤ کے لیے نہ نیزہ زنی کی ہے اور نہ ہی تیر اندازی۔''

وَ نُسَلِّمُهُ حَتّٰى نُصَرَّعَ حَوْلَهُ ۔۔۔ وَ نَذْهَلُ عَنْ اَبْنَاءِ نَا وَ الْحَلَائِلِ

''تم نے غلط خیال کیا کہ ہم انھیں تمھارے حوالے کر دیں گے، ہرگز نہیں ایسا نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ ہم ان کی دفاع میں قتل کر دیے جائیں اور ہم تو آپ کی خاطر اپنے بیوی بچوں کو بھی بھول جائیں گے۔''

وَ يَنْهَضُ قَوْمٌ فِي الْحَدِيْدِ إِلَيْكُمُ ۔۔۔ نُهُوضَ الرَّوَايَا تَحْتَ ذَاتِ الصَّلَاصِلِ

''تمھارے مقابلے کے لیے ہتھیار بند لوگ ایسے اٹھیں گے جیسے پانی پلانے والی اونٹنیاں آواز کرنے والی پکھالوں کے نیچے سے انھیں لے کر اٹھتی ہیں۔''

ابو طالب مسلسل اپنے بھتیجے کی مدد میں لگے رہے اور اپنے بھاری بھرکم قصیدوں کے ذریعے سے قریشی معاشرے سے جنگ لڑنے میں کامیاب رہے۔ وہ قصیدے بھی ایسے تھے جنھوں نے پورے سماج کو ہلا کر رکھ دیا اور جب قبائل عرب میں اسلام پھیلنے لگا تو سرداران قریش جمع ہوئے اور آپس میں مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ ایک دستاویز تیار کیا جائے جس میں بنو ہاشم اور بنو مطلب کے بارے میں یہ معاہدہ ہو کہ ان کے خاندان سے شادی بیاہ کے تعلقات ختم کر لیے جائیں، ان کے ہاتھ کوئی خرید و فروخت نہ کرے اور پھر اس معاہدہ کو کعبہ کے اندرونی حصہ پر لٹکا دیا جائے، چنانچہ سبھی نے اس کی پابندی کی، خاندان بنو ہاشم اور بنو المطلب کے افراد نے ابو طالب کا ساتھ دیا، اور ان کے ساتھ وہ بھی ''شعب ابی طالب'' میں داخل ہو گئے۔ ❶

یہ واقعہ نبوت کے ساتویں سال ماہ محرم کا ہے، تین سال تک بنو ہاشم اس شعب میں محبوس رہے، چھپ چھپ کر لوگ کچھ پہنچا آتے تھے، بہر حال جو کچھ پیش آنا تھا پیش آیا اور بالآخر دیمک نے اس عہد نامہ کو چاٹ لیا، نبی کریم ﷺ نے ابو طالبؑ کو اس کی اطلاع دی اور پھر یہ عہد نامہ چاک کر دیا گیا اور اس پر عمل منسوخ ہو گیا۔ ❷

نبوت کے دسویں سال وسط شوال میں ابو طالب کی وفات ہو گئی، اس وقت ان کی عمر کچھ اوپر اسّی (۸۰) سال تھی، لیکن ابو طالب نے اسلام نہیں قبول کیا۔ ❸ اسی سال خدیجہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی کریم ﷺ نے بھی وفات پائی، یہ وہ سال تھا جس میں رسول اللہ ﷺ کو پے در پے کئی مصائب پیش آئے، اسی لیے اس سال کا نام عام الحزن (غم کا سال) پڑ گیا۔ ❹

---

❶ السيرة النبوية / ابن هشام (١/ ٣٥٠، ٣٥١).

❷ السيرة النبوية / ابن هشام (١/ ٣٧٣ تا ٣٧٧) المرتضى ص (٢٦) اور میں نے اپنی کتاب السيرة النبوية میں اس کی تفصیل ذکر کی ہے۔

❸ بلوغ الأرب (١/ ٢٢٤). ❹ السيرة النبوية/ ابن هشام (١/ ٤١٥، ٤١٦)، و المرتضى ص: ٢٦.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ:

آپ جلیل القدر فاضلہ اور بزرگ صحابیہ ہیں، آپ کا نام ونسب فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی الہاشمیہ ہے۔ ہاشمی خاندان کی آپ ایسی پہلی خاتون ہیں جن کے بطن سے ایک ہاشمی پیدا ہوا۔ ❶ آپ کو اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش وخبر گیری کا شرف حاصل رہا، جب عبدالمطلب کی وصیت کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابوطالب کی کفالت میں آئے۔ اپنی حقیقی ماں سے محرومی کے بعد یہی آپ کی ماں تھیں جو آپ کی دیکھ بھال کرتیں، اور حتی المقدور آپ کی خدمت و پرورش کرتیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کی تقریباً بیس سالہ مدت موصوفہ ہی کی نگہداشت میں گزاری، انھوں نے اسلامی دعوت پر لبیک کہا اور مشرف بہ اسلام ہونے والی ان اولین خواتین میں اپنا نام درج کرالیا، جنھوں نے عظمت وفضیلت کے میدان میں بلند و بالا مقام حاصل کیا تھا، آپ ممتاز و منتخب خواتین میں سے تھیں، اپنی بہو فاطمہ زہراء کے ساتھ شفقت ومحبت کا مثالی برتاؤ پیش کیا، ان کے دادا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر واحترام کے پیش نظر فاطمہ کا ہر ممکن خیال کرتی تھیں، امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اپنی ماں سے کہا: پانی لانے اور دیگر ضروریات کے مہیا کرنے میں فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کردیا کیجیے، وہ چکی چلا لیا کریں گی اور آٹا گوندھ لیں گی آپ کو نہیں کرنا ہوگا۔ ❷

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر سایہ پرورش کا شرف حاصل ہونے کے ساتھ جس چیز نے آپ کی شخصیت کو دوبالا کیا وہ یہ کہ آپ نے احادیث نبویہ کو یاد کیا اور انھیں روایت کیا۔ چنانچہ بہت ساری احادیث آپ سے مروی ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں بڑا اونچا مقام تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس خصوصی تحائف بھیجا کرتے تھے۔ حافظ ابن حجر ''الاصابہ'' میں لکھتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پاس دبیز ریشم کا ایک جوڑا بھیجا اور کہلا بھیجا کہ اسے دوپٹوں میں تبدیل کرکے فواطم میں تقسیم کردو۔ ❸ میں نے اس میں چار دوپٹے بنائے، ایک دوپٹہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے، دوسرا فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے لیے تیسرا فاطمہ بنت حمزہ رضی اللہ عنہا کے لیے اور چوتھی کا ذکر نہیں کیا۔ ❹

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنی زندگی میں اور وفات کے وقت بھی بڑی خوش نصیب ٹھہریں، ان کی تکریم وعظمت کی بات یہ بھی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی آپ کی وفات ہوئی۔ ❺ آپ کی تدفین سے متعلق انس رضی اللہ عنہ سے ایک تفصیلی روایت مروی ہے جو بالکل ہی ناقابل اعتبار اور انتہائی ضعیف ہے اور یہ روایت متعدد سندوں سے وارد ہے، لیکن سب کی سب ضعیف ہیں۔ وہ روایت اس طرح ہے کہ انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد کی وفات ہوگئی، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے اور سرہانے بیٹھ گئے اور کہنے لگے:

---

❶ فضائل الصحابة (٢/ ٦٨٥). ❷ مجمع الزوائد (٩/ ٣٥٦) اس کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

❸ سنن ابن ماجه/ اللباس/ حديث نمبر (٣٥٩٦).

❹ الاصابة (٨/ ٢٧) نمبر (١١٥٩٣). ❺ امير المومنين علي بن ابي طالب / أحمد السيد ص (٢٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اے اماں جان! اللہ آپ پر رحم فرمائے، میری ماں کے بعد آپ ہی میری ماں تھیں، آپ خود بھوکی رہ کر مجھے شکم سیر کرتی تھیں، خود نہ پہنتیں اور مجھے کپڑے پہناتی تھیں، خود اچھی چیز نہ کھاتیں بلکہ مجھے کھلاتی تھیں، یہ سب کچھ آپ اللہ کی رضا جوئی اور اپنی آخرت کی بھلائی کے لیے کرتی تھیں، پھر آپ نے انھیں تین تین مرتبہ غسل دینے کا حکم دیا، جب آپ کے پاس کافور ملا ہوا پانی لایا گیا تو آپ نے اسے خود ان کے جسم پر انڈیلا، پھر اپنی قمیص اتاری اور اسے فاطمہ کو پہنا دیا، پھر اس کے اوپر ایک چادر سے کفن دے دیا، پھر اسامہ بن زید، ابوایوب انصاری، عمر بن خطاب اور ایک سیاہ فام غلام کو بلایا تاکہ ان کی قبر کھودیں، چنانچہ انھوں نے قبر کھودی۔ جب کھدائی لحد تک ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لحد اپنے ہاتھ سے کھودا، اس کی مٹی خود نکالی، اور جب لحد تیار ہوگئی تو آپ اس میں لیٹ گئے اور کہا:

((اَللّٰهُ الَّذِيْ يُحْيِيْ وَ يُمِيْتُ ، وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ ، اِغْفِرْ لِأُمِّيْ فَاطِمَةَ بِنْتِ اَسَدٍ ، و لقنها حجتها و وَسِّعْ عَلَيْهَا مَدْخَلَهَا بِحَقِّ نَبِيِّكَ وَالْأَنْبِيَاءِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِيْ فَإِنَّكَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ .))

''اللہ ہی ہے جو زندگی عطا کرتا ہے اور موت دیتا ہے، وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے، وہ مرنے والا نہیں، اے اللہ! میری ماں فاطمہ بنت اسد کو بخش دے اور حساب کے وقت صحیح بات کہنے کی توفیق عطا فرما، اپنے نبی اور مجھ سے پہلے جو انبیاء گزرے ہیں ان سب کا واسطہ ہے کہ ان کی قبر کو کشادہ کردے، تو رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔''

پھر آپ نے چار مرتبہ تکبیر کہی اور عباس و ابوبکر کو ساتھ لے کر انھیں قبر میں لحد کے اندر رکھ دیا۔ ❶

کچھ لوگوں نے اس روایت کو ذات اور حق کے وسیلہ سے دعا کرنے کے جواز کے لیے استدلال کیا ہے، ❷ حالانکہ استاذ عبدالرحمٰن جبلان بن خضر العروسی نے اپنے ایم اے (M.A.) کے مقالہ (Thesis) میں اس روایت کی تمام سندوں کو جمع کیا ہے۔ ❸ اور ثابت کیا ہے کہ یہ روایت پانچ سندوں سے مروی ہے، ان میں تین متصل اور دو مرسل ہیں، لیکن کوئی بھی سند مختلف علتوں سے خالی نہیں، سب کی سب سخت ضعیف ہیں، ان تمام روایات میں ضعف کی جو بھی نوعیت ہے وہ تو ہے ہی، مگر انس رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی حدیث کے علاوہ کسی میں بھی اس من گھڑت وسیلہ کا ذکر نہیں ہے۔ پس اس سلسلے کی روایات اس حدیث کو بھی معلول کی فہرست میں شامل کردیتی ہیں، اس لیے کہ سب میں ضعف ہے اور ہر ایک کی علت ضعف دوسرے سے مربوط ہے، جس کی بنا پر حدیث کی عدم قبولیت اور ضعف میں اضافہ ہی ہوتا جاتا ہے۔

---

❶ سلسلة الأحاديث الضعيفة / البانی (١/ ٣٢) نمبر (٢٣).

❷ اسی بے بنیاد روایت سے سمہودی نے وفاء الوفاء (٤/ ١٣٧٣) میں اور کوثری نے محق التقول (٣٧٩، ٣٩١) میں اور بوطی نے السلفية مرحلة/ (١٥٥) میں اور علوی مالکی نے مفاهيم (٦٥) میں استدلال کیا ہے۔ ملاحظہ ہو: الدعاء و منزلته من العقيدة الإسلامية / حجبلان من أخضر العروسی۔ اس سے اہل بدعت کے استدلال کی حقیقت آشکارا ہوتی ہے۔ (مترجم)

❸ الدعاء و منزلته من العقيدة الإسلامية ص (٧٩٤-٧٩٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جہاں تک اس حدیث کے متن کا تعلق ہے تو وہ بھی چند اعتبار سے غیر معتبر ہے، تجہیز، تکفین اور تدفین سے متعلق عہد نبوی میں جو نظام عموماً جاری تھا، یہ حدیث اس میں مبالغہ آمیزی اور انتہا پسندی پر دلالت کرتی ہے، چنانچہ عورت کو غسل دلانے اور اس کی تکفین کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو سنت رہی ہے کئی اعتبار سے یہاں اس کی مخالفت ہو رہی ہے، مثلاً:

- کسی عورت میت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے پانی ڈال کر غسل دیا ہو ایسا کوئی واقعہ آپ کی زندگی میں کہیں نہیں ملتا، آپ کی لخت جگر زینب کو غسل دلانے سے متعلق جو واقعہ حدیث میں ملتا ہے اس میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نہیں غسل دیا تھا، بلکہ دیگر خواتین کو حکم دیا تھا کہ اسے غسل دیں۔

چنانچہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں محمد بن سیرین سے روایت ہے، انھوں نے ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو غسل دلا رہی تھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے اور کہا: بیری کے پتے ملے ہوئے پانی سے اسے تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ اور اگر اس سے زیادہ کی ضرورت محسوس کرو تو مزید غسل دو اور آخر میں کافور استعمال کرلو، جب غسل دے کر فارغ ہو جاؤ تو مجھے بتاؤ۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب ہم غسل دے کر فارغ ہوگئیں تو آپ نے ہماری طرف اپنا ازار بند بڑھایا اور کہا: اسے اس کو اوپر سے پہنا دو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے زیادہ کچھ نہ کیا۔ [1]

- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ہاتھ سے کوئی قبر کھودنا، پھر اس کی مٹی خود ہی باہر نکالنا اور پھر لحد میں لیٹ جانا، یہ سب ایسی باتیں ہیں جن کا تذکرہ اس ضعیف حدیث کے علاوہ آپ کی زندگی میں کہیں نہیں ملتا، یہ سب عمل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال و فرمودات کے خلاف ہیں اور مبالغہ و افراط پر مشتمل ہیں۔
- غائب کے صیغہ سے دعا کا آغاز کرنا، پھر مخاطب کا صیغہ بعد میں استعمال کرنا، یہ اسلوب دعا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول شدہ ان ماثورہ دعاؤں کے خلاف ہے، جن کا آغاز صیغۂ مخاطب "اَللّٰھُمَّ اَنْتَ......" سے کہتے ہوئے ہوتا ہے۔ اس روایت میں مذکور دعا: "اَللّٰہُ الَّذِیْ......" کے علاوہ ہمیں کہیں ان صیغوں سے دعا کا آغاز نہیں ملتا ہے۔
- اس روایت کے ضعیف ہونے کی سب سے قوی دلیل راوی کا یہ اعتراف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلاف عادت یہ سب کام صرف ایک مرتبہ اسی مقام پر کیا تھا۔ شاید راوی یہ کہہ کر اس روایت کے لیے وجہ جواز پیش کرنا چاہتا تھا، لیکن حقیقت اور افسانے میں بڑا فرق ہے۔ [2]

برادران علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ:

ابوطالب کے چار لڑکے تھے، ایک طالب (جن کے نام سے آپ کی کنیت ابوطالب تھی) دوسرے عقیل، تیسرے جعفر اور چوتھے علی، اور دو صاحبزادیاں تھیں، ام ہانی اور جمانہ اور یہ سب فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے بطن سے

---

[1] الدعاء و منزلته من العقيدة الإسلامية ص (٧٩٤- ٧٩٨).

[2] الدعاء و منزلته من العقيدة الإسلامية ص (٧٩٤- ٧٩٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تھے، ان تمام بھائی بہنوں میں دس دس سال کا فرق تھا، چنانچہ طالب عقیل سے دس سال بڑے تھے اور ایسے ہی جعفر علی سے دس سال بڑے تھے۔ ❶ یہاں برادران علی کا مختصر تعارف پیش کیا جا رہا ہے۔

○ **طالب بن ابی طالب:** طالب بن ابی طالب کی غزوۂ بدر کے بعد حالت شرک میں موت ہوئی اور ایک روایت ہے کہ وہ کہیں باہر گئے تھے، پھر واپس نہیں لوٹے اور ان کی کوئی خبر نہیں ملی، یہ ان لوگوں میں سے تھے جو کسی سفر میں راستہ بھٹک گئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دلی محبت رکھتے تھے اور آپ کی شان میں نعتیہ اشعار بھی کہتے تھے، جنگ بدر کے موقع پر بادل ناخواستہ کفار کے ساتھ چلے گئے تھے۔ جب کفار قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محاذ آرائی کے لیے نکلے تھے تو انھوں نے طالب کو طعنہ دیا تھا کہ اے ہاشمیو! ہمیں خوب معلوم ہے کہ اگرچہ ہمارے ساتھ مجبوراً چل رہے ہو، مگر تمھاری ہمدردیاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں، چنانچہ وہ بدر کی جنگ میں کفار کے ساتھ مل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے نہیں لڑے، بلکہ مکہ واپس آنے والوں کے ساتھ واپس آ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں چند شعر اور ایک قصیدہ کہا اور مقتولین بدر پر مرثیہ کہا۔ ❷

○ **عقیل بن ابی طالب** رضی اللہ عنہ: جن کی کنیت ابویزید تھی، فتح مکہ کے وقت ایمان لائے، بعض روایتوں میں ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد اسلام لائے۔ ۸ ھ کی ابتدا میں ہجرت کی، بدر کے موقع پر گرفتار ہو کر آئے تھے اور ان کے چچا عباس رضی اللہ عنہ نے ان کا فدیہ ادا کیا تھا، صحیح احادیث میں ان کا ذکر متعدد مقامات پر آیا ہے، غزوۂ موتہ میں شریک تھے، فتح مکہ اور حنین کے سلسلہ میں ان کا نام نہیں ملتا، غالباً وہ ان دنوں بیمار تھے، ابن سعد نے اپنی تاریخ میں اس کا ذکر کیا ہے، لیکن زبیر بن بکار نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ وہ غزوۂ حنین میں اصحاب رسول کے ساتھ ثابت قدم رہے، سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں ان کی وفات ہوئی۔ امام بخاری کی التاریخ الصغیر میں بسند صحیح مذکور ہے کہ عقیل رضی اللہ عنہ کی وفات حادثہ حرہ سے پہلے یزید کی حکومت کے زمانہ میں ہوئی، ❸ ان کی عمر اس وقت (۹۶) سال تھی۔ ❹

○ **جعفر بن ابی طالب** رضی اللہ عنہ: آپ ان خوش نصیب لوگوں میں سے ہیں جو شروع شروع اسلام لائے، سابقین اولین میں ان کا شمار تھا، آپ مسکینوں سے محبت کرتے. ان کے پاس بیٹھا کرتے، ان کی خدمت کیا کرتے، ان سے گفتگو کرتے اور انُ کے ساتھ گھل مل رہتے، آپ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی، نجاشی (شاہ حبشہ) اور اس کے پیروکاروں نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، آپ کی زندگی پر مزید روشنی میں نے اپنی کتاب "السیرۃ النبویۃ" میں ڈالی ہے۔ جمادی الاولیٰ ۸ ھ میں غزوۂ موتہ کے موقع پر مردانہ وار لڑتے ہوئے شہادت پائی۔ ❺

---

❶ البدایۃ والنہایۃ (۷/ ۲۲۳) المرتضیٰ ص (۲۶).

❷ الجوھرۃ فی نسب النبی ﷺ و أصحابہ المرتضی، ص (۲۳). ❸ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (۲/ ۴۹۴).

❹ المرتضیٰ ص (۲۴) ❺ ألمرتضیٰ ص (۲۵).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

○ **ام ھانی بنت ابی طالب** رضی اللہ عنہا: ابوطالب کی صاحبزادی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چچازاد بہن تھیں، ان کا نام فاختہ بتایا گیا ہے، بعض لوگوں نے ان کا نام فاطمہ اور کچھ لوگوں نے ہند بتایا ہے، لیکن پہلا نام زیادہ مشہور ہے، ان کی شادی ہبیرہ بن عمرو بن عائذ المخزومی سے ہوئی تھی، ان کے بطن سے ہبیرہ کے لڑکے عمرو تھے، اور اسی نام سے وہ اپنی کنیت (ابوعمرو) کرتے تھے، فتح مکہ کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اس دن ام ہانی نے بنومخزوم کے دو آدمیوں کو پناہ دے رکھی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دونوں آدمیوں کے بارے میں کہا کہ جن کو تم نے پناہ دے دی، انھیں میں نے بھی امان دیا۔ ام ہانی رضی اللہ عنہا سے کتب ستہ میں احادیث مروی ہیں، ❶ امام ترمذی نے کہا ہے کہ وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بعد زندہ رہیں۔ ❷

○ **جمانہ بنت ابی طالب**: یہ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب کے لڑکے عبداللہ کی والدہ تھیں، ابن سعد نے ان کی ماں فاطمہ بنت اسد کی سوانح حیات کے ضمن میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چچا زاد بہنوں کے تذکرے میں آپ کی زندگی پر مستقل باب باندھا ہے اور کہا ہے کہ ان کے بطن سے ابوسفیان بن حارث کے بیٹے جعفر بن ابی سفیان پیدا ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی مال غنیمت سے ان کو تیس وسق دیا تھا۔ ❸

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیویاں اور اولاد:

1: **فاطمہ بنت رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وسلم: ان کے بطن سے (۱) حسن اور (۲) حسین رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے، ان دونوں کی زندگی پر مفصل گفتگو ان شاء اللہ آئندہ صفحات میں آئے گی اور صاحبزادیوں میں (۳) زینب الکبریٰ اور (۴) ام کلثوم الکبریٰ تھیں۔

2: **خولہ بنت جعفر بن قیس بن مسلمہ**: ان کے بطن سے (۵) محمد الاکبر المعروف بہ محمد بن حنفیہ پیدا ہوئے۔

3: **لیلیٰ بنت مسعود بن خالد التمیمی**: ان کے بطن سے (۶) عبیداللہ اور (۷) ابوبکر پیدا ہوئے۔

4: **ام البنین بنت حزام** ❹ **بن خالد بن جعفر بن ربیعہ**: ان سے (۸) عباس الاکبر، (۹) عثمان، (۱۰) جعفر الاکبر، اور (۱۱) عبداللہ کی ولادت ہوئی۔

5: **اسماء بنت عمیس الخثعمیہ**: ان سے (۱۲) یحییٰ اور (۱۳) عون پیدا ہوئے۔ ❺

6: **صہباء** ❻: ان کے بطن سے (۱۴) عمر الاکبر اور (۱۵) رقیہ پیدا ہوئیں۔

7: **امامہ** ❼ بنت العاص بن الربیع رضی اللہ عنہا سے (۱۶) محمد الاوسط پیدا ہوئے۔

---

❶ المرتضیٰ ص (۲۷)۔ ❷ الإصابة فی تمييز الصحابة (۸/ ٤٨٦).

❸ الإصابة فی تمييز الصحابة (٤/ ٢٥٩، ٢٦٠)، المرتضی (۲۷).

❹ البداية والنهاية (۷/ ۳۳۲). ❺ البداية والنهاية (۷/ ۳۳۲).

❻ ان کا نام ام حبیب بنت ربیعہ بن بجیر ہے، دور صدیقی میں معرکۂ عین التمر میں قیدی بنا کر لائی گئی تھیں۔

❼ ان کی ماں کا نام زینب ہے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۸: **ام سعید بنت عروہ بن مسعود ثقفی:** ان کے بطن سے دو صاحبزادیاں (۱۷) ام الحسن اور (۱۸) رملہ الکبریٰ پیدا ہوئیں۔

امہات الاولاد:

(لونڈیوں) سے (۱۹) محمد اصغر، (۲۰) ام ہانی، (۲۱) میمونہ، (۲۲) زینب الصغریٰ، (۲۳) رملہ الصغریٰ، (۲۴) ام کلثوم الصغریٰ، (۲۵) فاطمہ، (۲۶) امامہ، (۲۷) خدیجہ، (۲۸) ام الکرام، (۲۹) ام سلمہ، (۳۰) ام جعفر، (۳۱) جمانہ اور (۳۲) اور نفیسہ کی ولادت ہوئی۔

محیاۃ بنت امرؤالقیس سے ایک (۳۳) بچی کی ولادت ہوئی، جو بچپن ہی میں فوت ہوگئی، ابن سعد کا بیان ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ان سب کے علاوہ اور کسی کی صحت ہمارے نزدیک مسلم نہیں ہے۔ ❶

اس طرح علی رضی اللہ عنہ کی کل اولاد میں چودہ (۱۴) لڑکے اور (۱۹) لڑکیاں اور بعض روایت کے مطابق (۱۷) لڑکیاں تھیں اور آپ کی نسل کل پانچ اولاد یعنی حسن، حسین، محمد بن الحنفیہ، عباس بن الکلابیہ، اور عمرو بن التغلبیہ سے باقی رہی۔ ❷ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نیز ان کی اولاد حسن، حسین رضی اللہ عنہما اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی زندگی پر ان شاء اللہ آئندہ صفحات میں روشنی ڈالی جاتی رہے گی۔

جسمانی اوصاف:

ابن عبدالبر اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ میں نے کیا خوب ان کے اوصاف لکھے دیکھے ہیں کہ ان کا قد درمیانہ مگر قدرے ٹھگنا تھا، آنکھیں بڑی بڑی اور سیاہ تھیں، چہرہ خوبصورتی میں چودھویں کے چاند جیسا تھا، پیٹ توندیلا اور کندھے کی ہڈی چوڑی تھی، ہتھیلیاں سخت تھیں، گردن مثل ایک چاندی کی صراحی تھی، ان کی چاند پر بال نہیں تھے، مگر گدی اور سر پیچھے کی طرف بالوں سے بھرا ہوا تھا، داڑھی بڑی تھی، دونوں طرف کی ہڈیاں شیر کے کندھے کی ہڈیوں جیسی مضبوط تھیں، کلائی اور بازوں میں فرق نہیں تھا، یعنی دونوں ایک سے تھے، ٹھوس اور مضبوط تھے، چلنے میں آگے کو جھک کر چلتے تھے، جب کسی کی کلائی پکڑ لیتے تو اس شخص کا گلا گھٹ جاتا اور وہ سانس نہیں لے سکتا تھا، رنگ میں گندم گوں تھے، کلائی اور ہاتھ سخت تھے۔ جب جنگ کے لیے نکلتے تو پورے اطمینان قلب کے ساتھ تیز رفتاری سے چلتے۔ نہایت طاقتور بہادر تھے۔ ❸

---

❶ الطبقات الکبریٰ (۳/ ۲۰).

❷ الطبقات (۳/ ۱۹، ۲۰) البدایة والنهایة (۷/ ۳۳۱۔ ۳۳۳) منهج علی بن ابی طالب فی الدعوة إلی الله/ سلیمان العید ص (۲۹/ ۳۰، ۳۱). ❸ الاستیعاب فی معرفة الأصحاب (۳/ ۱۱۲۳)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۲)

قبول اسلام اور ہجرت سے قبل مکہ کے اہم کارنامے

قبول اسلام:

اللہ تعالیٰ نے علی بن ابی طالب کے حق میں جو خصوصی انعام، اور خیر و برکت مقدر کر رکھا تھا، اس کا ظاہری سبب یہ ہوا کہ قریش سخت تنگ حالی کی مصیبت سے دوچار ہوئے، اور ابو طالب کثیر العیال تھے، اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے چچا عباس سے جو خوشحال لوگوں میں سے تھے، کہا: چچا! آپ کے بھائی ابو طالب کثیر العیال ہیں اور آپ کو معلوم ہے کہ لوگ کس طرح مصیبتوں سے دوچار ہیں، چلیے ان کا کچھ بوجھ ہلکا کریں، ان کے بال بچوں میں سے ایک کی پرورش میں اپنے ذمہ لیتا ہوں، اور ایک آپ اپنے ذمہ لے لیں، عباس نے کہا: ٹھیک ہے۔

چنانچہ دونوں ابو طالب کی خدمت میں پہنچے اور کہا: ہم دونوں اس لیے آئے ہیں کہ جب تک یہ تنگی اور سختی کا زمانہ ہے، اور جس میں سب ہی گرفتار ہیں، اس وقت تک ہم آپ کے بال بچوں کا کچھ بوجھ اپنے ذمہ لے کر آپ کی پریشانیوں کو ہلکا کریں، ابو طالب نے ان دونوں سے کہا: عقیل کو میرے پاس چھوڑ دو، باقی کے بارے میں جس طرح چاہو فیصلہ کرلو، چنانچہ آپ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کی ذمہ داری خود لی، اور جعفر کی کفالت عباس رضی اللہ عنہ نے قبول فرمائی، علی رضی اللہ عنہ اس وقت سے رسول اللہ ﷺ سے وابستہ رہے، یہاں تک کہ وہ وقت آیا جب آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر مبعوث کیا اور علی بن ابی طالب نے آپ ﷺ کا اتباع کیا، آپ کی صداقت پر ایمان لائے، اور تصدیق کی، جبکہ جعفر عباس رضی اللہ عنہ کی کفالت میں رہے یہاں تک کہ اسلام لیے آئے، اور کفالت کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ [1]

اس واقعہ میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے چچا محترم ابو طالب کو ان کی بے انتہا شفقت اور عظیم احسان کا بہترین صلہ دینا چاہتے تھے، کیوں کہ دادا عبدالمطلب کے بعد انھوں نے ہی آپ ﷺ کی کفالت کی تھی، چنانچہ علی رضی اللہ عنہ پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت یہ رہی کہ ان کی تربیت آپ ﷺ کے زیر سایہ ہوئی اور ایسی ذات نے آپ کو ادب سکھایا جو اللہ کی تربیت یافتہ تھی، اور اللہ نے اسے اپنے حفظ و امان میں رکھا تھا، قرآن اس کے اخلاق کا آئینہ دار تھا، پس اس عظیم ترین شخصیت کی تربیت کی برکت تھی کہ علی رضی اللہ عنہ قرآنی اخلاق کے ڈھانچہ میں ڈھل اور سنور گئے، اور یہی تربیت آپ کی پہلی و آخری تربیت ٹھہری۔

چنانچہ اسلامی گھرانے میں آپ پلے بڑھے، زندگی کے بالکل ابتدائی مرحلہ ہی سے اسلام کے اسرار و رموز

---

[1] السیرۃ النبویۃ / ابن هشام (۱/ ۲٤٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے واقفیت ہوئی، یہ سب کچھ اس وقت کی بات ہے جب کہ اسلام بالکل نوزائیدہ تھا، اسلام کی دعوت خانۂ نبوت کی چہار دیواری سے باہر نہ نکلی تھی اور نہ اپنے انصار و معاونین کی تلاش میں آگے بڑھی تھی کہ وہ لوگ اسے تقویت پہنچاتے، لوگوں کے درمیان اسے عام کرتے اور انھیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتے۔ علی رضی اللہ عنہ کو اسلام کی طرف سبقت کا شرف تو حاصل ہے، لیکن اس نقطہ پر لوگوں میں اختلاف ہے کہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے کون اسلام لائے، کیا وہ ابوبکر تھے یا علی رضی اللہ عنہما! میرا رجحان اس بات کی طرف ہے کہ آزاد مردوں میں سب سے پہلے ابوبکر صدیق اسلام لائے اور بچوں میں علی رضی اللہ عنہ اور عورتوں میں خدیجہ رضی اللہ عنہا۔ واضح رہے کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا مطلق طور پر سب سے پہلے اسلام لائیں اور غلاموں میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ❶ اسی طرح امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ بچوں میں سب سے پہلے اسلام لائے۔

اسلام لانے کا واقعہ:

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ سیدنا علی بن ابی طالب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، اس وقت خدیجہ رضی اللہ عنہا اسلام لا چکی تھیں، دیکھا تو دونوں نماز پڑھ رہے تھے، علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ کیا معاملہ ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((دِیْنَ اللّٰهِ اصْطَفَاهُ لِنَفْسِهٖ، وَ بَعَثَ بِهٖ رُسُلَهٗ، فَأَدْعُوْكَ إِلَى اللّٰهِ وَحْدَهٗ وَ إِلَى عِبَادَتِهٖ، وَ تَكْفُرُ بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰى .))

"یہ اللہ کا دین ہے جس کو اس نے اپنے لیے پسند کیا اور اسی کے لیے انبیاء کو مبعوث کیا ہے، میں تم کو بھی اللہ واحد اور اس کی عبادت کی طرف بلاتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ لات اور عزیٰ کو معبود ماننے سے انکار کر دو۔"

علی رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ وہ بات ہے جس کو میں نے پہلے کبھی نہیں سنا اور جب تک میں ابوطالب سے ذکر نہ کر لوں کچھ فیصلہ نہیں کر سکتا، جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منشا تھی کہ جب تک اسلام کی اعلانیہ دعوت کا آغاز نہ ہو یہ راز فاش نہ ہو، چنانچہ آپ نے فرمایا:

((يَا عَلِيُّ إِذَا لَمْ تُسْلِمْ فَاكْتُمْ .))

"اے علی! اگر تم ایمان نہیں لاتے ہو تو اس کو ابھی پوشیدہ رکھنا۔"

علی رضی اللہ عنہ اس رات خاموش رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں اسلام ڈال دیا، صبح سویرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: آپ نے مجھے کل کیا دعوت دی تھی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((تَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَتَكْفُرْ بِاللَّاتِ وَ الْعُزّٰى وَتَبَرَّأُ مِنَ الْاَنْدَادِ .))

"اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور لات و عزیٰ کو معبود ماننے سے انکار کر دو، اور کسی کو اس کا شریک ٹھہرانے سے براءت کا اظہار کرو۔"

❶ البداية والنهاية (٣/ ٢٦، ٢٨) الاوائل من الصحابة و ذو الفضل منهم والنجابة/ رضوان جامع ص (٢٣).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ علی رضی اللہ عنہ نے کلمۂ شہادت پڑھ لیا، پھر اسلام لے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ابوطالب سے چھپ چھپا کر آیا کرتے اور اپنے اسلام کو ان پر ظاہر نہ کرتے۔ ❶

علی رضی اللہ عنہ اور ابوطالب کے درمیان کیا پیش آیا:

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ بعض اہل علم بیان کرتے ہیں کہ جب نماز کا وقت ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی کسی گھاٹی میں جا کر عبادت کرتے اور آپ کے ساتھ علی بن ابی طالب بھی اپنے والد، چچا اور تمام افراد خاندان سے چھپ چھپ کر جاتے اور تمام نمازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کرتے، شام ہو جاتی تو گھر واپس آتے، یہ سلسلہ جب تک اللہ کو منظور تھا، جاری رہا، ایک دن جب کہ یہ دونوں نماز پڑھ رہے تھے، ابوطالب نے دیکھ لیا، ابوطالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: عزیز من! یہ کون سا دین ہے جس کی تم پیروی کر رہے ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: عم محترم! اللہ کا، اللہ کے فرشتوں کا، اس کے پیغمبروں کا اور ہمارے جد امجد ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے۔

دوسری روایت کے بموجب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے مجھے اپنے بندوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے، اور چچا جان! آپ سب سے زیادہ اس بات کے مستحق ہیں کہ آپ کے ساتھ خیر خواہی کروں اور راہ راست کی طرف دعوت دوں، آپ سب سے زیادہ مستحق ہیں کہ میری دعوت قبول فرمائیں اور میری مدد کریں، ابوطالب نے جواب دیا: اے میرے بھتیجے! میں اپنے آباء و اجداد کا مذہب اور ان کے طور طریق نہیں چھوڑ سکتا، لیکن اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جب تک میں زندہ ہوں تمھیں کوئی گزند نہیں پہنچے گا، سیرت نگاروں کا بیان ہے کہ آپ نے اپنے صاحبزادہ علی سے کہا: اے بیٹے! یہ کون سا مذہب ہے جس پر تم چل رہے ہو؟ انھوں نے کہا: والد صاحب! میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لا چکا ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ کی عبادت کرتا ہوں اور ان کی پیروی کرتا ہوں، راویوں کا خیال ہے کہ اس کے جواب میں ابوطالب نے کہا: وہ تم کو اچھی بات ہی کی طرف بلاتے ہیں، لہٰذا اس پر قائم رہو۔ ❷

کیا مکہ میں علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں خانہ کعبہ کے بتوں کو توڑا تھا؟

علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے اور کعبہ کے پاس آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: بیٹھ جاؤ، پھر آپ میرے کاندھوں پر پیر رکھ کر اونچے ہوئے اور کہا کہ کھڑے ہو جاؤ، میں کھڑا ہوا، مگر میری کمزوری کو آپ نے محسوس کر لیا، فرمایا: بیٹھ جاؤ، پھر خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور مجھ سے کہا کہ میرے کاندھوں پر سوار ہو جاؤ جب ایسا کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے لیے ہوئے کھڑے ہو گئے، تو مجھے ایسا لگا کہ اتنا اونچا ہو رہا ہوں گویا آسمان کی بلندی تک پہنچ جاؤں گا، میں اس طرح کعبہ کی چھت پر پہنچ گیا، وہاں پیتل یا تانبے کا بنا ہوا بت رکھا ہوا تھا، اس کو میں دائیں بائیں موڑنے اور آگے پیچھے جھکانے لگا، یہاں تک کہ جب اس کو اپنے قابو میں لے

---

❶ البداية و النهاية (٣/ ٤).

❷ السيرة النبوية / ابن هشام (١/ ٢٤٦) المرتضى/ الندوی ص (٣٥).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آیا تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: "أُقْذَفْ بِهِ" اسے گرادو، میں نے اسے گرا دیا، وہ چورا چورا ہوگیا جیسے کہ شیشے کے برتن ٹوٹ کر چور چور ہو جاتے ہیں، پھر میں اترا اور ہم دونوں تیز قدم چلتے ہوئے گھروں کے پیچھے آگئے کہ کہیں کوئی ہمیں دیکھ نہ لے۔ ❶

اس حدیث کی سند ضعیف ہے، اور جب حدیث صحیح نہیں ہے تو اس سے کوئی حکم بھی اخذ نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے، لہٰذا نبی کریم ﷺ کی مکی زندگی کی دعوت کی جو بنیاد ہے کہ آپ ﷺ اس مرحلے میں صحابہ کو دشمنان دین کے خلاف قوت استعمال کرنے یا ان کے بتوں اور معبودوں پر دست درازی اور ان کی بے حرمتی کرنے سے روکتے تھے، وہی ثابت اور صحیح ہے۔ ہاں آپ ﷺ نے فتح مکہ کے سال خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کیا اور اسی فتح عظیم کے بعد آپ نے پورے جزیرۂ عرب کو بتوں سے پاک کرنے کے لیے مختلف سریے روانہ کیے، اور یہ سب کچھ اس وقت کیا جب آپ کو طواغیت اور شرک کی آماجگاہوں کے صفایا کرنے پر پوری قدرت حاصل ہوگئی۔

کیا رسول اللہ ﷺ کی رہنمائی پر علی رضی اللہ عنہ نے ابوطالب کو دفن کیا تھا؟

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو خبر دی کہ ابوطالب کی وفات ہوگئی، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اِذْهَبْ فَوَارِهِ" جاؤ اسے لے جا کر دفن کردو۔ علی نے کہا: وہ تو شرک پر مرے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جاؤ اسے لے جا کر دفن کردو۔ چنانچہ جب میں انھیں دفن کر چکا تو نبی کریم ﷺ کے پاس واپس آیا، آپ نے مجھ سے فرمایا: "غسل کرلو۔" ❷

ایک روایت میں ہے کہ کہا: جاؤ غسل کرلو۔ اس سے پہلے کوئی بات مت کرو۔ علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں غسل کرکے آپ کے پاس آیا، آپ نے میرے لیے ایسی بیش بہا دعائیں کیں کہ اگر مجھے ان کی جگہ پر سرخ اونٹ بھی مل جاتے تو ان سے اتنی خوشی نہ ہوتی جتنی اس سے ہوئی، سند کے ایک راوی عبدالرحمٰن السلمی کا کہنا ہے کہ اس کے بعد علی رضی اللہ عنہ جب کسی میت کو نہلاتے تو خود بھی غسل کرتے۔ ❸

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی حفاظتی حس، اور ابوذر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ تک پہنچانے میں آپ کا کردار:

اسلامی دعوت کا مکی دور انتہائی احتیاط اور رازداری کا متقاضی تھا، حتی کہ خواص تک سے خبردار رہنے کی ضرورت

---

❶ مسند أحمد/ الموسوعة الحديثية، حديث نمبر (٦٤٤) اس کی سند ضعیف ہے۔ امام حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے، لیکن امام ذہبی نے اس پر استدراک کرتے ہوئے کہا کہ اس کی سند ضعیف اور متن منکر ہے، احمد میرین بلوچی نے اپنے جس مقالہ میں امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے خصائص وفضائل کی روایتوں کی تحقیق کی ہے، اس میں حدیث کے ایک ایک راوی پر تحقیقی گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ دیکھیے: مقالہ کا ص (۱۲۵ تا ۱۳۶) حالانکہ احمد شاکر نے اپنی تحقیق میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (۵۸/۲)

❷ مسند أحمد، الموسوعة الحديثية، حديث نمبر ا (٧٥٩) اس کی سند ضعیف ہے اور موسوعہ حدیثیہ میں سند کے رجال پر حکم سے متعلق کافی مفید بحث مفصل موجود ہے۔

❸ الصحيح المسند فى فضائل الصحابة ص (١٨٨) مصطفیٰ عدوی کی تحقیق میں یہ حدیث اپنی تمام سندوں کی روشنی میں درجہ حسن تک پہنچتی ہے اور انھوں نے اس کے شواہد کو بھی ذکر کیا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے واضح ہدایت تھی کہ راز داری کے ساتھ اس کی حفاظت کی جائے، چنانچہ علی رضی اللہ عنہ نے اس احتیاط ورازداری کو بخوبی نبھایا اور ابوذر رضی اللہ عنہ کو خفیہ طریقے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رہائش گاہ تک لے جانے میں بہت اہم کردار ادا کیا، ابوذر ابھی کفر پر قائم تھے، لیکن جاہلیت کے مراسم کو ناپسند کرتے تھے، بتوں کی پرستش کے قائل نہ تھے، اللہ کے ساتھ شرک کرنے والوں کی تردید کرتے تھے اور اسلام قبول کرنے سے تین سال پیشتر کسی ایک سمت کو قبلہ مقرر کیے بغیر نمازیں بھی پڑھتے تھے، بلکہ یوں کہیے کہ دین حنیفی کی طرف ان کا فطری میلان تھا اور جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر سنی تو مکہ آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کسی سے پوچھنا مناسب نہ سمجھا، پھر رات ہوگئی اور لیٹ گئے، علی رضی اللہ عنہ نے جب ان کو دیکھا تو اندازہ کرلیا کہ یہ کوئی باہر سے آنے والا آدمی ہے۔

چنانچہ آپ نے ان کی ضیافت کی اور مزید کوئی بات نہ کی، پھر صبح ہوئی تو مسجد حرام آئے اور شام تک وہیں گزار دیا، علی رضی اللہ عنہ نے آج بھی ان کو دیکھا اور دوسری رات بھی ان کی ضیافت کی، پھر تیسرے دن بھی یہی واقعہ پیش آیا، تو علی رضی اللہ عنہ نے ان سے مکہ آنے کا مقصد پوچھا، جب ابوذر رضی اللہ عنہ نے ان سے راز داری کا عہد وقرار لے لیا تو بتایا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی غرض سے آیا ہوں، علی رضی اللہ عنہ نے کہا: یقیناً وہ برحق ہیں اور بلاشبہ وہ اللہ کے رسول ہیں، جب صبح کی نیند سے بیدار ہونا تو میرے ساتھ چلنا، راستہ میں اگر میں نے کوئی خطرہ کی بات دیکھی تو کسی دیوار کے قریب جاؤں گا گویا مجھے پیشاب کرنا ہے اور اگر چلتا رہوں تو میرے پیچھے پیچھے آنا، ابوذر رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ کی بات سنی، اور اسی وقت اسلام قبول کرلیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

((اِرْجِعْ اِلٰی قَوْمِكَ فَأَخْبِرْهُمْ حَتّٰی يَأْتِيَكَ أَمْرِیْ .))

''اب تم اپنی قوم میں واپس جاؤ اور انھیں میرا حال بتاؤ، یہاں تک کہ ہمارے غلبہ کا تم کو علم ہوجائے۔''

ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں ان قریشیوں کے مجمع میں پکار کر کلمہ توحید کا اعلان کروں گا۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس ہوکر مسجد حرام میں آئے اور بلند آواز سے کہا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور یہ محمد اللہ کے رسول ہیں، یہ سنتے ہی سارا مجمع آپ پر ٹوٹ پڑا اور اتنا مارا کہ زمین پر گر پڑے۔ اتنے میں عباس رضی اللہ عنہ آگئے اور ابوذر رضی اللہ عنہ کے اوپر اپنے کو ڈال کر قریش سے کہا: افسوس! کیا تمھیں معلوم نہیں کہ یہ شخص قبیلۂ غفار سے ہے اور شام جانے والے تمھارے تاجروں کا راستہ ادھر ہی سے پڑتا ہے، اس طرح ان سے آپ کو بچالیا۔ [1]

واضح رہے کہ ابوذر نے خود مکہ آنے سے پہلے اپنے بھائی کو بھیجا تھا تاکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں

[1] صحیح البخاری مع الفتح (۷/ ۱۷۳).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

معلومات لے کر اور آپ کی باتیں سن کر انھیں بتائیں۔ چنانچہ ان کے بھائی مکہ آئے اور نبی کریم ﷺ کی باتیں سنیں اور واپس جا کر ابوذر کو بتایا کہ میں نے ان کو دیکھا وہ اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں اور ایسی باتیں کرتے ہیں جو شاعری نہیں ہے۔ ابوذر نے کہا: میں جو معلوم کرنا چاہتا تھا وہ تم نہ بتا سکے، پھر انھوں نے خود جا کر نبی کریم ﷺ سے ملاقات کرنے کا عزم کر لیا، گھر سے نکلتے وقت آپ کے بھائی نے کہا: مکہ والوں سے ہوشیار رہنا، وہ اس سے بغض رکھتے ہیں اور اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ [1]

اس واقعہ سے حاصل ہونے والے فوائد اور درس و عبرت کی باتیں:

- ابوذر رضی اللہ عنہ کو یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ قریش کے لوگ نبی کریم ﷺ سے بات چیت کرنے والوں کو ناپسند کرتے ہیں، اس لیے آپ نے موقع کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے حفاظتی تدبیر اختیار کیا اور کسی سے آپ ﷺ کے بارے میں نہ پوچھا، اگر کسی سے پوچھ لیتے تو قریش والوں کو ان کی آمد کا مقصد معلوم ہو جاتا۔ پھر کوئی بعید بات نہ تھی کہ آپ کو تکالیف دیتے اور مکہ سے بھگا دیے جانے کا سامنا کرنا پڑتا اور جس مقصد کے لیے آپ نے سفر کی صعوبتیں برداشت کی تھیں اور اپنی قوم کو خیر باد کہا تھا اس سے ناکام لوٹتے۔

مقصد کے اظہار سے پہلے احتیاط و آگاہی:

جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے مکہ آمد کا سبب معلوم کرنا چاہا تو ابوذر رضی اللہ عنہ نے انتہائی احتیاط سے کام لیا اور کوئی جواب نہ دیا، حالانکہ تین دن تک علی رضی اللہ عنہ نے آپ کی ضیافت کی تھی اور جب بتایا بھی تو اس شرط پر کہ میرے معاملہ کو راز ہی میں رکھیں گے، اور محمد ﷺ تک پہنچانے میں ہماری مدد کریں گے، چنانچہ اس طرح آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔

منزل تک پہنچنے کے لیے خفیہ حفاظتی تدابیر:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو یہ اندیشہ ہوا کہ کوئی ان دونوں کو دیکھ نہ رہا ہو یا تعاقب میں لگا ہو تو آپ نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو مخصوص حرکت و اشارہ سمجھا دیا کہ وہ حرکت و اشارے میں ہی حالت کی نزاکت کو سمجھ لیں گے، مثلاً یہ کہ جوتا صحیح کرتا دیکھیں یا یہ دیکھیں کہ میں پانی گرا رہا ہوں۔ بلاشبہ اصل منزل یعنی دار ارقم تک پہنچنے کے لیے یہ ایک کامیاب خفیہ حفاظتی تدبیر تھی، جو اسی پر بس نہ تھی بلکہ مکمل احتیاط برتتے ہوئے اور چلنے کے دوران ہر ناگہانی آفت سے بچاؤ کرتے ہوئے آپ ابوذر سے فاصلے پر چل رہے تھے۔

امن اور حفاظت کے یہ متحرک نقوش صحابہ کے کمالِ تحفظ اور احتیاط کی دلیل ہیں:

صحابہ کرام کی حفاظتی حِس اس قدر بیدار تھی اور ان کے دل و دماغ میں اس طرح ہلچل مچائے رہتی تھی کہ وہی ان کے اہم اور غیر اہم کاموں کی امتیازی صفت قرار پاتی، ان کی نقل و حرکت منظم و مجرب ہوتی تھی، چنانچہ ہمیں صحابہ کرام کی طرح بیدار مغز رہنے کی سخت ضرورت ہے، خاص طور سے آج کے اس دور میں جب کہ حکومتوں اور

[1] صحیح مسلم (٤/ ١٩٢٣) السیرة النبویة الصحیحة / العمری (١/ ١٤٥).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تہذیبوں کے زوال و بقا نیز قوموں، جماعتوں، اداروں اور تنظیموں کی کمزوری ختم کرنے اور انھیں استحکام بخشنے میں امن وتحفظ کی فراہمی کی بڑی اہمیت ہے اور اس کے لیے مخصوص ادارے قائم ہیں، جدید سے جدید ترین ٹیکنالوجی استعمال کی جاتی ہے، نئے نئے اسلوب، ترقی یافتہ وسائل، مستقل مشینریوں اور بھاری بھرکم بجٹ کو کام میں لایا جاتا ہے، اس باب میں علم و آگہی کا دائرہ اب اتنا عام ہو چکا ہے کہ حفاظتی اسباب و معلومات کافی مہنگے داموں میں فروخت ہو رہے ہیں، اس میدان میں مقصد برآری کے لیے بوقت ضرورت جان قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا، جب امن وتحفظ کا معاملہ اتنا اہم ہے تو ہم مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس پہلو پر دھیان دیں تاکہ ہمارے داخلی مسائل اور خفیہ معلومات دشمنوں کے ہاتھ کا کھلونا نہ بن جائیں۔ [1]

قبائل عرب کو اسلام کی دعوت دینے اور بنو شیبان سے گفتگو کرنے میں علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ:

ابان بن تغلب عکرمہ سے روایت کرتے ہیں، وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں کہا کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا، جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حکم دیا کہ قبائل عرب کے پاس جائیں، اور انھیں اسلام کی دعوت دیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور میں اور ابوبکر منیٰ گئے، وہاں عربوں کی ایک مجلس کے پاس پہنچے، ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور انھیں سلام کہا، وہ ہر بھلے کام میں پیش پیش رہتے تھے اور علم انساب کے ماہر تھے۔ راوی کا بیان ہے کہ باتیں کرتے کرتے آپ نے یہاں تک کہا کہ پھر ہم ایک دوسری مجلس کے پاس گئے، اس پر سکینت و وقار نمایاں تھی، ابوبکر رضی اللہ عنہ وہاں بھی آگے بڑھے اور سلام کہا، پھر پوچھا: آپ لوگ کون ہیں؟ انھوں نے جواب دیا، ہم شیبان بن ثعلبہ سے تعلق رکھتے ہیں، پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان! یہ لوگ بڑے شریف اور بھولے بھالے ہیں، ان میں مفروق سب سے زیادہ فصیح اللسان اور صاحب حسن و جمال تھے، ان کے لمبے بالوں کی دو لٹیں ان کے سینے پر لٹک رہی تھیں اور وہ ابوبکر کے زیادہ قریب بیٹھے تھے، بہرحال ابوبکر نے ان سے دریافت کیا، تمھاری تعداد کتنی ہے؟ مفروق نے جواب دیا: ہماری تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہے اور اگرچہ ہم تعداد میں کم ہیں، لیکن شکست کھانے والے نہیں ہیں۔ ابوبکر نے پوچھا: تمھاری دفاعی صلاحیت کیسی ہے؟ مفروق نے کہا، جب ہم دشمن کے مقابل میں ہوتے تو سخت غصہ میں ہوتے ہیں اور جب غصہ ہوتے ہیں تو جم کر مقابلہ کرتے ہیں، عمدہ نسل کے گھوڑوں کی پرورش کو اولاد کی پرورش پر اور تلوار اٹھانے کو بیوی کے ساتھ شب باشی پر ترجیح دیتے ہیں، مدد اللہ کی طرف سے ہوتی ہے، کبھی وہ ہمیں دوسروں پر اور کبھی دوسروں کو ہم پر فتح دیتا ہے، شاید آپ ہی قریش کی وہ شخصیت ہیں جن کا ذکر چل رہا ہے؟ ابوبکر نے کہا، اگر تمھیں خبر مل چکی ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں، تو دیکھو یہ اللہ کے رسول حاضر ہیں، مفروق نے کہا: اے قریشی بھائی! آپ ہمیں کس بات کی دعوت دیتے ہیں؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس بات کی شہادت دینا میری

[1] دروس فی الکتمان/ محمود شیث خطاب ص (۹) السیرۃ النبویۃ عرض و قائع و تحلیل أحداث (۱/ ۱۷).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دعوت ہے کہ اللہ واحد کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، تم مجھے جائے پناہ دو، اور میری مدد کرو، کیوں کہ قریش کے لوگ اللہ سے بغاوت اور اس کے رسول کی تکذیب کررہے ہیں، باطل کو لے کر حق سے بے نیاز ہیں، حالانکہ اللہ ہی کامل بے نیاز اور سراپا لائق ستائش ہے، مفروق نے کہا: اے قریش کے بھائی! آپ کی اور کیا دعوت ہے؟ اللہ کی قسم! اس سے بہتر بات تو میں نے آج سے پہلے سنی بھی نہ تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کریمہ کی تلاوت کی:

﴿ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝١٥١ ﴾ (الانعام: ۱۵۱)

''کہہ دے آؤ میں پڑھوں جو تمھارے رب نے تم پر حرام کیا ہے، (اس نے تاکیدی حکم دیا ہے) کہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ خوب احسان کرو اور اپنی اولاد کو مفلسی کی وجہ سے قتل نہ کرو، ہم ہی تمھیں رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی اور بے حیائیوں کے قریب نہ جاؤ، جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں اور اس جان کو قتل نہ کرو جسے اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے مگر حق کے ساتھ۔ یہ ہے جس کا تاکیدی حکم اس نے تمھیں دیا ہے، تاکہ تم سمجھو۔''

مفروق نے کہا، یقیناً تم مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کی دعوت دیتے ہو، جو قوم تم کو جھٹلاتی ہے اور تمھاری مخالفت کرتی ہے وہ تہمت طراز ہے، اس کے بعد مفروق نے معاملہ ہانی بن قبیصہ کی طرف پھیر دیا اور کہا: یہ ہمارے بڑے بزرگ ہیں اور دینی پیشوا ہیں، یہی کچھ بتائیں گے چنانچہ ہانی نے کہا، اے برادر قریش! ہم نے تمھاری بات سن لی، لیکن ایک ہی ملاقات اور ایک ہی مجلس میں ہم اپنا دین چھوڑنا اور آپ کی بات مان لینا مناسب نہیں سمجھتے، ممکن ہے کہ جلد بازی میں ہم سمجھنے میں غلطی کر جائیں اور انجام کا ہمیں صحیح علم نہ ہوسکے، کیوں کہ عموماً جلد بازی ہی میں لغزش ہوا کرتی ہیں اور ہم یہ بھی نہیں چاہتے کہ جو لوگ ہمارے پیچھے ہیں ان کو کچھ بتائے بغیر آپ سے کوئی معاہدہ اور پختہ وعدہ کرلیں، ہاں ہم یہاں سے لوٹ کر جائیں گے اور آپ بھی جائیں، پھر ہم غور کریں گے، لیکن آخر میں ہانی نے سوچا کہ اس سلسلے میں مثنیٰ بن حارث کو بھی شریک کرلیا جائے تو بہتر ہوگا، چنانچہ اپنی بات ختم کرتے ہوئے کہا: یہ مثنیٰ ہیں ہمارے بڑے بزرگ ہیں، ہمارے فوجی وجنگی معاملات کے ذمہ دار ہیں، یہ جو کہیں، چنانچہ مثنیٰ نے کہا جو کہ بعد میں اسلام لے آئے، اے برادر قریش: ہم سب نے آپ کی بات سن لی، اپنا دین چھوڑنے اور آپ کی دین کی پیروی کرنے سے متعلق ہم بھی ہانی بن قبیصہ کی رائے پر متفق ہیں، لیکن چونکہ ابھی ہم یمامہ اور سمامہ دو پانیوں کے درمیان ہیں اس لیے ابھی کچھ نہیں کہہ سکتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ دو پانیوں سے کیا مراد ہے؟ انھوں نے جواب دیا: ایک تو کسریٰ کی نہریں ہیں اور دوسرا عربوں کے چشمے، جہاں تک کسریٰ کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سرزمین کی بات ہے تو اس کے جرائم نا قابل معافی اور عذر نا قابل قبول ہیں، ہم کسریٰ سے عہد و پیمان کر کے یہاں آئے ہیں کہ نئی چیز کو خود ایجاد نہیں کریں گے اور نہ ہی نئی چیز لے کر آنے والے کو پناہ دیں گے۔ اے برادر قریش! میرے خیال سے تم جس چیز کی دعوت دے رہے ہو، اسے شاہان مملکت کبھی پسند نہیں کریں گے، لہٰذا اگر تم پسند کرو کہ عربوں کی سرزمین میں ہم تمھیں جائے پناہ دیں اور مدد کریں تو یہ ہوسکتا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا اَسَأْتُمْ فِي الرَّدِّ اِذَا اَفْصَحْتُمْ بِالصِّدْقِ وَاِنَّ دِيْنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ لَنْ يَّنْصُرَهُ اِلَّا مَنْ حَاطَهُ مِنْ جَمِيْعِ جَوَانِبِهِ، أَرَأَيْتُمْ اِنْ لَّمْ تَلْبَثُوْا اِلَّا قَلِيْلًا حَتّٰى يُوَرِّثَكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى أَرْضَهُمْ وَ دِيَارَهُمْ وَ يُفْرِشُكُمْ نِسَاءَهُمْ، أَتُسَبِّحُوْنَ اللّٰهَ وَ تُقَدِّسُوْنَهُ.))

''صراحت سے سچی بات کہہ کر تم نے کوئی برا جواب نہیں دیا، یقیناً اللہ کے دین کا حقیقی معاون وہی ہوسکتا ہے جو اسے ہر اعتبار سے جانچ پرکھ لے، تمھارا کیا خیال ہے کہ اگر کچھ ہی عرصے میں اللہ تعالیٰ تمھیں ان کے زمینوں اور آبادیوں کا وارث بنا دیتا ہے اور ان کی عورتوں کو تمھارے لیے حلال کر دیتا ہے تو تم اس کی تسبیح و تقدیس کرو گے۔''

نعمان بن شریک نے کہا، اگر اللہ نے چاہا تو یہ بات تقریباً طے ہے۔ ❶

اس واقعہ سے علی رضی اللہ عنہ نے کیا سیکھا اور کیا پایا:

○ آپ نے پہلا سبق یہ سیکھا کہ ایسی قوتیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مدد کی پیش کش کر چکی تھیں، انھیں آپ نے اس کے بدلے ایسی کوئی بھی ضمانت دینے سے انکار کر دیا جس میں کسی کو یقینی طور پر قیادت یا حکومت دی جائے گی یا اسلام کی دعوت کی مدد اور تائید کا انھیں کوئی معاوضہ ملے گا، اس لیے کہ دعوت اسلام دراصل اللہ کی طرف دعوت ہے، جو اس دعوت کی تصدیق کرے اور اس کی مدد کے لیے مستعد رہے، اس کے لیے بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ اللہ کے لیے مخلص ہو اور اسی کی رضا چاہتا ہو، کیوں کہ یہی وہ بنیادی مقاصد ہیں جن کے لیے قربانیاں دی جاتی ہیں، کوئی شخص دعوت اسلام اس لالچ میں قبول نہ کرے کہ اس سے ہمارا قد لمبا ہو جائے گا یا سرداری مل جائے گی۔ دراصل بنیادی مقصد کی اصلاح پر اس قدر زور اس لیے ہے کہ انسان جس مقصد کو سامنے رکھتا ہے وہی اس کی حرکت و نشاط کی اصل محرک ہوتی ہے، اس لیے ضروری ہے کہ دعوت اسلام کی مدد و تائید کے پیچھے جو مقصد کارفرما ہے وہ ہر طرح کی دنیاوی اور مادی مصلحتوں سے پاک ہو تاکہ ہمیشہ کی تائید یقینی رہے اور ہر انحراف سے حفاظت کی ضمانت ہو اور پختہ و کامل اعتماد ہو کہ اسلام کی دعوت کو قبول کر لینے والا اس کی تقویت کے لیے ہر ممکن کوشش کرے گا اور اس راستہ میں قربانیاں دینے کو تیار رہے گا۔ ❷

❶ البداية والنهاية (۳/ ۱٤۲، ۱٤۳، ۱٤٥) دلائل النبوة/ البيهقي، اس کی سند حسن ہے۔

❷ الجهاد والقتال في السياسة الشرعية (۱/ ٤۲).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ کوئی بھی شخص جو داعیانِ حق کی جماعت سے خود کو منسلک رکھنا چاہتا ہے، اس پر لازم ہے کہ اس دعوت کا رکن بننے کے عوض کسی منصب، یا دنیاوی مفاد کے حصول کی شرط نہ لگائے، اس لیے کہ یہ دعوت محض اللہ کے لیے ہے اور اس کا انجام اسی کے ہاتھ میں ہے، جہاں چاہتا ہے وہاں اسے ظاہر و بلند کرتا ہے اور جو اس دعوت کے میدان میں اترتا ہے وہ بھی شروع میں صرف اللہ کی رضا چاہتا ہے اور اس کے جھنڈے کو بلند رکھنے کے لیے کام کرتا ہے، لیکن اگر اس میدان میں اترنے والے کی نیت صرف اور صرف حصول منصب ہے تو یہ بڑی خطرناک بات ہے، جو اس کے باطنی فساد و بگاڑ کی چغلی کرتی ہے۔ ❶ اور اسی لیے یحییٰ بن معاذ الرازی نے کہا ہے کہ تم جس شخص میں قیادت و منصب طلبی کی بو محسوس کرو جان لو کہ وہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔ ❷

- سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے دوسرا سبق یہ سیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی دعوت کے استحکام کے لے سرداران قبائل عرب سے ایسی مدد مطلوب تھی جو کسی طرح کے بین الاقوامی معاہدوں سے مربوط نہ ہو کہ وہ معاہدے دعوت اسلام کی راہ میں رکاوٹ بنیں اور پھر ان سے چھٹکارا پانا مشکل ہو جائے، یہ سب احتیاطی اقدامات اس لیے تھے کہ حالات ابھی نازک تھے اور دعوت اسلام کو ابھی انھوں نے جلد ہی گود لیا تھا، یہ ممکن تھا کہ معاہدہ کردہ ممالک کی طرف سے دعوت اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کی کسی سازش کا سامنا کرنا پڑے اور اس کے مفادات چیلنجوں کی زد میں آ جائیں۔ ❸

بے شک مشروط حمایت یا جزئی تائید سے دعوت اسلام کا اصل مقصد حاصل نہیں ہو رہا تھا، کیوں کہ اگر شاہ کسریٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گرفتار کرنا چاہتا تو بنوشیبان کے لوگ کسریٰ سے جنگ مول نہ لیتے، اسی طرح اگر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیروکاروں کے خلاف جنگ چھیڑتا تو بھی یہ لوگ اس کے خلاف تلوار نہ اٹھاتے، بہرحال اس طرح طرفین کے درمیان مذاکرات ناکام ہو گئے۔ ❹

- ''اللہ کے دین کا حقیقی معاون وہی ہوسکتا ہے جو اسے ہر اعتبار سے جانچ پرکھ لے'' یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مثنیٰ بن حارثہ کے لیے جواب تھا، ایسے وقت میں جب کہ انھوں نے سرزمین فارس کے علاوہ سرزمین عرب پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مدد کی پیش کش کی تھی، تو جسے گہری سیاست کی تہوں تک اترنا ہے، وہ اس واقعہ سے اچھی طرح معلوم کرلے گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اسلامی نگاہ اتنی عمیق اور دور رس تھی کہ اس کی کوئی مثال نہیں۔ ❺

- سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مثنیٰ اور ان کی قوم پر جب کہ وہ اسلام لے آئے اسلام کے عمدہ و اعلیٰ اثرات دیکھے اور یہ

---

❶ وقفات تربوية من السيرة النبوية/ عبدالحميد البلالى ص (٧٢).
❷ صفة الصفوة (٤/ ٩٤).
❸ الجهاد والقتال فى السياسة الشرعية (١/ ٤٢١).
❹ التحالف السياسى فى الإسلام/ منير الغضبان ص (٥٣).
❺ التحالف السياسى فى الإسلام/ منير الغضبان ص (٦٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بھی دیکھا کہ قبیلۂ بنوشیبان نے کس طرح سے کسریٰ کی مخالفت کا بوجھ اٹھایا، یہی مثنیٰ بن حارثہ عہد صدیقی میں فاتحین عراق کے سرخیلوں میں سے ایک رہے، درحقیقت دین اسلام پر کامل ایمان ہی وہ چیز تھی جس نے فارسیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ان کے جسم و جان میں جرأت و بے باکی کی روح پھونک رکھی تھی۔

یہ بعض دروس و عبر تھے جنھیں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے بنی شیبان کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مذاکرات سے سیکھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر علی رضی اللہ عنہ کی فدائیت و جاں نثاری:

جب قریش کے لوگ دار الندوہ میں اکٹھا ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل اور آپ کے صفایا کرنے پر متفق ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سازش سے آگاہ کردیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی مخلوق میں سب سے بڑے حکیم و دانا تھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوچا کہ جو لوگ آپ کو قتل کرنے آئے ہیں ایسا کیوں نہ ہو کہ وہ آپ کے نکلنے کا انتظار کرتے رہیں، اور بستر ہی دیکھتے رہ جائیں، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ آج رات وہ میرے بستر پر رات گزاریں، دشمن خانۂ نبوی کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور نبی کی تاک میں گھات لگائے بیٹھا ہے کہ آپ کب نکلیں اور وہ آپ کو قتل کردے، آپ غور کریں کہ ایسے وقت میں بستر نبوی پر سونے کی جرأت کون کرسکتا ہے؟ اور کون ہے جو یہ جاننے کے باوجود کہ ہم دشمن کے نرغے میں ہیں اور بستر رسول پر جو بھی رہے گا بلاتفریق اسے قتل کردیا جائے گا، پھر بھی وہ جان جوکھوں میں ڈالے گا؟ بلاشبہ کوئی بہت بڑا جرأت مند بہادر ہی اسے کرسکتا ہے؟ ❶ علی رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر پر چھوڑتے ہوئے یہ حکم دے گئے کہ ابھی کچھ دن مکہ میں ٹھہرے رہو تاکہ دشمنان مکہ کی جو امانتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رکھی ہوئی ہیں، انھیں صحیح سالم ان تک پہنچا دو، یقیناً یہ کمال عدل اور ادائیگی امانت کی بہت بڑی دلیل ہے۔ ❷

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میرے بستر پر سو جاؤ اور میری اس حضرمی چادر اوڑھ لو، تمھیں ان (کفار) کی طرف سے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی۔ ❸ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ موسیٰ بن عقبہ نے ابن شہاب سے روایت کیا ہے کہ پھر علی رضی اللہ عنہ بستر رسول پر سو گئے اور قریش کے لوگ رات بھر چہ میگوئیاں اور سازشیں کرتے رہے کہ بستر پر سونے والے پر حملہ کون کرے اور اسے کون باندھے گا؟ اس طرح صبح ہوگئی اور انھوں نے دیکھا کہ بستر رسول پر علی رضی اللہ عنہ موجود ہیں، سب نے آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا، علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ مجھے علم نہیں، تب سب کو یقین ہوگیا کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) گھر سے نکل چکے ہیں۔ ❹

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ اس رات علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر اوڑھ کر اور آپ کی جگہ پر سو کر

---

❶ الحکمة فی الدعوة إلی الله / القحطانی ص (۲۳۵).

❷ الطبقات الکبریٰ (۳/ ۲۲) تاریخ الخلفاء / السیوطی ص (۱۶۶).

❸ فتح الباری (۷/ ۲۳۶) سیرة ابن هشام (۲/ ۹۱)۱.

❹ فتح الباری (۷/ ۲۳۶).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اللہ کے ساتھ اپنے جان کی تجارت کی تھی۔ ❶ سچ ہے کہ علی اور ان جیسے دیگر مجاہدین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو کہ صرف اللہ کی رضا اور آخرت کی کامیابی چاہتے تھے انھیں کے بارے میں اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝۲۰۷﴾

(البقرۃ: ۲۰۷)

''اور لوگوں میں سے بعض وہ ہے جو اللہ کی رضا مندی تلاش کرنے کے لیے اپنی جان بیچ دیتا ہے اور اللہ بندوں پر بے حد نرمی کرنے والا ہے۔''

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے اس فدائی موقف کے دروس وفوائد:

- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کی منصوبہ سازی کا یہ تقاضا تھا کہ گھر میں آپ کی جگہ پر کوئی ضرور موجود ہوتا کہ خانۂ نبوی کا محاصرہ کرنے والے مشرکین قریش کی نگاہوں کو وہ اپنی حرکت و وجود میں اس طرح مشغول رکھے کہ یہ آپ سے غافل ہو جائیں اور تب تک موقع پا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس علاقے سے دور جا نکلیں، جہاں خطرات اور اندیشے ہیں۔ ❷
- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر بلا تامل علی رضی اللہ عنہ کا لبیک کہنا درحقیقت ایک ایسے سچے سپاہی کی مثال ہے جو دعوت اسلام کے لیے مخلص تھا، اس نے اپنے قائد کی سلامتی کے لیے اپنی زندگی کو قربان کر دیا تھا، کیوں کہ قائد کی سلامتی دعوت وتحریک کی سلامتی اور اس کی ہلاکت دعوت کی کمزوری و تباہی کا سبب ہے، علی رضی اللہ عنہ نے شب ہجرت میں بستر رسول پر رات گزار کر ایک گراں قدر قربانی کی مثال قائم کی، وہاں اس بات کا بالکل احتمال تھا کہ نوجوانان قریش کی تلواریں علی رضی اللہ عنہ کے سر پر پڑیں، لیکن آپ نے اس کی قطعاً پرواہ نہ کی، اور صرف ایک چیز کے شیدائی رہے کہ دعوت اسلام کے قائد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی طرح محفوظ رہیں۔ ❸
- مشرکین کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے برسر پیکار ہونے، اور آپ کو جان سے مار دینے کا عزم کر لینے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس امانتیں رکھنا، اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وہ لوگ عجیب تناقض اور کشمکش کا شکار تھے، ایک طرف وہ لوگ آپ کو جھٹلا رہے تھے، کبھی جادوگر کہتے اور کبھی مجنوں کہتے، لیکن دوسری طرف انھیں اپنے اردگرد کوئی ایسا آدمی بھی نظر نہیں آتا تھا جو صدق و امانتداری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر ہو، یہی وجہ تھی کہ وہ اپنی ضروریات کی نفیس ترین چیزیں اور اہم اموال کہ جن کے ضائع ہونے کا خطرہ ہوتا تھا، آپ ہی کے پاس رکھتے تھے، ان کا یہ طرز عمل اس بات کی دلیل ہے کہ انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی و امانت پر کسی شک و تردد کی وجہ سے آپ کا انکار نہیں کیا، بلکہ تکبر وغرور، حق کے خلاف سینہ زوری، اپنی قیادت و سرکشی کے زوال کے خوف سے کفر کیا۔ ❹

فرمان الٰہی حقیقت پر مبنی ہے:

❶ فضائل الصحابۃ/ اثر نمبر (۱۱۶۸) اس کی سند حسن ہے۔
❷ خلفاء الرسول ص (۳۹۶)۔
❸ السیرۃ النبویۃ / السباعی ص (۳۴۵)۔
❹ فقه السیرۃ / البوطی ص (۱۵۳)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿ قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝۳۳ ﴾ (الانعام: ۳۳)

''بے شک ہم جانتے ہیں کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ یقیناً تجھے وہ بات غمگین کرتی ہے جو وہ کہتے ہیں، تو بے شک وہ تجھے نہیں جھٹلاتے اور لیکن وہ ظالم اللہ کی آیات ہی کا انکار کرتے ہیں۔''

- آغاز ہجرت کے یہ نازک ترین لمحات، جن میں آپ ﷺ کو اضطراب وگھبراہٹ لاحق ہونی چاہیے تھی اور آپ کو صرف ایک ہی فکر ہونی چاہیے تھی وہ یہ کہ کس طرح ہجرت کے منصوبے کو کامیاب بنایا جائے، ایسے وقت میں رسول اللہ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ میرے پاس جن لوگوں کی امانتیں ہیں انھیں ان تک پہنچا دو، آپ بھولے نہیں اور نہ غافل ہوئے، جب کہ اس طرح کے سخت ترین حالات میں انسان اپنے وجود کو بھول جاتا ہے چہ جائیکہ کچھ اور یاد رکھے۔ [1]

بہر حال آپ کی فطرت نے اس بات سے انکار کیا کہ کسی امانت رکھنے والے کی امانت میں خیانت کریں، خواہ وہ آپ کے خلاف دشمنوں کو بھڑکاتا اور تکلیف ہی کیوں نہ دیتا ہو، اس لیے کہ امانت میں خیانت کرنا منافقین کی صفت ہے، جس سے مومن پاک صاف ہوتا ہے۔ [2]

- ہجرت کے اس عظیم و بے مثال واقعہ سے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی جرأت وشجاعت ظاہر ہوتی ہے کہ حکم نبوی کی تعمیل میں آپ ﷺ جو کام انجام دینے جا رہے تھے جس کے بارے میں آپ کو معلوم تھا کہ میں ایک بڑا خطرہ مول لینے جا رہا ہوں، نبی کے دشمن آپ کے گھر پر ایک ساتھ اور اچانک دھاوا بولیں گے اور بلا کسی تحقیق کے آپ کو قتل کر دیں گے اور یہ بھی ممکن ہے کہ رات کو چھوڑ کر صبح کے وقت گھر سے نکلتے ہوئے اچانک وہ سب آپ پر حملہ کر دیں اور اس بات کی قطعاً پروا نہ کریں کہ گھر سے کون نکل رہا ہے، یہ سب کچھ اس لیے ہو سکتا ہے کہ پوری رات وہ لوگ گھات لگائے بیٹھے ہوں گے اور اس گھڑی کا انتظار کر رہے ہوں گے اور ہر تدبیر اور پوری کوشش کے باوجود صبح کے اندھیرے میں گھر سے نکلنے والے کو اچھی طرح نہیں پہچان سکیں گے کہ یہ کون ہے، محمد ہیں یا کوئی اور۔ یقیناً یہ سب باتیں علی رضی اللہ عنہ کے ذہن میں گردش کرتی رہی ہوں گی، لیکن آپ نے حکم نبوی کی تعمیل میں سبقت کر کے سعادت مندی کو گلے لگایا اور یہ ثابت کر دیا کہ:

- آپ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے سچی محبت کرتے ہیں، ایسی محبت کہ جس پر دل سے فدا ہیں اور نبی کریم ﷺ کی بقاء وسلامتی کو ایسا بلند ترین مقصد قرار دیتے ہیں کہ جس کے پیچھے اپنی زندگی کی قربانی دینا گوارا کر لیتے ہیں۔

- دشمنوں کے چنگل سے نبی کریم ﷺ کو باسلامت نکال لینے کے لیے یہ ساری تدبیریں ضروری تھیں تا کہ

---

[1] الهجرة فی القرآن الکریم ص (٣٦٤)۔ [2] جولة تاريخية فی عصر الخلفاء الراشدين ص (٤٢٣)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کو دیگر خطۂ ارضی میں پھیلا سکیں گویا ان کی نگاہ میں یہ واقعہ ہر حال میں اسلام کے مفاد اور اس کی مصلحت سے جڑا ہوا تھا۔

- شب ہجرت کے اُن پُرخطر اندیشوں کے بیچ علی رضی اللہ عنہ کا بستر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر سوئے رہنا، اللہ کے قضاء وقدر پر ان کے کامل و گہرے ایمان ویقین کی دلیل ہے، بلاشبہ آپ کو اس فرمان الٰہی پر کامل ایمان تھا:

﴿ قُل لَّن يُصِيبَنَآ إِلَّا مَا كَتَبَ ٱللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَىٰنَا ۚ وَعَلَى ٱللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ ٱلْمُؤْمِنُونَ ﴿٥١﴾ ﴾ (التوبة: ٥١)

''کہہ دے ہمیں ہرگز کوئی نقصان نہ پہنچے گا مگر جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا، وہی ہمارا مالک ہے اور اللہ ہی پر پس لازم ہے کہ ایمان والے بھروسا کریں۔''

ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہجرت کے اس پُرخطر کردار کو نبھانے کے لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا، جس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علی رضی اللہ عنہ پر کامل و پختہ یقین تھا اور ان کے سلسلے میں اس بات سے بالکل مطمئن تھے کہ انھیں میں یہ مہم نبھانے کی وہ بے نظیر صلاحیت ہے جو دوسروں میں نہیں ہے، جس کی زندہ مثال یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے بستر پر سونے کے لیے کہا تو بلاتردد انھوں نے تعمیلِ حکم پر لبیک کہا، حالانکہ آپ کو خوب معلوم تھا کہ اس کے پیچھے مشرکین اور نوجوانان قریش کی طرف سے موت کے پیغام کے سوا کچھ نہیں، لیکن آپ نے انجام کی قطعاً پرواہ نہ کی، اس لیے کہ اس فدائیت کے بدلے شرافت وسعادت کا ایسا لاثانی تمغہ ملنے والا تھا جسے کسی اور راستے سے حاصل کرنا مشکل تھا۔ ❶

ہجرت:

جب صبح ہوئی تو علی رضی اللہ عنہ اپنے بستر سے اٹھے، محاصرہ کرنے والوں نے آپ کو پہچان لیا اور انھیں یقین ہو گیا کہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) خود کو بچا لے گئے، تو انھوں نے علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: تمھارا ساتھی کہاں گیا؟ آپ نے جواب دیا: میں نہیں جانتا، کیا میں ان کی نگرانی کر رہا تھا؟ تم لوگوں نے انھیں نکل جانے کو کہا تو وہ نکل گئے۔ علی رضی اللہ عنہ کے اس جرأت مندانہ جواب سے وہ سب سکتے میں آ گئے اور کڑی نگرانی کے باوجود درمیان سے نبی کے نکل جانے پر غصے سے تلملا اٹھے، ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا تھا، وہ آپ کو دیکھ نہ سکے تھے، بالآخر علی رضی اللہ عنہ کو جھڑکنے اور مارنے لگے، گھسیٹ کر مسجد حرام تک لے گئے، ایک گھنٹہ قید میں رکھا اور پھر چھوڑ دیا۔ ❷

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اللہ کے راستہ میں سب مصائب کو برداشت کیا، ان کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سلامتی ونجات کی خوشی ہر مصیبت پر بھاری رہی، آپ پیچھے نہیں ہٹے، اور نہ ہی رسول کی پناہ گاہ کے بارے میں کسی کو مطلع کیا، پھر آپ مکہ کی آبادی میں چلے گئے، اور گلیوں وگزرگاہوں پر چل چل کر لوگوں کو وہ امانتیں واپس دے رہے تھے جسے واپس کرنے کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے پیچھے چھوڑا تھا، چنانچہ جس کی جو امانت تھی

❶ جولة تاريخية في عصر الخلفاء الراشدين ص (٤٢٦).
❷ تاريخ الطبري (٢/ ٣٧٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آپ نے اس تک اسے پہنچا دیا۔ اس طرح رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ سے امانتوں کا بوجھ ہٹ گیا اور پھر تین دن مکہ میں گزارنے کے بعد علی رضی اللہ عنہ سفر ہجرت کی تیاری میں لگ گئے، تاکہ جلد ہی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو جائیں۔ ❶

بہرحال آپ نے ہجرت کا سفر جاری رکھا، دن میں روپوش رہتے اور جب رات اپنی سیاہ چادر پھیلاتی تو سفر شروع کر دیتے، اس طرح چلتے چلتے مدینہ پہنچ گئے، چلنے سے دونوں پاؤں پھٹ چکے تھے۔ ❷ دوران سفر آپ نے کافی تکلیف اٹھائی، کوئی سواری نہ تھی جس پر سوار ہو جاتے، دن میں چل نہ سکتے تھے کہ سخت گرمی پڑتی تھی، رات میں چلتے بھی تو وہ بھی دہشت بھری تاریکی اور تنہائی کا خوف، مزید براں پاپیادہ اور کوئی مونس و ہمسفر نہیں، ہم بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ کتنا پر پیچ راستہ، کلفتوں بھرا سفر اور مجسم غم والم کی تنہائی رہی ہوگی، لیکن ان تمام رکاوٹوں اور صعوبتوں کو بس ایک ہی شعور واحساس نے آسان بنا دیا تھا کہ میں سب کچھ محض اللہ کی رضا کے لیے کر رہا ہوں اور بالآخر عنقریب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملوں گا، مدینہ میں آپ کا پڑوسی بن کر امن و اطمینان سے لطف اندوز ہوں گا، چنانچہ برابر راستہ طے کرتے رہے اور مدینہ پہنچ کر بنوعمرو بن عوف کے یہاں ہو کر کلثوم بن الہدم کے یہاں گئے جہاں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم قیام پذیر تھے۔ ❸

اس طرح امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی روداد ہجرت، قربانی، فدائیت، صبر وتحمل اور شجاعت و بے باکی کی ایک زندہ مثال ہے۔ قدومِ مدینہ کے وقت قبا میں اقامت کے دوران آپ نے ایک بیوہ عورت کو دیکھا جس کے گھر کافی رات گزرنے کے بعد ایک آدمی آتا ہے اور دروازہ کھٹکھٹاتا ہے، وہ گھر سے باہر نکلتی ہے، آنے والا شخص اپنے ساتھ لائی ہوئی کوئی چیز اسے دیتا ہے اور وہ اسے لے لیتی ہے واقعہ کی تفصیل بزبان علی رضی اللہ عنہ سنئے: میں اجنبی بن کر خفیہ طریقے سے اس شخص کے بارے میں جاننا چاہا، میں نے عورت سے پوچھا: اے اللہ کی بندی! وہ کون ہے جو تمھارے پاس ہر رات آتا ہے، تمھارا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور تم باہر آتی ہو، پھر وہ تمھیں کوئی چیز دیتا ہے، میں نہیں جانتا وہ کیا چیز ہوتی ہے؟ حالانکہ تم ایک بیوہ عورت ہو، اس نے جواب دیا: وہ سہل بن حنیف بن وہب ہیں، انھیں میرے بارے میں معلوم ہے کہ میں بیوہ ہوں، جب شام ہوتی ہے تو اپنی قوم کے بتوں کی خبر لیتے ہیں، انھیں توڑ دیتے ہیں، اور پھر میرے پاس لاتے ہیں اور کہتے ہیں لو انھیں ایندھن بنا لو، علی رضی اللہ عنہ یہ سن کر اسی دن سے سہل بن حنیف سے کافی متاثر ہوئے اور انھیں اپنا قریبی بنا لیا، یہاں تک کہ آپ کے پاس ہی عراق میں ان کی وفات ہوئی۔ ❹

اس واقعہ میں ہمہ وقت چاق وچوبند اور بیدار مغز رہنے کی تصویر جھلک رہی ہے، جو ہر مسلمان کے اندر موجود ہونی چاہیے اور اسے اپنے گردوپیش کی خبر رکھنی چاہیے، غافل نہیں ہونا چاہیے۔

---

❶ تاریخ الطبری (۲/ ۳۸۲) البدایة والنهایة (۷/ ۳۳۵) جولة تاریخیة ص (۴۲۴).

❷ الکامل (۲/ ۱۰۶).

❸ طبقات ابن سعد (۳/ ۲۲) سیرة ابن هشام (۲/ ۱۲۹) ابن ہشام نے اس کو بلا سند نقل کیا ہے۔

❹ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم / صادق عرجون (۲/ ۴۲۱)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۳)

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی قرآنی زندگی اور آپ پر اس کے اثرات

اللہ کی ذات، کائنات، زندگی، جنت، جہنم اور قضاء وقدر کے بارے میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا تصور:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے بھی دیگر خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح قرآنی خطوط پر ترتیب پائی تھی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے مربی تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ یہ باور کرانے کے لیے کوشاں رہے کہ شریعت اسلامی کا منبع و مصدر صرف ایک ہے اور قرآن وسنت ہی نظام زندگی کا اساسی منہج ہونا چاہیے۔

چنانچہ اس دور کے مسلم افراد، خاندان اور جماعتوں نے عقائد، عبادات، معاملات اور اخلاقیات وغیرہ میں کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق تربیت پائی، علی رضی اللہ عنہ نے زبان رسالت سے جن قرآنی آیات کو سنا، انھوں نے آپ کی اسلامی شخصیت کو نکھارنے اور سنوارنے میں بہت اہم کردار ادا کیا، آپ کے دل کو پاکی، نفس کو للّٰہیت، عقل کو روشنی اور روح کو تازگی ملی اور اپنے اعلیٰ اقدار، بلند احساسات، عظیم مقاصد اور مثالی سلوک کے ساتھ ایک نئے انسان کی شکل میں ابھرے۔ [1]

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے قرآنی آیات اور تربیت نبوی کے ذریعے سے اچھی طرح جان لیا کہ وہ حقیقی معبود کون ہوسکتا ہے، جس کی عبادت کرنی چاہیے اور نبی کی تربیت بھی ایسی تھی کہ قرآنی آیات کی عظمت و معانی کو خوب اچھی طرح ان کے دل و دماغ میں بٹھانے کی کوشش کرتے، آپ کی تربیت اس بات پر مرکوز تھی کہ تمام صحابہ کے سامنے ان کے حقیقی رب اور اس رب کے حقوق کا صحیح تصور واضح ہوجائے، کیونکہ آپ جانتے تھے کہ جب نفوس پاک صاف ہوں گے اور فطرت راہ راست پر آ جائے گی تو یہی تصور یقین اور ایمان کا سبب بنے گا۔

اس طرح سے اللہ تعالیٰ، کائنات، زندگی، جنت اور جہنم، قضا وقدر، انسانی وجود کی حقیقت اور شیطان نیز اس کی محاذ آرائی یہ سب چیزیں علی رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں قرآن کریم اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ تھیں۔

یقیناً اللہ تعالیٰ نقائص وعیوب سے پاک صاف اور جملہ اوصاف میں باکمال ہے، وہ یکتا ہے جس کا کوئی شریک نہیں، نہ ہی کوئی بیوی اور نہ ہی کوئی اولاد ہے، وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا، مالک اور اس کا مدبر ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۖ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرٰتٍ بِأَمْرِهِ ۗ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ۗ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعٰلَمِينَ ﴿٥٤﴾ ﴾ (الاعراف: ۵۴)

[1] السیرۃ النبویۃ/ علی محمد محمد الصلابی (۱/ ۱۴۵).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''بے شک تمھارا رب اللہ ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا، رات کو دن پر اوڑھا دیتا ہے، جو تیز چلتا ہوا اس کے پیچھے چلا آتا ہے اور سورج اور چاند اور ستارے (پیدا کیے) اس حال میں کہ اس کے حکم سے تابع کیے ہوئے ہیں، سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے، بہت برکت والا ہے اللہ جو سارے جہانوں کا رب ہے۔''

اور یہ کہ اس کائنات میں چھوٹی بڑی ظاہر یا پوشیدہ غرض یہ کہ ساری نعمتیں اللہ ہی کی طرف سے ہیں:

﴿وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ ثُمَّ إِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَإِلَيْهِ تَجْأَرُونَ ﴿٥٣﴾﴾ (النحل: ٥٣)

''اور تمھارے پاس جو بھی نعمت ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے، پھر جب تمھیں تکلیف پہنچتی ہے تو اسی کی طرف تم گڑگڑاتے ہو۔''

اللہ کا علم ہر چیز کو محیط ہے، زمین و آسمان کی کوئی باریک سے باریک چیز حتی کہ انسان جو بولتا ہے یا جسے دل میں رکھتا ہے، کوئی بھی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے، وہ اپنے فرشتوں کے ذریعے سے انسان کے تمام اعمال کو چھوٹے ہوں یا بڑے کتاب میں لکھتا رہتا ہے، مناسب گھڑی اور مناسب وقت میں اسے اس کے سامنے کھولے گا:

﴿مَّا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ﴿١٨﴾﴾ (ق: ١٨)

''وہ کوئی بھی بات نہیں بولتا مگر اس کے پاس ایک تیار نگران ہوتا ہے۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ تعلیم پائی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مرضی اور ان کی خواہشات کے خلاف کچھ چیزوں کے ذریعے سے انھیں آزماتا ہے، تاکہ انسان کو ان کی اصلیت بتا دے کہ ان میں کون ہے جو ظاہر و باطن ہر اعتبار سے خود کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دے اور اس کے قضاء اور قدر پر راضی ہو جائے، پھر وہ اس لائق بن سکے کہ خلافت، امامت اور قیادت کی باگ ڈور سنبھالے۔ اور کون ہے جو اللہ کے قضاء وقدر پر غصے اور ناراض ہو جاتا ہے، پھر وہ کسی چیز کا حق دار نہیں بن سکتا اور نہ اسے کوئی چیز سونپی جا سکتی ہے:

﴿الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ ﴿٢﴾﴾ (الملك: ٢)

''وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا، تاکہ تمھیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے اور وہی سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے۔''

جو شخص اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہے، اس کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے اور ہر کام میں اللہ کے حکم پر عمل کرنے کو تیار رہتا ہے، اللہ اسے اپنی توفیق، تائید اور نصرت سے نوازتا ہے:

﴿إِنَّ وَلِيِّيَ اللَّهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ ﴿١٩٦﴾﴾ (الاعراف: ١٩٦)

''بے شک میرا یار و مددگار اللہ ہے، جس نے یہ کتاب نازل کی ہے اور وہی نیکوں کا یار و مددگار بنتا ہے۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خوب اچھی طرح یہ تعلیم پائی تھی کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر واجبی حق یہ ہے کہ صرف اسی کی عبادت کریں، اسی کی وحدانیت کا اقرار کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں:

﴿ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴾ (الزمر: ٦٦)

''بلکہ اللہ ہی کی پھر عبادت کر اور شکر کرنے والوں سے ہو جا۔''

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴾ (النساء: ٤٨)

''بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کا شریک بنایا جائے اور وہ بخش دے گا جو اس کے علاوہ ہے، جسے چاہے گا اور جو اللہ کا شریک بنائے تو یقیناً اس نے بہت بڑا گناہ گھڑا۔''

اسی طرح آپ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس توحید اور عبودیت کے مضمون و تقاضے کو خاص طور سے قرآن میں ذکر کیا ہے۔ رہا کائنات کے بارے میں آپ کا تصور تو اس سلسلے میں آپ کے سامنے اللہ کا یہ فرمان تھا:

﴿ قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ تَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۚ وَ جَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَ بٰرَكَ فِيْهَا وَ قَدَّرَ فِيْهَاۤ اَقْوَاتَهَا فِيْۤ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ۝ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَ هِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ۝ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ اَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ ۗ وَ حِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴾ (فصلت: ٩-١٢)

''کہہ کیا بے شک تم واقعی اس کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا اور اس کے لیے شریک بناتے ہو؟ وہی سب جہانوں کا رب ہے اور اس نے اس میں اس کے اوپر سے گڑے ہوئے پہاڑ بنائے اور اس میں بہت برکت رکھی اور اس میں اس کی غذائیں اندازے کے ساتھ رکھیں، چار دن میں، اس حال میں کہ سوال کرنے والوں کے لیے برابر (جواب) ہے۔ پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ ایک دھواں تھا تو اس نے اس سے اور زمین سے کہا کہ آؤ خوشی سے یا ناخوشی سے۔ دونوں نے کہا ہم خوشی سے آگئے۔ تو اس نے انھیں دو دنوں میں سات آسمان پورے بنا دیا اور ہر آسمان میں اس کے کام کی وحی فرمائی اور ہم نے قریب کے آسمان کو چراغوں کے ساتھ زینت دی اور خوب محفوظ کر دیا۔ یہ اس کا اندازہ ہے جو سب پر غالب، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

آپ کو دنیوی زندگی کے بارے میں کامل یقین تھا کہ یہ خواہ کتنی ہی طویل کیوں نہ ہو جائے، بالآخر اس کا انجام زوال و فنا ہی ہے، اس کی آسائشیں کتنی ہی کیوں نہ میسر ہوں، تاہم وہ کم اور بے وقعت ہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿وَ اضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ۝ اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ الْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ اَمَلًا ۝﴾ (الکهف: ٤٥-٤٦)

''اور ان کے لیے دنیا کی زندگی کی مثال بیان کر، جیسے پانی، جسے ہم نے آسمان سے اتارا تو اس کے ساتھ زمین کی نباتات خوب مل جل گئی، پھر وہ چورا بن گئی، جسے ہوائیں اڑائے پھرتی ہیں اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے ہاں ثواب میں بہتر اور امید کی رو سے زیادہ اچھی ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ہر مسلم فرد کے لیے زندگی کی حقیقت کو واضح کیا ہے کہ دنیا اصل کرامت اور اعزاز کا مسکن نہیں ہے، بلکہ آخرت کی زندگی بہتر اور ہمیشہ رہنے والی ہے، ان آیات میں یہ ہدایت ہے کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا سچا محب ہو اسے اپنی ہر خواہش پر اللہ اور اس کے رسول کی رضا مندی کو مقدم رکھنا چاہیے، اگرچہ اس کے لیے زندگی اور دنیا کی تمام آسائشوں کی قیمت چکانی پڑے۔ اس حقیقت کو علی رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ میں تعبیر کیا ہے ''دور رہ، دور رہ، میں نے تجھے تینوں طلاقیں دے دی ہیں، اب رجعت کی گنجائش نہیں، تیری زندگی بڑی مختصر اور تیرا خوف بہت کم ہے، ہائے افسوس! آخرت کی زندگی کہ اس کا زاد سفر بہت کم ہے اور سفر لمبا ہے اور راستہ وحشت ناک ہے۔ [1]

آپ نے جنت اور حصول جنت کا عقیدہ ان آیات سے سیکھا تھا، جن میں ان دونوں کی کیفیت بتائی گئی ہے، پھر آپ ان لوگوں میں سے ہو گئے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ۫ وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝﴾ (السجدة: ١٦-١٧)

''ان کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں، وہ اپنے رب کو ڈرتے ہوئے اور طمع کرتے ہوئے پکارتے ہیں اور ہم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے، اس عمل کی جزا کے لیے جو وہ کیا کرتے تھے۔''

جہنم کے بارے میں بھی آپ کا تصور قرآنی تعلیمات کا پرتو تھا جس نے آپ ﷺ کی زندگی میں شریعت الٰہی سے کبھی انحراف نہ ہونے دیا، آپ کی زندگی کا بغور مطالعہ کرنے والے کو صاف نظر آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے مر مٹنے کا جذبہ اور اس کی گرفت و عذاب سے سخت خوف کا احساس آپ مکمل طور پر غالب تھا، اس باب کے تابندہ نقوش ان شاء اللہ اس کتاب میں آگے آئیں گے۔

[1] الاستيعاب (٣/ ١١٠٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''قضاء وقدر'' کے بارے میں صحیح مفہوم بھی آپ نے قرآنی تعلیمات اور سنت نبوی سے حاصل کیا تھا اور وہ آپ کے دل و دماغ میں اچھی طرح راسخ ہو گیا تھا۔ قضاء اور قضاء کے درجات و مراتب ❶ کا بھی آپ کو ادراک تھا، چنانچہ اس کے پہلے درجے یعنی ''علم الٰہی'' کے بارے میں آپ کو یقین تھا کہ اللہ کا علم ہر چیز کو محیط ہے، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَّمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ ۭ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِي كِتٰبٍ مُّبِينٍ ﴿٦١﴾ ﴾ (یونس: ٦١)

''اور تو نہ کسی حال میں ہوتا ہے اور نہ اس کی طرف سے (آنے والے) قرآن میں سے کچھ پڑھتا ہے اور نہ تم کوئی عمل کرتے ہو، مگر ہم تم پر شاہد ہوتے ہیں، جب تم اس میں مشغول ہوتے ہو اور تیرے رب سے کوئی ذرہ برابر (چیز) نہ زمین میں غائب ہوتی ہے اور نہ آسمان میں اور نہ اس سے کوئی چھوٹی چیز ہے اور نہ بڑی مگر ایک واضح کتاب میں موجود ہے۔''

اور تقدیر پر ایمان لانے کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ کائنات میں جو کچھ بھی واقع ہو گا اسے اللہ نے لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے:

﴿ اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿١٢﴾ ﴾ (یس: ١٢)

''بے شک ہم ہی مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور ہم لکھ رہے ہیں جو عمل انھوں نے آگے بھیجے اور ان کے چھوڑے ہوئے نشان بھی اور جو بھی چیز ہے ہم نے اسے ایک واضح کتاب میں ضبط کر رکھا ہے۔''

آپ اس حقیقت تک پہنچے ہوئے تھے کہ انسانوں کو اللہ نے اپنے ہاتھ سے بنایا اور عمدہ شکل وصورت، معتدل قد و قامت، عقل، قوت گویائی اور اچھے برے کی تمیز کا ملکہ دے کر اسے اعزاز بخشا، اس کے لیے زمین و آسمان کو مسخر کیا، اسے دیگر مخلوقات پر برتری عطا کی اور اس کے درمیان انبیاء کو بھیج کر اس پر احسان کیا، انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کی تکریم و اعزاز کی سب سے بڑی علامت تو یہ ہے کہ اس نے اسے اپنی محبت و رضا کا اہل قرار دیا کہ جسے انسان اس نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے ذریعے سے حاصل کر سکتا ہے، جس نے دنیا میں بہترین زندگی گزارنے اور آخرت کی ابدی نعمتوں سے سرفراز کرنے کے لیے اسے اسلام کی طرف دعوت دی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَ

❶ قضاء وقدر پر ایمان کے چار مراتب ہیں:
۱: اللہ کے علم محیط پر ایمان ۲: کتابت تقدیر پر ایمان
۳: اللہ کی نافذ ہونے والی مشیت وارادہ پر ایمان ۴: اللہ کے ہر چیز کا خالق ہونے پر ایمان (مترجم)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۷﴾ (النحل: ۹۷)

''جو بھی نیک عمل کرے، مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو یقیناً ہم اسے ضرور زندگی بخشیں گے، پاکیزہ زندگی اور یقیناً ہم انھیں ان کا اجر ضرور بدلے میں دیں گے، ان بہترین اعمال کے مطابق جو وہ کیا کرتے تھے۔''

تقدیر کے تیسرے درجہ پر آپ کو اس طرح یقین تھا کہ لوح محفوظ میں ضبط کی ہوئی چیزوں کو اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے نافذ کرتا ہے، اسے اس پر مکمل قدرت ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴿۴۴﴾﴾ (فاطر: ٤٤)

''اور اللہ کبھی ایسا نہیں کہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں کوئی چیز اسے بے بس کر دے، بے شک وہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

تقدیر کے آخری و چوتھے درجہ پر آپ کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ اپنی مرضی و مشیت کے مطابق جس چیز کو چاہتا ہے دنیا میں وجود بخشتا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۰۲﴾﴾ (الانعام: ۱۰۲)

''یہی اللہ تمھارا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے۔ سو تم اس کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔''

چنانچہ ایمان بالقضاء والقدر کے اس صحیح مفہوم اور دل و دماغ میں اس عقیدہ کے رسوخ واستحکام سے نہایت نفع بخش و کارآمد نتائج سامنے آئے اور اس کے اثرات آپ کی زندگی میں نمایاں رہے، آپ نے قرآن پڑھا، غور کیا، اور جسم و جان، بلکہ پوری بنی نوع انسانیت کی حقیقت کو پہچانا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ انسانی وجود کی دو بنیادی اساس ہیں، ایک وہ جسے ''خلقت اول'' کہا جاتا ہے جس میں انسان کو مٹی سے پیدا کیا گیا، اسے اللہ نے سنوارا اور برابر کیا، پھر اس میں روح پھونکی اور دوسرا وہ جس میں نوع انسانی کی تخلیق نطفہ سے ہوئی۔ [1]

چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ﴿۷﴾ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿۸﴾ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۹﴾﴾ (السجدة: ۷-۹)

''جس نے اچھا بنایا ہر چیز کو جو اس نے پیدا کی اور انسان کی پیدائش تھوڑی سی مٹی سے شروع کی۔ پھر

[1] اصول التربية / النحلاوي ص (۳۱).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کی نسل ایک حقیر پانی کے خلاصے سے بنائی۔ پھر اسے درست کیا اور اس میں اپنی ایک روح پھونکی اور تمھارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے۔ تم بہت کم شکر کرتے ہو۔''

آپ نے اس حقیقت کو اچھی طرح پہچانا کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔ اچھی شکل وصورت اور معتدل قد وقامت کے ذریعے سے شرف بخشا اور اسے عقل وتمیز اور قوت گویائی عطا فرمائی۔ آسمان وزمین کی تمام اشیاء کو اس کے لیے مسخر فرمایا اور بہت سی مخلوق پر اس کو فضیلت بخشی اور انبیاء ورسل کو مبعوث کر کے اس کو عزوشرف بخشا۔ آپ کے سامنے یہ حقیقت آشکارا ہوئی کہ انسان کے الٰہی تکریم کے مظاہر میں سے بہترین مظہر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی محبت ورضا کا اہل قرار دیا اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اتباع سے حاصل ہو سکتی ہے جنھوں نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی تاکہ دنیا میں پاکیزہ زندگی گزاریں اور آخرت میں دائمی نعمت سے سرفراز ہوں۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۹۷ ﴾ (النحل: ۹۷)

''جو بھی نیک عمل کرے، مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو یقیناً ہم اسے ضرور زندگی بخشیں گے، پاکیزہ زندگی اور یقیناً ہم انھیں ان کا اجر ضرور بدلے میں دیں گے، ان بہترین اعمال کے مطابق جو وہ کیا کرتے تھے۔''

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے قرآن کو بغور مطالعہ کر کے انسان اور شیطان کے درمیان جاری جنگ کی حقیقت کو پہچانا اور بخوبی آگاہ ہوئے کہ شیطان انسان پر اس کے آگے پیچھے اور دائیں اور بائیں ہر طرف سے حملہ آور ہوتا ہے، اسے گناہ کرنے پر ابھارتا ہے اور اس کی خفتہ شہوات کو ہوا دیتا ہے، اسی وجہ سے آپ اپنے دشمن کو شکست دینے کے لیے اللہ سے ہمیشہ مدد مانگتے تھے اور اپنی پوری زندگی اس معرکے میں کامیاب رہے، قرآن کریم میں آدم اور ابلیس کا واقعہ پڑھا اور اس حقیقت تک پہنچے کہ آدم علیہ السلام ہی سے بنی نوع انسان کا وجود ہوا ہے اور اسلام کی روح یہ ہے کہ اللہ کی مطلق اطاعت کی جائے، نیز یہ کہ انسان غلطی وگناہ میں واقع ہو سکتا ہے۔ آدم علیہ السلام کی لغزش سے آپ نے یہ بھی سیکھا کہ مسلمان کو اللہ کی ذات پر اعتماد اور کامل توکل کرنا چاہیے اور یہ کہ مومن کی زندگی میں توبہ واستغفار کی کافی اہمیت ہے، اسے حسد اور تکبر وغرور سے بچانا ضروری ہے اور ہر چیز پر اللہ کی رضا کو مقدم کرنا لازم ہے، نیز یہ کہ اپنے رفقاء ودینی بھائیوں کے ساتھ بہتر انداز میں گفتگو کرنی چاہیے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَ قُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ۝۵۳ ﴾ (الاسراء: ۵۳)

''اور میرے بندوں سے کہہ دے وہ بات کہیں جو سب سے اچھی ہو، بے شک شیطان ان کے درمیان جھگڑا ڈالتا ہے۔ بے شک شیطان ہمیشہ سے انسان کا کھلا دشمن ہے۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مختلف عبادات کے ذریعے سے اپنے احباب و رفقاء کی روحانی تربیت اور قلبی تطہیر کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلوب اختیار کیا اور انھیں قرآن کریم کے اخلاقی منہج پر گامزن کیا۔

علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک قرآن کی عظمت و اہمیت:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے تلاوت، حفظ، فہم اور عمل کے ذریعے سے قرآن کے سائے میں اپنی زندگی گزاری اور کہتے تھے:

''جس نے قرآن پڑھا، پھر مر گیا اور جہنم میں داخل کیا گیا تو یہ اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑانے والوں میں سے تھا۔'' ❶

اور کہتے تھے:

''قرآن پڑھنے والوں کے لیے بشارت ہے، یہ لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں سب سے زیادہ محبوب تھے۔'' ❷

اور فرمایا کرتے تھے:

''میرے خیال میں وہ شخص عقل مند نہیں ہے، جو سورۂ بقرہ کی آخری تین آیتوں کی تلاوت کیے بغیر سو جائے۔'' ❸

آپ نے قرآن کی اہمیت اور اس کی عظمت و فضیلت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''یہ اللہ کی کتاب ہے، اس میں تم سے پہلے لوگوں کی تاریخ ہے اور تمھارے بعد کے لوگوں کی خبریں ہیں، وہ تمھارے مسائل کا حل ہے، وہ برحق ہے، کھلواڑ نہیں ہے، جو ظالم اسے چھوڑے گا اللہ اسے توڑے گا، اور جو اس کے علاوہ دوسری چیز میں ہدایت تلاش کرے گا، اللہ اسے گمراہ کرے گا، وہ مضبوط رسی ہے، حکمتوں سے پُر نصیحت کی کتاب ہے وہی صراط مستقیم ہے، وہ ایسی کتاب ہے جس پر عمل کر کے خواہشات بہک نہیں سکتیں اور نہ ہی دوسری زبانیں اس سے خلط ملط ہو سکتی ہیں، اس کے عجائبات و معجزات کی انتہا نہیں اور علما اس سے آسودہ نہیں ہو سکتے، جس نے اس کے حوالے سے کچھ کہا، اس نے سچ کہا اور جس نے اس پر عمل کیا وہ ثواب سے نوازا گیا اور جس نے اس کی طرف دعوت دی وہ صراط مستقیم پر گامزن ہوا۔'' ❹

قرآن کریم کے کثرت اہتمام سے قرآن اور علوم قرآن پر آپ کو عبور حاصل تھا، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

''اللہ کی قسم کوئی بھی آیت نازل ہوئی تو مجھے اس کے بارے میں علم رہا کہ یہ آیت کس کے بارے میں کہاں اور کس پر نازل ہوئی، میرے رب نے مجھے کافی حساس دل اور سچ بولنے والی زبان سے نوازا ہے۔'' ❺

---

❶ المستطرف (١/ ٢٩) فرائد الكلام ص (٣٧٥).

❷ التبيان فى آداب حملة القرآن ص (١٤٦) فرائد الكلام ص (٣٩٠).

❸ التبيان فى آداب حملة القرآن ص (٢٦٦).

❹ فضائل القرآن/ ابن كثير ص (١٥) و موقف على امير المؤمنين على.

❺ طبقات ابن سعد (٢/ ٣٣٨) تاريخ الخلفاء/ السيوطى ص (١٥٢).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا:

''مجھ سے اللہ کی کتاب کے بارے میں پوچھ لیا کرو، اس لیے کہ میں تمام آیتوں کے بارے میں جانتا ہوں کہ کون سی دن میں نازل ہوئیں اور کون سی رات میں کون پہاڑ پر اتریں اور کون سی ہموار زمین پر۔''❶

علامہ ابن عبدالبر کا خیال ہے کہ علی رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے ایک تھے، جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں قرآن کو حفظ کیا تھا۔❷ آپ زندگی کے آخری ایام میں فرمایا:

''قرآن کے بارے میں جو پوچھنا ہو پوچھ لو، اس کے قبل کہ میں تم میں زندہ نہ رہوں۔''❸

آپ نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب کہ اکثر علما صحابہ وفات پا چکے تھے اور آپ عراق میں قیام پذیر تھے جن میں جہالت عام تھی بیشتر احکامِ شریعت سے ناواقف تھے، انھیں قرآن کریم اور سنت نبوی کی تعلیم دی جائے۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں تعلیم دیتے اور حق کی طرف رہنمائی کرتے۔ آپ اپنے دور کے سب سے بڑے عالم تھے، اور یہ آپ کے عالم ربانی ہونے کی واضح مثال ہے جو لوگوں کو خیر کی دعوت دینے اور اسی پر ان کی تربیت فرمانے کا حریص ہوتا ہے۔

آپ کے بارے میں نازل ہونے والی قرآنی آیات:

اگر نبوی معاشرہ میں کوئی نیا واقعہ پیش آجاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کا نزول ہوتا اور آپ اس کا حل پیش کرتے، کسی کام کی تعریف کرتے، کسی قوم و جماعت کو سراہتے اور کسی کو ڈراتے، اگر خامیاں و غلطیاں ہوجاتیں تو ان سے خبردار کرتے، چنانچہ اس باب میں چند ایسی آیتیں نازل ہوئیں جن کے اثر سے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگیوں میں عمدہ نقوش دیکھنے کو ملے، انھیں آیتوں میں سے چند ایک ذکر کیا جارہا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ ؗ فَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِیَابٌ مِّنْ نَّارٍ ؕ یُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِیْمُ ۝۱۹ یُصْهَرُ بِهٖ مَا فِیْ بُطُوْنِهِمْ وَ الْجُلُوْدُ ۝۲۰ وَ لَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِیْدٍ ۝۲۱ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِیْدُوْا فِیْهَا ۗ وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ۝۲۲ اِنَّ اللّٰهَ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا ؕ وَ لِبَاسُهُمْ فِیْهَا حَرِیْرٌ ۝۲۳﴾ (الحج: ۱۹-۲۳)

''یہ دو جھگڑنے والے ہیں، جنھوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا، تو وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، ان کے لیے آگ کے کپڑے کاٹے جاچکے، ان کے سروں کے اوپر سے کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے

❶ الصواعق المحرقة (۲/ ۳۷۵) طبقات ابن سعد (۲/ ۳۳۸). ❷ الاستیعاب (۳/ ۱۱۳۰)

❸ منهاج السنة (۸/ ۵۷، ۵۸).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گا۔اس کے ساتھ پگھلا دیا جائے گا جو کچھ ان کے پیٹوں میں ہے اور چمڑے بھی۔ اور انھی کے لیے لوہے کے ہتھوڑے ہیں۔ جب کبھی ارادہ کریں گے کہ سخت گھٹن کی وجہ سے اس سے نکلیں، اس میں لوٹا دیے جائیں گے اور چکھو جلنے کا عذاب۔ بے شک اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، انھیں اس میں کچھ سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور موتی بھی اور ان کا لباس اس میں ریشم ہوگا۔''

اس آیت کے بارے میں علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں سب سے پہلے (یعنی مجاہدین میں سے) اپنے رب کے سامنے دوزانوں فیصلہ کے لیے بیٹھوں گا۔ قیس بن عبادہ نے بیان کیا کہ ﴿ هَٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ ﴾ انھیں حضرات حمزہ، علی، عبیدہ، یا ابوعبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازل ہوئی؟ بیان کیا کہ یہ وہی ہیں جو بدر کی لڑائی میں مبارزت کے لیے تنہا تنہا نکلے تھے۔ حمزہ، علی، عبیدہ یا ابوعبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہم (مسلمانوں کی طرف سے) اور شیبہ بن ربیعہ، عتبہ اور ولید بن عتبہ (کفار قریش کی طرف سے)۔ ❶

منجملہ دیگر لوگوں کے آپ کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

﴿ فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ﴿٦١﴾ ﴾ (آل عمران: ٦١)

''پھر جو شخص تجھ سے اس کے بارے میں جھگڑا کرے، اس کے بعد کہ تیرے پاس علم آ چکا تو کہہ دے آؤ! ہم اپنے بیٹوں اور تمھارے بیٹوں کو بلا لیں اور اپنی عورتوں اور تمھاری عورتوں کو بھی اور اپنے آپ کو اور تمھیں بھی، پھر گڑ گڑا کر دعا کریں، پس جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔''

یہ اس وقت کا واقعہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصاریٰ نجران کے وفد سے عیسیٰ بن مریم کے بارے میں مناظرہ کرتے ہوئے انھیں چیلنج کیا تھا کہ عیسیٰ اللہ کے بندے اس کے رسول اور اس کے کلمہ ''کُنْ'' کی پیداوار ہیں، جسے اللہ نے ان کی پاک دامن ماں کے رحم میں ڈالا تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصاریٰ کے اس عقیدے کی تکذیب و تردید کی کہ عیسیٰ اللہ ہیں، یا اللہ کے بیٹے ہیں، یا تیسرے معبود ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اسلام کی دعوت دی، لیکن انھوں نے ماننے سے انکار کر دیا، پھر آپ نے انھیں مناظرہ کے لیے چیلنج کیا۔

عامر بن سعد بن ابی وقاص رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جب آیت کریم ﴿ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ ﴾ نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم اجمعین کو بلایا اور کہا:

((اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلِي.)) ❷ ''اے اللہ یہ سب میرے اہل ہیں۔''

---

❶ بخاری، رقم الحدیث: ٣٩٦٥. ❷ صحیح مسلم / الامارۃ/ فضل الشهادة فی سبیل الله، حدیث: (٤٨٧١).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قرآن آپ کی اس رائے کی تائید کرتا ہے کہ مسجد حرام کی تعمیر سے جہاد افضل ہے:

صحیح مسلم میں ہے کہ ایک آدمی نے کہا: اسلام لانے کے بعد میرے نزدیک سب سے بڑا عمل مسجد حرام کو آباد کرنا ہے، تو علی رضی اللہ عنہ نے کہا جہاد فی سبیل اللہ ان تمام کاموں سے افضل ہے، عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ تکرار سنی تو کہا، منبر رسول کے پاس آوازیں بلند نہ کرو، جب نماز ختم ہو جائے گی تو میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھ لوں گا، چنانچہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلے میں استفسار کیا تو یہ آیت نازل ہوئی: [1]

﴿ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۹ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ۝۲۰ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۝۲۱ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝۲۲ ﴾

(التوبة: ۱۹-۲۲)

"کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کو آباد کرنا اس جیسا بنا دیا جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا اور اس نے اللہ کے راستے میں جہاد کیا۔ یہ اللہ کے ہاں برابر نہیں ہیں اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا، اللہ کے ہاں درجے میں زیادہ بڑے ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہیں۔ ان کا رب انھیں اپنی طرف سے بڑی رحمت اور عظیم رضامندی اور ایسے باغوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کے لیے ہمیشہ رہنے والی نعمت ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ بے شک اللہ ہی ہے جس کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔"

پس اللہ نے صاف صاف کہہ دیا کہ ایمان اور جہاد مسجد حرام کو آباد کرنے، حج و عمرہ کرنے، طواف کرنے اور حاجیوں کی خدمت کرنے سے کہیں زیادہ افضل ہے۔

امت محمدیہ کے لیے آپ نہایت شفیق ثابت ہوئے:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ۭ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۲ ﴾ (المجادلة: ۱۲)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم رسول سے سرگوشی کرو تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ صدقہ پیش کرو، یہ

[1] الفتاوی (۸/ ۱۶۶) صحیح مسلم میں علی رضی اللہ عنہ کے نام کی صراحت مذکور نہیں ہے۔ دیکھیے: صحیح مسلم/ کتاب الامارۃ (۱۸۷۹) (مترجم)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تمھارے لیے زیادہ اچھا اور زیادہ پاکیزہ ہے، پھر اگر نہ پاؤ تو یقیناً اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔"

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا: "مُرْهُمْ اَنْ يَتَصَدَّقُوْا" ان سے کہو صدقہ دیں۔ علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کتنا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بِدِيْنَارٍ" ایک دینار۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ان کے پاس اتنی طاقت نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فَنِصْفُ دِيْنَارٍ" تو نصف دینار۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ان کے پاس اتنی بھی طاقت نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تب کتنا؟ علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ایک جو کے برابر سونا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر علی سے کہا: "إِنَّكَ لَزَهِيْدٌ" تم بہت کم کرنے والے ہو، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ۚ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ﴾ (المجادلة: ۱۳)

"کیا تم اس سے ڈر گئے کہ اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ صدقے پیش کرو، سو جب تم نے ایسا نہیں کیا اور اللہ نے تم پر مہربانی فرمائی تو تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔"

پھر علی رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے، میری وجہ سے اللہ نے اس امت کے لیے یہ آسانی پیدا کی۔ ❶

بعض آیات قرآنیہ کی نبوی تفسیر کی تبلیغ:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض آیتوں کی تفسیر معلوم کی اور اسے لوگوں کے درمیان عام کیا، اس کی چند مثالیں نقل کی جا رہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٨٢﴾ ﴾ (الواقعة: ۸۲)

"اور تم اپنا حصہ یہ ٹھہراتے ہو کہ بے شک تم جھٹلاتے ہو۔"

علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے مذکورہ آیت پڑھی اور فرمایا:

((شُكْرُكُمْ اِنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ، مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَ كَذَا، وَ بِنَجْمٍ كَذَا وَ كَذَا.)) ❷

"تمھاری شکر گزاری کا یہ عالم ہے کہ تم جھوٹ بکتے ہو کہ فلاں اور فلاں پچھتر اور فلاں اور فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ملی۔"

تقدیر کے مطابق عمل آسان کر دیا گیا ہے:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم بقیع الغرقد میں ایک جنازے میں تھے، ہمارے درمیان اللہ کے

---

❶ سنن الترمذی، حدیث نمبر (۳۲۹۷) امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔ امام البانی نے "ضعیف موارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان" ص (۱۲۷، ۱۲۸) پر اسے ضعیف کہا ہے۔

❷ مسند احمد، الموسوعة الحدیثیة، حدیث نمبر (۸۴۹) یہ روایت حسن لغیرہ ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رسول ﷺ تشریف لائے اور بیٹھ گئے، ہم بھی آپ کے اردگرد بیٹھ گئے، آپ کے پاس ایک چھڑی تھی، جس سے آپ زمین کریدنے لگے، پھر آپ نے فرمایا:

((مَا مِنْكُمْ مِّنْ أَحَدٍ مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوسَةٍ إِلَّا وَ قَدْ كَتَبَ اللّٰهُ مَكَانَهَا مِنَ الْجَنَّةِ وَ النَّارِ، وَإِلَّا وَ قَدْ كُتِبَتْ شَقِيَّةً أَوْ سَعِيدَةً.))

''تم میں سے کوئی ایسا نہیں یا کوئی جان ایسی نہیں جس کا ٹھکانہ جنت اور دوزخ میں نہ لکھا گیا ہو، اور یہ بھی کہ وہ نیک بخت ہوگی یا بدبخت۔''

ایک صحابی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! پھر کیوں نہ ہم اپنی تقدیر پر بھروسہ کرلیں اور عمل چھوڑ دیں، کیوں کہ جس کا نام نیک دفتر میں لکھا ہے وہ ضرور نیک کام کی طرف پلٹے گا اور جس کا نام بدبختوں میں لکھا ہے وہ ضرور ہی بدی کی طرف جائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَمَّا أَهْلُ السَّعَادَةِ فَيُيَسَّرُونَ لِعَمَلِ أَهْلِ السَّعَادَةِ، وَ أَمَّا أَهْلُ الشَّقَاوَةِ فَيُيَسَّرُونَ إِلٰى عَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ.))

''بات یہ ہے کہ جس کا نام نیک بختوں میں ہے ان کو اچھے کام کرنے میں آسانی معلوم ہوگی اور رہے بدبخت تو انھیں بدبختوں کے کام آسان ہوں گے۔''

پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝ وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝﴾ (اللیل: ۵-۱۰)[1]

''پس لیکن وہ جس نے دیا اور (نافرمانی سے) بچا۔ اور اس نے سب سے اچھی بات کو سچ مانا۔ تو یقیناً ہم اسے آسان راستے کے لیے سہولت دیں گے۔ اور لیکن وہ جس نے بخل کیا اور بے پروا ہوا۔ اور اس نے سب سے اچھی بات کو جھٹلا دیا۔ تو یقیناً ہم اسے مشکل راستے کے لیے سہولت دیں گے۔''

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ صحابہ نے کہا، ہم اپنی تقدیر پر کیوں نہ بھروسہ کرلیں اور عمل چھوڑ دیں، جس کی تقدیر میں نیک بختی ہوگی وہ نیک بختوں کا عمل کرے گا اور جس کی تقدیر میں بدبختی ہوگی وہ بدبختوں کا عمل کرے گا۔[2]

صحیحین کی ایک روایت میں ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک دن کی بات ہے، اللہ کے رسول ﷺ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی، آپ اس سے زمین کرید رہے تھے، اچانک آپ نے سر اٹھایا اور یوں گویا ہوئے:

((مَا مِنْكُمْ مِنْ نَفْسٍ إِلَّا وَ قَدْ عُلِمَ مَنْزِلُهَا مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ.))

''تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس کا ٹھکانا جنت یا جہنم میں نہ لکھ دیا گیا ہو۔''

[1] صحيح البخاري، حديث نمبر (۱۳۶۲).
[2] صحيح البخاري، حديث نمبر (٦٦٠٥).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ! پھر ہم عمل کیوں کریں، کیا ہم اسی تقدیر پر بھروسہ نہ کرلیں، آپ نے فرمایا:

((لَا اِعْمَلُوْا ، فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ .))

''نہیں ایسا نہ کرو بلکہ عمل کرو، ہر انسان کے لیے اس کی تقدیر کے مطابق عمل کو آسان کردیا گیا ہے۔''

پھر آپ نے ان آیات کی تلاوت فرمائی:

﴿ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۙ﴿٥﴾ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۙ﴿٦﴾ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ؕ﴿٧﴾ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۙ﴿٨﴾ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۙ﴿٩﴾ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ؕ﴿١٠﴾ ﴾ (اللیل: ٥-١٠) [1]

''پس لیکن وہ جس نے دیا اور (نافرمانی سے) بچا۔ اور اس نے سب سے اچھی بات کو سچ مانا۔ تو یقیناً ہم اسے آسان راستے کے لیے سہولت دیں گے۔ اور لیکن وہ جس نے بخل کیا اور بے پروا ہوا۔ اور اس نے سب سے اچھی بات کو جھٹلا دیا۔ تو یقیناً ہم اسے مشکل راستے کے لیے سہولت دیں گے۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث میں قرآن کی اس تعلیم کو ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی نیک بختی اور بدبختی کا علم ازل میں ہو چکا ہے اور اس نے اسے لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے، پھر اپنی مرضی ومشیت کے مطابق اس کے وجود کا فیصلہ کرتا ہے، صرف سعادت وشقاوت ہی نہیں بلکہ بندوں کے دیگر احوال کا بھی اسے علم ہے اور انھیں لوح محفوظ میں لکھ چکا ہے۔ [2] اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح کردیا کہ تقدیر کا لکھا جانا ان کے اعمال کے منافی نہیں ہے کہ جن سے سعادت یا شقاوت انسان کا مقدر بنتی ہے، بلکہ جو شخص سعادت مندوں میں ہوتا ہے، اس کے لیے سعادت مندوں کے کام آسان کردیے جاتے ہیں اور جو شخص بدبختوں میں ہوتا ہے اس کے لیے بدبختی کے کام آسان کردیے جاتے ہیں، اسی لیے آپ نے لوگوں کو نوشتۂ تقدیر پر بھروسہ کرنے اور عمل چھوڑ کر بیٹھ جانے سے منع کیا، چنانچہ جو شخص نوشتۂ تقدیر پر بھروسہ کرکے اپنے فرائض سے پہلوتہی اختیار کرتا ہے وہ خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا، جنھوں نے اپنی ساری تگ ودو دنیوی زندگی میں لگائی اور سب بیکار گئی، تقدیر پر بھروسہ کرکے اپنے فرائض سے پہلوتہی کرنا بھی درحقیقت اسی تقدیر کا حصہ ہے، جس کے مطابق ایسے شخص کے لیے بدبختی کے کام آسان کردیے گئے ہیں، پس سعادت مند وہ لوگ ہیں جو منہیات سے بچتے ہیں اور اوامر کو بجالاتے ہیں اور جو لوگ تقدیر پر بھروسہ کرکے آرام کرتے ہیں اور دینی فرائض کو چھوڑتے ہیں وہ بلاشبہ بدبختوں میں سے ہیں، ان کے لیے بدبختی کے اعمال آسان کردیے گئے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو جو جواب دیا اور انھوں نے نیز دیگر صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تقدیر کے سلسلے میں جو تعلیم پائی وہ بالکل برحق ہے اور حق وصداقت پر مبنی ہے۔ [3]

---

[1] صحیح البخاری، حدیث نمبر (٤٩٤٩) الفتاوی (٨/ ١٦٥).

[2] الفتاوی (٨/ ١٦٦)

[3] مصنف عبدالرزاق، اثر نمبر (١٧٤٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک قرآن مجید سے مسائل مستنبط کرنے کے اصول ومبادی

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کو قرآن اور علوم قرآن کا گہرا علم تھا اور آپ کا یہ عقیدہ تھا کہ قرآن میں ضمناً یا صراحتاً تمام تر شرعی احکامات موجود ہیں، اسی لیے اکثر کہا کرتے تھے: ''اللہ تعالیٰ کسی چیز کو بھولنے والا نہیں ہے'' [1] اور شرعی حکم بتاتے ہوئے عموماً قرآن سے استدلال کرتے اور آیت کریمہ پڑھ کر سناتے، چنانچہ مسائل کے استنباط کے لیے آپ نے جو معیار مقرر کیا تھا وہ یہ تھا:

ا۔ قرآن کے ظاہری معنی پر عمل کرنا:

❀ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کبھی کبھی قرآن کے ظاہری معنی پر عمل کرنے کا التزام کرتے، بشرطیکہ آپ کو کوئی ایسا قرینہ نہ ملتا ہو جو ظاہری معنی پر عمل کرنے سے مانع ہو، اسی لیے آپ ہر نماز کے لیے الگ الگ وضو کرتے اور اس آیت کی تلاوت کرتے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ﴾ (المائدۃ: ٦) [2]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے منہ اور اپنے ہاتھ کہنیوں تک دھولو۔''

آپ کے نزدیک اس التزام کی وجہ یہ تھی کہ اس آیت میں ﴿اِذَا قُمْتُمْ﴾ کا ظاہری مفہوم ہر نماز کے وقت وضو کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔

○ آپ ایسے مسافر کے لیے روزہ رکھنا واجب سمجھتے تھے جس پر اقامت کی حالت میں روزہ اس پر فرض ہو چکا تھا پھر اس نے سفر شروع کر دیا، چنانچہ آپ نے فرمایا: جس شخص پر اقامت کی حالت میں روزہ فرض ہو گیا، پھر وہ سفر پر نکلے تو اس کے لیے روزہ رکھنا لازم ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ﴾ (البقرۃ: ١٨٥) [3]

''تو تم میں سے جو اس مہینے میں حاضر ہو وہ اس کا روزہ رکھے۔''

○ آپ بالغ آدمی کی رضاعت کو سبب حرمت نہ سمجھتے تھے، کیوں کہ وہ رضاعت کی مقررہ مدت یعنی دو سال کے ضمن میں نہیں آتا، اس سلسلے میں آپ آیت رضاعت کے ظاہری مفہوم کو ترجیح دیتے تھے

﴿وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ﴾ (البقرۃ: ٢٣٣)

---

[1] مصنف عبدالرزاق، اثر نمبر (١٧٤٤)۔
[2] تفسیر القرطبی (٢/ ٨٠)۔
[3] فقه الامام علی بن ابی طالب (١/ ٤٥)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں، اس کے لیے جو چاہے کہ دودھ کی مدت پوری کرے۔''

کی تفسیر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: مدت رضاعت دو سال ہے، پس جو رضاعت اس مدت کے اندر ہو وہ حرمت کا سبب ہے، اور جو اس کے بعد ہو وہ نہیں۔ ❶

○ مذکورہ آیت کریمہ کے ظاہر معنی پر عمل کرتے ہوئے آپ نے زنا کی متہم ایک ایسی عورت کو تہمت سے بری بھی قرار دیا جسے زوجیت کے چھ ہی مہینے میں ولادت ہوئی تھی، آپ کا استدلال اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ الْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ كَامِلَیْنِ ﴾ (البقرۃ: ۲۳۳)

''اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں۔''

دوسری جگہ فرمایا:

﴿ وَ حَمْلُهٗ وَ فِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ﴾ (الاحقاف: ۱۵)

''اس کے حمل اور اس کے دودھ چھڑانے کی مدت تیس مہینے ہے۔''

ان دونوں آیتوں کو اکٹھا کرنے سے معلوم ہوگا ہے کہ حمل کی مدت چھ مہینے ہے اور دودھ چھڑانے کی مدت چوبیس (۲۴) مہینے ہے۔ ❷ یعنی آپ نے (۳۰) تیس مہینوں کی مدت سے مدت رضاعت دو سال کو الگ کر دیا، جس کے بعد صرف چھ ہی مہینے کی مدت حمل کے لیے باقی رہی، جس سے معلوم ہوا کہ چھ مہینے میں حمل اور ولادت ممکن ہے، اس طرح آپ نے دونوں آیتوں کے ظاہری مفہوم کو یکجا کر کے حکم صادر فرمایا۔ ❸

۲۔ مجمل آیت کو مفسر پر محمول کرنا:

مجمل آیت کا مفہوم ہے کہ ایسی آیت جس کا مرادی معنی پوشیدہ ہو، بغیر وضاحت کے اس کی حقیقت تک رسائی ناممکن ہو۔ ❹ اور مفسر آیت کا مطلب ہے کہ ایسی آیت جس کا مرادی معنی اس قدر واضح ہو کہ مزید توضیح کی ضرورت نہ ہو۔ ❺

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے قرآن کی آیت کریمہ ﴿ هَدْیًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ ﴾ (المائدۃ: ۹۵) کے اجمال کو دوسری جگہ اس کی تفسیر پر محمول کیا، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "هَدِي" کس کی ہونی چاہیے؟ آپ نے فرمایا: آٹھ نر و مادہ سے، آپ کو محسوس ہوا کہ شاید اسے کچھ تردد ہو رہا ہے، تو آپ نے اس سے کہا: کیا تم قرآن پڑھتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں، آپ نے پوچھا: کیا تم نے اللہ کا یہ فرمان پڑھا:

---

❶ المجموع/ النووی (۸/ ۲۱۳).

❷ مصنف عبدالرزاق/ اثر نمبر (۱۲٤٤۳) فقه الامام علی (۱/ ٤۱).

❸ فقه الامام علی (۱/ ٤٦). ❹ مرأة الاصول فی شرح مرقاة الاصول ص (۱۹۷).

❺ مرأة الاصول فی شرح مرقاة الاصول ص (۱۹۱)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَوْفُوا۟ بِٱلْعُقُودِ ۚ أُحِلَّتْ لَكُم بَهِيمَةُ ٱلْأَنْعَٰمِ ﴾ (المائدة: ١)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! عہد پورے کرو۔ تمھارے لیے چرنے والے چوپائے حلال کیے گئے ہیں۔''

اس نے جواب دیا: ہاں، ضرور پڑھا ہے، آپ نے پھر پوچھا: کیا تم نے اللہ کے اس فرمان کو پڑھا:

﴿ لِّيَذْكُرُوا۟ ٱسْمَ ٱللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّنۢ بَهِيمَةِ ٱلْأَنْعَٰمِ ۗ ﴾ (الحج: ٣٤)

''تاکہ وہ ان پالتو چوپاؤں پر اللہ کا نام ذکر کریں جو اس نے انھیں دیے ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿ وَمِنَ ٱلْأَنْعَٰمِ حَمُولَةً وَفَرْشًا ۚ كُلُوا۟ مِمَّا رَزَقَكُمُ ٱللَّهُ ﴾ (الانعام: ١٤٢)

''اور چوپاؤں میں سے کچھ بوجھ اٹھانے والے اور کچھ زمین سے لگے ہوئے (پیدا کیے)۔ کھاؤ اس میں سے جو اللہ نے تمھیں رزق دیا۔''

کیا تم نے اللہ کا یہ ارشاد سنا ہے:

﴿ مِّنَ ٱلضَّأْنِ ٱثْنَيْنِ وَمِنَ ٱلْمَعْزِ ٱثْنَيْنِ ۗ ﴾ (الانعام: ١٤٣)

''بھیڑ میں سے دو اور بکری میں سے دو۔''

﴿ وَمِنَ ٱلْإِبِلِ ٱثْنَيْنِ وَمِنَ ٱلْبَقَرِ ٱثْنَيْنِ ۗ ﴾ (الانعام: ١٤٤)

''اور اونٹوں میں سے دو اور گائیوں میں سے دو۔''

اس نے کہا: ہاں ضرور سنا ہے، آپ نے پوچھا: اور کیا یہ ارشاد الٰہی سنا ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَقْتُلُوا۟ ٱلصَّيْدَ وَأَنتُمْ حُرُمٌ ۚ وَمَن قَتَلَهُۥ مِنكُم مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ ٱلنَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِۦ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ هَدْيًۢا بَٰلِغَ ٱلْكَعْبَةِ ﴾

(المائدة: ٩٥)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! شکار کو مت قتل کرو، اس حال میں کہ تم احرام والے ہو اور تم میں سے جو اسے جان بوجھ کر قتل کرے تو چوپاؤں میں سے اس کی مثل بدلہ ہے جو اس نے قتل کیا، جس کا فیصلہ تم میں سے دو انصاف والے کریں، بطور قربانی جو کعبہ میں پہنچنے والی ہے۔''

اس آدمی نے کہا: ہاں، پھر کہنے لگا کہ میں نے حالت احرام میں ایک ہرن کا شکار کرلیا ہے، مجھ پر کیا فدیہ واجب ہوتا ہے، آپ نے فرمایا: ایک ہدی جسے کعبہ تک پہنچایا جائے۔ [1]

۳۔ مطلق کو مقید پر محمول کرنا:

جو چیز اپنی ماہیت پر بلا قید دلالت کرے وہ مطلق ہے اور اگر لفظاً کسی بھی طرح کی کوئی قید ہو تو مقید ہے۔ [2]

---

[1] الدر المنثور (۳/ ۱۹۳) سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ ''هَدْيٌ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ'' یعنی ان آٹھ قسم کے مویشی چوپایوں میں سے ہونی چاہیے جن کا ذکر قرآن میں ہوا ہے۔ (مترجم)

[2] جمع الجوامع بشرح المحلی (۲/ ۷۹) فقه الإمام علی ص (۱/ ٤٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے مسائل کے استنباط میں قرآن کی مطلق آیات کو مقید آیات پر محمول کیا ہے، چنانچہ جس آیت میں چوری کی سزا مطلق ہاتھ کاٹنا بتائی گئی ہے، اسے آیت محاربہ سے مقید مانا ہے، یعنی کہ دو مرتبہ سے زیادہ نہیں کاٹے جائیں گے اور اگر بار بار چوری کی تو ایک ہاتھ اور ایک پاؤں سے زیادہ اور کچھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ آپ کے نزدیک اگر کسی چور نے ایک مرتبہ چوری کی تو اس کا داہنا ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر پھر دوبارہ چوری کرے تو اس کا بایاں پاؤں کاٹا جائے گا اور اگر تیسری مرتبہ یا چوتھی مرتبہ اس نے چوری کی تو اس کے علاوہ اس کا کوئی عضو نہیں کاٹا جائے گا، بلکہ اس کے بدلے اسے تعزیری سزا دی جائے گی۔ چنانچہ آپ نے اللہ کے فرمان: ﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا﴾ (المائدة: ۳۸) ''اور جو چوری کرنے والا اور جو چوری کرنے والی ہے سو دونوں کے ہاتھ کاٹ دو'' کو آیت محاربہ ﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ﴾ (المائدة: ۳۳) ''ان لوگوں کی جزا جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کی کوشش کرتے ہیں، یہی ہے کہ انھیں بری طرح قتل کیا جائے، یا انھیں بری طرح سولی دی جائے، یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مختلف سمتوں سے بری طرح کاٹے جائیں۔'' پر محمول کیا، اور کہا کہ اس آیت میں اللہ نے ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کاٹنے سے زیادہ کی اجازت نہیں دی ہے۔

چنانچہ اس کے بعد بھی چوری کرنے والوں کو آپ جیل خانے کی سزا دیتے۔ [1] امام شعبی کا بیان ہے کہ علی رضی اللہ عنہ چور کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کاٹنے پر اکتفا کرتے، اس کے بعد بھی اگر چوری کرتا تو اسے قید خانے میں ڈال دیتے اور سزا دیتے اور فرماتے:

''مجھے اللہ سے شرم آتی ہے کہ اس کا کوئی ہاتھ باقی نہ چھوڑوں کہ وہ کھانا نہ کھا سکے اور استنجاء نہ کر سکے۔'' [2]

۴۔ ناسخ ومنسوخ کا علم:

نسخ کا مطلب ہے سابقہ حکمِ شرعی کا بعد کے دوسرے خطاب شرعی کی وجہ سے اٹھا لیا جانا۔ [3] علامہ زرکشی کہتے ہیں کہ ائمہ علم وفن کا کہنا ہے کہ جس شخص کو قرآن کے ناسخ ومنسوخ کا علم نہ ہو اس کے لیے قرآن کی تفسیر کرنا جائز نہیں۔ [4]

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بھی اسی مفہوم کی تائید فرمائی ہے، اور ایک قصہ گو واعظ کی سرزنش کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: کیا تمھیں ناسخ ومنسوخ کا علم ہے؟ اس نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: تم خود ہلاک ہوئے اور دوسروں کو بھی ہلاک کیا۔ [5]

---

[1] مصنف عبدالرزاق، اثر نمبر (۲۱۸۷۴) فقه الإمام علی (۱/ ۴۷).

[2] مصنف عبدالرزاق، اثر نمبر (۲۱۸۷۴) فقه الإمام علی (۱/ ۴۷). [3] فقه الإمام علی (۱/ ۴۸).

[4] البرهان فی علوم القرآن (۲/ ۲۹) [5] ابو خیثمة / کتاب العلم ص (۳۱) شیخ البانی نے کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۵۔ لغت عرب پر گہری نظر:

قرآن کی افہام وتفہیم کے لیے آپ کا منہج یہ تھا کہ آپ عربوں کی زبان پر گہری نظر ڈالتے، جیسا کہ فرمان الٰہی: ﴿وَ الْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ﴾ (البقرۃ: ۲۲۸) ''اور وہ عورتیں جنھیں طلاق دی گئی ہے اپنے آپ کو تین حیض تک انتظار میں رکھیں۔'' کے بارے میں آپ نے فرمایا: ''قروء'' سے مراد حیض ہے۔ لہٰذا مطلقہ کی عدت اس وقت تک پوری نہیں ہوگی جب تک کہ تینوں حیض سے پاک نہ ہو جائے۔ ❶ آپ نے مطلقہ کے بارے میں فرمایا: اس کے شوہر کے لیے اس وقت تک رجوع کرنا جائز ہے جب تک کہ وہ تیسرے حیض سے غسل نہ کر لے۔ ❷ ''قروء'' کا لفظ طہر اور حیض دونوں کے لیے بولا جاتا ہے، چنانچہ جب عورت حیض سے ہوتی ہے تو اہل عرب کہتے ہیں: ''اَقْرَأَتِ الْمَرْأَةُ'' اور جب پاک ہوتی ہے تو بھی کہتے ہیں: ''اَقْرَأَتِ الْمَرْأَةُ'' ❸

عربوں کی زبان پر آپ کی گہری نظر کی ایک مثال یہ ہے کہ اللہ کے فرمان ﴿اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ﴾ میں آپ نے ''لمس'' یعنی چھونے سے ''جماع'' مراد لیا ہے، آپ نے فرمایا: یہاں حقیقت میں ''لمس'' سے ''جماع'' مراد ہے۔ اللہ نے اس کے لیے یہاں کنایہ پر اکتفا کیا ہے۔ ❹

اسی طرح فرمان الٰہی: ﴿وَ اِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَ قَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً﴾ (البقرۃ: ۲۳۷) ''اور اگر تم انھیں اس سے پہلے طلاق دے دو کہ انھیں ہاتھ لگاؤ، اس حال میں کہ تم ان کے لیے کوئی مہر مقرر کر چکے ہو۔'' میں آپ نے ''مس'' کو خلوت پر محمول کیا ہے، اور فرمایا: یہاں ''مس'' سے خلوت مراد ہے۔ ❺ چنانچہ خلوت ہو جانے کے بعد آپ نے پورے مہر کی ادائیگی واجب قرار دیا ہے۔ ❻ اور فرمایا: جب شوہر نے اپنی بیوی کو پردے کے آڑ میں کر لیا اور دروازہ بند کر لیا تو کامل مہر اور عدت واجب ہو گئی۔ ❼

۶۔ قرآن کی ایک نص کو دوسری نص سے سمجھنا:

○ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ﴿۱۴۱﴾﴾ (النساء: ۱۴۱) ''اور اللہ کافروں کے لیے مومنوں پر ہرگز کوئی راستہ نہیں بنائے گا۔'' اس آیت کے مفہوم کو سمجھنے کے لیے علی رضی اللہ عنہ نے آیت کے سیاق وسباق کی طرف رجوع کیا اور ﴿فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ (النساء: ۱۴۱) ''پس اللہ تمھارے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کرے گا'' سے آیت کا معنی متعین کیا کہ یہ قیامت کے دن کے بارے میں ہے۔ یعنی قیامت کے دن کافروں کو ایمان والوں پر اللہ ہرگز راہ نہ دے گا،

---

❶ تفسير ابن كثير (۱/ ۲۷۱). ❷ الدر المنثور (۱/ ۲۳٤).

❸ الصحاح / الجوهري (۱/ ٦٤).

❹ فقه الإمام علي (۱/ ٤٨) الفصول في الأصول/ جصاص (۱/ ۲۰۳).

❺ الفصول في الاصول/ جصاص (۱/ ۲۰۲).

❻ فقه الإمام علي (۱/ ٤٨). ❼ مصنف ابن أبي شيبة (٤/ ۲۳٤) فقه الإمام علي (۲/ ۵۳۱).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس واقعہ کی تفصیل یوں ہے کہ ایک آدمی آپ کے پاس آیا اور کہا کہ اللہ فرماتا ہے: ﴿ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ﴾ (النساء: ۱۴۱) کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا: قریب آؤ، قریب آؤ، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمھارے درمیان فیصلہ کرے گا اور اس دن کافروں کو مومنوں پر ہرگز راہ نہ دے گا۔ ❶

○ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ﴾ (الطور: ۵) ''اور اونچی اٹھائی ہوئی چھت کی!'' ابن کثیر رحمہ اللہ نے ابن جریر کی روایت سے لکھا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے اونچی چھت کی تفسیر ''آسمان'' سے کی، سفیان کہتے ہیں کہ پھر آپ نے تلاوت کیا: ﴿ وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ﴾ (الانبیاء: ۳۲) ''اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا اور وہ اس کی نشانیوں سے منہ پھیرنے والے ہیں۔''

○ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴾ (البقرۃ: ۲۳۸)

''سب نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نماز کی اور اللہ کے لیے فرماں بردار ہوکر کھڑے رہو۔''

علی رضی اللہ عنہ نے درمیانی نماز یعنی صلاۃ وسطیٰ کی تفسیر عصر کی نماز سے کی ہے، اور اس سلسلہ میں حدیث نبوی پر اعتماد کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احزاب کے موقع پر فرمایا تھا:

((شَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلَاةِ الْوُسْطٰى صَلَاةَ الْعَصْرِ مَلَأَ اللّٰهُ بُيُوْتَهُمْ وَ قُبُوْرَهُمْ نَارًا .)) ❷

''مشرکوں نے ہمیں صلاۃ وسطیٰ یعنی عصر کی نماز سے غافل کردیا، اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔''

○ اللہ تعالیٰ کا فرمایا:

﴿ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴾ (النساء: ۳۱)

''اگر تم ان بڑے گناہوں سے بچو گے جن سے تمھیں منع کیا جاتا ہے تو ہم تم سے تمھاری چھوٹی برائیاں دور کردیں گے اور تمھیں باعزت داخلے کی جگہ میں داخل کریں گے۔''

سہل بن ابی خیثمہ نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: میں کوفہ کی مسجد میں تھا، اور علی رضی اللہ عنہ منبر پر خطبہ دے رہے تھے، آپ فرما رہے تھے: اے لوگو! بڑے بڑے گناہ سات ہیں، آپ نے بلند آواز سے لوگوں کو مخاطب کیا اور تین مرتبہ یہی دہرایا، پھر کہا: ان کے بارے میں تم لوگ مجھ سے پوچھتے کیوں نہیں؟ لوگوں نے کہا: اے امیر المومنین وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، کسی جان کو ناحق قتل کرنا، پاک دامن پر

❶ تفسیر ابن جریر (۹/ ۳۲۷) اس کی سند صحیح ہے۔ ❷ صحیح مسلم (۱/ ۴۳۷)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تہمت باندھنا، یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کرنا، ہجرت کے بعد واپس دیہات میں چلے جانا۔ ❶ علی نے بڑے بڑے گناہوں کی یہ تفسیر اس حدیث نبوی پر اعتماد کرتے ہوئے کیا تھا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ .))

''سات ہلاک کر دینے والی چیزوں سے بچو۔''

صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا:

((اَلشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَ السِّحْرُ وَ قَتْلُ النَّفْسِ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ، وَ أَكْلُ الرِّبٰوا وَ أَكْلُ مَالَ الْيَتِيْمِ وَ التَّوَلِّيْ يَوْمَ الزَّحْفِ وَ قَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ .)) ❷

''اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، ناحق کسی کو قتل کر دینا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، میدانِ جنگ سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جانا، مومنہ بھولی بھالی اور پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا۔''

۷۔ مشکل آیات کے بارے میں استفسار کرنا:

قرآن کریم کو سمجھنے کے لیے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے منہج میں یہ بات بھی شامل تھی کہ جو قرآنی آیات آپ کے لیے مشکل ہوتیں، آپ ان کے بارے میں استفسار کرتے، چنانچہ ارشاد الٰہی: ﴿ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ ﴾ (التوبۃ: ۳) ''اور اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے حج اکبر کے دن تمام لوگوں کی طرف صاف اعلان ہے۔'' میں ''حج اکبر'' کے بارے میں آپ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ وہ کون سا دن ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ''یَوْمُ النَّحْرِ'' ❸ قربانی کا دن۔

آپ نے اپنے اس منہج کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے یوں واضح فرمایا کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول اگر ہمیں کوئی ایسا معاملہ پیش آ جائے جس میں شریعت کا کوئی امر یا نہی وارد نہ ہو تو ہم کیا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''علماء و عابدین سے مشورہ کرو اور بلا مشورہ اس میں نہ گھسو۔'' ❹

۸۔ سبب نزول کا علم:

اسباب نزول کی معرفت سے آیات کے معانی کو سمجھنا اور ان سے احکام مستنبط کرنا بہت حد تک آسان ہو جاتا ہے، آپ کو قرآنی آیات کے اسباب نزول کا گہرا علم تھا، جیسا کہ آپ نے قرآن کے بارے میں استفسار کرنے پر

---

❶ تفسير الطبري (٥/ ٢٥). ❷ صحيح البخاري، الوصايا، حديث نمبر (٢٧٦٦).
❸ سنن الترمذي، حديث نمبر (٩٧٠) شیخ البانیؒ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (١/ ٢٨٢).
❹ تاريخ خليفه بن خياط ص (٦٦) منهج على بن أبى طالب فى الدعوة إلى الله (٧٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کو رغبت دلاتے ہوئے کہا: مجھ سے پوچھو مجھ سے پوچھو، اور مجھ سے اللہ کی کتاب کے بارے میں پوچھو، اللہ کی قسم! میں آیتوں کے بارے میں جانتا ہوں کہ کون سی آیت رات میں اتری اور کون سی دن میں۔ ❶ اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ کی قسم! جتنی آیتیں اتری ہیں میں سب کے بارے میں جانتا ہوں کہ کس کے بارے میں اور کہاں اتری ہیں۔ ❷

۹۔ عام حکم کی تخصیص:

''عام'' کا اطلاق اس لفظ پر ہوتا ہے جو ایک کیفیت کے تمام معانی پر ایک ہی حالت میں ایک ساتھ بلا کسی حصر کے دلالت کرے۔ ❸ اور کسی لفظ کو عموم پر محمول کرنے کا قاعدہ یہ ہے کہ جب تک کوئی تخصیص نہ وارد ہو یہ لفظ اپنے عموم پر باقی رہتا ہے، کبھی کبھار شریعت کی طرف سے ایسا حکم آ جاتا ہے جو عمومی حکم کو صرف بعض افراد تک محدود کر دیتا ہے، جسے ''عام حکم کی تخصیص'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ❹

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ایسے آثار ملتے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ''عام کی تخصیص'' کے قائل تھے، چنانچہ آپ سے ایسی دو لونڈیوں کے بارے میں پوچھا گیا جو حقیقی بہنیں ہیں اور ایک ہی مالک کی ملکیت میں ہیں، اس نے ایک سے وطی کی، پھر دوسرے سے بھی وطی کرنا چاہتا ہے، آپ نے فرمایا: نہیں۔ ❺

ابن الکواء سے روایت ہے کہ انھوں نے علی رضی اللہ عنہ سے دو بہنوں کو ایک ساتھ لونڈی کی حیثیت سے رکھ کر ان سے مباشرت کرنے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے جواب دیا: ایک آیت نے حرام کیا ہے، اور ایک آیت نے حلال کیا ہے، لیکن نہ میں اسے کرنے والا ہوں اور نہ ہی میری آل اولاد۔ ❻

علی رضی اللہ عنہ کے استنباط کی نوعیت یہ تھی کہ جس آیت نے دونوں کو ایک ساتھ رکھنے کو حرام کیا ہے وہ یہ ہے:

﴿ وَ اَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ ﴾ (النساء: ٢٣)

''اور یہ کہ تم دو بہنوں کو جمع کرو۔''

جس آیت سے اس کی حلت ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے:

﴿ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ ﴾ (المومنون: ٦)

''مگر اپنی بیویوں، یا ان (عورتوں) پر جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے ہیں تو بلاشبہ وہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں۔''

مذکورہ دونوں آیتوں کے درمیان عموم وخصوص کی نسبت ہے، جس کی توضیح یہ ہے کہ دوسری آیت میں ملکیت کی

---

❶ الإصابة (٢/ ٥٠٩) ❷ طبقات ابن سعد (٢/ ٣٣٨)
❸ تيسير علم أصول الفقه/ عبدالله الجديع ص (٢٦٢).
❹ تيسير علم أصول الفقه، عبدالله الجديع ص (٢٦٩).
❺ فقه الإمام علي (١/ ٥٦٠). ❻ فقه الإمام علي (٢/ ٥٦٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لونڈیوں سے لذت اندوز ہونے کا جو عمومی حکم ہے، اسے پہلی آیت میں دو بہنوں کی یکجائی زوجیت کی ممانعت سے خاص کر لیا گیا ہے۔ ❶

○ اسی اصول پر عمل کرتے ہوئے آپ نے حکم دیا کہ جس حاملہ عورت کا شوہر وفات پا چکا ہو، اس کی عدت یہ ہے کہ حمل اور وفات کی دونوں عدتوں میں جس کی مدت طویل ہو اسی کا اعتبار کرے۔ ❷ گویا آپ نے دو آیتوں کے عمومی احکام کو ایک دوسرے سے خاص کیا، ایک آیت ہے:

﴿وَ الَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ يَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا﴾ (البقرۃ: ۲۳۴)

''اور جو لوگ تم میں سے فوت کیے جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں وہ (بیویاں) اپنے آپ کو چار مہینے اور دس راتیں انتظار میں رکھیں۔''

دوسری آیت میں ہے:

﴿وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ (الطلاق: ٤)

''اور جو حمل والی ہیں ان کی عدت یہ ہے کہ وہ اپنا حمل وضع کر دیں۔''

آپ کا خیال تھا کہ ایسی حاملہ عورت جس کا شوہر فوت ہو گیا ہو، اگر اسے چار مہینے دس دن سے پہلے ولادت ہو جاتی ہے تو وہ دوسری آیت کے عمومی حکم پر عمل نہیں کرے گی، بلکہ بقیہ ایام کی تکمیل کرے گی، اس لیے کہ پہلی آیت دوسری آیت کی تخصیص کرتی ہے، اور اگر وفات کی عدت پوری ہو جاتی ہے اور ولادت نہیں ہوتی تو ولادت ہو جانے تک اس کی عدت ہے، اس لیے کہ پہلی آیت کا عموم اپنی حالت پر باقی نہیں بلکہ دوسری آیت کے حکم سے مخصوص ہے۔ اس طرح آپ کے نزدیک دونوں آیتوں میں سے ہر ایک، ایک وجہ سے خاص ہے اور دوسری وجہ سے عام ہے۔ شاید احتیاط کے مدنظر علی رضی اللہ عنہ کا ایسا خیال تھا تاکہ دونوں آیتوں پر عمل ہو جائے۔ ❸

لیکن راجح اور صحیح بات یہ ہے کہ ایسی عورت کی عدت دونوں حالتوں میں وضع حمل (ولادت) ہے، کیونکہ عبداللہ بن عتبہ سے بسند صحیح ثابت ہے کہ سبیعہ بنت حارث رضی اللہ عنہا نے انھیں بتایا کہ وہ سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں، وہ بدری صحابی تھے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر ان کی وفات ہو گئی اور وہ حاملہ تھیں، ابھی کچھ ہی ایام گزرے تھے کہ ان کو ولادت ہو گئی اور جب نفاس سے پاک ہو گئیں تو پیغام نکاح دینے والوں کے لیے زیب و زینت کی، ایک دن ان کے پاس ابوالسنابل رضی اللہ عنہ آئے اور کہنے لگے: کیا بات ہے، میں دیکھ رہا ہوں کہ تم زیب و زینت کر رہی ہو؟ شاید تمھیں نکاح کی خواہش ہے، جان لو! تم اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتی ہو جب تک کہ عدت وفات چار مہینے دس دن نہ گزر جائیں، سبیعہ کہتی ہیں کہ جب ابوالسنابل نے مجھ سے یہ بات کہی تو میں نے شام کو اپنے کپڑوں

❶ الاحکام/ الآمدی (۲/ ٤٤٥) روضۃ الناظر (۲/ ۱۲۹).

❷ الفصول فی الاصول / الجصاص (٦/ ١٠٦). ❸ فقه الامام علی (۱/ ۵۰).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کو سنبھالا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور آپ سے اس کے بارے میں فتویٰ پوچھا: آپ نے مجھے فتوی دیا کہ جب تمھارے بطن سے ولادت ہوگئی تو حلال ہوگئی، پھر آپ نے مجھ سے کہا: اگر خواہش رکھتی ہو تو شادی کر لو۔ ❶

ممکن ہے علی رضی اللہ عنہ کو سبیعہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کا علم نہ رہا ہو، اس لیے کہ آپ کا فتویٰ اس کے خلاف تھا، ورنہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ حدیث کے خلاف فتوی نہ دیتے۔ ❷

۱۰۔ اہل عرب اور ان کے مضافات کے باشندوں کے عادات و خصائل سے واقفیت:

نزول قرآن کریم کے وقت اہل عرب اور ان کے مضافات میں بسنے والے یہود و نصاریٰ کے عادات و خصائل کی معرفت سے قرآن فہمی کے بہت سے پہلو آسان ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ علی رضی اللہ عنہ نے اسی زمانے میں پرورش پائی اور وہ بہت ساری عادتیں کہ جن سے قرآن نے منع کیا یا جنھیں باقی رکھا، انھیں آپ نے اچھی طرح پہچانا، اس معرفت کی مثال ابن ابی حاتم سے مروی وہ روایت ہے کہ جب ابن وائل اور ابوالفرزدق کے مابین فخر و مباہات کا دور شروع ہوا اور ان دونوں میں سے ہر ایک نے ۱۰۰ سو، ۱۰۰ سو اونٹ نحر کیے تو علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید خچر پر سوار ہو کر نکلے اور اعلان کرنے لگے کہ اے لوگو! ان اونٹوں کو نہ کھانا، کیوں کہ یہ غیر اللہ کے لیے ذبح کیے گئے ہیں۔ پس علی رضی اللہ عنہ اپنے وقت میں اہل عرب کی مروجہ عادات سے یہ جان لیا کہ یہ اللہ کے لیے نہیں بلکہ شیطان کے لیے ہے، اس لیے آپ نے ان دونوں کا گوشت کھانے سے منع کیا اور اللہ کے اس فرمان سے استدلال کیا:

﴿ حُرِّمَتۡ عَلَيۡكُمُ ٱلۡمَيۡتَةُ وَٱلدَّمُ وَلَحۡمُ ٱلۡخِنزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيۡرِ ٱللَّهِ بِهِۦ ﴾ (المائدۃ: ۳)

''تم پر مردار حرام کیا گیا ہے اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے۔'' ❸

۱۱۔ قوت فہم اور معلومات کی وسعت:

قوت فہم اور معلومات کی وسعت علی رضی اللہ عنہ کی ایک امتیازی صفت تھی، جس میں آپ کو شہرت حاصل ہوئی، اس کی بہت سی مثالیں ہیں، مثلاً ابن جریر نے روایت کیا ہے کہ ایک خارجی نے علی رضی اللہ عنہ کو اس وقت پکارا جب آپ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے، پھر اس نے اللہ کے اس فرمان کی تلاوت کی:

﴿ وَلَقَدۡ أُوحِيَ إِلَيۡكَ وَإِلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكَ لَئِنۡ أَشۡرَكۡتَ لَيَحۡبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ ٱلۡخَٰسِرِينَ ٦٥ ﴾ (الزمر: ٦٥)

''اور بلاشبہ یقیناً تیری طرف وحی کی گئی اور ان لوگوں کی طرف بھی جو تجھ سے پہلے تھے کہ بلاشبہ اگر تو نے شریک ٹھہرایا تو یقیناً تیرا عمل ضرور ضائع ہو جائے گا اور تو ضرور بالضرور خسارہ اٹھانے والوں سے ہو جائے گا۔''

---

❶ صحیح مسلم، حدیث نمبر (١٤٨٤). ❷ فقه الإمام علی (٢/ ٦١٧).

❸ تفسیر امیر المومنین علی بن ابی طالب رفہد عبدالعزیز الفاضل (۳۰/۱) ریاض یونیورسٹی میں پیش کیا گیا یہ ایک رسالہ ہے جو ابھی شائع نہیں ہوا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں نماز ہی میں آیت تلاوت کی:

﴿ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿٦٠﴾ ﴾ (الروم: ٦٠)

''پس صبر کر، یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے اور وہ لوگ تجھے ہرگز ہلکا نہ کر دیں جو یقین نہیں رکھتے۔'' ❶

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم سے احکامات کے استنباط اور اس کے معانی کو سمجھنے کے لیے ان مذکورہ اصول و مبادیات کو اختیار کیا، لہٰذا محبان علی اور تمام مخلص مسلمانوں کو چاہیے کہ قرآن کریم کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے اس منہج کو سامنے رکھیں۔

علی رضی اللہ عنہ سے منقول چند آیات کی تفسیریں:

(۱) الذاریات (۱-۳):

امام ثوری حبیب بن ابی صامت سے اور وہ ابوطفیل سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابن الکواء کو علی رضی اللہ عنہ سے پوچھتے ہوئے سنا کہ اللہ کے ارشاد: ﴿ وَ الذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ﴿١﴾ ﴾ سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: ہوائیں۔ پھر ﴿ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ﴿٢﴾ ﴾ کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: کشتیاں اور ﴿ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ﴿٣﴾ ﴾ کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: اس سے فرشتے مراد ہیں۔ ❷

امام حاکم رحمہ اللہ نے ایک دوسری سند ذکر کر کے ابوالطفیل سے اس روایت کی تصحیح کی ہے۔ نیز امام طبری رحمہ اللہ نے علی رضی اللہ عنہ تک پہنچنے والی اس روایت کی تمام سندوں کو تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ ❸ جب کہ امام عبدالرزاق نے ایک دوسری سند کے حوالے سے یہ واقعہ اس طرح لکھا ہے کہ میں علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، آپ خطبہ دے رہے تھے، اور فرما رہے تھے، مجھ سے پوچھ لو، قرآن کے بارے میں مجھ سے پوچھ لو، یقیناً میں تمام قرآنی آیات کے بارے میں جانتا ہوں کہ کون سی آیت رات میں نازل ہوئی اور کون سی دن میں، کون سی پہاڑ پر نازل ہوئی اور کون سی عام جگہ پر۔ چنانچہ ابن الکواء نے پوچھا اور میں ان دونوں کے درمیان تھا، انھوں نے پوچھا کہ ﴿ وَ الذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ﴾ سے کیا مراد ہے؟ پھر مذکورہ روایت کی ساری باتیں ہوئی اور اس روایت میں ہے کہ ابن الکواء کے سوالوں کے جواب دیتے ہوئے یہ بھی کہا: تمھارا ستیاناس ہو، علم حاصل کرنے کے لیے پوچھو، کرید اور امتحان کی غرض نہ پوچھو۔ ❹

(۲) فرمان الٰہی: ﴿ فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ﴿١٥﴾ ﴾ (التکویر: ۱۵):

سعید بن منصور نے بسند حسن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اس سے وہ ستارے مراد ہیں، جو رات میں چھپ جاتے ہیں اور دن میں پیچھے ہٹ جاتے ہیں، پھر نظر نہیں آتے۔ ❺

---

❶ تفسیر الطبری (۲۱/ ۵۹). ❷ الخلافة الراشدة/ یحییٰ الیحیی ص (۴۸۶).

❸ الدر المنثور (۷/ ۱۴) المستدرك (۲/ ۴۶۷) تفسیر طبری (۲۶/ ۱۸۵-۱۸۸).

❹ الخلافة الراشدة/ الیحیی ص (۴۸۶)

❺ الخلافة الراشدة/ الحیی ص (۴۸۷) الفتح (۸/ ۵۶۳).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۳) بندۂ صالح کی وفات پر زمین کا رونا:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ جب کوئی نیک بندہ مرجاتا ہے تو اس کی سجدہ گاہ اور زمین و آسمان میں اس کے عمل اٹھائے جانے کی جگہیں اس کے لیے روتی ہیں۔ پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

﴿فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَ الْاَرْضُ وَ مَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ۝۲۹﴾ (الدخان: ۲۹)

''پھر نہ ان پر آسمان و زمین روئے اور نہ وہ مہلت پانے والے ہوئے۔''

(٤) قلبی خشوع اور مسلمانوں کے لیے دل میں نرم گوشہ رکھنا:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اللہ کے اس فرمان کی کیا تفسیر ہے:

﴿الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝۲﴾ (المؤمنون: ۲)

''وہی جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔''

آپ نے فرمایا: خشوع دل میں ہوتا ہے، تم اپنے دل میں مسلمان بھائی کے لیے نرم گوشہ رکھو اور نماز میں ادھر ادھر متوجہ نہ ہو۔ [1]

(۵) دو مومن جگری دوست، دو کافر جگری دوست:

امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ اس فرمان الٰہی کی کیا تفسیر ہے:

﴿اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ۝۶۷﴾ (الزخرف: ٦٧)

''سب دلی دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر متقی لوگ۔''

آپ نے فرمایا: دو مومن گہرے دوست ہیں اور دو کافر گہرے دوست، جب دو مومن دوستوں میں سے ایک فوت ہو جاتا ہے تو اسے جنت کی بشارت دی جاتی ہے، اس وقت وہ اپنے جگری مومن دوست کو یاد کرتا ہے اور کہتا ہے: اے میرے رب! فلاں میرا گہرا دوست تھا، مجھے بھلائی کا حکم دیتا اور برائی سے روکتا تھا، مجھے تیری اور تیرے رسول کی اطاعت پر ابھارتا تھا اور مجھے بتاتا تھا کہ میں ایک دن آپ سے ملوں گا۔ لہٰذا اے پروردگار اب میری وفات کے بعد اسے گمراہ نہ کرنا اور میری طرح اسے بھی ہدایت دینا اور جیسے تو نے مجھے اعزاز سے نوازا ہے، اسے بھی نوازنا، چنانچہ جب وہ مرے گا تو اللہ تعالیٰ دونوں کو جنت میں اکٹھا کرے گا، اور دونوں سے کہا جائے گا، تم دونوں ایک دوسرے کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ پھر پہلے فوت ہونے والا دوست کہے گا: اے اللہ میرا دوست مجھے خیر کا حکم دیتا تھا، برائیوں سے روکتا تھا، اس نے مجھے آپ کی اور آپ کے رسول کی اطاعت پر ابھارا، اور مجھے بتایا کہ میں آپ سے ملاقات کرنے والا ہوں، میرا دوست بہت اچھا، جگری اور بہترین دوست ہے اور جب دو کافر دوستوں میں سے ایک مرتا ہے تو اسے جہنم کا انجام سنایا جاتا ہے، وہ اس وقت اپنے دوست کو یاد کرتا ہے اور کہتا ہے: اے اللہ فلاں! میرا جگری دوست تھا، وہ مجھے برائی کا حکم دیتا تھا، بھلائیوں سے روکتا تھا، آپ اور آپ کے رسول کی

[1] الزهد/ ابن المبارك ص (٤٠٣) اثر نمبر (١١٤٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نافرمانی پر ابھارتا تھا اور مجھے بتاتا تھا کہ آپ سے ملنے کا عقیدہ باطل ہے، لہٰذا جس طرح اس نے مجھے گمراہ کیا تو اسے گمراہ کردے، چنانچہ جب اس کا ساتھی مرے گا تو دونوں جہنم میں اکٹھے کیے جائیں گے اور کہا جائے گا، تم دونوں ایک دوسرے کے بارے میں کیا کہتے ہو، پھر پہلے مرنے والا کہے گا: اے اللہ یہ مجھے برائی کا حکم دیتا تھا، بھلائیوں سے روکتا تھا، اسی نے آپ اور آپ کے رسول کی نافرمانی پر مجھے ابھارا اور کہا کہ آپ سے ملنے کا عقیدہ غلط و باطل ہے، میرا دوست بہت برا اور غدار دوست ہے۔ ❶

(٦) زهد قرآن کے دو کلموں کے درمیان هے:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: زہد، قرآن کریم کے دو کلموں کے درمیان پوشیدہ ہے، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ﴾ (الحدید: ٢٣)

"تاکہ تم نہ اس پر غم کرو جو تمھارے ہاتھ سے نکل جائے اور نہ اس پر پھول جاؤ جو وہ تمھیں عطا فرمائے۔"

آپ نے فرمایا: جو ماضی پر رنجیدہ نہ ہوا، اور مستقبل پر فخر نہ کیا، یقیناً اس نے زہد دونوں ہاتھوں سے بٹور لیا۔ ❷

(٧) حالتِ نماز میں قرآنی آیات میں تدبر و انهماك:

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے صراحتاً فرمایا کہ نمازی کے لیے مستحب ہے کہ جب وہ رحمت الٰہی والی آیتوں سے گزرے تو اللہ سے اس کی رحمتوں کا سوال کرے اور جب عذاب والی آیتوں سے گزرے تو اس سے اللہ کی پناہ کا طالب ہو۔ چنانچہ عبد خیر الہمدانی سے روایت ہے کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کو نماز میں یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا:

﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ اس کے جواب میں آپ نے کہا: ((سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى)) ❸

حجر بن قیس المدری سے روایت ہے کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کے پاس رات گزاری، آپ تہجد کی نماز میں قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے جب اس آیت پر پہنچے:

﴿أَفَرَأَيْتُم مَّا تُمْنُونَ ﴿٥٨﴾ أَأَنتُمْ تَخْلُقُونَهُ أَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ ﴿٥٩﴾﴾ (الواقعة: ٥٨ - ٥٩)

"تو کیا تم نے دیکھا وہ (نطفہ) جو تم ٹپکاتے ہو؟ کیا تم اسے پیدا کرتے ہو، یا ہم ہی پیدا کرنے والے ہیں؟"

تو آپ ٹھہر گئے اور تین مرتبہ کہا: نہیں بلکہ اے میرے رب تو ہی یہ کرتا ہے، پھر آپ اگلی آیات کی تلاوت کی:

﴿أَفَرَأَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ ﴿٦٣﴾ أَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ ﴿٦٤﴾﴾

(الواقعة: ٦٣-٦٤)

"پھر کیا تم نے دیکھا جو کچھ تم بوتے ہو؟ کیا تم اسے اگاتے ہو، یا ہم ہی اگانے والے ہیں؟"

---

❶ الزهد/ ابن المبارك ص: ٣٦٨.

❷ رسالة المسترشدين ص (٢٢٤) فرائد الكلام ص (٣٧٦).

❸ المحلی (٤/ ١٨٨) السنن الصغرىٰ (١/ ١٤٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آپ ٹھہر گئے اور کہنے لگے: نہیں، بلکہ اے میرے رب تو ہی یہ کرتا ہے، پھر اگلی آیات کی تلاوت شروع کیا:

﴿ أَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ﴿٦٨﴾ ءَأَنتُمْ أَنزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنزِلُونَ ﴿٦٩﴾ ﴾ (الواقعة: ٦٨-٦٩)

''پھر کیا تم نے دیکھا وہ پانی جو تم پیتے ہو؟ کیا تم نے اسے بادل سے اتارا ہے، یا ہم ہی اتارنے والے ہیں؟''

آپ پھر ٹھہر گئے اور کہنے لگے: نہیں، بلکہ میرے رب! تو ہی یہ سب کرتا ہے۔ پھر آپ نے اگلی آیات کی تلاوت شروع کیا:

﴿ أَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ ﴿٧١﴾ ءَأَنتُمْ أَنشَأْتُمْ شَجَرَتَهَآ أَمْ نَحْنُ الْمُنشِـُٔونَ ﴿٧٢﴾ ﴾

(الواقعة: ٧١-٧٢)

''پھر کیا تم نے دیکھی وہ آگ جو تم سلگاتے ہو؟ کیا تم نے اس کے درخت کو پیدا کیا، یا ہم ہی پیدا کرنے والے ہیں؟''

آپ یہاں بھی ٹھہرے اور کہنے لگے: نہیں، بلکہ اے میرے رب تو ہی یہ سب کرتا ہے۔'' [1]

(۸) فرمان الٰہی:

﴿ يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ﴿٨٨﴾ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ﴿٨٩﴾ ﴾

(الشعراء: ٨٨-٨٩)

''جس دن نہ کوئی مال فائدہ دے گا اور نہ بیٹے۔ مگر جو اللہ کے پاس سلامتی والا دل لے کر آیا۔''

مذکورہ آیت کی تفسیر میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مال اور اولاد دنیا کی کھیتی ہیں اور نیک اعمال آخرت کی کھیتی ہیں، اللہ تعالیٰ کبھی کبھی کچھ لوگوں کو دونوں کھیتیاں عطا کر دیتا ہے۔ [2]

---

[1] الدر المنثور / السيوطي (٨/ ٢٢، ٢٣)

[2] تفسير أمير المؤمنين علي بن أبي طالب / فهد بن عبدالعزيز الفاضل (٢/ ٦٦١).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ مکہ کے ان باشندوں میں سے ایک فرد تھے، جنھوں نے اپنے ناخواندہ معاشرے میں پڑھنا اور لکھنا سیکھا تھا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کو بچپن ہی سے علم سے محبت اور والہانہ لگاؤ تھا۔ اللہ نے آپ کو عہد طفولت ہی سے اس بات کی توفیق بھی دی کہ خانۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں پرورش پائیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں آپ کی تربیت ہوئی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہوجانے کے بعد ان پر خصوصی توجہ بھی کی، اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ ترین راہنما شخصیت نے علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو سنوارا، ان کی صلاحیتوں کو نکھارا اور طاقتوں کو بروئے کار لائے، نفس کو مہذب بنایا، دل کو پاک اور عقل کو روشن کیا اور ان کی روح کو تازگی بخشی۔

آپ مکہ اور مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے، اور اس بات کے لیے کوشاں رہے کہ قرآنی تعلیمات پر آپ صحابہ کی تربیت کرنے والے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں تربیت پائیں، اس لیے کہ آپ کی شخصیت مذہبی تربیت کا سرچشمہ تھی، جس سے علی رضی اللہ عنہ نے اپنے علم، تربیت اور ثقافت کو سیراب کیا تھا اور ادھر ہر نئے پیش آنے والے واقعات وحوادث کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآنی آیات تھوڑی تھوڑی کرکے نازل ہو رہی تھیں۔ آپ انھیں اپنے صحابہ کو پڑھ کر سناتے تھے، جو اس کے معانی کو سمجھ سکیں، ان کی گہرائی تک پہنچ سکیں اور ان پر عمل پیرا ہوسکیں۔ آپ کے اس طریقۂ تربیت کا صحابہ کے دل ودماغ پر گہرا اثر پڑتا تھا۔ چنانچہ علی رضی اللہ عنہ بھی ان صحابہ میں سے ایک تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے قرآنی تربیت سے بھرپور متاثر ہوئے، اور نبوی تعلیمات وتوجیہات کا جام نوش کیا، آپ نے اسلام لانے کے بعد سے قرآن حفظ کرنے، اسے سمجھنے اور اس میں غور کرنے کا اہتمام کیا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے، جو آیتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتیں، آپ انھیں یاد کرلیتے، اس طرح آپ پورے قرآن کے حافظ ہوگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت وتربیت کی برکت سے آپ خیر کثیر کے مالک بن گئے اور بعد میں خلفائے راشدین میں سے ہوئے۔ آپ ہمیشہ اس بات پر حریص رہے کہ جنگ وصلح دونوں حالتوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو سیکھا جائے۔

چنانچہ اسی تڑپ کے باعث بعد میں آپ وسیع علم اور سنت نبوی کی عمیق معرفت کے مالک بن گئے، دین اسلام کی روح اور اس کے مقاصد واسرار کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا اور عملی زندگی میں برتا۔ درحقیقت دونوں کا تعلق قلبی لگاؤ اور حقیقی محبت پر قائم تھا اور جب معلم وشاگرد کا رشتہ قلبی تعلق پر قائم ہو تو اس سے ایک ممتاز وخوشگوار فضا قائم ہوتی ہے اور تبھی اس کے بہترین علمی وثقافتی نتائج سامنے آتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ بحیثیت شاگرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت کرنے والے تھے، ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فکر مند رہے، آپ کی حفاظت کے لیے اپنی جان کو خطرے میں ڈالا اور آپ کی دعوت کو عام کرنے کے لیے ہمہ وقت خود کو قربان کرنے کے لیے تیار رہے۔

علی رضی اللہ عنہ اور مقام نبوت

اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں اور جنوں پر، جن تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پہنچی ہو، یہ واجب کر دیا ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی رسالت پر ایمان لائیں۔ جس پر قرآنی نصوص شاہد ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کے وجوب کو اپنے اوپر ایمان کے ساتھ ذکر کر کے مزید مؤکد قرار دیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ا۟لَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝۱۵۸ ﴾ (الاعراف: ۱۵۸)

''کہہ دے اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں، وہ (اللہ) کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی صرف اسی کی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، پس تم اللہ پر اور اس کے رسول نبی امی پر ایمان لاؤ، جو اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی پیروی کرو، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔''

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٌّ وَ لَا نَصْرَانِيٌّ ثُمَّ يَمُوتُ وَ لَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ .)) [1]

''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، اس امت دعوت کا کوئی یہودی اور نصرانی میرے بارے میں سنتا ہے، پھر مر جاتا ہے اور میری رسالت پر ایمان نہیں لاتا تو وہ جہنم والوں میں سے ہوگا۔''

چنانچہ پوری امت محمدیہ اس بات پر متفق ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا واجب ہے اور انسانوں اور جنوں کی پوری مخلوق جسے رسالت محمدی پہنچ جائے، پھر وہ ایمان نہ لائے تو وہ کافروں کی طرح عذاب الٰہی کا مستحق ہوگی، اس پر تمام صحابہ و تابعین اور اہل سنت و جماعت کے تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ [2]

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مقام نبوت کا پورا احترام کیا، اور اپنے اقوال و افعال سے اس کے نفوس کو واضح کیا اور کوشش کرتے رہے کہ لوگوں کو رسول اللہ کی کامل اقتداء و اتباع پر ابھارتے رہیں، چنانچہ ایک مقام پر فرمایا:

''اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر عمل کرو، وہی سب سے افضل طریقہ ہے اور آپ کی سنتوں کو اختیار

---

[1] صحیح مسلم/ کتاب الإیمان (۱/ ۹۳). [2] حقوق النبی علی أمته فی ضوء الکتاب و السنة (۱/ ۷۲).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرو وہی سب سے بہترین وافضل سنت ہے۔'' ❶

ا۔ اطاعت نبوی کا وجوب اور آپ ﷺ کی سنن کا التزام اوران پر کار بند رہنا:

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے اطاعت رسول کے وجوب کی فضا میں پرورش پائی اور اس آیت کو غور سے یاد کیا اور سمجھا:

﴿ مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ‌ۚ ﴾ (النساء: ۸۰)

''جو رسول کی فرماں برداری کرے تو بے شک اس نے اللہ کی فرماں برداری کی۔''

اس آیت میں اللہ نے اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کو ایک قرار دیا ہے اور رسول کی اطاعت کو اپنی اطاعت کے ساتھ واجب ٹھہرایا، گویا بندوں کو یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ کی اطاعت اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتی جب تک کہ آپ ﷺ کی اطاعت نہ کی جائے اس سلسلہ میں بے شمار آیات وارد ہیں۔ ❷

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے تربیت پائی، آپ کی اطاعت اور سنتوں پر عمل کے وجوب کو سیکھا اور اس بات پر عمل پیرا رہے کہ اللہ کی طرف سے رسول ﷺ جو کچھ لے کر آئے اس کی اقتداء کرتے رہیں۔ اتباع نبوی سے متعلق نبی کریم ﷺ سے بے شمار احادیث وارد ہیں، جو امت کی اس بات کی طرف رہنمائی کرتی ہیں کہ لوگ جب تک آپ کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے رہے، آپ کی اتباع کرتے رہے اور آپ کی سنن سے روشنی حاصل کرتے رہے تب تک دنیا و آخرت کی سعادت ان کے حصہ میں آتی رہے گی اور اللہ کے فضل سے وہ کامیاب رہیں گے۔

اس موضوع سے متعلق بے شمار روایات اس اعتبار سے منفرد خصوصیات کی حامل ہیں کہ ان کی عبارتوں میں تنوع اور اسلوب میں انفرادیت ہے اور وہ تمثیلات نبوی پر بھی مشتمل ہیں، پس بلاشبہ یہ خصوصیات اطاعتِ نبوی کی اہمیت پر زور دیتی ہیں اور اس کی حقیقت کو واضح کرتی ہیں۔

مزید برآں وضاحت بھی ایسی کہ اس میں کسی تاویل یا تحریف کرنے والے کو اپنی من مانی تاویل اور فاسد رائے کو داخل کرنے کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے، نیز واضح رہے کہ اگرچہ ان احادیث کی عبارتوں میں تنوع ہے، اور انھیں متعدد اسلوب میں بیان کیا گیا ہے، لیکن مضمون اور مشمولات کے اعتبار سے تمام روایتیں متحد ہیں، اور سب کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی اطاعت اور آپ کی لائی ہوئی شریعت کا اتباع واجب ہے، آپ ﷺ کی مخالفت اور نافرمانی حرام ہے اور اس کا انجام بہت برا ہے۔ ❸

انھیں احادیث میں سے ایک یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى .))

''میری امت کے سارے لوگ جنت میں داخل ہوں گے، سوائے اس کے جس نے (جنت میں جانے

---

❶ البدایة والنهایة (۷/ ۳۱۹). ❷ حقوق النبی علی امته (۱/ ۱۷٤).

❸ حقوق النبی علی أمته (۱/ ۸٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے) انکار کیا۔“

صحابہ نے عرض کیا: کون ہے (وہ بد بخت) جو انکار کرتا ہے، آپ نے فرمایا:

((مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَ مَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى .)) ❶

”جس نے میری اطاعت کیا وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے میرا انکار کیا۔“

پس رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا مطلب ہے، آپ کی سنت کی پیروی کرنا، دین الٰہی میں آپ کی سنتوں کے خلاف کسی کی کوئی بات ہو تو اس کا انکار کر دینا اور سنتوں پر عمل نہ کرنے کے لیے کمزور تاویلات اور من گھڑت و بے سروپا دلائل کا سہارا نہ لینا۔ ❷

سیدنا علی رضی اللہ عنہ ان صحابہ میں سے ایک تھے جو اطاعت نبوی کے بہت حریص تھے، چنانچہ آپ کا ارشاد ہے کہ کسی کے قول کی وجہ سے میں سنت نبوی کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتا۔ ❸

اور فرمایا:

”سنو! میں نبی نہیں ہوں اور نہ ہی میری طرف وحی نازل کی گئی ہے، لیکن میں اپنی استطاعت کے مطابق اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل کرنے کی پوری کوشش کرتا ہوں۔ آپ سنت نبوی پر عمل پیرا ہونے اور اس کی طرف دعوت دینے والے بے مثل نمونہ تھے۔“ ❹

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے تمام تر افعال اطاعت نبوی ﷺ کی اہمیت اور اتباع سنت کی عظمت کے اسی واضح تصور میں ڈوبے ہوتے تھے، آپ سنت نبوی کا خاص اہتمام کرتے اور اسے قبول کرنے اور روایت کرنے میں تحقیق و تنقیح اور جستجو کرتے، آپ کا قول ہے کہ جب میں تمھیں اللہ کے رسول کی کوئی حدیث بتاؤں تو آسمان سے پھینک دیا جانا مجھے اس بات سے زیادہ محبوب ہے کہ آپ ﷺ کی طرف جھوٹ بات منسوب کروں۔ ❺

اور فرمایا:

”جب میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے بذات خود کوئی حدیث سنی تو اللہ تعالیٰ نے جتنا چاہا مجھے اس سے فائدہ پہنچایا اور جب کسی شخص نے آپ ﷺ کی حدیث مجھ سے بیان کیا تو میں نے اس سے قسم لی، اگر وہ قسم اُٹھا لیتا تو میں اس کی روایت کو مان لیتا۔“ ❻

آپ ان تمام کاموں سے برسرپیکار رہتے، جو اتباع نبوی کے خلاف ہوں، چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا: اگر دین کا دارومدار عقل اور رائے پر ہوتا تو موزے کے نچلے حصہ کا مسح کرنا اوپر کے حصے پر مسح کرنے سے بہتر ہوتا۔ ❼

---

❶ صحيح البخاري، حديث نمبر (٧٢٨٠).

❷ صحيح ابن حبان (١/ ١٥٣).

❸ فتح الباري (٣/ ٤٢).

❹ الشفاء / القاضي عياض (٢/ ٥٥٦).

❺ فتح الباري (٦/ ١٥٨).

❻ سنن ابن ماجه، حديث نمبر (١٣٩٥).

❼ ابو داؤد (١٦٢).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲۔ دلائل نبوت سے متعلق علی رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث:

الف:...... دعائے نبوی کی برکت:

ایک مرتبہ علی رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی عیادت کے لیے تشریف لائے، اس وقت آپ دعا کر رہے تھے۔ اے اللہ! اگر میری موت کا وقت ہو چکا ہے تو مجھے آرام پہنچا اور اگر ابھی وقت نہیں ہوا ہے تو اس تکلیف کو مجھ سے دور کر دے اور اگر میری قسمت میں مصیبت ہی ہے تو صبر کی توفیق عطا فرما، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: "مَا قُلْتَ" تم نے کیا کہا؟ علی رضی اللہ عنہ نے اپنی دعا پھر دہرائی، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے حق میں یہ دعا فرمائی: ((اَللّٰهُمَّ اشْفَعْهُ اَللّٰهُمَّ عَافِهِ .)) "اے اللہ! ان کو شفا دے دے، اے اللہ ان کو عافیت دے دے۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اٹھو! پھر میں اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے بعد مجھے کبھی وہ تکلیف لوٹ کر نہ آئی۔" ❶

ب:...... زبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشین گوئی:

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب میں تمھیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث بتاؤں تو آسمان سے پھینک دیا جانا مجھے اس بات سے زیادہ محبوب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی بات منسوب کروں اور جب آپس کی کوئی بات تمھیں بتاؤں تو تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ جنگ دھوکے کا نام ہے۔ ❷ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا ہے:

((يَأْتِي فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ حُدَثَاءُ الْاِسْنَانِ ، سُفَهَاءُ الْاَحْلَامِ يَقُوْلُوْنَ مِنْ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ ، لَا يُجَاوِزُ اِيْمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ ، فَاَيْنَمَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ فَإِنَّ فِي قَتْلِهِمْ اَجْرٌ لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .)) ❸

"آخری دور میں کم عمر اور کم عقل لوگ ہوں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں بیان کریں گے، لیکن اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ ان کا ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا تم ان سے جہاں ملو قتل کر دو، ان کے قتل سے قاتل کو قیامت کے دن اجر ملے گا۔"

اس حدیث کا ترجمہ اور اس کی تشریح پر مفصل گفتگو خوارج کے عقائد اور ان کے بارے میں علی کے موقف کے باب میں کی جائے گی۔

ج:...... رعب و دبدبہ کے ذریعے سے مدد:

علی رضی اللہ عنہ نے دلائل نبوت کے متعلق اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

❶ مسند احمد (۲/ ۱۵۱) اس کی سند صحیح ہے۔ تحقیق احمد شاکر۔

❷ فتح الباری (٦/ ١٥٨) منهج علي في الدعوة إلى الله ص (١١٧) .

❸ صحيح البخاري / رقم (٣٦١١) .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

((أُعْطِيْتُ مَالَمْ يُعْطَ أَحَدٌ مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ .))

''میں اس چیز سے نوازا گیا ہوں جو کسی نبی کو نہیں دی گئی۔''

ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:

((نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، وَ أُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ الْاَرْضِ، وَ سُمِّيْتُ اَحْمَدَ وَ جُعِلَتْ التُّرَابُ لِيْ طَهُوْرًا وَ جُعِلَتْ أُمَّتِيْ خَيْرَ الْاُمَمِ .)) ❶

''میں رعب کے ذریعے سے مدد کیا گیا ہوں، زمین کی چابیاں مجھے دی گئی ہیں، احمد کے نام سے موسوم کیا گیا ہوں اور مٹی میرے لیے پاکی کا ذریعے سے بنائی گئی ہے، میری امت تمام امتوں میں سب سے بہتر بنائی گئی ہے۔''

د:...... مہر نبوت:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اوصاف رسول کے تذکرے میں ایسے وصف کو ذکر کیا ہے جو آپ کی نبوت پر سب سے واضح دلیل ہے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ ❷ یہ ایسی علامت تھی جس سے اہل کتاب آپ کو اچھی طرح پہچانتے تھے، آپ کے بائیں کندھے سے قریب یہ علامت سرخ رنگ میں بالکل ابھری ہوئی تھی، جو کم از کم کبوتر کے انڈے کی مقدار میں تھی اور زیادہ سے زیادہ ہتھیلی برابر۔ ❸

ھ:...... پہاڑوں کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام کرنا:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے دلائل نبوت کی اس علامت کے بارے میں بتایا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں تھا، ایک دن میں اور آپ مکہ کے قرب و جوار میں نکلے، میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس پہاڑ اور درخت کے پاس سے گزرتے وہ آپ کو سلام کرتا۔ ❹

۳۔ طریقۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے التزام کی رغبت دلانا:

آپ تمام لوگوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرز زندگی اپنانے کی رغبت دلاتے تھے، چنانچہ مقام ربذہ پر خطبہ دیتے ہوئے آپ نے فرمایا:

''اپنے دین کو لازم پکڑو، اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستے پر چلو، آپ کی سنتوں کا اتباع کرو، قرآن کی متشابہات سے بچو، جسے قرآن معروف کہے اسے مان لو اور جسے منکر کہے اسے چھوڑ دو۔'' ❺

---

❶ صحيح البخاري، حديث نمبر (۳۳۵).

❷ مصنف ابن ابي شيبة (۱/ ۵۱۳) صحيح البخاري/ كتاب المناقب .

❸ فتح الباري (٦/ ٥٦١ـ ٥٦٣)

❹ سنن الترمذي/ المناقب (٥/ ٥٩٣) ، المستدرك (٢/ ٦٢٠) صحيح الإسناد .

❺ معجم البلدان: ٣/ ٢٤ .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جب خوارج کی جنگ سے واپس ہوئے تو اپنے ساتھیوں کے درمیان بڑا بلیغ، نفع بخش اور خیر کثیر پر مشتمل خطبہ دیا، اس میں آپ نے طریقۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے التزام پر بہت زور دیا اور فرمایا:

"اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو اپناؤ، وہی سب سے افضل طریقہ ہے، آپ کی سنتوں پر عمل کرو، وہی سب سے افضل سنت ہے۔" ❶

آپ کے ایامِ خلافت میں نمودار ہونے والے داخلی فتنے آپ کو خیر کی طرف دعوت دینے اور برائیوں و بدعات سے روکنے کے راستے میں کبھی رکاوٹ نہ بن سکے۔ ❷ اس سلسلے میں آپ نے فرمایا:

"سب سے بہتر کام ثابت شدہ پختہ امور ہیں اور سب سے بدترین کام ایجاد کردہ بدعتیں ہیں، دین میں نکالی ہوئی ہر نئی چیز بدعت ہے، اس کا ایجاد کرنے والا بدعتی ہے، جس نے بدعت ایجاد کیا وہ برباد ہوا، کسی بدعتی نے اگر کوئی بدعت نکالی تو اس کے بالمقابل اس نے کسی سنت کو ضرور چھوڑا۔" ❸

۴۔ فضائل نبوی اور امت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض حقوق:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کا ذکر کرتے ہوئے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس امت پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا کرم اور خصوصی احسان رہا کہ اس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ نے اپنی امت کو کتاب الٰہی، حکمت، فرائض اور سنت کی تعلیم دی، تاکہ لوگ ہدایت یاب ہو جائیں، انھیں متحد کیا تاکہ اختلاف نہ کریں، ان کا تزکیہ کیا تاکہ ان کے دل صاف ہو جائیں، انھیں خوشحال بنایا تاکہ ظلم نہ کریں اور جب آپ اپنی ذمہ داری سے فارغ ہو گئے تو اللہ نے آپ کو وفات دے دی۔ لہٰذا امت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اہم حقوق واجب ہیں:

ا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں صدق بیانی کا وجوب اور آپ پر جھوٹ اور افترا پردازی کی حرمت:

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنے سے لوگوں کو ڈراتے تھے، ربعی بن خراش بیان کرتے ہیں کہ میں نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تَكْذِبُوْا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَلِجِ النَّارَ .)) ❹

"مجھ پر جھوٹ نہ باندھو، کیونکہ جو مجھ پر جھوٹ باندھے گا وہ جہنم میں داخل ہوگا۔"

اسی طرح آپ نے خبردار کیا کہ جھوٹی روایت کا علم ہوتے ہوئے اسے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنے کے مترادف ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ حَدَّثَ عَنِّي حَدِيْثًا وَ هُوَ يَرَى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِيْنَ .)) ❺

"جس نے میری طرف کوئی حدیث منسوب کی اور وہ جانتا ہے کہ یہ حدیث جھوٹی ہے تو وہ بھی جھوٹوں میں

---

❶ البداية والنهاية (۷/ ۳۱۹). ❷ البداية والنهاية (۷/ ۳۱۹).

❸ البداية والنهاية (۷/ ۲۶۲). ❹ صحيح البخاري/ العلم/ اثم من كذب على النبي ﷺ (۱۰٦).

❺ صحيح سنن ابن ماجه (۱/ ۱۳) شیخ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے ایک ہے۔''

ب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کے اسباب سے احتراز واجتناب:

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ان اسباب سے دور رہنے کی ہدایت فرمائی جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کا اندیشہ ہو، مثلاً عوام الناس کو ایسی احادیث نہ سنائی جائیں جنھیں ان کی عقلیں ماننے کے لیے تیار نہ ہوں، چنانچہ آپ نے فرمایا:

((حَدِّثُو النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُوْنَ ، أَتُحِبُّوْنَ أَنْ يُكَذَّبَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهُ .)) ❶

''عوام الناس کو ایسی حدیثیں سناؤ جنھیں وہ سمجھ سکیں، کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول جھٹلائے جائیں۔''

اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ عوام الناس کے سامنے متشابہ احادیث بیان کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا یہی موقف ان احادیث کے بارے میں ہے، جو بظاہر مسلمانوں کے امام وحاکم وقت کے خلاف بغاوت کے جواز پر دلالت کرتی ہیں، نیز احادیث صفات کے بارے میں امام مالک اور غرائب کے بارے میں امام ابویوسف اور ان سے پہلے احادیث فتن کے بارے میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہی موقف تھا، اور اس طرح حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اور حسن بصری انس رضی اللہ عنہ پر حجاج کے سامنے عرنیین والی حدیث کو بیان کرنے پر اعتراض کیا، کیوں کہ حجاج اپنے تاویل فاسد کے ذریعے سے اس حدیث کو مسلمانوں کے قتل وخون ریزی میں مزید شدت اختیار کرنے کے لیے ذریعہ بنالیتا۔ اس کا ضابطہ یہ ہے کہ اس کے ظاہری الفاظ سے کسی بدعت کو تقویت مل رہی ہو، حالانکہ دراصل یہ ظاہر مقصود نہیں ہے، لہٰذا جس شخص کے بارے میں اندیشہ ہو کہ وہ ظاہرِ الفاظ پر اعتماد کرلے گا اس کے سامنے اس طرح کی احادیث کو بیان کرنا بالکل درست نہیں ہے۔ ❷

ج: حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حسن ظن:

امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ جب تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث سنو تو اس کے تسکین خاطر، قابلِ آفریں اور باعث تقویٰ ہونے پر یقین رکھو۔ ❸

ز: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝۵۶ ﴾ (الاحزاب : ٥٦)

---

❶ صحيح البخارى/ العلم / باب نمبر (٤٩) تعليقاً .

❷ فتح البارى (١/ ٤٢٥) باب من خص بالعلم قوما دون قوم .

❸ مسند احمد (٢/ ٢١١) بتحقیق احمد شاکر اس کی سند صحیح ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اس پر دُرود بھیجو اور سلام بھیجو، خوب سلام بھیجنا۔"

اس آیت میں نبی کریم ﷺ کے اس مرتبہ ومنزلت کا بیان ہے جو (آسمانوں) میں آپ ﷺ کو حاصل ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرشتوں میں آپ کی مدح وتعریف کرتا ہے، اور فرشتے بھی آپ کے لیے بلند درجات کی دعا کرتے ہیں، اس کے ساتھ ہی اللہ نے اہل زمین کو حکم دیا کہ وہ بھی آپ پر دُرود وسلام بھیجیں، تاکہ آپ کی تعریف میں آسمانی اور ارضی دونوں دنیا متحد ہو جائیں۔ ❶

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے اس حق کی تاکید میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((اَلْبَخِيْلُ الَّذِيْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ .)) ❷

"بخیل وہ ہے جس کے پاس میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔"

ھ: محبت رسول ﷺ:

﴿ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ٛ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٤﴾ ﴾ (التوبة: ٢٤)

"کہہ دے اگر تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمھاری بیویاں اور تمھارا خاندان اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندا پڑنے سے تم ڈرتے ہو اور رہنے کے مکانات، جنھیں تم پسند کرتے ہو، تمھیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

یہ آیت کریمہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی قطعی محبت کو واجب ٹھہراتی ہے اور یہ بتاتی ہے کہ یہ محبت ہر چیز کی محبت پر مقدم ہو، اس پر پوری امت مسلمہ کا اتفاق ہے۔ ❸ فرمان الٰہی ہے:

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٣١﴾ ﴾ (آل عمران: ٣١)

"کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھیں تمھارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔"

اس آیت میں بھی ضمناً اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی محبت واجب ہے، اس لیے کہ اللہ

---

❶ تفسیر ابن کثیر (٣/ ٥٠٨)۔ ❷ صحیح سنن الترمذی (٣/ ١٧٧) بتحقیق البانی یہ حدیث صحیح ہے۔

❸ تفسیر القرطبی (٨/ ٩٥)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے اپنی محبت اور اس میں صداقت کی دلیل اتباع نبوی کو قرار دیا ہے، اور یہ اتباع اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کامل نہ ہو۔ گویا دعوائے محبت نبوی کے لیے اتباع نبوی شرط اور لازم ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَلَدِهِ وَ وَالِدِهِ .)) ❶

''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم میں کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا ہے جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی اولاد اور باپ سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔''

بے شک صحابہ کرام کو محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھرپور حصہ ملا تھا، کیوں کہ کسی سے محبت اس کی حقیقی معرفت کا نتیجہ ہوتی ہے، پس صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور آپ کے مقام و مرتبہ سے بہت اچھی طرح واقف تھے، انھیں سب سے زیادہ آپ کی معرفت حاصل تھی، یہی وجہ تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ اور حقیقی محبت کرنے والے تھے۔ ❷ ایک مرتبہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت آپ لوگوں کو کس قدر تھی؟ آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! آپ ہمارے نزدیک مال، اولاد، آباء واجداد، ماؤں اور انتہائی پیاس کی حالت میں ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب تھے۔ ❸ یہ مطلق خصوصیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کو حاصل نہ تھی۔

۵۔ شخصیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خدوخال کی کامل و دقیق معرفت:

خاندانی تعلقات، صبح وشام کی طویل صحبت اور اللہ کی طرف سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی ہوئی الٰہی فیضانات، مکارم اخلاق، میلانات ورجحانات کا تتبع اور دقیق مطالعہ یہ تمام چیزیں شخصیت نبوی کے خدوخال کی کامل و دقیق معرفت، آپ کے اوصاف کی منظر کشی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے اہم و دقیق گوشوں کو نمایاں کرنے میں علی رضی اللہ عنہ کے لیے معاون ثابت ہوئیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و اخلاق اور سلوک کے بارے میں آپ کی روایات سے اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ❹

آپ ﷺ کا حلیہ مبارک کا بیان:

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ زیادہ دراز قد تھے نہ ہی پست قامت، بلکہ درمیانہ قد، ہتھیلیاں اور پاؤں پُر از گوشت، چہرہ سفید سرخی مائل، سینہ پر ناف تک بالوں کی ہلکی لکیر، اعضاء کے جوڑوں کی ہڈیاں بڑی اور مضبوط، چلتے تو قدم جما کر اور قدرے جھک کر چلتے، گویا کسی ڈھلوان سے اتر رہے ہیں، میں نے آپ سے پہلے اور بعد میں کوئی آپ سا نہیں دیکھا۔ ❺

---

❶ صحيح البخاري مع الفتح (١/ ٥٨).

❷ حقوق النبي على أمته (١/ ٣١٤).

❸ الشفاء / قاضي عياض (٢/ ٥٦٨).

❹ المرتضى ص (٣٩-٤٢).

❺ مسند أحمد / تحقيق أحمد شاكر (٢/ ١٠٧) اس کی سند صحیح ہے۔ شیخ البانی نے بھی صحیح ترمذی میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور محمد بن علی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا سر بڑا اور دونوں آنکھوں کا خانہ لمبا تھا، پلکیں دراز و آبرو پیوست، آنکھوں کے سفید حصے میں سرخ ڈورے، گھنی داڑھی، لال رنگ، جسم، ہاتھ اور قدم پر گوشت، چلتے تو گویا قوت سے قدم کو آگے بڑھاتے، آگے چلتے یا پیچھے مڑتے تو مکمل طور پر۔

علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے محمد کا کہنا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ ﷺ کے حلیہ مبارک کا ذکر کرتے تو کہتے: رسول اللہ ﷺ نہ تو پست قامت تھے اور نہ ہی دراز قد، بلکہ درمیانہ قد، بال نہ زیادہ پیچ دار اور نہ بالکل کھڑے کھڑے، بدن گٹھا ہوا، نہ تو بہت فربہ اور نہ بالکل گول چہرہ، بلکہ کسی قدر گولائی لیے ہوئے، رنگ سفید، ہتھیلیاں پُر گوشت، پنڈلیاں موٹی اور گداز، قدم جما کر چلتے گویا کسی اونچائی سے اتر رہے ہوں اور پیچھے مڑتے تو مکمل طور پر۔ ❷

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بھی علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے جسد اطہر کے کچھ ایسے اوصاف بتائے جنھیں ان کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا، ہاں ممکن ہے کہ جو لوگ ❸ نبی اکرم ﷺ کو غسل دینے میں شریک تھے، انھیں اس کا علم رہا ہو، آپ فرماتے ہیں: میں نے جنازۂ رسول کو غسل دیا، میں آپ کے جسد اطہر کو بغور دیکھتا کہ شاید عام لوگوں کو موت کے وقت نجاست وغیرہ لگنے کا جو اندیشہ ہوتا ہے آپ کو بھی ہو، لیکن مجھے ایسی کوئی چیز نظر نہیں آئی، آپ ﷺ زندگی اور موت دونوں حالتوں میں پاک صاف تھے۔ ❹ آپ غسل دیتے ہوئے فرماتے تھے:

''آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، آپ زندگی اور موت دونوں حالتوں میں کتنے پاکیزہ اور صاف ستھرے ہیں۔'' ❺

نبی اکرم ﷺ کے اخلاق حسنہ کا بیان:

نبی اکرم ﷺ کے اخلاق حسنہ کا تذکرہ کرتے ہوئے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''آپ ﷺ سخی ایسے تھے کہ دونوں ہاتھوں سے لٹاتے، کشادہ دل، صدق گو، نرم طبیعت اور مل جل کر رہنے والے تھے، جس کی نظر آپ پر پہلی مرتبہ پڑے وہ آپ کی تکریم کرنا چاہیے اور جو قریب سے آپ کو پہچان لے وہ محبت کرنے لگے، آئینہ جمال نبوت دکھانے والے کا بیان ہے کہ میں نے آپ سے پہلے اور بعد میں کوئی آپ سا نہ دیکھا۔'' ❻

رسول اللہ ﷺ کی شجاعت و جواں مردی کا ذکر علی رضی اللہ عنہ اس طرح کرتے ہیں کہ جب جنگ اپنے شباب پر ہوتی تو وہ اور دیگر بہادر کہے جانے والے صحابہ بھاگ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس پناہ لیتے، جنگ بدر میں ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس پناہ لیتے تھے اور آپ دشمن کے بالکل قریب ہم سے پیش پیش تھے، اس وقت آپ ﷺ

---

❶ مسند أحمد/ تحقیق احمد شاکر (۲/ ۱۳۰) اس کی سند صحیح ہے۔

❷ سنن الترمذی/ المناقب (۵/ ۵۹۹) حسن غریب، اس کی سند غیر متصل ہے۔

❸ مثلاً عباس، فضل، قثم بن عباس وغیرہ، جو آپ ﷺ کے جسم کو الٹتے تھے۔

❹ صحیح سنن ابن ماجه / ألبانی (۱/ ۲۴۷) المستدرك / الحاکم (۳/ ۵۹) الفاظ مستدرک حاکم کے ہیں۔

❺ السیرة النبویة / ابن هشام (۲/ ۶۶۲)۔ ❻ یہ گذشتہ حدیث کا تتمہ ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سب سے زیادہ طاقتور تھے۔ ❶

دوسری روایت میں ہے کہ جب جنگ کے شعلے بھڑکنے لگے اور دونوں طرف کی فوجیں گتھم گتھا ہوگئیں تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھاگ کر پناہ لینے لگے، دشمن کے قریب آپ سے زیادہ کوئی نہیں تھا۔ ❷ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے چند یہودیوں کے مطالبہ پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت و شفقت، کرم و احسان، شجاعت و جوانمردی اور تواضع جیسے اخلاق کریمانہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے لیے سب سے زیادہ مشفق و رحیم تھے، یتیم کے لیے باپ کی طرح مہربان، بیواؤں کے لیے حد درجہ کرم فرما، بہادری بے مثال، سخاوت ایسی کہ دونوں ہاتھوں سے لٹاتے، حسن و جمال میں یکتا تھے، جبہ آپ کی پوشاک تھی اور جو کی روٹی خوراک، سالن کی جگہ دودھ اور کھجور کی چھالوں سے بھرا ہوا چمڑے کا تکیہ استعمال کرتے تھے، ببول کی چارپائی تھی، جو مضبوط رسیوں سے بٹی ہوئی تھی۔'' ❸

آپ کے دو عمامے تھے، ایک کا نام سحاب ❹ اور دوسرے کا عقاب تھا، آپ کی تلوار کا نام ''ذوالفقار'' ❺ اور پرچم کا نام ''الغراء'' تھا۔ ❻

آپ کی اونٹنی کا نام ''عضباء'' ❼ خچر کا نام ''دلدل'' ❽ گدھے کا نام ''یعفور''، گھوڑے کا نام ''مرتجز'' ❾ بکری کا نام ''برکۃ'' اور عصا کا نام ''ممشوق'' تھا۔ ❿

''لواء'' کا نام ''حمد'' تھا، اونٹ کو خود باندھتے اور گھوڑی کے چارے دانے کا انتظام خود کرتے تھے، اپنے پھٹے کپڑے میں پیوند لگاتے اور جوتے خود سی لیتے۔ ⓫

٦۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اور اتباع نبوی:

آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے شیدائی تھے۔ آپ کی عملی زندگی میں اس کی زندہ مثالیں موجود ہیں، یہاں

❶ مسند أحمد / تحقیق أحمد شاکر (٢/ ٦٤) اس کی سند صحیح ہے۔
❷ مسند أحمد / تحقیق أحمد شاکر (٢/ ٦٤٢) اس کی سند صحیح ہے۔
❸ امام ابن القیم، زاد المعاد (١/ ١٠٠) میں فرماتے ہیں: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بستر پر سوتے تھے اور کبھی چمڑے کے ٹکڑے پر اور کبھی چٹائی پر اور کبھی زمین پر۔
❹ اسی عمامہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو پہنایا تھا۔ زاد المعاد (١/ ١٣٥)
❺ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نو تلواریں تھیں، ان میں سے ایک ذوالفقار جسے آپ نے غزوہ بدر سے حصہ میں پایا تھا۔ زاد المعاد (١/ ١٣٠)
❻ امام ابن القیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد (١٣٢/١) میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بڑا پیالہ تھا جس کا نام ''الغراء'' تھا اس میں چار حلقے لگے ہوئے تھے اس کو چار آدمی پکڑ کر اٹھاتے تھے۔ (مترجم)
❼ یہ وہ اونٹنی نہیں ہے جس کا نام ''قصواء'' تھا بلکہ دوسری اونٹنی ہے جو مقابلہ میں اور تیزی کے لیے استعمال ہوتی تھی۔
❽ مقوقس بادشاہ نے اسے آپ کو بطور ہدیہ دیا تھا، اس کے علاوہ بھی آپ کے پاس خچر تھے۔ زاد المعاد (١/ ١٣٤)
❾ آپ سات گھوڑوں کے مالک تھے، یہ ان میں سے ایک تھا۔ زاد المعاد (١/ ١٣٣)
❿ یہ وہی ''عصا'' ہے جو بعد میں خلفاء کے ہاتھوں میں متداول رہا۔
⓫ الریاض النظرۃ فی مناقب العشرۃ (٢/ ١٦٣).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بطور نمونہ چند مثالیں ذکر کی جارہی ہیں، کہ جن میں آپ ہر چھوٹی اور بڑی سنت کے اتباع پر فریفتہ نظر آتے ہیں:

سواری پر سوار ہونے کی دعا:

امام عبدالرزاق سے روایت ہے کہ جس شخص نے علی رضی اللہ عنہ کو سواری پر سوار ہوتے دیکھا اس نے مجھے بتایا کہ جب آپ اپنا قدم رکاب میں رکھا تو کہا: "بِسْمِ اللّٰهِ" اور جب برابر بیٹھ گئے تو کہا: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" پھر کہا:

((سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِیْنَ ، وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ))

"تمام تعریف اس اللہ کے لیے جس نے اس سواری کو میرے لیے مسخر کیا، ہم اس کے ساتھ کسی کو شریک کرنے والے نہیں ہیں اور ہم اپنے رب کی طرف ضرور پلٹنے والے ہیں۔"

پھر تین مرتبہ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" اور تین مرتبہ "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کہا اور پھر آپ نے یہ دعا پڑھی:

((اَللّٰهُمَّ لَا إِلٰهَ إِلَّا اَنْتَ ، ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ اِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ .))

پھر آپ ہنسنے لگے، آپ سے پوچھا گیا: اے امیر المومنین کیوں ہنس رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جس طرح میں نے کیا ہے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا تھا اور جو میں نے پڑھا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی پڑھا تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسنے لگے تھے، ہم نے پوچھا تھا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہنس کیوں رہے ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا:

((اَلْعَبْدُ أَوْ قَالَ: عَجِبْتُ لِلْعَبْدِ اِذَا قَالَ: لَا إِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا اَنْتَ ، يَعْلَمُ اَنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا هُوَ .)) ❶

"بندہ یا فرمایا: میں بندہ کی اس ادا سے خوش ہوجاتا ہوں، جب وہ کہتا ہے کہ "اے اللہ تیرے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، میں نے اپنی ذات پر ظلم کیا ہے تو مجھے بخش دے، تیرے علاوہ کوئی گناہوں کو بخشنے والا نہیں،" وہ جانتا ہے کہ گناہ کو صرف اللہ ہی بخش سکتا ہے۔"

کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پانی پینا:

عطاء بن سائب، زادان سے روایت کرتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر پانی پیا، لوگ آپ کی طرف دیکھنے لگے، جیسے وہ ناپسند کر رہے ہوں، آپ نے فرمایا: کیا دیکھ رہے ہو؟ اگر میں کھڑے ہو کر پیوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے ہو کر پیتے دیکھا ہے اور اگر بیٹھ کر پیوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھ کر پیتے ہوئے دیکھا ہے۔ ❷

نبوی وضو کی تعلیم:

عبد خیر سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا طریقہ بتایا، غلام نے آپ کے دونوں ہتھیلیوں پر پانی ڈالا، آپ نے دونوں کو خوب اچھی طرح دھولیا، پھر آپ نے اپنا ہاتھ پانی کے برتن میں ڈالا اور کلی

---

❶ مسند أحمد، حديث نمبر (٩٣٠) اس کی سند حسن لغیرہ ہے۔

❷ مسند أحمد، حديث نمبر (١١٢٨) اس کی سند حسن ہے۔ بوقت ضرورت کھڑے ہو کر پینا جائز ہے۔ (مترجم)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کیا، ناک میں پانی چڑھا کر جھاڑا اور تین مرتبہ چہرہ دھلا، تین تین مرتبہ کہنیوں تک ہاتھ دھوئے، پھر اپنا ہاتھ پانی کے برتن میں ڈالا، پانی کم تھا اس لیے برتن کے پیندے تک پانی میں ہاتھ لے گئے اور باہر لائے۔ پھر دوسرے ہاتھ پر مسح کیا، پھر دونوں ہتھیلیوں سے سر کا ایک بار مسح کیا، پھر دونوں پیروں کو ٹخنوں سمیت تین تین بار دھویا، پھر ایک چلو پانی ہاتھ میں لیا، اسے نوش کیا اور فرمایا: رسول اللہ ﷺ اسی طرح وضو کرتے تھے۔ ❶

رسول اللہ ﷺ کی طرف سے علی رضی اللہ عنہ کو چند چیزوں کی ممانعت:

عبداللہ بن حنین اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے سونے کی انگوٹھی، ریشم اور زرد رنگ کا کپڑا پہننے سے اور رکوع کی حالت میں تلاوت قرآن سے منع فرمایا۔ آپ نے مجھے زرد ریشم کا دھاری دار جوڑا عطا کیا، میں اسے پہن کر باہر نکلا، آپ نے دیکھ کر فرمایا:

((یَا عَلِیُّ! اِنِّی لَمْ أَکْسُکْهَا لِتَلْبِسَهَا .))

''اے علی! میں نے تمھیں اس لیے نہیں دیا تھا کہ خود پہنو۔''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں اسے لے کر فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور اس کا ایک سرا ان کے ہاتھ میں دیا، فاطمہ نے اسے پکڑا اور وہ اسے لپیٹنا چاہتی تھیں، لیکن میں نے اسے دو ٹکڑوں میں پھاڑ دیا، فاطمہ کہنے لگیں، اے ابوطالب کے بیٹے! تم نے یہ کیا کیا؟ علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے اس کو پہننے سے منع فرمایا ہے، تم خود اسے پہنو اور اپنی سہیلیوں کو پہناؤ۔ ❷

گناہ اور مغفرت:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَذْنَبَ فِي الدُّنْیَا فَعُوقِبَ بِهِ، فَاللّٰهُ اَعْدَلُ مِنْ أَنْ یُثْنِي عُقُوْبَتَهُ عَلَی عَبْدِهِ، وَ مَنْ أَذْنَبَ ذَنْبًا فِي الدُّنْیَا فَسَتَرَ اللّٰهُ عَلَیْهِ، وَ عَفَا عَنْهُ فَاللّٰهُ أَکْرَمُ مِنْ أَنْ یَعُوْدَ فِي شَيْءٍ قَدْ عَفَا عَنْهُ .)) ❸

''جس نے دنیا میں کوئی گناہ کیا اور اس کی شرعی سزا دے دی گئی تو اللہ کے عدل کے خلاف ہے، یہ بات کہ وہ اپنے بندے کو دوبارہ سزا دے، اور اگر کسی بندے نے دنیا میں گناہ کیا، پھر اللہ نے اس کی پردہ پوشی کر دی اور معاف کر دیا تو اللہ کے کرم کے خلاف ہے، یہ بات کہ وہ دوبارہ اس چیز پر مواخذہ کرے جس کو معاف کر چکا ہے۔''

مخلوق کی اطاعت صرف نیکی کے کاموں میں ہے:

علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر روانہ کیا اور اس پر ایک امیر مقرر کر دیا، اس نے

---

❶ مسند أحمد/ الموسوعة الحديثية حديث نمبر (٨٧٦) یہ حدیث صحیح لغیرہ ہے۔
❷ مسند أحمد/ الموسوعة الحديثية، حديث نمبر (١٣٦٥) اس کی سند حسن ہے۔
❸ مسند أحمد / الموسوعة الحديثية، حديث نمبر (٧١٠) اس کی سند حسن ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آگ کا الاؤ روشن کیا اور کہا: تم لوگ اس میں داخل ہو جاؤ، کچھ لوگوں نے اطاعت کرتے ہوئے داخل ہونے کا ارادہ کرلیا اور کچھ لوگوں نے کہا: ہم ایسا نہیں کریں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر ہوا، تو جن لوگوں نے داخل ہونے کا ارادہ کرلیا تھا، ان سے فرمایا: ((لَوْ دَخَلْتُمُوْهَا لَمْ تَزَالُوْا فِيْهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ......)) ''اگر تم لوگ اس میں داخل ہو جاتے تو قیامت تک اسی میں رہتے۔'' جب کہ دوسرے لوگوں کی تعریف کیا اور فرمایا:

((لَا طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ ، إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوْفِ .)) [1]

''اللہ کی معصیت میں کسی انسان کی اطاعت جائز نہیں، مخلوق کی اطاعت صرف نیکی کے کاموں میں جائز ہے۔''

یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ حکام کی اطاعت مطلق اور بے قید نہیں ہے، بلکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے ساتھ مقید ہے۔ مطلق اطاعت صرف اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے۔

ایک صدی کے بعد آج کا کوئی آدمی باقی نہیں رہے گا:

ابو مسعود عقبہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو آپ نے ان سے پوچھا: کیا تم ہی کہتے ہو کہ جب لوگوں پر سو سال گزر جائیں گے تو زمین پر کوئی آنکھ دیکھتی ہوئی نظر نہ آئے گی؟ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((لَا يَأْتِي عَلَى النَّاسِ مِائَةُ سَنَةٍ وَعَلَى الْأَرْضِ عَيْنٌ تَطْرُفُ مِمَّنْ هُوَ حَيٌّ الْيَوْمَ ، وَاللّٰهِ إِنَّ رَخَاءَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ مَائَةَ عَامٍ .)) [2]

''آج جو لوگ باحیات ہیں ایک سو سال گزر جانے کے بعد ان میں سے کوئی زندہ نہیں رہے گا۔ اللہ کی قسم! اس امت کے لیے خوش حالی سو سال کے بعد ہے۔''

مدینہ والوں کے لیے برکت کی دعا:

سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے، جب ہم حرہ میں سعد بن ابی وقاص کے چشمے کے پاس پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اِئْتُوْنِيْ بِوَضُوْءٍ" میرے لیے وضو کا پانی لاؤ۔ جب آپ وضو سے فارغ ہوئے تو قبلہ رخ ہو کر اللہ اکبر کہا اور یہ دعا کرنے لگے:

((اَللّٰهُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ كَانَ عَبْدُكَ وَ خَلِيْلُكَ دَعَا لِأَهْلِ مَكَّةَ بِالْبَرْكَةِ ، وَ أَنَا مُحَمَّدٌ عَبْدُكَ وَ رَسُوْلُكَ ، اَدْعُوْكَ ، لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ اَنْ تُبَارِكَ لَهُمْ فِيْ مُدِّهِمْ وَ صَاعِهِمْ مِثْلَمَا بَارَكْتَ لِأَهْلِ مَكَّةَ مَعَ الْبَرْكَةِ بَرْكَتَيْنِ .)) [3]

---

[1] مسند أحمد / الموسوعة الحديثية ، حديث نمبر (٧٢٤) اس کی سند صحیح ہے۔

[2] مسند أحمد / الموسوعة الحديثية ، حديث نمبر (٧١٤) اس کی سند قوی ہے۔
علی رضی اللہ عنہ کے اس قول کا مطلب اس حدیث کی تردید ہرگز نہیں ہے بلکہ یہ بتلانا مقصود ہے کہ اگرچہ صحابہ کا دور ختم ہو جائے گا وہ باقی نہ رہیں گے، لیکن امت زوال پذیر نہ ہوگی بلکہ اسلامی دعوت دنیا میں پھیلے گی مسلمانوں کو عروج وغلبہ حاصل رہے گا۔ (مترجم)

[3] مسند أحمد / الموسوعة الحديثة ، حديث نمبر (٩٣٦) اس کی سند صحیح ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''اے اللہ! ابراہیم (علیہ السلام) تیرے بندے اور خلیل تھے، انھوں نے مکہ والوں کے لیے برکت کی دعا کی تھی اور میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرا بندہ اور رسول ہوں، میں تجھ سے مدینہ والوں کے لیے دعا کرتا ہوں کہ ان کے مد اور صاع میں مکہ والوں کی طرح برکت عطا فرما، ایک برکت کے ساتھ دو برکتیں جمع ہو جائیں۔''

پریشانی و بے چینی کے وقت کی دعا:

سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پریشانی و بے چینی کے وقت مجھے یہ دعا پڑھنے کی تعلیم دی:

((لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ تَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ .)) ❶

اس حدیث میں تعلق باللہ، اس پر اعتماد کامل اور التجائے خالص کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے، کیوں کہ مصائب و مشکلات کو اللہ کے علاوہ کوئی نہیں دور کر سکتا، کسی پریشان حال کی پکار کو اس کے خالق کے علاوہ کوئی نہیں سن سکتا، اس کے علاوہ اور کوئی جائے پناہ نہیں، لہٰذا ہر مومن و مسلمان کو تمام احوال و ظروف میں اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پر کامل اعتماد کرنا چاہیے۔

مجھے راز کی ایسی کوئی بات نہیں بتائی جسے لوگوں سے پوشیدہ رکھا ہو:

ابوالطفیل سے روایت ہے کہ ہم نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا، ایسی رازداری کی بات بتائیے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف آپ کو بتایا ہو، آپ نے فرمایا: مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رازداری کی کوئی ایسی بات نہیں بتائی، جسے دوسرے لوگوں سے پوشیدہ رکھا ہو، البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے فرماتے ہوئے سنا:

((لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ ، وَ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ آوَى مُحْدِثًا ، وَ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَيْهِ ، وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ غَيَّرَ تُخُومَ الْأَرْضِ .)) ❷

''اللہ کی لعنت ہے اس شخص پر جس نے غیر اللہ کے لیے ذبح کیا اور اللہ کی لعنت ہے اس شخص پر جس نے کسی بدعتی کو پناہ دیا، اور اللہ کی لعنت ہے اس شخص پر جس نے اپنے والدین پر لعنت بھیجی اور اللہ کی لعنت ہے اس شخص پر جس نے زمین کے نشانات کو بدلا۔''

اس حدیث میں اللہ کی لعنت کا مطلب ہے کہ اس کی رحمت سے دوری اور ''غیر اللہ'' کے لیے ذبح کرنے کا مطلب ہے، اللہ کے علاوہ ہر مخلوق حتی کہ اگر کسی نبی، فرشتے یا جنات کے لیے ذبیحہ کیا تو یہ سب اسی حکم میں شامل ہیں، اگر اسلام کی نگاہ میں یہ چیزیں معمولی ہوتیں تو ان پر اس قدر سخت وعید نہ ہوتی کہ وہ رسول اللہ کی لعنت کا

---

❶ مسند أحمد / الموسوعة الحديثية ، حديث نمبر (۷۰۱) اس کی سند صحیح ہے۔

❷ مسند أحمد / حديث نمبر (۸۵۵) اس کی سند قوی ہے۔ یہ حدیث صحیح مسلم کی حدیث ہے دیکھئے: صحيح مسلم / كتاب الأضاحي / باب تحريم الذبح لغير الله (۱۹۷۸) (مترجم)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مستحق ہو۔

اللہ تعالیٰ نرم طبیعت ہے نرمی کو پسند کرتا ہے:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعَنْفِ .)) ❶

''اللہ تعالیٰ نرم خو ہے اور نرمی کو پسند کرتا ہے اور نرمی پر وہ (نتیجہ) عطا کرتا ہے، جو سختی پر نہیں عطا کرتا۔''

قبل از وقت زکوٰۃ کی ادائیگی:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے قبل از وقت زکوٰۃ کی ادائیگی کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اس کے بارے میں رخصت دی۔ ❷

رمضان کا آخری عشرہ:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اپنے اہل خانہ کو بیدار کرتے تھے اور عبادت کے لیے کمر کس لیتے تھے۔ ❸

سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کرنے والے لوگ:

آپ اپنی دور خلافت میں تمام صحابہ سے زیادہ سنت کا علم رکھتے تھے، انھیں ایام میں ایک مرتبہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ہوا تو کہنے لگیں: اس وقت جتنے صحابہ باحیات ہیں ان میں علی رضی اللہ عنہ کو سنت کا سب سے زیادہ علم ہے۔ ❹ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے باوجود آپ سے کل صرف پانچ سو پچاسی احادیث مروی ہیں، جو کہ بعض دیگر صحابہ کی مرویات کے بالمقابل بہت کم ہیں۔ ❺ اس کے کچھ اسباب ہیں:

- قضاء وعدل، انصرام حکومت اور جنگی مشغولیات کی کثرت سے آپ کو اس بات کا موقع کم ملتا تھا کہ لوگوں کو فتویٰ دیں اور دروس و مواعظ کی مجلسیں منعقد کریں، جب کہ یہی چیزیں عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جیسے دیگر بزرگان صحابہ کے علم کی نشر و اشاعت کا سبب بنیں۔
- آپ کے متعلق افراط و تفریط کرنے والوں میں نفس پرستوں اور بدعتیوں کا ظہور ہوا، جس کی وجہ سے آپ پر جھوٹ اور افترا پردازی کی کثرت ہوگئی، اس لیے علماء نے اس کی تحقیق پر زور دیا کہ کیا علی رضی اللہ عنہ تک پہنچنے والی سندیں صحیح ہیں یا نہیں۔

---

❶ مسند أحمد، حدیث نمبر (۹۰۲) اس حدیث کے شواہد موجود ہیں۔ شیخ البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے: صحیح الجامع (۱۷۷۱) (مترجم)

❷ مسند أحمد/ الموسوعة الحديثية، حدیث نمبر (۸۲۲) اس کی سند حسن ہے۔

❸ مسند أحمد / الموسوعة الحديثية، حدیث نمبر (۱۱۱۵) اس کی سند حسن ہے۔

❹ الطبقات/ ابن سعد (۲/ ۳۳۸).

❺ تاریخ الخلفاء / السیوطی، ص (۱۷۱).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

○ آپ کے دور خلافت میں فتنوں کی کثرت اور شرپسندوں کا اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا اس بات سے مانع رہا کہ کسی پر اعتماد کرتے ہوئے اس سے حدیث بیان کریں۔ آپ فرماتے تھے یہاں تو علم کا ذخیرہ ہے، کاش میں اس کے حاملین کو پالیتا۔ ❶

چنانچہ احادیث کے بیان کرنے اور لینے میں آپ کا ایک واضح منہج تھا، جس کا اختصار یہ ہے کہ:

○ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی روایت منسوب ہونے سے ہمیشہ ڈرتے رہتے تھے، کیوں کہ آپ ہی اس حدیث کے ناقل ہیں، جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ .))❷

''جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔''

○ روایت کی تحقیق کرتے اور راوی سے قسم لیتے، چنانچہ آپ کا خود بیان ہے کہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست پر کوئی حدیث سنتا تھا تو اللہ تعالیٰ مجھے اس سے جتنا چاہتا فائدہ پہنچاتا، لیکن جب کسی دوسرے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنتا تو اس سے قسم لیتا، اگر وہ قسم اٹھالیتا تو اس کی روایت کو مان لیتا۔ ❸

○ منکر اور شاذ احادیث روایت کرنے سے قطعی پرہیز: آپ نے فرمایا: عوام الناس کو ایسی حدیث سناؤ جنھیں وہ سمجھ سکیں اور جو ان کی سمجھ سے بالاتر ہے اسے چھوڑ دو، کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول جھٹلائے جائیں۔ ❹

آپ نے ابوبکر، عمر، مقداد بن اسود رضی اللہ عنہم اور اپنی زوجہ محترمہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے احادیث روایت کی ہیں۔

○ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے صحابہ تابعین اور آپ کے اہل خانہ کے علاوہ بے شمار لوگوں نے روایتیں نقل کی ہیں، یہاں چند مشہور صحابہ کا ذکر کیا جاتا ہے، جنھوں نے آپ سے حدیثیں اخذ کی ہیں:

۱:...... **ابوامامہ ایاس بن ثعلبہ انصاری** رضی اللہ عنہ: آپ کا تعلق قبیلہ بنو حارثہ سے ہے، آپ ابوبردہ رضی اللہ عنہ کے بھانجے ہیں، آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین احادیث بیان کی ہیں، غزوۂ بدر کے موقع پر آپ ہی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ ''اپنی ماں کی خدمت کرو، اسی میں جہاد ہے۔ ❺

۲: **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ابورافع القبطی** رضی اللہ عنہ: جن کا نام ابراہیم تھا اور ایک روایت میں ہے کہ سنان تھا، جب کہ تیسری روایت ہے کہ یسار نام تھا، ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ان کا سب سے مشہور نام اسلم تھا، علی رضی اللہ عنہ کی دور خلافت ۴۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔'' ❻

---

❶ فقه الإمام علی (۱/ ۳)

❷ صحیح سنن ابن ماجه / ألبانی (۱/ ۱۳) امام البانی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔ یہ حدیث متواتر ہے۔ دیکھئے: صحیح الجامع (۶۵۱۹) (مترجم)

❸ سنن ابن ماجه/ حدیث نمبر (۱۳۹۵) اس کی سند صحیح ہے۔

❹ صحیح البخاری/ العلم/ باب من خص بالعلم قوما دون قوم .

❺ الاستیعاب / ابن عبدالبر (۱/ ۱۶۰۱) . ❻ سیر أعلام النبلاء (۲/ ۱۶)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۳:...... **ابوسعید خدری** رضی اللہ عنہ: آپ کا نام سعد بن مالک بن سنان بن ثعلبہ انصاری ہے، پندرہ سال کی عمر میں انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں غزوہ کیا۔ ۷۴ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ ❶

۴:...... **جابر بن عبداللہ بن عمر بن حرام بن کعب بن غنم بن کعب انصاری السلمی** رضی اللہ عنہ: علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ صفین میں شرکت کیا۔ ۷۸ھ میں آپ کی وفات ہوئی، آپ سنن نبوت کے حفاظ میں سے ایک تھے۔ ❷

۵:...... **جابر بن سمرہ بن جنادہ بن جندب العامری السوائی** رضی اللہ عنہ: آپ بنوزہرہ کے حلیف تھے، آپ کی ماں کا نام خالدہ بنت ابی وقاص تھا جو کہ سعد بن ابی وقاص کی ہمشیرہ تھیں، آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے، آپ کا بیان ہے کہ دو ہزار سے زیادہ مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے کا شرف ملا ہے، کوفہ میں مقیم ہوئے اور وہیں ۷۴ھ میں وفات ہوئی۔ ❸

۶:...... **زید بن ارقم بن زید بن قیس بن نعمان** رضی اللہ عنہ: آپ کی کنیت ایک روایت کے مطابق ابوعمرو اور دوسری کے مطابق ابوعامر ہے۔ کوفہ میں ۶۶ھ میں اور دوسری روایت ہے کہ ۶۸ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

۷:...... **عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب**: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بھتیجے، حبشہ میں مسلمانوں میں سب سے پہلے آپ کی ولادت ہوئی۔ ۹۰ سال کی عمر پائی اور ۸۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ ❹

۸:...... **عبداللہ بن عمر بن خطاب القرشی، العدوی**: بلوغت کے عمر تک پہنچنے سے پہلے ہی اپنے باپ کے ساتھ مسلمان ہوئے۔ ۸۴ سال کی عمر پائی اور ۶۳ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ ❺

۹:...... **عبداللہ بن مسعود بن غافل بن وائل الھذلی** رضی اللہ عنہ: آپ ان صحابہ میں سے ہیں جو شروع شروع میں مسلمان ہوئے۔ ۳۲ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ ❻

۱۰:...... **عمرو بن حریث بن عثمان القرشی مخزومی**: آپ کی کنیت ابوسعید ہے، آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دیدار و سماع کا شرف حاصل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے سر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے آپ کے لیے برکت کی دعا فرمائی، کوفہ میں مقیم ہوئے، بڑے ہی معزز و مکرم تھے، ۸۵ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ ❼

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے آپ کے اہل بیت:

۱: آپ کے **فرزند ارجمند** اور نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حسن بن علی رضی اللہ عنہما۔

۲: **دوسرے فرزند اور نواسۂ رسول یعنی حسین بن علی** رضی اللہ عنہما: عاشورہ کے دن ۶۱ھ میں آپ کی

❶ الاستيعاب / ابن عبدالبر (٤/ ١٦٧١).
❷ الاستيعاب/ ابن عبدالبر (١/ ٢١٩).
❸ الاستيعاب / ابن عبدالبر (١/ ٢١٩).
❹ الاصابة في تمييز الصحابة (٤/ ٢٧٦).
❺ وفيات الأعيان (٢/ ٢٣٦).
❻ الأستيعاب (٢/ ٩٨٨).
❼ الاستيعاب (٢/ ١٦٧٢).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شہادت ہوئی، اس وقت آپ کی عمر ۵۶ سال تھی۔ ❶

۳: **آپ کے فرزند محمد بن علی بن ابی طالب:** ابوالقاسم المدنی جو کہ بنوحنیفہ سے تعلق رکھنے والی اپنی ماں خولہ بنت جعفر بن قیس کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے ابن الحنفیہ کے نام سے مشہور ہیں۔ علامہ عجلی کا بیان ہے کہ آپ تابعی ہیں، ثقہ ہیں، نیک آدمی تھے، آپ کی کنیت ابوالقاسم تھی، سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں آپ کی ولادت ہوئی اور باختلاف روایات ۷۳ھ یا ۸۰ھ یا ۸۱ھ یا ۸۲ھ یا ۹۳ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ ❷

۴: **آپ کے پوتے محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب:** امام ابن حبان نے آپ کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ ❸

۵: **دوسرے پوتے علی بن حسین بن علی بن ابی طالب:** آپ زین العابدین کے لقب سے مشہور ہیں، اکابر تابعین میں سے ہیں، آپ کی والدہ ماجدہ کا نام سلافہ بنت یزدگرد ہے، یعنی آخری شاہ فارس کی لڑکی تھیں، اپنے دادا علی رضی اللہ عنہ سے مرسلاً حدیث روایت کی ہے۔ علامہ عجلی کا بیان ہے کہ آپ مدنی ہیں اور ثقہ تابعی ہیں۔ ۵۸ سال کی عمر میں ۹۴ھ میں وفات ہوئی۔ ❹

۶: **آپ کے بھانجے جعدہ بن ہبیرہ بن ابی وہب بن عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم:** ماں کا نام ام ہانی بنت ابی طالب ہے، عہد رسالت میں آپ کی ولادت ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف ملا، خراسان کے حاکم مقرر ہوئے، کوفہ میں سکونت اختیار کی۔ علامہ عجلی کا بیان ہے کہ آپ مدنی ہیں، اور ثقہ تابعی ہیں، سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کیں۔ ❺

۷: **آپ کی باندی ام موسیٰ:** جن کا نام باختلاف روایات فاختہ یا حبیبہ تھا، امام دارقطنی کا قول ہے کہ ان کی حدیثیں ٹھیک ٹھاک ہیں، عجلی کا قول ہے کہ کوفیہ ہیں اور ثقہ تابعیہ ہیں۔ ❻

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے مشہور تابعین:

۱: **قاضی ابوالاسود الدؤلی البصری:** باختلاف روایات آپ کا نام ظالم بن عمرو بن سفیان، یا عمرو بن عثمان، یا عثمان بن عمرو تھا۔ عہد نبوی میں آپ مسلمان ہوئے اور جنگ جمل میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کی، امام ابن معین اور عجلی وغیرہما نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔ عبیداللہ بن زیادہ کی دور حکومت میں ۶۹ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ ❼

۲: **فقیہ شریعت ابوبردہ بن ابوموسیٰ اشعری:** آپ کا نام ایک روایت کے مطابق حارث اور دوسری

❶ تهذيب التهذيب (۲/ ۳۵۷).
❷ تهذيب التهذيب (۷/ ۳۰٦).
❸ تهذيب التهذيب (۲/ ۸۲).
❹ تهذيب التهذيب (۱۲/ ٤۸۱) لسان الميزان (۷/ ۵۳۳).
❺ تهذيب التهذيب (۱۲/ ۱۰-۱۱).
❻ تهذيب التهذيب (۱۲/ ۱۹).
❼ تهذيب التهذيب (۵/ ۱۸٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

روایت کے مطابق عامر تھا، ابن سعد، عجلی، اور ابن حبان نے آپ کو ''ثقہ'' کہا ہے۔ عجلی کا بیان ہے کہ قاضی شریح کے بعد آپ کوفہ کے منصب قضاء پر فائز ہوئے، اپنے باپ ابوموسیٰ، علی، حذیفہ، عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہم اور عائشہ رضی اللہ عنہا، وغیرہ سے احادیث روایت کی ہیں، باختلاف روایات ۸۳ھ یا ۱۰۴ھ یا ۱۰۷ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ ❶

۳: **حافظ قرآن ابوعبدالرحمن السلمی عبداللہ بن حبیب بن ربیعہ الکوفی:** آپ کے والد صحابی تھے۔ امام عجلونی، نسائی اور ابوداود رحمہم اللہ نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔ آپ نے عمر، عثمان، علی، سعد، خالد بن ولید، ابن مسعود اور حذیفہ رضی اللہ عنہم وغیرہ سے حدیث روایت کی ہے۔ باختلاف روایات ۷۲ھ میں (۸۵) سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ صفین میں شریک تھے۔ ❷

۴: **ابومریم زید بن حبیش بن حبانہ بن اوس الاسدی:** ایک روایت کے مطابق آپ کی کنیت ابومطرف تھی، آپ کوفی ہیں، امام ابن معین نے آپ کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ باختلاف روایات ۸۱ھ یا ۸۲ھ میں ایک سو بیس سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی۔ ❸

۵: **قبیلہ قضاعہ سے تعلق رکھنے والے ابوسلیمان زید بن وہب الجہنی:** جلیل القدر ثقہ تابعین میں آپ کا شمار ہے، آپ کی روایات بالاتفاق قابل حجت ہیں، ابن معین وغیرہ نے آپ کی توثیق کی ہے، حجاج کے دور حکومت میں ۹۰ھ سے قبل یا اس کے بعد کے ایام میں آپ کی وفات ہوئی۔ ❹

۶: **ابو امیہ بن سوید بن غفلۃ بن عوسجہ بن عامر:** دیدار نبوی کے غرض سے اپنے وطن سے سفر کیا، لیکن شرف ملاقات سے پہلے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی، آپ کو ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کی صحبت حاصل رہی۔ (۱۲۸) سال کی عمر میں ۸۲ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ ❺

۷: **شریح بن ھانی بن یزید بن نہیک الحارثی، المذحجی ابن المقدام الکوفی:** عہد رسالت کو پایا، لیکن دیدار رسول کا شرف حاصل نہ ہوسکا، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بڑے بزرگ ساتھیوں میں سے تھے۔ سجستان میں ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ۷۸ھ میں آپ کی شہادت ہوئی۔ ❻

۸: **عامر بن شرحبیل بن عبد،** اور ایک روایت کے مطابق عامر بن عبداللہ بن شرحبیل الشعبی، الحمیری، آپ کی کنیت ابوعمرو ہے، قبیلۂ ہمدان سے آپ کا تعلق ہے، آپ سے روایت ہے کہ پانچ سو صحابہ سے میری ملاقات ہوئی ہے اور حسن رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ بہت بڑے عالم بڑے بردبار، اور اسلام سے شروع ہی سے لو لگانے والے تھے اور مکحول کا قول ہے کہ میں نے آپ سے زیادہ کسی کو فقیہ نہیں پایا۔ ابن عیینہ کا قول ہے

---

❶ طبقات ابن سعد (٦/ ١٠٤).
❷ طبقات ابن سعد (٦/ ٦٧).
❸ طبقات ابن سعد (٦/ ١٢٧).
❹ تہذیب التہذیب.
❺ تہذیب التہذیب (٦/ ١٨٢).
❻ تہذیب التہذیب (٦/ ١٢٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کہ صحابہ کا عہد گزر جانے کے بعد لوگ کہا کرتے تھے کہ ابن عباس، شعبی اور ثوری اپنے اپنے دور کے سب سے بڑے عالم تھے۔ خلافت فاروقی کے چھ مہینے گزرنے کے بعد آپ کی پیدائش ہوئی اور ۱۰۹ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

۹: **ابو عماري عبد خير بن يزيد** یا دوسری روایت کی بموجب عبد ابن بجید بن جوی بن عبد عمرو بن عبد یعرب بن الصائد الہمد انی الکوفی: آپ نے زمانہ جاہلیت کو بھی دیکھا، عجلی کا قول ہے کہ آپ کوفی ہیں اور ثقہ تابعی ہیں، ابن حبان نے بھی آپ کو ثقہ تابعین میں شمار کیا ہے، ایک روایت میں ہے کہ آپ ایک سو بیس سال زندہ رہے اور جنگ صفین میں قتل کیے گئے۔ ❶

۱۰: **عبدالرحمن بن ابی لیلی،** باختلاف روایات آپ کا نام یسار یا بلال، یا داؤد بن بلال بن بلیل بن اصحبہ بن الجلاح الحریش الانصاری الاوسی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت ختم ہونے سے چھ سال قبل آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کا بیان ہے کہ مجھے ایک سو بیس سے زائد صحابہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہے۔ ابن معین اور عجلی وغیرہ نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔ ۷۱ھ یا دوسری روایت کی بموجب ۸۲ھ جماجم میں وفات ہوئی۔ ❷

۱۱: **عبیدة السلمانی:** آپ کا سلسلۂ نسب عبیدہ بن عمرو اور دوسری روایت کی بموجب عبیدہ بن قیس بن عمرو السلمانی المرادی الکوفی ہے: ابو عمرو آپ کی کنیت ہے، وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سال پہلے اسلام لائے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شرف نہ حاصل ہوا، امام شعبی کا قول ہے کہ شریح قضاء کے ماہر تھے اور عبیدہ ان کے ہم پلہ تھے، عجلی کا قول ہے کہ آپ کوفی ہیں اور ثقہ تابعین میں سے ہیں۔ ❸

۱۲: **ابو العالیه عبدالله بن سلمه المرادی الکوفی:** یہ علی رضی اللہ عنہ کے قریبی ساتھی تھے۔ عجلی کا قول ہے کہ آپ کوفی ہیں، اور ثقہ تابعی ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ان کی حدیث کی متابعت نہیں کی جاتی اور عمرو بن مرہ کا قول ہے کہ یہ بہت بوڑھے ہو چکے تھے معروف و منکر دونوں طرح کی روایات بیان کرتے تھے۔ یعقوب بن شیبہ کا قول ہے کہ آپ ثقہ ہیں۔ ❹

۱۳: **عبدالله بن شقیق العقیلی:** آپ کی کنیت ابو عبدالرحمٰن یا بروایت دیگر ابو محمد ہے، بصری تابعی ہیں، ابن سعد نے آپ کو طبقۂ اولی میں شمار کیا ہے، ابن معین کا قول ہے کہ آپ ثقہ ہیں، پرہیزگاروں میں سے ہیں، ان کی مروی احادیث میں کوئی طعن نہیں ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ مستجاب الدعوات تھے۔ ۱۰۰ھ کے بعد، اور بعض روایات کی صراحت کے مطابق ۱۰۸ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ ❺

۱۴: **علقمه بن قیس النخعی:** آپ کا نام و نسب علقمہ بن قیس بن عبداللہ بن مالک بن علقمہ النخعی الکوفی ہے۔

---

❶ تهذيب التهذيب (٦/ ١٢٤).
❷ ميزان الاعتدال (٢/ ٥٨٤).
❸ طبقات ابن سعد (٦/ ٩٠) تهذيب التهذيب (٧/ ٨٥).
❹ ميزان الاعتدال (٢/ ٤٠٩).
❺ تهذيب التهذيب (٥/ ٢٥٣).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہی میں آپ کی ولادت ہوئی۔ امام احمد کا قول ہے کہ آپ ثقہ ہیں اور اہل خیر میں سے ہیں۔ ابن معین نے بھی آپ کو ثقہ کہا ہے، بیان کیا جاتا ہے کہ صرف ایک رات میں آپ نے پورے قرآن کی تلاوت کی تھی۔ ۶۱ھ یا ۶۲ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ ابن سعد کا قول ہے کہ آپ ثقہ اور کثیر الحدیث ہیں۔

۱۵: **ابویحییٰ عمیر بن سعید النخعی الصهبانی الکوفی:** ابن معین سے مروی ہے کہ آپ ثقہ ہیں۔ ابن حبان نے آپ کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ شراب نوش کی حد کے بارے میں علی رضی اللہ عنہ سے آپ کی روایت موجود ہے۔ ابن سعد کا کہنا ہے کہ ۱۱۵ھ میں اور ایک روایت کے مطابق ۱۰۷ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ ❶

۱۶: **هانی بن هانی الهمدانی الکوفی:** امام نسائی کا قول ہے کہ ''لَيْسَ بِهٖ بَأْسٌ'' یعنی آپ قابل اعتبار ہیں، ابن حبان نے آپ کو ثقات میں ذکر کیا ہے، البتہ ایک روایت میں ہے کہ تشیع کی طرف میلان تھا۔ ابن المدینی نے کہا، مجہول ہیں، ابن سعد نے کہا: منکر الحدیث ہیں، امام شافعی نے کہا کہ آپ کے مجہول الحال ہونے کی وجہ سے محدثین آپ کی طرف حدیث منسوب نہیں کرتے تھے۔ ابن سعد نے آپ کو کوفی راویوں کے طبقہ اولیٰ میں شمار کیا ہے۔ امام ذہبی نے کہا: ''لَيْسَ بِهٖ بَأْسٌ'' یعنی ان کی روایت لینے میں کوئی حرج نہیں۔ ❷

۱۷: **یزید بن شریك بن طارق التیمی الکوفی:** یحییٰ بن معین سے مروی ہے کہ آپ ثقہ ہیں۔ ابن حبان نے آپ کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ ابن سعد نے کہا کہ ثقہ تھے، اپنی قوم کے سردار تھے، بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے جاہلیت کا دور بھی پایا، عمر، علی، ابوذر، ابن مسعود اور حذیفہ رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کیں۔ ❸

یہاں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے اہم لوگوں پر ایک سرسری نظر ڈالی گئی ہے۔ مزید معلومات کے لیے ڈاکٹر احمد محمد طٰہٰ کا مقالہ بعنوان ''فقہ الامام علی بن ابی طالب'' کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ اس مقالہ کو بغداد یونیورسٹی میں پیش کیا گیا تھا، اب تک اس مقالہ کی نشر و اشاعت نہیں ہو سکی ہے۔

---

❶ تهذيب التهذيب (٨/ ١٤٥) سير اعلام النبلاء (٤/ ٤٤٣). ❷ الكاشف / الذهبی (٣/ ٢١٨).
❸ الكاشف/ الذهبی (٣/ ٢٨٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۵)

ہجرت مدینہ سے غزوۂ احزاب تک

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے اہم کارنامے

رسول اللہ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ پہنچ گئے اور استقرار واطمینان کی سانس لی تو اس کے بعد اسلامی مملکت کی بنیادیں استوار کرنے کی تیاری کرنے لگے، چنانچہ مہاجرین وانصار کے درمیان مؤاخاۃ (بھائی چارگی) قائم کی، پھر مسجد کی بنیاد رکھی، پڑوس کے یہودیوں سے امن کا معاہدہ کیا، قرب و جواب میں سرایا اور خفیہ دستے بھیجے گئے، اور ایک نئے معاشرے کی اقتصادی، تعلیمی اور تربیتی تعمیر وترقی میں لگ گئے، اور علی رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ رہے، آپ کے احکامات کو عملی جامہ پہناتے اور آپ کی ہدایت رہنمائی پر عمل کرتے رہے۔

مدینہ میں مؤاخاۃ (بھائی چارہ):

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابی طالب اور سہل بن حنیف رضی اللہ عنہما کے درمیان مؤاخاۃ کا رشتہ قائم کیا۔ ❶ اس ضمن میں بعض علما نے یہ بحث چھیڑی ہے کہ کیا مکہ میں بھی ان مہاجرین کے درمیان کوئی مؤاخاۃ قائم ہوئی تھی، چنانچہ بلاذری نے اشارہ کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے مکہ میں راہ حق میں مرمٹنے کے جذبہ کو پروان چڑھانے اور ایک دوسرے کی غمخواری کے لیے مسلمانوں میں باہمی مؤاخاۃ کا تعلق قائم کیا تھا، چنانچہ سیّدنا حمزہ اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کے درمیان، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان، عثمان بن عفان اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما کے درمیان، زبیر بن عوام اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے درمیان، عبیدہ بن حارث اور بلال حبشی رضی اللہ عنہما کے درمیان، مصعب بن عمیر اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما کے درمیان، ابوعبیدہ بن جراح اور سالم مولیٰ ابوحذیفہ رضی اللہ عنہما کے درمیان، سعید بن زید بن عمرو بن نفیل اور طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہما کے درمیان اور اپنے اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے درمیان مؤاخاۃ قائم کی تھی۔ ❷

بلاذری متوفی ۲۷۶ھ سب سے قدیم مورخ ہیں، جنھوں نے مکہ میں مؤاخاۃ کا ذکر کیا ہے، بعد میں ان کی متابعت کرتے ہوئے ابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ نے بھی اس کا ذکر کیا ہے، لیکن بلاذری سے نقل کرنے کی صراحت نہیں کی ہے۔ بعد میں ابن سید الناس نے بھی انھیں دونوں پر اعتماد کرتے ہوئے اس کا ذکر کیا ہے، لیکن صراحت سے کسی کا حوالہ نہیں دیا ہے۔ ❸

---

❶ الکاشف للذھبي (۳/ ۲۱۸). ❷ انساب الأشراف (۱/ ۲۷۰). ❸ السیرۃ النبویۃ الصحیحۃ (۱/ ۴۰).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مہاجرین کی باہمی مؤاخاۃ کو تسلیم نہیں کرتے اور اس سلسلے میں وارد شدہ روایات کے بارے میں آپ کی تحقیق یہ ہے کہ وہ سب جھوٹی ہیں، انھیں میں سے یہ روایت بھی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور علی رضی اللہ عنہ کے درمیان مؤاخاۃ کا رشتہ قائم کیا تھا۔ ❶

امام ابن القیم بھی مکہ میں مؤاخاۃ کے قائل نہیں ہیں، چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

> ''بیان کیا جاتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کے درمیان باہمی مؤاخاۃ کا تعلق قائم کیا تھا اور اس میں علی رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ رکھا تھا، لیکن قابل اعتماد پہلی بات ہے۔ (یعنی صرف مؤاخاۃ مدینہ) کیوں کہ مہاجرین کو آپس میں مؤاخاۃ کی ضرورت نہ تھی، ان کے درمیان اسلامی اخوت، گھریلو رشتے اور خاندانی تعلقات تو قائم ہی تھے، ہاں مہاجرین کا انصار کے ساتھ مؤاخاۃ کرانا اس سے مختلف چیز تھی کہ دونوں دو تھے جنھیں ایک کیا گیا۔'' ❷

سیرت نبوی پر لکھی گئی قدیم ترین کتابوں میں بھی مکہ میں مہاجرین کے درمیان مؤاخاہ کا کوئی اشارہ نہیں ملتا ہے، حتی کہ خود بلاذری جنھوں نے اس کو تحریر کیا ہے اس کی کوئی سند نہیں ذکر کی ہے، بلکہ اس کے لیے صیغہ جہالت یعنی ''قیل'' بمعنی کہا گیا ہے، سے اس واقعہ کا آغاز کیا ہے، جو کہ اس روایت کے ضعیف ہونے کے لیے کافی ہے، بلکہ مستند محققین کے نزدیک خود بلاذری ضعیف (ناقابل اعتماد) مانے جاتے ہیں، تاہم اگر اس روایت کو صحیح مان لیں تو مکہ میں مؤاخاۃ کا مطلب یہ ہوگا کہ ایسے دو افراد آپس میں ایک دوسرے کے خیر خواہ اور مددگار ہوں گے، یہ نہیں کہ دونوں میں وراثت کے وہ حقوق نافذ ہوں گے۔ ❸ جسے بعد میں اس فرمان الٰہی سے منسوخ کر دیا گیا:

﴿ وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٧٥﴾ ﴾ (الانفال: ٧٥)

> ''اور رشتے دار اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔ بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

نظام مؤاخاۃ کے سبب سے وراثت کے حقوق کو اس آیت میں منسوخ کر دیا گیا ہے۔ ❹ اور یہ حکم باقی رکھا گیا ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے مددگار، خیر خواہ اور پرسان حال ہوں گے۔ ❺

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ رقم طراز ہیں کہ بعض علماء سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مؤاخاۃ کے قائل نہیں ہیں، وہ اس واقعہ کی صحت کے منکر ہیں اور ان کی دلیل یہ ہے کہ مؤاخاۃ کی مشروعیت کا اصل مقصد باہم الفت ومحبت کا ماحول پیدا کرنا اور ایک دوسرے کی دل جوئی کرنا تھا اور وہ اس مقصد کے لیے پہلے ہی سے قربان تھے، کوئی

❶ منهاج السنة (٥/ ٧١)، (٧/ ٣٦١).
❷ زاد المعاد (٢/ ٧٩).
❸ السيرة النبوية الصحيحة (١/ ٢٤١).
❹ السيرة النبوية الصحيحة (٢/ ٢٤٦).
❺ التاريخ الإسلامي / حميد (٤/ ٢٥).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ضرورت نہ تھی کہ آپ ﷺ کسی سے یا کوئی مہاجر کسی مہاجر سے مکہ میں مؤاخاۃ کا رشتہ قائم کرتا، لیکن ابن کثیر نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ہوسکتا ہے آپ ﷺ نے اپنے اور علی کے درمیان یہ تعلق اس لیے قائم کیا ہو تاکہ علی رضی اللہ عنہ کے مصالح دوسروں کے حوالہ نہ ہوں، کیوں کہ بچپن ہی سے جب ان کے باپ زندہ تھے آپ ﷺ ہی ان پر خرچ کرتے تھے۔ ❶

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے یہاں اس توجیہ و تعلیل کو نقل تو کر دیا، لیکن آگے چل کر دوسرے مقام پر یہ اشارہ دے دیا ہے کہ علی اور نبی کریم ﷺ کے درمیان مؤاخات کو ثابت کرنے والی تمام روایات ضعیف اور ناقابل حجت ہیں۔ ❷ چند اور دیگر مصادر بھی ہیں جو ان دونوں کے درمیان مواخاۃ کو ذکر کرتے ہیں، لیکن وہ سب بے سروپا روایات ہیں جس کی کوئی سند نہیں، مثلاً محمد بن حبیب، ❸ ابن الجوزی ❹ اور ابن الاثیر ❺ کی روایات۔

مدینہ نبویہ میں مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخاۃ کا جو تعلق قائم ہوا تھا وہ عقیدہ و ایمان پر قائم ہوا تھا اور یہی عقیدہ و ایمان مواخاۃ کی ریڑھ کی ہڈی تھی، اس لیے کہ وہ عقیدہ بلاتفریق سارے انسانوں کو صرف ایک اللہ کی عبادت و بندگی کی صف میں کھڑا کرتا ہے، اس کی نگاہ میں اگر کوئی چیز وجہ امتیاز ہے تو وہ صرف تقویٰ اور عمل صالح ہے۔ اس بات کی ہرگز توقع نہیں کی جاسکتی کہ جن انسانوں کے افکار و عقائد میں اختلاف ہو اور ان کا ہر فرد انانیت، ذاتی ترجیح اور نفس پرستی کا شکار ہو، ان کے درمیان اخوت اور تعاون کی فضا عام ہو۔ ❻

دراصل مہاجرین اور انصار کے درمیان یہ مواخاۃ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ایک طرح کی سیاسی پیش رفت تھی، جس کے ذریعے سے آپ ﷺ دونوں کے احساس و شعور میں باہمی الفت و محبت کوٹ کوٹ کر بھر دینا چاہتے تھے اور ایسا کیوں نہ ہوتا جب کہ مہاجرین و انصار نے اس بے مثال رشتۂ اخوت و محبت کی حفاظت کے لیے اپنی نیندوں کو قربان کیا تھا اور اس کی پالیسیوں کو نافذ کرنے کے لیے ان کا ہر فرد ایک دوسرے سے سبقت لے جانا چاہتا تھا۔ ❼ بالخصوص وہ انصار کہ جن کی مدحت سرائی میں بڑے بڑے ادباء و مؤلفین اس ربانی تعریف سے بڑھ کر کوئی تعریفی کلمات نہ پیش کرسکے۔ ❽

﴿ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ أُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۗ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ ﴾ (الحشر: ۹)

---

❶ البداية والنهاية (۳/ ۲۲٦) مزید معلومات کے لیے عبدالعزیز نورولی کی کتاب "اثر التشیع علی الروایات التاریخیة فی القرن الأول، ص (۲۹۳-۲۹۸) کا مطالعہ کریں۔

❷ البداية والنهاية (۷/ ۳٤۸).

❸ المحبر ص (۷۰).

❹ المنتظم فی تاریخ الملوك و الأمم (۳/ ۷٤).

❺ أسد الغابة فی معرفة الصحابة (۳/ ۵۸۸، ٦۰۱).

❻ فقه السيرة / البوطی ص (۱٤۸).

❼ فصول من السيرة النبوية/ عبدالمنعم السيد ص (۲۰۰).

❽ هجرة الرسول و صحابته فی القرآن و السنة / جمل ص (۵۲٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''اور (ان کے لیے) جنھوں نے ان سے پہلے اس گھر میں اور ایمان میں جگہ بنا لی ہے، وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کی طرف آئیں اور وہ اپنے سینوں میں اس چیز کی کوئی خواہش نہیں پاتے جو ان (مہاجرین) کو دی جائے اور اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، خواہ انھیں سخت حاجت ہو اور جو کوئی اپنے نفس کی حرص سے بچا لیا گیا تو وہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں۔''

مہمات و سرایا

رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں جونہی مدینہ میں مسلمانوں کو استقرار حاصل ہوا، انھوں نے فوجی مہمات شروع کر دیں، جن کا مقصد یہ تھا کہ اندرونی و بیرونی سطح پر اسلامی حکومت کا دبدبہ قائم ہو سکے، بعض دیگر قبائل عرب بھی اسلام میں داخل ہو جائیں، اعراب (بدویوں) کا مخالفانہ کردار ڈھیلا ہو جائے اور مستقبل میں بڑے بڑے غزوات اور تحریک فتوحات نیز قائدین پیدا کرنے والے عملی میدانوں کے لیے صحابہ کو جنگی مہارت کی تربیت دی جائے، چنانچہ ان مہمات میں علی رضی اللہ عنہ نے شرکت فرمائی، انھیں میں سے ایک ''غزوہ عشیرہ'' ہے جو غزوۂ بدر الکبریٰ سے پہلے واقع ہوئی۔

غزوہ عشیرہ [1]:

مقام ''عشیرہ'' میں رسول اللہ ﷺ نے قریش سے غزوہ کا ارادہ کیا تھا، چنانچہ ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کر کے عشیرہ کی طرف غزوہ کے لیے نکل پڑے، وہاں پہنچ کر جمادی الاولیٰ اور جمادی الاخریٰ کے ابتدائی کچھ ایام قیام کیا، دوران قیام بنو مدلج اور ان کے حلیف بنو ضمرہ سے آپ نے باہمی نصرت و تعاون پر معاہدہ کیا اور مدینہ واپس لوٹ آئے، کوئی جنگ نہ ہوئی، اس لیے کہ شام کی طرف جانے والے جس قافلہ کو نشانہ بنا کر آپ نکلے تھے وہ آپ کے پہنچنے سے پہلے ہی ساحلی راستے سے آگے نکل چکا تھا۔ [2]

عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اس غزوہ میں اپنی اور علی رضی اللہ عنہ کی شرکت کا تذکرہ یوں کرتے ہیں: ''غزوہ ذی العشیرہ'' میں میں اور علی دونوں ساتھ ساتھ تھے، جب اللہ کے رسول ﷺ وہاں پہنچے اور چند ایام قیام کیا تو کھجور کے ایک باغ میں ایک چشمے کے پاس بنو مدلج کے کچھ لوگ کام کرتے ہوئے نظر آئے، علی رضی اللہ عنہ مجھے مخاطب کر کے کہنے لگے: اے ابوالیقظان! کیوں نہ ان کے پاس چل کر دیکھا جائے کہ کیسے کام کرتے ہیں؟ پھر ہم ان کے پاس آئے اور کچھ دیر ان کے کاموں کا مشاہدہ کرتے رہے، پھر ہمیں نیند آنے لگی، اس لیے ہم دونوں وہاں سے چل دیے اور باغ کی دیوار سے متصل خالص مٹی پر آ کر سو گئے اور گہری نیند سوئے، اگر کسی نے ہمیں بیدار کیا تو وہ رسول اللہ ﷺ تھے، آپ ہمارے قدموں کو ہلا رہے تھے، اور ہم مٹی میں لت پت تھے، اس موقع پر جب آپ ﷺ نے مٹی دیکھی تو علی رضی اللہ عنہ سے کہا: ''یَا اَبَا تُرَابٍ'' اے ابوتراب۔ ''اَلَا اُحَدِّثُكُمَا بِأَشْقَى النَّاسِ رَجُلَيْنِ؟''

---

[1] مکہ اور مدینہ کے درمیان ینبع کے علاقوں میں سے ایک علاقہ ہے۔

[2] طبقات ابن سعد (۲/ ۱۰).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کیا میں تمھیں ایسے دو آدمیوں کو نہ بتاؤں جو لوگوں میں سب سے زیادہ بد بخت ہیں، ہم نے کہا: ہاں ضرور بتایئے اے اللہ کے رسول۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((احـمـيـر ثـمـود الـذي عقر الناقة ، والذي يضربك يا علي ، على هذه حتى تبل منه .)) قوم ثمود کا وہ بے وقوف جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں اور اے علی! جو تم کو اس (کھوپڑی) پر مارے گا، یہاں تک کہ یہ (داڑھی) خون سے تر ہو جائے گی۔ ❶ اس طرح آپ ﷺ نے کئی بار علی رضی اللہ عنہ کو اے ابوتراب، اے ابوتراب کہہ کر پکارا۔

غزوۂ بدر اولیٰ:

اس غزوہ کا سبب یہ تھا کرز بن جابر الفہری نے مدینے کے چراگاہ پر حملہ کر کے چرنے والے جانوروں کو لوٹ لیا، اللہ کے رسول ﷺ اس کا تعاقب کرتے ہوئے بدر کے قریب وادی ''سفوان'' تک چلے آئے، کرز بن جابر بھاگ نکلا، اللہ کے رسولؐ مدینہ واپس آ گئے۔ ❷ اس موقع پر آپ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو اپنا سفید پرچم عطا کیا تھا۔ ❸

واضح رہے کہ یہ مہمات و سرایا دعوت اسلام کے دشمنوں کے خلاف اعلان جنگ کا آغاز تھیں، مشرکین کے خلاف سرایا، خفیہ دستوں اور غزوات کی شکل میں نبی اکرم ﷺ کے ہاتھوں جن مہموں کا آغاز ہوا ان کے ساتھ ہی افق اسلام پر اللہ کے بنائے ہوئے قانون تدافع کا ظہور ہوا۔ جس پر آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ عمل پیرا ہوئے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ شامل رہے اور ایسا ہونا بھی چاہیے تھا، کیوں کہ دین اسلام کو مستحکم و غالب کرنے میں اللہ کے قانون تدافع کا بہت اہم کردار رہا ہے، اس نکتہ کی طرف اللہ نے قرآن مجید میں ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے:

﴿ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴾ (البقرۃ: ۲۵۱)

''اور اگر اللہ کا لوگوں کو ان کے بعض کو بعض کے ساتھ ہٹانا نہ ہوتا تو یقیناً زمین برباد ہو جاتی اور لیکن اللہ جہانوں پر بڑے فضل والا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۭ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾ (الحج: ۴۰)

''وہ جنھیں ان کے گھروں سے کسی حق کے بغیر نکالا گیا، صرف اس وجہ سے کہ وہ کہتے ہیں ہمارا رب اللہ ہے۔ اور اگر اللہ کا لوگوں کو ان کے بعض کو بعض کے ذریعے ہٹانا نہ ہوتا تو ضرور ڈھا دیے جاتے (راہبوں کے) جھونپڑے اور (عیسائیوں کے) گرجے اور (یہودیوں کے) عبادت خانے اور

❶ فضائل الصحابة (۲/ ۸۵۵) حدیث نمبر (۱۱۷۲) اس کی سند حسن ہے۔ ❷ سيرة ابن هشام (۲/ ۶۰۱).
❸ تاريخ الإسلام / الذهبي (۲/ ۴۸) علي بن أبي طالب / الرفاعي ص (۸۹).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(مسلمانوں کی) مسجدیں، جن میں اللہ کا ذکر بہت زیادہ کیا جاتا ہے اور یقیناً اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کرے گا، بے شک اللہ یقیناً بہت قوت والا، سب پر غالب ہے۔''

غزوۂ بدر:

○ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ باتفاق جملہ مورخین سیدنا علی رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے، بلکہ غزوۂ تبوک کے علاوہ بقیہ تمام غزوات میں آپ نے شرکت فرمائی ہے۔ [1]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس غزوہ میں شریک ہونے والے مجاہدین صحابہ میں سے ایک تھے، آیئے ہم انھیں کی زبان سے اس غزوہ کی تفصیل سنیں: حارثہ بن مضرب، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کا بیان ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے بارے میں لوگوں سے تفصیلات معلوم کر رہے تھے اور جب ہمیں یہ اطلاع ملی کہ مشرکین بدر تک پہنچنے والے ہیں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے صحابہ کے ہمراہ بدر اور اس کے کنویں تک پہنچ گئے۔ ہم وہاں مشرکین سے پہلے پہنچ گئے، وہاں ہم نے دو آدمیوں کو دیکھا، ایک تو قریش کا آدمی تھا اور دوسرا عقبہ بن ابی معیط کا غلام تھا۔ قریشی بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوگیا، لیکن عقبہ کا غلام ہماری گرفت میں آ گیا، ہم نے اس سے پوچھا: لڑنے والوں کی تعداد کتنی ہے؟ اس نے کہا: ان کی تعداد بہت بڑی ہے اور وہ سب طاقتور ہیں۔ جب اس نے یہ کہا تو مسلمانوں نے اس کی پٹائی کر دی اور پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے، آپ نے اس سے پوچھا: "کم القوم" لڑنے والوں کی تعداد کیا ہے؟ اس نے وہی جواب دیا کہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے اور وہ بھی طاقتور ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سختی سے باز پرس کیا، لیکن وہ انکار ہی کرتا رہا، پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: "کم ینحرون من الجزر" ایک دن میں کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں؟ اس نے کہا: روزانہ دس اونٹ۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اَلْقَوْمُ أَلْفٌ ، كُلُّ جزور لمئة و تبعها" ان کی تعداد ایک ہزار ہے، ایک اونٹ سو اور اس سے کچھ زیادہ لوگوں کے لیے ہوتا ہے۔ پھر رات میں ہلکی بارش ہوئی، ہم بارش سے بچنے کے لیے درختوں اور چمڑے کی ڈھالوں کے سائے میں ہو گئے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری رات اللہ سے دعا اور استمداد میں گزاری۔ دعا میں آپ پڑھ رہے تھے:

((اَللّٰهُمَّ إِنْ تُهْلَكْ هٰذِهِ الْفِئَةُ لَا تُعْبَدْ .))

''اے اللہ! اگر یہ مختصر جماعت ہلاک ہوگئی تو تیری عبادت نہ ہوگی۔''

چنانچہ جب فجر طلوع ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں نماز پڑھنے کا اعلان کیا، پھر جو جس کے سائے میں تھا وہاں سے نماز کے لیے آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی اور جنگ پر ابھارتے ہوئے فرمایا:

''قریش کا لشکر پہاڑ کے اس سرخ دامن میں پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے۔''

بہرحال جب مشرکین کا لشکر ہم سے قریب ہوا اور ہم اس کے بالمقابل ہوئے تو اچانک ہماری نگاہ ایک ایسے

[1] تهذيب الاسماء و اللغات (١/ ٢٤٥).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آدمی پر پڑی جو سرخ اونٹ پر سوار ہو کر لشکر میں گھوم رہا تھا، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ((يَا عَلِيُّ! نَادِ حَمْزَةَ)) اے علی! حمزہ کو بلاؤ، وہ لشکر کفار کے بالمقابل قریب تھے۔ آپ نے ان سے پوچھا: ((مَنْ صَاحِبُ الْجَمَلِ الْأَحْمَرِ، وَمَاذَا يَقُولُ لَهُمْ)) سرخ اونٹ پر کون سوار ہے، اور لوگوں سے کیا کہہ رہا ہے؟ پھر آپ فرمانے لگے: ((إِنْ يَكُنْ فِي الْقَوْمِ أَحَدٌ يَأْمُرُ بِخَيْرٍ، فَعَسَى أَنْ يَكُونَ صَاحِبُ الْجَمَلِ الْأَحْمَرِ)) اگر اس لشکر میں کوئی اچھی بات کا مشورہ دے سکتا ہے تو امید ہے کہ سرخ اونٹ کا یہی سوار ہوگا۔

چنانچہ حمزہ آئے اور کہا، وہ عتبہ بن ربیعہ ہے، وہ اپنی قوم کو جنگ کرنے سے روک رہا ہے اور ان سے کہتا ہے کہ اے لوگو! میں ایک پروقار و پرسکون قوم دیکھ رہا ہوں، تم اس تک نہیں پہنچ سکتے، واپس لوٹنے ہی میں بھلائی ہے، آج کی بدنامی میرے سر باندھ دو اور کہہ سکتے ہو کہ عتبہ بن ربیعہ بزدل ہو گیا ہے، حالانکہ تمھیں اچھی طرح معلوم ہے کہ میں بزدل نہیں۔

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ عتبہ کی اس بات کو ابوجہل نے سن لیا اور کہا، تم! اور ایسی بات کہہ رہے ہو؟ اللہ کی قسم اگر آج کوئی دوسرا یہ بات کہتا تو میں دانتوں سے اس کی گردن کاٹ دیتا، تمھارا کلیجہ اور پیٹ مسلمانوں کے خوف اور رعب سے بھر گیا ہے، عتبہ کہنے لگا: اے ڈرپوک تو اور مجھے عار دلاتا ہے؟ آج تم کو معلوم ہو جائے گا کہ میں بزدل ہوں یا تم، پھر عتبہ، شیبہ اور ولید بن عتبہ اپنی قومی حمیت میں باہر نکلے، اور کہا، کون ہے جو مقابلہ میں آگے آئے گا؟ جواب میں چھ انصاری نوجوان میدان میں اترے، عتبہ نے کہا، ہمیں تم سے کوئی مطلب نہیں ہے، ہمارے مقابلے میں ہمارے ہی بنی عم یعنی بنو عبدالمطلب کے افراد آئیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ((قُمْ يَا عَلِيُّ! قُمْ يَا حَمْزَةُ، وَقُمْ يَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْحَارِثِ بْنِ الْمُطَّلِبِ.)) ''اے علی اٹھو، اے حمزہ اٹھو، اے عبیدہ اٹھو'' چنانچہ مقابلہ ہوا، اور اللہ تعالیٰ نے ربیعہ کے دونوں لڑکوں عتبہ اور شیبہ، اور عتبہ کے لڑکے ولید کو قتل کے ذریعے سے موت کے گھاٹ اتارا، اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بھی زخمی ہو گئے، ہم نے ان کے ستر آدمیوں کو قتل اور ستر کو قید کیا اور ایک چھوٹے قد کے انصاری صحابی نے عباس بن عبدالمطلب کو قید کیا۔ عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم ہے کہ اس شخص نے مجھے قید نہیں کیا ہے، بلکہ چتکبرے گھوڑے پر سوار ایک خوبصورت اور گنجے آدمی نے مجھے قید کیا ہے، جو مجھے کہیں نظر نہیں آ رہا ہے، انصاری کہنے لگے: اللہ کے رسول! میں نے ہی ان کو قید کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ((أُسْكُتْ، فَقَدْ أَيَّدَكَ اللّٰهُ تَعَالَى بِمَلَكٍ كَرِيمٍ)) ''خاموش رہو، اللہ نے فرشتے کے ذریعے سے تمھاری مدد فرمائی ہے۔'' سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نے بنو عبدالمطلب سے عباس، عقیل اور نوفل بن حارث کو قید کیا۔ [1] علی رضی اللہ عنہ نے غزوہ بدر کی جو تصویر کھینچی ہے اس میں ہم عبرت و موعظت اور فوائد کے بے شمار اسباق دیکھ رہے ہیں، جنھیں میں نے اپنی کتاب ''السيرة النبوية'' [2] میں ذکر کیا ہے۔

---

[1] مسند أحمد، الموسوعة الحديثية / حديث نمبر (۹۴۸) اس کی سند حسن ہے۔

[2] اس کتاب کے اردو ترجمہ کا شرف بھی ادارہ ندوۃ السنۃ ہی کو حاصل ہے۔ الحمد للہ۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

○ غزوۂ بدر میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بہادری پر کہے گئے اشعار:

غزوہ بدر کے دن مشرکین کا ''علَم'' طلحہ بن ابوطلحہ کے ہاتھ میں تھا، علی رضی اللہ عنہ نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا، تو حجاج بن علاط السلمی نے اس واقعہ سے متعلق یہ اشعار کہے:

لِـلّـٰـهِ أَيِّ مُـذْنِـبٍ عَـنْ حَـرْبِـهِ　　أَعْـنِـي ابْـنَ فَـاطِـمَةَ الْمُعَمَّ الْمُخْوَلَا

''سچ ہے کہ وہ شخص انتہائی مجرم ہے، جو اس کی بہادری کا مقابلہ کرے، میری مراد فاطمہ کے بیٹے سے ہے جس کے دادیہال اور ننہال دونوں طرف کے لوگ کریم النفس اور شریف الطبع ہیں۔''

جَـادَتْ يَـدَاكَ لَـهُ بِـعَـاجِلِ طَعْنَةٍ　　تَـرَكَـتْ طُـلَـيْـحَةَ لِـلْـجَبِينِ مُجَنْدَلَا

''تیرے دونوں ہاتھوں نے بڑی تیزی سے اس پر نیزہ چھبا دیا اور تو نے طلیحہ کو پیشانی کے بل تڑپتا چھوڑ دیا۔''

وَشَدَدْتَ شِدَّةَ بَاسِلٍ فَـكَـشَـفْـتَـهُـمْ　　بِـالْـحَـقِّ إِذَا يَهْـوَوْنَ أَخْـوَلَ أَخْـوَلَا

''اور ایک طاقت و بہادر کی طرح تو نے ان پر حملہ کیا اور ان کی سچائی کھول دیا، جب کہ وہ لوگ ادھر ادھر منتشر ہو کر جائے پناہ ڈھونڈ رہے تھے۔''

وَعَـلَـلْـتَ سَيْفَكَ بِالدِّمَاءِ وَلَمْ تَكُنْ　　لِتَـرُدَّهُ حَـرَّانَ حَتَّـى يَـنْهَلَا [1]

''تو نے خون میں اپنی تلوار کو رنگ دیا، اس حال میں کہ تو اسے پیاسی نہیں لوٹا سکتا تھا جب تک کہ دونوں ایک گھاٹ کا پانی نہ پی لیں۔''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی

یہ فاطمہ بنت امام المتقین سید ولد آدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ماں کا نام خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہے۔ [2] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملنے سے قبل جب کہ آپ کی عمر پینتیس (۳۵) سال تھی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت ہوئی۔ [3] ۲ھ میں غزوۂ بدر کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کر دی۔ آپ کے بطن سے حسن، حسین رضی اللہ عنہما اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی ولادت ہوئی، وفات نبوی کے چھ مہینے بعد آپ کی بھی وفات ہوگئی۔ [4]

ا۔ مہر اور شادی کا سامان:

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے نکاح کا پیغام آنے لگا تو میری لونڈی نے مجھ سے کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آپ کے پاس نکاح کا پیغام آنے لگا ہے، میں نے کہا: نہیں، میں نہیں جانتا۔ اس نے کہا: یقیناً ان کے لیے شادی کا پیغام

[1] البداية والنهاية (۳/ ۳۷۹).

[2] أسد الغابة (٥/ ٥٢٠)، الإصابة (٤/ ٣٦٥). [3] طبقات ابن سعد (٨/ ٢٦).

[4] حلية الاولياء (٢/ ٣٩) سير اعلام النبلاء (٢/ ١١٨، ١٣٤)، العقيدة فى اهل البيت بين الافراط و التفريط، د۔سليمان السحيمى (١٣٢).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آنے لگا ہے، آپ کیوں نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس ارادہ سے جاتے کہ وہ آپ سے ان کا نکاح کر دیں، میں نے کہا: میرے پاس ہے ہی کیا کہ جس سے نکاح کروں، اس نے کہا: اگر آپ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں گے تو مجھے یقین ہے کہ وہ رشتہ آپ سے کر دیں گے، وہ مسلسل مجھے امید دلاتی رہی یہاں تک کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن آپ کی ہیبت وجلال کی وجہ سے بات نہ کر سکا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود گویا ہوئے اور پوچھا: کیسے آنا ہوا؟ کیا کوئی ضرورت ہے؟ میں خاموش رہا، آپ نے فرمایا: شاید تم فاطمہ کے متعلق پیغام دینے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا، ہاں۔ پھر آپ نے پوچھا: کیا تمھارے پاس ادائیگی مہر کے لیے کچھ ہے؟ میں نے کہا: کچھ نہیں ہے، اے اللہ کے رسول! آپ نے پوچھا: میں نے تمھیں جو زرہ دی تھی اس کا کیا کیا؟ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں علی کی جان ہے وہ حطمی (کشادہ) زرہ تھی، اور اس قیمت چار سو درہم تھی۔ میں نے کہا: وہ میرے پاس ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے فاطمہ کی شادی تم سے کر دی، اسے بطور مہر فاطمہ کے پاس بھیجو، پس یہی فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حق مہر تھا۔ ❶ پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چادر ایک مشکیزہ ایک چمڑے کا تکیہ جس میں اذخر بھری ہوئی تھی دے کر فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رخصت کیا۔ ❷

اور شیعی روایات میں آیا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، پھر میں نے اپنی زرہ لی اور اسے لے کر بازار میں گیا اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ چار سو درہم میں فروخت کر دیا، جب میں نے دراہم اپنے ہاتھ میں لے لیے اور انھوں نے زرہ مجھ سے لے لی، تو کہنے لگے: اے ابوالحسن! کیا اس خرید وفروخت سے میں زرّہ اور ان دراہم کا تم سے زیادہ حق دار کوئی نہیں ہے؟ میں نے کہا: ہاں ضرور۔ پھر کہا: لو یہ زرہ میری طرف سے تمھارے لیے ہدیہ ہے، چنانچہ میں نے دراہم اور زرّہ دونوں لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے سامنے رکھ دیے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کہا تھا، وہ بتا دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے خیر و برکت کی دعا فرمائی۔ ❸

۲۔ شادی:

اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے رخصتی میں موجود تھی، صبح ہوئی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے دروازے پر آئے اور کہا: ((يَا أُمَّ أَيْمَنَ! أُدْعِي لِيْ أَخِي)) ''اے ام ایمن میرے بھائی کو آواز دو'' میں کہنے لگی: وہ تمھارے بھائی ہیں اور ان سے آپ اپنی بچی کا نکاح کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ((نَعْمَ! يَا أُمَّ أَيْمَنَ)) ''ہاں، اے ام ایمن'' وہ کہتی ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ باہر نکلے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جسم پر پانی کا چھینٹے مارے، اور ان کے لیے دعا خیر کی، پھر فرمایا: ((أُدْعُوا لِيْ فَاطِمَةَ)) ''فاطمہ کو میرے پاس بلاؤ۔'' اسماء رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ وہ آئیں اور شرم سے ان کے قدم آگے نہیں بڑھ رہے تھے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

❶ دلائل النبوة/ البيهقي (۳/ ۱۶۰) اس کی سند حسن ہے۔

❷ صحیح السيرة النبوية ص (۶۶۷) مسند فاطمة الزهراء/ السيوطي، تحقيق فواد احمد زمرلی ص (۱۸۹).

❸ كشف الغمة / أربلي (۱/ ۳۵۹) بحار الانوار/ المجلسي ص (۲۹) بحوالہ الشيعة و اهل البيت ص (۱۳۷، ۱۳۸).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فرمایا: ''دھیان سے سنو! میں نے تمھارا نکاح ایسے شخص سے کر دیا ہے جو میرے اہل بیت میں میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے۔'' پھر آپ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا پر بھی پانی کے چھینٹے مارے، اور ان کے لیے دعائے خیر فرمائی، پھر لوٹ کر جانے لگے کہ اتنے میں آپ کی نظر سامنے ہی ایک سائے پر پڑی، پوچھنے لگے: ((مَنْ هٰذَا)) ''یہ کون ہے؟'' میں بول پڑی کہ میں ہوں، آپ نے کہا: کون اسماء؟ میں نے کہا: جی ہاں، آپ نے کہا: اسماء بنت عمیس ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں، آپ نے کہا: ((جِئْتِ فِيْ زِفَافِ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ تَكْرِمَةً لَّهُ؟)) ''کیا تو رسول اللہ ﷺ کے اعزاز و اکرام میں بنت رسول کی رخصتی میں آئی تھیں؟'' میں نے کہا: ہاں۔ پھر آپ نے میرے لیے دعا فرمائی۔ ❶

۳۔ ولیمہ:

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ جب جناب علی رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پیغام نکاح دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّهُ لَابُدَّ لِلْعُرْسِ مِنْ وَلِيْمَةٍ .)) ...... ''شادی کے لیے ولیمہ ضروری ہے۔''

راوی کا بیان ہے کہ سعد نے کہا: میرے پاس ایک دنبہ ہے، پھر چند صحابہ کی جماعت نے مل کر کئی صاع مکئی کا آٹا جمع کیا اور جب شب زفاف آئی تو آپ نے فرمایا: اے علی! مجھ سے ملاقات کرنے سے پہلے تم کوئی اقدام مت کرنا، پھر آپ نے پانی منگوایا اور اس سے وضو کیا، پھر اسے علی رضی اللہ عنہ پر انڈیل دیا، اور یہ دعا دی:

((اَللّٰهُمَّ بَارِكْ فِيْهِمَا وَ بَارِكْ عَلَيْهِمَا وَبَارِكْ فِيْ شِبْلِهِمَا .)) ❷

''اے اللہ! ان دونوں میں برکت عطا فرما اور ان سے جو بہادر اولاد ہو اس میں بھی خیر و برکت دے دے۔''

۴۔ سیدنا علی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما کی معیشت:

سیدنا علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہما کافی زہد و تنگی کی زندگی گزارتے تھے، حالانکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک بڑے محبوب تھے، چنانچہ ہناد، عطاء سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے بتایا گیا کہ علی رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: ہم نے کئی کئی روز فاقہ کشی کی ہے، ہمارے اور نبی کریم ﷺ کے گھر میں کچھ نہ ہوتا تھا، ایک مرتبہ میں گھر سے باہر گیا، راستے میں مجھے ایک دینار پڑا ہوا ملا، میں تھوڑی دیر وہاں تردد میں ٹھہرا رہا کہ اسے اٹھاؤں یا چھوڑ دوں، لیکن افلاس کی شدت تھی، اس لیے میں نے اسے لے لیا اور ان شتر بانوں کو دیا جو باہر سے غلہ لائے تھے، ان سے آٹا خرید لیا، پھر اسے لے کر فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور ان سے کہا: اسے گوندھو اور روٹی پکاؤ۔ وہ آٹا گوندھنے لگیں، مگر فاقہ کی وجہ سے اتنی کمزور تھیں کہ آٹا گوندھنے میں ہاتھ بار بار برتن پر گر جاتا اور چوٹ لگتی، بہرحال کسی طرح انھوں نے آٹا گوندھ کر روٹی پکائی اور میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آکر آپ کو یہ واقعہ سنایا، آپ نے فرمایا:

((كُلُوهُ فَإِنَّهُ رِزْقٌ رَزَقَكُمُوهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ .)) ❸

---

❶ فضائل الصحابة (۲/ ۹۵۳) حديث نمبر (۳۴۲). ❷ المعجم الكبير / الطبراني، حديث نمبر (۱۱۵۳)

❸ كنز العمال (۷/ ۳۲۸) المرتضیٰ ص (۴۱).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''اس کو کھا لو، اللہ نے تمھیں یہ رزق بہم پہنچایا ہے۔''

شعبی سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے فاطمہ بنت محمد ﷺ سے نکاح کیا تو میرے یا ان کے پاس ایک مینڈھے کی کھال کے سوا کوئی بستر نہ تھا، اسی پر رات کو سوتے اور اسی میں دن کو اپنی پانی لانے والی اونٹنی کو چارہ دیتے اس کے علاوہ اور ہمارے یہاں کوئی خادم نہ تھا۔ ❶

مجاہد سے روایت ہے کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک مرتبہ مدینہ میں مجھے سخت بھوک لگی، میں کام کی تلاش میں عوالی مدینہ کی طرف گیا، وہاں مجھے ایک عورت ملی، جو کچھ خشک مٹی اکٹھا کیے ہوئے تھی، میں نے سوچا کہ شاید وہ اسے بھگونا چاہتی ہے، چنانچہ میں اس کے پاس آیا اور مزدوری طے کر لی کہ وہ مجھے ہر ڈول کے بدلے ایک کھجور اجرت دے گی۔ چنانچہ میں نے سولہ (١٦) ڈول پانی وہاں پہنچایا، جس سے میرے دونوں ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے، پھر میں چشمہ پر آیا اور پانی پیا، پھر اس عورت کے پاس گیا، اجرت لینے کے لیے اس کے سامنے اس طرح ہاتھ بڑھایا، اس نے مجھے سولہ (١٦) کھجوریں عطا کیں، پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور واقعہ کی روداد سنائی، پھر آپ نے بھی میرے ساتھ اس میں سے کھایا۔ ❷

- اس واقعہ میں اس تنگ دستی وافلاس کی تصویر کشی ہے جس سے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ مدینہ میں گزر رہے تھے، اس میں ہمارے لیے عبرت ہے کہ مشکلات ومصائب کے وقت بھی جائز راستہ ہی اختیار کرنا چاہیے، جیسا کہ علی رضی اللہ عنہ جائز کمائی کی خاطر اپنے دونوں ہاتھوں سے کام کرنے کے لیے گھر سے باہر گئے، آپ اس انتظار میں نہیں بیٹھے رہے کہ کوئی خیرات دینے والا آئے گا اور اس سے میرا کام چل جائے گا۔
- دوسری بات یہ کہ علی رضی اللہ عنہ نے متحمل مزاجی کا ثبوت دیا، بایں طور کہ آپ سخت بھوک سے دوچار ہیں، جس سے جسم لاغر ہوا جا رہا ہے، پھر بھی پر مشقت کام کو خود ہی کرنے کے لیے تیار ہیں۔
- تیسری بات یہ کہ اپنے احباب واقرباء کے لیے بڑے ایثار وقربانی اور وفاداری کا ثبوت دیا، چنانچہ باوجود اس کے آپ کو سخت بھوک لگی تھی اور اس پر مزید یہ کہ ایک پُر مشقت کام کیا تھا، پھر بھی آپ نے کھجور کی شکل میں اجرت پانے کے بعد اسے محفوظ رکھا اور لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ کے ساتھ اسے کھایا۔ ❸

۵۔ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا زہد وقناعت اور صبر:

آپ کی زندگی تکلفات سے پاک اور نہایت سادہ تھی، خوشحالی کی بہ نسبت تنگ دستی زیادہ تھی۔ آئندہ سطروں میں جو واقعہ تحریر کیا جا رہا ہے، وہ ہمارے سامنے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تھکاوٹ اور خادم کے مطالبے پر نبی اکرم ﷺ کے موقف کی بخوبی عکاسی کرتا ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ ایک دن علی رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: میں پانی لاتے لاتے

---

❶ كنز العمال (٧/ ١٣٣) المرتضى ص (٤١).

❷ صفة الصفوة (١/ ٣٢٠) مسند أحمد/ الموسوعة الحديثية/ حديث نمبر (١١٥٣) اس کی سند ضعیف ہے کیوں کہ اس میں انقطاع ہے۔

❸ التاريخ الإسلامي/ الحميدي (١٩/ ٤٩۔٥٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تھک گیا ہوں، یہاں تک کہ اب میرے سینے میں تکلیف ہوتی ہے، اللہ نے تمھارے والد کو جنگی قیدی عطا کیے ہیں، جاؤ اور اس میں سے ایک خادم مانگ لاؤ، وہ کہنے لگیں: واللہ چکی چلاتے چلاتے میرے بھی ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں، چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، آپ نے کہا: ((مَا جَاءَ بِكَ اي بنية)) ''اے میری عزیزہ! تمھارا آنا کیسے ہوا؟'' انھوں نے جواب دیا: بس سلام کرنے اور خیریت دریافت کرنے کے بعد، وہ شرما گئیں، کچھ کہہ نہ سکیں اور واپس لوٹ آئیں، علی رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا ہوا؟ انھوں نے کہا: میں کچھ مانگنے سے شرما گئی، پھر وہ دونوں ایک ساتھ آئے اور علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم میں پانی لاتے لاتے تھک جاتا ہوں، یہاں تک کہ میرے سینے میں تکلیف ہونے لگتی ہے۔ اور فاطمہ کہنے لگیں: میں مسلسل چکی چلاتی ہوں، یہاں تک کہ میرے ہاتھوں میں چھالے پڑ چکے ہیں، اللہ نے آپ کو بہت سے جنگی قیدی عطا کیے ہیں اس میں سے ہمیں خادم دے دیجیے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وَاللّٰهِ لَا أُعْطِيكُمَا وَ اَدَعُ أَهْلَ الصُّفَّةِ تَطْوِي بُطُوْنُهُمْ ، لَا اَجِدُ مَا اُنْفِقُ عَلَيْهِمْ ، وَ لٰكِنِّي اَبِيْعُهُمْ وَ اُنْفِقُ عَلَيْهِمْ اَثْمَانَهُمْ .))

''میں اہل صفہ کو چھوڑ کر کہ بھوک سے جن کے پیٹ میں بل پڑ رہے ہیں، تمھیں نہیں دوں گا، میرے پاس ان کے اخراجات کے لیے کچھ نہیں ہے، ان غلاموں کو فروخت کر کے ان کی قیمت ان اہل صفہ پر خرچ کروں گا۔''

چنانچہ دونوں واپس آ گئے، پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے، دونوں چادر سے بدن ڈھانپ چکے تھے، جب سر ڈھانپتے تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں ڈھانپتے تو سر کھل جاتے۔ (آپ کی آمد کی آہٹ پا کر) دونوں اٹھنے لگے، آپ نے فرمایا: ٹھہرو، پھر فرمایا: ((أَلَا أُخْبِرُكُمَا بِخَيْرٍ مِمَّا سَأَلْتُمَانِي؟)) ''کیا تمھیں تمھارے مطالبے سے بہتر چیز نہ بتا دوں'' انھوں نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: ((كَلِمَاتٍ عَلَّمَنِيْهِنَّ جِبْرِيْلُ (علیہ السلام) ......)) چند کلمے ہیں، جنھیں مجھے جبریل علیہ السلام نے سکھایا تھا، پھر فرمایا:

((تُسَبِّحَانِ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ عَشْرًا وَ تَحْمِدَانِ عَشْرًا وَ تُكَبِّرَانِ عَشْرًا ، وَإِذَا اَوَيْتُمَا إِلَى فِرَاشِكُمَا فَسَبِّحَا ثَلَاثًا وَ ثَلَاثِيْنَ ، وَ احْمِدَا ثَلَاثًا وَ ثَلَاثِيْنَ وَ كَبِّرَا أَرْبَعًا وَ ثَلَاثِيْنَ .)) ❶

''ہر نماز کے بعد دس مرتبہ سبحان اللہ اور دس مرتبہ الحمد للہ، دس مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو، اور جب اپنے بستر پر آؤ تو تینتیس (۳۳) مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس (۳۳) مرتبہ الحمد للہ اور چونتیس (۳۴) مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔'' ❷

---

❶ صحیح البخاری، حدیث نمبر (۳۷۰۵) صحیح مسلم، حدیث نمبر (۲۷۲۵).

❷ صحیح البخاری، حدیث نمبر (۳۷۰۵) صحیح مسلم، حدیث نمبر (۲۷۲۷).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس واقعہ سے مستنبط ہونے والی چند اہم و اعلیٰ اقدار و نمونے:

- یہ واقعہ بتاتا ہے کہ اولویات اور اہم ترین امور کی ترتیب و ترجیح کے ذریعے سے بڑی حکمت عملی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اقتصادی بحران کو حل کیا، جس سے باشندگان مدینہ گزر رہے تھے، چنانچہ اہل صفہ کو پیٹ بھر کھانا دینا ایسی اہم ضرورت تھی کہ فاطمہ اور علی رضی اللہ عنہما کو خادم کو اتنی ضرورت نہ تھی، اس لیے آپ نے اہل صفہ کو ان پر ترجیح دی، یہی وجہ تھی کہ اقتصادی بحران سے نمٹنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی وسائل وضع کیے تھے۔
- سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی زندگی پر اس تربیت کا گہرا اثر پڑا تھا کہ زمانہ گزرتا گیا اور ایک وقت ایسا آیا کہ آپ مسلمانوں کے خلیفہ بن گئے، پھر بھی آپ کی زندگی پر اسی کے اثرات نمایاں رہے، آپ دنیا اور اس کی رنگینیوں سے کافی دور رہے، حالانکہ زمین کے خزانے، اور اس کی رعنائیاں آپ کے دست سلطنت میں تھیں، یہ دنیا بے زاری صرف اسی وجہ سے تھی کہ ذکر الٰہی سے آپ کا دل و دماغ معمور تھا اور تکبیر و تسبیح کی نبوی وصیت کو حرز جاں بنا لیا تھا، آپ کا بیان ہے کہ جب سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ کلمات سکھلائے میں نے انھیں کبھی نہ چھوڑا، آپ کے ایک ساتھی نے پوچھا: معرکہ صفین کی رات میں بھی؟ آپ نے فرمایا: معرکہ صفین کی رات میں بھی۔ ❶

٦۔ ہماری جانیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں، جب وہ ہمیں بیدار کرنا چاہے گا تبھی ہم بیدار ہوں گے:

سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رات کے وقت میرے اور فاطمہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ہمیں نماز کے لیے بیدار کیا، پھر اپنے گھر لوٹ گئے اور کچھ دیر رات گئی نماز پڑھتے رہے، آپ نے ہماری بیداری کی کوئی آہٹ نہیں سنی، لوٹ کر پھر ہمارے پاس آئے، ہمیں بیدار کیا، فرمایا: ((قُوْمَا فَصَلِّیَا)) ''تم لوگ اٹھو، نماز پڑھو۔'' میں اٹھ کر بیٹھ گیا، اور آنکھیں ملتے ہوئے کہنے لگا: اللہ کی قسم ہم اتنی ہی نماز پڑھ سکیں گے جتنا ہماری تقدیر میں لکھا ہوگا، ہماری جانیں اللہ کے ہاتھوں میں ہیں، جب وہ ہمیں بیدار کرنا چاہے گا تبھی ہم بیدار ہوں گے، پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جانے لگے اور اپنی رانوں پر ہاتھ مارتے ہوئے کہہ رہے تھے:

((مَا نُصَلِّيْ إِلَّا مَا كُتِبَ لَنَا ، مَا نُصَلِّي اِلَّا مَا كُتِبَ لَنَا: ﴿وَ كَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ۝﴾ (الكهف: ٥٤.)) ❷

''ہم اتنی ہی نماز پڑھ سکیں گے جتنا اللہ نے ہماری تقدیر میں لکھا ہوگا، ہم اتنی ہی نماز پڑھ سکیں گے جتنا اللہ نے ہماری تقدیر میں لکھا ہوگا اور انسان بیشتر چیزوں کے لیے جھگڑالو پیدا کیا گیا ہے۔''

اس واقعہ میں صاف نظر آ رہا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ حق کے لیے کس قدر مخلص اور علم نبوی کی نشر و اشاعت کے شیدائی تھے۔ آپ غور کریں کہ یہ واقعہ صرف آپ کی ذات سے متعلق تھا، آپ چاہتے تھے تو اسے چھپا لیتے، معلوم رہے یہ واقعہ تہجد کی نماز کا تھا، جو کہ واجب نہیں، پھر بھی آپ نے اسے عام کیا، پس مسلمانوں کے حق میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا

---

❶ صحیح مسلم (٤/ ٢٠٩٢). ❷ صحیح البخاری (٥٣٦٢) و صحیح مسلم (٢٧٢٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ عمل ایک عظیم درس ہے جس پر مسلمانوں کو کاربند ہونا چاہیے۔

۷۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت:

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر کا آغاز کرتے تو مدینہ میں سب سے آخر میں فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مل کر جاتے اور جب واپس آتے تو سب سے پہلے فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی کے گھر آتے۔ ❶

ابوثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ یا سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے مسجد میں جاتے، وہاں دو رکعت نماز پڑھتے، پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر آتے، پھر اپنی ازواج مطہرات کے پاس جاتے۔ ❷

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست و برخاست کی صفت فاطمہ سے اچھی بتاتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا، وہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتیں، آپ ان کی طرف لپک کر اٹھتے، بوسہ دیتے، اور اپنے پاس بٹھاتے اور جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس جاتے تو وہ آپ کی طرف لپک کر اٹھتیں، پھر آپ کو بوسہ دیتیں اور آپ کو اپنے پاس بیٹھاتیں۔ ❸ اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیتیں۔ ❹ اور اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَحبُّ أَهْلُ بَيْتِي إِلَيَّ فَاطِمَةُ .)) ❺

''میرے اہل بیت میں مجھے سب سے زیادہ محبوب فاطمہ ہیں۔''

جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فاطمہ کے ہوتے ہوئے ابوجہل کی بیٹی سے شادی کا ارادہ کیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے متعلق لوگوں میں خطبہ دیا۔ واضح رہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق مذکورہ روایت نقل کرنا دونوں کے درمیان حقیقی محبت ہونے کی دلیل ہے، ایسا کوئی معاملہ نہیں کہ دونوں میں ناچاقی رہتی تھی، جیسا کہ تہمت لگانے والے کہتے ہیں، بہرحال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي فَمَنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِي .)) ❻

''فاطمہ میرے دل کا ٹکڑا ہے، جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔''

سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا:

((إِنَّ بَنِي هِشَامِ بْنَ الْمُغِيرَةِ اِسْتَاذَنُونِي أَنْ يَنْكِحُوا اِبْنَتَهُمْ عَلِيَّ ابْنَ أَبِي طَالِبِ فَلَا آذَنُ لَهُمْ ، ثُمَّ لَا آذَنُ لَهُمْ ، ثُمَّ لَا آذَنُ لَهُمْ ، إِلَّا أَنْ يُحِبَّ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ أَنْ

❶ مسند احمد (۵/ ۲۷۵) الدوحة النبوية/ فاروق حمادة، ص (۵۶).

❷ الاستیعاب (۴/ ۳۷۶) اس کی سند میں ابوفروہ الرہاوی نامی ضعیف راوی ہیں۔ الدوحة النبوية (۵۶).

❸ صحيح مسلم ، حديث نمبر (۲۴۵۰) صحيح سنن ابی داؤد (۵۲۱۷).

❹ سنن ابی داؤد، حديث نمبر (۵۲۱۷) ، الدوحة النبوية (۵۶).

❺ مسند الطيالسی (۲/ ۲۵) حسن صحیح ہے۔ ❻ صحيح البخاری ، حديث نمبر (۴۱۷۳).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

يُطَلِّقَ ابْنَتِي وَ يَنْكِحَ ابْنَتَهُمْ ، فَإِنَّمَا هِيَ بِضْعَةٌ مِنِّي يُرِيبُنِي مَا أَرَابَهَا وَ يُؤْذِينِي مَا آذَاهَا .)) ❶

''بنو ہشام بن مغیرہ مجھ سے اجازت مانگ رہے ہیں کہ اپنی لڑکی کا نکاح علی بن ابی طالب سے کر دیں، حالانکہ میں انھیں اس کی اجازت نہیں دوں گا، کبھی نہیں دوں گا، کبھی نہیں دوں گا، البتہ ابن ابی طالب کو اختیار ہے کہ وہ میری بیٹی کو طلاق دے دیں اور ان کی بیٹی سے نکاح کر لیں، میری بیٹی میرے دل کا ٹکڑا ہے، جو اسے برا لگے گا وہ مجھے بھی برا لگے گا اور جس سے اسے تکلیف ہوگی مجھے بھی اس سے تکلیف ہوگی۔''

صحیح مسلم میں یہ واقعہ اس طرح بیان ہوا ہے کہ مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے جب فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہوتے ہوئے ابوجہل کی بیٹی کو نکاح کا پیغام دیا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سلسلے میں منبر پر خطبہ دیتے ہوئے سنا، اس وقت میں بالغ تھا، آپ فرما رہے تھے:

((إِنَّ فَاطِمَةَ مِنِّي وَ إِنِّي أَتَخَوَّفُ أَنْ تُفْتَنَ فِي دِينِهَا .))

''فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، مجھے خوف ہے کہ کہیں وہ اپنے دین میں آزمائی نہ جائے۔''

پھر آپ نے بنو عبد شمس سے تعلق رکھنے والے اپنے داماد ❷ کا ذکر کیا، ان کی تعریف کیا اور کہا:

((حَدَّثَنِي فَصَدَّقَنِي ، وَعَدَنِي فَأَوْفَى لِي ، وَإِنِّي لَسْتُ أُحَرِّمُ حَلَالًا ، وَ لَا أُحِلُّ حَرَامًا وَ لٰكِنْ وَ اللّٰهِ لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُولِ اللّٰهِ وَ بِنْتُ عَدُوِّ اللّٰهِ فِي مَكَانٍ وَاحِدٍ أَبَدًا .)) ❸

''اس نے مجھ سے بات کی تو سچ کہا، وعدہ کیا تو پورا کیا۔ میں کسی حرام چیز کو حلال اور حلال چیز کو حرام نہیں کرتا، لیکن اللہ کی قسم اللہ کے رسول کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک جگہ کبھی نہیں رہ سکتیں۔''

سنن ترمذی میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کا چرچا کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچ گئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ فَاطِمَةَ بِضْعَةٌ مِنِّي يُؤْذِينِي مَا آذَاهَا وَ يُتْعِبُنِي مَا يُتْعِبُهَا .)) ❹

''فاطمہ میرے دل کا ٹکڑا ہے جو چیز اسے تکلیف پہنچائے گی اور اس کے لیے گراں ہوگی وہ چیز مجھے بھی تکلیف پہنچائے گی اور میرے لیے گراں ہوگی۔''

---

❶ صحيح البخاري ، حديث نمبر (٥٢٣٠)، و صحيح مسلم (٢٤٤٩) .

❷ اس سے زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاوند ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ مراد ہیں، جب غزوۂ بدر میں قیدی بنائے گئے تو انھیں آزاد کرانے کے لیے زینب رضی اللہ عنہا نے اپنا ہار فدیہ کے طور پر بھیجا، مسلمانوں نے ہار زینب رضی اللہ عنہا کو واپس کر دیا اور ابوالعاص سے آپ نے یہ عہد لیا کہ وہ زینب کو مدینہ آنے دیں گے چنانچہ انھوں نے وعدہ کیا اور اسے پورا بھی کیا۔

❸ صحيح مسلم (٤/ ١٩٠٣) .

❹ فضائل الصحابة (٢/ ٧٥٦) حديث نمبر (١٣٢٧) اس کی سند صحیح ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان احادیث میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار محبت اور سب کے سامنے اس کا اعلان، پھر یہ کہنا کہ فاطمہ کو تکلیف دینا گویا مجھے تکلیف دینا ہے، درحقیقت فاطمہ کے حقوق و احترام کو نمایاں کرنا مقصود ہے۔ [1] نیز یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینا کسی بھی حال میں جائز نہیں ہے، اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کی ایذا رسانی کا اصل سبب جائز ہی کیوں نہ ہو، چنانچہ علما کا خیال ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے "لَسْتُ أُحَرِّمُ حَلَالًا" کہہ کر یہ بتانا چاہا تھا کہ ابوجہل کی بیٹی سے علی رضی اللہ عنہ کا نکاح کرنا شرعاً جائز ہے، حرام نہیں ہے، پھر بھی آپ نے دونوں کو زوجیت میں اکٹھا کرنے سے دو منصوص اسباب کی وجہ سے منع فرمایا۔

- اس سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تکلیف پہنچے گی اور پھر بالواسطہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تکلیف لاحق ہوگی، نتیجہ یہ ہوگا کہ جو تکلیف دینے والا ہوگا وہ ہلاک ہوگا، چنانچہ علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہا پر کمال شفقت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو اس شادی سے منع کر دیا۔
- غیرت کی وجہ سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فتنے میں واقع ہو جانے کا اندیشہ تھا۔

بعض لوگوں نے حدیث کی تشریح یوں کی ہے کہ ممانعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد نہ تھا، بلکہ آپ بتانا چاہتے تھے کہ اللہ کے فضل سے مجھے معلوم ہے کہ دونوں ایک ساتھ ایک شوہر کی زوجیت میں نہیں رہیں گی، اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی کے ایک ساتھ ایک فرد کی زوجیت میں ہونے کی حرمت کا اعلان کرنا چاہ رہے ہیں یعنی "لا أُحرم حلالا" کا مطلب ہے کہ میں اللہ نے جس چیز کو حلال کر دیا ہے اسے حرام نہیں کر سکتا اور جس چیز کو حرام کر دیا ہے میں اسے حلال نہیں کر سکتا، اور نہ اس کی حرمت بیان کرنے سے خاموش رہ سکتا ہوں، کیونکہ ایسی چیز پر میرا خاموش رہنا اسے حلال کہنے کے مترادف ہے۔ پس انھیں حرام نکاحوں میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ کے دشمن کی بیٹی، اور میرے بیٹی ایک ساتھ ایک شوہر کی زوجیت میں رہیں۔ [2]

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مناقب پر سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک عورتوں میں فاطمہ رضی اللہ عنہا اور مردوں میں علی رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ محبوب تھے۔ [3]

واضح رہے کہ اس حدیث اور فضیلت عائشہ والی حدیث سے جسے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: آپ کے نزدیک سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ تو آپ نے جواب دیا: عائشہ،

---

[1] الدوحة النبوية الشريفة ص (٥٧). [2] شرح صحيح مسلم (١٦/ ٢٣٦، ٢٣٧).

[3] المستدرك/ معرفة الصحابة (٣/ ١٥٥) اس کی سند صحیح ہے، اور امام ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ روایت باطل ہے اس سے استدلال صحیح نہیں اس کی سند میں ایک راوی عبداللہ بن عطا ہے جس کو امام ذہبی نے الضعفاء میں ذکر کیا ہے اور کہا امام نسائی نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ قوی نہیں ہے اور حافظ ابن حجر نے التقریب میں صدوق قرار دیتے ہوئے کہا ہے یہ مدلس ہے اور غلطیاں کرتا ہے۔ مزید کہ اس روایت کو اس نے عنعنہ سے بیان کیا ہے اور اسی طرح ایک دوسرا راوی جعفر بن زیاد الاحمر جس کو ذہبی نے خود الضعفاء میں ذکر کیا ہے اور حافظ نے التقریب میں "صدوق یتشیع" قرار دیا ہے اور جب تشیع سے متہم ہے تو بھی اس سلسلہ میں روایت کیسے حجت ہوسکتی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: الضعيفه للألباني (١١٢٤)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پھر پوچھا گیا: مردوں میں سے؟ آپ نے جواب دیا: ان کے باپ (ابوبکر)۔ ❶ ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے، کیوں کہ علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہما کے سب سے زیادہ محبوب ہونے کا مطلب ہے کہ آپ کے اہل بیت میں عورتوں میں فاطمہ رضی اللہ عنہا اور مردوں میں علی رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ ابن العربی اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

''تمام مردوں میں ابوبکر رضی اللہ عنہ، بیویوں میں عائشہ رضی اللہ عنہا اور اپنے اہل میں فاطمہ رضی اللہ عنہا عورتوں میں سے، اور علی رضی اللہ عنہ مردوں میں سے، اللہ کے رسول کے صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب تھے، محبت کی اسی ترتیب و درجہ بندی سے تمام روایتوں کا اشکال ختم ہو جاتا ہے۔'' ❷

۸۔ لب ولہجہ کی صداقت:

امام حاکم اپنی سند سے عائشہ رضی اللہ عنہا تک روایت نقل کرتے ہیں کہ جب آپ فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتیں تو کہتیں: میں نے ان کے والد کے علاوہ ان سے بہتر خوش گفتار کسی کو نہ دیکھا۔ ❸ اس روایت میں فاطمہ کی منقبت بالکل صاف نظر آ رہی ہے۔ یہی عائشہ، فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کہتی ہیں: وہ اپنی شکل وصورت، چال، ڈھال اور حسن حال میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت مشابہ تھیں، اسی طرح صدق گوئی میں بھی ان کا لب ولہجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا تھا۔ ❹

۹۔ دنیا و آخرت کی سرداری:

متعدد صحیح احادیث میں وارد ہے کہ دنیا و آخرت دونوں جگہ آپ کو سیادت نصیب ہوگی، چنانچہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((حَسْبُكَ مِنْ نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ مَرْيَم بِنْتُ عِمْرَانَ، وَ خَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ، وَ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ، وَ آسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ .)) ❺

''خواتین دنیا میں سے مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد اور فرعون کی بیوی آسیہ کی فضیلت پر بس ہے۔''

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ ، إِلَّا مَا كَانَ مِنْ مَرْيَمَ بِنْتِ عِمْرَانَ .)) ❻

---

❶ صحیح بخاری، حدیث نمبر (۴۳۵۸).　❷ عارضة الأحوذی (۱۳/ ۲۴۷ تا ۲۴۸) ان سب تاویلات کی چنداں ضرورنہیں کیوں کہ یہ روایت ہی ناقابل اعتبار ہے اور پھر کیا سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اہل بیت سے خارج ہیں؟ کیا بیویاں اہل بیت میں داخل نہیں ہیں؟ کہ یہ تفریق کی جائے کہ اہل بیت میں سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور بیویوں میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا محبوب، جب کہ بخاری کی روایت میں مطلقاً سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو محبوب ترین اور مردوں میں مطلقاً ابوبکر رضی اللہ عنہ کو محبوب ترین قرار دیا گیا ہے۔ (مترجم)

❸ المستدرك (۳/ ۱۶۰، ۱۶۱) یہ حدیث صحیح ہے اور مسلم کی شرط پر ہے۔　❹ العقيدة في اهل البيت ص (۱۳۶).

❺ فضائل الصحابة (۲/ ۷۵۵) حدیث نمبر (۱۳۲۵) شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس کو صحیح کہا ہے، دیکھئے: مشكاة المصابيح (۳/ ۷۴۵)

❻ فضائل الصحابة، حدیث نمبر (۱۳۳۲) اس کی سند ''حسن لغیرہ'' ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا خواتین جنت کی سردار ہیں، مگر مریم بنت عمران کو جو مقام حاصل ہے وہ اپنی جگہ پر۔''

امام بخاری رحمہ اللہ نے ''مناقب فاطمہ'' کا باب باندھا ہے اور یہ حدیث لکھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ .)) ❶

''فاطمہ رضی اللہ عنہا خواتین جنت کی سردار ہیں۔''

آپ کی اولاد یعنی حسن اور حسین رضی اللہ عنہما

حسن بن علی بن ابی طالب الہاشمی رضی اللہ عنہما، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے، دنیا میں آپ کے پھول، جنت کے دو نوجوان سرداروں میں سے ایک تھے، آپ کی ماں سیّدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا ہیں، باختلاف روایات آپ کی ولادت ۳ھ کے نصف رمضان یا شعبان میں ہوئی اور بعض روایات میں ولادت کی تاریخ ۴ھ یا ۵ھ بتائی گئی ہے۔ ❷ میں نے اپنی تحقیق کے مطابق اپنی ''کتاب السیرۃ النبویۃ'' میں ۴ھ کو معتبر مانا ہے۔ آپ کی وفات ۵۰ھ میں ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام حسن رکھا، علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب حسن کی ولادت ہوئی تو میں نے ان کا نام ''حرب'' رکھا، اور جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو کہا: "أَرُوْنِي ابْنِي مَا سَمَّيْتُمُوْهُ" میرا بیٹا مجھے دکھاؤ تم نے اس کا نام کیا رکھا؟ میں نے کہا: حرب۔ آپ نے فرمایا: نہیں بلکہ اس کا نام ''حسن'' ہے۔ ❸

اس طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قساوت قلبی کے مفہوم پر مشتمل نام کو ایک عمدہ نام میں بدل دیا، جس سے دلوں پر فرحت و شادمانی کا اثر پڑتا ہے، بہرحال اس نومولود نے ایک خوبصورت نام کا جامہ پہن لیا، پھر آپ نے انھیں گود میں اٹھا لیا اور بوسہ دیا اور مزید جو کیا اس کی تفصیل ابورافع اس طرح بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب حسن کی ولادت ہوئی تو ان کے دونوں کانوں میں اذان دی۔ ❹

آپ کے عقیقہ سے متعلق ابورافع بیان کرتے ہیں کہ جب حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو فاطمہ نے کہا: کیا میں بیٹے کی طرف سے دنبوں کا عقیقہ نہ کردوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا وَلٰكِنْ اِحْلِقِي رَأْسَهُ وَ تَصَدَّقِي بِوَزْنِ شَعْرِهِ مِنْ فِضَّةٍ عَلَى الْمَسَاكِيْنَ وَ الْأَوْفَاضِ .)) ❺

---

❶ صحيح البخاری ، كتاب فضل الصحابة (٤/ ٢٥٢).

❷ فضائل الصحابة ، حديث نمبر (٢/ ٩٦)۔ حلية الأولياء (٢/ ٣٥).

❸ صحيح البخاری/ الادب ، حديث نمبر (٢٨).

❹ سنن ابی داؤد ، حديث نمبر (٥١٠٥) شیخ عثمان الخمیس نے حسن وحسین کے فضائل پر وارد شدہ احادیث کے جمع وتحقیق پر جو ایم۔اے کا مقالہ لکھا ہے اس میں اس حدیث کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔ص (١٦٠) مترجم کہتا ہے: نومولود کے کان میں اذان کی روایت ضعیف اور اذان واقامت کی روایت موضوع ہے۔اس سلسلہ میں تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: فتح الودود فی بیان ضعف حدیث التأذين فی اذن المولود للحمادی۔

❺ طبقات ابن سعد (١/ ٢٣٣) اس کی سند ضعیف ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''نہیں، بلکہ اس کے سر کے بال منڈوا دو، اور بالوں کے برابر چاندی بطور صدقہ، مسکینوں اور اصحاب صفہ کو دے دو، چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔''

حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر چند حدیثیں:

- سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کر رہے تھے:

((اَللّٰھُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُ فَأَحِبَّهُ .)) ❶ ...... ''اے اللہ! مجھے اس سے محبت ہے تو بھی اسے محبوب بنا لے۔''

- سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن کے بارے میں فرمایا:

((اَللّٰھُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُ فَأَحِبَّهُ وَ احْبِبْ مَنْ يُّحِبُّهُ .)) ❷

''اللہ مجھے اس سے محبت ہے تو بھی اسے محبوب بنا لے اور جو اس سے محبت رکھے اسے بھی اپنا محبوب بندہ بنا۔''

- سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انھیں اور حسن کو پکڑ کر یہ دعا کرتے تھے:

((اَللّٰھُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا .)) ❸

''اے اللہ! مجھے ان سے محبت ہے تو بھی ان سے محبت رکھ۔''

- سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا حالانکہ اس وقت حسن رضی اللہ عنہ آپ کی گود میں تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے، کبھی ان کی طرف اور فرماتے:

((اِبْنِي هٰذَا سَيِّدٌ وَ لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يُّصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ .)) ❹

''میرا یہ بیٹا سردار ہے، اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرائے گا۔''

یقیناً حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ آپ سردار ہیں، ان کے لیے بڑے فخر کی بات اور شرافت کا تمغہ ہے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ آپ کے نانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بشارت مکمل طور سے صادق آئی، چنانچہ آپ معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں مسلمانوں کے اختلاف اور ان کی خون ریزیوں کو بند کر دیا۔ یہ ۴۱ھ کا واقعہ ہے۔ آپ کی مدت خلافت صرف چھ (۶) مہینے ہے۔ اسلامی تاریخ میں اس سال کو ''عام الجماعة'' کہا جاتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا تھا:

((وَ لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يُّصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِمَتَيْنِ .)) ❺

---

❶ صحیح البخاری، حدیث نمبر (۳۷۴۹). ❷ صحیح مسلم، حدیث نمبر (۲۴۲۱).
❸ صحیح البخاری، حدیث نمبر (۳۷۴۷). ❹ صحیح البخاری، حدیث نمبر (۳۷۴۶).
❺ البداية والنهاية (۸/ ۲۰) سير أعلام النبلاء (۳/ ۱۴۴، ۱۴۵).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرائے گا۔"

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں دلائل نبوت میں سے ایک دلیل اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی منقبت پائی جاتی ہے، آپ نے حکومت سنبھالنے سے اس لیے کنارہ کشی نہ کی تھی کہ آپ کے پاس مال کی قلت تھی، یا کسی ذلت سے بچنا چاہتے تھے، یا اور کوئی وجہ تھی، بلکہ محض رضائے الٰہی مطلوب تھی، اسی لیے آپ نے جب مسلمانوں میں آپسی خون ریزی دیکھی تو دین کی افادیت اور امت کی مصلحت و مفاد کو ترجیح دی۔ ❶ مزید تفصیل ان کی سیرت پر میری مستقل کتاب ❷ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

- سعید مقبری ❸ سے روایت ہے کہ ہم ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، کہ ہمارے پاس حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما آئے اور سلام کیا، ہم نے سلام کا جواب دیا اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کی آمد اور سلام نہیں جان سکے، ہم نے کہا: اے ابو ہریرہ، دیکھو حسن بن علی رضی اللہ عنہما آئے ہیں اور سلام کیا ہے، چنانچہ آپ ان سے ملے اور کہا: وعلیکم السلام، اے میرے سردار، پھر فرمایا: یہ سردار ہیں۔ ❹
- آپ شکل و شباہت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے تھے، سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ کوئی نہ تھا۔ ❺
- سیدنا عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ حسن کو اٹھائے ہوئے ہیں اور فرما رہے ہیں، میرے باپ ان پر فدا ہوں، یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مشابہ ہیں، علی سے زیادہ مشابہ نہیں، اور علی رضی اللہ عنہ کھڑے مسکرا رہے ہیں۔ ❻ پس اپنے نانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہونا ان کے لیے بڑے فضل و شرف کی بات ہے۔ ❼

حسین بن علی رضی اللہ عنہما:

آپ کا نام و نسب ابو عبداللہ حسین بن علی بن ابی طالب ہے، آپ چمن زار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شگفتہ پھول اور آپ کے نواسے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لڑکے ہیں، آپ کی ولادت ۴ھ میں ہوئی، سن ولادت کے سلسلہ میں دیگر اقوال بھی ہیں اور ماہ محرم ۶۱ھ میں بمقام کربلا عاشوراء کے دن شہادت کی موت پائی۔ ❽

آپ کے فضائل و مناقب پر چند حدیثیں

- یعلی العامری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک دعوت پر نکلے، اللہ کے

---

❶ فتح الباري (۱۳/ ٦٦).

❷ اس کتاب کے ترجمہ کا شرف بھی ندوۃ السنہ کو حاصل ہے۔ حسن بن علی رضی اللہ عنہما - شخصیت اور کارنامے۔

❸ آپ کیسان المدنی ہیں، ام شریک کے غلام تھے، آپ ثقہ ہیں۔ ۱۰۰ھ میں وفات پائی، دیکھئے: التهذيب (٤٦٣)

❹ المستدرك/ معرفة الصحابة (۳/ ۱٤۹) اس کی سند صحیح ہے، اور امام ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔

❺ صحيح البخاري/ الفضائل، حديث نمبر (۳۷۵۲). ❻ صحيح البخاري، حديث نمبر (۳۷۵۰).

❼ العقيدة في أهل البيت (۱٤۷). ❽ البداية والنهاية (۸/ ۳۳۱، ۳۳٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رسول لوگوں کے سامنے ٹھہر گئے اور حسین رضی اللہ عنہما دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں پکڑنا چاہا، لیکن اِدھر اُدھر بھاگتے رہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کو ہنساتے رہے اور پیچھے سے دوڑاتے رہے، یہاں تک کہ ان کو پکڑ لیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ سے ان کی گدی اور دوسرے سے ٹھوڑی پکڑ کر ان کے منہ کو بوسہ دیا اور فرمایا:

((حُسَيْنٌ مِنِّي وَ أَنَا مِنْ حُسَيْنٍ، اَللّٰهُمَّ أَحِبَّ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا، حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِنَ الْأَسْبَاطِ .)) ❶

''حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں، اے اللہ جو حسین سے محبت کرے تو اسے محبوب رکھ، حسین میرے نواسوں میں سے ایک نواسہ ہے۔''

اس حدیث میں حسین کی منقبت وفضیلت صاف طور سے نظر آرہی ہے، ایسا لگتا ہے کہ آپ کو الہام ربانی کے ذریعے سے مستقبل میں انھیں پیش آنے والے حادثات کا علم ہو گیا تھا، اس لیے آپ نے مخصوص طور سے ان کا ذکر کیا، ان کی محبت کو واجب ٹھہرایا اور ان کے ساتھ کسی طرح کی بدسلوکی کو حرام قرار دیا اور پھر اس کی مزید تاکید ان الفاظ میں کیا:

((أَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا .))...... ''جو حسین سے محبت کرے، اللہ اس سے محبت کرے۔''

کیوں کہ حسین کی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اللہ کی محبت کا ذریعے سے ہے۔ ❷

- سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک عبیداللہ بن زیاد ❸ کے پاس لایا گیا اور ایک طشت میں رکھ دیا گیا تو وہ اس پر لکڑی سے کریدنے لگا اور آپ کے حسن وخوبصورتی کے بارے میں بھی کچھ کہا: اس پر انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حسین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ مشابہ تھے، انھوں نے وسمہ ❹ کا خضاب استعمال کر رکھا تھا۔ ❺
- سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری جگہ روایت ہے کہ جب حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک عبیداللہ بن زیاد کے پاس لایا گیا تو وہ آپ کے اگلے دو دانتوں کو چھڑی سے کریدنے لگا اور کہنے لگا، یقیناً یہ بہت خوبصورت تھا، تو میں نے کہا: اللہ کی قسم! تم بہت نازیبا حرکت کر رہے ہو، میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ جہاں تم چھڑی رکھے ہو اسی جگہ پر بوسہ دیتے تھے، چنانچہ اس نے چھڑی وہاں سے ہٹالی۔ ❻

آخر الذکر دونوں حدیثیں حسن کی افضلیت اور شکل وشباہت میں اہل بیت میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر ہونے پر دلالت کرتی ہیں، لیکن یہاں اشکال پیدا ہوتا ہے کہ فضیلت حسن رضی اللہ عنہما کے تذکرے میں انس بن

❶ فضائل الصحابة، حدیث نمبر (١٣٦١) اس کی سند حسن ہے۔ ❷ تحفة الاحوذی (١٠/ ٢٧٩).

❸ عبیداللہ ٦٧ ہجری میں قتل ہوا۔ الإعلام (٤/ ١٩٣)

❹ وسمہ ایک پودا ہے جو یمن میں پایا جاتا ہے اس کے پتوں سے بالوں کو خضاب کیا جاتا ہے۔

❺ صحیح البخاری، حدیث نمبر (٣٧٤٨).

❻ فضائل الصحابة (٢/ ٩٨٥) اس کی سند حسن ہے، مجمع الزوائد (٩/ ١٩٥)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مالک رضی اللہ عنہ ہی کا بیان ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہ تھے، جب کہ یہاں حسین رضی اللہ عنہ کو سب سے زیادہ مشابہ بتا رہے ہیں، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کا جواب اس طرح دیا ہے کہ جب حسن رضی اللہ عنہ بقید حیات تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مشابہ تھے اور ان کی وفات کے بعد ان کے بھائی حسین رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل وشباہت سے قریب تر تھے، یا حسن رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر لوگوں کے مقابلہ میں حسین رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشابہ تھے، اور اس کا بھی احتمال ہے کہ بعض اعضاء میں حسن رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے اور بعض اعضاء میں حسین رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔ جیسا کہ ترمذی اور ابن حبان نے ہانی بن ہانی کی سند سے علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سر سے سینے تک حسن اور سینے سے پیر تک حسین رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مشابہ تھے۔ [1] یہ حسین رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں واردشدہ احادیث میں سے بعض ہیں۔

حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے مشترکہ فضائل میں واردشدہ حدیثیں:

- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان سے عراق کے کسی شخص نے پوچھا: اگر کوئی شخص احرام کی حالت میں مکھی ماردے تو اسے کیا کفارہ دینا پڑے گا؟ اس پر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عراق کے لوگ مکھی مارنے کے بارے میں سوال کرتے ہیں جب کہ یہ لوگ نواسہ رسول کو قتل کر چکے ہیں جن کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:
  ((هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا .)) [2] ...... ''یہ دونوں دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔''
- سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
  ((مَنْ أَحَبَّهُمَا فَقَدْ أَحَبَّنِي ، وَ مَنْ أَبْغَضَهُمَا فَقَدْ أَبْغَضَنِي ، يَعْنِي حَسَنَ وَ حُسَيْنَ .)) [3]
  ''جس نے ان دونوں (یعنی حسن وحسین) سے محبت کی اس نے گویا مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض کی اس نے مجھ سے بغض کی۔''
- سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ حسن اور حسین پر پڑی تو کہا:
  ((اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا .)) [4]
  ''اے اللہ! مجھے دونوں سے محبت ہے، تو بھی انھیں محبوب بنالے۔''
- سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:
  ((اَلْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ .)) [5]

---

[1] فضائل الصحابة ، حديث نمبر (١٣٦٦) اس کی سند صحیح ہے۔

[2] صحيح البخاری ، حديث نمبر (٣٧٥٣) .

[3] صحيح سنن أبی داوٗد (٢/ ٩٢) فضائل الصحابة ، حديث نمبر (١٣٥٩) .

[4] صحيح سنن الترمذی (٣/ ٢٢٦) سنن ترمذی ، حديث نمبر (٣٧٨٢) .

[5] مجمع الزوائد (٩/ ١٨٤) شیخ البانی نے اس کی تصحیح کی ہے۔ الصحيحة (٢/ ٤٤٨)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''حسن اور حسین رضی اللہ عنہما نوجوانان جنت کے دو سردار ہیں۔''

○ عبداللہ بن بریدہ سے روایت ہے کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے، دوران خطبہ حسن اور حسین آ پہنچے، دونوں سرخ رنگ کی قمیص میں ملبوس تھے، گرتے پڑتے چل رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اتر گئے اور دونوں کو اٹھا کر اپنے سامنے لا کر بٹھا لیا اور فرمایا:

((صَدَقَ اللّٰهُ ﴿ إِنَّمَآ أَمْوَٰلُكُمْ وَأَوْلَٰدُكُمْ فِتْنَةٌ ﴾ (التغابن: ١٥) نَظَرْتُ إِلَى هٰذَيْنِ الصَّبِيَّيْنِ يَمْشِيَانِ وَ يَعْثُرَانِ ، فَلَمْ أَصْبِرْ حَتّٰى قَطَعْتُ حَدِيْثِي وَ رَفَعْتُهُمَا .))❶

''یقیناً سچ کہا ہے اللہ نے کہ بے شک تمھارے مال و اولاد فتنہ ہیں، میں نے ان دونوں بچوں کو گرتے پڑتے آتے ہوئے دیکھا تو میں صبر نہ کر سکا اور اپنی بات کاٹ کر ان دونوں کو اٹھا لیا۔''

○ سعید بن جبیر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے لیے ان کلموں سے پناہ ڈھونڈتے تھے اور کہتے تھے کہ:

((إِنَّ أَبَاكُمَا كَانَ يُعَوِّذُبِهَا إِسْمَاعِيلَ وَ إِسْحَاقَ ، أُعِيْذُ كُمَا بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَ مِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ .))❷

''تمھارے باپ ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق (علیہم السلام) کے لیے انھیں کلموں کی پناہ ڈھونڈتے تھے۔ ''أُعِيْذُ كُمَا بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَ مِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ'' میں تم دونوں کے لیے پناہ مانگتا ہوں، اللہ کے کامل کلمات کی ہر شیطان، ہر موذی جانور اور ہر نظر بد کی برائی سے۔''

یہاں ایک بات کی وضاحت ضروری ہے کہ اس حدیث کہ لفظ ''هَامَّةٍ'' اور سعد بن ابی وقاص نیز ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی حدیث میں وارد ''هَامَّةٍ'' میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ چنانچہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لَا هَامَّةٍ''❸ یعنی الو کی کوئی تاثیر نہیں ہے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لَا هَامَ''❹ اُلو کی بولی کوئی تاثیر نہیں اور فرمایا: ((لَا عَدْوَى وَ لَا هَامَةَ وَلَا نَوْءَ وَلَا صَفَرَ))❺

''کوئی بیماری متعدی نہیں، صفر کی کوئی نحوست نہیں اور اُلو کی بول کی کوئی تاثیر نہیں۔''

امام جعفر الطحاوی ان احادیث کے متعلق لکھتے ہیں کہ آخر الذکر احادیث میں ''هامة'' کی تاثیر اور اس کے

❶ فضائل الصحابة، حدیث نمبر (١٣٥٨) اس کی سند صحیح ہے۔
❷ صحیح البخاری، حدیث نمبر (٣٣٧١).
❸ صحیح ابن حبان (٦١٢٧) اس کی سند قوی ہے۔ الطبرانی (١٧٦٤).
❹ شرح مشکل الآثار (٧/ ٣٢٨) اس کی سند صحیح ہے۔
❺ صحیح مسلم، حدیث نمبر (٢٢٢٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وجود کی نفی کی گئی ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو چیز معدوم ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پناہ کیسے مانگی؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ جس "هَامَّةٍ" سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے اس سے موذی جانور مراد ہیں اور اس کے میم کو تشدید کے ساتھ پڑھا جاتا ہے اور جس "هَـــامَّةٍ" کے وجود اور اس کی تاثیر کی نفی کی ہے اس سے اُلو کی بولی مراد ہے، کہ جس سے اہل عرب زمانہ جاہلیت میں کسی کی موت کا فال لیتے تھے، اس کے میم کو مخفف پڑھا جاتا ہے، لہٰذا دونوں دو چیزیں ہیں اور ان میں کوئی تعارض نہیں۔ ❶

حدیث "کساء" یعنی چادر اوڑھانے والی حدیث ❷ اور اہل بیت کا مفہوم:

عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن صبح کے وقت نکلے، آپ چادر اوڑھے ہوئے تھے، آپ نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کو چادر میں لے لیا اور کہا:

﴿ اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰهُ لِیُذۡهِبَ عَنۡكُمُ الرِّجۡسَ اَهۡلَ الۡبَیۡتِ وَ یُطَهِّرَكُمۡ تَطۡهِیۡرًا ﴿۳۳﴾ ﴾

(الاحزاب: ۳۳)

"اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کر دے اے گھر والو! اور تمھیں پاک کر دے، خوب پاک کرنا۔" ❸

اس حدیث سے ان لوگوں کی تردید ہوتی ہے جو صحابہ کرام پر یہ تہمت لگاتے ہیں کہ وہ لوگ فضائل علی کو چھپاتے ہیں، یہاں علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہما کی فضیلت و منقبت کو وہی عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کر رہی ہیں، جنھیں حاقدین یہ کہہ کر مطعون کرتے ہیں کہ وہ علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتی تھیں۔ ❹

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلۡ لِّاَزۡوَاجِكَ اِنۡ كُنۡتُنَّ تُرِدۡنَ الۡحَیٰوةَ الدُّنۡیَا وَ زِیۡنَتَهَا فَتَعَالَیۡنَ اُمَتِّعۡكُنَّ وَ اُسَرِّحۡكُنَّ سَرَاحًا جَمِیۡلًا ﴿۲۸﴾ وَ اِنۡ كُنۡتُنَّ تُرِدۡنَ اللّٰهَ وَ رَسُوۡلَهٗ وَ الدَّارَ الۡاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلۡمُحۡسِنٰتِ مِنۡكُنَّ اَجۡرًا عَظِیۡمًا ﴿۲۹﴾ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنۡ یَّاۡتِ مِنۡكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ یُّضٰعَفۡ لَهَا الۡعَذَابُ ضِعۡفَیۡنِ ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیۡرًا ﴿۳۰﴾ وَ مَنۡ یَّقۡنُتۡ مِنۡكُنَّ لِلّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ وَ تَعۡمَلۡ صَالِحًا نُّؤۡتِهَاۤ اَجۡرَهَا مَرَّتَیۡنِ ۙ وَ اَعۡتَدۡنَا لَهَا رِزۡقًا كَرِیۡمًا ﴿۳۱﴾ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسۡتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیۡتُنَّ فَلَا تَخۡضَعۡنَ بِالۡقَوۡلِ فَیَطۡمَعَ الَّذِیۡ فِیۡ قَلۡبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلۡنَ قَوۡلًا مَّعۡرُوۡفًا ﴿۳۲﴾ وَ قَرۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجۡنَ تَبَرُّجَ الۡجَاهِلِیَّةِ الۡاُوۡلٰی وَ اَقِمۡنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِیۡنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعۡنَ اللّٰهَ وَ رَسُوۡلَهٗ ؕ اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰهُ لِیُذۡهِبَ عَنۡكُمُ الرِّجۡسَ اَهۡلَ الۡبَیۡتِ وَ

---

❶ شرح مشكل الآثار (٧/ ٣٣٠). ❷ صحيح مسلم، حديث نمبر (٢٤٢٤) كتاب فضائل الصحابة.

❸ صحيح مسلم، حديث نمبر (٢٤٢٤) كتاب فضائل الصحابة.

❹ حقبة من التاريخ ص (١٨٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴿٣٣﴾ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا ﴿٣٤﴾ (الاحزاب: ٢٨-٣٤)

''اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتی ہو تو آؤ میں تمھیں کچھ سامان دے دوں اور تمھیں رخصت کر دوں، اچھے طریقے سے رخصت کرنا۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخری گھر کا ارادہ رکھتی ہو تو بے شک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔ اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو کھلی بے حیائی (عمل میں) لائے گی اس کے لیے عذاب دو گنا بڑھایا جائے گا اور یہ بات اللہ پر ہمیشہ سے آسان ہے۔ اور تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے گی اور نیک عمل کرے گی اسے ہم اس کا اجر دو بار دیں گے اور ہم نے اس کے لیے باعزت رزق تیار کر رکھا ہے۔ اے نبی کی بیویو! تم عورتوں میں سے کسی ایک جیسی نہیں ہو، اگر تقویٰ اختیار کرو تو بات کرنے میں نرمی نہ کرو کہ جس کے دل میں بیماری ہے طمع کر بیٹھے اور وہ بات کہو جو اچھی ہو۔ اور اپنے گھروں میں ٹکی رہو اور پہلی جاہلیت کے زینت ظاہر کرنے کی طرح زینت ظاہر نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکوۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کر دے اے گھر والو! اور تمھیں پاک کر دے، خوب پاک کرنا۔ اور تمھارے گھروں میں اللہ کی جن آیات اور دانائی کی باتوں کی تلاوت کی جاتی ہے انھیں یاد کرو۔ بے شک اللہ ہمیشہ سے نہایت باریک بین، پوری خبر رکھنے والا ہے۔''

ان آیات کریمہ میں صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو مخاطب کیا گیا ہے، بات انھیں سے شروع ہوئی ہے اور انھیں پر ختم ہوئی ہے۔ کچھ باتوں کا حکم دیا گیا ہے اور کچھ کاموں سے روکا گیا ہے، اس پر وعدہ ہے اور وعید ہے، لیکن چونکہ ان احکامات کی افادیت ازواج مطہرات کے ساتھ دوسروں کے حق میں بھی تھی اس لیے ''تطہیر'' میں مذکر کا صیغہ استعمال کیا گیا، کیونکہ قاعدہ کے اعتبار سے جہاں مذکر اور مونث کا اجتماع ہو جائے، وہاں مذکر کو ترجیح دی جاتی ہے، چنانچہ آیات کی افادیت تمام اہل بیت کو شامل ہوگی، جن میں علی، فاطمہ، حسن، اور حسین رضی اللہ عنہم خاص طور سے شامل ہیں اور اسی خصوصیت کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے خاص طور سے دعا بھی فرمائی، اسی طرح اہل بیت کا اطلاق علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے علاوہ دوسرے لوگوں پر بھی ہوگا جیسا کہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جب ان سے پوچھا گیا: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں اہل بیت میں سے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں اہل بیت میں سے ہیں۔ لیکن اہل بیت جن پر زکوۃ حرام ہے وہ آل علی، آل جعفر، آل عقیل اور آل عباس سبھی ہیں۔ [1] لہٰذا بدلالت آیت کریمہ ازواج مطہرات اہل بیت میں نیز علی، فاطمہ، حسن، حسین رضی اللہ عنہم حدیث کساء اور زید بن ارقم کی حدیث کی روشنی میں اہل بیت میں داخل ہیں اور آل عباس،

[1] صحیح مسلم، حدیث نمبر (١٠٧٨) کتاب فضائل الصحابة.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آل عقیل، آل جعفر بھی حدیث زید بن ارقم کی روشنی میں اہل بیت میں داخل ہیں اور اسی طرح آل حارث بن عبدالمطلب بھی اہل بیت میں داخل ہیں۔ ❶

آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص احکام

مالِ زکوٰۃ کھانے کی حرمت:

عبدالمطلب بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَنْبَغِي لِآلِ مُحَمَّدٍ إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ .)) ❷

''آل محمد کے لیے صدقہ کا مال کھانا جائز نہیں ہے، یہ لوگوں کا میل کچیل ہے۔''

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کے حق دار نہیں:

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ .)) ❸

''ہم انبیاء اپنے مال کا وارث نہیں بناتے، ہم نے جو بھی چھوڑا صدقہ ہے۔''

اس حدیث کو ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد، عبدالرحمٰن بن عوف، عباس بن عبدالمطلب، ابوہریرہ رضی اللہ عنہم اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث کتب صحاح و مسانید میں موجود ہیں۔ ❹

مالِ غنیمت ❺ اور مالِ فے ❻ کے پانچویں حصے کے مستحق ہیں:

مالِ غنیمت کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ﴾

(الانفال: ۴۱)

''اور جان لو کہ بے شک تم جو کچھ بھی غنیمت حاصل کرو تو بے شک اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے اور رسول کے لیے اور قرابت دار اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر کے لیے ہے، اگر تم اللہ پر اور اس چیز پر ایمان لائے ہو جو ہم نے اپنے بندے پر فیصلے کے دن نازل کی، جس دن دو جماعتیں مقابل ہوئیں

❶ صحیح مسلم حدیث نمبر (۱٦۷) . ❷ صحیح مسلم ، حدیث نمبر (۱۰۷۲) .
❸ صحیح البخاری ، حدیث نمبر (۳۰۹۳) صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۷۵۷) .
❹ منهاج السنة (٤/ ۱۹۵) البداية والنهاية (٥/ ۲٥۲) .
❺ جو مال کافروں سے ان پر لڑائی میں فتح وغلبہ ہونے کے بعد ملے اسے کہتے ہیں۔ النهاية (۳/ ۳۸۹)
❻ جو مال بغیر لڑائی کے کفار سے حاصل ہوا سے فے کہتے ہیں۔ النهاية (۳/ ٤۸۲)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔"

اور مالِ فے کے بارے میں فرمایا:

﴿ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ؕ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝﴾ (الحشر: ۷)

"جو کچھ بھی اللہ نے ان بستیوں والوں سے اپنے رسول پر لوٹایا تو وہ اللہ کے لیے اور رسول کے لیے اور قرابت دار اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر کے لیے ہے، تاکہ وہ تم میں سے مال داروں کے درمیان ہی گردش کرنے والا نہ ہو اور رسول تمھیں جو کچھ دے تو وہ لے لو اور جس سے تمھیں روک دے تو رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ بہت سخت سزا دینے والا ہے۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انھیں بھی درود میں شامل کرنا:

کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول آپ کے اہل بیت پر ہم کیسے درود بھیجیں؟ کیونکہ سلام کی کیفیت تو ہمیں اللہ نے سکھا دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ .)) ❶

"کہو، اے اللہ رحمت بھیج محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمد پر جس طرح تو نے رحمت بھیجی ہے ابراہیم (علیہ السلام) اور آل ابراہیم پر۔ تو بہت تعریف کیا گیا بزرگوار ہے، اے اللہ برکت نازل کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آل محمد پر جس طرح برکت نازل کیا ہے ابراہیم (علیہ السلام) اور آل ابراہیم پر تو بہت تعریف کیا ہوا بزرگوار ہے۔"

وہ خصوصی عقیدت ومحبت کے مستحق ہیں:

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ أَهْلِ بَيْتِيْ ، أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ أَهْلِ بَيْتِيْ ، أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ أَهْلِ بَيْتِيْ .)) ❷

"میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمھیں اللہ سے ڈرتے رہنے کی تلقین کرتا ہوں، میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمھیں اللہ سے ڈرتے رہنے کی تلقین کرتا ہوں۔ میں اپنے اہل کے بارے میں تمھیں اللہ

❶ صحيح البخاري، حديث نمبر (۳۳۷۰) صحيح مسلم، حديث نمبر (٤٠٦).

❷ صحيح مسلم، حديث نمبر (٢٤٠٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے ڈرتے رہنے کی تلقین کرتا ہوں۔“

امام قرطبی رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ اس وصیت نبوی اور آپ ﷺ کی بار بار تاکید کا واجبی تقاضا ہے کہ آپ ﷺ کے اہل بیت سے محبت اور ان کی توقیر کی جائے، بلکہ یہ ایک فرض ہے جسے چھوڑنے والے کے لیے کوئی عذر قابل قبول نہیں ہے۔ ❶ اس وصیت نبوی کی اہمیت اور تقاضے کو خلیفۂ اول ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اچھی طرح سمجھا، ان کے عقیدت مند رہے، انھیں تکریم اعزاز سے نوازا اور لوگوں کو بھی اس بات کی دعوت دی، فرمایا کہ محمد ﷺ کے اہل بیت کے حقوق کا خیال رکھو۔ ❷ ان کے حقوق کا خیال رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ انھیں کسی طرح تکلیف نہ دو اور ان کے ساتھ بدسلوکی نہ کرو۔ ❸ امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ان کا احترام کرو اور ان کی عزت کرو۔ ❹ آپؓ نے علی رضی اللہ عنہ سے ان حقوق کی پاسداری کی تاکید ان الفاظ میں کی ہے: اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، بے شک رسول اللہ ﷺ کے اقرباء سے صلہ رحمی کرنا مجھے اس بات سے زیادہ محبوب ہے کہ میں اپنے اقرباء سے صلہ رحمی کروں۔ ❺ پس اہل بیت سے محبت کرنا اہل سنت و جماعت کی بنیادی عقائد میں شامل ہے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اہل سنت و جماعت کے عقائد میں یہ بات شامل ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے اہل بیت سے عقیدت رکھتے ہیں اور ان کے بارے میں وصیت نبوی کی پوری حفاظت کرتے ہیں۔ ❻ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں، محبت نبوی ﷺ کی علامت یہ ہے کہ آپ ﷺ نے جس سے محبت کی ہے اس سے محبت کی جائے اور جو آپ سے قرابت داری کے باعث اہل بیت میں سے ہے اور صحابہ میں سے ہے خواہ مہاجرین میں سے ہو یا انصار میں سے اس سے محبت کی جائے۔ ❼

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اہل بیت کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی عزت و تکریم کے ہم قطعاً منکر نہیں کیونکہ حسب ونسب اور مقام و مرتبہ کے اعتبار سے روئے زمین پر بسنے والوں میں سب سے پاک اور شریف ترین گھرانے سے ان کا تعلق ہے، خاص طور سے ان کی تقدیس و تکریم اس لیے بھی بڑھ جاتی ہے کہ وہ واضح اور صحیح سنت نبوی کے پابند تھے اور اپنے اسلاف کی طرف مکمل حق پرست تھے، جیسے کہ عباس اور ان کی اولاد، علی اور ان کے اہل بیت اور ان کی ذریت رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ❽

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ غزوۂ احد میں:

سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور طلحہ بن عثمان کے درمیان اولین مقابلہ سے معرکۂ احد کا آغاز ہوا، طلحہ بن عثمان کے ہاتھوں میں مشرکین کا پرچم تھا، اس نے کئی مرتبہ مسلمانوں کو دعوت مبارزت دی، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

❶ فیض القدیر/ المناوی (۳/ ۱٤).
❷ صحیح البخاری، حدیث نمبر (۳۷۱۳).
❸ فتح الباری (۷/ ۹۷).
❹ العقیدۃ فی أهل بیت بین الإفراط و التفریط ص (۱۷۵).
❺ صحیح البخاری، حدیث نمبر (۳۷۱۲).
❻ مجموع الفتاوی (۳/ ٤۰۷).
❼ الشفاء (۲/ ۵۷۳).
❽ تفسیر القرآن العظیم/ ابن کثیر (٤/ ۱۱۳).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مقابلہ کے لیے سامنے آئے اور اسے چیلنج دیتے ہوئے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں تجھے اس وقت تک نہ چھوڑوں گا جب تک کہ اللہ تعالیٰ تجھے میری تلوار سے جلد سے جلد جہنم رسید نہ کردے یا تیری تلوار سے مجھے جلد از جلد جنت میں نہ پہنچا دے۔ اور پھر اس پر سخت وار کیا، جس سے اس کا پاؤں جسم سے جدا ہو گیا اور وہ زمین پر آ گرا، اس کی شرم گاہ کھل گئی، اس نے کہا: اے میری چچازاد بھائی! میں تجھے اللہ اور قرابت داری کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجھے چھوڑ دو، آپ پیچھے ہٹ گئے، اور اس کا کام تمام نہیں کیا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کی صدا بلند کی جبکہ علی رضی اللہ عنہ سے ان کے بعض ساتھی کہنے لگے: تم نے اس کا کام کیوں نہیں تمام کر دیا؟ آپ نے جواب دیا کہ جب اس کی شرم گاہ کھل گئی تو اس نے اللہ اور قرابت داری کا واسطہ دیا، اس لیے مجھے شرم آ گئی اور میں نے چھوڑ دیا۔ ❶

جب معرکۂ کارزار گرم ہوا، فوجیں آپس میں گتھم گتھا ہو گئیں تو آپ میمنہ میں ہو گئے اور معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ ہی نے اسلامی پرچم اپنے ہاتھ میں سنبھالا، اس غزوہ میں اگرچہ مسلمانوں کو سخت مشکل حالات کا سامنا کرنا پڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دفاع میں آپ بھی آزمائے گئے، لیکن کافروں کو زبردست نقصان اٹھانا پڑا اور ان کے بے شمار افراد موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ ❷

اس غزوہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب گڑھے میں گر گئے تھے، تو اس وقت علی رضی اللہ عنہ ہی نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو باہر نکالا تھا۔ ❸ اس غزوہ میں مہاجرین وانصار میں سے بہت سارے ممتاز صحابہ شہید ہوئے تھے، جس سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت صدمہ پہنچا تھا اور اسی کے بالمقابل دشمنوں کو بھی اللہ کے رسول کی طرف سے سخت نقصان اٹھانا پڑا تھا، ان ظالموں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو خون آلود کر دیا، اس وقت آپ کی لخت جگر فاطمہ اور داماد علی رضی اللہ عنہما نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرہم پٹی کی، اور چہرے و ریش مبارک پر بہتے ہوئے خون کو پونچھا۔ ❹

اس غزوہ میں علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بے باک شجاعت کا مظاہرہ کیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ خبر پھیل گئی کہ آپ شہید کر دیے گئے اور علی رضی اللہ عنہ کو آپ نظر نہ آئے تو آپؓ نے سوچا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر زندگی میں لطف ہی کیا ہے۔ پھر آپ اٹھے اور تلوار کی میان توڑ دیا اور دشمن پر پل پڑے، مسلمانوں نے آپ کے لیے راستہ خالی کر دیا، اچانک آپ کی نگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی۔ ❺ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو گئے اور جانباز بہادروں کی طرح آپ کی طرف سے دفاع کیا، اس جنگ میں آپ کو سولہ (۱۶) ضربیں آئیں۔

جب مشرکین کا لشکر میدان جنگ خالی کر کے پیچھے ہٹا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کی واپسی کا رخ معلوم کرنے کے لیے فوراً علی رضی اللہ عنہ کو اس کے پیچھے بھیجا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: تم دشمن کا پیچھا کرو اور دیکھو وہ کیا کر رہے ہیں؟ اور ان کا ارادہ کیا ہے؟ اگر گھوڑوں کو پہلو میں ایک جانب کر کے اونٹوں پر سوار ہو گئے ہوں تو ان کا ارادہ مکہ

---

❶ السیرة الحلبیة (۲/ ۴۹۷، ۴۹۸).
❷ البدایة والنهایة (۷/ ۲۲۴).
❸ السیرة النبویة / ابن هاشم (۳/ ۸۹).
❹ صحیح البخاری، حدیث نمبر (۴۰۸۵).
❺ شرح النووی، صحیح مسلم (۱۲/ ۱۴۸).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جانے کا ہوگا اور اگر گھوڑوں پر سوار ہو کر اونٹوں کو چرانے کے لیے ہانکا ہو، تو ان کا ارادہ مدینہ پر حملے کا ہوگا، واللہ اگر انھوں نے مدینہ کی طرف رخ کیا تو ہم ابھی فوراً ان کا پیچھا کریں گے اور ان کا زبردست مقابلہ کریں گے۔

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ان کی نقل و حرکت پتا کرنے کے لیے میں ان کے پیچھے لگ گیا، دیکھا تو وہ گھوڑوں کو پہلو میں ایک جانب کر کے اونٹوں پر سوار ہو کر مکہ کا رخ کر چکے تھے، پھر میں واپس آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ [1]

اس واقعہ کے دروس و مواعظ اور عبرتیں:

- اس واقعہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت قابل دید ہے کہ آپ مشرکین کی صف میں گھس کر ان سے نبرد آزما تھے، کافی مشقت، مار دھاڑ اور زخم کھانے کے بعد علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے اور پہنچ کر دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دشمن کے قلب میں گھسے ہوئے ہیں۔
- آپ دشمن سے ہمہ وقت چوکنا رہتے اور اس کی نقل و حرکت پر نہایت گہری نگاہ رکھتے، حالات کو سمجھنے، مقابل کی نقل و حرکت کا تجزیہ کرنے اور مستقبل کی توقعات و اندیشوں کو اچھی طرح بھانپ لینے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عبور حاصل تھا۔
- آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلند ترین روحانی عزم و حوصلہ اور قوت کے مالک تھے، اس عزم و حوصلے کا عکس آپ کے معرکہ کی تیاری میں صاف نظر آرہا ہے، کہ اگر مشرکین مکہ مدینہ پر چڑھائی کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ابھی جم کر ان کا مقابلہ کیا جائے گا۔
- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علی رضی اللہ عنہ پر مکمل اعتماد تھا اور انھیں جوہری شخصیتوں کی معرفت کا ملکہ حاصل تھا۔
- سیّدنا علی رضی اللہ عنہ مروت و مکارم اخلاق جیسے اوصاف حمیدہ کے مالک تھے، چنانچہ مقابلہ میں جب آپ نے دشمن کو پچھاڑ دیا اور اس کی شرم گاہ کھل گئی، تو آپ شرم کی وجہ سے پیچھے ہٹ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کوئی نکیر نہ کی۔ آپ کا یہ کردار دشمن کے ساتھ برتاؤ کی اہمیت کو نمایاں کرتا ہے اور سبق دیتا ہے کہ دشمن کے ساتھ عام حالات تو کیا میدان جنگ میں بھی کیا سلوک کرنا چاہیے۔
- اللہ کے راستے میں قربانی دینا واجب ہے، قربانی کی روح ہی دنیا میں اسلام کی سرفرازی اور آخرت میں جنت کی ضامن ہے، اس حقیقت کو غزوۂ احد وغیرہ میں بہت سے مہاجرین و انصار صحابہ نے کر دکھایا۔
- اللہ پر کامل توکل کے ساتھ ساتھ اسباب و وسائل کو استعمال کرنا ضروری ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض صحابہ کو چند ہدایات کے ساتھ جبل احد پر مقرر کیا تھا، لیکن انھوں نے غلطی کی اور پہاڑ سے نیچے اتر گئے، جس کے نتیجے میں انھیں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔
- علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت بھی دیکھی جا سکتی ہے، کہ آپ خطرات کے گھیرے میں تھے، اگر آپ دشمن کو نظر آجاتے تو وہ آپ کو قتل کرنے سے نہ چوکتے۔ [2]

---

[1] مسند أبو یعلی (۱/ ۴۱۵، ۴۱۶) اس کی سند حسن ہے۔ خلافۃ علی بن أبی طالب/ عبدالحمید فقیھی ص (۳۹).

[2] البدایۃ والنھایۃ (۴/ ۴۱) السیرۃ النبویۃ / علی محمد محمد الصلّابی (۲/ ۱۴۵) غزوہ أحد/ أبی فارس ص (۹۵ تا ۹۶).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیدنا علی رضی اللہ عنہ غزوۂ بنونضیر میں:

محقق مؤرخین کا خیال ہے کہ غزوۂ بنونضیر، غزوۂ احد کے بعد ربیع الاول ۴ھ میں ہوا، اور امام ابن القیم رحمہ اللہ نے محمد بن شہاب زہری وغیرہ مورخین کے اس قول کی تردید کی ہے کہ غزوۂ بنونضیر غزوۂ بدر کے چھ مہینے بعد ہوا، آپ فرماتے ہیں: یہ ان کا وہم ہے، یا ان کی طرف غلط نسبت کر دی گئی ہے، صحیح بات یہ ہے کہ غزوۂ بنونضیر، غزوۂ احد ہی کے بعد ہے۔ غزوۂ بدر کے بعد جو غزوہ ہے وہ غزوۂ بنوقینقاع ہے، اور پھر غزوۂ بنوقریظہ غزوۂ خندق کے بعد اور غزوۂ خیبر غزوۂ حدیبیہ کے بعد ہے۔ ❶ ابن العربی اور ابن کثیر کی بھی یہی رائے ہے۔ ❷ اس غزوہ میں دوران محاصرہ ایک رات علی رضی اللہ عنہ صحابہ کو نظر نہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ وہ تمھارے لیے ہی کسی کام پر گئے ہیں، پھر کچھ ہی دیر میں تن سے جدا ایک سر لے کر آئے، آپ اس کی گھات میں لگے تھے وہ یہودیوں کی ایک جماعت کے ساتھ مسلمانوں کو دھوکا سے قتل کرنے نکلا تھا، وہ کافی بہادر اور بہترین تیرانداز تھا، علی رضی اللہ عنہ نے اس پر اپنی گرفت مضبوط کی اور اسے قتل کر دیا، پھر دوسرے یہودی وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ ❸

سیدنا علی رضی اللہ عنہ غزوہ حمراء الاسد میں:

دراصل یہ غزوہ، غزوۂ احد کی تکمیل اور اس کی آخری کڑی ہے، پندرہ شوال ۳ھ کی شنبہ کی شام کو مسلمان غزوۂ احد سے لوٹ کر گھروں کو واپس آئے تھے اور ابھی رات گزار کر فجر کی نماز کے لیے باہر نکلے ہی تھے کہ موذن رسول نے جلد سے جلد دشمنوں کو دور بھگانے کی فوراً تیار کا اعلان کیا، اور کہا کہ اس مہم میں صرف وہی لوگ شریک ہوں، جنھوں نے غزوۂ احد میں شرکت کی ہو، چنانچہ شرکائے اُحد اگرچہ زخم خوردہ اور تھکن سے چور تھے تاہم اعلان نبوی پر لبیک کہا، اس مہم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیش پیش تھے۔ آپ نے عبداللہ بن ابی کو اپنے ساتھ چلنے کی اجازت نہ دی اور نہ جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حزام رضی اللہ عنہما کے علاوہ کسی دوسرے غیر شرکاء کو شرکت کی اجازت دی، انھیں اجازت اس وجہ سے دی تھی کہ ان کے باپ غزوۂ احد میں شہید ہو گئے تھے اور بدر و اُحد میں خود اس لیے شرکت نہ کر سکے تھے کہ گھر پر اپنی جواں سال بہنوں کی دیکھ بھال کر رہے تھے، بہرحال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہم کو آگے بڑھایا، اور مسلمانوں کا لشکر حرکت میں آ گیا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پیش پیش ہیں اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ غزوۂ احد کا پرچم یہاں بھی اٹھائے ہوئے ہیں، پھر مسلمانوں کا لشکر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں حمراء الاسد تک پہنچتا ہے، جو کہ مدینہ سے تیرہ میل کے فاصلے پر ہے، وہاں مسلمانوں نے اپنے کجاوے اتار دیے، مسلمانوں کی اس جرأت مندانہ اور بہادرانہ حرکت کو دیکھ کر یہودیوں اور منافقوں کا دل خوف سے دہل گیا اور انھیں یقین ہو گیا کہ مسلمانوں کی روحانی قوت بہت بلند اور مضبوط ہے اور اگر یہ شکست خوردہ ہوتے تو قریش کا پیچھا نہ کرتے۔ ❹

---

❶ زاد المعاد (٣/ ٢٤٩).

❷ أحكام القرآن/ ابن العربي (٤/ ١٧٦٥) حديث القرآن عن الغزوات (١/ ٢٤٥).

❸ متاع الأسماع / المقريزي (١/ ١٨٠).

❹ تاريخ الإسلام، المغازي / الذهبي ص (٢٢٦) علي بن أبي طالب / أحمد سيد الرفاعي ص (١/ ١٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

واضح رہے کہ نبی کریم ﷺ کے بہ نفس نفیس حمراء الاسد تک جانے میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ دشمن کے حوصلے کو پست کرنے میں نفسیاتی جنگ کا اسلوب بہت اہم اور موثر ہوتا ہے، بہرحال اللہ کے رسول ﷺ اپنے لشکر کے ساتھ حمراء الاسد پہنچے اور وہاں تین دن قیام کیا، رات میں جگہ جگہ آگ جلانے کا حکم دیا، جنھیں دور دور سے دیکھا جاسکتا تھا، اس طرح حمراء الاسد کا پورا علاقہ روشن ہوگیا اور قریش نے یہ سمجھا کہ مسلمانوں کا لشکر بہت بڑا ہے، مقابلہ کی ہم میں طاقت نہیں، چنانچہ وہ خوفزدہ اور مرعوب ہو کر لوٹ گئے۔ ❶

ابن سعد کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ آگے بڑھے اور حمراء الاسد میں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ ڈالا، مسلمانوں نے وہاں قیام کیا، راتوں میں تقریباً پانچ سو مقامات پر آگ جلا رکھی تھی، لشکر کی آواز اور آگ کی روشنی چاروں طرف سنی اور دیکھی جاسکتی تھی، اس طرح اس کارروائی کے ذریعے سے اللہ نے دشمن کی ایک بھی نہ چلنے دیا۔ ❷

قرآن کریم میں اس سرد جنگ کی طرف اشارہ موجود ہے، اللہ نے صحابہ کی مدح ومنقبت کے ضمن میں اسے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

﴿اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛؕ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَ اتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝۱۷۲ اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا ۖۗ وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ ۝۱۷۳ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّ اتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِیْمٍ ۝۱۷۴ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّیْطٰنُ یُخَوِّفُ اَوْلِیَآءَهٗ ۪ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَ خَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝۱۷۵﴾ (آل عمران: ۱۷۲-۱۷۵)

''وہ جنھوں نے اللہ اور رسول کا حکم مانا، اس کے بعد کہ انھیں زخم پہنچا، ان میں سے ان لوگوں کے لیے جنھوں نے نیکی کی اور متقی بنے بہت بڑا اجر ہے۔ وہ لوگ کہ لوگوں نے ان سے کہا کہ بے شک لوگوں نے تمھارے لیے (فوج) جمع کر لی ہے، سو ان سے ڈرو، تو اس (بات) نے انھیں ایمان میں زیادہ کر دیا اور انھوں نے کہا ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔ تو وہ اللہ کی طرف سے عظیم نعمت اور فضل کے ساتھ لوٹے، انھیں کوئی برائی نہیں پہنچی اور انھوں نے اللہ کی رضا کی پیروی کی اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔ یہ تو شیطان ہی ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے، تو تم ان سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو، اگر تم مومن ہو۔''

حادثۂ افک کے متعلق سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا موقف:

حادثۂ افک جس میں منافقین نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بدکاری کی تہمت لگائی تھی، اس کی تفصیل میں ہے کہ جب اس واقعہ سے متعلق چہ میگوئیاں کثرت سے ہوگئیں اور آپ ﷺ کو سخت قلق و اضطراب لاحق ہوا، وحی کا

❶ غزوة أحد / ابو فارس ص (٥١).
❷ الطبقات / ابن سعد (٢/ ٤٩).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سلسلہ موقوف ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی اور اسامہ رضی اللہ عنہما کو بلوایا اور درپیش صورت حال کے بارے میں ان سے مشورہ لیا کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دوں یا کیا کروں؟ اسامہ رضی اللہ عنہ نے عائشہ کی براءت اور ان کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے کہا: ''اے اللہ کے رسول! آپ کی بیوی، ہم اس کے بارے میں بھلائی کے علاوہ دوسرا کچھ سوچ ہی نہیں سکتے۔''

جب کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیتے ہوئے کہا:

''اے اللہ کے رسول! اللہ نے آپ پر کوئی تنگی نہیں کی ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ بھی بہت سی عورتیں ہیں، اگر آپ ان کی لونڈی سے دریافت کریں، تو وہ سچ سچ بتائے گی۔

چنانچہ آپ نے بریرہ کو بلایا اور کہا:

((اَیْ بَرِیْرَۃُ هَلْ رَاَیْتِ مِنْ شَيْئٍ یُرِیْبُكِ؟))

''اے بریرہ کیا تم نے کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جس سے تجھ کو شبہ گزر رہا ہو؟''

انھوں نے عرض کیا: نہیں حضور۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں نے ان میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جس پر عیب لگا سکوں، ایک بات ضرور ہے کہ وہ کم عمر لڑکی ہیں، آٹا گوندھ کر سو جاتی ہیں اور بکری آ کر کھا جاتی ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور اس دن آپ نے عبداللہ بن ابی بن سلول کی شکایت کی۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا:

((یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ مَنْ یَعْذِرُنِيْ مِنْ رَجُلٍ قَدْ بَلَغَنِيْ اَذَاهُ فِيْ أَهْلِ بَیْتِيْ؟ فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِيْ إِلَّا خَیْرًا، وَ لَقَدْ ذَكَرُوْا رَجُلًا مَا عَلِمْتُ عَلَیْهِ إِلَّا خَیْرًا وَ مَا كَانَ یَدْخُلَ عَلَى أَهْلِيْ اِلَّا مَعِيَ.)) [1]

''ایک ایسے شخص کے بارے میں کون میری مدد کرتا ہے جس کی اذیت رسانی اب میرے گھر تک پہنچ گئی ہے۔ اللہ کی قسم کہ میں اپنی بیوی کو نیک و پاک دامن ہونے کے سوا کچھ نہیں جانتا اور یہ لوگ جس آدمی کا نام لے رہے ہیں ان کے بارے میں بھی خیر کے سوا کچھ نہیں جانتا، وہ جب بھی میرے گھر میں داخل ہوئے تو میرے ساتھ ہی داخل ہوئے۔''

بہرحال سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اللہ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مشورہ دیا تھا وہ کسی عداوت پر مبنی نہ تھا بلکہ جب اس گھناؤنے پروپیگنڈے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت رنجیدہ اور مضطرب دیکھا تو تسکین قلب کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب داری کو ترجیح دی، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کافی غیرت مند تھے اور آپ نے سوچا کہ فوری طور پر آپ کی بے چینی اور رنجیدگی کو دور کرنے کے لیے اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں کہ آپ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بروقت جدا کر دیں، یہاں تک کہ ان کی براءت ثابت ہو جائے اور پھر ان کے بعد عائشہ رضی اللہ عنہا کو واپس لوٹا لینا بھی ممکن ہوگا، اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جہاں دو نقصانات کا اجتماع ہو جائے وہاں چھوٹے

---

[1] صحیح البخاری، حدیث نمبر (٤٧٥٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نقصان کا ارتکاب کر لینا جائز ہے، تاکہ بڑے کے شر سے محفوظ رہا جا سکے۔ ❶

امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: علی رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ یہی اقدام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصلحت و مفاد میں ہے، آپ نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکون خاطر نصیب ہو جائے۔ ❷ آپ رضی اللہ عنہ نے نہ ان کے اخلاق پر حملہ کیا نہ ان کی طرف کسی برائی کی نسبت کی۔ ❸ بلکہ آپ کی رائے عائشہ رضی اللہ عنہا کے حق میں بہتر تھی، آپ نے یہی کہا تھا کہ اے اللہ کے رسول! اگر آپ اس الجھن و مصیبت سے چھٹکارا چاہتے ہیں تو ان کے علاوہ دوسری بہت سی عورتیں ہیں اور اگر حقیقت تک رسائی مطلوب ہے تو باندی (بریرہ) سے پوچھ لیجیے، وہ آپ کو حقیقت بتا دے گی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کیسی ہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا، اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت کا اعلان کیا اور بتایا کہ جو شخص ظلم و جھوٹ کے سہارے عزت رسول پر بٹہ لگانا چاہے گا اس کا انجام بہت برا ہے، علی اور اسامہ رضی اللہ عنہما دونوں کے مشورے اپنی اپنی جگہ بہتر اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے حق میں تھے اور اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بیوی کی پاک دامنی پر مزید قناعت حاصل ہوئی۔ ❹

معزز قارئین کے لیے ضروری ہے کہ اس مقام پر ان باطل اور غیر معتبر روایات سے خبردار رہیں، جن میں واقعہ افک کے حوالے سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو عائشہ رضی اللہ عنہا کے تئیں بدسلوک ثابت کیا گیا ہے اور انھی روایات پر اعتماد کرتے ہوئے علی ابراہیم حسن نے ''التاریخ الاسلامی العام'' میں طٰہٰ حسین نے ''علی و بنوہ'' ❺ میں اور ان جیسے دیگر بزعم خویش محقق کہنے والوں نے یہ لکھ مارا ہے کہ اس واقعہ کے بعد عائشہ رضی اللہ عنہا علی رضی اللہ عنہ سے ناراض رہنے لگیں، ان کا برتاؤ حاسدانہ ہو گیا، انھیں قتل عثمان رضی اللہ عنہ کی سازش میں ملوث ہونے کی تہمت لگانے لگیں اور ان کے خلاف بغاوت کر کے مسلمانوں کو بھڑکانے لگیں۔ میں آئندہ صفحات میں جہاں جنگ جمل کی بحث کروں گا وہاں ان شاء اللہ آپ کو بتاؤں گا کہ علی اور عائشہ رضی اللہ عنہما کے درمیان الحمد للہ خوشگوار تعلقات تھے۔

دشمنانِ اسلام کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جن آزمائشوں اور تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا ہے واقعۂ افک بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے، یہ تو اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی اور مومن بندوں پر خاص احسان رہا ہے کہ اس نے اس حادثہ کی حقیقت سے پردہ اٹھا دیا اور اس کے سراسر جھوٹ ہونے کو واضح کر دیا، پھر اس تہمت و افترا پردازی کے متعلق مومنوں کے نظریات و مواقف کو صحیح روایات کی روشنی میں تاریخ میں جگہ ملی، ان صحابہ کا یہ موقف اپنے بعد کے مسلمانوں کو یہ سبق دیتا ہے کہ انھیں بھی اس قسم کے پروپیگنڈوں اور افترا پردازیوں کا سامنا کرنا پڑے تو وہ اس سے کس طرح نمٹیں، کیونکہ اب وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ نئی نسلوں کے لیے دروس و عبرت و مواعظ باقی بچے ہیں۔ ❻ میں نے سیرت نبوی کے موضوع پر اپنی کتاب میں حادثۂ افک سے مستنبط ہونے والے دروس، مواعظ، آداب اور احکامات کو نہایت تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ ❼

---

❶ دور المرأة السیاسی/ اسماء محمد زیادہ ص (٤٦٣). ❷ شرح النووی علی صحیح مسلم (٢/ ٦٣٤).
❸ دور المرأة السیاسی/ اسماء محمد زیادہ (٤٦٢). ❹ دور المرأة السیاسی / اسماء زیادہ (٤٦٣).
❺ خلافة علی بن أبی طالب / عبدالحمید ص (٥٤). ❻ السیرة النبویة فی ضوء المصادر الأصلیة ص (٤٤٠).
❼ السیرة النبویة للمؤلف ص (٣/ ٢٤٢-٢٥٥)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(٦)

غزوۂ احزاب سے لے کر وفات نبوی تک سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اہم کارنامے

سیدنا علی رضی اللہ عنہ غزوۂ احزاب میں:

غزوۂ احزاب میں امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا موقف نہایت شاندار اور شجاعت مندانہ تھا اور اس کا اصل محرک وہ عقیدہ تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے دلوں میں راسخ تھا اور وہ اس کی دعوت دیتے تھے، اس کے راستے میں قربان ہو جانے کو ترجیح دیتے تھے، جو اس کا مخالف ہوتا اس سے لاتعلق رہتے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ علی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی ایک جمعیت لے کر نکلے تاکہ اس جگہ پر قبضہ کر لیں جہاں سے ان سواروں نے گھوڑوں کو گذارا، سوار سامنے سے دوڑے چلے آ رہے تھے، عمرو بن عبدہ ود جنگ بدر میں لڑا تھا اور زخمی ہو گیا تھا، اس لیے جنگ احد میں غائب تھا، لیکن جنگ خندق کے موقع پر ایک امتیازی نشان لگا کر آیا تھا تاکہ اسے پہچانا جا سکے، جب وہ اس کے ساتھی رکے تو اس نے پکار کر کہا کہ کون مقابلے پر آتا ہے؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ مقابلے پر آئے اور اس سے کہا: عمرو! دیکھو تم نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ اگر کوئی قریشی مجھے کسی بھی دو چیزوں کی دعوت دے گا تو میں قبول کر لوں گا۔ عمرو نے جواب دیا: بے شک علی رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا پھر میں تجھے اللہ، اس کے رسول کی طرف اور اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ عمرو نے کہا: مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ پھر علی رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر میں تجھے قتال کی دعوت دیتا ہوں۔ اس نے کہا: برادرزادہ! یہ کیوں؟ اللہ کی قسم میں تو تمھیں قتل نہیں کرنا چاہتا، علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: مگر اللہ کی قسم! میں تجھے قتل کرنا پسند کروں گا، اب عمرو غضب ناک ہوا اور گھوڑے سے اچھل کر نیچے اتر آیا، پہلے تلوار گھوڑے کے پاؤں پر ماری، جس سے کونچیں کٹ گئیں، پھر اس کے منہ پر مکا رسید کیا تاکہ پیچھے ہٹ جائے، پھر علی رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھا، دونوں میں لڑائی ہوئی، آخر علی رضی اللہ عنہ نے اس کا خاتمہ کر دیا اور باقی سوار شکست کھا کر خندق سے گزرتے ہوئے بھاگ گئے۔ [1]

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے امام بیہقی کی دلائل النبوۃ کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس سلسلے میں عمرو بن ود اور علی رضی اللہ عنہ کے درمیان اشعار کا تبادلہ ہوا، چنانچہ جب عمرو مقابلے کے لیے نکلا تو یہ شعر کہا:

وَلَقَدْ بُحِحْتُ مِنَ النِّدَاءِ لِجَمْعِهِمْ: هَلْ مِنْ مُبَارِزْ

"میں ان (مسلمانوں) کے لشکر کو یہ کہہ کر پکارتے ہوئے نازاں ہوں کہ کیا ہے کوئی مقابلہ کرنے والا۔"

وَوَقَفْتُ إِذْ جَبُنَ الْمُشَجَّعُ مَوْقُوفَ لِقِرْنِ الْمُنَاجِزْ

---

[1] السيرة النبوية۔ ابن هشام: ٣/ ٢٤٨.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''اچھے اچھے دلیر و حوصلہ مند بہادر جب بزدل ہوئے تو میں نے ٹکر لینے والے جانباز کا کردار نبھایا۔''

وَلِذَاكَ إِنِّي لَمْ أَزَلْ مُتَسَرِّعاً قَبْلَ الْهَزَاهِزْ

''اسی لیے میں ہمیشہ آفتوں بھری جنگ کی طرف پیش پیش رہتا ہوں۔''

إِنَّ الشُّجَاعَةَ فِي الْفَتَى وَالْجُودَ مِنْ خَيْرِ الْغَرَائِزْ

''بلاشبہ ایک نوجوان میں شجاعت اور سخاوت اس کی سب سے عمدہ خصلت ہے۔''

اور جب علی رضی اللہ عنہ مقابلے میں اترے تو کہا:

لَا تَعْجَلَنَّ فَقَدْ أَتَاكَ مُجِيبُ صَوْتِكَ غَيْرُ عَاجِزْ

''جلدی نہ کرو (گھبراؤ نہیں) تمھاری للکار کا جواب دینے والا سامنے حاضر ہے۔''

فِي نِيَّةٍ وَبَصِيرَةٍ وَالصِّدْقُ مُنْجِي كُلِّ فَائِزْ

''مضبوط ارادے اور پورے ہوش وحواس کے ساتھ اور صداقت ہی ہر کامیاب ہونے والے کے لیے، ذریعے سے نجات ہے۔''

إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ أُقِيمَ عَلَيْكَ نَائِحَةَ الْجَنَائِزْ

''مجھے امید ہے کہ میت پر بین کرنے والیوں کو تمھارے بھی قتل پر لا جمع کروں گا۔''

مِنْ ضَرْبَةٍ نَجْلَاءَ يَبْقَى ذِكْرُهَا عِنْدَ الْهَزَاهِزْ

''ایسی زبردست مار کے ذریعے سے کہ جنگوں کے وقت اس کا تذکرہ ہوا کرے گا۔''

سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے عمرو بن ود کو قتل کر دیا تو آپ نے یہ اشعار پڑھے:

أَعَلَيَّ تَقْتَحِمُ الْفَوَارِسُ هٰكَذَا عَنِّي وَعَنْهُمْ أَخِّرُوا أَصْحَابِي

''کیا بہادر کہے جانے والے شہ سوار مجھ پر اس طرح دھاوا بولیں گے، جب کہ میرے دیگر ساتھیوں کو انھوں نے مجھ سے اور اپنے سے دور کھڑا کر رکھا ہے۔''

اَلْيَوْمَ يَمْنَعُنِي الْفِرَارَ حَفِيظَتِي وَمُصَمِّمٌ فِي الرَّأْسِ لَيْسَ بِنَابِي [1]

''آج مجھے میری غیرت اور ایک ہی وار میں سر کے اندر تک گھس جانے والی تلوار، بھاگنے سے روک رہی ہیں۔''

پھر عمرو بن عبدود کے مارے جانے سے عکرمہ شکست کھا کر اور اپنا نیزہ چھوڑ کر بھاگ گیا، اس کے بارے میں حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے:

فَرَّ وَأَلْقَى لَنَا رُمْحَهُ لَعَلَّكَ عِكْرِمُ لَمْ تَفْعَلِ

''ہمارے واسطے اپنا نیزہ ڈال کر وہ (عکرمہ) فرار ہو گیا، اے عکرمہ! شاید تو نے ایسا نہیں کیا ہوگا۔''

وَوَلَّيْتَ تَعْدُو كَعَدْوِ الظَّلِيمِ مَا إِنْ يَحُورُ عَنِ الْمَعْدِلِ

[1] السيرة النبوية / ابن هشام (٣/ ٢٤٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''اور تو پیٹھ دکھا کر اس طرح بھاگ گا جیسے نر شتر مرغ بھاگتا ہے اور اپنے نشانہ سے مڑتا نہیں۔''

وَلَمْ تَلْوِ ظَهْرَكَ مُسْتَانِساً كَأَنَّ قَفَاكَ قَفَا فُرْعُلِ

''تو شوق سے اس طرح بھاگتا رہا کبھی پیٹھ نہیں پھیری گویا تیری گدی بجّو کی گدی ہے جو مڑتی نہیں۔''

بہر حال جب عمرو بن عبدود قتل کر دیا گیا تو مشرکوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہہ لوایا کہ ہم عمرو کی لاش کو دس ہزار کے بدلے خریدنا چاہتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: ''انہیں اس کی لاش دے دو، وہ لاش خبیث ہے اور اس کا معاوضہ بھی خبیث و ناپاک ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے ان سے کچھ بھی نہیں لیا، حالانکہ اس وقت مسلمان سخت ترین معاشی تنگی سے گزر رہے تھے، لیکن چونکہ حلال حلال ہے اور حرام حرام ہے، اس لیے اسے ہاتھ نہ لگایا، یہ ہے حلال اور حرام کی تمیز کا اسلامی معیار، پس تقویٰ سے لبریز اس زندگی کا آج کے ان مسلمانوں کی زندگی سے کیا موازنہ کیا جاسکتا ہے جو سود خوری اور دیگر حرام خوری کے لیے مختلف حیلے اور بہانے ایجاد کرتے رہتے ہیں؟ [1]

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ غزوۂ بنو قریظہ میں:

غزوۂ بنو قریظہ میں علی رضی اللہ عنہ بطور مقدمۃ الجیش اس وقت تک علمبردار رسول رہے جب تک کہ بنو قریظہ کے بارے میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنا فیصلہ نہیں سنایا۔ ابن ہشام اس کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں کہ مسلمان بنو قریظہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے، علی رضی اللہ عنہ نے پکار کر کہا: اے ایمان کے لشکر! علی اور زبیر بن عوام آگے بڑھے اور علی نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں وہ مزہ چکھنا چاہتا ہوں جو حمزہ رضی اللہ عنہ نے چکھا تھا، یا پھر اس قلعہ کو فتح کر کے رہوں گا۔ اب بنو قریظہ نے کہا: اے محمد (ﷺ)! ہم سعد بن معاذ کے حکم پر اترتے ہیں۔ [2]

اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس متقی اور صاف دل انسان جسے اعلائے کلمۃ اللہ کے راستے میں بہادری دکھانے اور قربان ہو جانے کی توفیق دی تھی، (یعنی علی رضی اللہ عنہ کی) آواز سے دشمنان دین وعقیدہ کے دلوں میں رعب اور دہشت طاری کر دی، اسی طرح اپنے گروہ سے علی رضی اللہ عنہ کا خطاب بھی قابل غور ہے کہ آپ نے اسے اے ایمان کے لشکر جیسے محبوب ترین نام سے پکارا، جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مخاطب کیا کرتا ہے، درحقیقت یہ ایمانی نداء تھی جس میں عقیدہ کی صداقت، عمل کی درستگی اور جہاد فی سبیل اللہ کی تصویر جھلک رہی ہے۔ [3]

جب بنو قریظہ کے بارے میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ ہوا کہ ان کے جنگ جو قتل کر دیے جائیں، عورتیں اور بچے قید کر لیے جائیں، اور ان کے مال و جائداد کو تقسیم کر دیا جائے [4] تو جنگجوؤں کو قتل کرنے میں جنابِ علی اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما پیش پیش تھے۔ [5]

---

[1] البداية والنهاية (٤/ ١٠٦).

[2] معين السيرة / الشامي ص (٩٤).

[3] صحيح البخاري حديث نمبر (١٤٢١)، السيرة النبوية/ ابن هشام (٣/ ٢٦٣).

[4] الخليفتان عثمان وعلي بين السنة والشيعة/ أنور عين ص (٧٨).

[5] السيرة / ابن هشام (٣/ ٢٦٣) صحيح البخاري، حديث نمبر (٤١٢). أمتاع الأسماع/ المقريزي (١/ ٢٤٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان میں:

غزوۂ حدیبیہ میں صلح کی بات آنے سے پہلے چند غلام مکہ سے چل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آ ملے، جب ان کے مالکوں کو اس کی اطلاع ملی تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خط لکھا کہ ان غلاموں کو ہمارے حوالے کر دیں، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے انکار کر دیا اور کہا: ((یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ لَتَنْتَهُنَّ أَوْ لَیَبْعَثَنَّ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ مَن یَّضْرِبُ رِقَابَكُمْ بِالسَّیْفِ عَلَی الدِّیْنِ قَدِ امْتَحَنَ اللّٰهُ قَلْبَهُ عَلَی الْإِیْمَانِ)) اے قریش کے لوگو! تم اپنی حرکت سے باز آ جاؤ ورنہ اس بات کے لیے تیار رہو کہ اللہ تعالیٰ تم پر ضرور بالضرور ایسے شخص کو مسلط کرے گا جو صرف اسلام کی خاطر تلوار سے تمھاری گردنیں مارے گا، اللہ نے اس کے دل کی ایمانی صداقت کو اچھی طرح آزمالیا ہے۔ صحابہ کرام نے حسرت سے پوچھا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون ہے؟ دراصل ان میں ہر ایک یہی امید لگائے تھا کہ وہی اس عظیم ترین بشارت نبوی سے فائز ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "هُوَ خَاصِفُ النَّعْلِ" وہ جو کہ جوتے میں پیوند لگانے والے ہیں، آپ کی مراد علی رضی اللہ عنہ تھے، جن کو آپ نے اپنا جوتا پیوند کاری کے لیے دیا تھا۔ ❶

جب مسلمانوں اور مشرکین قریش کے درمیان صلح پر اتفاق ہوا تو صلح نامہ تحریر کرنے کی سعادت علی رضی اللہ عنہ کو ملی، چنانچہ آپ نے جب صلح نامہ لکھتے ہوئے "محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" لکھا، تو مشرکوں نے اعتراض کیا کہ محمد کے ساتھ "رسول اللہ" نہ لکھا جائے، کیونکہ اگر ہم آپ کو رسول اللہ مانتے تو آپ سے جنگ نہ کرتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "اُمْحه" اسے مٹا دو۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں نہیں مٹا سکتا ہوں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے اسے مٹا دیا، اور اس بات پر مصالحت ہوئی کہ آئندہ سال آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ساتھیوں کے ساتھ تین دنوں کے لیے مکہ میں داخل ہو سکتے ہیں بشرطیکہ ان کی تلواریں میان میں ہوں۔ ❷ صاف ظاہر ہے کہ علی رضی اللہ عنہ محض عظمت و محبت رسول کی دفاع میں "رسول اللہ" کا لفظ مٹانے کو تیار نہ تھے۔ ❸

متعصب رافضیوں نے غزوۂ حدیبیہ میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کے موقف کو اپنی ہدف کا نشانہ بنایا ہے، جس میں صلح کے معاملہ کو لے کر سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہونے والی گفتگو اور اعلان رسول کے باوجود پہلی فرصت میں سر منڈانے اور قربانی کرنے میں صحابہ کی شش و پنج اور تاخیر کو خوب اچھالا ہے، حالانکہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے خواہ وہ عمر رضی اللہ عنہ ہوں یا صلح حدیبیہ میں شریک ہونے والے دوسرے صحابہ اُن میں کسی کا بھی موقف قابل اعتراض نہیں ہے، دراصل واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا تھا کہ مکہ میں داخل ہوئے ہیں اور بیت اللہ کعبہ کا طواف کیا ہے۔ آپ نے مدینہ میں قیام کے دوران ہی اس خواب

---

❶ مرویات غزوۃ الحدیبیۃ/ حافظ الحکمی۔ حدیث اپنی مجموعی اسانید کے ساتھ صحیح ہے دیکھئے: خلافۃ علی بن أبی طالب/ عبدالحمید علی ناصر، ص (۳۰)

❷ صحیح مسلم (۳/ ۱۴۰۹) خصائص علي/ النسائي، تحقیق أحمد البلوشي ص: (۲۰۳).

❸ الانتصار للصحب والآل/ الرحیلي ص: (۲۶۲ تا ۲۷۴).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے اپنے صحابہ کو مطلع کر دیا اور جب غزوۂ حدیبیہ کے سال صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کی طرف کوچ کیا تو سب کو یقین ہو گیا کہ یہ مہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کی تعبیر ہے چنانچہ وہاں پہنچ کر سب کچھ ہونے کے بعد جب طرفین میں صلح پر اتفاق ہو گیا، جس میں ایک بات یہ بھی تھی کہ مسلمان اس سال واپس لوٹ جائیں، اور آئندہ سال آ کر عمرہ کریں گے، تو صحابۂ کرام پر یہ بات سخت گراں گزری ❶ ان میں عمر رضی اللہ عنہ جو کہ حق کے سلسلے میں سخت گیری اور شدید موقف کے لیے مشہور تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وجہ پوچھنے لگے اور بار بار اسے چھیڑتے رہے، ایسی کوئی بات نہ تھی کہ آپ کو رسول اللہ کی صداقت پر شک تھا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر کوئی اعتراض، بلکہ ایک بات جوان کے دل و دماغ میں بیٹھ چکی تھی کہ مسلمانوں کا مکہ میں دخول ہوگا اور خانہ کعبہ کا طواف کریں گے، آپ اسی چیز کی تفصیل و وضاحت چاہتے تھے اور اس کوشش میں لگے رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دخول مکہ پر ابھاریں اور مدینہ واپس نہ جائیں، اس لیے کہ اسی عمل میں دین الٰہی کے لیے عزت و غلبہ اور مشرکوں کے لیے ذلت و رسوائی مخفی تھی۔ ❷

امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ علماء کی نظر میں عمر رضی اللہ عنہ کا استفسار اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونے والی گفتگو کسی شک پر مبنی نہ تھی، بلکہ جو حقیقت آپ کی نگاہوں سے پوشیدہ تھی آپ اس کی وضاحت چاہتے تھے، آپ اپنی فطرت کے مطابق کفر کی تذلیل اور اسلام کے ظہور کے خواہاں تھے۔ ❸ اس مسئلہ میں آپ نے اجتہاد سے کام لیا تھا اور اس لب ولہجہ کے پیچھے آپ کی شدتِ حق پسندی، دین اسلام کی تائیدی قوت اور ایمانی غیرت کارفرما تھی، اس کے ساتھ ہی فرمان الٰہی: ﴿فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾ (آل عمران: ۱۵۹) ❹ پیروی کرتے ہوئے صحابہ کرام کو جس شورائیت اور اظہار رائے کا عادی بنایا تھا، یہ تکرار بھی اسی کا ایک حصہ تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے مشورہ لیا کرتے تھے، ان کی رائے قبول بھی کرتے تھے۔ غزوۂ بدر کی تمہید میں آپ نے قافلہ ابوسفیان کو چھیڑنے کے لیے صحابہ سے مشورہ کیا اور اس پر عمل کیا، جنگ احد کے لیے مشورہ کیا کہ مدینہ رہ کر لڑی جائے یا باہر نکل کر، اکثریت نے مشورہ دیا کہ مدینہ کے باہر لڑی جائے اس لیے آپ نے باہر جا کر ان سے لڑائی کیا، غزوۂ خندق کے موقع پر صحابہ سے مشورہ کیا کہ اگر اس ایک سال کے لیے مدینہ کی ایک تہائی کھجوروں پر مشرکین دشمنوں سے مصالحت کر لی جائے تو کیسا ہے، سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما نے اس رائے کو پسند نہ کیا اور آپ نے انھیں کی بات مان لی۔ غزوۂ حدیبیہ کے موقع پر صحابہ سے مشورہ کیا کہ اگر اچانک مشرکین کے آل اولاد پر حملہ کر دیا جائے تو کیسا ہوگا، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم جنگ کرنے نہیں آئے ہیں بلکہ عمرہ کرنے آئے ہیں بہرحال اس طرح کے بے شمار واقعات سیرت کی کتابوں میں ملیں گے۔ ❺

---

❶ البدایة والنهایة (٤/ ١٧٠)، تاریخ الطبری (٢/ ٦٣٥).

❷ الانتصار للصحب والآل ص (٢٦٤). ❸ شرح صحیح مسلم (١٢/ ١٤١).

❹ ترجمہ: آپ ان سے درگزر کریں اور ان کے لیے استغفار کریں اور کام کا مشورہ ان سے کیا کریں۔

❺ تفسیر ابن کثیر (١/ ٤٢٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خلاصہ یہ کہ عمر رضی اللہ عنہ اپنی رائے میں اس بات کو ترجیح دینا چاہتے تھے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم قریش سے معرکہ آرائی کی میری بات مان لیں، اس لیے بار بار اس سلسلے میں کبھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور کبھی ابوبکر رضی اللہ عنہ سے حجت کرتے رہے لیکن جب دیکھا کہ دونوں ہی صلح کی قرارداد پر متفق ہیں تو آپ نے اصرار کرنا بھی چھوڑ دیا اور اپنی رائے واپس لے لی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی آپ سے درگزر کیا، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عمر رضی اللہ عنہ کی صداقت، اور نیک نیتی پر یقین تھا۔ ❶

رہا یہ اعتراض کہ اعلان رسول کے باوجود صحابہ کرام سر منڈوانے اور ہدی ذبح کرنے سے اس وقت تک رکے رہے جب تک کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدی کو ذبح نہ کیا اور سر نہیں منڈوالیا، حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام کے اس طرز عمل میں فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت نہ تھی، بلکہ اس کی چند توجیہات ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ توقف ممکن ہے اس وجہ سے رہا ہو کہ انھوں نے فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو ندب پر محمول کیا ہو کہ جن کا کرنے والا ثواب کا مستحق ہوگا اور چھوڑنے والا گناہ گار نہ ہوگا۔
- یا اس امید میں رہے ہوں کہ ممکن ہے بظاہر اس جانبدارانہ صلح کی تردید کے لیے وحی الٰہی کا نزول ہو جائے۔
- یا ممکن ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود مکہ نہ جائیں اور صرف صحابہ کو اس سال مناسک کی تکمیل کے لیے مکہ جانے کی اجازت دے دیں۔ ان تمام خیالات اور احتمالات کا پیدا ہونا بعید از قیاس نہیں، کیونکہ نزول شریعت کا زمانہ تھا، اور احکام منسوخ ہوا کرتے تھے۔
- یا اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس مقام پر اس وقت کی پیچیدہ صورتِ حال نے انھیں فوری توجہ سے غافل کر دیا ہو، وہ افکار و ہموم میں ڈوبے رہے ہوں، کیونکہ نفسیاتی طور پر انھیں اہانت کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا، حالانکہ انھیں اپنے اوپر یقین اور اعتماد تھا کہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں اور طاقت و غلبہ کے بل بوتے عمرہ مکمل کر لیں گے۔
- یا تعمیل حکم میں اس لیے تاخیر کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم مطلق ہے جس کی فی الفور بجا آوری ضروری نہیں ہے۔
- یا ان تمام احتمالات کو ہر ایک نے اپنے اپنے اعتبار سے سمجھا۔ ❷

بعض روایات میں ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ صحابہ میرے حکم کی فوری تعمیل نہیں کر رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان سے صورت حال کا ذکر کیا، ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول! ابھی انھیں کچھ مت کہیے، جانبدارانہ صلح اور بغیر کسی فتح کے لوٹنا ان پر بھی آپ ہی کی طرح گراں گزرا ہے۔ ❸ آپ کو مشورہ دیا جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ آپ جائیں اور کسی سے بغیر کچھ گفتگو کیے ہوئے

---

❶ الانتصار للصحب والآل ص (۲۶۶)۔ روافض کی تردید میں یہ افضل ترین کتاب ہے۔

❷ فتح الباری (۵/ ۳۴۷) ۔ ❸ فتح الباری (۵/ ۳۴۵) ۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اپنے اونٹ کو نحر کریں، اور سر مونڈنے والے کو بلا کر سر منڈوالیں، چنانچہ آپ نے یہ مشورہ پسند کیا اور باہر جا کر کسی سے کوئی گفتگو کیے بغیر اونٹ کو نحر کیا اور سر مونڈنے والے کو بلا کر سر منڈوایا، جب صحابہ نے آپ کو ایسا کرتے دیکھا تو سب نے ہدی کے جانور کو ذبح کیا۔''❶ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے صحابہ کے بارے میں یہ سوچا کہ شاید وہ لوگ فرمان نبوی کو اپنے حق میں رخصت پر محمول کر رہے ہیں اور خود اللہ کے رسول عزیمت پر عمل کرتے ہوئے احرام کی حالت میں باقی رہنا چاہتے ہیں، چنانچہ اسی نظریہ کے تحت آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خود پہلے حلال ہونے کا حکم دیا، تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کوئی دوسرا احتمال باقی نہ رہے۔ اس کی نظیر اس واقعہ میں ہے جو فتح مکہ کے وقت پیش آیا۔ رمضان کا مہینا تھا، حالت سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو روزہ توڑ دینے کا حکم فرمایا، لیکن وہ روزہ کی حالت میں باقی رہے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ اٹھایا اور نوش فرمایا۔ جب صحابہ نے آپ کو پیتے ہوئے دیکھا تو سبھی نے پانی پی کر روزہ توڑ دیا۔❷

آخر الذکر توجیہ سب سے عمدہ ہے اور یہی مقام صحابہ کے موافق ہے، یقیناً ان کی نگاہوں میں احرام کی بڑی عظمت تھی اور عمرہ ادا کر کے ہی واپس جانا چاہتے تھے، لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حلال ہونے کا حکم دیا اور خود حلال نہ ہوئے، تو انھوں سوچا کہ شاید ہم پر شفقت کھا کر آپ یہ حکم دے رہے ہیں، جیسا کہ ان کے ساتھ عموماً آپ کا ایسا ہی برتاؤ ہوتا تھا، لہٰذا جس کام کے لیے انھیں رخصت دی گئی اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو ترجیح دیا، لیکن جب یہ دیکھ لیا کہ آپ حلال ہو گئے ہیں تو انھیں یقین آ گیا کہ ہمارے حق میں بھی یہی افضل ہے اور پھر تعمیل حکم میں جلدی کی، بالکل اسی طرح کا واقعہ حجۃ الوداع میں بھی پیش آیا۔ چنانچہ جب لوگ مکہ پہنچے اور طواف و سعی سے فارغ ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم فرمایا کہ احرام کھول کر حلال ہو جائیں اور اسے عمرہ میں تبدیل کر لیں، حج کی تعظیم و احترام میں صحابہ پر یہ بات بہت گراں گزری اور کہنے لگے کہ کیا ہم عرفات اس حالت میں جائیں کہ ہماری شرمگاہوں سے منی کے قطرات ٹپک رہے ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا: ((اَیُّهَا النَّاسُ اَحِلُّوْا فَلَوْ لَا الْهَدْیُ الَّذِیْ مَعِیَ فَعَلْتُ كَمَا فَعَلْتُمْ .)) ''لوگو! حلال ہو جاؤ اگر میں ہدی اپنے ساتھ نہ لایا ہوتا تو تمھاری طرح میں بھی حلال ہو جاتا۔'' راوی حدیث جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر ہم نے احرام کھول دینے اور سمع و طاعت کا مظاہرہ کیا۔❸

یہ سب اس لیے ہوا کہ صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکمل اسوہ کو اختیار کرنے اور خیر کے انتہائی حریص تھے۔❹

صلح حدیبیہ سے متعلق سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بار بار اعتراض پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاموش موقف بہت بڑی اہمیت کا حامل ہے، وہ یہ کہ حکام، امراء، علما اور دیگر مبلغین اسلام جن کے ہاتھوں میں اسلامی قیادت ہے انھیں کشادہ دل ہونا چاہیے، کسی کی رائے کو بغور سننا اور سوچنا چاہیے، مفاد عامہ کے حق میں رائے دہی کی اہلیت رکھنے والے ہر فرد کو

❶ فتح الباری (٥/ ٣٤٥) . ❷ دیکھیے: صحیح البخاری / کتاب الشروط (٢٧٣٢) .
❸ صحیح البخاری/ الاعتصام (٧٣٦٧) . ❹ الانتصار للصحب والآل ص (٢٦٨) .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اظہار رائے کا موقع دینا چاہیے نہ یہ کہ ان کے لیے قید خانوں کے دروازے کھول دیے جائیں اور ان کے منہ پر تالے لگا دیے جائیں۔

صلح حدیبیہ کے اہم موقع پر آپ ﷺ نے یہ واضح کر دیا کہ اسلامی معاشرہ میں اظہار رائے کی آزادی کو ضمانت دی جائے اور مسلم معاشرہ میں ہر فرد کو اظہار رائے کی آزادی ہے، اگرچہ یہ رائے حاکم وقت یا خلیفہ پر نکتہ چینی ہی کیوں نہ ہو، مسلم فرد کو حق ہے کہ وہ اپنا نظریہ پیش کرے لیکن شرط یہ ہے کہ یہ سب کچھ امن وامان کے ماحول میں ہو، دہشت گردی اور بغاوت کا سہارا نہ لیا جائے کہ جو آزادی فکر ورائے کا گلا گھونٹتا ہے۔ اگر رسول اللہ ﷺ عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہ موقف اختیار کر سکتے ہیں تو حاکم وقت سے کسی رائے میں مخالفت رکھنا بدرجۂ اولیٰ کوئی عیب کی بات نہیں ہے اور کوئی ایسا جرم نہیں ہے جو موجب سزا ہو، اور مخالفت کرنے والوں کو جیل خانوں کی تہ میں دھکیل دیا جائے۔ ❶

اسی طرح غزوۂ حدیبیہ میں نبی اکرم ﷺ کا موقف ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ آپ ﷺ ناخوشگوار حالات میں کتنے مشفقانہ انداز میں اپنے صحابہ کی تربیت کرتے تھے۔ اس موقع پر دیگر اصحاب رسول ﷺ کے ساتھ علی رضی اللہ عنہ نے بھی شرف وعظمت کا یہ الٰہی تاج پہنا:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ (الفتح: ۱۸)

"بلاشبہ یقیناً اللہ ایمان والوں سے راضی ہوگیا، جب وہ اس درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے۔"

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((لَنْ يَدْخُلَ أَحَدُ النَّارَ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ .)) ❷

"جس نے اس درخت کے نیچے بیعت کی وہ ہرگز ہرگز جہنم میں نہ جائے گا۔"

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے دیگر رفقاء مثلاً ابوبکر وعمر وغیرہ رضی اللہ عنہم اس سے قبل بدر میں امتیازی نشان اور عظیم شرف حاصل کر چکے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللّٰهَ اطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ: اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ .)) ❸

"تمھیں کیا معلوم اللہ نے اہل بدر پر نظر کرم کیا اور فرمایا: جو چاہو کرو میں نے تمھیں بخش دیا ہے۔"

عمرۃ القضاء ۷ھ اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نیز دختر حمزہ رضی اللہ عنہا کی کفالت:

اسلامی تعلیمات کی تاثیر سے انسانی عقل ودماغ میں ایک تغیر وانقلاب پیدا ہوگیا، لڑکیاں جو کہ عرب شرفاء کے یہاں باعث ننگ وعار تھیں اور جنہیں اپنی عار وخفت مٹانے کے لیے بعض عرب قبائل زندہ درگور کر دیا کرتے تھے

❶ غزوة الحديبية/ أبو فارس ص: (۱۳٤، ۱۳٥).

❷ صحيح البخاري حديث نمبر (٤٨٤٠) صحيح مسلم، حديث نمبر (۱۸٥٦).

❸ صحيح البخاري (۳۹۸۳) صحيح مسلم (۲٤۹٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسلام نے انھیں عرب شرفاء کی نگاہوں میں لڑکیوں کو اتنا محبوب وعزیز بنا دیا کہ ان کی پرورش و پرداخت کے لیے وہ آپس میں مقابلہ کرنے لگے؟ وہ اس میں برابر ہو گئے، ان میں کوئی کسی پر ناحق اور بلا وجہ ترجیح اپنی برتری نہیں دکھاتا تھا۔ [1] عمرۃ القضاء کے موقع پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ سے واپس ہونے کا ارادہ کیا تو حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی آپ کے پیچھے چچا، چچا کہتی ہوئی آئیں، علی رضی اللہ عنہ نے انھیں لے لیا اور ہاتھ پکڑ کر فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس لائے اور کہا: اپنے چچا کی بیٹی کو لے لو، میں اسے لیتا آیا ہوں، لیکن علی، زید، اور جعفر رضی اللہ عنہم کا آپس میں اختلاف ہو گیا، علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اسے اپنے ساتھ لایا ہوں اور یہ میرے چچا کی لڑکی ہے، جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ میرے چچا کی لڑکی ہے، اور اس کی خالہ میرے نکاح میں ہیں، زید رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ میرے بھائی کی لڑکی ہے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خالہ کے حق میں فیصلہ فرمایا، اور فرمایا: ((اَلْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْأُمِّ)) خالہ ماں کے درجے میں ہوتی ہے اور علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ((أَنْتَ مِنِّي أَنَا مِنْكَ)) تم مجھ سے ہو، اور میں تم سے ہوں، جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ((اَشْبَهْتَ خَلْقِي وَخُلُقِي)) تم صورت وشکل اور عادات واخلاق دونوں میں مجھ سے مشابہ ہو، اور زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ((أَنْتَ أَخُونَا وَمَوْلَانَا)) تم ہمارے بھائی اور مولا ہو، علی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کو آپ اپنے نکاح میں لے لیں، لیکن آپ نے فرمایا: ((إِنَّهَا ابْنَةُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ)) وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔ [2]

فوائد، احکام، عبرت اور مواعظ

۱: خالہ، ماں کے قائم مقام ہے۔

۲: والدین کی عدم موجودگی میں، اولاد کی پرورش کے لیے غیروں کے مقابلے میں خالہ کو ترجیح حاصل ہے۔

۳: جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے حق میں نبوی تزکیہ اور یہ توصیف کہ تم شکل وصورت اور عادات واخلاق دونوں میں مجھ سے مشابہ ہو۔

۴: زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ نبوی منقبت کہ تم ہمارے بھائی اور ہمارے مولا ہو، کیونکہ زید رضی اللہ عنہ حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے مواخاتی بھائی تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے مابین مواخات کرائی تھی۔ ایسی صورت میں زید رضی اللہ عنہ اپنے اجتہاد سے اس نتیجہ پر پہنچے تھے کہ اولاد کے تئیں جو ذمہ داریاں حقیقی بھائی پر عائد ہوتی ہیں، ''مواخاتی'' ہونے کے ناتے اب وہ ذمہ داریاں ان پر عائد ہوتی ہیں، لہٰذا ان پر واجب ہے کہ وہ حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے ولی اور ذمہ دار ہوں۔

۵: کسی عورت کا شادی شدہ ہونا اس سے حق حضانت (پرورش) کو ساقط نہیں کرتا۔ اس واقعہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حمزہ کی بیٹی کی پرورش کا حق اس کی خالہ کو دیا، حالانکہ وہ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی منکوحہ تھیں جب کہ اس کی حقیقی پھوپھی صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا اس وقت باحیات تھیں۔

---

[1] السیرۃ النبویۃ للندوی ص (۳۲۱). [2] صحیح البخاری، حدیث نمبر (۴۲۵۱).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۶: خالہ کو اپنی بھانجی کی پرورش کے لیے اپنے شوہر سے اجازت لینا ضروری ہے، اس لیے کہ بیوی اپنے شوہر کی مصلحت ومنفعت کی محافظ ہے اور دوسرے کی اولاد کی پرورش سے اس کی مصلحت کو قدرے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے، لہٰذا اس کی اجازت و رضامندی ضروری ہے ہم دیکھ رہے ہیں کہ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے چچا کی لڑکی کی پرورش وکفالت کا مطالبہ اس لیے کیا کہ ان کی بیوی بچی کی خالہ تھیں، گویا وہ خود ہی رضا مند تھے، بیوی کو کہنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئی۔

۷: اگر کسی عورت نے ایسے دو افراد کو دودھ پلایا ہے کہ ان میں ایک چچا ہے اور ایک بھتیجا تو وہ دونوں آپس میں رضاعی بھائی ہوں گے، اور چچا کی ساری لڑکیاں اس کے لیے رضاعی بھتیجیاں ہوں گی، اور اس کے لیے ان سے نکاح حرام ہوگا۔ ❶

سیدنا علی رضی اللہ عنہ غزوۂ خیبر میں:

ابن اسحاق نے کہا کہ غزوۂ خیبر ماہ محرم ۷ ھ میں پیش آیا۔ ❷ واقدی کہتے ہیں کہ یہ ماہ صفر یا ربیع الاوّل میں ہجرت کے چھٹے سال پیش آیا جب صلح حدیبیہ سے واپس لوٹے۔ ❸ ابن سعد کا قول ہے کہ ہجرت کے ساتویں سال جمادی الاولیٰ میں ہوا ہے۔ امام زہری اور مالک کا کہنا یہ ہے کہ ہجرت کے چھٹے سال محرم میں یہ غزوہ پیش آیا۔ ❹ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ❺ بھی اسی تحقیق کو راجح قرار دیا ہے۔ ❻ یہ وہ جنگ ہے جس میں علی رضی اللہ عنہ کی نادرۂ روزگار شجاعت، اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ان کی حیثیت کھل کر سامنے آگئی، اور تقدیر کا یہ فیصلہ کہ یہ یہودی نوآبادیاتی کالونی جس کی جنگی، فوجی نیز جغرافیائی لحاظ سے بڑی اہمیت تھی وہ علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فتح ہو۔ ❼ خیبر ایک یہودی نوآبادیاتی کالونی تھی جس کے متعدد مضبوط قلعے تھے اور یہ یہودیوں کا جنگی مورچہ تھا، یہی نہیں بلکہ جزیرۃ العرب میں جو ان کی چھاؤنیاں تھیں ان میں آخری چھاؤنی یہی تھی، یہودی، مسلمانوں کے خلاف مدینہ کے یہودیوں اور دوسرے علاقے کے دشمنوں سے مل کر سازش کررہے تھے کہ مدینہ پر حملہ کریں، رسول اللہ کی خواہش تھی کہ ان یہودیوں کی آئے دن کی سازشوں اور حملہ کے خطرات سے ہمیشہ کے لیے مطمئن ہوجائیں، خیبر، مدینہ کے شمال مشرق میں ستر میل (۷۰) کی مسافت پر ہے۔ ❽ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فوج لے کر خیبر کی طرف روانہ ہوئے، مجاہدین کی کل تعداد چودہ سو، (۱۴۰۰) تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے قلعوں پر حملہ کی ٹھان لی اور ایک ایک قلعہ فتح ہوتا رہا، اس وقت علی رضی اللہ عنہ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ ❾ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((لَأُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا

---

❶ زاد المعاد (۲/ ۳۷۴، ۳۷۵) صلح الحدیبیۃ لابی فارس (۲۸۶، ۲۸۷).

❷ السیرۃ النبویۃ لابن ہشام (۳/ ۴۵۵). ❸ المغازی (۲/ ۶۳۴) ❹ الطبقات (۲/ ۱۰۶)

❺ تاریخ دمشق (۱/ ۳۳) ❻ فتح الباری (۱۶/ ۴۱) السیرۃ النبویۃ فی ضوء المصادر الأصلیۃ (۵۰۰)

❼ المرتضی للندوی (۵۲) خیبر کی فتح کو علی رضی اللہ عنہ کے سر منڈھنا مبالغہ آرائی ہے حقیقت نہیں صرف خیبر کے قلعوں میں سے ایک قلعہ جو مرحب کا قلعہ تھا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فتح ہوا۔ (مترجم)

❽ المرتضیٰ للندوی (۵۲). ❾ المرتضیٰ للندوی ص (۵۲)، اردو ایڈیشن (۷۸، ۷۹).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَى يَدَيْهِ ، يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ ، وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ .)) کل جھنڈا اسی شخص کے ہاتھ میں ہوگا جو اللہ کے رسول سے محبت کرتا ہے، اور اللہ اور اس کا رسول اسے پسند کرتا ہے، چنانچہ صحابہ نے اس فکر وتمنا میں رات بڑی بے چینی سے گزاری کہ معلوم نہیں کون اس کا حق دار ہوگا، صبح ہوئی سب آپ ﷺ کے پاس آئے، اور ہر ایک اس سرفرازی کے لیے منتظر رہا، آپ ﷺ نے فرمایا: ((أَيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ .)) ''علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟'' صحابہ نے بتایا کہ ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے، لیکن انھیں بلایا گیا اور وہ آئے، آپ ﷺ نے ان کی دونوں آنکھوں میں لعاب دہن لگا دیا اور ان کے لیے دعا فرمائی، جس سے ان کی تکلیف ایسے دُور ہوگئی گویا کبھی تھی ہی نہیں۔ آپ ﷺ نے ان کے ہاتھ میں عَلَم دیا۔ علی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: کیا میں اس وقت تک ان سے قتال کروں جب تک کہ وہ ہماری طرح مسلمان نہ ہو جائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((أُنْفُذْ عَلَى رِسْلِكَ حَتَّى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الإِسْلَامِ ، وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللّٰهِ فِيْهِ ، فَوَاللّٰهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ أَنْ يَكُوْنَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ .)) [1]

''تم اپنی مہم پر اطمینان سے گامزن ہو جاؤ، اور ان کے مقابلہ میں اتر کر انھیں اسلام کی دعوت دو اور انھیں بتاؤ کہ اللہ کا ان پر کیا حق ہے واللہ اگر تمھارے ہاتھ پر ایک آدمی بھی ہدایت پا جائے تو تمھارے لیے بے شمار سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔''

چنانچہ آپ نے قدم آگے بڑھایا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں خیبر فتح کیا۔

اس غزوہ میں علی رضی اللہ عنہ نے بہادری کے جوہر دکھائے اور یہودیوں کے سورما مرحب سے ٹکر لی، مرحب جب ان اشعار کو پڑھتے ہوئے آگے بڑھا:

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ أَنِّي مَرْحَبُ ... شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبُ
إِذَا الْحُرُوْبُ أَقْبَلَتْ تَلْهَبُ

''خیبر کو معلوم ہے کہ میں مرحب ہوں، ہتھیار پوش، بہادر اور تجربہ کار! جب جنگ و پیکار شعلہ زن ہو''

اس وقت علی رضی اللہ عنہ جواباً یہ اشعار پڑھے اور آگے بڑھے۔

أَنَا الَّذِي سَمَّتْنِي أُمِّي حَيْدَرَهْ ... كَلَيْثِ غَابَاتٍ كَرِيهِ الْمَنْظَرَهْ
أُوْفِيْهِمْ بِالصَّاعِ كَيْلَ السَّنْدَرَهْ

''میں وہ شخص ہوں کہ میرا نام میرے ماں نے حیدر (شیر) رکھا ہے، جنگل کے شیر کی طرح خوفناک، انھیں صاع کے بدلے نیزے کی ناپ پوری کروں گا۔''

پھر آپ نے مرحب کے سر پر زبردست وار کیا، اسے قتل کر دیا، اور آپ کے ہاتھوں فتح حاصل ہوئی۔ [2]

---

[1] صحیح مسلم، حدیث نمبر (۲۴۰۶).
[2] صحیح مسلم (۳/ ۱۴۴۱) حدیث نمبر (۱۸۰۷).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

غزوۂ خیبر میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے موقف کے فوائد اور عبرت وموعظت کے چند دروس

۱: ایک عظیم فضیلت اور ظاہری منقبت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کے حق میں حب الٰہی اور حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت دی اور فرمایا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ان سے محبت کرتے ہیں۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

''اللہ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کہ علی اللہ و رسول سے محبت کرتے ہیں، کا مقصود یہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کا دل محبت کی حقیقی لطافت سے معمور ہے، ورنہ مطلقاً محبت کی صفت میں علی رضی اللہ عنہ کا اختصاص نہیں ہے اس میں دوسرے مسلمان بھی شریک ہیں۔ اسی طرح حدیث میں اس فرمان الٰہی کی طرف تلمیح واشارہ ہے:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝٣١﴾ (آل عمران: ۳۱)

''کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھیں تمھارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

گویا اس بات کی طرف اشارہ مقصود تھا کہ علی رضی اللہ عنہ اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اتنے کامل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنا محبوب بنالیا ہے۔ ❶

۲: دعائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں کی شفایابی کے لیے جو دعا فرمائی تھی وہ بارگاہ الٰہی میں قبول ہوئی۔ علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری دونوں آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا، اس کے بعد پھر کبھی میری آنکھیں نہیں آئیں۔ ❷ اسی طرح ایک مرتبہ علی رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی بیمار پرسی کرنے آئے، تو دیکھا کہ علی دعا کررہے ہیں: ''اے اللہ! اگر میری موت قریب آ گئی ہے تو مجھے جلد از جلد موت دے کر راحت پہنچا، اور اگر ابھی دور ہے تو اس بیماری سے مجھے نجات دے دے اور اگر یہ بیماری میری آزمائش کے لیے ہے تو صبر کی توفیق عطا فرما۔'' اللہ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا: ((مَا قُلْتَ)) تم نے کیا کہا؟ علی رضی اللہ عنہ نے اپنی دعا دہرائی، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اَللّٰهُمَّ اشْفِهِ اَللّٰهُمَّ عَافِهِ)) ''اے اللہ اسے شفا عطا فرما، اے اللہ اسے عافیت دے دے'' پھر کہا کہ اٹھو! چنانچہ میں اٹھ گیا، اور اس کے بعد وہ تکلیف دوبارہ مجھے

---

❶ فتح الباري (۷/ ۷۲) یہ واضح رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ صرف علی رضی اللہ عنہ اس صفت میں تنہا ہیں بلکہ اس میں دیگر صحابہ کرام بھی شریک ہیں۔ آپ بھی انھیں میں سے ایک فرد ہیں جنھیں یہ شرف حاصل ہے۔ (مترجم)

❷ مسند أحمد / الموسوعة الحديثية، حديث نمبر (۵۷۹) اس کی سند حسن ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کبھی نہ ہوئی۔ ❶

۳: زیر بحث حدیث کا امامت علی رضی اللہ عنہ سے کوئی تعلق نہیں:

روافض کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد علی رضی اللہ عنہ ہی خلیفۃ المسلمین ہیں اور معرض استدلال میں آپ کے فضائل پر مشتمل احادیث کو پیش کرتے ہیں، حالانکہ ان حدیثوں کا خلافت سے کوئی تعلق نہیں ہے، من جملہ ان کے دلائل میں سے یہ حدیث بھی ہے اور اس میں انھوں نے غلط باتوں کا اضافہ بھی کر لیا ہے جو کہ محدثین کے یہاں بالکل باطل ہے۔ اللہ اور اس کے رسول سے آپ کی محبت اور پھر ان دونوں کے نزدیک آپ کے محبوب ہونے سے یہ قطعاً لازم نہیں آتا کہ رسول ﷺ کے بعد عہد خلفائے ثلاثہ یعنی ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے فاصلہ کے بغیر آپ ہی خلیفہ ہوں گے یا ہیں، اس لیے کہ اللہ اور اس کے رسول کی آپ سے محبت و پسندیدگی شہادت و ثبوت اس بات سے مانع نہیں ہے کہ دوسرے اس فضیلت سے ہم کنار نہ ہوں، ابوبکر صدیق اور آپ کے رفقاء کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ﴾ (المائدۃ: ٥٤) وہ (اللہ) ان سے محبت کرتا ہے، اور وہ (ابوبکر و رفقاء) اس (اللہ) سے محبت کرتے ہیں۔ اسی طرح شرکائے بدر کے بارے میں فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ ۝٤﴾ (الصف: ٤) ''بلاشبہ اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں، جیسے وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہوں۔'' اور مسجد قبا والوں کے بارے میں فرمایا: ﴿فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا ۚ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ﴾ (التوبۃ: ١٠٨) اس (مسجد قبا) میں ایسے آدمی ہیں کہ وہ خوب پاک ہونے کو محبوب رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں سے محبت کرتا ہے۔ نیز اسی طرح جب آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ کے نزدیک سب سے محبوب کون ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: عائشہ! پھر پوچھا گیا: مردوں میں سے؟ تو آپ نے فرمایا: ((اَبُوْھَا)) ''اس کا باپ۔'' ❷

پس سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے حق میں محبت اور محبوبیت کی تخصیص، باوجود یہ کہ دوسروں کو بھی یہ فضیلت حاصل ہے۔ دراصل ایک دقیق نکتہ کی طرف اشارہ جو نبی کریم ﷺ کے قول: ((يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ .)) ❸ میں پوشیدہ ہے اور وہ نکتہ یہ ہے کہ اگر محبت اور محبوبیت کے حوالے سے ہٹ کر فتح کا ذکر ہوتا تو یہ وہم پیدا ہو سکتا تھا کہ اس میں علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا کوئی خاص دخل نہیں ہے ﷺ س لیے کہ تعلیمات نبوت میں یہ بات بھی ہے ((إِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ)) ''اللہ تعالیٰ فاجر آدمی کے ذریعے سے بھی اس دین کی تائید فرماتا ہے۔'' چنانچہ علی رضی اللہ عنہ کے حق میں مذکورہ دونوں اوصاف ذکر کے اس وہم کا ازالہ کر دیا گیا۔ ❹

---

❶ مسند أحمد (٢/ ١٥١) احمد شاکر نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔
❷ صحیح البخاری مع الفتح (٧/ ٢٢).
❸ مسلم، حدیث (٢٤٠٦)
❹ مختصر التحفۃ الاثنا عشریۃ ص (٧٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۴: چند متفرق فوائد:

فتح کی بشارت سننے کے باوجود پوری رات صحابہ کی توجہ کا مرکز یہ موضوع رہا کہ وہ کون سعادت مند ہوگا جو اللہ اور اس کے رسول کی محبت ومحبوبیت کی عظیم بشارت کا مستحق ہوگا اور اس کے ہاتھوں فتح نصیب ہوگی، یقیناً یہ صحابہ کرام کی عظمت وفضیلت اور تقدیر پر ایمان کامل ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے کہ وہ جھنڈا ایسے فرد کو ملا جس نے اس کے لیے کوشش نہیں کی، اور جس نے کوشش کی وہ اس سے محروم رہا، صحابہ کرام نے رات بڑی بے صبری سے کاٹی تھی اور صبح تڑکے ان میں سے ہر ایک یہ تمنا اور امید لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا کہ شاید علَم ہمیں ملے، حالانکہ وہ نہیں پاسکے اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جو کہ مریض تھے اور حصول علَم کے لیے کوشش بھی نہ کی تھی وہ اس سعادت سے سرفراز ہوئے۔

اسی طرح علی رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ ''تم اپنی مہم پر اطمینان سے گامزن ہو جاؤ'' اس میں ادب اور سلیقہ کا سبق دیا گیا ہے کہ کسی کام میں عجلت نہ کرو، بلکہ غور وفکر کے بعد قدم اٹھاؤ۔ قتال سے پہلے اسلام کی طرف حکمت کے ساتھ دعوت دینے کی تعلیم دی گئی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، انھیں اسلام کی دعوت دو اور بتاؤ کہ ان پر اللہ کا کیا حق ہے'' حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ اقدام جنگ سے قبل اسلام اور اس کے حقوق سے آگاہ کردو، صرف اسلام لانے کا حکم دے دینا کافی نہیں ہے، کیونکہ ممکن ہے وہ زبان سے اسلام لے آئیں اور اس کے حقوق کی ادائیگی نہ کریں لہٰذا ٹھوس نگرانی وتعلیم ضروری ہے تاکہ پھر کفر کی طرف نہ پلٹ جائیں۔

اسی طرح ایسے داعی اسلام کی فضیلت وثواب کا اعلان ہے جس کے ذریعے سے کوئی ایک فرد ہی راہ راست پر آجائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ''واللہ تمھارے ہاتھ پر اگر ایک آدمی بھی ہدایت پا جائے تو تمھارے لیے بے شمار سرخ اونٹوں سے بہتر ہے'' مقصود یہ تھا کہ دنیا کی عظیم ومحبوب ترین چیزوں سے بھی زیادہ بہتر ہے، یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ''سرخ اونٹوں کے صدقہ کے برابر ثواب ہے'' جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے۔

ایک بات یہ بھی فائدے کی ہے کہ فتویٰ دیتے ہوئے تاکید واہمیت کے اظہار کے لیے قسم کھانا درست ہے، جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں فرمایا: ''فَوَاللّٰهِ لَأَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ'' پس آپ نے قسم کھائی، حالانکہ یہاں قسم کا کوئی مطالبہ نہ تھا، آپ اس قسم کے ذریعے سے صرف انھیں دعوت الی الخیر پر ابھارنا چاہتے ہیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فتح مکہ اور غزوۂ حنین میں:

فتح مکہ کے موقع پر متعدد پہلوؤں سے علی رضی اللہ عنہ نے اپنا کردار نبھایا، ذیل میں انھی مواقف پر روشنی ڈالی جارہی ہے۔

۱: قریش کے مفاد کی جاسوسی کو ناکام بنانا:

حسن بن محمد بن علی، عبید اللہ بن ابو رافع سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے، زبیر اور مقداد رضی اللہ عنہما کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے روضۂ خاخ جانے کا حکم دیا اور کہا کہ وہاں اونٹ پر سوار ایک عورت جارہی ہے اس کے پاس ایک خط ہے، اسے اس سے چھین لاؤ، ہم تیزی سے اپنے گھوڑوں کو ایک

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دوسرے سے آگے نکالتے ہوئے وہاں پہنچے، وہاں ہم نے اس عورت کو پالیا ہم نے کہا: خط نکالو، عورت نے کہا: میرے پاس کوئی خط نہیں ہم نے کہا: خط دے دو، ورنہ ہم کپڑے اتار کر تمھاری تلاشی لیں گے۔ چنانچہ اس نے سر کا جوڑا کھولا اور بال کے اندر سے خط نکال کر دے دیا، ہم وہ خط لے کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ نے خط کھولا تو دیکھا کہ حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مشرکین مکہ کے نام لکھا ہے اور اس میں اللہ کے رسول کی بعض تیاریوں کا ذکر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب کو بلایا اور کہا: اے حاطب یہ کیا ہے؟ حاطب نے کہا: میرے متعلق فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کیجیے واقعہ یہ ہے کہ میں قریش میں ایک اجنبی کی حیثیت سے تھا اور آپ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں دور یا نزدیک سے ان کا کوئی نہ کوئی قریبی مکہ میں موجود ہے جو ان کے بال بچوں کی مدد کرتا ہے، پس چونکہ ان لوگوں سے میرا کوئی نسبی و خاندانی تعلق نہ تھا اور میرے اہل وعیال وہیں تھے، میں نے اس لیے سوچا کہ کیوں نہ ان کے ساتھ کوئی احسان کر دوں کہ جس کے بدلے وہ ہمارے بال بچوں کی مدد کریں۔ آپ یقین کریں کہ میں نے کسی کفر نفاق یا ارتداد و دغا کی وجہ سے ایسا نہیں کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكُمْ)) یہ سچ کہہ رہے ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیں میں اس منافق کی گردن مار دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْراً، وَ مَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ اللّٰهَ قَدِ اطَّلَعَ إِلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ: اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ.)) ❶

"یہ بدر میں حاضر ہو چکے ہیں، تمھیں کیا معلوم کہ اللہ نے ان پر نظر کرم کی، اور کہا: جو چاہو عمل کرو، میں نے تمھیں بخش دیا۔"

۲: اے ام ھانی جس کو تم نے امان دیے دی ھم نے بھی اسے امان دی:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے بالائی حصے (کداء) میں داخل ہوئے اس وقت میری سسرالی رشتہ بنی مخزوم کے دو آدمی حارث بن ہشام اور زہیر بن امیہ بھاگ کر میری پناہ میں آ گئے، وہ اس وقت ہبیرہ بن ابی وہب مخزومی کی زوجیت میں تھیں، میرے بھائی علی رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور کہا: اللہ کی قسم میں ان دونوں کو ضرور قتل کروں گا، میں نے ان دونوں کو گھر میں چھپا دیا، پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، آپ مکہ کے بالائی حصہ پر قیام فرما تھے اور ایک ٹب پانی سے جس میں گوندھے ہوئے آٹے کا اثر تھا، آپ غسل فرما رہے تھے۔ آپ کی بیٹی فاطمہ ایک کپڑے سے پردہ کیے ہوئے تھیں، غسل کے بعد آپ نے اپنا کپڑا تبدیل فرمایا، پھر آٹھ رکعت چاشت کی نماز پڑھی، پھر میری طرف متوجہ ہوئے، مجھے خوش آمدید کہتے ہوئے پوچھا اے ام ہانی کیسے آنا ہوا؟ میں نے دونوں آدمیوں، اور علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ کو خبر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((قَدْ أَجَرْنَا مَنْ أَجَرْتِ وَ أَمَّنَّا مَنْ أَمَّنْتِ فَلَا يَقْتُلْهُمَا.)) ❷

❶ مسند أحمد / الموسوعة الحديثية حديث نمبر (٦٠٠). ❷ البداية والنهاية (٤/ ٣٠٠) صحيح السيرة ص: (٥٢٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''جن کو تم نے پناہ دے دی انھیں ہم نے پناہ دے دی اور جن کو تو نے امان دی ان کو ہم نے بھی امان دے دی، علی انھیں قتل نہ کریں۔''

اس واقعہ کی روشنی میں یہ مسئلہ مستنبط ہوا کہ اگر ایک مسلمان کسی حربی کافر کو امان دے دے تو اس کا امان دینا درست ہوگا اور کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہ ہوگا کہ اسے کسی طرح تکلیف پہنچائے،......لیکن اس امان دہی کو ضرر رسانی سے پاک رکھنے کے لیے علمائے اسلام نے یہ شرط لگائی ہے کہ امان دینے والا کسی جانب داری سے متہم نہ ہو، اور وہ امان مزید نقصانات کا سبب نہ بنے، یا اس معاملے کو حاکم وقت کے پاس پیش کر دیا جائے تا کہ وہ اپنی صواب دید سے مناسب فیصلہ کرے۔ ❶

۳: حویرث بن نقیذ بن وهب کا قتل:

اس فتح عظیم میں آپ ﷺ نے اپنے لشکر کے امیروں اور قائدوں سے عہد لیا کہ وہ بجز ان لوگوں کے جو ان سے آ کر لڑیں اور کسی کو قتل نہ کریں، مگر آپ ﷺ نے کچھ آدمیوں کا نام لے کر ان کا خون مباح کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ جہاں مل جائیں، حتی کہ خانہ کعبہ کے پردوں کے نیچے بھی تو انھیں وہیں قتل کر دو، انھیں میں حویرث بن نقیذ بن وہب بھی تھا، یہ مکہ میں رسول اللہ ﷺ کو ایذاء پہنچایا کرتا تھا، عباس بن عبدالمطلب، رسول اللہ ﷺ کی دو صاحبزادیوں فاطمہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما کو مکہ سے مدینہ لے جا رہے تھے، اس نے چھڑی سے چونکا لگا کر اونٹ کو اکسا دیا، جس کی وجہ سے دونوں صاحبزادیاں زمین پر گر پڑیں، آج جب اس کا خون رائیگاں قرار دیا گیا اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس پر قابو پا کر اسے قتل کر دیا۔ ❷

٤: سیّدنا علی رضی اللہ عنہ ایک اصلاحی مهم پر:

رسول اکرم ﷺ نے آپ کو بنو جذیمہ کے پاس بھیجا تھا کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے اپنی دعوتی مہم میں بعض افراد کو قتل کر دینے کی جو غلطی سرزد ہوگئی تھی اس کی تلافی کریں اس کی تفصیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے بعد ۸ ھ ہی میں خالد بن ولید کے زیر قیادت چند لوگوں کو بنو جذیمہ کی طرف دعوت اسلام کی غرض سے روانہ کیا، بنو جذیمہ کے لوگ ''أَسْلَمْنَا'' کہہ کر صاف طور سے اسلام کا قرار نہ کر سکے بلکہ ''صَبَأْنَا صَبَأْنَا'' کہنے لگے، یعنی صابی ہوگئے صابی ہوگئے۔ ❸ اس کے بعد خالد رضی اللہ عنہ نے ان کو گرفتار کرنے اور قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو صورت حال کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمایا: ((اَللّٰھُمَّ اِنِّيْ اَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ)) ❹ اے اللہ! خالد بن ولید نے جو کچھ کیا ہے میں تیرے آگے اس سے برأت کرتا ہوں۔ آپ نے

---

❶ الجهاد والقتال فی السیاسة الشرعیة (۳/ ۱۰۵۱).

❷ فتح الباري (۸/ ۱۱) السیرة النبویة لابن هشام (٤/ ٥٨، ٥٩).

❸ چونکہ اہل عرب آبائی مذہب چھوڑ کر اسلام قبول کرنے والے کو صابی بمعنی بے دین کہتے تھے اس لیے خالد رضی اللہ عنہ کو غلط فہمی ہوئی کہ یہ اسلام قبول نہیں کرتے بلکہ اس پر طنز کرتے ہیں۔ (مترجم)

❹ صحیح البخاري (٤٣٣٩).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دومرتبہ انھیں کلمات کو دہرایا اور پھر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو بہت مال ومتاع دے کر بنوجذیمہ کے پاس روانہ کیا اور حکم دیا کہ جاکر معاملہ کی تحقیق کرو، آپ نے اس ذمہ داری کو بخوبی نبھایا اور تمام مقتولین کا خون بہا اور ہر قسم کے نقصانات کی تلافی کی، یہاں تک کہ کتوں کے پانی پینے کے برتن کی قیمت بھی دے دی۔ جب اس سے فارغ ہوئے تو بنوجذیمہ سے پوچھا: کیا اب بھی کسی کے خون بہا، یا مالی نقصانات باقی رہ گیا جس کا معاوضہ نہ دیا گیا ہو؟ انھوں نے جواب دیا نہیں۔ آپ نے فرمایا: میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھیجا ہوا جو مال باقی رہ گیا ہے وہ بھی میں تمھیں دیتا ہوں، تاکہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پوری احتیاط ہو جائے جسے نہ وہ جانتے ہیں اور نہ تم جانتے ہو۔ چنانچہ آپ انھیں باقی مال دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آگئے، اور سارا واقعہ عرض کردیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((أَصَبْتَ وَأَحْسَنْتَ)) [1] تم نے ٹھیک کیا اور اچھا کیا، تو اس مقدس مہم کے ذریعے سے علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر سے ہموم وغموم کے بارگراں کو اتار پھینکا۔ [2]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی حکمت عملی سے بنوجذیمہ کے لوگوں کی دل جوئی فرمائی اور ان کے رنج وغم کو مٹایا۔ [3]

واضح رہے کہ بنوجذیمہ کے افراد کو قتل کرنے کا حکم دینا خالد رضی اللہ عنہ کی اجتہادی غلطی تھی اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں درگزر فرمایا اور ان کو کوئی سزا نہ دی، نہ ہی معزول کیا۔ [4]

۵: سیّدنا علی رضی اللہ عنہ غزوہ حنین میں:

۸ ھ میں غزوۂ حنین کے موقع پر بھی علی رضی اللہ عنہ کا مجاہدانہ کارنامہ دیکھا جاسکتا ہے، جس میں آپ نے بہادری اور فن حرب وضرب میں تجربہ کاری کا مظاہرہ کیا۔ اس غزوہ میں آپ بھی دیگر انصار ومہاجرین کی طرح اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے، قبیلہ ہوازن کا ایک شخص سرخ اونٹ پر ایک سیاہ جھنڈا لیے ہوئے تھا اور اپنی کارروائی کرتے چلا جارہا تھا، یہ شخص جب کسی کو زد میں لیتا تو اسے نیزے سے ماردیتا اور جب لوگ پیچھے چھوٹ جاتے تو جھنڈا بلند کرکے انھیں دکھاتا وہ پھر اس کے پیچھے لگ جاتے تھے۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اپنی جنگی مہارت اور اس میدان میں طویل تجربہ کی بنا پر یہ محسوس کرلیا کہ اہل ہوازن کے جذبات جگانے اور انھیں مضبوط کرنے میں اس آدمی کا زبردست اثر ہے، اس لیے آپ اور ایک انصاری یک بیک اس پر ٹوٹ پڑے اور اسے اونٹ سے گرانے پھر قتل کردینے میں کامیاب ہوگئے اور پھر دیکھا گیا کہ چند ہی ساعتوں بعد دشمن شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا اور مسلمان فتح یاب ہوگئے۔ [5]

---

❶ السيرة النبوية/ ابن هشام (٤/ ٧٢، ٧٣) اس کی سند ضعیف ہے لیکن دیگر شواہد موجود ہیں۔

❷ خلافة علی بن أبی طالب (٤٦).

❸ السيرة النبوية/ أبو شهبة (٢/ ٤٦٥).

❹ السيرة النبوية فی ضوء المصادر الأصليه ص (٥٧٩).

❺ مسند أبی يعلی (٣/ ٣٨٨) اس کی سند حسن ہے، الصحيح المسند للعدوی ص (١٤١).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سریۂ علی رضی اللہ عنہ بت شکنی کے لیے بنو طے کی طرف:

اب جب کہ اللہ کے نبی کریم ﷺ بیت اللہ الحرام ''وخانہ کعبہ'' کو بتوں سے پاک کر چکے تھے، ضروری تھا کہ ان عمارتوں کو بھی ڈھادیا جائے، جو ایک لمبے عرصے سے جاہلی عقائد مراسم کے نشانات تھے۔ ❶ چنانچہ آپ ﷺ نے جزیرۂ عرب کو شرک وآثار جاہلیت سے پاک کرنے کے لیے یکے بعد دیگرے سرایا کو بھیجنا شروع کیا، سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں اس سریہ کی قیادت آئی جسے بنو طے میں واقع ''فلس'' نامی بت توڑنے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی آپ ربیع الآخر کے مہینے میں ایک سو پچاس (۱۵۰) انصاریوں کو لے کر ''فلس'' کو ڈھانے کے لیے بنو طے کی طرف نکلے، ان کے ساتھ سو (۱۰۰) اونٹ اور پچیس (۲۵) گھوڑے تھے، بڑا جھنڈا سیاہ اور چھوٹا سفید تھا، انھوں نے وہاں پہنچ کر فجر کے ساتھ آل حاتم طائی کے محلّہ میں چھاپہ مار کر بت کو ڈھادیا اور مزاحمت کرنے والوں کو قید کرلیا، غنیمت میں بہت سے غلام، لونڈی، اونٹ اور بکریاں ہاتھ آئیں، قیدیوں میں عدی بن حاتم کی بہن بھی تھی، اس کے بھائی عدی بن حاتم شام کی طرف نکل بھاگے۔ ❷

غزوۂ تبوک کے موقع پر مدینہ میں نبی کریم ﷺ کے اہل بیت کی خبر گیری سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے حوالے:

رجب ۹ھ میں تبوک کا معرکہ پیش آیا۔ سیرت نبوی میں اس غزوہ کی بڑی اہمیت ہے، اس سے وہ مقاصد ونتائج حاصل ہوئے جو مسلمانوں اور عربوں کی نفسیات واحساسات اور بعد کے پیش آنے والے واقعات وحالات کا رخ معین کرنے میں عمیق اور دیرپا اثرات کے حامل ہیں۔ ❸

اس غزوہ کے موقع پر رسول ﷺ نے مدینہ منورہ کا محافظ (گورنر) محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اور اپنے اہل بیت کی دیکھ بھال وخبر گیری کے لیے علی رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا، پھر کیا تھا؛ ''منافقوں'' کو حسد ونفاق کی بھڑاس نکالنے کا ایک موقع ہاتھ لگ گیا، انھوں نے علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں چہ میگوئیاں شروع کردیں اور یہاں تک کہا کہ نبی کریم ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو صرف اس لیے پیچھے چھوڑ دیا ہے کہ ''آپ انھیں اپنے لیے ایک بوجھ سمجھتے تھے'' یقیناً علی رضی اللہ عنہ کے حق میں ان کی یہ بے ہودہ گوئی ان کی منافقت کی واضح دلیل ہے جیسا کہ صحیح وصریح حدیث ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس نے بیج سے پودا اگایا اور روح کو زندگی عطا کی، نبی امی ﷺ نے مجھ سے عہد کیا ہے کہ ((اِنَّهُ لَا يُحِبُّنِي إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضُنِي إِلَّا مُنَافِقٌ .)) ❹ مجھ سے مومن ہی محبت کرے گا اور منافق ہی بغض رکھے گا۔'' آپ غزوہ میں شرکت کے جذبہ سے سرشار تھے لشکر سے جا ملے اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑ دیں گے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَلَا تَرْضَىٰ أَنْ تَكُوْنَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسَىٰ غَيْرَ أَنَّهُ لَا نَبِيَ

❶ معين السيرة ص (۲۹٤) .
❷ تاريخ الإسلام / الذهبى ص : (٦٢٤) .
❸ المرتضىٰ ص : (۸٤ ، ۸۵) اردو ایڈیشن .
❹ صحيح مسلم ، حديث نمبر (۷۸) .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بَعْدِي .)) ❶

''کیا تم اس بات سے خوش نہیں کہ میرے لیے اس مقام پر رہو جس مقام پر ہارون موسیٰ کے لیے تھے، مگر یہ ضرور ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔''

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پہلا اسلامی حج اور اس میں علی رضی اللہ عنہ کا اعلانی ونشریاتی کردار:

عہد نبوی ﷺ میں اعتقادی، اقتصادی، معاشرتی، سیاسی، عسکری اور تعبدی غرض یہ کہ ہر سطح سے اور ہر میدان میں معاشرہ کی تربیت اور مملکت اسلامی کی تاسیسی کارروائی جاری تھی اور پچھلے سالوں میں خالص اسلامی طرز پر فریضۂ حج کی ادائیگی کا انتظام نہ ہوسکا تھا۔ فتح مکہ کے بعد جو حج ہوا تھا اس کی ذمہ داری عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کے سر تھی اور وہ حج مشرکوں کے حج سے الگ نہ تھا۔ ❷ لہٰذا ۹ھ میں جب حج کا وقت آیا تو نبی کریم ﷺ نے حج کا ارادہ کیا، لیکن یہ کہا کہ مشرکین خانہ کعبہ کا طواف ننگے کرتے ہیں اور میں ان کے ساتھ حج کرنا پسند نہیں کرتا۔ چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد کو لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے، ❸ ساتھ میں ہدی (قربانی) کے جانوروں کو بھی لیا۔ ❹

ابھی آپ حاجیوں کا قافلہ لے کر نکلے تھے کہ سورۂ ''براءت'' کا نزول ہوا، آپ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو بلایا، اور حکم دیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جاملو، آپ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی ''عضباء'' پر سوار ہوکر روانہ ہوگئے اور ذوالحلیفہ میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں دیکھتے ہی پوچھا: امیر ہوکر آئے ہو یا ماتحت ہوکر؟ علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ماتحت ہوکر، اس کے بعد دونوں آگے بڑھے اور مکہ پہنچ کر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے لیے ان ان جگہوں پر حج کا انتظام کیا جہاں وہ زمانۂ جاہلیت میں اپنے حج کا انتظام کرتے تھے۔ صحیح روایات کے مطابق اس سال کا حج ذی الحجہ کے مہینا میں پڑا تھا، نہ کہ ذی القعدہ میں جیسا کہ بعض روایات میں مذکور ہے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یوم الترویہ سے قبل، یوم عرفہ، یوم النحر اور بارہ ذوالحجہ کو خطبہ دیا اور لوگوں کو وقوف، افاضہ، نحر اور رمی جمرات کے دوران حج کے طریقے سکھاتے اور بتاتے رہے اور ان تمام مقامات پر علی رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے پیچھے سورۂ براءت کی ابتدائی چند آیات کی تلاوت کرتے اور چار باتوں کا اعلان کرتے: سن لو! جنت میں صرف مومن ہی داخل ہوگا، اس سال کے بعد کوئی شخص برہنہ ہوکر خانہ کعبہ کا طواف نہیں کرے گا اور جس کے لیے نبی کریم ﷺ کا کوئی معاہدہ ہے تو وہ اس کے لیے اسی مدت تک ہے اور اس سال کے بعد مشرکین حج نہیں کریں گے۔ ❺

ساتھ ہی صحابہ کی ایک جماعت کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تھا کہ وہ علی رضی اللہ عنہ کی مہم کی تنفیذ میں ان کی مدد

---

❶ صحیح البخاری، حدیث نمبر (٤٤٠٤)

❷ السیرۃ النبویۃ / أبی شهبة (٢/ ٥٣٦) دراسات فی عهدالنبوۃ ص' (٢٢).

❸ الطبقات لکبریٰ (٢/ ١٦٨) نضرۃ النعیم (١/ ٩٨). ❹ فتح الباری، (٨/ ٨٢).

❺ مسندلامام احمد / الموسوعة الحدیثیة، حدیث، نمبر (٥٩٤) یہ حدیث صحیح ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرتے رہیں گے۔ ❶ سورۂ براءت کی ابتدائی آیات کا نزول بت پرستی اور بت پرستوں سے مکمل بائیکاٹ کا اعلان تھا، اس نے انھیں مشرکانہ حج سے روک دیا اور ان کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا۔ ❷

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ① فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ② وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ③ ﴾ (التوبہ : ۱-۳)

''اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے ان مشرکوں کی طرف بری الذمہ ہونے کا اعلان ہے جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا۔ تو اس سرزمین میں چار ماہ چلو پھرو اور جان لو کہ بے شک تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں اور یہ کہ یقیناً اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے حج اکبر کے دن تمام لوگوں کی طرف صاف اعلان ہے کہ اللہ مشرکوں سے بری ہے اور اس کا رسول بھی۔ پس اگر تم توبہ کر لو تو وہ تمھارے لیے بہتر ہے اور اگر منہ موڑو تو جان لو کہ یقیناً تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں اور جنھوں نے کفر کیا انھیں دردناک عذاب کی بشارت دے دے۔''

اس اعلان کے ساتھ ہی ان لوگوں کو مہلت دی جن کے ساتھ ایک خاص مدت تک معاہدہ تھا فرمایا:

﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْۤا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ④ ﴾

(التوبة : ٤)

''مگر مشرکوں میں سے وہ لوگ جن سے تم نے عہد کیا، پھر انھوں نے تم سے عہد میں کچھ کمی نہیں کی اور نہ تمھارے خلاف کسی کی مدد کی تو ان کے ساتھ ان کا عہد ان کی مدت تک پورا کرو۔ بے شک اللہ متقی لوگوں سے محبت کرتا ہے۔''

اسی طرح دیگر تمام غیر معاہد مشرکین کو بھی حرمت کے مہینوں کے اختتام تک مہلت دیا، اور کہا کہ اس کے بعد ان کا شمار حربی مشرکین میں ہونے لگے گا۔ اور اللہ نے فرمایا:

﴿ فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑤ ﴾ (التوبة : ٥)

---

❶ السيرة النبوية / أبي شهبة (٢/ ٥٣٧). ❷ نضرة النعيم (١/ ٣٩٩).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''پس جب حرمت والے مہینے نکل جائیں تو ان مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور انھیں پکڑو اور انھیں گھیرو اور ان کے لیے ہر گھات کی جگہ بیٹھو، پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل عرب کے درمیان مروجہ نظام معاہدہ کی رعایت کرتے ہوئے حج کے ایام میں علی رضی اللہ عنہ کو مکلّف کیا کہ مشرکین سے سابقہ عہد و پیمان کے اختتام کا اعلان کر دیں، اہل عرب کے ہاں رواج تھا کہ کسی سے معاہدہ کرنا ہو، یا توڑنا ہو، دونوں حالتوں میں قبیلے کا سردار یا اس کی اجازت سے اس کے خاندان کا کوئی فرد ذمہ داری اپنے سر اٹھاتا تھا، چونکہ عربوں کے اس مروجہ نظام میں کوئی بات اسلام سے متصادم نہ تھی اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسئلہ کو اچھی طرح نبھایا اور علی رضی اللہ عنہ کے ذمہ یہ کام لگا دیا کہ وہ نقض عہد کا اعلان کر دیں، پس یہی وجہ تھی کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو سورۂ براءت کی ابتدائی چند آیات کی تبلیغ کا مکلف بنایا، نہ یہ کہ اس میں ابوبکر رضی اللہ عنہ پر علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے تقدم کی طرف اشارہ مقصود تھا جیسا کہ روافض کا خیال ہے، یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ کیسے یہ لوگ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس بات سے بالکل غافل ہیں۔ جس میں آپ نے علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا، کیا امیر ہو کر آئے ہو، یا ماتحت بن کر۔ ❶

جو شخص خود ماتحتی کا اقرار کر رہا ہو امیر سے زیادہ خلافت کا حق دار کیسے ہو سکتا ہے۔ ❷

دراصل یہ حج، حجۃ الوداع کے لیے تمہید کے قائم مقام تھا اور اسی حج میں یہ اعلان کر دیا گیا کہ بت پرستی کا زمانہ ختم ہو چکا ہے اب نئے دور کا آغاز ہو رہا ہے، اب اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں کہ سارے لوگ اللہ کی شریعت کو مان لیں اور اس اعلان کے بعد ہی جزیرۂ عرب کے تمام قبائل کو یقین آ گیا کہ معاملہ یقیناً بہت ہی اہم ہے، اور بلاشبہ بت پرستی کا دور ختم ہو چکا ہے اور پھر لاتعداد قبائل عرب اپنے اسلام کا اعلان کرتے ہوئے اور توحید کے نغمے گاتے ہوئے اپنے وفود کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارکہ میں بھیجنے لگے۔ ❸

نجران کے نصاریٰ کا وفد، آیت مباہلہ اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا کردار (۹ھ):

اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے نصاریٰ کے پاس ایک خط بھیجا، جس میں آپ نے لکھا تھا: حمد و صلاۃ کے بعد: میں تم کو اللہ کے بندوں کی عبادت سے اللہ کی عبادت کی طرف اور بندوں کی ولایت سے اللہ کی ولایت کی طرف دعوت دیتا ہوں، اگر انکار کرتے ہوئے تو جزیہ دو، ورنہ اعلان جنگ ہے۔ والسلام۔ ❹

ان کے بڑے پادری کو جب یہ خط ملا تو اس نے لوگوں کو اکٹھا کیا، انھیں خط پڑھ کر سنایا اور اس سلسلے میں ان سے رائے طلب کی، بالآخر یہ بات طے ہوئی کہ عمائدین پر مشتمل چودہ (۱۴) اور دوسری روایت کے مطابق سولہ

---

❶ السيرة النبوية / أبى شهبة (٢/ ٥٤٠) صحيح السيرة ص (٦٢٤).

❷ السيرة النبوية / أبى شهبة (٢/ ٥٤٠).

❸ قراءة سياسية للسيرة النبوية ص (٢٨٣). ❹ البداية النهاية (٥/ ٤٨)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۱۶) لوگوں کا ایک وفد نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جائے اور ان میں وہ تین اہم شخصیت بھی ہوں جن کا فیصلہ آخری ہوتا ہے، ایک ''عاقب'' جو کہ ان کا امیر تھا اور جس کی رائے کے بغیر کوئی کام انجام نہ پاتا تھا، دوسرے ''سید'' جو کہ ان کے اسفار کا ذمہ دار تھا اور تیسرے ''ابوالحارث'' جو کہ ان کا بڑا پادری، عالم اور مدارس کا ذمہ دار۔ ❶

جب یہ وفد مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، تو یہ لوگ سفر کا لباس اتار کر لمبے لمبے جُبّے گھسیٹتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے، سونے کی انگوٹھیاں بھی پہنے ہوئے تھے، یہ لوگ آئے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سلام کا جواب نہ دیا، یہ لوگ کافی دیر تک آپ سے ہم کلام ہونے کا انتظار کرتے رہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے گفتگو نہ کی، پھر یہ لوگ عثمان بن عفان، اور عبدالرحمٰن بن عوف کے پاس گئے کیونکہ ان سے پہلے ہی سے جان پہچان تھی، دور جاہلیت میں ان دونوں کا قافلہ تجارت نجران جایا کرتا تھا اور وہاں سے گیہوں، پھل، اور مکئی وغیرہ کی یہی لوگ خریداری کراتے تھے، بہرحال ان لوگوں نے دونوں کو انصار کی مجلس میں پایا، ان سے مل کر یہ لوگ کہنے لگے اے عثمان، اے عبدالرحمٰن، تمھارے نبی نے ہمارے نام خط لکھا تھا، ہم نے ان کی بات مان لی، ہم ان کے پاس آئے اور سلام کیا، لیکن انھوں نے ہمارے سلام کا جواب نہ دیا ہم دن بھر منتظر رہے کہ شاید وہ ہم سے مخاطب ہو جائیں لیکن وہ مخاطب نہ ہوئے اور ہم انتظار کرتے کرتے عاجز آ گئے۔ تم دونوں کی کیا رائے ہے کیا ہم لوٹ جائیں؟

دونوں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے، آپ بھی انصار کے ساتھ تھے، انھوں نے کہا: اے ابوالحسن! ان لوگوں کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا: میرا مشورہ ہے کہ یہ اپنے فخریہ جبّے اور سونے کی انگوٹھیاں کو اتار دیں اور وہی پرانا کپڑا پہن لیں جسے سفر میں پہنا تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں۔ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا، اور دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر سلام کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سلام کا جواب دیا، پھر ان سے خیریت پوچھی، اور انھوں نے بھی آپ سے خیریت پوچھی اور پھر طویل گفتگو ہوئی۔ ❷ دوران گفتگو انھوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا! ہم لوگ آپ سے پہلے مسلمان ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَمْنَعُكُمْ مِنَ الْإِسْلَامِ ثَلَاثٌ عِبَادَتُكُمُ الصَّلِيبَ ، وَأَكْلُكُمُ الْخِنزِيرَ ، وَزَعْمُكُمْ أَنَّ لِلّٰهِ وَلَداً .))

''تمھیں مسلمان ہونے کے لیے تین چیزیں مانع ہیں: صلیب کی عبادت، خنزیر کی گوشت خوری اور تمھارا یہ گمان کہ اللہ کی اولاد ہے۔''

پھر اس وفد اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان دیر تک مناظرہ اور بحث ومباحثہ ہوتا رہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں قرآن مجید سے دلیل دیتے، اور ان کے باطل دلائل کو توڑ دیتے، دوران مباحثہ انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی پوچھا تھا کہ تم ہمارے آقا کو گالی دیتے ہو، اور کہتے ہو کہ وہ اللہ کے بندے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! ہاں وہ اللہ کے

---

❶ البداية والنهاية (٥/ ٤٨)۔ السيرة النبوية/ أبي شهبة (٢/ ٥٤٢) ❷ زاد المعاد (٣/ ٦٢٩).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بندے، اس کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں جسے پاک دامن مریم بتول کی طرف ڈالا تھا۔ وہ لوگ یہ سن کر سخت ناراض ہو گئے، اور کہنے لگے: کیا کبھی تم نے ایسے انسان کو دیکھا ہے جو بغیر باپ کے پیدا ہوا ہو، اگر تمھارا دعویٰ سچا ہے تو کوئی اس کی مثال دو؟ اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید میں یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ﴿٥٩﴾ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُن مِّنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿٦٠﴾ ﴾ (آل عمران ٥٩-٦٠)

''بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی مثال کی طرح ہے کہ اسے تھوڑی سی مٹی سے بنایا، پھر اسے فرمایا ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے۔ یہ حق تیرے رب کی طرف سے ہے، سو تو شک کرنے والوں سے نہ ہو۔''

پس یہ آیت کریمہ ایک ایسی منہ توڑ دلیل بن کر نازل ہوئی جس میں ایک انوکھی اور تعجب خیز چیز کو عجیب ترین چیز سے مثال دی گئی۔ ❶ لیکن جب پُر حکمت مجادلہ اور پر ادب گفت و شنید میں کامیابی نہ ملی تو آپ ﷺ نے اس فرمانِ الٰہی پر عمل کرتے ہوئے انھیں مباہلہ ❷ کی دعوت دی:

﴿ فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ﴿٦١﴾ ﴾ (آل عمران : ٦١)

''پھر جو شخص تجھ سے اس کے بارے میں جھگڑا کرے، اس کے بعد کہ تیرے پاس علم آ چکا تو کہہ دے آؤ! ہم اپنے بیٹوں اور تمھارے بیٹوں کو بلا لیں اور اپنی عورتوں اور تمھاری عورتوں کو بھی اور اپنے آپ کو اور تمھیں بھی، پھر گڑ گڑا کر دعا کریں، پس جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔''

پھر آپ ﷺ نکلے، آپ کے ساتھ علی، حسن، حسین اور فاطمہ رضی اللہ عنہم بھی تھے، آپ نے ان سے فرمایا: جب میں دعا کروں تو تم آمین کہو۔ ❸ لیکن دوسری طرف وفد کے لوگوں میں آپس میں کانا پھوسی شروع کر دی، اور اپنی ہلاکت سے خائف ہوئے کیونکہ انھیں اچھی طرح سے معلوم تھا کہ آپ یقیناً نبی ہیں، اور جو قوم بھی نبی سے مباہلہ کرتی ہے وہ ہلاک ہو کر رہتی ہے، اس لیے انھوں نے مباہلہ کرنے سے انکار کر دیا، اور کہنے لگے! آپ ہمارے لیے جو چاہیں فیصلہ کریں، چنانچہ آپ نے ان سے اس جزیہ پر مصالحت کی کہ وہ دو ہزار حلے مسلمانوں کو دیں گے۔ ایک ہزار رجب کے مہینے میں اور ایک ہزار صفر کے مہینا میں۔ ❹

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ بحیثیت داعی و قاضی یمن کی طرف ۱۰ھ:

فتح مکہ کے بعد جزیرۂ عرب کے کئی عرب قبائل نے خود بخود اسلام قبول کر لیا تھا اور جو قبائل اب تک اسلام نہ

❶ زاد لمعاد (٣/ ٦٣٣).

❷ السيرة النبوية لابن أبي شهبة (٢/ ٥٤٧) مباہلہ: جب دو فریقوں میں کسی معاملے کے حق یا باطل ہونے میں اختلاف و نزاع ہو اور دلائل سے وہ ختم ہوتا نظر نہ آتا ہو تو دونوں بارگاہِ الٰہی میں یہ دعا کریں کہ یا اللہ ہم دونوں سے جو جھوٹا ہے اس پر لعنت نازل فرما۔ (مترجم)

❸ السيرة النبوية لابن ابي شهبة (٢/ ٥٤٧). ❹ السيرة النبوية لابن أبي شهبة (٢/ ٥٤٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لائے تھے، آپ نے ان کے پاس داعیان اسلام کو اسلام کی دعوت کے لیے روانہ کیا، انھیں میں سے علی رضی اللہ عنہ بھی ہیں جنھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن میں ''ہمدان'' والوں کے پاس بھیجا تھا۔ اس مہم میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ کے ہم سفر تھے، وہ اس واقعہ کی پوری روداد یوں بیان کرتے ہیں: جب ہم یمن میں داخل ہوئے اور لوگوں کو ہماری آمد کی اطلاع ہوئی تو سب لوگ علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے اکٹھا ہوئے، آپ نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی، جب نماز سے فارغ ہوئے تو ہم صف بندی کر کے بیٹھ گئے، پھر آپ ہمارے سامنے آئے، اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط پڑھ کر سنایا چنانچہ ہمدان کا پورا قبیلہ اسی دن مسلمان ہوگیا۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھ کر اس کی خبر دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خط پڑھا تو فوراً سجدہ میں گر گئے، اور دعا کیا: ((اَلسَّلَامُ عَلٰی هَمْدَانَ ، اَلسَّلَامُ عَلٰی هَمْدَانَ)) ہمدان والوں پر سلامتی نازل ہو، ہمدان والوں پر سلامتی نازل ہو۔ [1]

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مملکت اسلامی کے جنوبی محاذ کی حفاظت، اور یمنی قبائل کے مسلمان ہوجانے کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے، پھر یہ کوشش ایسے کامیاب نتائج کی شکل میں ظاہر ہوئی کہ یمن کے ہر خطے سے بے شمار وفود مدینہ کی طرف کشاں کشاں چلے آئے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جو لوگ یمن کی طرف اسلام کے مبلغ بنا کر بھیجے گئے تھے ان کی کوششیں پیہم اور دُور رس اثرات کی حامل تھیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپا دعوتی تحریک پر مہمیز کا کام کرتے تھے۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے داعی اسلام کی حیثیت سے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ کیا، پھر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بھیجا، اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم اساسی قوتوں، معاشرہ، وممالک پر اثر انداز ہونے والے مراکز کو اپنی اصلاح کا ہدف بناتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوری زندگی اسی فقہ عظیم کا مظاہرہ کرتے رہے۔ [2] اس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا، علی رضی اللہ عنہ واقعہ کی تفصیل یوں بتاتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن بھیجا، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے ان لوگوں کے پاس بھیج رہے ہیں، جو مجھ سے زیادہ عمر دراز ہیں اور میں ابھی نوعمر ہوں، مجھے اچھی طرح فیصلہ کا ملکہ نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر رکھ دیا اور کہا:

((اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ لِسَانَهُ وَاهْدِ قَلْبَهُ ، يَا عَلِيُّ إِذَا جَلَسَ إِلَيْكَ الْخَصْمَانِ فَلَا تَقْضِ بَيْنَهُمَا حَتّٰى تَسْمَعَ مِنَ الْآخَرِ مَا سَمِعْتَ مِنَ الْأَوَّلِ فَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ تَبَيَّنَ لَكَ الْقَضَاءُ .))

''اے اللہ ان کی زبان کو حق پر ثابت رکھ اور دل کو ہدایت دے دے۔ اے علی! جب تمھارے پاس جھگڑنے والے دونوں فریق آجائیں تو جب تک دونوں سے برابر برابر پوری بات نہ سن لو فیصلہ نہ کرو،

---

[1] زاد المعاد (۳/ ۶۲۲) اس کی سند صحیح ہے۔

[2] السیرۃ النبویۃ عرض وقائع وتحلیل احداث (۲/ ۵۹۶) الفقہ السیاسی للوثائق (۲۳۱).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اگر تم ایسا کرو گے تو تمھارے سامنے حق کا فیصلہ واضح اور آسان ہو جائے گا۔''

چنانچہ میں نے اس پر عمل کیا، اور اس کے بعد کوئی بھی فیصلہ میرے لیے مشکل نہ رہا، ❶ اور جب یمن میں اسلام پھیل گیا تو وہاں باشندوں کو ایک ایسے آدمی کی ضرورت محسوس ہوئی جو انھیں دین کی تعلیمات دے اور اسلامی شریعت کے مطابق نزاعی معاملات کا فیصلہ کرے، اللہ کے رسول ﷺ نے یمن کے مختلف علاقوں میں معاذ اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما جیسے دیگر صحابہ کو روانہ کیا، ان میں سب سے افضل علی رضی اللہ عنہ تھے، چنانچہ تاریخ، حدیث اور فقہ وغیرہ کی کتابوں میں علی رضی اللہ عنہ کے یمن کے دوران قیام ان کے کئی فیصلے ملتے ہیں ان میں سے دو کا ذکر یہاں کیا جارہا ہے۔

۱: شیر کے شکار کے لیے کھودے ہوئے کنویں میں اٹھکیلیاں کھاتے ہوئے گرنے والے چار لوگوں کے بارے میں آپ کا فیصلہ:

حنش سے روایت ہے، وہ علی رضی اللہ عنہ کے روایت کرتے ہیں کہ آپ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن بھیجا، وہاں ایسے لوگوں سے ہماری ملاقات ہوئی جنھوں نے آبادی سے باہر شیر کا شکار کرنے کے لیے ایک کنواں کھود رکھا تھا، کنویں میں شیر کے گر جانے اور پھنس جانے کے بعد وہ تماشہ دیکھنے میں اٹھکیلیاں کر رہے تھے کہ اچانک ایک آدمی گڑھے میں گرنے لگا، اس نے ایک دوسرے آدمی کو اور دوسرے نے تیسرے کو بچاؤ کے لیے پکڑا، بالآخر چار آدمی ایک دوسرے کے اوپر گرے اور ان سب کو شیر نے بری طرح زخمی کر ڈالا، تماشائیوں میں سے ایک آدمی نے جب یہ حالت دیکھی تو ہمت کی، اور ایک تیز ہتھیار سے شیر کو مار ڈالا، اُدھر وہ چاروں آدمی بھی زخموں کی تاب نہ لا سکے اور مر گئے، پھر ایک نزاعی مسئلہ کھڑا ہو گیا، کہ ہر پہلے گرنے والے شخص کے اولیاء دوسرے شخص کے اولیا سے لڑائی جھگڑے اور دیت کے مطالبے پر بضد ہو گئے۔ اتنے میں وہاں سیدنا علی رضی اللہ عنہ آ گئے اور کہا: کیا رسول اللہ ﷺ کے باحیات ہوتے ہوئے تم آپس میں کٹ مرنا چاہتے ہو، میں تمھارا فیصلہ کرتا ہوں، اگر تم اسے مان لیتے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ اس وقت تک جھگڑا بند رکھو: جب تک کہ تم سب نبی کریم ﷺ کے پاس نہ پہنچ جاؤ، اور پھر آپ ﷺ ہی تمھارا فیصلہ کریں۔ اس کے بعد بھی جو زیادتی کرے اس کا کوئی حق نہ ہوگا، میرا فیصلہ ہے کہ گڑھے کے پاس جتنے لوگ تماشہ دیکھنے آئے تھے ان سب کے قبیلہ والے مجموعی طور پر اتنا تاوان جمع کر لیں جو ایک چوتھائی دیت، ایک تہائی دیت، نصف دیت اور مکمل ایک دیت کے لیے کافی ہو، پھر جو شخص سب سے پہلے گرا ہے اس کے اولیاء کو ایک چوتھائی دیت دیں اس لیے کہ وہی دوسرے کے ہلاکت کا سبب بنا ہے، اسی طرح گرنے والے دوسرے شخص کے اولیاء کو ثلث اور تیسرے کے اولیاء کو نصف دیت دی جائے، لیکن وہ آپ کے اس فیصلہ اور معاملہ کو لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس آئے آپ مقام ابراہیم کے پاس تھے، انھوں نے پورا واقعہ بتایا، آپ ﷺ نے فرمایا: ((أَنَا أَقْضِي بَيْنَكُمْ .)) میں تمھارے درمیان فیصلہ کرتا ہوں۔ پھر آپ ﷺ فیصلہ دینے کے لیے

❶ فضائل الصحابۃ (۲/ ۹۰۰) اثر نمبر (۱۲۳۹) اس کی سند حسن ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بیٹھ گئے، اتنے میں ایک آدمی نے کہا: علی رضی اللہ عنہ اس سلسلے میں ہمارے درمیان فیصلہ کر چکے ہیں، اور پھر پورا فیصلہ بتایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی فیصلہ کو درست اور نافذ قرار دیا۔ ❶

۲: ایک ہی طہر میں ایک عورت کے ساتھ تین افراد کی مجامعت:

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب علی رضی اللہ عنہ یمن میں تھے تو آپ کے پاس ایسے تین لوگ حاضر کیے گئے جنھوں نے ایک عورت سے ایک ہی طہر میں مجامعت کی تھی۔ آپ نے ان میں سے دو سے تیسرے کے بارے میں پوچھا: کیا تم اقرار کرتے ہو کہ رحم میں پلنے والی اولاد اس کی ہے؟ دونوں نے انکار کر دیا، اس طرح آپ ہر ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر تیسرے کے بارے میں وہی بات دریافت کرتے، لیکن سب نے انکار کر دیا۔ آخر میں آپ نے ان سب کے درمیان قرعہ اندازی کیا، اور جس کے نام قرعہ نکلا، اولاد اس کی طرف منسوب کر دیا، اور اس پر دوثلث دیت تاوان نافذ کیا۔ ❷ راوی کا کہنا ہے کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ بتایا گیا تو آپ ہنسنے لگے یہاں تک کہ آپ کے دانت مبارک دکھائی دیے۔ ❸

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم علی رضی اللہ عنہ کی درست رائے پر مسرت خوشی سے ہنس پڑے تھے کہ اللہ نے انھیں اپنی توفیق سے نوازا اور اسی لیے آپ نے ان کے فیصلہ کو صحیح مانا۔ ❹ واضح رہے کہ یہاں اس بات کا قوی احتمال ہے کہ ان تینوں افراد کی یہ نازیبا حرکت ان کے مسلمان ہونے سے پہلے کی ہو، کیونکہ دین اسلام میں یہ صراحتاً حرام ہے۔ ❺

سیدنا علی رضی اللہ عنہ حجۃ الوداع میں:

حجۃ الوداع میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر مل گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن اپنے دست مبارک سے (۶۳) اونٹ نحر کیے۔ ۶۳ کا عدد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کے مطابق تھا۔ ۶۳ اونٹ نحر کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم رک گئے اور سو (۱۰۰) میں جو باقی رہ گئے تھے، وہ علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیے کہ وہ آپ کی طرف سے ذبح کریں، چنانچہ علی رضی اللہ عنہ نے اس کی تکمیل کی اور عدد مکمل کر دیا۔ ❻

سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس واقعہ کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ میں ٹھہرے، اپنے پیچھے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بٹھائے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا:

((هَذَا الْمَوْقِفُ وَكُلُّ عَرَفَةَ مَوْقِفٌ.))

---

❶ فضائل الصحابة (۲/ ۹۰۰) اثر نمبر (۱۲۳۹) اس کی سند صحیح ہے۔

❷ منهج علی بن أبی طالب فی الدعوة إلی لله، ص (۸۷).

❸ اس معنی کی ایک دوسری روایت بھی باسناد حسن لغیرہ "فضائل الصحابة اثر نمبر (۱۰۹۵) میں موجود ہے۔

❹ سنن النسائی (۶/ ۱۸۲) حاشیة السندی.

❺ منهج علی بن أبی طالب فالدعوة الی الله ص: (۸۸).

❻ المرتضٰی للندوی ص (۵۷) صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے سات اونٹ نحر کیے۔ حدیث نمبر (۱۷۱۲) اور گوشت کے تقسیم کی ذمہ داری سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سونپی۔ حدیث نمبر (۷۱۱۸)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''یہ میرے وقوف کرنے کی جگہ ہے ویسے پورا عرفہ وقوف کرنے کی جگہ ہے۔''

پھر آپ ﷺ عرفہ سے اپنی سواری کو تیز رفتار سے چلاتے ہوئے نکلے اور لوگ بھی آپ کے دائیں بائیں اپنے اونٹوں کو تیزی سے ہانکتے ہوئے تیز چلے، اللہ کے رسول اللہ ﷺ ان کی طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے: ((أَيُّهَا النَّاسُ اَلسَّكِيْنَةَ أَيُّهَا النَّاسُ اَلسَّكِيْنَةَ)) ''اے لوگو! وقار و سکون کی چال چلو۔'' اس طرح آپ ﷺ مزدلفہ پہنچے، مغرب اور عشاء دو نمازوں کو اکٹھا پڑھا، اور مزدلفہ میں قیام کرتے ہوئے ایک بلند مقام پر قیام فرمایا اور اپنے پیچھے فضل بن عباس کو سوار کیا اور فرمایا: ((هَذَا الْمَوْقِفُ وَكُلُّ الْمُزْدَلِفَةِ مَوْقِفٌ)) یہ میرے وقوف کرنے کی جگہ ہے ویسے پورا مزدلفہ وقوف کی جگہ ہے۔ پھر اپنی سواری کو ہانکا اور کچھ تیز چلے، لوگ بھی آپ کے دائیں بائیں اونٹوں کو تیزی سے ہانکتے اور چلتے۔ آپ ﷺ ان کی طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے ((اَلسَّكِيْنَةَ ، اَلسَّكِيْنَةَ أَيُّهَا النَّاسُ)) ''اے لوگو! پرسکون اور وقار کے ساتھ چلو۔'' اس طرح آپ ﷺ جب وادی محسر پہنچے تو اپنی سواری کو تیزی سے مارا، وہ کودتے ہوئے آگے بڑھی یہاں تک کہ آپ ﷺ اس وادی کو پار کر گئے، پھر آپ اپنی رفتار پر واپس لوٹ آئے اور منیٰ پہنچ کر جمرہ کی رمی کی، پھر منحر (قربانی گاہ) آئے اور کہا: یہ میرا قربان گاہ ہے ویسے پورا منیٰ قربانی کی جگہ ہے۔ اسی دوران آپ ﷺ کے پاس قبیلہ خثعم کی ایک نوخیز عورت آئی، اور کہا، میرے باپ بہت بوڑھے اور لاغر ہو چکے ہیں، اور ان پر فریضۂ حج واجب ہو چکا ہے، حالانکہ وہ حج کی ادائیگی کی طاقت نہیں رکھتے۔ کیا اگر میں ان کی طرف سے حج کروں تو ان کے لیے کافی ہو جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ اور پھر آپ فضل بن عباس کا چہرہ اس لڑکی کی طرف سے پھیرنے لگے۔ پھر ایک آدمی آیا اور کہنے لگا: میں رمی جمار اور طواف افاضہ سے فارغ ہو کر کپڑا پہن چکا ہوں اور ابھی سر نہیں منڈایا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں، سر منڈوا لو پھر ایک آدمی آیا اور کہا میں رمی جمار کر کے حلال ہو چکا ہوں، اور لباس پہن لیا ہے اور اب تک قربانی نہیں کی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں قربانی کر لو، پھر اللہ کے رسول ﷺ نے وہاں سے مکہ کے لیے روانہ ہوئے، مکہ میں آپ نے ایک ڈول میں زمزم کا پانی منگوایا، اسے نوش کیا اور وضو کیا اور فرمایا: اے آل عبدالمطلب لو اب تم زمزم کا پانی نکالو، اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ (اسے مناسک حج کا حصہ سمجھ کر) لوگ تم پر غالب آنے لگیں تو میں خود پانی نکالتا، عباس رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! میں نے دیکھا کہ آپ اپنے بھتیجے فضل کا چہرہ دوسری طرف پھیر رہے تھے، ایسا کیوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا؟ میں نے ایک نوجوان لڑکے اور لڑکی کو دیکھا تو ان پر شیطان کے حملے سے میں ڈر گیا۔ [1]

اس حج کے موقع پر علی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے احکامات کی تنفیذ میں ترجمان کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔

عمرو بن سلیم اپنی ماں سے روایت کرتے ہیں کہ ان کا کہنا ہے ہم منیٰ میں تھے کہ اچانک علی رضی اللہ عنہ کو اعلان کرتے ہوئے سنا کہ اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے:

[1] مسند أحمد بن حنبل / الموسوعة الحديثية (۲/ ۹) حديث نمبر (٥٦٤) اس کی سند حسن ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

((إِنَّ هٰذِهِ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ فَلَا يَصُومُهَا أَحَدٌ، وَاتَّبَعَ النَّاسَ عَلَى جَمَلِهِ يَصْرُخُ بِذٰلِكَ .)) ❶

''یہ (ایام منیٰ) کھانے پینے کے ایام ہیں ان میں کوئی روزہ نہ رکھے آپ اپنے اونٹ پر سوار لوگوں کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اور وہ بلند آواز سے اس کا اعلان کر رہے تھے۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہلانے اور دفن کرنے کا شرف سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے حق میں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دلانے میں فضل بن عباس اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم وغیرہ کے ساتھ جنابِ علی رضی اللہ عنہ بھی شریک رہے۔ ❷ علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا، دیکھنے لگا کہ شاید میت کو موت کے وقت بسا اوقات جو نجاست وغیرہ نکل آتی ہے، آپ کو بھی ہو، لیکن میں نے کچھ نہ دیکھا، آپ زندگی اور موت دونوں حالتوں میں پاک صاف تھے ❸ اور فرمایا: اے پاک ذات! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، آپ زندگی اور موت دونوں حالتوں میں پاکیزہ رہے۔ ❹ آپ ان لوگوں میں سے ایک تھے جو جسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کے لیے آپ کی قبر میں اترے، اس میں شرکت کرنے والوں میں آپ کے علاوہ فضل بن عباس، قثـــم بن عباس اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام شقران رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ ❺ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر صحابہ کرام پر بجلی بن کر گری، یہ حضرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن رحمت سے وابستہ اور دل سے شیدا و فریفتہ تھے، وہ آپ کے آغوش تربیت میں اس طرح رہے جیسے شفیق باپ کی آغوش میں اس کے بچے ہوں بلکہ اس سے بھی زیادہ ان پر قیامت گزر گئی، قدرتاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کا غم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت، خاندان ہاشمی خصوصاً سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور علی رضی اللہ عنہ پر سب سے زیادہ تھا یہ قانون قدرت اور فطرت سلیم کا تقاضا تھا، پھر رشتے کا قرب، دل کی نرمی اور گداز احساسات کی نزاکت اور محبت کا وفور مستزاد، لیکن انھوں اس جاں گداز حادثہ کو اللہ داد قوت ایمانی اور تسلیم ورضا کے اس جذبہ سے جو تربیت نبوی کا فیض اور ان کا خاندانی شعار تھا، برداشت کیا۔ ❻

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرض الموت میں جو وصیت نامہ لکھوانے کا ارادہ کیا تھا اس کی حقیقت:

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت قریب ہوا تو گھر میں بہت سے صحابہ کرام موجود تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((هَلُمُّوْا أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَاباً لَا تَضِلُّوْا بَعْدَهُ)) ''لاؤ میں تمھارے لیے ایک دستاویز لکھ دوں، اگر تم اس پر چلتے رہے تو پھر تم گمراہ نہ ہوسکو گے۔'' اس پر بعض لوگوں

❶ مسند أحمد / الموسوعة الحديثية، حديث نمبر (٥٦٧) اس کی سند صحیح ہے۔

❷ سنن ابی داؤد حدیث نمبر (٣٢٠٩) مرسل بروایت شعبی امام البانی نے أحكام الجنائز ص (٥١) پر اسے صحیح کہا ہے۔

❸ سنن ابن ماجه (١/ ٣٦٢) حدیث نمبر (١٤٦٧) امام البانی نے احکام الجنائز ص (٥٠) پر اسے صحیح کہا ہے۔

❹ السيرة النبوية / ابن هشام (٤ / ٣٢١).

❺ السيرة النبوية / ابن هشام (٤ / ٣٢١).

❻ المرتضىٰ الندوی ص (٥٩).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے کہا: کہ آپ ﷺ پر بیماری کی سختی ہو رہی ہے، تمھارے پاس قرآن موجود ہے۔ ہمارے لیے تو اللہ کی کتاب بس کافی ہے پھر گھر والوں میں جھگڑا ہونے لگا، بعض نے تو یہ کہا کہ آپ ﷺ کو کوئی چیز لکھنے کی دے دو کہ اس پر آپ ہدایت لکھوا دیں اور تم اس کے بعد گمراہ نہ ہو سکو، بعض لوگوں نے اس کے خلاف دوسری رائے پر اصرار کیا، جب شور وغل اور نزاع زیادہ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "قُوْمُوْا" یہاں سے جاؤ۔ عبید اللہ نے بیان کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما (اس کے بعد) کہتے تھے: مصیبت سب سے بڑی یہ تھی کہ لوگوں نے اختلاف اور شور کر کے آپ ﷺ کو وہ ہدایت نہیں لکھنے دی۔ ❶

دوسری روایت میں یوں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جمعرات کے دن کا ذکر کیا اور فرمایا: "معلوم بھی ہے جمعرات کے دن کیا ہوا تھا" رسول اللہ ﷺ کے مرض میں تیزی پیدا ہوئی تھی، اس وقت آپ نے فرمایا: ((اِئْتُونِي بِكَتِفٍ وَدَوَاةٍ اَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهُ أَبَدًا)) "شانہ ودوات لاؤ میں تمھارے لیے وصیت نامہ لکھ دوں کہ تم اس پر چلو گے تو اس کے بعد پھر تم کبھی گمراہ نہ ہو گے" لیکن یہ سن کر وہاں اختلاف پیدا ہو گیا حالانکہ نبی کریم ﷺ کے سامنے نزاع نہ ہونا چاہیے تھا۔ بعض لوگوں نے کہا کہیں آپ ﷺ شدت مرض کی وجہ سے بے معنی کلام تو نہیں فرما رہے ہیں؟ بات سمجھنے کی غرض سے آپ سے دوبارہ استفسار کر لو، تو آپ ﷺ سے صحابہ پوچھنے لگے، آپ نے فرمایا: ((دَعُوْنِي فَالَّذِي أَنَا فِيْهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُوْنَنِي إِلَيْهِ)) "یہاں شور وغل نہ کرو، جس کام میں مشغول ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کے لیے تم کہہ رہے ہو" اس کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ کو تین چیزوں کی وصیت کی، فرمایا: ((أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَأَجِيْزُوْا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَاكُنْتُ أُجِيْزُهُمْ.)) "مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو، وفد (جو قبائل کے تمھارے پاس آئیں) ان کی اس طرح خاطر کیا کرنا جس طرح میں کرتا آیا ہوں" اور تیسری بات (ابن عباس نے یا سعید نے) بیان نہیں کی، یا (سعید بن جبیر یا سلیمان نے کہا) میں تیسری بات بھول گیا۔ ❷

اس حدیث اور اس کے مضمون پر مشتمل دیگر احادیث میں صحابہ کرام کے اختلاف اور شور وشغب کے متعلق جو کچھ مذکور ہے اور جسے روافض اپنے طعن وتشنیع کا ہدف بناتے ہیں درحقیقت اس سے ان پر کوئی طعن وتشنیع لازم نہیں آتا، بلکہ ان کے تمام تر اعتراضات یکسر فاسد وباطل ہیں، متقدمین علماء نے اس سے متعلق ان کے چند اہم اعتراضات کی تردید کی ہے اور ان کے شبہات کا ازالہ کیا ہے۔

ا: بلاشبہ صحابہ کے درمیان اختلاف رہا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی بات سمجھنے اور اس کا معنی متعین کرنے میں ان کی آراء مختلف رہیں۔ حکم نبوی سے سرتابی کی وجہ سے اختلاف کبھی نہ رہا۔ امام قرطبی فرماتے ہیں کہ صحابہ میں اختلاف کی وجہ یہ تھی کہ انھوں نے اجتہاد کیا اور نیک نیتی سے اجتہاد کیا، اس اجتہاد میں دونوں فریق حق پر رہے یا ایک درست رائے تک پہنچے اور دوسرا اس سے قاصر رہا ایسی صورت میں

❶ صحیح البخاری، حدیث نمبر (٤٤٣٢). ❷ صحیح البخاری، حدیث نمبر (٤٤٣١).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

درست رائے تک جس کی رسائی نہ ہو سکی وہ گناہ گار نہ ہوگا بلکہ وہ بھی نیک نیتی سے اجتہاد کی بنا پر ثواب کا مستحق ہوگا۔ آگے فرماتے ہیں: وصیت نامہ کے بارے میں اختلاف ہو جانے پر اللہ کے رسول ﷺ نے کسی کی کوئی سرزنش نہیں کی اور نہ ہی برا بھلا کہا، بلکہ سب سے کہا: ((دَعُوْنِيْ فَالَّذِيْ أَنَا فِيْهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُوْنَنِيْ إِلَيْهِ)) ''(یہاں شور وغل نہ کرو) جس کام میں مشغول ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کے لیے تم کہہ رہے ہو۔'' یہ واقعہ ایسے ہی ہے جیسے کہ غزوۂ احزاب کے موقع پر پیش آیا۔ آپ ﷺ نے صحابہ سے کہا: ((لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ الْعَصْرَ إِلَّا فِيْ بَنِيْ قُرَيْظَةَ)) ❶ ''تم لوگ بنو قریظہ کے پاس پہنچ کر ہی عصر کی نماز پڑھو۔'' چنانچہ ان میں سے کچھ لوگوں نے بنو قریظہ پہنچنے سے پہلے ہی اس خوف سے نماز پڑھ لی کہ نماز کا وقت نہ ختم ہو جائے۔ اور کچھ لوگوں نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں وہاں پہنچ کر ہی نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے اس لیے ہم وہیں پڑھیں گے۔ لیکن اس اختلاف کے باوجود کسی نے کسی کو برا بھلا نہیں کہا۔ ❷

۲: روافض کا ایک اعتراض یہ ہے کہ اس موقع پر صحابہ کا آپس میں اختلاف اور اس کے نتیجہ میں نبی کریم ﷺ کے وصیت نامے کا وجود میں نہ آنا۔ دو ایسی چیزیں تھیں جن کی وجہ سے پوری امت مسلمہ فساد کا شکار ہوئی اور وہ معصوم نہ رہ سکی۔

روافض کا یہ اعتراض یکسر باطل ہے، کیونکہ اس کا لازمی مفہوم یہ ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے ایسی بعض باتوں کی تبلیغ نہیں کی جس سے امت گمراہی سے محفوظ رہ سکتی تھی اور اپنے پاس محض صحابہ کے اختلاف کو دیکھ کر اللہ کی شریعت کو چھپا لیا اور اسی پر موت ہوگئی حالانکہ یہ مفہوم قرآن مجید کی اس آیت کریمہ کے صریح مخالف ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۖ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ۚ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿٦٧﴾﴾ (المائدہ: ٦٧)

''اے رسول! پہنچا دے جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اور اگر تو نے نہ کیا تو تو نے اس کا پیغام نہیں پہنچایا اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔ بے شک اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

چونکہ آپ ﷺ اس خیانت سے بالکل پاک تھے، اور تزکیۂ الٰہی ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ (التوبۃ: ١٢٨) ❸ کے بموجب ایسی تہمتوں سے بالکل بری تھے، اس لیے اللہ نے آپ کے قلبی رجحان کو یوں تعبیر کیا کہ آپ (ﷺ) اپنی امت پر حریص ہیں، یعنی امت کی ہدایت اور اس کے دنیوی و اخروی نفع رسانی کے لیے خواہش مند ہیں۔ ❹ تمام

---

❶ صحیح البخاری، حدیث نمبر: (٤١١٩)۔ ❷ المفہم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم (٤/ ٥٥٩)۔

❸ ترجمہ: تمھارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں، جو تمھاری جنس سے ہیں جن کو تمھاری مضرت کی بات بہت گراں گزرتی ہے، جو تمھاری منفعت کے بڑی خواہش مند رہتے ہیں۔ ایمان والوں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔

❹ تفسیر ابن کثیر (٢/ ٤٠٤)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کو اس بات پر یقین ہے، اور جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان کی رمق ہوگی اسے بھی شک نہ ہوگا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے تمام تر پیغامات کو پہنچا دیا، اور وہ اپنی امت کی خیر خواہی کے ہمیشہ خواہش مند تھے جیسے کہ آپ کی مجاہدانہ زندگی، قربانیاں اور ترغیب وتشجیع کے اقوال و واقعات اس پر دلالت کرتے ہیں، تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دیانت داری اور خیر خواہی ہر خاص وعام کے نزدیک مسلّم ہے تو ہمیں اس بات پر یقین کرنا چاہیے کہ اگر وہ وصیت نامہ اتنا اہم ہوتا جس سے پوری امت گمراہی سے بچ جاتی اور قیامت تک کے لیے اس میں کوئی اختلاف واقع نہ ہوتا، تو عقلاً اور نصاً کسی اعتبار سے یہ بات ہرگز سمجھ میں نہیں آتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنی زندگی کے اس تنگ وقت تک کے لیے موخر کیے رہتے اور اگر موخر بھی کیا تھا تو محض چند صحابہ کے اختلاف کی وجہ سے اسے بیان نہ کرتے۔ ❶ ایسا کبھی تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے فرمان کی تبلیغ چھوڑ دیں اور اگر بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے کہ کسی مصلحت کی وجہ سے آپ نے اس وقت نہیں لکھوایا، تو بعد میں اسے لکھوانے سے کون سی چیز مانع رہی کیونکہ اس کے بعد مزید چند دنوں یعنی دوشنبہ تک آپ باحیات رہے، جیسا کہ صحیحین وغیرہ میں انس رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔ ❷ جب کہ بالاتفاق وصیت نامہ لکھوانے کا واقعہ جمعرات کا ہے۔ ❸ اور اس پر بھی روافض اور اہل سنت سب متفق ہیں کہ پھر اپنی وفات تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہیں لکھوایا، پس یقینی طور پر ہمیں ماننا پڑے گا کہ جس چیز کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لکھوانا چاہتے تھے، وہ کوئی ایسی چیز نہ تھی جس کی تبلیغ کے لیے آپ مامور رہے ہوں، کیونکہ قرآن کے بیان کے مطابق اللہ نے اس واقعہ سے قبل حجۃ الوداع کے موقع پر ہی دین کے مکمل ہونے کا اعلان کر دیا تھا:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدة : ٣)

"آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا۔"

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وصیت نامہ لکھوانے کا حکم الٰہی ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے لکھواتے یا اسی وقت بتاتے، اگر ایسی بات ہوتی تو آپ اس کی بجا آوری سے ہرگز باز نہ آتے، آپ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق متوقع نزاع کے ازالہ کی مصلحت سے کچھ لکھوانا چاہا تھا، لیکن جب آپ کو اندازہ ہو گیا کہ اختلاف ہونا ہی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔" ❹

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

---

❶ مختصر تحفة الاثنا عشرية (٢٥١)، الإنتصار للصحب والآل (٢٢٨، ٢٢٩).

❷ صحيح البخاري (٤٤٤٨)، صحيح مسلم (٤١٩). ❸ الإنتصار للصحب والآل (٣٢٩).

❹ منهاج السنة (٦/ ٣١٦)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''اس تحریر یا وصیت نامہ کا واقعہ جسے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھوانا چاہتے تھے، بڑی وضاحت سے صحیحین میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے یوں مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرض الموت میں فرمایا: ((اُدْعِـي لِيْ أَبَاكِ وَأَخَاكِ حَتَّى اَكْتُبَ كِتَابًا ، فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَتَمَنَّى مُتَمَنٍّ وَيَقُوْلَ قَـائِلٌ : أَنَا أَوْلَى ، وَيَابَى اللّٰهُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ إِلَّا أَبَابَكْرٍ)) ''اپنے باپ اور بھائی کو میرے پاس بلاؤ تا کہ میں وصیت لکھ دوں، مجھے ڈر ہے کہ حریص اس کی آرزو کریں گے اور کچھ کہنے والے یہ بھی کہیں گے کہ خلافت کا حق دار میں زیادہ ہوں، مگر ابوبکر کی خلافت کے سوا نہ ہی اللہ کسی کی خلافت کو تسلیم کرے گا اور نہ مسلمان۔'' ❶ اس کے بعد چند روایات لکھتے ہیں اور فرماتے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے جس رائے کا اظہار کیا اس کے تئیں وصیت لکھوانے کا عزم کرلیا تھا، لیکن جب آپ نے دیکھا کہ بعض لوگوں کے ذہنوں میں ابوبکر کی خلافت کے متعلق شک حائل ہوگیا ہے؟ تو سوچا کہ وصیت نامہ اس شک کو زائل نہیں کرسکتا، لہٰذا وصیت نامہ لکھوانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ مزید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا بھی علم ویقین ہو چکا تھا کہ اللہ تعالیٰ میری ہی خواہش اور عزم کے مطابق مسلمانوں کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر متفق کرے گا، جیسا کہ آپ نے فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے سوا نہ ہی اللہ کسی کی خلافت کو تسلیم کرے گا، نہ مسلمان۔'' ❷

حدیث کا جو آخری ٹکڑا ہے کہ ((لَـنْ تَـضِـلُّـوْا بَعْدِيْ)) میرے بعد گمراہ نہ ہوگے، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اس کی توجیہ میں فرمایا کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جس چیز کو لکھا جانا تھا اس کا تعلق دین سے نہ تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں یہ کیوں فرمایا: ((لَـنْ تَضِلُّوْا بَعْدِيْ)) یعنی میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ گمراہی کا لفظ مختلف مقامات پر مختلف معانی کے لیے مستعمل ہے، یہاں مراد یہ ہے کہ نظام مملکت چلانے میں غلطی نہ کرو گے، یعنی جزیرہ عرب سے مشرکین کو نکالنے، وفود کی خاطر و مدارات کرنے، اور لشکر اسامہ کو روانہ کرنے میں میری سیاست پر کاربند ہوگئے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام اجمعین نے ایسا ہی کیا، یہاں ''ضلالت'' کا معنی دین سے گمراہی نہیں ہے۔ ❸

۳۔ حدیث کے آخر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ سب سے بڑی مصیبت یہ تھی کہ لوگوں نے شور وشغب کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ لکھنے نہ دیا۔ ❹ اس قول کی تشریح میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس وصیت کے لکھنے میں جو چیز حائل ہوئی وہ بڑی مصیبت تھی، لیکن ان کے حق میں مصیبت تھی جنھوں نے خلافت صدیقی کے بارے میں شک کیا اور یہ مسئلہ ان پر مشتبہ ہوگیا۔ اگر کوئی وصیت نامہ ہوتا تو یقیناً اس کا شک زائل ہو جاتا اور مصیبت دور ہو جاتی، رہا وہ شخص جسے کامل یقین ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

---

❶ صحیح بخاری (۵۶۶۶، ۷۲۱۷) و صحیح مسلم (۲۳۸۷)۔ ❷ منہاج السنة (۶/ ۲۳۔ ۲۵)۔
❸ مختصر التحفة الاثنا عشرية ص (۲۵۱)۔ ❹ صحیح البخاری (۴۴۳۲)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی خلافت برحق اور مکمل ہے الحمد اللہ ایسے شخص کے لیے کوئی مصیبت نہیں۔“ ❶

اس مفہوم کی توضیح وتائید اس بات سے ہوتی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بات اس وقت کہی جب خوارج وروافض جیسے اہل بدعت اور نفس پرستوں کا ظہور ہوگیا، ابن تیمیہ ❷ اور ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی صراحت کی ہے۔ ❸

۴: مذکورہ حدیث کی روشنی میں بعض روافض کا یہ دعویٰ ہے کہ آپ اس وصیت نامہ میں علی رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لیے نامزد کرنا چاہتے تھے، لیکن یہ دعویٰ بھی باطل ہے۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس دعویٰ کے جواب میں فرماتے ہیں:

”جسے یہ وہم ہو کہ یہ وصیت نامہ علی رضی اللہ عنہ کے خلافت کے بارے میں لکھا جانا تھا، وہ علمائے اہل سنت والجماعت، اور علمائے روافض شیعہ دونوں کے عقیدہ کے مطابق بالاتفاق گمراہ اور جاہل ہے، اہل سنت تو اس پر متفق ہی ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفۂ اول، اور سب سے افضل تھے اور شیعان علی جو کہ علی رضی اللہ عنہ کو امامت کا اولین مستحق قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس واقعہ سے بہت پہلے بالکل واضح اور معروف طریقے سے آپ کو امامت کے لیے نامزد کیا جا چکا ہے، ایسی صورت میں آپ کے استحقاق کے اثبات کے لیے کسی وصیت نامے کی کوئی ضرورت ہی نہیں رہتی۔“ ❹

۵۔ اس حدیث کے حوالے سے روافض شیعہ عمر رضی اللہ عنہ پر طعن کرتے ہیں، ان کا کہنا ہے عمر (رضی اللہ عنہ) نے ”أَھَجَرَ“ کہہ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بے معنی کلام کرنے کی تہمت لگائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہ سنی، اور کہا کہ ہمارے لیے اللہ کی کتاب کافی ہے اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ”أَھَجَرَ“ کے لفظ کے نسبت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف کرنا یکسر غلط اور باطل ہے۔ یہ بات اس موقع پر جو لوگ حاضر تھے ان میں سے کس نے کہی تھی؟ صحیحین کی روایات سے اس کے قائل کی تعیین نہیں ہوتی، کیونکہ اس کے الفاظ ((فَقَالُوْا: مَاشَأْنُہٗ أَھَجَرَ)) میں قائل کے لیے جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے، لہٰذا عمر رضی اللہ عنہ کو اس کا قائل نہیں مانا جاسکتا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”میرے خیال میں ایک تیسرا احتمال راجح ہے جسے قرطبی نے ذکر کیا ہے۔ وہ یہ کہ ایسی بات کسی ایسے شخص نے کہی ہوگی جو نومسلم رہا ہوگا، اور وہ پہلے سے جانتا رہا ہوگا جو شخص سخت مصیبت اور الجھن سے دوچار ہوتا ہے وہ اس وقت میں اپنا اصلی مقصد اچھی طرح سے تحریر نہیں کروا پاتا۔“ ❺

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”یہ کہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ بات عمر رضی اللہ عنہ نے کہی تھی جب کہ اکثر روایات میں قائل کے لیے جمع کا صیغہ ”قَالُوْا“ وارد ہوا ہے۔“ ❻

درحقیقت اس سلسلے میں روایات جو صحیح اور ثابت ہیں ان میں یہ کلمہ صیغۂ استفہام کے ساتھ یعنی ”أَھَجَرَ“

❶ منہاج السنۃ (۶/ ۲۵)　❷ منہاج السنۃ (۶/ ۳۱۶)
❸ فتح الباری (۱/ ۲۰۹).
❹ منہاج السنۃ (۶/ ۲۵) الانتصار للصحب والآل ص (۲۸۱، ۲۸۲، ۲۱۲)
❺ فتح الباری (۸/ ۱۳۳)　❻ مختصر التحفۃ الاثنا عشریۃ ص (۲۵۰)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وارد ہے اور جن روایات میں "ھَجَرَ" یا "یَھجُرُ" کے الفاظ ہیں، وہ روایات محدثین وشارحین حدیث مثلاً قاضی عیاض، (1) قرطبی، (2) نووی، (3) اور ابن حجر (4) وغیرہ کے نزدیک مرجوح ہیں۔

ان محدثین نے صراحتاً یہ بات لکھی ہے کہ حاضرین مجلس میں سے جب کسی نے کہا کہ نہ لکھو (5) تو "أھجر" کے قائل نے استفہام انکاری کا یہ صیغہ استعمال کیا۔ (6) امام قرطبی رحمہ اللہ نے تبلیغ دین اور دیگر تمام احوال میں غلطیوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت اور اس پر صحابہ کے اتفاق کے دلائل کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ ناممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت بیماری کی حالت میں آپ کے قول کی صداقت میں کسی شک کی بنا پر انھوں نے یہ بات کہی ہو، بلکہ جب قلم اور دوات لانے والے نے لانے میں تردد کیا اور اس سے پیچھے ہٹا، تو انھیں میں سے بعض لوگوں نے انکار و توبیخ کے طور پر یہ بات کہی، گویا ان کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ تم لکھنے کا سامان کیوں نہیں لاتے، کیا سمجھتے ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غیر اختیاری بات نہیں کریں گے، تردد نہ کرو، اور سامان کتابت حاضر کرو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر حال میں حق کہیں گے، بے معنی کلام نہیں کریں گے۔ (7) تو یہ واضح دلیل ہے کہ تمام صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہذیان گوئی کے وقوع کو بالکل ناممکن سمجھتے تھے، اسی وجہ سے جنھوں نے یہ جملہ استعمال کیا لازمی انکار کے لیے استعمال کیا، تاکہ مخالف کے لیے کس طرح سے شک وشبہ کی گنجائش نہ نکلے اور اسی مفہوم سے روافض کا دعویٰ بھی باطل ہو جاتا ہے (8)

۲: روافض کا یہ دعویٰ کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر "تمھارے پاس اللہ کی کتاب ہے، ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معارضہ کیا، اور وصیت نامہ لکھوانے سے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل نہیں کی۔

اس بے بنیاد تہمت کا جواب یہ ہے کہ جناب عمر رضی اللہ عنہ اور آپ کے ہم خیال دیگر صحابہ کے سمجھ میں یہ بات آئی کہ وصیت نامہ تحریر کروانے کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم وجوبی نہیں ہے بلکہ مستقبل میں خلافت کے متعلق بہترین اقدام کی طرف رہنمائی مقصود ہے، اس لیے انھوں نے مخالفت کی، قاضی عیاض، (9) قرطبی، (10) نووی، (11) اور ابن حجر (12) وغیرہ اسی بات پر قائل ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے عمل سے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسی اجتہاد کی تصدیق و توثیق بھی ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرض سے شفا پانے کے بعد پھر کچھ نہ لکھوایا، اگر اس کا لکھانا واجب ہوتا تو صحابہ کا اختلاف اس راستہ میں رکاوٹ نہ بنتا، کیونکہ کسی مخالف کی مخالفت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کی تبلیغ سے رک جانے والے نہ تھے، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اس واقعہ کو بھی عمر رضی اللہ عنہ کے "موافقات شرع" میں شمار کیا جاتا ہے۔ (13)

---

(1) الشفاء (۲/ ۸۸٦).

(2) المفهم (٤/ ٥٥٩).

(3) شرح صحیح مسلم (۱۱/ ۹۳).

(4) فتح الباری (۸/ ۱۳۳).

(5) الانتصار للصحب والآل ص: (۲۸۸)

(6) یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بے اختیار کلام نہیں کر رہے۔ (مترجم)

(7) المفهم (٤/ ٥٥٩)

(8) الانتصار للصحب والآل ص: ۲۸۹).

(9) الشفاء (۲/ ۸۸۷)

(10) المفهم (۲/ ٥٥٩)

(11) شرح النووی (۱۱/ ۹۱).

(12) فتح الباری (۱/ ۲۰۹).

(13) فتح الباری (۱/ ۲۰۹)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح عمر رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ ''ہمارے لیے اللہ کی کتاب کافی ہے'' درحقیقت اس شخص کی مخالفت ہے جو آپ سے حجت کررہا تھا نہ کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی حکم کی مخالفت ہے، کیونکہ آپ کے الفاظ ہیں: ((عِنْدَكُمْ كِتَابُ اللّٰهِ)) گویا آپ کے مخاطب کئی لوگ تھے جو آپ کی رائے کی مخالفت کررہے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ گہری نظر اور درست رائے کے مالک تھے، چونکہ غور وفکر کے بعد آپ اس نتیجہ پر پہنچے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان فوری طوری سے واجب العمل کا متقاضی نہیں ہے اس لیے آپ نے ایک قوی اور شرعاً راجح مصلحت کو مقدم کرتے ہوئے وصیت نامہ کی تحریر پر زور دینے سے منع کیا اور وہ مصلحت یہ تھی کہ مرض کی شدت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ لکھوانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر شفقت اور محبت کے خلاف اور ایک نامناسب عمل ہے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض کی شدت کو جن الفاظ میں تعبیر کیا ہے وہ آپ کے اجتہاد کے برمحل اور درست ہونے کی قوی دلیل ہے۔ آپ نے فرمایا تھا: ((إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ غَلَبَهُ الْوَجَعُ .)) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سخت تکلیف سے دوچار ہیں، لہٰذا مناسب نہیں ہے کہ ایسی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مزید پریشانی اور تکلیف میں ڈالا جائے، ❶ ساتھ ہی آپ کے ذہن میں یہ آیت کریمہ بھی گردش کررہی تھی۔

﴿ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ﴾ (الأنعام : ۳۸)......

''ہم نے کتاب میں کسی چیز کی کمی نہیں چھوڑی۔''

اور ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ﴾ (النحل : ۸۹)

''اور ہم نے تجھ پر یہ کتاب نازل کی، اس حال میں کہ ہر چیز کا واضح بیان ہے۔''

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شارحین حدیث نے عمر رضی اللہ عنہ کی اس رائے کو بالاتفاق ان کے تفقہ فی الدین کے دلائل، مناقب وفضائل اور دقت نظری میں شمار کیا ہے۔ ❷ نیز واضح رہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ وصیت نامے کی عدم تحریر پر زور دینے میں ایک مجتہد تھے اور ''مجتهد فی الدين'' کی غلط رائے بہرحال قابل عفو ہے، بلکہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ((إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ)) ❸ کے مطابق اسے ثواب بھی ملتا ہے۔ تو آپ کو اس سلسلے میں کیوں متہم کیا جاتا ہے، جب کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اجتہاد کیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نہ کوئی مذمت کی، نہ گناہ گار کہا، بلکہ اپنے عمل سے اس کی موافقت ہی کیا بہرحال اس واقعہ کے سہارے روافض شیعہ صحابہ کے خلاف جو بھی بدزبانی اور طعن کرتے ہیں وہ سب غلط ہیں، اور ان کی حقیقت سامنے آجاتی ہے۔ ❹

---

❶ الشفاء (۲/ ۸۸۸). ❷ شرح النووی (۱۱/ ۹۰) الانتصار للصحب والآل، ص (۲۸۹۔۲۹۱)

❸ صحیح البخاری، حدیث نمبر (۷۳۵۲) ترجمہ: جب کوئی حاکم فیصلہ دیتے وقت اجتہاد کرے، اور درست رائے کو پہنچ جائے تو اسے دوہرا اجر ملے گا اور جب فیصلہ کیا اور اجتہاد میں غلطی کر گیا تو اسے ایک اجر ملے گا۔ (مترجم)

❹ الانتصار للصحب والآل (۲۹۴، ۲۹۵)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دوسری فصل

سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ خلفائے راشدین کے عہد میں

- سیّدنا علی رضی اللہ عنہ عہد صدیقی میں
- سیّدنا علی رضی اللہ عنہ عہد فاروقی میں
- سیّدنا علی رضی اللہ عنہ عہد عثمانی میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

امام ابوایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''جس نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پسند کیا اس نے دین قائم کیا، جس نے عمر رضی اللہ عنہ کو پسند کیا اس نے سیدھا راستہ کھولا اور اسے واضح کیا، جس نے عثمان رضی اللہ عنہ کو پسند کیا وہ اللہ کے نور سے منور ہوا اور جس نے علی رضی اللہ عنہ کو پسند کیا اس نے مضبوط کڑے کو سختی سے پکڑ لیا۔ جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اچھی بات کہے وہ نفاق سے پاک ہے۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۱)

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ عہد صدیقی میں

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر جناب علی رضی اللہ عنہ کی بیعت:

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت کرنے سے علی اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما کے پیچھے رہ جانے کے سلسلے میں بہت سی غیر مستند روایات وارد ہیں، صحیح سندوں سے جو روایات ثابت ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ علی اور زبیر رضی اللہ عنہما نے پہلے مرحلے ہی میں بیعت کر لی تھی، چنانچہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو انصار کے خطباء اٹھے ... پھر سقیفہ بنی ساعدہ میں بیعت خلافت کی کارروائی کو تفصیل سے ذکر کیا۔ ❶ پھر کہا کہ بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت کر کے وہاں سے نکلے اور جب ابوبکر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں منبر پر تشریف لے گئے لوگوں پر نگاہ ڈالی، ان میں علی رضی اللہ عنہ نظر نہ آئے آپ نے علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں لوگوں سے دریافت کیا، چنانچہ کچھ انصاری صحابہ باہر گئے اور علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر لائے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچازاد بھائی، اور داماد! کیا تم مسلمانوں کی جماعت میں انتشار ڈالنا چاہتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا: اے خلیفۂ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ہمیں ملامت و شرمندہ نہ کریں، پھر ان کے ہاتھوں پر بیعت کی، پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زبیر بن عوام (رضی اللہ عنہ) کو نہیں دیکھا تو ان کے بارے میں بھی دریافت کیا، صحابہ گئے اور ان کو بھی لے کر آئے، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پھوپھی کے بیٹے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری! کیا تم مسلمانوں کی جماعت میں انتشار ڈالنا چاہتے ہو؟ انھوں نے بھی جواب دیا: اے خلیفۂ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ہمیں ملامت و شرمندہ نہ کریں، چنانچہ انھوں نے بھی بیعت کی۔ ❷

اس مقام پر ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث بہت اہمیت کی حامل ہے، کیونکہ کتب حدیث میں صحیح بخاری کے بعد صحیح ترین کتاب "الجامع الصحیح" کے مولف امام مسلم رحمہ اللہ اس حدیث کی صحت و تصدیق کے لیے اپنے استاذ حافظ محمد بن اسحاق بن خزیمہ کے پاس گئے۔ یہ وہی ابن خزیمہ ہیں جنھوں نے صحیح ابن خزیمہ تالیف کی ہے۔ اور ان سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا۔ ابن خزیمہ نے یہ حدیث لکھ کر امام مسلم کو دی، اور انھوں نے اسے اپنے استاذ کو پڑھ کر سنائی۔ جب سنا کر فارغ ہوئے تو امام مسلم نے اپنے استاذ سے کہا: یہ حدیث تو ایک "بَدَنَة" یعنی بڑے اور تندرست وقیمتی اونٹ کے مساوی ہے، ابن خزیمہ نے کہا: یہ صرف ایک "بَدَنَة" کے مساوی نہیں بلکہ

---

❶ مجمع الزوائد (٥/ ١٦٣) اس کی سند کے رجال صحیح کے رجال ہیں البدایة والنہایة (٥/ ٢٨١) حافظ ابن کثیر نے کہا اس کی سند صحیح اور محفوظ ہے۔ ❷ المستدرك (٣/ ٧٦) السنن الکبریٰ (٨/ ١٤٣) دو صحیح سندوں سے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایسی تھیلی سے بھی قیمتی ہے جو دس ہزار دینار سے بھری ہو یعنی یہ حدیث ایک قیمتی خزانہ ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس حدیث کی سند صحیح اور محفوظ ہے، اور اس میں ایک اہم بات کہی گئی ہے، وہ یہ کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے خلافت ابوبکر پر بیعت کی، وفات (نبوی صلی اللہ علیہ وسلم) کے دن ہی کی ہے، یا اس کے ایک دن بعد، یہی حق ہے، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کبھی بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کٹ کر نہ رہے، نہ ہی آپ کے پیچھے کبھی نماز پڑھنا ترک کی۔'' ❶

حبیب بن ابی ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس واقعہ کا ذکر اس طرح ہے:

''علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں تھے، ایک آدمی آپ کے پاس آیا اور کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ بیعت لینے بیٹھ گئے ہیں علی رضی اللہ عنہ جس قمیص میں ملبوس تھے اسی میں نکل پڑے، ازار و چادر کا اہتمام نہ کیا، آپ کافی جلدی میں تھے کہ کہیں بیعت سے پیچھے نہ رہ جائیں، وہاں پہنچ کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی، پھر بیٹھ گئے، وہیں سے آپ نے چادر منگوائی، اور اسے قمیص کے اوپر اوڑھ لیا۔'' ❷

عمرو بن حریث نے سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا تم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت وہاں حاضر تھے؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ پھر پوچھا: ابوبکر کے ہاتھوں پر بیعت خلافت کب کی گئی؟ سعید نے جواب دیا: جس دن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی، مسلمانوں نے ایک دن بھی بغیر جماعت کے زندہ رہنا پسند نہ کیا۔ انھوں نے پوچھا: کیا اس موقع پر کسی نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی تھی؟ سعید نے جواب دیا: نہیں، سوائے ان لوگوں کے جو مرتد ہو گئے تھے یا مرتد ہونے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انصار کو ہلاکت کے گڑھے میں گرنے سے بچا لیا، اور سب نے بالاتفاق دست ابوبکر رضی اللہ عنہ پر بیعت کی، انھوں نے پوچھا: کیا مہاجرین میں کوئی بیعت کرنے سے پیچھے رہ گیا تھا؟ سعید نے کہا: نہیں، تمام مہاجرین نے یکے بعد دیگرے آپ کی خلافت پر بیعت کی۔ ❸

جب سیّدنا علی رضی اللہ عنہ بصرہ گئے تو ابن الکواء اور قیس بن عباد نے آپ سے پوچھا کہ ابوبکر صدیق کی بیعت خلافت کے موقع پر آپ کا کیا کردار رہا؟ انھوں نے جواب دیا: اگر اس سلسلے میں میرے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عہد نامہ ہوتا تو بنوتیم بن مرہ کے ایک فرد، اور عمر بن خطاب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر چڑھنے نہ دیتا، اور پوری

---

❶ البدایة والنهایة: (۵/ ۲۳۹).

❷ تاریخ الطبری (۳/ ۲۰۷) یہ اثر مرسل ہے، اس کی سند میں سیف بن عمر متروک راوی ہیں۔ عبدالعزیز بن سیاہ صدوق ہیں، ان کے اندر تشیع پایا جاتا ہے۔ دیکھئے: تقریب التهذیب (۳۵۷) سیف بن عمر کو حافظ نے تقریب میں ضعیف فی الحدیث اور عمدۃ فی التاریخ کہا ہے۔ متروک نہیں قرار دیا ہے اور اسی طرح عبدالعزیز بن سیاہ کے اندر تشیع کا ہونا نقصان دہ نہیں ہے کیونکہ بخاری و مسلم کے رواۃ میں سے ہیں اور یہ روایت تشیع کی تائید میں نہیں ہے۔ (مترجم)

❸ تاریخ طبری (۳/ ۲۰۷) اس کی سند ضعیف ہے۔ دیکھئے: خلافة أبوبکر صدیق / عبدالعزیز سلیمان ص (٦٦)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

طاقت سے ان کے خلاف لڑتا، اگر چہ میرے پاس میری ایک چادر ہی رہ جاتی، لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم قتل نہیں کیے گئے اور نہ ہی اچانک آپ کی موت ہوئی، بلکہ کئی دنوں تک آپ بیمار پڑے رہے، مؤذن آپ کے پاس آتے تھے اور آپ انھیں اذان دینے کا حکم دیتے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر کو لوگوں کی امامت کرنے پر مامور کرتے، وہ نماز پڑھاتے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے ان پر نگاہ رکھتے، حتی کہ ایک مرتبہ آپ کی بیویوں میں ایک بیوی (عائشہ رضی اللہ عنہا) نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دیا کہ ابوبکر کی جگہ پر دوسرے کو امامت کی ذمہ داری سونپ دیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے سخت ناراض ہوئے، اور اس پر کوئی توجہ نہ دی، اور فرمایا:

((أَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُوْا أَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ النَّاسَ .))

''تم سب یوسف والیاں ہو، ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔''

چنانچہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور ہم نے اپنے احوال وامور پر غور کیا، تو دنیا میں اپنی قیادت کے لیے ایسے شخص کو ہم نے منتخب کیا جسے اللہ کا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے دین کے لیے پسند کر چکا تھا، نماز اسلام کی بنیاد اور روح ہے، یہ سب سے عظیم چیز ہے، اور دین کا ایک ستون ہے، ہم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت کر لی، آپ خلافت کے اہل تھے، ہم میں کسی دو شخص نے بھی آپس میں اس سلسلے میں کوئی اختلاف نہیں کیا، نہ ہی آپس میں ٹکرائے، نہ ہی کسی سے دشمنی کیا، میں نے ابوبکر کو ان کا حق دیا، ان کی اطاعت گزاری کو اچھی طرح پہچانا، ان کے لشکروں میں شریک ہو کر لڑا، جب مجھے کوئی چیز دیتے تھے میں لے لیتا، اور جب کسی لڑائی بھیجتے تو میں ان کے لیے لڑتا، اور ان کے سامنے اپنے کوڑے سے حدود نافذ کرتا۔ ❶

کوفہ میں دورانِ خطبہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی زبان سے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی مدح ومنقبت:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے دوران خطبہ فرمایا:

''پھر مسلمانوں نے اپنی مکمل رضامندی سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت کی، آل عبدالمطلب میں سب سے پہلے میں نے اس میں حصہ لیا۔ ❷

بعض روایات میں اگر چہ صراحت نہیں، لیکن اشارتاً یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے پہلے ہی مرحلے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت کی تھی، چنانچہ ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، لوگوں کے سامنے خطبہ دیا، اور تولیت خلافت کے متعلق اپنا عذر پیش کرتے ہوئے فرمایا:

''میں کبھی بھی خواہ دن ہو یا رات امارت کا خواہاں نہیں تھا، نہ اس کی لالچ تھی اور ظاہر وباطن کسی بھی

---

❶ تاريخ الاسلام / عهد الخلافة الراشده ص (٣٨٩) اس کی سند ضعیف ہے۔ دیکھئے: خلافة ابی بكر الصديق / عبدالعزيز سليمان ص: (٦٥)

❷ أسد الغابة (٤/ ١١٦، ١٦٧) خلافة أبي بكر ص (٦٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حالت میں میں نے اس کے لیے اللہ سے دعا بھی نہیں کیا، لیکن میں نے ایک فتنہ پھیل جانے کے خوف سے اسے قبول کرلیا، امارت میں میرے لیے کوئی آرام نہیں ہے، میں نے ایک گراں بار ذمہ داری کو اپنے گلے میں ڈال لیا ہے، اللہ کی طرف سے قوت وتائید کے بغیر مجھے کوئی قوت نہیں ملنے والی ہے۔ میری خواہش تھی کہ آج میرے اس مقام پر مجھ سے زیادہ قوی کوئی دوسرا ہوتا۔''

بہر حال تمام مہاجرین نے آپ کی معذرت اور خطبہ کو سنا اور تسلیم کیا، ہاں! علی اور زبیر رضی اللہ عنہما کہنے لگے: ہمیں آپ پر قدرے ناراضی اس وجہ سے ہوئی تھی کہ آپ نے مشورہ لینے میں ہمیں پیچھے چھوڑ دیا، لیکن ہم مانتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کی خلافت کے زیادہ حق دار ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔ وہ آپ ﷺ کے رفیق غار ہیں، ہمیں ان کی شرافت اور بزرگی کا بخوبی علم ہے، رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی ہی میں انھیں لوگوں کی امامت پر مامور کیا تھا۔ ❶

قیس عبدی کا بیان ہے کہ بصرہ میں جب علی رضی اللہ عنہ خطبہ دے رہے تھے میں وہاں موجود تھا، آپ نے حمد وصلاۃ کے بعد نبی کریم ﷺ کا ذکر کیا اور کہا کہ پھر آپ ﷺ کی وفات ہوگئی، پھر مسلمانوں نے طے کیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنالیں، چنانچہ انھوں نے آپ کی خلافت پر بیعت کیا ان کی اطاعت کا وعدہ کیا، اور خود کو ان کے حوالے کردیا۔ میں نے بھی بیعت کی، عہد کیا اور خود سپردگی کا اقرار کیا، سب کے سب دل سے راضی تھے، میں بھی راضی تھا، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تاعمر خیر وبھلائی کے کام کیے اور اس کے لیے محنت مشقت کیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی، اللہ آپ پر رحمت نازل کرے۔ آمین۔ ❷

سچی بات یہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کبھی بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کٹ کر نہیں رہے، اور کسی بھی جماعت میں آپ سے الگ نہ ہوئے، مشورہ اور دیگر نظام مملکت میں برابر آپ کے ساتھ رہتے۔ حافظ ابن کثیر اور دیگر کئی محقق علماء کی رائے ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے لیے پہلی بیعت کے چھ مہینے بعد یعنی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد علی رضی اللہ عنہ نے اپنی پہلی بیعت کی تجدید کی تھی اور اس بیعت سے متعلق متعدد صحیح روایات ثابت بھی ہیں اسی دوسری بیعت کی وجہ سے شاید بعض راویوں کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ علی رضی اللہ عنہ نے اس سے پہلے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت نہ کی تھی اس لیے بیعت اولیٰ کا انکار کردیا، حالانکہ اصولی اعتبار سے کسی واقعہ کے اثبات کو اس کی نفی پر ترجیح حاصل ہوتی ہے۔ ❸

---

❶ البدایة النهایة (٦/ ٣٤١) اس کی سند ''جید'' ہے خلافة ابی بکر ص: (٦٧) .

❷ السنة / عبداللہ بن احمد (٢/ ٥٦٣) اس کی سند کے تمام رجال ثقہ ہیں۔

❸ البدایة والنهایة (٥/ ٤٩)

فائدہ: عربی زبان میں ''الامام علی جدل الحقیقة والمسلمین الوصیة والشوری'' نام کی ایک کتاب ہے جو ''محمود محمد العلی'' کی تالیف ہے، مولف نے اس کتاب میں پیش نظر موضوع وواقعہ کی حقیقت تک پہنچنے کے لیے کافی ہاتھ پیر مارے ہیں اور اپنی رائے درست ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ مسئلہ کی بحث وتمحیص، اور واقعہ کا تجزیہ وتحلیل کرنے میں روافض شیعہ کے منہج اور شہد میں زہر ملا کر پیش کرنے سے بچ نہ سکے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وصیت نبوی کی بنا پر علی رضی اللہ عنہ ہی خلیفہ اول بننے کے زیادہ مستحق تھے۔ تو قاری کو خبر دار رہنے کی ضرورت ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جنگ ارتداد میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مکمل تائید و مدد میں:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ زندگی بھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سچے خیر خواہ اور مشیر تھے، ہر معاملہ میں اسی بات کو ترجیح دیتے جس میں اسلام اور مسلمانوں کی بہبودی اور بہتری مضمر ہو، اس کا انتہائی روشن، ناقابل انکار کھلا ثبوت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مسلمانوں کا اتحاد اور خلافت کی بقا سے زیادہ کوئی شے ان کو عزیز نہ تھی، یہ واقعہ ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ مرتدین سے جنگ کرنے اور ان کے خلاف فوجی کارروائیوں کی بذات خود قیادت کرنے کے خواہاں تھے، اور اس سلسلے میں ذوالقصہ جانے کے لیے پابہ رکاب تھے جو ایک انتہائی خطرناک اقدام تھا، جس سے نہ صرف ان کی ذات بلکہ پورے اسلامی وجود کو خطرہ لاحق تھا۔ ❶

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ ذوالقصہ کے لیے تیار ہوئے، اور اپنی سواری (اونٹنی) پر بیٹھ گئے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس کی مہار پکڑ لی اور کہا: اے خلیفۂ رسول کدھر جانے کا ارادہ ہے؟ میں آپ کے لیے وہی کہتا ہوں جو احد کے موقع پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

((لُمَّ سَيْفَكَ وَلَا تَفْجَعْنَا بِنَفْسِكَ، وَارْجِعْ إِلَى الْمَدِينَةِ، فَوَاللّٰهِ لَئِنْ فُجِعْنَا بِكَ لَا يَكُونُ لِلْإِسْلَامِ نِظَامٌ أَبَدًا.))

''اپنی تلوار نیام میں رکھو اور ہم سب کو اپنی دائمی جدائی کا صدمہ نہ دو اور مدینہ واپس لوٹ جاؤ، اللہ کی قسم! اگر آپ کو کچھ ہو گیا تو اسلام کا شیرازہ ہمیشہ کے لیے بکھر جائے گا۔''

چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ واپس پلٹ گئے۔ ❷ علی رضی اللہ عنہ کا - اللہ کی پناہ - اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کی خلافت کی طرف سے دل صاف نہ ہوتا تو ان کے لیے یہ سنہری موقع تھا جس سے بآسانی فائدہ اٹھایا جا سکتا تھا، وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنی حالت پر چھوڑ دیتے، کیا تعجب تھا کہ ان کا رشتہ حیات ہی منقطع ہو جاتا اور آپ کے لیے فضا ہموار ہو جاتی، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر (خاکم بدہن)۔ اگر واقعی وہ دل سے ابوبکر کو ناپسند کرتے اور ان سے گلوخلاصی چاہتے تھے تو وہ کسی کو اشارہ کر دیتے کہ ان کا کسی ترکیب سے کام ہی تمام کر دو جیسا کہ یہ سیاسی لوگوں کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ ❸

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ مرتدین سے جنگ لڑی جائے، چنانچہ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اے ابوالحسن! مرتدین کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے؟ تو علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے کہا: اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے جو کچھ وصول کرتے تھے اگر کچھ بھی آپ نے لینا چھوڑ دیا، تو آپ سنت کی خلاف ورزی کریں گے۔ انھوں نے کہا: اگر آپ یہ کہہ رہے ہیں تو میں ان سے ضرور جنگ لڑوں گا اگرچہ وہ ایک عقال (بکری کا چھوٹا بچہ، یا رسی) ہی روکنا چاہیں۔ ❹

---

❶ المرتضى / الندوی ص (۹۷). ❷ البدیة والنهایة: (٦/ ٣١٤، ٣١٥).

❸ المرتضى / الندوی ص: (۹۷).

❹ المختصر من کتاب الموافقة بین أهل البیت و الصحابة/ الزمخشری، ص (٤٨) الریاض النضرة، ص (٦٧٠)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اپنی ذات پر سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ترجیح وافضیلت خود علی رضی اللہ عنہ کی زبانی:

اس سلسلے میں صراحت سے علی رضی اللہ عنہ سے متعدد آثار وروایات ثابت ہیں:

۱۔ محمد بن الحنفیہ رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں نے اپنے باپ (علی رضی اللہ عنہ) سے پوچھا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے افضل کون ہے؟ انھوں نے جواب دیا: ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ میں نے پوچھا: پھر کون؟ انھوں نے جواب دیا: عمر رضی اللہ عنہ، چونکہ میں ڈر رہا تھا کہ اس کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ کا نام نہ لے لیں، اس لیے میں نے کہا: پھر آپ ہیں؟ انھوں نے کہا: میں مسلمانوں کا ایک فرد ہوں۔ ❶

۲: ایک مرتبہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تمھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کے افضل ترین شخص کے متعلق نہ بتاؤں؟ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر فرمایا: کیا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے بعد اس امت کے سب سے افضل ترین فرد کی خبر نہ دوں؟ وہ عمر (رضی اللہ عنہ) ہیں۔ ❷

۳: ابووائل شقیق بن سلمہ سے روایت ہے کہ سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: کیا آپ ہمارے لیے کسی خلیفہ کو نامزد نہیں کریں گے؟ آپ کہنے لگے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خلیفہ نامزد نہیں کیا تھا کہ میں کسی کو نامزد کردوں، تاہم اگر اللہ نے لوگوں کے ساتھ بھلائی کیا تو انھیں میرے بعد اپنے سب سے بہتر بندہ پر جمع کردے گا، جیسے کہ انھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کے سب سے بہتر بندے پر متفق کردیا تھا۔ ❸

۴: سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں نے کسی سے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر مجھے فوقیت دیتے ہوئے اور افضل کہتے ہوئے سنا تو اس پر تہمت کی حد جاری کروں گا۔ ❹

۵: اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے آپ نے کہا، ہم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی کو خلافت کا زیادہ اہل سمجھا۔

علاوہ ازیں ایسے بہت سے اخبار وآثار ہیں جن سے علی اور ابوبکر رضی اللہ عنہما کے درمیان خوشگوار اور قلبی تعلقات ثابت ہوتے ہیں چند ایک کو بالاختصار یہاں نقل کیا جارہا ہے:

الف:...... عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چند ہی دنوں بعد عصر کی نماز پڑھ کر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد سے باہر نکلا، ان کے پہلو میں علی رضی اللہ عنہ چل رہے تھے، آپ حسن بن علی (رضی اللہ عنہما) کے پاس سے گزرے اور دیکھا تو وہ محلے کے بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے، آپ نے انھیں اپنے کندھے پر اٹھالیا اور یہ شعر پڑھنے لگے ع

بِـأَبِـیْ شَبِیْـهٌ بِـالـنَّبِـیِّ لَیْـسَ شَبِیْهًـا لِـعَـلِـیِّ

❶ صحیح البخاری فضائل الصحابة (۳۶۷۱).

❷ مسند أحمد (۱/ ۱۰۶، ۱۱۰) احمد شاکر نے اس حدیث کی زیادہ تر اسناد کو صحیح کہا ہے۔

❸ المستدرك (۲/ ۷۹) امام حاکم نے صحیح الاسناد قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

❹ فضائل الصحابة (۱/ ۸۳) اس کی سند میں ضعف ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''میرے باپ قربان ہوں، حسن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مشابہ ہیں، علی کے نہیں۔''

علی رضی اللہ عنہ یہ سن کر ہنس رہے تھے۔ ❶

ب:...... سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ جو شخص ایک بالشت ہی مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہوا اس نے اسلام کا پھندا اپنے گلے سے اتار پھینکا۔ ❷

آپ کے اس قول کے ہوتے ہوئے کیا یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ آپ کے قول وفعل میں تضاد رہا ہوگا حالانکہ آپ اختلاف سے نفرت کرتے تھے اور جماعت کے حریص تھے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جو شخص ابوبکر اور علی رضی اللہ عنہما کے درمیان صدیقی باز پرس اور مرتضوی اعتذار اور پھر اس کے نتیجے میں بیعت خلافت پر اتفاق پر غور کرے گا اسے ماننا ہوگا کہ دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کی فضیلت واحترام کے قائل تھے اور باہمی محبت اور تقدس پر دونوں متفق تھے، انسانی طبیعت اگرچہ کبھی کبھی خواہشات سے مغلوب ہوجایا کرتی ہے، لیکن دین پسندی اس کا انکار کرتی ہے۔ واللہ الموفق۔'' ❸

جہاں تک زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے پیچھے رہ جانے کا تعلق ہے تو واضح رہے کہ وہ روایت بسند صحیح ثابت نہیں ہے، بلکہ اس کے بالمقابل ایسی روایات ہیں جو اس قول کی تردید کرتی ہیں اور پہلے ہی مرحلے میں آپ کی بیعت ثابت کرتی ہیں، انھیں میں سے ایک ابوسعید رضی اللہ عنہ کی گزشتہ حدیث بھی ہے۔ ❹

ج:...... امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''علی رضی اللہ عنہ سے بسند تواتر ثابت ہے کہ انھوں نے فرمایا، اس امت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل شخص ابوبکر، پھر عمر رضی اللہ عنہما ہیں، یہ روایت بہت سی سندوں سے ثابت ہے، یہاں تک کہا گیا ہے کہ اس کی تقریباً اَسّی (۸۰) سندیں ہیں اور ایسے ہی آپ سے یہ قول بھی مروی ہے کہ آپ فرماتے تھے: اگر میرے پاس کوئی ایسا آدمی لایا گیا جو ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر مجھے فضیلت دیتا ہوگا تو میں اس پر تہمت کی حد نافذ کروں گا۔'' ❺

آپ نے یہ بات کبھی نہیں کہی کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ خلافت کا حق دار ہوں، بلکہ کسی نے بھی کسی خاص فرد کے سلسلہ میں یہ نہیں کہا کہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ خلافت کا حق دار ہے۔ خانوادۂ رسول کے ساتھ اختصاصِ خلافت کا وہی شخص قائل ہوسکتا ہے جس میں جاہلیت کے آثار باقی ہوں، خواہ وہ عربی النسل ہو، یا فارسی کیونکہ اہل عرب زمانہ جاہلیت میں سرداروں ہی کے خانوادے کو قیادت کے لیے مقدم کرتے تھے۔ ایسے ہی اہل فارس بھی شاہِ عجم کے خانوادے کو آگے رکھتے تھے، پس خانوادۂ نبوت کے بارے میں بھی ایسی باتیں کسی سے منقول ہیں تو اس کا

❶ مسند أحمد (۱/ ۱۷۰) اس کی سند صحیح ہے۔ تحقیق علامہ احمد شاکر۔

❷ مصنف ابن أبي شيبة (۱۵، ۲٤) ابوطارق الازدی سے مرسلاً مروی ہے، وہ صدوق ہیں اور سند کے رجال ثقہ ہیں دیکھئے: خلافة أبي بكر صديق ص: (۸۰).

❸ فتح الباري (۷/ ٤۹۵) .

❹ خلافة أبي بكر الصديق / عبدالعزيز سليمان ص: (۸۱) .

❺ منهاج السنة (۳/ ۱٦۲) .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اشارہ اسی طرف ہے۔ ❶

د:...... علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ''صدیق'' کا لقب، اور ان کی بہادری وسبقت الی الخیرات کی شہادت:

یحییٰ بن حکیم بن سعد سے روایت ہے کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کو حلفیہ کہتے ہوئے سنا: ''اللہ کی قسم! ابوبکر کا صدیق لقب اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نازل فرمایا ہے۔'' ❷

صلہ بن زفر العبسی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جب کبھی علی رضی اللہ عنہ کے پاس ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوتا تو فرماتے: سبقت لے جانے والے کی بات کرتے ہو، اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جب کبھی ہم نے خیر کے کاموں میں حصہ لیا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ اس میں ہم سے آگے نکل گئے۔ ❸

محمد بن عقیل بن ابی طالب سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے ہمارے درمیان خطبہ دیا، اور فرمایا: اے لوگو! بتاؤ کون سب سے بہادر ہے؟ ہم نے کہا: آپ اے امیر المومنین، آپ نے فرمایا: نہیں، بلکہ وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ غزوۂ بدر کے موقع پر جب ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سائبان لگا رہے تھے تو ہم نے کہا: کون ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے رہے گا تاکہ کوئی مشرک آپ کو تکلیف نہ دے سکے؟ اس وقت صرف ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ ذمہ داری قبول کی تھی، ننگی تلوار سونتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے کھڑے ہوگئے، جب کوئی بھی دشمن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب آتا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) تلوار لے کر اس کی طرف دوڑتے، میں نے وہ منظر دیکھا ہے کہ جب قریش نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خانۂ کعبہ کے پاس پکڑ لیا تھا، آپ کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر کہہ رہے تھے: ''تم نے کئی معبودوں کو ایک معبود بنا دیا ہے؟'' اس وقت صرف ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کی مدد کے لیے آگے بڑھے تھے، ان کے بالوں کی دو لٹیں تھیں، وہ رسول اللہ کو بچاتے ہوئے کبھی اپنے دائیں والوں کو گھونسے مارتے اور کبھی بائیں والوں کو اور کہتے: ''کیا تم لوگ اس آدمی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس لیے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب صرف اللہ ہے، وہ تمھارے رب کے پاس سے تمھارے لیے نشانیاں لے کر آیا ہے۔'' اس اٹھا پٹک میں ابوبکر کی ایک لٹ بھی کٹ گئی، پھر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: میں تمھیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں، ذرا بتاؤ کہ آل فرعون کا وہ مرد مومن (جس نے موسیٰ علیہ السلام کا تعاون کیا تھا) بہتر تھا یا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں؟ کسی نے کوئی جواب نہ دیا، پھر آپ نے خود ہی کہا: اللہ کی قسم! ابوبکر کا وہ ایک دن آل فرعون کے مرد مومن سے کہیں بہتر ہے، اس مرد مومن نے اپنے ایمان کو چھپائے رکھا، تو اللہ نے اس کی تعریف کی جب کہ یہ ابوبکر ہیں جنھوں نے اپنے جسم وجاں کو اللہ کے راستے میں قربان کر دیا۔ ❹

---

❶ منهاج السنة (۳/ ۲٦۹) مرويات ابی مخنف ص: (۳۰۹).

❷ المعجم الكبير / الطبرانی (۱/ ۵۵) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا: اس کے رجال ثقہ ہیں۔ دیکھئے: فتح الباری

❸ المعجم الاوسط / الطبرانی (۷/ ۲۰۷، ۲۰۸) اس کی سند ضعیف ہے۔

❹ المستدرك / حاكم (۳/ ٦۷) امام حاکم رحمہ اللہ نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے، اور صحیح مسلم کے شرط پر ہے، اور امام ذہبی نے حاکم کی موافقت کی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت میں علی رضی اللہ عنہ کا نماز پڑھنا اور ان کے ہدیے و تحفے قبول کرنا:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو صدق دل سے تسلیم کرتے تھے۔ معاملات و مسائل میں ان کے شریک کار ہوتے، ان کے ہدایا و تحائف قبول فرماتے، شکایتوں کو ان کے پاس لیجاتے اور ان کے پیچھے نماز پڑھتے تھے، آپ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سچی عقیدت رکھتے تھے، وہ جس کو ناپسند کرتے یہ بھی اسے ناپسند کرتے تھے۔ ❶ اس حقیقت کا اعتراف یعقوبی جیسے متعصب شیعہ مورخ نے بھی کیا ہے، جو کہ خلفائے راشدین کا دیگر اصحاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تابعین و تبع تابعین وغیرہ کا ایک بڑا حریف ہے، چنانچہ خلافت صدیقی کے تذکرے میں لکھتا ہے: ''جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رومیوں سے محاذ آرائی کا ارادہ کیا تو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلہ میں مشورہ کیا، لیکن وہ لوگ آگے پیچھے ہونے لگے، پھر انھوں نے علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیا، آپ نے مشورہ دیا کہ جنگ لڑی جائے، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا اگر میں یہ اقدام کردوں تو کامیابی کی امید ہے؟ علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: آپ کو خیر کی مبارکباد ہے، چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع کیا، پھر خطبہ دیا اور سب کو حکم دیا کہ رومیوں سے جنگ لڑنے کے لیے تیاری کریں۔''

دوسری راویت میں ہے کہ آپ نے علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیسے اور کس وجہ سے آپ خیر کی مبارکباد دے رہے ہیں؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اس مبارکباد کی اساس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دیتے ہوئے سنا تھا، پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابوالحسن، اللہ آپ کو شادماں رکھے! تم نے مجھے یہ سنا کر بہت خوش کردیا۔ یعقوبی آگے لکھتا ہے:

> ''ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی خلافت میں جن لوگوں سے معاملہ فہمی میں تعاون و مشورہ لیتے تھے ان میں علی بن ابی طالب، عمر بن خطاب، معاذ بن جبل، ابی بن کعب، زید بن ثابت، اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین پیش پیش تھے۔'' ❷

تو دیگر بزرگ صحابہ سے پہلے علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وہ باہم خوشگوار میل ملاپ رکھتے تھے اور علی رضی اللہ عنہ کو مشورہ اور قضاء وغیرہ میں پیش پیش رکھتے۔ ❸ چنانچہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس یہ تحریر بھیجی کہ عرب کے ایک علاقے میں انھیں ایک ایسا آدمی ملا ہے جو عورتوں کی طرح نکاح کرتا ہے۔ (یعنی ہم جنس پرستی کرتا ہے) تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ لیا، ان میں علی رضی اللہ عنہ بھی تھے، آپ کا مشورہ یہ تھا کہ یہ ایسا گناہ ہے جسے روئے زمین پر ایک امت (قوم لوط) کے علاوہ کسی نے نہیں کیا اور اللہ نے اسے جو سزا دیا وہ آپ سب لوگ جانتے ہو، میری رائے ہے کہ اسے آگ میں جلا دیا جائے، پھر تمام صحابہ اسی رائے پر متفق ہوگئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے جلانے کا حکم دے دیا۔ ❹

---

❶ الشیعة وأهل البیت/ احسان الٰہی ظهیر ص (٦٩).
❷ تاریخ الیعقوبی (٢/ ١٣٢/ ١٣٨) بحواله الشیعه وأهل البیت ص (٧٠).
❸ الشیعة و أهل البیت ص (٧٠).
❹ المغنی مع الشرح الکبیر (١٢/ ٢٢٠) المختصر من کتاب الموافقة ص (٥١).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیدنا علی رضی اللہ عنہ، ابوبکر رضی اللہ عنہ کے احکام پر بصد شوق عمل بھی کرتے تھے، ایک مرتبہ کافروں کا ایک وفد مدینہ آیا، اس وقت بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم مرتدین و باغیوں کی سرکوبی اور ان سے جنگ کے لیے مدینہ سے باہر گئے ہوئے تھے۔ کافروں کے دلوں میں کچھ شیطنت آ سکتی تھی کہ اس وقت یہاں مسلمان تھوڑے اور کمزور ہیں، پس ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھانپ لیا کہ اسلامی دارالحکومت اور مسلمانوں کے لیے یہ لوگ خطرہ ہیں، اس لیے آپ نے شہر مدینہ پر پہرہ لگا دیا، اور علی، زبیر، طلحہ، اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کو پہرے دار جماعتوں کا صدر بنا دیا، جب تک یہ لوگ ان کافروں سے مامون نہ ہو گئے اپنی ذمہ داری نبھاتے رہے۔ ❶

سیدنا علی اور ابوبکر رضی اللہ عنہما کے درمیان کامل اعتماد، اخوت، ہمدردی و غمگساری ہی کا نتیجہ تھا کہ علی رضی اللہ عنہ سید اہل بیت اور نواسۂ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے باپ ہوتے ہوئے بھائیوں اور دوستوں کی طرح ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہدایا و تحائف قبول کرتے تھے، چنانچہ معرکۂ عین التمر میں ''صہباء'' نامی گرفتار شدہ لونڈی کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے بطور ہدیہ قبول کیا اور اس کے بطن سے آپ کو عمر اور رقیہ نام کی دو اولادیں ہوئیں۔ ❷

اسی طرح جنگ یمامہ میں دیگر قیدیوں کے ساتھ خولہ بنت جعفر بن قیس بھی قید کی گئیں، اسے بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو بطور ہدیہ دیا اور اس کے بطن سے آپ کے لڑکے محمد بن الحنفیہ پیدا ہوئے، چونکہ خولہ مرتدین کی جنگ میں قید کی گئی تھیں، ان کا تعلق بنو حنیفہ سے تھا اس لیے جس قبیلہ سے ان کا تعلق تھا اس کی طرف ان کے بیٹے کو منسوب کر دیا گیا اور انھیں محمد بن الحنفیہ کہا جانے لگا۔ ❸ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر صحابہ کرام کی بیعت کا تذکرہ کرتے ہوئے جوینی لکھتے ہیں:

> ''تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اطاعت قبول کر لی، علی رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اطاعت قبول کی، اور سب کے سامنے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی، اور بنو حنیفہ (کے مرتدین) سے جنگ کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے'' ❹

متعدد روایات میں وارد ہے کہ علی رضی اللہ عنہ، اور آپ کی اولاد نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے خمس، فے اور دیگر مالی تحائف قبول کیے، بلکہ علی رضی اللہ عنہ آپ کے عہد میں اموال خمس، و فے کے متولی و تقسیم کار تھے اور یہ اموال آپ ہی کے پاس تھے، پھر نسلاً بعد نسل حسن، حسین، حسن بن حسن اور زید بن حسن کے ہاتھوں میں منتقل ہوتے رہے۔ ❺ علی رضی اللہ عنہ پانچ وقت کی نماز مسجد میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے پڑھتے رہے، ان کی امامت پر بصد احترام مطمئن تھے اور لوگوں کے سامنے ہمیشہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اتفاق اور محبت کا اظہار کرتے رہے۔ ❻

---

❶ تاریخ طبری (٤/ ٦٤) بحوالہ الشیعہ وأهل البیت ص (٧١).

❷ الطبقات / ابن سعد (٣/ ٢٠) البدایة والنهایة (٧/ ٣٣١، ٣٣٣).

❸ الطبقات / ابن سعد (٣/ ٢٠).

❹ الإرشاد / الجوینی ص: (٤٢٨) بحوالہ: أصول مذهب الشیعة الإمامیة الإثنا عشریة قفاری (١/ ٨٥).

❺ الشیعہ واهل البیت ص (٧٢). ❻ الشیعہ واهل البیت ص (٧٢).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح علی رضی اللہ عنہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بعض حدیثیں بھی روایت کی ہیں، چنانچہ اسماء بن حکم الفزاری سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی علم راست طور سے سنتا تو اللہ تعالیٰ اس سے مجھے فائدہ دیتا، اور جب کوئی دوسرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مجھے بتاتا تو میں اس سے قسم لیتا تھا، اگر وہ قسم کھالیتا تب میں اسے صحیح مانتا، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے ایک حدیث بیان کی اور یقیناً سچ بیان کی۔ انھوں نے کہا کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((مَا مِنْ عَبْدٍ مُّسْلِمٍ یَذْنَبُ ذَنْبًا ثُمَّ یَتَوَضَّأُ فَیُحْسِنُ الْوُضُوْءَ ثُمَّ یُصَلِّی رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ یَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ إِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ.)) ❶

''مسلمان بندہ اگر کوئی گناہ کرتا ہے، پھر وضو کرتا ہے اور اچھی طرح وضو کرتا ہے، پھر دو رکعت نماز پڑھتا ہے پھر اللہ سے مغفرت کی دعا مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ یقیناً اسے معاف فرما دیتا ہے۔''

جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے تو آپ کے صحابہ کے درمیان تدفین کے سلسلے میں اختلاف ہوا، کسی نے کہا، آپ کو بقیع الغرقد میں دفن کیا جائے، کسی نے کہا عام جنازے کی جگہ میں دفن کیا جائے اور کچھ لوگوں نے کہا: آپ کے صحابہ کے بالمقابل آپ کو دفن کیا جائے، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، یہاں سے پیچھے ہٹ جاؤ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موت وحیات کسی حالت میں آواز بلند کرنا مناسب نہیں ہے، علی رضی اللہ عنہ کہنے لگے ابوبکر اپنی بات میں بالکل صادق وامین ہیں، پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ بات بتائی تھی کہ جب بھی کسی نبی کی وفات ہوئی تو جہاں اس کی روح قبض ہوئی وہیں وہ دفن کیا گیا۔ ❷

اسی طرح مصاحف کی جمع وتدوین پر علی رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا! مصاحف کی حفاظت کے تعلق سے لوگوں میں سب سے زیادہ ثواب کے مستحق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے اسے دو دفتیوں (گتوں) کے درمیان جمع کیا۔ ❸

میراث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ابوبکر صدیق اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا معاملہ:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ فاطمہ اور عباس رضی اللہ عنہما ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور رسول اللہ کی میراث کا مطالبہ کرنے لگے، وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فدک کی زمین اور خیبر کا حصہ طلب کر رہے تھے۔ ان دونوں سے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا ہے:

((لَا نُوْرِثُ مَا تَرَکْنَا صَدَقَةٌ إِنَّمَا یَأْکُلُ آلُ مُحَمَّدٍ مِنْ هٰذَا الْمَالِ.)) ❹

---

❶ مسند أحمد، حدیث نمبر (٤٧).

❷ مسند أحمد (١ / ٨) اس کی سند ضعیف ہے، بتحقیق احمد شاکر، اور حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری (۱/۶۳۱) میں کہا کہ اس کی سند صحیح ہے، لیکن روایت موقوف ہے۔

❸ المختصر من کتاب الموافقة ص (٤٤).

❹ صحیح البخاری، حدیث نمبر (٦٧٢٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، جو کچھ ہم چھوڑیں وہ سب صدقہ ہے۔ بلاشبہ آل محمد اسی مال میں سے اپنا خرچ پورا کرے گی۔''

دوسری روایت میں ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں ایسی کوئی بات چھوڑ نہیں سکتا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے، میں ڈرتا ہوں کہ اگر آپ کے کسی کام کو چھوڑ دوں تو ہلاک نہ ہو جاؤں۔ ❶ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو آپ کی بیویوں نے چاہا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجیں، تاکہ ان سے اپنی میراث طلب کریں، لیکن عائشہ رضی اللہ عنہا نے انھیں یاد دلایا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا:

((لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ .)) ❷

''ہماری وراثت تقسیم نہیں ہوتی، ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔''

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يَقْتَسِمُ وَرَثَتِيْ دِيْنَارًا ، مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِيْ وَمَؤُنَةِ عَامِلِيْ فَهُوَ صَدَقَةٌ .)) ❸

''میرا ورثہ دینار کی شکل میں تقسیم نہ ہوگا، میں نے اپنی بیویوں کے اخراجات اور اپنے عاملوں کی اجرت کے بعد جو کچھ چھوڑا ہے وہ سب صدقہ ہے۔''

پس میراث نبوی کے متعلق ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جو بھی برتاؤ کیا انھیں فرامین نبوی کی پیروی، اور ارشاد نبوی کی بجا آوری میں کیا اور اسی لیے آپ یہ حوالہ دیتے رہے کہ میں ایسی کوئی بات چھوڑ نہیں سکتا جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے، میں بھی وہی کروں گا۔ ❹ اور یہ کہ واللہ! میں ایسی کوئی بات نہ ہونے دوں گا، بلکہ جسے میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا ہوگا وہ میں بھی کروں گا۔ ❺

چنانچہ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے دلیل دی، اور اسے واضح کیا تو فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے اس سلسلے میں حجت و مطالبہ چھوڑ دیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ حق اور فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سر تسلیم خم کر دینے والی خاتون تھیں۔ امام ابن قتیبہ ❻ فرماتے ہیں:

''میراث نبی کے متعلق فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے جھگڑنا کوئی معیوب بات نہیں ہے، کیونکہ انھیں اس سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا علم نہ تھا، وہ یہی جانتی تھیں کہ جس طرح اولادیں اپنے باپوں کی جائداد کی وارث ہوتی ہیں میں بھی اسی طرح اپنے ابا کے جائداد کی وارث ہوں، لیکن جب

---

❶ صحیح مسلم، حدیث نمبر (۱۷۵۹)

❷ صحیح البخاری، حدیث نمبر (۶۷۳۰)، صحیح مسلم (۱۷۵۸)

❸ صحیح البخاری (۳۰۹۶).

❹ صحیح مسلم، حدیث نمبر (۱۷۵۸)

❺ صحیح البخاری حدیث نمبر (۶۷۲۶).

❻ شذرات الذهب (۲/ ۱۶۹).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انھیں حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سنائی گئی تو وہ اپنے مطالبہ سے باز آ گئیں۔" ❶

میراث نبوی کے واقعہ کو روافض نے کافی رنگ و روغن لگا کر پیش کیا ہے، صاف سیدھی بات اور واضح و صحیح نصوص شریعت سے ہٹ کر اس واقعہ میں خوب خوب مبالغہ آرائی کی ہے اور اس معاملہ کو خلافت سے جوڑتے ہوئے صحابہ کرام اور آل بیت (رضی اللہ عنہم اجمعین) کے درمیان اسے اختلاف کی اصل وجہ قرار دیا ہے، اور تمام صحابہ کرام پر یہ تہمت لگائی ہے کہ انھوں نے اہل بیت (رضی اللہ عنہم اجمعین) پر ظلم کیا، خاص طور سے (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) نے کہ انھوں نے اہل بیت سے خلافت کو غصب کر لیا، ان کے اموال اور حقوق کو ان دونوں نے چھین لیا، روافض اپنے عقیدہ و بیان کے مطابق فدک کی زمین اور فاطمہ کی وراثت سے محرومی کے واقعہ کو اس بات کے لیے سب سے اہم مسئلہ قرار دیتے ہیں کہ ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نے خلافت کو غصب کیا اور پھر صحابہ دیگر خلفاء کے ہاتھوں خلافت کو یکے بعد دیگرے منتقل کرتے رہے، ان سب کا مقصد یہ تھا کہ مبادا لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت اہل بیت کے ہاتھوں میں ہونے کی وجہ سے ان کی طرف مائل نہ ہو جائیں اور پھر ان کے ہاتھوں پر بیعت کر کے ہمیں خلافت سے بے دخل کر دیں۔ ❷

لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اس مسئلہ میں روافض کی مستند ترین کتابوں کا مطالعہ کرے گا وہ اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ ان کی تمام تر تحریریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے انکار کے لیے کوشاں ہیں:

((نَحْنُ مَعَاشَرُ الْاَنْبِيَاءِ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ .)) ❸

"ہم انبیاء کی جماعت کا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو کچھ چھوڑ کر جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔"

اس حدیث کی ابطال و تردید کے لیے کوشاں روافض کے چند دلائل کو یہاں ذکر کیا جا رہا ہے:

یہ حدیث ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی من گھڑت ہے:

الحِلّی کا کہنا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ابوبکر کی من گھڑت بات یعنی: "مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ" کو ماننے سے انکار کر دیا۔ مزید لکھتا ہے:

"ابوبکر نے اس سلسلے میں ایسی روایت کا سہارا لیا جس کے وہ تنہا ناقل ہیں۔" ❹

مجلسی صراحت سے یہ لکھنے کے بعد کہ ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) نے فدک کی زمین کو غصب کر لیا، لکھتا ہے:

"اپنی اسی حرکت کو جائز کرنے کے لیے انھوں نے یہ خبیث اور جھوٹی روایت گھڑ لی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: نَحْنُ مَعَاشَرُ الْاَنْبِيَاءِ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ ." ❺

اور خمینی اس سلسلے میں اپنا موقف اس طرح بیان کرتا ہے:

"میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں جو حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کی جاتی ہے وہ قطعاً صحیح

❶ تاویل مختلف الحدیث ص: (۹/ ۱) . ❷ العقیدة فی أهل البیت بین الإفراط والتفریط ص: (٤٣٥) .
❸ صحیح مسلم حدیث نمبر (۱۷۵۸) .
❹ منهاج الکرامة مع منهاج السنة (٤/ ١٩٣) بحواله العقیدة فی أهل البیت، ص (٤٤٣)
❺ حق الیقین ص (۱۹۱) بحواله العقیدة فی أهل البیت، ص (٤٤٣)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہے۔ اسے ذریت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو نیست و نابود کرنے کے لیے بیان کیا گیا ہے۔'' ❶

ان تہمتوں کے جواب میں ہم عرض کریں گے یہ سب باتیں خالص جھوٹ اور واضح افترا پردازیاں ہیں، اس روایت کو نقل کرنے والے تنہا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی نہیں ہیں، بلکہ فرمان نبوی ((لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَاهُ فَهُوَ صَدَقَةٌ)) کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد، عبدالرحمٰن بن عوف، عباس بن عبدالمطلب، ازواج مطہرات، ابوہریرہ اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی روایت کیا ہے۔ ❷

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''صحاح اور مسانید کی کتابوں میں ان لوگوں سے یہ روایت ثابت اور مشہور ہے، حدیث سے واقفیت رکھنے والے علماء اسے اچھی طرح جانتے ہیں، ایسی صورت میں کسی کا یہ کہنا کہ اس روایت کو صرف ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے نقل کیا ہے، اس کی جہالت کی انتہا اور صریح تہمت تراشی ہے۔'' ❸

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس حدیث کے راویوں کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''روافض کا گمان غلط ہے اگر تنہا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہی اس روایت کو بیان کرتے تو بھی روئے زمین کے باشندوں کے لیے ضروری تھا کہ آپ کی روایت کو تسلیم کریں اور ان کی بات مانیں۔'' ❹

اس موضوع پر ایک مایہ ناز کتاب "العقيدة في أهل البيت بين الافراط والتفريط" کے مولف ڈاکٹر سلیمان بن رجاء السحیمی فرماتے ہیں:

''ہماری بات کی تائید خود روافض کی ان اہم ترین کتابوں سے ہوتی ہے، جن میں انھوں نے اپنے عقیدہ کے مطابق پانچویں امام معصوم، امام جعفر الصادق سے یہ روایت نقل کی ہے، جسے کلینی، صفار اور مفید وغیرہ نے اپنی کتابوں میں اس طرح لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَطْلُبُ فِيْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ بِهِ طَرِيْقًا إِلَى الْجَنَّةِ، وَالْعُلَمَاءُ أُمَنَاءُ، وَالْأَتْقِيَاءُ حُصُوْنٌ، وَالْأَوْصِيَاءُ سَادَةٌ وَفَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلَى سَائِرِ النُّجُوْمِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَلٰكِنْ وَرَّثُوا الْعِلْمَ، فَمَنْ أَخَذَ مِنْهُ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ.)) ❺

''جو شخص علم کی تلاش میں باہر نکلا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دے گا، علماء قوم کے امانت دار ہیں، پرہیزگار قوم کے قلعے ہیں اوصیاء قوم کے سردار ہیں، عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کو تمام ستاروں پر، علماء انبیاء کے وراث ہیں، انبیاء نے وارثت میں

❶ كشف الأسرار/ الخميني (ص ١٣٣-١٣٣). ❷ العقيدة في أهل البيت، ص (٤٤٣).
❸ منهاج السنة / ابن تيميه (٤/ ١٩٩). ❹ البداية والنهاية (٥/ ٢٥٠).
❺ الكافي / الكليني (١/ ٣٢، ٣٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

درہم و دینار نہیں چھوڑا، البتہ علم کو وراثت میں چھوڑا، جس نے وہ علم سیکھ لیا، وہ پورا حصہ پا لیا۔"

ایک روایت میں اس طرح ہے:

((إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ ، وَذٰلِكَ أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِرْهَمًا وَلَا دِيْنَارًا ، وَإِنَّمَا أَوْرَثُوْا أَحَادِيْثَ مِنْ أَحَادِيْثِهِمْ .)) ❶

"بے شک علما انبیاء کے وارث ہیں، اس طرح کہ انبیاء وراثت میں درہم و دینار نہیں چھوڑتے انھوں نے اپنے اقوال و احادیث کو وارثت میں چھوڑا ہے۔"

امام جعفر صادق نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں آپ سے وارثت میں کیا پاؤں گا؟ آپ نے فرمایا: وہی جو انبیاء نے چھوڑا ہے۔ (یعنی علم)

○ یہ حدیث آیت میراث: ﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ ❷ (النساء: ۱۱) کے خلاف ہے۔ روافض کا دعویٰ ہے کہ اللہ نے آیت میراث کا حکم صرف امت کے لیے خاص کر کے آپ ﷺ کی ذات کو اس سے مستثنیٰ نہیں کیا۔ ❸ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ خطاب ان تمام حضرات کو شامل ہے جو اس خطاب سے مقصود ہیں، لیکن اس سے یہ لازم اور ضروری نہیں ہوتا کہ نبی کریم ﷺ بھی اس کے مخاطب ہوں، ❹ اس لیے کہ آپ ﷺ کو تمام احکام میں عام انسانوں پر قیاس کرنا درست نہیں ہے، آپ ﷺ تو مومنوں کے لیے ان کی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں، آپ کے لیے زکوٰۃ و صدقات کو اللہ تعالیٰ نے خاص طور سے حرام کر دیا جب کہ آپ کے امتی اس سے مستثنیٰ ہیں۔ آپ ﷺ کی کچھ امتیازات اور خصوصیات ہیں جو دوسروں کی نہیں ہیں، انھیں خصوصیات میں سے یہ بات بھی ہے کہ آپ ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کا کوئی وارث نہیں ہوتا، اس حکم کی تخصیص ان کے لیے درحقیقت اللہ کی طرف سے ایک حفاظت کا انتظام ہے تاکہ کوئی شخص ان کی نبوت کو یہ کہہ کر داغ دار نہ کر سکے کہ انبیاء نے دنیا طلب کی اور اسے اپنے وارثوں کے لیے چھوڑ گئے اور دوسرے انسان چونکہ نبی نہیں ہیں کہ ان کی نبوت داغ دار ہونے کا اندیشہ ہو اس لیے انہیں کوئی ممانعت نہ ہوئی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو امی بنا کر، لکھنے اور شعر گوئی سے محفوظ رکھ کر آپ کی نبوت کو اعتراضات و اشکالات سے پاک کیا، جبکہ دوسرے لوگوں کو اس پاکیزگی کی ضرورت نہ تھی۔ ❺

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ روافض کے استدلال کی تردید اس طرح کرتے ہیں: رسول اکرم ﷺ کو کچھ ایسی خصوصیات

---

❶ الکافی / الکلینی (۱/ ۳۲، ۳٤) بصائر الدرجات / الصفار ص (۱۰/ ۱۱) الاختصاص المفید ص (٤) دیکھیے: علم الیقین للکاشانی (۲/ ۷٤۷، ۷٤۸) بحواله العقیده لا هل البیت ص (٤٤٤).

❷ اللہ تمھیں تمھاری اولاد کے بارے میں حکم کرتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے"

❸ منهاج الكرامة مع منهاج السنة (٤/ ١٩٤). ❹ منهاج السنة (٤/ ١٩٤، ١٩٥).

❺ منهاج السنة (٤/ ١٩٤، ١٩٥) العقيدة في أهل البيت ص (٤٤٥).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ملیں جن میں دوسرے انبیاء علیہم السلام آپ کے شریک نہیں رہے، لہٰذا اگر یہ مان لیا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دیگر انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔ حالانکہ ایسی بات نہیں ہے تو بھی صحابہ کرام اور ان میں خاص طور سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو حدیث بیان کی ہے وہ اس تخصیص کی وضاحت ہے کہ یہ حکم صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے دوسرے انبیاء کے لیے نہیں۔ ❶ اس طرح روافض کا یہ دعویٰ یکسر باطل ہو جاتا ہے کہ یہ حدیث آیت میراث کے خلاف ہے۔

یہ حدیث دیگر دو آیات کے بھی خلاف ہے:

۱: ﴿وَ وَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ﴾ (النمل: ۱٦)

"اور سلیمان داؤد کا وارث بنا۔"

۲: اور زکریا علیہ السلام کے بارے میں اللہ نے فرمایا:

﴿وَ اِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَ كَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۝ يَّرِثُنِيْ وَ يَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ وَ اجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۝﴾ (مریم: ۵-٦)

"اور بے شک میں اپنے پیچھے قرابت داروں سے ڈرتا ہوں اور میری بیوی شروع سے بانجھ ہے، سو مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا کر۔ جو میرا وارث بنے اور آل یعقوب کا وارث بنے اور اے میرے رب! اسے پسند کیا ہوا بنا۔"

روافض کا استدلال یہ ہے کہ میراث کا مطلب ہے جائداد و اموال کا ترکہ اور مذکورہ آیات کی تفسیر میں کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہاں مال نہیں علم کی وراثت مراد ہے۔ ❷

روافض کی اس دلیل اور استدلال کا جواب یہ ہے کہ "میراث" کا کلمہ اسم جنس ہے اور اس کے ماتحت مختلف انواع ہیں، پس میراث کا لفظ علم، نبوت، بادشاہت اور منتقل ہونے والی دیگر چیزوں کی وراثت کے لیے بھی مستعمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا﴾ (فاطر: ۳۲)

"پھر ہم نے اس کتاب کے وارث اپنے وہ بندے بنائے جنھیں ہم نے چن لیا۔"

اور فرمایا:

﴿اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝﴾ (المؤمنون: ۱۰-۱۱)

"یہی لوگ ہیں جو وارث ہیں۔ جو فردوس کے وارث ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔"

ان کے علاوہ بھی کئی آیات ہیں جن میں انھیں معنوں میں وارث اور میراث کا لفظ وارد ہے۔ بہرحال مذکورہ

---

❶ البداية والنهاية (۵/ ۲۵٤).

❷ منهاج الكرامة ص (۱۰۹) بحواله العقيده في أهل البيت، اور الطرائف/ ابن طاووس ص (۳٤۷).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دلائل کی روشنی میں جب میراث کا لفظ صرف مال و جائداد کے لیے خاص نہیں رہا، تو اللہ کے فرمان ﴿وَ وَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ﴾ اور ﴿یَرِثُنِیْ وَ یَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ﴾ کے بارے میں بھی یہی کہا جائے گا کہ وہاں میراث کی جنس مراد ہے، نہ کہ صرف مال کی وراثت۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ داؤد علیہ السلام کے پاس سلیمان علیہ السلام کے علاوہ کئی اولادیں تھیں، اگر مال کا وارث بنانا مقصود ہوتا تو صرف سلیمان علیہ السلام کو خاص نہ کرتے، پس واضح ہے کہ اس وراثت سے مراد علم و نبوت کی وراثت ہے نہ کہ مال کی، علاوہ ازیں ایک قابل غور پہلو یہ بھی ہے کہ یہ آیت کریمہ سلیمان علیہ السلام کی مدح اور ان پر اللہ کی خاص نعمت کے اظہار کے لیے بیان کی گئی ہے اور وراثت میں صرف مال و جائداد کا ملنا کوئی قابل تعریف چیز نہیں ہے، کیونکہ وراثت میں مال و جائداد تو ہر انسان کو ملتی ہے، تو معلوم ہوا کہ یہاں وارثت کی خاص نوعیت مراد ہے۔

بالکل یہی معاملہ اللہ کے فرمان ﴿یَرِثُنِیْ وَ یَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ﴾ کا بھی ہے یعنی یہاں مال کی وراثت مراد نہیں ہے، کیونکہ اگر مال کی وراثت مان لی جائے تو صرف یحییٰ علیہ السلام آل یعقوب کے مال کے وارث نہیں ہوں گے بلکہ آپ کے علاوہ آل یعقوب کی دوسری اولادیں اور بقیہ ورثہ آل یعقوب کی جائداد کے وارث ہوں گے۔ (لہٰذا دعا کا فائدہ نہیں) [1]

اسی طرح زکریا کا یہ کہنا کہ ﴿وَ اِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ﴾ مجھے اپنے مرنے کے بعد اپنے قرابت داروں کا ڈر ہے، اس میں بھی اس بات کی کوئی دلیل نہیں کہ یہاں مال کی وراثت مراد ہے، اس لیے کہ زکریا علیہ السلام کو اپنی موت کے بعد اپنے اقرباء سے یہ خوف نہیں تھا کہ وہ آپ کا مال لے لیں گے۔ کیونکہ یہ ڈرنے کی کوئی چیز نہیں ہے، ایسا عموماً ہوتا ہے، اور پھر زکریا علیہ السلام بڑے دولت مند بھی نہ تھے، بلکہ بڑھئی کا کام کرتے تھے اور اپنے ہاتھوں کی کمائی کھاتے تھے۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں مذکور ہے۔ [2] اور زکریا علیہ السلام ایسے بھی نہ تھے کہ اپنی ضرورت وخوراک سے زیادہ مال بچا کر ذخیرہ اندوزی کرتے رہے ہوں کہ اس کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ سے اولاد کی شکل میں وارث کا مطالبہ کیا ہو، پس تمام قرائن و توضیحات اس بات کی دلیل ہیں کہ مذکورہ دونوں آیات میں نبوت کی وراثت اور اس کی ذمہ داریاں سنبھالنا مراد ہے۔ [3]

امام قرطبی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''زکریا علیہ السلام نے ایسی اولاد کے لیے دعا نہیں کی تھا جو آپ کے مال کا وارث بنے اس لیے کہ انبیاء کے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ آیت کریمہ کی یہی درست اور راجح تفسیر ہے، بلکہ زکریا علیہ السلام نے ایسی اولاد مانگی تھی جو ان کے ''علم'' اور نبوت کا وارث ہو، نہ کہ مال کا، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:

((إِنَّا مَعْشَرَ الْاَنْبِيَاءِ لَا نُوْرَثُ ، مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ .)) [4]

---

[1] منهاج السنة (٤/ ٢٢٢ـ ٢٢٤). [2] صحيح مسلم ، حديث نمبر (٢٣٧٩).

[3] منهاج السنة (٤/ ٢٢٥) البداية والنهاية (٥/ ٢٥٣)، العقيدة فى أهل البيت ، ص: ٤٤٨. [4] صحيح مسلم (١٧٥٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"ہم انبیاء کی جماعت کا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو کچھ چھوڑیں، صدقہ ہے۔"

مختصر یہ کہ یہ حدیث، فرمان الٰہی ﴿وَ وَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ﴾ کی ماثور تفسیر اور زکریا علیہ السلام کے قول: ﴿فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا يَّرِثُنِيْ وَ يَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ﴾ کی صریح ترجمانی ہے اور اس مسئلہ میں وارد شدہ عمومی احکامات کی تخصیص ہے۔ سلیمان علیہ السلام نے بھی اپنے باپ داؤد علیہ السلام سے وراثت میں مال نہیں حاصل کیا تھا، بلکہ انھیں علم اور حکمت وراثت میں ملی تھی، جیسے کہ یحییٰ علیہ السلام کو آل یعقوب سے یہی چیزیں وراثت میں ملی تھیں روافض کے علاوہ بقیہ علماء مفسرین نے یہی تفسیر کی ہے۔ ❶

اس مقام پر یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ وجوب میراث کے مسئلہ میں روافض تناقض کا شکار ہیں اور خود اپنی دلیل کی مخالفت کرتے ہیں، اس کی تفصیل یہ ہے کہ میراث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث صرف فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ٹھہراتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور عصبہ (اقرباء) کی شکل میں دیگر ورثاء کو اس سے محروم کر دیتے ہیں، اس طرح جن آیات کے عمومی خطاب سے اپنے مخالف پر حجت قائم کرتے ہیں وہ خود ہی اس کی مخالفت کرتے ہیں، چنانچہ صدوق نے اپنی سند سے ابوجعفر الباقر سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا "نہیں" ہرگز نہیں۔ اللہ کی قسم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وارث صرف فاطمہ تھیں، عباس رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ آپ کے وارث نہیں تھے۔ علی علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہتھیار وغیرہ اس وجہ سے لے لیا تھا کہ آپ کی طرف سے قرض سے ادا کیا تھا۔ ❷

اسی طرح کلینی، صدوق اور طوسی نے اپنی اپنی سند سے باقر سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: "علی علیہ السلام، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے وارث ہوئے اور فاطمہ علیہا السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ کی وارث ہوئیں۔" ❸

اتنا ہی نہیں بلکہ دوسرے مقامات پر بعض روافض مصنفین نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی وراثت سے محروم کیا ہے، ان کا عقیدہ ہے کہ عورتیں زمین اور غیر منقولہ جائداد کی وارث نہیں بن سکتیں، اس سلسلے میں ان کے یہاں متعدد روایات منقول ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ ابوجعفر صادق نے فرمایا: عورتیں زمین اور غیر منقولہ جائداد کی وارث نہیں ہوسکتیں۔ ❹

صدوق اپنی سند سے میسر (راوی) سے روایت کرتے ہیں کہ میسر کا بیان ہے کہ میں نے ابوجعفر صادق سے پوچھا: عورتوں کو میراث میں کیا مل سکتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: زمین اور غیر منقولہ جائداد میں عورتوں کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ ❺ اس فتویٰ اور عقیدہ کے اعتبار سے یہ بات صاف ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا مطلوبہ میراث کی مستحق نہ تھیں، چہ جائے کہ اس کے لیے اس حدیث سے استدلال کیا جائے "نَحْنُ مَعَاشَرُ الْاَنْبِيَاءِ لَا نُوْرَثُ"❻

کیونکہ جب عورت زمین اور غیر منقولہ جائداد کی وارث نہیں ہوسکتی تو فاطمہ رضی اللہ عنہا جو کہ ایک خاتون تھیں۔ ان

---

❶ تفسیر قرطبی (۱۱/ ۳۵-۴۵)۔
❷ من لا یحضره الفقیة (۴، ۱۹۰، ۱۹۱) العقیدة فی أهل البیت ص (۴۵۱)۔
❸ الکافی / الکلینی (۷/ ۱۳۷) العقیدة فی أهل البیت (۴۵۱)۔
❹ الکافی / الکلینی (۷/ ۱۳۷)۔ ❺ الشیعة وأهل البیت ص (۸۹)۔
❻ صحیح مسلم حدیث نمبر (۱۷۶۸)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے لیے رافضی عقیدہ کے مطابق بھلا یہ کیوں کر درست ہو سکتا ہے کہ فدک کی زمین میں وراثت کا مطالبہ کریں جو کہ غیر منقولہ جائداد تھی۔ ❶ پس روافض کی یہ سب کھینچا تانی ان کی جہالت، کذب اور تناقض کی دلیل ہے۔ ❷

رہا روافض کا یہ دعویٰ کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے گواہوں کا مطالبہ کیا تھا، تو آپ نے علی اور ام ایمن رضی اللہ عنہما کو گواہی کے لیے پیش کیا، لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کی گواہی تسلیم نہیں کیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سب باتیں مکمل طور پر جھوٹ اور فریب ہیں۔ حماد بن اسحٰق کا کہنا ہے کہ جو لوگ بیان کرتے ہیں کہ فاطمہ علیہا السلام نے فدک کی زمین کا مطالبہ کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے ان کو جاگیر میں دیا تھا اور ابوبکر نے علی رضی اللہ عنہ کی گواہی اس لیے نہ مانی کہ وہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے، تو یہ سب باتیں بے بنیاد اور فرضی داستان ہیں، کسی بھی صحیح و مستند روایت سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا یہ دعویٰ ثابت نہیں ہے۔ ❸

سنت اور اجماع سے دلیل کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو اپنا وارث نہیں بنایا:

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی کو وارث نہ بنانا صحیح وقطعی سنت اور اجماع صحابہ سے ثابت ہے اور یہ دونوں قطعی دلیل ہیں، لہٰذا اپنے ظن پر مبنی عمومی مفہوم سے انھیں ٹکرانا اور دونوں میں تعارض پیدا کرنا جائز نہیں ہے اور اگر عمومی مفہوم کو درست مان لیا جائے تو اس میں تخصیص سے کوئی چیز مانع نہیں ہے، بہرصورت یہ دلیل ظنی ہوگی جو کہ قطعی کے معارض نہیں ہو سکتی، کیونکہ ظنی قطعی کی معارض نہیں ہوتی۔

اسی طرح ہماری دلیل کے قطعی ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ''ہم انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا'' والی روایت کو مختلف اوقات میں اور مختلف مجالس میں کئی صحابہ نے روایت کیا ہے اور کسی نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا، بلکہ اسے قبول کیا اور سچ جانا اور یہی وجہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے کسی نے میراث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالبے پر اصرار نہیں کیا، نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا (عباس رضی اللہ عنہ) نے اس مطالبہ پر اصرار کیا، بلکہ اگر کسی نے مطالبہ کیا اور اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سنایا گیا تو وہ اپنے مطالبہ سے فوراً باز آ گیا۔ علی رضی اللہ عنہ کی دور خلافت تک تمام خلفائے راشدین کے عہد میں یہی حالت برقرار رہی، کسی نے نہ کوئی تبدیلی کی اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ تقسیم کیا۔ ❹

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ عنہ فرماتے ہیں: عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کے بعد علی رضی اللہ عنہ نے منصب خلافت سنبھالا، فدک وغیرہ کی زمینیں آپ کی حکومت کی زیرنگرانی ہو گئیں، لیکن آپ نے اس میں سے کچھ بھی نہ اولاد فاطمہ کو دیا، نہ ازواج مطہرات کو دیا اور نہ ہی عباس کی آل اولاد کو۔ پس اگر گزشتہ تینوں خلفاء کے دور میں یہ چیز ظلم تھی اور اب علی رضی اللہ عنہ اسے مٹانے کی طاقت رکھتے تھے تو آپ کے لیے معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی فوج سے لڑنے کے بالمقابل یہ کام آسان اور مقدم تھا کہ گزشتہ تین ادوار سے چلے آرہے ظلم کا خاتمہ کریں، کیا آپ سوچ سکتے ہیں کہ وہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی فوج سے جنگ تو چھیڑیں کہ شر و فساد کو بھڑکنے کا موقع ملے۔ اور حق حق دار رسید کے تحت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محروم ورثاء کو

---

❶ الشیعة وأهل البیت ص (۹۸).
❷ العقیده في أهل البیت ص (٤٥٢).
❸ منهاج السنة (٤/ ٢٣٦۔ ٢٣٨).
❹ منهاج السنة / ابن تیمیه (٤/ ٢٢٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان کا تھوڑا سا مال نہ دلائیں؟ جب کہ یہ بہت معمولی بات تھی۔ ❶

عباسی خلیفہ ابوالعباس السفاح نے اسی مسئلہ میں اپنے بعض مناظرین کے خلاف خلفائے راشدین کے اجماع سے دلیل قائم کی تھی، علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ عنہ نے اپنی کتاب ''تلبیس ابلیس'' میں اس واقعہ کو نقل کیا ہے کہ ''سفاح کے بارے میں ہمیں معلوم ہوا کہ ایک دن انھوں نے خطبہ دیا، دوران خطبہ ایک آدمی اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا، میں اولاد علی میں سے ہوں، اے امیرالمومنین! میرے ظالم کے خلاف میری مدد کیجیے، خلیفہ نے پوچھا تم پر کس نے ظلم کیا ہے؟ اس نے کہا: میں آل علی میں سے ہوں اور ابوبکر نے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو فدک کی زمین وراثت میں نہ دے کر مجھ پر ظلم کیا، خلیفہ نے پوچھا، اور یہ ظلم تم پر ایسے ہوتا رہا ہے؟ اس نے کہا، ہاں، خلیفہ نے پوچھا، ان کے بعد کون ہوا؟ اس نے کہا، عمر، خلیفہ نے پوچھا، اور انھوں نے بھی یہ ظلم روا رکھا؟ اس نے کہا: ہاں، خلیفہ نے کہا: ان کے بعد کون ہوا؟ اس نے کہا، عثمان، خلیفہ نے کہا، اور انھوں نے بھی یہ ظلم روا رکھا؟ اس نے کہا، ہاں، خلیفہ نے پوچھا: ان کے بعد کون ہوا؟ اب وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگا اور بھاگنے کی تاک میں لگ گیا۔ ❷

میراث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مسئلہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کی درستگی اور سچائی کا اعتراف خود فاطمہ رضی اللہ عنہ کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد علی کی نسلوں نے بھی کیا۔ امام بیہقی اپنی سند سے فضیل بن مرزوق سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا، زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب نے کہا: سنو! اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جگہ پر میں ہوتا تو فدک کی زمین کے متعلق میں بھی وہی فیصلہ دیتا جو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔ ❸

اسی طرح ابوالعباس قرطبی نے جملہ اہل بیت کا اتفاق نقل کیا ہے کہ وہ لوگ فدک کی زمین کی ملکیت کے کبھی خواہاں نہ ہوئے، بلکہ وہ ہمیشہ اس کی آمدنی کو اللہ کے راستے میں خرچ کرتے رہے، آپ نے اہل بیت کے ذکر میں سب سے پہلے علی رضی اللہ عنہ، پھر آپ کی اولاد اور پھر عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد کا ذکر کیا ہے جن کے ہاتھوں میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ کی نگرانی تھی، آپ فرماتے ہیں: ''جب علی رضی اللہ عنہ نے منصبِ خلافت سنبھالا تو ابوبکر، عمر، اور عثمان رضی اللہ عنہم کی عہد خلافت میں جاری کسی نظام میں تبدیلی نہیں کیا، اس کی ملکیت سے چھیڑ چھاڑ نہیں کی، اور نہ ہی اس کی کوئی جائداد تقسیم کی، بلکہ خلافت کے املاک کے جو مصارف پہلے سے چلے آرہے تھے انھیں میں خرچ کیا، اس کے بعد خلافت حسن بن علی کے ہاتھوں میں منتقل ہوئی، پھر سلسلہ وار حسین بن علی، پھر علی بن حسین پھر حسین بن حسین، پھر زید بن حسین پھر عبداللہ بن حسین پھر آل عباس کے ہاتھوں میں منتقل ہوتی رہی، جیسا کہ ابوبکر البرقانی نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔ بہرحال یہ سب اہل بیت کے بزرگ شرفاء ہیں اور یہ لوگ شیعہ اور ان کے ائمہ حضرات کے نزدیک سب سے زیادہ معتمد اور قابل قدر ہیں، لیکن ان میں سے کسی سے کوئی ایک بھی روایت نہیں ملتی کہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ کو اپنی وراثت اور ملکیت سمجھا ہو، لہٰذا اگر شیعہ حضرات کا دعویٰ سچ ہے تو علی رضی اللہ عنہ یا آپ

---

❶ منهاج السنة / ابن تيميه (٦/ ٣٤٧).　❷ تلبيس إبليس ص (١٣٥).

❸ تاريخ المدينة / ابن شبة (١/ ٢٠٠) البداية والنهاية (٥/ ٢٥٣)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے اہل بیت میں سے کسی کو اپنا حق ضرور لے لینا چاہیے تھا، کیونکہ اب حکومت انھیں کے ہاتھوں میں تھی ورنہ یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ یہ دعویٰ صحیح نہیں۔ ❶

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> "روافض نے اس مقام پر بڑی جہالت ونادانی کا ثبوت دیا ہے اور ایسی کذب بیانی کی ہے جس کی حقیقت سے وہ خود ہی ناواقف ہیں، انھوں نے غیر ضروری باتوں میں خود کو الجھا رکھا ہے، اگر یہ لوگ معاملات کی حقیقت سمجھنے کی کوشش کرتے تو صدیق کی فضیلت کا ضرور اعتراف کرتے اور آپ کی دلیل ومعذرت کو ضرور قبول کرتے، لیکن کیا کیا جائے یہ عجیب قوم ہے، متشابہ اور لوچ لچر دلائل سے استدلال کرتی ہے اور صحابہ وتابعین اور ہر دور اور ہر جگہ کے معتبر علمائے اسلام کے یہاں جو باتیں مسلّم انھیں چھوڑ دیتی ہے۔" ❷

سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ابوبکر رضی اللہ عنہ سے رضا مندی:

فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں صحیح روایات سے ثابت ہے کہ میراث کے متعلق حدیث نبوی سننے کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ سے راضی ہوگئیں اور رضامندی ہی کی حالت میں ان کی وفات ہوئی، امام بیہقی نے اپنی سند سے بروایت شعبی نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا جب فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں تو ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے اور ملنے کی اجازت مانگی، علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ابوبکر (رضی اللہ عنہ) آئے ہیں اور تم سے ملنے کی اجازت مانگتے ہیں؟ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ کیا آپ کو پسند ہے کہ میں انھیں اجازت دے دوں؟ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں، کوئی حرج نہیں، پھر آپ نے اجازت دے دی، آپ ان کے پاس گئے اور انھیں یہ کہتے ہوئے منانے وخوش کرنے لگے کہ اللہ کی قسم! میں نے گھر بار، جائداد، خاندان اور اہل وعیال کو صرف اللہ، اس کے رسول، اور تم اہل بیت کی رضامندی کے لیے چھوڑا ہے، پھر انھیں رضامند کرنے لگے، یہاں تک کہ آپ ان سے خوش ہوگئیں۔ ❸

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث کی اسناد جید اور قوی ہے اور بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ عامر الشعبی نے اس روایت کو براہ راست علی رضی اللہ عنہ سے سنا ہے یا اس سے سنا جس نے علی رضی اللہ عنہ سے سنا ہے۔ ❹ اس حدیث سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلاف فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضی کو لے کر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہدف تنقید بنانے والے روافض کے اعتراضات بے بنیاد ہوجاتے ہیں اور اگر معاملہ کے آغاز میں ابوبکر پر وہ ناراض ہی ہوگئی تھیں، تو بھی کوئی معیوب بات نہیں، اس لیے کہ اپنی زندگی کے آخر میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ملاقات کے بعد وہ آپ سے خوش بھی ہوگئیں اور رضامندی ہی کی حالت میں ان کی وفات ہوئی۔ ❺

---

❶ المفہم / القرطبی (۳/ ۵٦٤)۔ ❷ البدایة والنہایة (۵/ ۲۵۱، ۲۵۳)۔

❸ السنن الکبریٰ / البیہقی (٦/ ۳۰۱)۔ ❹ البدیة والنہایة (۵/ ۲۵۳)۔

❺ الانتصار للصحب و الآل ص (٤۳٤)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

واضح رہے کہ یہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث کے معارض نہیں ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آل محمد اس مال میں سے کھائیں گے جو اللہ کا مال ہے پس کھانے کے سوا اور کوئی تصرف اس مال میں نہیں کریں گے اور میں تو اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں کوئی تبدیلی وتغیر نہیں کروں گا، آپ کے زمانے میں اس کی جو کیفیت تھی اسی پر باقی رکھوں گا اور جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے میں بھی وہی کروں گا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس میں کچھ دینے سے انکار کر دیا، تو فاطمہ رضی اللہ عنہا اس وجہ سے آپ پر ناراض ہو گئیں، اور آپ سے کلام کرنا چھوڑ دیا، یہاں تک کہ وفات پا گئیں۔ ❶ مذکورہ دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے، اس لیے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے علم کے مطابق یہ واقعہ بیان کیا ہے جب کہ شعبی کی روایت میں اس سے زیادہ معلومات ہیں، اس میں ابوبکر کی زیارت اور فاطمہ سے گفتگو نیز ان کی رضامندی کا صراحتاً ثبوت ہے، پس عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں نفی اور مزید معلومات سے خاموشی ہے، جب کہ شعبی کی روایت میں اثبات و مزید معلومات ہیں، لہٰذا علمائے اصول کے فن وضابطہ کے لحاظ سے اثبات کو نفی پر تقدم حاصل ہے۔ ایسا اس لیے کہ ممکن ہے ثابت کرنے والے کو ایسی بعض معلومات کا زیادہ علم ہو جو نفی کرنے والے کو نہیں ہے، خاص طور پر اس طرح کے مسئلہ میں، چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عیادت کے لیے جانا کوئی ایسا عظیم حادثہ نہ تھا کہ جس کا لوگوں میں چرچا ہونا ضروری ہو اور سب لوگ اس کو جان ہی لیں، بلکہ یہ ایک عام بات تھی جو موقع پر نہ رہنے والوں سے پوشیدہ ہو سکتی ہے، اور جو موقع پر حاضر تھے انھوں نے اس وقت اس پر خاص توجہ اس لیے نہ دی کہ اس کے ذکر کرنے کی کوئی اہم ضرورت نہ تھی، بہرحال علمائے اسلام ومحققین کا ماننا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے قصداً ابوبکر رضی اللہ عنہ سے قطع کلامی کبھی نہ کی، آپ کی ذات اس سے پاک صاف ہے، اس لیے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن سے زیادہ کسی مسلمان سے قطع کلامی کو حرام قرار دیا ہے، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے گفتگو اس لیے نہیں کی کہ انھیں ایسی کوئی ضرورت پیش نہ آئی۔ ❷

امام قرطبی، عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی تشریح کے سیاق میں لکھتے ہیں: فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنی خانگی مشغولیت اور خانہ نشینی کی وجہ سے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ دنوں تک ملاقات نہیں کر سکیں، اسی چیز کو راویوں نے ''ھجران'' قطع کلامی سے تعبیر کر دیا، ورنہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ .)) ❸

''کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ دے۔''

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بخوبی جانتی تھیں کہ تعلقات کی دنیا میں کیا حلال اور کیا حرام ہے، بھلا ان سے یہ توقع کیسے کی جا سکتی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کریں گی، جب کہ وہ جگر گوشہ رسول اور خواتین جنت کی سردار ہیں۔ ❹

---

❶ صحیح البخاری، حدیث نمبر (٤٢٤٠)، صحیح مسلم (١٧٥). ❷ الانتصار للصحب و الآل ص (٤٣٤).
❸ صحیح البخاری، حدیث نمبر (٦٠٧٧). ❹ المفهم / القرطبی (١٢/ ٧٣).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''فاطمہ اور ابوبکر رضی اللہ عنہما کی قطع تعلقی کا جو ذکر ملتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ملاقات سے کھینچی کھینچی رہنے لگیں اور یہ انداز قطع تعلقی کی اس حرمت میں شامل نہیں ہے جس میں سلام وکلام بند ہو جاتا ہے، اور ملاقات کے وقت ایک دوسرے سے اعراض کیا جاتا ہے اور حدیث میں ''فَلَمْ تُكَلِّمْهُ'' کا مطلب یہ ہے کہ پھر وراثت کے سلسلے میں ان سے گفتگو نہ کی، یا دل میں کچھ خلش ہونے کے ناطے ابوبکر سے اپنی کسی ضرورت کا مطالبہ نہ کیا اور نہ ہی ملاقات کرنے کی ضرورت محسوس کی تا کہ گفتگو کا کوئی موقع نکلے۔ کہیں بھی اس طرح کی کوئی روایت نہیں ملتی کہ دونوں کی ملاقات ہوئی ہو اور ایک دوسرے کو سلام نہ کیا ہو، یا بات چیت نہ کی ہو، ❶ بلکہ ان تمام باتوں سے ہٹ کر فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے والد محترم (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی جدائی کا غم جھیل رہی تھیں کیونکہ وہ مصیبت تمام مصائب پر بھاری تھی، اسی طرح آپ اپنی اس سخت بیماری سے پریشان تھیں جس نے آپ کو صاحب فراش بنا دیا تھا، آپ کسی بھی چھوٹے بڑے معاملہ میں شرکت کرنے سے مجبور تھیں، چہ جائے کہ خلیفۃ المسلمین سے ملاقات کرنے جاتیں جو کہ ہر وقت امت کے معاملات اور خاص طور پر اس وقت جنگ ارتداد کے مسائل میں مشغول اور الجھا ہوا تھا۔ مزید برآں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے مطابق آپ اس حسین ترین لمحے کے انتظار میں تھیں جس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بتایا تھا کہ میرے اہل میں تم سب سے پہلے مجھ سے ملاقات کرو گی۔ ❷ بھلا جو شخص فاطمہ رضی اللہ عنہا جیسا علم ویقین رکھتا ہو وہ امور دنیا کی اتنی پرواہ کیونکر کر سکتا ہے، علامہ عینی نے مہلب کا کتنا عمدہ قول نقل کیا ہے کہ کسی بھی راوی سے ایسی روایت نہیں ملتی کہ دونوں ملے ہوں اور ایک دوسرے سے سلام نہ کیا ہو، انھوں نے دیگر مشاغل سے کٹ کر اپنے گھر رہنے کو ترجیح دی جسے راوی نے ''ھجران'' قطع تعلقی سے تعبیر کر دیا۔ ❸ حقیقت یہ ہے کہ ابوبکر صدیق اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان مضبوط اور خوشگوار تعلقات تھے، اس کی دلیل یہ ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیوی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا ہی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی جان لیوا بیماری میں ان کی عیادت اور تیمارداری کرتی تھیں اور ان کی زندگی کی آخری سانس تک ان کے ساتھ رہیں، انھیں غسل دلانے اور جنازہ تیار کرنے میں برابر شریک رہیں، علی رضی اللہ عنہ بذات خود فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عیادت تو کرتے ہی تھے لیکن اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا ان کی متعدد ہوتی تھیں، یہی وجہ تھی کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی تکفین وتدفین اور جنازہ کے اعلان کے متعلق اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو کچھ وصیتیں بھی کی تھیں اور اسماء نے ان پر عمل بھی کیا۔ ❹ چنانچہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے کہا تھا کہ عورتوں کے جنازہ پر ڈالا جانے والا کپڑا جس سے عورت کی جسمانی ساخت نمایاں ہوتی ہے میں اسے ناپسند کرتی ہوں، اسماء نے کہا: اے دختر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں آپ کو ایک ایسی چیز نہ دکھاؤں جو حبشہ والوں کے یہاں ہوتی ہے، پھر چند ہری ٹہنیاں منگوائیں اور اسے موڑ کر کمان دار تابوت بنا دیا، پھر اس کے اوپر چادر ڈال دیا، فاطمہ رضی اللہ عنہا اسے دیکھ کر کہنے لگیں، یہ کتنا عمدہ اور خوش نما ہے، اس سے

---

❶ شرح صحيح مسلم (١٢/ ٧٣). ❷ صحيح مسلم، حديث نمبر (٢٤٥٠).

❸ أباطيل يجب أن تمحىٰ من التاريخ ص: (١٠٨). ❹ الشيعة وأهل البيت ص (٧٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عورتوں اور مردوں کے جنازے میں تمیز ہو جایا کرے گی۔ ❶ ابن عبدالبر رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا مسلمانوں میں پہلی وہ خاتون ہیں جن کی لاش کو لکڑی کے تابوت میں چادر سے ڈھانپا گیا پھر زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایسا ہی ہوا۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی غافل نہ تھے بلکہ علی رضی اللہ عنہ سے برابر دختر رسول کے حالات معلوم کرتے رہتے تھے، چنانچہ جب فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں تو علی رضی اللہ عنہ مسجد میں پانچوں وقت کی نماز پڑھنے آیا کرتے تھے، ایک دن نماز سے فارغ ہوئے تو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے ان سے پوچھا: دختر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت کیسی ہے؟ اسی طرح خوشگوار تعلقات میں پائداری کو اس پہلو سے بھی دیکھا جاسکتا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ اسماء بنت عمیس ہی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حقیقت میں دیکھ بھال اور عیادت کرنے والی تھیں اور جس دن فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی اس دن پورا مدینہ مردوں و عورتوں کی آہ و بکا سے ہل گیا اور وفات نبوی کی طرح اس دن بھی سب لوگوں کے ہوش اڑ گئے۔ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما علی رضی اللہ عنہ کے پاس تعزیت میں یہ کہتے ہوئے تشریف لائے اے ابوالحسن: ہم لوگوں کے پہنچنے سے پہلے دختر رسول کی نماز جنازہ نہ پڑھ لینا۔ ❷

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات ۳ رمضان ۱۱ھ بروز سہ شنبہ ہوئی، زین العابدین علی بن حسین سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: مغرب اور عشاء کے درمیان فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی، ان کے جنازے میں ابوبکر، عمر، عثمان، زبیر اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم تشریف لائے، جب جنازے کی نماز پڑھنے کا وقت ہوا تو علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابوبکر! آگے بڑھیں، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابوالحسن آپ کے ہوتے ہوئے؟ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں، اللہ کی قسم! آپ کے علاوہ کوئی دوسرا ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھائے گا۔ چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، اور رات کے وقت تدفین عمل میں آئی اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی، اور چار تکبیریں کہیں۔ ❸ اور صحیح مسلم کی روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی اور یہی راجح روایت ہے۔ ❹

ابوبکر رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے درمیان رشتہ داریاں، اور اہل بیت کا اپنے بعض بیٹوں کا ابوبکر نام رکھنا:

خلیفۂ رسول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اہل بیت کے تمام افراد سے مخلصانہ و مشفقانہ تعلق تھا، ایسا تعلق جو دونوں کے شایان شان تھا، طرفین میں ایک دوسرے کے لیے محبت و اعتماد مکمل طور سے موجود تھا، داستان سرائی کرنے والے جھوٹ کا کتنا ہی پلندہ کیوں نہ تیار کرلیں، بہرصورت یہ ماننا پڑے گا کہ دونوں کے تعلقات میں ایسی مضبوطی اور استواری تھی کہ جس کے ساتھ اختلاف اور دوری کا تصور نہیں کیا جاسکتا، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

---

❶ الاستیعاب (٤/ ٣٧٨). ❷ الشیعة وأهل البیت ص (٧٧) کتاب سلیم بن قیس ص (٢٥٥).

❸ المختصر من کتاب الموافقة ص: (٦٨) اس حدیث کی سند میں ضعف ہے۔

❹ صحیح مسلم، حدیث نمبر (١٧٥٩).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین بیوی تھیں، یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے جسے ہر حال میں ماننا ہی ہوگا اگر چہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حاسدین اور مخالفین اپنی حسد سے جل بھن کیوں نہ جائیں، عائشہ رضی اللہ عنہا قرآن کی شہادت کے بموجب پاکیزہ صفت خاتون تھیں، اگر چہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مخالفت میں شرپسند لوگ اس حقیقت کا انکار ہی کرتے رہیں۔

پھر اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو دیکھئے آپ علی رضی اللہ عنہ کے سگے بھائی جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں، لیکن جب ان کی وفات ہوگئی تو اسماء سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نکاح کرلیا اور ان کے بطن سے ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام محمد رکھا گیا اور علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں ان کو مصر کا گورنر بنا کر بھیج دیا، اور جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی تو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کرلیا، اور آپ سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام یحییٰ رکھا۔ ❶

اسی طرح ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پوتی، روافض کے پانچویں امام اور علی رضی اللہ عنہ کے پوتے محمد باقر سے منسوب تھیں، علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ نے روافض کی مستند کتابوں سے ایسی کئی مثالیں دی ہیں کہ اہل بیت اور خانوادۂ صدیق رضی اللہ عنہ میں یگانگت اور رشتہ داریاں پائی جاتی تھیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ثابت کیا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پوتے قاسم بن محمد بن ابی بکر اور علی رضی اللہ عنہ کے پوتے علی بن حسین بن علی بن ابی طالب دونوں خالہ زاد بھائی تھے۔ بایں طور کہ قاسم بن محمد کی ماں اور علی بن حسین کی ماں یزدگرد بن شہریار بن کسریٰ کی بیٹیاں تھیں، علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ نے خاندان نبوی اور خانوادۂ صدیق کے درمیان سسرالی رشتوں اور مشفقانہ وکریمانہ تعلقات پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ ❷

اہل بیت کے دل میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایسی محبت اور ان سے ایسا لگاؤ تھا کہ انھوں نے اظہار عقیدت میں اپنے بعض بیٹوں کا نام ابوبکر ہی رکھا، ان میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سرفہرست ہیں، آپ کا اپنے ایک بیٹے کا نام ابوبکر رکھنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے دل میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا، غایت درجہ احترام اور ان میں محبت واخوت کی روح پوشیدہ تھی، قابل توجہ بات یہ ہے کہ اس بیٹے کی ولادت اس وقت ہوئی تھی جب ابوبکر رضی اللہ عنہ منصب خلافت سنبھال چکے تھے، بلکہ صحیح یہ ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کی ولادت ہوئی۔ کیا حبّ علی، اور حبّ اولادِ علی کا دعویٰ کرنے والے آج کے شیعہ حضرات میں کوئی فرد اپنی اولاد کا ابوبکر نام رکھ سکتا ہے؟ اور اگر ایسا کرنے سے نفرت ہے تو کیا یہ علی رضی اللہ عنہ سے محبت کی علامت ہے یا مخالفت کی؟

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ابوبکر صدیق کے نام پر اپنے بیٹے کا نام بطور تبرک رکھا تھا، اس میں ابوبکر صدیق سے محبت اور اخلاص ووفاء کا اظہار تھا جو ان کی زندگی تک ہی نہیں بلکہ وفات کے بعد بھی باقی رہا، ورنہ علی رضی اللہ عنہ سے پہلے بنو ہاشم کے کسی فرد نے اپنے بیٹے کا نام ابوبکر نہیں رکھا تھا۔ تعلق خاطر، اظہار محبت، اخلاص ووفاء اور تبرک کی یہ رسم علی رضی اللہ عنہ کی ذات وزندگی تک محدود نہ رہی بلکہ بعد میں آنے والی آپ کی نسلوں نے بھی اس پر عمل کیا۔

چنانچہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما نے بھی اپنے اپنے لڑکوں کا ابوبکر نام رکھا، یعقوبی اور مسعودی جیسے رافضی مورخین

---

❶ خلافة علی بن أبی طالب، نیز: ترتیب و تهذیب البدایة والنهایة/ السلمی ص (۲۲).

❷ الشیعة وأهل البیت ص (۷۸-۸۳).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے بھی اسے ذکر کیا ہے۔ ❶ اس طرح اہل بیت میں یکے بعد دیگرے اپنے بیٹوں کا ابوبکر نام رکھنا جاری رہا، علی بن ابی طالب کے بھتیجے، یعنی عبداللہ بن جعفر الطیار بن ابی طالب نے اپنے بیٹوں میں سے ایک کا نام ابوبکر رکھا، یہ ان کی باہمی محبت اور تعاون کی ایک علامت ہے، آج کے روافض کی یہ بات ہرگز درست نہیں ہے کہ ان کے درمیان ہمیشہ بغض وعداوت اور طویل جنگ وجدال جاری رہی۔ ❷

جعفر بن محمد بن علی بن حسین، جو کہ روافض شیعہ کے نزدیک "صادق" کے لقب سے مشہور ہیں، وہ کہا کرتے تھے: "ابوبکر نے مجھے دو مرتبہ جنا ہے۔" ❸ چنانچہ آپ کی ماں ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور قاسم بن محمد بن ابی بکر، مدینہ کے سات اہم فقہاء میں سے ایک ہیں، ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گود میں تربیت پائی اور ان کی ماں کا نام اسماء بنت عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے، جعفر (صادق) رحمہ اللہ کو جب معلوم ہوتا کہ روافض ہمارے نانا ابوبکر کو طعن وتنقید کا نشانہ بنا رہے ہیں تو آپ ان پر سخت برہم ہوتے اور غصے سے انھیں چبا لینا چاہتے، پھر بھلا جعفر (صادق) اور آل بیت کی محبت کا دعوے دار کوئی شخص یہ کیسے پسند کرتا ہے کہ جعفر صادق کے نانا کو برا بھلا کہے۔

عروہ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا: میں نے ابوجعفر محمد بن علی (باقر) سے تلوار کو آراستہ کرنے کے متعلق فتویٰ پوچھا، انھوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے، ابوبکر صدیق نے اپنی تلوار کو آراستہ کیا تھا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے حیرت سے پوچھا: آپ اور ابوبکر کو "صدیق" کہتے ہیں؟ یہ سن کر آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور قبلہ رخ ہو کر کہا: ہاں! صدیق، ہاں! صدیق، ہاں! صدیق جو ان کو صدیق نہ کہے اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں اس کی کوئی بات سچ نہ کرے۔ ❸

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے موقع پر:

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد، خلیفہ کے انتخاب کے لیے جن لوگوں سے صلاح مشورہ کیا تھا ان میں علی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے اور ان کی رائے تھی کہ ابوبکر کے بعد عمر فاروق کو خلیفہ بنایا جائے۔ ❹ چنانچہ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت ہوا اور موت سامنے آ کھڑی ہوئی تو آپ کی زبان مبارک سے اس دنیا میں جو آخری کلمات نکلے وہ اس قرآنی آیت کی تلاوت تھی:

﴿تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ ﴿١٠١﴾﴾ (یوسف: ۱۰۱)

"مجھے مسلمان ہونے کی حالت میں فوت کر اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا دے۔"

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر سے پورا مدینہ تھرا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آہ وبکا میں

❶ تاریخ الیعقوبی (۲/ ۲۲۸) النتیجة و الأشراف ص (۸۲).
❷ الشیعة و أهل البیت ص (۸۳) الدر المنثور من تراث اهل البیت والصحابة/ علاء الدین المدرسي ص (۳۸-۴۴).
❸ سیر أعلام النبلاء (۶/ ۲۵۴). ❹ صفة الصفوة (۲/ ۱۰۹، ۱۱۰) مختصر الاثنا عشریة ص (۳۴)
❺ الکامل/ ابن الاثیر (۲/ ۷۹) المختصر من کتاب الموافقة / الزمخشری ص (۷۰ تا ۱۰۰).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ڈوبی ہوئی آج کی غمگین شام سے زیادہ تکلیف دہ لمحات مدینہ نے کبھی نہ دیکھے تھے۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ روتے ہوئے جلدی جلدی ((إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ)) پڑھتے ہوئے آگے بڑھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر کے دروازے پر کھڑے ہوکر کہنے لگے: اے ابوبکر! تم پر اللہ کی رحمت نازل ہو، تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب، مونس وغم خوار، معتمد راز دار اور مشیر تھے، تم مسلمانوں میں سب سے پہلے ایمان لائے، تمھارا ایمان سب سے زیادہ خالص اور تمھارا یقین سب سے زیادہ استوار تھا، تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والے اور سب سے بڑھ کر دین کو نفع پہنچانے والے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سب سے زیادہ حاضر باش، اسلام پر سب سے زیادہ شفیق، اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سب سے زیادہ بابرکت اور رفاقت میں سب سے بہتر، سب سے زیادہ صاحب مناقب، فضائل کی دوڑ میں سب سے آگے، درجہ میں سب سے بلند، سیرت و ہیئت میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہ، قدر و منزلت میں سب سے بلند، اللہ تعالیٰ تم کو اسلام کی جانب سے اور اپنے رسول کی جانب سے جزائے خیر دے، تم نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت سچا جانا، جب سب نے آپ کو جھوٹا کہا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی میں تمھارا نام صدیق رکھا، اور فرمایا:

﴿ وَ الَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝۳۳ ﴾ (الزمر: ۳۳)

''اور وہ شخص جو سچ لے کر آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی یہی لوگ بچنے والے ہیں۔''

(اے ابوبکر!) تم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس وقت غم خواری کی جب اوروں نے تنگ دلی کی، جب لوگ مصائب کے وقت مدد سے پیٹھ پھیر رہے تھے تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد پر قائم رہے، سختی میں تم نے ان کی بہترین رفاقت کی، تم دو میں سے ایک اور رفیق غار تھے اور وہ شخص جس پر اللہ نے تسکین قلب نازل فرمائی اور ہجرت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، دین الٰہی اور امت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ تھے، جب لوگ مرتد ہوئے تو تم نے بہترین خلافت کی اور امر الٰہی کی تم نے وہ حفاظت کی جو کسی نبی کے خلیفہ نے نہیں کی تھی، جب تمھارے ساتھی سستی کرنے لگے تو تم اٹھ کھڑے ہوئے اور جب وہ دب گئے تو تم دلیر ہو گئے اور جب وہ کمزور ہو گئے تو تم قوی رہے، تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو اس وقت تک لازم پکڑا جب لوگ مضطرب ہو گئے، تم بدن کے ایسے ہی ضعیف تھے جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا، تم حکم الٰہی میں قوی، خود اپنے ذہن میں ناچیز، اللہ تعالیٰ کے نزدیک گرامی قدر، انسانوں کی نگاہوں میں باوقار اور ان کے دلوں میں باوقعت تھے، تمھاری طرف کسی کو نگاہ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہ تھی اور نہ کوئی طعن کا موقع پا سکتا تھا، نہ مخلوق میں کسی کی بے جا رعایت کر سکتے تھے، عاجز اور ذلیل تمھارے نزدیک قوی معزز تھا کہ تم اس کا حق اس کو دلا کر مانتے تھے، اس معاملہ میں قریب و بعید سب تمھاری نظر میں برابر تھے، تمھارا سب سے زیادہ مقرب وہ تھا جو اللہ کا سب سے زیادہ فرماں بردار اور پرہیزگار تھا، تمھاری شان حق پرستی راستی اور نرمی تھی، تمھارا قول حکم اور امر قطعی تھا، تمھارے حکم میں حلم تھا اور حزم، رائے میں دانائی اور عزم، دین تمھاری مدد سے قائم ہو گیا، ایمان تمھاری وجہ سے قوی ہو گیا اور اسلام اور مسلمان مضبوط ہو گئے، تم نے اپنے جانشین کو سخت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دشواری میں ڈال دیا؟ تمھاری مصیبت پر ہم ((إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ)) کہتے ہیں، قضائے الٰہی پر رضا مند ہیں اور اس کے حکم کو تسلیم کرتے ہیں، واللہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تمھاری وفات سے بڑھ کر مسلمانوں پر کبھی کوئی مصیبت نہیں پڑے گی، تم دین کی قوت و غلبہ اور پناہ گاہ تھے، اس کی جزا میں اللہ تعالیٰ تم کو تمھارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ملا دے اور ہم کو تمھارے اجر سے محروم اور تمھارے بعد گمراہ نہ فرمائے۔ راوی کا بیان ہے کہ سب لوگ خاموش رہے یہاں تک کہ آپ نے اپنی بات پوری کر لی، پھر سب اس قدر روئے کہ آواز بلند ہوگئی اور بالاتفاق کہا: آپ نے سچ فرمایا۔ ❶

ایک روایت میں ہے کہ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک ڈھانپ کر اس پر کپڑا ڈال دیا گیا تو علی رضی اللہ عنہ گھر میں داخل ہوئے اور کہا: چادر سے ڈھانپے ہوئے اس جسد اطہر سے زیادہ میرے نزدیک کوئی محبوب نہیں ہے کہ میں اس کے صحیفہ کو لے کر اللہ سے ملوں۔ ❷

❶ التبصرة ابن الجوزی (۱/ ۴۷۷ تا ۴۷۹) بحواله أصحاب الرسول (۱/ ۱۰۸).

❷ تاریخ الذهبی / عهد الخلفاء الراشدین ص (۱۲۰).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۲)

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ عہد فاروقی میں

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ حکومت فاروقی کی مجلس شوریٰ کے ایک نمایاں ممبر تھے، بلکہ اگر کہا جائے کہ آپ ہی مشیر اول تھے، تو کوئی بیجا نہ ہوگا۔ عمر رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت فقاہت، اور حکمت کے معترف تھے اوران کے بارے میں بہترین رائے رکھتے، ان کے بارے میں عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ ہم میں سب سے بہترین فیصلہ کرنے والے علی (رضی اللہ عنہ) ہیں۔ ❶ ابن الجوزی لکھتے ہیں کہ ابوبکر وعمر دونوں ہی علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیا کرتے تھے اور عمر بسا اوقات کہتے تھے:

''ایسے پیچیدہ معاملات سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں جسے ابوالحسن نہ حل کرسکیں۔'' ❷

مسروق کا بیان ہے: ''لوگ چھ آدمیوں کے پاس اپنے معاملات ومسائل لے جاتے تھے وہ عمر، علی، عبداللہ، ابوموسیٰ، زید بن ثابت اور اُبی بن کعب رضی اللہ عنہم اجمعین تھے'' اور کہا کہ ''میں نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو علم میں آزمایا تو معلوم ہوا کہ چھ لوگوں پر ان کے علوم کی انتہا ہے۔ وہ عمر، علی، عبداللہ، ابو درداء، اُبی بن کعب اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں، پھر ان چھ کے درمیان میں نے مقابلہ کیا تو دیکھا کہ صرف دو کے علم پر بقیہ لوگوں کے علم کی انتہا ہے، وہ علی اور عبداللہ رضی اللہ عنہما ہیں۔'' ❸

مسروق ہی کا قول ہے کہ ''تین شخصیتوں پر علم کی انتہا ہے، ایک عالم مدینہ، دوسرے عالم شام اور تیسرے عالم عراق۔ مدینہ کے بڑے عالم علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں، کوفہ کے بڑے عالم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں اور شام کے بڑے عالم ابودرداء رضی اللہ عنہ ہیں اور اگر کبھی یہ تینوں یکجا ہوتے تو عالم شام اور عالم عراق عالم مدینہ سے سوال کرتے اور وہ ان سے سوال نہ کرتے۔ ❹ علی رضی اللہ عنہ، عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مقرب لوگوں میں سے تھے ان کا مکمل تعاون کرتے تھے، جن معاملات ومسائل میں صریح نص نہ ہوتی انھیں حل کرنے میں نوخیز حکومت کے معاملات کی تنظیم میں عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ پوری کوشش کرتے تھے۔ اس کی کئی مثالیں اور دلیلیں ہیں، یہاں چند ایک کا تذکرہ کیا جارہا ہے:

---

❶ الاستیعاب فی معرفة الأصحاب ص (۱۱۰۲) المعرفة والتاریخ (۱/ ٤۸۱).

❷ فضائل الصحابة، حدیث نمبر (۱۱۰۰) اس کی سند ضعیف ہے۔

❸ علل الحدیث ومعرفة الرجال/ علی بن المدینی ص (٤۲، ٤۳) نیز صحیح البخاری، حدیث نمبر (٤٤۸۱) عبداللہ سے مراد ابن مسعود ہیں۔

❹ المعرفة و التاریخ/ الفسوی (۱/ ٤٤٤)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عدالتی معاملات

۱۔ ایک پاگل عورت کا معاملہ:

ابی ظبیان جنبی سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت پیش کی گئی جس نے زنا کرلیا تھا، آپ نے اسے رجم کرنے کا حکم دے دیا، لوگ اسے رجم کرنے جارہے تھے کہ راستے میں علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوگئی، آپ نے پوچھا: اس کا کیا معاملہ ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ اس نے زنا کیا ہے اور عمر رضی اللہ عنہ نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا ہے، علی رضی اللہ عنہ نے عورت کو ان سے چھڑا لیا اور سب کو عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا، وہ سب واپس گئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: کیوں لوٹ آئے؟ انھوں نے کہا: علی رضی اللہ عنہ نے ہمیں واپس لوٹا دیا ہے، عمر رضی اللہ عنہ نے سن کر کہا: ضرور کوئی بات ہے، تبھی علی نے ایسا کیا ہے، ورنہ ایسا نہ کرتے، پھر آپ نے علی رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا، آپ تشریف لائے آپ کے چہرہ پر ناراضی کے آثار تھے، عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا وجہ ہے، آپ نے ان لوگوں کو کیوں واپس کردیا؟ آپ فرمایا: کیا آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا ہے:

((رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ: عَنِ النَّائِمِ حَتّٰی يَسْتَيْقِظَ وَعَنِ الصَّغِيرِ حَتّٰی يَكْبَرَ، وَعَنِ الْمُبْتَلٰى حَتّٰی يَعْقِلَ.))

''تین قسم کے لوگ مرفوع القلم ہیں، سونے والا جب تک کہ بیدار نہ ہوجائے، بچہ، جب تک کہ بالغ نہ ہوجائے، پاگل، جب تک کہ اس کا دماغ صحیح نہ ہوجائے۔''

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کہا: ہاں میں نے سنا ہے، علی رضی اللہ عنہ نے کہا: تو یہ عورت فلاں قبیلہ کی پاگل ہے، ممکن ہے زانی نے ایسے وقت میں اس سے زنا کیا ہو جب اس کے ہوش وحواس صحیح نہ رہے ہوں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ تو معلوم نہیں ہے۔ پھر آپ نے اسے رجم نہ کیا۔ ❶ عمر رضی اللہ عنہ نے پہلا فیصلہ اس بنا پر دیا تھا کہ آپ کو عورت کے جنون کا علم نہیں تھا۔

۲۔ شراب نوش پر دوگنی حد:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے شراب کے رسیا انسان کے لیے دوگنی حد کی رائے کو عمر رضی اللہ عنہ نے مانا، کیونکہ ہر جگہ شراب نوشی عام ہوتی جارہی تھی اور خاص طور سے وہ مفتوحہ ممالک جو جلد ہی اسلامی حکومت کے زیر اقتدار آئے تھے۔ اس موقع پر علی رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ شراب نوشی کرنے والے کو کم از کم اسّی (۸۰) کوڑے مارے جائیں اور اس کی علت بیان کرتے ہوئے فرمایا: میرے خیال میں اس کی وجہ یہ ہے کہ جب شراب نوش بدمست ہوگا تو بے ہودگی بکے گا، اور جب بے ہودگی بکے گا تو دوسرے پر تہمت لگائے گا اور تہمت لگانے والے کی شرعی حد اسّی (۸۰) کوڑے ہیں۔ ❷ شراب نوشی کرنے والے کے بارے میں علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول ثابت ہے کہ میں کسی پر

---

❶ مسند أحمد / الموسوعة الحديثية حديث نمبر (۱۳۲۸) یہ حدیث صحیح لغیرہ ہے۔

❷ إرواء الغليل / الباني (۴/ ۴۶، ۴۷) شیخ البانی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حد نافذ کروں اور وہ مر جائے تو اس پر مجھے رنجیدگی نہیں ہوگی، لیکن اگر شراب نوشی کرنے والا حد کی تنفید سے مر جائے تو میں اس کی دیت (تاوان) ادا کروں گا، کیونکہ یہ حد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے نہیں ہے۔ ❶

امام بیہقی رحمہ اللہ نے ''سنت سے نہ ہونے'' کا مطلب یہ بتایا ہے کہ چالیس کوڑوں سے زیادہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، یا کوڑوں کے ذریعے سے حد کی تنفیذ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نہیں ہے بلکہ آپ کے زمانے میں جوتوں اور کپڑوں کے کناروں سے چالیس کی تعداد میں اس حد کی تنفیذ ہوتی تھی۔ واللہ اعلم۔ ❷

فقہائے اسلام نے خلفائے راشدین کے عمل سے شراب نوشی کرنے والے کی شرعی حد مقرر کی ہے، امام مالک، ثوری، ابوحنیفہ رحمہم اللہ اور آپ کے مقلدین اسّی (۸۰) کوڑوں کے قائل ہیں، کیونکہ اسی پر صحابہ کرام کا اجماع ہے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کا ایک قول یہ ہے کہ اس کی شرعی حد چالیس کوڑے ہے، اس پر چالیس کوڑوں کا اضافہ بطور تعزیر عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہے اگر امام وقت اسے نافذ کرنے میں مصلحت سمجھتا ہے تو اس کے لیے جائز ہے۔ امام شافعی کا صحیح مسلک یہی ہے ❸ اور امام ابن تیمیہ وغیرہ بھی اسی طرف مائل ہیں آپ فرماتے ہیں:

''اگر شراب نوشی عام نہ ہو اور پینے والا اس کا عادی نہ ہو، ابھی نیا نیا ہو، تو اس کے لیے چالیس کوڑوں ہی پر اکتفا کیا جائے۔'' ❹

۳۔ پیٹ میں پلنے والے بچے پر آپ کی حکومت نہیں ہے:

عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک حاملہ عورت لائی گئی، آپ نے اس سے حقیقت دریافت کیا، اس نے اپنے کرتوت کا اقرار کرلیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اسے رجم کرنے کا فیصلہ دیا، راستے میں علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوگئی آپ نے پوچھا: اس عورت کا کیا معاملہ ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ امیر المومنین نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا ہے۔ علی رضی اللہ عنہ نے عورت کو واپس کردیا ہے اور عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، پوچھا، کیا آپ نے فلاں عورت کو رجم کرنے کا حکم دیا ہے؟ آپ نے کہا: ہاں، اس نے بدکاری کا اعتراف کیا ہے۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ٹھیک ہے عورت پر آپ کی حکومت ہے لیکن اس کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس پر آپ کی حکومت نہیں ہے۔ مزید کہا کہ شاید آپ نے اسے ڈانٹا اور جھڑکا ہے، یا ڈرایا دھمکایا ہے؟ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ ضرور ہوا ہے علی رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو نہیں سنا ہے:

((لَا حَدَّ عَلٰی مُعْتَرِفٍ بَعْدَ بَلَاءٍ ، اِنَّهُ مَنْ قَيَّدْتَ ، أَوْحَبِسْتَ ، أَوْ تَهَدَّدْتَ فَلَا اِقْرَارَ لَهُ .))

''سزا دینے کے بعد اعتراف کرنے والے پر شرعی حد نافذ نہ ہوگی، جس کو تم نے قید کرلیا، یا جیل میں ڈال دیا، یا ڈانٹا دھمکایا اس کا اقرار معتبر نہیں۔''

پھر عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو چھوڑ دیا اور کہنے لگے: عورتیں علی بن ابی طالب جیسا (فقیہ و دقیقہ رس) جننے سے

❶ فتح الباری (۱۲/ ٦٦). ❷ السنن الکبری / البیهقی (۸/ ۳۲۲)

❸ المغنی (۸/ ۳۰۷). ❹ الفتاوٰی (۲۸/ ۳۳٦، ۳۳۷) منهاج السنة (٦/ ۸۳)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بانجھ ہوگئیں اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوجاتا۔ ❶

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس واقعہ کو لے کر عمر رضی اللہ عنہ کی تنقیص کرنے والے روافض کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے:

''اگر اس واقعہ کو صحیح مان لیا جائے تو یہ ضرور ماننا پڑے گا کہ عمر رضی اللہ عنہ کو عورت کے حاملہ ہونے کا علم نہ تھا، علی رضی اللہ عنہ نے یہ بات انھیں بتائی اور بلا شبہ جب تک کسی چیز کے بارے میں کوئی بات بتائی نہ جائے وہ نامعلوم ہی رہتی ہے، لہٰذا اگر حاکم کو یہ معلوم نہ ہو کہ جو عورت قتل یا رجم کی مستحق ہے وہ حاملہ ہے تو دوسرے لوگ اس کے متعلق حاکم کو بتا دیں، یہ بھی لوگوں کے احوال سے حاکم کو واقف کرانے کا ایک حصہ ہے۔''

آپ آگے عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''آپ لوگوں کو ان کے حقوق دیتے، حدود قائم کرتے، فیصلہ کرتے، آپ کے دور حکومت میں اسلام خوب پھیلا اور اس کا ایسا بول بالا ہوا کہ اس سے پہلے کبھی نہ تھا، آپ ہمیشہ مشغول رہتے، کبھی فتویٰ دیتے اور کبھی فیصلہ کرتے اگر آپ علم شریعت کے بحر زخار نہ ہوتے تو یہ سب کرنے کی طاقت نہ رکھتے، پس اگر لاکھوں معاملات میں کہیں ایک معاملہ آپ سے پوشیدہ رہ گیا اور دوسرے کے بتانے پر آپ کو معلوم ہوا، یا بھول گئے تھے اور دوسرے نے یاد دلا دیا، تو اس میں عیب کی کوئی بات نہیں۔'' ❷

۴۔ غلطی پر ڈٹے نہ رہو سنت کی طرف رجوع کرو!

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت لائی گئی جس کا نکاح دوران عدت کر دیا گیا تھا، آپ نے دونوں میں جدائی کر دی اور عورت کے مہر کو بیت المال میں یہ کہہ کر ڈال دیا کہ میں باطل نکاح پر مہر کو جائز نہیں سمجھتا، جاؤ تم دونوں کبھی آپس میں نکاح نہیں کر سکتے۔ جب علی رضی اللہ عنہ کو یہ فیصلہ معلوم ہوا تو کہنے لگے اگرچہ ان دونوں نے جہالت کی تھی، لیکن سنت یہ ہے کہ عورت کی شرم گاہ حلال کرنے کے بدلے اسے مہر دیا جائے اور دونوں میں عدت ختم ہونے تک جدائی کرادی جائے، پھر وہی آدمی پیغام نکاح دینے والے دوسرے لوگوں کی طرح خود بھی پیغام نکاح دے سکتا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر خطبہ دیا، اور کہا: غلطی پر ڈٹے نہ رہو، سنت کی طرف رجوع کرو اور پھر آپ نے خود علی رضی اللہ عنہ کی بات مان لی۔ ❸

۵۔ اس آدمی نے جبراً بدکاری کرکے مجھے میرے خاندان میں رسوا کر دیا:

جعفر بن محمد (صادق) کا بیان ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت لائی گئی جو ایک انصاری نوجوان پر فریفتہ تھی، جب عورت نے دیکھا کہ نوجوان مجھ پر مائل نہیں ہو رہا ہے تو اس کے خلاف حیلہ اختیار کیا، ایک انڈا لیا، پھر اسے توڑ کر زردی زمین پر پھینک دی اور سفیدی کو دونوں رانوں کے درمیان اور کپڑے پر لگا لیا، پھر شور کرتی ہوئی عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہنے لگی: اس آدمی نے مجھ سے جبراً بدکاری کرکے مجھے میرے خاندان میں

❶ سنن سعید بن منصور (۲/ ۶۹) حدیث نمبر (۲۰۸۳) المختصر من کتاب الموافقۃ، ص (۱۳۱).

❷ منہاج السنۃ (۶/ ۴۲). ❸ المغنی مع الشرح الکبیر (۱۱/ ۶۶، ۶۷).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رسوا کر دیا اور یہ دیکھئے اس کے ہوس کے اثرات ہیں، عمر رضی اللہ عنہ نے دوسری عورتوں سے دیکھنے کو کہا، تو انھوں نے کہا: ہاں، اس کے جسم اور کپڑے میں منی کے آثار پائے جاتے ہیں، عمر رضی اللہ عنہ نے نوجوان کو سزا دینے کا ارادہ کیا، وہ نوجوان فریاد کرنے لگا کہ اے امیر المومنین! میرے معاملہ کی حقیقت معلوم کر لیجیے، اللہ کی قسم! میں نے کبھی بھی ایسی بدکاری نہیں کی ہے اور نہ ہی اس کا ارادہ کیا ہے، دراصل یہ مجھے پھسلا رہی تھی اور ناکامی کی صورت میں یہ ڈھونگ رچایا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیا کہ اے ابوالحسن! ان دونوں کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ علی رضی اللہ عنہ نے عورت کے کپڑے پر لگی ہوئی سفیدی پر نگاہ ڈالی پھر خوب گرم کھولتا ہوا پانی منگایا اور اسے کپڑے پر ڈال دیا اس سفیدی میں جماؤ آ گیا، آپ نے اسے ہاتھ میں لیا اور سونگھا، پھر چکھا، تو ذائقہ انڈے کا لگا، پھر آپ نے عورت کو ڈانٹا اور جھڑکا، بالآخر اس نے حقیقت کا اعتراف کر لیا۔ ❶

اس واقعہ سے دو اہم باتیں معلوم ہوتی ہیں:

- اسلامی نظام قضاء میں جرائم کی تحقیق و اثبات کے لیے وسائل کا استعمال معہود تھا، جس میں فیصلہ کے لیے اقرار، گواہی، قسم، انکار...... اور علامات و قرائن سے مدد لی جاتی تھی۔
- ناگہانی و جدید حادثات کے حل کے لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بزرگ و ممتاز صحابہ کرام سے مشورہ لیا کرتے تھے اور اس سلسلے میں آپ کے نزدیک علی رضی اللہ عنہ کا ایک خاص مقام تھا۔ ❷

سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور فاروقی مالی وادارى تنظیمات

ا۔ مالی امور میں:

الف:...... خلیفہ کے اخراجات:

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد جب عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے خلیفہ بنے تو ایک طویل مدت تک آپ بیت المال سے اپنے لیے کچھ نہ لیتے تھے اور پھر ایسا وقت آ گیا کہ سخت ترین حالات اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، تجارت کا منافع ضرورت کے لیے کافی نہ ہوتا تھا، اس لیے کہ زیادہ تر وقت رعایا کے معاملات میں لگ جاتا تھا، حالات کی سنگینی سے مجبور ہو کر آپ نے اصحاب رسول اللہ کو بلا بھیجا اور ان سے اس سلسلے میں مشورہ کیا، آپ نے کہا: میں نے خلافت اور اس کی ذمہ داریوں کو نبھانے کے لیے خود کو اسی میں مکمل طور سے مشغول کر لیا ہے، لہٰذا اپنے اخراجات کے لیے مجھے اس سے کتنا لینے کی اجازت دیتے ہو؟ عثمان بن عفان اور سعید بن زید بن عمرو بن نفیل نے کہا: آپ اس میں سے کھا، پی سکتے ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے علی سے پوچھا! آپ کیا کہتے ہیں؟ انھوں نے کہا: صرف صبح اور شام کا کھانا لے لیجیے۔ ❸ عمر رضی اللہ عنہ نے اسی پر عمل کیا اور بیت المال سے اپنی آمدنی کی وضاحت ان الفاظ میں کیا:

---

❶ الطرق الحکمیة / ابن القیم ص (٤٨) یہ روایت ضعیف ہے۔
❷ الاجتهاد فی الفقه الإسلام / عبد السلام سليمانی ص (١٤٥)۔
❸ الخلافة الراشده / يحيىٰ ص (٢٧٠) اس کی سند صحیح ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''اللہ کے مال میں، میں نے خود کو یتیم کے نگراں کے قائم مقام بنایا ہے، اگر میں اس سے بے نیاز ہوا تو اسے بھی چھوڑ دوں گا اور اگر مزید ضرورت محسوس ہوئی تو معروف طریقے سے کھاؤں گا۔'' ❶

ب:...... سواد عراق کے بارے سیّدنا میں علی رضی اللہ عنہ کی رائے:

جب جنگ کے ذریعے سے عراق کی وہ زمین فتح ہوئی جسے ''ارض سواد'' کہا جاتا ہے تو کئی صحابہ نے عمر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ اس زمین کو فاتحین کے درمیان تقسیم کر دیں لیکن زمین کی کشادگی وشادابی دیکھ کر عمر رضی اللہ عنہ کی دور رس نگاہیں اس مطالبہ پر مطمئن نہ ہوئیں، کیونکہ آپ اسے بعد میں آنے والے مسلمانوں کے لیے چھوڑنا چاہتے تھے، چنانچہ علی رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ اسے تقسیم نہ کریں، دونوں کی آراء یکساں ٹھہریں اور آپ نے ان کا مشورہ قبول کر لیا، اور کہا:

''اگر بعد میں آنے والے مسلمان نہ ہوتے تو میں جن علاقوں کو فتح کرتا انھیں وہاں کے باشندوں میں تقسیم کر دیتا جیسے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو تقسیم کر دیا تھا۔'' ❷

ج:...... تم اس مال کو ضرور تقسیم کردو:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مرتبہ بہت سارا مال آیا، مستحقین میں تقسیم کرنے کے بعد کچھ مال بچ گیا، تو آپ نے اس کے بارے میں صحابہ کرام سے مشورہ کیا، سب کا مشورہ یہ تھا کہ کسی ناگہانی آفت کے لیے اسے باقی رہنے دیں۔ علی رضی اللہ عنہ نہایت خاموش بیٹھے تھے، عمر رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ کی رائے معلوم کرنا چاہی۔ علی رضی اللہ عنہ نے انھیں دور نبوی میں بحرین سے آئے ہوئے مال کا واقعہ یاد دلایا اور کہا کہ اللہ کے رسول نے اس میں سے کچھ بھی باقی نہ چھوڑا تھا، سب کا سب تقسیم کر دیا تھا، پھر عمر رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے اے علی! آپ اس مال کو ضرور تقسیم کر دیں۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اسے تقسیم کیا۔ ❸ شاید یہ واقعہ دواوین مرتب کیے جانے سے پہلے کا ہے۔ ❹

۲۔ اداری امور میں:

جب ملکی امور کو منظم کرنے کے لیے عمر رضی اللہ عنہ کو ایک سرکاری تاریخ مقرر کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو آپ نے لوگوں کو جمع کر کے مشورہ کیا کہ کس دن سے ہم اپنے سن کی بنیاد رکھیں؟ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ جس دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی، اور سرزمین شرک کو چھوڑا، چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔ ❺ آپ کے بارے میں سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اعتماد تھا کہ آپ لوگوں کی سب سے بہترین قیادت کر سکتے ہیں، چنانچہ ایک مرتبہ آپ کسی انصاری سے پست آواز میں باتیں کر رہے تھے، دوران گفتگو اس سے پوچھا: میرے بعد تم لوگ کسے خلیفہ بنانے

❶ الخلافة الراشدة/ د۔ یحییٰ (۲۷۰) اس کی سند صحیح ہے۔
❷ الأموال/ قاسم بن سلام ص (۵۷) خلافة علی بن أبی طالب / عبدالحمید علی ص (۷۵).
❸ مسند أحمد (۱/ ۹۴) انقطاع کی وجہ سے اس کی سند ضعیف ہے۔
❹ خلافة علی بن أبی طالب / عبدالحمید علی ص: (۷۵).
❺ التاریخ الکبیر/ البخاری (۱/ ۹).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے لیے سوچ رہے رہو؟ انصاری نے چند مہاجرین کا نام لیا اور علی رضی اللہ عنہ کا نام نہیں لیا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: علی کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟ اللہ کی قسم! اگر تم لوگ انھیں خلیفہ بنا دو تو وہ تمھیں حق پر کھڑا رکھیں گے، اگرچہ تم اسے ناپسند کرو۔ ❶ اور اپنے اوپر قاتلانہ حملہ کے بعد اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر سے کہا: اگر لوگوں نے لمبی زلفوں والے (یعنی علی رضی اللہ عنہ) کو خلافت سونپ دی تو انھیں سیدھے راستے پر رکھے گا۔ ❷

۳۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کئی مرتبہ علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ پر اپنا نائب مقرر کیا:

الف:...... جنگ قادسیہ سے پہلے چشمۂ "صراء" جاتے ہوئے:

جنگ قادسیہ سے کچھ پہلے اہل فارس مسلمانوں کے صفایا کے لیے "صراء" نامی چشمہ کے پاس جمع ہو چکے تھے، عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع کیا اور مشورہ لیا، سب نے پیش قدمی کرنے کا مشورہ دیا، آپ نے اس موقع پر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں نائب مقرر کیا اور خود اسلامی فوج کی قیادت کرتے ہوئے صراء چشمہ پر پہنچے۔ ❸

ب:...... جابیہ جاتے ہوئے:

جب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اسلامی فوج لے کر اجنادین پہنچے، تو روم کے ارطبون نے آپ کے نام خط لکھا کہ واللہ، اجنادین کے بعد اب فلسطین کا کوئی علاقہ تم فتح نہیں کر سکتے، لوٹ جاؤ، دھوکے میں نہ رہو فلسطین کے اصل فاتح کا نام تین حرفوں پر مشتمل ہے عمرو بن عاص نے فوراً جان لیا کہ اس سے عمر رضی اللہ عنہ مراد ہیں، چنانچہ آپ نے عمر رضی اللہ عنہ کو خط کے ذریعے سے اطلاع دی کہ فتح آپ کی منتظر ہے۔ آپ نے اس کے لیے لوگوں کو اکٹھا کیا، اور مدینہ پر علی رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر کیا۔ ❹

ج:...... ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو لے کر حج کو جاتے ہوئے:

یہ واقعہ ۲۳ھ کا ہے، جس میں سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کا آخری حج کیا تھا، بحیثیت امیرالمومنین آپ لوگوں کے ساتھ تھے اور ازواج مطہرات بھی اپنے محرم اولیاء کے ساتھ اس حج میں شریک تھیں۔ اس موقع پر آپ نے مدینہ پر علی رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر کیا تھا۔ ❺

جہاد اور دیگر ملکی امور میں عمر رضی اللہ عنہ کا علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ لینا:

یہ بات پہلے بھی گزر چکی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ کے اول اور ممتاز مشیر تھے، ہر چھوٹے بڑے معاملات میں عمر رضی اللہ عنہ آپ سے مشورہ لیتے تھے، چنانچہ فتح بیت المقدس، فتح مدائن، نہاوند جا کر فارسیوں سے معرکہ آرائی اور رومیوں سے جنگ نیز مسلمانوں کے قومی سن کی ابتداء کی تعیین جیسے متعدد مواقع پر آپ نے علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیا۔ ❻

❶ خلافة علي بن أبي طالب/ عبدالحميد ص (۷٦) بعض محققین نے اس روایت کو مرسل کہا ہے۔
❷ بغية الباحث عن زوائد مسند الحارث/ تحقيق حسين أحمد (۳/ ٤۱) اس کی سند صحیح ہے۔ خلافة علي بن أبي طالب (۷٦).
❸ المنتظم (٤/ ۱۹۲).
❹ المنتظم (٤/ ۱۹۲).
❺ المنتظم (٤/ ۳۲۷) فتح الباري (٤/ ۸۷).
❻ علي بن أبي طالب مستشار أمين للخلفاء الراشدين ص (۹۹).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیدنا علی رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی میں ان کے خیر خواہ مشیر تھے، ان سے قلبی لگاؤ تھا اور ہمیشہ ان کی حفاظت کے لیے فکر مند رہتے تھے، عمر رضی اللہ عنہ بھی علی رضی اللہ عنہ کو اسی طرح چاہتے تھے، دونوں میں گہری عقیدت ومحبت اور ایک دوسرے پر کامل اعتماد تھا، حیرت ہے کہ اس حقیقت کے باوجود دشمنان اسلام تاریخ کو بگاڑنے پر تلے ہوئے ہیں، اور ان کے متعلق اپنے مزاج ومشرب کے موافق روایات بیان کرکے یہ تصور دینا چاہتے ہیں کہ خلفائے راشدین کا دور ایک ناپاک سیاست کا نمونہ تھا جس میں ہر ایک نے خلافت کی کرسی کو چھیننے اور دوسرے کا کام تمام کرنے کے لیے سازشیں کیں اور وہ ہر کام میں دوسروں کی آنکھوں میں دھول جھونکنا چاہتے تھے۔ ❶

خلافت فاروقی کا گہرائی سے جائزہ لینے سے یہ خصوصیت نمایاں طور پر سامنے آتی ہے کہ علی اور عمر رضی اللہ عنہما کے باہمی تعلق کا نرالا انداز تھا جو کہ خالص اور بے مثال تعاون پر قائم تھا، بیشتر معاملات ومشکلات میں آپ عمر رضی اللہ عنہ کے خصوصی اور مشیر اول رہے اور آپ نے جب بھی کوئی مشورہ دیا عمر رضی اللہ عنہ نے بصد اطمینان اسے مانا اور نافذ کیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ اخلاص تھا کہ عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے تمام حالات ومسائل میں خیر خواہی کا سلوک کرتے۔ ❷ چنانچہ اہل فارس مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے اپنی بھاری بھرکم فوج لے کر نہاوند میں جمع ہوئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اکٹھا کیا اور اس جنگ میں اپنی شرکت کے متعلق ان سے مشورہ لیا، عام لوگوں نے شرکت کرنے کا مشورہ دیا، لیکن علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا:

''حمد وصلاۃ کے بعد:

اے امیر المومنین! اگر آپ شام والوں کو شام سے نکلنے کا حکم دیتے ہیں تو روم والے ان کے اہل وعیال پر حملہ کردیں گے اور اگر یمن والوں کو یمن سے نکلنے کا حکم دیتے ہیں تو حبشہ والے ان کے اہل وعیال پر حملہ کردیں گے اور اگر خود یہاں سے ہٹتے ہیں تو اطراف واکناف سے سب عرب آپ پر ٹوٹ پڑیں گے، آپ اپنے پیچھے جو غیر محفوظ سرحدیں چھوڑ جائیں گے، وہ ان سے زیادہ اہمیت رکھتی ہوں گی، جو آپ کے سامنے ہیں، جو جہاں ہیں ان کو وہیں رہنے دیں اور بصرہ والوں کو خط بھیجیں کہ وہ تین حصوں میں تقسیم ہو جائیں، ایک جماعت بصرہ اور وہاں کے اہل وعیال کی حفاظت کرے اور ایک جماعت قرب وجوار کے معاہدین میں چلی جائے تاکہ وہ عہد وپیمان نہ توڑیں اور ایک جماعت اپنے بھائیوں کی مدد کے لیے کوفہ آئے، اہل عجم کل آپ کو دیکھ کر یہ کہیں گے کہ یہ عرب کی اصل طاقت اور سرمایہ ہیں، اگر تم نے ان پر قابو پالیا تو ہمیشہ کے لیے چھٹی مل گئی اور یہ بات ان کے مقابلہ کے جذبہ اور صلاحیت کو تیز کردے گی، ان کے حوصلہ اور طمع کو بڑھائے گی اور جو آپ نے ذکر کیا کہ یہ اہل عجم مسلمانوں سے مقابلہ کے لیے نکل پڑے ہیں تو اللہ ان کے اس اقدام کو آپ سے زیادہ ناپسند کرتا ہے اور جس کو وہ ناپسند فرماتا ہے اس کو بدل دینے پر زیادہ قادر ہے اور آپ نے ان کی تعداد کا جو ذکر کیا

❶ علی ابن أبی طالب مستشار أمین للخلفاء الراشدین ص (۱۳۸). ❷ فقه السیرة النبویة / البوطی ص (۵۲۹).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے تو یاد رکھئے! اب تک اللہ تعالیٰ نے جو فتح وظفر نصیب فرمائی ہے اس میں تعداد کی کثرت کا کوئی دخل نہیں تھا، ہم تو صرف اللہ کی مدد اور اعتماد پر جنگ کرتے رہے ہیں، عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ نہایت عمدہ رائے ہے، میں اسی پر عمل کرنا چاہتا تھا۔'' ❶

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے لیے علی رضی اللہ عنہ کا مشورہ ایک مخلص اور شفیق کا مشورہ تھا کہ آپ خود نہ جائیں، مبادا آپ یہاں سے ہٹیں اور آپ کے پیچھے اہل عرب خانہ جنگی میں مبتلا ہو جائیں آپ نے عمر رضی اللہ عنہ کو خبردار کیا کہ پیچھے کی سرحد جو خالی چھوڑ کر جائیں گے اس کا خطرہ مقابل سے زیادہ بھیانک ہوگا۔

آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد خلافت کے لیے علی رضی اللہ عنہ کو نامزد کیا ہوتا تو علی رضی اللہ عنہ اس فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خلاف ورزی کر کے، نہایت خلوص و وفاداری سے ان لوگوں کا ساتھ دیتے جنھوں نے آپ کا حق غصب کیا تھا؟ کیا صحابہ کرام آنکھیں موند کر کے اس طرح فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو رائیگاں کرنے والے تھے؟ کیا تصور کیا جا سکتا ہے کہ وہ سب اس طرح غلط بات پر متفق ہو جائیں اور ان میں پیش پیش علی رضی اللہ عنہ ہوں؟ نہیں ایسا ہرگز نہیں، پوری وضاحت کے ساتھ ہمیں معلوم ہے کہ خلافت فاروقی کے اختتام تک ہی نہیں بلکہ خلافت علی کے اختتام تک تمام مسلمان ایک جماعت تھے، خلافت کے بارے میں ان کے ذہنوں میں قطعاً کوئی اشکال نہ تھا کہ اس کا زیادہ مستحق کون ہے۔ ❷

واضح رہے کہ علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے عمر رضی اللہ عنہ کی کثرت مشاورت کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ فقہ و بصیرت، اور علم و معرفت میں وہ کسی سے کم تھے، کیونکہ صحیح احادیث سے یہ واضح راہ نمائی ملتی ہے کہ آپ علم کی بلندی اور دین داری کی انتہا کو پہنچے ہوئے تھے، بس یہ آپ کا ایمان اور شورائیت سے محبت تھی کہ ایسا کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ میرے بعد آنے والے حکام بھی اس کے عادی ہو جائیں اور ذاتی رائے و حکم کا جبراً کسی کو پابند نہ کریں، ورنہ بہت سارے مسائل میں علی رضی اللہ عنہ اپنی رائے کے مقابلے میں عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کو مانتے تھے۔ ❸ چنانچہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کرتے ہوئے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: باوجود اس کے کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ سے اکثر بیشتر مشورہ کرتے تھے، لیکن ایسا ہوتا تھا کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی رائے مان لیا کرتے تھے، یہاں تک کہ ایک مرتبہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کسی مسئلہ میں عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے مشورہ لیا، میری رائے کچھ تھی اور ان کی رائے کچھ تھی، لیکن میں نے عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کو ترجیح دی۔ ❹

---

❶ تاریخ طبری (۳/ ۴۸۰) تحقیق مواقف الصحابة (۲/ ۹۴).

❷ فقه السيرة / البوطي ص (۲۹۵).

❸ خلافة علی بن أبی طالب / عبدالحمید علی ص (۷۷).

❹ الإمامة والرد علی الرافضة / لأصبهانی ص (۲۹۵).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور آل علی کا عمر رضی اللہ عنہ سے مخلصانہ تعلق

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آل رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بہت عزت وتوقیر کرتے تھے اور انھیں اپنے بیٹوں و خاندان پر ترجیح دیتے تھے۔ اس کی چند مثالیں قابل ذکر ہیں:

۱۔ عبداللہ بن عمر کے مقابلے میں تم اجازت پانے کے زیادہ مستحق ہو:

حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مجھ سے ایک روز عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے میرے بیٹے! اگر تم ہمارے پاس بھی آیا کرتے اور مل لیا کرتے تو کتنا اچھا ہوتا، ایک روز میں آیا تو دیکھا کہ آپ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تخلیہ میں ہیں اور ابن عمر دروازے پر تھے، ان کو اندر آنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی، یہ دیکھ کر میں واپس آ گیا، پھر ایک دن عمر رضی اللہ عنہ کا سامنا ہوا تو انھوں نے فرمایا: بیٹے تم میرے پاس آئے نہیں؟ میں نے کہا: میں آیا تھا لیکن آپ معاویہ کے ساتھ تخلیہ میں تھے، میں نے دیکھا کہ ابن عمر واپس ہو گئے تو میں بھی لوٹ آیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم عبداللہ بن عمر سے زیادہ اجازت پانے کے مستحق ہو ہمارے دماغ میں ایمان کی جو تخم ریزی ہوئی وہ اللہ کا احسان ہے پھر تمھارے گھرانے کا فیض ہے، یہ کہہ کر آپ نے سر پر اپنا ہاتھ رکھا۔ ❶

۲۔ میرے پاس نہیں ہے کہ تم دونوں کو پہناؤں:

ابن سعد نے جعفر بن محمد الباقر سے روایت کیا ہے، انھوں نے اپنے والد کے واسطے سے علی بن حسین (زین العابدین) سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ کے پاس یمن کے حُلّے (جوڑے) آئے، آپ نے لوگوں میں تقسیم کر دیے، وہ سب یہ نئے کپڑے پہن کر مسجد نبوی میں آئے، عمر رضی اللہ عنہ منبر اور قبر نبوی کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ لوگ آتے سلام کرتے، ان کو دعائیں دیتے، اتنے میں حسن و حسین رضی اللہ عنہما اپنی والدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان سے نکلے، لوگوں کے درمیان سے گزر رہے تھے اور ان صاحبزادوں کے جسم پر وہ حُلّے نہیں تھے، عمر رضی اللہ عنہ افسردہ اور اداس بیٹھے ہوئے تھے، پھر کہنے لگے: واللہ میرے پاس نہیں ہے کہ تم دونوں کو پہناؤں۔ لوگوں نے کہا: اے امیر المومنین! آپ نے اپنی رعایا میں تقسیم کر دیا بہت اچھا کیا، آخر غمگین کیوں ہیں؟ کہنے لگے: میں ان بچوں کی وجہ سے مغموم ہوں کہ ان کے بدن کے مطابق حلہ نہیں تھا، حُلّے بڑے تھے اور ان کے قد نہایت چھوٹے ہیں، اس کے بعد یمن پیغام بھیجا کہ دو جوڑے بعجلت حسن و حسین کے لیے بھیجے جائیں، چنانچہ وہ بھیجے گئے اور آپ نے ان دونوں کو پہنایا تب اطمینان ہوا۔ ❷

۳۔ وظیفہ دینے میں بنی ہاشم کو مقدم کرنا:

ابوجعفر سے روایت ہے کہ جب اللہ نے فتوحات کے دروازے کھول دیے تو عمر رضی اللہ عنہ نے ہر ایک کے لیے

❶ كنز العمّال (۷/ ۱۰۵) الإصابة (۱/ ۱۳۳) المرتضى ص (۱۸۷).

❷ المرتضىٰ ص (۱۸۷، ۱۸۸) لإصابة (۱/ ۱۰٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وظیفہ مقرر کرنے کا ارادہ کیا اور رائے مشورہ کے لیے کبار صحابہ کو جمع کیا، عبدالرحمن بن عوف نے کہا: آپ اپنی ذات سے شروع کیجیے۔ آپ نے کہا: ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! اس سے شروع کروں گا جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب ہوگا، اور بنو ہاشم سے شروع کروں گا، جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قبیلہ ہے، چنانچہ آپ نے پہلے عباس رضی اللہ عنہ کا پھر علی رضی اللہ عنہ کا حصہ مقرر کیا، یہاں تک کہ پانچ قبائل کو ترتیب سے مقرر کرتے رہے اور اخیر میں بنو عدی بن کعب تک پہنچے، ترتیب یوں رکھی گئی کہ بنو ہاشم میں جو لوگ بدر میں شریک تھے ان کے لیے عطیات مقرر کیے، پھر بنو امیہ بن عبد شمس میں جو لوگ بدر میں شریک تھے ان کے نام لکھے، جو زیادہ قریب تھا وہ پہلے پھر اس سے جو قریب تھا یعنی الاقرب فالاقرب، سب کے حصے مقرر کیے اور حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے لیے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مقام ومرتبہ اور قربت کی وجہ سے وظیفہ مقرر فرمایا۔ [1]

۴۔ یہ چادر مجھے میرے بھائی اور دوست نے دی ہے:

ایک مرتبہ علی رضی اللہ عنہ عدنی چادر اوڑھ کر باہر نکلے اور کہا: مجھے یہ کپڑا میرے بھائی، میرے جگری دوست، میرے مخلص اور وفادار امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے دیا ہے۔ [2] اور ابو السفر سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ علی رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی چادر لائی گئی جسے آپ زیادہ استعمال کرتے تھے، لوگوں نے آپ سے پوچھا: کیا بات ہے کہ آپ اس چادر کو زیادہ استعمال کرتے ہیں؟ آپ نے کہا: صحیح بات ہے، اسے مجھے میرے دوست اور مخلص بھائی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دی ہے، وہ اللہ کے خیر خواہ تھے تو اللہ نے ان کی خیر خواہی کی، پھر آپ رونے لگے۔ [3]

۵۔ ینبع کی جاگیرداری:

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی دور حکومت میں ''ینبع'' کی زمین کو علی رضی اللہ عنہ کو بطور عطیہ دیا، علی رضی اللہ عنہ نے اسی سے متصل مزید آراضی خرید لی، اور اس میں ایک چشمہ تیار کرانا چاہا، جب کھدائی کا کام شروع ہوا تو اونٹوں کے گلے کی طرح پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا، علی رضی اللہ عنہ کو خبر دی گئی اور خوش خبری سنائی گئی، خوشخبری سن کر آپ نے اس زمین کو فقراء ومساکین کے لیے اللہ کے راستے میں وقف کر دیا، تاکہ روز قیامت میں جب کچھ چہرے روشن اور کچھ سیاہ ہوں گے یہ کام آئے اور اللہ ان سے خوش ہو کر انھیں جہنم سے بچالے۔ آپ نے وقف کرتے ہوئے جو تحریر تیار کیا تھا اس کا مضمون یہ تھا:

> ''یہ علی بن ابی طالب کا حکم، اور اپنے مال کے متعلق فیصلہ ہے، میں ''ینبع، وادی القریٰ، اذنیۃ'' اور ''راعۃ'' کی زمین کو ثواب کی خاطر اللہ کے راستہ میں، اللہ کی رضا کے لیے وقف کر رہا ہوں۔ اس آمدنی کے مصارف میں ہر نیک کام ہے، اسے جنگ اور صلح، اسلامی فوجوں اور دور، قریب کے رشتہ

[1] الخراج / أبو یوسف (۲۴، ۵۲) المرتضیٰ ص (۱۸۸). [2] المختصر من کتاب الموافقة ص (۱۴۰).

[3] المصنف / ابن أبي شیبة (۱۲/ ۲۹) حدیث نمبر (۱۲۰۴۷) بحوالہ: الشریعہ / الآجُرّی (۵/ ۲۳۲۷) اس کی سند حسن ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

داروں میں خرچ کیا جائے، اسے نہ بیچا جائے اور نہ ہبہ کیا جائے اور نہ کسی کو وراثت میں دیا جائے، میں زندہ رہوں یا مر جاؤں۔ میں اس سے صرف اللہ کی رضا اور آخرت کی کامیابی چاہتا ہوں، صرف اللہ کے لیے سب کچھ کیا ہے، وہی اسے قبول کرے گا اور وہی اس کی حفاظت کرے گا وہ سب سے بہتر حفاظت کرنے والا ہے اس زمین کے بارے میں میں نے اپنے اور اللہ کے درمیان یہی فیصلہ کیا ہے۔'' ❶

۶۔ اے ابوالحسن! کچھ ضرور کہو:

ایک مرتبہ قریش کی ایک مجلس منعقد ہوئی، اس میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی تھی سب نے اپنی شرف اور خاندانی وجاہت کا ذکر کیا اور علی رضی اللہ عنہ خاموش سنتے رہے، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابوالحسن! اس قدر خاموش کیوں؟ گویا علی رضی اللہ عنہ ان کے بیچ میں بولنا پسند نہیں کرتے تھے لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابوالحسن! تم ضرور کچھ کہو، آپ نے اس موقع پر یہ اشعار پڑھے: ؎

فِـيْ كُـلِّ مُـعْتَـرَكٍ تُـزِيْـلُ سُيُوْفُنَا فِيْهَـا الْـجَمَـاجِمَ عَنْ فِرَاخِ الْهَـامِ

''ہر معرکہ میں ہماری تلواریں ان کے سروں سے کھوپڑیوں کو اڑا دیتی ہیں۔''

اَلـلّٰـهُ أَكْـرَمَـنَـا بِـنَـصْـرِ نَبِيِّـهِ وَبِـنَـا أَعَـزَّ شَـرَائِعَ الْـإِسْلَا مِ

''اللہ نے ہمیں اپنے نبی کی نصرت کے ذریعے سے شرف بخشا، اور ہمارے ذریعے سے اسلامی شریعت کو عزت بخشی۔''

وَيَـزُوْرُنَـا جِبْـرِيْـلُ فِـيْ أَبْيَـاتِـنَـا بِـفَـرَائِـضِ الْـإِسْلَامِ وَالْأَحْـكَـامِ ❷

''جبریل ہمارے گھروں میں اسلام کے فرائض واحکام کے ساتھ زیارت کرتے ہیں۔''

۷۔ خواب کے متعلق علی اور عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان گفتگو:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا: مجھے آدمی کے خواب پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ سوتا ہے تو خواب میں ایسی چیزیں دیکھتا ہے جو اس کے تصور میں بھی نہیں گزری ہوئی ہوتیں اور اس کا خواب ہو بہو واقع ہوتا ہے اور کوئی آدمی خواب دیکھتا ہے اور اس کا خواب کچھ نہیں ہوتا، علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے امیر المومنین کیا میں بتاؤں کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ ❸ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَ الَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَ يُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ ﴾ (الزمر: ۴۲)

''اللہ جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور ان کو بھی جو نہیں مریں ان کی نیند میں، پھر اسے روک لیتا ہے جس پر اس نے موت کا فیصلہ کیا اور دوسری کو ایک مقرر وقت تک بھیج دیتا ہے۔ بلاشبہ اس

❶ المحلی (۶/ ۱۸۰) مصنف عبدالرزاق (۱۰/ ۳۷۵) فقه علی / قلعی (۶۲۶).

❷ المختصر من کتاب الموافقة ص (۱۳۸). ❸ الفتاویٰ (۵/ ۲۷۰، ۲۷۱).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں۔‘‘

۸۔ اُمّ کلثوم بنت علی سے عمر رضی اللہ عنہما کا نکاح:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خواہش پر فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بطن سے پیدا شدہ اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح ان سے کر دیا اور محض ان پر اعتماد کامل، ان کی عظمت وشرافت اور بہترین کردار وسلوک نیز آپس کے گہرے اور اچھے تعلقات، اور مستحکم وبابرکت قرابت داریوں کی وجہ سے کیا تھا اور آج یہی چیز معزز امت مسلمہ کے حاسدوں ودشمنوں کے دلوں کو جلا رہی ہے، اور یہ بات سخت ناگوار گزر رہی ہے۔ ❶ عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں اہل بیت کے لیے ایسی خصوصی عقیدت ومحبت پنہاں تھی جو دوسروں کے لیے نہ تھی، کیونکہ یہ لوگ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار تھے، اور اس لیے بھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی عزت وتوقیر کرنے، اور ان کے حقوق کی دیکھ بھال کرنے کا حکم دیا تھا اور یہی وہ بنیادی جذبہ تھا جس کی وجہ سے عمر رضی اللہ عنہ نے فاطمہ وعلی رضی اللہ عنہما کی لخت جگر ام کلثوم کو پیغام نکاح دیا تھا، اور یہ کہتے ہوئے اپنی عقیدت کا اظہار کیا تھا: ’’اللہ کی قسم ام کلثوم کی حسن صحبت کا جتنا میں منتظر ہوں روئے زمین پر کوئی اس طرح منتظر نہیں ہے۔‘‘ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ٹھیک ہے میں نے ان کا نکاح آپ سے کر دیا، عمر رضی اللہ عنہ خوشیوں سے جھومتے ہوئے مہاجرین کے پاس آئے اور کہا: مجھے شادی کی مبارکباد دو! پھر کہنے لگے کہ ام کلثوم سے میری شادی کا اصل سبب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بشارت کی تکمیل ((كُلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ مُنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا مَا كَانَ مِنْ سَبَبِيْ وَنَسَبِيْ .)) قیامت کے دن کوئی سبب اور کوئی نسب کام نہ آئے گا، مگر وہ جس کا تعلق نسب یا سبب کے اعتبار سے مجھ سے ہو۔ میری دلی خواہش تھی کہ میرے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی سبب تعلق پیدا ہو۔ ❷

اس رشتہ کو تمام مورخین اور مولفین انساب نے حتی کہ شیعہ حضرات کے تمام محدثین، فقہاء، مناظرین، اور ائمہ معصومین نے سچ مانا ہے۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر نے اپنی کتاب ’’الشیعۃ والسنۃ‘‘ میں اس تعلق سے کئی روایات نقل کی ہیں۔ ❸ اسی طرح سنی مورخین میں سے طبری، ❹ ابن کثیر، ❺ ذہبی، ❻ ابن الجوزی، ❼ دیار بکری ❽ اور کتب تراجم ❾ کے مولفین میں سے ابن حجر، ❿ اور ابن سعد ⓫ وغیرہ نے بھی اس عقد نکاح کو ذکر کیا ہے۔

---

❶ الشیعة واهل البیت ص (۱۰۵) .

❷ اس کی سند حسن ہے۔ المستدرك / حاكم (۳/ ۱٤۲) امام ذہبی نے حاکم کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ روایت منقطع ہے۔ ہیثمی نے مجمع الزوائد (۹/ ۱۷۳) میں اس روایت کو ذکر کیا ہے، اور کہا کہ اسے طبرانی نے معجم الکبیر اور معجم الاوسط میں اختصار سے روایت کیا ہے۔ حسن بن سہل کے علاوہ بقیہ راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں، حسن بھی ثقہ ہیں لیکن بعض لوگوں نے انھیں ضعیف بھی کہا ہے۔

❷ الشیعة وأهل البیت ص (۱۰۵) . ❸ تاریخ طبری (۵/ ۲۸) .

❹ البدایة والنهایة (۵/ ۲۲۰) . ❺ تاریخ الاسلام / عهد الخلفاء الراشدین / ذهبی، ص (۱٦٦) .

❻ المنتظم (٤/ ۱۳۱) . ❼ تاریخ الخمیس بحواله: زواج عمر من أم كلثوم / أبو معاذ، ص (۱۹)

❽ الاصابة / ابن حجر ص (۲۷٦) الكنیٰ واسماء النساء .

❾ الإصابة/ ابن حجر ص (۲۷٦) الكنیٰ و اسماء النساء .

❿ اسد الغابة (۷/ ٤۲۵) .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

استاذ ابومعاذ اسماعیلی نے شیعہ وسنی مسالک کے مصادر ومراجع میں تحقیق وجستجو کرنے کے بعد اپنی کتاب ”زواج عمر بن الخطاب من ام كلثوم بنت علي بن ابي طالب حقيقة وليس افتراء“ میں اس رشتہ کو ثابت کیا ہے، اور اس بابرکت شادی پر جو اعتراضات وشبہات اچھالے جاتے ہیں ان کا مدلل جواب بھی دیا ہے میں نے اپنی کتاب ”عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ۔شخصیت اور کارنامے“ میں ام کلثوم کی سیرت اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ خانگی زندگی پر مختصر روشنی ڈالی ہے۔

بہرحال ام کلثوم بنت علی کے بطن سے عمر رضی اللہ عنہ سے ایک بیٹی جس کا نام رقیہ، اور ایک بیٹا جس کا نام زید ہے پیدا ہوئے۔ کتب سنن میں ان کے متعلق روایت ملتی ہے کہ ایک مرتبہ رات میں بنوعدی بن کعب کا کسی سے جھگڑا ہوگیا، زید بن عمر اِن میں صلح کرانے کی خاطر ان کے پاس گئے، اتفاق سے آپ کو بھی اس میں گہری چوٹ آ گئی جس سے سر پھٹ گیا، اور فوراً آپ کی وفات ہوگئی، حادثہ کو دیکھ کر آپ کی ماں اس قدر رنجیدہ ہوئیں کہ بے ہوش گئیں، اور اسی عالم میں ان کی بھی وفات ہوگئی، پھر ام کلثوم اور ان کے بیٹے ایک ہی وقت میں دفن کیے گئے، عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما نے ان کو جنازہ پڑھانے کے لیے آگے بڑھایا تھا، اور خود ان کے مقتدی تھے۔ ❶

۹۔ اے دختر رسول! تمھارے باپ سے زیادہ مجھے کوئی محبوب نہیں، اور ان کے بعد تم سے زیادہ کوئی ہمیں محبوب نہیں:

اسلم العدوی سے روایت ہے کہ جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت ہورہی تھی تو علی اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما، فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بار بار مشورہ لینے جاتے، جب عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر ہوئی تو فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور کہا: اے اللہ کے رسول کی بیٹی! پوری دینا میں تمھارے والد سے زیادہ مجھے کوئی محبوب نہیں ہے، اور ان کے بعد تم سے زیادہ کوئی محبوب نہیں پھر ان سے گفتگو کی، اتنے میں علی اور زبیر رضی اللہ عنہما پھر آ گئے، آپ نے ان دونوں سے کہا: راست روی کے ساتھ واپس لوٹ جاؤ، پھر وہ دونوں بیعت کر کے ہی واپس آئے۔ ❷

اتنی ہی بات ثابت اور صحیح ہے، اور صحابہ کے حق میں تزکیہ الٰہی اور ان کے پاک نفوس سے میل کھاتی ہے، روافض نے اس روایت میں اضافہ کیا ہے، اور جھوٹ وتہمت کی پیوندکاری کی ہے، اور کہا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر یہ لوگ تمھارے پاس پھر آئے تو میں انھیں گھر میں بند کر کے گھر کو آگ لگادوں گا، اس لیے کہ بیعت کرنے سے ٹال مٹول کر کے یہ لوگ مسلمانوں کی جماعت میں اختلاف پیدا کرنا چاہتے ہیں، پھر آپ دہاں سے چلے آئے، اور ان کے جاتے ہی یہ لوگ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے، تو فاطمہ کہنے لگیں، کیا تم جانتے ہو! میرے پاس عمر آئے اور تم لوگوں کے بارے میں مجھ سے حلف لیا ہے کہ اگر اس گھر میں پھر آئے تو اس گھر کو آگ لگا دیں

---

❶ أسدا لغابة (۷/ ۴۲۵) نساء أهل البيت/ منصور عبدالحكيم ص (۱۸۵، ۱۸۶).

❷ المصنف/ ابن ابی شیبة (۱۴/ ۵۶۷). اس روایت کی سند صحیح ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گے اللہ کی قسم! وہ جس پر قسم کھا لیتے ہیں اسے ضرور کر گزرتے ہیں، اس لیے لوٹ جاؤ، میرے پاس نہ آؤ، چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا، اور جب ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی بیعت مکمل ہوگئی تب واپس آئے۔ ❶

اس قصہ کا آخری حصہ عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے، اور روافض کا یہ دعویٰ کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کو نذر آتش کرنے کی دھمکی دی تھی، بالکل غلط اور جھوٹ ہے، اس واقعہ کو شیعہ مورخ طبرسی نے جابر جعفی کی روایت سے اپنی کتاب "دلائل الإمامة" میں اسے مزید ملمع سازی سے پیش کیا ہے۔ ❷ اور جابر جعفی ائمہ محدثین کے نزدیک بالاتفاق کذاب رافضی ہے۔ ❸ اور بعض رافضیوں نے یہاں تک جھوٹ گھڑ دیا ہے کہ عمر (رضی اللہ عنہ) نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اتنی زور سے مارا کہ محسن ان کے پیٹ سے ساقط ہوگئے۔ درحقیقت یہ سب روافض کی کذب بیانیاں ہیں جن کا صحت سے کوئی تعلق نہیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو متہم کرنے میں یہ بھول گئے کہ ہم علی رضی اللہ عنہ کو بھی بزدلی اور ظلم پر خاموشی سے متہم کر رہے ہیں جب کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہادر صحابہ میں سے تھے۔ ❹ بلکہ خود روافض ہی کی بعض کتابیں اس جھوٹ اور بکواس کی تردید کرتی ہیں۔ ❺ صحیح بات تو یہ ہے کہ محسن کی ولادت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی زندگی میں ہوگئی تھی، جیسے کہ صحیح روایات سے معلوم ہوتا ہے۔

۱۰۔ عباس اور علی رضی اللہ عنہما کا جھگڑا اور عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

مالک بن اوس کا بیان ہے کہ میں ٹھیک دوپہر کے وقت اپنے گھر والوں کے ساتھ بیٹھا تھا، اس وقت عمر رضی اللہ عنہ کا فرستادہ آیا اور کہا کہ آپ کو امیر المومنین نے بلایا ہے، میں اس کے ساتھ چل کر عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، دیکھا تو آپ چارپائی کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے اس پر کوئی بستر وغیرہ نہ تھا، چمڑے کی تکیہ پر ٹیک لگائے تھے، میں سلام کر کے آپ کے پاس بیٹھ گیا، آپ نے کہا: اے مالک! میرے پاس تمھارے گھرانے کے لوگ آئے ہیں، میں نے انھیں کچھ مال دینے کے لیے کہا ہے، لہٰذا تم مال لے کر ان میں تقسیم کر دو، میں نے کہا: اے امیر المومنین اگر میری جگہ دوسرے کو اس کام کے لیے مکلف کر دیں تو بہتر ہوگا، آپ نے کہا: اے اللہ کے بندے اسے لو، اور تقسیم کرو۔ اتنے میں آپ کا دربان "یرفا" آ پہنچا اور کہا کہ عثمان، عبدالرحمٰن بن عوف، زبیر اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم آپ سے ملنا چاہتے ہیں، کیا انھیں اجازت دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا، ہاں آنے دو، سب اندر آئے، سلام کیا اور بیٹھ گئے، یرفاء بھی تھوڑی دیر بیٹھا، پھر کہنے لگا کہ! علی اور عباس بھی ملنا چاہتے ہیں، کیا انھیں بھی اجازت ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! آنے دو، وہ دونوں اندر آئے، سلام کیا اور بیٹھ گئے، عباس نے کہا: اے امیر المومنین! میرے اور ان (علی) کے درمیان فیصلہ کر دیجیے، دراصل ان دونوں کا جھگڑا اس مالِ فے کے لیے تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنو نضیر سے ملا

---

❶ عقائد الثلاثة وسبعين فرقة / أبو محمد اليمني (١/ ١٤٠).

❷ دلائل الإمامة ص (٢٦) بحواله عقائد لثلاثة وسبعين فرقة (١/ ١٤٠).

❸ دیکھیے: ميزان الاعتدال / الذهبی (١/ ٢٧٩) تهذيب التهذيب (٢/ ٤٧).

❹ حقبة من التاريخ ص (٢٢٤). ❺ مختصر التحفة الاثنا عشرية ص (٢٥٢).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تھا، چنانچہ عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو لوگ آئے تھے انھوں نے کہا: اے امیر المومنین! ان دونوں کا فیصلہ کر کے معاملہ ختم کر دیجیے، سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ لوگ اطمینان رکھیں، میں تم سے اللہ واحد کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں، کیا تمھیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان یاد ہے: ((لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ .)) ”ہم انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو کچھ چھوڑ کر جاتے ہیں، وہ صدقہ ہے“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود کو مراد لے رہے تھے؟ عثمان رضی اللہ عنہ کی پوری جماعت نے اقرار کیا کہ ہاں یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ فرمایا: اب میں تمھیں اس سلسلہ میں فیصلہ سناتا ہوں، اللہ نے اس مالِ فے کا کچھ حصہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص کر دیا ہے، اس میں آپ کے علاوہ کسی کا حق نہیں بتایا۔ ارشاد فرمایا:

﴿ وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ﴾ (الحشر: ٦)

”اور جو (مال) اللہ نے ان سے اپنے رسول پر لوٹایا تو تم نے اس پر نہ کوئی گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ اور لیکن اللہ اپنے رسولوں کو مسلط کر دیتا ہے جس پر چاہتا ہے اور اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔“

پس یہ مال خاص رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حق تھا، واللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مال تمھارے علاوہ دوسروں کو نہیں دیا، نہ تم پر دوسروں کو ترجیح دی، تمھیں کو دیا، اور تمھیں میں عام کیا، یہاں تک کہ اس میں سے اتنا مال بچ گیا۔ اور اس باقی ماندہ مال سے اللہ کے رسول اپنے گھرانے کا سالانہ خرچ لیتے تھے، اور اس سے جو زائد ہوتا تھا، اللہ کے راستے میں وقف کر دیتے تھے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری زندگی اسی پر عمل کیا۔ میں اللہ کا واسطہ دے کر آپ لوگوں سے پھر پوچھتا ہوں، کیا آپ لوگوں کو یہ سب کچھ معلوم نہیں؟ انھوں نے کہا: ہاں معلوم ہے، پھر علی اور عباس رضی اللہ عنہما سے مخاطب ہو کر آپ نے یہی بات کہی کہ تم دونوں سے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں، کیا یہ سب تم جانتے ہو؟ ان دونوں نے کہا: ہاں ہم جانتے ہیں، عمر رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو وفات دے دیا۔ پھر ابوبکر خلیفہ ہوئے تو انھوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہوں، واللہ ابوبکر نے اسے اپنے قبضے میں رکھا اور اس میں جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے، انھوں نے بھی وہی کیا، اللہ خوب جانتا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے عمل میں سچے، نیک، اور ہدایت یاب اور حق کے تابع تھے، پھر اللہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی وفات دے دی، اور میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خلیفہ ہوا، اپنی خلافت کے ابتدائی دو سال تک میں نے اسے اپنے قبضہ میں رکھا اور اس میں وہی کرتا رہا جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں سچا ہوں، ہدایت پر ہوں اور حق کے تابع ہوں پھر تم دونوں میرے پاس اپنی بات لے کر آئے اور دونوں کا ایک ہی معاملہ اور ایک ہی مطالبہ تھا۔ اے عباس! تم مجھ سے اپنے بھتیجے کا حق مانگنے آئے اور یہ یعنی علی اپنے خسر کے مال سے بیوی کا حصہ لینے آئے اور میں نے تم دونوں کو بتا دیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

((لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ .))

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''ہم انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو کچھ چھوڑ کر جاتے ہیں صدقہ ہے۔''

پھر میں نے یہ مناسب سمجھا کہ اسے تمھارے حوالہ کردوں تو میں نے تم سے کہا: اگر تم دونوں کہو تو اسے تمھیں دے دوں بشرطیکہ تم اللہ سے یہ عہد و پیمان کرو کہ اس میں ویسا ہی تصرف کرو گے جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اور پھر میں نے اپنی دور خلافت میں کیا ہے، تم نے کہا کہ وہ مال ہمیں دے دو، میں نے وہ مال تمھیں اس شرط پر دے دیا، میں آپ لوگوں سے حلفیہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا میں نے وہ مال ان دونوں کو دے دیا یا نہیں؟ سب لوگوں نے کہا: ہاں، پھر آپ علی اور عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے اور حلفیہ اقرار کروایا کہ بتاؤ وہ مال میں نے تم دونوں کو دے دیا یا نہیں؟ ان دونوں نے کہا، ہاں۔ آپ نے پوچھا: تو کیا پھر مجھ سے اس کے علاوہ فیصلہ کروانا چاہتے ہو، اگر تم سے اس مال کا بندوبست نہیں ہوسکتا تو مجھ کو پھر دے دو، میں تم دونوں کی طرف سے اس کے لیے کافی ہوں۔ ❶

۱۱۔ خلافت کے لیے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی منتخب کمیٹی میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا نام اور جنابِ عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کے حق میں علی رضی اللہ عنہ کے کلمات خیر:

۱: اہل شوریٰ میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا انتخاب:

جب عمر رضی اللہ عنہ پر حملہ ہوا اور پھر یقین ہونے لگا کہ آپ عنقریب اس دنیا سے فوت ہو جائیں گے تو لوگ آپ کے پاس آنے لگے اور کہا: اے امیر المومنین! کسی کو خلیفہ مقرر کر دیجیے، آپ نے کہا: خلافت کے لیے یہ لوگ زیادہ مناسب ہیں جن سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم راضی رہے ہیں، پھر انھوں نے علی، عثمان، زبیر، طلحہ، سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم کا نام لیا۔ ❷ پھر ان چھ میں سے خصوصیت کے حامل افراد عبدالرحمٰن بن عوف، عثمان غنی، اور علی رضی اللہ عنہم کو بلایا، اور انھیں نصیحت کی: ❸ عمر مسلمانوں کا امام تھے، اس پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی تھی کہ جو شخص مسلمانوں کے لیے زیادہ مناسب و بہتر ہو اسے خلیفہ نامزد کر دیں، چنانچہ انھوں نے اجتہاد کیا، اور اس فیصلہ پر پہنچے کہ دوسروں کے مقابلے میں وہ چھ لوگ اس کے زیادہ مستحق ہیں جن سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وفات تک راضی رہے۔ بات وہی صحیح تھی جو عمر رضی اللہ عنہ نے اختیار کیا۔ کسی نے یہ نہیں کہا کہ ان چھ افراد کے علاوہ کوئی دوسرا خلافت کا زیادہ حق دار ہے۔ اور پھر ان میں کسی ایک کو اس لیے متعین نہیں کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دوسرا اس سے زیادہ مناسب ہو، اس لیے ایک کو متعین کرنے کے بجائے چھ افراد کے درمیان اس کو مشترک رکھنا راجح سمجھا، چنانچہ آپ نے فرمایا کہ معاملہ ان چھ کے حوالے ہے، یہ اپنے میں سے کسی ایک کو منتخب کرلیں۔ دراصل یہ ایک عادل و خیر خواہ امام کا اجتہاد تھا، جو نفس پرست نہ تھا اور اس کا عمل شورائیت کی تنفیذ کا ایک عملی نمونہ تھا، جس کے متعلق اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ﴾ (الشوریٰ: ۳۸)

''اور وہ لوگ کہ جب ان پر زیادتی واقع ہوتی ہے۔''

---

❶ صحیح البخاری، حدیث نمبر (۳۰۹۴) صحیح مسلم، حدیث نمبر (۱۷۵۷).

❷ البدایة والنهایة (۷/ ۱۴۲). ❸ البخاری (۳۷۰۰).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور فرمایا:

﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾ (آل عمران: ۱۵۹)

''اور کام میں ان سے مشورہ کر۔''

بہر حال آپ نے شورائیت کا جو نمونہ پیش کیا وہ مصلحت پر مبنی تھا۔ ❶

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ کمیٹی کے سبھی چھ ممبران تقریباً اہلیت میں برابر ہیں، کیونکہ گرچہ معمولی اعتبار سے کسی کو کسی پر فضیلت حاصل ہے، لیکن یہ بھی ہے کہ ہر ایک کی نوعیت مختلف ہے، ایسی صورت میں اگر کسی ایک کو متعین کر دیا جاتا ہے تو اندیشہ ہے کہ اس کے دورِ حکومت میں اگر کبھی کوئی گڑ بڑ واقع ہوئی تو انکار کی انگلیاں میری طرف اٹھ جائیں گی، اس لیے اللہ کا خوف کھاتے ہوئے آپ نے کسی کو متعین نہیں کیا اور جان لیا کہ کسی کو کسی پر ترجیح دینا مناسب نہیں ہے۔ اس طرح آپ نے دو مصلحتوں پر نگاہ رکھی، چھ افراد کو نامزد کر دیا اس لیے کہ ان سے زیادہ کوئی حق دار نہ تھا، اور پھر کسی ایک کو خاص نہیں کیا، کیونکہ تقصیر میں واقع ہونے کا اندیشہ تھا، اور اللہ کو یہ چیز اپنے بندوں سے مطلوب بھی ہے کہ جتنا ممکن ہو سکے امت کے مصلحت و مفاد کو ترجیح دیں، آپ نے جو کچھ کیا وہ انتہائی پُر حکمت مصلحت پر مبنی تھا۔ ❷ یہاں یہ اعتراض کرنا ہرگز درست نہیں ہے کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت کے مشورہ کو صرف چھ افراد کے حوالے کر کے اپنے متقدین یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے طرزِ عمل کی مخالفت کی ہے، جیسے کہ روافض شیعہ کا خیال ہے، اس لیے کہ اختلاف کی دو شکلیں ہیں، اختلاف تضاد، جس میں ٹکراؤ پیدا ہو جائے اور اختلاف تنوع، جس میں حقیقت ایک ہوتی ہے صرف شکل بدلی ہوتی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ کا عمل اختلاف تنوع کے قبیل سے تھا۔ ❸ تمام صحابہ نے بشرو چشم قبول کیا، عمر رضی اللہ عنہ کے جدید طرز انتخاب کو میں نے اپنی کتاب ''عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ۔ شخصیت اور کارنامے'' میں تفصیل سے لکھا ہے۔ مزید معلومات کے لیے برائے مہربانی وہاں رجوع کریں۔

۲: سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کے حق میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے کلمات خیر:

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ کو (شہادت کے بعد) ان کے بستر پر رکھا گیا تو تمام لوگوں نے نعش مبارک کو گھیر لیا اور ان کے لیے اللہ سے دعائے مغفرت کرنے لگے، نعش ابھی اٹھائی نہیں گئی تھی، میں بھی وہیں موجود تھا، اسی حالت میں اچانک ایک صاحب نے میرا شانہ پکڑ لیا، میں نے دیکھا تو وہ علی رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر انھوں نے عمر رضی اللہ عنہ کے لیے دعائے رحمت کی، اور (ان کی نعش مبارک کو مخاطب کر کے کہنے لگے) آپ نے اپنے بعد کسی بھی شخص کو نہیں چھوڑا کہ جسے دیکھ کر مجھے یہ تمنا ہوتی کہ اس کے عمل جیسا عمل کرتے ہوئے میں اللہ سے جاملوں اور اللہ کی قسم! مجھے پہلے سے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ ہی رکھے گا، میرا یہ یقین اس وجہ سے تھا کہ میں نے اکثر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سنے تھے:

❶ منہاج السنۃ (۳/ ۱۶۲، ۱۶۴) المنتقی ص (۳۶۲۔ ۳۶۴)۔

❷ عقیدہ اہل السنۃ (۳/ ۱۰۴۲)۔ ❸ منہاج السنۃ (۳/ ۱۶۲، ۱۶۴) المنتقی ص (۳۶۲، ۳۶۴)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

((ذَهَبْتُ أَنَا وَأَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ، وَدَخَلْتُ أَنَا وَأَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ، وَخَرَجْتُ أَنَا وَأَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ.)) ❶

''میں، ابوبکر اور عمر گئے، میں، ابوبکر اور عمر داخل ہوئے، میں ابوبکر اور عمر باہر آئے۔''

۳: سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ستائش سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی زبانی:

عبد خیر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ اہل نجران سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، میں آپ کے بالکل قریب بیٹھا تھا، میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر عمر رضی اللہ عنہ کے کسی فیصلے کو آپ منسوخ کرنا چاہیں گے تو آج ضرور کریں گے۔ اہل نجران آئے آپ کو سلام کہا، اور سامنے صف بندی کر کے بیٹھ گئے، پھر ان میں سے ایک آدمی نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک نوشتہ نکالا اور اسے علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رکھ دیا اور سب کہنے لگے: اے امیر المومنین! یہ آپ کے ہاتھوں کی تحریر ہے، اسے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو املا کروایا تھا۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر میں دیکھا کہ علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو کر رخسار پر بہنے لگے، پھر آپ نے ان کی طرف نگاہ اٹھائی اور کہا: اے نجران والو! یہ سب سے آخری تحریر ہے جو میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھی تھی۔ وہ سب کہنے لگے، پھر جو اس میں لکھا ہے ہمیں دیجیے۔ آپ نے فرمایا: اس کے بارے میں میں تمھیں بتاتا ہوں، سنو! عمر رضی اللہ عنہ نے جو کچھ لیا، اپنے لیے نہیں لیا، بلکہ تمام مسلمانوں کے لیے لیا، اور جو لے لیا وہ اس سے بہتر ہے جو تمھیں دیا ہے، اللہ کی قسم! عمر رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا ہے میں اسے رد کرنے والا نہیں، عمر رضی اللہ عنہ بڑی سوجھ بوجھ کے مالک، معاملہ فہم تھے۔ ❷ اس واقعہ کی روشنی میں فقہائے اسلام نے یہ فقہی اصول بنایا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک قاضی، اپنے سے پہلے قاضی کے اجتہاد و فیصلہ کو منسوخ نہیں کر سکتا۔ ❸ اور آپ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: تم جیسے فیصلہ کرتے تھے ویسے ہی کرتے رہو، یہاں تک کہ ایک جماعت بن جاؤ میں اختلاف سے ڈرتا ہوں۔ ❹ اور یہی جمہور فقہا کا مسلک ہے۔ ❺ نیز آپ نے فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ کی باندھی ہوئی کسی گرہ کو میں نہیں کھول سکتا۔ ❻

٤: سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ اس محل میں قیام کرنا پسند نہیں کرتے تھے اس لیے میں بھی پسند نہیں کرتا:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ جب معرکۂ جمل سے فارغ ہوئے تو بصرہ پہنچے، اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب مکہ واپسی کا ارادہ کیا تو آپ نے اس کا انتظام فرمایا، پھر بصرہ سے کوفہ گئے اور ۱۲/ رجب ۳۶ھ بروز دوشنبہ وہاں پہنچے، آپ سے

❶ صحیح البخاری، حدیث، نمبر (۳٦۸۵).

❷ معجم البلدان (۵/ ۲٦۹) المختصر من کتاب الموافقہ ص (۱۳۹) فقہ الامام علی (۲/ ۸۱۳) بحوالہ السنن الکبری / البیہقی۔ اس کی سند مرسل ہے۔ دیکھیے: الشریعۃ/ الآجری (٤/ ۱۷۷۷).

❸ فقہ الامام علی (۲/ ۸۱۳).

❹ مصنف عبدالرزاق (۱۰/ ۳۲۹) بحوالہ فقہ الامام علی (۲/ ۸۱٤). ❺ فقہ الامام علی (۲/ ۸۱۳).

❻ المختصر من کتاب الموافقۃ میں اهل البیت الصحابۃ ص: (۱٤۰) اس کی سند میں انقطاع ہے، دیکھیے: مصنف ابن ابی شیبۃ (۱۲/ ۳۳).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کہا گیا کہ قصر ابیض (سفید محل) میں قیام فرمائیں، آپ نے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ عمر رضی اللہ عنہ اس میں قیام کرنا ناپسند کرتے تھے اسی وجہ سے میں بھی ناپسند کرتا ہوں پھر آپ نے رحبہ میں قیام کیا، اور جامع اعظم میں جا کر دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ ❶

۵: اہل بیت کی سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سے عقیدت و محبت:

اہل بیت کی عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے عقیدہ ومحبت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ بھی عمر رضی اللہ عنہ کے نام پر اپنے لڑکوں کا نام رکھتے تھے، ظاہر ہے کہ انھیں آپ سے محبت تھی، وہ آپ کی شخصیت سے متاثر تھے انھیں آپ کے بہترین کارناموں اور مکارم عظیمہ کا احترام تھا، اسلام کے راستے میں آپ نے جو کچھ خدمات پیش کی تھیں اس کا پاس ولحاظ تھا اور ان عمیق مخلصانہ ومشفقانہ تعلقات کا اقرار تھا جو آپ کو اہل بیت سے قرابت داری، اور سسرالی رشتے کی نسبت تھی، تبھی وہ ایسا کرتے تھے، چنانچہ سب سے پہلے علی رضی اللہ عنہ نے ام حبیب بنت ربیعہ البکریۃ کے بطن سے پیدا ہونے والے لڑکے کا نام عمر رکھا۔ ❷

"الفصول المهمة" کے مولف علی بن ابی طالب کی اولاد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: تغلب قبیلہ کی صہباء بنت ربیعہ جو کہ معرکہ عین التمر میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی چھاپہ ماری کے دوران قیدی بنائی گئی تھیں، ان کے بطن سے علی رضی اللہ عنہ کے لڑکے عمر پیدا ہوئے تقریباً (۸۵) پچاسی سال زندہ رہے اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے نصف میراث کے مالک ہوئے، کیونکہ ان کے تمام بھائی، اور سگے بھائی یعنی عبداللہ، جعفر اور عثمان، سب کے سب حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ طف میں شہید ہو گئے تھے، اس لیے یہ تنہا ان سب کے وارث ہوئے۔ ❸

سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ بھی عمر رضی اللہ عنہ سے اس اظہار عقیدت میں پیچھے نہ رہے اور اپنے ایک لڑکے کا نام عمر رکھا۔ ❹ اسی طرح حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹے کا، اور ان کے بعد ان کے لڑکے علی نے جو کہ زین العابدین کے لقب سے مشہور ہیں، اپنے اپنے بیٹوں کا نام عمر رکھا۔ ❺ نیز موسیٰ بن جعفر، جن کا لقب کاظم ہے، نے بھی اپنے ایک بیٹے کا نام عمر رکھا۔ ❻ قابل غور بات ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اہل بیت کے امام کہے جاتے ہیں یہ لوگ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر چلتے رہے اور اہل سنت و جماعت کے نقوش پر کاربند ہو کر اپنے زندگی کو معطر کرتے رہے، عمر رضی اللہ عنہ کی وفات پر ایک طویل دور گزر جانے کے بعد بھی ان کے لیے اپنے دلوں میں پنہاں محبت اور تعلق خاطر کا اظہار کرتے رہے، حق کے فدائی ان اہل بیت میں صرف عمر رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ ابوبکر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ناموں کا بھی رواج رہا، اور آج بھی اہل سنت و جماعت کا یہی منہج ہے، وہ ہاشمی گھرانے جو کتاب اللہ اور سنت رسول کے پابند ہیں ان کے یہاں ہم آج بھی دیکھتے ہیں تو صحابہ اور امہات المومنین کے نام رکھے جاتے ہیں، وہ طلحہ، عبدالرحمٰن، اور عائشہ وام سلمہ نام کا

---

❶ تاریخ الخلافة الرشده / محمد کنعان ص (۳۸۳).

❷ تاریخ الیعقوبی، (۲/ ۲۱۳) الشیعه وأهل البیت ص (۱۳۳)

❸ الفصول المهمة (۱٤۳)، الشیعة وأهل البیت (۱۳۳).

❹ الشیعة و أهل البیت (۱۳۳).

❺ الشعیة و اهل البیت ص (۱۳٤).

❻ الشیعة وأهل بیت ص (۱۳۵).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انتخاب کرتے اور رکھتے ہیں، لہٰذا آج کے شیعہ حضرات کو میں دعوت دیتا ہوں کہ صاف دل ہو کر علی، حسن، حسین رضی اللہ عنہم اور آل بیت کے دیگر ائمہ کا طرزِ عمل اپنائیں، اور اپنے بچوں و بچیوں کا نام خلفائے راشدین اور امہات المومنین کے نام پر رکھیں، ہم ان سے یہی توقع کرتے ہیں۔ (1)

۶: اللہ تعالیٰ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کی نسل کی بقا کا ذریعے سے بنایا:

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فارس کو فتح کیا تو اس کے اموال غنیمت میں سے شاہ فارس یزدگرد کی لڑکی کو حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو دے دیا اور اسی کے بطن سے آپ کے بیٹے زین العابدین علی بن حسین پیدا ہوئے، آپ کے تمام لڑکے آپ کے ساتھ شہید ہو گئے ان میں تنہا یہی بچے تھے اور انھیں سے حسین رضی اللہ عنہ کی نسل آگے بڑھی اور انھیں کی طرف نسبت کی جانے لگی۔ (2) لہٰذا جو لوگ خود کو حسینی نسل قرار دیتے ہیں اور عمر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتے ہیں وہ ہوش میں رہیں، کیونکہ اگر اللہ کی توفیق سے عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا نہ کیا ہوتا تو شاید آج اس بابرکت خاندان کا کوئی وجود نہ رہتا۔ (3) اسی طرح عمر رضی اللہ عنہ نے ہی اس کی بہن کو محمد بن ابوبکر کو نکاح میں دے دی تھی، جو کہ حسین رضی اللہ عنہ کے ہم زلف ٹھہرے، اسی کے بطن سے ان کے لڑکے قاسم بن محمد بن ابوبکر پیدا ہوئے، اس طرح قاسم بن محمد بن ابوبکر، اور علی زین العابدین بن حسین بن علی دونوں خالہ زاد بھائی ہوئے۔ (4)

۷: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی تعریف میں عبداللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب کا قول:

حفص بن قیس کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ بن حسن سے موزوں پر مسح کرنے کے بارے میں فتویٰ پوچھا، تو انھوں نے کہا: مسح کرو، کیونکہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی مسح کیا ہے۔ میں نے کہا: میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ آپ مسح کرتے ہیں یا نہیں؟ انھوں نے کہا: تمھاری سمجھ میں بات آنے والی نہیں، میں تمھیں عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بتا رہا ہوں اور تم اس میں میری رائے پوچھتے ہو، عمر رضی اللہ عنہ صرف مجھ سے نہیں بلکہ اپنے وقت میں پوری روئے زمین میں سب سے بہتر تھے۔ میں نے کہا: اے ابومحمد! کچھ لوگ کہتے ہیں کہ آپ لوگ تقیہ کے طور پر ایسا کہتے ہیں، راوی کا بیان ہے کہ انھوں نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا جب کہ ہم دونوں قبر نبوی اور منبر نبوی کے درمیان بیٹھے تھے۔ اے اللہ! ظاہر و باطن دونوں حالتوں میں میری یہی بات ہے، میرے بعد کسی کی بات میرے خلاف نہ سننا، پھر کہنے لگے، کون کہتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ مظلوم تھے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ایک کام (خلافت لینے) کا حکم دیا تھا، لیکن انھوں نے اسے نہیں کیا؟ علی رضی اللہ عنہ پر طعن تشنیع کرنے اور ان کی عظمت کو مجروح کرنے کے لیے یہی کافی ہے کہ گمان کیا جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ایک بات کا حکم دیا تھا جسے انھوں نے نہیں کیا۔ (5)

---

(1) اذهبوا فأنتم الرافضة/ عبدالعزيز زبير ص (۲۳۰).

(2) عمدة الطالب فی أنساب ابی طالب / الفصل الثانی: عقب الحسين، بحواله: اذهبوا فانتم الرافضة ص ۲۳۲.

(3) اذهبوا فأنتم الرافضة ص (۲۳۲). (4) سير أعلام النبلاء (٦/ ٢٥٤)

(5) النهی عن سب الأصحاب و ما فيه من الاثم و العقاب/ محمد عبدالواحد المقدسی ص (۵۷).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۳)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ، عہد عثمانی میں

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت پر علی رضی اللہ عنہ کی بیعت:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی تدفین کے فوراً بعد شوریٰ کی منتخب کمیٹی اور اس کے اعلیٰ ممبران ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جمع ہوئے اور بعض روایات کے مطابق ضحاک بن قیس کی بہن فاطمہ بنت قیس کے گھر جمع ہوئے تا کہ عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد مسلمانوں کی زندگی میں جو سب سے اہم معاملہ درپیش ہے، اسے حل کیا جائے تمام ممبران نے اپنی اپنی رائے نہایت وضاحت وتفصیل سے پیش کی، اور اللہ کے فضل سے جس نتیجہ پر پہنچے عوام وخواص سب نے اسے خوشی خوشی تسلیم کیا❶ مجلس شوریٰ کی کارروائی کی نگرانی اور خلیفہ کے انتخاب میں عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سب سے اہم کردار ادا کر رہے تھے۔ خلافت کی ذمہ داریاں کون سنبھالے گا اور مسلمانوں کے معاملات کی تدبیر وسیاست کون کرے گا، اس کے لیے عبدالرحمن بن عوف نے منظم شورائیت کا واضح ترین نمونہ پیش کیا اور اپنی عظیم ذمہ داری کو بحسن وخوبی نبھانے کے لیے نہایت صبر وضبط، جہد مسلسل اور حسن تدبیر سے کام لیا اور کامیاب ہوئے۔ ❷ یقیناً جتنی جانفشانی اور مہارت سے آپ نے قافلۂ شوریٰ کی قیادت کی اس پر آپ قابل مبارکباد ہیں۔ ❸

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ’’عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا افضل ترین عمل یہ رہا کہ آپ نے شوریٰ کے وقت خود کو استحقاق خلافت سے الگ رکھا، اور اہل حل وعقد کے مشورہ کے مطابق خلیفہ کا انتخاب کیا۔ اور امت مسلمہ کو عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت پر متحد کرنے کے لیے نہایت مستعدی اور ہوشمندی کا ثبوت دیا، اس سلسلہ میں اگر آپ جانبدار ہوتے تو منصب خلافت کو خود لے لیتے، یا اپنے عم زاد بھائی، اور ممبرن کمیٹی میں اپنے قریبی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو اس پر بیٹھا دیتے۔‘‘ ❹

لیکن آپ نے ایسا نہ کیا اور بالآخر ذوالحجہ ۲۳ھ کے آخری دن مطابق ۶ر نومبر ۶۴۴ء کو سب نے بالاتفاق عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے انھیں اپنا خلیفہ منتخب کر لیا۔ صہیب رومی رضی اللہ عنہ تا انتخاب خلیفہ مدینہ کے عارضی امام تھے۔ مجلس شوریٰ کے ممبران منبر رسول اللہ کے پاس جمع ہوئے، عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ تشریف لائے، آپ کے سر پر وہ پگڑی تھی جسے دست رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی آپ کو سر پر باندھا تھا۔ آپ نے موجود مہاجرین، انصار اور

❶ عثمان بن عفان / صادق عرجون ص (۶۲/ ۶۳) ❷ عثمان بن عفان (۷۰/ ۷۱).
❸ مجلة البحوث الإسلامية / عدد (۱۰) ص (۲۵۵).
❹ سیر اعلام النبلاء (۱/ ۸۶).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فوجی سربراہوں کو یعنی شام کے امیر معاویہ، حمص کے امیر عمیر بن سعد اور مصر کے امیر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کو بلوایا۔ یہ لوگ عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج میں شریک ہوئے تھے اور آپ ہی کی معیت میں مدینہ آئے تھے۔ ❶ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ جب لوگوں نے صبح کی نماز پڑھ لی، تو یہ (چھ اشخاص) منبر کے پاس جمع ہو گئے، عبدالرحمٰن بن عوف نے مدینہ میں موجود سب مہاجرین وانصار کو بلایا بھیجا، اوران فوجی سربراہوں کو بھی جنھوں نے عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج ادا کیا تھا، اور موجود تھے، جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے خطبہ مسنونہ پڑھا، پھر کہنے لگے: علی تم برا نہ ماننا میں نے سب لوگوں سے اس معاملہ میں گفتگو کی وہ عثمان رضی اللہ عنہ کو مقدم رکھتے ہیں، ان کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے، اس لیے آپ اپنے دل میں کوئی میل نہ پیدا کریں، پھر عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: میں تم سے اللہ کے دین، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور اس کے بعد دونوں خلیفوں کے طریق پر بیعت کرتا ہوں، یہ کہہ کر عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے بیعت کی اور جتنے مہاجرین وانصار، فوجی سربراہ اور عام مسلمان وہاں موجود تھے سب نے بیعت کر لی۔ ❷ اور "التمهيد والبيان" کی روایت میں ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے پہلے علی رضی اللہ عنہ نے بیعت کی۔ ❸

شوریٰ سے متعلق رافضی دسیسہ کاریاں

اسلامی تاریخ میں بہت سے رافضی خرافات واباطیل درآئی ہیں، انھیں میں سے ایک مسئلہ انتخابِ عثمان رضی اللہ عنہ اور اس کے لیے شوریٰ کی کارروائی بھی ہے۔ مستشرقین نے حقیقت سے آنکھیں موند کر ان باطل روایات کو کافی اچھالا اور پروپیگنڈا کیا، بدقسمتی سے بہت سارے مورخین اور جدید مفکرین نے اس موضوع سے متعلق روایات کی چھان پھٹک نہیں کی، ان کی اسناد اور متول کی تحقیق نہیں کی۔ نتیجتاً ان روایات سے متاثر ہو گئے اور مسلمانوں میں غلط باتیں پھیل گئیں۔ روافض شیعہ مورخین نے شوریٰ اور خلافت کے لیے عثمان رضی اللہ عنہ کی نامزدگی کو خاص طور سے موضوع بحث بنایا اور اپنی من گھڑت وجھوٹی باتوں نیز خرافات وہفوات کو اس میں بھر دیا، بلکہ ان کے متعدد مولفین نے اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔

جیسے کہ ابومخنف نے "کتاب الشوریٰ" کے نام سے ایک کتاب لکھی، اسی طرح ابن عقدہ اور ابن بابویہ ❹ نے بھی کتابیں لکھیں اور ابن سعد نے مجلس شوریٰ، انتخاب عثمان اور منصب خلافت سنبھالنے کی تاریخ سے متعلق واقدی کی سند سے نو (۹) روایات نقل کی ہیں۔ ❺ اور ایک روایت عبیداللہ بن موسیٰ کی سند سے نقل کیا ہے۔ جس میں عمر رضی اللہ عنہ کے واقعہ شہادت، مجلس شوریٰ کے لیے چھ افراد کی نامزدگی، علی اور عثمان رضی اللہ عنہما میں سے جو بھی خلافت سنبھالے اسے خلافت کے متعلق نصیحت اور صہیب رومی رضی اللہ عنہ کے لیے اس سلسلہ میں وصیت کا تذکرہ ہے۔ ❻

❶ شهيد الدار ص (٣٧).
❷ صحيح البخاری / الأحكام حديث نمبر (٧٢٠٧).
❸ التمهيد والبيان ص (٢٦).
❹ الذريعه الى تصانيف الشيعه (١٤/ ٢٤٦).
❺ الطبقات الكبرىٰ / ابن سعد (٣/ ٦٣، ٦٧).
❻ الطبقات الكبرىٰ لابن سعد (٣/ ٦٣، ٦٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بلاذری نے بھی مجلس شوریٰ اور بیعت عثمان کے واقعہ کو ابومخنف کی روایت سے نقل کیا ہے، ❶ اور ہشام کلبی سے ان میں سے بعض باتوں کو ابومخنف کے حوالے سے اور بعض کو خود اپنی سند سے، ❷ اور واقدی سے ❸ اور عبیداللہ بن موسیٰ ❹ سے روایت کیا ہے۔ طبری نے واقعہ شوریٰ کو نقل کرتے ہوئے جن چند روایات پر اعتماد کیا یہ ان میں ابو مخنف کی روایت شامل ہے۔ ❺ ابن ابی الحدید نے واقعہ شوریٰ کے کچھ حصے کو احمد بن عبدالعزیز الجوہری کی سند سے نقل کیا ہے، ❻ اور اشارہ کیا ہے کہ یہ واقدی کی کتاب "الشوریٰ" سے منقول ہے۔ ❼

یہ تمام ترشیعی روایات ان کے مختلف مکر وفریب اور سازشوں پر مشتمل ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہاں چند ایک کو بطور مثال ذکر کیا جارہا ہے:

ا۔ خلیفۃ المسلمین کے انتخاب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جانب داری کی تہمت:

شیعی روایت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر یہ تہمت لگاتی ہیں کہ انھوں نے خلیفہ کے انتخاب میں جانب داری سے کام لیا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس مہم کی ذمہ داری عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو سونپے جانے سے مطمئن نہ تھے، چنانچہ ابومخنف اور ہشام کلبی اپنے باپ اور احمد الجوہری سے روایت کرتے ہیں کہ عمر (رضی اللہ عنہ) نے طرفین کے ووٹ برابر ہونے کی صورت میں جس طرف عبدالرحمٰن بن عوف ہوں اس کو ترجیح دی، اور علی کو بھی احساس ہوگیا کہ اب خلافت ان کے ہاتھوں میں آنے والی نہیں ہے، اس لیے کہ عبدالرحمٰن سسرالی قرابت داری کا لحاظ کریں گے اور عثمان رضی اللہ عنہ ہی کو ترجیح دیں گے۔ ❽

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے عثمان اور عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما کے درمیان کسی بھی خاندانی قرابت یا رشتہ داری کی تردید کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں: سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ کے نہ حقیقی بھائی تھے، نہ عم زاد بھائی تھے، اور نہ ہی ان کے قبیلہ کے تھے۔ ان کا تعلق بنوزہرہ سے تھا اور عثمان رضی اللہ عنہ کا تعلق بنوامیہ سے اور بنوزہرہ کا بنوامیہ کے مقابلے بنوہاشم کی طرف زیادہ میلان تھا، اس لیے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ننھال تھا، اور اسی قبیلہ سے عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما تھے، وہ سعد جن کے بارے میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

((هذا خالي ، فليرني امرء خاله .)) ❾

"یہ میرے ماموں ہیں کوئی مجھے ان جیسا اپنا ماموں دکھائے۔"

دوسری بات یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان رشتہ مواخات کا بھی کوئی تصور درست نہیں، کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کا آپس میں، یا انصار کا آپس میں مواخات نہیں کرایا تھا بلکہ یہ مواخات مہاجرین اور انصار کے درمیان قائم ہوئی تھی، انھیں مہاجرین میں سے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تھے جن کا رشتہ مواخات سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ

---

❶، ❷، ❸ أنساب الأشراف ، (٥/ ١٨ ، ١٩) .
❹ أنساب الأشراف ، (٥/ ٦) .
❺ أثر التشيع على الروايات التاريخية ص (٣٢١) .
❻ شرح نهج البلاغة (٩/ ٤٩ ، ٥٠، ٥٨) .
❼ شرح نهج البلاغة (٩/ ١٥) .
❽ أثر التشيع على الروايات التاريخية ص (٣٢٢) .
❾ صحيح سنن الترمذي (٣/ ٢٢٠) حديث نمبر (٤٠١٨) .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے ہوا تھا۔ ❶ یہ بات صحیح احادیث سے ثابت اور مشہور ہے اور اہل علم سے مخفی نہیں ہے۔ ❷

شیعی روایات نے دونوں حضرات میں سسرالی رشتہ کے حوالے سے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ پر جانب داری کی تہمت تو لگا دی لیکن یہ مسلمہ حقیقت بھلا دیا کہ نسب وخاندان کا رشتہ، سسرالی رشتے سے کہیں زیادہ قوی اور بااثر ہوتا ہے، نیز اس پہلو پر غور نہیں کیا کہ دور اول کے مسلمانوں کے تعلقات کا مزاج کیا تھا؟ وہ بھول گئے کہ ان کے تعلقات کی بنیادیں خاندانی یا سسرالی قرابت داریاں نہ تھی، بلکہ اسلامی اخوت تھی اور عبدالرحمٰن بن عوف اور عثمان رضی اللہ عنہما کے درمیان سسرالی رشتے کی نوعیت بس اتنی تھی کہ ولید کی بہن ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط، عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ ❸

۲۔ اموی پارٹی اور ہاشمی پارٹی:

ابومخنف کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بیعت کے دوران بنو ہاشم اور بنو امیہ کے درمیان بڑی ہنگامہ آرائی ہوئی۔ حالانکہ یہ بات قطعاً درست نہیں ہے اور نہ ہی کسی صحیح حتی کہ ضعیف روایت میں یہ وارد ہے۔ ❹ افسوس کی بات ہے کہ سند ومتن ہر اعتبار سے ان رافضی شیعی روایات کے بطلان اور اس کے برخلاف صحیح روایات کے ثبوت کے باوجود بعض مورخین اپنے بعض اعتراض ومقاصد کے پیش نظر ان شیعی روایات کے پیچھے دوڑ پڑے اور اپنے غلط تحلیل وتجزیہ کی بنیاد ان روایات پر رکھی اور یہ تاثر دیا کہ خلیفہ کے انتخاب کے لیے صحابہ کرام کی ترجیحات اور مشورے میں خاندانی وقبائلی رنگ غالب تھا۔ وہ دو پارٹیوں میں تقسیم ہو گئے تھے، ایک اموی پارٹی اور دوسری ہاشمی پارٹی۔ حالانکہ یہ ایک وہمی تصور اور مردود استنتاج ہے، جس کی کوئی دلیل نہیں ہے، اس لیے کہ یہ بات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس ماحول ومزاج سے ہرگز میل نہیں کھاتی جس میں وہ زندگی گزار رہے تھے جس کا طرۂ امتیاز یہ تھا محض اسلام کی خاطر مہاجرین وانصار اپنے باپ، بھائی اور خاندان کے خلاف شانہ بہ شانہ کھڑے ہو جاتے تھے، یہ بات ان کے ذہن ودماغ میں بھی نہ آئی ہوگی، اور کیونکر آتی، جب کہ سارا مال ومتاع اپنے دین کی حفاظت کے لیے قربان کر دیے تھے اور نہ ہی یہ تصور ان چیدہ وچنیدہ جنت کی بشارت یاب شخصیات کی صحیح معرفت سے میل کھاتا ہے، ان کی زندگی کے بہت سارے واقعات اس بات پر گواہ ہیں کہ یہ لوگ اپنے پیچیدہ ومشکل ترین مسائل کو حل کرنے کے لیے اس تنگ نظری سے کہیں زیادہ بڑھ کر سوچتے اور عمل کرتے تھے۔ پس یہ واقعہ کسی خاندانی یا قبائلی انتخاب کی طرح اپنے اپنے قبیلے کی نمائندگی کا ہرگز نہیں تھا، بلکہ اسلام میں بلند رتبہ ہونے کی وجہ سے یہ لوگ شوریٰ کے سب سے زیادہ اہل اور مستحق قرار پائے تھے۔ ❺

---

❶ صحيح البخاري ، حديث نمبر (٣٧٨٠) . ❷ منهاج السنة النبوية (٦/ ٢٧١ ، ٢٧٢) .

❸ الطبقات الكبرىٰ (٣/ ١٢٧) . ❹ مرويات أبي مخنف في تاريخ الطبري ص (١٧٧ ، ١٧٨) .

❺ الخلفاء الراشدون امين القضاة ص (٧٨ ، ٧٩) .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۳۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کردہ تہمتیں اور جھوٹی باتیں:

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ابن جریر وغیرہ بہت سارے مورخین کا متعدد مجہول راویوں کے حوالے سے یہ لکھنا کہ علی رضی اللہ عنہ عبدالرحمن بن عوف (رضی اللہ عنہ) سے کہا کہ تم نے مجھے دھوکا دیا اور عثمان کو اس لیے ترجیح دی کہ وہ تمھارے سسرالی رشتے کے ہیں اور ہر روز اپنے معاملات میں تم سے مشورہ لیں گے اور پھر آپ (علی رضی اللہ عنہ) نے بیعت کرنے میں توقف کیا، یہاں تک کہ عبدالرحمن کو اس آیت کریمہ کا سہارا لینا پڑا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١٠﴾﴾

(الفتح: ۱۰)

''بے شک وہ لوگ جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے، پھر جس نے عہد توڑا تو درحقیقت وہ اپنی ہی جان پر عہد توڑتا ہے اور جس نے وہ بات پوری کی جس پر اس نے اللہ سے عہد کیا تھا تو وہ اسے جلد ہی بہت بڑا اجر دے گا۔''

یہ اور اس طرح کی دوسری روایات جو صحیح احادیث کے خلاف ہیں، ان کے قائلین اور نقل کرنے والے مردود ہیں، واللہ اعلم۔ صحابہ کرام کے بارے ہمارا علم وعقیدہ ان روافض اور قصہ گو احمقوں کی توہمات سے بالکل پاک ہے جن کے یہاں صحیح اور ضعیف، درست اور غلط کی کوئی تمیز نہیں ہے۔'' ❶

سیدنا عثمان اور جناب علی رضی اللہ عنہما کے مابین تفاضل:

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ جس نے استحقاق خلافت میں علی رضی اللہ عنہ کو ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر مقدم کیا وہ گمراہ اور بدعتی ہے، اور جس نے علی کو عثمان رضی اللہ عنہ پر مقدم کیا وہ گمراہ اور مبتدع تو نہیں لیکن غلطی پر ضرور ہے۔ ❷ اگرچہ بعض علماء نے علی کو عثمان پر ترجیح دینے والوں کے خلاف سخت نکیر کی ہے، اور یہاں تک لکھا ہے کہ جس نے استحقاق خلافت میں علی رضی اللہ عنہ کو عثمان رضی اللہ عنہ پر ترجیح دی گویا اس کا زعم یہ ہے کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان رضی اللہ عنہ کو علی رضی اللہ عنہ پر مقدم کر کے امانت الٰہی میں خیانت کی ہے۔ ❸

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اہل سنت اس بات پر متفق ہیں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ، سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر مقدم ہیں۔ عثمان وعلی (رضی اللہ عنہما) کو ایک دوسرے پر ترجیح دینے کا مسئلہ ان اصولی مسائل میں سے نہیں ہے جن کی مخالفت کرنے والوں کو جمہور اہل سنت کے نزدیک گمراہ قرار دیا جاتا ہے، البتہ استحقاق خلافت کے مسئلہ میں علی رضی اللہ عنہ کو

---

❶ البداية والنهاية (۷/ ۱۵۲). ❷ مجموع الفتاوىٰ (۳/ ۱۰۱/ ۱۰۲).

❸ حقبة من التاريخ / عثمان الخميس ص (۶۶).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عثمان رضی اللہ عنہ پر ترجیح دینے والوں کو ضرور گمراہ کہتے ہیں۔ ان کا ایمان وعقیدہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بالترتیب ابوبکر، پھر عمر پھر عثمان، پھر علی رضی اللہ عنہم اجمعین خلیفہ ہیں، اگر کوئی شخص ان ائمہ کرام میں سے کسی کی خلافت پر اعتراض کرتا ہے تو اپنے گدھے سے بھی زیادہ احمق ہے۔'' [1]

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ علی رضی اللہ عنہ پر عثمان (رضی اللہ عنہ) کی فضیلت کے مسئلہ میں علما کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''اس مسئلہ میں دو قول ہیں، ایک یہ کہ علی رضی اللہ عنہ کو عثمان رضی اللہ عنہ پر فضیلت دینا اور انھیں مقدم جاننا جائز نہیں ہے۔ جو شخص ایسا کرتا ہے وہ سنت سے خارج ہو کر بدعت میں گرفتار ہو جاتا ہے، کیونکہ وہ اجماع صحابہ کا مخالف ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ جس نے علی رضی اللہ عنہ کو عثمان رضی اللہ عنہ پر مقدم کیا اس نے مہاجرین اور انصار دونوں پر تہمت لگائی۔ کئی ایک حضرات کا یہی مسلک ہے۔ انھیں میں سے ایوب سختیانی، احمد بن حنبل اور دارقطنی رحمہم اللہ ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ جس نے علی رضی اللہ عنہ کو عثمان رضی اللہ عنہ پر مقدم کیا اسے بدعتی نہیں کہا جائے گا اس لیے کہ دونوں کے احوال ومناقب تقریباً ملتے جلتے ہیں۔ [2]

سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں علی رضی اللہ عنہ بحیثیت مشیر اور حدود نافذ کرنے والے

ا۔ عہد عثمانی میں حدود کی تنفیذ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے حوالے:

حصین بن منذر کا بیان ہے کہ میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، ولید رضی اللہ عنہ پکڑ کر لائے گئے، دو آدمیوں نے ان کے خلاف گواہی دی کہ انھوں نے شراب پیا ہے، گواہی دینے والوں میں ایک حمران بھی تھے اور دوسرے نے گواہی دی کہ میں نے اس کو شراب کی قے کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے گواہی لینے کے بعد کہا: اگر شراب نہ پی ہوتی تو شراب کی قے کیوں کرتا، لہٰذا اے علی! اٹھو اور اسے کوڑے لگاؤ اور علی رضی اللہ عنہ نے حسن سے کہا، اے حسن! تم اٹھو اور کوڑے لگاؤ، تو حسن رضی اللہ عنہ کہنے لگے: حکومت کی آسائشوں سے جو شخص لطف اندوز ہو مشکلات بھی اسی کے سپرد کرو، گویا انھوں نے اپنی ناراضی کا اظہار کیا، پھر علی رضی اللہ عنہ کہا: اے عبداللہ بن جعفر! اٹھو اور اسے کوڑے لگاؤ، چنانچہ انھوں نے کوڑے مارے اور علی رضی اللہ عنہ انھیں شمار کرتے رہے، جب وہ چالیس کوڑے لگا چکے تو علی رضی اللہ عنہ نے کہا: رک جاؤ، اور پھر فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر نے چالیس، چالیس کوڑے لگائے ہیں اور عمر رضی اللہ عنہ

---

[1] مجموع الفتاوىٰ (٣/ ١٠١/ ٢٠١).

[2] مجموع الفتاوىٰ (٤/ ٢٦٧) لیکن قول اول ہی راجح ہے کیونکہ اجماع صحابہ حجت شرعی ہے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:
((كُنَّا فِي زَمَنِ الْأَرْضِ ﷺ لَا نَعْدِلُ بِأَبِي بَكْرٍ أَحَدًا ، ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ ثُمَّ نَتْرُكُ أَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ لَا نُفَاضِلُ بَيْنَهُمْ .)) (البخاري/ فضائل الصحابة (٣٦٩٧)
''ہم ابوبکر کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے پھر عمر اور پھر عثمان اور پھر ان کے بعد صحابہ کے درمیان ایک کو دوسرے پر فوقیت نہیں دیتے تھے۔''
سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ فضیلت وخلافت دونوں میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ پر فوقیت رکھتے ہیں۔ (مترجم)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے اسی کوڑے لگوائے اور یہ سب سنت ہے، لیکن میں چالیس ہی کو پسند کرتا ہوں۔ ❶

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ کے بہت قریب تھے، اللہ کی اطاعت وفرماں برداری پر ان کا تعاون کرتے تھے اور جو شخص ولید کی طرف منسوب اس فعل کی وجہ سے عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنی تنقید کا نشانہ بناتا آپ عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے اسے جواب دیتے کہ جس کام کے حوالے سے تم لوگ عثمان رضی اللہ عنہ پر عیب لگاتے ہو، ایسے ہی ہے جیسے کوئی آدمی اپنے اوپر وار کرے تا کہ اپنے معاون کو قتل کردے، ❷ عثمان کا کیا جرم؟ ایک شخص کو انھوں نے اس کے فعل کی وجہ سے کوڑے لگوائے اور منصب سے معزول بھی کردیا اور (کہا) پھر عثمان کا کیا جرم انھوں نے جو کچھ کیا ہمارے مشورہ سے کیا۔ ❸

۲۔ فتح افریقہ کے موقع پر کبار صحابہ کے ساتھ علی رضی اللہ عنہ بھی عثمان رضی اللہ عنہ کے مشیر:

امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس انھیں کے مقرر کردہ مصر کے گورنر عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ آئے اور کہا کہ مسلمان افریقہ کے قرب وجوار کے علاقوں پر یورش کرتے ہیں اور اپنے دشمنوں پر غالب آجاتے ہیں، وہ مسلمانوں کے علاقوں کے قریب بستے ہیں۔

عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کے فوراً بعد افریقہ میں فوج بھیجنے اور جنگ لڑنے کے متعلق مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے اپنا ارادہ ظاہر کیا، دونوں کی گفتگو یہ تھی:

عثمان: اے ابن مخرمہ تمھاری کیا رائے ہے؟

ابن مخرمہ: ان سے جنگ کیجیے۔

عثمان: آج بڑے بزرگ اصحاب رسول کو اکٹھا کروں گا، اور ان سے مشورہ لوں گا جس پر سب کا اتفاق ہوگا، یا اکثر کا اتفاق ہوا وہی کروں گا۔ پھر کہا: علی، طلحہ، زبیر اور عباس کو دیکھو، بلاؤ اور بھی چند لوگوں کا نام لیا، اس کے بعد ہر ایک سے مسجد میں الگ الگ تنہائی میں بات کی۔ پھر ابوالاعور یعنی سعید بن زید کو بلایا۔

عثمان: اے ابوالاعور! تم افریقہ میں اسلامی فوج بھیجنے سے کیوں بھاگتے ہو؟

ابوالاعور: میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تک میری آنکھوں میں پانی ہے کسی مسلمان کو اس پر حملہ کرنے کے لیے تیار نہیں کروں گا، اس لیے میں آپ کے لیے عمر رضی اللہ عنہ کی مخالفت مناسب نہیں سمجھتا۔

عثمان: اللہ کی قسم ہمیں ان سے قطعاً کوئی خوف نہیں ہے، اگر وہ اپنی جگہوں پر قائم رہے اور معارضہ نہ کیا تو ان سے جنگ نہ لڑی جائے گی، چنانچہ شرکائے شوریٰ میں سے کسی نے آپ کی رائے کی مخالفت نہ کی؟ پھر آپ نے خطبہ دیا، اور لوگوں کو افریقہ کے ساتھ جنگ پر ابھارا، اور عبداللہ بن زبیر، اور ابوذر غفاری وغیرہ رضی اللہ عنہم جہاد افریقہ کے لیے نکلے۔ ❹

---

❶ شرح النووی علی صحیح مسلم / الحدود (۱۱/ ۲۱۶). ❷ تاریخ الطبری ص (۱۷۷-۱۷۸)

❸ تحقیق مواقف الصحابة فی الفتنة (۱/ ۴۲۱).

❹ ریاض النفوس (۱/ ۸، ۹) الجهاد والقتال/ هیکل (۱/ ۵۵۶).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۳۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ مشورہ کہ لوگوں کو ایک قراءت پر جمع کر دو:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے مہاجرین وانصار کو جمع کیا اور لوگوں کو ایک قراءت کا پابند بنانے کے لیے ان سے مشورہ کیا، ان میں ممتاز صحابہ شریک تھے اور سب سے پیش پیش علی رضی اللہ عنہ تھے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے امت مسلمہ کے ان پاکیزہ نفوس اور ہدایت یافتہ قائدین ملت کے سامنے اس پیچیدہ مسئلہ کو رکھا اور سب نے گہرائی سے اس کا جائزہ لیا، بحث وتمحیص کی اور عثمان رضی اللہ عنہ بھی برابر کے شریک رہے، اور جب سب کی رائے آپ کو اور آپ کی رائے دوسروں کو معلوم ہوگئی تو ان بزرگ ہستیوں کا اجماع حکومت اسلامی کے ہر خطے کے تمام افراد کو معلوم ہوگیا اور کسی نے کہیں کوئی اعتراض یا مخالفت نہ کی اور قرآن کی یہ شان بھی نہیں ہے کہ امت کے کسی فرد سے اس کی حیثیت پوشیدہ رہے چہ جائیکہ علمائے دین اور نمایاں ائمہ اس سے غافل رہ جائیں۔ ❶

واضح رہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے مصحف قرآنی کو جمع کر کے دین میں کوئی بدعت ایجاد نہیں کی۔ ایسا آپ سے پہلے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی کر چکے تھے، نیز آپ نے تنہا اپنی مرضی سے یہ کام نہیں کیا بلکہ اعیان صحابہ سے اس سلسلے میں مشورہ کیا اور سب کو یہ چیز پسند آئی اور اپنی خوشی کا اظہار انھوں نے یہ کہتے ہوئے کیا کہ آپ نے کیسی اچھی بات سوچی اور کتنا عمدہ کام کیا۔ ❷

جس وقت عثمان رضی اللہ عنہ قرآن کے مختلف شخصی تیار کردہ نسخوں کو جلا رہے تھے اس وقت مصعب بن سعد صحابہ کے ساتھ تھے، آپ نے دیکھا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے اس کام سے صحابہ کرام بہت خوش تھے۔ ❸ اور اس کام پر علی رضی اللہ عنہ جب کسی کو عثمان رضی اللہ عنہ پر عیب لگاتے ہوئے سنتے تو کہتے: اے لوگو! عثمان کے سلسلہ میں تم انتہا پسندی کے شکار نہ ہو جاؤ، ان کے حق میں بھلی ہی بات کہو، مصاحف قرآن کے ساتھ انھوں نے جو کچھ کیا ہم سب پوری جماعت کے سامنے کیا، میں خلیفہ ہوتا تو میں بھی وہی کرتا جو انھوں نے کیا۔ ❹

ایک دوسری روایت میں علی رضی اللہ عنہ کا قول اس طرح منقول ہے:

> ''جب لوگوں نے قراءت قرآن میں اختلاف کیا اور عثمان رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ہوئی، تو انھوں نے ہم نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع کیا اور سب کی موجودگی میں لوگوں کو ایک قراءت پر متفق کرنے کے سلسلے میں ہم سے مشورہ لیا، ہم سب کی رائے عثمان کی رائے کے موافق تھی۔ سنو! اگر میں بھی اس منصب پر ہوتا جس پر عثمان ہیں، تو اسی طرح کرتا جس طرح عثمان نے کیا۔'' ❺

---

❶ عثمان بن عفان / صادق عرجون ص (۱۷۵)۔ ❷ فتنه مقتل عثمان (۱/ ۷۸)۔

❸ التاریخ الصغیر / البخاری ۱/ ۹۴) اس کی سند حسن لغیرہ ہے۔ ❹ فتح الباری (۹/ ۱۸) اس کی سند صحیح ہے۔

❺ کتاب المصاحف لابن ابی داود (۲۹، ۳۰) خلافة علی بن ابی طالب/ عبدالحمید علی (۸۰)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے فتنہ میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا موقف

شہادت عثمان کی سازش کے اسباب مختلف تھے، اور اس کی کڑیاں ایک دوسرے سے ملتی جلتی تھیں، مثلاً خوشحالی اور معاشرہ میں اس کا ظہور، سماج کا بدلتا ہوا ماحول ومزاج، عمر رضی اللہ عنہ کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ کا انتخاب، مدینہ سے بہت سارے بزرگ وممتاز صحابہ کرام کا کوچ کر جانا اور دوسرے ملکوں میں سکونت اختیار کر لینا، جاہلی عصبیت کا زندہ ہونا، حاسدین کی ریشہ دوانیاں، عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کی آگ بھڑکانے کے لیے ٹھوس لائحہ عمل، عوام میں پروپیگنڈہ کو عام کرنے کے لیے مختلف اسلوب ووسائل کا استعمال اور سبائی تحریک کی فتنہ سامانیاں، وغیرہ وغیرہ۔ میں نے ان اسباب کو اپنی کتاب ''عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔ شخصیت اور کارنامے'' میں بطور تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی سازش میں دشمنان اسلام نے عوام الناس کو بھڑکانے والے اسلوب و وسائل کو استعمال کیا، یعنی افواہوں کا بازار گرم کیا اور پروپیگنڈائی آوازیں معاشرہ میں گونجنے لگیں، عوام الناس کے سامنے جواب دہی کے لیے خلیفۂ وقت سے مناظرہ اور مجادلہ کیا گیا اور شر پسندوں کو اس پر ابھارا گیا، دیگر حکام اور گورنران ریاست کو طعن وتشنیع کا ہدف بنایا گیا، عائشہ، علی، طلحہ، اور زبیر (رضی اللہ عنہم) کی طرف جھوٹے خطوط اور غلط تحریریں منسوب کی گئیں اور یہ بات عام کی گئی کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ خلافت کے زیادہ مستحق تھے، وہی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی ہیں، نیز بصرہ، کوفہ اور مصر میں ہر جگہ سے لوگوں کے چار چار ٹولیاں بنائی گئیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ پہلے سے منظم تیاری کی جا چکی تھی اور شورش پسندوں نے مدینہ والوں کو اس دھوکا میں رکھا کہ ہم لوگ صحابہ کی دعوت پر یہاں آئے ہیں۔ پھر انھوں نے زینہ بہ زینہ ایک ایک منصوبہ انجام دیا یہاں تک کہ نتیجہ عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی شکل میں ظاہر ہوا۔ [1]

ان مختلف ومتعدد وسائل تخریب کے ساتھ چند دینی شعائر کو بھی اپنی شر پسندی کے لیے ہتھکنڈہ بنایا، مثلاً اللہ اکبر کا نعرہ لگانا اور یہ کہ ہمارا جہاد ظلم کے خلاف ہے، ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' کے لیے ہم میدان میں اتر چکے ہیں، صوبائی گورنروں کو بدلا جائے یا انھیں معزول کیا جائے اور بالآخر یہ مطالبہ کہ عثمان رضی اللہ عنہ بھی خلافت سے دستبردار ہو جائیں، اس مطالبہ ہی پر اکتفا نہ کیا بلکہ خلیفۂ وقت کو بعجلت تمام شہید کرنے کی کوشش کی، خصوصاً جب انھیں معلوم ہو گیا کہ خلیفہ کی مدد وحفاظت کے لیے دوسرے شہروں سے معاونین چل چکے ہیں، اس خبر کے ملتے ہی ان کے خون کی حرارت تیز ہو گئی تاکہ خلیفہ کا دائرہ حیات زیادہ سے زیادہ تنگ کر دیا جائے اور کسی بھی طرح ان کا کام جلد از جلد تمام کیا جائے۔ [2] اس حادثہ رنج والم اور اس کے ماقبل ومابعد کے حادثات میں سبائی تنظیم کا سب سے اہم کردار تھا جس کی قیادت سبائی پارٹی کا موسس عبداللہ بن سبا یہودی کر رہا تھا، میں ان شاء اللہ عنقریب عبداللہ بن

[1] دارسات فی عهد النبوة والخلافة الراشده ص (٤٠١).

[2] دارسات فی عهد النبوة والخلافة الراشده ص (٤٠٢).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سبا، اور عثمان بن عفان کی زندگی پر روشنی ڈالوں گا، کیونکہ عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت نے پورے عالم اسلام کو ہلا دیا اور آج تک رونما ہونے والے بہت سے حادثات میں اس کا اثر دیکھا جاسکتا ہے۔

۱۔شورش کے آغاز میں علی رضی اللہ عنہ کا موقف:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ عہد میں بھی دیگر خلفاء کی طرح اپنے معروف ومعہود طرز عمل پر قائم رہے۔ یعنی سمع و طاعت کا مظاہرہ کیا، مشورہ اور خیر خواہی کو مقدم رکھا، آپ نے عثمان رضی اللہ عنہ کی اطاعت، اور ان کے حکم کی بصد شوق پابندی کا اظہار نہایت عمدہ الفاظ میں کیا اگرچہ انھیں بجالانا گراں ہی کیوں نہ ہو: ''اگر عثمان رضی اللہ عنہ چشمہ صرار تک جانے کو کہیں تو میں اسے سننے اور ماننے کے لیے تیار ہوں۔'' ❶

اور عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے تقریباً ڈیڑھ مہینا قبل جب شرپسندوں کا گروہ ذوالمروہ پہنچا تو عثمان رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ اور ایک دوسرے شخص کو جس کا نام روایات میں مذکور نہیں ہے، ان کے پاس بھیجا، علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اللہ کی کتاب کے حوالے سے فیصلہ ہوگا اور تمھاری ناراضی کے اسباب پر غور کیا جائے گا۔ اس پر انھوں نے اپنی موافقت کا اظہار کیا۔ ❷ اور ایک روایت میں ہے کہ دو، تین مرتبہ علی رضی اللہ عنہ اور ان کے درمیان تلخ کلامی بھی ہوئی، پھر سب کہنے لگے، یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں، اور امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے قاصد بن کر آئے ہیں، اللہ کی کتاب کا حوالہ دیتے ہیں، ان کی باتیں مان لو پھر انھوں نے ان کی باتیں مان لیں۔ ❸ چنانچہ وہ لوگ اپنے پانچ مطالبات پر صلح کرنے کے لیے آمادہ ہوئے:

۱: جو ملک بدر کردیے گئے ہیں انھیں واپس لایا جائے۔

۲: جنھیں سرکاری خزانہ سے کوئی عطیہ نہیں دیا گیا ہے، انھیں عطیہ دیا جائے۔

۳: اور مال فے کو ان کے مستحقین تک پورا پورا پہنچایا جائے۔

۴: وظائف کی تقسیم میں عدل وانصاف سے کام لیا جائے۔

۵: اور امانت دار وطاقتور لوگوں کو ریاستوں کا گورنر مقرر کیا جائے۔

ان مطالبات کو کتابی شکل میں تحریر کرنے کے بعد یہ بھی لکھا کہ ابن عامر رضی اللہ عنہ کو دوبارہ بصرہ کا گورنر بنا کر بھیجا جائے اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر رہنے دیا جائے۔ ❹ بہر حال عثمان رضی اللہ عنہ نے شرپسندوں کی تمام ٹولیوں سے الگ الگ مل کر ان کے مطالبات تسلیم کر لیے، اور سب اپنے گھروں کو واپس لوٹ گئے۔ ❺ جب ان کے مطالبات تسلیم کر لیے گئے اور سب خوشی خوشی اپنے گھروں کو واپس لوٹ گئے تو شورش پسندوں کو اندازہ ہوگیا کہ اب ہمارا

---

❶ مصنف ابن أبی شیبة (۱۵/ ۲۲۵) اس کی سند صحیح ہے۔

❷ تاریخ دمشق ترجمه عثمان ص (۳۲۸) تاریخ خلیفه بن خیاط ص (۱٦۹).

❸ فتنة مقتل عثمان (۱/ ۱۲۹). ❹ فتنة مقتل عثمان (۱/ ۱۲۹).

❺ فتنة مقتل عثمان (۱/ ۱۲۹).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

منصوبہ ناکام ہو چکا ہے، اور ہمارے عزائم پورے ہونے والے نہیں ہیں، چنانچہ فتنہ کی آگ بھڑکانے اور مصالحت کے نتائج کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کے لیے انھوں نے ایک دوسری سازش رچائی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ مصری جب اپنے ملک واپس جا رہے تھے تو راستے میں انھیں ایک اونٹ سوار ملا، جو کبھی اس قافلہ کے بہت قریب ہوتا اور کبھی ان سے بہت دور چلا جاتا ہے، گویا وہ اشارہ دے رہا تھا کہ مجھے گرفتار کرلو، چنانچہ مصری قافلے نے اسے گرفتار کرلیا، اور پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کا ایلچی ہوں اور ان کے گورنر کے پاس جا رہا ہوں، انھوں نے قاصد کی تلاشی لی اور اس سے ایک خط دستیاب کیا جس میں عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے گورنر کو یہ ہدایت تھی کہ اس وفد کے شرکاء کو پھانسی دے دو یا قتل کر دو یا ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دو، مصری گروہ نے جب یہ خط دیکھا تو مدینہ واپس لوٹ آئے۔ ❶ ادھر عثمان رضی اللہ عنہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اس سے لاعلمی ظاہر کی، اور ان سے کہا کہ دو ہی شکلوں میں تمھاری باتوں کو صحیح مانا جا سکتا ہے، مسلمانوں کی گواہی پیش کرو، یا اللہ واحد کی قسم کھاؤ کہ جس کے علاوہ کوئی معبود حقیقی نہیں، پھر کہا: میں نے ایسا کوئی خط نہیں لکھا ہے نہ لکھوایا ہے، اور نہ ہی مجھے اس کا علم ہے، لکھنے والے کبھی کبھی دوسرے کی طرف منسوب کر کے خط لکھ دیتے ہیں اور اس پر نقلی مہر لگا دیتے ہیں۔ ❷ لیکن انھوں نے بد باطنی کی وجہ سے آپ کی بات نہ مانی حالانکہ آپ سچے اور پرہیزگار تھے۔ حقیقی بات یہ ہے کہ جس خط کے بارے میں ان باغیوں اور شرپسندوں نے یہ شور کیا کہ وہ عثمان رضی اللہ عنہ کا خط تھا، اس پر ان کی مہر لگی تھی، اور وہ صدقہ کے اونٹ پر سوار ہو کر جا رہا تھا، اور اس خط میں عثمان رضی اللہ عنہ نے مصری باغی جماعت کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا یہ سب جھوٹ اور کھلا ہوا بہتان ہے جسے عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔ ❸ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ مصالحت کے بعد عراقیوں کی ٹولی اپنے ملک کی طرف روانہ ہو چکی تھی اور مصریوں کی جس ٹولی نے وہ خط پکڑا تھا، اس کے اور عراقیوں کی ٹولی میں بہت طویل فاصلہ ہو چکا تھا، دونوں کا الگ الگ راستہ تھا، عراقی مشرق میں جا رہے تھے اور مصری مغرب میں، اس کے باوجود یہ کیسے ممکن ہوا کہ دونوں ٹولیاں ایک ساتھ مدینہ واپس آ گئیں، جیسے کہ دونوں نے ایک مقررہ وقت پر ملنے کا وعدہ کر رکھا ہوا؟ یہ بات ہرگز سمجھ میں نہیں آتی؟ لہٰذا یہ ماننا ہوگا کہ جن لوگوں نے جعلی خط تیار کیا تھا اور کرائے پر ایلچی مقرر کیا تھا، کہ وہ خط لے کر جائے اور مقام بویب پر پہنچ کر مصریوں کے سامنے اپنا کردار نبھائے انھی لوگوں نے ایک شہ سوار کو کرائے پر طے کیا تھا کہ وہ عراقیوں کو جا کر بتا دے کے مصریوں نے عثمان کا ایک خط پکڑا ہے جس میں انھوں نے مصری باغیوں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہی بات قرین قیاس ہے، اور اسی کو علی رضی اللہ عنہ نے دلیل بناتے ہوئے ان سے پوچھا: اے کوفہ والو! اے بصرہ والو! تمھیں مصریوں کا یہ واقعہ کیسے معلوم ہوا؟ حالانکہ تم اپنے سفر کے کئی منازل طے کر چکے تھے اور پھر ہماری طرف لوٹ آئے، علی رضی اللہ عنہ نے صرف قیاس ہی پر اکتفا نہ کیا بلکہ پورے وثوق ویقین سے کہا: اللہ کی قسم! اس معاملے کے تانے بانے مدینہ میں

---

❶ تاریخ طبری (۵/ ۳۷۹). ❷ فتنة مقتل عثمان (۱/ ۱۳۲) البدایه و النهایة (۷/ ۱۹۱).

❸ تیسیر الکریم المنان في سیره عثمان بن عفان / الصلابي ، ص (۴۱۰).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تیار کیے گئے ہیں۔ ❶

درحقیقت یہ زہر آلود جعلی خط ایسا نہیں تھا جسے ان مجرموں نے پہلی مرتبہ لکھا ہے، بلکہ اس سے پہلے امہات المومنین، علی، طلحہ، اور زبیر رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہ کی طرف جھوٹے وجعلی خطوط ان لوگوں نے منسوب کیے تھے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی کہ انھوں نے لوگوں کو خط لکھ عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت پر ابھارا، لیکن عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی تردید کی اور کہا: قسم ہے اس ذات واحد کی جس پر مومن ایمان لائے، اور کفر کرنے والوں نے کفر کیا میں نے ان کے نام کسی سفید ورق پر روشنائی نہیں چلائی ہے یہاں تک کہ آج یہاں آ بیٹھی۔ ❷ اعمش بھی اس واقعہ کا تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں: لوگ سمجھتے تھے کہ اسے عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف جعلی طور سے منسوب کیا گیا ہے۔ ❸ اسی طرح باغیوں کی ان ٹولیوں نے علی رضی اللہ عنہ پر بھی تہمت لگائی کہ انھوں نے ہمیں خط لکھ کر ہمیں مدینہ بلایا تھا، پھر علی رضی اللہ عنہ نے بھی ان کی تردید کی، قسم کھا کر کہا: اللہ کی قسم کھاتا ہوں میں نے تمھارے نام کوئی خط نہیں لکھا۔ ❹ نیز انھوں نے دیگر کئی صحابہ پر یہ تہمت لگائیں کہ انھوں نے ہمارے نام یہ خط لکھ کر بلایا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین بگڑ چکا ہے، اس پر عمل نہیں ہو رہا ہے اور مدینہ میں جہاد کرنا، دور دراز ملکی سرحدوں کی حفاظت سے بہتر ہے۔ ❺

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ ان روایات کا تجزیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''یہ سب باتیں صحابہ کرام پر تہمتیں ہیں، جھوٹے اور جعلی خطوط ان کی طرف منسوب کر دیے گئے ہیں، قاتلین عثمان یعنی خوارج کے نام علی، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم کے خطوط منسوب کیے جاتے ہیں، جو کہ یکسر جھوٹ ہیں اور ان پاکیزہ نفوس نے ان کی تردید بھی کر دی ہے خود عثمان کی طرف یہ جعلی اور جھوٹا خط منسوب کیا گیا ہے، حالانکہ آپ نے نہ اسے لکھوایا اور نہ ہی آپ کو اس کا علم تھا۔'' ❻

ابن کثیر رحمہ اللہ کے اس تجزیہ وتحقیق کی تائید طبری اور خلیفہ بن خیاط کی روایات سے بھی ہوتی ہے جن میں انھوں نے صحیح روایات سے ثابت کیا ہے کہ علی عائشہ، اور زبیر رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ نے خود جھوٹی تحریروں کی تردید کی ہے۔ ❼

واقعہ یہ ہے کہ جن ناپاک اور مجرم ہاتھوں نے ان صحابہ کی طرف جھوٹ، جعلی خطوط کو منسوب کیا تھا، انھیں ہاتھوں نے اول سے آخر تک فتنوں کی آگ لگائی اور فساد وتخریب کا جال بچھا دیا، اور انھیں نجس روحوں نے عثمان رضی اللہ عنہ پر تہمتوں کی بوچھاڑ کی کہ انھوں نے یہ غلط کیا، اور یہ غلط کیا، لوگوں میں یہی پروپیگنڈا کیا اور عوام الناس نے اسے سچ جان لیا اور پھر اس جعلی خط کو عثمان رضی اللہ عنہ سے جوڑ دیا، تاکہ عثمان رضی اللہ عنہ شہادت کی چوکھٹ پر سر کٹا کر اپنے رب سے سرخ رو ہو کر جا ملیں۔ عثمان رضی اللہ عنہ اس سبائی یہودی سازش میں تنہا مظلوم نہیں ہیں بلکہ خود اسلام ان

---

❶ تاریخ طبری (٥/ ٣٥٩).
❷ تحقیق مواقف الصحابة (١/ ٣٣٤).
❸ تاریخ خلیفه بن خیاط ص (١٦٩).
❹ البدایه و النهایة (٧/ ١٩١) تحقیق مواقف الصحابة (١/ ٣٣٥).
❺ البدایه و النهایة (٧/ ١٧٥) تحقیق مواقف الصحابة (١/ ٣٣٥).
❻ البدایه و النهایة (٧/ ١٧٥).
❼ تحقیق مواقف الصحابة (١/ ٣٣٥).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے پہلے مظلوم ہے، صرف اتنا ہی نہیں، بلکہ ہماری محرف اسلامی تاریخ اور اسے پڑھنے اور ماننے والی امت مسلمہ ان مظلومین میں سے ہے جن پر اس خبیث یہودی اور اس کے ہم فطرت اعوان وانصار نے بڑا ستم ڈھایا ہے۔ پس کیا امت مسلمہ کی نئی نسلوں کے لیے وہ وقت ابھی نہیں آیا جس میں وہ اپنی سچی و حقیقی تاریخ اور اس کی سرکردہ ہستیوں کو اچھی طرح پہچان سکیں؟ بلکہ کیا اس دور کے مسلمان ادباء ومورخین اب بھی اس بات سے خبردار نہ ہوں گے کہ اللہ سے خوف کھائیں اور تحقیق سے قبل امت کے پاک نفوس (صحابہ کرام) پر انگلی نہ اٹھائیں تاکہ غیروں کی طرح یہ بھی ضلالت کے گڈھے میں نہ جاگریں۔ ❶

۲۔ محاصرہ کے دوران سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا موقف:

سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ سخت ہوگیا اور اتنا سخت کہ آپ کو مسجد میں نماز کے لیے جانے سے روک دیا گیا، لیکن آپ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل کرتے ہوئے اس مصیبت پر صبر کرتے رہے اور قضاء وقدر پر ایمان رکھنے کے ساتھ یہ کوشش کرتے رہے کہ اس مصیبت اور تشویشناک صورتِ حال کا حل نکالا جائے، اسی لیے آپ نے کبھی مسلمانوں کے خون کی حرمت کے موضوع پر خطبہ دیا اور بتایا کہ اسلام کے حق کے علاوہ کسی بھی شکل میں مسلمان کا خون بہانا حرام ہے اور کبھی لوگوں میں اٹھتے بیٹھتے ان سے اپنے فضائل کا تذکرہ کرتے، اپنی اسلامی خدمات کا ذکر چھیڑتے، اور عشرہ مبشرہ میں سے جو باحیات تھے ان کو اس پر گواہ بناتے۔ ❷ گویا یہ اشارہ دیتے کہ جس شخص کا ماضی اتنا بہترین ہو اور جس کی اتنی فضیلت ہو کیا اس کے بارے میں یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ وہ دنیا کا شدید لالچی ہوگا اور اسے آخرت پر ترجیح دے گا؟ اور کیا عقل میں یہ بات آتی ہے کہ وہ امانت میں خیانت کرے گا اور امت کے اموال وخون سے اس طرح کھلواڑ کرے گا؟ جب کہ اسے اچھی طرح معلوم ہے کہ اللہ کے یہاں اس کا انجام کتنا برا ہے اور اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تربیت پائی ہے آپ نے اسے جنت کی بشارت دی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوسرے افاضل صحابہ نے بھی اس کا تزکیہ کیا ہے، کیا وہ اس طرح کرسکتا ہے؟ تاہم بغاوت کی گرفت مدینہ پر اتنی سخت ہوگئی کہ باغیوں ہی نے اکثر نمازوں میں امامت کرنا شروع کردی۔ ❸ اور جب صحابہ کے سامنے حقیقت عیاں ہونے لگی اور سمجھ گئے کہ ہم سے غلط فہمی ہوئی اور یہ خدشہ ہونے لگا کہ کہیں ناخوشگوار حادثہ نہ پیش آجائے، کیونکہ انھیں دور ونزدیک سے یہ اطلاع ہوچکی تھی کہ یہ بغاوت کرنے والے لوگ عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کردینا چاہتے ہیں، تو انھوں نے امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم ان باغیوں کا مقابلہ کریں اور اس شورش کو مدینہ سے باہر نکال دیں، لیکن آپ نے اس سے انکار کردیا، تاکہ کہیں خون ریزی کا سبب آپ نہ بن جائیں۔ ❹ تاہم بعض ممتاز و بزرگ صحابہ نے اپنے اپنے لڑکوں کو عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھے بغیر ان کی دفاع

---

❶ عثمان بن عفان الخليفة الشاكر الصابر ص (۲۲۸/ ۲۲۹).

❷ خلافة علی بن أبی طالب / عبدالحميد علی، ص (۸۵).

❸ سير أعلام النبلاء (۳/ ۵۱۵). ❹ فتنة مقتل عثمان (۱/ ۱۶۷) المسند (۱/ ۳۹۶) أحمد شاكر.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے لیے بھیج دیا، انھیں میں سے حسن بن علی اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی تھے، جیسا کہ بعض روایات میں آتا ہے کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما بلوائیوں کے حملہ کے دن زخم خوردہ حالت میں اٹھا کر لائے گئے۔ ❶ اور ان کے علاوہ، عبداللہ بن زبیر، محمد بن حاطب اور مروان بن حکم بھی زخمی ہوگئے، اسی طرح ان لوگوں کے ساتھ حسین بن علی اور ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ ❷ ایسے نازک ترین موقع پر علی رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ دفاع کیا، اس کے گواہ مروان بن حکم ہیں، ❸ جو کہ اس دلدوز اور دردناک آزمائش کے موقع پر عثمان رضی اللہ عنہ سے سب سے قریب تھے۔ ابن عساکر نے جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ علی رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ میرے پاس پانچ سو زرہ پوش افراد ہیں، مجھے اجازت دیجیے کہ میں بلوائیوں سے آپ کی حفاظت کروں، کیونکہ آپ نے کوئی ایسا کام نہیں کیا ہے جس سے آپ کا خون حلال ہوجائے، عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اللہ تمھیں بہترین بدلہ عطا کرے، میں یہ نہیں پسند کرتا کہ میری وجہ سے خون ریزی ہو۔ ❹

متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ محاصرہ کے دوران عثمان رضی اللہ عنہ کے پہلو بہ پہلو دفاع کر رہے تھے، انھیں میں سے ایک روایت یہ ہے کہ جب بلوائیوں نے عثمان رضی اللہ عنہ پر سے پانی بند کردیا اور آپ کے اہل وعیال پیاس کی شدت سے مرجانے کے قریب تھے تو علی رضی اللہ عنہ ان کے پاس تین مشکیزے بھر کر پانی بھیجا، لیکن وہ آپ تک بآسانی نہ پہنچا، بلکہ اس کے لیے بنو ہاشم اور بنو اُمیہ کے کئی غلاموں کو زخمی ہونا پڑا۔ ❺

اس طرح بلوائیوں کی منظم شازش یکے بعد دیگرے تیزی سے انجام پاتی رہی، اور حادثات ہوتے رہے۔ بلوائیوں نے عثمان رضی اللہ عنہ پر دھاوا بول دیا اور آپ کو شہید کردیا۔ جب یہ خبر صحابہ کرام تک پہنچی تو ان میں سے اکثر لوگ مسجد میں تھے، ان کی عقلیں اڑ گئیں، علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں اور اپنے برادران کی اولادوں سے کہا: گھر کے دروازے پر تمھارے ہوتے ہوئے عثمان رضی اللہ عنہ کیسے قتل کردیے گئے؟ آپ نے حسن کو ایک طمانچہ بھی مارا، حالانکہ وہ دفاع میں زخمی تھے۔ ❻ حسین کے سینے پر گھونسہ مارا، ابن زبیر، اور ابن طلحہ کو سخت سست کہا اور سخت غصہ کی حالت میں یہ کہتے ہوئے اپنے گھر گئے: قیامت تک تم پر لعنت ہو، اے اللہ! میں عثمان کے خون سے تیری بارگاہ میں برأت چاہتا ہوں، نہ میں نے انھیں قتل کیا ہے، نہ کسی کو ان کے قتل پر ابھارا ہے۔ ❼

یہ تھا علی رضی اللہ عنہ کا موقف، جو محض خیر خواہی، مشورہ اور سمع وطاعت سے لبریز تھا، دوران فتنہ عثمان رضی اللہ عنہ کے پہلو بہ پہلو سخت دفاعی موقف، انھیں کبھی برے و نامناسب کلمات سے یاد نہ کیا، ہمہ وقت اس اصلاح کی کوشش میں رہے

---

❶ الطبقات / اهل سعد (۸/ ۱۲۸) سند صحیح ہے۔ ❷ تاریخ خلیفه بن خیاط ص (۱۷٤).

❸ تاریخ الإسلام، الخلفاء الراشدون / الذهبی ص (٤٦٠/ ٤٦١/) اس کی سند قوی ہے۔

❹ تاریخ دمشق ص (٤٠٣). ❺ انساب الا شراف / البلاذری ((٥/ ٦٧).

❻ ابن أبی عاصم، الآحادو المثانی (۱/ ۱۲۵) بحواله خلافت علی / عبدالحمید علی ص (۸۷).

❼ مصنف ابن أبی شیبة (۱۵/ ۲۰۹) اس کی سند صحیح ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کہ خلیفہ اور باغیوں کے درمیان سمع وطاعت کا جو پردہ چاک ہوگیا ہے اسے جوڑ دیں، لیکن معاملہ آپ کی طاقت اور ارادہ سے باہر تھا، اللہ کا ارادہ اس کی مرضی یہ تھی کہ عثمان رضی اللہ عنہ منصب شہادت ہی سے سرفراز ہوں۔ ❶

۳۔ آل علی اور آل عثمان کے درمیان رشتہ داریاں:

بنو ہاشم اور بنو امیہ کے درمیان کوئی رنجش، عداوت، اور نفرت ہرگز نہ تھی، یہ سب دشمنان اسلام کی افترا پردازیاں ہیں، انھوں نے من گھڑت طور سے فرضی قصوں اور اساطیر کا جال بنا ہے، ہر انصاف پسند جو کہ گہرائی سے اس موضوع کا جائزہ لے گا اس کے سامنے یہ حقیقت عیاں ہو جائے گی کہ اسلام سے قبل اور اس کے بعد دونوں ادوار میں دونوں قبیلوں کے درمیان عم زاد بھائیوں، ماموں زاد بھائیوں اور بھتیجوں کا تعلق رہا ہے۔ ان کی آپسی قرابت داریاں کافی گہری اور مضبوط تھیں وہ ہر ایک دوسرے سے محبت اور اس کا احترام واکرام کرتے تھے، دکھ درد میں شریک ہوتے تھے، دونوں ایک ہی باپ کی اولادیں تھی اور سب کے دادا ایک تھے، وہ ایک ہی درخت کی مختلف شاخیں تھیں، سب ایک ہی چشمہ صافی کی پیداوار تھے اور سب نے اللہ کے اسی دین حنیف کا پھل کھایا جسے صادق و امین، مربی ومعلم اور خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا۔

ابوسفیان اور عباس رضی اللہ عنہما کی دوستی ضرب المثل تھی، ❷ اسی طرح اسلام سے پہلے اور اس کے بعد دونوں خاندانوں کے درمیان سسرالی رشتہ داریاں برابر برقرار رہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چار بیٹیوں میں سے تین کا نکاح بنو امیہ ہی میں کیا، ان میں ایک ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ تھے، دوسرے عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ رضی اللہ عنہ تھے، یہ دونوں بنو امیہ کے فرد تھے۔ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تو تھے ہی، آپ کی اس پھوپھی کی لڑکی کے لڑکے تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ بن عبدالمطلب کے ساتھ جڑواں پیدا ہوئی تھیں، عثمان رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام اروی بنت کریز بن حبیب بن عبدشمس ہے اور عثمان رضی اللہ عنہ کی نانی ام حکیم، بیضاء بنت عبدالمطلب ہیں جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی ہیں۔ اس طرح سے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بعد بنو ہاشم کے گھرانے میں ان کے لڑکے ابان بن عثمان کا رشتہ ہوا، ان کی زوجیت میں ام کلثوم بنت عبداللہ بن جعفر طیار بن ابوطالب تھیں اور جعفر طیار علی رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی ہیں۔ ❸

نیز علی رضی اللہ عنہ کی پوتی یعنی حسین رضی اللہ عنہ کی بیٹی سکینہ، عثمان رضی اللہ عنہ کے پوتے زید بن عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین سے منسوب تھیں اور اسی طرح علی رضی اللہ عنہ کی دوسری پوتی یعنی حسین کی بیٹی فاطمہ، عثمان کے دوسرے پوتے محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان سے منسوب تھیں، صرف اتنا ہی نہیں بلکہ خاندان بنوامیہ کے سردار ابوسفیان کی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، خاندان بنو ہاشم کے سردار سید ولد آدم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی تھیں، یہ بات کسی سے مخفی نہیں ہے۔ اسی طرح ہند بنت ابی سفیان حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب بن ہاشم کی منکوحہ تھی، جن کے بطن سے حارث کے

---

❶ خلافة علي بن أبي طالب / عبدالحميد علي ص (۸۷). ❷ الشيعة وأهل البيت ص (۱٤۱).

❸ المعارف / الدينوري ص (۸٦) الشيعه و أهل البيت ص (۱٤۱).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لڑکے محمد پیدا ہوئے۔ ❶ اس سلسلے کی اور بھی کڑیاں ہیں مثلاً لبابہ بنت عبیداللہ بن عباس بن عبدالمطلب نے عباس بن علی بن ابی طالب سے شادی کی، پھر ان سے جدائی کے بعد لبابہ کا نکاح معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھتیجے ولید بن عتبہ بن ابی سفیان سے ہوگیا۔ ❷

رملہ بنت محمد بن جعفر طیار بن ابی طالب نے سلیمان بن ہشام بن عبدالملک اموی سے نکاح کیا اور ان کے بعد ابوالقاسم بن ولید بن عتبہ ابوسفیان سے نکاح کیا۔ ❸

سیدنا علی بن ابی طالب کی بیٹی رمل کا نکاح مروان بن حکم بن ابی العاص بن امیہ کے بیٹے سے ہوا۔ ❹ علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی رملہ پہلے ابوالھیاج کی زوجیت میں تھیں اور ان سے جدائی کے بعد معاویہ بن مروان بن حکم بن ابی العاص سے منسوب ہوئیں۔ ❺ اسی طرح علی بن ابی طالب کی پوتی کا نکاح مروان بن حکم کے پوتے سے ہوا، جس کی تفصیل یہ ہے کہ نفیسہ بنت زید بن حسن بن علی بن ابی طالب کی شادی ولید بن عبدالملک بن مروان سے ہوئی، اور انھیں کی زوجیت میں وفات ہوئی، ان کی ماں کا نام لبابہ بنت عبداللہ بن عباس تھا۔ ❻ خلاصہ یہ کہ میں نے یہاں بالاختصار چند رشتوں کا تذکرہ کیا ہے اور حق کی متلاشی کے لیے ان شاء اللہ اتنی ہی مثالیں کافی ہیں۔ ❼

خلفائے راشدین کی مدح ومنقبت میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اقوال

ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم اجمعین کی خلافت کی درستگی پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہے، اگر ان میں کسی پر کوئی شخص اعتراض کرتا ہے، تو وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو مخالفت کرتا ہے:

﴿وَ مَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰی وَ یَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا ۝۱۱۵﴾ (النساء: ۱۱۵)

''اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے، اس کے بعد کہ اس کے لیے ہدایت خوب واضح ہو چکی اور مومنوں کے راستے کے سوا (کسی اور) کی پیروی کرے ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرے گا اور ہم اسے جہنم میں جھونکیں گے اور وہ بری لوٹنے کی جگہ ہے۔''

اور اس فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی مخالف ہے:

((عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ عَضُّوْا عَلَیْهَا بِالنَّوَاجِذِ .))

''تم اپنے اوپر میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت لازم کرلو، اور انھیں داڑھ کے

---

❶ طبقات ابن سد (۵/ ۱۵) الإصابة (۳/ ۵۸، ۵۹).
❷ نسب قریش ص (۱۳۳) الشیعة وأهل البیت ص (۱۴۳).
❸ الشیعة واهل البیت ص (۱۴۳).
❹ الشیعة وأهل البیت ص (۱۴۳).
❺ جمهرة أنساب العرب ص (۸۷) نسب قریش ص (۴۵).
❻ طبقات ابن سعد (۵/ ۲۳۴).
❼ الشیعة وأهل البیت ص (۱۴۴).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دانتوں سے پکڑلو۔“

اس حدیث میں جن خلفاء کا ذکر ہے وہ ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم اجمعین ہی ہیں۔ ❶

امام ایوب سختیانی نے اس مقام پر بہت ہی عمدہ، بات کہی ہے، فرماتے ہیں:

”جس نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پسند کیا اس نے دین قائم کیا، جس نے عمر رضی اللہ عنہ کو پسند کیا اس نے راستہ کھولا، اور اسے واضح کیا، جس نے عثمان رضی اللہ عنہ کو پسند کیا وہ اللہ کے نور سے منور ہوا، اور جس نے علی رضی اللہ عنہ کو پسند کیا اس نے مضبوط کڑے کو سختی سے پکڑ لیا، جو شخص صحابہ کرام کے بارے میں اچھی بات کہے وہ نفاق سے پاک ہے۔“ ❷

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

اِنِّــیْ رَضِیْــتُ عَــلِیــاً قُـدْوَةً عَلَمـاً   کَـمَـا رَضِیْـتُ عَتِیْـقـاً صَاحِبَ الْغَارِ

”میں علی رضی اللہ عنہ کو اپنا قدوہ اور نشان ہدایت مان کر خوش ہوں، جس طرح کہ میں عتیق اور غار والے یعنی ابوبکر صدیق سے خوش و مطمئن ہوں۔“

وَقَـدْ رَضِیْـتُ اَبَــا حَـفْصٍ وَشِیْعَتـهِ   وَمَـا رَضِیْـتُ بِـقَتْلِ الشَّیْخِ فِی الدَّارِ

”میں ابوحفص (عمر رضی اللہ عنہ) اور ان کے ساتھیوں سے خوش ہوں، لیکن شیخ (عثمان رضی اللہ عنہ) کو گھر میں قتل کردینے سے میں ہرگز خوش نہیں ہوں۔“

کُـلُّ الـصَّـحَـابَة عِـنْـدِی قُدْوَةٌ عَلَمٌ   فَـهَـلْ عَـلَـيَّ بِـهـذا الـقَـوْلِ مِـنْ عَـارِ

”تمام صحابہ میرے نزدیک قدوہ اور نشان ہدایت ہیں پس کیا اسے کہتے ہوئے مجھے کوئی شرم ہے؟“

اِنْ کُـنْـتُ تَـعْـلَـمُ اِنِّـیْ لَا اُحِبُّـهُـمْ   إِلَّا لِـوَجْهِكَ أَعْـتِـقْـنِـیْ مِنَ الـنَّـا رِ ❸

”اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں ان سے محض تیرے رضا کے لیے محبت کرتا ہوں، تو مجھے جہنم سے آزاد کردے۔“

بہر حال علی اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے درمیان نمایاں ومنفرد تعلقات کے قطعی اور روشن دلائل موجود ہیں۔ تفصیل کے ساتھ پیچھے صفحات میں بیان کیا جا چکا ہے۔ یہاں مزید چند دلائل کا ذکر کیا جارہا ہے جس میں یہ وضاحت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں خلفائے راشدین کی کتنی قدر و منزلت تھی۔

ا۔ جنت کے پختہ عمر اور جوانوں کے دو سردار:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا، اتنے میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما آ گئے آپ نے انھیں دیکھ کر فرمایا:

((یَاعَلِیُّ هَذَانِ سَیِّدَا کُهُوْلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَشَبَابُهَا بَعْدَ النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ .)) ❹

---

❶ الشریعة / الآجری (٤/ ١٧٦٨).
❷ الشریعة / الآجری (٤/ ١٧٧٢، ١٧٧٣).
❸ الشریعة / الآجری (٥/ ٢٥٣٦).
❹ مسند أحمد / الموسوعة الحدیثیه، حدیث نمبر (٦٠٢) یہ حدیث صحیح ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"اے علی! انبیاء اور مرسلین کے بعد یہ دونوں جنت کے پختہ عمر اور جوانوں کے سردار ہیں۔"

۲۔ ان دونوں کے لیے دل میں وہی بات رکھتا ہوں جسے کر گزرنا چاہتا ہوں:

سوید بن غفلہ کا بیان ہے کہ میں چند شیعوں کے پاس سے گزرا۔ وہ لوگ ابوبکر و عمر کی شان میں گستاخیاں کر رہے تھے، پھر میں علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور کہا: اے امیر المومنین! ابھی میں آپ کے چند معتقدین کے پاس سے گزر رہا تھا، وہ لوگ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی شان میں ایسی ایسی باتیں کر رہے تھے جو ہرگز ہرگز ان کی شایان شان نہیں ہے۔ ان لوگوں نے جن باتوں کا اظہار کیا ہے اگر وہ باتیں آپ کے دل میں نہ ہوتیں تو وہ کبھی اس کی جرأت نہ کر سکتے تھے؟ علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے، میں ان دونوں کے لیے وہی بات دل میں رکھتا ہوں جسے کر گزرنا چاہتا ہوں، اللہ کی لعنت ہو اس شخص پر جو ان دونوں کے بارے میں حسن ظن نہ رکھے پھر آپ میرا ہاتھ پکڑ کر مسجد میں لے گئے، آپ کی دونوں آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا رہی تھیں، آپ منبر پر تشریف لیے گئے، اطمینان سے بیٹھ گئے، پھر داڑھی کو اپنی مٹھی میں پکڑ کر دیکھنے لگے وہ سفید ہو چکی تھی، تب تک تمام لوگ جمع ہو گئے، پھر آپ کھڑے ہوئے اور نہایت مختصر و بلیغ خطبہ دیا، اور فرمایا: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے، مسلمانوں کے دونوں باپوں، اور قریش کے دونوں سرداروں کو کیوں کوستے ہیں؟ یہ لوگ ان کے بارے میں جو کچھ بھی کہتے ہیں اس کا انکار کرتا ہوں، اور ان نازیبا تبصروں پر ان کو سزا دوں گا، قسم ہے اس ذات کی! جس نے دانہ سے غلہ اگایا، اور بے روح میں جان پیدا کی ان دونوں سے وہ محبت کرے گا جو پرہیزگار مومن ہوگا اور صرف وہی شخص بغض رکھے گا، جو فاجر اور کمینہ ہوگا، پوری صداقت و وفاداری کے ساتھ وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، بھلائیوں کا حکم دیتے رہے، برائیوں سے روکتے رہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان دونوں کی رائے کو سب سے بہتر سمجھتے تھے، ان دونوں جیسی کسی سے محبت بھی نہ کرتے تھے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تا عمر ان سے خوش رہے اور تمام مومنین ان دونوں کی زندگی بھر ان سے خوش رہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، چنانچہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نو دن مسلمانوں کی امامت کی، [1] اور جب اللہ نے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو وفات دے دی، تو مسلمانوں نے اپنے معاملات ابوبکر کے حوالے کر دیے، ان کو زکوۃ دینے لگے اس لیے نماز اور زکوۃ دونوں ایک ساتھ مذکور ہیں، پھر بہت خوش دلی اور رضامندی سے ان کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی، بنو عبدالمطلب میں سے پہلے میں نے ہی بیعت کی تھی، حالانکہ وہ اس منصب کو قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھے، ان کو خواہش تھی کہ ہم میں سے کوئی سنبھال لیتا۔ واللہ! اس وقت کے تمام لوگوں میں وہ سب سے اچھے تھے، نہایت رحمدل، نرم طبیعت کے مالک، ورع و تقویٰ کے پکے، عمر اور سبقت الی الاسلام میں سب سے قدیم تھے ہمارے درمیان جب تک رہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلتے رہے، اور اسی پر وفات ہوئی، ان کے بعد عمر رضی اللہ عنہ اس منصب کے لیے منتخب کیے گئے، مسلمانوں نے انھیں پسند کیا، اور کچھ لوگوں پر یہ بات گراں گزری، تاہم سب کے سب آپ کی پوری مدت خلافت میں آپ سے راضی

[1] اصل میں سات دن ہے، لیکن حاشیہ میں اس کی تصحیح کر کے نو دن بنایا گیا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رہے، آپ بھی اپنی پوری زندگی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ، اور اپنے ساتھی ابوبکر کے طریقہ پر عمل کرتے رہے، ایسے ہی جیسے کہ اونٹنی کا دودھ چھڑایا ہوا بچہ اپنی ماں کے پیچھے پیچھے لگا رہتا ہے، واللہ! وہ بھی بڑے نرم دل اور مہربان تھے، مظلوموں کے لیے نہایت شفیق معاون و مددگار، اللہ کے لیے کسی ملامت گر کی ملامت کی ہرگز پرواہ نہ کرتے تھے، ان کی زبان پر اللہ نے حق کو جاری کر دیا تھا، سچائی ان کی امتیازی شان بن گئی تھی ہمارا گمان تھا کہ فرشتہ آپ کی زبان سے بول رہا ہے، اللہ نے آپ کے اسلام کو اسلام کی تقویت کا ذریعے سے بنایا، اور آپ کی ہجرت کو دین کے لیے ایک ستون بنا دیا، منافقوں کے دلوں میں آپ کا رعب و دبدبہ ڈال دیا، اور مومنوں کے دلوں میں محبت پیدا کر دی۔ آج تم میں کون ہے جو ان کی طرح ہو رحمۃ اللہ علیہما۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان دونوں کے راستہ پر چلنے کی توفیق بخشے۔ اس وقت تک ہم ان کے مقام و مرتبہ کو نہیں پا سکتے جب تک کہ ان کے نقوش کو نہ اپنائیں، اور دل سے ان سے محبت نہ کریں، سن لو! جو مجھ سے محبت کرتا ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ ان دونوں سے محبت کرے، جو شخص ان دونوں سے محبت نہیں کرتا وہ درحقیقت مجھ سے بغض و نفرت رکھتا ہے میں ایسے شخص سے اپنی برأت کا اعلان کرتا ہوں، اگر میں نے اس سے قبل ان دونوں کے سلسلہ میں انتباہ دے چکا ہوتا تو تمھاری اس گستاخی پر سخت سزا دیتا لیکن میں انتباہ سے قبل گرفت کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ بہرحال اگر آج کے بعد کسی کے بارے میں معلوم ہوا کہ اس نے ایسی گستاخی کی ہے تو اس پر تہمت لگانے والے کی حد نافذ کی جائے گی۔ سن لو! اس امت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر ابوبکر، اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں اور اگر چاہوں تو تیسرے کا بھی نام لے سکتا ہوں، [1] لیکن اب اخیر میں اپنے اور آپ لوگوں کے لیے اللہ سے استغفار کا طالب ہوں۔ [2]

۳۔ یہ میرا بیٹا عثمان ہے، جس کا نام عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے نام پر رکھا ہے:

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میری نظر ایک قریب البلوغ زلفوں والے نوجوان لڑکے پر پڑی، اس کے بالوں کی لٹیں لٹک کر کندھوں کو چھو رہی تھیں، اللہ بخوبی جانتا ہے کہ میں اس وقت شک میں پڑ گیا کہ کیا یہ لڑکا ہے یا لڑکی؟ پھر ہم اس سے بھی خوبصورت لڑکے کے پاس سے گزرے، وہ علی رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھا تھا، میں نے ان سے پوچھا: اللہ آپ کو بعافیت رکھے، یہ آپ کے پہلو میں کون سا نوجوان ہے؟ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ میرا بیٹا عثمان ہے، میں نے عثمان بن عفان کے نام پر اس کا نام رکھا ہے، اسی طرح عمر بن خطاب، اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس اور خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر بھی میں نے دیگر فرزندوں کا نام رکھا ہے۔ رہے حسن، حسین اور محسن، تو ان کا نام میں نہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھے تھے۔ [3] آپ ہی نے ان کی طرف سے عقیقہ کیا اور ان کے سروں کے بال

---

[1] یہ تیسرے عثمان رضی اللہ عنہ تھے، جیسا کہ علی رضی اللہ عنہ کے دوسرے بیانات سے ظاہر ہے اور صحابہ کرام کا جس پر اجماع تھا۔ (مترجم)

[2] شرح أصول اعتقاد وأهل السنة اللالكائی ، حدیث نمبر (٤٤٥٦) النهی عن سب الاصحاب ومافیه من الاثم والعقاب ص (٤٣) .

[3] مسند أحمد (٢/ ١١٥) حدیث نمبر (٧٦٩) احمد شاکر نے کہا: اس کی سند صحیح ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

منڈوائے۔ ❶ اور بالوں کے برابر صدقہ کیا، اور آپ ہی کے حکم پر ان کے یہ نام رکھے گئے اور ختنہ کرائے گئے۔ ❷ یہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پیدا ہوئے تھے اس لیے آپ ہی نے یہ سب کیا۔

۴۔ سیدنا ابوبکر، عمر، اور عثمان رضی اللہ عنہم کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک خصوصی حیثیت تھی:

عوام وخواص سب کو معلوم ہے اور تواتر سے یہ بات ثابت ہے کہ ابوبکر، عمر، اور عثمان رضی اللہ عنہم کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک خصوصی حیثیت ومقام حاصل تھا۔ ان کی صحبت اور قرابت دوسروں سے بدرجۂ بلند تھی، سب کے ساتھ آپ کی رشتہ داریاں رہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کو پسند فرماتے رہے، اور تعریف کرتے رہے دریں صورت یہ لوگ ظاہر وباطن ہر اعتبار سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی، اور آپ کی وفات کے بعد یقیناً استقامت پر قائم رہے ہوں گے، اور اگر ایسا نہیں تھا، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ان لوگوں کے استقامت میں تزلزل آ گیا، یا آپ کی وفات کے بعد ایسے ہوگئے تو بہر حال یہ کہنا پڑے گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنا گہری اور مضبوط قرابت کے باوجود استقامت پر قائم نہ رہنا دو میں سے ایک صورت کو مستلزم ہے یا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کے احوال، اور شب وروز کی اچھی طرح واقفیت نہ تھی یا تھی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مداہنت سے کام لیا اور یہ دونوں ہی باتیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں بہت بڑی گستاخی ہے۔ شاعر کہتا ہے: ؏

فَـإِنْ كُـنْـتَ لَاتَـدْرِي فَتِلْكَ مُصِيْبَةٌ   وَإِنْ كُـنْـتَ تَـدْرِي فَـالْمُصِيْبَةُ أَعْظَمُ

''اگر تم نہیں جانتے تھے تو یہ ایک مصیبت ہے، اور اگر جانتے تھے تو یہ اس سے بھی بڑی مصیبت ہے۔''

نیز ان برگزیدہ ہستیوں کو استقامت کے بعد انحراف سے متہم کرنا، گویا اللہ کی طرف سے اس کے رسول پر اس کے خواص اور اکابر صحابہ کو لے کر، الٰہی رسوائی کا نزول ہے، بھلا یہ کیونکر سوچا جاسکتا ہے کہ جس ذات نے اپنے دین کو تمام ادیان باطلہ پر غالب کرنے کا وعدہ کیا ہے اس کے خاص ترین بندوں یعنی انبیاء ومرسلین کے جانثار و فداکاران ساتھی مرتد ہوجائیں گے؟ یہ اور اس طرح کے کلیجہ شکن الزامات کے ذریعے سے یہ روافض نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں قدح وگستاخیاں کرتے ہیں، جیسے کہ امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ درحقیقت یہ روافض نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ کو اپنے طعن وتشنیع کا نشانہ بنانا چاہتے ہیں، تاکہ اعتراض کرنے والے کو یہ کہنے کا موقع مل جائے کہ ایک آدمی تھا، جس کے گندے اور برے ساتھی تھے، اگر وہ نیک ہوتا، تو اس کے ساتھی بھی نیک وپاکیزہ ہوتے، اسی لیے اہل علم کہا کرتے ہیں کہ روافض زندیقوں کے لیے چور دروازے کا کام کرتے ہیں۔ ❸

۵۔ صحابہ کی تکفیر کا لازمی نتیجہ کیا ہوگا؟

صحابہ کرام کی تکفیر شیعہ امامیہ کا مذہب ہے، جس سے امیر المومنین (علی رضی اللہ عنہ) کی تکفیر لازم آتی ہے کیونکہ انھوں نے اللہ کے احکامات کو نافذ نہیں کیا اور اس سے کنارہ کش رہے، پھر ان تمام الزامات کا مجموعی نتیجہ یہ ہوگا کہ

---

❶ المختصر ین من کتاب الموافقه: (۱٤۱). ❷ المختصر ین من کتاب الموافقه: (۱٤۱).

❸ منهاج السنه (٤/ ۱۲۳) أصول مذهب الشيعة (۲/ ۹۳).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسلامی شریعت کا تواتر مشکوک ہوجائے گا اور اسی پر بس نہ ہوگا، بلکہ جب اسلام کے ناقلین ومحافظین، مرتد ٹھہر جائیں گے تو یہ شریعت ہی سرے سے باطل ہوجائے گی اور قرآن اعتراضات وشکوک کے دائرے سے باہر نہ نکل پائے گا۔ اس لیے کہ یہ قرآن ابوبکر، عمر، عثمان اور ان جیسے دیگر جلیل القدر صحابہ کے واسطہ ہی سے ہم تک پہنچا ہے بس صحابہ کی تکفیر وغیرہ تمام ترالزامات کا واحد مقصد یہی ہے جو بیان کیا گیا اسی لیے ابوزرعہ رحمہ اللہ نے فرمایا: جب تم کسی شخص کو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کرتے ہوئے دیکھو تو جان لو کہ وہ زندیق ہے، کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم برحق ہیں اور قرآن بھی حق ہے اور قرآن ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو ہم تک اصحاب رسول نے پہنچایا ہے، صحابہ پر اعتراض کرنے والے چاہتے ہیں کہ ہمارے گواہوں اور واسطوں کو داغ دار کردیں، تاکہ قرآن اور احادیث رسول کو باطل ٹھہرادیں، حالانکہ ان پر جرح ونقد کرنا سب سے اولی اور مقدم عمل ہے یہ زندیق ہیں۔ ❶ چنانچہ امام ابوزرعہ کی اسی حقیقت بیانی کے تناظر میں ہم دیکھتے ہیں کہ خود شیعہ مذہب کی معتبر کتابیں اس بات کی تصدیق کرتی ہیں کہ تکفیر صحابہ کا اصول ابن سبا نے گھڑا ہے اور اسی نے سب سے پہلے ابوبکر، عمر، عثمان اور دیگر صحابہ پر طعن وتشنیع کی، ان پر تبرا بازی کی اور یہ دعویٰ کیا کہ اسے علی (رضی اللہ عنہ) نے ایسا کرنے کا حکم دیا تھا۔ ❷

۶۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور خلفائے راشدین میں بہتر تعلقات پر قرائن وواقعات کے شواہد ودلائل:

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی سیرت میں ایسے بے شمار واقعات وقرائن ہیں جن سے ان کے اور ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم کے درمیان تعلقات کی نوعیت آشکارا ہوتی ہے، یہ سب واضح اور عام بات ہے۔ میں نے پچھلے صفحات میں صحابہ کرام کی اس چنندہ جماعت اور پاکیزہ نفوس کے آپس میں رحیمانہ وکریمانہ صفات وتعلیمات کی چند جھلکیاں پیش کردی ہیں، تاہم چند دلائل وقرآئن کا اضافہ فائدہ سے خالی نہ ہوگا، چنانچہ ان دلائل وقرائن میں سب سے پہلے یہ واقعہ قابل ذکر ہے کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کیا۔ ❸ پس اگر فاروق امت عمر رضی اللہ عنہ ابلیس سے بھی بڑھ کر کافر تھے، جیسا کہ روافض شیعہ کہتے ہیں، تو کیا ان کی عقلیں ماری گئی ہیں کہ اپنے عقیدہ ومذہب کی خرابی نظر نہیں آتی اور یہ نہیں سوچتے کہ جب ہمارے مذہب کے مطابق ابوبکر وعمر کافر ہیں تو گویا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کبریٰ کو عمر رضی اللہ عنہ سے شادی کرکے کافر یا کم ازکم فاسق قرار پاتے ہیں، انھوں نے اپنی بیٹی کو زنا کے لیے پیش کیا کیونکہ کافر کا کسی مسلم خاتون سے مباشرت کرنا یقیناً صریح زنا ہے۔ ❹ تو ہر ذی ہوش انصاف پسند صاف دل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت کی محبت کا سچا دعوے دار اس حقیقت کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ خلفائے اربعہ کے درمیان آپس میں گہری عقیدت، احترام اور الفت ومحبت پائی جاتی تھی۔ اس لیے جب معز الدولہ احمد بن بویہ جو کہ متعصب رافضی تھا اور اصحاب رسول پر سب وشتم کرتا تھا، اس سے کہا گیا کہ علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کیا تھا، تو اسے زبردست جھٹکا لگا اور

❶ الکفایة ص (٤٩). ❷ المقالات والفرق / القمی ص (٢٠) بحواله أصول مذهب الشيعة (٢/ ٩٣٣).

❸ ، ❹ أصول مذهب الشيعة (٢/ ٩٣٢).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کہنے لگا، مجھے تو اس کا علم ہی نہیں تھا، پھر اس نے اپنے عقیدے سے توبہ کی، بہت سارا مال صدقہ کر دیا، بہت سارے غلاموں کو آزاد کر دیا، بہت سی ناانصافیوں کی تلافی کی اور اس قدر رویا کہ بے ہوش ہو گیا۔ ❶ اس لیے کہ اسے اپنی ماضی کی کارستانیوں اور جرائم کا احساس ہو گیا؟ جنھیں روافض کے دھوکے میں آ کر ان برگزیدہ ہستیوں کے لیے جائز سمجھتا تھا۔ ❷ روافض شیعہ کے ممتاز علماء و بزرگان نے اس دلیل کو کنارے لگانے اور استدلال کو باطل ٹھہرانے کی پوری کوشش کی ہے اور اپنے ائمہ کے حوالے سے جھوٹی روایات وضع کی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اس شرم گاہ کو ہم سے غصب کیا گیا تھا۔ ❸ گویا کیچڑ کو دلدل بنا دیا اور امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کو (نعوذ باللہ) اس دیوث کی شکل میں پیش کیا جو کہ اپنی عزت کی طرف سے دفاع نہیں کرتا اور اپنے گھر میں زنا کاری کرواتا ہے، کیا اس طرح کی بات اسلام کے جرنیل سپوت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہم سوچ سکتے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں، ایک عام عرب تو اپنے عزت کی حفاظت کی خاطر جان کو قربان کر ہی دیتا ہے، پھر بھلا بنو ہاشم جو کہ عرب کے سرداروں کے سردار تھے، نسب اور مردانگی وحمیت وغیرہ میں سب پر فائق تھے وہ اس ناپاک اور ذلت آمیز حرکت کو امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے گھر میں اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی کے ساتھ کیسے برداشت کر سکتے تھے؟ اور مزید برآں علی رضی اللہ عنہ کب اسے برداشت کر سکتے تھے جب کہ وہ نامور بہادر، بنو غالب کے بے باک فرد اور مشرق و مغرب میں اللہ کے شیر تھے۔ ❹

بعض رافضی مولفین کو دختر علی کے نکاح کے متعلق جب مذکورہ تاویل وتوجیہ پسند نہ آئی تو انھوں نے اس دلیل سے چھٹکارہ لینے کے لیے اس سے بھی زیادہ عجیب وغریب دیومالائی منطق کا سہارا لیا اور کہا کہ وہ ام کلثوم علی رضی اللہ عنہ کی حقیقی بیٹی نہ تھیں، بلکہ ان کی شکل وصورت میں ایک جنیہ جنات نژاد خاتون تھی۔ ❺ پس حیرت ہے کہ دلیل بھی دیا ہو تو ایسی جس کا ہر عقل مند مذاق اڑائے، اس طرح تو ہر شخص جس کو کسی سے نفرت ہو وہ اس کو جن یا جنیہ قرار دے سکتا ہے۔ لوگ اسی طرح سے خرافات میں زندگی گزارتے ہیں اور حقائق کو ضائع کرتے ہیں۔

خلفائے راشدین کے درمیان حقیقی محبت واخوت کے قرائن میں سے یہ بات بھی ہے کہ ان میں قرابت داریوں کے تعلقات برابر قائم تھے اور ہر ایک نے باہمی محبت کا مظاہرہ کیا جیسا کہ ہم نے پچھلے صفحات میں دیکھ لیا ہے کہ خود علی، حسن، اور حسین رضی اللہ عنہم نے خلفائے راشدین سے فرط عقیدت ہی کی بنا پر اپنے لڑکوں کا نام ابوبکر وعمر رکھے تھے، کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی انسان اپنے سب سے بڑے کافر دشمن یا مبغوض ترین مدمقابل کے نام پر اپنی اولاد کا نام رکھے؟ اور اپنے دشمنوں کے نام کو اپنے گھر کے کونے کونے سے سنے؟ اور خود اپنے گھر وخاندان میں روز آنہ کئی مرتبہ اپنے دشمن کا نام دہرائے؟ ❻

❶ المنتظم (٧/ ٣٨، ٣٩٧). ❷ أصول مذهب الشيعة (٢/ ٩٣٧).

❸ فروع الكافي (٢/ ١٠) أصول مذهب الشيعة (٢/ ٩٣٧).

❹ مؤتمر النجف / السويدي ص (٨٦) بحواله مذهب الشيعة (٢/ ٩٣٧).

❺ الأنوار النعمانية (١/ ٨٣، ٨٤) بحواله أصول مذهب الشيعة (٢/ ٩٣٨).

❻ أصول مذهب الشيعة (٢/ ٩٣٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بے شک صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ اسلام سے جو بات معروف و متحقق ہے وہ یہی کہ علی رضی اللہ عنہ نے تا عمر ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی زندگی و خلافت میں اور ان کی وفات کے بعد ان سے قلبی محبت کیا، جب تک ان خلفاء کی خلافت رہی آپ نے سمع وطاعت کا مظاہرہ کیا، آپ ان سے محبت کرتے اور وہ آپ سے، آپ ان کی تعظیم کرتے اور وہ آپ کی، ان کی تئیں آپ کی محبت میں صداقت تھی، اطاعت میں اخلاص تھا، اس کے ساتھ جہاد کرتے جس کے ساتھ وہ جہاد کرتے، جس چیز کو وہ پسند کرتے وہی آپ کو پسند ہوتی، جس چیز کو ناپسند کرتے آپ کے نزدیک بھی ناپسندیدہ ہوتی، وہ خلفاء ناگہانی حالات و حوادث کے وقت آپ سے مشورہ لیتے تو آپ انھیں خیر خواہ، مشفق محبّ کی حیثیت سے مشورہ دیتے، چنانچہ انھوں نے اپنی دور خلافت میں بہت سے معاملات علی رضی اللہ عنہ ہی کے مشورے پر انجام دیے۔ ❶ بالکل یہی جذبات و احساسات ان خلفاء کے دل میں علی رضی اللہ عنہ کے تئیں تھے بیان کیا جاتا ہے کہ ابوبکر، عمر، عثمان، اور علی رضی اللہ عنہم کی یکجائی محبت اس امت کے حقیقی تقویٰ شعاروں ہی میں پائی جا سکتی ہے۔ ❷ سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عثمان اور علی رضی اللہ عنہ کی ایک ساتھ یکساں محبت خال خال شرفاء پرہیزگاروں کے دلوں میں ہی میں جگہ پا سکتی ہے۔ ❸ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ روافض شیعہ کا یہ کہنا کہ عثمان اور علی (رضی اللہ عنہما) کی محبت ایک ساتھ کسی مومن کے دل میں اکٹھی نہیں ہو سکتی، بالکل جھوٹ ہے، الحمد للہ اللہ نے دونوں کی محبت ہمارے دلوں میں ایک ساتھ جمع کر دیا۔ ❹

عظمت صحابہ کا بیان قرآن میں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۫ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُودِ ۚ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۖۛ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيلِ ۚ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۗ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيمًا ﴾ (الفتح: ۲۹)

”محمد اللہ کا رسول ہے اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں کافروں پر بہت سخت ہیں، آپس میں نہایت رحم دل ہیں، تو انھیں اس حال میں دیکھے گا کہ رکوع کرنے والے ہیں، سجدے کرنے والے ہیں، اپنے رب کا فضل اور (اس کی) رضا ڈھونڈتے ہیں، ان کی شناخت ان کے چہروں میں (موجود) ہے، سجدے کرنے کے اثر سے۔ یہ ان کا وصف تورات میں ہے اور انجیل میں ان کا وصف اس کھیتی کی طرح ہے جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اسے مضبوط کیا، پھر وہ موٹی ہوئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی،

---

❶، ❷ الشریعۃ/ الآجری (۵/ ۲۳۱۲)

❸ حلیۃ الأولیاء (۷/ ۳۲)۔ ❹ الشریعۃ/ الآجری (۵/ ۲۳۱۲) اس کی سند صحیح ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کاشت کرنے والوں کو خوش کرتی ہے، تا کہ وہ ان کے ذریعے کافروں کو غصہ دلائے، اللہ نے ان لوگوں سے جو ان میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے بڑی بخشش اور بہت بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے۔''

میں نے اس بحث کو مذکورہ آیت کریمہ کے ساتھ ختم کرنا اس لیے مناسب سمجھا تا کہ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام میں باہمی محبت، رحمت اور تعاون کے تعلق سے میں نے جو کچھ ذکر کیا ہے اس کی صداقت کی دلیل بن سکے۔ پس یہ آیت کریمہ اللہ کی طرف سے مقام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وستائش پر مشتمل ہے، پھر دوسرے درجہ میں اللہ تعالیٰ نے تمام اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی ہے اور ان کی اوصاف کو یوں سراہا ہے کہ وہ آپس میں نرم ہیں، اور کفار کے لیے سخت ہیں۔ ❶ ان میں باہمی رحم دلی اور تعاطف کا جذبہ بھرا ہوا ہے، وہ اخلاص کامل اور پورے یقین کے ساتھ اعمال صالحہ بجالاتے ہیں، انھیں اعمال صالحہ میں سے نماز ہے وہ اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے کثرت سے نمازیں پڑھتے ہیں، جن کی علامت ان کے چہرے پر نمایاں ہوتی ہے:

﴿سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۚ﴾ (الفتح: ۲۹)

''ان کی شناخت ان کے چہروں میں (موجود) ہے، سجدے کرنے کے اثر سے۔''

حسن بصری اور سعید بن جبیر کہتے ہیں اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بھی ایک روایت میں اس کی تفسیر یہ ہے کہ نمازیوں کی پیشانی پر سفید چمک ہوگی جو قیامت کے دن چمکے گی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دوسری روایت اور مجاہد سے مروی ہے کہ یہ نشان دنیا ہی میں نظر آتا ہے، یعنی اچھی ہیئت و کردار اور مجاہد کی ایک روایت میں ہے کہ ان کے اندر خشوع و تواضع پیدا ہو جاتی ہے۔ ❷ مذکورہ اقوال میں کوئی اختلاف نہیں، صرف تعبیر و بیان کا فرق ہے، ایسا ممکن ہے تواضع وخشوع کے نتیجہ میں دنیا میں اچھی ہیئت و کردار کے حامل ہوں اور آخرت میں ان کے پیشانیوں پر نور کی چمک بھی ہو۔ ❸

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نیتیں خالص تھیں، ان کے اعمال و کردار نیک تھے، جس نے بھی ان پر نگاہ ڈالی وہ ان کے اوصاف و کردار سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہا، امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ جب ملک شام کے نصاری فاتحین شام کے صحابہ کو دیکھتے تھے تو کہتے تھے: واللہ جیسا کہ ہم نے سنا تھا، یہ لوگ یقیناً ہمارے نبی کے حواریوں سے کہیں زیادہ اچھے ہیں۔ گزشتہ آسمانی کتابوں میں ان کی عظمت کو سراہا گیا ہے، پھر ان میں بھی سب سے عظیم اور افضل وہ لوگ ہیں جو محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ ہیں۔ تمام آسمانی کتابوں میں اور متداول مذہبی روایات میں اللہ کی طرف سے ان لوگوں کے حق میں ذکر خیر ملتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ﴿ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ ۚ﴾ ان کی یہی مثال تورات میں ہے، پھر آگے فرمایا: ﴿وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ﴾ اور ان کی مثال انجیل میں ہے مثل اس کھیتی کے جس نے اپنی کونپل نکالی، ''فَآزَرَهُ'' پھر اسے مضبوط کیا، ''فَاسْتَغْلَظَ'' اور وہ موٹا ہوگئی، ﴿فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ

❶ ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم   رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن (مترجم)

❷ تفسیر الطبری (۲۶/ ۱۱۰) نیز (۱۶/ ۳۹۳، ۲۹٤)۔ ❸ تفسیر الطبری (۲۶/ ۱۱۲)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ﴾ پھر اپنے تنے پر سیدھا کھڑا ہوگیا اور کسانوں کو خوش کرنے لگا ﴿لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ﴾ تا کہ ان کی وجہ سے کافروں کو چڑائے۔ امام مالک رحمہ اللہ ایک روایت کے مطابق اس آیت کریمہ سے روافض کی تکفیر کا فتویٰ مستنبط کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ کافروں کے کفر کی ایک وجہ ہے کہ وہ صحابہ کو دیکھ کر چڑتے ہیں، لہٰذا جو شخص بھی ان صحابہ سے چڑ کھائے وہ اس آیت کی روشنی میں بہر حال کافر ہے، علماء کی ایک جماعت نے بھی امام مالک کے اس فتویٰ کی تائید کی ہے۔ آگے اللہ نے فرمایا:

﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴿٢٩﴾﴾

یعنی اللہ نے ایمان والوں، اور عمل صالح والوں سے بڑے ثواب اور باعزت روزی کا وعدہ کیا ہے۔ اور اللہ کا وعدہ حق اور سچ ہے جس کے خلاف ہرگز نہیں ہوسکتا ہے، نہ اس میں تبدیلی ممکن ہے، لہٰذا جو شخص بھی صحابہ کے منہج وطرز زندگی کو اپنائے گا وہ ان الٰہی انعامات کے استحقاق کے لیے انھیں کے حکم میں ہے، ان صحابہ کو افضلیت، اسبقیت اور کمال کا وہ مقام ملا ہے جہاں تک ان کے علاوہ اس امت کے کسی فرد کی رسائی نہیں ہے، اللہ ان سے راضی ہو اور فردوس کی جنتوں کو ان کا ٹھکانا بنائے۔ ❶

اور صحابہ کرام کے بارے میں اللہ کا جو یہ فرمان ہے کہ ﴿لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ﴾ تا کہ ان کی وجہ سے کافروں کو چڑائے، تو اس میں بہت ہی خطرناک حکم پوشیدہ ہے اور جو لوگ اصحاب رسول کو دیکھ کر، یا سن کر خار کھاتے اور چڑتے ہیں ان کے لیے سخت ترین وعید وہلاکت آمیز دھمکی ہے۔ ❷ مذکورہ آیت کے اختتام پر اللہ نے ﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا﴾ فرما کر تمام صحابہ سے جنت کا وعدہ کیا اور امت اجابت میں سے جو انسان بھی ایمان وعمل صالح کی زندگی گزارے اس سے بھی یہی وعدہ کیا۔ یہ حکم قیامت تک آنے والے تمام مومنوں کے لیے ہے۔ ❸ اس آیت کریمہ میں "مِنْهُمْ" مِنْ بیان جنس کے لیے ہے، یعنی تمام ایمان والوں اور عمل صالح والوں سے یہی وعدہ ہے، "مِنْ" تبعیض کے لیے نہیں ہے کہ جس کا مطلب ہوگا ان میں سے صرف بعض ایمان والوں اور عمل صالح والوں سے یہ وعدہ ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یقیناً اس آیت میں اصحاب رسول کا تذکرہ جن صفات کے ساتھ ہوا ہے ان کی بہت بڑی مدح وستائش ہے ان کے اوصاف حمیدہ یہ ہیں کہ کافروں کے لیے سخت، آپس میں رحمت ومحبت کا نمونہ ہیں۔ ان کے یہاں رکوع وسجود کی کثرت ہے، اللہ کے فضل ورضا مندی کی جستجو ہے، چہروں پر سجدوں کے نشانات ہیں، جس طرح کھیتی درجہ بدرجہ اپنی کونپل نکالتی ہے پھر اس میں مضبوطی آتی ہے، پھر موٹا ہوتی ہے، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوتی ہے، اسی طرح صحابہ اور مومنین بھی درجہ بدرجہ، کمزوری، پھر کمال قوت، اور پھر اعتدال کے مراتب طے کرتے ہیں، تاہم یہ واضح رہے کہ صرف ان صفات پر مغفرت اور اجر عظیم کا دارومدار نہیں ہے، بلکہ ان کے

❶ تفسير إبن كثير (٦/ ٣٦٥).
❷ قبس من هدي الإسلام / عبدالمحسن العبادص (٨٦).
❸ عقيده أهل السنة من الصحابة (١/ ٧٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ساتھ ایمان اور عمل صالح بھی ضروری ہے، اور چونکہ مغفرت اور اجر عظیم کے وعدہ کی تکمیل کے لیے یہ دونوں ضروری تھے ان کو ذکر کیا گرچہ تمام صحابہ اس سے متصف بھی تھے پھر بھی اسے اس لیے الگ سے ذکر کیا گیا تاکہ کسی کو یہ وہم نہ ہو جائے کہ صرف مذکورہ اوصاف حمیدہ ہی نجات کے لیے کافی ہیں، شروع آیات صرف اوصاف، آخر میں اجر عظیم کے بدلے کا ذکر ہوا تھا، لیکن اس بدلے کا اصلی سبب کیا تھا اس کا ذکر نہیں ہوا تھا، پس ایمان اور عمل صالح کو ذکر کر کے اسے اجمال کو واضح کر دیا گیا، کیونکہ اصولی قاعدے کے اعتبار سے جب کوئی حکم کسی ایسے اسم مشتق پر منحصر ہو جو سیاق وسباق کے مناسب ہو تو جس کلمہ سے اس اسم کا اشتقاق ہوا ہے وہی حکم کا سبب ہوتا ہے۔ [1]

میں نے صحابہ کرام کے درمیان میل محبت اور اخوات و ہمدردی، کفار کے لیے سختی اور خصوصاً خلفائے راشدین کے آپس میں گہرے تعلقات اور خیر خواہی کے جذبات کے تعلق سے جو کچھ ذکر کیا ہے، وہ مکمل طور سے قرآنی توضیح وبیان کے مطابق ہیں، بلاشبہ یہ خلفاء صحابہ انتہائی معزز و شریف تھے، پوری امت کے دماغ تھے، نبی کریم ﷺ کے وفات کے بعد اس کے بے مثال قائد تھے لہٰذا باہوش! خبردار! ان ضعیف روایات اور جھوٹے قصوں وخرافات سے جنھیں دشمنان اسلام نے اسلام کی ابتدائی روشن تاریخ کے چہرے کو مسخ کرنے کے لیے گھڑا ہے اور رواج دیا ہے۔ کیا ہم ان جھوٹی روایات اور واہی تباہی قصوں کی تصدیق کریں گے، جو خلفائے راشدین میں باہمی چپقلش اور عداوت کا تصور پیش کرتی ہیں یا اپنے رب کی کتاب قرآن مجید کی تصدیق کریں گے اور عظمت صحابہ کی شان میں ہمارے نبی کریم ﷺ نے جو کچھ فرمایا ہے اسے مانیں گے اور اہل سنت و جماعت کے ثقہ و مستند علماء نے قرآن وسنت کی روشنی میں ان کی جو تصویر کشی کی ہے اسے تسلیم کریں گے؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ ۚ لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۚ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٦٣﴾ ﴾ (الانفال: ٦٣)

''اور ان کے دلوں کے درمیان الفت ڈال دی، اگر تو زمین میں جو کچھ ہے سب خرچ کر دیتا ان کے دلوں کے درمیان الفت نہ ڈالتا اور لیکن اللہ نے ان کے درمیان الفت ڈال دی۔ بے شک وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

صحابہ کرام کی حقیقی باہمی الفت ومحبت کی یہ قرآنی توضیح وتوثیق ہے اس پاک نفس جماعت کے لے یہ ربانی تحفہ اور الٰہی انعام ہے، اس میں کسی انسان کی کوئی مداخلت نہیں پس قرآنی توصیف وبیان کے بموجب رسول ﷺ پر بھی ایک عظیم احسان ہے، صحابہ کرام کی عظمت وشان امتیازی کی یہ قرآنی تصویر کشی ان صحیح روایات سے مکمل طور پر میل کھاتی ہے جن میں صحابہ کی آپسی محبت والفت کو سراہا گیا ہے اور اسی صاف شفاف وحقیقی آئینہ میں وہ داغ دار چہرے نمایاں نظر آتے ہیں جنھوں نے خود ساختہ روایات اور بے بنیاد واقعات کا پروپیگنڈا کیا ہے۔ بہر حال یہ آیت کریمہ ان تمام لوگوں کی فضیلت وبرتری پر شاہد ہے جو قرآنی تعلیمات اور سنت نبویہ کے سانچے میں اپنی

[1] منهاج السنة (١/ ١٥٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

زندگی کو ڈھالتے ہیں، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، رشتوں کی قرابت کٹ سکتی ہے اور محسن کی احسان فراموشی ہوسکتی ہے، لیکن حقیقی بنیادوں پر دل مل جانے کے بعد میں نے اسے کٹتے نہیں دیکھا۔ ❶

کسی شاعر نے کہا ہے:

وَلَقَدْ صَحِبْتُ النَّاسَ ثُمَّ خَبَرْتُهُمْ وَبَلَوْتُ مَا وَصَلُوا مِنَ الأَسْبَابِ

''میں لوگوں کے ساتھ رہا، پھر انھیں آزمایا اور تعلقات کے جتنے ذرائع وہ استعمال کرتے تھے میں نے خود بھی انھیں برتا۔''

فَإِذَا الْقَرَابَةُ لَا تُقَرِّبُ قَاطِعاً وَإِذَا الْمَوَدَّةُ اقرَبُ الْأَسْبَابِ ❷

''لیکن میں نے دیکھا کہ رشتہ منقطع کرنے والے کو قرابت داری قریب نہ کرسکی جب کہ دلی الفت ومحبت ہی باہمی تعلق استوار کرنے کا قریب ترین ذریعے سے ٹھہرا۔''

❶ الدر المنثور فی تفسیر المأثور (٤/ ١٠٠). ❷ الدر المنثور في تفسير المأثور (٤/ ١٠٠)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تیسری فصل

بیعت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
اہم اوصاف حمیدہ اور معاشرتی زندگی

- بیعت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
- فضائل، اہم اوصاف اور نظام حکومت کے اصول وضوابط
- معاشرتی زندگی اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا اہتمام

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جولوگ اسلامی فقہ اور دینی
بصیرت وحکمت کے جامع ہوں وہی اُمت مسلمہ کی
تربیت ورہنمائی کے اہل ہیں۔ اسلامی حکمت اس بات
سے عبارت ہے کہ لوگوں کے حالات وظروف کی رعایت
کے ساتھ ان پر حکم شرعی نافذ کرنا، لہٰذا حالات وظروف
اور رعایت کی نوعیت متعین کرنے کا تقاضا ہے کہ اسلامی
معاشرہ کی صورتِ حال کا گہرائی وباریک بینی
سے جائزہ لیا جائے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۱)

سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

بیعت کی نوعیت:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت انتخاب کے ذریعے سے میں آئی، اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب مختلف قبائل اور شہروں وخطوں سے آئے ہوئے بلوائیوں اور اسلامی اتحاد کو پارہ پارہ کرنے والے باغیوں نے، جن کا ماضی میں کوئی اچھا کردار نہیں تھا اور نہ ہی دین میں کوئی اچھے نقوش تھے، انھوں نے خلیفہ راشد عثمان رضی اللہ عنہ کو بہتان وسرکشی اور ظلم ڈھاتے ہوئے جمعہ کے دن ۱۸؍ذی الحجہ ۳۵ھ کو شہید کردیا۔ ❶ تو مدینہ میں اس وقت جتنے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے سب علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر بیعت خلافت کے لیے تیار ہوگئے، اس لیے کہ اس وقت علی الاطلاق آپ سے بہتر اور افضل کوئی نہ تھا جو اس منصب کو سنبھالتا، ان صحابہ میں سے کسی نے اپنی امامت وخلافت کی دعویٰ نہیں پیش کیا، حتی کہ خود علی رضی اللہ عنہ اس کے حریص نہ تھے، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب مدینہ کے باقی ماندہ اصحاب رسول کا ان پر شدید دباؤ ہوا اور آپ کو بھی احساس ہوا کہ اگر میں بھی اس ذمہ داری سے راہ فرار اختیار کرتا ہوں تو مزید فتنے کا خوف ہے۔ تبھی آپ اس منصب کو قبول کرنے کے لیے تیار ہوئے۔ لیکن حیرت ہے کہ پھر بھی آپ معرکۂ جمل وصفین کی شکل میں رونما ہونے والے فتنوں کے بعد بعض جاہلوں کے نقد واعتراض سے نہ بچ سکے، حالانکہ ان فتنوں کی آگ ابن سبا اور اس کے جھانسے میں آنے والے بد بخت دشمنان اسلام نے لگائی تھی۔ اس کے پیروکار فاسق تھے اور حق وہدایت کے راستے سے منحرف تھے۔

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ منصب خلاف کے لیے کس طرح منتخب ہوئے؟ اس کی تفصیل بعض علماء نے اس طرح بیان فرمائی ہے: ❷ امام ابوبکر الخلال اپنی سند سے محمد بن الحنفیہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کا بیان ہے کہ جب سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ دشمنوں کے نرغہ میں تھے اس وقت میں علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، ایک آدمی آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا: یقین کیجیے! امیر المومنین ابھی قتل کردیے جائیں گے، علی رضی اللہ عنہ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے، لیکن میں نے ان کی کمر سے پکڑ کر انھیں روکنا چاہا کہ کہیں آپ بھی بلوائیوں کی زد میں نہ آجائیں، مگر آپ ناراض ہوگئے اور کہا: تمھاری ماں نہ رہے مجھے چھوڑو، جانے دو، پھر علی رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے اس وقت تک عثمان رضی اللہ عنہ شہید کیے جاچکے تھے، پھر آپ لوٹ کر اپنے گھر آئے اور دروازہ بند کرلیا، آپ کے پیچھے اور بہت سے لوگ آگئے، انھوں نے دروازہ کھٹکھٹایا، آپ نے دروازہ کھول دیا، سب لوگ اندر گئے اور کہنے لگے وہ تو شہید ہی کردیے گئے اب مسلمانوں کے لیے دوسرے خلیفہ کی تعین

❶ الطبقات الکبری / ابن سعد (۳/ ۳۱)۔ ❷ عقیدہ وأهل السنة فی الصحابة الکرام (۲/ ۶۷۷)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ضروری ہے اور اے علی! ہمارے علم میں اب آپ کے علاوہ کوئی دوسرا اس کا مستحق اور اس کے لائق نہیں ہے۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو جواب دیا: مجھے امارت کے لیے مت منتخب کرو، میں تمھارے لیے وزیر ہوں، یہ امیر ہونے سے میرے لیے بہتر ہے۔ لیکن ان لوگوں نے پھر اصرار کیا، اور کہا: نہیں، ہم آپ سے زیادہ کسی کو اس کا مستحق ہی نہیں جانتے، آپ جب لاچار ہو گئے، تو کہا: ٹھیک ہے اگر آپ لوگ میرے لیے ہی اصرار کر رہے ہو تو میری بیعت خفیہ نہ ہوگی، اس لیے سب لوگ مسجد میں تشریف لے چلو، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہاں لوگوں نے آپ سے بیعت خلافت کی۔ ❶

سالم بن جعد کی دوسری روایت میں محمد بن الحنفیہ اسی واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے وہ تو شہید کر دیے گئے اور لوگوں کے لیے کسی امام کا ہونا ضروری ہے اور ہم آپ سے زیادہ کسی کو اس کا مستحق نہیں پاتے ہیں جو معرکوں کا تجربہ رکھتا ہو اور نہ ہی آپ سے بڑھ کر کسی کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت ہے، لہٰذا آپ اسے قبول کر لیں۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ایسا نہ کرو، میں وزیر رہوں یہ میرے لیے امیر ہونے سے بہتر ہے۔ ان لوگوں نے کہا: نہیں ہرگز نہیں۔ واللہ! ہم بیعت آپ ہی کی خلافت پر کریں گے۔ آپ نے فرمایا: اگر بضد ہی ہو تو چلو مسجد میں چلو، مناسب یہ ہے کہ میری بیعت برسر عام اور تمام مسلمانوں کی رضا مندی سے ہو، خفیہ نہ ہو۔ سالم بن ابی جعد کا کہنا ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مجھ کو یہ بات ناگوار گزری کہ وہ مسجد میں بیعت کے لیے جائیں، محض اس وجہ سے کہ مبادا آپ کے خلاف شور و ہنگامہ نہ اٹھ کھڑا ہو، لیکن علی رضی اللہ عنہ مسجد میں چلنے کے لیے بضد رہے اور جب مسجد میں گئے تو پہلے مہاجرین وانصار آئے اور بیعت کی، پھر باقی سب لوگوں نے بیعت کیا۔ ❷

درس وعبرت اور فوائد:

ان مستند وصحیح روایات کی روشنی میں چند درس وعبرت اور فوائد مستنبط ہوتے ہیں، جن کی تفصیل یہ ہے:

۱: سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے علی رضی اللہ عنہ کی مدد اور ان کی طرف سے دفاع: یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے جو علی رضی اللہ عنہ سے متواتراً ثابت ہے، عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے آپ نے سب سے زیادہ دفاع کیا، اس کی صداقت کے لیے متعدد اسانید موجود ہیں، انھیں میں سے ایک مروان بن حکم رضی اللہ عنہما کی یہ گواہی بھی ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ پوری قوم میں کسی نے دفاع نہیں کیا۔ ❸

۲: سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت سے بے نیازی، بے رغبتی ظاہر ہوتی ہے، آپ نے قطعاً اس کا مطالبہ نہیں کیا، بلکہ

❶ السنة/ أبو بکر الخلال ص (٤١٥).

❷ السنة/ أبو بکر الخلال ص (٤١٦) اس کے سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

❸ بیعت علی بن أبی طالب/ أم مالك الخالدی ص (٢) بحوالہ تاریخ الذهبی/ عهد الخلفاء الراشدین (٤٦٠) اس کی سند قوی ہے۔ یہاں مروان رضی اللہ عنہ کی شہادت اس حیثیت سے اہمیت کی حامل ہے کہ وہ عثمان رضی اللہ عنہ کے قبیلہ وگھرانے یعنی بنوامیہ سے تعلق رکھتے ہیں اور اس سے جو حضرات بنو ہاشم اور بنوامیہ کے درمیان عداوت ودشمنی ثابت کرنے کے پیچھے پڑے ہیں ان کی تردید ہوتی ہے۔ (مترجم)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اپنے گھر میں گوشہ نشین ہو گئے، یہاں تک کہ صحابہ آپ کے پاس آئے اور آپ کی بیعت کے لیے بضد ہو گئے۔

۳: تمام مہاجرین وانصار صحابہ اور مدینہ میں رہنے والے دیگر تمام لوگوں نے بالاتفاق آپ کی خلافت پر بیعت کی، اور اس میں اہل حل عقد پیش پیش رہے۔ انھوں نے ہی علی رضی اللہ عنہ کو اس کے لیے مناسب سمجھا اور بیعت پر رضامندی کے لیے انھیں تیار کیا اور اتنے بضد ہو گئے کہ آپ کو مجبوراً قبول کرنا ہی پڑا۔ آپ نے شرپسندوں کی ہنگامہ آرائی اور قاتلین عثمان کے فتنہ سے مرعوب ہو کر خلافت ہرگز قبول نہیں کی، جیسا کہ ضعیف اور موضوع روایات میں وارد ہے۔

۴: اس موقع پر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ ہی خلافت کے سب سے زیادہ مستحق تھے، اس کی دلیل یہ ہے کہ پہلی فرصت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر انتخاب آپ ہی پر ٹھہری اور وہ اصرار کرتے رہے تا کہ آپ بیعت خلافت کو قبول فرمالیں، حتیٰ کہ انھوں نے نہایت صریح لفظوں میں کہہ دیا کہ آج ہم امامت کے لیے آپ سے زیادہ کسی کو مستحق نہیں پاتے۔

۵۔ خلافت کی اہمیت وعظمت ظاہر ہوتی ہے چنانچہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ شہادت عثمان کے فوراً بعد صحابہ نے علی رضی اللہ عنہ کو یہ ذمہ داری سونپنے میں جلدی کی، اور علی رضی اللہ عنہ نے بھی اس بارگراں کو قبول کرنے کی وجہ بھی بتادی کہ اگر اللہ کے دین کو خطرہ لاحق ہونے کا مجھے اندیشہ نہ ہوتا تو میں اس مطالبہ کو ہرگز قبول نہ کرتا۔ [1]

۶: خلافت علی کی بیعت کے ضمن میں بعض مورخین نے یہ شوشہ چھوڑا ہے کہ خوارج عثمان رضی اللہ عنہ کا سخت محاصرہ کیے ہوئے تھے اور آپ کے قتل کے درپے تھے، انھیں میں سے چند شرپسند مدینہ میں بھی گھوم رہے تھے اور انھوں نے ہی سب سے پہلے علی رضی اللہ عنہ کو بیعت خلافت کے لیے مجبور کیا تھا اور خود سب سے پہلے بیعت بھی کی تھی، اور انھیں کی زور وزبردستی پر مجبوراً طلحہ اور زبیر نے بھی بیعت کی، درحقیقت یہ سب مورخین کی قیاس آرائیاں ہیں جن کی کوئی صحیح بنیاد اور معتبر سند نہیں ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے بعد لوگوں کے سامنے کوئی ایسی چوتھی شخصیت نہیں تھی جو قدر ومنزلت، علم وتقویٰ، دین، اسلام میں سبقت اور جہاد کے اعتبار سے کامل نظر آتی رہی ہو، اس لیے مہاجرین وانصار نے آپ پر اس منصب کو قبول کرنے کے لیے دباؤ ڈالا، اور آپ نے اس ذمہ داری کو اپنے لیے فرض سمجھا، اور ان صحابہ کی بات مان لی۔ اگر اس بیعت میں تاخیر کی جاتی تو پوری اسلامی ریاست کے کونے کونے سے فتنوں اور اختلاف کی لہریں امنڈ پڑتیں، لہٰذا مسلمانوں کی مصلحت اور ان کا مفاد اسی میں پوشیدہ تھا کہ حالات وظروف اگرچہ نازک ترین دور سے گزر رہے ہیں پھر بھی علی رضی اللہ عنہ بیعت خلافت کو تسلیم کر لیں، اور مدینہ میں موجود مہاجرین وانصار صحابہ میں سے کوئی بھی اس میں پیچھے نہ رہا، اس مقام پر لوگوں سے غلط فہمی یا بھول یہ ہو گئی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بصرہ جانے سے صحابہ کرام کے تردد اور پیچھے رہ جانے کو ان کی بیعت سے جوڑ دیا، حالانکہ آپ کی بیعت خلافت سے کوئی بھی صحابی

[1] فتح الباری (۱۳/ ۷۵) اس کی سند صحیح ہے دیکھیے: بیعة علی ص (۱۰۵)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پیچھے نہ رہا، ہاں علی رضی اللہ عنہ کے بصرہ جاتے وقت انھوں نے آپ کا ساتھ نہ دیا تھا، کیونکہ یہ ایک اجتہادی مسئلہ تھا، ❶ اور علی رضی اللہ عنہ نے انھیں اپنے ساتھ چلنے پر مجبور بھی نہ کیا تھا، اس پر مزید گفتگو معرکۂ جمل کے موقع پر ہوگی (ان شاء اللہ)۔

۷: ناقلین روایات کی ان مبالغہ آمیزیوں سے خبردار رہنا ضروری ہے، جن میں یہ بات کہی گئی ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد پانچ دنوں تک مدینہ کا حاکم منتظم غافقی بن حرب تھا ان بلوائیوں کو تلاش تھی کہ امارت کو کوئی قبول کرلے لیکن وہ کسی کو نہیں پا رہے تھے۔ ❷ ان کا زعم ہے کہ مصر کے فسادیوں نے علی رضی اللہ عنہ سے اس کی پیش کش کی، لیکن آپ نے رد کردیا۔ کوفہ کے خوارج چاہتے تھے کہ زبیر رضی اللہ عنہ کو خلافت سپرد کردیں، لیکن تلاش کے بعد وہ نہ مل سکے اور بصرہ کے مفسدین نے طلحہ رضی اللہ عنہ پر خلافت پیش کی، یہ اور اس طرح کی دیگر روایات کی کوئی سند قطعاً صحیح نہیں اور نہ ہی صحیح روایات کے مقابلے میں ان کی کوئی حیثیت ہے۔ ❸

معتبر تاریخی روایات کی روشنی میں یہ بات معروف و مسلم ہے کہ صحابہ کو مدینہ میں مکمل کنٹرول حاصل تھا اور اگر عثمان رضی اللہ عنہ نے فساد پرداز عناصر کے خلاف کارروائی کرنے سے انھیں نہ روکتے تو وہ لوگ مفسدین کی فتنہ سامانیوں، اور ہنگامہ آرائیوں کا بآسانی خاتمہ کر سکتے تھے، میں نے اس موضوع کو اپنی کتاب ''عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ - شخصیت اور کارنامے'' میں خوب تفصیل سے واضح کیا ہے۔ بہر حال علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر صحابہ کرام اور دیگر لوگوں کی بیعت پوری رضا مندی اور جذبۂ اطاعت سے ہوئی تھی اور اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں مفسدین اور بلوائیوں کا کوئی کردار نہیں تھا، جو صحابہ اس وقت مدینہ میں موجود تھے، انھیں لوگوں نے آپ کو امیر المومنین بنانے میں پیش رفت کی اور آپ کو خلیفہ بنایا۔ ❹

۸: سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کے سلسلے میں صحیح روایات مع شواہد کل (۱۱) روایتیں ہیں۔ ❺ ان میں بعض کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ خلافت کے سب سے زیادہ مستحق اور موزوں تھے:

بلاشبہ ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے بعد علی رضی اللہ عنہ ہی خلافت کے سب سے زیادہ مستحق تھے، اہل سنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے اور خلافت راشدہ کی ترتیب شمار کرتے ہوئے تمام مسلمانوں کو یہی عقیدہ رکھنا چاہیے، اور اللہ سے ثواب کی امید لگانی چاہیے۔ ایسے بہت سے شرعی نصوص ہیں جن میں علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے لیے سب سے زیادہ مستحق موزوں ہونے کا اشارہ ملتا ہے، ان میں سے چند یہ ہیں:

---

❶ المدينة النبوية / محمد شرّاب (۲/ ۳۱۱).

❷ تاریخ طبری (٤/ ٤٣٢) دیکھئے: المرتضى ص (۲۳۵) از مترجم.

❸ اشتهاد عثمان وو قعة الجمل / خالد الغيث ص (۱۳۶ تا ۱٤۰).

❹ استشهاد عثمان (۲٤۰).

❺ بيعة علي بن أبي طالب (۱۲۲).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا﴾ (النور: ۵۵)

''اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں زمین میں ضرور ہی جانشین بنائے گا، جس طرح ان لوگوں کو جانشین بنایا جو ان سے پہلے تھے اور ان کے لیے ان کے اس دین کو ضرور ہی اقتدار دے گا جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور ہر صورت انھیں ان کے خوف کے بعد بدل کر امن دے گا۔''

اس آیت کریمہ سے علی رضی اللہ عنہ کے استحقاق خلافت پر اس طرح استدلال کیا گیا ہے کہ آپ منصب **خلافت** سنبھالنے کے بعد ان خلفاء میں سے ایک ثابت ہوئے جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے دین کو غالب کیا۔

۲: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ مِنْ بَعْدِي تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ.)) ❶

''تم لوگ میری سنت اور میرے بعد ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے کو لازم پکڑو، اسے مضبوطی سے تھام لو، اور داڑھ کے دانتوں سے جکڑ لو۔''

اس حدیث میں خلافت علی کے استحقاق کی دلیل یہ ہے کہ آپ ان ہدایت یافتہ خلفائے راشدین میں سے ایک ثابت ہوئے جنھوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا پورا پورا اہتمام کیا۔ اللہ کے حدود کی حفاظت کی، نماز وزکوٰۃ کے نظام کو قائم کیا اور عدل وحق کی برتری وقیام کے لیے سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نمونہ بنایا۔

۳: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((خِلَافَةُ النُّبُوَّةِ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً ثُمَّ يُؤْتِي اللّٰهُ الْمُلْكَ مَنْ يَّشَاءُ.)) ❷

''خلافت علی منہاج النبوہ کی مدت تیس سال ہے پھر اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا بادشاہت دے گا۔''

اس حدیث میں بھی علی رضی اللہ عنہ کے استحقاق خلافت کی طرف اشارہ ملتا ہے، کیونکہ خلافت علی منہاج النبوہ کی جو مدت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کی ہے اس اعتبار سے ہجرت نبوی کی تیسری دہائی کے اخیر میں آپ کی خلافت منعقد ہوئی۔ اہل علم کا قول اس حدیث کے مطابق ہے۔ ❸

---

❶ سنن ابی داؤد (۴/ ۲۰۱) سنن الترمذی (۵/ ۴۴) حسن صحیح.

❷ صحیح ابن حبان، حدیث نمبر (۶۶۵۷) المعجم الکبیر/ الطبرانی (۶۴۴۲) السلسلة الصحیحة (۱/ ۷۴۲ - ۷۴۹).

❸ عقیدہ أهل السنة والجماعة (۲/ ۶۸۶).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:

''خلافت علی منہاج النبوۃ کے بارے میں سفینہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث صحیح ہے، اور خلفاء کی مدت خلافت کے بارے میں میرا اسی طرف رجحان ہے۔'' ❶

عبداللہ بن احمد کا قول ہے کہ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ کچھ لوگ علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نہیں مانتے؟ امام احمد بن حنبل نے جواب دیا: یہ بہت بری اور گھٹیا بات ہے، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ان کو اے امیر المومنین! کہہ کر پکارتے تھے، کیا ہم ان تمام صحابہ کو جھٹلا دیں، جب کہ علی رضی اللہ عنہ نے حج کی امارت کی، چور کا ہاتھ کاٹا اور شادی شدہ زانی کو رجم کیا، یہ سب خلیفہ ہی کے فرائض ہیں، عام آدمیوں کے نہیں۔ ❷

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سفینہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

''حماد بن سلمہ، عبدالوارث بن سعید'' اور عوام بن حوشب کی روایت سے یہ حدیث مشہور ہے۔ ان سب نے اس حدیث کو سعید بن جہمان کے واسطہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور ابوداود وغیرہ اس کی روایت کی ہے اور چاروں خلفائے راشدین کی خلافت کے اثبات میں امام احمد وغیرہ نے اس حدیث پر اعتماد کیا ہے اور علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت کے سلسلہ میں لوگوں کے اختلاف کی وجہ سے ان کی خلافت تسلیم نہ کرنے والوں کے خلاف اس حدیث سے حجت قائم کی ہے اور کہا ہے کہ جو شخص علی رضی اللہ عنہ کو چوتھا خلیفہ نہ مانے وہ اپنے گھر کے گدھے سے بھی زیادہ گمراہ ہے، اور آپ نے ایسے شخص سے نکاح ومناکحت سے منع کیا ہے۔'' ❸

امام ابوجعفر الطحاوی حنفی کی کتاب ''العقیدہ الطحاویہ'' کے شارح لکھتے ہیں:

''عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد ہم علی رضی اللہ عنہ کی خلافت ثابت کرتے ہیں، کیونکہ جب عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے اور لوگوں نے آپ کے ہاتھوں پر بیعت خلافت کر لی، تو آپ یقیناً شرعی امام منتخب ہو گئے، اور آپ کی اطاعت واجب ہوگئی، آپ بھی بحیثیت خلیفہ خلافت علی منہاج النبوۃ کی ایک کڑی تھے، جیسے کہ سفینہ کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((خِلَافَةُ النُّبُوَّةِ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً ثُمَّ يُؤْتِي اللّٰهُ مُلْكَهُ مَنْ يَّشَاءُ.)) ❹ ...... خلافت علی منہاج النبوۃ کی مدت تیس سال ہے، پھر اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا بادشاہت دے گا۔''

۴: عکرمہ کا بیان ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے اور صاحبزادے علی سے فرمایا تم دونوں ابوسعید کے پاس جاؤ

❶ السنة/ عبدالله ابن حنبل ص (۲۳۵).

❷ السنة/ عبدالله بن احمد بن حنبل ص (۲۳۵) عقيدة أهل السنة فى الصحابة (۲/ ٦٨).

❸ یہ کتابچہ امام صاحب کے ہاتھوں کا مسودہ ہے، جو فی الحال مکتبہ ظاہریہ میں موجود ہے، بحوالہ عقیدہ أهل السنة والجماعة (۲/ ۲۸٦) نیز دیکھئے: الصحيحة للألبانى (۱/ ۷٤٤) (مترجم)

❹ شرح العقيدة الطحاوية ص (٥٤٥) السلسلة الصحيحة (۱/ ۷٤۲، ۷٤۹).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور ان کی احادیث سنو چنانچہ ہم دونوں ان کے پاس گئے دیکھا تو وہ اپنے باغ میں کام کررہے تھے ہمیں دیکھ کر انھوں نے اپنی چادر سنبھالی اور گوٹ مار کر بیٹھ گئے، پھر ہم سے حدیث بیان کرنے لگے، جب مسجد نبوی کی تعمیر کا تذکرہ ہوا، وہ کہنے لگے: ہم لوگ ایک ایک اینٹ اٹھا رہے تھے اور عمار دو دو اینٹیں اٹھا رہے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو ان کے جسم سے دھول مٹی جھاڑنے لگے اور فرمایا:

((وَيْحَ عَمَّارٍ ❶ تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ يَدْعُوهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ وَيَدْعُونَهُ إِلَى النَّارِ .))

''افسوس! عمار کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی، جسے عمار جنت کی دعوت دیں گے اور وہ جماعت عمار کو جہنم کی دعوت دے رہی ہوگی۔''

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عمار رضی اللہ عنہ کہہ رہے تھے کہ ''أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ'' میں فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ ❷

اور صحیح مسلم کی روایت میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس وقت خندق کھود رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سر سے مٹی جھاڑ رہے تھے اور فرما رہے تھے:

((بُؤْسَ ابْنِ سُمَيَّةَ تَقْتُلُكَ فِئَةٌ بَاغِيَةٌ .)) ❸

''اے سمیہ کے بیٹے! افسوس تمھاری خستہ حالی اور مظلومیت پر کہ تمھیں ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔''

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی ''تَقْتُلَ عَمَّارًا الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ'' ❹ ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان علی رضی اللہ عنہ کی امامت کی درستگی اور ان کی اطاعت کے وجوب کی دلیل ہے، جو شخص آپ کی اطاعت کی طرف بلائے، وہ جنت کی طرف بلا رہا ہے اور جو شخص کسی کو ان سے قتال پر ابھارے، وہ جہنم کی طرف بلا رہا ہے۔ خواہ وہ اس کا ارتکاب کسی تاویل کے نتیجہ میں کرے یا بغیر تاویل بغاوت کے طور پر کرے۔ ہمارے اصحاب واسلاف کے دو اقوال میں صحیح ترین قول یہی ہے کہ جن لوگوں نے علی رضی اللہ عنہ سے قتال کیا انھیں غلطی کا مرتکب قرار دیا جائے یہی ان ائمہ فقہ کا بھی مسلک ہے جنھوں نے اسی واقعہ کو بنیاد بنا کر یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ جو لوگ تاویل کے نتیجہ میں حکام وائمۃ المسلمین سے بغاوت کریں ان سے قتال کرنا جائز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب امام شافعی رحمہ اللہ نے علی رضی اللہ عنہ کے طرز عمل کو بنیاد بنا کر تاویل کے نتیجہ میں ائمۃ المسلمین سے بغاوت کرنے والوں سے قتال کرنے کا فتویٰ دیا تو یحییٰ بن معین نے ان پر اعتراض کیا، اور کہا: کیا طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما بھی باغیوں کے حکم میں ہوں گے؟ لیکن امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ نے یحییٰ بن معین کے اس اشکال کی تردید کی اور کہا: آپ پر حیرت ہے! اس مقام پر اگر امام شافعی علی رضی اللہ عنہ کے موقف، اور ان کے طرز عمل کی اقتدا نہ کرتے تو اس کا حل کہاں ڈھونڈتے بالخصوص

❶ ویح: کلمۂ ترحم ہے، اگر کوئی شخص بلاوجہ ہلاکت کا شکار ہو جائے تو وہاں بطور دعائے رحمت اس کے لیے یہ کلمہ بولا جاتا ہے۔ دیکھئے: غریب الحدیث/ ابن الجوزی (۲/ ۴۸۶)، لطائف فی غریب الحدیث (۴/ ۸۵)، النهاية (۵/ ۲۳۵)

❷ صحیح البخاری، حدیث نمبر (۴۴۷)۔ ❸ صحیح مسلم، حدیث نمبر (۲۲۳۵)۔

❹ صحیح مسلم، حدیث نمبر (۲۲۳۵)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جب کہ باغیوں سے قتال کے سلسلہ میں ان کے سامنے خلفائے راشدین میں سے اور کسی کی کوئی سنت موجود نہ تھی۔ پھر آگے چل کر امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حالانکہ امام احمد اور ائمہ سنت میں سے کسی کو اس بات میں کوئی تردّد نہیں۔ ❶

ہاں اگر کوئی اعتراض کرے کہ عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت معرکہ صفین میں ہوئی اور وہ اس وقت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے جب کہ ان کے مقابلے میں معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت تھی، جس میں صحابہ کرام بھی شریک تھے، لہٰذا ان کے بارے میں یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ یہ لوگ جہنم کی طرف بلا رہے تھے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے علم اور اجتہاد کے مطابق یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ فریق مخالف کو جنت ہی کی طرف بلا رہے ہیں۔ اپنے علم و اجتہاد کے مطابق عمل پیرا ہونے میں وہ قابل ملامت ہرگز نہیں ہوسکتے اور جنت کی طرف بلانے سے مراد یہ ہے کہ وہ اس عمل کی طرف دعوت دے رہے تھے جو دخول جنت کا سبب تھا یعنی امام کی اطاعت۔ عمار رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت کی طرف بلا رہے تھے کیونکہ وہی اس وقت مسلمانوں کے امام تھے جن کی اطاعت واجب تھی جب کہ فریق مخالف کا معاملہ اس کے برعکس تھا، لیکن چوں کہ یہ لوگ اپنے اجتہاد و تاویل کی بنا پر ایسا کر رہے تھے اس لیے معذور سمجھے جائیں گے ان پر کوئی ملامت نہیں۔ ❷

امام نووی رحمہ اللہ فرمان نبوی "بُؤْسِي ابْنُ سُمَيَّةَ تَقْتُلُهُ فِئَةٌ بَاغِيَةٌ" ❸ کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"علماء کا کہنا ہے کہ یہ حدیث اس بات کی قوی اور ٹھوس دلیل ہے کہ علی رضی اللہ عنہ اپنے فیصلہ میں برحق اور اجتہاد میں درستگی پر تھے اور دوسری جماعت باغی تھی، لیکن چونکہ دوسری جماعت کا اقدام ان کی اجتہادی غلطی پر مبنی تھا اس لیے وہ اس معاملے میں گناہ گار نہیں کہے جائیں گے۔ نیز اس حدیث میں کئی طرح سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کا ظہور ہے، مثلاً آپ نے یہ پیشین گوئی فرمائی تھی کہ عمار کی موت قتل کے ذریعے سے ہوگی اور قاتلین مسلمان ہی ہوں گے، وہ بغاوت کرنے والے ہوں گے، نیز یہ کہ صحابہ کرام باغی اور غیر باغی دو دھڑوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ چنانچہ یہ ساری باتیں صبح کی سفیدی کی طرح صاف صاف منظر عام پر آئیں، اللہ کی رحمتیں نازل ہوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کہ بات ہویٰ کے تابع ہو کر نہیں بولتے، بلکہ وہ اللہ کی وحی ہوتی ہے جو ان کی زبان پر نازل ہوتی ہے۔" ❹

:5 ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((تَمْرُقُ مَارِقَةٌ عِنْدَ فِرْقَةٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَقْتُلُهَا أَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ.))

"جب مسلمانوں میں پڑ جانے کے وقت ایک فرقہ نکلے گا اسے دونوں میں سے جو حق سے زیادہ قریب ہوگا وہی قتل کرے گا۔"

---

❶ مجموع الفتاویٰ (٤/ ٤٣٧، ٤٣٨).
❷ فتح الباری (١/ ٥٤٢).
❸ صحیح مسلم، حدیث نمبر (٢٢٣٥).
❹ شرح صحیح مسلم / باب (٤٧) حدیث نمبر (١٥٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دوسری روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

((تَكُوْنَ فِي أُمَّتِي فِرْقَتَانِ فَيَخْرُجُ مِنْ بَيْنِهِمَا مَارِقَةٌ ، يَلِي قَتْلَهُمْ أَوْلَاهُمْ بِالْحَقِّ .)) ❶

''میری امت میں دو گروہ ہو جائیں گے اور ان میں سے ایک فرقہ نکلے گا، اسے وہ گروہ قتل کرے گا جو حق سے قریب تر ہوگا۔''

تیسری روایت کے الفاظ ہیں:

((تمرُقُ مَارِقَةٌ فِيْ فِرْقَةٍ مِّنَ النَّاسِ ، فَيَلِيْ قَتْلَهُمْ أَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ .))

''جب لوگوں میں پھوٹ ہو جائے گی تو ایک فرقہ نکلے گا، اسے دونوں گروہوں میں جو حق سے قریب تر ہوگا وہی قتل کرے گا۔''

چوتھی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

((يَخْرُجُوْنَ عَلَى فِرْقَةٍ مُّخْتَلِفَةٍ يَقْتُلُهُمْ أَقْرَبُ الطَّائِفَتَيْنِ مِنَ الْحَقِّ .)) ❷

''وہ اختلاف کے وقت نکلیں گے، انھیں وہ جماعت قتل کرے گی جو دونوں میں سے حق سے زیادہ قریب ہوگی۔''

ان تمام احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی جماعت سے خروج کرنے والے فرقے کے ظہور کا وقت یہ بتایا ہے کہ اس وقت مسلمانوں میں اختلاف رونما ہوگا اور اس اختلاف سے مراد علی و معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان واقع ہونے والا اختلاف ہے۔ ❸ اور جو فرقہ اس جماعت سے سب سے پہلے الگ ہوا وہ اہل نہروان کا تھا جو کہ معرکۂ صفین کے جنگ میں علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل تھے، لیکن جب ''حکمین'' کو فیصل ماننے کے لیے علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما باہم متفق ہو گئے تو اہل نہروان نے یہ کہتے ہوئے بغاوت کا اعلان کر دیا کہ علی اور معاویہ دونوں نے ہی کفر کی طرف سبقت کی ہے، معاویہ کا کفر یہ ہے کہ انھوں نے علی سے قتال کیا، اور علی کا کفر یہ ہے کہ تحکیم کو قبول کر لیا، اور پھر انھوں نے طلحہ اور زبیر (رضی اللہ عنہم اجمعین) کی بھی تکفیر کی، چنانچہ ان خوارج سے علی رضی اللہ عنہ نے جنگ کی، اور کیفر کردار تک پہنچایا پس نبوی پیشین گوئی کی روشنی میں خوارج سے جنگ کرنے والی علی رضی اللہ عنہ کی جماعت ہی حق سے قریب ترین تھی، گویا علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کے برحق ہونے کی یہ نبوی شہادت ہے اور یہ آپ کا معجزہ رہا کیونکہ آپ کی پیشین گوئی کے مطابق حرف بہ حرف واقعہ اسی طرح پیش آیا۔ پس تمام قرائن و دلائل اس بات کی وضاحت

---

❶ صحیح مسلم / باب (٤٧) حدیث نمبر (١٥١).

❷ صحیح مسلم / الزکاۃ/ باب ٤٧ (١٠٦٤)، (١٥٠-١٥٣) ان روایات کے اندر اَوْلَی الطَّائِفَتَیْنِ مِنَ الْحَقِّ (ان دونوں گروہوں میں سے جو حق سے قریب تر ہوگا) جس سے واضح ہے کہ یہاں ایک کو حق دوسرے کو باطل نہیں کہا گیا ہے اس لیے طرفین میں سے کسی کو ہدف ملامت نہیں بنایا جا سکتا ہے، صرف اقرب و قریب کا فرق ہے۔ (مترجم)

❸ شرح النووی علی صحیح مسلم (٧/ ١٦٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کی خلافت صحیح تھی، اور ان کی مخالفت کرنے والے غلطی پر تھے۔ ❶

طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کی بیعت:

ابوبشیر عابدی کا بیان ہے کہ جب عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو میں مدینہ میں تھا، تمام مہاجرین وانصار انھیں میں طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما بھی تھے، علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، اور کہنے لگے: اے ابوالحسن! آیئے ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کریں، آپ نے فرمایا: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے، میں تمھارے ساتھ ہوں، آپ لوگ جسے بھی منتخب کرلیں گے میں اس سے راضی ہوں، پھر انھوں نے آپس میں صلاح ومشورہ کیا اور کہا: واللہ ہم آپ کے علاوہ کسی کو نہیں منتخب کرتے... الخ۔ ❷ پھر اس روایت میں بیعت کے تمام مراحل اور تکمیل بیعت کا تفصیلی ذکر ہے، اس سلسلے میں بہت سی روایتیں ہیں جن میں بعض کو ابن جریر نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے۔ ❸ مختصراً یہ کہ تمام روایات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مدینہ میں موجود تمام صحابہ کرام نے بلاکسی اختلاف کے علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرلیا، اور ان میں طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے جیسے کہ ابوبشیر عابدی کی مذکورہ روایت میں اس کی صراحت ہو چکی ہے البتہ جن روایات میں یہ بات ملتی ہے کہ طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم نے رضامندی سے نہیں بلکہ بلوائیوں کے زور زبردستی سے مجبور ہوکر بیعت کی تھی، یہ صحیح روایت سے قطعاً ثابت نہیں ہے بلکہ صحیح روایات اس کے یکسر مخالف ہیں۔ ❹ چنانچہ طبری ہی نے عوف بن ابی جمیلہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن سیرین کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا ہے: علی رضی اللہ عنہ طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس خود گئے اور کہا: اے طلحہ! ہاتھ بڑھاؤ تاکہ میں تم پر بیعت خلافت کروں، لیکن طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا آپ اس کے زیادہ مستحق ہیں اور آپ ہی امیر المومنین ہیں، آپ اپنا

---

❶ منهاج القاصدين فى فضل الخلفاء الراشدين/ ابن قدامه ص(٧٥، ٧٦) بحواله عقيدة أهل السنة والجماعة (٢/ ٦٨٣).

یہاں یہ حقیقت واضح رہے کہ علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر کسی کو اعتراض نہیں تھا۔ معاویہ، زبیر، طلحہ اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہم آپ کی خلافت کے مخالف نہ تھے، بلکہ وہ اختلاف جو رونما ہوا وہ قاتلین عثمان سے قصاص لینے کا مسئلہ تھا یہ حضرات خلیفہ وقت سے قاتلین عثمان پر نفاذ قصاص کا مطالبہ کر رہے تھے اور علی رضی اللہ عنہ اس کے فوری نفاذ کو صورت حال کے پیش نظر مصلحت کے خلاف سمجھ رہے تھے۔ قاتلین عثمان آپ کے پرچم تلے جمع تھے اور امت اسلامیہ کا شیرازہ منتشر کرنے میں لگے تھے۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ صورت حال سے بخوبی واقف تھے اور آپ کو نفاذ قصاص کا امکان نظر نہ آرہا تھا۔ اور یہ قاتلین عثمان ہی تھے جنھوں نے اپنے بچاؤ کے لیے دونوں جماعتوں کو آپس میں ٹکرا دیا ورنہ دونوں کا دعویٰ ایک ہی تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ عَظِيْمَتَانِ وَتَكُوْنَ بَيْنَهُمَا فقتله عظيمة وَدَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ .))

(متفق عليه: رواه مسلم فى الفتن (١٧/ ١٥٧)

’’قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک مسلمانوں کی دو عظیم جماعتیں قتال نہ کریں، دونوں کے مابین عظیم جنگ ہوگی اور ان دونوں کا دعویٰ ایک ہوگا۔‘‘ (مترجم)

❷ تاریخ طبری (٥/ ٤٤٨) اس کی سند حسن لغیرہ ہے۔ دیکھئے: حملة رسالة الاسلام الأولون/ محب الدين الخطيب ص (٥٧).

❸ تاریخ طبری (٥/ ٤٨٨، ٤٥٠) ڈاکٹر محمد امحزون نے ان روایات کو جمع اور ان کی تحقیق کی ہے۔ دیکھئے: تحقيق مواقف الصحابة (٢/ ٥٩، ٧٥)

❹ الانتصار للصحب والآل ص: (٢٣٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہاتھ بڑھائیں، چنانچہ علی رضی اللہ عنہ نے ہاتھ بڑھایا اور طلحہ رضی اللہ عنہ نے بیعت کی۔ ❶

اسی طرح عبد خیر الخیوانی سے روایت ہے کہ وہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑے ہوئے اور کہا: اے ابوموسیٰ! کیا ان دونوں نے یعنی طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما نے علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کی تھی؟ ابوموسیٰ نے جواب دیا: ہاں۔ ❷

اپنے وقت کے مایہ ناز محقق وامام ابن العربی رحمہ اللہ صراحتاً اس دعویٰ کو مسترد کرتے ہیں کہ طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما نے مجبور ہو کر علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت کی تھی، یہ بات نہ ان دونوں کے شایان شان ہے، اور نہ ہی علی رضی اللہ عنہ کے۔ آپ لکھتے ہیں: ''اگر کوئی یہ کہے کہ طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما نے مجبور ہو کر بیعت کی تھی، تو ہم اس سے کہیں گے کہ اللہ کی پناہ ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا کہ وہ دونوں علی رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت پر مجبور کیے گئے ہوں، یا علی رضی اللہ عنہ کو مجبور کیا گیا ہو جن کے ہاتھ پر ان دونوں نے بیعت کی اور اگر ان دونوں کو بیعت پر مجبور ہی کیا گیا ہو تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ معاملہ صرف ایک دو آدمیوں کا ہے۔ ان کی بیعت منعقد اور صحیح ہوگی کیونکہ بیعت عامہ ایک اور دو آدمیوں کے بغیر بھی منعقد ہو جاتی ہے، بقیہ لوگ جنھوں نے بیعت کی وہ اس بیعت اور اطاعت امام کے پابند ہوں گے۔ رہے مخالفت کرنے والے دو ایک لوگ تو از روئے شرع بیعت کے لیے وہ مجبور ہیں، اور اگر ان دونوں حضرات نے بیعت نہیں کی تو اس سے ان پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور نہ ہی امام کی بیعت کی درستگی پر کوئی فرق پڑتا ہے۔

اور جس نے یہ کہا کہ بیعت کا آغاز مفلوج ہاتھ نے کیا، جس کی وجہ سے معاملہ پورا نہیں ہوا❸ تو یہ اس شخص کا گمان ہے جس کی نگاہ میں بیعت کرنے والے پہلے شخص طلحہ رضی اللہ عنہ تھے، حالانکہ یہ بات خلاف واقع ہے۔ ❹

لیکن اگر وہ شخص طلحہ رضی اللہ عنہ کے اس قول کو لے کر ہم پر اعتراض کرے کہ ''بَایَعْتُ وَاللَّجُّ عَلٰی قفيّ'' یعنی میں نے اس حالت میں بیعت کی کہ تلوار میری گردن پر لٹک رہی تھی۔ ❺ اس پر ہمارا جواب یہ ہے کہ یہ ایسے شخص کا وضع کردہ ہے جو قریش کی لغت سے واقف نہیں ہے۔ قریش کی لغت کو ہذیل کی لغت میں تبدیل کرنا چاہتا ہے۔ القفا، الھویٰ کے وزن پر قریش کے یہاں استعمال ہوتا ہے۔ قفی ھوی کے وزن پر ہذیل کی لغت ہے، قریش کی لغت کے مطابق قفاي ہونا چاہیے۔ ❻ گویا اس جھوٹ کے لواحق اور سوابق پر غور کیے بغیر یہ کارستانی کی

---

❶ تاریخ الطبری (٥/ ٤٥٦) الانتصار للصحب والآل ص: (٢٣٦). ❷ تاریخ الطبری (٥/ ٥١٧).

❸ ان روایات کی طرف اشارہ ہے جن میں آیا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر سب سے پہلے طلحہ رضی اللہ عنہ نے بیعت کی تھی، چونکہ غزوۂ احد میں کاری زخم لگنے کی وجہ سے ان کا داہنا ہاتھ مفلوج ہوگیا تھا، اس لیے بیعت کے وقت ایک آدمی نے کہا: امیر المومنین کی خلافت پر جس ہاتھ نے سب سے پہلے بیعت کی ہے وہ مفلوج ہے، اس لیے انجام کار پورا نہیں ہوسکتا۔ دیکھیے: تاریخ طبری (٥/ ٤٥٧) البدایۃ والنہایۃ (٧/ ٢٣٧)

❹ اگر طلحہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پہلے بیعت کرنے کے لیے آگے بڑھا تو یہ عظیم ترین برکت کی علامت ہے کیونکہ یہ ہاتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دفاع میں مفلوج ہوا تھا۔ اس سے تو اچھی فال لینی چاہیے نہ کہ بدشگونی۔ (مترجم)

❺ گویا دہشت گردی اتنے شباب پر تھی کہ اگر بیعت نہیں کرتا تو قتل کر دیا جاؤں گا۔ (مترجم)

❻ ایک یہ بھی ہے کہ ''قفی'' قریش کی نہیں بلکہ قبیلہ ''طے'' کی لغت ہے، دیکھیے: النہایة / ابن الاثیر (٤/ ٩٤) اسی طرح ''اللج'' بھی قریش کی نہیں بلکہ قبیلہ ''طے'' کی لغت ہے، ابن الاثیر فرماتے ہیں: ''اللج ''ضمہ کے ساتھ'' 'طے' والوں کی لغت میں تلوار کا معنی دیتا ہے۔ (۲۳۴/۴) اور ایک روایت میں اسے تلوار کے معنی ہذیل اور بعض یمنی قبائل کی لغت بتائی گئی، دیکھیے: لسان العرب (٢/ ٣٥٤)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گئی ہے اور جہاں تک معترض کا یہ کہنا ہے کہ مفلوج ہاتھ نے بیعت کا آغاز کیا، تو اسے صحیح مان لینے کے باوجود یہ دلیل معترض کے حق میں نہیں بلکہ اس کے خلاف ہے، کیونکہ جو ہاتھ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں مفلوج ہوا ہو اس کے سعادت کا تقاضا یہ ہے کہ جہاں وہ ہاتھ پڑے، کام بحسن وخوبی اپنے انجام کو پہنچ جائے، اور ہر تکلیف دہ چیز سے حفاظت ہو جائے۔ بہرحال اللہ کی مرضی اور اس کے فیصلے وتقدیر کے مطابق بیعت خلافت پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ ❶

جن روایات میں طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کی مجبوراً بیعت کا ذکر ملتا ہے وہ بلاشبہ باطل ہیں۔ ❷ اور صحیح روایتیں، جن میں سے ایک دو کو میں نے ذکر کیا ہے، اس بات پر صراحت سے دلالت کرتی ہیں کہ ان دونوں نے رضامندی سے تمام صحابہ کے ساتھ مل کر بیعت کی، اس پر مستزاد دیگر صحیح روایات بھی موجود ہیں جنھیں حافظ ابن حجر نے احنف بن قیس کی سند سے ذکر کیا ہے۔ ❸ اور اس میں ہے کہ احنف نے شہادت عثمان کے بعد عائشہ، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کہ اب کس کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی جائے، ان سب نے علی رضی اللہ عنہ پر بیعت کرنے کا مشورہ دیا۔ ❹

یقیناً علی رضی اللہ عنہ کی سبقت الی الاسلام اور فضیلت ورتبہ میں بلند جو مقام حاصل تھا، احکام کتاب وسنت کے جس طرح پابند تھے اور اپنے خطبات ومواعظ میں شرعی احکامات ومنہیات کی تطبیق وتنفیذ پر جمے رہنے کا جس طرح عہد کرتے تھے یہ تمام چیزیں قطعاً اس بات کے لیے مانع تھیں کہ کوئی بھی شخص آپ کو مسلمانوں کی امامت وقیادت سنبھالتے وقت آپ پر طعن وتشنیع کا دروازہ کھولتا۔ اس مقام پر ہم یہ بھی کہیں گے کہ صرف اسی پرخطر موقع پر نہیں، بلکہ عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مسلمانوں کی امامت کے لیے جو لوگ مناسب ترین اور باصلاحیت سمجھے گئے تھے آپ ان میں سب پر فائق میں سے تھے، عمر رضی اللہ عنہ نے جو چھ رکنی کمیٹی تشکیل دی تھی آپ اس میں سے ایک تھے، ان میں چار یعنی عبدالرحمٰن، سعد، طلحہ، اور زبیر رضی اللہ عنہم بحیثیت اہل شوریٰ کے رکھا تھا، اور علی اور عثمان رضی اللہ عنہما کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گئے تھے، اور ان دونوں کے لیے میدان خالی چھوڑ دیا تھا، گویا اہل شوریٰ کا یہ اجماع ہو چکا تھا کہ اگر عثمان رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو منصب خلافت کے حق دار علی رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر جب عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے، اور باشندگان مدینہ بالخصوص صحابہ نے آپ کو آگے بڑھایا، اور خلافت کے لیے آپ کو ترجیح دی تو آپ ہی خلافت کے مستحق ٹھہرے، کیونکہ اس وقت وہاں تمام اصحاب رسول میں آپ سے زیادہ خلافت کا کوئی مستحق نہ تھا آپ مہاجرین اور سابقین اولین میں سے تھے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد بھائی اور داماد تھے۔ مزید برآں آپ جس صلاحیت واہلیت کے مالک تھے اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا، بہادری، پیش قدمی، ذہانت اور بے مثال عدالتی فیصلوں کا ملکہ تھا، میدان جنگ میں عزم وہمت کے پہاڑ بن جاتے، حق کے لیے نہایت سخت، اور معاملات پر گہری نظر رکھنے والے تھے پس یہ تمام تر مثالی اوصاف واسباب مسلمانوں کے اس حساس ونازک ترین دور میں باتفاق رائے

❶ العواصم من العواصم ص (۱۴۸، ۱۴۹). ❷ استشهاد عثمان ص (۱٤۱).
❸ فتح الباری (۱۳/ ۳۸).
❹ استشهاد عثمان ص (۱٤۱) المصنف / أبن ابی شيبة (۱۱/ ۱۱۸) اس کی سند میں عمر بن جاوان کے علاوہ تمام راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں اور عمر مقبول راوی ہیں اور ابن حجر نے فتح الباری (۱۳/ ۳۸) میں اس سند کو صحیح کہا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صرف آپ کو مسلمانوں کی امامت وخلافت سونپنے کے متقاضی تھے۔ ❶ اس کے باوجود آپ کی خلافت اسی وقت صحیح تسلیم کی گئی جب مہاجرین اور انصار نے آپ کی بیعت پر اجماع کر لیا اور اس میں عملاً پیش پیش رہے۔

خلافت علی رضی اللہ عنہ پر امت کا اجماع:

سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مہاجرین وانصار کے ہاں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے افضل کوئی نہ تھا اس لیے کہ آپ شروع شروع میں اسلام لانے والوں میں سے تھے، علم میں کامل تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ترین نسبی رشتہ دار تھے، بہادر وخوددار تھے، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والے تھے، خوبیوں میں فائق، سبقت إلی الخیر میں افضل، درجات میں بلند، عالی نسب اور سیرت وکردار میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آئینہ دار تھے، تو سب کی نظریں خلافت کے لیے انھیں کی طرف گئیں اور سب نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی، پھر ان کے علاوہ جو صحابۂ کرام مدینہ میں بستے تھے، انھوں نے بھی بالاتفاق آپ کے ہاتھوں پر بیعت خلافت کی۔ اسی اجماع صحابہ کے پیش نظر اہل سنت وجماعت کا بھی اجماع ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد آپ ہی خلافت کے مستحق تھے اور شرعی خلیفہ ہونے کی حیثیت سے آپ کی اطاعت تمام مسلمانوں پر واجب ہوگئی اور ان کی بغاوت کرنا یا انھیں مخالفت وتنقید کا نشانہ بنانا حرام قرار پایا۔

خلافتِ علی رضی اللہ عنہ پر اجماع امت کے ناقلین:

۱: امام محمد بن سعد نے مہاجرین وانصار کے ساتھ ساتھ مدینہ میں سکونت کرنے والے دیگر بزرگ وممتاز اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خلافتِ علی رضی اللہ عنہ پر اجماع نقل کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

> ''عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دوسرے دن مدینہ میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت ہوئی۔ طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید بن عمرو بن نفیل، عمار بن یاسر، اسامہ بن زید، سہل بن حنیف، ابوایوب انصاری، محمد بن مسلمہ، زید بن ثابت، خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہم اور ان تمام صحابہ وغیر صحابہ نے علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت کی جو اس وقت مدینہ میں موجود تھے۔'' ❷

۲: ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ''امام احمد ابن حنبل نے اپنی سند سے عبدالرزاق سے، انھوں نے محمد بن راشد سے اور انھوں نے عوف سے روایت کیا ہے کہ ان کا بیان ہے کہ میں حسن کی مجلس میں بیٹھا تھا، میں نے دیکھا کہ ایک آدمی ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ پر معترض تھا کہ انھوں نے علی رضی اللہ عنہ کا اتباع کیوں کیا؟ حسن رضی اللہ عنہ یہ سن کر غصہ ہوگئے، اور کہا: سبحان اللہ! جب امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے اور وہاں موجود لوگوں نے اپنے سب سے بہتر آدمی پر اتفاق کر کے اس کی خلافت پر بیعت کر لی تو کیا برا کیا؟ کیا علی رضی اللہ عنہ کی اتباع کی وجہ سے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ ملامت کیے جائیں گے؟'' ❸

---

❶ تحقیق مواقف الصحابة فی الفتنة (۹۲/ ۹۱، ۹۲)۔ ❷ الطبقات الکبریٰ / ابن سعد (۳/ ۳۱)۔

❸ منہاج القاصدین فی فضل الخلفاء الراشدین ص (۷۷، ۷۸) بحوالہ: عقیدة أھل السنة فی الصحابة (۲/ ۶۸۹)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۳: ابوالحسن الاشعری فرماتے ہیں:

"عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد علی رضی اللہ عنہ کی امامت و خلافت کو اہل حل وعقد صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع کے پیش نظر ہم صحیح مانتے ہیں، اس لیے کہ اس وقت اصحاب شوریٰ کا کوئی فرد آپ کے سوا اسے قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوا، بلکہ سب آپ ہی کے فضل وعدل کے معترف رہے، نیز اپنے پیشرو خلفاء کے عہد میں خود علی رضی اللہ عنہ کی اس منصب سے دستبرداری اپنی جگہ بالکل درست تھی، اس لیے کہ آپ کو معلوم تھا کہ یہ وقت انھیں حضرات کا ہے۔ چنانچہ جب خلافت آپ کے ہاتھوں میں منتقل ہوئی تو آپ نے حق گوئی اور بے باکی کا مظاہرہ کیا، اور اپنے پیشرو خلفاء وائمہ عدل کی طرح راہ راست پر چلنے اور چلانے میں ذرہ برابر کوتاہی نہیں کی۔ یہ تمام خلفائے راشدین کتاب الٰہی اور سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پابند رہے۔ ان چاروں کے عدل وفضل پر پوری امت کا اجماع ہے۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین) [1]

۴: ابونعیم اصفہانی فرماتے ہیں:

جب صحابہ میں اختلاف ہوا، تو اسے سلجھانے کی ذمہ داری ان لوگوں پر عائد ہوگئی جنھیں ہجرت، کارخیر، دینی غیرت اور اسلامی حمیت میں سبقت تھی، اور جنھیں دین ودنیا میں افضل و برتر ہونے کی وجہ سے پوری امت مسلمہ اپنی ذات پر ترجیح دینے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتی تھی۔ امت کا کوئی فرد ان سے معارضہ نہ کرتا تھا۔ مزید برآں اگر کسی معاملہ کا تعلق اس مقدس جماعت سے ہوگیا جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا ہی میں جنت کی بشارت دی تھی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پوری زندگی ان سے راضی رہے، عشرۂ مبشرہ میں سے جو لوگ اس وقت باحیات تھے انھوں نے اختلاف کو ختم کرتے ہوئے خلافت کی ذمہ داری علی رضی اللہ عنہ کو سونپ دی اور چونکہ علم، فضل اور اسلام میں آپ کو سبقت وتقدم حاصل تھا، حق وباطل کی معرکہ آرائیوں میں شریک ہوئے تھے، وہ اللہ اور اس کے رسول کے محبوب بندے تھے اور اللہ اور اس کے رسول ان کے نزدیک محبوب تھے۔ منافقین کی نگاہوں میں خار، لیکن مومنوں کے منظور نظر تھے، اس لیے اس بات کی بھی کوئی گنجائش نہ تھی کہ امت میں آپ کی نیک نامی اور قدر ومنزلت کی برتری کا کوئی انکار کرتا۔ آپ سے قبل خلفائے راشدین کو اس منصب خلافت کے لیے اپنے اوپر مقدم کرنے سے آپ کی قدر ومنزلت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی، بلکہ اس سے آپ کی منزلت دوبالا ہوئی کہ آپ کو ان حضرات کی فضیلت و برتری کی معرفت حاصل تھی جن کو آپ نے اپنے اوپر ترجیح دی۔ یہ کوئی نئی بات نہ تھی بلکہ یہ سنت گزشتہ انبیاء و رسولوں میں چلی آرہی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَ اٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَ اَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَ لٰكِنِ اخْتَلَفُوْا

[1] الابانة عن أصول الديانة ص (۷۸) مقالات الاسلاميين (۱/ ۳۴۶)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَ مِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۫ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۲۵۳﴾ (البقرۃ: ۲۵۳)

''یہ رسول، ہم نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت دی، ان میں سے کچھ وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا اور ان کے بعض کو اس نے درجوں میں بلند کیا اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو واضح نشانیاں دیں اور اسے پاک روح کے ساتھ قوت بخشی اور اگر اللہ چاہتا تو جو لوگ ان کے بعد تھے آپس میں نہ لڑتے، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح نشانیاں آ چکیں اور لیکن انھوں نے اختلاف کیا تو ان میں سے کوئی تو وہ تھا جو ایمان لایا اور ان سے کوئی وہ تھا جس نے کفر کیا اور اگر اللہ چاہتا تو وہ آپس میں نہ لڑتے اور لیکن اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔''

پس ایک رسول کو دوسرے پر فضیلت دینے کا یہ مفہوم ہرگز نہیں ہے کہ ایک دوسرے کے مقابل میں ہیچ اور کم تر ہے، تمام انبیاء اور رسول، اللہ تعالیٰ کے چنیدہ اور اس کی مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔

خلاصہ یہ کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے باجماع صحابہ منصب خلافت سنبھالنے کے بعد مسلمانوں کے معاملات کو نہایت عدل وانصاف اور زہد وتقویٰ سے نبھایا، پوری زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت وعمل کے پابند رہے، خود ہدایت یافتہ رہے اور لوگوں کو ہدایت کی دعوت دیتے رہے، لوگوں کو روشن شاہراہ اور صراط مستقیم پر لے کر چلے اور شہادت کی موت سے سرفراز ہوئے۔ ❶

۵: ابومنصور بغدادی فرماتے ہیں:

''تمام اہل حق واصحاب عدل اس بات پر متفق ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد علی رضی اللہ عنہ کا امام وخلیفہ بنایا جانا اپنی جگہ بالکل درست ہے۔'' ❷

۶: امام زہری فرماتے ہیں:

''سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی زندگی کے آخری لمحات تک وفاداری کا ثبوت دیا، ان کی شہادت کے بعد صحابہ میں آپ ہی سب سے افضل اور خلافت کے حق دار تھے، لیکن منصب خلافت پر زبردستی قابض نہیں ہوئے، بلکہ جب بشمول اصحاب شوریٰ تمام لوگوں نے آپ پر بیعت عامہ کرلیا تب آپ نے اسے قبول کیا۔'' ❸

۷: عبدالملک الجوینی فرماتے ہیں:

''جہاں تک عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کی امامت کے طریقۂ اثبات اور امامت کے لیے ضروری شرائط پر ان کے اجماع کی بات ہے، تو معلوم ہونا چاہیے کہ ان کی امامت کے اثبات کا وہی طریقہ رہا جو

❶ كتاب الإمامة و الرد على الرافضة ص (۳۶۰، ۳۶۱). ❷ كتاب أصول الدين ص (۲۸۶، ۲۸۷).
❸ الاعتقاد ص (۱۹۳).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت کے اثبات کے لیے معہود تھا، اور امامت کے مسئلہ میں کسی بھی فیصلہ کن بات کے لیے خبر متواتر، یا اجماع ہی دلیل بن سکتی ہے، ہمیں ان لوگوں کی بات کی بالکل پرواہ نہیں کرنی چاہیے جو کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کی امامت پر اجماع نہیں ہوا تھا، اس لیے کہ ان کی امامت تسلیم کرنے سے کسی کو انکار نہ تھا، اس وقت فتنوں کی جو آگ لگی اس کے اسباب وعوامل دوسرے تھے۔'' ❶

۸: ابوعبداللہ بن بطہ فرماتے ہیں:

''سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت متفقہ اور باعث رحمت بیعت تھی، آپ خود اس کے دعوی دار نہ ہوئے اور نہ ہی تلوار کی نوک پر لوگوں کو اپنی بیعت کے لیے مجبور کیا، نہ ہی اپنے خاندان کو لے کر ان پر چڑھ دوڑے، بلکہ منصب خلافت کو سنبھال کر خود خلافت کو شرف کا تاج پہنایا اور اپنے عدل وانصاف کے ذریعے سے اسے چمک دار موتیوں کا جوڑا پہنایا، اپنی قدر ومنزلت کے ذریعے سے خلافت کو عظمت کا چاند لگایا، آپ نے اسے لینے سے انکار کر دیا، لیکن لوگوں نے اس پر مجبور کیا، آپ اس سے پیچھے ہٹتے رہے، لیکن لوگ آپ پر دباؤ ڈالتے رہے۔'' ❷

۹: ابوحامد غزالی فرماتے ہیں:

''تمام صحابہ کا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ اول ماننے پر اجماع رہا، پھر ابوبکر نے عمر رضی اللہ عنہ کو نامزد کیا، ان کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت پر سب کا اجماع ہوا، پھر علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع ہوا۔ ان صحابہ کے بارے میں ہرگز ہرگز یہ گمان نہیں کیا جاسکتا کہ انھوں نے کسی ذاتی منفعت کی خاطر اللہ کے دین میں خیانت کی ہوگی۔ امت کی خلافت کے لیے بالترتیب ان کا یہ اجماع اس بات کی سب سے اچھی دلیل ہے کہ فضائل ومناقب میں بھی وہ انھیں درجات کے حامل تھے، اسی وجہ سے اہل سنت ان کے فضل و شرف کا درجہ متعین کرتے وقت اسی ترتیب کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اہل سنت نے اس پر بس نہیں کیا بلکہ اس سلسلے میں اخبار وروایات کی تلاش جاری رکھی اور بالآخر ایسی روایات انھیں ملیں جو اس ترتیب کی تائید میں صحابہ اور اہل اجماع کی مستند دلیلیں رہی ہیں۔'' ❸

۱۰: ابوبکر بن العربی فرماتے ہیں:

''جب اللہ تعالیٰ نے اپنی تقدیر اور فیصلہ کو نافذ کر دیا (یعنی عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے) تو یہ بات واضح ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ پوری امت کو یوں ہی ضائع نہیں کر دے گا، بلکہ عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد لوگوں کو ایک ایسے خلیفہ کی بہرحال ضرورت تھی جو ان کے معاملات کو دیکھے، لیکن چونکہ تینوں پیشرو خلفاء کے

---

❶ الارشاد إلی قواطع الأدلة فی أصول الاعتقاد ص (٣٦٢، ٣٦٣).

❷ لوامع الأنوار البهية / السفارینی (٢/ ٣٤٦) عقیده أهل السنة (٢/ ٦٩٢).

❸ الاقتصاد فی الاعتقاد ص (١٥٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بعد چوتھی ایسی کوئی شخصیت نظر نہیں آ رہی تھی جو مقام و مرتبہ، علم و تقویٰ اور دین میں علی رضی اللہ عنہ کے برابر ہو، اس لیے بیعت خلافت آپ پر ہی تمام ہوئی اور اگر یہ کارروائی انجام دینے میں جلدی نہ کی جاتی تو مدینہ میں موجود بلوائی اپنی خباثت کے ذریعے سے امت مسلمہ کے پردۂ اتحاد کو اس طرح چاک کر دیتے جسے دوبارہ جوڑنا مشکل ہو جاتا، لیکن مہاجرین و انصار نے عزم و ہمت کا مظاہرہ کیا اور علی رضی اللہ عنہ کے لیے اس ذمہ داری کو فرض سمجھا اور بالآخر آپ نے بھی اسے تسلیم کر لیا۔'' ❶

۱۱: امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''عمر رضی اللہ عنہ کے بعد تمام صحابہ کرام عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت پر متفق ہو گئے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ((عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ مِنْ بَعْدِي تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.)) ❷

''تم اپنے اوپر میری سنت اور میرے بعد ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم کر لو، اسے مضبوطی سے تھام لو اور داڑھوں کے ساتھ اسے جکڑ لو اور دین میں ایجاد کردہ نئی نئی باتوں سے خود کو بچاؤ، اس لیے کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔''

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہدایت یافتہ خلفائے راشدین میں سے آخری خلیفہ تھے، اہل سنت کے تمام علماء، اتقیاء، حکام اور فوجی سربراہان حتی کہ ان کے عوام الناس بھی اس بات پر متفق ہیں کہ خلافت کی ترتیب میں پہلے ابوبکر، پھر عمر، پھر عثمان، پھر علی رضی اللہ عنہم ہیں۔'' ❸

۱۲: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد شروع ذوالحجہ ۳۵ھ میں علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت منعقد ہوئی، مہاجرین و انصار اور مدینہ کے تمام حاضرین نے بیعت کی، پھر اس بیعت سے اسلامی سلطنت کے تمام علاقوں کو آگاہ کیا گیا اور معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل شام کے علاوہ سب آپ کے مطیع ہو گئے، پھر ان کے درمیان جو ہوا سو ہوا۔'' ❹

بہر حال ناقلین اجماع کی مذکورہ عبارتوں کو نقل کر کے میں صرف یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ خلافت کے اس زمانے میں اس بات پر اجماع ہو چکا تھا کہ شہادت عثمان کے بعد علی رضی اللہ عنہ ہی اس کے زیادہ مستحق ہیں اور ان کی خلافت صحیح ہے۔ اس لیے کہ اس وقت روئے زمین پر آپ سے زیادہ خلافت کا کوئی حق دار نظر نہیں آ رہا تھا، پس یہ خلافت آپ کے شایان شان رہی، نیز مناسب وقت پر اور برمحل عمل میں آئی۔ ❺

---

❶ العواصم من القواصم ص (١٤٢). ❷ سنن ابی داؤد (٤/ ٢٠١) سنن الترمذی (٥/ ٤٤) حسن صحیح.
❸ الوصیة الکبرٰی ص (٣٢). ❹ فتح الباری (٧/ ٧٢).
❺ عقیدة أهل السنة والجماعة فی الصحابة (٢/ ٦٩٣).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خلافت علی کے اجماع پر چند اعتراضات:

۱: خلافت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت سے سعد بن ابی وقاص، محمد بن مسلمہ، ابن عمر، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم اور ان جیسے کئی صحابہ کی ایک جماعت پیچھے رہ گئی تھی۔ ❶

۲: خلافت علی پر اس شرط پر بیعت ہوئی تھی کہ وہ قاتلین عثمان کو قتل کریں گے۔ ❷

۳: معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل شام نے علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت نہیں کی بلکہ ان سے قتال کیا۔ ❸

مذکورہ اعتراضات کے جوابات:

سابقہ سطور میں خلافت علی کی جو اجماعی حیثیت ذکر کی گئی ہے ان اعتراضات سے ان پر کوئی حرف نہیں آتا اور نہ ہی دونوں میں کوئی ٹکراؤ ہے، کیونکہ یہ اعتراضات مختلف وجوہ سے مردود ہیں۔

پہلا جواب: ......مستند روایات کے بالمقابل معترضین کا یہ دعویٰ یکسر غلط ہے کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت بیعت کرنے سے پیچھے رہ گئی تھی۔ صحیح بات یہ ہے کہ خلافت پر بیعت کرنے سے کوئی پیچھے نہ رہا، البتہ چند صحابہ جن کے نام معترض نے ذکر کیے ہیں بعد کی کارروائی میں عملاً آپ کی مدد میں شرکت کرنے سے پیچھے رہے، اس لیے کہ یہ اجتہادی مسئلہ تھا، جس میں ہر ایک اپنی رائے کو صحیح سمجھ رہا تھا، اور اسی کے مطابق تعاون یا عدم تعاون میں شرکت کرتا تھا۔ ❹ ابن خلدون کا یہ کہنا کہ شہادت عثمان کے وقت صحابہ کرام مختلف شہروں میں منتشر تھے، اس لیے سب لوگ بیعت علی میں شرکت نہ کر سکے، جو موجود تھے ان میں سے کچھ لوگوں نے کیا، اور کچھ لوگ اس انتظار میں رک گئے کہ سب لوگ جمع ہو جائیں اور سعد بن ابی وقاص، سعید اور ابن عمر رضی اللہ عنہم جیسے کسی بزرگ صحابی کی امامت پر متفق ہو جائیں وغیرہ وغیرہ، ❺ تو یہ بات ابن خلدون رحمہ اللہ کی مبالغہ آمیزی ہے۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی اول روز کی بیعت کو ابن سعد، ابن حبان اور ذہبی وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ ❻ اسی طرح بقیہ لوگوں نے بھی اسی دن بیعت کی جیسا کہ میں نے مدینہ کے حاضرین صحابہ کے اجماع میں اسے تفصیل سے لکھا ہے اور خود یہی ابن خلدون عصر صحابہ کے بعد مدینہ میں سکونت کرنے والے تابعین کا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کے منعقد ہونے اور تمام مسلمانوں پر لازم ہونے پر اجماع نقل کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ میں نے یہاں ابن خلدون کی بات اس لیے نقل کر دی ہے کہ بہت سے مولفین و مقالہ نگاران نے بعد میں ان کی پہلی ہی بات پر اعتماد کیا ہے۔

دوسرا جواب: ......خلافت کا انعقاد اور امام کا وجود ایسی واجبی ذمہ داری ہے جس کی فوری تکمیل سے کسی مسلمان کو جائے فرار نہیں۔ پس امت کے ہر فرد کے جمع ہونے اور سب کی اتفاق رائے معلوم کرنے تک نظام

---

❶ العواصم من القواصم ص (۱٤٦، ۱٤٧). ❷ العواصم من القواصم ص (۱٤٥).

❸ عقيدة أهل السنة و الجماعة فى الصحابة (۲/ ٦٩٥).

❹ التمهيد / الباقلانى ص (۲۳۳، ۲۳٤) العواصم من القواصم ص (۱٤٧).

❺ المقدمة ص (۲۱٤). ❻ الطبقات (۳/ ۳۱) الثقات (۲/ ۲٦٨) دول الإسلام (۱/ ۱٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خلافت کو موقوف و معطل رکھنا ان صحابہ سے ناممکن اور محال ہے، خلافت کے لیے ایسی شرط ہرگز جائز نہیں ہے، اس لیے کہ اس سے ایک واجب یعنی انعقاد خلافت ساقط ہوتی ہے، جس کے نتیجہ میں لازمی فساد کا ظہور یقینی ہو جاتا ہے۔ ❶

تیسرا جواب: ......جس طرح ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر عمر فاروق، ابوعبیدہ رضی اللہ عنہما اور چند دیگر انصار صحابہ کی بیعت سے اجماع حاصل ہو گیا تھا حالانکہ اس وقت علی، عثمان رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ وہاں موجود نہ تھے، بالکل اسی طرح علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر سعد بن ابی وقاص، ابن عمر، اسامہ بن زید، عمار بن یاسر اور چند بدری صحابہ کی بیعت سے اجماع حاصل ہو گیا۔ جو چند لوگ اس بیعت کے وقت موجود نہ تھے یا موجود تھے لیکن بیعت نہ کیا تو اس سے خلافت علی کے اجماع پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''واللہ! علی رضی اللہ عنہ کی بیعت، ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی بیعت سے چنداں مختلف نہ تھی۔'' ❷

چوتھا جواب: ......معترض کا یہ دعویٰ کہ ''قاتلین عثمان سے قصاص لینے کی شرط پر علی رضی اللہ عنہ پر بیعت کی گئی تھی۔'' اصل مسئلہ سے خارج ہے، اس لیے کہ بیعت کی شرط میں یہ مطالبہ رکھنا ہی شرعاً درست نہیں ہے۔ بیعت تو حق کے مطابق حکومت و فیصلہ کرنے پر ہوتی ہے۔ جس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ قصاص کے طلب گار حاضر ہوں اور مدعی علیہ فریق کو بھی حاضر کیا جائے، پھر دعویٰ اور جواب دعویٰ پیش ہو، پھر طرفین کے دلائل سنے جائیں گواہ پیش ہوں اور فیصلہ مستحق کے حق میں صادر ہو۔ ❸

وہ روایات جن میں اس بات کا تذکرہ ہے کہ طلحہ، زبیر رضی اللہ عنہما اور بعض دیگر صحابہ کرام نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کرتے وقت یہ شرط لگائی تھی کہ ''قاتلین عثمان پر حد قصاص نافذ کرنا ضروری ہے'' تو ان کی سند میں ضعف کے ساتھ ساتھ متن میں بھی ائمہ فن کا کلام ہے۔ ❹ چنانچہ اس سلسلے میں ابن العربی فرماتے ہیں:

> ''اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قاتلین عثمان سے قصاص لینے کی شرط پر علی رضی اللہ عنہ کی بیعت ہوئی تھی تو ہمارا جواب یہ ہے کہ بیعت کے لیے ایسی شرط لگانی ہی شرعاً درست نہیں ہے۔'' ❺

پانچواں جواب: ......سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے خلافت کے معاملے پر علی رضی اللہ عنہ سے قتال نہیں کیا، اور نہ ہی آپ کی امامت سے انکار کیا، بلکہ مخالفت اور جنگ کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی صواب دید و اجتہاد کے مطابق علی رضی اللہ عنہ سے اس مطالبہ پر بضد تھے کہ جو لوگ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ میں شریک ہوئے ہیں ان پر شرعی حد فوری طور پر نافذ کریں۔ حالانکہ آپ کا یہ اجتہاد غلط تھا، تاہم اجتہاد میں حسن نیت کی بنا پر آپ ایک اجر کے مستحق ہوں گے۔ ❻

---

❶ منهاج القاصدين فی فضل الخلفاء الراشدين ص (٧٦، ٧٧).
❷ عقيدة أهل السنة فی الصحابة (٢/ ٦٩٦).
❸ عقيدة أهل السنة فی الصحابة (٢/ ٦٩٦).
❹ تاريخ طبری (٥/ ٤٦٩، ٤٦٠).
❺ العواصم من القواصم ص (١٥٠).
❻ العواصم من القواصم ص (١٥٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صحیح روایات اسی بات کی تائید کرتی ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی علی رضی اللہ عنہ سے مخالفت محض قاتلین عثمان سے مطالبۂ قصاص کی بنا پر تھی۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو تسلیم کرنے میں انھیں کوئی اعتراض اور دریغ نہ تھا، چنانچہ ابومسلم خولانی کا بیان ہے کہ میں اور میرے ساتھ کچھ اور لوگ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، میرے ساتھیوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ علی رضی اللہ عنہ سے محاذ آرائی کیے ہوئے ہیں، کیا آپ ان کی طرح ہیں بھی؟ معاویہ نے جواب دیا: ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ وہ مجھ سے زیادہ افضل اور خلافت کے مجھ سے زیادہ مستحق ہیں، لیکن کیا آپ لوگوں کو عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت نہیں معلوم ہے؟؟ میں ان کا عم زاد بھائی ہوں اور ان کے خون کے قصاص کا طالب ہوں، آپ لوگ علی (رضی اللہ عنہ) کے پاس جاؤ اور کہو کہ قاتلین عثمان کو میرے حوالے کریں، میں ان کے سامنے سرِتسلیم خم کرتا ہوں، چنانچہ وہ لوگ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور اس موضوع پر گفتگو کی، لیکن آپ نے قاتلین عثمان کو ان کے حوالے نہیں کیا۔ ❶

ابن کثیر رحمہ اللہ ابن دیزیل کے حوالے سے ابودرداء اور ابوامامہ رضی اللہ عنہما کے سلسلہ میں اس کی روایت نقل کرتے ہیں کہ ابودرداء اور ابوامامہ معاویہ رضی اللہ عنہم کے پاس گئے، اور کہا: اے معاویہ تم نے کیوں اس آدمی (علی رضی اللہ عنہ) سے جنگ چھیڑ رکھی ہے؟ واللہ! وہ تو تم سے اور تمھارے باپ سے بھی پہلے اسلام لائے ہیں اور نسب و قرابت میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا رشتہ تم سے زیادہ قوی اور گہرا ہے اور وہ یقیناً خلافت کے زیادہ مستحق ہیں۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں صرف عثمان کے خون کو لے کر ان سے لڑ رہا ہوں، انھوں نے قاتلین کو پناہ دے رکھی ہے، جاؤ! اور ان سے کہو کہ قاتلین عثمان سے ہمیں بدلہ دلائیں، پھر دیکھو، میں اہل شام میں سب سے پہلے بیعت کرتا ہوں۔ ❷

علاوہ ازیں اس سلسلے میں بے شمار روایات ہیں جو محققین علماء کے نزدیک مشہور و معروف ہیں۔ ❸ اور تمام روایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کا جھگڑا خلافت کے متعلق ہرگز نہیں تھا، اسی لیے محققین علماء نے اس مسئلہ کی خصوصی تصریح و توضیح کی ہے۔ ❹

امام الحرمین الجوینی فرماتے ہیں: ''معاویہ رضی اللہ عنہ نے اگرچہ علی رضی اللہ عنہ سے قتال کیا، لیکن ان کی امامت کے منکر نہ ہوئے اور نہ ہی اس پر اپنا حق جتایا، آپ صرف قاتلین عثمان سے قصاص کے طالب تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ میں اپنے مطالبہ میں برحق ہوں، حالانکہ وہ غلطی پر تھے۔'' ❺

ابن حجر ہیثمی فرماتے ہیں:

''سیّدنا علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جو لڑائیاں ہوئیں ان کا مقصد یہ نہ تھا کہ معاویہ علی سے خلافت

---

❶ البداية و النهاية (٧/ ٢٦٥) تحقيق مواقف الصحابة (٢/ ١٤٧).

❷ البداية والنهاية (٧/ ٢٧٠) الانتصار للصحب و الآل ص (٢٣٩).

❸ البـداية والنهاية (٧/ ٢٦٨، ٢٧٠) ان تمام روایات کو ڈاکٹر محمد امحزون نے اپنی کتاب ''تحقيق مواقف الصحابة فی الفتنة'' (٢/ ١٤٦ - ١٥٠) میں جمع کیا ہے۔

❹ الانتصار للصحب و الآل ص (٢٣٩). ❺ لمعة الأدلة ص (١١٥).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چھیننا چاہتے تھے، اس لیے کہ علی رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت پر اجماع ہو چکا تھا، جیسے کہ یہ بات گزر چکی ہے، فتنہ کی آگ خلافت کی وجہ سے نہیں لگی تھی بلکہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے معاونین کی جانب سے علی رضی اللہ عنہ سے قاتلین عثمان کے مطالبہ کو لے کر یہ آگ بھڑکی تھی، کیونکہ معاویہ رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ کے عم زاد بھائی تھے، لیکن علی رضی اللہ عنہ نے اس مطالبہ کو قبول نہ کیا۔ ❶ اور فوراً کیوں نہیں قبول کیا اس سلسلے میں علی رضی اللہ عنہ کے موقف کو میں عنقریب واضح کروں گا، یہاں صرف یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی عدم بیعت، علی رضی اللہ عنہ کی ذات پر اعتراض نہ تھا۔''

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''معاویہ رضی اللہ عنہ خلافت کے دعوے دار نہیں ہوئے، اور جب علی رضی اللہ عنہ سے قتال کیا تو کسی نے خلافت کے نام پر ان سے بیعت نہیں کی، اسی طرح علی رضی اللہ عنہ نے بھی انھیں خلیفہ یا خلافت کا دعوے دار سمجھ کر ان سے قتال نہیں کیا، سب کے سب علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر متفق تھے، اگر کوئی معاویہ سے علی کے بارے میں پوچھتا تو آپ بھی ان کی خلافت کا اعتراف کرتے۔...... علی اور معاویہ دونوں کی طرف دار جماعتیں اس بات کو مانتی تھیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ خلافت کے مسئلہ میں علی رضی اللہ عنہ کے ہم پلہ نہیں ہیں، اور یہ بھی جائز نہیں ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ منتخب ہونے کا امکان ہوتے ہوئے معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ بن سکیں، اس لیے کہ علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت، علم، دین، شجاعت اور سبقت إلی الاسلام و دیگر خوبیاں سب کے نزدیک ظاہر اور معروف تھیں۔'' ❷

لہٰذا ثابت ہوا کہ خلافت کے مسئلہ میں کسی نے بھی علی رضی اللہ عنہ سے نزاع نہیں کیا، وہ آپ کے مخالفین میں سے رہا ہو یا مؤیدین میں سے۔ ❸

خلاصہ یہ کہ مذکورہ اجل علماء کے یہ منصفانہ اقوال خلافت راشدہ کی ترتیب کے باب میں اہل سنت و جماعت کے عقیدہ کی وضاحت کرتے ہیں، لہٰذا خلافت راشدہ کے چہرے سے کذب واتہام کے گرد وغبار کو ہٹانا اور اس کے حقائق سے لوگوں کو روشناس کرانا، پھر انھیں صحیح خطوط پر نئی نسلوں کی تربیت کرنا ہماری ذمہ داری ہے اور ان کی طرف اپنی نسبت کرنے پر ہمیں فخر محسوس کرنا چاہیے۔

بیعت خلافت کے وقت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی شرطیں اور پہلا خطبہ:

مختلف روایات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیعت خلافت کے وقت چند شرطیں لگائی تھیں، مثلاً یہ کہ بیعت مجمع عام میں ہو، پوشیدہ طور پر نہ ہو، مسجد میں ہو، مسلمانوں کی رضامندی سے ہو، اور میں اپنی صواب دید اور علم کے مطابق مسلمانوں کے معاملات کو دیکھوں گا، چنانچہ سب نے آپ کی موافقت کی اور

---

❶ الصواعق المحرقة: بحواله: الانتصار للصحب و الآل ص (٢٣٩).

❷ مجموع الفتاوٰی (٣٥/ ٧٢، ٧٢).
❸ الانتصار للصحب والآل ص (٢٤١).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بیعت عامہ کے لیے مسجد میں دوسرے دن کی صبح کا وقت مقرر ہوا۔ ❶ چنانچہ وہ صبح بھی آ گئی، گہما گہمی کا دن ہوا، اور آج ایک قطعی فیصلہ ہونے والا تھا، امیر المومنین رضی اللہ عنہ اپنا مکمل لباس زیب تن کر کے مسجد میں تشریف لائے، اللہ کی حمد وثنا کے بعد لوگوں کے سامنے صحابہ کی ان کوششوں کو واضح کیا، جو خلافت کے تعلق سے آپ پر آزمائی گئی تھیں اور کہا: میں تمھارے معاملات (خلافت) کو اٹھانا نہیں چاہتا تھا، لیکن آپ لوگوں نے مجھے ہی مجبور کیا، تمھارے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتا، تمھارے بیت المال کی کنجیاں میرے پاس ہیں، لیکن سن لو! تمھاری اجازت کے بغیر میں اس میں سے ایک درہم بھی لینے والا نہیں ہوں۔ ❷

مزید فرمایا: اے لوگو! یہ خلافت خالص تمھارا معاملہ ہے، اس کا حق صرف اسی شخص کو ہے جسے تم اجازت دو، کل گزشتہ ہماری مجلس ایک فیصلہ کو انجام تک پہنچانے پر ختم ہوئی تھی، لہٰذا اگر چاہو تو اس کے لیے بیٹھوں، ورنہ مجھے کسی پر کوئی غصہ اور اعتراض نہیں ہے، پھر آپ نے سب کو مخاطب کر کے بلند آواز سے کہا: کیا آپ لوگ میری بات سے راضی ہو؟ سب نے جواب دیا: ہاں۔ پھر آپ نے کہا: ((اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ عَلَیْھِمْ)) ''اے اللہ! تو ان پر گواہ رہ'' اس کے بعد لوگ آگے بڑھ کر آپ سے بیعت کرنے لگے۔ ❸ بیعت عامہ مکمل ہونے کے بعد امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! آپ لوگوں نے مجھ سے اسی چیز پر بیعت کی ہے جس پر مجھ سے پہلے میرے ساتھیوں (ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم) سے بیعت کر چکے ہو، اب جب کہ تم مجھ سے بیعت کر چکے ہو تو میری مخالفت کا اختیار نہیں رہا، امام کے لیے استقامت اور رعایا کے لیے تسلیم ورضا ضروری ہے، اور یہ بیعت عامہ ہے!......... الخ۔ ❹

مذکورہ منشور مرتضوی کے اسباق، فوائد، عبرت اور مواعظ

ا۔ شورائیت کا اصول:

سابقہ خلافتوں کی طرح چوتھے خلیفہ راشد سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت بھی شورائیت کے اصول سے قطعاً مختلف نہ تھی، جس پر گزشتہ خلفا کی بیعت عمل میں آئی تھی۔ باوجود یہ کہ امت مسلمہ سخت بحرانی دور سے گزر رہی تھی اور اسے سیاہ ترین حالات اور پے درپے مشکلات کا سامنا تھا، ہر چند کہ حالات ناگفتہ بہ تھے، لیکن بیعت خلافت کسی جماعتی، خاندانی، قبائلی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی وصیت اور عہد کی بنیاد پر منعقد نہ ہوئی۔ اگر وہاں اس طرح کی کوئی بھی بات ہوتی تو مجمع عام میں اتنی طویل گفتگو کی کوئی ضرورت نہیں تھی اور نہ ہی علی رضی اللہ عنہ منصب امامت کو لینے سے انکار کرتے، بلکہ اس کے برعکس سب سے پہلے آپ ہی اپنے حق کا مطالبہ کرتے، جب کہ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ لوگ آپ کو خلافت کے لیے آگے دھکیل رہے تھے اور بضد تھے کہ ہمارے مطالبہ کو قبول کر لیں، لیکن آپ ان سے

---

❶ تاریخ الطبری (۵/ ۴۴۸) دراسات فی عھد النبوۃ ص (۲۸۱).

❷ تاریخ الطبری (۵/ ۴۴۹).　❸ تاریخ الطبری (۵/ ۴۴۹).

❹ دراسات فی عھد النبوۃ و الخلافۃ الراشدۃ ص (۲۸۲).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بچ نکلنے کا راستہ ڈھونڈتے رہے، اس امید میں کہ شاید اب بھی کوئی چیز میرے اور خلافت کے درمیان حائل ہو جائے اور میں اس فرض منصبی سے بچ جاؤں، لیکن آخر میں مجبور ہو کر آپ کو عہدۂ خلافت قبول ہی کرنا پڑا۔ واضح رہے کہ علی رضی اللہ عنہ سے صحابہ کرام کا یہ اصرار و مطالبہ کسی نبوی وصیت پر قائم نہ تھا، اس لیے کہ اگر ایسی بات ہوتی تو انھیں منصب خلافت پر بیٹھانے میں صحابہ کرام قطعاً کوئی تردد نہ کرتے، اسی طرح اصرار و مطالبہ کی بنیاد بھی نہ تھی کہ آپ کا تعلق قبیلۂ عبد مناف سے تھا، یا کہ کم از کم آپ قریش کے فرد تھے، بلکہ اس مطالبہ و اصرار کی بنیاد صرف یہ بات تھی کہ آپ اسلام میں سبقت کرنے والوں میں سے تھے، عشرہ مبشرہ میں سے تھے اور اس لیے بھی آپ کو ترجیح دی جا رہی تھی کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد شوریٰ کے منتخب کردہ عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد دوسرے فرد تھے۔ چنانچہ اگر عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کوئی کہتا کہ عمر رضی اللہ عنہ کے بعد عثمان ہی کو خلیفہ بنانا زیادہ بہتر ہے، تو آپ اس سے یہ ضرور پوچھتے کہ اگر عثمان بھی موجود نہ ہوں تب کسے پسند کرتے ہو؟ وہ جواب دیتا: علی رضی اللہ عنہ کو۔ ❶

۲۔ امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور کے اہل حل وعقد:

ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے استخلاف کے وقت عشرہ مبشرہ کے باحیات لوگ اور اوس وخزرج کے اہم سرداران ہی اہل حل وعقد ہوتے تھے اور یہ سب اہل مدینہ میں سے تھے، انھیں یہ امتیازی شان اس لیے حاصل تھی کہ یہ لوگ سابقین اولین میں سے تھے اور علم وایمان میں کامل وراسخ تھے۔ ❷

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ انتخاب خلیفہ کا اختیار بروقت مدینہ میں رہنے والے انصار ومہاجرین، بدری صحابہ کے اہل حل وعقد اور اصحاب شوریٰ کا حق ہے، جب کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا خیال تھا کہ اسلامی معاشرہ میں رونما ہونے والے جدید حالات وظروف کی رعایت ضروری ہے، یہ بات اس وقت واضح شکل میں سامنے آئی جب حسن اور ان کے والد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کے درمیان معمولی تکرار ہوئی۔ حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے آپ کو پہلے ہی روکا، لیکن آپ نہیں مانے، وہ دن دور نہیں لگتا جب آپ نہایت بے توجہی سے مار ڈالے جاؤ گے، اور کوئی آپ کا مددگار نہ ہوگا۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: تم کیوں برابر پیچھے پڑے رہتے ہو، تو نے کون سی بات کہی اور میں نے نہیں مانا؟ حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: جس دن عثمان رضی اللہ عنہ دشمنوں کے نرغے میں اپنے گھر میں محصور تھے تو میں نے آپ سے کہا کہ مدینہ سے باہر نکل جایئے تاکہ ان کے قتل کے وقت آپ مدینہ میں نہ رہیں لیکن آپ نہیں مانے، پھر جس دن عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوگئی تو میں نے آپ سے کہا کہ جب تک تمام اسلامی شہروں کے وفود نہ آجائیں اور سب بیعت کے لیے راضی نہ ہو جائیں تب تک بیعت خلافت نہ قبول کیجیے، لیکن آپ نہیں مانے۔ ❸

علی رضی اللہ عنہ نے حسن رضی اللہ عنہ کی باتوں کا جواب دیتے ہوئے کہا: ......اور تمھاری دوسری بات کی حقیقت یہ ہے کہ

---

❶ دراسات فی عهد النبوة و الخلافة الراشدة ص (۲۸۲).

❷ الخلافة بین التنظیر و التطبیق / محمود المرادوی ص (۲۸۸).

❸ البدایة والنهایة (۷/ ۲۴۵).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بیعت خلافت کا بنیادی تعلق اہل مدینہ سے تھا، ہم نے اس وقت اسے ضائع کر دینا اچھا نہیں سمجھا، ❶ اس لیے بیعت لے لی گئی۔

واضح رہے کہ علی رضی اللہ عنہ اس بات کے قائل تھے کہ مدینہ میں موجود مہاجرین و انصار صحابہ کے علاوہ سے بھی بیعت خلافت منعقد ہو سکتی ہے اور آپ ان کے لیے توقف کر سکتے تھے، لیکن ایک ورع وتقویٰ کا احساس تھا جو انتخاب خلیفہ میں دوسروں کی شرکت یا انھیں مکمل حوالگی کی اجازت دینے سے مانع تھا، اور وہ احساس یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور پیشرو خلفائے راشدین کا دور ہدایت گزرنے کے بعد ایسا کوئی عمل نہ ہو جو ان کے منہج اور راستے سے ہٹا ہوا ہو۔ یا آپ یہ سوچتے رہے ہوں کہ مسلمان حاکم کی انتخابی کارروائی میں غیر مہاجرین و انصار کو شریک کرنے کا موقع ابھی نہیں آیا ہے اس لیے آپ یہ ناپسند کرتے تھے کہ مہاجرین و انصار کے ہاتھ سے یہ حق نکل نہ جائے۔ ❷ اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ جب اہل کوفہ نے علی رضی اللہ عنہ سے حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی خواہش ظاہر کی تو آپ نے فرمایا: ''نہ میں تمھیں روکتا ہوں اور نہ تمھیں حکم دیتا ہوں۔'' گویا آپ اہل مدینہ کے علاوہ دوسرے لوگوں کو بھی مسلم حاکم کے انتخاب میں شرکت کے قائل تھے۔

حسن اور علی رضی اللہ عنہما کے مذکورہ گفتگو سے چند باتیں سامنے آتی ہیں:

ا: بحث وتکرار کے وقت طرفین کو ایک دوسرے کی رائے کا احترام کرنا چاہیے۔

ب: علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حسن کے ساتھ نہایت لطیف ونرم برتاؤ کیا۔

ج: بحث وتکرار کے دوران بیٹے کو اپنے باپ سے صریح گفتگو اور واضح وصحیح اظہار رائے کا حق ہے۔

د: فریق ثانی کا پورا مدعا نہایت اطمینان سے سننا چاہیے، علی بن ابی طالب نے اپنے بیٹے حسن کی پوری باتیں مع دلائل بغور سماعت فرمائی۔

ھ: بحث ومباحثہ کے وقت ایک ایک دلیل کا علمی تجزیہ کرنا چاہیے۔ ❸

۳۔ تاکہ منصب خلافت خالی نہ رہے:

مہاجرین وانصار مدینہ نے علی رضی اللہ عنہ کی عدم رضامندی کے باوجود ان پر زبردست دباؤ ڈالا کہ خلافت قبول کر لیں، تاکہ امت مسلمہ فساد وانتشار سے محفوظ ہو جائے، چنانچہ آپ نے بالآخر اسے قبول کر لیا، لیکن ہنگامہ خیز حالات پر قابو پانے اور شورش کے طوفاں کو ایک قدم اور پیچھے ڈھکیلنے کے لیے آپ نے یہ شرط لگائی کہ بیعت عامہ علی الاعلان مسجد میں ہوگی، اس طرح امام کی تعیین کا حق اہل حل وعقد کو حاصل رہا اور عام لوگوں کے لیے اعلانیہ بیعت عامہ رہا۔ ❹ پھر اسی اصول کو مستحکم کرتے ہوئے آپ منبر پر تشریف لے گئے اور کہا: اے لوگو! یہ تمھارا معاملہ ہے،

---

❶ البداية والنهاية (٧/ ٢٤٥). ❷ الخلافة بين التنظير و التطبيق ص (٢٩٣، ٢٩٤).

❸ منهج علي بن أبي طالب في الدعوة إلى الله ص (٤٢٧، ٤٢٨).

❹ الدور السياسي للصفوة في صدر الإسلام / السيد عمر ص (٧٢)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس میں تمھیں کو فیصلہ کا حق حاصل ہے۔ ❶

۴۔ بیعت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق چند معاصر تحریروں کی موشگافیاں اور ان کی تردید:

مصری ادیب عقاد محمود، علی رضی اللہ عنہ کی انتخاب خلافت کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

''...... یہ خبر مختصر ہونے کے باوجود ہمارے سامنے ان تمام لوگوں کی ایک فہرست پیش کرتی ہے جو شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت کے اہل قرار دیے گئے تھے، غالباً ان میں خلافت کے سب سے بڑے دعوے دار طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما تھے، جنھوں نے بعد میں اس مسئلہ کو لے کر علی رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ چھیڑ رکھی تھی، یہ دونوں عثمان رضی اللہ عنہ کی زندگی ہی میں اپنے لیے میدان ہموار کر رہے تھے، ان کا یہ خیال تھا کہ قریش کے لوگ تقریباً اس بات پر متفق ہیں کہ خلافت کسی ہاشمی کے حق میں نہ جانے پائے، اور یہ بہت ممکن ہے کہ علی رضی اللہ عنہ جس طرح انتخاب عثمان کے وقت خلافت سے دور رکھے گئے اسی طرح ان کی وفات کے بعد بھی، انھیں دور رکھا جائے گا۔ جب کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی کوشش تھی کہ خلافت زبیر یا طلحہ میں سے کسی کو ملے، اور اگر ایسا نہیں ہوتا تو کم از کم عبداللہ بن زبیر کو ملے، اس لیے کہ طلحہ قبیلۂ تیم سے تھے، اور زبیر، عائشہ کی بہن اسماء کے شوہر یعنی عائشہ کے بہنوئی تھے، ظاہر ہے کہ ان میں سے کسی ایک کے حق میں سیدہ عائشہ کی تائید اس کی کامیابی کی قوی امید کی طرف اشارہ کرتا تھا۔'' ❷

ایک جگہ لکھتے ہیں:

''بے شک علی رضی اللہ عنہ نے اپنے عم زاد بھائی کی وفات کے بعد انھیں چھوڑ کر دوسرے کو خلافت دیے جانے سے متعلق ظلم کو پسند نہیں کیا۔ آپ کا خیال تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میری قرابت، ایسی خصوصیت ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مجھے ہی خلافت کا حق دار اور اہل ثابت کرتی ہے، اس لیے کہ خلافت بھی نبوت کی ایک فرع ہے اور اسی شجرہ نبوت کا میں بھی ایک حصہ ہوں۔'' ❸

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''یہ بات سب جانتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ خود کو اپنے پیشرو خلفا سے زیادہ خلافت کا مستحق سمجھتے تھے اور جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے اسی وقت سے اپنے حق کے دفاع میں لگے رہے۔'' ❹

بہر حال یہ اور اس طرح کی پہاڑ جیسی تہمتیں، افترا پردازیاں اور کذب بیانیاں جن میں عقاد جیسے لوگوں نے غوطہ لگایا ہے، سب کی سب جھوٹی روایتوں پر مبنی ہیں۔ ایک دوسرے مولف خالد محمد خالد بھی اپنی کتاب ''خلفاء الرسول'' میں اسی ڈھرّے پر چلے ہیں، اور من گھڑت و بالکل جھوٹی باتوں کو علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ انھیں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ''ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے علی رضی اللہ عنہ سے خلافت غصب کر لیا تھا۔'' ❺

---

❶ تاریخ طبری (٥/ ٤٤٩). ❷ عبقریة علی ص (٨٤). ❸ عبقریة علی ص (١٤٨).
❹ عبقریة علی ص (١٨١). ❺ خلفاء الرسول ص (٥٢٦، ٥٢٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایک تیسرے مولف خالد البیطار اپنی کتاب ''علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ'' میں میراث نبوی کے متعلق سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے موقف اور خلافت ابوبکر کے متعلق علی رضی اللہ عنہ کے موقف کو واضح کرنے میں صحیح منہج سے بہک گئے ہیں۔ یہ ایک طویل سلسلہ ہے جس کی چند مثالیں یہاں پیش کی گئی ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ''علی رضی اللہ عنہ جس طرح عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت سے پہلے اس سے دور رکھے گئے تھے اسی طرح ان کی وفات کے بعد بھی اس منصب سے دور کردیے گئے۔ صحابہ بنو ہاشم کے خلاف متعصّبانہ جذبہ کی وجہ سے حصول خلافت یا دنیا طلبی کے لیے آپس میں سازشیں کرتے تھے، لیکن علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خود کو چھوڑ کر دوسرے کو خلافت دیے جانے والے ظلم کو ناپسند کرتے رہے، آپ کا خیال تھا کہ اپنے پیشرو خلفاء سے زیادہ خلافت کے مستحق آپ ہی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی خلافت کے لیے راہ ہموار کی تھی، کبھی امیر اور کبھی اپنا نائب بنا کر لوگوں کی نگاہوں میں آپ کی عظمت ومحبت کو بڑھایا تھا۔ امام (علی رضی اللہ عنہ) اور صحابہ کے درمیان کوئی گہرا تعلق نہ تھا، آپ نے منصب خلافت کے لیے شیخین (ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) کی دست درازی کو درگزر کردیا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرلیا۔'' ❶

مذکورہ مولفین کی یہ تحریریں یاوہ گوئیاں ہیں، جھوٹ، بہتان اور افترا پردازیاں ہیں، حق وعدل اور انصاف کے یکسر خلاف ہیں، صحیح تاریخ انھیں ماننے سے انکار کرتی ہے، حتی کہ خود ان مولفین کے حمایت کنندہ امام (علی رضی اللہ عنہ) کی صراحت بیانی ان کی تردید کرتی ہے، جیسے کہ پچھلے صفحات میں اس کا تفصیلی جائزہ لیا جاچکا ہے اور پھر یہ کہنا پڑتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہونے کے بعد بھی اپنے پیش رو خلفاء کی افضلیت کا اعتراف کرتے رہے اور اسے منبر سے اعلان کرتے اور اگر کوئی شخص ان پر آپ کو فضیلت دیتا تو آپ اسے سخت سزا کی دھمکی دیتے، یہ بات صحیح اسناد سے ثابت ہے۔ آپ ان کے حمایتی ومددگار تھے، تعلقات میں اتنی پختگی تھی کہ ضعیف اور موضوع روایات میں غوطہ زنی کرنے والے مولفین کے شکوک وشبہات کی آندھیاں اس میں دراڑ نہیں پیدا کرسکتی تھیں۔ ❷

یہاں میں نے بطور مثال صرف چند مولفین کی تحریروں کو پیش کیا ہے سب کا احاطہ نہیں کیا ہے۔ دراصل یہ لوگ اس تاریک گڑھے میں اس وجہ سے لڑھک گئے کہ تاریخ نگاری میں اہل سنت وجماعت کے منہج سے انھیں واقفیت نہیں، صحیح ومعتبر اور غلط وغیر معتبر مصادر میں تمیز نہیں، نیز صحیح اور ضعیف روایات میں تفریق نہیں اور انھوں نے موضوع ومن گھڑت روایات پر اعتماد کرتے ہوئے واقعات وحوادث کا تجزیہ کیا ہے۔

۵۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا خطبۂ خلافت:

منصب خلافت پر سرفراز ہونے کے بعد آپ نے سب سے پہلا خطبہ یہ دیا: اللہ تعالیٰ نے ایک کتاب ہدایت نازل کی، اس میں خیر اور شر کو واضح کیا، خیر کو لے لو اور شر کو چھوڑ دو، اللہ کے فرائض کو ادا کرو، وہ تمھیں جنت میں داخل کرے گا، بے شک اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزوں کو حرام کیا ہے جو واضح ہیں، پس پردہ نہیں ہیں، مسلمانوں کی

❶ علی بن أبی طالب / خالد البیطار ص (۸٤).   ❷ علی بن أبی طالب / خالد البیطار ص (۱۳۰).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حرمت وتقدس کو ہر حرام پر فوقیت دی ہے، ان کو اخلاص اور اتحاد کی بڑی تاکید کی ہے، مسلمان وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں، بجز اس صورت کے کہ کسی پر شرعی حق واجب ہو، ناحق کسی مسلمان کو تکلیف دینا جائز نہیں ہے، عوام کے معاملات پر خاص توجہ دینے میں جلدی کرو، موت تمھیں چیلنج دے چکی ہے، لوگ تمھارے سامنے ہیں اور تمھارے پیچھے قیامت ہے جو آگے بڑھا رہی ہے۔ اپنے آپ کو ہلکا پھلکا رکھو تا کہ منزل تک پہنچ سکو، آخرت کی زندگی تو لوگوں کی منتظر ہے۔ اے اللہ کے بندو! اللہ کے بندوں اور اس کی زمین پر بسنے والی تمام مخلوق کے بارے میں اللہ سے ڈرو، تم سے زمین کے تمام حصوں اور مویشیوں کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ اللہ کی اطاعت کرو، اس کی نافرمانی نہ کرو، خیر کو دیکھو تو اسے لے لو، اور برائی کو دیکھو تو اسے چھوڑ دو:

﴿وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ﴾ (الانفال: ٢٦)

''اور یاد کرو جب تم بہت تھوڑے تھے، زمین میں نہایت کمزور تھے۔'' [1]

چونکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت ایسے بے رحم فتنے کے بعد منعقد ہوئی تھی جس نے آپ کے پیشرو خلیفہ (عثمان رضی اللہ عنہ) کو نہ بخشا تھا، اس لیے آپ نے سب سے پہلے مسلمانوں کو خیر کی دعوت دی، برائی کو پھینک دینے کا حکم دیا اور بتایا کہ مسلمانوں کے خون کی حرمت تمام محرمات پر بھاری ہے، اسے کسی حال میں تکلیف دینا جائز نہیں، پھر انھیں موت اور آخرت یاد دلائی، تقویٰ اطاعت اور عمل صالح پر ابھارا۔ [2] آپ کا پورا خطبہ عقیدہ، عبادت، اخلاق اور دیگر مقاصد شریعت پر زور اور اہتمام کے اردگرد گھومتا رہا، آپ جس نکتہ کو لوگوں کے سامنے پیش کرنا چاہتے تھے اسے مختصر الفاظ میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے کہنے کا مقصد تھا: اے لوگو! تم اسی عہد کی طرف لوٹ چلو جس پر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانے میں قائم تھے۔ [3]

آپ نے بڑی حکمت سے اور بلیغ انداز میں لوگوں کے سامنے اس منہج کی طرف اشارہ کر دیا جس کا انھیں جدید دور خلافت میں سامنا کرنا پڑے گا۔ آپ نے فرمایا: جب تم خیر دیکھو تو اسے لے لو، اور شر دیکھو تو اسے چھوڑ دو۔ آپ نے اپنا خطبہ ایسی آیت پر ختم کیا جسے انھیں اسی وقت یاد دلانے کی سخت ضرورت تھی، تا کہ وہ اسلام کے پہلے اور مابعد کی دونوں زندگی کا موازنہ کریں، کہ کس قدر وہ قلت میں تھے، لاچار تھے، کوئی حیثیت نہ تھی، بجھے بجھے سے رہتے تھے، بے بسی کا عالم یہ تھا کہ جیسے کسی ہاتھ میں گوشت کا ٹکڑا ہو اور چڑیا اسے اچک لے جائے لیکن پھر حالات بدلے، مضبوطی ملی، کشادگی ہوئی، امن وسلامتی کا بول بالا ہوا، خوش حالی کا دور آیا، اور اللہ نے نعمتوں کی بارش نازل کردی، پھر مسلمانوں کی سربلندی کے ڈنکے بجنے لگے، ہر جگہ ان کے پرچم لہرانے لگے، اور پوری دنیا ان کے سامنے سرنگوں ہوگئی۔ [4]

---

[1] تاریخ طبری (٥/ ٤٥٨، ٤٥٩).

[2] الأدب الاسلامی / تالیف معروف ص (٥٧).

[3] الخلفاء الراشدون / النجار ص (٣٧٨).

[4] المرتضٰی / الندوی (١٤٠، ١٤١).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۶۔ لفظ امام، خلیفہ اور امیر المومنین کا ترادف:

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''امام المسلمین کو خلیفہ، امام اور امیر المومنین کہنا جائز ہے۔''❶

ابن خلدون فرماتے ہیں:

''چونکہ میں نے اس منصب کی حقیقت کو واضح کر دیا اور بتا دیا کہ سیاست دنیا و حفاظتِ دین کے لیے صاحبِ شریعت کی نیابت کو خلافت و امامت کہا جاتا ہے، اس لیے اس منصب کے سنبھالنے والے کو خلیفہ اور امام کہا جائے گا۔''❷

ابن منظور نے خلافت کی تعریف امارت سے کی ہے۔❸

متاخرین میں سے ابوزہرہ نے خلافت اور امامت کبریٰ دونوں الفاظ میں ترادف کی نوعیت کی تفسیر اس طرح کی ہے: خلافت کو خلافت اس لیے کہا جاتا ہے کہ جو شخص اس منصب کو سنبھالتا ہے، اور مسلمانوں کا سب سے بڑا حاکم ہوتا ہے، وہ لوگوں کے معاملات کی تدبیر و تنظیم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہوتا ہے، اسی کا نام ''امامت'' بھی ہے، اس لیے کہ ''خلیفہ'' ہی کو ''امام'' کہا جاتا تھا اور اس کی اطاعت واجب ہوتی تھی، لوگ اس کے تابع ہوتے تھے، جیسے کہ نماز پڑھانے والے امام کے تابع ہوتے تھے۔❹

استاذ محمد مبارک نے امام، خلیفہ اور امیر المومنین جیسے الفاظ کے سبب انتخاب کی تشریح میں لکھا ہے کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ ملک اور ریاست کا اسلامی مفہوم، روم اور فارس جیسی دیگر قوموں کے درمیان مروجہ شاہانہ نظام کے قدیم مفہوم سے دور رہے، اس لیے کہ دونوں کے مفہوم و معنویت میں بنیادی اختلاف پایا جاتا ہے۔❺

اسلام کے اولین حکمراں جس طرح خلفاء کہے جاتے تھے، ائمہ بھی کہے جاتے تھے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مسلمانوں نے خلیفہ کے لیے امیر المومنین کا لقب استعمال کیا۔

''امام'' کا لفظ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر قائد، سردار، یا راہنما کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ۖ قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي ۖ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ ﴿١٢٤﴾ ﴾ (البقرة: ١٢٤)

''بے شک میں تجھے لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ کہا اور میری اولاد میں سے بھی؟ فرمایا میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔''

---

❶ روضة الطالبين (١٠/ ٤٩).
❷ مقدمة ابن خلدون ص (١٩٠).
❸ لسان العرب (٩/ ٨٣).
❹ تاريخ المذاهب / أبوزهرة ص (٢١).
❺ نظام الإسلام (الحكم و الدولة) ص (٦١).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یعنی آئیڈیل پیشوا بنا دوں گا جس کی لوگ اقتدا کریں گے اور فرمایا:

﴿وَ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴾ (الفرقان : ۷۴)...... ''اور ہمیں پرہیز گاروں کا امام بنا۔''

یعنی تاکہ لوگ دین کے بارے میں ہماری اقتدا کریں۔

اور فرمایا:

﴿يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ﴾ (الاسراء : ۷۱)

''جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔''

یعنی نبی یا دینی پیشوا کے ساتھ جس کی اس نے اقتدا ہوگی۔ ایک مفہوم یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ہر جماعت اپنے اعمال نامے کے ساتھ بلائی جائے گی۔ ❶

احادیث نبویہ میں بھی کئی مقامات پر انھیں معانی میں ''امام'' کا لفظ وارد ہوا ہے۔ مثلاً نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنْ بَايَعَ إِمَامًا ، فَأَعْطَاهُ صَفْقَةَ يَدَيْهِ ، وَ ثَمْرَةَ قَلْبِهِ ، فَلْيُطِعْهُ إِنِ اسْتَطَاعَ ، فَإِنْ جَاءَ آخَرُ يُنَازِعُهُ فَاضْرِبُوْا عُنُقَ الْآخِرِ .)) ❷

''جس شخص نے کسی امام (حاکم وقت) سے بیعت کی، اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا، اور اس سے عہد و اقرار کیا تو اسے چاہیے کہ جہاں تک ہو سکے وہ اس کی اطاعت کرے، اور اگر کوئی دوسرا اس امامت کو اس سے چھیننے آئے تو اس دوسرے کی گردن مار دو۔''

آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَ إِمَامَهُمْ .)) ❸

''مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام (حاکم وقت) کے ساتھ رہو۔''

اور فرمایا:

((سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ ، إِمَامٌ عَادِلٌ .)) ❹

''سات قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنا سایہ اس دن دے گا کہ جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا: امام (حاکم) عادل......''

یہاں پر ایک بات یہ قابل توجہ ہے کہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک لفظ ''امامت'' کا زیادہ تر استعمال اعتقادی اور فقہی مسائل میں ہوتا ہے اور لفظ ''خلافت'' کا زیادہ تر استعمال ان کی تاریخی کتابوں میں ہوتا ہے۔

غالباً اس تفریق کی وجہ یہ ہے کہ یہ مباحث خصوصاً جن کا تعلق عقیدہ سے ہے، امامت اور خلافت کے باب میں

---

❶ نظام الحكم فى الإسلام / عارف خليل ص (۸۰، ۸۱).

❷ صحيح مسلم بشرح النووى (۱۲/ ۲۳۳) سنن أبى داؤد، الفتن، حديث نمبر (۴۲۴۸).

❸ صحيح مسلم بشرح النووى (۱۲/ ۲۳۷). ❹ فتح البارى (۳/ ۲۹۳)، متفق عليه.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شیعہ، روافض اور خوارج جیسے گمراہ فرقوں کی تردید میں لکھے گئے ہیں۔ ❶ اس لیے کہ روافض شیعہ لفظ ''امام'' کو خلافت کے معنی میں نہیں مانتے، بلکہ اسے اپنے ایمان کا ایک رکن مانتے ہیں، ان کے نزدیک امامت اور خلافت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ امامت سے مراد دین کی سیادت ہے، جب کہ خلافت سے مراد ملک کی سیادت ہے۔ ❷ اس تفریق کے پس پردہ وہ یہ بات ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ اپنے تینوں پیشرو خلفاء کے زمانے میں امام تھے۔ ❸ ابن خلدون فرماتے ہیں:

''شیعہ حضرات لفظ ''امام'' علی رضی اللہ عنہ کے لیے خاص مانتے ہیں، تاکہ آپ کو خلافت کی بہن امامت سے متصف کریں، ساتھ ہی اپنے اس مذہب کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ وفات نبوی کے وقت علی رضی اللہ عنہ ، ابوبکر سے زیادہ نماز کی امامت کے مستحق تھے۔'' ❹

بہرحال صحیح بات یہ ہے کہ خلیفہ، امام، یا امیر المومنین جیسے القاب کا تعلق امور عبادت سے نہیں ہے، بلکہ یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کی اصطلاحات ہیں، جنھیں لوگوں نے استعمال کیا ہے اور اس پر متفق رہے ہیں۔ بعد کے ادوار میں مسلمانوں نے اس منصب کے لیے ان کے علاوہ دیگر القاب کو بھی استعمال کیا ہے جیسے کہ اندلس میں حاکم کو ''امیر'' کا لقب دیا جاتا تھا۔ اسی طرح کہیں کہیں ''سلطان'' کا بھی لقب دیا گیا، اور اب بھی بعض اسلامی ممالک میں حکام کو مذکورہ القاب میں سے کوئی لقب دیا جاتا ہے، کیونکہ اس مسئلہ میں وسعت ہے۔ اس باب میں بنیادی طور پر صرف یہ مطلوب ہے کہ مسلم رعایا اور اس کا حاکم اعلیٰ دونوں ہی عقیدہ و شریعت کے لحاظ سے اسلامی قوانین کے پابند ہوں، القاب کا مسئلہ اتنا اہم نہیں ہے اسے خلیفہ کہا جائے، امیر المومنین کہا جائے، صدر مملکت کہا جائے، یا صدر جمہوریہ کہا جائے، کوئی بھی لقب دیا جاسکتا ہے، یہ چیز عوام کے عرف و عادت پر منحصر ہے، تاہم اتنا ضرور ہے کہ مسلم حاکم اعلیٰ کے لیے مذکورہ اسلامی القاب میں سے کسی لقب کا اختیار کرنا ہی افضل ہے، کیونکہ ان اسلامی القاب کا سیاسی مفہوم، دیگر قوموں کے نزدیک ان کے مختلف مفاہیم سے بالکل جداگانہ ہے اور اس لیے بھی کہ تاریخ کے صفحات میں ان کے جو معانی معہود ہیں وہ اسلامی تہذیب و ثقافت کی شناخت رہی ہیں۔ ❺

۷۔ تذکرۂ علی کے وقت ''رضی اللہ عنہ'' یا ''کرم اللہ وجہہ'' یا ''علیہ السلام''

اصل یہ ہے کہ جب صحابۂ کرام میں سے کسی کا بھی ذکر ہو تو ان کے لیے رضی اللہ عنہ کہا جائے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ

---

❶ الإمامة العظمى عند أهل السنة والجماعة / الدميجي ص (٣٦).

❷ الإمامة العظمى عند أهل السنة والجماعة / الدميجي ص (٣٦).

❸ الإمامة العظمى عند أهل السنة والجماعة / الدميجي ص (٣٦).

❹ نظام الحكم / عارف خليل ص (٨١). ❺ نظام الحكم / عارف خليل ص (٨٢).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ﴾ (التوبة: ۱۰۰)

''اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہو گیا۔''

اور فرمایا:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ (الفتح: ۱۸)

''بلاشبہ یقیناً اللہ ایمان والوں سے راضی ہو گیا، جب وہ اس درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے۔''

چنانچہ انھیں آیات کے پیش نظر اہل سنت نے یہ اصطلاح ایجاد کی کہ جب کسی صحابی کا ذکر آئے، یا اس سے کوئی حدیث روایت کی جائے تو اس کے لیے رضی اللہ عنہ کہا جائے۔ مثلاً روایت یوں بیان ہو: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔'' میری معلومات کی حد تک کسی صحابہ کے لیے ''السلام'' کا لفظ شریعت میں نہیں مستعمل ہے۔ باوجودیکہ سلام مسلمانوں کا باہمی تحیہ ہے، جیسے کہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً﴾

(النور: ٦١)

''پھر جب تم کسی طرح کے گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں پر سلام کہو، زندہ سلامت رہنے کی دعا جو اللہ کی طرف سے مقرر کی ہوئی بابرکت، پاکیزہ ہے۔''

اسی بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ صحابہ کے حق میں ''علیہ السلام'' کے بالمقابل ''رضی اللہ عنہ'' کہنا افضل و برتر ہے۔ اللہ نے فرمایا:

﴿وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ﴾ (التوبة: ۷۲)

''اور اللہ کی طرف سے تھوڑی سی خوشنودی سب سے بڑی ہے۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت والوں سے کہے گا:

((أُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِيْ فَلَا أَسْخَطُ عَلَيْكُمْ أَبَدًا .)) [1]

''میں اپنی رضامندی کو تم پر حلال کر دیتا ہوں، میں تم پر کبھی نہ ناراض ہوں گا۔''

اسی طرح علما سلف اس بات پر متفق ہیں کہ ''سلام'' کا کلمہ اگرچہ تحیۃ بین المسلمین کے لیے مستعمل ہوتا ہے، لیکن اس کا خصوصی استعمال انبیاء کرام کے لیے ہوگا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝۱۸۱﴾ (الصافات: ۱۸۱)...... ''پیغمبروں پر سلام ہے۔''

یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿وَ سَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ﴾ (مریم: ۱۵)...... ''اس پر سلام ہے جس دن وہ پیدا ہوا۔''

چونکہ علی رضی اللہ عنہ کے حق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد وارد ہے کہ:

[1] مشكوٰة المصابيح / التبريزي (۳/ ۸۸).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

((أَلَا تَرْضٰى أَنْ تَكُوْنَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰى .)) ❶

"کیا تمھیں یہ پسند نہیں کہ تمھیں مجھ سے وہی منزلت حاصل ہو جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔"

اس لیے متعصب روافض امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے حق میں علیہ السلام یا کرم اللہ وجہہ استعمال کرنے لگے۔ ہم بھی اس بات سے متفق ہیں اور مانتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ اس کے اہل ہیں، لیکن ہمارے اور روافض میں فرق یہ ہے کہ اس منزلت میں ہم سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تمام صحابہ کرام کو مشترک مانتے ہیں۔ ❷

بہت سارے ناقلین کتب کی عبارتوں میں حتی کہ بعض علماء اہل سنت کے نزدیک یہ چیز دیکھی گئی ہے کہ وہ دیگر صحابہ کو چھوڑ کر صرف علی رضی اللہ عنہ ہی کے لیے علیہ السلام یا کرم اللہ وجہہ لکھتے ہیں، یقیناً اس کا معنی بالکل درست ہے لیکن مناسب یہ ہے کہ تمام صحابہ کو اس درجہ میں برابر رکھا جائے۔ ❸

---

❶ صحیح البخاری حدیث نمبر (٤٤١٦).

❷ فتاوی فی التوحید / عبداللہ بن جبرین ص (٣٧).

❸ الناهية عن طعن امير المومنين معاويه ص (٢٦) دیکھئے: حاشیہ و تعلیق از أحمد التویجری.
انبیاء، صحابہ اور صالحین امت کے درمیان امتیاز اور فرق مراتب کا تقاضا ہے کہ انبیاء کے لیے علیہ السلام، صحابہ کے لیے رضی اللہ عنہ اور صالحین کے لیے رحمہ اللہ استعمال کیا جائے۔ (مترجم)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۲)

فضائل، مآثر واوصاف
اور نظام حکومت کے اصول وقواعد

امام احمد، اسماعیل القاضی، النسائی اور ابوعلی نیساپوری رحمہم اللہ کا قول ہے کہ فضائل علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں جید اسانید کے ذریعے سے جس قدر روایات وارد ہیں کسی صحابی کے بارے میں اتنی نہیں ہیں۔ ❶

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

''اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ سب سے آخر میں آئے، یعنی خلفائے راشدین میں آخری خلیفہ ہوئے، آپ کے زمانے میں اختلاف رونما ہوا اور بغاوت کرنے والوں نے بغاوت کیا، پس یہ تمام باتیں سبب بن گئیں کہ فضائل علی کا علم رکھنے والے صحابہ نے مخالفین کی تردید میں ان فضائل و مناقب کو کثرت سے عام کیا اور بعد میں جب افتراق شروع ہوا تو اہل سنت و جماعت نے ضرورت محسوس کی کہ آپ کے فضائل کو خوب عام کیا جائے۔ اسی وجہ سے ان فضائل کے ناقلین بھی زیادہ ہوئے۔ ورنہ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ خلفائے اربعہ میں سے ہر ایک کو جو فضائل ہیں اگر انھیں میزان عدل پر تولا جائے تو اہل سنت و جماعت کے قول سے ہٹ کر کوئی بات سامنے ہرگز نہ آئے گی۔'' ❷

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''آپ کی ایک بڑی فضیلت ہے کہ عشرۂ مبشرہ میں باعتبار حسب ونسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریبی ہیں۔'' ❸

گزشتہ صفحات میں موقع بہ موقع آپ کے متعدد فضائل کا تذکرہ ہو چکا ہے، تاہم مزید فائدہ ومعلومات کے لیے یہاں چند اور فضائل کو ذکر کیا جارہا ہے۔

- زر بن حبیش رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس نے بیج سے غلہ اگایا اور روح کو وجود بخشا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے وصیت کیا تھا کہ:

((ان لا یحبنی إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضُنِي إِلَّا مُنَافِقٌ .)) ❹

---

❶ فتح الباری (۷/ ۷۱).
❷ یعنی خلافت میں ترتیب کے اعتبار سے ان کے فضائل کے بھی مراتب ہیں۔ فتح الباری (۷/ ۷۱)
❸ البدایة والنهایة (۱۱/ ۲۹). ❹ الصحیح المسند فی فضائل الصحابة ص (۱۱۱).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''مجھ سے صرف مومن ہی محبت کرے گا، اور صرف منافق ہی بغض ونفرت کرے گا۔''

- ابواسحاق سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک آدمی کو براء رضی اللہ عنہ سے یہ پوچھتے ہوئے میں نے سنا کہ کیا علی رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں شریک ہوئے تھے؟ تو انھوں نے جواب دیا: خوب جم کر لڑے، دو زرہیں پہنے تھے۔

- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم حراء پر تھے، آپ کے ساتھ ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ اچانک پتھر کی چٹان جس پر سب تھے ہلنے لگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِهْدَأْ فَمَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيْقٌ أَوْ شَهِيْدٌ .)) ❶

''ٹھہر جا! تیرے اوپر نبی ہے، یا صدیق، یا شہید ہے۔''

- سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((اَلنَّبِيُّ فِي الْجَنَّةِ ، وَأَبُوْبَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ ، وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ ، وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ ، وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ ، وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ ، وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ ، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ ، وَسَعْدٌ فِي الْجَنَّةِ وَلَوْ شِئْتَ أَنْ أُسَمِّيَ الْعَاشِرَ .)) ❷

''نبی جنت میں ہوں گے، ابوبکر جنت میں ہوں گے، عمر جنت میں ہوں گے، عثمان جنت میں ہوں گے، علی جنت میں ہوں گے، طلحہ جنت میں ہوں گے، زبیر جنت میں ہوں گے، عبدالرحمٰن بن عوف جنت میں ہوں گے، سعد جنت میں ہوں گے، اگر چاہوں تو دسویں شخص کا بھی نام لے لوں۔''

- سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّنِيْ .)) ❸

''جس نے علی کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی۔''

- ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک آدمی آیا، اور عثمان رضی اللہ عنہ کے اخلاق و عادات کے بارے میں آپ سے پوچھنے لگا۔ آپ نے ان کے محاسن کا تذکرہ کیا، اور پھر مخاطب سے کہا: شاید تمھیں یہ بات ناگوار گزر رہی ہے، اس نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تمھیں ذلیل کرے۔ پھر اس نے علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے ان کے بھی محاسن کا تذکرہ کیا، اور فرمایا: یہ وہی علی ہیں جن کا گھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین گھروں میں سے تھا۔ پھر کہنے لگے: شاید تمھیں یہ بات ناگوار گزرتی ہے، اس نے کہا: ہاں، آپ نے فرمایا: اللہ تمھیں ذلیل کرے، جا جو بگاڑ سکے بگاڑ لے۔ ❹

---

❶ الصحيح المسند فی فضائل الصحابة ص (١١٢).

❷ الصحيح المسند فی فضائل الصحابة ص (١١٧) یہاں دسویں شخص سے خود سعید بن زید رضی اللہ عنہ ہیں۔ (مترجم)

❸ الصحيح المسند فی فضائل الصحابة ص (١١٧).

❹ الصحيح المسند من فضائل الصحابة ص (١٤٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۲)

فضائل، مآثر واوصاف

اور نظام حکومت کے اصول وقواعد

امام احمد، اسماعیل القاضی، النسائی اور ابوعلی نیسا پوری رحمہم اللہ کا قول ہے کہ فضائل علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں جید اسانید کے ذریعے سے جس قدر روایات وارد ہیں کسی صحابی کے بارے میں اتنی نہیں ہیں۔ ❶

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

''اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ سب سے آخر میں آئے، یعنی خلفائے راشدین میں آخری خلیفہ ہوئے، آپ کے زمانے میں اختلاف رونما ہوا اور بغاوت کرنے والوں نے بغاوت کیا، پس یہ تمام باتیں سبب بن گئیں کہ فضائل علی کا علم رکھنے والے صحابہ نے مخالفین کی تردید میں ان فضائل ومناقب کو کثرت سے عام کیا اور بعد میں جب افتراق شروع ہوا تو اہل سنت وجماعت نے ضرورت محسوس کی کہ آپ کے فضائل کو خوب عام کیا جائے۔ اسی وجہ سے ان فضائل کے ناقلین بھی زیادہ ہوئے۔ ورنہ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ خلفائے اربعہ میں سے ہر ایک کو جو فضائل ہیں اگر انھیں میزان عدل پر تولا جائے تو اہل سنت وجماعت کے قول سے ہٹ کر کوئی بات سامنے ہرگز نہ آئے گی۔'' ❷

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''آپ کی ایک بڑی فضیلت ہے کہ عشرۂ مبشرہ میں باعتبار حسب ونسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریبی ہیں۔'' ❸

گزشتہ صفحات میں موقع بہ موقع آپ کے متعدد فضائل کا تذکرہ ہو چکا ہے، تاہم مزید فائدہ ومعلومات کے لیے یہاں چند اور فضائل کو ذکر کیا جا رہا ہے۔

○ زر بن حبیش رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس نے بیج سے غلہ اگایا اور روح کو وجود بخشا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے وصیت کیا تھا کہ:

((ان لا یحبنی إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا یُبْغِضُنِی إِلَّا مُنَافِقٌ.)) ❹

---

❶ فتح الباری (۷/ ۷۱).

❷ یعنی خلافت میں ترتیب کے اعتبار سے ان کے فضائل کے بھی مراتب ہیں۔ فتح الباری (۷/ ۷۱)

❸ البدایة والنہایة (۱۱/ ۲۹).
❹ الصحیح المسند فی فضائل الصحابة ص (۱۱۱).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''مجھ سے صرف مومن ہی محبت کرے گا، اور صرف منافق ہی بغض ونفرت کرے گا۔''

- ابواسحاق سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک آدمی کو براء رضی اللہ عنہ سے یہ پوچھتے ہوئے میں نے سنا کہ کیا علی رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں شریک ہوئے تھے؟ تو انھوں نے جواب دیا: خوب جم کر لڑے، دو زرہیں پہنے تھے۔

- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم حراء پر تھے، آپ کے ساتھ ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ اچانک پتھر کی چٹان جس پر سب تھے ہلنے لگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِهْدَأْ فَمَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيقٌ أَوْ شَهِيدٌ .)) ❶

''ٹھہر جا! تیرے اوپر نبی ہے، یا صدیق، یا شہید ہے۔''

- سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((اَلنَّبِيُّ فِي الْجَنَّةِ ، وَأَبُوْبَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ ، وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ ، وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ ، وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ ، وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ ، وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ ، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ ، وَسَعْدٌ فِي الْجَنَّةِ وَلَوْ شِئْتَ أَنْ أُسَمِّيَ الْعَاشِرَ .)) ❷

''نبی جنت میں ہوں گے، ابوبکر جنت میں ہوں گے، عمر جنت میں ہوں گے، عثمان جنت میں ہوں گے، علی جنت میں ہوں گے، طلحہ جنت میں ہوں گے، زبیر جنت میں ہوں گے، عبدالرحمن بن عوف جنت میں ہوں گے، سعد جنت میں ہوں گے، اگر چاہوں تو دسویں شخص کا بھی نام لے لوں۔''

- سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّنِيْ .)) ❸

''جس نے علی کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی۔''

- ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک آدمی آیا، اور عثمان رضی اللہ عنہ کے اخلاق و عادات کے بارے میں آپ سے پوچھنے لگا۔ آپ نے ان کے محاسن کا تذکرہ کیا، اور پھر مخاطب سے کہا: شاید تمھیں یہ بات ناگوار گزر رہی ہے، اس نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تمھیں ذلیل کرے۔ پھر اس نے علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے ان کے بھی محاسن کا تذکرہ کیا، اور فرمایا: یہ وہی علی ہیں جن کا گھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین گھروں میں سے تھا۔ پھر کہنے لگے: شاید تمھیں یہ بات ناگوار گزرتی ہے، اس نے کہا: ہاں، آپ نے فرمایا: اللہ تمھیں ذلیل کرے، جا جو بگاڑ سکے بگاڑ لے۔ ❹

---

❶ الصحيح المسند فی فضائل الصحابة ص (۱۱۲).

❷ الصحيح المسند فی فضائل الصحابة ص (۱۱۷) یہاں دسویں شخص سے خود سعید بن زید رضی اللہ عنہ ہیں۔ (مترجم)

❸ الصحيح المسند فی فضائل الصحابة ص (۱۱۷).

❹ الصحيح المسند من فضائل الصحابة ص (۱٤۰).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مآثر واوصاف:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سراپا ربانی قیادت اور کتاب الٰہی، سنت نبوی نیز اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جاں نثاری کے پیکر تھے، یہاں آپ کے چند مآثر کو اجمالاً اور چند کو تفصیلاً بیان کیا جارہا ہے۔ آپ کے اہم اوصاف یہ ہیں کہ آپ عقیدہ، علم شریعت، توکل علی اللہ، قدوہ، صدق وصفا، کمال وصلاحیت، شجاعت، مروت اور زہد وورع میں کامل تھے، جاں نثاری محبوب تھی، اپنے معاونین کے انتخاب کا حسین ملکہ تھا، تواضع، بردباری اور صبر کی زندہ تصویر تھے، عالی ہمت، پختہ ارادہ کے مالک اور جو ٹھان لیتے کر گزرتے، عادل تھے، تعلیم وتربیت اور قائدانہ صلاحیت پیدا کرنے کے مالک تھے، ان کے علاوہ بھی بے شمار خوبیاں تھیں ان میں سے بعض اوصاف کو ان کی مکی زندگی سے جب کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور بعض مدنی زندگی سے جب کہ غزوات نبوی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر شریک تھے، نیز بعض اوصاف کو آپ کی معاشرتی زندگی سے اخذ کیا گیا ہے اور آپ کی بعض دیگر خوبیاں اس وقت منظر عام پر آئیں جب آپ نے اسلامی حکومت کی قیادت سنبھالی اور امیر المومنین بنے۔ آپ کے چند اہم اوصاف کا یہاں خاص طور پر ذکر کیا جارہا ہے۔

دینی علم وبصیرت:

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ بڑے ممتاز علماء صحابہ میں سے ایک تھے، حصول علم کے لیے آپ کی کوشش اور تڑپ منفرد تھی، مذاکرے کے انتہائی شوقین تھے، اس دور میں معلومات محفوظ کرنے کے جو ذرائع تھے خواہ تحریر ہو یا حافظہ پر اعتماد، انھیں استعمال کرتے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہتے، حفظ قرآن کے لیے اپنی محنت ولگن کے بارے میں فرماتے ہیں:

''میں نے قسم کھالی تھی کہ جب تک قرآن حفظ نہ کرلوں گا نماز کے علاوہ اپنے جسم پر چادر نہ ڈالوں گا۔'' [1]

اور فرمایا:

''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں جب جبریل علیہ السلام کسی حلال یا حرام، کسی کتاب یا سنت اور امر یا نہی کی وحی لے کر آتے تو جب تک میں اسے اسی روز معلوم نہ کرلیتا اور یہ کہ کس کے بارے میں یہ وحی نازل ہوئی ہے، تب تک نہ مجھے اونگھ آتی تھی اور نہ ہی نیند آتی۔'' [2]

آپ نصوص شریعت کو حرفاً حرفاً اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھتے اور یاد کرتے تھے، لیکن اگر کسی دوسرے سے حدیث نبوی سنتے تو اسے قبول کرنے میں سخت احتیاط برتتے، مبادا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی بات منسوب ہوجائے جسے آپ نے نہیں کہا ہے۔ آپ کے اس طرز عمل کی دلیل آپ کا یہ قول ہے: میں ایسا آدمی تھا کہ اگر راست طور سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث سنتا تو اللہ اس سے مجھے جتنا فائدہ دینا چاہتا دیتا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کوئی دوسرا آپ کی حدیث مجھ سے بیان کرتا تو میں اس سے قسم لیتا، اگر وہ قسم کھالیتا

[1] الطبقات (۲/ ۳۳۸). [2] مسند الإمام زید ص (۳۴۳) بحواله: منهج علی بن أبی طالب فی الدعوة.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تب میں اس کی تصدیق کرتا۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھ سے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، وہ اپنے اس بیان میں صادق ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((مَا مِنْ عَبْدٍ يُذْنِبُ ذَنْبًا فَيُحْسِنُ الطُّهُوْرَ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ إِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ .))

''جب کوئی بندہ گناہ کرتا ہے اور پھر اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر کھڑا ہوتا ہے اور دو رکعت نماز پڑھتا ہے پھر اللہ سے استغفار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ یقیناً اسے معاف کر دیتا ہے۔''

پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَالَّذِيْنَ إِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۠ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿١٣٥﴾﴾

(آل عمران: ١٣٥) ❶

''اور وہ لوگ کہ جب کوئی بے حیائی کرتے ہیں، یا اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں، پس اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا اور کون گناہ بخشتا ہے؟ اور انھوں نے جو کیا اس پر اصرار نہیں کرتے، جب کہ وہ جانتے ہوں۔''

جی ہاں! علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے قسم لیتے تھے، حالانکہ تمام صحابہ ثقہ و عادل تھے، گویا آپ کا یہ عمل اس بات کی دلیل ہے کہ دوسروں کی زبان سے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم قبول کرنے میں بہت تحقیق و احتیاط کرتے تھے۔ ❷ آپ مسائل کے استفسار میں بے باک تھے، حساس طبیعت کے مالک تھے، آپ اپنے بارے میں فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے مجھے انتہائی سمجھ دار دل اور پوچھنے والی زبان عطا کی ہے۔'' ❸

آپ نے اپنے کثرت علم کی وجہ یہ بتائی کہ آپ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بکثرت مسائل پوچھتے رہتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں:

''جب میں پوچھتا تھا تو بتایا جاتا تھا اور اگر خاموش رہتا تو مجھ ہی سے سوال ہو جاتا۔'' ❹

اگر کسی مسئلہ کے استفسار میں میرے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان حیا مانع ہوتی تو صحابہ کرام میں سے کسی سے یہ کہتا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ پوچھو، چنانچہ محمد بن حنفیہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ علی رضی اللہ عنہ کہنے لگے: مجھ مذی کثرت سے آتی تھی، میں نے خود اس مسئلہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہوئے شرم محسوس کی، اس لیے

---

❶ صحیح سنن الترمذی (١/ ١٢٨) مشكاة المصابيح (١/ ٤١٦).

❷ منهج علي بن أبي طالب في الدعوة ص (٥٢). ❸ الطبقات (٢/ ٣٣٨) الحلية (١/ ٦٧).

❹ فضائل الصحابة (٢/ ٦٤٧) اس کی سند صحیح ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مقداد بن اسود سے کہا کہ وہ دریافت کریں، چنانچہ انھوں نے پوچھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فِيْهِ الْوُضُوْءُ .)) ❶ ...... ''اس سے وضو ہے۔''

آپ لوگوں کو خبردار کرتے تھے کہ حیا و شرم کی وجہ سے علم نہ چھوڑیں، آپ نے فرمایا: جس مسئلہ کے بارے میں علم نہ ہو اسے معلوم کرنے میں شرم نہ کرو۔ کوئی جاہل نامعلوم مسئلہ کو جاننے کے لیے حیا نہ کرے۔

○ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ ان چند مسلمانوں میں سے تھے جو شروع اسلام میں لکھنا جانتے تھے، مزید برآں آپ کاتب وحی تھے، پڑھنے اور لکھنے میں آپ کی اسی مہارت نے آپ کو علوم شرعیہ میں غوطہ زنی کرنے کا اہل بنا دیا تھا، آپ کو نگارش کا یہ انداز پسند تھا کہ عبارتیں بالکل واضح ہوں، سطروں میں فاصلہ ہو، حروف میں قربت ہو، چنانچہ ابوعثمان عمرو بن بحر بن جاحظ کا بیان ہے کہ امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''خط (تحریر) علامت ہے، جتنا ہی واضح ہوگا خوب صورت ہوگا۔'' ❷

آپ نے اپنے کاتب عبید اللہ بن ابورافع کو یہ حکم دیا کہ اپنی دوات ٹھیک کرلو، قلم کی نوک موٹی کرلو، سطروں میں فاصلہ رکھو، حروف کو قریب قریب لکھو۔ ❸

ابوحکیمہ العبدی فرماتے ہیں کہ ہم کوفہ میں مصاحف لکھتے تھے اور دوران کتابت ہمارے پاس سے علی رضی اللہ عنہ گزرتے، فرماتے: اپنا قلم (خط) موٹا کرلو، چنانچہ میں قلم پر قط لگاتا، پھر لکھتا، تو آپ کہتے: ہاں، جس طرح اللہ نے روشن کیا ہے اسی طرح تم روشن کرو۔ ❹

آپ نے جو کچھ سیکھا تھا اسے عملاً انجام دیتے، پوری کوشش کرتے کہ زبان رسالت سے جو کچھ سنا ہے اسے کر گزریں، اگرچہ حالات سخت نامساعد ہی کیوں نہ ہوں۔ اس کی ایک جھلک ہم وہاں دیکھ چکے ہیں جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تھکاوٹ دور کرنے کے لیے سونے سے قبل کے اذکار سکھائے تھے۔ اس پر اہتمام کا یہ عالم تھا کہ امیر المومنین فرماتے ہیں: ''جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ نصیحت سنی ہے کبھی نہ چھوڑا، لوگوں نے پوچھا: کیا معرکۂ صفین کی رات میں بھی؟ آپ نے فرمایا: ہاں، صفین کی رات میں بھی۔'' ❺

آپ نے نصوص شریعت کو عمل کے ذریعے سے محفوظ کرنے کی تعلیم دی ہے فرمایا:

''علم سیکھو، وہی تمھاری شناخت ہوگی اور اس پر عمل کرو تم اس کے اہل ہو جاؤ گے۔'' ❻

آپ رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ جب تک عالم باعمل نہ ہو، اسے عالم نہیں کہنا چاہیے، اسی لیے حاملین علم کو مخاطب کرکے فرماتے تھے:

''اے کاروانِ علم! علم پر عمل کرو، کیونکہ عالم وہی ہے جو باعمل ہو، اس کے علم اور عمل میں تضاد نہ ہو۔'' ❼

---

❶ صحيح مسلم (١/ ٢٤٧).
❷ الجامع لأخلاق الراوي (١/ ٢٦٢).
❸ الجامع لأخلاق الراوي (١/ ٢٦٢).
❹ الجامع لأخلاق الراوي (٢٦٠).
❺ صحيح مسلم (٤/ ٢٠٩١، ٢٠٩٢).
❻ البداية و النهاية (٨/ ٦).
❼ جامع بيان العلم و فضله ص (٢٨٥).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نیز آپ نے فرمایا:

''علم، عمل کو پکارتا ہے، اگر عمل نے لبیک کہا تو بہتر ورنہ علم رخصت ہو جاتا ہے۔'' ❶

○ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے مآثر حمیدہ میں یہ بات بھی شامل ہے کہ آپ ان صحابہ کرام میں سے ایک تھے جو کثرت سے فتویٰ دیتے تھے، حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے جن لوگوں کے فتاویٰ منقول ہیں ان کی تعداد بشمول مرد و خواتین ایک سو تیس سے کچھ زیادہ ہے، ان میں سات صحابہ کثرت افتاء کے لیے مشہور ہیں، وہ ہیں عمر بن خطاب، علی بن ابی طالب، عبداللہ بن مسعود، ام المومنین عائشہ، زید بن ثابت، عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم۔ ❷

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے کثرت افتاء کے سلسلے میں علی رضی اللہ عنہ کو ان صحابہ میں تیسرے درجہ میں شمار کیا ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ صفحات میں جہاں محکمۂ عدل و قضا کی بحث آئے گی وہاں آپ کے فقہی اجتہادات و فتاویٰ اور عدالتی فیصلوں کو ذکر کیا جائے گا۔

○ آپ ایک دوسرے کی زیارت کرنے اور علمی مذاکرہ کرنے کی طرف رغبت دلاتے تھے، فرمایا:

''ایک دوسرے کی زیارت کیا کرو، حدیث کا مذاکرہ کر لیا کرو، اسے خالی نہ چھوڑو کہ مٹ جائے۔'' ❸

ایک روایت میں ہے:

''ایک دوسرے کی زیارت کیا کرو، حدیث پڑھا پڑھایا کرو، اگر ایسا نہیں کرو گے تو وہ مٹ جائے گا۔'' ❹

آپ استاذ کی صحبت اور اس سے علم سیکھنے میں دلچسپی لینے پر ابھارتے تھے اور فرماتے:

''استاذ کی طویل صحبت سے تم آسودہ نہیں ہو سکتے، وہ کھجور کے درخت کی طرح ہے جس سے ہر وقت کھجور گرنے کا انتظار رہتا ہے۔'' ❺

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو بچپن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و ملازمت کا خوشگوار ماحول ملا، کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی گود میں پلے بڑھے، اور جب بڑے ہوئے تو اس میں عظمت کا چاند لگ گیا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد اور آپ کے نواسوں کے باپ بنے، اس طرح آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ قربت حاصل رہی، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طور طریقے کو دیکھتے اور سیکھتے، چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہمیں بتاتی ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و معیت میں شب و روز رہتے تھے۔ مقدام بن شریح اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے کہا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: مجھے ایسا صحابی بتائیے جس سے موزوں پر مسح کے سلسلے میں فتویٰ پوچھ سکوں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: علی کے پاس جاؤ، وہ اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے۔ راوی کا

---

❶ منهج علي بن أبي طالب ص (٦٣).
❷ أعلام الموقعين.
❸ الجامع لأخلاق الراوي (١/ ٢٣٦).
❹ شرف أصحاب الحديث / البغدادي ص (٩٣).
❺ تذكرة السامع ص (١٠٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بیان ہے: پھر میں علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے پوچھا، انھوں نے کہا:

((اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالْمَسْحِ عَلٰی خِفَافِنَا إِذَا سَافَرْنَا .)) ❶

''اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں ہمارے موزوں پر مسح کرنے کا حکم دیا ہے جب ہم سفر پر ہوں۔''

○ علوم وادب کے بحر بیکراں سے جواہر پاروں کو چننے کے عادی تھے۔ آپ نے فرمایا:

''علوم، احاطۂ حفظ سے بالاتر ہیں، اس لیے ہر علم کے محاسن کو حفظ کر لیا کرو۔'' ❷

آپ علم کے اتنے اونچے مقام پر پہنچ گئے تھے کہ عراق میں خود ہی لوگوں سے کہتے تھے: مجھ سے پوچھو۔ چنانچہ سعید بن المسیب کا بیان ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی نہیں کہتا تھا کہ مجھ سے پوچھو۔ ❸ صحابہ ہوں یا تابعین سب کو آپ کے علم پر اعتماد تھا۔ چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ اگر ہمیں ثقہ راوی کے ذریعے سے کوئی مسئلہ علی رضی اللہ عنہ سے مل جاتا تو ہم اس کے برابر کسی کو نہ سمجھتے۔ ❹

نیز انھیں سے دوسری روایت ہے کہ اگر کوئی ثقہ ہم سے علی رضی اللہ عنہ کا کوئی فتوی بتاتا تو ہم اس سے تجاوز نہ کرتے۔ ❺

سوید بن غفلہ کا بیان ہے کہ ان کے پاس ایک آدمی فتویٰ پوچھنے آیا کہ ایک شخص کی وفات ہوگئی، اس نے اپنی بیٹی اور بیوی کو وارث چھوڑا، دونوں کا کتنا حصہ ہوگا۔ سوید نے کہا: میں اس مسئلہ میں تم کو علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ بتاتا ہوں، اس آدمی نے کہا: بس تو میرے لیے علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ کافی ہے۔ آپ نے کہا: علی رضی اللہ عنہ نے میت کی بیوی کو ۱/۸ (ایک بٹا آٹھ) اور لڑکی کو ۱/۲ (آدھا) دیا تھا اور پھر جو بچا تھا اسے بھی لڑکی کو دے دیا۔ ❻

لوگوں نے آپ کے علم کو سراہا ہے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ سن لو! وہ لوگوں میں سنت کے سب سے بڑے عالم ہیں۔ ❼

معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جب جدید مسائل وحوادث پیش آتے تو آپ انھیں لکھ کر علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کراتے، یہی وجہ تھی کہ جب معاویہ رضی اللہ عنہ کو آپ کی وفات کی خبر ملی تو کہنے لگے: ابن ابی طالب کی موت سے فقہ وعلم اٹھ گیا۔ ❽

حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

''کل تم سے ایک آدمی جدا ہوگیا، پہلے کے لوگ علم میں اس سے آگے نہ نکل سکے اور نہ ہی بعد والے اسے پاسکیں گے۔'' ❾

عبداللہ بن عیاش بن ابی ربیعہ سے علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا:

''اللہ کی قسم! آپ الحمد للہ، ماشاء اللہ اعلیٰ نسب، رسول اللہ ﷺ قرابت، اور سسرالی رشتے، اسلام

---

❶ مسند أحمد (۲/ ۱۹۵) اس کی سند صحیح ہے۔ تحقیق احمد شاکر۔
❷ تاریخ الیعقوبی (۲/ ۵).
❸ الاستیعاب ص (۱۱۰۳).
❹ الاستیعاب ص (۱۱۰٤).
❺ الطبقات (۲/ ۳۳۸).
❻ سنن الدارمی (۲/ ۳۸۵).
❼ الاستیعاب ص (۱۱۰٤).
❽ الاستیعاب ص (۱۱۰۸).
❾ فضائل الصحابة (۲/ ۲۹۵) اس کی سند صحیح ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں سبقت، فہم کتاب وسنت، جہاد میں شجاعت اور وقت ضرورت سخاوت میں بہت ٹھوس تھے۔'' ❶

مسروق سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ عمر، علی، ابن مسعود اور عبداللہ (بن عمر) رضی اللہ عنہم پر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی انتہا ہو جاتی ہے۔ ❷

○ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے طلباء، علماء اور فقہا کے لیے نہایت گراں قدر نصیحتیں اور اقوال چھوڑے ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں:

۱۔ انسانوں کی تین قسمیں ہیں:

حافظ ابونعیم نے کمیل بن زیاد سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا: علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے صحرا کی طرف لے گئے۔ جب صحرا میں پہنچے تو آپ کی سانسیں تیز ہو گئیں، پھر بیٹھ گئے، اور فرمایا: اے کمیل بن زیاد دل برتن کی طرح ہیں، سب سے بہتر دل وہ ہے جو زیادہ سے زیادہ محفوظ کر لے، میں تم سے جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے اچھی طرح یاد کر لو، لوگوں کی تین قسمیں ہیں: ربانی عالم، طالب علم جو راہ نجات پر گامزن ہو اور رذالت پسند و بے وقوف لوگ جو ہر ہنگامہ آرائی کے پیچھے دوڑنے لگتے ہیں، جدھر کا ہوا ہو اسی طرف بھاگتے ہیں۔ ایسے لوگوں نے نہ تو علم کا نور حاصل کیا اور نہ ہی کسی مضبوط ستون کی پناہ لی ہے۔ ❸ بے شک علی رضی اللہ عنہ کی یہ بلیغ نصیحت حکمت و مواعظ کے موتیوں سے پُر ہے۔ آپ نے لوگوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے:

الف:...... ربانی علماء:

''علماء'' سے ''علمائے دین'' مراد ہیں اور ربانی وہ لوگ ہیں جو اسلامی فقہ اور دینی حکمت و بصیرت سے مالا مال ہوں، جیسے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اللہ کے فرمان: ﴿وَ لٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ﴾ (آل عمران: ۷۹) کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ ربانی ہو جاؤ، یعنی حکماء، فقہاء ہو جاؤ۔ (بخاری) عبداللہ بن مسعود نے بھی ربانی کی تفسیر حکماء فقہاء سے کی ہے۔ ❹ لہٰذا جو لوگ اسلامی فقہ اور دینی بصیرت و حکمت کے جامع ہوں وہی امت مسلمہ کی تربیت و رہنمائی کے اہل ہیں۔ اس لیے کہ حکمت کا مفہوم ہے کسی چیز کو اسی کے مناسب مقام و محل میں استعمال کرنا، پس اسلامی حکمت اس بات سے عبارت ہے کہ لوگوں کے حالات و ظروف کی رعایت کے ساتھ ان پر حکم شرعی نافذ کرنا، لہٰذا حالات و ظروف اور رعایت کی نوعیت متعین کرنے کا تقاضا ہے کہ اسلامی معاشرہ کی صورت حال کا گہرائی و باریک بینی سے جائزہ لیا جائے۔ نیز اسلامی حکمت کا ایک حصہ یہ ہے کہ دین اسلام کے ذریعے سے امت مسلمہ کی تربیت کی ذمہ داری نبھائی جائے، لیکن یہ بیڑا اٹھانے کے لیے ضروری ہے کہ ذمہ دار فرد اسلامی تعلیم، تقویٰ اور مکارم اخلاق کی تربیت کا جامع ہو۔

اسلامی فقہ کا مطلب ہے دینی احکامات کو ان کے شرعی مصادر سے سیکھنا و سمجھنا، چنانچہ ربانی علماء اسی لیے اس امت میں سب سے افضل ہیں کہ وہ دو فضیلتوں سے آراستہ ہیں: حصول علم اور تعلیم و تربیت۔ لہٰذا امت کی تربیت

---

❶ ذخائر العقبیٰ / محب الطبری ص (۷۹)۔ ❷ تاریخ السیوطی ص (۱۹۶)۔

❸ حلیۃ الاولیاء (۱/ ۷۵) صفۃ الصفوۃ (۱/ ۳۲۹)۔ ❹ التاریخ الاسلامی / الحمیدی (۱۱، ۱۲/ ۴۳۸)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور توجیہ کے وہی حقیقی اہل ہیں ❶ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ربانی وہ لوگ ہیں جو لوگوں کو حکمت کی غذا دیتے ہیں اور اسی پر ان کی پرورش کرتے ہیں۔ ❷

ب:...... طالب علم وہ ہیں جن کی نیتوں میں اخلاص ہو:

حصول علم میں اخلاص ضروری ہے، تاکہ یہی علم اللہ کے سامنے جواب دہی سے نجات کا ذریعے سے بن سکے۔ علی رضی اللہ عنہ نے اسی نصیحت کو ان الفاظ میں بیان کیا: ''طالب علم جو راہ نجات پر گامزن ہو'' پس طالب علم سے صرف وہی طلباء مراد نہیں ہیں جو مدارس و جامعات میں پڑھتے ہیں اور خود کو طلبِ علم کے لیے فارغ کر لیا ہے۔ بلکہ یہ حکم ان تمام لوگوں کے لیے ہے جنھوں نے اس دین کو عملی جامہ پہنانے کی ذمہ داری اپنے سر اٹھائی ہے، اور اُخروی نجات ہی ان کے نزدیک سب سے اہم ہے، چنانچہ وہ اپنے دینی معاملات میں علمائے ربانی کی طرف رجوع کرتے ہیں تاکہ بصیرت و آگہی کے ساتھ اللہ کی عبادت کریں اور ربانی نظام کے مطابق لوگوں سے اپنے معاملات درست رکھیں، ایسے تمام لوگ طالب علم ہیں، نجات کے راستہ پر گامزن ہیں، اگرچہ وہ علم کی درسگاہوں میں باضابطہ نہ شریک ہوئے ہیں۔ ❸ اس نصیحت میں امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ ہمیں طلب علم میں اخلاص نیت کی اہمیت بتانا چاہتے ہیں اور دعوت دیتے ہیں کہ دنیاوی مال ومتاع اور خواہشات نفس پر اللہ کی رضا اور آخرت کی کامیابی کو مقدم رکھیں، کتاب الٰہی، سنت نبوی اور دین حق کی طرف لوگوں کو بلائیں اور اس راستے کے مصائب پر صبر کریں۔

ج:...... علم دین سے گریز اور ربانی علماء سے دور رہنے والے:

جو لوگ علم دین حاصل کرنے سے گریز کرتے ہیں، اور ربانی علما سے دور بھاگتے ہیں، ان کے بارے میں علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ رذالت پسند، بے وقوف اور ہر شور وشر کے پیچھے دوڑنے والے ہیں، جدھر کی ہوا ہو اسی طرف جھک جاتے ہیں ایسے لوگوں نے علم کا نور حاصل نہیں کیا ہے۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے اس نصیحت میں ہنگامہ آرائی کی شیدا، بے وقوف، علم سے نابلد اور ہر ایک کے ہاں میں ہاں ملانے والی انسانی قسم کے بارے میں گفتگو کر کے ان سے خبردار رہنے کی تعلیم دی ہے۔ گویا آپ لوگوں کو بتلا رہے ہیں کہ انھیں حق کا متلاشی اور اس پر ثبات قدمی دکھانے والا بننا چاہیے، دنیا اور آخرت کو اللہ کی اطاعت سے آباد کرنا چاہیے، نور الٰہی سے روشنی حاصل کر کے دنیا کو آخرت کی سواری بنانا چاہیے۔

۲۔ علم اور مال کا موازنہ:

کمیل بن زیاد کو نصیحت کرتے ہوئے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

''علم، مال سے بہتر ہے، علم تمھاری نگہداشت کرتا ہے اور مال کی تم نگہداشت کرتے ہو۔ علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے، جب کہ مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے، علم حاکم ہے، اور مال محکوم علیہ ہے، مال

---

❶ التاریخ الإسلامی (۱۱، ۱۲/ ۴۳۸). ❷ الفتاوی (۱/ ۴۹).

❸ التاریخ الإسلامی/ الحمیدی (۱۱، ۱۲/ ۴۳۸).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی صنعت مال کے زائل ہونے سے زائل ہوجاتی ہیں۔ عالم سے محبت کرنا دین ہے جو کہ باقی رہتا ہے۔ علم عالم کی زندگی میں اسے دوسروں کی عزت واطاعت سے نوازتا ہے، اور وفات کے بعد ذکر خیر کا سبب بنتا ہے، کتنے ہی اہل ثروت زندہ ہوتے ہوئے مردہ ہوتے ہیں جب کہ علماء ہمیشہ زندہ رہتے ہیں، ان کا وجود ختم ہوجاتا ہے، لیکن ان کی یادیں اور مثالیں دلوں میں موجود رہتی ہیں۔''❶

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے علم اور مال کے درمیان اس اعتبار سے موازنہ کیا کہ علم شرعی آخرت والوں کا ستون ہے۔ دنیا و آخرت میں ان کی عزت و سربلندی کا بندھن ہے۔ یہاں اس مال کی مذمت ہے جسے انسان صرف اپنی ذات کے لیے اکٹھا کرتا ہے اور شریعت الٰہی کے مطابق اس میں رب کی اطاعت نہیں کرتا، پھر مختلف انداز میں آپ نے اس حکمت کو نکھارا اور بیان کیا۔

الف:......علم، عالم کی نگہداشت کرتاهے، جبکه مالدار مال کی نگہداشت کرتا هے:

اس کی تفصیل یہ ہے کہ شرعی علم، عالم دین کو دنیا و آخرت کی ہلاکتوں سے بچاتا ہے، آخرت کی ہلاکتوں سے بچانے کی کیفیت تو واضح ہے کہ علم دین، عالم کو اللہ کی رضامندی اور جنت کی طرف لے جاتا ہے اور جہنم کے راستوں سے اسے دور رکھتا ہے اور دنیا کی ہلاکتوں سے بچانے کی کیفیت یہ ہے کہ اسی علم و یقین ہی سے انسان کو حقیقی روحانی سعادت میسر آتی ہے۔ اس علم و یقین میں جس قدر پختگی ہوتی ہے اسی مقدار میں عالم کی نگاہوں میں دنیا کی قدر و قیمت گھٹتی جاتی ہے، اس کی تمام تر ناامیدیاں اور تکلیفیں اصحاب یقین کے لیے سلامتی اور سکون قلب کا ذریعے سے بن جاتی ہیں۔ اس لیے کہ یہ لوگ ان ناامیدیوں کی کوئی پرواہ نہیں کرتے اور نہ ہی ان تکلیفوں پر رنج کرتے ہیں جب کہ یہی چیزیں دنیا داروں کی دنیا کو جہنم میں بدل دیتی ہیں، اس لیے کہ دنیاوی زندگی ہی کو وہ اپنا اصل سرمایہ سمجھتے ہیں۔

رہی یہ بات کہ ''مالدار اپنے مال کی نگہداشت کرتا ہے'' تو یہ بھی ایک واضح بات ہے، اور مشاہدہ کیا جاسکتا ہے کہ کتنے ایسے دنیادار مالدار ہیں جو مال کے نقصان ہوجانے پر غم و افسوس سے ایسے ہی تڑپتے رہتے ہیں جیسے کہ ایک مریض تکلیف و بے چینی سے بستر مرگ پر تڑپتا ہے۔ یہ دنیادار اپنے مال کی نگرانی و حفاظت کے لیے سوتے جاگتے اپنی جان کھپائے رہتے ہیں۔ اضطراب اور رنج و الم سے ٹوٹے رہتے ہیں۔❷ جب کہ علم کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے، یہ ایک عالم کو بصیرت کی روشنی عطا کرتا ہے کہ وہ افضل کو اختیار کرے، گزشتہ امتوں کے واقعات سے عبرت حاصل کرے، اور انھیں کو سامنے رکھ کر زندگی گزارے۔ علم اختلافی مسائل میں آفاقی وسعت پیدا کرتا ہے، مصالح، مفاسد اور مقاصد کی معرفت عطا کرتا ہے، اوّلیات و ترجیحات کی درجہ بندی کا منہج بتاتا ہے، تبھی علم والا علم کی روشنی لے کر لوگوں کے آگے آگے چلتا ہے۔

---

❶ حلیة الأولياء (١/ ٧٥) صفة الصفوة (١/ ٣٢٩).

❷ التاريخ الإسلامی / الحميدی (١٢/ ٢٤٢).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ب:……علم بڑھتا ہے اور عمل سے مضبوط ہوتا ہے:

چونکہ عمل ہی سے علم کی تطبیق و تنفیذ ہوتی ہے، اس لیے عمل میں جتنی ہی مضبوطی اور پختگی ہوگی علم و حافظہ میں اتنی ہی گہرائی اور پختگی ہوگی۔ اس کے برخلاف مال جتنا ہی خرچ ہوگا گھٹتا جائے گا۔ واضح رہے کہ ہماری گفتگو اس مال کے بارے میں ہو رہی ہے جو خالص دنیا داروں کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور اسے خالص دنیا کے لیے خرچ کیا جاتا ہے، وہ مال اس سے مستثنیٰ ہے جو آخرت والوں کے ہاتھوں میں ہوتا ہے، اس لیے کہ وہ مال، حاکم نہیں ہے بلکہ محکوم ہے، اس پر عمل شرعی کی حکومت اور اس میں جتنا ہی خرچ کیا جائے گا اضافہ ہوتا جائے گا، جیسے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((ما نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَّالٍ)) [1] ''کسی بندے کا مال صدقہ کرنے سے کم نہیں ہوا۔''

ج:……شرعی علم بمنزلہ حاکم ہے:

اس لیے کہ اسی سے زندگی کے شب و روز میں تنظیم و شائستگی آتی ہے، اسی کے بتائے ہوئے اصول و منہج پر تمام تر انسانی نظام و قوانین کو مرتب کرنا ضروری ہے، وہی حقیقی حاکم ہے، جب کہ مال ہمہ وقت محکوم ہے، اس کی درآمدگی و برآمدگی نظام و قوانین کی پابند ہے، وہ قوانین شرعی ہوں یا غیر شرعی۔ [2]

د:……جو معاشرتی تعلقات مشترکہ مالی مصلحتوں کی اساس پر قائم ہوں، وہ مال ختم ہونے کے ساتھ ساتھ ختم ہوجاتے ہیں:

اس لیے کہ جب مفاد و مصالح کے تبادلوں کے لیے مال ہی تعلقات کی بنیاد بنا تو جب مال ختم ہو جائے گا تو تعلقات بھی ختم ہو جائیں گے، اور وہ برادرانہ تعلقات جن کی بنیاد علم شرعی کے تبادلوں پر قائم ہو، دنیا و آخرت میں باقی رہتے ہیں۔ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَىِٕذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ ﴿٦٧﴾﴾ (الزخرف: ٦٧)

''سب دلی دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر متقی لوگ۔''

''اس دن (گہرے) دوست بھی ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے سوائے پرہیز گاروں کے۔''

ھ:……شریعت کا علم، عالم دین کو مسلمانوں کی نگاہوں میں محبوب و معزز بنا دیتا ہے:

مسلمان خوشی خوشی و احترام سے اس کی باتیں مانتے ہیں، کوئی زور زبردستی نہیں ہوتی، جب تک زندہ رہتا ہے اسے یہ قدر و منزلت ملتی ہے اور مرنے کے بعد بھی لوگوں کی زبان پر ان کا ذکر خیر باقی رہتا ہے۔ صرف ان کی شکل و صورت غائب رہتی ہے ان کا کردار و عمل ہمیشہ سامنے رہتا ہے۔ اگر ہم آج تک کی انسانی تاریخ کا جائزہ لیں تو دیکھیں گے کہ عہد صحابہ سے لے کر آج تک کے علمائے دین کے نام بار بار لیے جاتے ہیں اور علمی مذاکروں، خطبوں اور کتابوں میں تاریخ ان کا نام بار بار دہراتی ہے۔ جب کہ بڑے بڑے دنیا داروں اور مالداروں کے نام

---

[1] التاریخ الاسلامی / الحمیدی (١٢/ ٢٤٢)۔ [2] التاریخ الإسلامی / حمیدی (١٢/ ٢٤٢)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان کی موت کے ساتھ اس دنیا سے فنا ہوگئے، اور بعض اوقات ایسے لوگ دنیا ہی میں اپنی آنکھوں کے سامنے اپنی شہرت کا چراغ گل ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ ❶

۳۔ دینی فقہ وبصیرت کی حقیقت:

بے شک کامل فقیہ اسے کہتے ہیں جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ کرے، انھیں اللہ کے عذاب سے بے خوف نہ رکھے، انھیں معصیت کے لیے چھوٹ نہ دے، قرآن سے بے رغبتی نہ ہو، ایسی عبادت میں کوئی بھلائی نہیں جو علم سے خالی ہو اور اس علم میں کوئی خیر نہیں جو فہم سے خالی ہو اور اس تلاوت میں کوئی خیر نہیں جو تدبر سے خالی ہو۔ ❷ ان ناصحانہ کلمات میں علی رضی اللہ عنہ واضح کر رہے ہیں کہ دینی فقہ وبصیرت کی علامت یہ ہے کہ دین کی تبلیغ اور امت کی اصلاحی کوششوں میں اعتدال وتوازن ہاتھ سے نہ جانے پائے۔ داعئ اسلام خوف ورجاء کی تلقین کرتے ہوئے درمیانی راہ پر چلے، اللہ کے عذاب وعقاب کی باتیں کرے تو اس حد تک نہ جائے کہ لوگ اللہ کی رحمت سے مایوس ہونے لگیں، اور جب ترغیب وبخشائش کی باتیں کرے تو اس حد تک نہ جائے کہ لوگ عذاب الٰہی سے خود کو مامون سمجھنے لگیں۔

مذکورہ عبارت میں علی رضی اللہ عنہ یہ واضح کر رہے ہیں کہ عالم دین گناہوں کو اتنے ہلکے پھلکے انداز میں نہ بیان کرے کہ لوگ اسے کرنے میں بے باک ہوجائیں، بلکہ ایمان وتقویٰ کی عظمت ووقار کو لوگوں کے سامنے پیش کرے، اور کوشش کرتا رہے کہ انھیں بلندئ کمال تک لے جائے، اسی طرح آپ صاف صاف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ عالم دین ومصلح امت پر یہ فرض ہے کہ مسلمانوں کو اللہ کی کتاب سے جوڑے، پھر آپ نے قرآن مجید کی اہمیت، اور ہر چیز پر اس کی مطلق فوقیت کو نمایاں کیا ہے، گویا ہمیں بتا رہے ہیں کہ قرآن کریم کے ساتھ ہمارا برتاؤ کیسا ہونا چاہیے، اس سے اعراض کرکے کسی دوسری چیز کا سہارا نہ ڈھونڈیں، اس لیے کہ ہدایت کا اولین وکامل مصدر وہی ہے، اور چونکہ سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی تفصیل وتوضیح ہے تو قرآن کی طرف رہنمائی گویا حدیث کی طرف بھی رہنمائی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ عبادات کی قبولیت کے لیے سب سے اہم شرط یہ ہے کہ وہ کتاب وسنت کے علم کی روشنی میں انجام پائے اور وہ علم بھی فہم صحیح پر مبنی ہو۔

نصیحت کا اختتام کرتے ہوئے اس بات پر زور دیتے ہیں کہ تلاوت قرآن کے وقت اس کے معانی ومفاہیم پر غور کیا جائے، کیونکہ اسلامی احکامات پر عمل کرنے اور تلاوت قرآن کے وقت دل، دماغ، روح غرض یہ کہ سرتاپا اللہ کی طرف متوجہ ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے تقاضوں اور مقاصد کو اچھی طرح سمجھا جائے، اسی میں ہر بھلائی کا راز مضمر ہے۔ کس آیت میں اللہ کی کیا مراد ہے؟ اس کے احکامات کی بجاآوری اور محرمات سے اجتناب کیسے ممکن ہے؟ ہمارے اعمال اور کتاب الٰہی کے درمیان کون سی رکاوٹیں حائل ہیں؟ انھیں کیسے دور کیا جائے؟ یہ تمام باتیں ہمیں احساس دلاتی ہیں اور دعوت دیتی ہیں کہ ہم سرتاپا اللہ اور اس کے دین کے لیے وقف ہوجائیں، اللہ

❶ التاریخ الإسلامي / حمیدي (۱۲/ ٤٤٣). ❷ حلیة الأولیاء (۱/ ۷۷) صفة الصفوة (۱/ ۳۲٥).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور اس کے رسول کے مراد و مقاصد کو تلاش کریں، دین حق کے تقاضوں کو ڈھونڈیں اور انھیں پورا کریں، اگرچہ اس راستہ میں مال، اولاد اور دنیوی مناصب کی قربانی ہی کیوں نہ دینی پڑے، اس لیے کہ اس کا جو اجر اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔ قرآن کے مواعظ سے عبرت پکڑنا اور اس سے ایمان کو زندگی بخشنا اسی وقت ممکن ہے جب قرآن کے معانی و مطالب پر غور کیا جائے گا۔ ❶

۴۔ اتنی اچھی بات کہ کلیجہ ٹھنڈا ہو جائے:

امام شعبی علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ایک دن ان کے پاس آئے اور وہ یہ فرما رہے تھے: کتنی اچھی بات ہے کہ کلیجہ ٹھنڈا ہو جائے، لوگوں نے پوچھا: کون سی بات؟ آپ نے فرمایا: جس چیز کا تمھیں علم نہ ہو اس کے بارے میں کہہ دو ''اللہ اعلم'' ❷ یعنی اللہ زیادہ جانتا ہے۔''

۵۔ تعلیم و تعلّم:

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس طرح جاہلوں سے اللہ نے عہد لیا کہ علم حاصل کریں، اسی طرح عالموں سے عہد لیا کہ دوسروں کو علم سکھائیں۔ ❸

۶۔ بھلائی علم کی زیادتی میں ہے نہ کہ مال اور اولاد میں:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بھلائی اس میں نہیں ہے کہ تمھارے پاس کثرت سے مال اور اولاد ہو جائیں، بلکہ بھلائی اس میں ہے کہ تمھارے پاس علم کی کثرت ہو جائے۔ بردباری میں اضافہ ہو جائے، رب کی عبادت کے ذریعے سے برتری کا اظہار ہو، اگر اچھائی کرو تو اللہ کا شکر ادا کرو اور اگر برائی کرو تو اللہ سے استغفار کرو، دنیا میں دو کے علاوہ کسی کے لیے بھلائی نہیں ہے، وہ آدمی جس نے گناہ کیا اور اس کے فوراً بعد ہی توبہ کر لی، یا وہ آدمی جو نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہے، جس عمل میں تقویٰ شامل ہو کم نہیں ہوتا اور وہ چیز کم ہی کیوں ہو سکتی ہے جو قبول کر لی جائے۔ ❹

۷۔ علم اور جہالت:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: علم کی عظمت و شرف کے لیے یہی کافی ہے کہ جو اسے اچھی طرح نہیں پاتا وہ بھی اس کا دعویٰ دار ہے اور جب اسے علم والا کہا جائے تو خوش ہوتا ہے اور جہالت کی کمتری و ناقدری کے لیے یہی کافی ہے جو جاہل ہے وہ بھی جہالت سے بے زار ہے، اگر اسے جاہل کہہ دیا جائے تو غصے ہو جاتا ہے۔ ❺

۸۔ لوگوں کی علم بیزاری کا سبب:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگ طلب علم سے اس لیے بے زار ہوئے کہ انھوں نے دیکھا علماء اپنے علم سے بہت کم فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ ❻ اس نصیحت میں آپ نے علمائے سوء کو ڈرایا ہے جو کہ اللہ کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں

---

❶ التاریخ الإسلامی (۱۲/ ۴۳۱، ۴۳۳).
❷ جامع بیان العلم و فضله (۲/ ٦٦).
❸ فرائد الکلام ص (۳٦۱).
❹ حلیة الاولیاء ص (۷۵).
❺ فرائد الکلام ص (۳٦٦).
❻ أدب الدین و الدنیا ص (۸۲، ۸۵).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور علمائے دین کو علم کے مطابق عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے اور اللہ کے راستے میں مصائب و مشکلات پر صبر کرنے کی دعوت دی ہے۔

۹۔ علماء کے حقوق امت پر:

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عالم کا حق یہ ہے کہ اس سے زیادہ سوالات نہ کرو، جواب دینے کے لیے زور و زبردستی نہ کرو، تھکاوٹ کے وقت اس کے پاس نہ جاؤ، جب وہ اٹھ کر جانے لگے تو کپڑا کھینچ کر نہ بیٹھاؤ، اس کا راز فاش نہ کرو، اس کے پاس کسی کی غیبت نہ کرو، اس کی غلطیوں کی ٹوہ میں نہ لگے رہو، اگر لغزش کر جائے تو اس کی معذرت قبول کرلو اور جب تک اللہ کے حکم کی حفاظت کرتا ہے، اللہ کی رضا کے لیے اس کی عزت و احترام کرو، اس کے سامنے نہ بیٹھو، اگر اسے کوئی ضرورت درپیش ہو تو اس کی خدمت کے لیے سب سے پیش پیش رہو۔ [1]

۱۰۔ عالم باعمل کا مقام اللہ کے نزدیک:

امیر المومنین فرماتے ہیں کہ جس نے علم حاصل کیا اور عمل کیا، آسمانوں کی مخلوق میں ایک معزز شخصیت کی حیثیت سے مدعو کیا جائے گا۔ [2] اس نصیحت میں علم کے ساتھ عمل کی دعوت ہے اور ان بلند مقامات کے لیے سعی پیہم کی ترغیب ہے جس سے اللہ نے علماء عاملین کو مکرم و مشرف کیا ہے۔

۱۱۔ علم کی مشغولیت نفلی عبادات سے افضل ہے:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک عالم، روزہ دار، تہجد گزار اور مجاہد سے افضل ہے، جب کوئی عالم وفات پا جاتا ہے تو اسلام کی دیوار میں ایک شگاف پڑ جاتا ہے جو اسی جیسے عالم کے آنے کے بعد ہی پُر ہوتا ہے۔ [3]

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی اس توجیہ و رہنمائی میں یہ دلیل ہے کہ آپ کے نزدیک اہمیت کے اعتبار سے اولویات میں ترتیب ملحوظ ہوا کرتی تھی، اسی لیے آپ کا خیال تھا کہ جس عمل کا فائدہ دوسروں کو بھی پہنچ رہا ہو اسے ایسے عمل پر مقدم کرنا، زیادہ مناسب ہے جس کا فائدہ صرف ایک شخص کی ذات تک محدود ہو، چونکہ علم کی افادیت عام ہے اور نفلی عبادت ایک شخص تک خاص ہے، لہٰذا علم عبادت پر مقدم ہے۔ یہ تھیں چند نفع بخش توجیہات اور نیک رہنمائیاں جنھیں امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے طالبان علوم نبوت کے لیے پیش کیا۔

امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا زہد و ورع

قرآن کی زیر سایہ، نبی کی زیر تربیت، صحابہ کی مصاحبت اور دنیوی زندگی کے شب و روز پر غور و تدبر کرتے کرتے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیا کہ دنیا صرف امتحان و آزمائش کا گھر ہے۔ آپ نے قرآنی تربیت پائی تھی، اس کی جو آیات دنیا، اس کی حقارت، بے ثباتی، بے وفائی اور فنا پر دلالت کرتی تھیں اور

[1] جامع بیان العلم و فضلہ (۱/ ۵۱۹)۔ [2] جامع بیان العلم و فضلہ (۱/ ۴۹۷)۔

[3] المتجر الرابح فی ثواب العمل والصالح / الدمیاطی ص (۱۳)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آخرت کی طرف رغبت دلاتی تھیں، اس کی شرف و عظمت اور دوام و ثبات کو واضح کرتی تھیں، آپ نے ان کا ہمہ جہتی مطالعہ کیا، انھیں میں سے ایک آیت یہ ہے:

﴿ وَ اضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾ اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ الْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾ ﴾ (الكهف: ٤٥-٤٦)

''اوران کے لیے دنیا کی زندگی کی مثال بیان کر، جیسے پانی، جسے ہم نے آسمان سے اتارا تو اس کے ساتھ زمین کی نباتات خوب مل جل گئی، پھر وہ چورا بن گئی، جسے ہوائیں اڑائے پھرتی ہیں اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے ہاں ثواب میں بہتر اور امید کی رو سے زیادہ اچھی ہیں۔''

آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگہداشت میں تربیت پائی تھی، جو دنیا اور اس کی حقیقت کے سب سے زیادہ جانکار تھے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بِعُوضَةٍ مَا سَقَى كَافِرًا مِنْهَا شُرْبَةَ مَاءٍ .)) ❶

''اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی حیثیت مکھی کے پر کے برابر ہوتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ دیتا۔''

اور فرمایا:

((مَا الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مِثْلَ مَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ إِصْبَعَهُ فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمَا تَرْجِعُ .)) ❷

''آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی حیثیت اسی طرح ہے جیسے کہ تم میں سے کوئی آدمی سمندر میں انگلی ڈال کر باہر نکالے، پھر دیکھے کہ انگلی کتنا پانی ساتھ لاتی ہے۔''

اور فرمایا:

((اَلدُّنْيَا سِجْنُ لِلْمُؤْمِنِ وَجَنَّةٌ لِلْكَافِرِ .)) ❸

''دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے۔''

آپ قرآنی تربیت اور نبوی رہنمائی سے بے انتہا متاثر تھے، اسی لیے اس نبوی تربیت کے مثالی نمونہ بنے جس کا تزکیہ اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں کیا ہے:

﴿ كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ ﴾ (البقرة: ١٥١)

---

❶ سنن الترمذي حديث نمبر (٤١١٠) صحيح غريب. ❷ صحيح مسلم حديث نمبر (٢٨٥٨).
❸ صحيح مسلم حديث نمبر (٢٨٥٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''جس طرح ہم نے تم میں ایک رسول تم ہی سے بھیجا ہے، جو تم پر ہماری آیات پڑھتا اور تمھیں پاک کرتا اور تمھیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور تمھیں وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔''

چنانچہ اسی قرآنی زندگی اور نبوی تربیت کے نتیجے میں آپ نے ہمارے سامنے زہد و ورع کے شاندار نقوش چھوڑے۔ آئندہ سطور میں انھیں نقوش کی چند جھلکیاں پیش کی جارہی ہیں:

اے سیم وزر! جاؤ میرے علاوہ کسی دوسرے کو ورغلاؤ:

علی بن ربیعہ الوالبی کا بیان ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس ابن النباح آئے، اور بتایا کہ اے امیر المومنین! مسلمانوں کا بیت المال سونے اور چاندی سے بھر گیا ہے۔ آپ نے کہا: اللہ اکبر، اور پھر ابن النباح کے سہارے اٹھ کھڑے ہوئے، بیت المال پہنچے اور یہ شعر پڑھا:

هٰــذَا جَـنَــایَ وَخِیَــارُہُ فِیْـــهِ   وَکُــلُّ جَــانٍ یَــدُہٗ اِلٰــی فِیْـــهِ

''یہ میرا جمع کردہ قیمتی مال ہے اور ہر مال جمع کرنے والے کا ہاتھ اس کے منہ میں ہے''

اے ابن النباح! کوفہ کے لوگوں کو بلاؤ، چنانچہ اعلان عام ہوا، پھر بیت المال میں جو کچھ تھا یہ کہتے ہوئے اسے تقسیم کرنے لگے: اے سیم وزر! جاؤ میرے علاوہ کسی دوسرے کو ورغلاؤ۔ فلاں تم لو، فلاں تم لو یہاں تک کہ اس میں ایک بھی درہم و دینار نہ بچا، پھر آپ نے اس جگہ کو صاف کرنے کا حکم دیا، اور وہاں دو رکعت نماز پڑھی۔ ابونعیم نے ایک دوسری روایت نقل کی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ بیت المال کو خود جھاڑو لگاتے، اس میں نماز پڑھتے اور اس امید پر اسے سجدہ گاہ بنالیتے کہ شاید یہ قیامت کے دن میرے لیے گواہ بنے۔

یہ واقعہ دنیائے فانی کے مال ومتاع سے بے نیاز ہونے کی ایک بلیغ مثال ہے، بیت المال سونے اور چاندی سے کھچا کھچ بھرا ہوا ہے، لیکن امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اس کی طرف حیرت ولالچ کی نگاہ نہیں ڈالتے، بلکہ جب مالیات کا ذمہ دار آپ کو اطلاع دیتا ہے تو آپ کا جواب ہوتا ہے: اللہ اکبر، (اللہ سب سے بڑا ہے۔) ایسے وقت میں جب کہ بعض لوگ دنیا کو بڑا سمجھتے ہیں اور اس کی عظمت کا گن گاتے ہیں۔ اس وقت آپ احساس دلاتے ہیں کہ اللہ اس سے بھی بڑا بلکہ ہر چیز سے بڑا ہے اور جب مسلمان دل سے یہ مانتا ہے کہ یقیناً اللہ ہی ہر چیز سے بڑا ہے تو دنیا جو کہ نہایت چھوٹی اور حقیر چیز ہے بھلا اس کے سامنے خود کو کیوں جھکا دیتا ہے۔ یقیناً یہ علی رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی فقاہت و دانائی ہے کہ جب آپ کو دنیا کی حقارت و بے بسی یاد آئی تو فوراً آپ کی زبان سے ''اللہ اکبر'' جاری ہوگیا اور زبان حال سے گویا ایسے لوگوں کی سرزنش کی جو دنیا کا مال ومتاع پاکر دھوکا میں پڑ چکے ہیں، اور یہ بھول گئے ہیں کہ اللہ ہر چیز سے بڑا ہے، اس دقیق ترین میزان کو وہی مومن محسوس کرتا ہے جس کی بصیرت کو اللہ نے روشنی عطا کی ہے۔ مومن کے دل میں اللہ کی عظمت و کبریائی کا جتنا ہی جلوہ ہوگا دنیا اور اس کی ساری چمک دمک اس کی نگاہ میں اتنی ہی ذلیل اور حقیر نظر آئے گی اور اطاعت الٰہی میں اپنا حلال مال لٹائے گا، اس کے بالمقابل اس کے دل میں دنیا کی جتنی ہی زیادہ اہمیت ہوگی اسی حساب سے اللہ کی عظمت کا احساس اس کے دل سے گھٹتا جائے گا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہم دیکھ رہے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ آفاقِ عظمت کے گرد اپنی خدا ترسی کا ہالہ ڈالے ہیں اور دنیا کو مخاطب کر کے کہہ رہے ہیں: سیم وزر! جاؤ کسی اور کو دھوکا دو۔ یہ آپ کی بے مثال حساس طبیعت اور بیدار مغزی کی دلیل ہے جو دنیا کو دھوکا دینے والے اور چت کر دینے والے مد مقابل کی شکل میں ہمارے سامنے پیش کر رہی ہے۔ آپ ان کلمات کے ذریعے سے نفس کی سرکشی اور احساسات کی خودسری پر اپنے غلبہ کا اعلان کر رہے ہیں، اور فیصلہ اس عقل کے حوالہ کرتے ہیں جو عیش و مستی اور مصائب و بدبختی پر محیط دنیا کی محدود زندگی کو اس کی قد و قامت کے حساب سے مقام و مرتبہ دیتی ہے اور جنت کی بے انتہا نعمتوں اور جہنم کی خوف ناکیوں پر محیط آخرت کی دائمی زندگی کو اس کی قد و قامت کے حساب سے مقام و مرتبہ عطا کرتی ہے۔ آپ نے بیت المال میں اس امید سے دو رکعت نماز پڑھی تاکہ یہ ہمارے لیے بروز قیامت اس بات کی گواہ بن جائیں کہ میں نے اپنی حکومت میں انصاف کیا اور سیدھے راستے پر چلا، یقیناً آپ کا یہ عمل آپ کو بلندی کی چوٹی پر پہنچاتا ہے اور بیت المال کو سجدہ گاہ بنانا اس بات کی طرف اشارہ دیتا ہے کہ آخرت، دنیا پر بھاری اور غالب ہے۔ نیز یہ کہ آپ اپنی زندگی میں مال کو جائز مقامات میں خرچ کرنے میں جو بلند کردار اپنایا تھا یہ اس کی تکمیل تھی۔ ❶

اللہ کی قسم! میں تمھارے مال سے کچھ نہیں لیتا:

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے زہد و ورع کی ایک مثال یہ واقعہ ہے جسے ہارون بن عنترہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: میں خورنق ❷ میں علی بن ابی طالب کے پاس گیا، وہ ایک پرانی چادر اوڑھے ہوئے سردی سے کانپ رہے تھے، میں نے کہا: امیر المومنین! اللہ نے آپ، اور آپ کے افراد خاندان کے لیے اس مال میں حصہ رکھا ہے اور آپ سردی سے کانپ رہے ہیں؟ فرمایا: میں تمھارے مال سے کچھ نہیں لیتا، میری یہی چادر ہے جس کو میں اپنے گھر سے لے کر نکلا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ یہی چادر ہے جس کو میں مدینے سے لے کر نکلا تھا۔ ❸

آیئے! اس واقعہ پر ہم ٹھہریں! اور دل سے پوچھیں کہ آخر وہ کیا بات تھی جو امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کو ناداروں کی زندگی گزارنے اور کڑاکے کی سردی جھیلنے پر مجبور کر رہی تھی حالانکہ آپ اس وقت کا سب سے عمدہ اور گرم لباس خرید سکتے تھے؟ یقیناً یہ حقیقی زہد ہی کا شعور تھا جو آپ کو متاع دنیا ملنے کے باوجود اس سے روک رہا تھا، اور ایسا کیوں نہ ہوتا جب کہ آپ نبوی درسگاہ کے تربیت یافتہ تھے، حقیر و فانی دنیا سے بے زاری، اور دائمی اخروی نعمت طلبی کے ماحول میں پرورش پائی تھی۔ آپ کے مربی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے جنھوں نے مالدار ترین شخص کی طرح زندگی گزارنے کی استطاعت کے باوجود ناداروں کی زندگی کو ترجیح دی تھی۔ ❹

سامان بیچا میری رضا مندی سے اور نقدی لی اپنی رضا مندی سے:

ابو مطر، عمر بن عبداللہ جہنی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: میں نے علی رضی اللہ عنہ کو ایک ازار اور چادر میں

❶ التاریخ الاسلامی / الحمیدی (۱۲/ ۴۲۷).
❷ کوفہ میں ایک جگہ کا نام ہے۔
❸ حلیۃ الأولیا (۱/ ۸۲) صفۃ الصفوۃ (۱/ ۳۱۶).
❹ التاریخ الإسلامی / حمیدی (۱۲/ ۴۲۸).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ملبوس دیکھا، آپ کے ہاتھ میں کوڑا تھا، جیسے کوئی گنوار دیہاتی ہو، آپ بازار گئے اور تین درہم میں ایک کپڑا خریدتے ہوئے دوکاندار سے مول بھاؤ کرنے لگے، دوکاندار نے آپ کو پہچان لیا، آپ کو جب یہ احساس ہوا کہ اس نے مجھے پہچان لیا ہے تو اس سے کچھ نہ خریدا اور دوسرے دوکاندار کے پاس پہنچے، اتفاق سے اس نے بھی پہچان لیا اور آپ نے اس سے بھی کچھ نہ خریدا، پھر آپ ایک نوعمر لڑکے کی دوکان پر گئے اور تین درہم میں اس سے قمیص خریدی، پھر جب لڑکے کا باپ آیا تو اس نے اپنے باپ کو قمیص بیچنے کی خبر دی، باپ نے ایک درہم لیا اور علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے امیر المومنین! یہ ایک درہم رکھ لیجیے۔ آپ نے اس سے پوچھا: یہ کیسا درہم ہے؟ اس نے کہا: آپ نے جو قمیص خریدی وہ دو درہم کی ہے۔ آپ نے فرمایا: لڑکے نے سامان میری رضامندی سے بیچا تھا اور رقم اپنی رضامندی سے لی تھی۔ ❶ یہ ہے امیر المومنین علی بن ابی طالب کی زاہدانہ زندگی کی ایک زندہ جاوید مثال کہ موٹے لباس اور عام پوشاک زیب تن کرنے کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے آپ ایک عام دیہاتی ہوں اور جب نیا کپڑا خریدتے ہیں نہایت سستا اور ادنیٰ نوعیت کا خریدا کرتے ہیں حالانکہ اس وقت دنیا کے عظیم ترین حکمراں یعنی تمام مسلمانوں کے خلیفہ ہوتے ہیں، اور مسلمانوں کے مصالح و مفاد کے ذمہ دار نیز ان کے معاملات کے لیے اپنی زندگی وقف کردینے کی وجہ سے آپ کو حق پہنچتا ہے کہ بیت المال اور مال فے جیسے ملکی آمدنی سے اپنی ضروریات پوری کرلیں، لیکن آپ ایسا نہیں کرتے۔ بھلا یہ آپ کی زہد و تواضع نہیں تو اور کیا ہے؟؟

اسی واقعہ میں ورع و تقویٰ کی ایک دوسری مثال یہ دیکھیے کہ جو لوگ آپ کو پہچان گئے تھے ان سے کپڑا نہیں خریدا کہ کہیں یہ لوگ میرے منصب کی رعایت اور دباؤ میں نہ آجائیں، آپ نہیں جانتے تھے کہ ذاتی مفاد کی خاطر اپنے عظیم ترین منصب کو استعمال کریں، یقیناً ورع اور تقویٰ کے میدانوں میں یہ آپ کی بڑی دقیق رسی ہے، گویا آپ اور آپ جیسے دیگر خدا ترسوں کے نزدیک خلافت کار ثواب کا ایک ذریعے سے تھی۔ اور جب خلیفہ، خلافت کا منصب سنبھالتے ہوئے عدل پرور بھی ہو تو ان سات خوش بختوں میں سے ایک ہوگا جسے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنا سایہ عطا کرے گا، چنانچہ آپ اس نیک عمل کو دنیوی مفاد سے پراگندہ نہیں کرنا چاہتے تھے، مبادا جو عمل باعث اجر ہے وہ باعث گناہ ہوجائے، گویا آپ کا یہ عمل بعد کے انسانوں کے لیے اعلیٰ کردار کا بے نظیر نمونہ تھا۔ ❷

خشوع قلب اور اقتدائے مومن:

عمرو بن قیس کا بیان ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا گیا، آپ پیوند لگی ہوئی قمیص کیوں پہنتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: اس سے دل میں خدا ترسی رہتی ہے اور مومن اس کی پیروی کرتا ہے۔ ❸

یہ واقعہ بھی علی رضی اللہ عنہ کی زاہدانہ زندگی، نفس کشی، اور زہد و ورع کی زندگی پر مسلمانوں کی تربیت کے لیے آپ کی حرص کی ایک نادر مثال ہے۔ آپ نے پیوند شدہ قمیص پہننے کا سبب بتاتے ہوئے دو اہم مقاصد کی طرف نشان دہی

---

❶ الزهد ص (١٣٠). ❷ التاريخ الاسلامی / الحميدی (١٢/ ٤٢٩).

❸ تاريخ الإسلام / عهد الخلفاء الراشدين / الذهبي ص (٦٤٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فرمائی: پہلا یہ کہ اس سے دل میں اللہ کا خوف اور طبیعت میں تواضع پیدا ہوتی ہے اور غرور وانا کی لعنت سے نفرت کا احساس ہوتا ہے۔ دوسرا یہ کہ اس طرز عمل سے آپ کی شخصیت مسلمانوں کی نگاہ میں قابل تقلید نمونہ بنے گی، جب وہ دیکھیں گے کہ آپ اعلیٰ ترین منصب پر فائز ہونے کے باوجود پیوند لگا ہوا کپڑا پہنتے ہیں تو ان کی طبیعتوں میں بھی تواضع وخاکساری کا جذبہ ابھرے گا اور قیمتی ومہنگے کپڑوں کی خریداری میں ایک دوسرے پر سبقت کرنے سے پرہیز کریں گے، نیز نیکوکاروں اور زاہدوں کی جماعت کو اس سے تقویت ملے گی جو کہ اپنی زاہدانہ زندگی کی وجہ سے لوگوں کی ملامتوں کا نشانہ بنتے رہتے ہیں۔ ❶

خلیفہ کے لیے بیت المال سے دو پیالوں سے زیادہ خوراک لینا جائز نہیں:

عبداللہ بن زُرَیر غافقی کا بیان ہے کہ میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، انھوں نے میری طرف خزیرہ ❷ بڑھایا، میں نے کہا: اللہ آپ کا بھلا کرے، آپ نے یہ بطخ کھلائی ہوتی، اللہ نے کافی فراغت دی ہے۔ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابن زریر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

((لَا يَحِلُّ لِلْخَلِيفَةِ مِنْ مَّالِ اللّٰهِ إِلَّا قَصْعَتَانِ ، قَصْعَةٌ يَأْكُلُهَا هُوَ وَأَهْلُهُ وَقَصْعَةٌ يَضَعُهَا بَيْنَ يَدَيِ النَّاسِ .)) ❸

''خلیفہ کے لیے اللہ کے مال سے دو پیالے خوراک سے زیادہ لینا جائز نہیں، ایک پیالہ اس کے اور اس کے گھر والوں کے لیے اور دوسرا پیالہ جسے دوسروں کے سامنے پیش کرے۔''

اس دنیائے فانی کے متاعِ خورد ونوش کے بارے میں علی رضی اللہ عنہ کی زاہدانہ زندگی کی یہ ایک اعلیٰ مثال ہے۔ آپ چاہتے تو دائرہ احتیاط میں رہ کر اس سے زیادہ بھی مال لے سکتے تھے اور مسلمانوں کے مال دار طبقہ کی زندگی پاسکتے تھے، لیکن اخروی زندگی کے عیش کو دنیوی زندگی پر ترجیح دیتے ہوئے اور صالح قدوہ کو نمایاں کرتے ہوئے آپ نے نہایت سادہ اور معمولی زندگی کو پسند کیا۔ ملک کا اعلیٰ ترین حاکم ہونے کے باوجود آپ کے اس معیار زندگی میں دراصل ناداروں اور فقیروں کو تسلی کا پیغام تھا کہ وہ اپنی حالت پر صبر کریں اور اللہ کے فیصلہ وتقدیر پر راضی رہیں، اور مال داروں کو یہ وعظ وتلقین تھی کہ وہ اپنی حالت پر اللہ کا شکر ادا کریں اور اسراف وعیش پرستی سے دور بھاگیں۔ ❹

میں چاہتا ہوں کہ صرف وہی کھاؤں جس کے حلال و پاک ہونے کا مجھے علم ہو:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ جس بوری میں اپنے کھانے کے لیے جو کا آٹا رکھتے تھے اس پر مہر لگا دیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ مجھے یہ نہیں پسند ہے کہ میرے پیٹ میں کوئی ایسی چیز جائے جس کے حلال و پاک ہونے کا مجھے علم نہ ہو۔ ❺ سفیان کا بیان ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے اینٹ پر اینٹ نہیں رکھی، اور نہ بانس کی پھٹیوں پر بانس کی چھٹی رکھی (یعنی

❶ التاریخ الإسلامی / الحمیدی (۱۲/ ۴۳۰) . ❷ ایک قسم کا کھانا ہے جو قیمہ اور آٹا سے تیار کیا جاتا ہے۔

❸ مسند احمد (۱/ ۷۸) احمد شاکر کی تحقیق ہے کہ اس کی سند صحیح ہے، حالانکہ بعض لوگوں نے اسے ضعیف بھی کہا ہے۔

❹ التاریخ الإسلامی (۱۲/ ۴۳۱). ❺ الکامل فی التاریخ (۲/ ۴۴۳).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پختہ مکان نہیں بنایا) اور آپ کا غلہ مدینہ سے ایک بوری میں بھر کر آتا تھا۔ ❶

تیری خوشبو اچھی ہے، رنگ حسین ہے، مزا لذیذ ہے:

عدی بن ثابت اور حبہ بن جوین کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں فالودہ پیش کیا گیا، آپ نے اسے نہیں کھایا اور مخاطب کر کے فرمایا: تیری خوشبو اچھی ہے، تیرا رنگ حسین ہے اور تیرا مزا لذیذ ہے، مگر میں نہیں چاہتا کہ نفس کو ایسی چیز کا عادی بناؤں جس کا وہ اب تک عادی نہیں ہے۔ ❷

دنیا میں سب سے زیادہ زاہد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے:

حسن بن صالح بن حی کا بیان ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی مجلس میں ایک بار زاہدوں کا ذکر چھڑا، تو عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فرمایا: دنیا میں سب سے زیادہ زاہد علی بن ابی طالب ❸ تھے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ علی رضی اللہ عنہ گدھے پر سوار ہوئے، اپنے دونوں پاؤں ایک طرف لٹکا کر بیٹھ گئے، پھر فرمایا: میں ہی وہ شخص ہوں جس نے دنیا کو ذلیل کیا ہے۔ آپ نے اس عمل سے دنیا بے زاری اور زہد و تقویٰ کی عملی تربیت کا ایک نمونہ پیش کیا، غرور اور تکبر کے طور پر یہ بات نہیں کہی تھی۔ ❹

ابوعبید نے اپنی کتاب ''الاموال'' میں علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ ''انھوں نے سال میں تین بار مقررہ حصے تقسیم کیے، اس کے بعد اصبہان سے مال آ گیا، آپ نے فرمایا: اور چوتھی بار اپنے عطیات لے جاؤ، میں تمھارے مال کا خازن نہیں ہوں، پھر کچھ لوگوں نے اس کو لیا اور کچھ لوگوں نے نہیں لیا۔ ❺

ایک مرتبہ آپ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: لوگو! اللہ کی قسم، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے تمھارے مال سے نہ تھوڑا لیا ہے نہ بہت، سوائے اس ایک چیز کے، اور جیب سے ایک چھوٹی شیشی نکال کر دکھائی۔ جس میں عطر تھی، آپ نے کہا: مجھے ایک دہقان نے یہ ہدیہ دیا ہے، پھر آپ بیت المال تشریف لے گئے اور کہا: یہ لو (وہ شیشی بیت المال میں جمع کر دی) اور یہ شعر پڑھنے لگے:

أَفْلَحَ مَنْ كَانَتْ لَهُ قَوْصَرَةٌ يَأْكُلُ مِنْهَا كُلَّ يَوْمٍ تَمْرَةً ❻

''کامیاب ہوا وہ جس کے پاس لکڑی کا ایک چھوٹا سا ڈبہ ہو، اس میں سے روزانہ ایک کھجور نکال کر کھا لیتا ہو۔''

زہد و ورع، علی رضی اللہ عنہ کی زندگی کی سب سے نمایاں صفت تھی، اور آپ ایسے وقت میں اس کے پیکر تھے جب کہ عیش و آرام کے تمام اسباب ان کے قدموں پر تھے، اور حکومت کے پورے اختیارات اور فراغت و دولت کے سارے وسائل و اسباب آپ کو حاصل تھے، لوگوں کی طرف سے تعظیم و تکریم میں کمی نہ تھی، کوئی ان پر نقد نہیں

❶ الكامل في التاريخ (٢/ ٤٤٣). ❷ الحلية (١/ ٨١) صحيح التوثيق ص (٧٤).
❸ تاريخ الإسلام / عهد الخلفاء الراشدين / الذهبي ص (٦٤٥).
❹ تاريخ الإسلام / عهد الخلفاء الراشدين / الذهبي ص (٦٤٥).
❺ كنز العمال (٢/ ٣٢٠). ❻ المرتضىٰ / الندوي (٢١٢).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرسکتا تھا اور نہ محاسبہ۔ ❶ اس زہد و ورع اور دین پرستی کے باوجود آپ میں کبھی خشکی و ترش روئی، چہرے اور پیشانی پر نفرت و بے زاری کے آثار نہیں دیکھے گئے، آپ ان میں سے بھی نہیں تھے جن کی صحبت سے لوگ ان کی خشکی اور خشک مزاجی کی وجہ سے دور رہتے ہیں اور پاس بیٹھنے سے گھبراتے ہیں، اس کے برخلاف آپ انتہائی خندہ جبیں، محبت اور شفقت سے پیش آنے والے تھے، چہرہ پر ہمیشہ شگفتگی کے آثار نظر آتے تھے، آپ کے اوصاف ذاتی بیان کرنے والوں نے لکھا ہے: آپ میں مردانہ حسن اور وجاہت تھی، متبسم رہتے تھے، چال میں میانہ روی تھی، زمیں پر ہلکے قدم رکھتے تھے۔ ❷

ایک مرتبہ علی رضی اللہ عنہ نے دنیا سے بے رغبت رہنے کا مفہوم اس طرح بیان کیا: اے لوگو! دنیا سے بے رغبتی کا مطلب ہے: امیدوں کو طول نہ دینا، نعمتوں کے حصول پر اللہ کا شکر ادا کرنا، اور اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے بچتے رہنا۔ ❸ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی یہ بات زہد کی حقیقت کو نمایاں کرتی ہے، بلاشبہ لمبی امیدیں لگانے سے انسان آخرت سے غافل ہوجاتا ہے، جب کہ انھیں طول نہ دینے سے وہ اپنے رب کی رضا چاہتے ہوئے دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائیاں حاصل کرلیتا ہے۔ اس طرح نعمتوں کے حصول پر اللہ کی شکر گزاری ایک ربانی مسلمان کی صفت ہے کہ اسے ہمہ وقت اللہ کی مادی ومعنوی اور ظاہری وباطنی نعمتوں کا احساس رہتا ہے، اور اسی کے نتیجہ میں وہ نعمتوں کے عطا کرنے والے پروردگار کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ اسی طرح محرمات الٰہیہ سے دامن کشی کا معاملہ ہے کہ اس کے ذریعے سے اللہ کی رضا کے لیے انسان گناہوں کے قریب نہیں جاتا۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی زاہدانہ زندگی کا اپنے متعلقین اور گردو پیش میں بیٹھنے والوں پر گہرا اثر تھا، اور امت مسلمہ کی تاریخ میں آپ کی شخصیت ایک تحریک تھی۔ مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی نے زہد اور اسلامی معاشرہ میں تجدید واصلاح کے درمیان باہمی ربط اور عمیق تلازم کو ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''ہم نے پوری اسلامی تاریخ میں زہد اور تجدید دین کو پہلو بہ پہلو چلتے دیکھا ہے، تاریخ ہمیں بتاتی ہے جس کسی نے حالات کا دھارا بدلا اور تاریخ کا رخ موڑا اور اسلامی معاشرہ میں تجدید واصلاح دین کی نئی روح پھونکی یا اسلامی تاریخ میں کسی نئے دور کا آغاز کیا اور دین، فکر اور علم کے میدان میں لازوال علمی وراثت چھوڑی اور صدیوں تک انسانوں کے افکار وآراء میں اس کا ایک مقام اور علم وادب پر اس کا غلبہ رہا ہو۔ وہ زاہدانہ طبیعت کا مالک رہا ہے، شہوتوں کو کچلتا رہا ہے، اور دولت اور اہل دولت پر بھاری رہا ہے، اور شاید اس کی کامیابی کا راز یہ ہے کہ زہد و ورع انسان کے اندر دفاعی قوت پیدا کرتا ہے، اس کی شخصیت اور عقیدہ کو کمال عطا کرتا ہے، اس کی نگاہ میں مادی طاغوتوں شہوت پرستی کے جیالوں اور پیٹ پجاریوں کو حقیر وذلیل بنادیتا ہے۔ ❹

---

❶ المرتضی/ الندوی (۲۱۰).
❷ المرتضی/ الندوی (۲۱۳).
❸ علی ابن أبی طالب/ محمد رشید رضا ص (۳۰۴).
❹ رجال الفکر والدعوۃ (۱/ ۱۰۵).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اللہ کے لیے اور مومنوں کے لیے تواضع سے خالی نہ رہا۔ ❶ بہر حال علی رضی اللہ عنہ اس قرآنی تربیت اور نبوی رہنمائی سے اس درجہ فیض یاب ہوئے کہ آپ کی بے مثال شخصیت کے رگ و ریشے یہی صفت گردش کرنے لگی، اس سلسلے کی چند مواقف کو یہاں ذکر کیا جا رہا ہے۔

میں ہی وہ شخص ہوں جس نے دنیا کو ذلیل کیا:

صالح بن ابوالاسود اس شخص سے روایت کرتے ہیں جس نے ان سے یہ واقعہ بیان کیا کہ اس نے علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا، آپ ایک گدھے پر سوار ہوئے اور دونوں پاؤں ایک طرف لٹکا کر بیٹھ گئے، پھر کہا: میں ہی وہ شخص ہوں جس نے دنیا کو ذلیل کیا۔ ❷ اس طرح علی رضی اللہ عنہ منصب خلافت پر فائز ہوتے ہوئے اپنی نفس کشی کر کے اور عوام الناس کے سامنے سرتاپا تواضع کی علامت بن کر خوشی محسوس کرتے ہیں، بے شک دنیاوی عہدے اور مناصب بے وفا اور دھوکا باز ہیں، ان کی آزمائش مال کی آزمائش سے بالاتر ہے، کتنے ایسے عہدے دار اور ذمہ دار ہیں جو عہدہ پانے سے پہلے نہایت متواضع تھے، لیکن جب کسی عہدے پر فائز ہوئے اور رفتہ رفتہ ترقیاں ملتی گئیں تو دھیرے دھیرے خودسری نے ان کے دل و دماغ میں جگہ بنالی اور بالآخر ایسا وقت آگیا کہ ان سے ملنا اور گفتگو کرنا سخت دشوار ہو گیا۔ لیکن اللہ کے پرہیزگار بندے اس کیفیت سے بالکل مختلف ہوتے ہیں، انھیں جوں جوں دنیوی عہدوں پر ترقی ملتی ہے ان میں تواضع اور خندہ پیشانی پروان چڑھتی ہے، انھیں خوشی کا احساس ہوتا ہے اور وہ تواضع کا ایسا مظاہرہ کرتے ہیں جو ان سے غرور، خودسری اور تکبر کو دور بھگاتی ہے۔ ❸

ابوالعیال ❹ خود سامان اٹھانے کا زیادہ حق دار ہے:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے ایک درہم کی کھجوریں خریدیں اور اسے چادر میں رکھ کر لے چلے، لوگ کہنے لگے: اے امیر المومنین لایئے ہم لے چلیں، آپ نے فرمایا: نہیں۔ ابوالعیال اسے خود لے جانے کا زیادہ مستحق ہے۔ ❺ یہ واقعہ بھی آپ کی تواضع کی ایک زندہ مثال ہے، آپ امیر المومنین ہیں اور بوڑھے بھی ہو چکے ہیں، اس کے باوجود کسی سے خدمت لینا روا نہیں سمجھتے اور تواضع کے باب میں خود کو مسلمانوں کے لیے قدوہ کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ آج کے دور میں اگر کسی حاکم یا بڑی شخصیت کا مالک اپنا سامان اٹھانے اور لانے لے جانے میں عیب محسوس کرے، تو اسے امیر المومنین کا موقف یاد کر کے اس وسوسہ کو مٹا دینا چاہیے، اسی طرح اگر کوئی شخص کسی متواضع کے اس تواضع پر اعتراض کرے تو اسے روئے زمین کے سب سے بڑے امیر کی اقتداء کرتے ہوئے اس اعتراض کا دفاع کرنا چاہیے۔ ❻

---

❶ أخلاق النبی فی القرآن والسنة (١/ ٤٥٩).
❷ البدایة والنهایة (٨/ ٥).
❸ التاریخ الإسلامی / الحمیدی (١٧/ ٦٣).
❹ بچوں کا باپ۔
❺ الزهد / الإمام أحمد ص (١٣٣).
❻ التاریخ الإسلامی (١٧/ ٦٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ متواضعانہ برتاؤ:

عباس رضی اللہ عنہ کے غلام صہیب کا بیان ہے کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دے رہے تھے اور کہہ رہے تھے: اے چچا جان! آپ مجھ سے ناراض نہ ہوں۔ ❶

آیئے علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ضرار الصدائی کے توصیفی کلمات پر غور کریں وہ فرماتے ہیں: آپ کو وہ لباس پسند تھا جو چھوٹا ہوتا اور وہ کھانا پسند تھا جو موٹا ہوتا، وہ ہم میں عام فرد کی طرح رہتے تھے، اگر ہم ان سے کچھ پوچھتے تو آپ ہمیں بتاتے، اگر کچھ مانگتے تو دیتے اور اللہ کی قسم! ہمیں اپنے قریب رکھنے اور خود ہمارے قریب ہونے کے باوجود ہم آپ سے اس قدر مرعوب تھے کہ آپ سے بات نہیں کر سکتے تھے۔ ❷ آپ نے تواضع کی حقیقت و افادیت پر ان الفاظ میں روشنی ڈالی ہے:

((تَوَاضُعُ الْمَرْءِ يُكْرِمُهُ.)) ❸

''یعنی آدمی کی تواضع پسندی اسے عزت عطا کرتی ہے۔''

یہ سچ ہے کہ جس شخص کو کتاب وسنت کا جتنا گہرا علم ہوگا اور جتنا ہی وہ اس کا پابند عمل ہوگا اور اپنی ذات کی حقیقت سے باخبر ہوگا اتنا ہی اس کے دل میں اللہ اور اس کی مخلوق کے لیے تواضع پیدا ہوگی۔ آج ہمیں جن مبلغین اسلام اور مصلحین امت میں خود پسندی اور ''انا'' کی بیماری دیکھنے کو ملتی ہے اس کی وجہ ان کی کم علمی اور ناسمجھی ہے۔ مزید برآں جب وہ اپنے اردگرد معتقدین و مداحوں کی کثرت کو دیکھتا ہے تو اس کی بیماری لاعلاج بن جاتی ہے وہ اپنے سے بڑے بزرگ ربانی علماء اور اجر الٰہی و رضائے رحمانی کی طرف پلٹ کر نہیں دیکھتا، حالانکہ یہی شیطان کا چور دروازہ ہے جہاں سے وہ طلباء، علماء اور مبلغینِ اسلام و مصلحینِ امت پر حملہ کرتا ہے، چنانچہ حِکم و مواعظ کے دفتر میں یہ قول زریں مشہور ہے کہ جب تم علم کی نعمت سے نوازے جاؤ تو اپنے اردگرد جاہلوں کی بھیڑ جمع کرنے کی فکر نہ کرو، بلکہ جو تم سے بڑے ربانی علماء ہیں انھیں دیکھو۔ ❹ تواضع کی اس بحث کو میں علی رضی اللہ عنہ کے اس قول پر ختم کر رہا ہوں کہ اللہ کے یہاں اجر کے لیے دولت مند کا فقیر سے تواضع برتنا کتنا اچھا ہے اور اس سے اچھا فقیر کا اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے دولت مند کے ساتھ بے نیازی سے پیش آنا ہے۔ ❺ فقیر کا بے نیازی سے پیش آنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ پر اعتماد کامل رکھتے ہوئے مال داروں کے مال سے بے نیازی کا اظہار کرے، اس سے کبر و غرور ہرگز مراد نہیں ہے۔

---

❶ أصحاب الرسول (١/ ٢٢٤) سير اعلام النبلاء / الذهبي (٢/ ٩٤) اس کی سند صحیح ہے۔ اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد امام ذہبی کہتے ہیں کہ ''اس کی سند حسن ہے صہیب کو میں نہیں جانتا۔'' تو جب قصہ کا اصل راوی ہی غیر معروف ہے تو اس کی سند حسن کیسے ہوگئی لہٰذا امام ذہبی کا اس مجہول شخص کے ہوتے ہوئے اس کی سند کو حسن قرار دینا تعجب خیز ہے اور اسی طرح مولف کا اس کی سند کو صحیح قرار دینا مزید تعجب خیز ہے۔ یہ روایت ناقابل اعتبار ہے، اس لیے اس سے اہل بدعت کا قدم بوسی پر استدلال صحیح نہیں ہے۔ (مترجم)

❷ الاستيعاب (٣/ ١١٠٨).

❸ منهج أمير المومنين علي في الدعوة ص (٥٢٣).

❹ هداية المرشدين / علي محفوظ ص (١٠٥).

❺ موعظة المومنين (٢/ ٣٤٤) فرائد الكلام ص (٣٣٩).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فیاضی واحسان:

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ فیاضی واحسان جیسی عظیم قرآنی صفت کے سرتاپا مظہر تھے، قرآن نے ایسے اہل جودوکرم کی پرزور انداز میں قابل قدر تعریف کی ہے۔ شروع قرآن میں بسم اللہ کے بعد دوسری سورت کا آغاز ہی اسی سے ہوا:

﴿ الٓمّٓ ۝١ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝٢ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝٣ وَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝٤ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝٥ ﴾ (البقرۃ: ١-٥)

''الٓمّٓ۔ یہ کتاب، اس میں کوئی شک نہیں، بچنے والوں کے لیے سراسر ہدایت ہے۔ وہ لوگ جو غیب پر ایمان لاتے اور نماز قائم کرتے اور اس میں سے، جو ہم نے انھیں دیا ہے، خرچ کرتے ہیں۔ اور وہ جو اس پر ایمان لاتے ہیں جو تیری طرف اتارا گیا اور جو تجھ سے پہلے اتارا گیا اور آخرت پر وہی یقین رکھتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے رب کی طرف سے بڑی ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ پورے کامیاب ہیں۔''

اور اللہ کی ارشاد ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ۝٢١ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۝٢٢ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝٢٣ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۝٢٤ ﴾

(الرعد: ٢١-٢٤)

''اور وہ جو اس چیز کو ملاتے ہیں جس کے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے کہ اسے ملایا جائے اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور برے حساب کا خوف رکھتے ہیں اور وہ جنھوں نے اپنے رب کا چہرہ طلب کرنے کے لیے صبر کیا اور نماز قائم کی اور ہم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کیا اور برائی کو نیکی کے ساتھ ہٹاتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے اس گھر کا اچھا انجام ہے۔ ہمیشگی کے باغات، جن میں وہ داخل ہوں گے اور ان کے باپ دادوں اور ان کی بیویوں اور ان کی اولادوں میں سے جو نیک ہوئے اور فرشتے ہر دروازے میں سے ان پر داخل ہوں گے۔ سلام ہو تم پر اس کے بدلے جو تم نے صبر کیا۔ سو اچھا ہے اس گھر کا انجام۔''

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمام اخلاق حسنہ اور خاص طور سے کرم واحسان میں درجۂ کمال پر فائز تھے۔ آغاز نبوت کے وقت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اسی صفت حمیدہ کے حوالے سے آپ کو ڈھارس بندھائی تھی اور کہا تھا:

''آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، بے کسوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، مفلسوں کے لیے آپ کماتے ہیں، مہمان

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نوازی میں آپ بے مثال ہیں اور مشکل وقت میں آپ امرِ حق کا ساتھ دیتے ہیں۔"❶

خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دور میں ان اخلاق فاضلہ کا مالک بتایا ہے جب کہ آپ منصب رسالت سے نوازے نہیں گئے تھے اور نہ ہی اپنی امت کی اصلاح کا بوجھ اٹھایا تھا، لیکن جب نبوت مل گئی تو اس نے ان اخلاق فاضلہ کی عظمت وکمال کو چار چاند لگا دیے، پھر بھلا یہ کیوں کر ضروری نہیں تھا کہ آپ کا کرم واحسان دیگر انبیاء وخلائق انسانی کے کرم پر بھاری ہو، چنانچہ ایسا ہی ہوا، اس کے بے شمار واقعات ودلائل موجود ہیں۔❷

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قرآنی اور نبوی تربیت سے بے حد متاثر ہوئے، واقعات شاہد ہیں کہ جود وکرم جیسی عادت طیبہ آپ کی عظیم شخصیت کی جڑوں میں پیوست تھی۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اصبغ بن نباتہ کی روایت بیان کی ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا: اے امیر المومنین! مجھے آپ سے ایک ضرورت ہے، میں آپ کے سامنے اپنا دست سوال پھیلانے سے پہلے اللہ کے سامنے اپنا دست سوال پھیلا چکا ہوں۔ اگر آپ میری ضرورت پوری کر دیں گے تو میں اللہ کی حمد وثنا اور آپ کا شکریہ ادا کروں گا اور اگر نہیں پوری کرتے تو اللہ کی حمد کروں گا اور آپ کو معذور سمجھوں گا۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اپنی ضرورت زمین پر لکھو، میں تمھارے چہرے پر بھیک مانگنے کی ذلت دیکھنا پسند نہیں کرتا، چنانچہ اس نے لکھا: میں محتاج ہوں، میری مدد کریں۔ علی رضی اللہ عنہ نے ایک جوڑا لانے کا حکم دیا، وہ لایا گیا آپ نے اسے اس آدمی کو دیا اور اس نے پہن لیا، پھر یہ اشعار سنائے:

كَسَوْتَنِي حُلَّةً تَبْلَى مَحَاسِنُهَا فَسَوْفَ أَكْسُوكَ مِنْ حُسْنِ الثَّنَا حُلَلًا

"آپ نے مجھے وہ جوڑا پہنایا ہے جس کی خوبیاں بوسیدہ ہو جائیں گی، لیکن میں جلد ہی آپ کو عمدہ تعریف کا جوڑا پہناؤں گا۔"

إِنْ نِلْتُ حُسْنَ ثَنَائِي نِلْتُ مَكْرُمَةً وَلَسْتُ أَبْغِي بِمَا قَدْ قُلْتُهُ بَدَلًا

"اگر میری مدح سرائی کا حق ادا ہو گیا تو یہ اعزاز کی بات ہوگی، حالانکہ میں اس مدح سرائی کا کوئی معاوضہ نہیں چاہتا۔"

إِنَّ الثَّنَا لَيُحْيِي ذِكْرَ صَاحِبِهِ كَالْغَيْثِ يُحْيِي نِدَاهُ السَّهْلَ وَالْجَبَلَا

"کسی آدمی کی تعریف ہی اس کی یاد کو تازہ رکھتی ہے جس طرح کہ بارش کا پانی زرخیز اور پہاڑی زمینوں کو زندگی عطا کرتا ہے۔"

لَا تَزْهَدِ الدَّهْرَ فِي خَيْرٍ تُوَاقِعُهُ فَكُلُّ عَبْدٍ سَيُجْزَى بِالَّذِي عَمِلَا

"پوری زندگی تم خیر سے کنارہ کش نہ ہونا، کیونکہ ہر انسان عنقریب اپنے عمل کا بدلہ پائے گا۔"

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان اشعار سے متاثر ہو کر کچھ دینار لانے کا حکم دیا، چنانچہ سو (۱۰۰) دینار لائے گئے، آپ نے وہ شخص کو دیے۔ اصبغ نے کہا: اے امیر المومنین! ایک حلہ اور مزید سو دینار! آپ نے کہا: ہاں میں نے

❶ السيرة النبوية (١/ ١١٦) ❷ أخلاق النبى فى القرآن والسنة (٢/ ٦٤٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: "اَنْزِلُوْا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ" "لوگوں کو ان کے مناسب مقام و مرتبہ پر رکھو۔" اور میرے نزدیک اس شخص کا یہی مقام ہے۔ ❶

یہ ہے حاجت مندوں کی ضرورت کی تکمیل، ان کے معاملات کے اہتمام اور احساسات کی رعایت کے متعلق امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا گراں قدر اور مثالی موقف۔ اس واقعہ میں سب سے زیادہ حیرت انگیز اور قابل اعتبار پہلو آپ کی یہ بات ہے: "اپنی ضرورت کو زمین پر لکھو، میں تمھارے چہرے پر بھیک مانگنے کی ذلت دیکھنا پسند نہیں کرتا۔" آج کے اس ستم رسیدہ دور میں بے شمار محتاج انسان، تعاون دینے والوں کے سامنے جب اپنی ضرورت پیش کرتے ہیں تو ان کی طرف سے مختلف ذلتوں کا سامنا کرتے ہیں، بلکہ بعض اوقات خوف سے ان کی زبانیں اس طرح کانپتی ہیں کہ وہ بولنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ جب علی رضی اللہ عنہ نے اس محتاج کے ساتھ احسان و کرم کا اپنا بے نظیر سلوک پیش کیا تو اس کے احساسات دوبالا ہوگئے اور مذکورہ اشعار میں اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ ❷

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے اخلاق حسنہ کا ایک حصہ یہ بھی تھا کہ آپ مہمان نواز تھے، اس کی آمد پر خوش ہوتے تھے، اپنے ایسے بھائیوں کو ڈھونڈ کر لاتے اور ان کی عزت و توقیر کرتے، چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں:

> "ایک ہفتہ سے میرے پاس کوئی مہمان نہیں آیا، مجھے خدشہ لگا ہے کہ کہیں اللہ کو میری رسوائی تو نہیں مقصود ہے۔" ❸

اور فرمایا:

> "میں اپنے کسی مسلمان بھائی کو اللہ کے راستے میں بیس درہم دے دوں یہ میرے نزدیک اس بات سے بہتر ہے کہ کئی مسکینوں پر سو درہم خرچ کروں۔" ❹

ایک مرتبہ آپ سے سخاوت کا مطلب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

> "سخاوت تو وہ ہے جو بن مانگے دیا جائے اور مانگنے کے بعد جو نوازش ہوئی وہ تو شرم یا احسان کی وجہ سے ہے۔" ❺

آپ نے اپنی زندگی میں کئی اوقاف چھوڑے، ینبع کی زمین وقف کی، اور اس سلسلے میں یہ وصیت لکھی کہ میں نے ینبع اور وادی القریٰ میں الأذینہ اور راعہ کی زمین ثواب کی خاطر اللہ کے راستے میں اور قریب و بعید کے رشتہ داروں کے لیے وقف کیا ہے، اسے ہبہ نہ کیا جائے اور نہ کسی کو اس کا وارث بنایا جائے، میری زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی۔ ❻

---

❶ البداية والنهاية (٨/ ٩). (یہ روایت سنداً ضعیف ہے) ❷ التاريخ الإسلامي / الحميدي (١٧/ ١٢٧).
❸ فرائد الكلام ص (٤٠٢) موعظة المؤمنين (٢/ ٢٥٢).
❹ موعظة المؤمنين (١/ ١٣٩). ❺ تاريخ الخلفاء / السيوطي ص (٢٠٤).
❻ تراث الخلفاء الراشدين ص (٥١٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اپنے صدقات کے تذکرے میں آپ نے فرمایا:

''مجھے یاد ہے ایک وقت وہ تھا جب میں بھوک سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ کر گزارا کرتا تھا، آج میرے صدقہ کی مقدار چار ہزار دینا تک پہنچ رہی ہے۔'' ❶

واضح رہے کہ اس صدقہ سے واجبی زکوٰۃ کی ادائیگی مراد نہیں ہے، بلکہ آپ کے اوقاف کی جائداد ہے جس کی آمدنی مذکورہ عدد کے مساوی ہوتی تھی اور وہ فی سبیل اللہ صدقہ ہوتا تھا۔

واجبی زکوٰۃ کا معنی لینا اس لیے صحیح نہیں ہے کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے کبھی کوئی مال جمع ہی نہیں کیا کہ اس کی زکوٰۃ نکالتے۔ ❷ چنانچہ آپ کی شہادت کے بعد آپ کے فرزند حسن رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اے لوگو! کل تم سے ایک ایسا شخص جدا ہوا ہے جس نے سونا، چاندی نہیں چھوڑا ہے، صرف سات سو درہم اس کی تحویل میں تھے جو اس کو بیت المال کے مقررہ حصہ میں ملے تھے، اس رقم سے وہ ایک خادم خریدنے کا ارادہ کر رہا تھا۔ ❸ یعنی وہ علی رضی اللہ عنہ تھے۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اہل خاندان پر احسان کرنے پر ابھارتے تھے، فرماتے:

''اپنے خاندان والوں پر احسان کرو، کیونکہ وہی تمھارے دست و بازو ہیں، انھیں سے تمھارا دبدبہ ہوگا اور انھیں سے تمھارا سر بلند ہوگا، مشکلات کے وقت وہی تمھارے ساتھی ہیں، جو شخص خاندان کا بزرگ ہو اس کی عزت اور اس پر احسان کرو، اگر کوئی بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرو، اپنے معاملات میں انھیں بھی شریک رکھو، ان میں اگر کوئی پریشاں حال ہو تو اس پر آسانی کرو۔'' ❹

اللہ سے حیاء:

حیا مکارم اخلاق کی ایک عظیم ترین قسم ہے۔ یہ ایک ایسی لطیف صفت ہے جو نفس کو پاکیزگی، ضمیر کو زندگی، دینی شعور اور مراقبت الٰہی کو بیداری عطا کرتی ہے، جس انسان میں حیا نہیں ہوگی وہ مہمان نواز، وعدہ وفا، امانت دار اور ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنے والا نہیں ہوگا۔ وہ خوبیوں کی تلاش میں نہ ہوگا کہ انھیں اپنائے اور نہ برائیوں کو پہچانے گا کہ ان سے بچ سکے، حیا باختہ انسان پردہ پوش نہیں ہوتا اور نہ ہی فواحش و منکرات سے باز آتا ہے، ایسے انسانوں کی ایک لمبی قطار ہے کہ اگر ان میں حیاداری نہ ہو تو وہ اپنی ذمہ داریاں نہ ادا کریں، کسی کے حقوق کی رعایت نہ کریں، کنبہ پروری اور صلہ رحمی کی قریب نہ جائیں اور والدین کے ساتھ حسن سلوک سے دور بھاگیں، صرف احساس غیرت و حیا ہی ایک ایسی چیز ہے جو ان اعمال حسنہ کی طرف انھیں راغب کرتی ہے، یہ غیرت یا تو دینی ہوگی جس کے پیچھے بہتر انجام کی امید ہوتی ہے یا دنیا کے سامنے اپنی لاج بچانی مقصود ہوگی، گویا دینی یا دنیاوی اعتبار سے اگر حیا و غیرت کی بات نہ ہو تو شاید انسان مذکورہ اخلاق عالیہ سے دور ہی رہے۔ ❺

---

❶ أسد الغابة (٤/ ٧).

❷ صحيح التوثيق ص (٧٧).

❸ الطبقات / ابن سعد (٣/ ٣٨).

❹ فرائد الكلام ص (٣٤٨).

❺ مفتاح دار السعادة (١/ ٣٧٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور جس قدر انسان کے دل میں زندگی ہوگی اسی اعتبار سے اس میں حیا و شرم زندہ ہوگی، اگر دل مکمل طور سے زندہ و بیدار ہے تو حیا بھی بدرجہ اتم موجود ہے۔ حیا کی قلت اسی وقت ہوتی ہے جب دل اور روح مردہ ہو جاتی ہے۔ ❶

حیا، ایمان کے شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے، وہ انسان کو حسن سلوک اور اعمال ثواب پر ابھارتی ہے اور گناہوں سے روکتی ہے۔ ❷ اسی لیے حیا کا شمار ان اعلیٰ اخلاق میں ہوا ہے جن پر قرآن نے خصوصی توجہ دی ہے۔ ❸

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ حیا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن یوں گویا ہوا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَ لَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۫ وَ اللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ ﴾ (الاحزاب: ٥٣)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نبی کے گھروں میں مت داخل ہو مگر یہ کہ تمھیں کھانے کی طرف اجازت دی جائے، اس حال میں کہ اس کے پکنے کا انتظار کرنے والے نہ ہو اور لیکن جب تمھیں بلایا جائے تو داخل ہو جاؤ، پھر جب کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ اور نہ (بیٹھے رہو) اس حال میں کہ باتمیں دل لگانے والے ہو۔ بے شک یہ بات ہمیشہ سے نبی کو تکلیف دیتی ہے، تو وہ تم سے شرم کرتا ہے اور اللہ حق سے شرم نہیں کرتا۔"

آپ دیکھ رہے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش ہے کہ دعوت پر آئے ہوئے مہمان کھانے سے فارغ ہو کر واپس چلے جائیں، لیکن آپ شدت حیا اور کثرت لحاظ و مروت میں ان سے برجستہ اپنی خواہش کا اظہار نہیں کر پاتے۔ ❹ ایسا کیوں نہ ہو جب کہ آپ کی شان حیا یہ تھی کہ اپنی گھونگھٹ میں چھپی ہوئی دوشیزہ سے بھی زیادہ باحیا تھے۔ ❺ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اَلْحَيَاءُ لَا يَأْتِي إِلَّا بِخَيْرٍ .)) ❻ ...... "حیا تو صرف خیر ہی لاتی ہے۔"

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت سرتاپا حیا میں ڈوبی ہوئی تھی، آپ اس اخلاق حسنہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ سوچ کر مجھے اللہ سے شرم آتی ہے کہ کہیں گناہ میرے عفو و درگزر پر یا جہالت میری بردباری پر، یا بے پردگی میری پردہ پوشی پر، یا محتاجی میری سخاوت پر بھاری نہ پڑ جائے۔ ❼

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے اس احساس میں چار معیوب صفات کا موازنہ چار ممدوح صفات سے کیا ہے اور اللہ سے حیا کا تقاضا بھی یہی ہے کہ انسان انتقام لینے کی طاقت رکھنے کے باوجود معافی کو ترجیح دے، بشرطیکہ اس گناہ کا تعلق حدود الٰہیہ سے نہ ہو اور جاہلوں کی جہالت کو نظر انداز کر کے بردباری کا ثبوت دے، دوسروں کے عیوب کی پردہ

❶ مدارج السالکین (٢/ ٢٥٩). ❷ شرح صحیح مسلم / النووی (٣/ ٥).
❸ أخلاق القرآن الکریم (١/ ٤٧٨). ❹ أخلاق النبی فی القرآن و السنة (١/ ٤٧٨).
❺ صحیح مسلم حدیث نمبر (٢٣٢٠). ❻ صحیح مسلم حدیث نمبر (٣٧).
❼ تاریخ دمشق (٤٢/ ٥١٧) بحوالہ: التاریخ الإسلامی/ الحمیدی (٢٠/ ٢٧٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پوشی کرے، ضرورت مندوں کی ضرورت کی تکمیل کے لیے اپنا دست احسان کشادہ کردے۔ علی رضی اللہ عنہ کے مذکورہ حکیمانہ قول میں یہ بات مزید وزن پیدا کردیتی ہے کہ آپ نے اسے ''اللہ سے حیا کرنے'' سے جوڑا ہے۔ یہ چاروں اوصاف دانش وروں کے نزدیک انسانی کمال کے اوصاف ہیں اور بہت سے عقل مندوں کو دیکھا گیا ہے کہ دنیاوی شہرت اور معاملات کی تدبیر میں سب لوگوں کو خوش رکھنے اور سب کو اپنے ہم خیال بنانے کی غرض سے انھیں اوصاف کا سہارا لیتے ہیں، لیکن علی رضی اللہ عنہ انھیں اللہ کی حیا سے جوڑتے ہیں اس لیے کہ آپ کا بلند ترین مقصد صرف اللہ واحد کی رضا جوئی ہے اور جس شخص کا بھی اساسی مقصد رضائے الٰہی کی جستجو ہو بلاشبہ وہ انسان ایسے اوصاف میں ان لوگوں سے کہیں زیادہ بلند وقوی نمونہ پیش کرے گا جن کا مقصد دنیا طلبی ہوتی ہے۔ ❶

بندگی، صبر اور خلوص وللّٰہیت:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی پوری زندگی عبادت کے ایک جامع مفہوم پر ڈٹے رہے، نماز تہجد کی ادائیگی میں آپ ممتاز رہے اور آپ کا شمار ان تہجد گزاروں میں ہوا جن کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ؗ وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴾ (السجدة: ١٦)

''ان کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں، وہ اپنے رب کو ڈرتے ہوئے اور طمع کرتے ہوئے پکارتے ہیں اور ہم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔''

اور انھیں تہجد گزاروں کے بارے میں دوسری جگہ فرمایا:

﴿ اٰخِذِيْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ۝ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝ وَ بِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴾ (الذاريات: ١٦-١٨)

''یقیناً وہ اس سے پہلے نیکی کرنے والے تھے۔ وہ رات کے بہت تھوڑے حصے میں سوتے تھے۔ اور رات کی آخری گھڑیوں میں وہ بخشش مانگتے تھے۔''

اور تیسری جگہ فرمایا:

﴿ وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝ وَ الَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا ﴾ (الفرقان: ٦٣-٦٤)

''اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے بات کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں سلام ہے۔ اور وہ جو اپنے رب کے لیے سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے رات گزارتے ہیں۔''

ضرار بن ضمرہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے سامنے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی بندگی اور خدا ترسی کو اس طرح بیان

❶ التاريخ الإسلامي / حميدي (٢٠/ ٢٧٥).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ دنیا اور اس کی رعنائیوں سے گھبراتے تھے، جب کہ رات اور اس کی تاریکی سے انسیت رکھتے تھے۔ اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ میں نے انھیں ایسے وقت میں دیکھا جب کہ رات کی تاریکی پوری طرح پھیل چکی تھی اور ستارے ڈوب چکے تھے، آپ داخل محراب اپنی داڑھی پکڑے بے حد بے قرار تھے، اور نیش زدہ انسان کی طرح تڑپ رہے تھے۔ آہ و بکا کا یہ عالم تھا کہ جیسے کوئی غم کا مارا ہو۔ تضرع میں ڈوبے ہوئے ان کے دعائیہ کلمات: اے ہمارے رب! اے ہمارے رب! جیسے ابھی میرے کانوں سے ٹکرا رہی ہوں۔

اللہ سے آہ و بکا کرتے، پھر دنیا سے مخاطب ہوتے اور کہتے: اے دنیا! کیا تو مجھ کو فریفتہ کرنا چاہتی ہے یا تو میرے لیے بے تاب ہے؟ دور ہو جا، دور ہو جا، میرے علاوہ کسی اور کو دھوکا دے، میں نے تجھے آخری طلاق دے دی ہے، تیری زندگی نہایت مختصر، تیری مجلس نہایت حقیر اور تیرا مرتبہ انتہائی گھٹیا ہے۔ ہائے افسوس! زاد راہ کم ہے، سفر طویل ہے اور راستہ پُرخطر ہے اور پھر معاویہ رضی اللہ عنہ کے آنسو ان کی داڑھی پر بہنے لگے، وہ بے خود سے ہو گئے، پھر اپنی آستین سے آنسو پونچھنے لگے، یہ منظر دیکھ کر سارے لوگ ہچک ہچک کر رو رہے تھے، پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابوالحسن (علی رضی اللہ عنہ) - اللہ ان پر رحم کرے- ایسے ہی تھے، اے ضرار! تمھیں ان کی جدائی کا کس قدر غم ہے؟ ضرار نے کہا: میں ایسے ہی بے چین ہوں جیسے کسی عورت کا اکلوتا بیٹا اس کی گود میں ذبح کر دیا جائے، اس کے آنسو نہ تھمتے ہوں اور غم ٹھنڈا نہ ہوتا ہو، پھر وہ اٹھے اور باہر نکل گئے۔ ❶

ایک مرتبہ اشتر نخعی امیر المومنین علی بن ابی طالب کے پاس گیا، رات کا وقت تھا اور آپ نماز میں مشغول تھے، اشتر علی رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: دن میں روزہ رکھنا، رات میں شب بیداری کرنا اور بقیہ اوقات میں دوڑ بھاگ کی تھکاوٹیں!! جب علی رضی اللہ عنہ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: چونکہ سفر آخرت بہت طویل ہے، اس لیے رات میں بھی اسے طے کرنے کی ضرورت ہے۔ ❷

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ تقوی، مراقبت و خشیت الٰہی پر لوگوں کو ابھارتے رہتے تھے، آپ نے فرمایا: اے لوگو! اس ہستی سے ڈرو کہ جس سے اگر کوئی بات زبان سے کہو تو سنے اور اگر دل میں چھپاؤ تو جانے، اس موت سے عمل میں سبقت کرو جس سے اگر تم فرار اختیار کرو تو دوڑا کر دبوچ لے اور اگر اپنی منزل پر رہو تو بھی پکڑ لے۔ ❸

○ آپ فرماتے تھے: اے لوگو! مجھ سے یہ چند باتیں سیکھ لو، اگر تم اس کی تلاش میں رات اور دن اپنی سواری دوڑا کر اسے بے دم کر دو تو بھی اس جیسی قیمتی چیز نہ پاؤ گے: (۱) کوئی بندہ اگر امید لگائے تو صرف اپنے رب سے اور ڈرے تو صرف اپنے گناہ سے۔ (۲) جس چیز کا علم نہ ہو اس کے بارے میں علم حاصل کرنے سے ہرگز نہ شرم

---

❶ حلیۃ الأولیاء (۱/ ۸۴، ۸۵) الرقۃ و البکاء ص (۱۹۸) اس واقعہ میں ان حضرات کے لیے عبرت ہے جو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان عداوت تھی اور معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل شام برسر منبر علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتے تھے، اللہ تعالیٰ ایسے ناسمجھوں کو عقل سلیم عطا فرمائے۔ وہ اسلاف کے اختلاف کو اپنے اختلاف پر نہ قیاس کریں۔ (مترجم)

❷ لطائف المعارف / ابن رجب، اور التحمس لقیام اللیل / محمد صالح (۹۳).

❸ أدب الدنیا و الدین ص (۱۲۳) فرائد الکلام ص (۳۶۹).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کھائے۔ (۳) اگر کسی ایسی چیز کے بارے میں پوچھا جائے جس کا جواب وہ نہیں جانتا تو یہ کہتے ہوئے ہرگز شرم نہ محسوس کرے کہ میں نہیں جانتا۔ (۴) یاد رکھو! ایمان میں صبر کی وہی اہمیت ہے جو سر کی اہمیت جسم میں ہے، ایسے جسم کی کوئی وقعت نہیں جو بغیر سر کے ہو۔ [1]

آپ کی یہ نصیحت بڑی گراں قدر نصیحت ہے۔ آپ نے عقیدۂ توحید کی درستگی واصلاح کی جانب سب سے پہلے توجہ دلائی اور پھر علم کے آداب سکھائے۔ پس حقیقی مومن صرف اور صرف اللہ سے امید لگاتا ہے، اس لیے کہ تنہا اسی کی ذات انعامات کا فیضان کرنے والی ہے، اس کی مخلوقات کے ہاتھوں سے ایسے مومن کو جو کچھ عطیات و نوازشیں ملتی ہیں ان کا حقیقی عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے۔ مخلوقات تو محض ایک سبب اور ذریعہ ہیں۔

حقیقی مومن صرف اور صرف اللہ سے ڈرتا ہے، اس لیے کہ وہی اس کے نفع ونقصان کا مالک ہوتا ہے، اس کی وہ مخلوقات جن سے لوگ خوفزدہ رہتے ہیں اور ان کی شر سے گھبراتے ہیں، ان کے اختیار میں کچھ نہیں ہے، وہ سب اللہ کے قبضہ وگرفت میں ہیں۔

اور سچائی و دانائی کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جب تنہا اللہ ہی کی ذات خالق، رازق، مالک اور ہر چیز پر قادر ہے، تو بھلا مومن اس کے علاوہ کسی سے امید ہی کیوں لگائے؟ یا دوسرے سے کیوں ڈرے۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے خوف الٰہی کو گناہوں کے خوف سے تعبیر کیا ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ گناہوں کے انجام یعنی عذاب الٰہی سے انسان خبردار رہے، گویا سب سے اہم راستہ کی طرف رہنمائی ہے جس کے ذریعے سے انسان خوف الٰہی کی منزل تک پہنچ سکتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے کچھ آداب تعلّم سکھائے، اس لیے کہ دینی مسائل کو تعلیم و تعلّم ہی سے حاصل کیا جاسکتا ہے، چنانچہ آپ نے متعلّم کے آداب بتائے کہ وہ علم حاصل کرنے میں حیا و شرم سے باز رہے، بڑھاپا یا کمزوری حصول علم کی راہ میں رکاوٹ نہ بنے۔ اسی طرح معلم کے آداب میں یہ بات شامل ہے کہ جس مسئلہ میں اسے حکم نہ معلوم ہو تو یہ کہتے ہوئے شرم نہ محسوس کرے کہ میں نہیں جانتا، اس لیے کہ اسی میں اس کے دین اور پوچھنے والے کے دین کی سلامتی ہے۔ پھر آپ نے اپنی قیمتی نصیحت کو ایمان کی ایک اصل کی اہمیت پر ختم کیا، یعنی صبر کے مقام ومرتبہ کو واضح کیا، آپ صبر کو ایمان میں وہی درجہ دیتے ہیں، جو سر کا درجہ جسم میں ہوتا ہے۔ صبر کی اتنی عظیم اہمیت اس لیے ہے کہ تمام تر معاملات کی کامیابی خواہ ان کا تعلق دین سے ہو یا دنیا سے صبر ہی پر ہے۔ [2]

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے بچپن ہی سے مختلف صبر آزما مراحل مثلاً خفیہ طریقے سے قبول اسلام، غزوات وسرایا میں شرکت، خلافت راشدہ کے نازک ترین مسائل کی تحلیل اور اپنی دور خلافت کے فتنوں اور تشویشناک حالات کا سامنا کرتے رہے یہاں تک کہ آپ شہید کردیے گئے۔ آپ کی صبر آزما زندگی کے یہ تمام مراحل آج کے داعیان اسلام و مصلحین امت کو یہ پیغام دیتے ہیں کہ دعوت الی اللہ کے میدان میں کس قدر صبر وتحمل اور مالی قربانی کی

---

[1] حلیة الأولیاء (۱/ ۷۵) صفة الصفوة (۱/ ۳۲۶). [2] التاریخ الإسلامی (۱۲/ ۴۳۴).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ضرورت ہے۔ ❶ علی رضی اللہ عنہ موقع بہ موقع اپنے ساتھیوں کو صبر کی تلقین کرتے رہتے، چنانچہ ایک مرتبہ اشعث بن قیس سے فرمایا: تمھاری تقدیر میں جو ہے، وہی ہوگا۔ اگر تم صبر کر لیتے ہو تو اجر ملے گا، اور اگر جزع فزع کرتے ہو تو گناہ گار ہو۔ ❷ اور فرمایا: ایمان میں صبر کی وہی حیثیت ہے جو سر کی حیثیت جسم میں ہے، اگر سر کاٹ دیا جائے تو جسم کی کوئی حیثیت نہیں رہتی، پھر آپ نے بلند آواز سے کہا: سن لو! جس کے پاس صبر کا ملکہ نہیں اس کے پاس ایمان نہیں۔ ❸

اور فرمایا: صبر ایک سواری ہے جو کبھی درماندہ نہیں ہوتی، اللہ کے دین میں صبر کا بڑا اونچا مقام ہے۔ متعدد آیات میں اللہ نے اس کی اہمیت جتائی ہے، فرمایا:

﴿إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّٰبِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿١٠﴾﴾ (الزمر: ۱۰)

''صرف صبر کرنے والوں ہی کو ان کا اجر کسی شمار کے بغیر دیا جائے گا۔''

صبر کے فضائل میں متعدد احادیث بھی ثابت ہیں، صبر کی تین قسمیں ہیں: (۱) اللہ کی اطاعت پر صبر کرنا۔ (۲) اللہ کی معصیت سے رک جانے پر صبر کرنا۔ (۳) مصائب ومشکلات پر صبر کرنا۔

○ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اپنے جملہ اعمال وحرکات میں خلوص وللّٰہیت کے حریص تھے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی عملی تصویر بنا چاہتے تھے:

﴿قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ ۖ وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ ﴿٢٩﴾﴾ (الاعراف: ۲۹)

''کہہ دے میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے اور اپنے رخ ہر نماز کے وقت سیدھے رکھو اور اس کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے اس کو پکارو۔ جس طرح اس نے تمھاری ابتدا کی، اسی طرح تم دوبارہ پیدا ہو گے۔''

اور فرمایا:

﴿فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَٰلِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ﴿١١٠﴾﴾

(الکهف: ۱۱۰)

''پس جو شخص اپنے رب کی ملاقات کی امید رکھتا ہو تو لازم ہے کہ وہ عمل کرے نیک عمل اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔''

اور فرمایا:

﴿فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَٰفِرُونَ ﴿١٤﴾﴾ (غافر: ۱٤)

---

❶ منهج علي بن أبي طالب في الدعوة إلى الله ص (٥٢٥).

❷ أدب الدنيا و الدين ص (٢٧٨) فرائد الكلام ص (٣٧١).

❸ عدة الصابرين و ذخيرة الشاكرين / ابن القيم ص (١٥٣).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''پس اللہ کو پکارو، اس حال میں کہ دین کو اسی کے لیے خالص کرنے والے ہو، اگرچہ کافر برا مانیں۔''

اور فرمایا:

﴿هُوَ الْحَيُّ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ (غافر: ٦٥)

''وہی زندہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، سو اسے پکارو، اس حال میں کہ اسی کے لیے دین کو خالص کرنے والے ہو۔''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سبق پڑھا تھا کہ جب تک اعمال میں خلوص وللّٰہیت نہ ہو وہ اللہ کے یہاں قابل قبول نہیں، گویا عبادات کی قبولیت کے لیے نیت و اخلاص بنیادی شرط ہے، اگر عبادت میں اخلاص نہیں ہے تو اسے عبادت گزار کے منہ پر مار دیا جاتا ہے، جیسا کہ حدیث قدسی میں وارد ہے:

((اَنَا أُغْنِی الشُّرَكَاءَ عَنِ الشِّرْكِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا أَشْرَكَ فِيْهِ مَعِيْ غَيْرِيْ تَرَكْتُهُ وَشِرْكَهُ.)) ❶

''میں شرک سے قطعاً بے نیاز ہوں، جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں میرے ساتھ میرے علاوہ کو شریک کیا، میں اسے اور اس کے شرک کو چھوڑ دوں گا۔''

آپ شرک کی تمام انواع واقسام سے برسر پیکار رہے، خواہ وہ شرک ربوبیت ہو یا شرک الوہیت اور ہمیشہ حریص رہے کہ تمام تر حرکات وسکنات اخلاص وللّٰہیت پر مبنی ہوں۔ آپ تمام لوگوں کو عموماً لیکن طلباء کو خصوصاً ریاکاری سے دور رہنے کی تلقین کرتے تھے، چنانچہ فرمایا: اے علم کے پاسبانو! جو کچھ سیکھو اس پر عمل کرو، عالم وہی ہے جو اپنے علم کے مطابق عمل کرے، اس کے علم اور عمل میں کوئی تضاد نہ ہو، عنقریب ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو علم سیکھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہ جائے گا، ان کے ظاہر و باطن میں تضاد ہوگا، علم و عمل میں مخالفت ہوگی وہ حلقے اور مجلسیں منعقد کریں گے اور ایک دوسرے پر فخر جتائیں گے۔ یہاں تک کہ اگر ان میں کسی کا ہم نوا کسی دوسرے کے ساتھ بیٹھ گیا تو وہ اس پر سخت غصے ہوگا اور اسے چھوڑ دے گا ایسے لوگوں کے اعمال اس مجلس سے اٹھ کر اللہ کے پاس ہرگز جانے والے نہیں ہیں۔ ❷ اس واقعہ میں آپ نے برتری وشہرت کے خواہاں ریاکار واعظین و مدرسین کی ایک انتہائی خطرناک بیماری کی طرف اشارہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ اگر اس کے شاگرد کسی دوسرے عالم کی مجلس میں بیٹھ جائیں، جس میں ان کی مصلحت و مفاد ہے تو ایسے مدرسین ان طلباء پر سخت برہم ہوتے ہیں، گویا انھیں طلباء کی افادیت اور خیرخواہی مقصود نہیں ہوتی بلکہ صرف اپنی شہرت اور بڑائی عام کرنا مقصود ہوتا ہے، یہ بات وہ مدرسین دواعظین اگرچہ اپنی زبان سے نہ کہیں، لیکن حکایت حال اس کی عکاسی کرتا ہے۔ ❸

---

❶ صحيح مسلم / الزهد، حديث نمبر (٥٩٨٥).

❷ مقدمة سنن الدارمی (١/ ١٠٦) الجامع لأخلاق الراوی (١/ ٩٠).

❸ منهج علی بن أبی طالب فی الدعوة ص (٥١٣).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایسا داعی و مدرس مخلص نہیں ہے اس لیے مخلص داعی و مدرس کی پوری کوشش اس بات کے لیے ہوتی ہے کہ لوگ حق کے پرستار ہو جائیں اگرچہ اس میں میری رائے کی مخالفت ہی کیوں نہ ہو رہی ہو، یہی حال امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا بھی تھا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا: تم جیسے پہلے فیصلہ کرتے تھے کرو، میں (شیخین سے) اختلاف کو ناپسند کرتا ہوں تاکہ لوگ متحد رہیں یا میں بھی اپنے ساتھیوں (ابوبکر و عمر و عثمان) کی طرح اس دنیا سے چل بسوں۔ ❶ علی رضی اللہ عنہ نے ام ولد کی بیع کے سلسلہ میں اپنی رائے سے تنازل اختیار کرتے ہوئے عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم دیتے ہوئے یہ بات فرمائی تھی۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ ام ولد کے بیع کو جائز نہیں سمجھتے تھے جب کہ علی رضی اللہ عنہ کی رائے میں ام ولد کی بیع جائز تھی۔ ❷

آپ کا یہ طرزِ عمل داعیانِ اسلام اور طلباء مدارس اسلامیہ کو سبق دیتا ہے کہ جائز رائے میں اختلاف واقع ہونا طبعی چیز ہے، اس سے تنگ دل ہونے کی ضرورت نہیں ہے، نہ ہی اس سے اسلامی وحدت کو نقصان پہنچانا چاہیے، اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ دعوتی میدان میں کام کرنے والے لوگ اس پہلو سے اپنی تحریک پر نگاہ ڈالیں اور دیکھیں کہ ہمارا طرزِ عمل کیا ہے!؟ اور اللہ سے دعا کریں کہ وہ اس اخلاق حسنہ سے تمام داعیانِ اسلام کو آراستہ کردے، تاکہ اپنی وفات کے بعد ثوابِ الٰہی کے مستحق ہوں اور دنیا میں ان کی کوششوں کے ثمرات دیکھنے کو ملیں۔

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی عبادت خلوص وللّٰہیت اور اتباع نبوی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ آپ کی پوری زندگی نوع بہ نوع عبادتوں سے عبارت تھی۔ آپ اس فرمانِ الٰہی کے مجسم تصویر تھے:

﴿ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦٢﴾ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿١٦٣﴾ ﴾ (الانعام: ١٦٢-١٦٣)

''کہہ دے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے، جو جہانوں کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں حکم ماننے والوں میں سب سے پہلا ہوں۔''

تزکیۂ نفس اور شریعت اسلامیہ پر استقامت میں عبادت کا بہت اہم کردار رہا ہے۔ علی رضی اللہ عنہ نے اس حقیقت کو نہایت باریکی سے سمجھا اور استقامت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ استقامت اختیار کرو، یعنی فرائض کو ادا کرو۔ ❸

شکرِ الٰہی:

انسان جن نعمتوں سے نوازا گیا ہے انھیں اپنے مقصدِ وجود کے لیے استعمال کرے، یہی شکر گزاری ہے۔ ❹

---

❶ صحیح البخاری / فضائل الصحابة (٣/ ٢٣).

❷ دیکھیے: فتح الباری (٧/ ٧٣) اس واقعہ میں ان حضرات کے لیے درس و عبرت ہے جو خلفاء ثلاثہ اور علی رضی اللہ عنہ کے درمیان عداوت کو ہوا دے کر اپنی دکان چمکانے میں لگے ہوئے ہیں اور امت کا شیرازہ منتشر کر رکھا ہے اور صحابہ کرام پر سب و شتم کو قربتِ الٰہی کا ذریعے سے سمجھ لیا ہے، اللہ تعالیٰ ان حضرات کے شر سے امت کو محفوظ رکھے۔ (مترجم)

❸ زاد المسیر (٧/ ٢٥٤). ❹ التوقیف علی مهمات التعاریف ص (٤٣٥).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

[illegible]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ادا کریں۔ ❶

ایک مرتبہ آپ نے باشندگان ہمدان کے ایک شخص سے کہا: نعمت، شکر سے مربوط ہے اور شکر نعمت الٰہی کے مزید نزول سے مربوط ہے۔ ❷ اور دونوں (نعمت اور شکر) ایک ہی رسی میں بندھے ہوئے ہیں۔ اللہ کی طرف سے مزید نعمتیں اس وقت تک نہیں بند ہوسکتیں جب تک بندے کی طرف سے شکر گزاری نہ بند ہو جائے۔ ❸

آپ کا خیال تھا کہ اپنے حریف کو معاف کر دینا شکرانِ نعمت کی ایک قسم ہے۔ چنانچہ فرمایا: جب تم اپنے دشمن پر قابو پاؤ تو اس پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے اسے معاف کر دو۔ ❹

اللہ سے دعا و مناجات:

اللہ سے دعا و مناجات کا دروازہ نہایت کشادہ ہے، جب بندے پر وہ دروازہ کھل جاتا ہے تو اس پر خیر و برکت کا فیضان ہو جاتا ہے، اسی لیے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کثرت دعا اور اللہ سے اپنے بہتر تعلق کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہے، اللہ کا فرمان ہے:

﴿ وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۝ ﴾ (غافر: ٦٠)

"اور تمھارے رب نے فرمایا مجھے پکارو، میں تمھاری دعا قبول کروں گا۔ بے شک وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہوکر جہنم میں داخل ہوں گے۔"

اور فرمایا:

﴿ وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۝ ﴾ (البقرة: ١٨٦)

"اور جب میرے بندے تجھ سے میرے بارے میں سوال کریں تو بے شک میں قریب ہوں، میں پکارنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے، تو لازم ہے کہ وہ میری بات مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں، تاکہ وہ ہدایت پائیں۔"

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ بیشتر اوقات نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہے تھے اور آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہوئے اور مدد طلب کرتے ہوئے دیکھا تھا، اس لیے اس عبادت کو مکمل طور سے نبی کریم ﷺ سے سیکھنے کی تڑپ آپ کے اندر ہمیشہ رہتی اور کوشش کرتے کہ انھیں الفاظ اور صیغوں میں دعا و تسبیح کریں جو نبی کی تعلیم کے

---

❶ عدة الصابرين ص (١٢٢) علوا الهمة (٥/ ٤٨١).

❷ فرمان الٰہی: ﴿ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ ﴾ کی طرف اشارہ ہے۔ (مترجم)

❸ الشكر / ابن ابی الدنيا بحواله علو الهمة (٥/ ٤٨١).

❹ الإعجاز و الإيجاز / الثعالبی ص (٣٠) یعنی دشمن پر قابو پانے کے باوجود اس کو معاف کر دینا اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری ہے جس نے دشمن پر قابو عطا کیا ہے۔ (مترجم)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مطابق اور آپ کو پسند ہوں، اس لیے کہ دعا، تسبیح اور درود نبوی کے دوسرے صیغے اور الفاظ بظاہر کتنے ہی حسین اور معانی کتنے ہی بلیغ کیوں نہ ہوں انھیں ماثورہ دعاؤں پر فوقیت دینا کسی حالت میں درست نہیں ہے، اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں معلم خیر اور صراط مستقیم کے ہادی بن کر آئے تھے اور آپ سب سے زیادہ اس بات کو جانتے تھے کہ فلاں فلاں صیغوں سے افضل اور کامل المعنی دوسرے صیغے نہیں ہیں۔

حب علی کے دعوے دار روافض شیعوں نے بہت سے من گھڑت اذکار اور دعائیں علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کردی ہیں، جو یکسر جھوٹ اور بہتان ہیں، لہٰذا جو شخص یا جماعت حقیقت میں علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتی ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ آپ کے ارشادات وطرز عمل کو اپنائے، انھوں نے اقوال وافعال میں ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے کی تعلیم دی ہے۔ علی رضی اللہ عنہ مستجاب الدعوات تھے، چنانچہ زاذان ابوعمر سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے علی رضی اللہ عنہ کو ایک حدیث سنائی، آپ نے کہا: مجھے یقین ہے کہ تم مجھ سے جھوٹ کہہ رہے، اس نے کہا: نہیں میں نے ایسا نہیں کیا، آپ نے فرمایا: اگر تم جھوٹے ہو تو میں تمھارے لیے بددعا کررہا ہوں، اس نے کہا: کیجیے، چنانچہ آپ نے بددعا کیا اور وہ ابھی اپنی جگہ سے ہٹا نہ تھا کہ اندھا ہوگیا۔ ❶

اگر کسی شخص سے اپنی تعریف سن لیتے تو فرماتے: اے اللہ! مجھے ان چیزوں میں بخش دے جنھیں یہ لوگ نہیں جانتے اور میرے بارے میں جو کہہ رہے ہیں اس سلسلے میں میری گرفت نہ کر اور میرے بارے میں یہ لوگ جو حسن ظن رکھتے ہیں مجھے اس سے کہیں زیادہ بہتر بنادے۔ ❷

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ، وَلْيَرُدَّ عَلَيْهِ مَنْ حَوْلَهُ ، يَرْحَمُكَ اللّٰهُ وَلْيَرُدَّ عَلَيْهِ يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ .)) ❸

''جب تم میں سے کوئی چھینکے تو ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' کہے اور جو اس کے پاس ہو وہ جواب میں ''يَرْحَمُكَ اللّٰه'' کہے اور چھینکنے والا اس کے جواب میں ''يَهْدِيْكُمُ اللّٰه وَيُصْلِح بَالَكُمْ'' کہے۔''

مسلمان کے اس عمل میں خوش خلقی کا مظاہرہ ہے اور ایک مناسب موقع پر اللہ کی حمد وثنا کرکے اس کی بڑائی اور توقیر کا اعتراف ہے۔ حلیمی کا بیان ہے کہ چھینک دماغ کے بوجھ کو ہلکا کردیتی ہے اور دماغ ہی میں فکر کی قوت ہوتی ہے، وہیں سے حس وحرکت کی تخلیق ہوتی ہے، اگر دماغ درست ہے تو دیگر اعضاء بھی درست رہتے ہیں۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ چھینک اللہ کی ایک نعمت ہے، اس لیے مناسب تھا کہ اس کے عوض اللہ کی حمد وثنا ہو، کیونکہ اس میں اللہ کی قوت تخلیق اور قدرت کاملہ کا اقرار اور نیچریت کا انکار ہوتا ہے۔ ❹

---

❶ البداية والنهاية (٨/ ٦). ❷ موعظة المتقين (٢/ ٢٢٨).

❸ سنن ابن ماجه (٢/ ١٢٢٤) صحيح سنن ابن ماجه / البانی (٢/ ٣٠٣).

❹ فتح الباری (١٠/ ٦٠٢).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح مسافر کے آداب کے بارے میں علی رضی اللہ عنہ نے ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بتائی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ کرتے تو یہ دعا پڑھتے:

((بِكَ اللّٰهُمَّ اَصُوْلُ ، وَبِكَ اَجُوْلُ وَ بِكَ اَسِيْرُ .)) ❶

''اے اللہ تیری ہی مدد سے میں سوار ہوتا ہوں، اور تیری ہی مدد سے (دیار و بلاد) میں گھومتا ہوں اور تیری ہی مدد سے چلتا ہوں۔''

اسی طرح آپ نے ایک اور موقع پر آداب مسافر میں سے دوسرا ادب سکھایا کہ جب آپ سفر پر نکلنے لگے تو اپنے قدم کو سواری کے رکاب میں رکھا اور کہا: بِسْمِ اللّٰهِ ، جب اس پر ٹھیک سے سوار ہو گئے تو کہا: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' پھر یہ دعا پڑھی: ((سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِيْنَ وَ اِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ .)) پھر تین مرتبہ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' تین مرتبہ ''اَللّٰهُ اَكْبَرُ'' کہا، اور یہ دعا پڑھی: ((اَللّٰهُمَّ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ ظَلَمْتُ نَفْسِيَ فَاغْفِرْلِيْ إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ .)) پھر ہنسنے لگے، راوی کا بیان ہے کہ لوگوں نے پوچھا: اے امیر المومنین! کس بات پر ہنس رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا تھا جس طرح میں نے کیا اور آپ نے یہی دعا پڑھی تھی جو میں نے پڑھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسنے لگے، تو ہم نے پوچھا: اے اللہ کے نبی آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا تھا: ''عَجِبْتُ لِلْعَبْدِ إِذَا قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اَنْتَ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا هُوَ .)) ❷ جب بندہ کہتا ہے کہ ''اے اللہ تیرے علاوہ کوئی معبود حقیقی نہیں، مجھے بخش دے، تیرے علاوہ گناہوں کو کوئی بخشنے والا نہیں'' تو مجھے اس کو یہ ادا پسند آ گئی، یعنی بندے کا یہ عقیدہ اور یقین کہ وہ جانتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی گناہوں کو بخشنے والا نہیں۔

ابن اعبد کا بیان ہے کہ مجھ سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابن اعبد! کیا تم کھانے کا حق جانتے ہو؟ میں نے کہا: اے ابن ابی طالب اس کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم یہ کہہ لیا کرو، ((بِسْمِ اللّٰهِ ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْمَا رَزَقْتَنَا .)) اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، اے اللہ تو نے ہمیں جو روزی دی ہے اس میں برکت عطا فرما، پھر آپ نے فرمایا: جب کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو اس کا شکر کیا ہے، کیا تمھیں معلوم ہے؟ میں نے کہا: اس کا شکر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم یہ دعا پڑھو: ((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا .)) ❸ تمام تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا۔

آپ جب ہلال (مہینا کا پہلا چاند) دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے:

---

❶ مسند أحمد (۲/ ۸۳) اس کی سند صحیح نہیں، تحقیق احمد شاکر۔

❶ مسند أحمد (۲/ ۱۸۳) اس کی سند صحیح ہے۔ (تحقیق احمد شاکر)

❷ مسند احمد (۲/ ۳۲۹) اس کی سند حسن ہے۔ (تحقیق احمد شاکر)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَیْرَ هٰذَا الشَّهْرِ وَ فَتْحَهُ وَ نَصْرَهُ وَ بَرَكَتَهُ وَ رِزْقَهُ وَ نُوْرَهُ وَ طُهُوْرَهُ وَ هُدَاهُ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهِ وَ شَرِ مَا فِیْهِ وَ شَرِّ مَا بَعْدَهُ .)) ❶

''اے اللہ میں تجھ سے اس مہینے کی بھلائی، فتح ونصرت، برکت، رزق، نور، پاکیزگی اور ہدایت وتقویٰ کا طالب ہوں، اور اس مہینا کی برائی اور اس مہینا میں واقع ہونے والی اور اس کے بعد کی برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''

آپ سجدوں میں یہ دعا پڑھتے تھے:

((رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ .)) ❷

''اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے مجھے بخش دے۔''

دونوں سجدوں کے درمیان یہ دعا پڑھتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَ ارْحَمْنِیْ وَاجْبُرْنِیْ وَ ارْزُقْنِیْ .)) ❸

''اے اللہ! مجھے بخش دے مجھ پر رحم فرما، میری کوتاہیاں کو نیکیوں سے پوری کردے اور مجھے روزی عطا فرما۔''

بازار جانے والے کو نصیحت کرتے کہ جب تم بازار میں داخل ہونا تو یہ دعا پڑھ لینا:

((بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ، تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ وَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ یَمِیْنٍ فَاجِرَةٍ ، وَ صَفْقَةٍ خَاسِرَةٍ وَ مِنْ شَرِّ مَا اَحَاطَتْ بِهِ هٰذِهِ السُّوْقُ .)) ❹

''اللہ کے نام سے، جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے، میں نے اللہ پر توکل کیا ہے، اللہ کے علاوہ کسی کے بس میں کچھ نہیں ہے، اے اللہ میں جھوٹی قسم، نقصان دہ تجارت اور اس بازار کی قباحتوں و برائیوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''

آپ اکثر کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کلمات سے محبوب ترین کوئی چیز نہیں ہے:

((اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ، اَللّٰهُمَّ لَا اَعْبُدُ اِلَّا اِیَّاكَ ، اَللّٰهُمَّ لَا اُشْرِكُ بِكَ شَیْئًا ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ ، اِنَّهُ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ .)) ❺

''اے اللہ تیرے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، اے اللہ میں صرف تیری ہی عبادت کرتا ہوں، اے اللہ میں تیرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا، اے اللہ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے، مجھے بخش دے، تیرے سوا کوئی گناہوں کو بخشنے والا نہیں۔''

---

❶ كنز العمال حديث نمبر (٢٤٣١٠) فقه علی بن أبی طالب ص (٢٥١).

❷ فقه علی بن أبی طالب / قلعجی ص (٢٥١).

❸ فقه علی بن أبی طالب / قلعجی ص (٢٥١).

❹ فقه علی بن أبی طالب / قلعجی ص (٢٥١).

❺ مصنف ابن أبی شيبة (٢/ ١٤٩).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ دعا بھی پڑھتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْنَا عَلَى كَلِمَةِ الْعَدْلِ بِالرِّضٰى وَ الصَّوَابِ وَ قِوَامِ الْكِتَابِ ، هَادِيْنَ مَهْدِيِّيْنَ ، رَاضِيْنَ مَرْضِيِّيْنَ غَيْرَ ضَالِّيْنَ وَ لَا مُضِلِّيْنَ .)) ❶

''اے اللہ! ہمیں سچی اور اچھی باتوں پر، نیز قرآن مجید کے احکام پر، راضی رکھ، ہمیں رہنما اور ہدایت یافتہ، اپنے قضاء وقدر پر راضی رہنے والا، نیز دوروں کے نزدیک پسندیدہ بنا، گمراہ اور گمراہ گر نہ بنا۔''

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ بھی تھی:

((اَللّٰهُمَّ اَسْئَلُكَ بِرَحْمَتِكَ الَّتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ، وَبِجَبْرُوْتِكَ الَّتِيْ غَلَبْتَ بِهَا كُلَّ شَيْءٍ ، وَبِعَظْمَتِكَ الَّتِيْ غَلَبْتَ بِهَا كُلَّ شَيْءٍ وَ سُلْطَانِكَ الَّذِيْ مَلَأْتَ بِهِ كُلَّ شَيْءٍ ، وَبِقُوَّتِكَ الَّتِيْ لَا يَقُوْمُ لَهَا شَيْءٌ ، وَبِنُوْرِكَ الَّذِيْ اَضَاءَ لَهُ كُلُّ شَيْءٍ ، وَ بِعِلْمِكَ الَّذِيْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ ، وَ بِاسْمِكَ الَّذِيْ يَبِيْدُ كُلَّ شَيْءٍ ، وَ بِوَجْهِكَ الْبَاقِيْ بَعْدَ فَنَاءِ كُلِّ شَيْءٍ ، يَا اَللّٰهُ! يَا رَحْمٰنُ! يَا رَحِيْمُ! اِغْفِرْلِيَ الذُّنُوْبَ الَّتِيْ تُنْزِلُ النِّقَمَ ، وَالذُّنُوْبَ الَّتِيْ تُوْرِثُ النَّدَمَ ، وَاغْفِرْلِيَ الذُّنُوْبَ الَّتِيْ تَحْبِسُ الْقَسَمَ ، وَ اغْفِرْلِيَ الذُّنُوْبَ الَّتِيْ تُغَيِّرُ النِّعَمَ ، وَاغْفِرْلِيَ الذُّنُوْبَ الَّتِيْ تُنْزِلُ الْبَلَاءَ وَ تُدِيْلُ الْاَعْدَاءَ ، وَاغْفِرْلِيَ الذُّنُوْبَ الَّتِيْ تَحْبِسُ غَيْثَ السَّمَاءِ وَ تَرُدُّ الدُّعَاءَ ، وَاغْفِرْلِيَ الذُّنُوْبَ الَّتِيْ تَرُدُّنِيْ إِلَى النَّارِ .)) ❷

''اے اللہ تیری رحمت کے ذریعے سے میں تجھ سے سوال کرتا ہوں جو کہ ہر چیز پر وسیع ہے اور تیرے غلبہ و قوت کے واسطے سے جس سے ساری چیزیں مغلوب ہیں اور تیری عظمت کے واسطے سے جس کے سامنے ساری چیزیں ہیچ ہیں، اور تیری سلطنت کے واسطے سے جو ہر چیز میں داخل ہے اور تیری قوت کے واسطے سے جس کا کوئی مقابل نہیں اور تیرے نور کے واسطے سے جس سے ہر چیز منور ہے اور تیرے علم کے واسطے سے جو ہر چیز کو محیط ہے اور تیرے نام کے واسطے سے جو ہمیشہ رہنے والا ہے اور تیرے چہرہ کے واسطے سے جو ہر چیز کے فنا ہونے کے بعد بھی باقی رہنے والا ہے۔ اے اللہ! اے رحمن! اے رحیم! میرے ان گناہوں کو معاف فرما دے، جن سے تیری سزائیں آتی ہیں، اور ان گناہوں کو بھی جو باعث شرمندگی ہوتے ہیں اور ان گناہوں کو بخش دے جو روزی کی تقسیم کو روک دیتے ہیں، نعمتوں کو نقمتوں میں بدل دیتے ہیں اور ان گناہوں کو بھی بخش دے جن سے بلائیں نازل ہوتی ہیں، اور دشمنوں کا تسلط ہوتا ہے، اور میرے ان گناہوں سے درگزر کردے جو آسمان سے بارش روک دیتے ہیں اور دعاؤں کی قبولیت سے مانع ہوتے ہیں اور ان گناہوں کو بھی معاف فرما جو ہمیں جہنم میں دھکیلنے والے ہیں۔''

---

❶ فقه علي بن أبي طالب / د۔قلعجي ص (۲۵۲). ❷ فقه علي بن ابي طالب ص (۲۵۲).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی یہ دعا واضح کرتی ہے کہ آپ کس قدر اپنے رب سے اپنی محتاجگی کا اظہار کرتے تھے اور اپنے گناہوں سے ڈرتے رہتے تھے، نیز یہ دعا ہمیں تعلیم دیتی ہے کہ ہمیں کس طرح اللہ کے اسمائے حسنیٰ کو دہرانا اور استعمال کرنا چاہیے اور کیسے ان کے ذریعے سے دعائیں کرنی چاہیے۔ گویا یہ پوری دعا اللہ تعالیٰ کے لیے امیر المومنین کی کامل عبودیت کا نقشہ کھینچتی ہے۔ علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چند کلمات سکھائے اور حکم دیا کہ جب مجھے کوئی پریشانی یا مصیبت لاحق ہو تو میں انھیں پڑھ لیا کروں، وہ کلمات یہ ہیں:

((لَا إِلٰـــهَ إِلَّا اللّٰـهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ ، سُبْحَانَهُ تَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ .)) [1]

''اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی حقیقی معبود نہیں، وہ بردبار اور کریم ہے، اس کی ذات پاک و بابرکت ہے، وہ عرش عظیم کا رب ہے، تمام تعریف اللہ کے لیے ہے جو ساری کائنات کا رب ہے۔''

عبداللہ بن جعفر مرنے والے کو ان کلمات کے پڑھنے کی تلقین کرتے تھے، اور اگر کسی کو بخار ہوتا تو اس پر یہی دعا پڑھ کر دم کرتے، اور دوسرے خاندان میں ازدواجی زندگی گزارنے والی اپنی لڑکیوں کو یہی دعا پڑھتے رہنے کی نصیحت کرتے۔ [2]

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی یہ چند اخلاق کریمہ اور اوصاف حمیدہ تھیں جو آپ کی توحید، ایمان باللہ اور زاد آخرت کی تیاری کا ثمرہ تھیں، علاوہ ازیں شجاعت، بردباری اور فصاحت و بلاغت جیسی بے شمار صفات کمال سے آپ متصف تھے، جنھیں موقع بہ موقع واقعات کے ضمن میں آئندہ صفحات میں ذکر کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی حکومت کے اساسی مآخذ

امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی حکومت میں قرآن، سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، اور شیخین (ابوبکر، وعمر رضی اللہ عنہما) کی اقتداء کو اساسی مآخذ کی حیثیت حاصل تھی۔

۱۔ پہلا ماخذ:...... قرآن مجید:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَاۤ اَرٰىكَ اللّٰهُ ؕ وَ لَا تَكُنْ لِّلْخَآىِٕنِیْنَ خَصِیْمًا ۟ۙ﴾ (النساء : ۱۰۵)

''بے شک ہم نے تیری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی، تاکہ تو لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کرے جو اللہ نے تجھے دکھایا ہے اور تو خیانت کرنے والوں کی خاطر جھگڑنے والا نہ بن۔''

---

[1] سنن البیهقی (۷/ ۱۲۹) معرفة الصحابة / أبی نعیم/ حدیث نمبر (۳۵۲) .

[2] فضائل الصحابة (۲/ ۸۲۰) اس کی سند حسن ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پس اللہ کا یہ فرمان بتاتا ہے کہ قرآن، انسانی نظام حیات سے متعلق مکمل شرعی احکامات پر مشتمل ہے اور مسلمانوں کو سلطنت وحکومت کی جن اساسیات کی ضرورت ہے وہ سب کچھ اس میں موجود ہے۔ اس سلسلے میں علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اپنے دین پر جمے رہو، اپنے نبی کی سنت کی اتباع کرتے رہو اور ان کے بتائے ہوئے طریقہ کو مکمل طور پر اپناؤ اور اپنے مشکل معاملات کا حل قرآن میں ڈھونڈو، پھر قرآن جس چیز کی رہنمائی کرے اس سے چمٹ جاؤ، اور وہ جس کی تردید کرے اسے دور پھینک دو۔ ❶

۲۔ دوسرا ماخذ:......سنت مطہرہ:

سنت مطہرہ دوسرا بنیادی ماخذ ہے جس سے اسلامی دستور کی ساخت عمل میں آتی ہے اور اسی سے قرآنی احکامات وتعلیمات کے تطبیقی وتنفیذی حدود اربعہ کی معرفت ہوتی ہے۔ ❷ اس سلسلے میں امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طور طریقوں کی اقتداء کرو، کیونکہ وہی سب سے بہتر طور طریقے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی سنت کو اختیار کرو، کیونکہ وہی سب سے افضل سنت ہے۔ ❸

۳۔ پیش رو خلفائے راشدین کی اقتداء:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((اِقْتَدُوْا بِالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِيْ: أَبِيْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ .)) ❹

''میرے بعد ابوبکر وعمر کی اقتداء کرو۔''

ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے سے غلہ اگایا، اور جسم میں جان پیدا کی، ان دونوں سے وہی محبت کرے گا جو پکا سچا مومن ہوگا اور وہی شخص نفرت کرے گا جو فاجر و کمینہ ہوگا، وہ دونوں پوری سچائی اور وفاداری سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، بھلائی کا حکم دیتے رہے اور برائیوں سے روکتے رہے، اپنا کوئی عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے خلاف نہیں کرتے تھے اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کی رائے کی طرح کسی کی رائے سمجھتے تھے، نہ ان دونوں کی طرح کسی سے محبت کرتے تھے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پوری زندگی ان دونوں سے راضی رہے اور ان دونوں سے پوری مدت خلافت تمام مومن بھی راضی رہے۔ اس طرح علی رضی اللہ عنہ نے بات جاری رکھی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمانے لگے: ابوبکر روئے زمین پر سب سے اچھے آدمی تھے، بہت ہی رحم دل، مہربان، خداترس، صاحب ورع اور عمر و قبولیت اسلام میں سب سے قدیم تھے۔ ہمارے درمیان اپنی پوری مدت خلافت سیرت رسول کے نقوش پر عمل پیرا رہے۔ پھر آپ کے بعد خلافت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں گئی، انھوں نے اپنی پوری سیاست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہج وعمل اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے طریقہ پر قائم رکھی، جیسے بچھڑا اپنی ماں کے پیچھے چلتا ہے اسی طرح آپ ان دونوں کے متبع رہے...... پھر فرمایا:

---

❶ البداية والنهاية (٧/ ٢٤٦).
❷ فقه التمكين في القرآن الكريم / الصلابي ص (٤٣٢).
❸ البداية والنهاية (٧/ ٣١٩).
❹ صحيح سنن الترمذي (٣/ ٢٠٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ذرا بتاؤ آج ان دونوں کی طرح تم میں کون ہو سکتا ہے؟ اللہ ان دونوں پر اپنی رحمت نازل کرے اور انھیں کے راستے پر چلنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے، جب تک ان دونوں کے نقوش کی پیروی نہ کی جائے گی اور ان سے محبت نہ کی جائے گی، ان دونوں کا مقام و مرتبہ ملنا ناممکن ہے۔ سن لو! جو مجھ سے محبت کرتا ہو وہ ان دونوں سے بھی محبت کرے، جس نے ان دونوں سے محبت نہیں کیا اس نے گویا کہ مجھ سے نفرت کیا، میں ایسے شخص سے اپنی براءت کا اعلان کرتا ہوں۔ ❶

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی اجتہادات کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے فرماتے تھے: اے لوگو! عثمان کے بارے میں مبالغہ آرائی سے پرہیز کرو، ان کے بارے میں خیر پر مبنی بات ہی کہو، اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں، انھوں نے مصاحف کے بارے میں جو کچھ کیا ہے ہم تمام صحابہ کے مجمع میں کیا، واللہ! اگر اس وقت میں خلیفہ ہوتا تو وہی کرتا جو انھوں نے کیا۔ ❷

نیز آپ فرماتے تھے: جس بندھن کو عمر رضی اللہ عنہ نے باندھا ہے میں اسے نہیں کھول سکتا۔ ❸

امت کو حکام کی نگرانی کا حق ہے:

امت کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنے حکام کی نگرانی کرے اور انھیں بہکنے اور بھٹکنے سے بچائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٠٤﴾ ﴾ (آل عمران: ۱۰۴)

''اور لازم ہے کہ تم میں ایک ایسی جماعت ہو جو نیکی کی طرف دعوت دیں اور اچھے کام کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔''

چنانچہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے منصب خلافت سنبھالنے کے بعد جو خطبہ دیا، اس میں اعلان کیا کہ یہ خلافت و امارت تمھاری چیز ہے، اس کا حق دار وہی ہے جس کو تم منتخب کرو اور سن لو! تمھارے بغیر میرا کوئی حکم نہیں چل سکتا۔ ❹ بالکل یہی بات ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم نے بھی خلافت سنبھالنے کے بعد مسلمانوں سے کہی تھی۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا: اگر میں اچھا کروں تو میری مدد کرو اور اگر میں برا کروں تو مجھے درست کرو۔ ❺ اور عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا: میرے نزدیک سب سے پسندیدہ شخص وہ ہے جو مجھے میرے خامیوں سے آگاہ کرے۔ ❻ اور فرمایا: میں ڈرتا ہوں کہ کہیں مجھ سے لغزش ہو جائے اور مجھ سے ڈر کر تم مجھے میری غلطی سے مطلع نہ کرو۔ ❼

عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: اگر تم کو میری کسی غلطی کی سزا قرآن میں یہ نظر آئے کہ میرے قدموں کو زنجیر سے

---

❶ شرح اعتقاد أهل السنة و الجماعة / اللالكائی، اثر نمبر (٤٤٥٦).
❷ فتح الباری (٩/ ٨) اس کی سند صحیح ہے۔
❸ المختصر من كتاب الموافقة ص (١٤٠) اس کی سند منقطع ہے، ابن أبی شیبة، حدیث نمبر (١٢٠)
❹ تاريخ الطبری (٥/ ٤٤٩، ٤٥٧).
❺ البداية والنهاية (٦/ ٣٠٥).
❻ الشیخان أبوبكر و عمر من رواية البلاذری ص (٢٣١).
❼ الشیخان أبوبكر و عمر بروایت بلاذری ص (٢٣١) نظام الحكم فی عهد الخلفاء الراشدين ص (١٩٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باندھ دو، تو باندھ دو۔ ❶

اس طرح گویا خلفائے راشدین کے عہد میں امت اپنے حکام کی نگرانی کرنے کا حق مسلم تھا اور وہ بھی جواب دہی کے لیے تیار ہوتے تھے، کسی کو اس پر اعتراض نہ تھا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حکام کے نگرانی کے جواز پر سب کا اجماع تھا۔ ❷ اور خلافت راشدہ کے دور میں حکام و رعایا کی طرف سے اس اجماع کا ایک ہی معنی نکلتا ہے، وہ یہ کہ ان سب کو قرآن مجید کا صحیح فہم حاصل تھا، اور عامل بالسنۃ ہونے کے لیے وہ سب ایک ہی سیدھے راستے پر گامزن تھے، انھوں نے نزول قرآن کا دور دیکھا تھا، اور انسانیت کو راہ راست پر لانے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے برتاؤ کا مشاہدہ کیا تھا۔ وہ لوگ دین کی معنویت کو سب سے زیادہ سمجھنے والے اور شریعت کے مقاصد کو سب سے زیادہ پہچاننے والے تھے، انھیں حق و باطل میں تمیز کرنے کی سب سے زیادہ صلاحیت تھی، کیا ایسا تصور بھی کیا جا سکتا ہے کہ انھوں نے کبھی کسی باطل پر اجماع و اتفاق کیا ہوگا؟؟ نہیں ہرگز نہیں، اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((إِنَّ أُمَّتِي لَا تَجْتَمِعُ عَلَى ضَلَالَةٍ .)) ❸

''بے شک میری امت گمراہی پر کبھی متفق نہیں ہو سکتی۔''

اس لیے اجماع صحابہ کو شرعی حجت کا درجہ حاصل ہے، اور دستور اسلامی کے بنیادی مصادر میں اس کا شمار ہے، امت محمدیہ کے اجماع کی بنیاد کبھی نص شرعی کا مفہوم ہوتا ہے اور کبھی مجتہدین کا اجتہاد و قیاس تاہم دونوں کو حجت تسلیم کیا جاتا ہے۔ ❹

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اپنی مدت خلافت میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر لوگوں کو ابھارتے تھے، ایک دن آپ نے خطبہ دیا، حمد و ثنا کے بعد فرمایا: اے لوگو! تم سے پہلے جو قومیں ہلاک ہوئیں وہ صرف اپنی معصیت اور سرکشی کی وجہ سے، ان کے پیشواؤں اور رہبران قوم نے انھیں گناہوں سے نہیں روکا، اس لیے الٰہی عذاب نے انھیں آدبوچا، لہٰذا تم لوگ بھلائیوں کا حکم دو اور برائیوں سے روکو، تاکہ جس طرح ان پر عذاب الٰہی آیا تم پر بھی نہ آئے۔ یاد رکھو بھلائیوں کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا نہ تو رزق کو روکتا ہے اور نہ ہی موت کو قریب کرتا ہے۔ ❺

شورائیت:

اسلامی حکومت کے واجبی و بنیادی اصولوں میں یہ بات شامل ہے کہ حکومت کے قائدین، حکام اور ان کے کارکنان اپنی رعایا کے ساتھ شورائیت کا ماحول برقرار رکھیں، ان کے آراء اور رضا کو مانیں اور حکومت کا نظام شورائیت کی روشنی میں آگے بڑھائیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ

❶ مسند أحمد (الموسوعة الحديثية) حديث نمبر (٥٢٤).
❷ الدولة و السيادة في الفقه الإسلامي / فتحي عبدالكريم ص (٣٧٨).
❸ سنن ابن ماجه (٢/ ١٣٠٣) حديث نمبر (٤٠١٤). ❹ روضة الناظر و جنة المناظر (١/ ٣٨٥).
❺ تفسير ابن أبي حاتم (٣/ ١٥)، تفسير ابن كثير (٢/ ٦٠٣).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۖ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ﴿١٥٩﴾ (آل عمران: ۱۵۹)

''پس اللہ کی طرف سے بڑی رحمت ہی کی وجہ سے تو ان کے لیے نرم ہوگیا ہے اور اگر تو بدخلق، سخت دل ہوتا تو یقیناً وہ تیرے گرد سے منتشر ہو جاتے، سو ان سے درگزر کر اور ان کے لیے بخشش کی دعا کر اور کام میں ان سے مشورہ کر، پھر جب تو پختہ ارادہ کر لے تو اللہ پر بھروسا کر، بے شک اللہ بھروسا کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴿٣٨﴾﴾ (الشوریٰ: ۳۸)

''اور وہ لوگ جنھوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور نماز قائم کی اور ان کا کام آپس میں مشورہ کرنا ہے اور ہم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کی باہمی مشاورت کو ''اقامت نماز'' کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، جس میں یہ اشارہ ہے کہ مشاورت کا حکم نماز کے حکم کی طرح ہے اور نماز کا شرعی حکم یہ ہے کہ وہ تمام مسلمانوں پر واجب ہے، پس اسی طرح مشورہ لینا بھی شرعاً واجب ہے۔ ❶

امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے تمام تر تصرفات، اعمال اور تنفیذات میں شورائی منہج پر کاربند تھے، چنانچہ جب خریث بن راشد خارجی سے جنگ کے لیے مقرر کیے ہوئے آپ کے قائد معقل بن قیس الریاحی کی جانب سے آپ کے نام خط آیا تو آپ نے اپنے ساتھیوں کو بلوایا، اور انھیں خط پڑھ کر سنایا، اور سب سے رائے اور مشورہ لیا، بالاتفاق سب کی یہی رائے رہی کہ آپ معقل بن قیس کو لکھیں کہ اُس فاسق کا برابر پیچھا کریں، یہاں تک کہ اسے قتل کر دیں، یا جلاوطن کر دیں، ورنہ ہمیں یہ خطرہ لگا رہے گا کہ وہ آپ کے خلاف عوام کو بغاوت پر ابھارے گا۔ ❷

باہمی مشاورت کے متعلق علی رضی اللہ عنہ کے متعدد اقوال ہیں، چنانچہ آپ نے فرمایا: باہمی مشاورت ہی ہدایت ہے، جس نے خودرائی کو ترجیح دی وہ دھوکا میں مبتلا ہوا۔ ❸ اور فرمایا: کیا ہی بہترین موید وغم خوار ہے باہمی مشورہ، اور کس قدر بدتر ہے خودرائی اور ڈکٹیٹر شپ۔ ❹ اور فرمایا: ایک بوڑھے کی رائے نوعمر کے تجربے سے بہتر ہے۔ ❺

جب مالک بن حارث اشتر کو مصر کا حاکم بنا کر بھیجا تو باہمی مشورہ کی اسے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: اپنے مشورہ میں کسی بخیل کو شامل نہ کرنا وہ تمھیں فضل واحسان سے بہکا دے گا اور فقر وافلاس سے ڈرائے گا اور کسی بزدل کو

---

❶ النظام السياسي في الإسلام / أبو فارس ص (۹).　❷ تاريخ طبري (۶/ ۳۹).

❸ أدب الدنيا والدين / الماوردي ص (۸۹، ۲۹۱) الادارة العسكرية (۱/ ۲۷۹).

❹ نهاية الأرب (۶/ ۶۹) بحواله: الإدارة العسكرية (۱/ ۲۷۹).

❺ نهاية الأرب (۶/ ۷۵) بحواله: الإدارة العسكرية (۱/ ۲۷۹).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شامل نہ کرنا وہ تمھاری ہمت کو کمزور کر دے گا، کسی لالچی کو شامل نہ کرنا وہ لالچ کو ظلم کے لیے مزین کر کے پیش کرے گا، بخیلی، بزدلی اور لالچ یہ سب مختلف بری عادتیں ہیں، لیکن سب کا مصدر ایک ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدگمانی۔ ❶

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ بخوبی واقف تھے کہ اگر حاکم کے پاس مشیر نہ ہوں گے تو وہ اپنی حکومت کی اچھائیوں اور برائیوں کو نہیں جان سکے گا اور بہت سارے ملکی مسائل اور لوگوں کے معاملات اس کی نگاہوں سے اوجھل ہوں گے، لہٰذا باہمی مشورہ ہی سے اسے رہنمائی ملے گی کہ وہ کیا معاملہ ہے۔ اور وہی انگلی رکھ کر اسے بتائے گا کہ تو اس چیز سے بے خبر ہے، وہی تمام معاملات کی پیچیدگیوں اور شکوک کا ازالہ کرے گا۔ چنانچہ اشتر نخعی کو مصر کا گورنر بناتے ہوئے کہتے ہیں، اپنے کارندوں کو کوئی کام دیتے ہوئے اس بات کا خیال رکھنا کہ انھیں کوئی کام ان کی رضا و رغبت سے دینا، زبردستی اور بغیر رضامندی کے انھیں کوئی کام مت تھوپنا، کیونکہ کسی کو بغیر اس کی رضا معلوم کیے کسی کام پر مجبور کر دینا اور اس پر سختی کرنا ظلم اور اللہ کی خیانت ہے، اور لوگوں کو مشقتوں میں مبتلا کرنا ہے۔ عوام اور حکام کسی کے معاملات اس وقت تک درست نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ ماتحت کارندے درست نہ ہوں جن سے کام لینا ہے اور اپنی غیر موجودگی میں جن پر اعتماد کرنا ہے، لہٰذا صاحب ورع، پاک دامن، اہل علم اور اہل دانش کو اپنا کارندہ بناؤ، دین دار خاندان اور نیک گھرانوں کے تجربہ کار، عقل مند، اور باعزت لوگوں کے ساتھ اٹھو بیٹھو، کیونکہ یہ لوگ دوسروں کے مقابلے کہیں زیادہ بلند پایہ اخلاق، خوددار، اعتدال پسند اور انجام کار پر نظر رکھنے والے ہوتے ہیں، ایسے ہی لوگوں کو تمھارا کارندہ اور معاون ہونا چاہیے۔ ❷

عدل ومساوات:

اسلامی حکومت کا ایک اہم ترین مقصد یہ ہے کہ مسلم سماج کی تعمیر و بقا کے لیے اسلامی نظام کے قواعد و اساسیات کے نفاذ کی بھرپور جدوجہد ہو، ان قواعد واساسیات میں عدل ومساوات کا سب سے اہم مقام ہے، اسی لیے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے درمیان عدل وانصاف قائم کیا، تمام تر انسانی اوصاف حمیدہ اور علمی، فقہی اور وہبی کمالات نے آپ کو اس لائق بنا دیا تھا کہ نہایت عمدہ اور مکمل طریقہ سے اس فریضہ کو ادا کریں، یہاں تک کہ آپ کی ذات اور عادلانہ صلاحیت پر اعتماد کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تھا اور آپ کے لیے یہ دعا کی تھی:

((اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ لِسَانَهُ وَهْدِ قَلْبَهُ .)) ❸

---

❶ الادارة العسكرية فى الدولة الاسلامية (١/ ٢٧٩).

❷ نهاية الأرب (٦/ ٢١)، فى الحكم الاسلامى ص (١٥١)، الشورى بين الإصالة و المعاصرة / عزالدين تميمى ص (١٠٢).

❸ نظام الحكم فى العهد الراشدى / حمد العمد ص (١٤١).

❹ فضائل الصحابة (٢/ ٨٧١)۔ حدیث نمبر (۱۱۹۵) اس کی سند حسن ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''اے اللہ! ان کی زبان میں درستگی و پختگی اور دل کو ہدایت عطا فرما۔''

چنانچہ زبان رسالت سے اس عظیم دعا کا فطری تقاضا تھا کہ آپ کے فیصلے عدل پر مبنی ہوں اور آپ اپنے فیصلوں میں اسے روح کی حیثیت دیں تبھی معاملات درست رہیں گے اور رعایا کے درمیان الفت و محبت کا ماحول پیدا ہوگا۔ ❶ اس میں کوئی شک نہیں کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے ذہن و دماغ میں جس عدل کا تصور تھا وہ اسلامی عدل تھا، جو کہ اسلامی حکومت اور اسلامی معاشرہ کی تعمیر واستحکام میں بنیادی ستون ہے۔ جس معاشرہ کی قیادت ظلم کے ہاتھوں میں ہو اور وہ عدل سے نا آشنا ہو، ایسے معاشرہ میں اسلام کا وجود ہی نہیں ہوسکتا۔

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ عدل و انصاف کے میدان میں قدوہ تھے، آپ نے انصاف سے دلوں کو فتح اور عقلوں کو حیرت زدہ کردیا تھا، جس عدل کو آپ اپنی حکومت میں نافذ کرنے کے لیے کوشاں تھے وہ پوری مدت خلافت راشدہ میں اسلامی حکومت کے اہم ترین مبادیات کا ایک حصہ تھا۔ بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ وہ اسلام کی ایک عملی دعوت تھی جو انسانوں کے دلوں کو ایمان کے لیے کھولتی تھی، آپ مکمل طور سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہج پر چلتے رہے اور آپ کی سیاست عدل و مساوات کے اصولوں پر کام کرتی رہی۔

شریح کا بیان ہے کہ جب علی رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کے لیے آگے بڑھے تو اتفاق سے آپ کی زرہ غائب ہوگئی، جب لڑائی ختم ہوگئی تو آپ کوفہ لوٹ گئے، ایک مرتبہ بازار میں ایک یہودی کو وہ زرہ فروخت کرتے ہوئے دیکھا، آپ نے اس سے کہا: اے یہودی یہ زرہ میری ہے، نہ میں نے اسے کسی کو فروخت کیا ہے اور نہ ہی ہبہ کیا ہے۔ یہودی نے کہا: یہ زرہ میری ہے اور میرے قبضہ میں ہے۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: تب چلو ہم دونوں اس سلسلہ میں قاضی سے فیصلہ کراتے ہیں۔ چنانچہ دونوں قاضی کے پاس گئے، علی رضی اللہ عنہ نے قاضی شریح کے پہلو میں بیٹھ گئے اور یہودی ان کے سامنے بیٹھا۔

قاضی شریح نے کہا: اے امیر المومنین! آپ اپنا دعویٰ پیش کیجیے، آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے، میرا دعویٰ ہے کہ اس یہودی کے ہاتھ میں جو زرہ ہے وہ میری ہے، نہ میں نے اسے فروخت کیا ہے اور نہ ہبہ کیا ہے۔

قاضی شریح نے کہا: اے امیر المومنین: بینہ (دلیل و شہادت) پیش کیجیے، آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے، قنبر ❷، حسن اور حسین گواہ ہیں کہ یہ زرہ میری ہے۔ قاضی نے کہا: بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں قابل قبول نہیں، علی رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا جنتی کی شہادت قابل قبول نہیں ہوگی؟ جب کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

((اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ .)) ❸

''حسن اور حسین نوجوانان جنت کے دو سردار ہیں۔''

---

❶ نظام الحكم فی العهد الراشدی (ص ١٤١).

❷ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔

❸ مصنف ابن ابی شیبة حدیث نمبر (١٢٢٢٥)، مستدرك حاكم (٢/ ١٦٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہودی نے کہا: امیر المومنین نے میرا معاملہ اپنے قاضی کے سامنے پیش کیا اور اس نے ان کے خلاف فیصلہ صادر کیا؟ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ دین حق ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

سچ ہے یہ زرہ آپ ہی کی ہے، واقعہ یہ ہے کہ آپ ایک خاکستری رنگ کے اونٹ پر سوار تھے اور صفین کی طرف جا رہے تھے، رات کا وقت تھا اور یہ زرہ آپ سے گر گئی تھی، میں نے اسے اٹھا لیا تھا۔

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب جب کہ تم نے حقیقت کا اعتراف کر لیا ہے تو یہ زرہ میں تمھیں دیتا ہوں، پھر آپ نے اسے ایک گھوڑا بھی سواری کے لیے عنایت فرمایا۔ قاضی شریح کا بیان ہے کہ پھر وہ چلا گیا اور بعد میں میں نے دیکھا کہ وہ نہروان [1] میں علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خوارج کے خلاف لڑ رہا تھا۔

فیصلوں میں علی رضی اللہ عنہ کی عدل پرور صفت کا واقعہ ناجیہ القرشی سے مروی ہے وہ اپنے باپ کے واسطے سے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم باب قصر پر کھڑے تھے، اتنے میں ہمیں علی رضی اللہ عنہ دکھائی دیے، ہم آپ کی ہیبت سے مرعوب ہو کر ایک کنارے کھڑے ہو گئے، جب آپ گزر گئے تو ہم بھی آپ کے پیچھے چل دیے، آپ سیدھے جا رہے تھے کہ اچانک ایک آدمی نے آواز لگائی: اللہ کے واسطے میری مدد کرو، آپ نے اس کی طرف دیکھا کہ دو آدمی باہم لڑ رہے ہیں۔ آپ نے دونوں کے سینے پر ایک ایک گھونسہ مارا، پھر دونوں سے کہا: یہاں سے ہٹ جاؤ، ان میں سے ایک نے کہا: اے امیر المومنین! اس نے مجھ سے ایک بکری خریدی تھی اور میں نے اس سے کہا تھا کہ قیمت میں مجھے گھٹیا و نقلی سکہ نہ دینا، پھر بھی اس نے مجھے وہی دیا اور جب میں نے اس کی رقم اسے واپس کر دی تو اس نے مجھے تھپڑ مارا۔

آپ نے دوسرے سے پوچھا: تم کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا: اے امیر المومنین وہ سچ کہہ رہا ہے، آپ نے کہا: تو پھر اس کی شرط پوری کرو اور سنو! تم بیٹھ جاؤ، پھر جس کو طمانچہ مارا تھا اس سے کہا کہ اس سے بدلہ لو، اس نے کہا: اے امیر المومنین! اگر معاف کر دوں تو؟ آپ نے کہا: اس کا تمھیں اختیار ہے۔ چنانچہ اس نے معاف کر دیا اور جب طمانچہ مارنے والا جانے لگا تو علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے مسلمانو! اسے پکڑو، چنانچہ وہ پکڑ کر لایا گیا۔ پھر آپ نے اسے پندرہ کوڑے لگائے اور کہا: تم نے اس کی جو بے عزتی کی ہے یہ اس کی سزا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ یہ (تعزیری سزا) حاکم کا حق ہے۔ [2]

یہ واقعہ تواضع کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ خود بخود اپنے گھر سے بازار جاتے ہیں تاکہ رعایا کے حالات معلوم کریں اور پھر خود ہی ان کے مشکلات کا حل ڈھونڈیں۔ علی رضی اللہ عنہ کا یہ بلند کردار رعایا کی زندگی میں گھل مل کر رہنے کی اہمیت کو نمایاں کرتا ہے، خواہ ملک کا اعلیٰ حاکم اس ذمہ داری کو نبھائے یا اپنے ماتحت کارکنوں کو اس کے لیے مکلف کرے، ضروری نہیں کہ یہ عمل روزانہ دہرایا جائے، بلکہ کم از کم اتنا ہو کہ لوگوں کو یہ شعور و احساس

---

[1] نہروان، واسط اور بغداد کے درمیان ایک جگہ ہے۔
[2] تاریخ طبری (۶/ ۷۲، ۷۳).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رہے کہ ہمارے حکمراں ہمارے دکھ درد میں ساتھ ہیں، اور حق دار مطمئن رہے کہ ہماری حق تلفی نہیں ہونے پائے گی، اگر کوئی ہم پر ظلم کرے گا تو یہ حکمراں ہمیں انصاف دلائیں گے۔

اسی طرح جو شخص ظلم اور دوسروں کی حق تلفی کرتا ہے وہ ڈر جائے، اور اس سے اہم یہ ہے کہ اللہ کی حق تلفی کرنے والے لوگ منصف حکمرانوں کی گرفت سے تھرّا جائیں۔

حاکم اور عایا کے درمیان اس احساس کے ساتھ گہرے روابط ہر دور میں انسانی زندگی کے حالات وظروف کی رعایت کرتے ہوئے مختلف شکلوں میں وقوع پذیر ہو سکتے ہیں۔ کوئی یہ نہ کہے کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایسا کرنا ممکن اور آسان تھا، دور حاضر میں اس کا تصور بھی ممکن نہیں ہے۔ یہ اشکال غلط ہے اس لیے کہ بعینہٖ وہی شکلیں مطلوب نہیں ہیں بلکہ ان اہداف و مقاصد کی تکمیل مطلوب ہے جو مسلمانوں کو پرسکون زندگی دے سکیں اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ سب سے پہلے اللہ کے حقوق اور پھر رعایا میں ہر خاص و عام کے حقوق کی مکمل ادائیگی ہو۔ مذکورہ واقعہ میں علی رضی اللہ عنہ کا ظالم کو کوڑے لگوانا حالانکہ مظلوم اسے معاف کر چکا ہے، درحقیقت اس بات کی دلیل ہے کہ آپ نے اسلام کے ایک اہم مقصد یعنی مومنوں کے درمیان امن و سلامتی کے ماحول کو اہمیت دی، تاکہ اگر کسی کے دل میں ظلم و تعدی کا رجحان پیدا ہو تو وہ فوراً سوچ لے کہ دشمن اگر مجھے معاف کر دے گا تو بھی حاکم وقت کی طرف سے سزا مل سکتی ہے۔ ❶

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے عادلانہ موقف کی ایک مثال عاصم بن کلیب سے بھی مروی ہے۔ وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ایک مرتبہ علی رضی اللہ عنہ کے پاس اصبہان ❷ سے مال آیا، آپ نے اسے سات حصوں میں تقسیم کر دیا، اس مال میں ایک خشک روٹی بھی تھی۔ آپ نے اسے سات ٹکڑوں میں توڑ دیا، اور ساتوں حصوں پر ایک ایک ٹکڑا رکھ دیا، پھر ان کے درمیان قرعہ اندازی کی کہ کسے پہلے دیا جائے۔ ❸ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور حکومت میں جہاں عادلانہ اصول کو زندہ رکھا وہیں مساوات برتنے میں بھی غافل نہ ہوئے، کیونکہ مساوات اسلام کے اہم و اساسی اصولوں میں سے ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَآيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ أُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقٰكُمْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿١٣﴾ ﴾ (الحجرات: ١٣)

"اے لوگو! بے شک ہم نے تمھیں ایک نر اور ایک مادہ سے پیدا کیا اور ہم نے تمھیں قومیں اور قبیلے بنا دیا، تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، بے شک تم میں سب سے عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے، بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا، پوری خبر رکھنے والا ہے۔"

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی زندگی میں اس اصول کو برتنے کی متعدد مثالیں موجود ہیں، انھیں میں سے ایک یہ ہے کہ

---

❶ التاريخ الإسلامي / الحميدي (١٢/ ٤٣٣/ ٤٣٢).
❷ ملک فارس میں ایک بڑا شہر ہے۔
❸ الكامل في التاريخ (٢/ ٤٤٢).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جب آپ کے پاس کہیں سے مال آتا تو اس میں سے کچھ مال مناسب مقدار میں پبلک ورکس کے لیے نکال لیتے اور بقیہ مال سب لوگوں کے درمیان برابر برابر تقسیم کر دیتے، اور جتنا دوسروں کو دیتے خود بھی اتنا ہی لیتے، اپنے لیے کوئی امتیازی برتاؤ ہرگز پسند نہ کرتے، حتی کہ وہ خوارج جو آپ کے خلاف تھے اور ابھی قتل وخونریزی یا عوام پر ظلم کا سلسلہ نہیں شروع کیا تھا، انھیں بھی دوسروں کی طرح برابر حصہ دیتے۔ ❶

○ عوام الناس کے ساتھ مساویانہ برتاؤ کرنے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسا طرز عمل اپناتے، کسی اعلیٰ کو ادنی پر، عربی کو عجمی پر، ہرگز فوقیت نہ دیتے۔ ایک مرتبہ دو عورتوں کو آپ نے برابر برابر کھانا اور چند دراہم دیے، ان میں سے ایک عربی تھی اور دوسری عجمی۔ عربی خاتون نے کہا: میں ایک عربی خاتون ہوں اور یہ عجمی ہے۔ پھر بھی برابری؟ آپ نے اسے جواب دیا: اللہ کی قسم میں اس مال غنیمت میں بنو اسماعیل کے لیے بنو اسحاق پر کوئی فضیلت و برتری نہیں جانتا۔

اسی طرح ایک مرتبہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے عرب اور قریش کے اشراف نے وظائف وعطیات میں غلاموں اور عجمیوں پر اپنی فوقیت وترجیح کا مطالبہ کیا، تو آپ نے فرمایا: ہرگز نہیں، اللہ کی قسم ایسا نہیں ہوسکتا، اگر میرا اپنا مال ہوتا تب تو میں سب کے درمیان برابری کرتا ہی تو بھلا اس مال میں کیسے نہ کروں جب کہ یہ انھی کا مال ہے۔ ❷

یحییٰ بن سلمہ کا بیان ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے عمرو بن سلمہ کو اصبہان کا عامل بنا کر بھیجا تھا، وہ جب واپس آئے تو ملکی مال کے ساتھ گھی اور شہد سے بھری ہوئی چند مشکیں بھی لائے۔ اطلاع پا کر علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ام کلثوم نے عمرو بن سلمہ سے شہید اور گھی مانگا، انھوں نے ام کلثوم کے پاس دو مشکیں بھجوا دیں، دوسرے دن صبح ہوئی تو علی رضی اللہ عنہ نے تقسیم کرنے کے لیے سارا مال مع شہد و گھی اکٹھا کیا، لیکن جب مشکوں کو شمار کیا تو دو کم نظر آئیں، آپ نے عمرو بن سلمہ سے ان کے بارے میں دریافت کیا۔ عمرو نے اس وقت کوئی واضح بات نہیں کہی بلکہ کہا: ہم ان دونوں کو لے آئیں گے، لیکن علی رضی اللہ عنہ نے ٹھان لیا کہ بتانا ہی ہوگا، چنانچہ عمرو نے آپ کو پوری بات بتا دی، آپ نے ام کلثوم کے پاس سے دونوں مشکوں کو منگوالیا، دیکھا تو اس میں سے تھوڑا تھوڑا نکالا ہوا تھا، آپ نے تجارت پیشہ لوگوں سے کہا: ذرا اندازہ کرو، کتنا کتنا کم ہے۔ معلوم ہوا کہ تقریباً تین درہم کا سامان کم ہے، آپ نے ام کلثوم سے انھیں وصول کیا، پھر سارا مال تقسیم کر دیا۔ ❸

ابورافع جو کہ علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیت المال کے خازن مقرر تھے، ان کا بیان ہے کہ ایک دن علی رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں داخل ہوئے، دیکھا کہ آپ کی لڑکی زیورات پہنے ہوئی ہے، آپ نے اس میں موتیوں سے بنے ہوئے زیور کو بھی دیکھا، آپ پہچانتے تھے کہ یہ بیت المال کا ہے، چنانچہ اپنی لڑکی سے پوچھا: یہ تم کو کہاں سے ملا؟ اللہ کی قسم اگر یہ چوری کا نکلا تو اس کا ہاتھ ضرور کاٹوں گا۔ ابورافع کہتے ہیں: جب میں نے اس پر علی رضی اللہ عنہ کی سختی دیکھی تو بتا دیا

---

❶ نظام الحکم فی عهد الخلفاء الراشدین ص (٢١٦). ❷ تراث الخلفاء الراشدین ص (١٠١).
❸ الکامل فی التاریخ (٢/ ٤٤٢).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کہ امیر المومنین! میں نے اپنی اس بھتیجی کو زیورات دیے ہیں، اگر میں نہ دیتا تو بھلا یہ کہاں پا سکتی تھی، علی رضی اللہ عنہ یہ سن کر خاموش ہو گئے۔ ❶

آزادیاں:

آزادی کا تصور اسلام کے ان اساسی اصول و مبادی میں سے ایک ہے جس پر خلفائے راشدین کی حکومتیں قائم تھیں، یہ آزادی جب تک اسلامی شریعت کے دائرے میں ہے، اور اسلامی مزاج سے متفق ہے تب تک تمام انسانوں کی عام آزادی کا کفیل وضامن ہے۔ آزادی کا اسلامی تصور تمام انسانوں کے لیے آزادی کا پیغام ہے، یہ ایک وسیع وعریض دعوت ہے۔ شاید مشکل ہی تاریخ میں کوئی دعوت اس تصور کی حامل ہو، آزادی کے باب میں اسلام کی سب سے پہلی دعوت متعدد قرآنی آیات میں اللہ کی وحدانیت کے اقرار کی دعوت تھی، پوری کائنات اور تمام تر مخلوقات سے کٹ کر صرف اللہ کے لیے عبادت کی دعوت تھی، اس دعوت میں تمام انسانوں کے لیے آزادی و استقلال کے تمام معانی پوشیدہ ہیں۔ آزادی کے اسلامی تصور میں آزادی کا ہر معنی و مدلول اور مفہوم شامل ہے، چنانچہ کبھی یہ آزادی ایجابی عمل کی شکل میں ہوتی ہے، جیسے بھلائی کا حکم دینا، اور برائی سے روکنا اور کبھی سلبی عمل کی شکل میں ہوتی ہے جیسے جبر وزبردستی سے کسی کو مسلمان بنانے کی ممانعت اور بعض اوقات رحمت، عدل، باہمی مشورہ، اور مشاورت کے معانی سے مخلوط ہوتی ہے اس لیے کہ یہ تمام تر اسلامی اساسیات اس وقت تک درست اور پائیدار نہیں ہوسکتیں اور نہ ہی ان کی خوبیاں نمایاں ہوسکتی ہیں جب تک کہ ان میں آزادی کا مفہوم شامل نہ ہو۔

خلفائے راشدین کی دور حکومت میں آزادی کے اسلامی تصور نے اسلام کی نشر واشاعت، اسلامی فتوحات کی وسعت اور اسلامی حکومت کا دائرہ اقتدار وسیع کرنے میں بھرپور حصہ لیا، اس لیے کہ اسلام نے انسان کو مکرم مانا اور سب سے وسیع سطح پر انسانی آزادی کا ضامن ہوا۔ اور ایک وجہ یہ بھی تھی کہ روم و فارس میں اس وقت کا سیاسی نظام نہایت ظالمانہ، جابرانہ اور آمرانہ تھا، جس سے ان کی رعایا تنگ آ چکی تھی، خاص طور سے سیاسی مخالفین اور مذہبی اقلیتیں انتہائی درجہ کی رسوائی، اور مظالم کو برداشت کر رہی تھیں، جبکہ اسلام میں عہد نبوی اور خلافت راشدہ میں وہ تمام آزادیاں جنھیں آج ہم آزادی تصور کرتے ہیں مکمل طور پر معلوم اور محفوظ تھیں۔ ❷

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعدد اقوال و مواقف آزادیوں کے اسلامی تصور کی تائید اور مسلم معاشرہ میں ان کی اہمیت کو واضح کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:

"بندوں پر ظلم کرنا، آخرت کے لیے کس قدر برا سامان سفر ہے۔" ❸

آپ کا یہ مختصر مگر معنی خیز جملہ بتاتا ہے کہ کسی بھی انسان پر کسی طرح کا ظلم اسلام میں جائز نہیں ہے اور یہ کہ ایسے بہت سے ظالم لوگ خلاف راشدہ کے دور میں کیفر کردار تک پہنچ چکے ہیں، اور قیامت کے دن عذاب الٰہی سے

---

❶ تاریخ الطبری (٦/ ٧٢). ❷ نظام الحکم فی عهد الخلفاء الراشدين ص (١٥٧، ١٥٨).
❸ نظام الحکم فی عهد الخلفاء الراشدين ص (١٦٥).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دوچار ہوں گے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ظن پر اعتماد کر کے فیصلہ دے دینا عدل نہیں ہے۔ ❶ آپ کے اس قول میں واضح دلیل ہے کہ محض شکوک وشبہات کی بنا پر کسی کو گرفتار کرنا اور اس کے خلاف فرد جرم عائد کر دینا جائز نہیں ہے، بلکہ ایسا اقدام مستند دلائل کے بعد ہی کیا جائے کہ جس میں کسی شک وشبہ کی قطعاً گنجائش نہ ہو، مستند دلائل میں سب سے بہتر و معتبر وہ دلائل ہیں جو شریعت کے مقرر کردہ ہیں۔ ❷ چنانچہ عصر حاضر میں جدید فوجداری نظام کا یہ قانون کہ متہم شخص بری ہے جب تک فرد جرم ثابت نہ ہو جائے، یہ ایسا قانون ہے جسے اسلام نے آج سے صدیوں پہلے پیش کر دیا ہے۔ ❸

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں آزادی اپنی تمام تر رعنائیوں اور خوش نما شکلوں میں نمایاں رہی۔ متعدد فتنوں کا ظہور، دشمنوں کی ناپاک سازشیں اور داخلی وخارجی لڑائیاں غرض یہ کہ ایسے کئی ناگفتہ بہ استثنائی حالات پیش آئے جو اس بات کے متقاضی ہوئے کہ بعض افراد کی آزادیاں چھین لی جائیں، انھیں نظر بند کر دیا جائے یا موجودہ دور کی اصطلاح میں ایمرجنسی نافذ کر دی جائے، لیکن آپ نے کسی کی آزادی نہیں چھینی، خواہ وہ آپ کا موافق رہا ہو یا مخالف۔ اسی طرح کسی کو مجبور نہیں کیا کہ اگر کسی کو رہنا ہے تو آپ ہی کے زیر اقتدار رہے، یا پھر جلاوطن ہو جائے، حتی کہ جب آپ اپنے مخالفین سے جنگ کے لیے نکلے تو کسی کو اپنے ساتھ چلنے پر مجبور نہیں کیا اور اگر کسی نے معاویہ رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینا چاہا، تو اسے ساتھ دینے سے نہیں روکا۔ ❹ اسی طرح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد اور عبیدۃ السلمانی اور ربیع بن خیثم نے جب شام والوں سے جنگ لڑنے سے انکار کر دیا تو آپ نے اپنے ساتھ چلنے کے لیے کسی پر دباؤ نہیں ڈالا اور نہ ان کی آزادیاں چھینیں، بلکہ ان کی خواہش کو ترجیح دیتے ہوئے بعض ملکی سرحدوں پر جانے کی انھیں اجازت دے دی۔ ❺ عہد نامۂ تحکیم کو مان لینے کی وجہ سے معرکۂ صفین کے بعد جب خوارج نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کی تو آپ نے ان میں کسی کو مجبور نہیں کیا کہ وہ میری ہی حکومت کے تابع رہے یا ملک سے نکل جائے، بلکہ اس کے برعکس اپنے صوبائی حکام اور دیگر حکومتی کارندوں کو حکم دیتے تھے کہ ان سے چھیڑ چھاڑ نہ کریں، جب تک وہ زمین میں فساد نہ کرنے لگیں اور لوگوں کو اپنے ظلم وستم کا نشانہ نہ بنائیں۔ ❻ اور آپ نے ان سے اعلان کیا کہ ہمارے پاس تمھارے تین حقوق ہیں: اس مسجد میں تمھیں نماز پڑھنے سے ہم نہیں روکیں گے، جب تک تمھارا تعاون ہمارے ساتھ ہے، مال غنیمت میں حصہ دیں گے اور جب تم لوگ ہم سے قتال نہ کرو گے تو ہم تم سے قتال نہ کریں گے۔ ❼

---

❶ نظام الحکم فی عہد الخلفاء الراشدین ص (١٦٥).

❷ ان دلائل میں پہلی چیز وہ تحریری بیان ہے جو احکام شریعت کے موافق ہو، یا دوسری چیز یعنی دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت ہو اور بعض مسائل جیسے کہ زنا کی گواہی کے لیے چار مردوں کی گواہی کی ضرورت ہوتی ہے۔

❸ نظام الحکم فی عہد الخلفاء الراشدین ص (١٦٦). ❹ نظام الحکم فی عہد الخلفاء الراشدین ص (١٥٩).

❺ نظام الحکم فی عہد الخلفاء الراشدین ص (١٥٩). ❻ نظام الحکم فی عہد الخلفاء الراشدین ص (١٦٠).

❼ تاریخ الطبری (٥/ ٦٨٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۳)

معاشرتی زندگی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام

توحید کی دعوت اور شرک سے جنگ:

امیر المومنین علی بن ابی طالب کی پوری زندگی توحید کی دعوت، ایمانیات کی تبلیغ، اللہ پر اعتماد و توکل اس سے خوف کی تفہیم و تشریح، اسمائے حسنٰی اور بلند و بالا صفات کے حوالے سے ذات الٰہی کی تعریف اور شرک کی تمام شکلوں سے جنگ اور محاذ آرائی سے لبریز ہے، توحید کی دعوت اور شرک سے جنگ کے بارے میں آپ کی بے شمار تعلیمات و رہنمائیاں ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱) آپ نے فرمایا: ''کوئی انسان اگر امید لگائے تو صرف اپنے رب سے اور ڈرے تو صرف اپنے گناہ سے۔''[1]

آپ کا یہ قول کتنا زریں، بلیغ اور کامل ہے، یہ سچ ہے کہ امید صرف خیر کی کی جاتی ہے اور ڈر صرف مصائب و تکالیف سے لاحق ہوتا ہے اور تکالیف و مصائب بندے کے گناہوں کے سبب سے لاحق ہوتے ہیں:

﴿وَ مَآ اَصَابَكُمۡ مِّنۡ مُّصِيۡبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتۡ اَيۡدِيۡكُمۡ وَ يَعۡفُوۡا عَنۡ كَثِيۡرٍ ؕ﴿۳۰﴾﴾

(الشوریٰ: ۳۰)

''اور جو بھی تمھیں کوئی مصیبت پہنچی تو وہ اس کی وجہ سے ہے جو تمھارے ہاتھوں نے کمایا اور وہ بہت سی چیزوں سے درگزر کر جاتا ہے۔''

امید لگانے والا خیر کی امید لگاتا ہے اور مصائب و مشکلات کا ازالہ چاہتا ہے اور یہ دونوں اللہ ہی کے اختیار میں ہیں نعمتوں کا عطا کرنے والا اللہ ہے اور مصائب کو دور کرنے والا بھی اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاِنۡ يَّمۡسَسۡكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنۡ يُّرِدۡكَ بِخَيۡرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضۡلِهٖ ؕ﴾

(یونس: ۱۰۷)

''اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اسے کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تیرے ساتھ کسی بھلائی کا ارادہ کرلے تو کوئی اس کے فضل کو ہٹانے والا نہیں۔''

اور فرمایا:

﴿مَا يَفۡتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنۡ رَّحۡمَةٍ فَلَا مُمۡسِكَ لَهَا ۚ وَ مَا يُمۡسِكۡ ۙ فَلَا مُرۡسِلَ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ ؕ﴾ (فاطر: ۲)

---

[1] الفتاوٰی (۸/ ۱۰۱).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

”جو کچھ اللہ لوگوں کے لیے رحمت میں سے کھول دے تو اسے کوئی بند کرنے والا نہیں اور جو بند کر دے تو اس کے بعد اسے کوئی کھولنے والا نہیں۔“

امید، توکل اور اعتماد سے مربوط ہے، جسے کسی پر توکل و اعتماد ہوتا ہے وہ اسی سے نفع و خیر کی طلب اور ضرر و مصائب کے ازالے کی امید لگاتا ہے، توکل و اعتماد صرف اللہ واحد کی ذات پر کرنا چاہیے، دوسروں پر توکل جائز نہیں:

﴿ إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۖ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴾ (آل عمران : ١٦٠)

”اگر اللہ تمھاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب آنے والا نہیں اور اگر وہ تمھارا ساتھ چھوڑ دے تو وہ کون ہے جو اس کے بعد تمھاری مدد کرے گا اور اللہ ہی پر پس لازم ہے کہ مومن بھروسا کریں۔“

اور فرمایا:

﴿ وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ ﴾ (التوبة : ٥٩)

”اور کاش کہ واقعی وہ اس پر راضی ہو جاتے جو انھیں اللہ اور اس کے رسول نے دیا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے، جلد ہی اللہ ہمیں اپنے فضل سے دے گا اور اس کا رسول بھی۔ بے شک ہم اللہ ہی کی طرف رغبت رکھنے والے ہیں۔“

اور فرمایا:

﴿ الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ﴾ (آل عمران : ١٧٣)

”وہ لوگ کہ لوگوں نے ان سے کہا کہ بے شک لوگوں نے تمھارے لیے (فوج) جمع کر لی ہے، سو ان سے ڈرو، تو اس (بات) نے انھیں ایمان میں زیادہ کر دیا اور انھوں نے کہا ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔“

پس مومنوں کی صفت یہ بتائی گئی کہ اگر کسی نے انھیں دھمکایا تو انھوں نے نہایت اطمینان سے جواب دیا کہ کوئی بھی مشکل آپڑے اللہ ہمارے لیے کافی ہے۔ اور جو شخص اللہ کے علاوہ کسی بھی چیز پر توکل کرتا ہے اور اس سے امیدیں باندھتا ہے تو اسے رسوائی اور محرومی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے:

﴿ مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا ۖ وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوتِ ﴾ (العنکبوت : ٤١)

”ان لوگوں کی مثال جنھوں نے اللہ کے سوا اور مددگار بنا رکھے ہیں مکڑی کی مثال جیسی ہے، جس نے ایک گھر بنایا، حالانکہ بے شک سب گھروں سے کمزور تو مکڑی کا گھر ہے۔“

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور فرمایا:

﴿ وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿٨١﴾ كَلَّا سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَ يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿٨٢﴾ ﴾ (مریم: ۸۱-۸۲)

''اور انھوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا لیے، تا کہ وہ ان کے لیے باعث عزت ہوں۔ ہرگز ایسا نہ ہوگا، عنقریب وہ ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور ان کے خلاف مد مقابل ہوں گے۔''

اور فرمایا:

﴿ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۚ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿٣١﴾ ﴾ (الحج: ۳۱)

''اس کے ساتھ کسی کو شریک کرنے والے نہیں اور جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا، پھر اسے پرندے اچک لیتے ہیں، یا اسے ہوا کسی دور جگہ میں گرا دیتی ہے۔''

اور فرمایا:

﴿ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿٢٢﴾ ﴾ (الاسراء: ۲۲)

''اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود مت بنا، ورنہ مذمت کیا ہوا، بے یار و مددگار ہو کر بیٹھا رہے گا۔''

ابراہیم خلیل اللہ نے اپنی قوم کو سمجھاتے ہوئے کہا تھا:

﴿ فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَ اعْبُدُوْهُ وَ اشْكُرُوْا لَهٗ ۚ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿١٧﴾ ﴾

(العنکبوت: ۱۷)

''سو تم اللہ کے ہاں ہی رزق تلاش کرو اور اس کی عبادت کرو اور اس کا شکر کرو، اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔''

جو شخص غیر اللہ کے لیے کوئی عمل اس امید پر کرتا ہے کہ وہ اسے فائدہ دے گا تو یہ اس کا وہم اور نقصان دہ تجارت ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۚ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّ وَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۚ وَ اللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿٣٩﴾ ﴾

(النور: ۳۹)

''اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، ان کے اعمال کسی چٹیل میدان میں ایک سراب کی طرح ہیں، جسے پیاسا پانی خیال کرتا ہے، یہاں تک کہ جب اس کے پاس آتا ہے تو اسے کچھ بھی نہیں پاتا اور اللہ کو اپنے پاس پاتا ہے تو وہ اسے اس کا حساب پورا چکا دیتا ہے اور اللہ بہت جلد حساب کرنے والا ہے۔''

اور فرمایا:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۝۱۸ ﴾

(ابراھیم: ۱۸)

''ان لوگوں کی مثال جنھوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا، ان کے اعمال اس راکھ کی طرح ہیں جس پر آندھی والے دن میں بہت سخت ہوا چلی۔ وہ اس میں سے کسی چیز پر قدرت نہ پائیں گے جو انھوں نے کمایا، یہی بہت دور کی گمراہی ہے۔''

اور فرمایا:

﴿ وَ قَدِمْنَاۤ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ۝۲۳ ﴾ (الفرقان: ۲۳)

''اور ہم اس کی طرف آئیں گے جو انھوں نے کوئی بھی عمل کیا ہوگا تو اسے بکھرا ہوا غبار بنا دیں گے۔''

اور فرمایا:

﴿ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ ﴾ (القصص: ۸۸)

''ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے، مگر اس کا چہرہ۔''

اس آیت کی ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ دنیا کے تمام اعمال رائیگاں ہیں، سوائے ان اعمال کے جن سے اللہ کی رضا چاہی گئی ہو، لہٰذا جس نے غیر اللہ کے لیے کوئی عمل کیا اور اس سے امید لگائی تو اس کی کوشش رائیگاں ہوگی۔ امید لگانے والا کبھی کوئی عمل اس ذات کی خوشنودی کے لیے کرتا ہے جس سے امید لگاتا ہے اور کبھی کبھار اس پر اپنے دل سے اعتماد کرتا ہے اور اس سے التجا و سوال کرتا ہے پس پہلی صورت غیر اللہ کی عبادت کی ایک قسم ہے جب کہ دوسری صورت غیر اللہ سے استعانت ہے اور اسلام کی تعلیم ان دونوں کے خلاف ہے:

﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝۴ ﴾ (الفاتحۃ: ۵)

''ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ سے مدد مانگتے ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿ فَاعْبُدْهُ وَ تَوَكَّلْ عَلَيْهِ ؕ ﴾ (ھود: ۱۲۳)...... ''اس (اللہ) کی عبادت کرو اور اسی پر توکل کرو۔''

اور فرمایا:

﴿ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَيْهِ مَتَابِ ۝۳۰ ﴾ (الرعد: ۳۰)

''کہہ دے وہی میرا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی پر میں نے بھروسا کیا اور اسی کی طرف میرا لوٹنا ہے۔''

مذکورہ آیات کریمہ کا مستفاد یہ ہے کہ انسان جتنی نعمتوں سے مستفید ہو رہا ہے سب اللہ کی طرف سے ہیں اور جتنی مشکلات و مصائب سے وہ بچ رہا ہے سب کو دور کرنے والا اللہ ہی ہے۔ وہی اسے محفوظ رکھے ہے، اگر وہ کسی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چیز کو اپنے جیسے کسی انسان کے ہاتھوں پا رہا ہے تو گویا اللہ تعالیٰ نے اسے سبب بنا دیا ہے، اور اسباب کا خالق اللہ ہی ہے۔ یہ اسباب زندوں کی حرکت سے ہوں جو کہ ان کے اختیار و ارادے سے ظاہر ہوتے ہیں جیسے کہ فرشتوں، جنوں، انسانوں اور جانوروں کی حرکت و عمل سے نفع رسانی یا ضرر رسانی۔ یا جمادات کی حرکت و عمل کی شکل میں نمودار ہوں، جن میں اللہ نے کچھ طبعی خصوصیات رکھ دی ہیں اور انھیں مسخر کر دیا ہے جیسے کہ پانی اور ہواؤں کی حرکت۔ بہر حال ان تمام اسباب کا خالق اللہ ہی کی ذات ہے، اس سے بڑھ کر کسی کی طاقت وقوت نہیں۔ [1] وہ جو چاہتا ہے ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا، لہٰذا پوری کی پوری امید صرف اللہ سے لگائی جائے، توکل اسی پر ہو، دعا صرف اسی سے کی جائے، اگر اس نے بندے کی طلب کو چاہ لیا اور اس کا حصول آسان کر دیا تو وہ مراد پوری ہوگی، اور اس کا حصول آسان ہوگا اگرچہ دنیا کے سارے انسان اسے نہ چاہیں اور اگر اس نے نہیں چاہا، نہ ہی آسانی پیدا کی تو وہ ہرگز نہیں ہو سکتی اگرچہ ساری دنیا کے لوگ اسے چاہیں۔ [2]

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے فرمان: ''کوئی شخص امید لگائے تو صرف اپنے رب سے'' کے یہ چند تقاضے و معانی تھے جنھیں ذکر کیا گیا۔ رہا آپ کا یہ فرمان کہ ''بندہ اگر ڈرے تو صرف گناہوں سے'' تو اس کی تائید متعدد آیات اور ربانی فرمودات سے ہوتی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ فَإِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوا لَنَا هَٰذِهِ ۖ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَطَّيَّرُوا بِمُوسَىٰ وَمَن مَّعَهُ ۗ ﴾ (الاعراف: ۱۳۱)

''تو جب ان پر خوش حالی آتی تو کہتے یہ تو ہمارے ہی لیے ہے اور اگر انھیں کوئی تکلیف پہنچتی تو موسیٰ اور اس کے ساتھ والوں کے ساتھ نحوست پکڑتے۔''

اللہ تعالیٰ نے صاف صاف کہا کہ حسنہ یعنی خوش حالی اللہ کی طرف سے ہے اور وہی لوگوں پر یہ انعام کرتا ہے، جب کہ سیئہ یعنی بدحالی و مشکلات انسانوں کو اپنے گناہوں کی وجہ سے اٹھانا پڑتی ہے۔ اللہ نے فرمایا:

﴿ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنتَ فِيهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ۝ ﴾ (الانفال: ۳۳)

''اور اللہ کبھی ایسا نہیں کہ انھیں عذاب دے، جب کہ تو ان میں ہو اور اللہ انھیں کبھی عذاب دینے والا نہیں جب کہ وہ بخشش مانگتے ہوں۔''

پس اللہ کا واضح اعلان ہے کہ استغفار کرنے والے کو وہ عذاب نہیں دے گا، اس لیے کہ استغفار گناہوں کو دھو دیتا ہے اور گناہ ہی عذاب کا سبب ہوتے ہیں، لہٰذا جب گناہ معاف ہوتے رہتے ہیں تو عذاب بھی نہیں آتا، چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهٗ مِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا وَمِنْ كُلِّ ضِيقٍ مَخْرَجًا وَ

---

[1] الفتاویٰ (۸/ ۱۰۲). [2] الفتاویٰ (۸/ ۱۰۲).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ .)) ❶

''جس نے استغفار کو لازم کر لیا اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر رنج سے نجات پانے اور ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ آسان کر دے گا اور اسے ایسی جگہ سے روزی دے گا کہ جس کا اس نے گمان بھی نہ کیا ہوگا۔''

اور ارشاد الٰہی ہے:

﴿اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ۝ وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ﴾

(ھود: ۲-۳)

''یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، بے شک میں تمھارے لیے اس کی طرف سے ایک ڈرانے والا اور خوش خبری دینے والا ہوں۔ اور یہ کہ اپنے رب سے بخشش مانگو، پھر اس کی طرف پلٹ آؤ تو وہ تمھیں ایک معین مدت تک اچھا سازوسامان دے گا اور ہر زیادہ عمل والے کو اس کا زیادہ ثواب دے گا اور اگر تم پھر گئے تو یقیناً میں تم پر ایک بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ واضح طور سے فرماتا ہے کہ جو شخص اس کی وحدانیت کا معترف ہوا اور اس سے استغفار کرتا رہا، وہ اپنے مقررہ وقت تک ایسے بندے کو متاع حسنہ سے نوازتا رہے گا، اور جو اس پر مستزاد خیر و بھلائی کے کام کرے گا اسے اپنے مزید فضل و ثواب سے نوازے گا۔ روایت ہے:

((عَلَيْكُمْ بِلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَالْاِسْتِغْفَارُ فَإِنَّ إِبْلِيسَ قَالَ: اَهْلَكْتُ النَّاسَ بِالذُّنُوْبِ وَأَهْلَكُوْنِيْ بِلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَالْاِسْتِغْفَارِ فَلَمَّا رَأَيْتُ ذٰلِكَ أَهْلَكْتُهُمْ بِالْاَهْوَاءِ وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ أَنَّهُمْ مُهْتَدُوْنَ .)) ❷

''لا إلہ إلا اللہ کا ذکر اور استغفار لازم پکڑو ابلیس کا کہنا ہے: میں نے لوگوں کو گناہوں سے ہلاک کیا، اور انھوں نے مجھے ''لا إلہ إلا اللہ'' کے ذکر اور استغفار سے ہلاک کیا۔ جب میں نے لوگوں کو یہ کرتے دیکھا تو ان میں نفس پرستی کا بیج بو کر ہلاک کر دیا اور وہ یہ سمجھتے رہے کہ وہ ہدایت پر قائم ہیں۔''

عمر بن عبدالعزیز کا قول ہے کہ کوئی بلا اگر نازل ہوتی ہے تو گناہ کی وجہ سے، اور اگر اٹھائی جاتی ہے تو توبہ کی وجہ سے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ﴾

❶ سنن ابن ماجہ / حدیث نمبر (۳۸۱۹) سنن ابی داؤد / حدیث نمبر (۱۵۱۸)۔

❷ مسند أبی یعلی (۱/ ۱۲۳) حدیث نمبر (۱۳۶) مجمع الزوائد (۱۰/ ۲۱۰) یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کی سند میں عثمان بن مطر ضعیف اور عبدالغفور بن عبدالعزیز الواسطی کو ابن حبان نے وضاع اور بخاری نے متروک قرار دیا ہے اور ابورجاء کو حافظ نے مجہول کہا ہے۔ (مترجم)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿١٧٣﴾ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّ اتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴿١٧٤﴾ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۪ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَ خَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٧٥﴾﴾

(آل عمران: ۱۷۳-۱۷۵)

''وہ لوگ کہ لوگوں نے ان سے کہا کہ بے شک لوگوں نے تمھارے لیے (فوج) جمع کر لی ہے، سو ان سے ڈرو، تو اس (بات) نے انھیں ایمان میں زیادہ کر دیا اور انھوں نے کہا ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔ تو وہ اللہ کی طرف سے عظیم نعمت اور فضل کے ساتھ لوٹے، انھیں کوئی برائی نہیں پہنچی اور انھوں نے اللہ کی رضا کی پیروی کی اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔ یہ تو شیطان ہی ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے، تو تم ان سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو، اگر تم مومن ہو۔''

اللہ تعالیٰ نے ان چند آیات میں مومنوں کو خبردار کیا کہ شیطان کے دوستوں سے مت ڈرو، صرف مجھ سے ڈرو، اس لیے کہ صرف اللہ کا خوف اور اس کے احکامات کی بجا آوری ہی ممنوعات سے اجتناب کا ذریعہ ہے اور جب یہ دونوں چیزیں پائی جائیں گی تو مصائب و مشکلات دور ہوں گی، اور دشمنوں پر فتح نصیب ہوگی، چنانچہ یہی وجہ تھی کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ ''اور کوئی بندہ اگر ڈرے تو صرف اپنے گناہوں سے'' [1] پس اگر کوئی مخلوق انسان کے سر پر مسلط ہے تو یہ اس کے گناہوں کی سزا ہے، انسان خاص طور پر ایسے وقت میں اللہ سے خوف کھائے اور اپنے گناہوں سے توبہ کرے جن کی پاداش میں اسے مصائب و مشکلات کو جھیلنا پڑ رہا ہے۔ [2] جیسا کہ ایک اثر میں وارد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((أَنَا اللّٰهُ ، مَالِكُ الْمُلُوْكِ ، قُلُوْبُ الْمُلُوْكِ ، وَنَوَاصِيهِمْ بِيَدِيْ ، مَنْ أَطَاعَنِيْ جَعَلْتُهُمْ عَلَيْهِ رَحْمَةً ، وَمَنْ عَصَانِيْ جَعَلْتُهُمْ عَلَيْهِ نِقْمَةً ، فَلَا تَشْتَغِلُوْا بِسَبِّ الْمُلُوْكِ وَأَطِيْعُوْنِيْ أُعْطِفُ قُلُوْبَهُمْ عَلَيْكُمْ .)) [3]

''میں اللہ ہوں، تمام بادشاہوں کا مالک ہوں، تمام بادشاہوں کے دل و دماغ میرے ہاتھ میں ہیں، جو میری اطاعت کرے گا میں اس کے لیے بادشاہوں کو مہربان کر دوں گا اور جو میری نافرمانی کرے گا میں اس کے لیے بادشاہوں کو عذاب بنا کر مسلط کر دوں گا، لہٰذا بادشاہوں کی عیب جوئی اور انھیں برا بھلا کہنے میں نہ پھنسو، میری اطاعت کرو میں ان کے دلوں کو تمھارے لیے نرم کر دوں گا۔''

(۲) امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ لوگوں کو اللہ کے اسماء و صفات کا معنی مطلب بتاتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ﴾ (محمد: ۱۹)

---

[1] الفتاوٰی (۸/ ۹۹)۔ [2] الفتاوٰی (۸/ ۱۰۱)۔ [3] الفتاوٰی (۸/ ۱۰۱)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''پس جان لے کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہ کی معافی مانگ۔''

یہ آیت کریمہ بتاتی ہے کہ جس شخص کو اللہ کی جتنی زیادہ معرفت ہوگی اتنا ہی زیادہ وہ اللہ سے خوف کھائے گا، جیسے کہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَٰٓؤُا ۗ ﴾ (فاطر: ۲۸)

''اللہ سے تو اس کے بندوں میں سے صرف جاننے والے ہی ڈرتے ہیں۔''

قرآن مجید کا صاف اعلان ہے کہ اللہ کے بابرکت اسماء اور بلند وکامل صفات کی معرفت ایمان کی زیادتی، اس کی تقویت اور دل میں پختگی کا قوی ترین ذریعے سے ہے۔ اللہ کی معرفت اس بات کو متضمن ہے کہ اس کی وحدانیت کی تینوں قسموں یعنی توحید ربوبیت، توحید الوہیت اور توحید اسماء وصفات کی معرفت ہو، کیونکہ یہی ایمان کی روح اور اس کی غایت واساس ہیں، بندے کو جتنا ہی اللہ کے اسماء حسنی وصفات علیا کی معرفت ہوگی اتنا ہی اس کے ایمان میں اضافہ اور یقین میں پختگی ہوگی۔ ❶

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَلِلَّهِ الْأَسْمَآءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا ۖ وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِيٓ أَسْمَآئِهِ ۚ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٨٠﴾ ﴾ (الاعراف: ۱۸۰)

''اور سب سے اچھے نام اللہ ہی کے ہیں، سو اسے ان کے ساتھ پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں کے بارے میں سیدھے راستے سے ہٹتے ہیں، انھیں جلد ہی اس کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔''

اور فرمایا:

﴿ قُلِ ادْعُوا اللَّهَ أَوِ ادْعُوا الرَّحْمَٰنَ ۖ أَيًّا مَّا تَدْعُوا فَلَهُ الْأَسْمَآءُ الْحُسْنَىٰ ۚ ﴾ (الاسراء: ۱۱۰)

''کہہ دے اللہ کو پکارو، یا رحمان کو پکارو، تم جس کو بھی پکارو گے سو یہ بہترین نام اسی کے ہیں۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةٌ وَّ تِسْعِيْنَ اِسْمًا۔ مِئَةٌ إِلَّا وَاحِدَةٌ۔ مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ .)) ❷

''بے شک اللہ کے ننانوے نام ہیں۔ سو میں ایک کم۔ جس نے ان کا احصاء کر لیا جنت میں داخل ہوگا۔''

اس حدیث میں احصاء کرنے کا مطلب ہے کہ یاد کر لیا، ان کے معانی کو سمجھ لیا، ان کے حروف ومعانی پر عقیدہ ہو گیا اور ان کے ذریعے سے اللہ کی عبادت کیا وہ جنت میں داخل ہوگا، اور جنت تو مومنوں ہی کے لیے ہے۔ ❸

---

❶ الوسطية فى القرآن الكريم / الصلابى ص (۲۲۸).

❷ صحيح البخارى / الدعوات / حديث نمبر (٦٤١٠).

❸ التوضيح و البيان لشجرة الإيمان / السعدى ص (٤١).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ اللہ کے اسمائے حسنیٰ اور بلند و کامل صفات کی معرفت کی اسی اہمیت کے پیش نظر علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اے علم طلب کرنے والے! عالم کی تین نشانیاں ہیں: اسے اللہ کا علم ہو، اللہ کی پسندیدہ چیزوں کا علم ہو، اور اس کی ممنوعات و محرمات کا علم ہو۔''❶

آپ نے ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ کی اوصاف کاملہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''وہ ہر زمان و مکان حتی کہ ہر ہر لحہ کا عالم ہے، کسی بنیادی خاکہ کو سامنے رکھ کر اشیاء کی تخلیق نہیں فرمائی، نہ ہی کسی چیز کی مثال سامنے تھی، بلکہ جو کچھ بھی پیدا کیا برجستہ پیدا کیا اور درست و مضبوط پیدا کیا، جس چیز کی تصویر بنائی نہایت عمدہ بنائی۔ اپنی بلندی میں یکتا ہے، لیکن کوئی صدا اس تک پہنچنے سے مانع نہیں، اور کسی مخلوق کی عبادت اس کے لیے نافع نہیں، اس کے نزدیک دعاؤں کی قبولیت کی رفتار بہت تیز ہے، آسمانوں اور زمینوں میں فرشتے اس کے لیے ہمہ وقت مطیع ہیں۔ مدتوں قبل فوت ہونے والے انسانوں کا اسے ایسے ہی علم ہے جیسے کہ زندہ چلنے پھرنے والوں کا۔ وہ بلند آسمانوں کی ایسے ہی خبر رکھتا ہے جیسے کہ زمین اور اس کی تمام چیزوں کی، اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے، مختلف آوازوں کی گونج اور زبانوں کا اختلاف اس کے لیے باعث حیرت و پریشانی نہیں، وہ مدبر اور بصیر ہے، ہمیشہ زندہ اور قائم رہنے والا ہے، وہ پاک ہے اور اس بات سے کہیں زیادہ بلند ہے کہ اس کی صفات کی کیفیت بیان کی جاسکے۔''❷

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک یہودی آیا اور پوچھنے لگا کہ ہمارا رب کب تھا؟ یہ سن کر آپ کا چہرہ غصے سے بدل گیا اور کہا: کیا وہ نہیں تھا، پھر ہوا؟ وہ ازل سے ہے جس کی کوئی ابتدا نہیں، وہ تھا اس کی کیفیت نہیں بیان کی جاسکتی، وہ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا، وہ ہر انتہا کی انتہا ہے اس کے بعد کوئی انتہا نہیں، یہ سن کر یہودی اسلام لے آیا۔❸

اللہ کی صفات کے بارے میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ وَيُعْطِيْ عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِيْ عَلَى الْعَنْفِ .))❹

''اللہ تعالیٰ نرم دل ہے، نرمی کو پسند کرتا ہے، اور نرم دلی برتنے پر وہ کچھ دیتا ہے جو سخت دلی پر نہیں دیتا۔''

اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کی معرفت، ان کے معانی و مفاہیم پر غور اور ان پر ایمان لانے سے بندے کے دل میں اللہ کی محبت اور عظمت جاگزیں ہوتی ہے اور پھر ان کے نتیجے میں وہ اللہ کے احکامات و ممنوعات کا پابند ہوتا ہے، مصائب و مشکلات کی گھڑیوں میں اللہ ہی کی پناہ ڈھونڈھتا ہے، اپنی ضرورتوں کو اسی سے مانگتا ہے اور ناگہانی آفات پر اسی سے فریاد کرتا ہے اور اس طرح دیگر تمام قلبی عبادات کو اللہ کے لیے خالص کر دیتا ہے۔❺

---

❶ تاریخ الیعقوبی (۲/ ۲۰۷) منہج علی بن أبی طالب ص (۹۱)۔ ❷ حلیة الأولیاء (۱/ ۷۳)۔

❸ تاریخ الخلفاء / السیوطی ص (۲۰۶)۔ ❹ مسند أحمد (۲/ ۱۷۳) احمد شاکر فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔

❺ منہج علی بن ابی طالب فی الدعوة إلی اللہ ص (۹۲)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۳) امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ لوگوں کو انعامات الٰہی یاد دلا کر شکر گزاری کی تعلیم دیتے ہیں:

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ اور بندوں پر اس کے انعامات کو یاد دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اے لوگو! میں تمھیں اللہ کے تقویٰ کی نصیحت کرتا ہوں، جس نے تمھیں مثالوں سے سمجھایا، تمھاری زندگی کے آخری اوقات کو مقرر کیا، تمھیں کان عطا کیے جو مطلوبہ چیزوں کو دماغ تک پہنچاتے ہیں، آنکھیں دیں تاکہ سامنے سے تاریکی کا پردہ چھٹ جائے، دل دیا جو جسمانی ساخت و سج دھج پر غور کرے اور جو زندگی دی ہے اس کے بارے میں فکر و تدبر کرے، کیونکہ اللہ نے تمھیں بیکار نہیں پیدا کیا، نہ ہی تمھیں یکسر نظر انداز کر دیا، بلکہ تمھیں بے انتہا نعمتوں سے اعزاز بخشا۔ سامان عیش و تنعم سے تمھاری بھرپور مدد کی اور تمھارے اعمال کا احصاء کر رکھا ہے، خوش حالی اور بدحالی دونوں میں تمھارے لیے جزاء و ثواب مقرر کیا، لہٰذا اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو، رضائے الٰہی کی طلب میں محنت کرو اور ایسے اعمال کی بجا آوری میں جلدی کرو جو خواہشات کو کچلنے والے اور لذتوں کو دفن کر دینے والے ہوں۔''❶

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ لوگوں کو اللہ کے انعامات و نوازشوں کی شکر گزاری کی رغبت دلا کر انھیں اللہ کی قربت حاصل کرنے پر مائل کرتے تھے، ان انعامات میں سراپا غرق ہو جانے اور ہر طرف سے مطمئن ہو جانے سے ڈراتے تھے۔ آپ فرماتے:

''تم پر کوئی مسرت و خوش طبعی نازل ہو تو اللہ کا شکر ادا کرو اور اس کے ساتھ ساتھ خوف بھی رکھو اور اگر خوف و خطرہ نازل ہو تو اللہ کو یاد کیا کرو اور اس کے ساتھ مکمل طور سے مسرت و خوش طبعی کی امید رکھو، اس لیے کہ اللہ نے مسلمانوں سے اچھے بدلے اور شکر گزاروں کو زیادہ (دیدار الٰہی) کا وعدہ کیا ہے۔''❷

آپ نے انسانوں کو اپنے وجود میں غور و فکر کرنے کی دعوت دی فرمایا:

''جس نے اپنی ذات کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔''❸

اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:

﴿وَفِيٓ أَنفُسِكُمۡۚ أَفَلَا تُبۡصِرُونَ ۝٢١﴾ (الذاریات: ۲۱)

''اور تمھارے نفسوں میں بھی، تو کیا تم نہیں دیکھتے؟''

(۴) امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو جاہلیت کے نشانات مٹانے کا حرص:

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ میں تھے۔ اس وقت آپ نے فرمایا: تم میں کون ایسا ہے جو مدینہ جائے اور وہاں جتنے بت ہیں انھیں توڑ دے، اونچی قبروں کو برابر

---

❶ حلیة الأولیاء (۱/ ۷۸) صفة الصفوة (۱/ ۳۲۸).   ❷ البدایة والنهایة (۷/ ۳۹).

❸ مطلوب كل طالب من شرح كلمات علی بن ابی طالب / محمد عبدالجليل العمری، مخطوطه۔ بحواله منهج علی بن ابی طالب ص (۹۶).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کر دے اور تصاویر کو مسخ کر دے؟ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں جا رہا ہوں، اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ، چنانچہ آپ گئے پھر لوٹ کر آئے تو اللہ کے رسول ﷺ کو بتایا کہ میں نے کسی بت کو نہیں چھوڑا، سب کو توڑ دیا، ساری اونچی قبروں کو برابر کر دیا اور تصویروں کو مسخ کر دیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ عَادَ لِصَنْعِهِ شَیْءٌ مِنْ هٰذَا فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ .)) ❶

"جس نے مذکورہ چیزوں میں سے کسی چیز کو دوبارہ کیا تو اس نے محمد کی لائی ہوئی شریعت کا انکار کیا۔"

چنانچہ اسی تربیت نبوی کی حرارت تھی کہ جب آپ امیر المومنین بنائے گئے تو آپ نے ابوالہیاج اسدی کو اسی مہم پر روانہ کیا اور ان سے کہا: میں تم کو اسی مہم پر بھیج رہا ہوں جس پر مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا، جاؤ تم کسی بت کو نہ چھوڑنا، سب کو ڈھا دینا، کسی اونچی قبر کو نہ چھوڑنا، اسے ضرور برابر کر دینا۔ ❷

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ قبروں کی زیارت کرنے اور آخرت کا احساس تازہ رکھنے کے لیے بکثرت قبرستان جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ قبرستان کے پاس کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: "اے شہر خموشاں کے مکینو! ہمیں اپنے بارے میں بتاؤ، یہاں کی خبر تو یہ ہے کہ تمھاری منکوحہ بیویاں دوبارہ نکاح کر چکی ہیں، تمھارا ترکہ تقسیم ہو چکا ہے، اور تمھارے گھروں میں دوسرے لوگ آباد ہو چکے ہیں۔" پھر آپ نے فرمایا: "سن لو! میں اللہ کی قسم اُٹھا کر کہتا ہوں اگر یہ لوگ بولتے تو یہی جواب دیتے کہ تقویٰ سے بہتر ہم نے کوئی سامان زندگی نہ دیکھی۔" ❸

آپ ہر ممکن طریقے اور ہر چہار جانب سے توحید کو نکھارنے، شرک اور اس کے اسباب کو قمع کرنے کی کوشش کرتے رہے، آپ نے قبروں کو سجدہ گاہ بنانے سے سختی سے منع کیا، کیونکہ اس سے انسان شرک کے فتنے کا شکار ہو سکتا ہے اور وہ مردوں کی عبادت کا ذریعے سے بن سکتی ہے۔ آپ نے ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ سب سے برا آدمی وہ ہے جو قبروں کو سجدہ گاہ بناتا ہے۔ ❹ آپ نے یہ بات نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کی اتباع میں کہی:

((اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰی قَوْمٍ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِیَاءِ هِمْ مَسَاجِدَ .)) ❺

"اللہ کا سخت غضب ہوا اس قوم پر جنھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔"

اس مقام پر یہ بات فائدے سے خالی نہ ہوگی کہ قبروں کی زیارت کے کیا مقاصد ہیں؟ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کی روشنی میں قبروں کی زیارت کے دو مقاصد ہیں:

۱: موت کی یاد آوری اور اس سے عبرت پکڑنا۔

۲: میت کی بخشش اور اس پر رحمت الٰہی کے لیے دعا کرنا۔

---

❶ مسند احمد (۲/ ۸۷ حدیث نمبر) (٦٥٧) الرسالة، احمد شاکر فرماتے ہیں: اس کی سند حسن ہے۔

❷ صحیح مسلم / الجنائز (۲/ ٦٦٦)۔ ❸ الاستذکار (۱/ ۲۳٤)۔

❹ مصنف عبدالرزاق (۱/ ٤٠٥) کنز العمال (۲۲٥۲۲)۔

❺ فتح الباری (٤/ ۳۷٦) اس کی سند حسن ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان مقاصد میں کسی اعتبار سے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ قبر کی زیارت کرنے والا قبر والے سے اپنی حاجت برآری کے لیے دعا و عاجزی کرے، اس نیت سے کسی بھی قبر کی زیارت کرنا سنت نبوی اور آداب زیارت قبر کے خلاف ہے۔ جس کو علماء نے بیان کیا ہے۔ ❶

ابن العربی سفر کے اغراض و مقاصد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''من جملہ اغراض و مقاصد میں سے ایک بنیادی مقصد یہ ہے کہ برادران اسلام کے حالات معلوم کیے جائیں اور ان کی خبر گیری کی جائے اور یہ اس صورت میں جب کہ وہ باحیات ہوں اور اگر وہ وفات پاچکے تو ان کی قبر کی زیارت کی جائے اور ان کے لیے رحم کی دعا کی جائے تاکہ میت زندہ سے مستفید ہو۔ میت سے انتفاع کا قصد نہ کیا جائے کیونکہ یہ بدعت ہے۔'' ❷

بلکہ حاجت برآری کی امید سے قبر کی زیارت کرنا ہی وہ شرکیہ عمل ہے جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو منع فرمایا تھا، چنانچہ ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ حنین کے لیے جا رہے تھے تو مشرکین کے ایک متبرک درخت ''ذات انواط'' سے آپ کا گزر ہوا، اس درخت پر لوگ اپنے اسلحے وغیرہ لٹکاتے تھے، صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ اے اللہ کے رسول اسی طرح ''ذات انواط'' ہمارے لیے بھی بنا دیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((سُبْحَانَ اللّٰهِ هٰذَا كَمَا قِيْلَ لِمُوْسٰى: اِجْعَلْ لَّنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ لَتَرْكَبُنَّ سُنَّةَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ .)) ❸

''سبحان اللہ! یہ مطالبہ تو ایسے ہی ہے جیسے کہ موسیٰ (علیہ السلام) سے کہا گیا تھا کہ ہمارے لیے بھی ایک معبود بنا دیں جیسے کہ ان کے معبود ہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم ان لوگوں کے طریقہ پر ضرور بالضرور چلو گے جو تم سے پہلے تھے۔''

یہ حدیث بتاتی ہے کہ کسی جگہ، درخت، عمارت یا کوئی بھی ایسی چیز جس کا تعلق جاہلی عقیدہ سے ہو، شفایابی یا حاجت برآری کی امید سے اس کی تعظیم کرنا حرام ہے، لوہا، لکڑی، پتھر، استھان، آستانہ وغیرہ یا اس طرح کی کوئی بھی چیز جو طویل مدت تک رہنے والی ہو، یا جلد ہی ختم ہو جانے والی ہو جس کا احترام کیا جاتا ہو اور جاہلی عقائد و عبادات میں اس کی کوئی حیثیت رہی ہو اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔ ❹

تاریخ بتاتی ہے کہ جاہلی عقائد و عبادات سے قبر کا گہرا رشتہ ہے، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ وہ جاہلی عقائد کا ایک

---

❶ الغلو فی الدین د/ صادق الغریانی ص (۱۱۹).

❷ فتح الباری (۳/ ۶۵) لیکن یہاں یہ بات واضح ہونی چاہیے کہ محض زیارت قبر کی نیت سے سفر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ......'' (متفق علیہ) صرف تین مساجد (مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ) کا رخصت سفر باندھنا جائز ہے۔ (مترجم)

❸ سنن الترمذی حدیث نمبر (۲۱۸۰) حسن صحیح. ❹ عدۃ المرید ص (۲۰۶)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ستون رہی ہے تو بے جان ہوگا۔ اس کی سب سے بڑی اور واضح دلیل یہ ہے کہ مشرکین کا سب سے مشہور بت ''لات'' تھا، جس کی وہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے، یہ ''لات'' وغیرہ دراصل ان نیکوکاروں کے نام تھے جو وفات پاچکے تھے، اور بعد کے لوگوں نے ان کی عقیدہ واحترام میں مبالغہ کیا اور اس حد تک مبالغہ کیا کہ اللہ کو چھوڑ کر ان کے مجسموں کی عبادت کرنے لگے۔ ❶

بہرحال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا عمل توحید کی حمایت کا ایک درخشندہ باب ہے اور اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ آج کے بہت سے مسلمان جو اپنی جہالت و کج روی کی وجہ سے قبروں کی تقدیس و تعظیم، ان کے طواف اور قبروں سے استغاثہ و حاجت برآری کے قائل ہیں یہ سب قطعاً حرام ہیں، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور سیرت علی رضی اللہ عنہ کے سراسر خلاف ہیں۔ علمائے ربانی کا یہ فرض ہے کہ اس باب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کریں جس طرح علی رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔ لوگوں کو اللہ واحد کی عبادت کا پابند بنائیں اور حکمت و دانائی نیز اپنے مواعظ حسنہ کے ذریعے سے دعوت الی اللہ کے راستے میں جو رکاوٹیں پیش آئیں انھیں ہٹاتے جائیں اور ان کے دلوں کو اللہ سے جوڑ دیں۔

الف:...... قبروں کی زیارت کا شرعی طریقہ:

قبروں کی زیارت کے شرعی طریقہ سے بہت سارے لوگ غافل اور ناواقف ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت عالم اسلام میں بدعات وخرافات کی کثرت ہے اور علمائے اسلام لوگوں کو قبروں کی زیارت کا شرعی طریقہ نہیں بتاتے یا بتاتے ہیں تو اس کی توضیح اور زیارت قبر کی دعا وغیرہ سکھانے میں کوتاہی سے کام لیتے ہیں۔ لہٰذا میں اختصار سے بتانا چاہتا ہوں کہ اسلام کی نگاہ میں قبروں کی زیارت کا سب سے اہم مقصد یہ ہے کہ زیارت کرنے والا موت کو یاد کرے، اپنی حیثیت اور آخری منزل پر غور کرے اور وہ یہ سوچے کہ آج جس جگہ وہ زیارت کرنے آیا ہے کل اس کے لیے بھی یہی جگہ مسکن و بستر ہوگی۔ جب انسان یہ سوچے گا تو اسے اطاعت الٰہی پر ثبات قدمی میسر ہوگی، وہ اپنی بری خواہشات کو دبائے گا اور لگام دے گا اور پھر اپنے دل کو عبادت الٰہی کی طرف جھکائے گا، خاص طور پر ایسے وقت میں جب کہ اسے عبادت سے تھکاوٹ اور گریز کا احساس ہوگا۔

قبروں کی زیارت کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ مردوں کے لیے رحمت و مغفرت الٰہی اور سلامتی کی دعا کی جائے، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رات کے آخری پہر بقیع الغرقد کی زیارت کے لیے جاتے اور یہ دعا پڑھتے:

((اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ، وَ اِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ .))

''اے مومنوں کی بستی کے مکینو! تم پر سلامتی نازل ہو، اور اگر اللہ نے چاہا تو ہم بھی تم سے ملنے والے

---

❶ الغلو فی الدین ص (۱۱۹).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہیں، اے اللہ تو بقیع غرقد والوں کو بخش دے۔''

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی دوسری روایت میں ہے کہ جبریل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ آپ بقیع غرقد والوں کے لیے استغفار کریں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! میں ان کے لیے کیسے دعا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہو:

((اَلسَّلَامُ عَلٰی اَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُسْلِمِيْنَ وَ يَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِيْنَ وَ اِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ .)) ❶

''مومنوں اور مسلمانوں کی اس بستی والوں پر سلامتی نازل ہو اور اللہ رحم فرمائے ان لوگوں پر جو آگے جا چکے ہیں اور جو بعد میں جانے والے ہیں اور ہم بھی اگر اللہ نے چاہا تو تم سے ملنے والے ہیں۔''

تمام مسالک کے علمائے اسلام نے صراحت کی ہے کہ قبروں پر کوئی تعمیر جائز نہیں ہے اور یہ وضاحت کی ہے کہ قبر رسول اور دیگر قبروں کی زیارت کے آداب کیا ہیں؟: اور بندے کو اپنے رب سے کس طرح دعا کرنی چاہیے، نیز یہ کہ اللہ اور اس کے بندے کے درمیان کسی انسانی واسطہ کی ضرورت نہیں۔ امام کاسانی حنفی اپنی کتاب ''بدائع الصنائع'' میں فرماتے ہیں:

''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے قبروں پر کسی بھی تعمیر کو مکروہ قرار دیا ہے، اور جب کراہت کا استعمال مطلق ہو تو اس سے تحریم مقصود ہوتی ہے، چنانچہ احناف میں سے ابن مالک نے صراحتاً قبروں پر تعمیر کو حرام قرار دیا ہے۔'' ❷

امام طحاوی حنفی فرماتے ہیں:

''قبر کا استلام اور اس کو بوسہ دینا جائز نہیں ہے، یہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کا شیوہ رہا ہے۔ استلام صرف حجر اسود اور رکن یمانی کے لیے خاص ہے۔'' ❸

قاضی عیاض امام مالک سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس وقوف کرنے کو میں جائز نہیں سمجھتا، بلکہ زیارت کرنے والا دعا کرے اور گزر جائے۔''

امام ابن وہب امام مالک سے نقل کرتے ہیں کہ:

''زیارت کرنے والا قبر کے قریب سے گزرے، سلام کرے، لیکن قبر کو ہاتھ نہ لگائے۔'' ❹

امام زروق مالکی فرماتے ہیں کہ:

''نیکوکاروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالینا، زیارت کرتے ہوئے انھیں چومنا چاٹنا، ان کی مٹی کو تبرک کے

❶ صحيح مسلم (١/ ٦٧١) حديث نمبر (٩٧٤).
❷ بدائع الصنائع (١/ ٣٢).
❸ حاشية على مراقي الفلاح (٢٤٠).
❹ شرح الشفاء (٢/ ١٥٢).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

طور پر اٹھا لانا یہ تمام کام نصاریٰ کے ہیں اور شرعاً ممنوع بلکہ حرام ہیں۔'' ❶

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''میں نے مہاجرین و انصار کی قبروں کو پختہ اور چونا کاری کیا ہوا نہیں دیکھا، ہاں ان حکام کو ضرور دیکھا جو مکہ میں پختہ قبروں کو توڑ رہے تھے، لیکن فقہائے اسلام میں سے کسی نے اسے برا نہیں کہا۔'' ❷

امام نووی شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''قبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ سے چھونا، یا اسے بوسہ دینا حرام ہے، بلکہ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ جس طرح آپ کی زندگی میں احتراماً آپ سے دور بیٹھا جاتا تھا اسی طرح وفات کے بعد بھی آپ کی قبر سے دور ہی رہا جائے، یہی صحیح بات ہے اور اسی پر سب کا عمل ہے۔'' ❸

امام سبکی فرماتے ہیں:

''قبر کو چھوا نہ جائے اس سے قریب نہ ہوا جائے اور نہ ہی اس کا طواف کیا جائے۔'' ❹

ب:...... مزاروں پر عرس اور میلے کی تاریخی و شرعی حیثیت:

قبروں اور مزاروں پر سالانہ عرس اور میلے لگانے کا آغاز چوتھی صدی ہجری میں عبیدیوں (فاطمیوں) نے کیا۔ مورخ احمد بن علی المقریزی لکھتے ہیں: وہ (فاطمی) لوگ چھ عید میلاد کیا کرتے تھے، عید میلاد النبی، عید میلاد علی بن ابی طالب، عید میلاد حسن اور حسین، عید میلاد فاطمہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) اور عید میلاد خلیفہ وقت۔ وہ لوگ حسین رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس اونٹ، گائے اور بکری کا ذبیحہ پیش کرتے تھے۔ ❺ حالانکہ اس تاریخ سے پہلے گزشتہ تین صدیوں میں مسلمانوں نے کبھی قبروں کے پاس میلہ نہیں لگایا اور نہ ہی کوئی عرس کیا، اس کی دلیل اس بات سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتی ہے کہ بیشتر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بقیع الغرقد کے باہر، مصر، شام اور عراق میں مدفون ہوئے، لیکن ان کی قبریں غیر معروف رہیں، ان کی کوئی شہرت نہ رہی، اور اگر کسی کی قبر کی شناخت بھی ہوئی تو مورخین اور سیرت نگاروں کے درمیان قبر کی تعیین وتحدید کا موضوع مختلف فیہ رہا۔ پس اگر قبروں کی اتنی اہمیت تھی تو سیرت نگاروں سے صحابہ کی قبریں کیوں کر پوشیدہ رہ گئیں، جب کہ وہ لوگ دین، عبادت، علم اور جہاد کے علم بردار، ہدایت کے منار اور صاحب علم و نیکوکار تھے، اگر ان کے یا ان کے تابعین کے زمانہ میں قبروں کی کوئی قابل ذکر اہمیت ہوتی تو ان کی جگہیں پوشیدہ نہ ہوتیں اور نہ مورخین کا اس میں اختلاف ہوتا، قرون اولیٰ کے بعد کہ جنھیں خیر القرون کہا گیا ہے، قبروں کی طرف عوام الناس کی خصوصی توجہ سے اس کی مشروعیت کبھی ثابت نہیں ہوسکتی، خاص طور پر جب کہ اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر کو عید گاہ بنانے اور اس پر عرس اور میلہ لگانے سے منع فرما چکے ہوں، اس صریح ممانعت کے بعد بھی اگر کوئی شخص ایسا

---

❶ شرح رسالة القيروانی (۱/ ۲۴۴).
❷ الأمّ (۱/ ۹۱۶).
❸ الزواجر عن اقتراف الكبائر (۱/ ۲۴۴).
❹ فتاوى السبكی (۱/ ۲۸۹).
❺ المواعظ و الاعتبار بذكر الخطط والآثار (۱/ ۴۲۷ ، ۴۹۰) ایضاً: الغلو فی الدين / الغريانی ص(۱۰۳).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہے تو وہ سراسر آپ کی مخالفت کر رہا ہے، من مانی کر رہا ہے اور پیر و مرشد کی ہدایت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی ہدایت پر مقدم کر رہا ہے اور یہ ایسا عمل ہے جس کی حرمت ان الفاظ میں وارد ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ﴾

(الحجرات: ۱)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو۔''

اور فرمایا:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦٣﴾﴾ (النور: ۶۳)

''سو لازم ہے کہ وہ لوگ ڈریں جو اس کا حکم ماننے سے پیچھے رہتے ہیں کہ انھیں کوئی فتنہ آ پہنچے، یا انھیں دردناک عذاب آ پہنچے۔''

ج: ...... مزارات جہالت و پسماندگی کی علامت ہیں:

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بیان کے بموجب قبروں کو برابر کر دینے کے متعلق فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے ہوئے آج پختہ قبروں اور مزارات کو بڑی اہمیت دی جانے لگی ہے۔ ان کے نقش و نگار اور رنگ و روغن کے لیے متعدد شکلیں اختیار کی جا رہی ہیں، غلاف کعبہ کی طرح ان پر ریشم کے پردے چڑھائے جا رہے ہیں۔ ان مزاروں پر مزین اعلیٰ وعمدہ ترین اور بیش قیمت دروازے لگائے جا رہے ہیں، اور بڑی بڑی وزنی لوہے کی تجوریاں رکھی جا رہی ہیں۔ ان کے پس پردہ مقصد یہ ہوتا ہے کہ اپنی مرادیں مانگنے اور حاجت طلبی کے لیے یہاں تشریف لانے والے زائرین زیادہ سے زیادہ عطیات اور قبر والوں کے نام پر نذرانے پیش کریں۔ آج مجاوروں کی زندگی عیش و تنعم کی بے مثال زندگی بن چکی ہے۔ یہی مجاور مُردوں کی کرامتوں کے ناقل ہوتے ہیں، اور جو شخص ان کرامتوں کو شک کی نگاہ سے دیکھنے کی کوشش کرتا ہے اسے دست غیب کے برے انجام سے ڈراتے اور دھمکاتے ہیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ قبروں کی آرائش و زیبائش اور تعظیم کا یہ منظر دنیا نے اس سے پہلے نہ دیکھا تھا، بلکہ اس کی پذیرائی علمی انحطاط اور فکری جمود کے ان ادوار میں ہوئی جن میں مسلمانوں کی زندگی روبہ زوال تھی، اور ان کی ہمتیں اور حوصلے پست ہو رہے تھے، تاریخ کا وہ ایسا تاریک دور تھا جس میں مسلمانوں نے روشن و مہذب رسالت محمدیہ کے نیر تاباں پر درویشی، گم نامی، بے کاری اور توہمات کی چادر ڈال دی، جب کہ اسی رسالت محمدیہ نے اپنی ابتدائی چالیس سال کی مختصر سی مدت میں اس دنیا کی روم و ایران جیسی عظیم سلطنتوں کو اپنے تابع کر لیا تھا۔ اس زوال پذیر دور میں دنیا کو علم اور عمل صالح سے بھر دینے والے سلف صالحین کے منہج سے دور ہو کر مسلمانوں نے توہمات کے گرد اپنی کوششوں کو محصور کر دیا، حالانکہ یہ قابل عمل تو کجا قابل توجہ بھی نہیں ہیں۔ کیا ہی بہتر ہوتا اگر ہم اپنے دل سے پوچھتے کہ روئے زمین کی سب سے افضل قبر یعنی قبر نبوی کے ساتھ یا امت محمدیہ کے افضل ترین طبقہ یعنی صحابہ کی قبروں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ کیا عہد صحابہ میں، یا مالک، شافعی، ابوحنیفہ اور احمد بن حنبل رحمہم اللہ جیسے ائمہ فقہ و ہدیٰ کے عہد میں اس کا کہیں کوئی ثبوت ملتا ہے؟؟ اگر نہیں ملتا اور یقیناً نہیں ملتا تو کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ قبروں پر آج جو کچھ ہو رہا ہے اس کا دین، عبادت اور ولایت سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ جہالت اور پسماندگی کی علامت ہے۔ دین کے نام پر ان قبروں کا وہی لوگ استحصال کر رہے ہیں جن کا ان سے کوئی مفاد و مصلحت وابستہ ہے، یہ مصلحت کسی بھی نوعیت کی ہو، عوام الناس کو ڈرانا اور ان کی عقلوں پر اپنی دادا گیری جمانا مقصود ہو یا ان کی جیبوں کو صاف کرنا مقصود ہو، یا ان کا مال کھا کر انھیں پسماندگی کے طرف دھکیلنا مقصد ہو؟ اسلام وہ سرچشمہ ہدایت ہے جو طاقت و قوت، علم و معرفت، تہذیب و تمدن، اخلاق و عادات، اصول و قوانین، انسانیت دوستی، نئی نئی ایجادات و تحقیقات اور عظیم سے عظیم تر کارناموں کے مختلف میدانوں میں دنیا کی صدیوں قیادت کرتا رہا، مگر یہ ایسا دور تھا جب اسلام کے ماننے والے اس کی روح اور حقیقی زندگی سے وابستہ تھے، لیکن بعد میں مسلمانوں نے اس سے روگردانی شروع کر دی، اپنے رب کے عطا کردہ علم و ہدایت کو درویشی، کرامات، گوشہ نشینی اور انسانوں پر توکل جیسے بے بنیاد اور غیر شرعی عقائد و نظریات پر ''برکت'' کے نام پر اعتماد کرنے لگے، حالانکہ ہدایت اور اسباب ہدایت سے اعراض کرنے کو گمراہی کا نام دینا چاہیے، کیونکہ ایسے ڈھونگ رچانے والے ''برکت'' سے کوسوں دور ہوتے ہیں۔ [1]

د:...... استعماری حملے اور قبے و مزارات:

مسلمانوں کو قبر پرستی کی سمت لے جانے اور اس کی حوصلہ افزائی کرنے میں مغربی استعمار نے اہم کردار ادا کیا ہے تاکہ وہ اسلام کی روح سے دور رہیں۔ ''ٹائمز'' نامی ایک انگریزی اخبار نے برطانوی استعمار کے ایک مفکر کی رائے نقل کی ہے جس میں وہ مسلمانوں کے درمیان بدعات اور اوہام و خرافات کو رواج دینے کی ہمت افزائی کرتا ہے، وہ کہتا ہے کہ ''مسلمانوں کے درمیان بدعات اور اوہام و خرافات کو رواج دینا انھیں اسلام سے دور کرنے کا ضامن ہے۔'' ایشیا میں استعماری اسلوب پر گفتگو کرتے ہوئے ایک مستشرق نے شیخ احمد باقوری سے کہا کہ ایشیا کے طویل علاقے میں استعماری کام کرنے والوں کا ہدف یہ تھا کہ اس طویل علاقے سے گزر کر ہندوستان سے بغداد آنے والے قافلوں کو استعماری مقصد کے تحت ایک نئی سمت کی طرف موڑا جائے، لیکن ہمیں خاطر خواہ وسائل میسر نہ ہو سکے، اس لیے بالآخر ایک ہی راستہ سمجھ میں آیا کہ ہندوستان سے بغداد کے اس طویل راستے میں تھوڑی تھوڑی مسافت اور فاصلوں پر جعلی قبریں اور قبے تعمیر کیے جائیں، پھر کیا تھا اولیاء اور ان کی کرامتوں کی افواہیں پھیل گئیں، یہاں تک کہ عوام الناس ان کے دھوکے میں آ گئے، وہ راستہ آباد ہو گیا اور مقصد بھی حاصل ہو گیا۔ [2]

استعماری دور میں انگریز حکومت مصر کی دینی حالت پر گہری نگاہ رکھتی تھی، اور اس علاقے میں کمیونزم کے پھیلاؤ پر نگاہ جمائے ہوئے تھی، لیکن جب اس نے مصریوں کی دینی حالت کا جائزہ لیا اور دیکھا کہ اس سال تین ملین مسلمانوں نے طنطا میں شیخ احمد بدوی کی قبر کی زیارت کی ہے تو اسے ان کی دینداری پر بہت اطمینان حاصل ہوا۔

---

[1] الغلو فی الدین / الغریانی ص (۱۰۵).
[2] لیس من الإسلام / محمد الغزالی ص (۲۲٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس سال وزارۃ الاوقاف کے واعظین کے وفد میں جانے والے ایک عالم دین جب قبر پرستی کا وہ منظر دیکھ کر لوٹے تو کہنے لگے کہ قبر پرستوں کی حرکتوں کو دیکھ کر میں سوچتا ہوں کہ انھیں وعظ و نصیحت اب کام دینے والی نہیں ہے، انھیں ڈنڈوں اور کوڑوں سے سمجھانے کی ضرورت ہے، اگر انھیں کسی صحیح دینی فریضہ کی طرف دعوت دی جائے تو نفرت سے بھاگتے ہیں، ان کی مذہبی بے راہ روی جاننے کے لیے بس یہی کافی ہے کہ مذکورہ قبر کے پاس وہ نذر و نیاز پیش کر رہے تھے، اور رو رو کر اور گڑگڑا کر دعائیں کر رہے تھے۔ ❶

ھ:...... کیا مزارات بدعت ہیں:

اللہ کے رسول ﷺ روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے سب سے مکرم و معزز بندے تھے، سب سے زیادہ متقی اور اللہ سے خوف و خشیت والے تھے، صحابہ کے نزدیک آپ کی جو توقیر و عظمت اور احترام و عقیدت تھی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ پھر آپ ﷺ کی وفات ہوئی، اور اپنی رہائش گاہ میں آپ مدفون ہوئے، اور تمام صحابہ نے آپ کی قبر کو جانا اور آپ کی قبر دنیا کی سب سے باعظمت اور افضل قبر رہی، لیکن تاریخ شاہد ہے کہ کسی صحابی نے اپنے عہد میں نہ تو آپ کی قبر پختہ کی نہ اس پر قبے بنائے اور نہ اسے مزار کی شکل دی، خلفائے راشدین اور آپ ﷺ کے عزیز ترین صحابہ میں سے کسی نے بھی بطور یادگار یا ذکر و عبادت کا مناسب موقع جان کر آپ ﷺ کی قبر کے پاس نہ کبھی عرس کیا اور نہ کبھی میلہ لگایا، اور نہ سال کا کوئی دن خاص کیا، بلکہ جب آپ ﷺ کی قبر کے پاس سے وہ لوگ گزرتے تھے تو اپنے رب کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے آپ پر درود و سلام پڑھتے تھے اور نبی کریم ﷺ کی زندگی اور مرنے کے بعد بھی آپ کی اطاعت، سنت کی اتباع، احکامات کی بجا آوری اور ممنوعات سے اجتناب کرتے تھے۔ یہ سب کچھ اللہ کے اس فرمان کی پیروی تھی:

﴿ وَمَآ اٰتٰـكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰـكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ ﴾ (الحشر: ۷)

''اور رسول تمھیں جو کچھ دے تو وہ لے لو اور جس سے تمھیں روک دے تو رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو۔''

اور فرمایا:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ (الاحزاب: ۲۱)

''بلاشبہ یقیناً تمھارے لیے اللہ کے رسول میں ہمیشہ سے اچھا نمونہ ہے۔''

آپ ﷺ کے بعد آپ کے خلفاء ایسے قدوۂ حسنہ (عمدہ نمونہ) ہیں جن کی سنتوں اور طریقوں کی پیروی کرنے اور مضبوطی سے پکڑنے کا ہمیں ہمارے نبی کریم ﷺ نے حکم دیا ہے، لیکن کسی مسلمان مورخ سے یہ ثابت نہیں ہے کہ انھوں نے سال کی کسی ایک مخصوص رات میں برکت کی امید سے یا ذکر و عبادت کے لیے آپ کی قبر کے پاس کبھی کوئی اجتماع کیا ہو اور میلہ لگایا ہو، حالانکہ یہ لوگ اللہ کے اولیاء، ہدایت یافتہ گروہ، حق کے مددگار اور دین کے پیشوا تھے۔ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی پسندیدہ چیزوں کو ہم سے زیادہ جانتے تھے، آپ کی اطاعت پر ہم

❶ الغلو في الدين ص (۱۰۵).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے زیادہ کوشاں رہتے تھے، اور ان کے دلوں میں رسول اللہ علیہ وسلم کی جو توقیر و عظمت تھی وہ بھی سب پر واضح اور مسلم ہے۔ اس لیے کہ یہ ایسی چیز ہے جس کا حکم قرآن نے دیا ہے اور اس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔

پس اگر آپ ﷺ کی قبر کے پاس سالانہ عرس یا میلہ لگانا کارِثواب ہوتا، اور اس سے دین میں کسی فساد کا اندیشہ نہ ہوتا تو صحابہ اور خلفاء کی برگزیدہ ہستیاں اسے کر گزرنے میں ہم پر سبقت لے جاتیں، لیکن چونکہ آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں اپنی موت کے بعد اپنی قبر کے پاس یا اپنے کسی صحابی کی قبر کے پاس ایسا کوئی کام کرنے کا حکم نہیں دیا، اور نہ ہی آپ کی سنت میں اس کا کوئی صحیح ثبوت ملتا ہے۔ اس لیے نہ آپ ﷺ نے نہ آپ کے صحابہ نے قبروں کے پاس ایسا کوئی کام کیا جسے عبادت یا کارِثواب کہا جائے، باوجود یہ کہ آپ ﷺ کو اللہ کی کامل عبودیت حاصل تھی اور اللہ کی پسندیدہ چیزوں کو سب سے زیادہ جانتے تھے اور آپ اپنی امت کے ایسے خیرخواہ اور ان کے مفاد کے لیے سوچنے والے تھے جس کی شہادت قرآن نے دی ہے:

﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢٨﴾ ﴾ (التوبة: ١٢٨)

"بلاشبہ یقیناً تمھارے پاس تمھی سے ایک رسول آیا ہے، اس پر بہت شاق ہے کہ تم مشقت میں پڑو، تم پر بہت حرص رکھنے والا ہے، مومنوں پر بہت شفقت کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔"

سیرت نبوی کا درس تو یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی قبر پر (عرس لگانے) سے ہمیں منع فرمایا ہے:

((لَا تَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قُبُوْرًا ، وَلَا تَجْعَلُوْا قَبْرِيْ عِيْدًا وَصَلُّوْا عَلَيَّ ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِيْ حَيْثُ كُنْتُمْ .)) [1]

"اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، اور میری قبر کو عیدگاہ نہ بناؤ اور مجھ پر دُرود بھیجو، بے شک تمھارا دُرود مجھے پہنچتا ہے تم جہاں کہیں بھی رہو۔"

حدیث میں وارد "عید" کا لفظ عود کے معنی میں ہے، جس کا مطلب ہے کسی چیز کا بار بار لوٹنا اور واپس آنا، چنانچہ عید کو عید اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وہ ہر سال آتی ہے۔ پس حدیث مذکور میں قبر کو عیدگاہ بنانے کا مطلب ہے کہ میری قبر کی زیارت کے لیے ہر مہینا یا ہر سال میں کوئی خاص وقت یا خاص دن مقرر نہ کرو، وہ زیارت ہر سال عید کی طرح اجتماع کی شکل نہ اپنائے ہو، اور نہ ہی میری قبر کی زیارت کو حج کی طرح کوئی عبادت سمجھو کہ جس کے لیے دور دراز کا سفر طے کرتے ہو، ان سب کاموں سے بچو، یہودیوں اور نصرانیوں کی مشابہت نہ کرو، کیونکہ وہ لوگ اپنے انبیاء کی قبروں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں اور پھر اسی شدتِ غلو اور انتہا پسندی کے نتیجہ میں انھوں نے مسیح علیہ السلام کو "الٰہ" کا درجہ دے دیا ہے، ہمارے نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کو اس مہلک عادت سے ڈراتے ہوئے فرمایا تھا:

((لَا تُطْرُوْنِيْ كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ ، فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ ، فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ

[1] فتح الباري (٤/ ٣٧٦) اس کی سند حسن ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَرَسُوْلُهُ .)) ❶

''مجھے حد سے زیادہ نہ بڑھاؤ، جس طرح نصاریٰ نے ابن مریم کو حد سے آگے بڑھایا، بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں، تو تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔''

چنانچہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سے کسی امید لگانے کی اتنی سخت ممانعت ہے جب کہ آپ اللہ کے سب سے مکرم و معزز بندے ہیں، سید الاولین والآخرین ہیں، تمام مخلوق میں بالاتفاق سب سے افضل ہیں اور بروز قیامت اللہ کے سب سے مقبول سفارشی ہیں تو بھلا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرے اولیاء اور نیکوکاروں کی قبروں سے کیوں کر کوئی امید لگائی جا سکتی ہے۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح ممانعت کے باوجود اگر کوئی شخص آپ کی مخالفت کرتا ہے یعنی اولیاء و نیکوکاروں کی قبروں پر عید گاہ یا عرس لگاتا ہے تو اسے اس الٰہی تنبیہ سے خبردار رہنا چاہیے:

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦٣﴾ ﴾ (النور: ٦٣)

''سو لازم ہے کہ وہ لوگ ڈریں جو اس کا حکم ماننے سے پیچھے رہتے ہیں کہ انھیں کوئی فتنہ آپہنچے، یا انھیں دردناک عذاب آپہنچے۔''

خلاصہ یہ کہ قبروں کے متعلق خیر القرون کے مسلمانوں کا طرز عمل ہمارے سامنے ہے، اب اگر کوئی شخص ان کے طرز عمل کو چھوڑ کر اس گمان میں ان کی مخالفت کرتا ہے کہ ہمارا عمل کار ثواب اور باعث رضائے الٰہی ہے تو منطقی طور پر یہی کہا جائے گا کہ اس کا یہ عمل بدعت ہے اور شریعت پر ظلم ہے، یا یہ کہ یہ شخص علم و فضل میں خیر القرون کی برگزیدہ ہستیوں پر فوقیت رکھتا ہے، ایسے شخص کے بارے میں امام مالک رحمہ اللہ فرماتے تھے:

''......جس شخص نے اس امت میں کوئی ایسا عمل ایجاد کیا جسے اس کے اسلاف صالحین نے نہیں کیا تھا، تو گویا اس کا گمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین میں خیانت کی ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ ﴾ (المائدۃ: ٣)

''آج میں نے تمھارے لیے تمھارے دین کو مکمل کر دیا۔''

اس لیے جو عمل اُس دور (نبوی) میں دین نہیں تھا آج بھی دین نہیں ہوگا۔'' ❷

اور فرماتے تھے:

''سنت کی مثال کشتی نوح علیہ السلام کی سی ہے، کہ جو اس میں سوار ہوا نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہا وہ ڈوب گیا۔'' ❸

عبادت کے نام پر قبروں و مزاروں کی تعمیر و آبادکاری ایسا عمل ہے جسے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور نہ ہی

---

❶ صحیح البخاری حدیث نمبر (٣٣٤٥). ❷ الاعتصام / الشاطبی (٢/ ٥٣).
❸ الغلو فی الدین / الغریانی ص (١٠٩).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کسی صحابی نے، بلکہ سب نے اس سے منع کیا، پس اس ممانعت کی مخالفت کرنا دراصل دین میں بدعت ایجاد کرنا ہے جس کا آخری انجام گمراہی ہے۔ چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہر جمعہ کو خطبہ مسنونہ میں فرماتے تھے:

((أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ، وَخَيْرَ الْهُدٰي هُدَى مُحَمَّدٍ، وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.)) ❶

''حمد و صلاۃ کے بعد! یقیناً سب سے بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور سب سے بہترین طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے اور سب سے برا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

اور فرمایا:

((مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ.)) ❷

''جس نے ہمارے اس امر (دین) میں کوئی نئی بات نکالی جو اس میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔''

پابندی کے ساتھ کسی ایک دن اور کسی ایک جگہ پر اس طرح اکٹھا ہونا کہ وہاں عبادت کرنے کے لیے دور دراز کا سفر کیا جائے، صرف انھیں مقامات اور ایام کے لیے جائز ہے جن کی اسلامی شریعت نے اجازت دی ہے، جیسے کہ مکہ میں مناسک حج کی ادائیگی کے لیے سفر کرنا اور وہاں عرفہ، منیٰ اور مزدلفہ میں اکٹھا ہونا، یا اسی طرح عیدین کی نماز اور جمعہ و جماعت کے لیے جمع ہونا، یہ ایسے اسلامی شعائر ہیں جن کی تعظیم اور پابندی کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ان کا احترام کرنے والوں کی یہ کہہ کر تعریف کی ہے:

﴿ ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴾ (الحج: ٣٢)

''یہ اور جو اللہ کے نام کی چیزوں کی تعظیم کرتا ہے تو یقیناً یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے۔''

مذکورہ مقامات و ایام مقدسہ کے علاوہ سال میں دوسرے دن کو مقدس ماننا، یا کسی جگہ کے لیے سفر باندھنا دین میں بدعت ہے اور عبادت کے نام پر ایسا عمل ہے جس کی اجازت اللہ تعالیٰ نے نہیں دی ہے۔ آج یہی مزارات عوام الناس کے نزدیک مقدس مقامات کی نظر سے دیکھے جا رہے ہیں، سال کے کسی ایک خاص دن نذر و نیاز اور ذبیحہ وغیرہ پیش کرنے کے لیے ان مزارات پر جمع ہوتے ہیں۔ وہاں پہنچنے کے لیے دور دراز کا سفر کرتے ہیں، یہ حد درجہ بری حرکت اور مذموم عمل ہے، کیونکہ جو عبادتیں کسی وقت کے ساتھ خاص نہیں ہیں اگر انھیں کسی ایسی رات یا دن یا جگہ کے ساتھ مخصوص کر دیا جائے جس کی تخصیص شریعت نے نہیں کی ہے اور یہ عقیدہ رکھا جائے کہ اس خاص وقت، دن، یا جگہ میں وہ عمل کرنے میں برکت ہے، یا اس عمل کی اہمیت بڑھ جاتی ہے، اس کا ثواب بڑھ جاتا ہے یا وہ یقینی طور پر قبول ہو جاتا ہے، تو یہی اعمال جنھیں عبادات کی حیثیت حاصل تھی، ذاتی مداخلت کی وجہ سے بدعت میں بدل جاتی ہیں، اس لیے کہ کسی عمل پر ثواب عطا کرنا توقیفی ہے، جس کا حق صرف شارع کو حاصل ہے، چنانچہ مزارات کے تعلق سے انھی بدعات و خرافات کے نتیجہ میں بڑے بڑے مفاسد سامنے آئے، یہیں سے قبروں اور

❶ صحیح مسلم / حدیث نمبر (۸٦۷). ❷ صحیح البخاری / حدیث نمبر (۲٦۹۷).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مزارات کے سائے تلے مدفون لوگوں کے بارے میں عوام الناس کا یہ عقیدہ بنا کہ یہ لوگ نفع ونقصان کے مالک اور ضرورتوں کو پوری کرنے والے ہیں، پھر یہ ہوا کہ سال کے کسی مخصوص دن میں ان کی قبروں پر ان کے نام سے ذبیحہ پیش ہونے لگا اور عوام الناس پروپیگنڈوں سے متاثر ہو کر جذبۂ عقیدت سے ان قبروں کی طرف کھینچتے چلے آئے کہ جو اولاد سے محروم ہو، یا لاعلاج مرض میں مبتلا ہو وہ فلاں مزار کے پاس فلاں دن اگر ذبیحہ پیش کرتا ہے تو بامراد واپس جائے گا۔ اس طرح یہ مزارات بامراد واپس ہونے کے اڈے قرار دے دیے گئے اور ان قبروں سے وہ سب کچھ مانگا جانے لگا جسے بندے اپنے رب سے مانگتے ہیں اور ان کے بارے میں عوام میں یہ عقیدہ راسخ ہو گیا کہ ان کے واسطے سے اللہ سے سوال کرنے سے ہماری دعائیں ضرور قبول ہوں گی۔

صرف اسی پر بس نہیں بلکہ اگر کبھی قحط سالی کے آثار نظر آئے تو ان قبروں کے نام سے جانور ذبح کیے جاتے ہیں تاکہ بارش ہو جائے یہ سب کام کتاب الٰہی اور سنت نبوی سے اعراض ہے، ایسے موقع پر ان دونوں کا حکم ہے کہ کثرت سے توبہ واستغفار کیا جائے، دعائیں مانگی جائیں اور نمازیں پڑھی جائیں بعض اوقات ایسا ہو جاتا ہے کہ جب یہ بدعقیدہ لوگ اپنے جانوروں کو ذبح کرتے ہیں تب بارش ہو جاتی ہے، تو اسے شریعت نہ سمجھنا چاہیے، بلکہ یہ اللہ کی طرف سے استدراج اور آزمائش ہے۔ ایسا کرنے والوں کا عمل فی الواقع شیطانی عمل اور جاہلی عقیدہ ہے۔ (1)

اللہ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ باب کے آخر میں ہم بتانا چاہتے ہیں کہ امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنی پوری زندگی توحید کی دعوت دی، شرک اور اس کے اسباب کا قلع قمع کیا، لہٰذا آپ کے محبان و معتقدین پر واجب ہے کہ آپ کی باتوں اور آپ کے کاموں کو دیکھیں، جو کہ ہمیں قرآن کریم اور سنت نبوی پر کاربند ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔ ذرا غور کیجیے کہ آپ نے نہایت مختصر انداز میں کتنی عمدہ بات کہی: ''کوئی انسان اگر امید لگائے تو صرف اپنے رب سے اور ڈرے تو صرف اپنے گناہ سے۔'' (2) اور ابوالہیاج اسدی (3) سے آپ نے فرمایا تھا کہ کیا میں تمہیں اسی مہم پر روانہ نہ کروں جس پر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر روانہ کیا تھا:

((أَنْ لَّا تَدَعَ تِمْثَالًا إِلَّا طَمَسْتَهُ وَلَا قَبْرًا مُّشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ.)) (4)

''کسی بت کو نہ چھوڑنا مگر اسے مسخ کر دینا اور جو اونچی قبر ہو اسے برابر کر دینا۔''

و:...... امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کواکب پرستی کے عقیدہ کو باطل قرار دیتے ہیں:

جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خوارج سے جنگ کے لیے سفر پر نکلنے کا ارادہ کیا تو ایک نجومی آپ کے پاس آیا اور کہا: اے امیر المومنین! قمر در عقرب ہے، اس لیے آپ سفر نہ کریں، اگر قمر در عقرب کے ہوتے ہوئے آپ سفر

(1) الغلو فی الدین ص (۱۱۱ - ۱۱۲). (2) الفتاوٰی (۸/ ۱۰۱).

(3) ابوالہیاج الاسدی علی رضی اللہ عنہ کے دور میں پولیس افسر تھے، گویا ایک ذمہ دار کی طرف سے اپنے مندوب کو یہ حکم ہے کہ وہ منکرات کے خاتمہ کے لیے کمربستہ ہو جائے۔ یہ طریقۂ اصلاح اس منہج کے بالکل خلاف ہے جس میں ہر شخص خود کو حاکم سمجھتا ہے اور منکرات کو مٹانے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جس برائی کو مٹایا گیا ہے اس سے بڑی برائی جنم لے لیتی ہے۔ (مولف)

(4) صحیح مسلم / كتاب الجنائز (۲/ ٦٦٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کر لیں گے تو آپ کے ساتھی شکست کھا جائیں گے۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اللہ پر توکل وکمل اعتماد اور تمھارے عقیدہ کو جھٹلاتے ہوئے ضرور جنگ پر جاؤں گا، چنانچہ آپ نے سفر کیا اور اللہ نے اس پر برکت عطا فرمائی اور بیشتر خوارج قتل کیے گئے۔ [1]

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب آپ نہروان کی جنگ سے فارغ ہوئے تو اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور فرمایا کہ اگر ہم نجومی کی ہدایت پر عمل کرتے اور اس وقت جنگ کے لیے نکلتے جب نجومی نے نکلنے کا مشورہ دیا تھا تو جاہل لوگ کہتے کہ نجومی کے بتائے ہوئے وقت پر جنگ کے لیے سفر کیا اس لیے کامیاب ہو گئے۔ [2]

غور کیجیے کہ علی رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے عقیدہ کی سلامتی اور درستگی کے کتنے حریص تھے اور انھیں اس نجومی کے فاسد عقیدہ سے کتنا دور رکھنا چاہتے تھے، چنانچہ باوجود اس کے کہ آپ کا اصل نشانہ خوارج سے جنگ تھا اور جنگ کا نتیجہ دیکھنے کے لیے آپ مشغول وفکر مند رہے، لیکن سفر کے آغاز میں نجومی نے آپ سے جو بات کہی تھی آپ اسے نہیں بھولے اور خوارج سے جنگ کرنے پھر ان پر فتح پانے کے بعد نہایت مناسب وقت میں نجومی کے اس فاسد عقیدہ کی تردید کی۔ [3]

ز:...... سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی ذات میں مبالغہ کرنے اور آپ کو الوہیت کا درجہ دینے والوں کو آپ نے نذر آتش کر دیا:

عبداللہ بن شریک العامری اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: علی رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی گئی کہ یہاں مسجد کے دروازہ پر کچھ لوگوں کی ایک جماعت ہے جو آپ کو اپنا رب مانتی ہے۔ آپ نے ان لوگوں کو بلوایا اور کہا: تمھارا ستیاناس ہو، تم لوگ کیا کہہ رہے ہو؟ انھوں نے جواب دیا: آپ ہمارے رب، خالق اور رازق ہیں۔ آپ نے فرمایا: تمھارا برا ہو؟ سنو! میں بھی تمھاری طرح ایک انسان ہوں، تمھاری طرح کھاتا پیتا ہوں، اگر میں نے اللہ کی اطاعت کی تو وہ مجھے ان شاء اللہ ثواب سے نوازے گا اور اگر میں نے اس کی نافرمانی کی تو مجھے ڈر ہے کہ وہ عذاب دے گا۔ اے لوگو! تم اللہ سے ڈرو اور اپنی بات سے باز آ جاؤ، لیکن انھوں نے آپ کی ایک نہ سنی اور دوسرے دن صبح کو آپ کے پاس آئے، قنبر بھی آئے اور کہنے لگے: میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں، یہ لوگ آپ کے پاس سے واپس گئے، اور وہی بات کہہ رہے تھے جو ان کا پہلے عقیدہ تھا، آپ نے فرمایا: انھیں بلاؤ، لیکن انھوں نے پھر وہی جواب دیا، چنانچہ جب تیسرا دن ہوا تو آپ نے فرمایا: اگر تم اب بھی اپنے عقیدہ سے باز نہیں آتے تو تمھیں بہت بری موت ماروں گا۔ لیکن انھوں نے آپ کی بات ماننے سے انکار کر دیا، پھر آپ نے اپنی رہائش گاہ اور مسجد کے درمیان ایک گڑھا کھدوایا، اس میں آگ جلائی اور کہا: اگر تم لوگ اپنے عقیدہ سے باز آ جاؤ تو ٹھیک ورنہ تمھیں اس میں ڈال دوں گا۔ پھر بھی انھوں نے آپ کی بات ماننے سے انکار کر دیا، چنانچہ آپ نے انھیں اس آگ میں ڈلوا دیا اور جب سب جل کر خاکستر ہو گئے تو آپ نے یہ شعر پڑھا:

[1] مجموع الفتاوی (۳۵/ ۱۷۹)، البداية والنهاية (۷/ ۲۸۸). [2] البداية والنهاية (۷/ ۲۸۸).

[3] منهج علي بن أبي طالب في الدعوة إلى الله ص (۳۲۹).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

إِنِّـي إِذَا رَأَيْـتُ أَمْـرًا مُنْكَـرًا أَوْقَـدْتُ نَـارِي وَ دَعَـوْتُ قُنْبَرًا ❶

''جب میں نے یہ منکر عمل دیکھا تو آگ جلائی اور قنبر کو بلایا اور ان بدعقیدہ لوگوں کو اس میں ڈلوا دیا۔''

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں عکرمہ کی روایت سے اس واقعہ کو نقل کیا ہے اور اس میں ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے پاس ان زندیقوں کو گرفتار کر کے لایا گیا اور آپ نے انھیں آگ میں جلا دیا۔ جب یہ خبر ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ملی تو آپ نے فرمایا: اگر علی کی جگہ میں ہوتا تو انھیں آگ میں نہ جلاتا، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل سے منع فرمایا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے:

((لَا تُعَذِّبُوْا بِعَذَابِ اللّٰهِ .))...... ''تم انھیں وہ عذاب نہ دو جو اللہ کے ساتھ مخصوص ہے۔''

میں انھیں قتل کرتا، اس لیے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ .)) ❷

''جو مرتد ہو جائے اسے قتل کر دو۔''

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ثابت ہے کہ آپ نے اپنے بارے میں الوہیت کا عقیدہ رکھنے والے بیشتر امامیوں کو آگ میں جلا دیا تھا۔'' ❸

سبائیوں کو نذر آتش کرنے کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما، سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی رائے سے متفق نہ تھے، جیسا کہ آپ نے فرمایا: اگر میں ہوتا تو انھیں آگ میں نہ جلاتا، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے:

((لَا تُعَذِّبُوْا بِعَذَابِ اللّٰهِ .))...... ''تم انھیں وہ عذاب نہ دو جو اللہ کے ساتھ مخصوص ہے۔''

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ .)) ❹ ...... ''جو مرتد ہو جائے اسے قتل کر دو۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ممکن ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست سنی ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ کسی صحابی کے واسطہ سے آپ کو اس حدیث کا علم ہوا ہو۔

ابوداؤد کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ جب علی رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بات سنی تو فرمایا:

((وَيْحَ أُمِّ ابْنَ عَبَّاسٍ .)) ❺ ......''اللہ ابن عباس کی ماں پر رحم فرمائے۔''

گویا سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اعتراض کو پسند نہیں کیا اور حدیث کا مطلب یہ سمجھا کہ نہی تنزیہی ہے۔ ❻

---

❶ فتح الباری (۱۲/ ۲۷۰) اس کی سند حسن ہے۔ ❷ صحیح البخاری/ المرتدین (٤/ ٢٧٩)، (٦٩٢٢).

❸ الفتاوی (۲۸/ ٤٧٤) منهاج السنة (٥/ ١٢). ❹ صحیح البخاری / المرتدین (٤/ ٢٧٩)، (٦٩٢٢).

❺ سنن ابو داؤد / الحدود (٤/ ٥٢٠) شیخ البانی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

❻ فتح الباری (١٢/ ٢٧١).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ویح'' کا لفظ رحمت کی دعا کرنے کے معنی میں مستعمل ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو علی رضی اللہ عنہ کے عمل سے اس لیے تکلیف ہوئی کہ وہ حدیث کی ممانعت کو ظاہر پر محمول کر کے تحریم کے قائل ہو گئے، اسی لیے علی رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا اور یہ بھی احتمال ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بات سن کر علی رضی اللہ عنہ نے اس لفظ کے ذریعے سے ان کی رائے سے اتفاق کا اظہار کیا ہو کہ کیا ہی بہتر ہوا ابن عباس نے ایک بھولی ہوئی بات یاد دلا دی۔ یہ احتمالی مفہوم اس لیے درست ہے کہ ''ویــــح'' کا لفظ تعریف اور تعجب کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ ❶ آپ مزید لکھتے ہیں: آگ سے سزا دینے کے بارے میں اسلاف میں اختلاف رہا ہے، سیّدنا عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم مطلقاً اسے حرام سمجھتے تھے خواہ یہ سزا ارتداد کی وجہ سے دی جا رہی ہو، یا قصاص میں ہو، یا حالت جنگ میں ہو۔ جب کہ سیّدنا علی اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہما اسے جائز سمجھتے تھے۔

مہلب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حدیث میں ممانعت تحریمی نہیں ہے، بلکہ بطور تواضع ہے، آگ کے ذریعے سے سزا دینے کے جواز پر صحابہ کا عمل ثابت ہے، خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرنیین کی آنکھوں میں گرم لوہے کی سلائیاں پھیریں، اور صحابہ کی موجودگی میں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے باغیوں اور مرتدین کو آگ سے جلایا۔ خالد بن ولید نے بھی مرتدین کو آگ سے جلایا اور مدینہ کے اکثر علماء دشمن کے قلعوں اور ان کی سواریوں کو نذر آتش کرنے کی اجازت دیتے رہے، یہی مسلک امام ثوری اور اوزاعی کا بھی ہے۔ جب کہ ابن المنیر وغیرہ مذکورہ دلائل سے جواز کے استدلال کی تردید کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ عرنیین کے ساتھ جو کچھ کیا گیا وہ قصاص تھا، یا شروع اسلام میں اس کی اجازت تھی، پھر منسوخ ہو گیا، جیسا کہ یہ بات گزر چکی ہے اور جہاں چند صحابہ کا عمل اگر جواز پر دلالت کرتا ہے وہاں کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کی ممانعت کے بھی قائل ہیں اور جہاں تک قلعوں اور سواریوں کو نذر آتش کرنے کی بات ہے تو یہ چیز ضرورت پر منحصر ہے جب کہ دشمن کو زیر کرنے کا یہی طریقہ رہ گیا ہو۔ لہٰذا ان میں سے کوئی واقعہ جواز کی دلیل نہیں بن سکتا۔ ❷

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوطی (اغلام باز) کو آگ سے جلایا اور آگ کی سزا آخرت سے پہلے دنیا ہی میں دی، ہمارے اصحاب بھی اسی کے قائل ہیں کہ اگر امام وقت لوطی کو آگ میں جلانے کی سزا دینا مناسب سمجھے تو اسے یہ اختیار ہے، اس لیے کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا تھا کہ عرب کے فلاں علاقے میں کچھ لوگ ہیں جو مردوں سے عورت کی طرح نکاح کرتے ہیں (یعنی ہم جنسی کرتے ہیں) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ لیا، ان میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ کی رائے سب سے سخت تھی۔ آپ نے فرمایا: یہ ایسا قبیح ترین گناہ ہے جسے دنیا میں صرف ایک قوم نے کیا تھا، اسے اللہ تعالیٰ نے جو سزا دی وہ آپ لوگ جانتے ہیں، میری رائے ہے کہ ان کو آگ میں جلا دیا جائے، چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید کو جوابی خط بھیجا کہ انھیں آگ میں جلا دو۔ یہی سزا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دور خلافت

❶ فتح الباری (۱۲/ ۲۷۲). ❷ فتح الباری (٦/ ۱۵۰).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں دیا، پھر ہشام بن عبدالملک نے بھی اپنے دور میں ایسے مجرموں کو یہی سزا دی۔ ❶

ح: ...... امیر المومنین سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے نزدیک دل میں ایمان کے ظہور کی کیفیت اور تقویٰ کی تعریف:

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''دل میں ایمان ایک چمک دار سفیدی کی شکل میں نمودار ہوتا ہے، پھر بندے کے ایمان میں جس قدر زیادتی ہوتی رہتی ہے اسی مقدار میں دل کی روشنی اور چمک میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور جس قدر نفاق میں زیادتی ہوتی ہے دل کی سیاہی میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ جب بندہ مکمل منافق ہو جاتا ہے تو اس کا دل مکمل طور پر سیاہ ہو جاتا ہے۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم کسی مومن کا دل چاک کر کے دیکھو تو اسے نہایت سفید و چمک دار پاؤ گے اور اگر کسی منافق یا کافر کا دل چاک کر کے دیکھو تو اسے سیاہ پاؤ گے۔'' ❷

چنانچہ علمائے اہل سنت نے ایمان کی حقیقت یہ بتائی ہے کہ دل سے تصدیق، زبان سے اقرار اور ارکان اسلام و ایمان پر اعضاء و جوارح سے عمل کرنے کا نام ایمان ہے۔ یعنی ایمان تین چیزوں کا مجموعہ ہے:

(۱)...... اعتقاد (۲)...... اقرار (۳)...... عمل

یہ تینوں چیزیں ایمان کے اجزاء ہیں۔ ایمان کی اس تعریف اور حقیقت پر قرآن اور حدیث میں متعدد دلائل ملتے ہیں۔ ❸ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ﴾ (الانفال: ۲-۴)

''(اصل) مومن تو وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات پڑھی جائیں تو انھیں ایمان میں بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسا رکھتے ہیں۔ وہ لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں اور اس میں سے جو ہم نے انھیں دیا، خرچ کرتے ہیں۔ یہی لوگ سچے مومن ہیں۔''

ان آیات میں مومنوں کے اوصاف کو ذکر کرتے ہوئے دل اور اعضاء و جوارح کے عمل کو یکجا کر کے انھیں بھی ایمان میں شامل کیا گیا ہے۔ بلکہ کلمہ حصر ﴿ اِنَّمَا ﴾ کے ساتھ ایمان کو انھیں چیزوں میں محصور کر دیا گیا ہے، اور آیت میں مذکور مجموعی اوصاف کے حاملین کو ﴿ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ﴾ کے ذریعے سے مومن کہا گیا ہے۔ ان میں جن اوصاف کا تعلق اعضاء و جوارح سے ہے وہ دو ہیں: (۱) نماز قائم کرنا (۲) اللہ

❶ الطرق الحکمیة فی السیاسة الشرعیة ص (۲۲، ۲۳). ❷ الفتاوی (۷/ ۱۹۱).

❸ فی ظلال الإیمان / خالدی ص (۲۳).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے راستہ میں خرچ کرنا۔ ❶

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اَلْإِيْمَانُ بِضْعٌ وَّ سَبْعُوْنَ شُعْبَةً ، أَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ ، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْإِيْمَانِ .)) ❷

''ایمان کے ستر سے زیادہ شاخیں ہیں، ان میں سب سے افضل ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ'' کا اقرار کرنا اور سب سے ادنیٰ راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا ہے اور حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔''

اس حدیث میں کلمۂ توحید کی شہادت کا تعلق ''قول و اقرار'' سے ہے اور راستے سے تکلیف دہ چیز کے ہٹانے کا تعلق ''عمل'' سے اور حیا کا تعلق اخلاق و سلوک سے ہے۔ پس ان تینوں کو بزبان رسالت ایمان میں شمار کرنا ہی دراصل ایمان کی تعریف و توضیح ہے۔ ایمان کی بیشتر شاخوں کا تعلق عمل ہی سے ہے۔ ❸ امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں فرماتے ہیں: ایمان نام ہے قول اور عمل کا، وہ بڑھتا ہے اور گھٹتا ہے......، اللہ کی رضا کی خاطر کسی سے محبت کرنا، اور اللہ کی رضا کی خاطر کسی سے بغض رکھنا ایمان کا ایک حصہ ہے..... عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایمان کے فرائض، شرائع اور حدود و سنن ہیں، جس نے انھیں مکمل طریقے سے ادا کیا اس کا ایمان مکمل ہوگیا اور جس نے مکمل طور پر ادا نہیں کیا اس کا ایمان مکمل نہیں ہوا۔ اگر میں باحیات رہا تو میں انھیں تمھارے سامنے ایک ایک کر کے واضح کروں گا تاکہ تم ان پر عمل کرلو، اور اگر میں وفات پا گیا تو مجھے تم لوگوں کی صحبت کی بہت زیادہ خواہش بھی نہیں ہے۔ ❹ امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ایک مرتبہ ایمان کے بارے میں پوچھا گیا کہ اس کی حقیقت و اوصاف کے بارے میں بتائیں تو آپ نے فرمایا: ایمان چار ستونوں پر قائم ہے: (۱) صبر (۲) یقین (۳) عدل (۴) جہاد۔ اور صبر کی چار شاخیں ہیں: (۱) شوق (۲) خوف (۳) زہد و تقویٰ (۴) انتظار۔ جو شخص جنت کا مشتاق ہوا اس نے لذات دنیا کو فراموش کردیا، جو آتش دوزخ سے ڈرا اس نے محرمات سے دوری اختیار کی، جس نے دنیا میں زہد اختیار کیا مصیبتیں اس پر آسان ہوگئیں اور جس شخص نے موت کا انتظار کیا اس نے کار خیر کی بجا آوری میں عجلت کی۔

یقین کی بھی چار شاخیں ہیں: (۱) بصیرت عقل (۲) فہم حکمت (۳) عبرت و موعظت (۴) طریقۂ اولین۔ جس شخص نے اپنی عقل میں بصیرت حاصل کی حکمت اس کے واسطے ظاہر ہوگئی اور جس شخص کے واسطے حکمت ظاہر ہوئی اس نے عبرت کو پہچان لیا اور جس نے عبرت کو پہچان لیا گویا وہ اولین کے زمرہ میں شامل ہوگیا۔

عدل کے بھی چار شعبے ہیں: (۱) فہم کی گہرائی (۲) علم کی گہرائی (۳) روشن حکم (فیصلہ) (۴) راسخ حلم اور

---

❶ تبصير المؤمنين بفقه النصر والتمكين ص (۱۸۸) خلاصہ یہ ہے کہ عمل بالارکان ایمان کا ایک لازمی جز ہے۔ (مترجم)

❷ صحيح مسلم/ الايمان (۱/ ۶۳) حديث نمبر (۵۷).

❸ فى ظلال الإيمان / ص (۳۰).

❹ صحيح البخارى / الايمان (۱/ ۹) فرائض: اعمال مفروضہ، شرائع، عقائد دینیہ، حدود، منہیات ممنوعہ، سنن، مندوبات (فتح الباری ۱/۶۲) (مترجم)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بردباری۔ پس جس شخص نے عقل وفہم سے کام لیا اس نے علم کی تہ کو پالیا اور جس نے علم کی تہ کو پالیا اس نے شریعت کے موافق حکم صادر کیا اور جس نے حلم اختیار کیا وہ اپنے کام میں کوئی تقصیر نہیں کرے گا اور لوگوں میں رہ کر اس طرح زندگی بسر کرے گا کہ سبھی اس کے مداح ہوں گے۔

جہاد کی بھی چار شاخیں ہیں: (۱) امر بالمعروف (۲) نہی عن المنکر (۳) مقام راستی میں راست گوئی سے کام لینا (۴) فاسقوں کو دشمن سمجھنا۔ جو شخص امر بالمعروف کا حامل ہوا اور اچھی باتوں کا حکم دیا اس نے مسلمانوں کی کمر مضبوط کر دی، جس نے منہیات سے منع کیا اس نے فاسقین کی ناک زمین پر رگڑ دی اور جس نے صداقت میں استقامت دکھائی اس نے اپنی ذمہ داری ادا کر دی۔ جس شخص نے فاسق و فاجر کو دشمن سمجھا اور محض اللہ کی خوشنودی کے لیے ان پر غضب ناک ہوا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فاسق پر غضب ناک ہوتا ہوا اس شخص پر خوشنودی کی نظر ڈالے گا۔ ❶

تقویٰ کی حقیقت واضح کرتے ہوئے امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: گناہوں پر اصرار نہ کرنا اور نیکیوں پر غرور نہ کرنا ہی تقویٰ ہے۔ ❷ اور فرمایا: اللہ سے خائف رہنا، قرآن پر عمل کرنے، تھوڑے پر قناعت کرنے اور روانگی والے دن (آخرت) کے لیے تیاری کرنے کا نام تقویٰ ہے۔ ❸

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو تقویٰ پر ابھارنے کا سخت اہتمام کیا، کیونکہ فرد اور معاشرہ میں اس کے نہایت مفید و عمدہ نتائج برآمد ہوتے ہیں، مثلاً تقویٰ شعار انسان کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے، فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝﴾ (التوبۃ: ٤)

"بے شک اللہ متقی لوگوں سے محبت کرتا ہے۔"

تقویٰ شعار انسان کو اللہ کی مدد و معیت حاصل رہتی ہے۔ فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّ الَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۝﴾ (النحل: ١٢٨)

"بے شک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو ڈر گئے اور ان لوگوں کے جو نیکی کرنے والے ہیں۔"

تقویٰ شعار انسان ہی قرآن سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ فرمایا:

﴿ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝﴾ (البقرۃ: ٢)

"یہ کتاب، اس میں کوئی شک نہیں، بچنے والوں کے لیے سراسر ہدایت ہے۔"

تقویٰ شعار لوگ شیطان کی ایذاء رسانیوں اور اس کے وسوسوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۝﴾

(الاعراف: ٢٠١)

---

❶ نہج البلاغۃ ص (٦٦٧-٦٦٨). ❷ تفسیر الرازی (٢/ ٢١).

❸ فرائد الکلام ص (٣٣٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''یقیناً جو لوگ ڈر گئے، جب انھیں شیطان کی طرف سے کوئی (برا) خیال چھوتا ہے وہ ہشیار ہو جاتے ہیں، پھر اچانک وہ بصیرت والے ہوتے ہیں۔''

تقویٰ شعار کو خوف و حزن لاحق نہیں ہوتا، فرمایا:

﴿ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٣٥﴾ ﴾ (الاعراف: ۳۵)

''تو جو شخص ڈر گیا اور اس نے اصلاح کر لی تو ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غم کھائیں گے۔''

تقویٰ شعار کے اعمال اللہ کے یہاں قبولیت کا درجہ پاتے ہیں۔ فرمایا:

﴿ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿٢٧﴾ ﴾ (المائدۃ: ۲۷)

''اس نے کہا بے شک اللہ متقی لوگوں ہی سے قبول کرتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کے لیے تنگی کے بعد آسانی اور مشکلات سے نکلنے کا راستہ پیدا کر دیتا ہے۔ فرمایا:

﴿ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ﴿٢﴾ ﴾ (الطلاق: ۲)

''اور جو اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لیے نکلنے کا کوئی راستہ بنا دے گا۔''

اور فرمایا:

﴿ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ﴿٤﴾ ﴾ (الطلاق: ٤)

''اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لیے اس کے کام میں آسانی پیدا کر دے گا۔''

متقی لوگوں کو اللہ تعالیٰ فراست، حکمت اور نور سے نوازتا ہے۔ فرمایا:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا ﴾ (الانفال: ۲۹)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو وہ تمھارے لیے (حق و باطل میں) فرق کرنے کی بڑی قوت بنا دے گا۔''

متقی انسان کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرے گا۔ فرمایا:

﴿ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿١٣٣﴾ ﴾ (آل عمران: ۱۳۳)

''اور اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین (کے برابر) ہے، ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔''

متقی انسانوں کو ہی جہنم سے نجات ملے گی۔ فرمایا:

﴿ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ﴿٧٢﴾ ﴾ (مریم: ۷۲)

''پھر ہم ان لوگوں کو بچالیں گے جو ڈر گئے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرے ہوئے چھوڑ دیں گے۔''

قیامت کے دن متقیوں کو بلند و بالا مقام سے نوازا جائے گا۔ فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ (البقرۃ: ۲۱۲)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''حالانکہ جو لوگ ڈر گئے وہ قیامت کے دن ان سے اوپر ہوں گے۔''

ط:...... قضاء وقدر کے بارے میں امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا عقیدہ:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: روئے زمین پر کوئی چیز اس وقت تک واقع نہیں ہوتی جب تک کہ آسمان میں اس کا فیصلہ نہیں کر دیا جاتا اور ہر آدمی کے ساتھ دو فرشتے مقرر ہیں جو اس کی طرف سے دفاع کرتے ہیں اور حفاظت کرتے ہیں یہاں تک کہ اس کی تقدیر آ پہنچتی ہے اور جب تقدیر اپنا فیصلہ لے آتی ہے تو وہ دونوں اس کے اور تقدیر کے بیچ سے ہٹ جاتے ہیں اور میں اللہ کی طرف سے مضبوط ڈھال کی حفاظت میں ہوں، لیکن جب میری موت کا وقت آ جائے گا تو وہ ڈھال مجھ سے ہٹ جائے گی اور کوئی مسلمان ایمان کا ذائقہ اس وقت تک نہیں پاتا جب تک کہ وہ یہ نہ جان لے کہ اسے جو کچھ آرام و تکلیف پہنچی ہے وہ خطا کرنے والی نہ تھی اور جو اسے نہیں پہنچی ہے وہ پہنچنے والی نہ تھی۔ ❶

اسی طرح آپ فرماتے ہیں: اللہ کا حکم آسمان سے بارش کے قطروں کی طرح نازل ہوتا ہے۔ ہر ذی روح کو اپنی جان، یا مال یا اہل میں اس کی کمی یا زیادتی سے نمٹنا ہے جسے اللہ نے اس کے حق میں لکھ دیا ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص اپنے مال، اہل یا جان میں کمی پائے اور دوسرے کو اس میں زیادہ پائے تو یہ چیز اس کے لیے فتنہ نہ بنے، کیونکہ مسلمان جب تک دنیا کے دھوکے میں نہیں آتا تب تک دنیا کا ذکر آنے پر اس سے بے زاری کا اظہار کرتا ہے۔ جب کہ کنجوس اور گھٹیا درجہ کے لوگ اس سے چمٹ جاتے ہیں، جیسے کہ تنگ دست و خستہ حال عالم اس انتظار میں رہتا ہے کہ اس کی پہلی کوشش سے اسے دولت کا انبار مل جائے اور وہ قرضوں سے نجات پا جائے، اسی طرح خیانت سے پاک و صاف ایک امانت دار مسلمان کا معاملہ ہے کہ وہ جب دعا کرتا ہے تو دو اچھائیوں میں سے ایک ضرور پاتا ہے حالانکہ اللہ کے پاس اس کا جو بدلہ ہے وہ بہتر ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ یا تو اللہ تعالیٰ اس مسلمان کی دعا قبول کر کے اسے دنیا ہی میں مال سے نواز دیتا ہے اور وہ عالی نسب و دین دار ہونے کے ساتھ ساتھ بہت مال دار اور اہل وعیال والا ہو جاتا ہے اور یا تو اس کا بدلہ اسے آخرت میں دے گا اور آخرت ہی کا بدلہ بہتر اور اس کی زندگی دائمی ہے۔ کھیتیاں دو طرح کی ہیں، دنیا کی کھیتی اور آخرت کی کھیتی، دنیا کی کھیتی مال اور تقویٰ شعاری ہے اور آخرت کی کھیتی الباقیات الصالحات (باقی رہنے والی نیکیاں) ہیں اور کبھی کبھی کچھ لوگوں کو اللہ تعالیٰ دونوں کھیتیوں سے نواز دیتا ہے۔ ❷

ی:...... اللہ تعالیٰ بے شمار انسانوں کا حساب کیسے کرے گا؟

آپ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کی اتنی بڑی تعداد کا حساب و کتاب کیسے کرے گا؟ آپ نے فرمایا: جیسے اتنی بڑی تعداد کو روزی دیتا ہے۔ ❸

---

❶ حیاۃ الصحابۃ (۳/ ۳۰۵) فرائد الکلام ص (۳٤۸). ❷ البدایۃ والنہایۃ (۸/ ۸) فرائد الکلام ص (۳٤۳).

❸ أدب الدنیا والدین ص (۲٦) فرائد الکلام ص (۳۳۹)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا ایک خطبہ اور اس کا تجزیہ:

امیر المومنین سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ روزمرہ کی ملاقات میں وقتاً فوقتاً اپنی رعایا کو تعلیم وتربیت دیتے اور وعظ ونصائح کرتے رہتے تھے۔ لیکن جمعہ کے دن اس کا خصوصی اہتمام کرتے تھے۔ اس لیے کہ امت کی ہدایت و رہنمائی میں خطبہ جمعہ کا بڑا اہم کردار ہوتا ہے۔ چنانچہ تاریخ کے صفحات میں آپ کے بہت سے خطبے محفوظ ہیں یہاں صرف ایک خطبہ پر سرسری نظر ڈالی جا رہی ہے، جو اپنے باب میں منفرد ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''حمد وصلاۃ کے بعد! دنیا پیٹھ پھیر کر جانے والی ہے، اس نے داغ مفارقت کا اعلان کر دیا ہے، جبکہ آخرت آگے آ رہی ہے اور اپنی پیش قدمی کی اطلاع دے رہی ہے۔ خیر آج تیاری کا دن ہے لیکن کل مقابلہ ہونا ہے۔ خبردار! تم امید وبیم کی دنیا میں زندگی بسر کر رہے ہو اس کے بعد موت سر پر منڈلا رہی ہے۔ جو شخص موت آنے سے پہلے امیدوں کی اس دنیا میں کوتاہ عمل ٹھہرے گا وہ نقصان اٹھائے گا۔ اور سنو! جس طرح ڈر کے عالم میں تم اللہ کی عبادت کرتے ہو شوق کے عالم میں بھی اسی طرح اس کی عبادت کرو، میں نہیں جانتا کہ کوئی جنت کا طالب ہو اور سو جائے، یا جہنم سے بھاگنا چاہتا ہو اور اسے نیند آئے، جسے حق نفع نہیں پہنچائے گا اسے باطل نقصان دے گا اور جسے ہدایت درستگی پر نہ لا سکے اسے گمراہی ضرور بھٹکائے گی، تم ہمہ وقت پابہ رکاب رہنے پر مامور ہو اور تمھیں زاد سفر بھی بتا دیا گیا ہے۔ اے لوگو سن لو! دنیا سامان عیش ہے، اس سے اچھے اور برے دونوں لطف اندوز ہوتے ہیں، جبکہ آخرت ایک سچا وعدہ ہے جس میں قادر مطلق فیصلہ کرے گا۔ خبردار رہو! شیطان تمھیں فقر و محتاجی کا خوف دلاتا ہے اور فواحش ومنکرات کا حکم دیتا ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ تم سے اپنی مغفرت اور رضا کا وعدہ کرتا ہے وہ وسعت والا اور علم والا ہے۔

اے لوگو! اپنی زندگی میں اچھے کام کر لو، آخرت میں محفوظ رہو گے، اللہ نے اپنی اطاعت کرنے والوں سے جنت کا وعدہ کیا ہے اور نافرمانوں کو جہنم کی آگ کی دھمکی دی ہے۔ وہ ایسی آگ ہے جس کی آواز میں پستی نہیں آتی، اس کا قیدی کبھی آزاد نہیں ہوتا، اس کی کمی پوری نہیں ہوتی، اس کی گرمی سخت ہے، گہرائی بے انتہا ہے اور اس کا پانی پیپ ہے۔''[1]

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے اس مختصر سے خطبہ پر اگر ہم غور کریں تو سامعین کے قلب و دماغ پر تاثیر کے چند اسباب ہمارے سامنے نظر آتے ہیں:

۱: ایمان میں ڈوبا ہوا دعوت کا سچا لہجہ، نہایت پُرجوش خطاب اور بے قرار جذبات کا عکس، آپ کے جملے ابھی پورے نہیں ہوتے کہ سامعین کے کان اسے لپک کر سنتے اور دل انھیں محفوظ کرتے۔

۲: الفاظ آسان ترین، میٹھے اور سلیس لیکن نہایت باوزن، جملے چھوٹے چھوٹے مگر کلام مکمل واضح، یہ انداز خطاب

[1] البدایۃ والنہایۃ (۸/ ۷).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سامعین کے لیے معنی ومفہوم سمجھنے میں مدد ومعاون ثابت ہوتا ہے۔

۳: متضاد معانی کا تقابل یعنی مثبت جملوں میں خطاب کے ساتھ ساتھ ان کے مقابل منفی جملوں کو بھی استعمال کرنا، کہ اس سے مفہوم خوب واضح اور سامع خوب متاثر ہو جائے، مثلاً آپ کا یہ کہنا کہ ''دنیا پیٹھ پھیر کر جانے والی ہے، اس نے داغ مفارقت دینے کا اعلان کر دیا ہے جب کہ آخرت آگے آرہی ہے اور اپنی پیش قدمی کی اطلاع دے رہی ہے۔'' اسی طرح یہ کہنا کہ ''میں نہیں جانتا کہ کوئی جنت کا طالب ہو اور سو رہا ہو، یا جہنم سے بھاگنا چاہتا ہو اور اسے نیند آئے۔''

۴: خطاب میں قرآن سے اقتباس: مثلاً آپ کا یہ فرمانا کہ ''سن لو! شیطان تمھیں فقر ومحتاجی کے وعدہ کا خوف دلاتا ہے اور فواحش ومنکرات کا حکم دیتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ تم سے اپنی مغفرت ورضا کا وعدہ کرتا ہے، وہ وسعت والا اور علم والا ہے۔'' آپ کا یہ فرمان دراصل اللہ کے اس فرمان کی ترجمانی ہے:

﴿ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَ يَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَ اللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَ فَضْلًا ۭ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾ (البقرة: ٢٦٨)

''شیطان تمھیں فقر کا ڈراوا دیتا ہے اور تمھیں شرمناک بخل کا حکم دیتا ہے اور اللہ تمھیں اپنی طرف سے بڑی بخشش اور فضل کا وعدہ دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

۵: مذکورہ خطبہ کے عناصر کلام الٰہی اور کلام نبوی سے بے حد متاثر ہونے، واقعیت پسند اور انسانی زندگی سے قلبی تعلق ہونے کے عمدہ ترجمان ہیں، ان کے معانی میں گہرائی ہے، شمولیت اور معنویت ہے، الفاظ کے انتخاب اور جملوں کی بناوٹ میں عمدگی، سلیقہ مندی اور ایجاز ہے۔ الفاظ اور معانی کی تعبیر ایسی ہے جیسے کہ کسی وجود کی منظر کشی کی گئی ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ خطبہ بڑی اہمیت کا حامل ہے، اس لیے کہ اس سے دینی، ادبی اور شخصی خصوصیتوں سے پردہ اٹھتا ہے، یہ خطبہ اپنے خطیب یعنی امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی باوزن شخصیت کا بہت ہی عمیق وجامع تعارف پیش کرتا ہے۔ یہ خطبہ بتاتا ہے کہ آپ دنیا کی حقیقت، انسانی وجود کے مقصد اور اس کے انجام کے اسلامی تصور سے مکمل آشنا تھے اور ان چیزوں کے بارے میں آپ کس نتیجہ پر پہنچے تھے، نیز یہ بات آشکارا ہوتی ہے کہ آپ کی پاکیزہ روح اور بے داغ ذہن نے آپ کو کس قدر بالغ نظری اور دور اندیشی سے آراستہ کر دیا تھا۔ علاوہ ازیں اس خطبہ سے آپ کی اور بھی عقلی اور بلند روحانی خصوصیات نمایاں ہوتی ہیں جو آپ کے ایمان، تقویٰ، تمسک بالاسلام، اپنے رب سے تعلق اور اس کے قضاء وقدر پر رضا مندی کے نتیجہ میں آپ کو میسر ہوئیں۔ بہر حال ان تمام چیزوں نے مل کر آپ کو نثری ادب کے اتنے بلند مقام پر پہنچایا تھا اور حقیقت میں آپ ادب کی دنیا میں الفاظ وعبارت کے شہ سوار، پیشوا اور کامل امام تھے، جس طرح کہ اپنی رعایا کے لیے عدل پرور، زاہد حاکم، تجربہ کار دانا، قائد اور ایسے جنگی شہ سوار تھے جس سے مقابلہ کے لیے کوئی تیار نہ ہوتا تھا۔ [1]

---

[1] الأدب العربی / حبیب یوسف مغنیه ص (٣٥٤، ٣٦٣).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو وعظ و نصیحت کے لیے صرف جمعہ کے خطبوں پر اکتفا نہ کیا بلکہ اس کے لیے ہر مناسب موقع کو غنیمت سمجھتے اور وعظ کرتے، چنانچہ ایک مرتبہ ایک جنازہ قبرستان لے جایا گیا اور جب اسے لحد میں اتارا گیا تو اس کے اہل وعیال زور زور سے رونے لگے، آپ نے ان سے پوچھا: کیوں روتے ہو؟ پھر فرمایا: اے لوگو! اگر یہ لوگ اس منظر کو دیکھ لیں جس کا مشاہدہ ان کا فرد میت کر رہا ہے تو اپنی فکر میں اپنی میت سے غافل ہو جائیں اور باری باری سب کی وہی منزل ہے، پھر ان میں کوئی باقی نہ بچے گا۔ اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور آخرت کی بھلائی کے لیے محنت کرو، عمل صالح میں جلدی کرو اس سے قبل کہ خواہشات کو دفن کر دینے والی اور لذتوں کو کھا جانے والی موت آئے، دنیا کی آسائشیں ہمیشہ رہنے والی نہیں ہیں اور اس کے حوادث سے غافل و بے فکر نہ رہا جائے، وہ ایک دھوکا ہے جو بیچ میں حائل ہے اور ایک سہارا ہے جو جھک جانے والا ہے۔ اے اللہ کے بندو! واقعات وحوادث سے نصیحت پکڑو اور اللہ کی آیات ونشانیوں سے عبرت حاصل کرو، ڈرانے والوں سے چوکنا رہو اور نصیحتوں سے فائدہ حاصل کرو، ایسی زندگی گزارو گویا کہ تم موت کے پنجے میں ہو اور مٹی کا گھر (قبر) تمھیں دبوچ چکا ہے اور جبار کی قدرت سے نظام دنیا کو درہم برہم کر دینے والی صور کی پھونکیں، قبر سے اٹھایا جانا، پھر محشر میں جمع ہونا اور حساب و کتاب کے موقف جیسے ہولناک حالات تم پر آپڑے ہیں، ہر نفس کو ایک ہانکنے والا ہنکا کر محشر کی طرف لے جائے گا اور ایک گواہ ہوگا جو اس کے دنیوی اعمال کی شہادت دے گا:

﴿ وَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ وَ جِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝۶۹ ﴾ (الزمر: ٦٩)

''اور زمین اپنے رب کے نور کے ساتھ روشن ہو جائے گی اور لکھا ہوا (سامنے) رکھا جائے گا اور نبی اور گواہ لائے جائیں گے اور ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

وہ ایسا دن ہوگا جب دنیا کی ساری بستیاں زلزلوں سے تھرا اٹھیں گی، پکارنے والا پکارے گا، وہ دن اللہ سے ملاقات کرنے اور اس کی پنڈلی کھلنے کا دن ہوگا، اس دن سورج بے نور ہو جائے گا، وحشی جانور ادھر اُدھر بھاگ کر پناہ لینے کی جگہ اکٹھا ہوں گے۔ تمام تر سربستہ راز عیاں ہو جائیں گے، برے اور اوباش لوگ ہلاک ہو جائیں گے اور سب کے دل دہل اٹھیں گے۔ ❶

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اس پر مغز نصیحت سے ہم چند اہم اسباب تاثیر کا استنباط کر سکتے ہیں مثلاً:

۱: مناسب و برمحل نصیحت، چنانچہ واقعہ بتاتا ہے کہ آپ نے یہ نصیحت اس موقع پر کی جب میت کو قبرستان میں پہنچایا جا چکا تھا اور یہ ایسا موقع ہوتا ہے جب موت اور اخروی زندگی کے حالات کو سننے کے لیے انسان کا دل مستعد رہتا ہے۔

۲: وعظ و نصیحت کا نہایت بلیغ انداز، چنانچہ امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بیشتر مواعظ نہایت بلیغ

❶ حلیة الأولیاء / أبی نعیم (١/ ٧٨) صفة الصفوة (١/ ٣٢٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسلوب پر مشتمل ہوتے ہیں اور سامعین کے قلب و دماغ کو موثر کرتے ہیں۔ مذکورہ وعظ میں بھی بلیغانہ اسلوب کے چند پہلو قابل توجہ ہیں، مثلاً:

الف: استعارہ کا استعمال: چنانچہ آپ نے اپنے قول ''تم موت کے پنجے میں ہو'' میں موت کو ایک پھاڑ کھانے والے جانور سے تشبیہ دی ہے، جس کے ناخن ہوا کرتے ہیں، پس آپ نے کلام کو موثر بنانے کے لیے مشبہ بہ کو حذف کر دیا اور اس کے چند اوصاف ولوازم مثلاً ناخن کے ذکر کو باقی رکھا۔

ب: تصنع سے پاک مقفی و مسجع عبارت، چنانچہ آپ نے فرمایا: ((فَإِنَّ الدُّنْيَا لَا يَدُوْمُ نَعِيْمُهَا، وَلَا تُؤْمَنْ فِجَائُعُهَا، غُرُوْرٍ حَائِلٍ وَ سَنَدٌ مَائِلٌ.)) دنیا کی نعمتیں وآسائشیں ہمیشہ رہنے والی نہیں ہیں، اس کے حوادث سے بے فکر و غافل نہ رہا جاسکتا ایک دھوکا ہے جو بیچ میں حائل ہے اور ایک سہارا ہے جو جھک جانے والا ہے۔

ج: انشائی صیغوں کا استعمال: اس وعظ میں ان صیغوں کو جگہ جگہ دیکھا جاسکتا ہے، مثلاً آپ کا فرمانا کہ ''کیوں روتے ہو؟'' یہ میت کے اہل وعیال سے ایک استفہام تھا۔ اسی طرح آپ کا یہ کہنا کہ اے اللہ کے بندو! واقعات وحوادث سے نصیحت پکڑو، یہ ایک ندا تھی تمام حاضرین کو۔ مزید برآں آپ کا بار بار یہ خطاب کہ اے لوگو! نصیحت پکڑو، عبرت حاصل کرو چوکنے رہو! فائدہ حاصل کرو، یہ تمام طرز تخاطب امر کا اسلوب لیے ہوئے ہیں اور یہ سب استفہام، ندا، امر انشائی صیغے ہیں۔

د: الفاظ کی تاثیر واستحکام: آپ کی موعظت کا ہر ہر لفظ سراپا تاثیر ہے اس میں کسی اعتبار سے آپ کو کوئی کمی اور خللِ نظر نہ آئے گی۔

۳: وعظ کے مشمولات قرآنی تعلیمات پر منحصر اور امت مسلمہ کی رہنمائی کرنے اور اسے قانع بنانے میں قرآنی منہج پر قائم ہیں، چنانچہ آپ کا یہ قول کہ ہر نفس کو ایک ہانکنے والا ہانکا کر محشر کی طرف لے جائے گا اور ایک گواہ ہوگا جو اس کے دنیوی عمل کی گواہی دے گا۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی ترجمانی ہے:

﴿ وَ جَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّ شَهِيْدٌ ۝۲۱ ﴾ (ق: ۲۱)

''اور ہر شخص آئے گا، اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا اور ایک گواہی دینے والا ہے۔''

۴: روز قیامت کی ہولناکی سے ڈرانا: جیسے کہ آپ کا یہ فرمان: ''جبار کی قدرت سے نظام دنیا کو درہم برہم کر دینے والی صور کی پھونکیں، قبر سے اٹھایا جانا، پھر محشر میں جمع ہونا اور حساب وکتاب کا موقف جیسے ہولناک حالات تم پر اچانک آپڑنے والے ہیں۔

۵: قائل کرنا: جیسے کہ آپ نے فرمایا: تمھارے سامنے کتنے ایسے مریض ہوتے ہیں جن کے لیے تم شفا کی تلاش میں ہوتے ہو اور اطباء سے علاج دریافت کرتے ہو لیکن تمھاری دوا سے ان کو فائدہ نہیں ہوتا اور تمھارا رونا ان کے لیے بے سود ہوتا ہے۔ آپ نے یہ بات موت کے حصول اور دنیا سے کوچ اور آخرت کی طرف روانگی کا قائل کرنے کے لیے کہی، تاکہ انسان خبردار رہے کہ موت سے چھٹکارا نہیں، نہ ہی اس سے کوئی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جائے فرار ہے۔ ❶

۶: منظر کشی: آپ نے ایک ناقابل انکار حقیقت کو جو مستقبل میں واقع ہونے والی ہے ماضی کے صیغے سے تعبیر کیا تاکہ سامع کے سامنے صورت حال کی مکمل منظر کشی ہو جائے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا: ''تم موت کے پنجے میں ہو، مٹی کا گھر تمھیں دبوچ چکا ہے اور نظام دنیا کو درہم برہم کرنے والی گھڑی آ چکی ہے۔''

۷۔ لطیف و سلیس جملوں کا استعمال ایسے انداز میں جو سامعین کے جذبہ شوق کو ابھارے، انھیں اکتاہٹ اور نفرت نہ محسوس ہو۔ ❷

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے خطب و مواعظ کے یہ چند نمونے تھے جنھیں لوگوں میں شہرت ملی اور انسانوں کی تربیت، تزکیہ و تطہیر نفس میں ان کا اہم کردار رہا اور اس کے نہایت عمدہ اثرات نسلاً بعد نسل آج تک ہمیں دیکھنے کو مل رہے ہیں۔

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور شعر و شاعری

جن روایات تک ہماری رسائی ہوئی ہے ان کی روشنی میں پہلی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ خلفائے راشدین کے عہد خلافت میں شعر و شاعری کی تحریک حساس و نشیط تھی اور دوسری بات یہ ہے کہ شعر و ادب کی کتابوں میں عموماً اسانید کے سلسلے میں ثقہ راویوں پر اعتماد کا اہتمام نہیں رہا ہے، لیکن چونکہ خلفائے راشدین، صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین کی طرف منسوب ہونے والے ادبی و تنقیدی کلام کا مرجع وہی کتابیں ہیں اس لیے شعر اور عہد علی رضی اللہ عنہ کے شعراء کے بارے میں معلومات کے لیے ادباء اور شعراء ہی کی کتابیں مرجع اور مصدر کی حیثیت رکھیں گی اور ان میں اس سلسلے میں اہم معلومات موجود ہیں البتہ عہد نبوی میں پڑھے جانے والے رجزیہ اشعار جنھیں ثقہ محدثین نے کتب حدیث میں تحریر کیا ہے وہ ان شکوک و شبہات سے مستثنیٰ ہیں۔ ❸

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا شاعرانہ ذوق اپنے پیش رو خلفائے راشدین سے مختلف نہ تھا، ان سب کا ذوقِ شاعرانہ کتاب اللہ اور سنت رسول سے ہم آہنگ تھا، چنانچہ علی رضی اللہ عنہ کے سامنے شعراء اپنا کلام پڑھتے اور آپ کی حسب خواہش آپ کی صداقت پر مبنی اور بلند معانی کے حامل اشعار سناتے اور اگر کوئی شعر اپنے مطالبہ سے پڑھواتے اور آپ کو پسند آ جاتا تو اس پر پڑھنے والے کو داد و دہش سے بھی نوازتے، جیسے کہ اس کی ایک مثال محتاج دیہاتی کے واقعہ میں گزر چکی ہے جب اس نے کہا تھا:

كَسَوْتَنِي حُلَّةً تَبلَى مَحَاسِنُهَا فَسَوْفَ أَكْسُوكَ مِنْ حُسْنِ الثَّنَا حُلَلًا ❹

---

❶ مصنف نے یہاں جو عبارت پیش کی ہے وہ مذکورہ بالا خطبہ میں نہیں ہے۔ یہ بات دوسرے موقع پر آپ نے ایسے شخص کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا جو دنیا کی مذمت میں لگا ہوا تھا۔ دیکھئے: البداية و النهاية (۸/ ۷) (مترجم)

❷ منهج علي بن أبي طالب في الدعوة إلى الله ص (۱٤٥).

❸ المدينة النبوية / فجر الإسلام (۲/ ۸۹).

❹ العمدة / ابن رشيق (۱/ ۱٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''آپ نے مجھے ایسا لباس پہنایا جس کے محاسن بوسیدہ ہو جائیں گے، جب کہ میں آپ کو تعریف کا ایسا پوشاک پہناؤں گا جو بوسیدہ ہونے والا نہیں ہے۔''

شعر وادب کی دنیا میں علی رضی اللہ عنہ نے ایسے بلند پایہ تنقیدی نظریات چھوڑے ہیں جنھیں آج تک ناقدین فن کے نزدیک معیار و کسوٹی کی حیثیت حاصل ہے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں: شعر کلام کا میزان ہے۔ [1] یعنی شعر کی کچھ فنی خصوصیات ہوتی ہیں جو ماہرین فن کو سطحی و معیاری کلام کی شناخت اور ان کا پیمانہ مقرر کرنے میں معاون ہوتی ہیں، اگرچہ شعر و شاعری کے اغراض و مقاصد کے سلسلہ میں دوسرے لوگوں کا معیار اس سے مختلف ہو۔ [2]

آپ کی طرف منسوب شدہ بیشتر اشعار کے بارے میں اختلاف ہے کہ کیا وہ آپ ہی کا کلام ہے یا نہیں؟ لیکن اس سے آپ کی شاعرانہ حیثیت متاثر نہیں ہوتی اور نہ ہی اس سے آپ کی لغوی و ادبی امامت پر کوئی حرف آتا ہے کیونکہ آپ سے ثابت شدہ اشعار آپ کو بحیثیت شاعر اجاگر کرنے کے لیے کافی ہیں۔ ہاں یہ بات ضرور محقق ہے کہ شعر و شاعری آپ کی زندگی کا مقصد نہ تھا، اسی طرح آپ کی سیاسی زندگی کے ساتھ لگے بندھے بڑے بڑے واقعات و حادثات نے آپ کو موقع بھی نہیں دیا کہ آپ خود شعر و شاعری کرتے اور اس کی روایت میں دلچسپی لیتے، یا عمدہ معانی اور دل پذیر و نغمگی کی سُر پیدا کرنے والے قافیے اور ردیف کی تلاش میں لگتے۔ تاہم آپ کے کئی اشعار مشہور ہیں اور چند قصائد و قطعات پر مشتمل اشعار کا ایک شعری دیوان بھی آپ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، اس میں آپ کے بہت سارے فی البدیہہ کہے گئے کلام اور نہایت اعلیٰ معیار کے مضبوط و درست خیالات پائے جاتے ہیں۔ واضح رہے کہ ابن ہشام وہ پہلے مورخ ہیں جنھوں نے علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہونے والے بعض قصیدوں کے بارے میں شک کا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ یہ مروی ہے کہ مدینہ میں مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت علی رضی اللہ عنہ یہ رجزیہ اشعار پڑھ رہے تھے:

لَا يَسْتَوِي مَنْ يَعْمُرُ الْمَسْجِدَا ... يَدْأَبُ فِيهِ قَائِمًا وَ قَاعِدًا

وَ مَنْ يُرَى عَنِ الْغُبَارِ حَائِدًا [3]

''جو شخص مسجد کی تعمیر کرتا ہے، اس میں قیام وقعود ہر حالت میں برابر لگا ہوا ہے اور وہ شخص جو گرد وغبار سے کتراتا نظر آتا ہے دونوں برابر نہیں ہوں گے۔''

ابن ہشام رحمہ اللہ اس شعر کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''میں نے کئی علما سے ان اشعار کے بارے میں دریافت کیا تو سب نے یہی کہا کہ ہم تک پہنچنے والی روایات کی روشنی میں بس ہم اتنا جانتے ہیں کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ان رجزیہ اشعار کو پڑھا۔ پھر فرماتے ہیں، لیکن یہ نہیں معلوم کہ یہ آپ کا کلام ہے یا دوسرے کا۔'' [4]

---

[1] العمدة / ابن رشيق (١/ ١٤).
[2] الأدب الإسلامي / نايف معروف ص (١٩٢).
[3] سيرة ابن هشام (١/ ٤٩٧).
[4] سيرة ابن هشام (١/ ٤٩٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ابن ہشام ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ ابن اسحاق نے علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب تین قصیدے نقل کیے ہیں، حالانکہ ان کی نسبت آپ کی طرف صحیح نہیں ہے۔ بلکہ درست بات یہ ہے کہ کسی اسلامی معرکہ کے موقع پر ان قصائد کو کسی مسلم شاعر نے کہا تھا اور جب بعد کے ناقلین سیرت نگاروں نے ان اشعار کے دینی معانی پر غور کیا تو دیکھا کہ یہ علی رضی اللہ عنہ کے زیادہ مناسب ہیں اس لیے انھوں نے ان اشعار کو آپ کی طرف منسوب کر دیا۔

جہاں تک آپ کی طرف منسوب شعری دیوان کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں ڈاکٹر نائف معروف کی تحقیق یہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کی جو فصاحت و بلاغت معہود و مشہور ہے وہ اس دیوان کے شعری مجموعہ کے معیار سے کہیں زیادہ بلند ہے، غالب گمان یہ ہے کہ مختلف معیار کے شعراء کے کلام کا یہ معجون مرکب ہے، جسے آپ کے چند معتقدین نے اس لیے جمع کیا اور دیوان کی شکل دے دی کہ ان لوگوں پر آپ کا شاعر نہ ہونا گراں گزرتا تھا، اوران کا خیال تھا کہ اس سے لوگوں کی نگاہ میں آپ کا مقام و مرتبہ بڑھ جائے گا۔ حالانکہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان شعراء میں سے نہیں تھے جو اسلام اور مسلمانوں کی دفاع میں مشرکین شعراء کا منہ توڑ جواب دینے کی ذمہ داری اپنے سر اٹھا رکھی تھی۔ ❶

لیکن اس قدر شعر و شاعری سے نا آشنا بھی نہ تھے جتنا کہ یاقوت حموی ابوعثمان مازنی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے دو ابیات کے علاوہ کوئی شعریہ کلام نہیں کہا ہے۔ ❷

کیونکہ متعدد روایات مازنی کے اس قول کے بالکل خلاف ثابت ہیں اور راویوں نے آپ کی طرف کئی قطعات کی صحیح نسبت کو ثابت بھی کیا ہے۔ ❸ انھیں میں سے چند اشعار یہاں تحریر کیے جاتے ہیں:

۱۔ فراخی اور تنگ دستی کے بارے میں:

إِذَا اشْتَمَلَتْ عَلَى النَّاسِ الْقُلُوْبُ   وَ ضَاقَ بِمَا بِهِ الصَّدْرُ الرَّحِيْبُ

''جب انسانوں کے دل و دماغ پریشان ہو جائیں، اور پریشانیوں سے ان کے کشادہ سینے تنگ ہو جائیں۔''

وَ أَوطَنَتِ الْمَكَارِهُ وَ اطْمَأَنَّتْ   وَ أَرْسَتْ فِي أَمَاكِنِهَا الْخُطُوْبُ

''اور ہر طرح کی مشکلات و مصائب انھیں اپنا مسکن بنالیا اور لاینحل مسائل جڑ پکڑ لیں۔''

وَ لَمْ تَرَ لِانْكِشَافِ الضُّرِّ وَجْهًا   وَ لَا اَغْنَى بِحِيْلَتِهِ الْأَرِيْبُ

''اور مصائب و مشکلات کے خاتمہ کی کوئی صورت نظر نہ آ رہی ہو اور اچھے اچھے دانا و بینا ان کا حل پیش کرنے سے عاجز آ جائیں۔''

اَتَاكَ عَلَى قُنُوْطٍ مِنْكَ غَوْثٌ   يَمُنُّ بِهِ الْقَرِيْبُ الْمُسْتَجِيْبُ

''ایسی ناامیدی اور بے بسی میں تم پر مدد نازل ہوگی، یہ احسان ہوگا اس ہستی کی طرف سے جو انتہائی قریب اور دعاؤں کو سننے والی ہے۔''

---

❶ الأدب في الإسلام / د۔نائف معروف ص (۱۹۵)۔ ❷ معجم الأدباء / یاقوت الحموی (۵/ ۲۶۳)۔

❸ الأدب في الإسلام ص (۱۹۵)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَ كُلُّ الْحَادِثَاتِ إِذَا تَنَاهَتْ   فَمَوْصُوْلٌ بِهَا الْفَرَجُ الْقَرِيْبُ ❶

''اور تمام تر حادثات جب وہ اپنی انتہا کو پہنچ جاتے ہیں تو اسی سے متصل عنقریب فراخی کا ظہور ہوتا ہے۔''

۲۔ صبر کے بارے میں:

أَلَا فَاصْبِرْ عَلَى الْحَدَثِ الْجَلِيْلِ   وَ دَاوِ جَوَاكَ بِالصَّبْرِ الْجَمِيْلِ

''سن لو! بڑے بڑے ناگہانی حادثات پر صبر سے کام لو، اور صبر جمیل کے ذریعے سے اپنے سوزش غم کا علاج کرو۔''

وَلَا تَجْزَعْ فَإِنْ اَعْسَرْتَ يَوْمًا   فَقَدْ اَيْسَرْتَ فِي الدَّهْرِ الطَّوِيْلِ

''واویلا نہ مچاؤ، اگر ایک دن تنگی میں پڑ گئے ہو تو ایک لمبے زمانے تک تم نے راحت و آسانیاں بھی پائی ہیں۔''

وَ لَا تَظُنَّنَّ بِرَبِّكَ ظَنَّ سُوْءٍ   فَإِنَّ اللّٰهَ أَوْلٰى بِالْجَمِيْلِ

''اپنے رب سے بدگمانی نہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ حسن ظن رکھنے کا سب سے زیادہ مستحق ہے۔''

فَإِنَّ الْعُسْرَ يَتْبَعُهُ يَسَارٌ   وَ قَوْلُ اللّٰهِ اَصْدَقُ كُلِّ قِيْلِ

''(الٰہی سنت ہے کہ) تنگی کے بعد آسانی آتی ہے۔ اور اللہ کا قول ہر قول سے سچا ہے۔''

فَلَوْ أَنَّ الْعُقُوْلَ تَجُرُّ رِزْقًا   ، لَكَانَ الرِّزْقُ عِنْدَ ذَوِى الْعُقُوْلِ

''اگر عقلیں روزی کا سبب ہوتیں، تو روزیاں عقل مندوں ہی کے پاس ہوتیں۔''

فَكَمْ مِّنْ مُؤْمِنٍ قَدْ جَاعَ يَوْمًا   سَيَرْوِىْ مِنْ رَحِيْقِ السَّلْسَبِيْلِ ❷

''کتنے ایسے مومن ہیں جو آج کے ایک دن کی بھوک کی وجہ سے (بروز قیامت) خالص سلسبیل کا پانی نوش کریں گے۔''

۳۔ انسانوں کی دنیا طلبی کے بارے میں:

لِلنَّاسِ حِرْصٌ عَلَى الدُّنْيَا وَ تَدْبِيْرٌ   وَ فِيْ مُرَادِ الْهَوٰى عَقْلٌ وَ تَشْمِيْرُ

''لوگ دنیا کے حریص اور اس کے لیے ہر تدبیر کرنے والے ہیں اور خواہشات نفس کی تکمیل کے لیے ان کے پاس عقل و دماغ اور چستی و پھرتی ہے۔''

وَ إِنْ أَتَوْا طَاعَةَ اللّٰهِ رَبِّهِمْ   فَالْعَقْلُ مِنْهُمْ عَلَى الطَّاعَاتِ مَأْسُوْرُ

''اگر اللہ کی اطاعت کے لیے انھیں آنا ہو جو کہ ان کا رب ہے، تو جیسے ان کی عقلیں قید میں ہیں۔''

لِأَجْلِ هٰذَا وَ ذٰلِكَ الْحَرِصِ قَدْ مُزِجَتْ   صَفَاءُ عِيْشَاتِهَا هَمٌّ وَ تَكْدِيْرُ

''اس (ذہنی کوڑھ پن) کی وجہ سے اور اُس حرص کے باعث ان کی صاف شفاف زندگیوں میں ہموم و

❶ البداية والنهاية (۸/ ۱۰). ❷ البداية والنهاية (۸/ ۱۱).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عموم اور مکدّرات خلط ملط ہو چکے ہیں۔''

لَمْ یَرْزُقُوْهَا بِعَقْلٍ عِنْدَ مَا قُسِمَتْ ... لٰکِنَّهُمْ رُزِقُوْهَا بِالْمَقَادِیْرِ

''جس وقت روزی کی تقسیم ہوئی تو اپنی عقل کی بنا پر یہ اس سے نہیں نوازے گئے، بلکہ تقدیروں کے باعث اور اس کے حق دار بنے۔''

کَمْ مِنْ اَدِیْبٍ لَبِیْبٍ لَا تُسَاعِدُهُ ... وَ مَائِقٍ نَالَ دُنْیَاهُ بِتَقْصِیْرِ

''کتنے ایسے ادیب اور پختہ عقل لوگ ہیں کہ روزی جن کا ساتھ نہیں دے رہی ہے اور کتنے ایسے کند ذہن اور بے وقوف ہیں جو نااہلی اور کمیوں کے باوجود دنیا سے مالا مال ہیں۔''

لَوْ کَانَ عَنْ قُوَّةٍ أَوْ عَنْ مُغَالَبَةٍ ... طَارَ الْبَزَاةُ بِأَرْزَاقِ الْعَصَافِیْرِ ❶

''اگر روزی طاقت اور چھین چھپٹ کرنے سے ملتی تو گوریوں کی روزیاں باز لے اڑتے۔''

۴۔ سچائی کے بارے میں:

فَلَا تَصْحَبْ اَخَا الْجَهْلِ ... وَ إِیَّاكَ وَ إِیَّاهُ

''جاہل کی صحبت نہ اختیار کرو، اس سے بچتے رہو۔''

فَکَمْ مِنْ جَاهِلٍ اَرْدَی ... حَلِیْمًا حِیْنَ آخَاهُ

''کتنے ایسے جاہل ہیں کہ جب کسی بردبار نے اس سے دوستی کیا تو اس نے اسے ہلاکت کے گڑھے ہی میں دھکیلا۔''

یُقَاسُ الْمَرْءُ بِالْمَرْءِ ... إِذَا مَا هُوَ مَا شَاهُ

''جب دو آدمی ایک ساتھ چلتے ہوں تو ایک کو دیکھ کر دوسرے کا قیاس کیا جاتا ہے۔''

وَ لِلشَّیْءِ مِنَ الشَّیْءِ ... مَقَایِیْسٌ وَ اَشْبَاهُ

''ہر چیز کا اسی کے ہم مثل اور مشابہت سے پیمانہ مقرر ہوتا ہے۔''

قِیَاسُ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ ... إِذَا مَا هُوَ حَاذَاهُ

''جب ایک جوتا دوسرے جوتے کے برابر ہوتا ہے تبھی ایک کو دوسرے سے ناپا جاتا ہے۔''

وَ لِلْقَلْبِ عَلَی الْقَلْبِ ... دَلِیْلٌ حِیْنَ یَلْقَاهُ ❷

''ہم خیال دل میں آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔''

۵۔ تواضع اور قناعت کے بارے میں:

حَقِیْقٌ بِالتَّوَاضُعِ مَنْ یَمُوْتُ ... وَ یَکْفِی الْمَرْءَ مِنْ دُنْیَاهُ قُوْتُ

''مرنے والے کے لیے تواضع ہی مناسب ہے اور انسان کے لیے بقدر گزارہ روزی کافی ہے۔''

❶ البدایة والنهایة (۸/ ۱۱). ❷ البدایة والنهایة (۸/ ۱۲).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فَمَا لِلْمَرْءِ يُصْبِحُ ذَا هُمُومٍ ... وَحِرْصٍ لَيْسَ تُدْرِكُهُ النُّعُوتُ

''لہٰذا انسان کے لیے مناسب نہیں کہ ہموم وغموم اور ناقابل بیاں حرص میں ڈوبا رہے۔''

صَنِيعُ مَلِيكِنَا حَسَنٌ جَمِيلٌ ... وَمَا أَرْزَاقُهُ عَنَّا تَفُوتُ

''ہمارے رب کا کارنامہ انتہائی حسین وجمیل ہے، اس کی روزیوں سے ہم محروم رہنے والے نہیں ہیں۔''

فَيَا هَذَا سَتَرْحَلُ عَنْ قَلِيلٍ ... إِلَى قَوْمٍ كَلَامُهُمُ السُّكُوتُ [1]

''پس اے انسان! عنقریب تو ایسی قوم کی طرف کوچ کرنے والا ہے جن کی گویائی یہ ہے کہ وہ خاموش ہیں۔''

۶۔ راز داری کے بارے میں:

وَلَا تُفْشِ سِرَّكَ إِلَّا إِلَيْكَ ... فَإِنَّ لِكُلِّ نَصِيحٍ نَصِيحَا

''اپنے راز کو اپنی ذات تک محدود رکھو، کیوں کہ ہر خیر خواہ کا کوئی نہ کوئی خیر خواہ ہوتا ہے۔''

فَإِنِّي رَأَيْتُ غُوَاةَ الرِّجَالِ ... لَا يَتْرُكُونَ أَدِيمًا صَحِيحَا [2]

''میں نے بہت سے نامرادوں کو دیکھا ہے کہ جب وہ کچھ نہیں پاتے تو اچھے چمڑے کو بھی نہیں چھوڑتے۔''

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے حکم و بصائر:

برجستگی، فصاحت، زیرکی، طہارت قلبی، تزکیہ نفس، ایمان کی پختگی، دین کی صلابت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت اور راست طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وحی کی تعلیم حاصل کرنا، یہ وہ اسباب تھے جن کی وجہ سے علی رضی اللہ عنہ کو زبان کی فصاحت اور بیان کی عمدگی پر قدرت حاصل ہوئی، آپ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ موتی بن گئے اور جملے اس قدر پُر حکمت کہ اچھے اچھے عقل مند حیرت میں پڑ گئے، ان میں اہل بلاغت کے کام کی چیزیں اور اہل ہدایت کے لیے فوائد ہی فوائد ہیں۔ انھیں فضائل اعمال اور پاکیزہ خصال کی طرف رغبت دلائی گئی ہے۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے نہایت خوبصورت حکیمانہ اقوال، دعوت وتبلیغ اور تعلیم وتدریس کے میدان میں اور انسانوں کو مہذب بنانے، ان کے نفوس کا تزکیہ کرنے، دلوں میں پاکیزگی لانے اور عقلوں کو جلا بخشنے کے لیے بہت قیمتی سرمایہ ہیں۔ اس لیے کہ ان کی تعبیر میں عمدگی ہے، معانی میں وضاحت ہے، فکر میں گہرائی ہے اور ان تمام خوبیوں سے بڑھ کر سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ حکم و بصائر ایک پرہیز گار دل اور صاف شفاف سینے کے چشمہ سے پھوٹ کر اُبلے ہیں۔ [3] ذیل میں چند حِکَم و بصائر کو نقل کیا جا رہا ہے:

ا: رات کی نماز (تہجد) دن میں چہرے کو رونق بخشتی ہے۔ [4] چنانچہ عباد الرحمٰن کی تعریف اللہ نے ان الفاظ میں کی ہے:

---

[1] البداية والنهاية (۸/ ۱۲).
[2] عيون الأخبار / ابن قتيبه (۱/ ۷).
[3] منهج على بن أبى طالب فى الدعوة إلى الله ص (۲۷۵).
[4] نثر اللآلى، مخطوطه/ بحواله منهج على بن أبى طالب ص (۲۷۶).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿وَ الَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا﴾ (الفرقان: ٦٤)

''اور وہ جو اپنے رب کے لیے سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے رات گزارتے ہیں۔''

اسی تہجد کی نماز کے بارے میں فرمایا:

''مومن کا نور رات کی نماز (تہجد) سے ہے۔'' ❶

۲: دین کی درستگی و سلامتی، ورع وتقویٰ میں ہے اور اس کی خرابی و بربادی لالچ میں ہے۔ ❷

۳: خوش خبری ہے اس شخص کے لیے جس نے جو سیکھا اور جانا اس پر عمل کیا۔ ❸

۴: فرصت کا وقت بادل چھٹنے کی طرح جلدی سے گزر جاتا ہے۔ ❹

۵: قساوت قلبی، شکم سیری کا نتیجہ ہوتی ہے۔ ❺

۶: شرافت کا معیار فضل و ادب ہے نہ کہ خاندان و نسب۔ ❻

۷: اخلاق کا حسن، شکل و صورت کے حسن سے کہیں زیادہ بارونق ہوتا ہے۔ ❼

۸: اخلاق کی فراخی میں روزیوں کے خزانے پوشیدہ ہیں۔ ❽

۹: حسن سلوک اور بھلائی افضل ترین خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ ❾ ایک مرتبہ امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ لوگ جمع ہوئے اور معروف (حسن سلوک و بھلائی) کے بارے میں آپس میں گفتگو کرنے لگے، معروف پر ابھارنے اور اس کی طرف رغبت دلانے کے لیے آپ نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور فرمایا: معروف (حسن سلوک اور بھلائی) افضل ترین خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے اور پاکیزہ ترین کھیتیوں میں سے ایک کھیتی ہے۔ اگر کوئی اس حسن سلوک اور بھلائی کی ناشکری کرے اور فراموش کر دے تو اس کی وجہ سے تم حسن سلوک اور بھلائی سے کنارہ کشی مت اختیار کرو، کیونکہ ان لوگوں کی شکر گزاری جو تمھارے حسن سلوک اور بھلائی سے مستفید نہیں ہوئے ہیں ان کی ناشکری پر بھاری ہے لہٰذا جو بھلائی تم نے اپنی ذات کے ساتھ کی ہے دوسروں سے اس کی تعریف کے خواہاں نہ رہو، کوئی بھلائی اسی وقت کامل ہوتی ہے جب اس میں تین چیزیں بدرجہ اتم موجود ہوں: (۱) اسے چھوٹا سمجھنا (۲) اسے پوشیدہ رکھنا (۳) اسے

❶ نثر اللآلي / بحواله منهج علي بن أبي طالب ص (٢٧٦).

❷ نثر اللآلي / مخطوطه بحواله منهج علي بن أبي طالب ص (٢٧٦).

❸ نثر اللآلي / مخطوطه بحواله منهج علي بن أبي طالب ص (٢٧٧).

❹ نثر اللآلي / مخطوطه بحواله منهج علي بن أبي طالب ص (٢٧٧).

❺ نثر اللآلي / مخطوطه بحواله منهج علي بن أبي طالب ص (٢٧٨).

❻ الإعجاز و الإيجاز / الثعالبي ص (٣٠) بحواله منهج علي بن أبي طالب ص (٢٢٦).

❼ نثر اللآلي / مخطوطه بحواله منهج علي بن أبي طالب ص (٢٢٨).

❽ نثر اللآلي / مخطوطه بحواله منهج علي بن أبي طالب ص (٢٢٨).

❾ تاريخ اليعقوبي (٢/ ٢١٠) منهج علي بن أبي طالب ص (٢٣٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسے چھوٹا سمجھا تو گویا اس کی تعظیم کی اور اگر چھپا لے گئے تو گویا اس کا حق ادا کر دیا اور اگر جلدی کی تو گویا اسے مبارکباد دی۔ ❶

۱۰: بے ادبی اور بدتمیزی شرافت کے منافی ہے۔ ❷

۱۱: حاسدوں کو کبھی آرام وسکون نہیں مل سکتا۔ ❸

۱۲: حاسد، بے گناہوں پر غصہ دکھاتا ہے۔ ❹

۱۳: اللہ احکم الحاکمین کی طرف سے بغاوت کرنے والوں کے لیے تباہی ہے۔ ❺

۱۴ جو شخص بغاوت کی تلوار سونتتا ہے وہ اسی تلوار سے قتل کیا جاتا ہے۔ ❻

۱۵: ظلم کی ابتدا کرنے والے کو کل کے دن اپنے ہاتھوں عبرت ملے گی۔ ❼

یہ ترہیب اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے مستفاد ہے:

﴿ وَ يَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝۲۷ ﴾

(الفرقان: ۲۷)

''اور جس دن ظالم اپنے دونوں ہاتھ دانتوں سے کاٹے گا، کہے گا اے کاش! میں رسول کے ساتھ کچھ راستہ اختیار کرتا۔''

۱۶: مشکلات ومصائب کو چھپانا کمال مردانگی ہے۔ ❽

۱۷: بدخواہ کے ساتھ احسان کرو، تم اس کی بدخواہی کو روک دو گے۔ ❾

۱۸: کسی محسن کا احسان، احسان مند کی زبان کاٹ دیتا ہے۔ ❿

۱۹: جس نے اپنی گفتار میں مٹھاس پیدا کی اس کے معتقدین زیادہ ہوئے۔ ⓫

۲۰: جس کی بات میں سچائی کم ہوئی اس کے دوست بھی کم ہوئے۔ ⓬

❶ تاریخ الیعقوبی (۲/ ۲۱۰) منهج علی بن أبی طالب ص (۲۳۰).

❷ الإعجاز و الإيجاز / الثعالبی ص (۲۸).

❸ مطلوب کل طالب من کلمات علی بن أبی طالب مخطوطه / بحواله منهج علی بن أبی طالب ص (۲۳٤).

❹ الإعجاز و الإيجاز / الثعالبی ص (۲۹)، منهج علی بن أبی طالب ص (۲۳٥).

❺ الإعجاز و الإيجاز / الثعالبی ص (۲۹)، منهج علی بن أبی طالب ص (۲۳٥).

❻ منهج علی بن أبی طالب فی الدعوة ص (۲۳٥).

❼ منهج علی بن أبی طالب فی الدعوة ص (۲۳٦).

❽ منهج علی بن أبی طالب فی الدعوة ص (۲٤۳).

❾ منهج علی بن أبی طالب فی الدعوة ص (۲٤٥).

❿ مطلوب کل طالب فی شرح کلمات علی بن أبی طالب بحواله: منهج علی بن أبی طالب ص (۲٤٦).

⓫ مطلوب کل طالب فی شرح کلمات علی بن أبی طالب بحواله: منهج علی بن أبی طالب فی الدعوة ص (۲٤۷).

⓬ مطلوب کل طالب فی شرح کلمات علی بن أبی طالب بحواله: منهج علی بن أبی طالب فی الدعوة ص (۲٤۷).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲۱: تمھاری زبان تم سے وہی مطالبہ کرے گی جس کا تم اسے عادی بناؤ گے۔ ❶

۲۲: جو شخص لایعنی اور غیر ضروری چیزوں کے پیچھے پڑتا ہے اس سے اس کی ضرورت کی چیزیں فوت ہو جاتی ہیں۔ ❷

۲۳: بھلے لوگوں کے ساتھ رہو شر پسندوں سے محفوظ رہو گے۔ ❸

۲۴: نیکوں کی صحبت غنیمت ہے۔ ❹

۲۵: احمق کی صحبت دنیا میں نقصان اور آخرت میں ندامت وحسرت کا ذریعہ ہے۔ ❺

۲۶: تیرے نفس کے باادب ہونے کے لیے کافی ہے کہ جو دوسرے کے لیے ناپسند کرے اپنے لیے بھی ناپسند کرے۔ ❻

۲۷: کہنے والے کو نہ دیکھو، بلکہ یہ دیکھو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ ❼

۲۸: اچھا انسان وہ ہے جو دوسرے کے لیے نفع بخش ہو۔ ❽

۲۹: انسان اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہوتا ہے۔ ❾

۳۰: زبان ایک کسوٹی ہے جسے جہالت نشانے سے بہکا دیتی ہے اور عقل اسے درست کرتی ہے۔ ❿

۳۱: تمھارا حقیقی بھائی وہ ہے جو مشکلات میں تمھارا غم خوار ہو۔ ⓫

۳۲: ہر انسان کی قیمت اس کام سے لگائی جاتی ہے جس کو وہ بہتر طریقہ سے انجام دیتا ہے۔

۳۳: نیک دل انسان کے حملہ سے ڈرو جب وہ بھوکا ہو اور کمینے شخص کے حملہ سے ڈرو جب وہ آسودہ ہو۔

۳۴: نفس خواہشات کو ترجیح دیتا ہے، سہل اور سست راہ اختیار کرتا ہے، تفریحات کی طرف لپکتا ہے، برائیوں پر ابھارتا ہے، بدی کا مرکز ہے، راحت پسند ہے، کام چور ہے، اگر اس کو مجبور کرو تو لاغر ہو جائے اور اگر چھوڑ دو تو برباد ہو جائے۔ ⓬

۳۵: عجز و درماندگی آفت ہے، صبر بہادری ہے، زہد خزانہ ہے اور ورع ڈھال ہے۔

۳۶: دوسروں کے غلام مت بنو، جب کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو آزاد پیدا کیا ہے۔

---

❶ مطلوب کل طالب فی شرح کلمات علی بن أبی طالب بحواله: منهج علی بن أبی طالب فی الدعوة ص (٢٤٧).

❷ الإعجاز و الإیجاز / الثعالبی ص (٢٩) بحواله منهج علی بن أبی طالب فی الدعوة ص (٢٤٩).

❸ نثر اللآلی من کلام علی بن أبی طالب بحواله منهج علی بن أبی طالب فی الدعوة ص (٢٤٩).

❹ نثر اللآلی من کلام علی بن أبی طالب بحواله منهج علی بن أبی طالب فی الدعوة ص (٢٤٩).

❺ نثر اللآلی من کلام علی بن أبی طالب بحواله منهج علی بن أبی طالب فی الدعوة ص (٢٤٩).

❻ نثر اللآلی من کلام علی بن أبی طالب بحواله منهج علی بن أبی طالب فی الدعوة ص (٢٥٠).

❼ نثر اللآلی من کلام علی بن أبی طالب بحواله منهج علی بن أبی طالب فی الدعوة ص (٢٥٠).

❽ نثر اللآلی من کلام علی بن أبی طالب بحواله منهج علی بن أبی طالب فی الدعوة ص (٢٥١).

❾ نثر اللآلی من کلام علی بن أبی طالب بحواله منهج علی بن أبی طالب فی الدعوة ص (٢٥٢).

❿ أدب الدنیا و الدین ص (٢٦٥).

⓫ منهج علی بن أبی طالب فی الدعوة ص (٢٥٣). ⓬ المرتضیٰ الندوی/ عربی، ص (٢٠١).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۳۷: جھوٹی تمناؤں پر تکیہ کرنے سے بچتے رہو، تمنائیں بے وقوفوں کا سرمایہ ہیں۔

۳۸: لوگ محوِ خواب ہیں جب مریں گے تو ہوش آ جائے گا۔

۳۹: لوگ جن باتوں کو نہیں جانتے ان کے دشمن ہو جاتے ہیں۔

۴۰: جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا ہلاکت سے بچ گیا۔

۴۱: کبھی زبان سے نکلا ہوا ایک لفظ نعمتوں کو چھین لیتا ہے۔

۴۲: اخلاق و آداب نئے جوڑے ہیں اور ذہن ایک صاف شفاف آئینہ ہے۔

۴۳: فقر ذہین کو گونگا کر دیتا ہے اور تنگ دست اپنے شہر میں اجنبی ہوتا ہے۔

۴۴: جب دنیا کسی پر فدا ہوتی ہے تو دوسروں کی خوبیاں بھی اس سے منسوب کر دی جاتی ہیں اور جب وہ منہ پھیر لیتی ہے یعنی اس کا زوال ہوتا ہے تو اس سے اس کی ذاتی خوبیوں کا بھی انکار کر دیا جاتا ہے۔

۴۵: ان دلوں کو بھی آرام دو، ان کے لیے حکمت آمیز لطیفے تلاش کرو، کیونکہ جسموں کی طرح دل بھی تھکتے اور اکتا جایا کرتے ہیں۔ ❶

۴۶: چہرے کی تازگی و بشاشت مستقل ایک الٰہی عطیہ ہے۔ ❷

۴۷: انتقام کی قدرت کے باوجود معاف کر دینا قدرت کی شکر گزاری ہے۔ ❸

۴۸: بار بار عذر و معذرت گناہوں کی یاد آوری کے سبب ہے۔ ❹

۴۹: اموات کی طرف دیکھنا سب سے بلیغ وعظ ہے۔ ❺

۵۰: موت کی یاد دلوں کو صاف شفاف بناتی ہے۔ ❻

یہ تھے امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے چند حِکم و بصائر جو لوگوں کے درمیان مشہور ہیں۔ یہ آپ کی زندگی کے بے شمار تجربات میں سے صرف بعض تجربات کا خلاصہ ہیں، جو مختصر جملوں میں نہایت جامع و مانع ہیں اور بلند مقاصد پر مشتمل ہیں، آپ نے جس ماحول و معاشرہ میں زندگی گزاری صرف اس میں ہی نہیں بلکہ آج تک انسانی معاشروں میں ان اقوال اور حِکم و بصائر کی گہری تاثیر دیکھی جا رہی ہے، واضح رہے کہ مسلم معاشرہ کی اصلاح اور تعلیم و تربیت کے لیے ان اقوال زریں، خطبوں، اشعار اور مواعظ کو امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے بطور وسیلہ استعمال کیا۔

---

❶ المرتضیٰ / الندوی، عربی، ص (۲۰۱، ۲۰۲) .

❷ نثر اللآلي من كلام علي بن أبي طالب بحواله منهج علي بن أبي طالب ص (۲۳۸) .

❸ مطولب نثر طالب بحواله منهج علي بن أبي طالب ص (۲۳۹) .

❹ الإعجاز و الإيجاز / الثعالبي ص (۲۹) بحواله منهج علي بن أبي طالب ص (۲۳۹) .

❺ نثر اللآلي بحواله منهج علي بن أبي طالب ص (۱٤۹) .

❻ منهج علي بن أبي طالب ص (۱٤۹) .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف سے پاکباز انسانوں کے اوصاف، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نفلی عبادت اور صحابہ کرام کے اوصاف حمیدہ کا تذکرہ:

(۱) پاکباز انسانوں کے اوصاف:

ایک مرتبہ امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے پاکباز بندوں کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

''پاکباز لوگ وہ ہیں کہ جب کوئی بھلائی و نیکی کرتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں۔ جب گناہ سرزد ہوجاتے ہیں تو استغفار کرتے ہیں، جب کسی مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں تو صبر کرتے ہیں اور جب غصہ ہوتے ہیں تو درگزر کردیتے ہیں۔'' ❶

اور فرمایا:

''جان لو! اللہ کے کچھ ایسے بندے ہیں جن کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے وہ جنتیوں کو ہمیشہ جنت میں رہتے ہوئے اور جہنمیوں کو جہنم میں عذاب پاتے ہوئے مشاہدہ کرچکے ہیں،...... وہ بے ضرر ہیں، ان کے دل رنجیدہ رہتے ہیں، وہ پاک طینت ہیں ان کی ضروریات نہایت مختصر ہیں، انھوں نے آخرت کی طویل راحت کے لیے چند روزہ مصائب پر صبر کرلیا ہے، اگر تم ان کو رات میں دیکھو گے تو ان کے قدموں کو صف بندی میں پاؤ گے اور ان کے آنسو ان کے رخسار پر بہ رہے ہوں گے، اپنی گردنوں کو آزاد کرانے کے لیے وہ اللہ سے گڑگڑاتے ہیں، اور دن میں انھیں صاحب علم وفضل، بردبار، نیکوکار اور پرہیزگار پاؤ گے...... کوئی دیکھنے والا جب انھیں دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ تو بیمار ہیں حالانکہ انھیں کوئی بیماری نہیں ہے، انھیں امر عظیم یعنی آخرت کی فکر لاحق ہے۔'' ❷

اور ایک موقع پر فرمایا:

''مومن کو چاہیے کہ اس کی نگاہ، نگاہ عبرت ہو، اس کی خاموشی تدبر ہو اور اس کا کلام حکمت ہو۔'' ❸

اور فرمایا:

''خوش خبری ہے ہر اس بندے کے لیے جو گم نام رہا، اس نے سب کو پہچانا، لیکن اسے کسی نے نہیں پہچانا، اس نے اللہ کو اس کی رضامندی سے پہچانا، یہی گم نام و خاموش طبع لوگ ہدایت کے چراغ ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے سر سے تمام مہلک فتنوں کو ٹالتا رہتا ہے، وہ انھیں اپنی رحمت کے سائے میں رکھے گا۔ وہ پیٹ کے ہلکے، چغل خور، سنگ دل اور ریاکار نہیں ہیں۔'' ❹

آپ کے اس قول میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی تاثیر صاف صاف نظر آ رہی ہے کہ

❶ مروج الذهب (۲/ ٤۳۱).
❷ البداية والنهاية (۸/ ٦).
❸ مروج الذهب (۲/ ٤۳٤).
❹ صفة الصفوة (۱/ ۳۲٥).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

((إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِيَّ الْغَنِيَّ الْخَفِيَّ .)) ❶

''اللہ تعالیٰ متقی، بے نیاز اور گم نام بندے کو پسند کرتا ہے۔''

(۲) نبی اکرم ﷺ کی نفلی عبادت:

عاصم بن حمزہ کا بیان ہے کہ ہم نے علی رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم ﷺ کی دن کی نفلی عبادت کے بارے میں دریافت کیا، تو آپ نے فرمایا: تم لوگ اس پر مداومت نہیں کرسکو گے، ہم نے کہا: آپ ہمیں اس کے بارے میں ضرور بتائیں، ہم جتنا کرسکیں گے کریں گے، چنانچہ آپ نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ جب فجر کی نماز سے فارغ ہوتے تو تھوڑی دیر ٹھہرے رہتے، یہاں تک کہ جب سورج مشرق سے طلوع ہوکر اتنی بلندی پر پہنچ جاتا کہ جتنی بلندی کا فاصلہ عصر کی نماز کے بعد مغرب کی طرف سے ہوتا ہے۔ پھر آپ کھڑے ہوتے اور دو رکعت نماز پڑھتے، پھر ٹھہر جاتے یہاں تک کہ جب سورج مشرق کی طرف سے اتنی بلندی پر پہنچ جاتا جتنی بلندی پر ظہر کے وقت مغرب کی طرف سے ہوتا، پھر آپ کھڑے ہوتے اور چار رکعت پڑھتے سورج ڈھلنے کے بعد، ظہر سے پہلے چار رکعت اور ظہر کے بعد دو رکعت اور عصر سے پہلے چار رکعت، چار رکعت کے درمیان فصل کرتے ہوئے ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے۔ اللہ کے مقرب فرشتوں، نبیوں اور ان کے پیروکار مومنوں اور مسلمانوں پر سلامتی بھیجتے۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ سولہ (۱۶) رکعتیں دن میں نبی کریم ﷺ کی نفلی نمازیں ہوئیں، شاذ و نادر لوگ ملیں گے جو اس کی پابندی کرتے ہوں۔ ❷

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے ایک دوسرے مقام پر وتر کی نماز کے بارے میں نبی کریم ﷺ کے عمل کو اس طرح بیان کیا کہ آپ ﷺ نے رات کی ابتدائی، اوسط اور آخری تینوں حصوں میں وتر کی نماز پڑھی، آپ کے وتر سحر کے وقت ختم ہوئی۔ ❸

نماز کے اختتام پر نبی اکرم ﷺ کے طرز عمل کو بیان کرتے ہوئے علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ جب نماز سے سلام پھیرتے تو یہ دعا پڑھتے:

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ مَا قَدَّمْتُ وَ مَا أَخَّرْتُ وَ مَا اَسْرَرْتُ وَ مَا أَعْلَنْتُ وَ مَا أَسْرَفْتُ وَ مَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّيْ ، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُوَخِّرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ .)) ❹

''اے اللہ میرے پہلے اور پچھلے، پوشیدہ اور ظاہر گناہ معاف فرما اور جن کاموں میں مجھ سے زیادتی ہوئی

---

❶ مسند أحمد (۱/ ۱۶۸) ، صحیح مسلم (٤/ ۲۲۷۷).

❷ مسند أحمد / تحقیق أحمد شاکر (۲/ ٦۲) اس کی سند صحیح ہے۔

❸ مسند أحمد / تحقیق أحمد شاکر (۲/ ٦۲) اس کی سند صحیح ہے۔

❹ صحیح سنن ابی داؤد (۱/ ۲۸۳) البانی۔ یہ ابوداؤد کی روایت نہیں ہے بلکہ صحیح مسلم کی حدیث ہے اور اسی طرح مصنف کا یہ لکھنا کہ آپ ﷺ اس دعا کو نماز کے بعد پڑھتے تھے، صحیح نہیں ہے۔ درست بات یہ ہے کہ تشہد اور سلام پھیرنے کے درمیان آپ ﷺ ان کلمات کو پڑھتے تھے۔ دیکھئے: صحیح مسلم حدیث (۷۷۱) ، (۱/ ٥۳٤-٥۳٦) (مترجم)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور جن گناہوں کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے معاف کر، تو پہلے بھی ہے اور پیچھے بھی ہے، تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں۔''

(۳) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اوصاف حمیدہ کا تذکرہ:

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے یہ محسوس کیا کہ میرے ساتھی لوگ اللہ کی اطاعت میں کسی قدر غفلت اور سستی کرنے لگے ہیں تو انھیں ان کے اسلاف یعنی اصحاب رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سیرت یاد دلائی، چنانچہ ابو اراکہ کا بیان ہے کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی، جب آپ سلام پھیر کر فارغ ہوئے تو آپ دیر تک بیٹھے رہے جیسے کہ آپ کسی پریشانی میں ہوں، یہاں تک کہ جب دھوپ مسجد کی دیوار پر ایک نیزے کی مقدار میں چڑھ آئی تو آپ نے دو رکعت نماز پڑھی، پھر اپنے ہاتھ کو پلٹ کر یہ کہنے لگے: اللہ کی قسم! میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، آج میں لوگوں کی زندگی میں ان صحابہ کی طرح کوئی چیز نہیں دیکھ رہا ہوں، وہ خالی ہاتھ صبح کرتے، ان کا رنگ زرد، بال پراگندہ اور جسم گرد آلود یعنی تھکا ماندہ ہوتا، ان کی پیشانی پر بکری کے گھٹنوں کی طرح نشانات ہوتے، اللہ کے سامنے سجدے اور قیام کی حالت میں وہ رات گزارتے، کتاب الٰہی کی تلاوت کرتے، کبھی اپنی پیشانیوں کو اللہ کی اطاعت میں جھکاتے، کبھی قدموں پہ دست بستہ قیام کرتے، جب صبح کو اٹھتے تو ذکر الٰہی میں ایسے جھوم اٹھتے جیسے کہ آندھی کے دن میں درخت جھومتے ہیں۔ ❶ ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی ایسی جھڑی لگ جاتی کہ ان کے کپڑے بھیگ جاتے، اللہ کی قسم! ایسے لگتا تھا کہ انھوں نے ہر چیز سے غافل ہو کر صرف اللہ کے لیے رات گزاری ہے۔ پھر علی رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے، اس کے بعد زندگی کے آخری لمحات تک یعنی اللہ کے دشمن، بد بخت ابن ملجم کے ہاتھوں قتل کیے جانے تک آپ کبھی سست اور ہنستے ہوئے نظر نہ آئے۔ ❷

(٤) سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو فضائل اعمال پر ابھارتے ہیں:

آپ نے ایک مرتبہ خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ''میں تمھیں اللہ کے تقویٰ کی نصیحت کرتا ہوں، سب سے افضل چیز جس کے ذریعے سے بندہ اللہ کا تقرب حاصل کرتا ہے وہ ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ ہے اور میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں کہ کلمۂ اخلاص (توحید) پر قائم رہو، کیونکہ وہی فطرت اسلام ہے، نماز قائم کرو، کیونکہ وہی دین وملت ہے۔ زکوٰۃ ادا کرو وہ اسلام کا اہم فریضہ ہے۔ رمضان کے مہینے میں روزہ رکھو وہ عذاب الٰہی سے بچاؤ کے لیے ڈھال ہے۔ خانہ کعبہ کا حج کرو وہ گناہوں کو روند ڈالتا ہے اور انھیں دور بھگاتا ہے۔ صلہ رحمی کرو وہ موت کو موخر کرتی ہے اور اقرباء واہل وعیال میں محبت پیدا کرتی ہے، چپکے چپکے صدقہ کرو وہ غلطیوں اور گناہوں کے لیے کفارہ ہے۔ اور رب کریم کے غصہ کو بجھاتی ہے، دوسروں کے ساتھ بھلائی کرو وہ بری موت کو ٹالتی ہے اور بھیانک حادثات سے محفوظ رکھتی ہے، کثرت سے اللہ کا ذکر کرو، وہ سب سے بہتر ذکر ہے۔'' ❸

---

❶ یہاں جھومنے سے مراد تصوف کا وجد نہیں بلکہ ذکر الٰہی میں استغراق کی نوعیت مقصود ہے۔ (مترجم)

❷ حلیة الأولیاء (۱/ ۷٦). ❸ البدایة والنهایة (۷/ ۳۱۹).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۵) سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی زبانی مریض کی عیادت کی فضیلت:

ثویر بن ابی فاختہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ علی رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ چلو حسن کی عیادت کر آئیں۔ ہم وہاں گئے تو دیکھا کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ موجود ہیں، سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: اے ابوموسیٰ کیسے تشریف لائے تھے، عیادت کرنے یا زیارت کرنے؟ انھوں نے فرمایا: نہیں، بلکہ عیادت کرنے۔ اس وقت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَعُوْدُ مُسْلِمًا غُدْوَةً ، إِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُمْسِيَ ، وَإِنْ عَادَهٗ عَشِيَّةً إِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُصْبِحَ .)) ❶

''اگر کوئی مسلمان صبح کے وقت اپنے کسی مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو ستّر (۷۰) ہزار فرشتے شام تک اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور اگر شام کے وقت عیادت کرتا ہے تو صبح تک ستّر ہزار فرشتے اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔''

(۶) سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ کی خطابت پر حوصلہ افزائی کرتے ہیں:

ایک دن آپ نے اپنے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے بیٹے! کیا تم میرے سامنے خطبہ نہیں دے سکتے کہ میں اسے سنوں؟ حسن رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: آپ کی موجودگی میں خطبہ دیتے ہوئے میں شرم کھاتا ہوں، چنانچہ علی رضی اللہ عنہ پیچھے جا کر ایسی جگہ بیٹھ گئے کہ حسن رضی اللہ عنہ آپ کو دیکھ نہ سکیں، پھر حسن رضی اللہ عنہ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور علی رضی اللہ عنہ سن رہے تھے، پھر آپ نے نہایت فصیح و بلیغ خطبہ دیا اور جب خطبہ سے فارغ ہو کر واپس ہوئے تو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کہہ رہے تھے:

﴿ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ ﴾ (آل عمران : ٣٤) ❷

''ایسی نسل جس کا بعض بعض سے ہے اور اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

(۷) میں ویسا نہیں ہوں جیسا کہ تم کہہ رہے ہو:

عمروہ بن مرہ ابوالبختری سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی آیا اور آپ کی تعریف کرنے لگا، جب کہ اس کی حقیقت حال کا علم آپ کو پہلے ہی ہو چکا تھا، آپ نے اس کی تعریف سن کر فرمایا: میں ویسا نہیں ہوں جیسا کہ تم کہہ رہے ہو اور تم میرے بارے میں جو سوچتے ہو میں اس سے بلند ہوں۔ ❸

(۸) شہوت پرستی سے ڈرانا:

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنے اوپر شہوتوں کی حکومت نہ ہونے دو، اس کا فوری انجام برا ہے اور اخروی انجام خطرناک ہے، اگر دیکھو کہ ڈرانے اور دھمکانے کے باوجود وہ بھکانے سے باز نہیں آتیں

---

❶ صحيح سنن الترمذي / ألباني (١/ ٢٨٦). ❷ البداية والنهاية (٨/ ٣٧).

❸ التاريخ الإسلامي / عهد الخلفاء الراشدين / الذهبي ص ٦٤٦.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تو انھیں امیدوں اور رغبتوں کی آس دلاؤ، اس لیے کہ جب کسی نفس میں ترغیب و ترہیب یکجا ہو جاتے ہیں تو نفس ان کے تابع اور قبضہ میں ہو جاتی ہیں۔ ❶

(۹) کسی مسلمان کو خوش کرنا:

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنے مسلمان بھائی کو خوش کر دینا اللہ کی مغفرت کا ذریعے سے ہے۔ ❷

(۱۰) تین کام انتہائی گراں ہیں:

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تین کام انتہائی گراں و مشکل ہیں، حق کے لیے خود کو جھکا دینا، ہر حالت میں اللہ کا ذکر کرنا، مال کے ذریعے سے اپنے بھائی کی غم خواری کرنا۔ ❸

مہلک امراض، جن سے امیر المومنین علی بن ابی طالب نے ڈرایا:

(۱) گناہ کا اثر:

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: گناہ عبادت میں کاہلی، رزق میں تنگی اور لذت میں کمی لاتا ہے۔ پوچھا گیا کہ لذت کی کمی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: گناہ گار کو جب حلال کی لذت ملنے لگتی ہے تو گناہ اسے مکدر کرنے لگتا ہے۔ ❹ آپ نے صرف گناہ کے انجام بد سے ڈرانے اور خوف دلانے پر اکتفا نہ کیا بلکہ انسانوں کو گناہوں سے باز رہنے پر بھی ابھارا، چنانچہ فرماتے ہیں:

> ''جو شخص بغیر خاندان کی عزت، اور بغیر کثرتِ اولاد کے نسل کی بقا، اور بغیر مال کے مال داری چاہتا ہو اسے چاہیے کہ گناہ کی ذلت سے اطاعت الٰہی کی عزت کی طرف پلٹ جائے۔'' ❺

نیز ایک موقع پر فرمایا:

> ''اگر مکارم اخلاق سے آراستہ ہونا چاہتے ہو تو محرمات سے پرہیز کرو۔'' ❻

(۲) لمبی امید اور نفس پرستی:

ایک مرتبہ امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کوفہ کے منبر پر خطبہ دیا اور اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: اے لوگو! میں تمھارے بارے میں لمبی امید اور نفس پرستی کا زیادہ خوف کھاتا ہوں، اس لیے کہ لمبی امید آخرت کو بھلا دیتی ہے اور نفس پرستی حق سے روکتی ہے۔ سن لو! دنیا پیٹھ پھیر کر بھاگ گئی اور آخرت کی گھڑی سامنے آ گئی، ان دونوں میں سے ہر ایک کی اولادیں ہیں، لہٰذا تم آخرت والے بنو، دنیا والے نہ بنو۔ یہ ایامِ عمل ہیں ایام حساب نہیں، کل آخرت میں ایام حساب ہیں ایام عمل نہیں۔ ❼

---

❶ أدب الدین و الدنیا ص (۲٦). ❷ تنبیه الغافلین ص (۲٤٥).
❸ حلیة الأولیاء (۱/ ۸۵). ❹ تاریخ الخلفاء / السیوطی ص (۲۰٤).
❺ تاریخ الیعقوبی (۲/ ۲۰٦).
❻ منهج علی بن أبی طالب فی الدعوة إلی الله ص (۳۰۷) بحواله سجع الحمام فی حکم الإمام ص (۵۷).
❼ حلیة الأولیاء (۱/ ۷٦) صفة الصفوة (۱/ ۳۲۱).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس خطبہ میں امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ دو ایسی مہلک بیماریوں کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جو انسانی معاشرہ کے لیے ناسور ہیں، ان میں سے ایک لمبی عمر پانے اور طویل امیدیں باندھنے کی بیماری ہے، حالانکہ یہ بیماری انسان کو دھوکا میں رکھتی ہے، اسے دنیاوی منصوبوں اور آرزوؤں میں الجھائے رہتی ہے، اسے یہ کہہ کر ورغلاتی ہے کہ عمر تو لمبی ہے، نیک اعمال بعد میں کر لینا، اسے آخرت سے غافل کر دیتی ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے پاس دنیاوی اعمال کا انبار لگ جاتا ہے اور اخروی اعمال نہایت تھوڑے ہوتے ہیں، اگر ہر انسان کو یہ بات ذہن نشین ہو جائے کہ موت کسی بھی لمحہ ہمیں اپنے گرفت میں لے سکتی ہے تو اس کی دنیاوی کدوکاوش صرف بقدر ضرورت ہوگی اور آخرت کے لیے اس کے اعمال میں اضافہ ہوتا جائے گا، اس لیے کہ مرنے کے بعد کی زندگی ہمیشہ رہنے والی ہے۔

دوسری بیماری نفس پرستی ہے، یہ ایسی بیماری ہے جو نفس پرست کے نظریات و خیالات کو بدل دیتی ہے اور خواہشات نفس کی تکمیل ہی کو اس کے افکار و ہموم کا عظیم ترین مقصد بنا دیتی ہے اور بلند ترین اسلامی مقصد، یعنی دنیا میں رضائے الٰہی اور جنت میں اس کے فضل و احسان کی جستجو کو بھلا دیتی ہے اور جب افکار و خیالات کے انداز و مقاصد بدل جاتے ہیں تو اعمال کے بھی رخ اور طریقے بدل جاتے ہیں، چنانچہ دنیاوی خیالات اور کاوشیں مقاصدِ دنیا کے حصول تک محدود رہتی ہیں اور پھر اسی بنیاد پر تعلقات و روابط کے مقاصد بھی مختلف ہو جاتے ہیں، اخوت و بھائی چارگی ایمان و تقویٰ کے بجائے دنیاوی مفاد و مصالح کی بنیادوں پر قائم ہوتی ہے، علاوہ ازیں اور کئی خرابیاں لازم آتی ہیں جو کہ انھیں مقاصد کے اختلاف پر مبنی ہوتی ہیں۔ ❶

(۳) ریاکاری:

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کوئی بھی نیکی اور دکھاوے کے لیے نہ کرو اور کوئی بھی نیکی شرم کی وجہ سے نہ چھوڑو۔ ❷

آپ فرماتے ہیں: ریاکار کی تین علامتیں ہیں: (۱) تنہا رہے تو سستی اور کاہلی کرے۔ (۲) لوگوں میں رہے تو چاق و چوبند نظر آئے۔ (۳) تعریف سن کر عمل بڑھا دے اور تنقیص سن کر عمل کم کر دے۔ ❸

اسلام کی نگاہ میں ریاکاری شرک اصغر ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ .))

''میں تمھارے بارے میں سب سے زیادہ شرک اصغر سے خوف کھاتا ہوں۔''

صحابہ کرام نے پوچھا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! شرک اصغر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:

((اَلرِّيَاءُ ، يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِذَا جَازَى النَّاسُ بِأَعْمَالِهِمْ ، اِذْهَبُوْا إِلَى الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَرَاءُ وْنَ فِي الدُّنْيَا فَانْظُرُوْا هَلْ تَجِدُوْنَ عِنْدَهُمْ جَزَاءً .)) ❹

---

❶ التاريخ الإسلامي / الحميدي (۲۰/ ۲۷۶). ❷ أدب الدنيا و الدين ص (۱۱۰).

❸ الكبائر / الذهبي ص (۱٤٥) فرائد الكلام (۳۳۸). ❹ مسند أحمد (٥/ ٤۲۸، ٤۲۹) اس کی سند حسن ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''ریاء ہے، بروز قیامت جب اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا تو فرمائے گا: جاؤ ان لوگوں کے پاس جن کے دکھاوے کے لیے تم کرتے تھے، دیکھو کیا ان کے پاس تم کوئی بدلہ پاتے ہو۔''

شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہم لوگ ریا کاری کو شرک اصغر شمار کرتے تھے۔ ❶
چنانچہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو دل کی ایک ایسی خطرناک بیماری سے ڈرایا جس کا تعلق انسان کی نیت اور اس کے ارادہ سے ہے، ساتھ ہی آپ نے لوگوں کو صرف اللہ کی عبادت اور اس کی رضا کے لیے عمل کرنے اور سنت نبوی کو لازم پکڑنے پر ابھارا، آپ فرماتے ہیں: عمل کے بغیر کوئی قول نفع بخش نہیں اور نیت کے بغیر کسی عمل کا اعتبار نہیں اور سنت کی موافقت کے بغیر کوئی نیت معتبر نہیں۔ ❷

فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے اس آیت کریمہ کی تلاوت کی: ﴿لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (الملك: ٢) ''تا کہ وہ (اللہ) آزمائے کہ تم میں اچھا عمل کرنے والا کون ہے۔''
فرمایا: ﴿أَحْسَنُ عَمَلًا﴾ کا مطلب ہے خالص اور درست عمل۔ لوگوں نے پوچھا: خالص اور درست عمل کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا: اگر عمل میں اخلاص ہو اور درست نہ ہو تو وہ عمل قبول نہیں ہوتا اور اگر عمل درست ہو، لیکن اخلاص نہ ہو تو وہ عمل قبول نہیں ہوتا، تو کسی بھی عمل کی قبولیت کے لیے اخلاص اور درستگی ضروری ہے۔ عمل خالص کا مطلب ہے کہ صرف اللہ کے لیے ہو اور درستگی کا مطلب ہے کہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہو۔ ❸

ریا کاری کی مختلف شکلیں ہیں، کچھ کا تعلق اعمال سے ہے جیسے کہ کوئی شخص جب دیکھے کہ لوگ اسے دیکھ رہے ہیں تو لمبی رکعت، طویل رکوع، طویل سجدہ کرے اور خوب خشوع وخضوع کا اظہار کرے اور کچھ ریا کاریوں کا تعلق قول سے ہے جیسے کہ دکھاوے کے لیے وعظ ونصیحت اور تقریریں کرنا، گفتگو اور مناظرہ میں فائق ہونے اور ہمہ دانی کا اظہار کرنے کے لیے اخبار و آثار کو حفظ کرنا، تنہائی میں بے پرواہ رہنا اور لوگوں کی مجلس میں ذکر واذکار کو ظاہر کرتے ہوئے دونوں ہونٹوں کو حرکت دینا۔ اسی طرح لباس وہیئت سے بھی ریا کاری ہوتی ہے، جیسے کہ پیشانی رگڑ کر سجدہ کے نشانات بنانا، موٹے اور سستے کپڑے پہننا اور اسے چڑھائے رکھنا تا کہ لوگ کہیں کہ فلاں بہت عبادت گزار اور پرہیزگار ہے۔ یا علماء جیسے مخصوص طبقہ کا خاص لباس پہننا تا کہ لوگ ایسے لباس پوش کو عالم سمجھیں، اسی طرح ریا کاری کا تعلق رفقاء وزائرین سے بھی ہے، اس کی مثال یوں سمجھئے کہ جیسے کوئی شخص کسی بڑے عالم یا عابد کو بتکلف زیارت کرے تا کہ لوگ یہ کہیں فلاں صاحب کو فلاں کی زیارت کا شرف حاصل ہے، یا لوگوں کو اپنی زیارت کی دعوت دے تا کہ لوگ یہ کہیں کہ فلاں کے پاس اکثر اہل خیر زیارت کرنے آیا کرتے ہیں، اسی طرح کسی شخص کا باتوں باتوں میں اکثر یہ کہہ دیا کرنا کہ ہمارے اساتذہ ومشائخ بہت زیادہ ہیں، تا کہ وہ اس پر فخر کا اظہار کرے کہ اس نے بہت سے اساتذہ سے استفادہ کیا ہے، یا اسی طرح دنیا داروں کے لیے ریا کاری مقصود ہو، مثلاً اکڑ کر اور

---

❶ مستدرك حاكم (٤/ ٣٢٩) امام البانی رحمہ اللہ نے اس کی تصحیح کی ہے، دیکھئے: صحيح الترغيب (١/ ١٨)
❷ الشريعة / الآجری (٢/ ٦٣٨) اس کی سند ضعیف ہے۔ ❸ مدارج السالكين (٢/ ٨٩).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تصنع کے ساتھ چلنا، یا لوگوں سے منہ پھیر کر بات کرنا۔ اپنے کپڑے اٹھا کر چلنا، مخصوص حرکت و انداز میں گاڑی ڈرائیونگ کرنا اور کبھی ریاکاری کا تعلق جسم سے ہوتا ہے جیسے کہ اپنے لاغر پن اور کمزوری کا اظہار کرنا، تاکہ لوگ سوچیں کہ یہ صاحب کثرت عبادت، کثرت خوف اور فکر آخرت کی وجہ سے بہت لاغر ہو گئے ہیں، اس کے علاوہ بھی ریاکاری کی بہت سی شکلیں ہیں جنھیں اپنا کر ریاکار لوگ لوگوں کے دلوں میں اپنا مقام و مرتبہ بنانا چاہتے ہیں۔ ❶

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اعمال خیر کی پابندی کرنا، کثرت سے اللہ کی ذکر و عبادت میں مشغول رہنا اور صرف اسی ذات واحد سے لرزاں و ترساں رہنا، اس کے لیے کسی فرد بشر سے قطعاً خوفزدہ نہ ہونا، نیکوکاروں سے محبت کرنا، یہ سب اعمال صالحہ ہیں اور تمام مسلمانوں سے مطلوب ہیں، لیکن شرط یہ ہے کہ یہ تمام اعمال صرف اللہ کے لیے ہوں، کیونکہ ریاکاری میں تمام اعمال صالحہ غیر اللہ کے لیے ہوتے ہیں، لہٰذا ہر بندہ مومن پر نیت کی درستگی پہلے ضروری ہے، یہ نہیں کہ ریاکاری کا کھٹکا آجانے کے خوف سے عمل صالح کو چھوڑ دیا جائے۔ اے اللہ کے بندو! اعمال صالحہ کی تمام قسموں کو ریاکاری کی وبا سے بچاؤ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو یاد کرو:

((مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُجَارِيَ بِهِ الْفُقَهَاءَ أَوْ لِيُجَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ أَوْ يُصَرِّفَ بِهِ وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْهِ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ النَّارَ .)) ❷

''جس نے اس نیت سے علم حاصل کیا کہ اس سے علمائے دین سے بحث و مباحثہ کرے یا بے وقوف لوگوں سے جھگڑے، یا اس کے ذریعے سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل کرے گا۔''

چنانچہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے ریاکاری جیسے مہلک مرض سے ڈرایا اور یہ واضح کر دیا کہ اللہ کی بارگاہ میں اعمال کو قبولیت اس وقت تک نہیں ملتی جب تک کہ وہ صرف اللہ کے لیے اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق نہ ہوں، نیز آپ متعدد مواقع پر سنت نبوی پر پابند عمل ہونے کے لیے ابھارتے رہے، فرمایا: اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق کی اقتداء کرو، وہی سب سے افضل طریقہ ہے، ان کے سنتوں پر چلو، وہ سب سے بہترین سنتیں ہیں۔ ❸

(٤) خود پسندی:

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: خود پسندی عقلوں کے لیے آفت ہے۔ ❹

خود پسندی ایک ایسی آفت ہے جو نیک اعمال کو برباد اور خود پسندوں کو ہلاک کر دیتی ہے، یہ ایک عارضہ ہے جو

---

❶ مختصر منهاج القاصدين ص (٢١٥، ٢١٧) الشرك فى القديم و الحديث / أبوبكر محمد زكريا (١/ ١٧١، ١٧٢) اس اقتباس کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی بھی طرح سے خود کو نمایاں کرنے کی نیت سے کام کرنا ریاکاری میں شامل ہے۔ (مترجم)

❷ سنن الترمذى/ العلم/ باب ما جاء فيمن يطلب بعلمه الدنيا۔ شیخ البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ دیکھئے: صحيح الترمذى (٢٦٥٤)، صحيح الجامع (٦٣٨٣) اصل کتاب میں یہاں صحیح مسلم کا حوالہ دیا گیا تھا چونکہ وہ غلط تھا اس لیے صحیح حوالہ درج کیا گیا ہے۔ (مترجم)

❸ البداية والنهاية (٧/ ٣١٩).

❹ جامع بيان العلم و فضله (١/ ٥٧١).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شریعت پر عمل کرنے والوں کو دوران عمل لاحق ہوتا ہے، خود پسندی ایک بیماری ہے جو اخلاص کے یکسر خلاف ہے، یہ کسرِ نفسی اور تواضع کی باغی ہے، یہ اللہ کے ساتھ بے ادبی کا ایک مظہر ہے، یہ بیماری خود پسند کو محاسبہ نفس سے کنارے لگا دیتی ہے۔ خود پسند اندھا ہو جاتا ہے، وہ نہیں جانتا کہ نفس کی بیماریاں اور اس کے عیوب کیا ہیں، لیکن ہر چند کی اس کی آفتیں بے شمار ہیں اور سماج کا ایک ناسور بن چکا ہے، تاہم اس کے بارے میں گفتگو مختصر ہوگی۔ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خود پسندی یہ ہے کہ تم سوچو میں جتنا قابل ہوں اور میرے پاس جو ہے دوسرا اتنا قابل نہیں ہے اور نہ ہی اس کے پاس اتنا ہے۔ ❶

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ریاکاری اور خود پسندی کے درمیان فرق بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خود پسندی، ریاکاری کے قبیل سے ہے البتہ دونوں میں فرق یہ ہے کہ ریاکاری میں مخلوق کو اللہ کے ساتھ شریک کیا جاتا ہے جب کہ خود پسندی میں نفس کو اللہ کے ساتھ شریک کیا جاتا ہے۔ اس طرح ریاکار اللہ کے فرمان ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ﴾ یعنی ''اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں'' کے تقاضے پورا نہیں کرتا۔ اور خود پسند ﴿إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ یعنی ''تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں'' کے تقاضے کو پورا نہیں کرتا، پس جو شخص ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ﴾ کے تقاضوں کو پورا کرے گا وہ ریاکاری اور جو ﴿إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ کے تقاضوں کو پورا کرے گا وہ خود پسندی سے نکل جائے گا۔ ❷

علامہ غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: معلوم ہونا چاہیے کہ خود پسندی کی بے شمار آفتیں ہیں، یہ تکبر وغرور کو دعوت دیتی ہے اور تکبر وغرور کی جو آفتیں ہیں وہ بھی کسی سے مخفی نہیں ہیں۔ یہ ایسی بیماری ہے جو گناہوں کو حقیر کر کے پیش کرتی ہے اور خود پسند گناہوں کا عادی ہو جاتا ہے، جب کہ عبادت گزاری کو اپنا کمال سمجھتا ہے، اس پر فخر کرتا ہے اور اس کے ذریعے سے اللہ پر احسان جتاتا ہے، خود پسند بھول جاتا ہے کہ یہ سب کچھ اس پر اللہ کی نعمتیں ہیں، اس کی توفیق اور قدرت سے اسے یہ سب عبادتیں میسر ہوئی ہیں، خود پسند ہم چنیں دیگرے نیست میں مبتلا ہوتا ہے، خود کو اللہ کے عذاب اور اس کی گرفت سے مامون سمجھتا ہے اور اس خیال میں گم رہتا ہے کہ میرا تو اللہ کے نزدیک بڑا مقام ہے، یہاں تک کہ وہ خود اپنے منہ اپنی تعریف کرنے لگتا ہے اور اپنی پاکیزگی کا دعویٰ کرتا نظر آتا ہے۔ ❸

علامہ قرافی فرماتے ہیں: خود پسندی کی حرمت کا راز یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ بے ادبی کی جاتی ہے، بندہ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جس عمل کے ذریعے سے اپنے مالک کی رضا وقربت کا طالب ہوا سے وہ اپنا بڑا کارنامہ سمجھے، بلکہ اپنے مالک کی بڑائی کے مقابلے میں اپنے کام کو چھوٹا اور حقیر جانے، خصوصاً اللہ کی عظمت کے سامنے، اس لیے کہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ﴾ (الزمر: ٦٧)

''اور انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جو اس کی قدر کا حق ہے۔''

---

❶ سير أعلام النبلاء (٨/ ٤٠٧). ❷ مجموع الفتاوىٰ (١٠/ ٢٧٧).

❸ إحياء علوم الدين (٣/ ٣٧٠) بالإختصار.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا جو شخص خود پسندی میں غرق رہا اور اپنی عبادت پر فخر کیا، وہ ہلاک ہوا اور اس کا رب سب کچھ دیکھتا رہا، خود پسند نے خود کو اللہ کے غیض وغضب کے سامنے پیش کیا۔ ❶

آغاز گفتگو کے طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ بنیادی طور پر خود پسندی کے دو اسباب ہوتے ہیں:

۱: اللہ کے حق سے ناواقفیت اور جس طرح اللہ کی عظمت کرنی چاہیے اس طرح عظمت نہ کرنا، اللہ کے اسماء و صفات کے بارے میں کم علمی اور اسماء وصفات کے ذریعے سے عبادت میں کمزوری۔

۲: حقیقتِ نفس سے غفلت اور اس کے مزاج سے کم علمی، اس کے عیوب اور بیماریوں سے جہالت اور محاسبہ و مراقبہ نفس سے گریز۔ ❷

جب مرض کی تشخیص ہوگئی تو اس کا علاج یہ ہے کہ اللہ کے اسمائے حسنیٰ اور بلند و بالا صفات کی معرفت کے ذریعے سے اللہ کی حقیقی معرفت سے آشنائی ہو، اس کی عظمت ومنزلت کے تقاضوں کو کما حقہ پورا کیا جائے، اس کے لیے مکمل بندگی کی جائے، تمام تر بھلائیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں اور اس کی رحمت ہر چیز پر وسیع ہے۔ اللہ کا اعلان ہے:

﴿ وَ مَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ﴾ (النحل: ٥٣)

''اور تمھارے پاس جو بھی نعمت ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے۔''

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب تمھیں اپنے کسی عمل پر خود پسندی کے حملہ آور ہونے کا خوف ہو تو یاد کر لیا کرو کہ وہ عمل تم کس کی رضا کے لیے کر رہے ہو، کس نعمت کے خواہاں ہو اور کس سزا کا تمھیں خوف ہے، جس نے یہ سوچ لیا اسے اس کا عمل چھوٹا نظر آنے لگے گا۔ ❸

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علم سے خود پسندی دور بھگانے کا طریقہ یہ ہے کہ عالم یہ تصور قائم کرے کہ علم اللہ کا ایک فضل اور ادھار ملا ہوا احسان ہے جس سے میں نوازا گیا ہوں۔ اسی کا تھا جو اس نے لے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے عطا کیا ہے، ہر چیز اس کے نزدیک ایک مقررہ وقت تک کے لیے ہے، لہٰذا انسان کو کسی ایسی چیز پر ہرگز غرور نہ کرنا چاہیے جسے اس نے ایجاد نہیں کیا اور وہ اس کا مالک بھی نہیں ہے اور نہ ہی اسے یقین ہے کہ یہ چیز ہمیشہ اس کے پاس رہے گی۔ ❹

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: معلوم ہونا چاہیے کہ جب کوئی بندہ رضائے الٰہی کا طالب بن کر، اپنے اوپر اللہ کے انعامات واحسانات کا جائزہ لیتے ہوئے نیکی کی کوئی بات، یا نیک عمل کرتا ہے اور یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ جو میں نیکی کرنے جا رہا ہوں یہ اللہ کی توفیق سے ہے، اس میں اس کے اپنے ذہن و دماغ اور طاقت وقوت کا کوئی دخل نہیں ہے، بلکہ اگر یہ سب احساسات اور قوت و دماغ ہیں بھی تو انھیں اس اللہ نے پیدا کیا ہے جس نے زبان، دل، آنکھ اور کان دیے، اور اسی نے یہ موقع دیا کہ میں نیک بات یا عمل کرنے جا رہا ہوں، غرض یہ کہ یہ خیالات واحساسات

❶ الفروق / القرافی (٤/ ٢٢٧). ❷ معالم فی السلوك و تزكية النفوس / عبدالعزیز العبد اللطیف ص (٩٨).

❸ سیر أعلام النبلاء (١٠/ ٤٢). ❹ المجموع (١/ ٥٥).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جب تک بندے کی نگاہ کے سامنے نہ ہوں گے تب تک وہ خود پسندی اور غرور کا شکار نہ ہوگا کہ جس کی اصل وجہ احسان الٰہی کی ناسپاسی اور اپنی انا کا احساس ہے۔ ❶

خود پسندی کا دوسرا علاج نفس کی حقیقت و مزاج سے واقفیت اور اس کا محاسبہ ہے۔ علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو شخص اپنی خصلتوں اور گناہوں پر نظر ڈالے گا وہ جان لے گا کہ یقیناً میں گناہوں اور کوتاہیوں میں ڈوبا ہوا ہوں اور یہ دوسرے کی جہالت کے سلسلے میں شک میں ہوگا، چنانچہ خود پسندی سے ہمیشہ خبردار اور اخروی اعمال میں پیش پیش رہنے کی ضرورت ہے، مومن ہمیشہ اپنے آپ کو چھوٹا سمجھتا ہے، عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے کہا گیا کہ جب آپ کی وفات ہو جائے گی تو ہم آپ کو حجرۂ رسول میں دفن کر دیں گے، آپ نے فرمایا: شرک کے علاوہ ہر گناہ کے ساتھ اللہ سے ملنا مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میں خود کو اس مقام کا اہل سمجھوں جس کا تم لوگ ذکر کر رہے ہو۔ ❷

علامہ ابن حزم فرماتے ہیں جو شخص خود پسندی میں گرفتار ہوا سے چاہیے کہ اپنی خامیوں پر نگاہ ڈالے، اگر اسے اپنی خوبیاں ہی خوبیاں نظر آئیں تو اسے اخلاق رذیلہ کی جانچ کرنی چاہیے، اگر پھر بھی اسے کوئی خامی نظر نہ آئے اور اپنے کو عیوب سے بالکل مبرّا جانے تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ وہ ہمیشہ کے لیے مصیبت میں گرفتار ہے، وہ انسانوں میں بظاہر کامل ہے لیکن حقیقت میں یکسر ناقص ہے، وہ سب سے بڑے عیب کا شکار اور ناقص ترین تمیز کا حامل ہے، بلکہ یوں کہو کہ وہ کم عقل اور جاہل ہے اور ان دونوں سے بڑا کوئی عیب نہیں۔

اس لیے کہ عقل مند وہ ہے جو اپنے عیوب کی تمیز کر لے، پھر اس پر غالب آ جائے اور اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی کوشش کرے اور احمق وہ ہے جو اپنے عیوب کو نہ پہچان سکے، اگر تمھیں اپنی خود رائی پر ناز ہے تو اپنی لغزشوں کی بھی فکر کرو، انھیں یاد رکھو، بھولو نہیں، کوئی بھی رائے جسے تم درست سمجھتے ہو حالانکہ درستگی تمھاری رائے میں نہیں ہوتی، تمھارے علاوہ دوسرے کی رائے درست ہوتی ہے اور تم غلطی پر ہوتے ہو پھر بھی تم اپنی رائے اور علم پر قائم رہتے ہو تو جان لو تمھیں کچھ بھی علم اور رائے نہیں، یہ بس اللہ کی نوازش تھی جس سے تم نواز دیے گئے، اس نعمت کو اس طرح نہ استعمال کرو کہ جس سے اللہ ناراض ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کسی وجہ سے بطور آزمائش تم سے اس علم اور رائے کو چھین لے، پھر تم جو کچھ سیکھو اور یاد کرو وہ بار بار بھول جایا کرے، کسی سے اپنی تعریف و ستائش سن کر اگر تمھیں خود پر ناز ہونے لگے تو اپنے بارے میں اپنے دشمن کے تبصروں کو سوچ لیا کرو، تم سے خود پسندی دور چلی جائے گی، اگر کوئی تمھارا رقیب نہ ہو تو تمھارے لیے بھلائی نہیں، جس کا کوئی رقیب نہ ہو اس کے مقام و مرتبہ سے کمتر کسی کا مقام و مرتبہ نہیں وہ تو ایسے آدمی کی حیثیت رکھتا ہے جس کے پاس اللہ کی کوئی نعمت نہیں ہے کہ جس پر حسد کیا جائے۔ (عَافَانَا اللّٰهَ مِنْ ذٰلِكَ) لہٰذا اگر تم اپنے عیوب کو حقیر سمجھتے ہو تو ذرا باہر نکل کر لوگوں سے ملو اور دیکھو وہ تمھارے بارے میں کیا کہتے ہیں، اس وقت تم شرمندہ ہو گے اور اپنی خامی کو پہچانو گے۔ ❸

---

❶ الفوائد ص (١٤٤). ❷ صيد الخاطر (٢٥٠، ٢٥١).

❸ الأخلاق و السير ص (٦٦-٧١) باختصار.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

امام ابن القیم رحمہ اللہ گناہوں کے متعلق قضاء وقدر کے اسرار و رموز پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ جب اپنے بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی نیکیوں کو اس کی نگاہوں سے اوجھل کر دیتا ہے اور اس کے دل و زبان سے اسے محو کر دیتا ہے، پھر جب گناہ سے آزماتا ہے تو اسے اس کی آنکھوں کے سامنے کر دیتا ہے، اور وہ شخص اپنی نیکی بھول جاتا ہے اور اپنے کیے ہوئے گناہ کی فکر میں ڈوبا رہتا ہے، اس طرح اٹھتے بیٹھتے اور صبح و شام ہمہ وقت اس کا گناہ اس کے سامنے ہوتا ہے، اس طرح یہ چیز اس کے حق میں عین رحمت ثابت ہوتی ہے۔ جیسے کہ بعض اسلاف نے فرمایا: ایک انسان گناہ کا کام کرتا ہے اور اس کی وجہ سے جنت میں جاتا ہے اور ایک انسان نیکی کا کام کرتا ہے اور اس کی وجہ سے جہنم میں جاتا ہے، پوچھا گیا: یہ کیسے؟ فرمایا: ایک گناہ گار جب گناہ کرتا ہے تو اس کا گناہ اس کی آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے، جب جب اسے اپنے گناہ کا احساس ہوتا ہے وہ روتا ہے، شرمندہ ہوتا ہے، اللہ سے توبہ و استغفار کرتا ہے اس کے سامنے جھکتا ہے اور انکساری و عاجزی کرتا ہے اور گناہ کے بدلے کثرت سے نیک اعمال کرتا ہے، اِس طرح یہ گناہ اس کے حق میں رحمت کا سبب بن جاتا ہے، جبکہ جو انسان نیکی کرتا ہے اس کی نیکی برابر اس کی آنکھوں کے سامنے رہتی ہے، وہ اس کے ذریعے سے احسان جتاتا ہے، دوسروں کو دکھاتا ہے، اپنے رب اور اس کی مخلوق کے سامنے اسے شمار کرتا ہے، اس پر فخر کرتا ہے اور یہ سوچ سوچ کر تعجب کرتا ہے کہ آخر لوگ اس کی تعظیم کیوں نہیں کرتے، اسے عزت کیوں نہیں دیتے اور اسے نیک کیوں نہیں کہتے۔ یہ خیالات اس کے دل میں مسلسل آتے رہتے ہیں یہاں تک کہ ان کے اثرات اس کے دل میں قوی ہو جاتے ہیں، پھر یہی چیزیں اسے جہنم میں داخل کر دیتی ہیں۔ [1]

یہ امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے فرمان "خود پسندی عقلوں کے لیے آفت ہے۔" [2] کی مختصر سی تشریح تھی۔

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا بازاروں کی اصلاح کرنا

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بازار میں لوگوں کے باہمی معاملات کا جائزہ لینے اور اسلامی شریعت کے مطابق انھیں خرید و فروخت کرنے پر ابھارنے کے حریص تھے، یہ امر واقعہ ہے کہ بازار کے معاملات میں محاسبہ کرنے پر آپ بہت زیادہ توجہ دیتے تھے، چنانچہ حر بن جرموز المرازی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: میں نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو محل سے نکلتے ہوئے دیکھا ان کے جسم پر دو چادریں تھیں، آدھی پنڈلی تک ازار پہنے ہوئے تھے، چادر بھی تقریباً وہیں تک لٹکتی تھی، آپ دُرّہ لیے ہوئے بازار میں گھوم رہے تھے اور انھیں اللہ کے تقویٰ اور حلال تجارت کا حکم دے رہے تھے اور کہتے تھے: ناپ تول برابر برابر کرو اور گوشت کی تنقیح نہ کرو (یعنی

---

[1] مفتاح دار السعادۃ (۱/ ۲۹۷، ۲۹۸) مدارج السالکین (۱/ ۱۷۷)۔

[2] جامع بیان العلم و فضلہ (۱/ ۵۷)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گوشت کہہ کر ہڈی اور چربی اتار کر گوشت نہ بیچو)۔ ❶

ابومطر کا بیان ہے کہ میں مسجد سے نکل رہا تھا، ایک آدمی میرے پیچھے آواز دے رہا ہے، اے فلاں! اپنی ازار اونچی کرلو، اس سے تیرے کپڑے کی صفائی اور تیرے رب کا تقویٰ حاصل ہوگا اور اگر مسلمان ہو تو سر کے بال بھی کٹوا لو، میں اس کی آواز سن کر اس کے پیچھے چلنے لگا، وہ ایک ازار پہنے ہوئے تھا اور جسم پر چادر تھی اور ہاتھ میں درّہ تھا جیسے کوئی خالص گنوار دیہاتی ہو، میں نے ایک آدمی سے پوچھا یہ کون ہے؟ اس نے کہا: میرے خیال سے تم اس شہر میں اجنبی ہو، میں نے کہا: ہاں، میں بصرہ کا رہنے والا ہوں، اس نے بتایا کہ امیر المومنین علی بن ابی طالب ہیں۔ میں نے دیکھا کہ آپ اونٹوں کے بازار دار ابن ابی معیط گئے اور تاجروں سے فرمایا: فروخت کرو لیکن قسمیں نہ کھاؤ، کیونکہ قسم سامان کو ضرور فروخت کرا دیتی ہے لیکن برکت مٹا دیتی ہے، پھر کھجور فروشوں کے پاس گئے، وہاں دیکھا کہ ایک نوکرانی عورت رو رہی ہے، آپ نے پوچھا: کیوں روتی ہے؟ اس نے کہا: اس آدمی نے ایک درہم میں مجھے کھجور فروخت کی تھی، میرے مالک نے کھجور واپس کردی، اب یہ شخص اسے واپس لینے سے انکار کر رہا ہے۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے کھجور فروش سے کہا: اپنی کھجور لے لو اور اسے درہم واپس کردو، اس میں اس خاتون کی کوئی غلطی نہیں ہے، چنانچہ کھجور فروش نے ایک درہم واپس کر دیا اور سامان لے لیا۔ میں نے اس سے کہا: کیا تم جانتے ہو یہ کون ہیں؟ اس نے کہا: نہیں، میں نے کہا: یہ امیر المومنین علی بن ابی طالب ہیں۔ پھر کھجور فروش کہنے لگا: اے امیر المومنین! میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھ پر ناراض نہ ہوں، آپ نے فرمایا: میں تم سے بہت خوش ہوں، بشرطیکہ لوگوں کے حقوق ادا کرتے رہو، پھر دیگر کھجور فروشوں کے پاس سے گزرے اور انھیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: اے کھجور کے تاجرو! مسکینوں کو کھلاؤ، تمھاری کمائی میں اضافہ ہوگا پھر چند مسلمان رفقاء کو ساتھ لے کر اور آگے بڑھے، یہاں تک کہ مچھلی فروشوں کے پاس گئے، وہاں آپ نے فرمایا: ہماری بازار میں پانی میں مری ہوئی مچھلیاں نہ فروخت کی جائیں، پھر کپڑوں کے بازار ''دار فرات'' گئے۔ ❷

زادان کا بیان ہے کہ علی رضی اللہ عنہ بازار میں تنہا چلتے تھے، بھٹکے ہوؤں کو راستہ دکھاتے، کمزور کی مدد کرتے، خرید و فروخت کرنے والوں اور سبزی فروشوں کے پاس سے گزرتے، انھیں قرآن کی یہ آیت پڑھ کر سناتے:

﴿تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَ لَا فَسَادًا﴾

(القصص : ۸۳)

---

❶ فضائل الصحابة (۹۳۸) ۲/ ۶۸۸ اس کی سند صحیح ہے۔ اور بعض روایات میں لا تنقحوا وارد ہے دیکھیے: الطبقات لابن سعد (۳/ ۲۸) اور مصنف ابن أبی شیبة (۷/ ۳۰۸) تنقیح العظام کا مطلب ہے ہڈی سے مغز الگ کر دینا جب اونٹنی کی چربی کم ہو جاتی تو اہل عرب کہتے ہیں ''تَنْقُحُ شَحْمُ النَّاقَةِ'' یہاں گوشت کی تنقیح کا مطلب شاید یہ ہے کہ اس ہڈی کا مغز نکال کر نہ فروخت کرو جس پہ گوشت چڑھا ہوا ہو، دیکھیے: لسان العرب (۲/ ۶۲۴) یہاں لا تنقحوا اللحم وارد ہے جس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ گوشت اتار کر صرف ہڈی نہ بیچا کرو یا یہ کہ چربی اتار کر گوشت مت بیچو۔ اور یہی مفہوم زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ ''تنقی'' کا اصل صاف کرنا اور چھیلنا ہوتا ہے۔ (مترجم)

❷ البداية والنهاية (۸/ ۴).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''یہ آخری گھر، ہم اسے ان لوگوں کے لیے بناتے ہیں جو نہ زمین میں کسی طرح اونچا ہونے کا ارادہ کرتے ہیں اور نہ کسی فساد کا۔''

پھر فرماتے: یہ آیت کریمہ عدل پرور اور تواضع پسند حکمرانوں اور تمام اصحاب مقدرت لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ❶

خلال اپنی سند سے نقل کرتے ہیں کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: علی رضی اللہ عنہ بازار جاتے اور فرماتے: اے بازار کے لوگو! اللہ سے ڈرو، خاص طور سے قسم کھانے سے بچو کیونکہ قسم سامان کو فروخت ضرور کرا دیتی ہے لیکن برکت کو ختم کر دیتی ہے، تاجر تو فاجر ہوتا ہے، سوائے اس تاجر کے جو لینے اور دینے میں حق کو ترجیح دے، والسلام علیکم، پھر لوٹ جاتے، کچھ دیر بعد پھر واپس آتے اور یہی باتیں دہراتے۔ ❷

ابوالصہباء کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا ''شَطُّ الْکَلَإِ'' میں علی رضی اللہ عنہ سامانوں کی قیمت معلوم کر رہے تھے۔ ❸

بہرحال امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا براہ راست بازاروں کی ایسی نگرانی کرنا چند اہم گوشوں کی طرف اشارہ کرتا ہے:

الف: بازار میں آپ کی گردش فقط نگرانی اور زبانی رہنمائی تک محصور نہ رہی، بلکہ عملاً لوگوں کے تعاون اور ہمدردی کی شکل میں یہ چیزیں دیکھی گئیں، جیسے کہ بھٹکے ہوؤں کو راستہ دکھانا اور کمزور کی مدد کرنا وغیرہ، پس جس کی یہ حالت ہو کہ اس کے قول وعمل میں ہم آہنگی ہو اس کی باتیں اور رہنمائیاں زیادہ موثر اور سامعین کے دلوں کو چھونے والی ہوتی ہیں۔

ب: آپ کی رہنمائی اس بات کو شامل ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرنا اور اچھی طرح تجارت کرنا ہر تاجر پر فرض ہے، کیونکہ جو شخص جتنا ہی متقی ہوگا لوگوں کے ساتھ اس کے معاملات اتنے ہی بہتر ہوں گے، یعنی اس کی ترجیح ہوگی کہ لوگوں کو نفع پہنچائے اور انھیں دھوکا دینے سے دور رہے۔ وقفہ وقفہ سے آپ انھیں قرآن سے بھی وعظ فرمایا کرتے تھے،

ج: معاملات میں ظلم کی ممانعت اور حق دار تک حق پہنچا دینے کی تلقین ہے، چنانچہ جس لونڈی نے کھجوریں خریدی تھیں جب اس کے آقا نے اس خرید وفروخت کو قبول نہ کیا اور دوکان دار نے بھی انھیں واپس لینے سے انکار کرنے لگا حالانکہ یہ لونڈی اس معاملہ میں بااختیار نہ تھی، تو علی رضی اللہ عنہ نے معاملہ میں مداخلت کر کے دوکاندار کو ظلم کرنے سے منع کیا اور بیع کو فسخ کر دیا۔

د: بازار میں دھوکا دھڑی کے مختلف انواع واقسام کی نشان دہی اور ان کی ممانعت کی گئی ہے، جیسے کہ آپ نے

---

❶ الدر المنثور / السیوطی (٦/ ٤٤٤) البدایة والنهایة (٨/ ٥).

❷ السنة / الخلال ص (٣٥٢) بتحقیق د/ عطیه الزهرانی.

❸ الریاض النضرة فی مناقب العشرة ص (٦٩٠) ''شَطَّ الْکَلَاء'' ایک جگہ کا نام ہے بصرہ میں ''سُوْقُ الْکَلَاء'' کہا جاتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گوشت کہہ کر ہڈی بیچنے اور چربی اتار کر گوشت بیچنے سے منع فرمایا۔

ھ: معاملہ داری کے چند آداب واحکام کی تعلیم ہے:

- قسمیں کھا کر سامان فروخت کرنے کی حرمت، اس کی وجہ آپ نے یہ بیان فرمائی کہ اس سے سامان تو فروخت ہو جائے گا، لیکن برکت ختم ہو جائے گی جیسے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:

((اَلْحَلْفُ مُنْفِقَةٌ لِلسِّلْعَةِ مُمْحِقَةٌ لِلْبَرَكَةِ .)) ❶

''قسم سامان کو فروخت کرانے والی ہے، برکت کو مٹا دینے والی ہے۔''

- مسکینوں کو کھانا کھلانے کی ترغیب، اس لیے کہ اس سے کمائی میں زیادتی ہوتی ہے۔
- پانی میں مری ہوئی مچھلیوں کو فروخت کرنے کی ممانعت، کیونکہ تازہ شکار کی ہوئی مچھلیوں کے ساتھ ملا کر اسے فروخت کرنے کا اندیشہ پایا جاتا ہے۔

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ دار الخلافہ میں اپنی موجودگی کے دوران تاجروں کے حالات و معاملات معلوم کرتے رہتے اور دیگر ریاستوں میں بھی حکام و امراء کو حکم دیتے کہ تاجروں کے معاملات پر نگاہ رکھیں، جو لوگ آپ کی ہدایات پر عمل کرتے اور اپنی تجارت کو عمدگی سے نبھاتے، آپ ان کی تعریف فرماتے اور لوگ ممانعت کے باوجود ایسی غلطیوں کا ارتکاب کرتے تو اس کی گرفت کرتے، اسے سزا دیتے، لیکن اس میں اسراف نہ کرتے۔ ❷ اس سلسلے میں آپ کی متعدد نفع بخش ہدایتیں، تعلیمات وارد ہیں جو انسانوں کو مکارم اخلاق اور احکام شریعت کا پابند بناتی ہیں اس کی چند مثالیں یہ ہیں:

۱۔ بازار میں عورتوں اور مردوں کے اختلاط پر نکیر:

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ایسے لوگوں پر سختی سے نکیر کیا ہے، جو بازاروں میں کافروں کے دوش بدوش اپنی عورتوں کو چلنے سے نہیں روکتے، آپ نے فرمایا: کیا تمھیں شرم نہیں آتی، کیا تمھیں غیرت نہیں ہے؟ میں نے سنا ہے کہ تمھاری عورتیں بازاروں میں جاتی ہیں اور کافروں کے ازدہام میں شریک ہوتی ہیں۔ ❸

۲۔ معمولی نفع بھی خالی نہ جانے دو مبادا زیادہ منافع سے بھی ہاتھ دھو بیٹھو:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ بازار میں داخل ہوتے، آپ کے ہاتھ میں دُرّہ ہوتا، ایک عباء زیب تن کیے ہوتے اور کہتے رہتے: اے تاجرو! حق لو اور حق دو تم سلامتی میں رہو گے، معمولی نفع بھی خالی نہ جانے دو، مبادا زیادہ منافع سے ہاتھ دھو بیٹھو، آپ نے ایک قصہ گو کی طرف دیکھا اور اس سے کہا: کیا تو قصہ گوئی کرتا ہے؟ حالانکہ ابھی ہم عہد نبوی سے قریب ہیں، سن! میں تجھ سے ایک بات پوچھ رہا ہوں اگر درست جواب دیتے ہو تو بہتر ہے ورنہ اسی دُرّہ سے تیری پٹائی کروں گا۔ بتاؤ کہ دین کی بقا کس میں ہے اور دین کا زوال کس میں ہے؟ اس نے کہا: دین کی بقاء ورع پسندی

❶ صحیح البخاری / البیوع (۲/ ۸۵). ❷ الدور السیاسی للصفوۃ فی صدر الإسلام ص (۲۰۲).

❸ مسند أحمد (۲/ ۲۵٤، ۲۵۵) بتحقیق احمد شاکر، اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں ہے اور دین کا زوال لالچ میں ہے۔ آپ نے فرمایا: تم نے درست بات کہی، جاؤ واقعات اور قصے سناؤ تمھیں جیسے لوگوں کو اس کا حق پہنچتا ہے۔ ❶

۳۔ احکاماتِ تجارت کی تعلیم سے قبل تجارت کے نقصانات:

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تجارت سے متعلق دینی بصیرت حاصل کرنے سے پہلے جس نے تجارت کی وہ سود میں ڈوب گیا، ڈوب گیا، ڈوب گیا۔ ❷

عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایسے شخص کو دُرّے لگاتے تھے جو تجارت کے دینی مسائل کو نہ جانتا ہو اور بازار میں دوکان لگائے بیٹھا ہو اور فرماتے: جو شخص سود کے بارے میں نہ علم رکھتا ہو وہ ہماری بازار میں نہ بیٹھے۔ ❸

فرماتے: ''ہماری بازار میں صرف وہی خرید وفروخت کرے جو دینی فقہ وبصیرت رکھتا ہو، ورنہ وہ سود خوری سے نہیں بچ سکے گا، اپنی مرضی سے کھائے یا ناپسندیدگی سے۔'' ❹

خلاصہ یہ ہے کہ حکومت کے تمام گوشے خلفائے راشدین کی نگاہ میں اہمیت کے حامل ہوتے تھے، ایسا نہ تھا کہ کسی پر خصوصی توجہ ہوتی اور کسی کو نظر انداز کر دیتے اور یہی وجہ تھی کہ ان حکام کے سامنے صحیح احوال وکوائف کبھی گڈمڈ نہ ہوتے تھے اور لوگ تاجروں کے لیے ایسے اصول وضوابط وضع کرتے جو بازار کے حالات سے ہم آہنگ ہوتے۔ خرید وفروخت میں مال کی گردش کو منظّم کرتے اور لین دین میں استحکام واستقرار پیدا کرتے، چنانچہ نہ کوئی غبن ہوتا اور نہ دھوکا، نہ ذخیرہ اندوزی ہوتی اور نہ سیاہ بازاری اور نہ دنیائے تجارت میں کوئی یہ کہہ سکتا تھا کہ نہیں معلوم کیا جائز ہے اور کیا ناجائز۔

آج بھی مسجدوں میں حلقوں اور اجتماعات کے ذریعے سے، خاص طور پر شہر کی مسجدوں میں، تاجروں کو تجارت کے شرعی اصول واحکامات سے واقف کیا جاسکتا ہے اور ضروری ہے کہ احکام تجارت پر مشتمل کتابچوں، اور ہنڈبلس کے ذریعے سے تاجروں کو اپنی طرف متوجہ کیا جائے اور ان کی رہنمائی کی جائے، ہاں یہ بات ضرور ملحوظ رہے کہ یہ کتابیں ایسے مسلم تاجروں کے منتخب واقعات اور نمونوں پر مشتمل ہوں جو اپنے دین میں مخلص رہے، اور اپنے مالوں کے ذریعے سے اللہ اور اس کے رسول کی مدد فرمائی۔ اسی طرح تاجروں کی اخروی زندگی کی اہمیت کو زیادہ سے زیادہ نمایاں کیا جائے تاکہ یہ لوگ دنیا اور آخرت دونوں جگہ خیر وبرکت جمع کرسکیں، علماء اور طلباء پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ مسلم معاشروں میں ان چھوٹے چھوٹے مسائل کو واضح کرنے میں طاقت لگائیں اور اسلامی تنظیمیں وتحریکات بھی اپنے عزیز تاجروں اور دیگر مسلم عوام کو دینی مسائل سمجھانے کے تعلق سے اپنی ذمہ داری سے غافل نہ ہوں۔

---

❶ المنتظم فی تاریخ الملوك و الأمم / ابن الجوزی (۵/ ۷۰).

❷ بستان العارفین ص (۳۵۰). ❸ نظام الحکومة الإسلامیة / الکتانی (۲/ ۱۷).

❹ نظام الحکومة الإسلامیة / الکتانی (۲/ ۱۷).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۴۔ جس جگہ جو دکان دار پہلے پہنچے وہ جگہ اسی کی ہے:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب بازار میں دوکانداروں کے لیے اپنی اپنی جگہ متعین کرنے کا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا تو آپ نے کوفہ کے بازار کے بارے میں یہ عام فیصلہ سنایا کہ جس جگہ جو دوکان دار پہلے پہنچے وہ جگہ اسی کی ہے۔ جب وہ وہاں سے اپنی دکان اٹھالے تب وہاں دوسرا اپنی دکان لگائے۔

اصغ بن نباتہ کا بیان ہے کہ میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ بازار گیا، آپ نے دیکھا کہ بازار میں اپنی اپنی جگہوں کے لیے دکانداروں نے پیشگی علامتیں چھوڑ رکھی ہے۔ آپ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ دکانداروں نے اپنی جگہوں پر پیشگی قبضہ کی علامتیں رکھ چھوڑی ہیں، آپ نے فرمایا: یہ کام جائز نہیں ہے۔ مسلمانوں کا بازار ان کی نماز کی جگہوں جیسا ہے جو جہاں پہلے پہنچا وہ اس دن اس کی جگہ ہے، یہاں تک کہ وہ وہاں سے چھوڑ کر چلا جائے، چنانچہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی ولایت تک یہی قانون رائج رہا۔ لیکن جب ۴۹ھ میں زیاد بن ابیہ وہاں کے حاکم ہوئے تو انھوں نے یہ قانون وضع کیا کہ جو دکان دار جہاں دکان لگاتا ہو وہ اس کی مستقل جگہ ہے۔ ❶

۵۔ ذخیرہ اندوزی کرنے والا گناہ گار و ملعون ہے:

غلہ کی ذخیرہ اندوزی کے بارے میں امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بازار غلہ لانے والا رزق سے نوازا جاتا ہے اور ذخیرہ اندوزی کرنے والا گناہ گار معلون ہے۔ ❷ آپ نے اس گودام میں آگ لگانے کا حکم صادر فرمایا جس میں غلہ کی ذخیرہ اندوزی کی گئی تھی، چنانچہ حافظ ابن ابی شیبہ حکم سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: علی رضی اللہ عنہ کو ایک ایسے شخص کے بارے میں خبر دی گئی جو لاکھوں کی نقدی سے غلہ کی ذخیرہ اندوزی کیے ہوئے تھا، آپ نے حکم دیا کہ اس کے گودام میں آگ لگا دی جائے۔ ❸

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی چیز کے جمع کرنے پر ذخیرہ اندوزی کا حکم لگانے کے لیے تین شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے:

۱: وہ مال مقامی طور سے خرید کر جمع کیا جائے، پس اگر کوئی شخص کسی مال کو باہر سے لاتا ہے یا اس میں اپنا ذاتی مال شامل کر دیتا ہے اور اسے جمع کر کے رکھتا ہے تو وہ ذخیرہ اندوزی کے حکم میں نہیں ہے۔

۲: خریدا ہوا مال غلہ، یا دیگر سامان رزق ہو۔

۳: اسے خرید کر جمع کر لینے سے انسانوں کی زندگی دگرگوں ہونے لگے۔

واضح رہے کہ ذخیرہ اندوزی سے علی رضی اللہ عنہ کی یہ ممانعت اس فرمان رسول پر قائم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا یَحْتَکِرُ اِلَّا خَاطِئٌ .)) ❹

---

❶ الأموال / أبو عبید ص (۱۲۳) الحیاۃ الاقتصادیۃ د/ بطانیۃ ص (۱۱۵).

❷ فقه علي / قلعجي ص (۲۷) مصنف عبدالرزاق (۸/ ۲۰۴) مسند زید ص (۴۵).

❸ مصنف ابن أبي شیبة / حدیث نمبر :(۴۳۳، ۶/ ۱۰۳). ❹ صحیح مسلم / المساقاة (۳/ ۱۲۸۸).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"ذخیرہ اندوزی صرف گناہ گار ہی کرتا ہے۔"

۶۔ نقصان، مال پر اور نفع حسب اتفاق تقسیم ہوگا:

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مضاربت کے متعلق کچھ احکام و آداب بتائے ہیں۔ میں تاجر کو رقم اس شرط پر دی جاتی ہے کہ رقم دینے والا اور تاجر نفع میں حسب اتفاق و حسب معاہدہ اپنا اپنا حصہ تقسیم کرلیں گے۔ چنانچہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نقصان مال پر جائے گا اور نفع حسب اتفاق تقسیم ہوگا۔ ❶ یعنی دونوں ساجھی داروں میں جس کا جس قدر مال ہوگا وہ اسی مقدار میں نقصان برداشت کرے گا اگر دونوں کا مال برابر ہے تو نقصان بھی نصف نصف ہوگا۔ ❷ اور اگر ۴-۳ کے حساب سے شرکت ہے تو اسی حساب سے دونوں میں نقصان تقسیم ہوگا۔ ❸

۷۔ ایسی بستی کو آگ لگا دی جس میں شراب فروخت کی جاتی تھی:

شراب بیچنے والے کے بارے میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نہایت سخت موقف اپناتے تھے، حتی کہ آپ نے ایک ایسی بستی کو آگ لگا دینے کا حکم دے دیا جس میں شراب فروخت کی جاتی تھی، چنانچہ امام ابوعبیدہ قاسم بن سلام سے روایت ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی نگاہ "زرارہ" ❹ نامی ایک بستی پر پڑی، آپ نے پوچھا: یہ کون سی بستی ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ اس کا نام "زرارۃ" ہے، یہاں گوشت کثرت سے کھایا جاتا ہے اور شراب خوب فروخت ہوتی ہے، آپ تیز قدموں سے چل کر وہاں پہنچے اور کہا: آگ لاؤ اور اس بستی کو جلا دو، خبیث ہی خبیث کو کھاتا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر وہ بستی مشرق و مغرب دونوں طرف سے جلا دی گئی اور آگ خُو استا بن جُبر ونا کے باغ تک پہنچ گئی۔ ❺

۸۔ پوشاک اور ہیئت کا محاسبہ:

ابومطر کا بیان ہے کہ میں مسجد سے نکلا، میں نے دیکھا کہ میرے پیچھے ایک آدمی آواز لگا رہا ہے کہ اگر تم مسلمان ہو تو اپنے بال کٹا لو، ازار اونچا کرلو، اس سے تمھارا کپڑا زیادہ صاف رہے گا۔ ❻

۹۔ شرپسندوں کو قید کر دیا:

آپ شرپسندوں کا تعاقب کرتے رہتے اور جب ان پر قابو پاتے تو قید خانے میں ڈال دیتے، چنانچہ قاضی ابویوسف عبدالملک بن عمیر سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ اگر کسی قبیلہ یا جماعت میں کوئی شرپسند و اوباش ہوتا تو آپ اسے قید کرتے، پھر اگر اس کے پاس مال ہوتا تو اسے اسی پر خرچ کرتے اور اگر اس کے پاس کچھ نہ ہوتا تو بیت المال سے اس کے اخراجات پوری کرتے اور فرماتے: ایسے لوگوں کو قید کرکے ان کے شر و فساد کو روکا جائے گا اور بیت المال سے ان کے اخراجات پورے کیے جائیں گے۔ ❼

---

❶ مصنف ابن أبی شیبة (٦/ ٤) مصنف عبدالرزاق (٨/ ٢٤٨). ❷ المغنی (٥/ ٣١).

❸ اور اگر تاجر نے مال نہیں لگایا ہے تو خسارے کا ذمہ دار صرف صاحب مال ہوگا تاجر کی محنت ضائع ہوگی اور صاحب مال کا مال جائے گا۔ (مترجم)

❹ یہ کوفہ کا ایک محلّہ ہے اور اپنے موسس زرارہ بن زید کی طرف منسوب ہے۔

❺ الأموال ص (٨٧، ٩٨) الحسبة / ابن تیمیہ ص (٦٠). ❻ البدایة والنهایة (٨/ ٤).

❼ الخراج / أبی یوسف ص (١٥٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۰۔ کنجوس خبردار رہے:

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بخیل کے مال کو کسی حادثے یا وارث سے خبردار کردو۔ ❶ اور بخیل بعجلتِ تمام فقیری کو دعوت دیتا ہے، وہ دنیا میں فقیروں کی زندگی گزارتا ہے اور آخرت میں مال داروں جیسا حساب دے گا۔ ❷

۱۱۔ نماز کے لیے نداء لگانا:

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نماز کے بارے میں سخت اہتمام کرنے والے تھے، راستے سے گزرتے ہوئے نماز، نماز کی نداء لگاتے رہتے اور اس طرح فجر کی نماز کے لیے لوگوں کو بیدار کرتے، حسن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس دن آپ پر قاتلانہ حملہ ہوا اس دن گھر کے دروازے سے نکلے اور حسب معمول نداء لگائی: اے لوگو! نماز، نماز۔ آپ روزانہ ایسا ہی کرتے تھے، آپ کے ساتھ آپ کا دُرّہ ہوتا تھا، اتنے میں دو آدمیوں نے آپ کا راستہ روک لیا اور ابن مُلجم نے آپ کے دماغ پر کاری ضرب لگادی۔ ❸

۱۲۔ عام راستوں کا اہتمام:

امیر المومنین سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حکم دیتے تھے کہ بیت الخلاء اور نالیوں کو عام راستوں سے ہٹ کر بنایا جائے۔ ❹

۱۳۔ قصہ گوئی کی بدعت کا ظہور اور ان کے خلاف امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی محاذ آرائی:

جب سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں قصہ گوئی کی بدعت رواج پانے لگی تو صحابہ اور تابعین نے اس پر سختی سے نکیر کی، چنانچہ محمد بن وضاح، موسیٰ بن معاویہ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: ہم سے ابن مہدی نے سفیان کے حوالے سے بیان کیا اور سفیان نے عبید اللہ بن نافع سے روایت کیا کہ انھوں نے کہا: عہد نبوی، عہد ابوبکر، عہد عمر اور عہد عثمان میں قصہ گوئی کا وجود نہ تھا، قصہ گوئی کا رواج اس وقت ہوا جب فتنوں کا ظہور ہوا۔ ❺

''قصہ گو'' سے مراد وہ لوگ ہیں جو علم اور اہل علم کی مجلسوں کی طرح وعظ و نصیحت کی مجلسیں رچاتے ہیں اور ایسی حکایات، کہانیاں اور اسرائیلی روایات بیان کرتے ہیں جو بے بنیاد، من گھڑت اور موضوع ہوا کرتی ہیں اور عوام الناس کی فہم سے بالاتر ہوا کرتی ہیں۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے ان واعظین پر پابندی لگائی اور انھیں اس سے منع کیا، اس لیے کہ یہ لوگ عوام الناس کو عجیب و غریب واقعات، متشابہ شرعی نصوص اور ان کی عقل سے بالاتر باتیں سناتے تھے۔ ❻ البتہ ان لوگوں کو اس سے مستثنیٰ رکھا جنھیں علم شرعی پر عبور حاصل ہو۔ اس طرح علی رضی اللہ عنہ کی پوری

❶ نثر اللآلی بحواله منهج علی بن أبی طالب فی الدعوة إلی الله ص (۱۸۳).

❷ نثر اللآلی بحواله منهج علی بن أبی طالب فی الدعوة إلی الله ص (۱۸۳).

❸ البداية والنهاية (۷/ ۳۳۹).

❹ مصنف عبدالرزاق (۱۰/ ۷۲).

❺ البدع و النهی عنها ص (۲۰).

❻ دراسات فی الأهواء و الفرق والبدع ص (۲۳۹).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

زندگی توحید کی دعوت اور شرک سے بغاوت کی زندگی تھی، آپ بڑے حریص تھے کہ لوگوں کو اللہ کے ناموں اور اس کے اوصاف کا معنی و مفہوم سمجھائیں، ان کے دلوں کو اللہ کی یکتا ذات سے جوڑیں، انھیں اللہ کی نعمتیں یاد دلائیں اور اس کی شکر گزاری پر ابھاریں، آپ تمام تر دعوتی وسائل و اسالیب کے ذریعے سے آثار جاہلیت کی بیخ کنی کے لیے ہر مشکل کو برداشت کرنے والے تھے، خواہ خطبوں اور مواعظ کا سہارا لیں، یا شعر اور حکمتوں کے لعل و گہر کا سہارا لیں، لوگوں سے الگ رہ کر زندگی نہیں گزاری بلکہ اپنے اخلاق، اوصاف اور علم کے ساتھ انسانی برادری میں گھل مل کر زندگی گزاری۔

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے عہد میں محکمہ پولیس:

جب امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے منصب خلافت سنبھالی اس وقت پولیس کا محکمہ ملک کے اہم اور معروف محکموں سے ایک تھا۔ عہد علی رضی اللہ عنہ میں اس محکمہ کا کیا کردار رہا، اس سلسلہ میں بہت سے واقعات اور آثار ملتے ہیں۔ ان میں سے ایک واقعہ کے ناقل اصبغ بن نباتہ ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نوجوان نے کچھ لوگوں کے بارے میں علی رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ یہ لوگ میرے والد کو اپنے ساتھ سفر پر لے گئے تھے، اب یہ لوگ تو واپس آ گئے لیکن میرے والد واپس نہیں آئے، جب میں نے ان لوگوں سے اپنے والد کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا وہ تو مر گئے، میں نے ان لوگوں سے پوچھا: ان کا مال کیا ہوا؟ انھوں نے جواب دیا کہ کچھ نہیں چھوڑا، حالانکہ ان کے ساتھ بہت مال تھا، چنانچہ ہم اپنا معاملہ لے کر قاضی شریح کے پاس گئے انھوں نے ان لوگوں کو طلب کیا اور پھر قسم لے کر چھوڑ دیا۔

علی رضی اللہ عنہ نے معاملہ سماعت فرمایا اور پولس بلوایا، پھر ان میں سے ہر ایک کے پیچھے دو پولیس والوں کو لگا دیا اور انھیں مکلّف کیا کہ ان میں سے کوئی بھی ایک دوسرے سے ملنے نہ پائے اور نہ آپس میں انھیں گفتگو کا کوئی موقع ملے، پھر آپ نے اپنے دیوان کو بلایا اور مدعی علیہ جماعت کے ایک آدمی کو بلایا اور اس سے پوچھا کہ اس نوجوان کے باپ کے بارے میں مجھے بتاؤ کہ وہ کس دن تمھارے ساتھ نکلا؟ تمھارا قیام کہاں کہاں ہوا؟ تمھارے چلنے کی کیفیت کیا تھی؟ اور اس کی موت کس وجہ سے ہوئی؟ کیسے اس کا سامان لوٹا گیا؟ کس نے اسے غسل دلایا؟ اور کن لوگوں نے تدفین کی؟ کس نے نماز جنازہ پڑھائی؟ اور وہ کہاں مدفون ہے؟ اس طرح کے اور کئی سوالات کیے اور دیوان مدعی علیہ کے بیان کو درج کرتا رہا۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے بیان سننے کے بعد اللہ اکبر کہا؟ وہاں جو لوگ موجود تھے انھوں نے بھی اللہ اکبر کہا۔ جب کہ متہم افراد کو حقیقت حال کا علم نہ ہوا، وہ گھبرائے اور یہ گمان کیا کہ شاید پوچھ پاچھ کے لیے لے جایا گیا ان کا ساتھی ان کے خلاف بیان دے چکا ہے، پھر آپ نے اسے وہاں سے ہٹا دیا اور دوسرے کو بلایا، اس سے بھی وہی سوالات کیے جو پہلے سے کیا تھا، پھر تیسرے کو بلایا اور اس سے بھی اس طرح کی باتیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پوچھیں، اس طرح آپ نے ہر ایک سے بیان لے لیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ ہر ایک کا بیان دوسرے کے خلاف اور متعارض ہے۔ پھر آپ نے پہلے آدمی کو بلایا اور اس سے یوں ہم کلام ہوئے: اے اللہ کے دشمن! تیرے ساتھیوں کے بیانات سن کر میں نے تیری عناد اور جھوٹ کو جان لیا ہے، اب سچائی کے علاوہ کوئی چیز تمھیں سزا سے نہیں بچا سکتی، پھر آپ نے اسے قید خانہ میں ڈالنے کا حکم دے دیا اور اللہ اکبر کا نعرہ لگایا، تمام حاضرین نے بھی اللہ اکبر کہا، جب مجرموں نے یہ صورت حال دیکھی تو سب کو یقین ہو گیا کہ ان کے ساتھی نے اعتراف جرم کر لیا ہے۔ پھر آپ نے دوسرے کو بلایا اور اسے ڈرایا دھمکایا، اس نے کہا: اے امیر المومنین! اللہ کی قسم! میں ان لوگوں کے کام کو پسند نہیں کر رہا تھا، اس طرح آپ نے سب کو بلایا اور سب نے حقیقت واقعہ کا اعتراف کیا، پھر جو شخص قید خانے میں تھا اسے بلوایا اور اس سے کہا گیا کہ تمھارے ساتھی حقیقت واقعہ کا اعتراف کر چکے ہیں اور اب سچائی کے علاوہ کوئی چیز تمھیں سزا سے نہیں بچا سکتی، چنانچہ اس نے بھی اقرار کر لیا، پھر آپ نے سب پر مالی تاوان عائد کیا اور قتل کے بدلے ان سب کو قصاص میں قتل کیا۔ ❶

یہ واقعہ جہاں تحقیق و تفتیش کرنے والوں کے لیے بے شمار معانی و فوائد فراہم کرتا ہے وہیں اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں قید خانے کا وجود تھا اور پولیس کے افراد پائے جاتے تھے۔ ❷ صرف یہی نہیں بلکہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں ''نافع'' نام سے ایک قید خانہ بنوایا تھا، جس سے وقتاً فوقتاً قیدی نکل بھاگنے میں کامیاب ہو جاتے تھے کیونکہ وہ زیادہ مستحکم نہ تھا، لیکن اس طرح کے حادثات کے بعد آپ نے اسے ڈھا دیا اور اس کے بدلے ''مخیس'' ❸ نام کا ایک جیل خانہ تیار کروایا۔ قیدیوں کے لیے خوراک مقرر کیا، انھیں کھانا، و سالن اور سردی و گرمی میں لباس دیتے تھے۔ ❹

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے کئی پولیس انسپکٹر تھے، ان میں ابو الہیاج اسدی، قیس بن سعد بن عبادہ،

---

❶ الطرق الحكمية ص (٤٩).

❷ ولاية الشرطة فى الإسلام / د۔ نمر الحميرانى ص (١٠٧).

❸ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جیل کے یہ دونوں نام بے مقصد نہیں رکھے تھے بلکہ ان کا مقصد تھا۔ چنانچہ نافع کا معنی نفع بخش اور مُخَیِّس کے معنی ذلیل کرے۔ مہذب بنانے اور سدھارنے کی جگہ۔ اسلامی جیل عام لوگوں کے لیے نفع بخش ہوتے ہیں، اس طرح لوگ شرپسندوں سے محفوظ ہو جاتے ہیں اور خود مجرم کے لیے جیل مفید ہے کہ بری عادتوں اور خصلتوں سے باز آنے کا اس کو موقع ملتا ہے اور دنیاوی سزا کاٹ کر مجرم آخرت کی سزا سے بچ جاتا ہے اور پھر جیل اسلامی نظام میں ایک تربیت گاہ ہے جہاں ایک مجرم کو سزا دی جاتی ہے وہیں اس کی تربیت بھی کی جاتی ہے، اسے سنوارا اور مہذب بنایا جاتا ہے اور معاشرہ کے لیے صالح بنایا جاتا ہے۔ آج بھی خلیجی ممالک کی جیلوں میں یہی مقاصد نظر آتے ہیں۔ (مترجم)

❹ ولاية الشرطة ص (١٠١).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

معقل بن قیس الریاحی، مالک بن خبیب الیربوعی، اصبغ بن نبانہ المشاجعی اور سعید بن ساریہ بن مرہ الخزاعی قابل ذکر ہیں۔ پولیس کی سماجی ذمہ داریوں میں یہ بات بھی شامل ہوتی تھی کہ وہ محتاجوں کی مدد کریں، جس کا کوئی پرسان حال نہ ہو اس کی خبر گیری اور تعاون کریں، بھٹکے ہوؤں کو راستہ دکھائیں، مسکینوں کو کھانا کھلائیں، ضرورت مندوں کو تعاون کی پیش کش کریں، عوام کے ساتھ نرمی اور رحم دلی کا مظاہرہ کریں اور ایسے تمام انسانی اعمال خیر میں حصہ لیں جن سے اللہ کی رضا مطلوب ہوتی ہے۔ ان تمام احوال و وقائع سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد خلافت راشدہ کا نظامِ امن انسانی معاشرہ کو عمومی خدمات پہنچا کر نہایت مہذب کردار ادا کر رہا تھا، اس کا دائرہ کار صرف نظام امن کی بقاء تک محدود نہ تھا، بلکہ اسے دیگر ذمہ داریوں کے مقابلے میں اولین حیثیت حاصل تھی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چوتھی فصل

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے عہد میں ادارۂ مالیات، محکمۂ قضاء اور آپ کے بعض فقہی اجتہادات

- ادارۂ مالیات
- محکمۂ قضاء
- امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی فقاہت
- قول صحابی کی حجیت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

امیر المؤمنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے محکمہ قضاء، حدود، جرائم اور تعزیرات کے میدان میں اپنے نقوش چھوڑے۔ یہ آپکی وسیع معلومات، علم، فقہ اور فہم کی گہرائی اور شرعی مقاصد کے استیعاب پر دلالت کرتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو کچھ کہا، اپنایا اور اجتہاد کیا وہ سب حجت ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی ان کے افعال کے ساتھ شامل ہے، لہٰذا اُس کی پیروی میں کسی تردّد کی ضرورت نہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۱)

ادارۂ مالیات

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اسلامی سلطنت کی سابقہ مالی سیاست میں کوئی قابل ذکر تبدیلی نہیں واقع ہوئی، البتہ اتنا ضرور ہوا کہ عہد صدیقی میں عطا و وظائف میں مساوات کا جو نظام نافذ تھا آپ نے اس کو ترجیح دی ❶ اور کسی کو کسی پر برتری نہ دی، موالی کو بھی انھیں عطایا سے نوازا جن سے سادات کو نوازا۔ ❷

بعض شہروں میں خراج کی ذمہ داری خود وہاں کے حکمرانوں کے سر ہوتی تھی، چنانچہ مصر کے جنرل گورنر قیس بن عبادہ وہاں کے خراج کے ذمہ دار تھے، اسی طرح علی رضی اللہ عنہ نے جب اشتر نخعی کو مصر کا گورنر بنا کر بھیجا تو اس کو جن باتوں کی خصوصی ہدایات تھیں ان میں یہ چیز بھی شامل تھی کہ گورنر کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے ساتھ وہ خراج کے بارے میں بھی اس ڈھنگ سے ذمہ داری نبھائے گا جو خراج دہندگان کے مناسب اور قابل عمل ہو، کیونکہ خراج اور خراج دہنگان کی درستگی وخوشحالی میں دوسروں کی درستگی وخوشحالی مضمر ہے۔ خراج اور خراج دہندگان ہی پر عوامی آمدنی کا تکیہ ہے اور سنو! تمھاری نگاہ خراج کی وصول یابی سے زیادہ انھیں آباد کرنے اور اسے قابل زراعت بنانے پر ہو، اس لیے کہ اسے زرخیز اور قابل زراعت بنانے ہی پر خراج کی آمدنی میں کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔ جو شخص زمین کو زرخیز اور قابل زراعت بنائے بغیر خراج کا مطالبہ کرتا ہے وہ شہروں کو بہت نقصان پہنچاتا ہے اور بندوں کو ہلاک کر دیتا ہے، اس کا معاملہ بس معمولی وقت کے لیے ٹھیک ٹھاک رہ سکتا ہے۔ اگر خراج دہندگان تم سے کسی بوجھ یا زمین کی خرابی کی شکایت کریں یا پانی کی سیرابی کی کمی بتائیں، یا سیلاب زدگی یا خشک سالی اور قحط کو کم پیداوار کا سبب بتائیں تو تم اپنی صواب دید پر کہ جس سے ان کا معاملہ درست رہ سکے ان سے خراج کم کر دو، زرخیز و قابل کاشت زمین وہ بوجھ اٹھائے گی جو تم اس سے اٹھواؤ گے، مالکان زمین کی بدحالی سے زمین کی صلاحیت بھی خراب ہو جاتی ہے اور زمین اپنے مالکان کو بدحال اس وقت کرتی ہے جب حکمراں اپنے پوری رعایا پر حرص وطمع کی نگاہ ڈالنے لگتے ہیں اور زندگی کے بارے میں بدگمانی کا شکار ہو جاتے ہیں اور عبرتوں سے آنکھیں موند لیتے ہیں۔ ❸

سیدنا علی رضی اللہ عنہ خراج کو محض ایک محصول کی حیثیت سے نہیں بلکہ مکمل ایک اقتصادی مسئلہ کی حیثیت سے دیکھتے تھے، کیونکہ اس وقت خراج ادارہ مالیات میں اساسی آمدنی کی حیثیت رکھتا تھا، چنانچہ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ آپ ہر اعتبار سے اپنے گورنروں کی سخت نگرانی کرتے تھے اور خراج و دیگر مالیاتی شعبے ان حساس

❶ الاستیعاب (۳/ ۱۱). ❷ علي بن أبي طالب / د۔علي شرقي ص (٦٦).
❸ الولاية على البلدان (٢/ ١٥٣-١٦٣).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شعبوں میں سے ایک تھے جس پر آپ کافی دقیق نظر رکھتے تھے، مخبروں اور خفیہ ایجنسی کے کارندوں کو ریاستوں میں بھیجتے رہتے تھے کہ وہ وہاں کے حکمرانوں کے حالات سے آپ کو خبردار رکھیں۔ ❶ ریاست کے گورنروں کو اپنی ریاست اور وہاں کے بیت المال کی آمدنی کے اخراجات کے مکمل اختیارات حاصل تھے چنانچہ خلافت راشدہ کے عہد میں جو لوگ براہ راست بیت المال کے ذمہ دار اعلیٰ ہوتے اور اسی طرح جو لوگ خراج کی آمدنی کے ذمہ دار ہوتے عموماً یہ لوگ اپنی صواب دید سے ریاست کے مفاد میں اور اسلامی کاموں میں اسے خرچ کرتے تھے، مثلاً اس آمدنی کو جہاد کے لیے ہتھیار سازی، سواریوں کی خریداری اور فوجیوں کی تنخواہوں وغیرہ میں استعمال کرتے تھے، اسی طرح ریاست کے سرکاری ملازمین اور اعلیٰ عہدہ داروں کی تنخواہیں بھی خود ہی تقسیم کرتے تھے۔ ❷ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ بعض اوقات حسب ضرورت اپنی ریاستی آمدنی ہی سے ریاست کے ضروری مقامات پر پل تعمیر کرواتے، تالاب، چشمے اور نہر کھدواتے۔ ❸

واضح رہے کہ جن اوقات میں ریاستوں میں خراج یا بیت المال کا محکمہ ریاستی اقتدار اعلیٰ سے آزاد ہو کر مستقل اپنی آئینی حیثیت کر لیتا تھا، ان اوقات میں بھی چونکہ ریاستی گورنران ریاست کے عمومی نگراں ہوتے تھے، اس لیے وہ خراج کے کارندوں اور ذمہ داروں کو مذکورہ اسکیموں میں خرچ کرنے کا حکم دینے کے مجاز ہوتے تھے یا خود ان اسکیموں اور منصوبوں کے لیے مخصوص ذمہ دار مقرر کر کے بھیجتے جو ان اسکیموں کو نافذ کرتے اور ریاستی آمدنی سے خراج کے اعلیٰ ذمہ دار جملہ اخراجات سنبھالتے، اس طرح اگر کبھی یہ نوبت آجاتی کہ ریاست کے گورنر سے جبایہ (خراج کی وصولی) کی ذمہ داری ختم کر دی جاتی جیسا کہ بعض حضرات نے کہا ہے۔ ❹ تو بیشتر اوقات میں خراج یا بیت المال کے ذمہ داران اعلیٰ کی نگرانی میں اور ان کے توسط سے جہاد یا دیگر تعمیری کاموں کے لیے خراج یا بیت المال کی آمدنی سے رقم خرچ ہوتی رہتی۔

چنانچہ بعض فقہاء اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ملکی اموال کو مسلمانوں کے مفاد میں خرچ کرنا اور انھیں منجمد نہ کرنا تمام حکمرانوں پر واجب ہے، کیونکہ جن اموال کو برحق طور پر انھیں مقاصد کے لیے لیا گیا ہے انھیں منجمد کر دینا اور مسلمانوں کے مفاد میں خرچ نہ کرنا ظلم کے مساوی ہے۔ اس طرح فقہائے اسلام نے عمومی ملکی آمدنی منجمد کر دینے کو ظلم اور حکمرانوں کی کوتاہی میں شمار کیا ہے۔ ❺

تمام ریاستیں اور بڑے بڑے شہر اپنی عوامی آمدنی اور خراج وغیرہ کی وصولی کے دوسروں سے زیادہ حق دار ہوتے تھے، یہی وجہ تھی کہ ریاست کے حکمراں جب تک اپنی ریاستی مصارف کو پورا نہ کر لیتے، ریاستی آمدنی کو اولین

---

❶ الولایة علی البلدان (۲/ ۹۸) النظریات المالیة فی الإسلام ص (۱۵۵).

❷ التراتیب الإداریة / الکتانی (۱/ ۳۹۳). ❸ الولایة علی البلدان (۲/ ۸).

❹ النظم المالیة فی الإسلام ص (۱۵۷) الولایة علی البلدان (۲/ ۹۹).

❺ اصول الفکر السیاسی الإسلامی / فتحی عثمان ص (۴۳).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسلامی دار الخلافہ مدینہ میں یا بعد کے ادوار میں کوفہ میں نہیں بھیجتے تھے۔ [1]

یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ خلفائے راشدین اور خاص طور سے خلیفہ راشد عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں تمام تر اسلامی ریاستوں میں بشمول جبایہ یعنی ملکی آمدنی کے ذرائع اور اس کے عمومی مصارف جیسے دیگر مالی معاملات میں جو دقیق تنظیم عمل میں آئی وہ اپنی نوعیت کی جدید ترین اور منفرد تنظیم تھی، پھر بھی اس میدان میں متقدمین کے تجربات سے استفادہ کرنے میں انھیں کوئی چیز مانع نہ ہوئی اور دواوین کا نظام رائج کیا اور اپنے مالی معاملات کو ہر گوشے سے یقینی و مستحکم بنایا۔ عہد فاروقی میں مالی معاملات کی تنظیم و استحکام میں جو بھی جدت طرازیاں ہوئیں میں نے انھیں اپنی کتاب ''عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شخصیت اور کارنامے'' [2] میں قدرے تفصیل سے ذکر کیا ہے، مزید معلومات کے لیے وہاں رجوع کیا جاسکتا ہے۔

فلیپ ہٹی جیسے بعض مستشرقین نے تاریخ عرب پر اپنا جو انسائیکلو پیڈیا تیار کیا ہے اس میں اس بات کی کوشش کی ہے کہ خلفائے راشدین نے اسلامی سلطنت میں شعبۂ مالیات کے متعلق جو تنظیم و اصلاحات کی ہیں ان کی اہمیت کم کرکے پیش کی جائے، چنانچہ فلیپ ہٹی لکھتا ہے:

''حقیقت یہ ہے کہ تاریخی روایات ایسی بہت سی جدید ایجادات کو عمر (رضی اللہ عنہ) کی طرف منسوب کرتی ہیں جو آپ کے عہد میں اور ما بعد کے ادوار میں تجربات اور جدید حالات کے تقاضوں کے پیش نظر وجود میں آئیں، اور خراج و جزیہ اور ان کی وصولی کے اصول و قواعد نیز ملک کی دیگر مالی سیاست کے متعلق خلفاء، ریاستی حکمرانوں اور شہر کے افسرانوں نے جو کچھ کیا وہ سب بہت زیادہ اہمیت کی حامل نہیں ہیں، بلکہ سوریا اور مصر وغیرہ میں بیزنطینی دور حکومت کے جو حکومتی قوانین اور ملکی نظام چلے آرہے تھے اسلام نے ان کو انھیں حالت میں باقی رکھا اور فارسی حدود ریاست میں مسلم حکمرانوں نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ وہاں کے مقامی اصول و نظام حکمرانی میں کوئی ردوبدل کریں، اسی طرح مسلم فاتحین نے ٹیکس وغیرہ محصولات کی وصولی کے لیے مقامی باشندوں کے مزاج وطبیعت اور گزشتہ حکومتوں میں مروجہ اصول وضوابط کے تقاضوں پر عمل کیا، خواہ بیزنطینی عہد حکومت کے قوانین رہے ہوں یا فارسی عہد حکومت کے، کوئی صلح ومصالحت کے ذریعے سے ان کے زیر اقتدار آیا ہو یا جنگ کے ذریعے سے، ان قدیم قوانین میں انھوں نے نہ کوئی تبدیلی کی اور نہ ہی عمر (رضی اللہ عنہ) کے کسی قانون سے رہنمائی حاصل کی۔'' [3]

دراصل مذکورہ تحقیق کو سپرد قلم کرتے ہوئے کاتب نے ان تحریروں کو نظر انداز کردیا ہے جو بتاتی ہیں کہ سب سے پہلے عمر رضی اللہ عنہ نے بذریعے سے جنگ فتح کردہ آراضی پر خراج مقرر کیا اور اس کو نافذ کرتے ہوئے آپ کو بعض صحابۂ کرام کے اعتراضات اور مباحثوں کا بھی سامنا کرنا پڑا، لیکن بالآخر عمر رضی اللہ عنہ کی رائے پر ہی معاملہ طے ہوا اور

---

[1] السیاسة المالية لعثمان بن عفان / قطب ص (۹۹). [2] اس سے قبل یہ کتاب ندوۃ السنہ سے شائع ہو چکی ہے۔ (مترجم)

[3] تاريخ العرب / فليب هتّى (۱/ ۲۲۸).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سب اسے نافذ کرنے پر متفق ہوئے۔ ❶

محمد ضیاء الدین الریس نے مستند تاریخی نصوص کے حوالے سے مستشرقین کی اس یاوہ گوئی کی تردید کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ یہ محض ایک دعویٰ ہے، اس کی کوئی اساس اور دلیل نہیں اور یہ کہ مسلم علمائے محققین اور فقہاء ہر دور میں عمر اور دوسروں کی ایجادات میں فرق کو واضح کرتے رہے، صرف یہی نہیں بلکہ عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں خراج کے معاملات میں نہایت باریکی سے تفصیلات پیش کرتے رہے ہیں۔ ❷ بہر حال یہ کوئی نئی بات نہیں، بلکہ مستشرقین اور ان کے دم چھلوں کی تو یہ عادت ہی رہی ہے کہ اسلام کے پیشواؤں اور اس کی عظیم المرتبت شخصیات کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنائیں، افسوس تو اس بات پر ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں میں ایسے لوگوں کو پا جاتے ہیں جو انھیں نہایت عظمت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

آخر میں مختصراً ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں داخلی جنگوں اور آپسی اختلافات کی وجہ سے محکمہ مالیات، محکمہ فوج، حتیٰ کہ منصب خلافت جیسے متعدد اہم ملکی ادارے زبردست متاثر ہوئے اور بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ خلافت راشدہ کا زوال ہو گیا۔ ان شاء اللہ اس کی تفصیل آئندہ صفحات میں مناسب مقام پر ذکر کروں گا۔

---

❶ الولایة علی البلدان (۲/ ۱۰۰).

❷ الخراج و النظم المالیة للدولة الإسلامیة ص (۱۳۱ ـ ۱۳۶) بحواله: الولایة علی البلدان (۲/ ۱۰۰).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۲)

محکمہ قضاء

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے منصب خلافت سنبھالی تو اس کے ساتھ ہی وہ فتنے چمٹے رہے جو عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل اور اس کے بعد کے ناگفتہ بہ حالات وحوادث کے نتیجہ میں رونما ہوئے، یہ ایسے سنگین حوادث تھے جنھوں نے مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کر دیا تھا اور انھیں ٹکڑوں میں بانٹ دیا تھا، لہٰذا اختلافات کی خلیج پاٹنے کے لیے ان حوادث کا مقابلہ کرنا آپ کی سب سے اہم مصروفیت تھی، تاہم آپ کے عہد میں یہ تمام تر حوادث اور خون ریز معرکے آپ کو قضاء وعدل کا خصوصی اہتمام کرنے اور اسے منظم کرنے سے نہ روک سکے۔ اس کی دلیل آپ کا وہ خط ہے جسے آپ نے اپنے مصری گورنر اشتر نخعی کے نام بھیجا تھا، اس میں آپ نے لکھا تھا: ''لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لیے ایسے شخص کو مقرر کرو جو تمھارے نزدیک سب سے معزز ہو، کہ جس کے فیصلہ کو لوگ بلا چوں چراں مان لیں، اور کسی میں اس پر اعتراض کرنے کی جرأت نہ ہو، لغزش ہو جانے پر وہ سرکشی نہ کرے، حق کی معرفت کے بعد اسے تسلیم کرتے ہوئے شکستہ خاطر نہ ہو، وہ طمع سے پاک ہو، وسیع النظر کو پاتے ہوئے اپنی کم فہمی پر اکتفا نہ کرے، اعتراضات کی جگہوں سے خوب اچھی طرح واقف ہو، دلائل پر نگاہ رکھنے میں کامل ہو، فریقین کے دلائل سے گھبرائے نہیں، حقائق کی جاں کاری اور معاملہ کی تہ تک پہنچنے کے لیے نہایت سنجیدہ ہو، کسی کی سفارش اور کسی کا عہدہ یا شرف اسے حق فیصلہ کرنے سے مرعوب نہ کرے۔ اگرچہ ایسے لوگ بہت تھوڑے ہیں اور تم بھی اس کے فیصلوں پر گہری نگاہ رکھو، اس کی تنخواہ اس لیے زیادہ مقرر کرو کہ اسے رشوت خوری کی لت نہ پڑے اور اسے کم سے کم لوگوں سے واسطہ پڑے، اس کی قدر ومنزلت تمھارے نزدیک اتنی ہونی چاہیے کہ کوئی شخص اس کے خلاف تمھارے کان بھرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ [1]

اس خط میں مزید تحریر فرماتے ہیں: ''اللہ کے ساتھ انصاف کرو، اپنے ساتھ اپنے گھر وخاندان کے مخصوص افراد اور رعایا میں جس سے تمھیں خاص لگاؤ ہو اس کے ساتھ بھی انصاف سے کام لو، اگر تم ایسا نہیں کرتے تو ظالم ہو اور جو شخص اللہ کے بندوں کے ساتھ ظلم کرتا ہے تو بندوں کی طرف سے اللہ اس کا مدمقابل ہو جاتا ہے اور اللہ جس کا مدمقابل ہو جاتا ہے اس کے تمام دلائل اور تدبیروں کو باطل کر دیتا ہے۔ ایسا انسان اللہ سے برسرپیکار ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ ظلم سے باز آ جائے یا توبہ کر لے، اللہ کی نعمتوں کو چھیننے اور اس کے فوری عذاب کو دعوت دینے کے لیے ظلم سے بدتر کوئی گناہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ مظلوموں کی دعا سننے والا ہے اور ظالموں پر گھات لگائے بیٹھا ہے۔'' [2]

---

[1] شرح نهج البلاغه بحواله نظام الحكم فى الإسلام / القاسمى (۲/ ۱۰۳).

[2] شرح نهج البلاغة بحواله نظام الحكم فى الإسلام / القاسمى (۲/ ۵۵۹).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ خط میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس میں قاضی کے اوصاف، اس کے حقوق اور واجبات وفرائض بیان کیے گئے ہیں۔ ۴۰ھ یا اس کے قریب والیٔ مصر کے نام امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اس تحریر پر جو شخص غور کرے گا وہ تعجب کرے گا کہ ایک ایسے وقت میں جب کہ دیگر تہذیبوں سے عرب قوم بالکل ناآشنا تھی کس طرح مسلم عقل اللہ کے نور سے دیکھ رہی تھی اور آج کے دستور وقوانین سے کہیں عمدہ شکل میں اس بات پر قادر تھی کہ معانی ومفاہیم کا تجزیہ کرلے اور ملکی انتظامات کو ان کے مناسب مقامات پر رکھے۔ ❶ رعایا کو انصاف دلانے اور اسے ظلم سے بچانے کے لیے امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اس بالغ نظری کو بعد میں محکمہ فوجداری کو منظم کرنے میں ستون کی حیثیت ملی۔ ❷

خلفائے راشدین کے عہد میں عدالتی وقانونی لائحہ عمل اور وہ مصادر جن پر صحابہ نے اعتماد کیا:

عدالتی وقانونی لائحہ عمل سے وہ طریقہ مراد ہے جسے صحابہ کرام اور خلفائے راشدین نے جدید ترین مسائل اور حوادث کے پیش آنے پر شرعی حل کے طور پر عملاً اختیار کیا۔ انھیں یہ طریقہ اس لیے میسر آیا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تربیت حاصل کی، چنانچہ اسی وجہ سے بعد میں آنے والے تمام مسلمانوں کے لیے اس طریقہ پر چلنا واجب قرار پایا۔

ہم نے ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی شخصیت وکارناموں ❸ کے نام سے تالیف کردہ اپنی کتابوں میں مذکورہ خلفائے راشدین کے عہد اور اس کتاب میں علی رضی اللہ عنہ کی عہد حکومت کے مطالعہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ خلفائے راشدین کو جب کوئی نیا حادثہ، یا ناگہانی واقعہ پیش آجاتا تو وہ لوگ سب سے پہلے اللہ کی کتاب کی طرف رجوع کرتے، اگر اس میں اس حادثہ یا واقعہ کا کوئی شرعی حکم پاجاتے تو معاملہ صاف ہوجاتا، ورنہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتے، ❹ یہاں تک کہ اگر ان دونوں میں انھیں کوئی حل نہیں ملتا تو رائے کی طرف لوٹتے لیکن تنگ نظر نہ ہوتے، معاً اس دور کے مطالعہ سے ہم نے یہ بھی محسوس کیا ہے کہ اکثر وبیشتر ان کی رائیں متفق ہوا کرتی تھیں۔ خاص طور پر اگر کوئی ملکی اور عوامی مسئلہ ہوتا تو سب کے سب کسی ایک رائے پر متفق نظر آتے اور کبار صحابہ کا وجود بھی اس سلسلے میں ان کا معاون ثابت ہوا، کیونکہ جب تک وہ صحابہ مدینہ میں مقیم رہے انھیں اکٹھا کرنا اوران سے رائے لینا آسان ہوتا تھا، ان کی اسی اجتماعی رائے کا نام بعد کے ادوار میں ''اجماع'' کی اصطلاح سے متعارف ہوا، وہ لوگ قیاس اور مصلحت کو بھی اسلامی تشریع کا ایک سبب شمار کرتے تھے، چنانچہ میمون بن مہران اس

❶ نظام الحکم فی الإسلام / القاسمی (۲/ ۱۰۴). ❷ نظام الحکم فی الإسلام / القاسمی (۲/ ۵۶۰).

❸ یہ تینوں کتابیں اس سے قبل ندوۃ السنہ سے شائع ہوچکی ہیں۔ (مترجم)

❹ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ وہ قرآن فہمی میں سنت سے آزاد تھے ایسا کیسے ہوسکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ﴾ (النحل: ۴۴) ''یہ ذکر (کتاب) ہم نے آپ کی طرف اتارا ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیا ہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کردیں۔'' سنت سے آزاد ہوکر قرآن سے صحیح طور پر کوئی مسئلہ مستنبط نہیں کیا جاسکتا ہے لہٰذا کتاب وسنت دونوں کی طرف ایک ساتھ رجوع ہونا ضروری ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قانونی وعدالتی نظم ونسق کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جب آپ کے پاس کوئی نزاعی مسئلہ پیش آتا تو آپ اللہ کی کتاب میں دیکھتے، اگر اس میں کوئی حل مل جاتا تو فریقین میں وہی فیصلہ کر دیتے اور اگر اس سلسلے میں قرآن میں کچھ نہ ملتا بلکہ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حل ملتا، تو اسی سے فیصلہ کر دیتے اور اگر اس سلسلے میں سنت رسول بھی خاموش ہوتی تو ممتاز شخصیات صحابہ کو اکٹھا کرتے اور ان سے مشورہ لیتے، پھر جس بات پر وہ سب متفق ہو جاتے آپ اسی سے فیصلہ کر دیتے، عمر رضی اللہ عنہ بھی اپنے عہد حکومت میں ایسا ہی کرتے رہے، البتہ جب کسی مسئلہ کا حل قرآن وسنت میں آپ کو نظر نہ آتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فیصلوں پر نظر ڈالتے، اگر ان کا کوئی فیصلہ مل جاتا تو وہی فیصلہ صادر فرماتے، ورنہ ممتاز شخصیات کو اکٹھا کرتے اور وہ لوگ جو متفقہ رائے پیش کرتے وہی فیصلہ صادر فرماتے۔ ❶

ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ آج کے بعد اگر کسی کے سامنے فیصلہ کی کوئی بات آئے تو وہ اللہ کی کتاب سے فیصلہ کرے، اگر کوئی ایسا مسئلہ پیش آ جائے جس کا حل اللہ کی کتاب میں نہ ملے اور نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلے میں کوئی فیصلہ کیا ہو تو صالحین (ممتاز صحابہ) کے فیصلوں کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرے اور اگر مذکورہ مصادر میں سے کسی میں بھی اس کا فیصلہ نہ ملے تو اجتہاد کرے اور اپنی رائے سے فیصلہ دے، لیکن اجتہادی فیصلہ سناتے وقت یہ نہ کہے کہ یہ میری رائے ہے اور مجھے خوف ہے اس لیے کہ حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہات ہیں، پس مشکوک چیز پر غیر مشکوک کو ترجیح دو۔ ❷ بہرحال پچھلے صفحات میں جہاں میں نے حکومتِ علی رضی اللہ عنہ کے اساسی مآخذ کا تذکرہ کیا ہے وہاں تفصیل سے یہ بات بتائی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ اپنے فیصلوں میں مذکورہ منہج ہی کو اختیار کرتے تھے اور یہاں جو آثار منقول ہیں ان سے بھی یہی بات واضح ہوتی ہے کہ صحابۂ کرام اپنی قانونی و عدالتی کارروائیوں میں کسی رائے کو ترجیح دینے سے قبل کتاب اللہ اور سنت رسول پر اعتماد کرتے تھے۔ ❸

ہم چاہتے ہیں کہ مذکورہ آثار صحابہ پر تھوڑی دیر توقف کریں اور چند نتائج مستنبط کرتے چلیں، چنانچہ بالاختصار وہ نتائج یہ ہیں:

۱۔ قانونی وعدالتی لائحہ عمل میں درجہ بندی پر تمام صحابہ متفق تھے، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے اجتہاد اور فقہی بصیرت کو ترتیب سے عمل میں لاتے تھے، جس کا آغاز کتاب اللہ سے ہوتا تھا، پھر سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتے، پھر اجماع اور آخر میں قیاس کا سہارا لیتے۔

۲۔ اس لائحہ عمل میں سابقہ فیصلوں کا اہم کردار رہا، شرعی نصوص کتاب وسنت کے بعد انھیں کو درجہ دیا گیا۔

۳۔ اس لائحہ عمل کا ایک پہلو خاص طور سے قابل توجہ ہے، وہ یہ کہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما انھیں صحابہ سے مشورہ لیتے جو مدینہ میں موجود ہوتے، ایسی کوئی عبارت کہیں نہیں ملتی کہ کسی اجتہادی مسئلہ میں مشورہ لینے کے لیے آپ نے

---

❶ سنن دارمی (۱/ ۵۸) اس کی سند کے رجال میں جعفر بن برقان کے علاوہ سب ثقہ ہیں، البتہ جعفر صدوق ہیں۔ دیکھئے: السنن الکبریٰ / البیہقی (۱۰/ ۱۱٤) حافظ ابن حجر نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ فتح الباری (۱۳/ ۳)

❷ إعلام الموقعين (۱/ ٦۲). ❸ الاجتهاد فی الفقه الإسلامی ضوابطه و مستقبله ص (۵۳).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان صحابہ کا بھی انتظار کیا ہو یا بلایا ہو جو مدینہ سے باہر رہے ہوں، پس ان دونوں کا طرز عمل بتاتا ہے کہ غیر موجود صحابہ سے قطعِ نظر صرف ان صحابہ کی رائے سے اجماع منعقد ہو جاتا تھا جو مسئلہ کی بحث و تحقیق کے وقت موجود ہوتے تھے۔ ❶

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ خلفائے راشدین کے عدالتی و قانونی لائحہ عمل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جب بھی انھیں کوئی قضیہ پیش آتا یا نو وارد مسئلہ کا حل تلاش کرنا ہوتا تو سب سے پہلے قرآن مجید کی طرف رجوع کرتے، یہاں تک کہ جب اس میں کوئی حل نہ پاتے تو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتے، اگر اس میں بھی نہ ملتا تو وسیع النظری سے کام لیتے ہوئے اپنی رائے استعمال کرتے، خواہ وہ رائے اجتماعی ہوتی یا انفرادی، ان کی اجتماعی رائے سے اجماع کا وجود عمل میں آیا۔ یہ اسلامی قوانین کا ایسا مصدر ہے کہ دورِ نبوت میں جس کا وجود نہ تھا، کتاب اللہ اور سنت رسول کے بعد اسے تیسرے اسلامی مصدر کا مقام حاصل ہے اور چونکہ بہت سارے اسباب کی وجہ سے ہمیشہ یہ ممکن نہیں تھا کہ کسی مسئلہ کے متعلق مشورہ لینے اور ایک خاص حکم پر متفقہ نتیجہ اخذ کرنے کے لیے صحابہ کو اکٹھا کر لیا جائے اس لیے صحابہ کرام فتویٰ اور قضاء کے لیے انفرادی رائے استعمال کرنے پر مجبور ہوئے اور اپنے انفرادی و اجتماعی آراء و اجتہادات میں کتاب اللہ، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مفاسد کے ازالہ و مصالح کو ترجیح دینے والی شریعت کے مقاصد سے واقف عمیق دینی بصیرت پر اعتماد کیا اور ایسے نو وارد مسائل جن کا کوئی حکم نہ ملتا تھا، شریعت کے روح و مزاج کو سامنے رکھ کر ان پر حکم لگایا اور صرف نصوص کے ظاہری الفاظ پر کوئی فیصلہ نہ دیا، انھوں نے عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے قیاس کو استعمال کیا، اسلامی قوانین کے مصادر کا چوتھا مصدر قیاس ہی رہا، جس کا درجہ اگرچہ اجماع کے بعد ہے، لیکن وجود کے اعتبار سے پہلے ہے۔ ❷

پس خلفائے راشدین اور صحابہ کرام نے جن مصادر شریعت پر اعتماد کیا وہ بالاختصار یہ ہیں:

۱۔ قرآن مجید: یہ بنیادی اساس ہے، یہی سرچشمہ حکمت ہے، آیت نبوت اور بصائر و بصیرت کا نور ہے اور اللہ تک رسائی حاصل کرنے کے لیے اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے۔

۲۔ سنت: یعنی صحیح سندوں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ ثابت ہے۔

۳۔ اجماع: اجماع صرف وہی معتبر ہوگا جو قرآن، سنت، یا قیاس صحیح کی بنیادوں پر قائم ہو۔

۴۔ قیاس: خلفائے راشدین اور صحابہ کرام حوادث و مسائل کے لیے جو احکامات صادر کرتے تھے ان میں مصلحت کی ترجیح یا مفاسد کے ازالہ کی رعایت واجبی طور پر کرتے تھے، اسی طرح غیر منصوص مسائل میں ان کے اجتہاد کا دائرہ وسیع ہوا کرتا تھا، جس میں لوگوں کی ضروریات اور مفادات کی پوری رعایت ہوتی تھی۔ ❸

---

❶ الاجتهاد فی الفقه الإسلامی ضوابطه و مستقبله ص (۱۵۳).

❷ الاجتهاد فی الفقه الإسلامی ضوابطه و مستقبله ص (۱۵٤).

❸ الاجتهاد فی الفقه الإسلامی ضوابطه و مستقبله ص (۱۵۹).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خلافت راشدہ کے عہد میں قضاء کی خصوصیات:

دور نبوت کے نظام قضاء کے بعد خلافت راشدہ کے نظام قضاء کا درجہ آتا ہے، دونوں کی خصوصیات میں فرق صرف اتنا ہے کہ دور نبوت کا نظام قضاء اساس اور جڑ کی حیثیت رکھتا ہے، جب کہ خلافت راشدہ کا نظام قضاء اگر ایک طرف اس کی مکمل تصویر اور مثالی تنظیم کی مثال پیش کرتا ہے تو دوسری طرف اسلامی نظام قضاء کا ایک روشن منظر سامنے لاتا ہے اور بعد کے تمام ادوار میں اسے قدوہ، مثل، نمونہ اور مطمح نظر ہونے کا درجہ حاصل رہا ہے۔ بہرحال دور خلافت راشدہ میں نظام قضاء کی اہم خصوصیات کی طرف ہم اختصار سے اشارہ کررہے ہیں:

۱۔ عہد خلافت راشدہ کا نظام قضاء دراصل عہد نبوی کے نظام قضاء کا امتداد تھا، کیونکہ اسی کے اصولوں کی پابندی کی گئی، وہی منہج اختیار کیا گیا، اسی دینی تربیت، ایمان وعقیدہ کے ارتباط اور دینی محافظت کا رواج رہا، دعویٰ کی کارروائی میں سادگی اور عدالتی کارروائی کو مختصر سے مختصر کرنے کی کوشش رہی، اسلامی حکومت کا دائرہ وسیع ہوجانے اور اس میں مختلف قوموں وشہروں کے داخل ہوجانے کے باوجود خصومات اور دعوؤں کی قلت رہی، قاضیوں کے عمدہ انتخاب اور ان میں مطلوبہ شرائط کی پوری پوری رعایت کی جاتی رہی۔

۲۔ خلافت راشدہ کا نظام قضاء، اسلامی نظام قضاء کی صحیح، سچی اور درست تصویر پیش کرتا ہے، اسی لیے وہ نظام محققین اور فقہاء کی تمام تر توجہات کا مرکز رہا اور اس دور کے عدالتی فیصلے اور عدالتی نظم ونسق مختلف ادوار میں تمام علماء و مذاہب کے نزدیک اخلاقی حیثیت ہی سے سبھی فقہی خیالات، عدالتی اجتہادات اور شرعی احکامات کے مصدر قرار پائے۔ اگرچہ مسائل کی تدقیق اور جزئیات وتفصیلات کی تعیین میں اختلاف رہا، مثلاً اصول فقہ، مصطلح حدیث اور تاریخ تشریع اسلامی کی کتابوں کی یہ بحث کہ صحابی کا قول حجت ہے یا نہیں؟ ان شاء اللہ اس سلسلہ میں تفصیلی گفتگو آئندہ صفحات میں ہوگی۔

۳۔ خلفائے راشدین اور ریاستوں کے بعض گورنران نے براہ راست نزاعی مسائل کو حل کیا اور منصب ولایت کے ساتھ منصب قضاء کو سنبھالا اور دیوانی ونظام حسبہ (عام نگرانی کا منصب) پر بھی پوری پوری توجہ دی۔ [1]

۴۔ خلفائے راشدین نے اکثر ریاستوں اور شہروں میں منصب قضاء کے لیے مستقل قاضیوں کو مقرر کیا، یہ بالکل ابتدائی شکل اور ایسے مرحلے کا آغاز تھا جس میں عہد قضاء کو دیگر مناصب سے الگ کردیا گیا تھا اور بڑے بڑے شہروں میں جہاں قاضیوں کا تقرر ریاست کے گورنران کرتے تھے انھیں ان قاضیوں پر اختیار نہ ہوتا تھا، جب کہ چھوٹی ریاستوں میں گورنر ہی منصب ولایت کے ساتھ منصب قضاء کو بھی دیکھتا تھا اور سب کے سب خلیفۂ راشد کے دائرۂ احتساب اور اس کی نگاہ میں ہوتے تھے۔

۵۔ عہد خلافت راشدہ میں قاضی حضرات مجتہد ہوا کرتے تھے۔ مسائل کے حل کے لیے براہ راست قرآن اور سنت کی طرف رجوع کرتے تھے اور ان دونوں کے مطابق فیصلہ کرتے، اگر پیش آمدہ واقعہ کے بارے میں

---

[1] تاریخ القضاء فی الإسلام ص (۱۵۸).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کوئی صریح حکم نہ پاتے تو اپنے اسلاف کے فیصلوں کا سہارا لیتے، معاصر علماء سے مشورہ کرتے، پھر اپنے اجتہاد کی روشنی میں جس نتیجہ پر پہنچتے اسی پر فیصلہ صادر کرتے۔

۶۔ دورِ نبوی کے نظام قضاء کا اسلوب و منہج اختیار کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ خلافت راشدہ کے دور میں قضاء کے جدید مصادر وجود میں آئے اور قرآن، سنت، اجماع، قیاس، دورِ نبوت اور پیشرو خلفاء کے گزشتہ فیصلے اور مشورہ کے ساتھ انفرادی و اجتماعی اجتہادات عدالتی احکام کے مصادر قرار پائے۔

۷۔ خلافت راشدہ کے عہد میں عدلیہ کو حکومتی سطح پر نہایت دقیق انداز میں منظم کیا گیا۔ عمر اور علی رضی اللہ عنہما نے عدلیہ کو منظم کرنے اور قضاء کے دستور و منہج کو واضح کرنے کے لیے ریاستی حکام اور قاضیوں کے نام خطوط ارسال فرمائے۔ بایں ہمہ خلفائے راشدین نے اپنے اپنے عہد حکومت میں قاضیوں پر اپنی نگاہیں رکھیں، ان کی نگرانی کرتے رہے، ان سے تبادلۂ خیال کرتے، ان کے حالات اور فیصلوں کا جائزہ لیتے رہتے، اپنے اہم، پیچیدہ اور خطرناک معاملات میں ان سے بھی رائے مشورہ لیتے، دور فاروقی میں نظام قضاء کی مذکورہ خصوصیت اپنی اوج پر تھی۔ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں اس خصوصیت میں قدرے تخفیف ہوئی اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں حالات وظروف کی ابتری، فتنوں کی کثرت، خانہ جنگی، شام میں خودمختاری کی بیج اور اختیارات کے متعدد ہاتھوں کے ظہور کی وجہ سے یہ خصوصیات زیادہ ہی کمزور ہوگئیں۔

۸۔ خلافت راشدہ میں قاضی کے عدالتی اختیارات عموماً تمام تر احوال و واقعات کو شامل ہوتے تھے، اس کے اختیارات کا دائرہ وسیع ہوتا تھا اور عدالتی کارروائی کو انجام دینے میں اسے پوری آزادی حاصل ہوتی تھی، لیکن اس دور میں موضوع اور نوعیت کے اعتبار سے قاضیوں کے اختیارات کی بنیاد پڑی۔ چھوٹے اور معمولی حوادث و مسائل کے لیے مستقل الگ اور بڑے بڑے واقعات وحوادث کے لیے جدا جدا قاضیوں کا تقرر عمل میں آیا، جب کہ اکثر خلفاء جنایات و حدود کے معاملے کو خود سنبھالتے تھے، اگرچہ اس ضمن میں بعض گورنران ریاست کا بھی نام آتا ہے۔

اسی طرح اس عہد میں مدینہ، کوفہ، بصرہ اور یمن جیسے بڑے بڑے شہروں میں ایک ہی وقت میں ایک ہی شہر میں کئی کئی قاضیوں کا تقرر ہوا، نیز اسی دور میں پہلی مرتبہ اسلامی فوج کے لیے بھی مستقل قاضی کا تعین ہوا۔

۹۔ دور نبوی میں عدالتی احکامات کی نگرانی، قرآن وسنت اور ان دونوں کے موافق اجتہاد پر اعتماد کرنے کا جو رواج تھا اسے تاکید و تائید حاصل رہی، اجتہاد و رائے کو اعتماد اس لیے حاصل رہا کہ اجتہاد اپنے جیسے اجتہاد سے باطل نہیں ہوتا، ہاں جب قرآن اور سنت سے معارض ہو تبھی اسے باطل قرار دیا جاتا ہے۔ [1]

۱۰۔ خلافت راشدہ کے دور میں منظم شکل میں قاضیوں کی تنخواہیں مقرر کی گئیں، ان کے لیے کشادگی کے سامان فراہم کیے گئے، قضاء کے لیے مستقل محکمہ کا قیام عمل میں آیا، مجرموں کو قید کرنے کے لیے قید خانے تعمیر کیے

[1] تاریخ القضاء فی الإسلام ص (۱۵۹).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گئے اور پہلی مرتبہ یہ بات وجود میں آئی کہ بزرگ و ممتاز صحابہ منصب قضاء سنبھالنے سے باز رہے، مثلاً عثمان رضی اللہ عنہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو اس منصب پر فائز کرنا چاہا تو انھوں نے انکار کر دیا اور کعب بن یسار بن ضَنَّہ کو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مصر کا عہدۂ قضا سونپنا چاہا تو انھوں نے بھی اسے لینے سے انکار کر دیا۔ بعض روایات میں ہے کہ چند دنوں کے لیے قبول کر لیا تھا، لیکن پھر الگ ہو گئے۔ ❶

۱۱۔ خلافت راشدہ میں دعویٰ کی سماعت سے لے کر بینہ اثبات اور دلائل کی روشنی میں فیصلہ صادر کرنے اور اسے نافذ کرنے تک کے تمام مراحل کی کارروائی نہایت مختصر اور آسان ہوتی تھی، کمزور کی حمایت، مظلوم کی مدد، فریقین میں عدل و مساوات اور خلیفۂ وقت، امیر اور والیٔ ریاست سے لے کر تمام لوگوں پر حق اور شرع کی تنفیذ کرنے میں قضاء کے جملہ آداب ملحوظ رکھے جاتے تھے، خلافت راشدہ کے ماقبل دور میں اگر قاضی کے ماتحت کارندے خوشی خوشی کسی فیصلہ کو نافذ کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتے تو عموماً قاضی بذات خود فیصلہ کو نافذ کرتا اور فیصلہ کے فوراً بعد حکم کی تنفیذ کی جاتی، البتہ خلافت راشدہ میں چند جدید اصلاحات ہوئیں، عہد فاروقی میں قاضی کا ایک دیوان مقرر کیا گیا، عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں قاضی اور والی کی مدد و محافظت کے لیے عام پولیس اور شخصی محافظین مقرر کیے گئے اور علی رضی اللہ عنہ کے دور میں جرائم کی تحقیق کو بہت ترقی ملی، حق تک رسائی حاصل کرنے اور حقیقی صورت حال سے واقفیت کے لیے آپ نے گواہوں میں فرق کرنے کے ایسے طریقے اختیار کیے کہ اس سلسلے میں وہ ضرب المثل بن گئے۔ ❷

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے مشہور قاضی:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور حکومت سے پہلے کے جن قاضیوں کو منصب قضاء کے مناسب سمجھا انھیں اپنے منصب پر باقی رکھا اور مزید چند دیگر قاضیوں و والیانِ ریاست کا بھی تقرر کیا۔ ❸ آپ کے اہم قاضی اور والی یہ ہیں:

۱۔ شریح بن حارث: کوفہ کے منصب قضاء پر پہلے سے فائز تھے، آپ نے انھیں وہیں باقی رکھا اور (۵۰۰) درہم ماہانہ تنخواہ دیتے رہے۔ ❹

۲۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ: سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو بھی کوفہ کا قاضی مقرر کیا تھا، علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں کچھ دنوں تک انھیں اپنے منصب پر باقی رکھا لیکن پھر معزول کر دیا۔

۳۔ عبیداللہ بن مسعود: یمن کے والی (گورنر) اور قاضی مقرر ہوئے۔ ❺

۴۔ عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ: بصرہ پر۔

۵۔ قیس بن سعد رضی اللہ عنہ: مصر پر، فتح مصر کے موقع پر آپ موجود تھے، وہاں آپ نے ایک گھر بنانے کا خاکہ تیار کیا

---

❶ تاریخ القضاء فی الإسلام ص (۱۶۰). ❷ تاریخ القضاء فی الإسلام ص (۱۶۰).

❸ القضاء فی صدر الإسلام / جبر محمود ص (۲۳۹).

❹ أخبار القضاء (۲/ ۲۲۷). ❺ تاریخ القضاء فی الإسلام ص (۱۴۹).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تھا، علی رضی اللہ عنہ نے انھیں مصر کا گورنر بنایا، لیکن پھر انھیں معزول کر کے ان کی جگہ محمد بن ابوبکر کو بنا دیا۔ ❶

۶۔ عمارہ بن شہاب رضی اللہ عنہ: کوفہ پر۔

۷۔ قثم بن عباس رضی اللہ عنہما، مدینہ پر اور پھر ۳۷ھ میں مکہ اور طائف پر۔ ❷

۸۔ جعدہ بن ہبیرہ مخزومی کو خراسان پر پھر ان کی جگہ پر خالد بن قبرہ یربوعی کو مقرر کیا۔ ❸

۹۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بصرہ کا گورنر اور ابوالاسود الدولی کو وہاں کا قاضی بنایا اور ایک روایت کے مطابق مہلب بن ابی صفرہ کے اخیافی بھائی عبدالرحمن بن یزید الحدانی کو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بصرہ کا قاضی بنایا تھا اور علی رضی اللہ عنہ کے مکمل دور حکومت نیز معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایام حکومت کے چند ابتدائی سالوں تک آپ وہاں کے قاضی رہے، یہاں تک کہ زیاد آئے اور انھوں نے آپ کو معزول کیا۔ ❹

امام ابوعبیدہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہ لوگوں کو فتویٰ دیتے تھے اور ان کے معاملات کا فیصلہ بھی کرتے تھے۔ ❺ جب آپ بصرہ سے چلے گئے تو ابوالاسود الدولی کو اپنی جگہ پر مقرر کر گئے پھر یہی وہاں کے مفتی ہو گئے، اس دور میں قاضی کو مفتی بھی کہا جاتا تھا، آپ اسی منصب پر باقی رہے یہاں تک کہ ۴۰ھ میں شہید کر دیے گئے۔ ابوالاسود الدولی سے کئی نادر اور عمدہ فیصلے منقول ہیں، واضح رہے کہ امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مدینہ سے بصرہ منتقل ہوئے تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو مدینہ کا گورنر بنا دیا تھا۔ ❻

۱۰۔ سعید بن نمران ہمدانی: سیّدنا علی رضی اللہ عنہ جب کوفہ تشریف لائے تو سعید کو وہاں کا قاضی بنایا، لیکن کچھ ہی دنوں بعد انھیں معزول کر دیا، پھر مصعب بن زبیر نے انھیں کوفہ کا قاضی بنا دیا اور انھوں نے تین سالوں تک اس منصب کو سنبھالا بالآخر ابن زبیر نے عبداللہ بن عتبہ بن مسعود کو وہاں کا قاضی بنا دیا۔ ❼

۱۱۔ عبیدۃ السلمانی: آپ کا نام محمد بن حمزہ ہے، علی رضی اللہ عنہ نے سعید ہمدانی کو معزول کر کے انھیں کوفہ کا قاضی مقرر کیا تھا اور یہ نصیحت کی تھی کہ جیسے تمھارے پیشرو قاضی فیصلہ کرتے آئے ہیں تم بھی فیصلہ کرتے رہنا۔ پھر آپ نے انھیں معزول کر کے شریح کو قاضی بنا دیا۔ امام شعبی فرماتے ہیں: شریح قضاء کے سب سے زیادہ ماہر تھے، اور عبیدہ قضاء میں شریح کے ہم پلہ تھے، آپ کے نہایت عمدہ اور انوکھے فیصلے پائے جاتے ہیں، آپ کوفہ کے مشہور علماء سے میں سے تھے، شریح بہت سارے مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ❽

۱۲۔ محمد بن یزید بن خلیدہ الشیبانی: آپ کو بھی سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ کا قاضی مقرر کیا تھا اور وہاں آپ نے متعدد فیصلے کیے تھے۔ ❾

---

❶ تاریخ طبری (٥/ ٥٨٩).
❷ تاریخ طبری (٦/ ٧١).
❸ تاریخ القضاء فی الإسلام ص (١٥١).
❹ أخبار القضاة (١/ ٢٨٨، ٢٨٩).
❺ أخبار القضاة (١/ ٢٨٨).
❻ تاریخ القضاء فی الإسلام ص (١٥١).
❼ أخبار القضاة (٢/ ٣٩٦، ٣٩٧).
❽ طبقات ابن سعد (٦/ ١٠) أخبار القضاة (٢/ ٣٩٩، ٤٠١).
❾ أخبار القضاة (١/ ٣٩٥).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ جس شہر اور ریاست میں کوئی قاضی مقرر کرتے وہی وہاں کا گورنر بھی ہوا کرتا، اس لیے منصب سیّدنا ولایت کے اختیارات عمومی تھے، اس میں فیصلہ دینا، اداراتی ذمہ داریاں سنبھالنا، حدود نافذ کرنا، امامت کرنا اور صدقات کی وصولی جیسے کام شامل تھے۔ ❶

بعض اوقات قاضیوں کی تقرری میں اپنے گورنروں کو یہ ہدایت دیے ہوتے کہ خوب تحقیق و تفتیش کے بعد انھیں منتخب کریں، پس گاہے بگاہے آپ کا عمل اس بات کی دلیل ہے کہ بڑی بڑی ریاستیوں کے تابع چھوٹے چھوٹے شہروں میں قاضی کی تقرری کا اختیار گورنر کو ہوتا تھا، حالانکہ بیشتر یہی ہوتا تھا کہ گورنرانِ ریاست جن شہروں میں اقامت گزیں ہوتے وہاں کے قاضی بھی ہوتے، اس دور کے قاضیوں کے حالات کا جائزہ لینے سے ایسا لگتا ہے کہ قاضیوں کے فیصلوں کے خلاف جو مقدمات دائر ہوتے تھے اور خاص طور پر ایسے قاضیوں کے فیصلے جن کا تقرر ریاست کا گورنر کرتا تھا، ریاستی گورنران کو ایسے دیوانی کے مقدمات میں نظر ثانی کا حق حاصل ہوتا تھا، اسی طرح چونکہ ریاست پر ان کا دائرہ اختیار عمومی ہوتا تھا اس لیے خلیفہ کی طرف سے مقرر کردہ قاضیوں کے دیوانی مقدمات پر نظر ثانی کا انھیں حق ہوتا تھا۔ ❷ البتہ اتنا ضرور تھا کہ جب اس طرح کے معاملات پیش آ جاتے تو گورنرانِ ریاست خلیفہ وقت سے رجوع کرتے اور یہ کوئی نئی بات نہ تھی، بلکہ خلفاء اپنی عادت کے مطابق ہر کس و ناکس کی شکایتیں سننے کے لیے اپنا دروازہ کھلا رکھتے تھے، خواہ یہ شکایات گورنروں کے خلاف ہوں، یا قاضی کے یا خراج کے محصلین وغیرہ کے خلاف۔ ❸

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا اسلوب قضاء، اپنے پیشرو خلفاء کے فیصلوں کے متعلق آپ کا نظریہ، قضاء کے مولین، اس کی مخصوص جگہ اور رشوت سے پاک صاف مفت فیصلہ:

۱: اسلوب قضاء کی سابقہ نوعیت پر اکتفا کرنا:

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ اسلوب قضاء اور سماعت مقدمات کے اصولوں میں بعض ایسی تبدیلیاں لانا چاہتے تھے تو معاشرہ کو درپیش جدید تقاضوں کے مناسب ہوں، لیکن آپ نے حالات کو قابو میں آ جانے تک کے لیے اسے موخر کیا، چنانچہ آپ فرماتے: تم جیسے پہلے فیصلہ کرتے تھے کرتے رہو، یہاں تک کہ سب ایک جماعت ہو جاؤ، کیونکہ میں اختلاف سے ڈرتا ہوں۔ ❹

۲: سابقہ فیصلوں کو اپنی حالت پر باقی رکھنا:

ملکی حالات میں امن و استقرار پیدا کرنے کی خاطر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ بعد میں آنے والا قاضی اپنے ماقبل کے فیصلہ کو منسوخ نہ کرے، آپ نے نجران کے نصاریٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک معاہدہ تحریر کیا تھا، سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں جب ان کی تعداد زیادہ ہوگئی تو آپ نے مسلمانوں کے لیے ان سے خطرہ محسوس کیا، ایک مرتبہ ان کے درمیان اختلاف واقع ہوا، وہ سب عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور معاہدہ میں تبدیلی کا

❶ فضائل أمير المومنين / عبدالله بن عثمان ص (۲۹۰). ❷ الأحكام السلطانية / الماوردي ص (۷۷).
❸ الولاية على البلدان (۲/ ۹۳). ❹ مصنف عبدالرزاق (۱۱/ ۳۲۹).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مطالبہ کیا۔ آپ نے معاہدہ میں تبدیلی کر دی اور ان پر مزید کچھ تاوان عائد کر دیا، پھر وہ سب اپنے مطالبہ پر نادم ہوئے اور چاہا کہ بدلے ہوئے معاہدہ کو منسوخ کر دیں، لیکن آپ نے اسے ماننے سے انکار کر دیا، پھر جب علی رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو وہ سب آپ کے پاس آئے اور کہا کہ اے امیر المومنین! آپ کی اپنی زبان کی سفارش تھی اور آپ کے ہاتھوں کی تحریر تھی آپ اول معاہدہ کو نافذ کر دیں۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمھارا ستیاناس ہو، عمر رضی اللہ عنہ معاملہ شناس تھے۔ ❶ میں سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے کو منسوخ نہیں کر سکتا۔ ❷

۳: قضاء کی اہلیت:

منصب قضاء ایک عمومی منصب ہے، اس لیے ملکی اقتدار اعلیٰ یعنی حاکم وقت کے لیے عقل، بلوغت اور اسلام جیسی جو اہم شرائط ہیں قاضی کے لیے بھی وہی چیزیں مشروط ہیں، مزید برآں قاضی کے لیے ضروری شرط یہ ہے کہ وہ پاک دامن ہو، لالچی نہ ہو، بردبار ہو بے صبرا نہ ہو، بات سن کر جذبات نہ بھڑکیں، بے موزوں تصرف کو دیکھ کر غصہ میں نہ آئے، احکام شریعت اور اس کے ناسخ و منسوخ کا عالم ہو، چنانچہ علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک قاضی سے پوچھا: کیا تمھیں شریعت کے ناسخ و منسوخ کا علم ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: تم خود ہلاک ہوئے اور دوسروں کو بھی ہلاک کیا۔ ❸ آپ نے اس قاضی سے ناسخ و منسوخ کے بارے میں خاص طور سے اس لیے پوچھا تھا کہ اس دور میں ناسخ و منسوخ کی معرفت کوئی آسان چیز نہ تھی۔

قاضی کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ اپنے ماسبق قاضیوں کے فیصلوں کا اسے علم ہو، تاکہ ان کے راستے سے نہ ہٹے اور احکامات کی بے ضابطگی کی جڑ کٹ جائے۔ قاضی کو متواضع ہونا چاہیے، اپنے سے زیادہ ذی علم اور عقل مند سے مشورہ لینے میں وہ ہچکچاہٹ نہ محسوس کرے، اس لیے کہ ایسے افراد سے مشورہ لینا اسے فیصلوں میں غلطی کرنے سے بچانے والا ہے۔ وہ حق کے لیے بے باک ہو، حق فیصلہ سنانے سے پیچھے نہ ہٹے، اگرچہ حاکمِ وقت ناراض ہی کیوں نہ ہو، اس سلسلے میں علی رضی اللہ عنہ کا یہ زریں قول مذکورہ تمام اوصاف کو شامل ہے۔ آپ فرماتے ہیں: کوئی قاضی اس وقت تک قاضی نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس میں پانچ اوصاف نہ ہوں: (۱) پاک دامنی، (۲) بردباری، (۳) ماسبق فیصلوں کا علم، (۴) علماء و دانش وروں سے مشورہ، (۵) اللہ کے لیے کسی ملامت گر کی ملامت سے بے باکی۔ ❹

٤: محکمہ کا موقع و محل:

قاضی کے لیے ضروری ہے کہ مقدمات کی سماعت کے لیے شہر کی مرکزی جگہ پر بیٹھے تاکہ ہر ایک کے لیے وہاں تک پہنچنا آسان ہو، اسی لیے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ قاضی شریح کو حکم دیتے تھے کہ وہ فیصلہ کے لیے جامع مسجد میں بیٹھیں ❺ تاکہ فریادیوں کا ان تک پہنچنا آسان ہو۔ ❻

---

❶ سنن البیهقی (۱۰/ ۱۲۰). ❷ المغنی (۹/ ۵۷).
❸ سنن البیهقی (۱۰/ ۱۱۷). ❹ المغنی (۹/ ٤۳).
❺ مسند زید (٤/ ۱۳۷) موسوعة فقه علی بن أبی طالب ص (٥۰٦).
❻ موسوعة فقه علی بن أبی طالب ص (٥۰٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۵: رشوت سے پاک اور مفت فیصلہ:

چونکہ انسانوں کو عدل وانصاف دلانا اسلامی ملک کے بنیادی مقاصد میں شامل ہے، اس لیے اسلامی فقہ کا یہ فیصلہ ہے کہ حق بحق دار رسید میں کوئی چیز حائل نہ ہو اور اسی لیے مدعی و مدعی علیہ میں سے کسی کو اس بات کی اجازت نہیں دی گئی کہ معاملہ کے تصفیہ کے لیے دونوں میں سے کوئی بھی قاضی، یا حاکمِ وقت کو مال یا رشوت دے، بلکہ اسلامی حکومت خود ذمہ دار ہوتی ہے کہ حاکم اور محکمہ کے تمام اخراجات کو برداشت کرے، یہی وجہ تھی کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ قاضی شریح کو مقررہ تنخواہ دیتے تھے جب آپ کو کوفہ کا قاضی مقرر کیا تو ۵۰۰ درہم آپ کی تنخواہ بھی مقرر کی۔ ❶

٦: مقدمات میں وکالت کا آغاز:

خلافت راشدہ کے دور میں مقدمات میں وکالت کی بنیاد پڑی، چنانچہ علی رضی اللہ عنہ اپنے بھائی عقیل کو مقدمات میں اپنا وکیل بناتے تھے اور جب وہ عمر رسیدہ ہو گئے تو عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کو عدالت میں اپنا وکیل بنایا۔ آپ فرماتے تھے: جو فیصلہ میرے وکیل کے حق میں سنایا جائے گا وہ میرے حق میں ہوگا اور جو فیصلہ میرے وکیل کے خلاف ہوگا وہ میرے خلاف ہوگا۔ ❷

قاضی کے فرائض

فریقین کو مکمل عدل وانصاف دلانے کے لیے ضروری ہے کہ قاضی چند چیزوں کی رعایت کرے:

۱۔ زیر سماعت مقدمہ کا ہر پہلو سے جائزہ لینا:

قاضی کے لیے ہرگز جائز نہیں کہ زیر سماعت مقدمہ کا ہر پہلو سے جائزہ لینے اور اطمینان بخش نتیجہ تک پہنچنے سے پہلے فیصلہ صادر کرنے میں جلدی کر جائے، اسی لیے علی رضی اللہ عنہ نے قاضی شریح سے کہا تھا کہ ’’تمھاری زبان اس وقت تک تمھاری غلام ہے، جب تک کوئی بات بولو نہیں اور جب کوئی بات بول دیا تو تم اس کے غلام ہو گئے۔ لہٰذا چاک و چوبند رہو کہ تم کیا فیصلہ دے رہو؟ اور کس چیز کا فیصلہ دے رہو؟ اور کیسے فیصلہ کر رہے ہو؟ ❸

۲۔ فریقین کے درمیان مساوات:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مہمان آیا اور چند دنوں قیام کیا، موقع ملنے پر اپنے فریق مخالف کے خلاف سفارش کی بات کہی تو آپ نے اس سے پوچھا: کیا تم مقدمہ لے کر آئے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: تم یہاں سے چلے جاؤ، ہمیں اس بات سے روکا گیا ہے کہ کسی ایک فریق کی ضیافت کریں، الا یہ کہ دونوں فریق ایک ساتھ آئیں۔ ❹

❶ موسوعة فقه علي بن أبي طالب ص (٥٠٦).

❷ أصول المحاكمات الشرعية ص (٧٠) تاريخ القضاء في الإسلام ص (١٣٢) یہاں یہ واضح رہے کہ اس دور کی وکالت کا موجودہ وکالت سے کوئی تعلق نہیں، موجودہ دور کی وکالت کذب بیانی، دھوکا دہی پر مبنی ہے، وہ وکیل آج سب سے زیادہ کامیاب سمجھا جاتا ہے جو اپنی چرب زبانی اور دھوکا دہی سے جھوٹ کو سچ ثابت کر لے جائے۔ قرون اولیٰ میں ایسی وکالت کا تصور نہیں پایا جاتا تھا۔ (مترجم)

❸ كنز العمال (١٤٤٣٣). ❹ كنز العمال (١٤٤٢٩) مصنف عبدالرزاق (٨/ ٣٠٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۳۔ فریقین پر آواز بلند کرنے اور ڈانٹنے کی ممانعت:

سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ابوالاسود الدولی کو قاضی مقرر کیا اور پھر معزول کر دیا۔ ابوالاسود نے کہا: میں نے کوئی خیانت نہ کی اور نہ کوئی گناہ کیا، آپ نے مجھے کیوں معزول کر دیا؟ آپ نے جواب دیا: میں نے دیکھا کہ فریقین پر تمھاری آواز بلند ہو رہی ہے۔ ❶

۴۔ کسی دباؤ اور نفسیاتی میلان سے گریز:

مقدمات کی سماعت میں اگر قرابت داری یا مال یا بغض وعداوت یا کسی چیز کا دباؤ سامنے آئے تو قاضی کو اس سے قطعاً متاثر نہیں ہونا چاہیے، جعدہ بن ہبیرہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: اے امیر المومنین! اگر آپ کے پاس دو ایسے آدمی آئیں کہ ایک کے نزدیک آپ اس کی جان سے زیادہ محبوب ہوں اور دوسرا آپ سے اس قدر نفرت کرتا ہو کہ اگر موقع پائے تو ذبح کر دے، کیا آپ ایسی صورت میں دوسرے کے خلاف اور پہلے کے حق میں فیصلہ دیں گے؟ راوی کا خود بیان ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے انھیں ڈانٹا کہا اور فرمایا: یہ ایسی چیز ہے کہ اگر اس کا تعلق میری ذات سے ہوتا تو ممکن تھا ایسا کر گزرتا، لیکن یہاں معاملہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ ❷

۵۔ مشورہ طلبی:

قاضی کے لیے ضروری ہے کہ ذی علم، اور اہل رائے سے مشورہ لیتا رہے، تاکہ حق کا دامن چھوٹنے نہ پائے۔ خود علی رضی اللہ عنہ اس شوریٰ کمیٹی کے ایک ممبر تھے جسے کسی مشکل حالت آجانے پر خلفاء طلب کیا کرتے تھے، امام خصاف نے اپنی کتاب ''ادب القاضی'' میں لکھا ہے کہ جب عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی دو آدمی جھگڑا لے کر آتے تو آپ ایک سے کہتے: جاؤ علی کو بلا لاؤ اور دوسرے سے کہتے جاؤ طلحہ، زبیر اور فلاں فلاں اصحاب رسول کو بلا لاؤ، جب سب لوگ آجاتے تو فریقین سے فرماتے: اب تم دونوں اپنی بات رکھو، جب وہ اپنی بات کہہ کر فارغ ہو جاتے تو آپ صحابہ کی طرف متوجہ ہوتے اور ان سے پوچھتے کہ آپ لوگ کیا فرما رہے ہیں۔ اگر ان سب کی بات آپ کے فیصلہ کے موافق ہوتی تو آپ فیصلہ سنا دیتے اور اس کے بعد چلے جاتے۔ ❸

---

❶ المغني (٩/ ١٠٤). ❷ فقه علي بن أبي طالب / قلعجي ص (٥٠٨).

❸ شرح أدب القاضي / الخصاف (١/ ٣٠٥) موسوعة فقه علي بن أبي طالب ص (٥٠٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۳)

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی فقاہت

عبادات

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ دینی علم وبصیرت کا سمندر تھے، آپ نے عبادات کے احکام بتانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی، اگر ان احکامات کو یکجا کیا جائے تو کئی ضخیم جلدیں درکار ہوں گی۔ ❶ میں اس کتاب میں بطور مثال صرف چند احکام کا مجموعہ ذکر کروں گا:

طہارت کے احکام

۱۔ شیر خوار بچی کا پیشاب دھویا جائے گا اور بچے کے پیشاب پر چھینٹے مارے جائیں گے:

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بچی کا پیشاب دھویا جائے گا اور بچے کے پیشاب پر چھینٹے مارے جائیں گے، جب تک کہ وہ اناج نہ کھائیں۔ ❷ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں پیشاب کر دیا تو لبابہ بنت حارث رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے اپنا کپڑا دے دیں اور دوسرا کپڑا پہن لیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچے کے پیشاب پر چھینٹے مارے جائیں گے اور بچی کا پیشاب دھویا جائے گا۔ ❸

۲۔ بیٹھنے والے کی نیند اور اس کے ناقض وضو ہونے کا حکم:

امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں اپنی سند سے لکھا ہے کہ علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما اور امام شعبی نے بیٹھ کر سونے والے آدمی کے بارے میں فتویٰ دیا کہ اس پر وضو لازم نہیں ہے۔ ❹ اس کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے:

((اَلْعَیْنُ وِکَاءُ السَّهِ فَمَنْ نَامَ فَلْیَتَوَضَّأْ .)) ❺

---

❶ اس ضمن میں دو کتابیں قابل ذکر ہیں (۱) موسوعة فقه علی بن أبی طالب / محمد قلعجی (۲) فقه الإمام علی / أحمد طه.

❷ صحیح سنن ابی داؤد / البانی (۱/ ۷۵) یہ حدیث موقوفاً صحیح ہے۔

❸ صحیح سنن ابن ماجه (۱/ ۸۵) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

❹ مصنف عبدالرزاق (۱/ ۱۳۱).

❺ صحیح سنن ابی داؤد / البانی (۱/ ۴۱) اس حدیث میں بیٹھ کر سونے اور لیٹ کر سونے کے درمیان تفریق نہیں کی گئی ہے مطلق نیند کو ناقض کہا گیا ہے لہٰذا اس کو بطور دلیل ذکر کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں راجح بات یہ ہے کہ گہری نیند ناقض ہے ہلکی نیند جس سے ہوش وحواس ختم نہ ہوں ناقض نہیں ہے خواہ کسی حالت میں ہو اس طرح تمام روایات میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔ (مترجم)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''آنکھ شرم گاہ کا بندھن ہے، پس جو سو گیا وہ وضو کر لے۔''

۳۔ مذی ناقض وضو ہے:

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے بہت مذی آتی تھی، میں نے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کا لحاظ کرتے ہوئے) ایک آدمی ❶ کو حکم دیا کہ اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھیں، انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا:

((تَوَضَّأْ وَ اغْسِلْ ذَكَرَكَ .)) ❷ ...... ''وضو کرو اور اپنی شرمگاہ دھولو۔''

۴۔ جنابت کے علاوہ تمام حالات میں مصحف کو ہاتھ میں لیے بغیر قرآن کی تلاوت کرنا:

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کے علاوہ بقیہ تمام حالات میں ہمیں قرآن پڑھاتے تھے۔ ❸

عامر شعبی کہتے ہیں کہ میں نے ابو العریف ہمدانی کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، انھوں نے پیشاب کیا اور پھر کہا: قرآن کو پڑھو، جب تک جنابت نہ ہو، اور جب جنابت لاحق ہو تو ہرگز نہ پڑھو، حتی کہ ایک حرف بھی نہ پڑھو۔ ❹

۵۔ حائضہ عورت سے وطی کرنا:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اگر ایک آدمی اپنی بیوی سے حالت حیض میں وطی کر لے تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: اس پر کفارہ نہیں ہے، سوائے اس کے کہ وہ توبہ کر لے۔ ❺ واضح رہے کہ پوری امت مسلمہ اس بات پر متفق ہے کہ حالت حیض میں عورت سے جماع کرنا حرام ہے۔ ❻ اس لیے کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿ وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ؕ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَ لَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ ﴾

(البقرة: ۲۲۲)

''اور وہ تجھ سے حیض کے متعلق پوچھتے ہیں، کہہ دے وہ ایک طرح کی گندگی ہے، سو حیض میں عورتوں سے علیحدہ رہو اور ان کے قریب نہ جاؤ، یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں، پھر جب وہ غسل کر لیں تو ان

---

❶ اس سے مراد مقداد بن اسود ہیں، جیسا کہ صحیح بخاری میں وضاحت ہے۔

❷ صحيح مسلم / الحيض (۱/ ۲٤۷).

❸ مسند أحمد (۲/ ۵۱) احمد شاکر فرماتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے۔ ❹ مصنف عبدالرزاق (۱/ ۳۳٦).

❺ مصنف ابن أبي شيبه (۱/ ۵۹). اس سلسلہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "يتصدق بدينار أو نصف دينار۔" صحيح سنن ابی داود، البانی (۲٦٤) (ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرے۔) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اگر حیض کے ابتدائی ایام میں ہو تو ایک دینار اور آخری ایام میں ہو تو نصف دینار صدقہ کرے۔ دیکھیے: صحيح سنن أبي داؤد (۲٦۵) (مترجم)

❻ بداية المجتهد (۱/ ۵۷)۔ والمجموع (۲/ ۳۵۹).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے پاس آؤ جہاں سے تمھیں اللہ نے حکم دیا ہے۔''

۶۔ حائضہ عورت سے مباشرت:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اگر آپ کی بیوی حائضہ ہو تو اس سے آپ کے لیے کیا جائز ہوگا؟ آپ نے فرمایا: جو ازار کے اوپر ہے۔ ❶ اس کی دلیل عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے۔ فرماتی ہیں کہ ہم میں سے جب کوئی حیض سے ہوتی تھی تو آپ اسے حکم دیتے تھے کہ شرم گاہ پر ازار باندھ لے پھر آپ اس سے مباشرت کرتے تھے۔ ❷

نماز کے احکام

۱۔ رکوع یا سجدہ کی حالت میں تلاوت قرآن کی ممانعت:

سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے رکوع یا سجدہ کی حالت میں قرآن کی تلاوت کرنے سے منع فرمایا۔ ❸

۲۔ نماز نہ پڑھنے والا کافر ہے:

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اے امیر المومنین! نماز نہ پڑھنی والی عورت کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: جو نماز نہ پڑھے وہ کافر ہے۔ ❹

عبداللہ بن شقیق کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نماز کے علاوہ کوئی اور عمل چھوڑنے کو کفر نہیں جانتے تھے۔ اس لیے کہ نماز ایسی عبادت ہے جس کے ذریعے سے اسلام میں داخل ہوا جاتا ہے، پس اس کے چھوڑنے سے مسلمان اسلام سے نکل جائے گا، جیسے کہ کلمۂ شہادت کا مسئلہ ہے۔ ❺ اس حکم کی تائید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے ہوتی ہے:

((إِنَّ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنِ الشِّرْكِ وَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ .)) ❻

''آدمی اور شرک وکفر کے درمیان حد فاصل نماز چھوڑ دینا ہے۔''

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نماز چھوڑنے والا اگر نماز کا منکر ہے تو تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وہ کافر ہے، اور ملت اسلام سے خارج ہے، الا یہ کہ وہ نومسلم ہو، مسلمان کی اتنی صحبت اسے نہ ملی ہو کہ جس میں نماز کی فرضیت کو وہ جان سکتا ہو اور اگر نماز کے وجوب کا عقیدہ رکھتے ہوئے سستی کی وجہ سے نماز چھوڑ رہا ہے جیسا کہ آج کے مسلمانوں کا حال ہے تو اس سلسلے میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام مالک، شافعی اور جمہور سلف وخلف کا مسلک یہ

---

❶ فقه الإمام علی بن أبی طالب (۱/ ۱۵۵).

❷ صحیح مسلم (۱/ ۱۶۶) حالت حیض میں شرم گاہ میں مباشرت حرام ہے، البتہ بیوی سے بوس و کنار ہونا، اس کے ساتھ لیٹنا اور لطف اندوز ہونا منع نہیں ہے۔ شرم گاہ کے علاوہ بیوی سے جس طرح چاہے لطف اندوز ہوسکتا ہے۔ یہاں مباشرت سے یہی مراد ہے۔ (مترجم)

❸ صحیح مسلم (۱/ ۳۴۹).   ❹ مصنف ابن أبی شیبة (۱۱/ ۴۷) کنز العمال (۸/ ۱۳).

❺ المغنی (۲/ ۴۴).   ❻ صحیح مسلم / الإیمان (۱/ ۸۸).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ وہ کافر نہیں قرار دیا جائے گا، البتہ فاسق گردانا جائے گا، اس سے توبہ کرائی جائے گی، اگر توبہ کر لی تو بہتر، ورنہ شادی شدہ زانی کی طرح بطور حد اسے قتل کیا جائے گا، دونوں میں فرق یہ ہوگا کہ اسے پتھروں سے رجم کرنے کے بجائے تلوار سے مارا جائے گا اور سلف کی ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ اسے کافر کہا جائے گا۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہی مروی ہے۔ نیز احمد بن حنبل کی ایک روایت اور عبداللہ بن مبارک، اسحاق بن راہویہ اور بعض اصحاب شافعی کا یہی مسلک ہے، جب کہ امام ابوحنیفہ، فقہائے کوفہ کی ایک جماعت اور امام شافعی کے شاگرد مزنی کا مسلک یہ ہے کہ نہ اسے کافر کہا جائے گا اور نہ اسے قتل کیا جائے، بلکہ تعزیری سزا دی جائے گی اور جب تک نماز نہ پڑھنے لگے قید میں رکھا جائے گا۔ ❶

۳۔ نماز اس کے وقت میں دوبارہ لوٹانا:

سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے نزدیک اگر کوئی شخص نماز سے فارغ ہو چکا ہو اور پھر جماعت کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے اسی نماز کو اسی کے وقت میں دوبارہ پڑھے تو پہلی نماز فرض اور دوسری نفل ہوگی۔ ❷ حارث سے روایت ہے کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے تنہا نماز پڑھ لی تھی، پھر جماعت سے وہی نماز دوبارہ پڑھی اس کی کون سی نماز فرض ہوگی؟ آپ نے فرمایا: اس کی پہلی نماز۔ ❸ اس کی دلیل ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

((كَيْفَ أَنْتَ إِذَا كَانَتْ عَلَيْكَ أُمَرَاءُ يُمِيتُوْنَ الصَّلَاةَ أَوْ يُؤَخِّرُوْنَ الصَّلَاةَ عَنْ وَقْتِهَا، قَالَ: قُلْتُ: فَمَا تَأْمُرُنِيْ؟ قَالَ صَلِّ الصَّلَاةَ لِوَقْتِهَا فَإِنْ أَدْرَكْتَهَا مَعَهُمْ فَصَلِّ فَإِنَّهَا لَكَ نَافِلَةٌ.)) ❹

''اس وقت تم کیا کرو گے جب تمھارے حکمراں نماز کو مردہ کر کے یا وقت سے موخر کر کے پڑھیں گے، پھر میں نے عرض کیا: آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: نماز کو اس کے وقت پر پڑھ لینا پھر اگر تم نماز کو ان کے ساتھ پاؤ تو پڑھ لو، وہ تمھارے لیے نفل ہو جائے گی۔''

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باجماعت پڑھی ہوئی نماز کو نفل سے تعبیر کیا ❺ اور اگر مغرب کی نماز لوٹا رہا ہے تو علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایسے شخص کو چاہیے کہ مزید ایک رکعت پڑھ کر اسے جفت بنا دے، چنانچہ حارث علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جب مغرب کی نماز کا اعادہ کرے تو مزید ایک رکعت پڑھ کر اسے جفت بنا دے۔ ❻

❶ شرح صحيح مسلم (۲/ ۷۰) المغني (۲/ ۴۴۲-۴۴۷) اس سلسلہ میں فقیہ عصر شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کا رسالہ "كفر تارك الصلاة" کا مطالعہ مفید ہے۔ (مترجم)
❷ المغني (۲/ ۱۱۳).
❸ مصنف ابن أبي شيبة (۲/ ۲۷۶) كنز العمال (۲۲۸۳۳).
❹ صحيح مسلم / المساجد حديث نمبر (۶۴۸)، (۱/ ۴۸۸).
❺ فقه الامام علي بن أبي طالب (۱/ ۱۷۷).
❻ مصنف ابن أبي شيبة (۲/ ۲۷۶).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۴۔ فوت شدہ نمازوں کی قضاء:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کی نماز فوت ہو جائے اس پر اس کی قضاء واجب ہے اور فی الفور قضاء کر لینا مستحب ہے اور آپ نے فرمایا: جب آدمی نماز سے سو جائے یا بھول جائے، تو جب بیدار ہو یا بھولی ہوئی نماز یاد آئے فوراً اسے پڑھ لے۔ ❶ اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ ❷ اس کی دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

((إِذَا رَقَدَ أَحَدُكُمْ عَنِ الصَّلَاةِ أَوْ غَفَلَ عَنْهَا فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا فَإِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ:

﴿وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ۝۱۴﴾ (طه: ١٤) ❸

''جب تم میں سے کوئی نماز سے سو جائے یا غافل ہو جائے تو جب وہ یاد آئے پڑھ لے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم میرے ذکر کے لیے نماز قائم کرو۔''

۵۔ تراویح کی نماز:

ابو عبدالرحمٰن السلمی سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے انھیں رمضان میں قیام اللیل (تراویح) پڑھائی۔ ❹

اسماعیل بن زیادہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ علی رضی اللہ عنہ رمضان کے مہینے میں چند مسجدوں کے پاس سے گزرے، ان میں قندیلیں جل رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ عمر رضی اللہ عنہ کی قبر کو نور سے بھر دے جیسا کہ انھوں نے ہماری مسجدوں کو نور سے بھر دیا ہے۔ ❺ تمام اہل سنت کا اس پر اجماع ہے۔ ❻ اس کی دلیل ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَّ احْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ .)) ❼

''جس نے ایمان کی حالت میں اور ثواب کی نیت سے رمضان میں قیام کیا اس کے گزشتہ گناہ بخش دیے جائیں گے۔''

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ قیام رمضان ہی کا نام تراویح ہے، لہٰذا یہ سنت ہے۔ ❽ علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک تراویح کی نماز باجماعت پڑھنا افضل ہے۔ آپ خود اس کا اہتمام کرتے تھے، ❾ البتہ مردوں اور عورتوں کا الگ الگ امام ہوتا تھا۔ چنانچہ عرفجہ ثقفی سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: علی رضی اللہ عنہ ماہ رمضان میں لوگوں کو قیام کا حکم دیتے تھے اور مردوں و عورتوں کے لیے الگ الگ امام مقرر کرتے تھے، عرفجہ کا بیان ہے کہ میں عورتوں کا امام تھا۔ ❿

---

❶ مصنف ابن أبي شيبة (٢/ ٦٢). ❷ فقه الإمام علي بن أبي طالب (١/ ١٨١).

❸ صحيح مسلم / المساجد و مواضع الصلاة (١/ ٤٧٧) حديث نمبر (٦٨٤).

❹ المغني (٢/ ١٦٩) مصنف ابن أبي شيبة (٢/ ٣٩٥).

❺ المغني (٢/ ١٦٩). ❻ بداية المجتهد (١/ ٢١٤) المغني (٢/ ١٦٥).

❼ صحيح مسلم حديث نمبر (٧٥٩)، (١/ ٥٢٣).

❽ فقه الامام علي بن أبي طالب (١/ ٢٨٥).

❾ المغني (٢/ ١٦٨). ❿ المجموع (٤/ ٣٤) مصنف ابن أبي شيبة (٢/ ٢٢٢).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تراویح کی نماز کا ثبوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے ہے، چنانچہ عروہ بن زبیر روایت کرتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ ایک مرتبہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم (رمضان کی) نصف شب میں مسجد تشریف لے گئے اور وہاں تراویح کی نماز پڑھی، کچھ صحابہ نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی، صبح کے وقت انھوں نے اس کا چرچا کیا، چنانچہ دوسری رات زیادہ تر لوگوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی، دوسری صبح کو اور زیادہ چرچا ہوا، پھر تیسری رات اس سے بھی زیادہ لوگ جمع ہوگئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس رات بھی) نماز پڑھی اور لوگوں نے آپ کی اقتدا کی۔ چوتھی رات کو مسجد میں نماز پڑھنے آنے والوں کے لیے جگہ بھی باقی نہ رہی تھی (لیکن اس رات آپ گھر سے نکلے ہی نہیں) صبح کی نماز کے لیے باہر تشریف لائے، جب نماز پڑھ لی تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر حمد وصلاۃ کے بعد فرمایا: امابعد: آپ لوگوں کے یہاں جمع ہونے کا مجھے علم تھا، لیکن مجھے خوف اس کا ہوا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کردی جائے اور پھر تم اس کی ادائیگی سے عاجز آجاؤ، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک یہی کیفیت قائم رہی۔ ❶

٦۔ کمزور اور سن رسیدہ لوگوں کو مسجد میں عید کی نماز پڑھانا:

جب امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے منصب خلافت سنبھالا اور کوفہ تشریف لے گئے تو وہاں کی آبادی بہت زیادہ تھی، لوگوں نے کہا اندرون شہر کمزور اور سن رسیدہ لوگ ہیں، صحراء میں جاکر عید کی نماز پڑھنا ان کے لیے گراں ہے، تو آپ نے وہاں ایک آدمی کو اپنا نائب بنا دیا جس نے ایسے لوگوں کو مسجد میں عید کی نماز پڑھائی اور آپ نے دوسرے لوگوں کو شہر سے باہر صحراء میں نماز پڑھائی۔ آپ سے پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔ اس کی بنیاد آپ نے رکھی اور یہ قابل عمل ہے، اس لیے کہ آپ خلفائے راشدین میں سے ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((عَلَيْكُم بِسُنَّتِي وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ .)) ❷

''تم اپنے لیے میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم کرلو۔''

چنانچہ اس حدیث کی روشنی میں جو شخص خلفائے راشدین کی سنت کا پیروکار رہا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی۔ ❸

میت کو غسل دینے اور اس کی تکفین کے احکام

ا۔ شوہر کا اپنی بیوی کو غسل دلانا:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک شوہر اپنی فوت شدہ بیوی کو غسل دے سکتا ہے، آپ نے خود اپنی بیوی فاطمہ رضی اللہ عنہا

❶ صحیح البخاری/ حدیث نمبر (٢٠١٢). ❷ سنن الترمذی / العلم (٢٦٧٦) حسن صحیح .

❸ الفتاوی (٢٤/ ١١٣) اس سلسلہ میں واضح رہے کہ عیدین کی نماز آبادی سے باہر عیدگاہ (میدان) میں پڑھنا ہی سنت ہے، لیکن بوقت ضرورت مسجد میں پڑھنا جائز ہے۔ اس سلسلہ میں شیخ البانی رحمہ اللہ کے رسالہ "صلاۃ العیدین فی المصلی" کا مطالعہ انتہائی مفید ہے۔ (مترجم)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کو غسل دیا۔ ❶ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وصیت کی تھی کہ انھیں میرے اور علی کے علاوہ کوئی دوسرا غسل نہ دے گا، اس لیے ان کی وفات پر میں نے اور علی نے انھیں غسل دیا۔ ❷ اس عمل پر صحابہ کا اجماع ہے کیونکہ اس واقعہ کو تمام صحابہ نے جانا لیکن کسی نے انکار نہیں کیا۔ ❸ اور یہی جمہور علماء کا مسلک ہے۔ اس عمل کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے یہ فرمان ہے:

((مَا ضَرُّكِ لَوْ مُتِّ قَبْلِي فَغَسَلْتُكِ وَ كَفَنْتُكِ ثُمَّ صَلَّيْتُ عَلَيْكِ وَ دَفَنْتُكِ .)) ❹

''اگر مجھ سے پہلے تمھاری وفات ہو جاتی ہے تو تمھارے لیے کوئی تکلیف کی بات نہیں، میں تمھیں غسل دلاؤں گا، کفن دوں گا، پھر تمھاری نماز جنازہ پڑھاؤں گا اور تمھیں دفن کروں گا۔''

۲۔ میت کے مال سے تکفین:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک اگر میت اپنا ذاتی مال چھوڑ کر وفات پاتی ہے تو اس کے مال سے اس کے کفن کا انتظام کیا جائے گا۔ ❺ عبداللہ بن ضمیرہ کی روایت کرتے ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کفن کا انتظام میت کے اصل مال سے ہوگا۔ ❻ اس کی دلیل یہ ہے کہ غزوۂ احد کے موقع پر مصعب بن عمیر شہید کر دیے گئے اور انھیں کفن دینے کے لیے ایک چھوٹی چادر تھی اگر اس سے سر ڈھانپتے تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں ڈھانپتے تو سر کھل جاتا، اس کے علاوہ جب ہمیں کوئی چیز نہ ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ضَعُوْهَا مِمَّا يَلِيْ رَأْسَهُ وَ اجْعَلُوْا عَلٰى رِجْلَيْهِ الْاَذْخَرَ .)) ❼

''سر کی طرف ڈھانپ دو اور دونوں پاؤں پر اذخر ڈال دو۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر میت کے کفن کی ذمہ داری مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بروقت موجود مسلمانوں کا تعاون لے کر ان کے کفن کا انتظام کروا دیتے۔ ❽

۳۔ مرد اور عورت کے کفن میں مبالغہ آمیزی سے پرہیز کرنا:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک مرد کے لیے کفن کے تین اور عورت کے لیے پانچ کپڑے استعمال کرنے چاہیے۔ علامہ کاسانی وغیرہ نے آپ کا یہی قول نقل کیا ہے۔ ❾ آپ کے نزدیک کفن کے کپڑوں میں مبالغہ آمیزی کرنا یعنی مرد کے لیے تین اور عورت کے لیے پانچ سے زیادہ کپڑوں کا استعمال مکروہ ہے۔ ❿ آپ فرماتے ہیں: عورت کا کفن پانچ کپڑوں میں اور مرد کا کفن تین کپڑوں میں ہوگا اور حد سے تجاوز نہ کرو اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو

❶ السيل الجرار (١/ ٣٤٤) المبسوط (٢/ ٧١).
❷ مصنف عبدالرزاق (٣/ ٤١٠) المحلی (٥/ ١٧٥).
❸ المغنی (٢/ ٢٥٢) نيل الأوطار (٤/ ٥٨).
❹ سنن ابن ماجه حديث نمبر (١٤٦٤) اس کی سند صحیح ہے۔
❺ فقه الإمام علی بن أبی طالب (١/ ٣٠٥).
❻ المعجم الأوسط / طبرانی (٤/ ٦٧) اس کی سند ضعیف ہے۔
❼ صحيح مسلم (٢/ ٦٤٩) حديث نمبر (٩٤٠).
❽ فقه الإمام علی بن أبی طالب (١/ ٣٠٦).
❾ البدائع (٢/ ٧٦٦) المبسوط (٢/ ٧٢).
❿ فقه الإمام علی بن أبی طالب (١/ ٣٠٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پسند نہیں کرتا۔ ❶

۴۔ شہید کو غسل دینا اور اس کی تکفین:

امام کاسانی وغیرہ نے علی رضی اللہ عنہ کا یہ مسلک نقل کیا ہے کہ شہید کو نہ غسل دیا جائے گا اور نہ ہی اس کی تکفین ہوگی۔ ❷ چنانچہ روایات میں ہے کہ جن لوگوں نے آپ کے ساتھ مخالفین سے جنگ لڑی تھی اور قتل کر دیے گئے تھے، آپ نے نہ ان کو غسل دیا اور نہ ہی ان کی تکفین کا حکم دیا، بلکہ عمار رضی اللہ عنہ کو بغیر غسل دیے دفن کر دیا۔ ❸ حسن بصری اور سعید بن مسیّب رحمہما اللہ کے علاوہ جمہور اہل علم کا یہی مسلک ہے۔ البتہ یہ دونوں غسل دینے کے قائل ہیں اس شبہ کی بنا پر کہ میت جنبی ہوسکتا ہے۔ ❹

زکوٰۃ کے متعلق احکام

۱۔ کسی مال پر سال گزرنے سے پہلے زکوٰۃ نہیں ہے:

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ صراحت سے فرماتے ہیں کہ کسی مال پر اس وقت تک زکوٰۃ فرض نہیں جب تک کہ اس پر سال نہ گزر جائے۔ ❺ واضح رہے کہ یہ شرط نقود، چوپائے اور اموال تجارت کے ساتھ مشروط ہے، کھیتی کا حکم اس سے مستثنیٰ ہے، یہ ایک اجماعی مسئلہ ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ ❻

۲۔ سونے چاندی کا نصاب اور ان میں مقدار زکوٰۃ:

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے صراحت کی ہے کہ سونے کا نصاب بیس (۲۰) مثقال (۸۵ گرام) ہے، اس سے کم پر زکوٰۃ نہیں اور اگر اس سے زیادہ ہو جائے تو اسی حساب سے شمار کیا جائے گا۔ آپ فرماتے ہیں: بیس دینار سے کم پر کوئی زکوٰۃ واجب نہیں، جب بیس دینار ہو جائے تو اس میں نصف دینار زکوٰۃ واجب ہے۔ اور جب چالیس دینار ہو جائے تو اس میں ایک دینار واجب ہے۔ اس طرح جتنا بڑھتا جائے اسی حساب سے زکوٰۃ دی جائے گی۔ ❼ اور چاندی کے نصاب کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ: دوسو درہم (۵۹۵ گرام) سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ ❽ جب دوسو درہم پورا ہو جائے تو اس میں پانچ درہم زکوٰۃ ہے۔ اگر دوسو درہم سے کم ہے تو اس میں کوئی زکوٰۃ نہیں اور اگر دوسو سے بڑھ جائے تو مذکورہ حساب سے زکوٰۃ دی جائے۔ ❾

---

❶ البدائع (۲/ ۷٦٦) المبسوط (۲/ ۷۲).

❷ البدائع (۲/ ۲۸۷) فقه الإمام علی بن أبی طالب (۱/ ۳۰٦) یعنی الگ سے اس کو کفن نہیں دیا جائے گا اسی کے کپڑوں میں اس کو دفن کر دیا جائے گا۔ (مترجم)

❸ المغنی (۲/ ۵۳٤) فقه الإمام (۱/ ۳۰٦).

❹ البدائع (۲/ ۸۰٦) المغنی (۲/ ۵۲۹).

❺ مسند أحمد (۲/ ۳۱۱) احمد شاکر فرماتے ہیں اس کی سند صحیح ہے۔

❻ موسوعة فقه الإمام علی / قلعجی ص (۲۹۵).

❼ مصنف ابن أبی شیبة (۳/ ۱۱۹).

❽ مصنف ابن أبی شیبة (۳/ ۱۱۷).

❾ المحلی (٦/ ۵۹، ٦۱) المجموع (٦/ ۱٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۳۔ اونٹوں کا نصاب ومقدار زکوٰۃ:

سیّدنا علی بن ابی طالب فرماتے ہیں: پانچ (۵) سے نو (۹) اونٹ تک ایک بکری ہے، دس سے چودہ (۱۴) تک دو بکریاں ہیں۔ پندرہ (۱۵) سے انیس (۱۹) تک تین بکریاں ہیں۔ بیس (۲۰) سے چوبیس (۲۴) تک چار بکریاں ہیں اور جب پچیس (۲۵) ہو جائیں تو ان میں پانچ بکریاں ہیں۔ ❶ پھر چھبیس (۲۶) سے پینتیس (۳۵) تک ایک بنت مخاض (ایک سالہ اونٹنی) یا ابن لبون (دو سالہ اونٹ) ہے۔ چھتیس (۳۶) سے پینتالیس (۴۵) تک ایک بنت لبون (دو سالہ اونٹنی) ہے۔ چھیالیس (۴۶) سے ساٹھ تک (۶۰) تک حقّہ (تین سالہ اونٹنی) ہے۔ اکسٹھ (۶۱) سے پچھتّر (۷۵) تک ایک جذعہ (چار سالہ اونٹنی) ہے اور چھہتر (۷۶) سے نوّے (۹۰) تک دو بنت لبون (دو سالہ اونٹنیاں) ہیں اور اکیانوے (۹۱) سے ایک سو بیس (۱۲۰) تک دو حقہ (تین سالہ اونٹنیاں) پھر جوں جوں تعداد بڑھتی جائے ہر پچاس (۵۰) میں ایک حقّہ (تین سالہ اونٹنی) ہے۔ الگ الگ رہنے والوں کو اکٹھا اور اکٹھا رہنے والوں کو الگ الگ نہیں کیا جائے گا۔ ❷

۴۔ غلہ جات کی جن اصناف میں زکوٰۃ واجب ہے:

ابن حزم وغیرہ نے لکھا ہے کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک کھیتی کی پیداوار میں سے پیدا ہونے والے غلہ جات میں گیہوں، جو، کھجور اور کشمش پر زکوٰۃ واجب ہے۔ ❸ آپ فرماتے ہیں: زکوٰۃ چار چیزوں سے ادا کی جائے، گیہوں سے اور اگر گیہوں نہ ہو تو کھجور سے، اگر کھجور نہ ہو تو کشمش سے اور اگر کشمش نہ ہو تو جَو سے۔ ❹

۵۔ سبزیوں، میوہ جات اور شہد میں زکوٰۃ نہیں:

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سبزی میں زکوٰۃ نہیں۔ ❺ اور یہی جمہور علماء کا مسلک ہے۔ ❻ میوہ جات میں بھی آپ زکوٰۃ کے قائل نہیں ہیں، چنانچہ ابواسحاق علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: سیب اور اس جیسی چیز میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ ❼ عاصم بن ضمرہ علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: سبزیوں، کھیرا، ککڑی اور سیب میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ ❽ اکثر علماء جنھوں نے زکوٰۃ کو صرف چار انواع میں منحصر مانا ہے سب لوگوں کی یہی رائے ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ سب چیزیں خضروات (سبزیوں) کی حکم میں آتی ہیں، انھیں بھی زیادہ دنوں تک روکا نہیں جا سکتا اور نہ ہی ان کی ذخیرہ اندوزی کی جا سکتی ہے۔ ❾ رہا شہد کا مسئلہ تو علی رضی اللہ عنہ اس میں زکوٰۃ واجب نہیں مانتے۔ ❿

---

❶ ابن قدامہ کے نزدیک ۲۵ سے ۳۵ تک میں ایک بنت مخاض ہے۔
❷ مصنف ابن أبی شیبة (۳/ ۱۲۲). ❸ المحلی (۵/ ۲۱۲) فقه الإمام علی (۱/ ۳٤٦).
❹ مصنف ابن أبی شیبة (۳/ ٤۳۸).
❺ مصنف عبدالرزاق حدیث نمبر (۷۱۸۸) جمع الجوامع (۲/ ۱۵۷).
❻ فقه الإمام علی (۱/ ۳٤۷). ❼ جمع الجوامع (۲/ ۹۵) فقه الإمام علی (۱/ ۳٤۸).
❽ مصنف عبدالرزاق (۷۱۸۸) فقه الإمام علی (۱/ ۳٤۸). ❾ فقه الإمام علی (۱/ ۳٤۵).
❿ جمع الجوامع (۲/ ۱۵۷) فقه الإمام علی (۱/ ۳٤۵)، سنن البیهقی (٤/ ۱۲۸).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۶۔ مصارف زکوٰۃ میں سے صرف کسی ایک مصرف میں زکوٰۃ دی جاسکتی ہے:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک زکوٰۃ کو اس کے آٹھ مصارف میں سے فقط ایک مصرف میں لگایا جاسکتا ہے، یا ایک شخص کو مستغنی کرنے کے لیے صرف اسے ہی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔ آپ نے فرمایا: کوئی شخص اگر صرف ایک مصرف میں اپنی زکوٰۃ بھیجتا ہے تو کوئی حرج نہیں۔ ❶ نیز آپ سے مروی ہے کہ آپ کے پاس زکوٰۃ کا مال آیا، آپ نے کل کا کل صرف ایک گھر والوں کے حوالے کر دیا۔ ❷

۷۔ زکوٰۃ اصل اور فرع کو دینا: ❸

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اولاد اور والدین کا فرض زکوٰۃ میں کوئی حق نہیں ہے، جو اپنی اولاد اور والدین کے ساتھ صلہ رحمی نہ کرے وہ عاق (نافرمان) ہے۔ ❹ اس پر علماء کا اجماع منقول ہے۔ جن لوگوں نے اس قول کی مخالفت کی ہے انھوں نے اس کو نفلی صدقہ پر محمول کیا ہے۔ ❺ دلیل ان کے پاس ہے۔ فرض زکوٰۃ دونوں (والدین اور اولاد) میں سے کسی ایک کے لیے انتفاع اس لیے جائز نہیں کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کا فائدہ خود زکوٰۃ دینے والے کو پہنچتا ہے، اس طور پر کہ وہ زکوٰۃ دے کر نفقہ برداشت کرنے سے بچ جاتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ واجبی نفقہ کی ادائیگی کو زکوٰۃ سے چھٹکارا لینے کا ذریعہ بنا لے، جبکہ زکوٰۃ اور نفقہ دونوں الگ الگ واجبی فرائض ہیں، ان میں سے کوئی ایک دوسرے کا بدل نہیں ہوسکتا۔ زکوٰۃ اللہ کا حق ہے اور ایک عبادت ہے، جب کہ نفقہ بندوں کا حق ہے اور صلہ رحمی کا ایک ذریعے سے ہے۔ ❻

روزے کے احکام

۱۔ ایک عادل مسلمان کی رویت ہلال سے رمضان کے روزے کا ثبوت:

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے نزدیک تنہا ایک عادل مسلمان کی خبر سے رویت ہلال ثابت ہوجاتی ہے اور لوگوں پر روزہ رکھنا فرض ہوجاتا ہے۔ فاطمہ بنت حسین کا بیان ہے کہ ایک آدمی نے علی رضی اللہ عنہ کے پاس رمضان کے رویت ہلال کی گواہی دی تو آپ نے روزہ رکھا اور میرا خیال ہے کہ آپ نے دوسروں کو بھی روزہ

---

❶ سنن البیهقی (۷/ ۸)، فقه الإمام علی (۱/ ۳۵۲).

❷ البدائع (۲/ ۱۰٤). ❸ اصل سے مراد والدین اور فرع سے مراد اولاد ہے۔

❹ سنن البیهقی (۷/ ۲۸) فقه الإمام علی (۱/ ۳۵۵) یعنی فرض زکوٰۃ عام فقراء و مساکین کا حق ہے، انسان اسے اپنی اولاد اور والدین پر نہیں خرچ کرسکتا، اگر والدین اور اولاد فقیر و مسکین ہوں تو انسان کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان پر اپنے مال خاص میں سے خرچ کرے، اگر ایسا نہیں کرتا تو وہ عقوق و قطع رحمی کا مرتکب ہے۔ امام بیہقی نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے قول کو ذکر کرتے ہوئے یہ عنوان قائم کیا ہے۔ "باب لا یعطیها من تلزمه نفقته من ولده و والدیه" اولاد و والدین جن کا نفقہ انسان کے ذمہ ہے انھیں زکوٰۃ نہیں دے گا۔ (مترجم)

❺ اس قول کو مولف نے اس انداز میں ذکر کیا ہے کہ گویا یہ علی رضی اللہ عنہ کے قول کے خلاف ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ تائید میں ہے اور بعد کی عبارت بھی علی رضی اللہ عنہ کے موقف کی تائید میں ہے، لہٰذا ایسی صورت میں یا تو اس سے قبل کوئی عبارت ساقط ہے یا پھر علی رضی اللہ عنہ کے قول کو سمجھنے میں غلطی فہمی ہوئی ہے۔ واللہ اعلم۔ (مترجم) ❻ فقه الامام علی (۱/ ۳۵۵).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رکھنے کا حکم دیا تھا۔ ❶ آپ کا یہ حکم اس حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر مبنی ہے:

((صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَ اَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِيْنَ يَوْمًا.)) ❷

"چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزہ چھوڑ دو، پس اگر بادل چھا جائیں تو شعبان کے تیس دن پورے کرو۔"

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہاں چند ایک مسلمانوں کی رویت مراد ہے، ہر فرد کی رویت شرط نہیں ہے بلکہ اگر دو عادل یا صحیح مسلک کے مطابق ایک عادل مسلمان رویت ہلال کی شہادت دے تو تمام مسلمانوں کے لیے روزہ رکھنا واجب ہو جاتا ہے۔ رہا روزہ توڑنے کا مسئلہ، تو اس سلسلہ میں ابوثور کے علاوہ بقیہ تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ اس کے لیے ایک عادل کی گواہی کافی نہیں ہوگی، بلکہ ہلال شوال کے لیے دو عادل مسلمانوں کی گواہی ضروری ہے، البتہ ابوثور ایک عادل کی گواہی پر بھی اسے جائز مانتے ہیں۔ ❸

۲۔ جنبی کا روزہ:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک جنبی آدمی کے لیے روزہ رکھنا جائز ہے، جنبی کے روزہ رکھنے کا مطلب ہے کہ وہ غسل جنابت کو صبح ہونے تک موخر کر سکتا ہے۔ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں حارث کا بیان ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر آدمی حالت جنابت میں صبح کرے اور روزہ رکھنا چاہے تو روزہ رکھ سکتا ہے۔ ❹ اس کی دلیل عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالت جنابت میں ہوتے اور فجر کا وقت ہو جاتا، پھر آپ غسل کرتے اور روزہ رکھتے۔ ❺

۳۔ انتہائی ضعیف روزہ توڑ سکتا ہے:

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اللہ کے فرمان: ﴿وَ عَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ﴾ (البقرۃ: ۱۸۴) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس آیت میں جس شخص کو ایک روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلانے کی رخصت دی گئی ہے اس سے بہت بوڑھا شخص مراد ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ ❻

۴۔ اعتکاف کی جگہ:

ابوعبدالرحمن السلمی علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جامع مسجد کے علاوہ دوسری جگہ اعتکاف کرنا درست نہیں ہے۔ ❼ اور دوسری روایت میں مصر جامع کا ذکر ہے۔ ❽ شاید آپ اس سے یہ مراد لینا چاہتے ہیں کہ صرف شہر کی جامع مسجد میں اعتکاف درست ہے۔ ❾

---

❶ المجموع (٦/ ٣١٥) المغنی (٣/ ٩٠) موسوعة فقه الإمام علی ص (٤٢٠).
❷ صحیح مسلم (٢/ ٧٥٩). ❸ شرح صحیح مسلم (٧/ ١٩٠).
❹ مصنف ابن أبی شیبة (٣/ ٨١) المغنی (١/ ١٣٧).
❺ صحیح البخاری (٢/ ٢٣٢).
❻ تفسیر الطبری (٢/ ٨١).
❼ مصنف عبدالرزاق (٨٠٠٩).
❽ مصنف ابن أبی شیبة (٣/ ٩١). ❾ فقه الإمام علی بن أبی طالب (١/ ٣٨٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۵۔ معتکف کے لیے جائز کام:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی معتکف ہو تو وہ جمعہ، جنازہ اور مریض کی عیادت میں شریک ہوسکتا ہے، نیز اپنے گھر والوں کے پاس جا کر کھڑے کھڑے اپنی ضروریات کا ان سے مطالبہ کرسکتا ہے۔ ❶

حج کے احکام

ا۔ محرم کا اپنی عورت کو بوسہ دینا:

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو شخص حالت احرام میں اپنی بیوی کو بوسہ دے، اسے چاہیے کہ ایک دم دے (یعنی قربانی کرے)۔ ❷

۲۔ محرم کا حملہ آور جانور کو قتل کرنا:

مجاہد، علی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: بجّو اگر محرم پر حملہ آور ہو تو وہ اسے قتل کردے، لیکن اگر اس کے حملہ کرنے سے پہلے قتل کردیا تو اسے ایک بکری کا دم دینا پڑے گا۔ ❸ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ﴾ (البقرة: ۱۷۳)

''پھر جو مجبور کردیا جائے، اس حال میں کہ نہ بغاوت کرنے والا ہو اور نہ حد سے گزرنے والا تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔''

وجہ استدلال یہ ہے کہ محرم نے بذات خود بجو کے قتل کا اقدام نہیں کیا، بلکہ اس کے حملہ آور ہونے کی صورت میں قتل کے لیے مجبور ہوا اور ایسی حالت میں بجّو کا حکم ایک خطرناک موذی جانور کا حکم ہوگیا جسے قتل کرنے کی شرعاً اجازت ہے۔ ❹

۳۔ کوے کو قتل کرنا:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک محرم کے لیے کوّا کو قتل کرنا جائز ہے۔ آپ نے فرمایا: محرم کوّا کو قتل کرسکتا ہے۔ ❺ اور اس کی دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

((خَمْسٌ فَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ فِي الْحَرَمِ، اَلْفَارَةُ وَ الْعَقْرَبُ، وَالْحُدَيَا، وَالْكَلْبُ

---

❶ مصنف ابن أبی شیبة (۳/ ۸۷) جمع الجوامع (۲/ ۱٤۰) اُمّ المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے: "السنة علی المعتکف ان لا یعود مریضًا، و لا یشهد جنازةً، ولا یمس امرأةً، و لا یباشرها، و لا یخرج لحاجة إلا لما لابدمنه و لا اعتکاف الا بصوم و لا اعتکاف الا فی مسجد جامع۔" (رواہ ابوداود (۲٤۷۳) و البیهقی (٤/ ۳۱۵) دیکھئے: اَلاَرواء ٤/ ۱۳۹) معتکف کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ مریض کی عیادت نہ کرے، نہ جنازہ میں شرکت کرے، نہ ہی عورت کو ہاتھ لگائے اور نہ ہی اس سے مباشرت کرے، باہر نہ نکلے الا یہ کہ جس ضرورت کے لیے نکلے بغیر چارہ نہ ہو۔ بغیر روزہ کے اعتکاف نہیں۔ بغیر جامع مسجد کے اعتکاف نہیں۔ (مترجم)

❷ فتح العزیز شرح الوجیز / الرفاعی، برحاشیه المجموع (۷/ ٤۸۰).

❸ مصنف ابن أبی شیبة (٤/ ٦).

❹ فقه الإمام علی بن أبی طالب (۱/ ٤۰۳).

❺ مصنف ابن أبی شیبة (٤/ ۹٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الْعَقُوْرُ .)) ❶

''پانچ جانور فاسق ہیں جو حرم میں بھی قتل کیے جائیں گے چوہیا، بچھو، کوا، چیل، کاٹنے والا کتا۔''

۴۔ طواف میں شک واقع ہونا:

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب تم طواف کرو اور تمھیں شک واقع ہو جائے کہ کیا تمھارا طواف پورا ہوا یا نہیں تو اسے کمی پر محمول کر کے پوری کر لو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ زیادتی پر عذاب نہیں دے گا۔ ❷

۵۔ طواف میں بھول جانا:

اگر کوئی شخص بھول کر طواف میں مسنون سے زائد چکر لگا لے تو علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسے مزید چکر لگا کر دو طواف پورے کر لینا چاہیے، آپ نے فرمایا کہ مثلاً کسی نے طواف کے آٹھ چکر لگا لیے تو مزید چھ چکر لگائے تاکہ دو طواف مکمل ہو جائیں اور پھر وہ طواف کی چار رکعت نماز ادا کرے۔ ❸

۶۔ حج میں نیابت:

علامہ ابن حزم وغیرہ نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس حج کرنے کی مالی استطاعت ہو لیکن بڑھاپے یا کسی اور وجہ سے معذور ہو تو علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایسے شخص پر ضروری ہے کہ کسی کو اپنا نائب بنا دے۔ ❹ آپ نے بہت بوڑھے شخص کے بارے میں فرمایا کہ وہ اپنے خرچ پر کسی کو حج کے لیے بھیجے جو اس کی طرف سے حج کرے۔ ❺ اس فتویٰ کی دلیل ابن عباس رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جس میں قبیلۂ خثعم کی ایک عورت نے کہا تھا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے باپ بہت ہی بوڑھے ہیں اور ان پر حج کا فریضہ عائد ہوتا ہے، لیکن وہ اپنی سواری پر سوار ہونے کی طاقت نہیں رکھتے۔ (ان کا کیا حکم ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فَحُجِّي عَنْهُ .)) ❻ ''ان کی طرف سے تم حج کرو۔''

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور دیگر علما کے نزدیک وجوب حج کے لیے مال کی استطاعت کافی ہے اور جسمانی استطاعت اگر ہے تو بہتر ورنہ دوسرے سے حج بدل کروائے۔ ❼

۷۔ جمرات کی رمی میں شک واقع ہونا:

اگر حاجی رمی جمرات کی تعداد میں شک میں واقع ہو جائے تو علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک مشکوک عدد کا اعادہ کرے، چنانچہ ابومجلز سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: میں نے رمی جمار کی ہے، لیکن نہیں جانتا کہ چھ مرتبہ رمی کی یا سات مرتبہ، انھوں نے جواب دیا: یہ مسئلہ لے کر علی رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ، وہ آیا اور پوچھا۔ آپ نے

❶ سنن ترمذی (۱/ ۱٦٦) حسن صحیح . ❷ مصنف ابن أبی شیبة (٤/ ۹٦) .
❸ مصنف عبدالرزاق (۹۸۱٤) یہ آپ کا اجتہاد ہے بشرطیکہ سند ثابت ہو (مترجم)
❹ المحلّی (۷/ ٦۱) المغنی (۳/ ۲۲۸) . ❺ المحلّی (۷/ ٦۱) المغنی (۳/ ۲۲۸) .
❻ سنن بیہقی (٥/ ۱٤۹) بحوالہ فقه الامام علی بن أبی طالب (۱/ ٤۱۸) .
❼ فقه الإمام علی (۱/ ٤۲۰) .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فرمایا: اگر میری نماز میں ایسی صورت پیش آتی تو میں نماز کا اعادہ کرتا، پھر وہ آدمی لوٹ کر ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا، اور آپ کے جواب کی اطلاع دی، ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انھوں نے سچ کہا۔ یا فرمایا: بہت ہی عمدہ جواب دیا۔ شیخ فرماتے ہیں: گویا کہ علی رضی اللہ عنہ کے اس قول سے مراد یہ ہے کہ مشکوک فیہ کا اعادہ کرتا، اسی طرح رمی میں بھی مشکوک فیہ کا اعادہ کیا جائے گا۔ ❶

عبادات سے ملحق بعض احکام

ا۔ ماکول اللحم جانور کو مرنے سے کچھ ہی پہلے ذبح کر دینا:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک اگر جانور مرنے کے قریب ہو اور مرنے سے کچھ ہی پہلے اسے ذبح کر دیا جائے تو اسے کھانا جائز ہے، البتہ ذبح سے پہلے اس کی زندگی کی علامت یہ ہے کہ جانور کے کسی عضو میں حرکت پائی جائے۔ ❷ آپ فرماتے ہیں: اگر ضرب شدہ یا اونچی جگہ سے گرا ہوا، یا کسی کی سینگ کا مارا ہوا، یا درندوں کا پھاڑ کھایا ہوا کوئی جانور اس حال میں ملے کہ اس کے ہاتھ یا پاؤں میں حرکت ہو تو اسے ذبح کر لو اور کھاؤ۔ ❸ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَآ أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ﴾ (المائدۃ: ۳)

''تم پر مردار حرام کیا گیا ہے اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے اور گلا گھٹنے والا جانور اور جسے چوٹ لگی ہو اور گرنے والا اور جسے سینگ لگا ہو اور جسے درندے نے کھایا ہو، مگر جو تم ذبح کر لو۔''

إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ کہہ کر مذکورہ حرام جانوروں سے ان جانوروں کو مستثنیٰ قرار دے دیا گیا ہے جو شرعی طور سے ذبح کر لیے جائیں لہٰذا ان کا کھانا حلال ہوگا۔ ❹

---

❶ سنن البیہقی (۵/ ۱۴۹) فقہ الامام علی بن ابی طالب (۱/ ۴۱۸) سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے قول کی یہی توضیح صحیح ہے، کیونکہ یہی تعلیمات نبوی کے مطابق ہے، چنانچہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَلَمْ يَدْرِكَمْ صَلَّى؟ ثَلَاثًا أَمْ أَرْبَعًا فَلْيُطْرِحِ الشَّكَّ وَلِيَبْنِ عَلَى مَا اسْتَيْقَنَ ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يُسْلِمَ فَإِنْ كَانَ صَلَّى خَمْسًا شَفَعْنَ لَهُ صَلَاتُهُ وَإِنْ كَانَ صَلَّى إِتْمَامًا لِأَرْبَعٍ كَانَتَا تَرْغِيمًا لِلشَّيْطَانِ.)) (رواہ مسلم ۵۷۱) جب تم میں سے کسی کو نماز میں شک ہو اور اس کو پتا نہ چل سکے کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں؟ تین یا چار تو وہ شک کو چھوڑ کر یقین پر عمل کرے پھر سلام سے پہلے دو سجدے کرے، اگر اس نے پانچ پڑھ لی ہیں یہ اس کو جفت (چھ) بنا دے گا اور اگر اس سے چار کی تکمیل ہوتی ہے تو پھر شیطان کے لیے رسوائی ہوگی۔ (مترجم)

❷ فقہ الإمام علی بن أبی طالب (۱/ ۴۵۶). ❸ المحلی (۷/ ۴۵۸).

❹ فقہ الإمام علی بن أبی طالب (۱/ ۴۵۶).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲۔عرب کے نصاریٰ کا ذبیحہ:

طبری وغیرہ نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ مسلک نقل کیا ہے کہ عام نصاریٰ کو چھوڑ کر عرب کے نصاریٰ کا ذبیحہ کھانا حلال نہیں ہے۔ ❶ عبیدہ السلمانی فرماتے ہیں کہ عرب کے نصاریٰ کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا اس لیے کہ وہ شراب نوشی کے علاوہ نصرانیت کو جانتے ہی نہیں۔ ❷ اور ایک روایت میں ہے:

((لَا تَأْكُلُوْا ذَبَائِحَ نَصَارٰى بَنِيْ تَغْلِبَ فَإِنَّهُمْ لَمْ يَتَمَسَّكُوْا بِشَيْءٍ مِنَ النَّصْرَانِيَّةِ إِلَّا بِشُرْبِ الْخُمُرِ .)) ❸

''بنو تغلب کے نصاریٰ کا ذبیحہ نہ کھاؤ اس لیے کہ شراب نوشی کے علاوہ انھوں نے نصرانیت کے کسی حکم پر عمل نہیں کیا۔''

نصاریٰ عرب کے بارے میں یہ حکم اس لیے لگایا گیا کہ انھوں نے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جاننے میں نصرانیت کی تعلیمات کا التزام نہیں کیا اور اسی وجہ سے ان کا شمار بھی عام نصاریٰ میں نہیں ہوگا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جس وقت نصاریٰ کے ذبیحوں کو حلال کیا تھا اس وقت وہ لوگ دین نصرانیت کے عقیدہ واحکام کے بنیادی اصولوں سے منحرف پھر بھی ان کے ذبیحوں کو حلال کیا گیا تھا، لہٰذا آج بھی حلال رہے گا۔ یہی جمہور صحابہ اور فقہاء کا مسلک ہے۔ ❹

۳۔فخر و اظہارِ برتری کا ذبیحہ:

جو جانور فخر و نمائش اور اظہار برتری کے لیے ذبح کیا جائے، سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کا کھانا حرام ہے۔ جارود بن ابی سبرہ کا بیان ہے کہ بنو ریاح کا ایک شخص ابن وثیل جو سُحیم کے نام سے مشہور تھا، غلبہ پسند اور فخر جتانے والا شاعر تھا، ایک مرتبہ اس کے اور ابوفرزدق شاعر کے درمیان بازی لگ گئی کہ بالائی کوفہ کے فلاں گھاٹ پر ہر ایک اپنے سو سو اونٹ ذبح کریں گے، چنانچہ جب دونوں کے ایک ایک سو اونٹ گھاٹ پر پہنچ گئے تو وہ دونوں اپنے اپنے اونٹوں کی کونچیں اپنی تلواروں سے کاٹنے لگے، کوفہ کے لوگ اپنی سواریوں سے گوشت لینے کے لیے وہاں پہنچے۔ ❺ علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں تھے۔ آپ بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر پر سوار ہو کر نکلے، آپ لوگوں کو آواز دے رہے تھے کہ اے لوگو! ان اونٹوں کا گوشت نہ کھاؤ، اس لیے کہ وہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کیے گئے ہیں۔ ابن حزم فرماتے ہیں: اس مسئلے میں علی رضی اللہ عنہ کا کوئی مخالف نہیں ملتا اور علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ .)) ❻

''اللہ کی لعنت ہو اس شخص پر جس نے غیر اللہ کے لیے ذبح کیا۔''

---

❶ تفسیر طبری (٦/ ٥٦) تفسیر قرطبی (٦/ ٧٨).

❷ مصنف عبدالرزاق (١٠٠٣٥) تفسیر طبری (٦/ ٦٥).

❸ مصنف عبدالرزاق (١٠٠٣٤) کنز العمال (١٥٦٥١).

❹ تفسیر طبری (٥/ ٦٥) بدایة المجتهد (١/ ٤٦٥). ❺ فقه الإمام علی (١/ ٤٦٧).

❻ صحیح مسلم / الأضاحی / تحریم الذبح لغیر الله (٣/ ١٥٦٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وجہ استدلال یہ ہے کہ اظہار برتری اور فخر کی نیت سے جانور ذبح کرنا غیر اللہ کے حکم میں شامل ہے۔ ❶

۴۔ مردار مرغی کا انڈا نجس ہے:

ابن قدامہ رحمہ اللہ نے علی رضی اللہ عنہ کا مسلک نقل کیا ہے کہ مردار مرغی کے پیٹ میں جو انڈا ہوگا وہ نجس ہے اس کا کھانا حلال نہیں ہے، خواہ اس کا چھلکا سخت ہو گیا ہو یا نہ سخت ہوا ہو۔ ❷

۵۔ مجوسیوں اور مشرکوں کا کھانا:

اگر مشرکین اور مجوسیوں کے کھانے میں ان کا ذبیحہ نہ ہو تو اسے کھانے میں کوئی حرج نہیں، اس لیے کہ تحریم ذبائح کے ساتھ خاص ہے، چنانچہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجوسی کا کھانا کھانے میں کوئی حرج نہیں، ممانعت ان کے ذبائح سے ہے۔ ❸ اور ایک روایت میں ہے کہ مجوسی کی روٹی کھانے میں کوئی حرج نہیں، ہاں ان کا ذبیحہ کھانے سے روکا گیا ہے۔ ❹ یہی جمہور فقہاء کا قول ہے۔ ❺

٦۔ بڑھاپے کے سفید بال کو رنگنے سے پرہیز کرنا:

ابن حجر وغیرہ لکھتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک بڑھاپے کے سفید بالوں کو اپنی حالت پر چھوڑ دینا اور اسے مہندی وغیرہ سے نہ رنگنا جائز ہے۔ ❻ شعبی کا بیان ہے کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کی داڑھی اور سر کے بالوں کو بالکل سفید دیکھا، ان بالوں سے دونوں کندھوں کا درمیانی حصہ بھرا ہوا تھا۔ ❼

ابو اسحاق سے روایت ہے کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ اصلع تھے اور داڑھی کے بال سفید تھے۔ ❽

اور ابن الحنفیہ سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ مہندی کا خضاب لگایا پھر چھوڑ دیا۔ ❾

---

❶ فقه الإمام علي بن أبي طالب (١/ ٤٦٨).

❷ المغني (١/ ٧٥) المجموع (١/ ٢٤٥).

❸ كنز العمال، حديث نمبر (٢٥٧٦) فقه الامام علي بن أبي طالب (١/ ٤٧٦).

❹ المغني (٤/ ٢٩٦). ❺ فقه الامام علي (١/ ٤٧٧).

❻ المنتقى (٧/ ٢٧٠) فقه الامام علي (١/ ٤٩٥) لیکن سفید بالوں کو مہندی اور کتم وغیرہ سے رنگنا مستحب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ((إِنَّ الْيَهُوْدَ وَ النَّصَارٰى لَا يَصْبِغُوْنَ فَخَالِفُوْهُمْ.)) (البخاري (٥٨٩٩)، مسلم (٢١٠٣)) یہود و نصاری بالوں کو نہیں رنگتے ہیں تم ان کی مخالفت کرو۔ نیز آپ نے فرمایا: ((إِنَّ أَحْسَنَ مَا غَيَّرَ بِهِ هٰذَا الشَّيْبَ الْحِنَاءُ وَ الْكَتَمُ.)) (الترمذي (١٥٧٣)، النسائي (٨/ ١٣٩)، ابن ماجه (٣٦٢٢)، الصحيحة (١٥٠٩)) سب سے بہتر جس سے تم سفید بالوں کو رنگو مہندی اور کتم ہے۔ البتہ کالا کرنا جائز نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ((يَكُوْنُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ يَخْضُبُوْنَ بِالسَّوَادِ كَحَوَاصِلِ الْحَمَامِ لَا يُرِيْحُوْنَ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ.)) (ابوداود (٤٢١٢)، النسائي (٨/ ١٣٨)، أحمد (١/ ٢٧٣) صحيح الجامع (٨١٥٣) آخری دور میں کچھ لوگ ہوں گے جو کبوتر کے پوٹوں کی طرح بالوں کو کالا کریں گے ان کو جنت کی خوشبو نہیں ملے گی۔ (مترجم)

❼ فقه الإمام علي (١/ ٤٩٥).

❽ مصنف ابن أبي شيبة (٩/ ٤٢٧) اصلع: جس کے سر کے اگلے حصہ پر بال نہ ہوں۔ (مترجم)

❾ مصنف ابن أبي شيبة (٩/ ٤٢٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۴۔ چوسر اور شطرنج کھیلنا:

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک نرد (چوسر) کھیلنا حرام ہے۔ آپ فرماتے ہیں: آگ کے دو انگاروں کا الٹنا پلٹنا میرے نزدیک اس بات سے بہتر ہے کہ میں چوسر کی دو گوٹیوں کو الٹوں پلٹوں۔ ❶

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نرد (چوسر) کھیلنے والوں کو سلام نہیں کرتے تھے۔ ❷ اس کی حرمت کی دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ:

((مَنْ لَعِبَ النَّرْدَ شِيْرِ فَكَأَنَّمَا صَبَغَ يَدَهُ فِي لَحْمِ الْخِنْزِيْرِ وَ دَمِهِ .)) ❸

''جو نرد کھیلتا ہے وہ گویا اپنا ہاتھ خنزیر کے گوشت اور خون میں رنگتا ہے۔''

ابن قدامہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک اسی جیسا کھیل شطرنج بھی حرام ہے۔ ❹ آپ فرماتے تھے: شطرنج عجمیوں کا جوا ہے۔ ❺ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ جوا ہے۔ ❻

میسرہ بن حبیب سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جو شطرنج کھیل رہے تھے، آپ نے فرمایا: یہ کیسی مورتیاں ہیں جن کے تم مجاور بنے بیٹھے ہو؟ آگ کے ایک انگارے کو بجھ جانے تک ہاتھ میں لیے رہنا اس بات سے بہتر ہے کہ ان گوٹیوں کو چھوا جائے۔ ❼

اور عمار بن ابی عمار سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ علی رضی اللہ عنہ تیم اللہ کی ایک مجلس سے گزرے، وہ سب شطرنج کھیل رہے تھے، آپ وہاں ٹھہر گئے اور کہا: یقیناً تمھیں اللہ نے اس کام کے لیے نہیں پیدا کیا ہے، اللہ کی قسم! اگر حدیث میں چہرے پر مارنے کی ممانعت نہ ہوتی تو انھی گوٹیوں کو تمھارے چہروں پر مارتا۔ ❽

مذکورہ دونوں کھیلوں کی حرمت کی علت یہ ہے کہ دونوں ہی جوا کی قبیل سے ہیں، جو کہ قرآن کی صراحت سے حرام ہے اور اسی پر ان دونوں کو قیاس کیا گیا ہے۔ ❾

۵۔ نکاح متعہ:

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رمضان کے روزے نے ہر روزے کو منسوخ کر دیا اور طلاق، عدت اور میراث نے نکاح متعہ کو منسوخ کر دیا۔ ❿ نکاح متعہ کی حرمت کے سلسلہ میں علی رضی اللہ عنہ کی دلیل خود آپ سے مروی یہ حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح خیبر کے موقع پر نکاح متعہ اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کر دیا۔

---

❶ مصنف ابن أبی شیبة (۹/ ۷۳۸). ❷ إعلاء السنن / تهانوی (۱۷/ ٤٦٤).

❸ صحیح مسلم (٤/ ۱۷۷۰) حدیث نمبر (۲۲٦۰). ❹ المغنی (۱۰/ ۲۱۲).

❺ اعلاء السنن / تهانوی (۱۷/ ٤٦٤) فقه الإمام علی (۱/ ۵۰۱).

❻ اعلاء السنن / تهانوی (۱۷/ ٤٦٤) فقه الإمام علی (۱/ ۵۰۱).

❼ المغنی (۹/ ۱۷). ❽ سنن البیهقی بحواله فقه الإمام علی (۱/ ۵۰۲).

❾ فقه الامام علی (۱/ ۵۰۲). ❿ فقه الامام علی (۲/ ۵۰۹).

⓫ صحیح مسلم / النکاح (۲/ ۱۰۲۷) حدیث نمبر (۱٤۰۷).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۶۔ بغیر ولی کے نکاح:

ابوقیس الاودی سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: اگر کسی نے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لیا اور منکوحہ سے دخول ہو گیا تو دونوں میں جدائی نہیں کرائی جائے گی اور اگر دخول نہیں ہوا تو جدائی کرادی جائے گی۔ ❶

۷۔ جسمانی عیب والی عورت سے نکاح:

اگر کوئی شخص نکاح کر لینے کے بعد اپنی بیوی میں کوئی ایسا جسمانی عیب دیکھے جس کے ہوتے ہوئے معاشرت ناممکن ہو تو علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ منکوحہ سے دخول کر چکا ہے تو اس پر مہر کی ادائیگی واجب ہوگی اور اسے اختیار ہوگا کہ اس عورت کو اپنے عقد میں رکھے یا طلاق دے دے اور اگر دخول نہیں ہوا ہے تو بلا ادائیگی مہر دونوں میں جدائی کرادی جائے۔ ❷

۸۔ خصی شدہ (نس بندی کردہ) مرد کا نکاح:

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: خصی شدہ مرد کے لیے نکاح کرنا جائز نہیں۔ اگر عورت کی لاعلمی میں وہ کسی عورت سے نکاح کر لیتا ہے تو دونوں میں جدائی کرادی جائے۔ آپ کا قول ہے کہ کسی خصی شدہ مرد کے لیے حلال نہیں کہ وہ کسی پاک دامن مسلمان عورت سے نکاح کرے۔ ❸

ممانعت کی دلیل یہ ہے کہ خصی ہونا (نس بندی کرانا) ایک ایسی قابل نفرت عیب ہے جس کے ہوتے ہوئے جماع مشکل بلکہ منعدم ہوتا ہے اسی لیے اسے ان عیوب پر قیاس کیا گیا ہے جن کی موجودگی میں تفریق درست ہوتی ہے۔ ❹

۹۔ لاعلمی میں دو حقیقی بہنوں سے نکاح:

اگر کسی شخص نے ایک عورت سے شادی کی پھر ایک دوسری عورت سے شادی کی اور بعد میں معلوم ہوا کہ دونوں حقیقی بہنیں ہیں، تو علی رضی اللہ عنہ کا مسلک ہے کہ جس کی شادی بعد میں ہوئی ہے اسے جدا کرا دیا جائے، چنانچہ ابن جریج سے روایت ہے کہ مجھے علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بتایا گیا کہ آپ نے ایسے شخص کے بارے میں فتویٰ دیا جس نے کسی عورت سے شادی کی اور اس سے دخول کیا، پھر دوسرے شہر میں گیا اور وہاں بھی ایک عورت سے شادی کی اور اس سے دخول کیا، پھر بعد میں معلوم ہوا کہ دوسری عورت پہلی عورت کی بہن ہے۔ آپ نے فیصلہ دیا کہ وہ دوسری کو جدا کر دے اور پہلی کو باقی رکھے۔ البتہ پہلی کو اس وقت تک نہ لوٹائے جب تک کہ یہ عدت پوری نہ

---

❶ مصنف عبدالرزاق (٦/ ١٩٦) ولی کی اجازت کے بغیر نکاح درست نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ((لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ.)) (ابوداود (٢٠٨٥)، الترمذی (١١٠١)، ابن ماجة (١٩٠٧، ١٩٠٨)، احمد (٤/ ٣٩٤)، الإرواء (٦/ ٢٣٥) ولی کے بغیر نکاح نہیں۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ......" الحدیث (ابوداود (٢٠٨٣) والترمذی (١١٠٢) ابن ماجة (١٩٠٦)، أحمد (٦/ ٤٧، ١٦٥) الإرواء (٦/ ٢٤٣)) جو خاتون بغیر ولی کی اجازت سے نکاح کرے اس کا نکاح باطل ہے۔ (مترجم)

❷ کنز العمال، حدیث نمبر (٤٥٦٦٤)، مصنف عبدالرزاق، حدیث نمبر (١٠٦٧٧).

❸ مصنف عبدالرزاق (١٠٧١٩). ❹ فقه الامام علی بن أبی طالب (٢/ ٥٣٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کر لے۔ ❶ جمہور فقہاء کا یہی قول ہے۔ ❷ اور سب کی دلیل یہ ہے کہ پہلی عورت کا نکاح صحیح ہوا ہے جب کہ دوسری کا نکاح باطل تھا، اس لیے اس کا شمار نہ کیا گیا۔ ❸

۱۰۔ بیوی کے دبر (پچھلی شرم گاہ) میں وطی کرنے کی ممانعت:

ابن قدامہ، علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ آپ کے نزدیک عورت کے دبر میں وطی کرنا حرام ہے۔ ❹ چنانچہ ابوالمعتمر کا بیان ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے منبر سے اعلان کیا: مجھ سے کچھ پوچھو؟ ایک آدمی نے سوال کیا کہ کیا بیوی کے دبر میں وطی کرنا جائز ہے؟ آپ نے فرمایا: تو نے بہت خسیس اور کمینی حرکت کی، اللہ تجھے پست کرے، کیا تو نے اللہ کا کلام نہیں دیکھا:

﴿إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُم بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِينَ ﴿٢٨﴾﴾

(العنكبوت: ٢٨)

''بے شک تم یقیناً اس بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو جو تم سے پہلے جہانوں میں سے کسی نے نہیں کی۔'' ❺

صحابہ میں سے عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمرو، ابوہریرہ رضی اللہ عنہم اور تابعین میں سے سعید بن المسیب، ابوبکر بن عبدالرحمن، مجاہد اور عکرمہ اور ائمہ میں سے ابوحنیفہ، شافعی، احمد، مالکیہ اور ظاہریہ کا یہی مسلک ہے۔ نیز حرمت کی دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی ہے کہ:

((مَلْعُونٌ مَنْ أَتَى امْرَأَتَهُ فِي دُبُرِهَا .)) ❻

''جو شخص اپنی عورت کے دبر میں آئے (وطی کرے) وہ ملعون ہے۔''

حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ کسی چیز سے ممانعت اور اس کی خلاف ورزی پر لعنت کی توبیخ اس چیز کی حرمت کی دلیل ہے۔ ❼

۱۱۔ حاملہ عورت کی عدت، جس کا شوہر وفات پا گیا ہو:

ابن رشد وغیرہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ آپ کے نزدیک ایسی حاملہ عورت جس کا شوہر وفات پا گیا ہو اور وفات کی عدت گزرنے سے پہلے اس کی ولادت ہو جائے تو وہ حمل اور وفات کی دونوں عدتوں میں سے لمبی مدت والی عدت گزارے گی، یعنی اگر عدت وفات گزرنے سے پہلے ولادت نہیں ہوئی تو وضع حمل کی عدت گزارے گی اور اگر عدت وفات گزرنے سے پہلے ولادت ہوگئی تو شوہر کے وفات کی عدت یعنی چار مہینے دس دن گزارے گی۔ ❽

---

❶ مصنف عبدالرزاق حديث نمبر (١٠٥١٧). ❷ المدونة (٢/ ٢٨٠) المغني (٦/ ٢٥٨١).
❸ فقه الإمام علي بن أبي طالب (٢/ ٥٦٢). ❹ المغني (٧/ ٢٢).
❺ المغني (٧/ ٢٢) المحلى (٧/ ٦٩) تفسير قرطبي (٣/ ٩٣).
❻ سنن ابي داؤد (٢/ ٢٥٦) الجامع الصغير (٢/ ٥٣٩)، صحيح الجامع (٥٨٨٩).
❼ فقه الإمام علي بن أبي طالب (٢/ ٥٦٨). ❽ بداية المجتهد (٢/ ٩٥) نيل الأوطار (٨/ ٧٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عبدالرحمن بن معقل کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، ایک آدمی نے آپ سے ایسی عورت کے بارے میں فتویٰ پوچھا جو حمل سے ہو اور اس کا شوہر وفات پا جائے؟ تو آپ نے فرمایا: دونوں عدتوں میں جو لمبی ہو اس کا انتظار کرے۔ ❶

اور شعبی سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے ہر حاملہ کی عدت آخر الاجلین ہے۔ ❷ دراصل علی رضی اللہ عنہ نے یہ مسلک اختیار کر کے دو آیات میں تطبیق پیدا کی ہے۔ ایک اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ﴾ (الطلاق: ٤)

''اور جو حمل والی ہیں ان کی عدت یہ ہے کہ وہ اپنا حمل وضع کر دیں۔''

اور دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿وَ الَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ يَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا ۚ﴾ (البقرة: ٢٣٤)

''اور جو لوگ تم میں سے فوت کیے جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں وہ (بیویاں) اپنے آپ کو چار مہینے اور دس راتیں انتظار میں رکھیں۔''

دونوں آیات میں عموم وخصوص کی نسبت ہے، اس لیے کسی ایک پر عمل کو ترجیح دینا اور دوسرے کو چھوڑنا درست نہیں ہے، لہٰذا ظنی پہلو کو چھوڑ کر یقینی پہلو کو راجح قرار دینے اور تعارض سے بچنے کے لیے دونوں پر عمل کیا جائے گا۔ ❸

لیکن راجح اور صحیح بات یہ ہے کہ مذکورہ دونوں حالتوں میں حاملہ کی عدت وضعِ حمل ہے۔ عبداللہ بن عتبہ سے روایت ہے کہ سبیعہ بنت حارث نے انھیں خبر دی کہ وہ سعد بن خولہ کی زوجیت میں تھیں۔ وہ بدری صحابہ میں سے تھے، حجۃ الوداع کے موقع پر ان کی وفات ہوگئی اور یہ حمل سے تھیں، ان کی وفات کے کچھ ہی دیر بعد انھیں بچہ پیدا ہوا، پھر جب ایام نفاس سے فارغ ہوئیں تو پیغام نکاح دینے والوں کے لیے بناؤ سنگار کیا، ان کے پاس ابوالسنابل بن بعکک آئے اور کہا: کیا بات ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بناؤ سنگار کیے ہو؟ شاید تم نکاح کی خواہش رکھتی ہو؟ لیکن جان لو کہ تم چار مہینے دس دن گزرنے سے پہلے نکاح نہیں کر سکتی ہو۔ سبیعہ کہتی ہیں: ان کی یہ بات سن کر میں نے شام کو اپنے کپڑوں کو اکٹھا کیا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر اس مسئلہ کے بارے میں فتویٰ پوچھا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فتویٰ دیا کہ جب میرے بچہ پیدا ہو گیا تب میں حلال ہو گئی اور آپ نے مجھ سے کہا کہ اگر تم ضرورت محسوس کرتی ہو تو نکاح کر لو۔ ❹

جمہور علماء کا یہی مسلک ہے اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس حدیث کو سننے کے بعد اس مسئلہ پر اجماع ہو گیا۔ ❺

---

❶ مصنف ابن أبی شیبة (٤/ ٣٠٠).
❷ مصنف ابن أبی شیبة (٤/ ٢٩٨).
❸ دیکھیے: سبل السلام/ صنعانی (٣/ ١٩٨).
❹ صحیح البخاری (٥٣١٨) صحیح مسلم (١٤٨٤).
❺ المغنی (٧/ ٤٧٣) فقه الإمام علی (٢/ ٧١٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

امام شعبی فرماتے ہیں: میں اس بات کی تصدیق نہیں کرتا کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ متوفی عنہا زوجہا (ایسی عورت جس کا شوہر وفات پا جائے) کے لیے آخرالاجلین کی عدت کے قائل رہے ہوں گے۔ ❶ اور اگر آپ سے یہ بات منقول ہے تو یہ اس وقت کی بات ہوگی جب آپ کو سبیعہ کی حدیث کا علم نہیں رہا ہوگا۔ ورنہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ صحیح حدیث کی مخالفت ہرگز نہیں کر سکتے۔ ❷

مالی معاملات

۱۔ حاکم وقت کے انعامات وعطایات:

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حاکم وقت تمھیں حرام کے بجائے حلال انعامات سے جس قدر بھی نوازیں انھیں لینے میں کوئی حرج نہیں۔ ❸ اور فرمایا: حاکم وقت سے تم خود کچھ نہ مانگو، لیکن اگر کچھ دے تو لے لو، کیونکہ بیت المال میں حرام سے کہیں زیادہ حلال مال ہوتا ہے۔ ❹

۲۔ مظلوم کو حق دلانے کے لیے اس کا ہدیہ قبول کرنا:

علامہ ابن حزم نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر کوئی شخص کسی کا حق دلاتا ہے یا اس سے ظلم کا دفاع کرتا ہے تو اس کے بدلے مظلوم سے کوئی ہدیہ قبول کرنا اس کے لیے جائز نہیں۔ ❺

۳۔ عاریتاً لیے ہوئے سامان کی عدم ضمانت:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک اگر عاریتاً لینے والے کے پاس سے عاریتاً لیا ہوا سامان ضائع ہو جائے اور عاریتاً لینے والے کی کوتاہی اس میں شامل نہ ہو تو وہ اس سامان کا ضامن نہ ہوگا۔ ❻ چنانچہ آپ فرماتے ہیں: عاریتاً لیے ہوئے سامان کی کوئی ضمانت نہیں، وہ ایک نیکی اور احسان ہے، البتہ اگر مستعیر اس سامان کی حفاظت نہ کرے تو ضامن ہوگا۔ ❼

۴۔ ودیعت رکھے ہوئے سامان کی کوئی ضمانت نہیں:

امانت رکھا ہوا مال امانت دار کے ہاتھ میں ایک امانت ہے، اگر امانت دار کے بلا کسی تصرف و کوتاہی کے ہو اس کے پاس سے ضائع ہو جائے تو علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک امانت دار اس کا ضامن نہ ہوگا، چنانچہ آپ نے فرمایا: عاریتاً لینے والا اور امانت رکھنے والا اس مال کا ضامن نہ ہوگا۔ ❽

۵۔ کفار کے ہاتھوں مال غنیمت فروخت کرنا:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک کفار سے جنگ کے نتیجہ میں حاصل کیا ہوا مال غنیمت خود انھیں کفار کے ہاتھوں

---

❶ سبل السلام (۳/ ۱۹۸).
❷ فقه الإمام (۲/ ٦۱۷).
❸ المغنی (٦/ ٤٤٤) فقه الإمام علی (۲/ ۷۱٦).
❹ المغنی (٦/ ٤٤٤).
❺ المحلی (۹/ ۱۲۹).
❻ فقه الإمام علی بن أبی طالب (۲/ ۷۲۱).
❼ مصنف عبدالرزاق (٤۷۸۸).
❽ مصنف عبدالرزاق (۱٤۷۸۷).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فروخت کرنا جائز نہیں ہے، چنانچہ ام موسیٰ سے روایت ہے کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس مال غنیمت میں ملے ہوئے عجمی کفار کا سونے کا ایک برتن لایا گیا، آپ نے اسے توڑ کر مسلمانوں میں تقسیم کرنے کا ارادہ کیا، تو زمینداروں میں سے کچھ لوگوں نے کہا: اگر آپ اسے توڑتے ہیں تو ایک اچھی قیمت ضائع کرتے ہیں، کیوں نہ ہم آپ کو اس کی مہنگی قیمت دے دیں، علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس ملکیت کو اللہ نے تمھارے ہاتھوں سے چھین لیا ہے اسے ہم تمھیں واپس نہیں کرسکتے، پھر آپ نے اسے توڑ کر لوگوں میں تقسیم کردیا۔ ❶ آپ نے ایسا اس لیے کیا تھا تاکہ وہ سامان مفتوحہ قوم کو ماضی کی شوکت نہ یاد دلائے یا انھیں اس سے کوئی فائدہ نہ پہنچے۔

٦۔ کاریگروں کو ضامن ٹھہرانا:

کاریگروں پر سامان کی حفاظت کی ضمانت ہے، تاکہ لوگوں کا مال ضائع نہ ہو، علامہ شاطبی فرماتے ہیں کہ خلفائے راشدین کا فیصلہ ہے کہ کاریگر سامان کا ضامن ہوگا، سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگوں کے لیے اسی میں مصلحت ہے۔ ❷ اس لیے کہ اس میں شریعت کا ایک عظیم مقصد یعنی مال کو ضائع ہونے سے بچانا ہوتا ہے۔ ❸ مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے درزی، رنگریز اور اس جیسے پیشہ کے لوگوں کو ضامن قرار دیا تاکہ لوگوں کا سامان محفوظ رہ سکے۔ ❹

٧۔ دیگر اقوام سے عقد ذمہ اور ان سے محصول کی وصولی میں سختی سے پرہیز:

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مشرکین عرب سے کوئی چیز قابل قبول نہیں، وہ اسلام لائیں یا تلوار کے لیے تیار رہیں، رہے مشرکین عجم، تو ان سے جزیہ وصول کیا جائے گا اور اہل کتاب عرب کے ہوں یا عجم کے، اگر وہ اسلام نہیں لاتے اور ہمارے ذمہ میں رہنے کا مطالبہ کرتے ہیں تو ہم ان سے جزیہ لیں گے۔ ❺ نیز آپ سے مروی ہے کہ انھوں نے عقد ذمہ اس لیے قبول کیا ہے تاکہ ان کے مال ہمارے مال کی طرح اور ان کے خون ہمارے خون کی طرح محفوظ ہوجائیں۔ ❻

آپ ان سے جزیہ وغیرہ وصولنے میں نرمی برتتے اور مختصر مقدار میں وصول کرتے، عبدالملک بن عمیر کا بیان ہے کہ مجھے قبیلہ ثقیف کے ایک آدمی نے بتایا کہ علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ مجھے عامل بنایا اور نصیحت کی کہ ایک درہم بھی وصولنے میں کسی پر کوڑا نہ اٹھانا، نہ جزیہ وصول کرنے کے لیے ان کا غلہ، یا ٹھنڈی یا گرمی کا کپڑا فروخت کرنا، نہ ان کے ایسے جانور فروخت کرنا جسے وہ کام میں لاتے ہوں نیز درہم طلبی (جزیہ کی وصولی) میں کسی کو کھڑا مت رکھنا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے کہا: اے امیر المومنین تب تو میں جس طرح خالی ہاتھ آپ کے پاس سے جاؤں گا اسی طرح واپس آؤں گا۔ آپ نے فرمایا: اگرچہ تم ایسے ہی لوٹو جیسے جارہے ہو، بس تم کو میرا یہی حکم ہے کہ ان کی زائد از

---

❶ فقه الإمام علي بن أبي طالب (۲/ ۷۵۲).
❷ الاعتصام (۲/ ۱۱۹).
❸ مقاصد الشريعة الإسلامية ص (۶۰۲).
❹ مصنف عبدالرزاق (۸/ ۲۱۷).
❺ فقه الإمام علي (۲/ ۷۵۶).
❻ المغني (۸/ ۳۷۵) فقه الإمام علي (۲/ ۷۵۶).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ضرورت مال سے ہی جزیہ لینا۔ ❶

حدود

ا۔ مرتد کی سزا:

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مرتد سے تین مرتبہ توبہ کرائی جائے گی، اگر توبہ کرلے تو بہتر، ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔ ❷ اس کے قتل کی دلیل ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی یہ حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوْهُ .)) ❸ ...... ''جس نے اپنا دین (اسلام) بدل دیا ہو اسے قتل کر دو۔''

اور توبہ کرانے کی دلیل جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرتد ہو جانے والے ایک آدمی سے چار مرتبہ توبہ کروائی۔ ❹

اور زندیق یعنی اسلام کو ظاہر کرنے والے اور کفر کو چھپانے والے کے بارے میں علی رضی اللہ عنہ کے دو اقوال ہیں:

الف: زندیق اور مرتد کے توبہ کرانے میں نوعیت کا کوئی اختلاف نہیں۔ ❺ محمد بن ابوبکر نے علی رضی اللہ عنہ کو بذریعہ خط دو مسلمانوں کے بارے میں اطلاع دی کہ وہ زندیق ہو گئے ہیں، آپ نے جواب تحریر کیا کہ اگر وہ توبہ کر لیتے ہیں تو بہتر ہے ورنہ دونوں کی گردن مار دو۔ ❻

ب: مرتد سے توبہ کرائی جائے اور زندیق سے توبہ نہ کرائی جائے گی۔ اثرم نے اپنی سند سے علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کے پاس ایک عربی النسل آدمی پکڑ کر لایا گیا جو نصرانی ہو گیا تھا، آپ نے اس سے توبہ کرائی، اس نے توبہ کرنے سے انکار کیا تو آپ نے اسے قتل کر دیا۔ پھر ایک جماعت لائی گئی، اس میں سب کے سب نماز پڑھتے تھے، لیکن زندیق ہو چکے تھے اور ان کی زندیقیت عادل گواہوں کی گواہی سے ثابت ہو چکی تھی، ان سب نے زندیقیت سے انکار کیا اور کہا ہم تو صرف اسلام ہی کے ماننے والے ہیں، لیکن آپ نے انھیں قتل کر دیا، اور توبہ نہیں کرایا، پھر فرمایا: کیا جانتے ہو میں نے کیوں نصرانی سے توبہ کرائی؟ اس لیے توبہ کرائی تھی کہ اس نے اپنا دین (نصرانیت) ظاہر کر دیا تھا، رہے یہ زندیق لوگ جن کی زندیقیت پر دلیل موجود تھی تو میں نے انھیں اس لیے قتل کیا کہ انھوں نے انکار کیا، حالانکہ ان کے خلاف دلیل قائم ہو چکی ہے۔ ❼

اسی طرح اگر عورت مرتد ہوتی ہے تو اس کے بارے میں بھی آپ کے دو اقوال ہیں:

الف: مرد ہو یا عورت دونوں کے لیے قتل کا حکم یکساں ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حسن، زہری، نخعی، مکحول، حماد، مالک، لیث، اوزاعی، شافعی اور اسحاق رحمہم اللہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ ❽

---

❶ كنز العمال (١٤٣٤٦) المغنى (٨/ ١٥٣٧).
❷ مصنف ابن أبى شيبة (١٠/ ١٣٨).
❸ صحيح البخارى حديث نمبر (٣٠١٧).
❹ مجمع الزوائد (٦/ ٢٦٢) روایت میں ضعف ہے۔
❺ المغنى (٨/ ١٢٦) فقه الإمام على ص (٢٧٣).
❻ مصنف عبدالرزاق (٧/ ٣٤٢) (١٠/ ١٧٠).
❼ المغنى (٨/ ٤١٤١) فقه الإمام على ص (٢٧٣).
❽ المغنى (٨/ ١٢٣).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ب: عورت کنیز بنا لی جائے گی وہ قتل نہیں کی جائے گی، حسن اور قتادہ کا یہی قول ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بنوحنیفہ کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنایا تھا اور ان میں سے ایک عورت کو بطور لونڈی علی رضی اللہ عنہ کو دی تھی جس سے محمد بن الحنفیہ کی ولادت ہوئی تھی، اور یہ سب کچھ بہت سارے صحابہ کی موجودگی میں ہوا تھا، لیکن کسی نے اس پر انکار نہ کیا، گویا سب کا اس پر اجماع تھا۔ ❶

اسی طرح علی رضی اللہ عنہ کا بنوناجیہ پر اور ان کے لڑنے والوں کو قتل کرنا اور عورتوں و بچوں کو قید کرانا بھی اسی قول کی تائید کرتا ہے۔ اس واقعہ کی تفصیل آئندہ صفحات میں آ رہی ہے۔ ❷

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے مرتدین کو ان کے سیاہ کرتوت اور شرانگیزی کے اعتبار سے مختلف انداز میں قتل کیا، مثلاً:

الف: تلوار سے گردن مارنا: چنانچہ جب محمد بن ابوبکر نے علی رضی اللہ عنہ سے ایسے دو مسلمانوں کے بارے میں دریافت کیا جو زندیق ہوگئے تھے، تو آپ نے جواب دیا کہ اگر وہ دونوں توبہ کر لیتے ہیں تو بہتر ہے ورنہ ان کی گردنیں مار دو۔ ❸

ب: مارتے مارتے مار ڈالنا: مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک نصرانی لایا گیا جو اسلام لانے کے بعد پھر نصرانی ہوگیا تھا، آپ نے اس سے کوئی بات پوچھی اور اس نے جواب دیا، پھر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اٹھے اور اسے لات سے مارنا شروع کر دیا، دوسرے لوگ بھی اسے مارنے لگے اور اتنا مارا کہ مارتے مارتے اسے مار ڈالا۔ ❹

ج: قتل کے بعد آگ میں جلا دینا: جیسے کہ مستورد عجلی کے بارے میں آتا ہے کہ وہ اسلام لانے کے بعد مرتد ہوگیا، علی رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کرنے کے بعد آگ میں جلا دیا، شاید آپ نے اسے اس لیے آگ میں جلایا تھا کہ کہیں اس کی قوم بعد میں اس کی لاش کو قبر سے نکال نہ لے جائے، کیونکہ وہ لوگ مال کے عوض مستورد کی لاش کا مطالبہ کر رہے تھے لیکن آپ نے انھیں دینے سے انکار کر دیا تھا۔ ❺

د: جلا کر قتل کرنا: جیسے کہ علی رضی اللہ عنہ نے سبائیوں کے ساتھ کیا تھا، اس واقعہ کی تفصیل پچھلے صفحات میں گزر چکی ہے۔ ❻

مرتد کو قتل کر دینے ہی میں دین داروں کی حفاظت ہے اور دین و اہلِ دین کی حفاظت اسلامی شریعت کے مقاصد میں شامل ہے، جیسا کہ ہم خلفائے راشدین کی زندگیوں میں دیکھ چکے ہیں کہ اہل الاھواء (نفس پرستوں) اور دین سے خروج کرنے والوں پر انھوں نے کس طرح احکام الٰہی کو نافذ کیا اور انھیں ان کے جرم کے مناسب سزائیں دیں۔ ان سزاؤں میں سب سے اہم اور سخت سزا مرتدین کو دیا کہ انھیں قتل کیا اور ان سے جنگیں لڑیں اور یہ سب کچھ کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو عملی جامہ پہنایا کہ:

((لَا یَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ یَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَإِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَّا بِإِحْدٰی

---

❶ المغنی (۸/ ۱۲۳) فتح الباری (۱۲/ ۲۶۸).

❷ مصنف ابن أبی شیبة (۱۰/ ۱٤٤).

❸ مصنف عبدالرزاق (۸/ ۳۹۵).

❹ المحلّی / ابن حزم (۱۱/ ۱۹۰).

❺ موسوعة فقه علی بن أبی طالب ص (۲۷۵).

❻ منهج علی بن أبی طالب فی الدعوة ص (۲۷۵).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ثَـلَاثٍ: اَلثَّيِّبُ الزَّانِیْ ، وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ ، وَالتَّارِكُ لِدِيْنِهِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ .)) ❶

''کسی مسلمان کا خون جو کلمہ لا اِلٰہ اِلا اللہ محمد رسول اللہ کا ماننے والا ہو حلال نہیں ہے، البتہ تین صورتوں میں جائز ہے جان کے بدلہ جان (قاتل)، شادی شدہ ہو کر زنا کرنے والا اور اسلام سے نکل جانے والا جماعت کو چھوڑ دینے والا (مرتد)۔''

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر مرتد کو ارتداد کی پاداش میں قتل نہ کیا جائے تو دین میں داخل ہونے والے جب چاہیں اس سے نکلتے رہیں گے، لہٰذا مرتدین کے قتل کرنے میں اسلام اور مسلمانوں دونوں کی حفاظت ہے۔ یہ سزا انھیں دین سے نکلنے اور مسلمانوں کی تعداد میں کمی واقع ہونے کے لیے رکاوٹ اور سدِ باب ہے۔ ❷

۲۔ حد زنا:

الف:...... واقعہ رجم:

شعبی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ شراحہ کے شوہر ملک شام گئے تھے اور وہیں غائب ہو گئے، شراحہ اپنے گھر پر حاملہ ہوگئی، اسے اس کا آقا امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، اور کہا کہ اس نے زنا کیا ہے اور اعتراف کر رہی ہے، آپ نے جمعرات کے دن اسے سو کوڑے مارے اور جمعہ کے دن رجم کیا۔ آپ نے اس کے لیے ناف تک گڑھا کھودا، میں وہاں موجود تھا، پھر فرمایا: رجم کرنا سنت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے کیا ہے اور اگر کوئی اس واقعہ پر گواہی دینے والا ہوتا تو آج اولاً شاہد اپنی شہادت دیتا اور پھر پتھر مارتا، لیکن چونکہ شراحہ خود اعتراف کر چکی ہے اس لیے میں سب سے پہلے اسے پتھر مار رہا ہوں، چنانچہ آپ نے اسے پتھر مارا پھر دوسرے لوگوں نے پتھر مارا، میں بھی ان میں سے ایک تھا۔ اللہ کی قسم میں بھی اسے قتل کرنے والوں میں شامل تھا اور مسند احمد و صحیح بخاری کے الفاظ میں ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اللہ کی کتاب کی وجہ سے اسے کوڑے لگائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی وجہ سے اسے رجم کیا۔ ❸

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ عدالتی فیصلہ آپ کے اجتہاد پر مبنی تھا اور یہ مسئلہ فقہاء کے درمیان مختلف فیہ ہے۔ جمہور کا قول ہے کہ سنگساری اور کوڑے مارنے کو جمع نہیں کیا جائے گا۔ ❹ اس واقعہ کی تفصیل ایک روایت میں اس طرح وارد ہے کہ آپ نے اس کے لیے بازار میں ایک گڑھا کھودا، لوگ گئے اور اس کے ارد گرد گھوم کر چلے آئے، یا اسے کچھ ملامت کی اور واپس آ گئے، آپ نے ان لوگوں کو درے لگائے اور کہا کہ رجم اس طرح نہیں ہوتا، اگر تم ایسے ہی کرو گے تو تمھیں میں سے ہر ایک دوسرے کی عزت چاک کرتا پھرے گا، تم نماز کی طرح صف بندی کرو، پھر فرمایا: اے لوگو! اگر زانی کو اعتراف ہے تو اسے سب سے پہلے امام رجم کرے اور اگر چار گواہوں کی گواہی کی بنا پر رجم کیا جا رہا ہے تو سب سے پہلے وہی لوگ زانی کو پتھر ماریں، پھر امام پھر عام لوگ، چنانچہ آپ نے اللہ اکبر کی صدا کے

---

❶ صحیح البخاری، حدیث نمبر (٦٨٧٨).
❷ مجموع الفتاویٰ (٢٠/ ١٠٢).
❸ صحیح البخاری/ الحدود (٤/ ٢٥٣).
❹ تاریخ القضاء فی الاسلام ص (١٥٢).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ساتھ سب سے پہلے پتھر مارا، پھر پہلی صف کو حکم دیا کہ پتھر مارو، انھوں نے ان سے کہا: اب آپ لوگ چلے جاؤ اس طرح یکے بعد دیگرے ہر صف کو سنگساری کا حکم دیا، یہاں تک کہ سب نے مل کر اسے قتل کیا۔ ❶

ب:...... حاملہ کے رجم کو موخر کرنا:

اگر حاملہ عورت کا زنا ثابت ہو جائے تو جب تک اس کا بچہ پیدا نہ ہو جائے، سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس پر حد نافذ نہیں کی جائے گی۔ ❷

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خادمہ نے بدکاری کی تو آپ نے مجھے اس پر حد جاری کرنے کا حکم دیا، مجھے معلوم ہوا کہ وہ ابھی اپنے دم نفاس سے پاک نہیں ہوئی ہے، میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور صورت حال سے آپ کو آگاہ کیا، آپ نے فرمایا:

((إِذَا جَفَّتْ مِنْ دَمِهَا فَأَقِمْ عَلَيْهَا الْحَدَّ ، أَقِيمُوْا الْحُدُوْدَ عَلٰى مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ .)) ❸

''جب اس کا خون بند ہو جائے تو اس پر حد نافذ کرو، اپنے غلاموں اور باندیوں پر حدود نافذ کرو۔''

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور حکومت میں اس حکم کو عملی جامہ پہنایا۔

ج:...... زنا بالجبر کی شکار عورت:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک زنا پر مجبور کی گئی عورت پر کوئی حد نافذ نہ ہوگی، البتہ اسے اس فعل کی وجہ سے مہر مثل ملے گا۔ ❹ آپ زنا پر مجبور کی گئی کنواری لڑکی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اسے اس کے گھرانے کے کسی عورت کے مثل مہر ملے گی اور اگر زنا بالجبر کی شکار عورت شادی شدہ ہے تو اسے اسی جیسی عورتوں کے مثل مہر دیا جائے گا۔ ❺

د:...... اضطراری حالت سے دوچار عورت کا زنا:

اگر کوئی عورت اپنی زندگی کو موت سے بچانے کے لیے زنا کاری پر مجبور ہوتی ہے تو علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس سے حد ساقط ہو جائے گی۔ ❻ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ ایک عورت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہا: میں نے زنا کیا ہے، آپ مجھے رجم کریں، آپ نے اسے واپس کر دیا، یہاں تک کہ چار گواہوں نے اس کی زنا کاری کے ثبوت میں گواہی دی، تب آپ نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المومنین آپ اس عورت کو بلوائیں اور پوچھیں کہ اس کی زنا کی کیا نوعیت تھی، ممکن ہے معافی کے لیے کوئی عذر نکل آئے؟ چنانچہ آپ نے اسے بلوایا، اور پوچھا: تمھارا زنا کیا ہے؟ اس نے کہا: میرے شوہر کے پاس ایک اونٹ تھا، میں گھر سے اسے دیکھنے نکلی تھی اور ہمارا ایک شریک تھا وہ بھی اپنے اونٹ کے پاس گیا تھا، میں اپنے ساتھ پانی لے گئی تھی حالانکہ میری اونٹنی دودھ نہ

❶ مصنف عبدالرزاق، (۱۳۳۳۵) فقہ الإمام علی (۲/ ۷۸۲).
❷ فقہ الإمام علی (۲/ ۷۸۳).
❸ مسند الإمام أحمد (۱۱۳۷) صحیح لغیرہ.
❹ فقہ الإمام علی (۲/ ۷۸٦).
❺ مصنف عبدالرزاق (۷/ ۱۳٦).
❻ فقہ الإمام علی (۲/ ۷۸۸).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دیتی تھی، میرا شریک بھی اپنے ساتھ پانی لے گیا تھا، جب کہ اس کی اونٹنی دودھ دیتی تھی، میں نے اپنا سارا پانی اونٹ کو پلا دیا اور پانی ختم ہوگیا اور میں شدت پیاس سے بے تاب تھی، میں نے اپنے شریک سے پینے کے لیے پانی مانگا، لیکن اس نے اس وقت تک دینے سے انکار کر دیا جب تک کہ میں خود کو اس کے حوالے نہ کر دوں، لیکن میں انکار کرتی رہی، یہاں تک کہ پیاس سے میری جان نکلنے لگی، میں نے خود کو اس کے حوالے کر دیا، علی رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا: اللہ اکبر ﴿ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ﴾ (البقرة: ۱۷۳) پھر جو مجبور ہو جائے اور وہ حد سے بڑھنے والا اور زیادتی کرنے والا نہ ہو اس پر کوئی گناہ نہیں- میں اسے معذور سمجھتا ہوں۔ ❶

اور ایک روایت میں ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اسے مزید کچھ سامان دیا اور چھوڑ دیا ❷ فقہاء نے اس واقعہ کو زنا بالجبر کے ضمن میں ذکر کیا ہے اور سب اس بات پر متفق ہیں کہ ایسی حالت میں مجبور سے حد ساقط ہو جائے گی۔ ❸

لیکن صحیح بات یہ ہے کہ زنا بالجبر اور زنا بالاضطرار میں فرق ہے۔ اضطرار میں کسی فعل پر اقدام اختیاری ہوتا ہے، جب کہ اکراہ و اجبار میں اختیار نہیں ہوتا بلکہ اس کام پر مجبور کیا جاتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اکراہ و اجبار کو مستقل اور اضطرار کو الگ ذکر کیا ہے، چنانچہ ''اکراہ'' کے بارے میں فرمایا:

﴿ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ ﴾ (النحل: ۱۰٦)

''اس کے جسے مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔''

اور فرمایا:

﴿ وَ لَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ ﴾ (النور: ۳۳)

''اور اپنی لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو۔''

اور اضطرار کے بارے میں فرمایا:

﴿ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ﴾ (البقرة: ۱۷۳)

''پھر جو مجبور کر دیا جائے، اس حال میں کہ نہ بغاوت کرنے والا ہو اور نہ حد سے گزرنے والا تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اضطرار والی آیت سے استدلال کیا، آپ کا وجہ استدلال یہ تھا کہ جب زندگی بچانے کے لیے مضطر سے اخروی سزا معاف ہو سکتی ہے تو ایسی دنیوی سزا جس کا تعلق حقوق اللہ سے ہے بدرجہ اولیٰ معاف کی جا سکتی ہے۔ اس مسئلہ سے واضح ہوتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فقہی قاعدہ ''اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِيْحُ الْمَحْظُوْرَاتِ'' (ضرورت ممنوع چیزوں کو مباح کر دیتی ہے) پر عمل کیا تھا۔ ❹

---

❶ كنز العمال (۱۳۵۹٦) مغني المحتاج (٤/ ۱٥٤). ❷ المغني (۸/ ۱۸۷).

❸ إعلاء السنن (۱۱/ ٦۷۱) المغني (۸/ ۱۸۷).

❹ فقه الإمام علي (۲/ ۷۸۹).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ھ:...... شبہات کی بنا پر حدود کا ازالہ:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک شبہات کی وجہ سے حدود معاف کر دیے جائیں گے، چنانچہ ضحاک بن مزاحم علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جب حدود کے معاملہ میں "شاید" یا "ممکن" داخل ہو جائے تو حد معطل ہے۔ ❶

علی رضی اللہ عنہ ہی کا بیان ہے کہ آپ کے پاس ایک عورت آئی اور کہا: میں زنا کا مرتکب ہوئی ہوں، آپ نے فرمایا: کہیں ایسا تو نہیں کہ تم اپنے بستر پر سو رہی تھی اور نیند کی حالت میں بدکاری ہوئی؟ یا تم سے جبراً ایسا کیا گیا؟ اس نے کہا: میں نے اپنی رضامندی سے کیا ہے، مجھے کسی نے مجبور نہیں کیا، آپ نے کہا: شاید کسی مجبوری میں ایسا ہوا، اس نے کہا: کسی مجبوری کے تحت ایسا نہیں ہوا۔ پھر آپ نے اسے قید کرنے کا حکم دیا اور جب بچہ پیدا ہوا اور اس کا لڑکا بڑا ہو گیا تب آپ نے اسے گوڑے لگوائے ❷ واضح رہے کہ شادی شدہ نہ تھی اس لیے آپ نے کوڑے لگوائے۔

و:...... جب نصرانی عورت زنا کا ارتکاب کرے:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک اگر نصرانی عورت زنا کا ارتکاب کرے تو اس پر حد نافذ نہیں کی جائے گی بلکہ اسے اس کے مذہب والوں کے حوالے کر دیا جائے گا اور وہ اپنے مذہب کے مطابق اسے سزا دیں گے۔ ❸ چنانچہ قابوس بن مخارق سے روایت ہے کہ محمد بن ابوبکر نے علی رضی اللہ عنہ کے نام خط تحریر کر کے دریافت کیا کہ ایک مسلمان نے ایک نصرانی عورت سے زنا کر لیا ہے، آپ نے جواب لکھا کہ مسلمان پر حد نافذ کرو اور نصرانیہ کو اس کے مذہب والوں کو سونپ دو۔ ❹ بے شک حد زنا کی تنفیذ ایک تعبدی امر ہے جس میں مرتکب کو گناہوں سے پاک کیا جاتا ہے، پس کوئی ایسا فرد جو اسلام میں داخل ہی نہ ہوا سے یہ سزا دینے کا کوئی مطلب نہیں۔ ❺

ز:...... جس شخص پر حد نافذ کی جائے وہ اس کے گناہ کے لیے کفارہ ہے:

ابو لیلیٰ قبیلۂ ہذیل کے ایک آدمی سے روایت کرتے ہیں اور اس کا شمار قریش میں ہوتا ہے کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے برائی کی اور اس کی پاداش میں اس پر حد نافذ ہوگئی تو وہ اس کے لیے کفارہ ہے۔ ❻

ایک روایت میں ہے کہ جب شراحہ کو رجم کیا گیا تو میں علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا میں نے کہا: یہ انتہائی بری حالت میں مری، آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی، یا کوڑا تھا، آپ نے میری بات سن کر اسی سے مجھے اتنے زور سے مارا کہ مجھے تکلیف ہوگئی، میں نے کہا: آپ نے مجھے مار کر تکلیف دی، آپ نے فرمایا: اگرچہ میں نے مارا، راوی کا بیان ہے کہ پھر آپ نے فرمایا: یہ اپنے اس گناہ کے بارے میں کبھی نہ پوچھی جائے گی۔ ❼

❶ مصنف عبدالرزاق، (۱۳۷۲۷) المغنی (۸/ ۲۱۱).

❷ فقه الإمام علی (۲/ ۷٦).

❸ فقه الإمام علی بن ابی طالب (۲/ ۷۹۹). ❹ مصنف عبدالرزاق (۱۳۴۱۹).

❺ مولف کی یہ بات تعجب خیز ہے۔ اسلامی حدود کا مقصد صرف گناہوں کی تطہیر نہیں بلکہ معاشرے سے فساد و برائی کو ختم کرنے اور لوگوں کو اس کے ارتکاب سے روکنے کے لیے ان کی مشروعیت ہوئی ہے۔ اس کے عدم نفاذ سے معاشرہ میں انحراف رونما ہوگا اور پھر اس کا امن و امان ختم ہوگا۔ (مترجم)

❻ مصنف عبدالرزاق (۱۳۳۵۵). ❼ مصنف عبدالرزاق (۱۳۳۵۳).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

علی رضی اللہ عنہ کے اس فیصلہ کی دلیل عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث ہے کہ ہم ایک مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، آپ نے ارشاد فرمایا:

((وَمَنْ أَصَابَ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ فَعُوْقِبَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ، وَمَنْ أَصَابَ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ فَسَتَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ ، فَأَمْرُهٗ إِلَى اللّٰهِ ، إِنْ شَاءَ اللّٰهُ عَفَا عَنْهُ وَ إِنْ شَاءَ عَذَّبَهٗ .)) ❶

''اور جوان (گناہوں) میں سے کسی کا مرتکب ہوا اور ان کی وجہ سے سزا دی گئی، تو وہی اس کے لیے کفارہ ہے اور جو ان (گناہوں) میں سے کسی کا مرتکب ہوا اور اللہ نے اس کی پردہ پوشی کر دی تو اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے، اگر چاہے تو معاف کر دے اور چاہے تو اسے عذاب دے۔''

بے شک عزت اور نفس کی حفاظت کرنا اسلامی شریعت کے اہم و اساسی مقاصد میں شامل ہے، انھیں نظر انداز کر کے اور ان کے تقدس کو پامال کر کے ان کی حفاظت نہ کرنے کے نتیجہ میں بے شمار مفاسد سامنے آتے ہیں، لڑائی جھگڑے، فساد، اختلاط نسب اور نسل کشی جیسے مہلکات اس کا لازمی نتیجہ ہوتی ہیں، نسل کشی اس لیے ہے کہ زانی کا مقصد فقط لذت اندوزی ہوتا ہے، اسے اولاد کی طلب اور افزائش نسل سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا، اگر شرم گاہوں کی حفاظت نہ کی جاتی تو لوگ نکاح سے کنارہ کش رہتے اور جنسی انارکی کا دور دورہ ہوتا، زنا اور اس کے نتیجہ میں اخلاقی و جسمانی زوال کا ظہور ہوتا، انسانی زندگی مصائب، آفات اور آزمائشوں کا شکار ہوتی۔ زنا کے تفصیلی بیان سے قطع نظر اگر صرف اللہ تعالیٰ اپنے فرمان: ﴿ وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَ سَآءَ سَبِيْلًا ۝۳۲ ﴾ (الاسراء: ۳۲) یعنی خبردار! زنا کے قریب بھی نہ بھٹکنا کیونکہ وہ بڑی بے حیائی ہے اور بہت ہی بری راہ ہے- پر بس کرتا تو کافی ہوتا۔ ❷ اسی لیے اسلام نے عزتوں اور انساب کی حفاظت کے لیے نہایت دقیق قوانین بنائے اور خلفائے راشدین نے انھیں نافذ کیا۔

۳۔ شراب نوشی کی حد:

الف:...... عطاء اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک حارثی نجاشی شاعر کو مارا، اس نے رمضان کے مہینا میں شراب پی تھی، اس لیے آپ نے اسے اسّی (۸۰) کوڑے لگائے اور قید کر دیا۔ دوسرے دن اسے باہر نکالا اور بیس کوڑے لگائے، پھر فرمایا: میں نے بیس کوڑے زیادہ اس لیے لگائے ہیں کہ تم نے اللہ کے سامنے جرأت کا مظاہرہ کیا اور رمضان کے مہینا میں روزہ توڑا۔ ❸

ب:...... شراب نوشی کی حد پر موت واقع ہوجانا:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر کسی پر میں حد جاری کروں اور وہ مر جائے تو مجھے کوئی حرج محسوس نہیں ہوتا،

❶ صحیح مسلم / الحدود (۱۷۰۹)۔ ❷ مقاصد الشریعة / الیوبی ص (۲۵۵)۔
❸ كنز العمال (۱۳۶۸۷) فقه الإمام علی (۲/ ۸۰۷)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الا یہ کہ شراب نوشی کا معاملہ ہو، وہ مر گیا تو میں اس کی دیت دوں گا، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مسنون نہیں قرار دیا ہے۔ ❶ عقل، انسانی عظمت و تکریم کی شان اور اس کی امتیازی پہچان ہے اور اس کی حفاظت کے لیے اللہ نے شرعی احکامات نازل کیے ہیں اور شراب کو اسی لیے حرام کیا کہ وہ عقل کو زائل کر دیتی ہے، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ ﴾ (المائدۃ: ۹۰)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور شرک کے لیے نصب کردہ چیزیں اور فال کے تیر سراسر نجس ہیں، شیطان کے کام سے ہیں، سو اس سے بچو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَ كُلُّ خَمْرٍ حَرَامٌ.)) ❷ ...... ''ہر نشہ آور خمر ہے اور ہر خمر حرام ہے۔''

چنانچہ انسانی عقل کی حفاظت ہی کے لیے شراب سے بدمست انسان پر شریعت نے حد نافذ کی، اور نشہ آور نیز دیگر وہ ساری چیزیں جو عقل میں فتور پیدا کرتی ہیں انھیں حرام قرار دیا۔ ❸ انسان سے عقل کی حفاظت شرعاً مطلوب ہے، اس لیے کہ اس پر دیگر ضروریات دینیہ کی حفاظت و بقا منحصر ہے اور اس کی اہمیت و مقام کو نظر انداز کر دینے پر لاتعداد مفاسد پیدا ہوتے ہیں۔ ❹

۴۔ چوری کی حد:

الف:...... محفوظ مقام پر ہونے کی شرط:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک چور کا ہاتھ کاٹنے کے لیے ضروری ہے کہ اس نے چوری کسی محفوظ جگہ سے کی ہو، چنانچہ ضمیرہ کا بیان ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا یہاں تک کہ وہ گھر سے نکالے۔ ❺

ب:...... شبہ ملک والے سامان کی چوری:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا جس نے ایسے مال سے چوری کی ہو جس میں

---

❶ مسند أحمد (۱۰۲٤) اس کی سند صحیح ہے، اور شیخین کی شرط پر ہے۔ بلکہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔ دیکھیے: البخاری (٦٧٧٨) اور مسلم (۱۷۰۷) یہاں علی رضی اللہ عنہ کے قول: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مسنون نہیں قرار دیا ہے۔'' کا مطلب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول سے تحدید اور تعیین نہیں فرمائی ہے، البتہ اس سلسلہ میں آپ کا فعل ثابت ہے۔ انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَضْرِبُ بِالْخَمْرِ بِالنِّعَالِ وَالْجَرِيدِ أَرْبَعِينَ.)) (مسلم ۱۷۰٦) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شراب نوشی پر جوتے اور چھڑی سے چالیس رسید کرتے تھے۔ اور خود علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ((جَلَدَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَرْبَعِينَ وَ جَلَدَ أَبُوبَكْرٍ أَرْبَعِينَ، وَجَلَدَ عُمَرُ ثَمَانِينَ وَ كُلٌّ سُنَّةٌ وَ هٰذَا أَحَبُّ إِلَيَّ.)) (البخاری ٦٧٧٩) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس کوڑے لگائے اور ابوبکر نے چالیس لگائے اور عمر نے اسی کوڑے لگائے، یہ سب سنت ہے اور مجھے یہ (یعنی چالیس کوڑے) زیادہ پسند ہے۔ (مترجم)

❷ صحیح البخاری، حدیث نمبر (٥٥٨٥).

❸ الحکم والتحاکم فی خطاب الوحی (٤/ ٤٦٧).

❹ مقاصد الشریعۃ / الیوبی ص (۲٤۳).

❺ کنز العمال، حدیث نمبر (۱۳۹۱۱) فقہ الإمام علی (۲/ ۸۱۰)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کی ملکیت کا شبہ ہو گویا اس مال میں اس کا بھی حصہ ہے۔ ❶ زید بن دثار سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ایسا شخص لایا گیا جس نے خمس میں سے چوری کی تھی۔ آپ فرمایا: اس میں اس کا بھی حصہ ہے، اس لیے اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے اور امام شعبی، علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ فرمایا کرتے تھے: جس نے بیت المال سے چوری کی اس کا ہاتھ نہیں کاٹنا ہے۔ ❷

ج:...... آزاد انسان کی چوری:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک جو شخص کسی آزاد بچے کی چوری کرے اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ چنانچہ ابن جریج سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے آزاد انسان فروخت کرنے والے کا ہاتھ کاٹا اور فرمایا: آزاد غلام نہیں ہوسکتا۔ ❸ اس لیے کہ انسان مال کے مقابلے میں زیادہ قیمتی اور گراں ہے، پس اس کی چوری پر ہاتھ کاٹنا زیادہ مناسب ہے۔ ❹

د:...... جب غلام اپنے آقا کی چوری کرے:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک اگر غلام اپنے آقا کے مال کی چوری کرے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، چنانچہ حکم سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر غلام میرے مال سے چوری کرلے تو میں اس کا ہاتھ نہیں کاٹوں گا۔ ❺

ھ:...... چوری کا ثبوت کب معتبر ہوگا:

ابن قدامہ رحمہ اللہ علی رضی اللہ عنہ کا مسلک نقل کرتے ہیں کہ دو گواہوں کی گواہی یا خود چور کے دو مرتبہ اعتراف سے چوری کا حکم ثابت ہوجائے گا۔ ❺ چنانچہ عکرمہ بن خالد کا بیان ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کسی چور کا ہاتھ اس وقت تک نہیں کاٹتے تھے جب تک کہ چوری کے ثبوت میں گواہ نہ پا جاتے۔ آپ چور کو قید رکھتے اور گواہوں سے بیان لیتے، اگر گواہ چور کے خلاف گواہی دے دیتے تو آپ اس کا ہاتھ کاٹتے اور اگر گواہ انکار کرتے تو آپ چور کو چھوڑ دیتے۔ ایک مرتبہ آپ کے پاس ایک چور پکڑ کر لایا گیا، آپ نے اسے قید کردیا، دوسرے دن اسے اور دو گواہوں کو حاضر کرنے کا حکم دیا، آپ کو اطلاع دی گئی کہ ایک گواہ غائب ہے، تو آپ نے چور کو چھوڑ دیا اور اس کا ہاتھ نہیں کاٹا۔ ❻

اسی طرح قاسم بن عبدالرحمٰن اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا: میں نے چوری کی ہے، آپ نے اسے ڈانٹا اور سخت سست کہا، لیکن اس آدمی نے پھر کہا: میں نے چوری کی ہے۔ تب علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کا ہاتھ کاٹو، اس نے اپنے خلاف دو مرتبہ گواہی دی ہے، یعنی اقرار کیا ہے، چنانچہ میں نے دیکھا کہ اس کا ہاتھ اس کی گردن میں لٹکا ہوا تھا۔ ❼

---

❶ فقه الإمام علی (۲/ ۸۱۱).
❷ مصنف عبدالرزاق، حدیث نمبر (۱۸۸۷۱).
❷ مصنف عبدالرزاق، حدیث نمبر (۱۸۸۰٦).
❸ فقه الإمام علی (۲/ ۸۱٤).
❹ مصنف ابن أبی شیبة (۱۰/ ۲۰۲).
❺ المغنی (۸/ ۲۷۹).
❻ مصنف عبدالرزاق، حدیث نمبر (۱۸۷۷۹) کنز العمال (۱۳۹۰۸).
❼ مصنف عبدالرزاق، حدیث نمبر (۱۸۷۸٤) المغنی (۸/ ۲۸۰).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

و:...... چوری کرنے سے پہلے چور کی گرفتاری:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک اگر چور محفوظ مقام سے سامان چوری کرنے سے قبل گرفتار کرلیا جاتا ہے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، چنانچہ حارث علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ آپ کے پاس ایک چور لایا گیا، جو نقب زنی کرتے ہوئے گرفتار کیا گیا تھا، لیکن آپ نے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا۔ ❶ دوسری روایت میں ہے کہ البتہ آپ نے اسے تعزیری کوڑے لگوائے۔ ❷

ز:...... بار بار چوری کرنے والے کا حکم:

ابن المنذر وغیرہ علی رضی اللہ عنہ کا مسلک نقل کرتے ہیں کہ جو شخص پہلی بار چوری کرے اس کا دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا، پھر اگر دوبارہ چوری کی تو اس کا بایاں پاؤں کاٹ جائے اور اگر تیسری اور چوتھی مرتبہ چوری کرے تو اس کا دوسرا ہاتھ اور دوسرا پاؤں نہ کاٹا جائے بلکہ اس پر تعزیری سزا نافذ کی جائے۔ ❸ چنانچہ عبداللہ بن سلمہ سے روایت ہے کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک چور لایا گیا آپ نے اس کا ہاتھ کاٹا، پھر دوبارہ وہی چور لایا گیا، آپ نے اس کا ایک پاؤں کاٹا، تیسری مرتبہ بھی چوری کے جرم میں لایا گیا تو آپ کہنے لگے: کیا میں اس کا ہاتھ کاٹ دوں؟ بھلا کس سے یہ استنجا وغیرہ کرے گا؟ اور کس سے کھائے گا؟ پھر کہا: کیا میں اس کا پاؤں کاٹ دوں؟ بھلا یہ کس سے چلے گا؟ مجھے اللہ سے شرم آتی ہے پھر آپ نے اس کی پٹائی کی اور عمر قید سزا سنائی۔ ❹

اور مغیرہ اور شعبی کا بیان ہے کہ علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: اگر ایک ہی چور بار بار چوری کرے گا تو اس کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کاٹ دوں گا اور اگر پھر بھی باز نہ آیا تو اسے جیل کے حوالے کردوں گا۔ ❺

اور شعبی کی ایک دوسری روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ چوری کی سزا میں صرف ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کاٹتے تھے، لیکن اگر اس کے بعد بھی چور چوری کرتا رہتا تو وہ قید خانے میں ڈال دیا جاتا اور قید با مشقت ہوتی، نیز فرماتے: مجھے اللہ سے شرم آتی ہے کہ میں اس کا ایک ہاتھ نہ چھوڑوں کہ وہ کھائے اور استنجا کرے۔ ❻

ح:...... ہاتھ کاٹنا اور اسے ٹانگنا:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک چور کا ہاتھ کاٹنا اور کٹے ہوئے ہاتھ کو چور کی گردن میں لٹکا دینا مستحب ہے۔ ❼

چنانچہ حجیہ بن عدی سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ چور کا ہاتھ کاٹتے، پھر اس کو داغ دیتے پھر چور کو قید کر دیتے اور جب علاج معالجہ کے بعد ان کے ہاتھ تندرست ہو جاتے تو آپ انھیں باہر نکلواتے، پھر فرماتے: اپنے ہاتھوں کو اللہ کی طرف اٹھاؤ، وہ سب اپنے ہاتھ اٹھاتے، پھر آپ پوچھتے: تمھارا ہاتھ کس نے کاٹا؟ وہ سب جواب دیتے: علی نے۔

---

❶ مصنف ابن أبی شیبة (۹/ ٤٧٧).

❷ کنز العمال، حدیث نمبر (۱۳۹۱۱) فقه الإمام علی (۲/ ۸۱۷).

❸ المحلّی (۳/ ٣٥٤) المغنی (۸/ ٢٦٤). ❹ البدائع (۹/ ٤٢٧٣) فقه الإمام علی (۲/ ۸۱۸).

❺ مصنف ابن أبی شیبة (۹/ ٥٠٩). ❻ مصنف عبدالرزاق، حدیث نمبر (٤).

❼ فقه الإمام علی (۲/ ۸۲۱).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آپ پوچھتے: کیوں؟ وہ جواب دیتے: اس لیے کہ ہم نے چوری کی تھی۔ پھر آپ فرماتے اے اللہ! تو گواہ رہ، اے اللہ! تو گواہ رہ۔ ❶

آپ نے ہاتھ کاٹنے کے بعد اس کو اس لیے داغ دیتے تاکہ خون گرنا بند ہو جائے اور وہ جلدی شفایاب ہو جائے، مبادا زخم جسم کے دوسرے حصے کو متاثر نہ کر دے کہ اس سے موت واقع ہو جائے۔ ❷

بلاشبہ لوگوں کے مال کی حفاظت کرنا اسلامی شریعت کے اہم ترین مقاصد میں شامل ہے، کیونکہ مال انسانی زندگی کی اساس ہے، اسی لیے اسلام نے ناحق طریقے پر مال لینے کے کسی بھی ذریعے سے کو حرام قرار دیا ہے، چوری کو حرام قرار دیا اور جس آدمی کے حق میں چوری کا ثبوت مل جائے اس پر شرعی حد واجب کی ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ﴾

(المائدة: ۳۸)

''اور جو چوری کرنے والا اور جو چوری کرنے والی ہے سو دونوں کے ہاتھ کاٹ دو، اس کی جزا کے لیے جو ان دونوں نے کمایا، اللہ کی طرف سے عبرت کے لیے۔''

چنانچہ یہی وجہ تھی کہ خلفائے راشدین نے ان احکام کی تنفیذ کا پورا پورا اہتمام کیا۔

قانون قصاص اور بدعنوانیوں کا خاتمہ

جان کی حفاظت اور قتل وخون ریزی کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے مہلکات ونقصانات کی روک تھام کے لیے اسلامی شریعت نے قصاص کا قانون پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى﴾ (البقرة: ۱۷۸)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر مقتولوں میں بدلہ لینا لکھ دیا گیا ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ (البقرة: ۱۷۹)

''اور تمھارے لیے بدلہ لینے میں ایک طرح کی زندگی ہے اے عقلوں والو! تاکہ تم بچ جاؤ۔''

اور فرمایا:

﴿وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ۝۳۳﴾ (الاسراء: ۳۳)

''اس حال میں کہ مظلوم ہو تو یقیناً ہم نے اس کے ولی کے لیے پورا غلبہ رکھا ہے۔ پس وہ قتل میں حد سے نہ بڑھے، یقیناً وہ مدد دیا ہوا ہوگا۔''

---

❶ كنز العمال، حديث نمبر (١٣٢٦). ❷ فقه الإمام علي (٢/ ٨٢١).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آئندہ صفحات میں قتل، قصاص اور بدعنوانیوں سے متعلق چند احکامات نقل کیے جا رہے ہیں:

الف:...... قتل عمد میں کئی قاتلوں کی شرکت:

کسی آدمی کے قتل میں اگر عمداً کئی لوگ شریک ہوں تو علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک قصاص میں وہ سب قتل کیے جائیں گے۔ [1] آپ کے بارے میں مروی ہے کہ تین لوگوں نے مل کر ایک آدمی کو قتل کیا تھا تو آپ نے ان تینوں کو قتل کیا۔ [2]

ب:...... اگر غلام، مالک کے حکم پر کسی کو قتل کر دے:

ابن المنذر وغیرہ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ آپ کے نزدیک اگر مالک اپنے غلام سے کسی کو قتل کرا دے تو قصاص میں مالک کو قتل اور غلام کو قید کیا جائے گا۔ [3] خلاس سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جس نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ فلاں کو قتل کر دو تو آپ نے فرمایا: وہ غلام مالک کے کوڑے یا تلوار کے قائم مقام ہے۔ [4] اور ایک روایت میں ہے کہ اگر کسی آدمی نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ فلاں کو قتل کردو، تو غلام، مالک کے کوڑے یا تلوار کی طرح ہے۔ مالک کو قصاص میں قتل کیا جائے اور غلام کو قید کرا دیا جائے۔ [5]

ج:...... ازدحام اور بھگدڑ میں کسی شخص کا مقتول پایا جانا:

اگر کوئی شخص ازدحام میں قتل کر دیا جائے اور اس کے قاتل کی شناخت نہ ہو سکے تو علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کی دیت مسلمانوں کے بیت المال سے ادا کی جائے گی۔ [6] چنانچہ یزید بن مذکور ہمدانی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ جمعہ کے دن مسجد کے ازدحام میں ایک شخص مر گیا، تو علی رضی اللہ عنہ نے اس کی دیت بیت المال سے ادا کی۔ [7]

د:...... سائق، قائد اور سوار کا جرم:

اس مسئلہ میں علی رضی اللہ عنہ سے دو روایات منقول ہیں:

- ایک روایت ہے کہ چوپائے کی سواری نے کسی کو روند دیا، یا لات ماردی، یا کچھ اور نقصان پہنچا دیا، تو علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس نقصان کی ذمہ داری سائق، قائد اور سوار پر عائد ہوتی ہے، اس لیے کہ کوتاہی انھیں لوگوں کی ہے اور انھیں لوگوں نے پوری توجہ اور ہوشیاری کے ساتھ سواری کو نہیں چلایا۔ [8] چنانچہ خلاس علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ وہ سائق، قائد اور سوار تینوں کو نقصان کا ضامن ٹھہراتے تھے۔ [9] اس مسئلہ میں آپ کی دلیل یہ ہوتی تھی کہ سوار براہ راست قتل کا ذمہ دار ہے اور سواری تو اس کے ہاتھ میں ایک آلہ ہے، جب کہ سائق اور قائد یہ دونوں مقتول کے قتل کا سبب ہیں، یہ سب کے سب نقصان کے ضامن ہوں گے،

---

[1] فقه الإمام علی بن أبی طالب (۲/ ۸۲۶).
[2] المغنی (۷/ ۶۷۲).
[3] المغنی (۷/ ۷۵۷).
[4] مصنف ابن أبی شیبة (۹/ ۳۷۱).
[5] فقه الإمام علی بن أبی طالب (۲/ ۸۳۶).
[6] فقه الإمام علی بن أبی طالب (۲/ ۸۳۸).
[7] الخلافة الراشدة / یحییٰ الیحیی ص (۵۰۲).
[8] فقه الإمام علی (۲/ ۸۴۱) سائق: پیچھے سے سواری کو ہانکنے والا، قائد: آگے سے سواری کو لے کر چلنے والا۔
[9] مصنف ابن أبی شیبة (۹/ ۲۵۹).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس لیے کہ اس جرم سے بچنے کا اہتمام نہیں کیا، اور سواری کو ہانکنے، راستہ بتانے یا سواری کرنے میں ایسے احتیاط اور بیدار مغزی سے کام نہ لیا جو انھیں اس جرم کے ارتکاب سے بچا لیتی۔ ❶

○ اور دوسری روایت یہ ہے کہ اگر ان لوگوں کی کوتاہی ثابت نہ ہو، تو یہ لوگ جانی یا مالی نقصان کے ضامن نہ ہوں گے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں: اگر وہ راستہ دو راستہ دو پکارتے ہوئے چلے جس کو لوگ سنیں تو پھر اس پر کوئی ضمانت نہیں ہے۔ ❷ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر راستہ کشادہ ہو تو سواری چلانے والے پر کوئی ضمانت نہیں ہے۔ ❸ اس کی دلیل یہ ہے کہ راستہ کی کشادگی اور پیدل راہ گیروں کو متنبہ کرنا ہی اصل احتیاط اور توجہ ہے، لہٰذا اگر راہ گیر اپنے نقصان کی پروا نہیں کرتا تو یہ اس کی کوتاہی ہے، اگر ایسی صورت میں وہ حادثہ (ایکسیڈنٹ) کا شکار ہو جائیں، جو انھوں نے اپنے اوپر ظلم کیا، ان کا کوئی ضامن نہ ہوگا۔

صحیح بات یہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے دونوں اقوال میں کوئی تعارض نہیں ہے، پہلی روایت میں آپ نے قصور اور کوتاہی کے ثبوت کی صورت میں سائق، قائد اور سوار کو ضامن قرار دیا ہے، جب کہ دوسری روایت میں راہ گیروں کو ضامن ٹھہرایا ہے کیونکہ اس میں ان کا قصور ہے اور سائق، قائد اور سوار کا قصور نہیں۔ ❹

ھ:...... ناجائز قبضہ جب جانی نقصان کا سبب بنے:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک اگر کسی شخص نے ناجائز جگہ پر کنواں کھودا، یا کوئی چیز رکھ دی، یا کوئی دیوار یا عمارت بنا لی، جس کی وجہ سے کسی کی موت ہوگئی مثلاً کنویں میں گر گیا یا سامنے کی چیز سے ٹکرا گیا، تو ناجائز قبضہ کرنے والا اس کا ضامن ہوگا۔ ❺ چنانچہ آپ نے فرمایا: جس نے راستہ میں کنواں کھودا، یا لکڑی رکھ دی اور کسی انسان کو اس سے چوٹ لگ گئی تو لکڑی اور کنویں کا مالک اس کا ضامن ہوگا۔ ❻

و:...... اگر گواہی دینے میں غلطی ہو جائے:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک گواہی دینے میں غلطی کر جانے سے گواہ نقصان کا ضامن ہوگا، چنانچہ اگر حد یا قصاص کے معاملے میں کوئی انسان گواہی دینے میں غلطی کر جائے جس کے نتیجہ میں فرد جرم عائد کیے گئے شخص کا کوئی جسمانی عضو کاٹا جائے، یا قصاصاً قتل کر دیا جائے تو گواہ اس کی دیت کا ضامن ہوگا۔ ❼

چنانچہ متعدد سندوں سے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں وارد ہے کہ دو آدمیوں نے ایک آدمی کے خلاف چوری کی گواہی دی، علی رضی اللہ عنہ نے گواہی پا کر چور کا ہاتھ کاٹ دیا۔ دوسرے دن صبح کو ایک گواہ ایک آدمی لے کر آیا اور کہا: کل ہم نے جس چور کے بارے میں گواہی دی تھی اس میں غلطی ہوگئی اصل چور یہ ہے، علی رضی اللہ عنہ نے دوسرے

---

❶ فقه الإمام علی (۲/ ۸٤۱).
❷ فقه الإمام علی (۲/ ۸٤۲).
❸ مصنف ابن أبی شیبة (۹/ ۵۵۹).
❹ فقه الإمام علی (۲/ ۸٤۲).
❺ فقه الإمام علی (۲/ ۸٤۲).
❻ مصنف عبدالرزاق حدیث نمبر (۸٤۰۰).
❼ فقه الإمام علی (۲/ ۸٤٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شخص سے متعلق دونوں کی گواہی مسترد کر دیا اور دونوں پر پہلے کی دیت کا تاوان عائد کیا۔ ❶ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر ثابت ہو گیا ہے کہ تم دونوں نے اسے قصداً جرم میں پھنسایا ہے تو تم دونوں کا ہاتھ کاٹوں گا۔ پھر آپ نے دوسرے شخص سے متعلق دونوں کی گواہی باطل قرار دی اور ان پر تاوان عائد کیا۔ ❷

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے آخری فیصلہ کی دلیل یہ تھی کہ دونوں گواہ ایک انسان کے جسمانی عضو کے اتلاف کا سبب بنے ہیں اور کسی چیز کے نقصان کا سبب بننا اس کی ضمانت کو واجب قرار دیتا ہے، جیسے کہ راستہ میں کنواں کھودنے والا اس کنویں کے سبب کسی جانی نقصان کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ ❸

ز:...... کسی جماعت کا نادانستہ طور پر آپس میں ایک دوسرے کے قتل کا سبب بننا:

اگر نادانستہ طور پر جماعت کے چند یا کئی افراد ایک دوسرے کے قتل کا سبب بنیں تو قتل کی ذمہ داری سب پر اس جرم کے اعتبار سے تقسیم کر دی جائے گی، البتہ مقتول نے خود اپنی ذات پر جو ظلم کیا ہے وہ حصہ ان سے خارج ہوگا۔ ❹

چنانچہ خلاس کا بیان ہے کہ ایک آدمی نے کنواں کھدوانے کے لیے چار مزدور رکھے، کنویں کی کھدائی کے دوران کنواں دھنسنے لگا، جس کی وجہ سے ایک مزدور مر گیا، یہ معاملہ علی رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا، آپ نے ۴-۳ دیت کا تینوں زندہ مزدوروں کو ضامن ٹھہرایا، اور ۴-۱ دیت ساقط کر دی۔ ❺

ح:...... سرپرست اور مالک کی اجازت کے بغیر کسی بچے یا غلام سے خدمت لینا:

اگر کسی شخص نے کسی بچے سے اس کے سرپرست کی اجازت کے بغیر یا کسی غلام سے اس کے مالک کی اجازت کے بغیر خدمت لی، یا اپنی سواری پر بیٹھا لیا، پھر وہ بچہ یا غلام مر جائے تو علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایسا شخص ان دونوں کا ضامن ہوگا۔ حکم سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس نے کسی کے غلام کو اجرت پر رکھا خواہ وہ بچہ ہو یا بڑا، رکھنے والا اس کا ضامن ہے۔ ❻

نیز آپ فرماتے ہیں: جس نے کسی آزاد بچہ سے کام لیا تو وہ اس کا ضامن ہے اور جس نے کسی بڑے آزاد شخص سے کام لیا تو وہ اس کا ضامن نہ ہوگا۔ ❼

ط:...... معنوی تاثیر کے سبب قتل:

خوف و ہراس اور نفسیاتی دباؤ جیسی کوئی بھی معنوی تاثیر اگر کسی شخص کی موت کا سبب بنے تو خوف و ہراس پیدا کرنے والے اور نفسیاتی دباؤ ڈالنے والے پر اس کی ذمہ داری عائد ہوگی۔ ❽ چنانچہ ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے کہا: اگر کوئی شخص کسی دیوار پر چڑھتے ہوئے کسی بچے کو بلند آواز میں ڈراتے ہوئے کہتا ہے: بھاگ

---

❶ مصنف ابن أبی شیبۃ (۹/ ۴۰۹).
❷ مصنف عبدالرزاق، حدیث نمبر (۱۸۴۶۱).
❸ فقہ الإمام علی (۲/ ۸۴۴).
❹ فقہ الإمام علی (۲/ ۸۴۴).
❺ المحلی (۱۰/ ۵۰۵) فقہ الإمام علی (۲/ ۸۴۴).
❻ مصنف ابن أبی شیبۃ (۹/ ۳۷۷).
❼ مصنف ابن أبی شیبۃ (۹/ ۳۷۷).
❽ فقہ الإمام علی (۲/ ۸۴۶).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بھاگ، اور وہ بچہ دیوار سے گر کر مر جاتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ عطاء نے جواب دیا: علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ڈرانے والے پر تاوان عائد ہوگا اس لیے کہ اس نے ہی اس کو خوفزدہ کیا تھا۔ ❶ جمہور علماء کسی معنوی موثر کے سبب قتل کی ضمانت کے وجوب کے قائل ہیں۔ ❷

ی:......طبیب کی غلطی اور کوتاہی سے مریض کی موت:

اگر طبیب یا جانوروں کا معالج، علاج کے اصول وشروط کی مخالفت کرے، جس کے نتیجہ میں انسان یا جانور ہلاک ہو جائے تو وہ تلف کا ضامن ہوگا۔ ❸ چنانچہ ضحاک بن مزاحم کا بیان ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اے اطباء، اور جانوروں کے معالجین اگر تم کسی انسان یا جانور کا علاج کرو، تو پہلے اپنی براءت کا ذمہ لے لو، اس لیے کہ اگر تم نے کسی کا علاج کیا اور اپنی براءت کا ذمہ نہیں لیا پھر مریض ہلاک ہو گیا تو ضامن ہو گے۔ ❹ مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے طبیب کے بارے میں فرمایا کہ اگر وہ اپنے علاج پر کسی کو گواہ نہیں بناتا تو وہ خود کو ملامت کرے۔ فرماتے ہیں: وہ ضامن ہوگا۔ ❺

ک:......قصاص اور حد کے نتیجہ میں موت واقع ہونا:

اگر کسی شخص پر حد یا قصاص نافذ کی جائے اور وہ مر جائے تو علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک قصاص لینے والا ضامن نہ ہوگا۔ ❻ آپ فرماتے ہیں: جس شخص پر کتاب الٰہی کی روشنی میں قصاص نافذ ہوا اور وہ مر گیا تو اس کی کوئی دیت نہیں ہے۔ ❼ اور فرمایا: جو کسی ''حد'' میں مر گیا تو اسے حد نے قتل کیا ہے اس کی کوئی دیت نہیں، اللہ کے حدود میں سے ایک حد کی تنفیذ میں اس کی موت ہوئی ہے۔ ❽ نیز فرمایا: اگر زنا، چوری، یا تہمت کی وجہ سے کسی شخص پر حد نافذ ہوئی اور وہ مر گیا تو اس کی کوئی دیت نہیں۔ ❾ اس کی دلیل یہ ہے کہ قصاص واجب ہے اور یہ ایسا وجوب ہے کہ اس میں سلامتی مشروط نہیں، لہٰذا اگر قصاص کی تنفیذ میں کوئی کوتاہی یا زیادتی نہ ہوئی تو اس کی ادائیگی پر کوئی ضمانت نہیں۔ ❿

ل:......راہزن جب گرفتار کر لیا جائے:

کوئی راہزن اگر اس حالت میں گرفتار کیا جائے کہ اس نے کسی کا مال نہ چھینا ہو اور نہ کسی کو قتل کیا ہو تو اسے اس وقت تک قید میں رکھا جائے گا جب تک کہ وہ توبہ نہ کر لے اور اگر مال لوٹا ہے لیکن کسی کو قتل نہیں کیا تو اس کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹا جائے اور اگر قتل بھی کیا ہے اور مال بھی لوٹا ہے تو دایاں ہاتھ اور بائیں پاؤں کاٹا جائے پھر پھانسی کے ذریعے سے سزائے موت دی جائے گی، لیکن اگر ایسی صورت میں گرفتاری سے قبل وہ توبہ کر لیتا

❶ كنز العمال (٦/ ٤٠٨).
❷ فقه الإمام علي (٢/ ٨٤٦).
❸ فقه الإمام علي (٢/ ٨٤٧).
❹ مصنف عبدالرزاق (١٨٠٤٧).
❺ مصنف عبدالرزاق (١٨٠٤٦).
❻ فقه الإمام علي (٢/ ٨٤٧).
❼ فقه الإمام علي (٢/ ٨٤٨).
❽ فقه الإمام علي (٢/ ٨٤٨).
❾ مصنف ابن أبي شيبة (٩/ ٣٤٢).
❿ فقه الإمام علي (٢/ ٨٤٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے تو مال کا ضامن ہوگا، اور اس سے قصاص لیا جائے گا اور اس پر حد نافذ نہ ہوگی۔ ❶

حارث بن بدر ایک راہزن تھے، انھوں نے گرفتاری سے قبل توبہ کر لی، علی رضی اللہ عنہ ان کی توبہ قبول کر لی اور لوٹ مار کرنے کی شرعی سزا یعنی حد حرابہ کو ان سے ساقط کر دیا، اس لیے کہ انھوں نے گرفتاری سے قبل توبہ کر لی تھی۔ ❷

م:...... بے گناہ کو تہمت سے بَری کرنے کے لیے قاتل کا اعترافِ قتل:

ایک ویران جگہ سے علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی پکڑ کر لایا گیا جس کے ہاتھ میں خون آلود چھری تھی اور اس کے سامنے ایک مقتول خون میں لت پت پڑا تھا، علی رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ اس کو کس نے قتل کیا ہے؟ اس نے کہا: میں نے۔ آپ نے فیصلہ سنایا کہ اسے لے جاؤ اور قتل کر دو، جب اسے لے جایا جانے لگا تب ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا، اور کہا: اے لوگو! جلدی نہ کرو، اسے علی رضی اللہ عنہ کے پاس واپس لے جاؤ، چنانچہ لوگ اسے علی رضی اللہ عنہ کے پاس واپس لے گئے، پھر اس نے کہا: اے امیر المومنین اس شخص کا قاتل یہ نہیں ہے، میں ہوں۔ علی رضی اللہ عنہ نے پہلے آدمی سے پوچھا: کیا وجہ تھی کہ تم نے قتل کی ذمہ داری لے لی، حالانکہ تم قاتل نہ تھے؟ اس نے جواب دیا: اے امیر المومنین! میرے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ تھا، رات کا بڑا پہرے دار مقتول کے پاس کھڑا تھا، جب کہ وہ خون میں لت پت تھا اور میں بھی وہاں کھڑا تھا، میرے ہاتھ میں خون آلود چھری تھی، میں اس ویرانے میں اپنی ضرورت سے گیا تھا، میں نے جب وہ منظر دیکھا تو مجھے اندیشہ ہوا کہ میرا عذر نا قابل قبول ہو سکتا ہے اور قسامہ کی نوبت آ سکتی ہے، اس لیے میں نے ناکردہ گناہ کا اعتراف کر لیا اور ثواب کی امید پر حقیقت حال اللہ کے حوالے کر دی۔

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے بہت ہی غلط اقدام کیا، تمھارا پورا واقعہ کیا ہے، تفصیل سے بتاؤ؟ اس نے کہا: میں ایک قصاب ہوں، میں غلس یعنی صبح کے اندھیرے میں اپنی دوکان پر گیا تھا، وہاں گائے ذبح کی، اور اس کا چمڑا اتارا، جب میں اس کا چمڑا اتار رہا تھا تبھی مجھے پیشاب کی ضرورت محسوس ہوئی اور چھری میرے ہاتھ میں تھی، میرے قریب میں وہی ویرانی جگہ تھی، وہاں میں قضائے حاجت کے لیے چلا گیا اور پھر لوٹ کر اپنی دوکان پر واپس آ رہا تھا کہ میں نے اس مقتول کو خون میں لت پت دیکھا، اس کا منظر دیکھ کر مجھے دہشت ہوئی اور ٹھہر کر اسے دیکھنے لگا، چھری میرے ہاتھ میں تھی، اتنے میں آپ کی گشتی پولیس میرے پاس آ گئی اور مجھے گرفتار کر لیا، پھر لوگوں نے بھی یہی کہا کہ یہی اس شخص کا قاتل ہے، اس کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ مجھے یقین ہو گیا کہ آپ ان لوگوں کی بات کے آگے میری بات نہیں تسلیم کریں گے، اس لیے ناکردہ گناہ کا میں نے اعتراف کر لیا۔

پھر علی رضی اللہ عنہ نے دوسرے اقرار کرنے والے سے پوچھا: تمھارا کیا واقعہ ہے؟ اس نے کہا: مجھے ابلیس نے بہکایا، اور میں نے مال کی لالچ میں اس شخص کو قتل کر دیا اور جب گشتی پولیس (رات کے پہریدار) کی آہٹ سنی تو ویران جگہ سے بھاگ نکلا اور قصاب نے اپنا جو واقعہ بتایا ہے جب میں نے اسے اسی حالت میں دیکھا تو ویران جگہ کے ایک کنارے چھپ گیا اور میں دیکھ رہا تھا کہ رات کو گشت کرنے والے پہرے دار آئے اور اسے گرفتار کر کے

❶ المحلّی، (۲۵۲) عصر الخلافة الراشدة ص (۱۵۱). ❷ عصر الخلافة الراشدة (۱۵۱).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آپ کے پاس لائے، پھر جب آپ نے اس کے قتل کا حکم دے دیا تو میرے دل میں خیال آیا کہ اس کے خون کا گناہ بھی کل قیامت کے دن میرے سر پر ہوگا، اس لیے میں نے حقیقت کا اعتراف کرلیا۔ علی رضی اللہ عنہ نے حسن سے پوچھا: اس آدمی کے بارے میں کیا رائے ہے؟ انھوں نے کہا: اے امیر المومنین! اگر اس نے ایک جان کو قتل کیا ہے تو دوسری طرف ایک جان کو زندگی بھی دی ہے اور اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا﴾ (المائدۃ: ۳۲)

''اور جس نے اسے زندہ کیا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو زندہ کیا۔''

پھر علی رضی اللہ عنہ نے دونوں کی جان بخشی کردی اور مقتول کی دیت بیت المال سے ادا کردی۔ ❶ غالباً آپ نے ایسا اس لیے کیا کہ مقتول کے اولیاء نے قصاص کا اپنا حق معاف کردیا تھا۔ ❷

ن: ...... اپنے عاشق کی موجودگی میں شب زفاف میں دلھن نے اپنے شوہر کو قتل کردیا:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک واقعہ اس طرح پیش آیا کہ ایک عورت نے اپنے عاشق کی موجودگی میں شب زفاف میں اپنے شوہر کو قتل کردیا، تو علی رضی اللہ عنہ نے قصاص میں مجرموں پر قتل کی سزا نافذ کی۔ ❸

ص: ...... دیت کی ادائیگی میں اونٹ کا بدل اور دیت دینے کی کیفیت:

دیت کی ادائیگی بنیادی طور پر اونٹ سے کی جائے گی، لیکن اگر اونٹ میسر نہ ہو تو علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کا بدل بھی جائز ہے۔ چنانچہ عامر رحمہ اللہ علی، عبداللہ اور زبیر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ ان سب کے نزدیک ایک جان کی دیت سو اونٹ ہیں ❹ اور حسن سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے دیت میں بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) درہم کا جرمانہ عائد کیا۔ ❺

البتہ دیت کی ادائیگی کی نوعیت کے بارے میں علی رضی اللہ عنہ کا خیال ہے کہ قتل خطا اور قتل شبہ عمد کی دیت قاتل کے ورثہ پر عائد ہوگی جسے تین سالوں میں قسط وار ادا کرنا ہوگا۔ ❻ اس کی دلیل مغیرہ بن شعبہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت کی ذمہ داری قاتل کے ورثاء پر ڈالی۔ ❼ اور اسے قسط وار دینے کا جواز اس لیے ہے کہ ایک ہی مرتبہ مکمل دیت کی ادائیگی دشوار تھی اور اسلام آسانی پیدا کرنے کا قائل ہے اس لیے تین سال کی مہلت دی گئی۔ ❽

ع: ...... اہل کتاب کی دیت:

اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کی دیت مسلمانوں کی دیت کی طرح ہے۔ ❾ حکم بن عتیبہ سے روایت ہے کہ

---

❶ الطرق الحکمیة ص (٥٦) القضاء فی الإسلام ص (١٥٤).

❷ القضاء فی الإسلام ص (١٥٤).

❸ المغنی (٩/ ٣٦٢، ٢٧٦) الطرق الحکمیة ص (٥٠) عصر الخلافة الراشدة ص (١٥٢).

❹ مصنف ابن أبی شیبة (٩/ ١٢٨).

❺ الأم / الشافعی (٧/ ١٧٧).

❻ فقه الإمام علی (٢/ ٨٥٣).

❼ سنن ابن ماجه حدیث نمبر (٣٦٣٣).

❽ فقه الإمام علی (٢/ ٨٥٤).

❾ فقه الإمام علی (٢/ ٨٥٥).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہودی، نصرانی اور ہر ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کی طرح ہے۔ ❶

ف:……ریڑھ کی ہڈی کی دیت:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک اگر کوئی شخص کسی کی ریڑھ کی ہڈی توڑ دے اور وہ جماع کی قوت سے محروم ہو جائے تو توڑنے والے پر پوری دیت عائد ہوگی، چنانچہ آپ فرماتے ہیں: اگر ریڑھ کی ہڈی توڑ دی اور وہ شخص قوت جماع سے محروم ہو گیا تو اس میں ایک کامل دیت ہے۔ ❷

ص:……اعور (کانا) کی آنکھ:

ابن قدامہ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ آپ کے نزدیک اگر کوئی شخص یک چشم کی دوسری آنکھ پھوڑ دے تو اس کی پوری دیت ہوگی، البتہ اگر کانا شخص قصاصاً دوسرے کی ایک آنکھ پھوڑ دے اور نصف دیت لے لے تو یہ اس کے لیے جائز ہے۔ ❸ اس لیے کہ کانے کی ایک آنکھ بینا کی دونوں آنکھوں کے برابر ہے، اس لیے اس میں پوری دیت ہے۔ ❹

ق:……انگلیوں کی دیت:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہر انگلی کی دیت، مکمل دیت کا دسواں ۱۰-۱ حصہ ہے، یعنی ایک انگلی کی دیت دس اونٹ ہے۔ عاصم بن ضمرہ علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: انگلیوں میں دیت (دسواں ۱۰-۱ حصہ) ہے۔ ❺ اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ انگلیوں میں عُشر العشر (دس کا دسواں ۱۰-۱) ہے۔ ❻

تعزیرات

اگر کسی شخص کا جرم شرعی حدود تک نہیں پہنچتا تھا تو علی رضی اللہ عنہ جرم کی پاداش میں اس پر تادیبی کارروائی کرتے تھے، اور تعزیری سزاؤں کے ذریعے سے اسے غلط کاری سے روکتے تھے اور چونکہ تعزیری سزا کا کوئی مقرر معیار نہیں ہے، اس لیے آپ جرم اور سزا کے درمیان موافقت پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے، جرم جس قدر بڑا ہوتا، سزا بھی اسی کے مناسب ہوتی، جرم اور مجرمین کے اعتبار سے علی رضی اللہ عنہ نے تعزیری سزاؤں کے لیے مختلف وسائل استعمال کیے۔ ❼ یہاں چند ایک کو بطور مثال ذکر کیا جا رہا ہے:

ا۔ ہاتھ سے مارنا:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے اور علی رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ طواف میں تھے، دورانِ طواف ایک آدمی نے عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی اور کہا کہ اے امیر المومنین! علی بن ابی طالب سے مجھے بدلہ دلوایئے، عمر رضی اللہ عنہ

❶ مصنف عبدالرزاق (۱۸٤۹٤).
❷ مصنف ابن أبی شیبة (۹/ ۳۳۱).
❸ المغنی (۸/ ٥).
❹ فقه الإمام علی (۲/ ۸٦۰).
❺ مصنف ابن أبی شیبة (۹/ ۱۹۳).
❻ مصنف عبدالرزاق، حدیث نمبر (۱۷٦۹۳).
❼ منهج علی بن أبی طالب فی الدعوة ص (۳۲۱).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے پوچھا: کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا: انھوں نے میری آنکھوں پر طمانچہ مارا ہے، عمر رضی اللہ عنہ ٹھہر گئے یہاں تک کہ علی رضی اللہ عنہ آپ تک آ پہنچے، آپ نے پوچھا: اے ابوالحسن! کیا تم نے اس کی آنکھ پر طمانچہ مارا ہے؟ علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہاں، اے امیر المومنین! عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیوں؟ آپ نے جواب دیا اس لیے کہ میں نے دیکھا یہ شخص دوران طواف مومنوں کی عورتوں پر دزدیدہ نگاہوں سے دیکھتا ہے، عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوالحسن! تو نے اچھا کیا۔ ❶

۲۔ حد شرعی کی تنفیذ میں مزید کوڑے:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اکثر و بیشتر ایسی ہی تادیبی کارروائی کرتے تھے، چنانچہ آپ نے نجاشی شاعر کو جس نے رمضان میں شراب پی لی تھی کوڑے لگائے اور کہا: میں نے تم کو بیس کوڑے زیادہ اس لیے لگائے ہیں کہ تم نے اللہ کے سامنے جرأت کی اور رمضان میں یہ جرم کیا۔ ❷

۳۔ مجرم کو گھمانا:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی تادیبی کارروائی میں مجرم کو گھمایا اور لوگوں میں اسے رسوا کیا، جھوٹی گواہی دینے والے کے ساتھ آپ نے یہی برتاؤ کیا، کیونکہ اسی میں معاشرہ کی مصلحت و مفاد پوشیدہ ہے، ورنہ جھوٹی گواہیوں سے حقوق ضائع ہو جائیں گے، چنانچہ علی بن حسین رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ جب علی رضی اللہ عنہ کسی جھوٹے گواہ کو گرفتار کرتے تو اسے اس کے خاندان اور محلے میں گھماتے اور کہتے: یہ جھوٹا گواہ ہے اسے خوب پہچان لو اور دوسروں کو بھی بتا دو، پھر اسے چھوڑ دیتے۔ ❸

زید بن علی رحمہ اللہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے اور وہ علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ایک جھوٹے گواہ کو گرفتار کیا، اسے تعزیری سزا دی، اسے اس کے محلّہ میں گھمایا اور اس کی جھوٹی گواہی کی تشہیر کی اور لوگوں کو منع کر دیا کہ اسے کبھی کوئی گواہ نہ بنائے۔ ❹

۴۔ قید کرنا:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کبھی کبھار مجرم کو قید کے ذریعے سے بھی تعزیری سزا دیتے تھے، جیسے کہ آپ نے رمضان میں شراب پینے والے نجاشی شاعر کے ساتھ کیا تھا۔ ❺

۵۔ پابہ زنجیر قید کرنا:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ بدکاروں کو پابہ زنجیر قید کیا کرتے تھے اور کسی ایک شخص کو مکلّف کر دیتے کہ نماز کے وقت کسی ایک پاؤں کی زنجیر کھول دیا کرے۔ ❻

---

❶ الریاض النضرة فی مناقب العشرة (۲/ ۱٦٥). ❷ موسوعة فقه علی بن أبی طالب / قلعجی ص (۱٥۳).
❸ موسوعة فقه علی بن أبی طالب ص (۱٤۹). ❹ موسوعة فقه علی بن أبی طالب ص (۱٤۸).
❺ مصنف ابن أبی شیبة (۱۰/ ۳٦). ❻ موسوعة فقه علی / قلعجی ص (۱٥٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

٦۔ گندگی میں لت پت کر دینا:

ایک آدمی ایک عورت کے بستر کے نیچے لیٹا ہوا پایا گیا، اسے گرفتار کر کے علی رضی اللہ عنہ کے سامنے حاضر کیا گیا، آپ نے فرمایا: اسے لے جاؤ اور کسی گندی جگہ میں خوب لتھیڑ دو کیونکہ یہ اس سے بھی بری جگہ میں تھا۔ ❶

٧۔ قتل کرنا:

اگر کسی مجرم کا جرم بے حد بھیانک اور بڑا رہا تو علی رضی اللہ عنہ نے تعزیری سزا میں اسے قتل بھی کیا ہے اور معاشرہ سے اس برائی کو دور کرنے میں ایسی سزا کی بہت اہمیت رہی ہے۔ مثلاً جھوٹی حدیثیں گھڑنا، یہ ایک ایسا عمل ہے جس میں دین میں جھوٹی بات شامل کی جاتی ہے اور لوگوں کو ان کے حقیقی دین سے دور کیا جاتا ہے۔ ❷ چنانچہ علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھے اس کی گردن ماردی جائے۔ ❸

٨۔ جرم کے اسباب و ذرائع کا خاتمہ:

ربیعہ بن زکار کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ علی رضی اللہ عنہ کی نگاہ ایک گاؤں پر پڑی، آپ نے پوچھا: یہ کون سا گاؤں ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ اس کا نام زرارہ ہے، ❹ یہاں گوشت کٹتا ہے اور شراب فروخت ہوتی ہے۔ آپ نے آگ منگوائی اور کہا: جہاں جہاں یہ ہوتا ہے وہاں آگ لگا دو۔ ناپاک ہی ناپاک کو کھائے گا، چنانچہ وہ سب جگہیں جل کر خاک ہوگئیں۔ ❺ پس آپ نے شراب کو نذر آتش کیا اور شراب میں استعمال کی جانے والی دیگر چیزوں کو بھی آگ لگائی۔ ❻

خلاصہ بحث یہ کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے محکمہ قضاء میں قصاص، حدود، جرائم اور تعزیرات کے میدان میں اپنے اجتہادات کے نقوش چھوڑے اور یہ اجتہادات جو کہ آپ کی وسیع معلومات، علم، فقہ اور فہم کی گہرائی و گیرائی اور شرعی مقاصد کے استیعاب پر دلالت کرتے ہیں، ان کے ذریعے سے فقہی مدارس کو ترقی دینے میں خوب حصہ لیا۔

---

❶ موسوعة فقه علی / قلعجی ص (١٥٤). ❷ منهج علی بن أبی طالب فی الدعوة ص (٣٢٤).
❸ موسوعة فقه علی بن أبی طالب ص (١٥٤).
❹ کوفہ کے ایک محلّہ کا نام ہے، بنو بکار کے زرارہ بن یزید بن عمر کے نام پر اس کی نسبت ہے۔
❺ کنز العمال حدیث نمبر (١٣٧٤٤) الاموال / أبو عبیدة ص (١٠٣) ❻ منهج علی فی الدعوة ص (٣٢٥).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۴)

قولِ صحابی کی حجیت

مذہب صحابی کے متعلق اصولیین نے مفصل گفتگو کی ہے اور کہا ہے کہ اکثر اصولیوں کے نزدیک مذہب صحابی مختلف فیہ دلائل میں سے ہے، جب کہ امام ابن القیم رحمہ اللہ نے مذہب صحابی کے حجیت پر ائمہ اربعہ کا اجماع نقل کیا ہے۔ ❶
اس میں کوئی شک نہیں کہ جملہ اصحاب نبی اور خاص طور پر بڑے بزرگ، صحابہ فہم وادراک میں دوسروں سے ممتاز تھے، جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اصحاب رسول اس امت کے سب سے پاک دل انسان تھے، سب سے گہرے علم، کم تکلف اور اعلیٰ ترین طور وطریقے کے مالک تھے، ان کی طرز زندگی سب سے عمدہ تھی، انھیں اللہ نے اپنے نبی کی صحبت اور دین کی اقامت کے لیے منتخب کیا تھا، لہٰذا ان کے فضل ومرتبہ کو پہچانو اور ان کے طرز عمل کو اپناؤ، اس لیے کہ وہی لوگ صراط مستقیم پر تھے۔ ❷ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا کلام بتاتا ہے کہ صحابہ کرام کے علم میں گہرائی اور فہم و ادراک میں وسعت تھی اور بعد والوں کا علم ان کے علم کے مقابلے میں ایسے ہی ہے جیسے بعد والوں کی فضیلت ان کی فضیلت کے مقابلے میں کم تر ہے۔ ❸ چونکہ یہ بات اتنی واضح ہے کہ اس کے لیے کسی حجت اور دلیل کی ضرورت نہیں ہے، اس لیے میں ان اسباب کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں جن کی وجہ سے انھیں اللہ نے یہ رتبہ عطا کیا۔

ا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست دین سیکھنا:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست دین سیکھنے کی وجہ سے دین کو سمجھنے میں انھیں کئی اعتبار سے تقویت ملی مثلاً:

● آمیزش سے پاک سرچشمہ علم:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست دین سیکھنے کا مطلب ہوا کہ انھوں نے وحی الٰہی کو بالکل تروتازہ حالت میں پایا اور زبان رسالت سے براہ راست اسے سنا اور ان کا علم ہر قسم کی آلائشوں سے پاک رہا، وہ خالص قرآن اور سنت کی تعلیم تھی، اس میں آراء الرجال اور بعد کے علوم مثلاً فلسفہ وغیرہ کی کوئی آمیزش نہ تھی۔

● فہم کی گیرائی وگہرائی:

جب یہ بات ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ان کے معلم اول یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ فصیح وبلیغ تھے، اور فقہ وفہم پر سب سے زیادہ قدرت حاصل تھی، تو پھر بھلا یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ آپ کی باتیں حق کے متلاشی، منتظر کانوں، بیدار دلوں اور ہم مزاج سلیقہ مندیوں سے ٹکرائیں، پھر یہ سب اسے سننے کے لیے بے چین ہوں اور اسے سمجھ نہ سکیں؟ ایسا نہیں ہوسکتا، بلکہ بلاشبہ وہ جو کچھ سنیں گے انھیں پوری گہرائی کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کی

❶ اعلام الموقعین (٤/ ١٢٠). ❷ شرح السنة/ البغوی (١/ ٢١٤، ٢١٥).
❸ اعلام الموقعین (٤/ ١٤٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مراد کے مطابق سمجھیں گے، یہ بالکل واضح بات ہے، کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ عام لوگ اپنی زندگی میں اور علم حاصل کرنے والے حصول علم کے میدان میں ایسے ہی علماء سے سیکھتے اور پڑھتے ہیں جو علم میں سب سے بہتر ہوتے ہیں، مسائل کو اچھی طرح سمجھتے اور سمجھاتے ہیں، کتنے ایسے شاگرد ملیں گے جن کی بلندی کا ستارہ چمکنے اور علمی قد بلندی میں اللہ کے فضل کے بعد معلّم کی حسن تعلیم کا اثر ہے۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بحیثیت معلم ہمارا عقیدہ ہے کہ کوئی شخص آپ کے حسن تعلیم کا دسواں حصہ تو کیا اس سے کم بھی نہیں پا سکتا۔ معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حسن تعلیم کے بارے میں یہی گواہی دی ہے، فرماتے ہیں: ان پر میرے ماں باپ قربان جائیں آپ سے پہلے اور آپ کے بعد میں نے آپ جیسا بہتر تعلیم دینے والا کسی کو نہیں پایا۔ ❶

● یقین کی بلندی:

انھوں نے جو کچھ بزبان رسالت سنا اور سمجھا اس پر کامل یقین کیا، لہٰذا ان کے علوم یقینی ہیں اور جو علوم ان کے بعد کے ہیں ان کے بیشتر احوال میں ظن ہے۔

● نزول احکام کے اسباب کی معرفت:

قرآنی آیات کے اسباب نزول، احادیث نبویہ کے اسباب ورود اور ناسخ ومنسوخ کی معرفت انھیں شرعی مراد تک پہنچانے اور مقاصد شرع سے آگاہ کرنے میں معاون ثابت ہوتی رہی ہے۔

● افعال نبوی کا عینی مشاہدہ:

افعال نبوی کے عینی مشاہدہ سے انھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کی صحیح تشریح، قرآنی آیات اور ان کے شرعی مراد ومطالب کی توضیح وتفسیر میسر آتی رہی ہے۔

● مشکل مسائل کا استفسار:

مشکل مسائل کے بارے میں استفسار کرنا اور ان کے جواب پانا ان لوگوں کے لیے آسان رہا۔

۲۔ عربی سلیقہ وثقافت:

انھوں نے قرآن اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو عربی سلیقہ وثقافت کی وجہ سے اچھی طرح سمجھا اور عربی الفاظ کے معانی ودلالت کو مکمل طور سے پہچانا ان کے بعد کے ادوار میں عربی زبان کے رموز کو پہچاننے کے لیے جن لغوی اور اصولی قواعد کی ضرورت پیش آئی وہ ان قواعد کے محتاج نہ تھے۔

۳۔ اخلاص وتقویٰ:

اپنے اخلاص وتقویٰ کی بدولت وہ لوگ نہایت مختصر مدت میں بہت سے نفع بخش علوم کے مالک ہو گئے، جیسے کہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ۖ وَ يُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ۗ﴾ (البقرۃ: ۲۸۲)

❶ مسلم، کتاب ... (۵۳۳)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اللہ تمھیں علم دے رہا ہے۔''

خلاصہ یہ کہ مذکورہ تمام اسباب نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ایک مکمل اور قوی ترین دینی فقہ و بصیرت کی شکل اختیار کر لی، چنانچہ امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جن چیزوں میں ہمیں ان صحابہ سے مشارکت ہے مثلاً دلالتِ الفاظ اور قیاسات، تو اس میں گرچہ ہم کو بھی حصہ ملا ہے لیکن وہ پاک دل تھے، وافر علم والے اور کم تر تکلف والے تھے، ان کے ساتھ اللہ کی مدد تھی، ان کے ذہن قدرت نے کھول رکھے تھے، ان کے سینے صاف تھے، انھیں نور نبوت سے حصہ ملا تھا، ان کی زبانیں حق وصداقت والی تھیں، استاد کامل نصیب ہوا تھا، ان کی عقل تیز تھی، ان کے سامنے کوئی رکاوٹ نہ تھی، ان کے مقصد نیک تھے، ان کی رگ رگ خوف الٰہی میں پھڑکتی رہتی تھی، عربیت ان کی طبیعت تھی، معانی و مطالب ان کا حصہ تھے، فطرت و عقل پر پالش اللہ کی طرف سے تھی، سند، حال راوی، علتِ حدیث، جرح و تعدیل، قواعد واصول سب ہمارے لیے ہیں، ان کے لیے نہ تھے، ان کے سامنے صرف دو ہی چیزیں تھیں:

(۱)...... اللہ نے فرمایا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (۲)...... اور ان فرمودات کے معانی یہ ہیں۔

بس وہی لوگ سب امت سے زیادہ اس خزانے کے مالک تھے، یہی چیز ان کے سامنے تھی اور ان کی بھی تمام تر توجہ اسی کی طرف تھی، لیکن ان کے بعد جو آئے ان کی صلاحیتیں مختلف النوع ہو گئیں، ان کی ہمتیں ادھر ادھر بٹ گئیں، ایک طرف انھیں زبان سیکھنا پڑتی ہے، دوسری جانب قواعد، علمِ اسناد اور علمِ احوال رواۃ سیکھنا پڑتا ہے۔ مصنّفین کے کلام میں غور وخوض کرنا پڑتا ہے، اپنے مختلف اور بہت سے جداگانہ خیالات والے اساتذہ کے بارے میں انھیں فیصلہ کرنا پڑتا ہے، پھر بہت سی دقتوں اور بہت زیادہ تکلیفوں کے بعد احادیث رسول تک ان کی رسائی ہوتی ہے، بہرصورت اگر وہ وہاں تک پہنچتا بھی ہے تو تھکا ہارا، ماندہ و درماندہ، نچوڑا ہوا اور بے طاقت، اب جتنی قوت باقی رہی ہے زیادہ سے زیادہ اس کا کوئی ہی حصہ صرف کر سکتا ہے۔ ❶

مذکورہ اقتباس ثابت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے ساتھیوں کے لیے وہ اسباب مہیا کیے جو ان کے فہم وعلم کے لیے معاون ثابت ہوئے اور انھیں دینی فہم وعلم میں دقیق رسی کا ملکہ حاصل ہوا، چنانچہ ہمارا عقیدہ ہے کہ دوسروں کے بالمقابل وہ لوگ مقاصدِ شریعت سے زیادہ واقف تھے اور مقاصد شریعت کے حصول کے اہم ترین وسائل یعنی قرآن اور سنت اور ان کے طرق استنباط سے مکمل طور پر بہرہ ور تھے۔ ❷

امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صحابہ کرام مقاصد قرآن کی معرفت میں سب پر فائق تھے۔ ❸ اور فرمایا: شریعت کو سمجھنے اور اس کے مقاصد تک رسائی حاصل کرنے میں صحابہ ہی ہمارے لیے اسوہ اور نمونہ ہیں۔ ❹

صحابہ اور ان کے علمی مقام ومرتبہ پر ان چند تمہیدی کلمات کے بعد معلوم ہونا چاہیے کہ قول صحابی کی حجیت کے بارے میں علماء کے پانچ مشہور اقوال ہیں، لیکن ان اقوال کو ذکر کرنے سے پہلے مناسب ہے کہ محلِ نزاع کو

❶ إعلام الموقعين (٤/ ١٤٩).
❷ مقاصد الشريعة الإسلامية / اليوبي ص (٦٠١).
❸ الموافقات (٣/ ٤٠٩).
❹ الموافقات (٣/ ٤٠٩).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تحریر کر دیا جائے:

۱: تمام لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ اجتہادی مسائل میں کسی ایک صحابی کا قول دیگر متعدد صحابہ پر حجت نہ ہوگا۔ خواہ وہ حاکم ہو، امام ہو، یا مفتی۔

۲: اگر کسی مسئلہ میں کوئی ایک صحابی ایک رائے قائم کرے اور دیگر صحابہ اس کی تائید کریں تو وہ اجماعی مسئلہ ہو جائے گا، درپیش محل نزاع میں یہ صورت شامل نہیں ہے۔

۳: اگر کسی مسئلہ میں ایک صحابی نے کوئی فتویٰ دیا اور وہ عام ہو گیا، لیکن کسی نے اس فتویٰ کی مخالفت نہ کی، تو اس صورت کو اجماعِ سکوتی کا حکم حاصل ہے۔

۴: اس بات پر تمام مسالک متفق ہیں کہ اگر کسی صحابی کے قول کی مخالفت کوئی دوسرا صحابی کرے تو وہ قول حجت نہیں ہے۔

۵: اگر قولِ صحابی کی بنیاد قرآن، سنت یا اجماع ہے، تو ایسی صورت میں حجت قول صحابی نہیں بلکہ وہ بنیاد ہے۔

۶: اگر کسی صحابی نے کوئی فتویٰ دیا ہو، پھر اس سے رجوع کر لے تو وہ حجت نہیں ہے۔

محل نزاع یہ بات ہے کہ کوئی صحابی کسی اجتہادی اور تکلیفی مسئلہ میں کوئی فتویٰ دے اور اس کا کوئی موافق یا مخالف ظاہر نہ ہو، نہ ہی اس کی شہرت اور عدم شہرت کا علم ہو اور نہ ہی یہ معلوم ہو کہ کسی نے اس کی مخالفت کی ہے یا نہیں۔ ❶ پس اس مسئلہ میں علماء کے پانچ مشہور اقوال ہیں:

- **پہلا قول:**...... قول صحابی حجت ہے، امام مالک، شافعی کا قدیم قول اور احمد کی ایک روایت یہی ہے، اکثر اصولیوں، فقہائے احناف اور حنابلہ میں سے ابن عقیل اور علائی، ❷ اور شافعیہ میں سے خطیب بغدادی کا یہی مسلک ہے۔ امام ابن القیم نے اعلام الموقعین میں، شاطبی نے الموافقات میں اور ابن تیمیہ نے فتاویٰ میں اسی کو پسند کیا ہے۔ ❸
- **دوسرا قول:**...... قول صحابی حجت نہیں ہے۔ امام شافعی کے دو اقوال میں سے ایک یہی ہے، آمدی، رازی، غزالی اور احمد کی ایک روایت بھی اسی کی تائید میں ہے۔ ❹
- **تیسرا قول:**...... اگر اجتہادی مسئلہ نہیں ہے تو حجت ہے، ورنہ نہیں۔ فقہائے احناف کی ایک جماعت اسی بات کی قائل ہے۔ ❺
- **چوتھا قول:**...... ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کا قول حجت ہے، دوسروں کا نہیں۔ ❻
- **پانچواں قول:**...... خلفائے اربعہ یعنی ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کا قول حجت ہے دوسروں کا نہیں۔ ❼

مذکورہ اقوال میں پہلا قول ہی راجح ہے اور اس کے دلائل یہ ہیں۔

❶ مقاصد الشريعة الإسلامية ص (٥٩٦، ٥٩٧). ❷ حقيقة البدعة وأحكامها (١/ ٣٢٠).
❸ مجموع الفتاوىٰ (٥/ ٤١٣) إعلام الموقعين (٤/ ١٢٠).
❹ مقاصد الشريعة الإسلامية ص (٩٥٩٧). ❺ حقيقة البدعة و أحكامها (٣٢٧١).
❻ الأحكام/ الآمدي (٤/ ١٣٠) حجية قول الصحابي ص (٤٠). ❼ حجية قول الصحابي ص (٤٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قرآن سے دلائل:

ا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۱۰۰ ﴾ (التوبة: ۱۰۰)

’’اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کیلئے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔‘‘

حافظ ابن جریر اس آیت کی تفسیر میں اپنی سند سے محمد بن کعب القرظی سے نقل کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو اس آیت کی تلاوت کر رہا تھا، جب وہ شروع آیت سے ’’وَرَضُوْا عَنْهُ‘‘ تک پہنچا تو آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا: تمھیں یہ کس نے پڑھایا ہے؟ اس نے کہا: ابی بن کعب نے۔ آپ نے فرمایا: میں تمھیں ان کے پاس لے جا رہا ہوں، چنانچہ آپ اسے لے کر ابی کے پاس آئے، اور کہا: کیا تم نے اسے یہ آیت اسی طرح پڑھائی ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں، آپ نے پوچھا: کیا تم نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: میں یہ سمجھ بیٹھا تھا کہ ہم اتنے اونچے مقام سے نواز دیے گئے ہیں کہ ہمارے یعنی مہاجرین کے بعد کوئی مقام کو نہیں پہنچ سکتا۔ اُبی رضی اللہ عنہ نے کہا: اس آیت کی تصدیق سورہ جمعہ کی پہلی آیت سے ہو رہی ہے، اللہ نے فرمایا ہے:

﴿ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۳ ﴾ (الجمعة: ۳)

’’اور ان میں سے کچھ اور لوگوں میں بھی (آپ کو بھیجا) جو ابھی تک ان سے نہیں ملے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔‘‘

اور سورۂ حشر میں ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ جَاۗءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ ﴾ (الحشر: ۱۰)

’’اور (ان کے لیے) جو ان کے بعد آئے، وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جنھوں نے ایمان لانے میں ہم سے پہل کی۔‘‘

اور سورۂ انفال میں ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ مِنْكُمْ ۭ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۷۵ ﴾

(الانفال: ۷۵)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمھارے ساتھ مل کر جہاد کیا تو وہ تم ہی سے ہیں اور رشتے دار اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔ بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس آدمی سے آیت کے بارے میں اس لیے استفسار کیا اور اُبی بن کعب سے اس کی تحقیق کی، کیونکہ وہ (عمر رضی اللہ عنہ) وَالْأَنْصَارِ کے ''راء'' کو رفع کے ساتھ (وَالْأَنْصَارُ) اور ''وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ'' میں ''وَالَّذِينَ'' کو بغیر ''واوَ'' کے (الَّذِينَ) پڑھتے تھے۔ ❶

جب ابی بن کعب سے تحقیق کے بعد آپ کو یقین ہو گیا کہ ''انصار'' کے ''راء'' پر ''کسرہ'' اور ''الذین'' سے پہلے ''واوَ'' ہے، تب فرمایا کہ میں یہ سمجھ بیٹھا تھا کہ ہم اتنے اونچے مقام سے نواز دیے گئے کہ ہمارے یعنی مہاجرین بعد کوئی اس مقام کو نہیں پہنچ سکتے۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان ان لوگوں کے خیال کی تائید کرتا ہے جو بلا کسی تخصیص کے تمام صحابہ کے قول کی حجیت کے قائل ہیں، کیونکہ ربانی ستائش وثنا میں سب یکساں مشترک ہیں اور وہ سب ہر علم، فضل، جہاد اور عمل میں سبقت لے گئے۔ امام ابن القیم رحمہ اللہ نے اس آیت کو اتباع صحابہ کے وجوب کی دلیل میں ذکر کیا ہے۔ ❷

اسی مقصد کے لیے، اسی آیت سے امام مالک کا استدلال بھی بیان کیا جاتا ہے۔ ❸ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت مدح صحابہ اور ان کے ائمہ متبوعین ہونے اور ان کے اقوال پر عمل کرنے کو متضمن ہے۔ نیز اس کا تقاضا ہے کہ جو لوگ ان صحابہ کی پیروی کریں، یا صحابہ باہم دیگر ایک دوسرے کی اتباع کریں تو وہ سب مذکورہ ربانی ستائش کے حق دار ہوں، بشرطیکہ ان کی باتیں اور اعمال نص شرعی کے مخالف نہ ہوں۔ ❹

۲: اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ﴾ (آل عمران: ۱۱۰)

''تم سب سے بہتر امت چلے آئے ہو، جو لوگوں کے لیے نکالی گئی، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔''

ابن جریر اپنی سند سے اس آیت کی تفسیر میں ضحاک سے نقل کرتے ہیں کہ اس آیت سے مراد خاص طور سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں۔ ❺ اور اس اثر کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یہی لوگ احکامات شرعیہ کے ناقلین اور اس کی طرف دعوت دینے والے تھے، اللہ نے مسلمانوں کو ان کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ ❻ علامہ شاطبی نے یہ ثابت کرنے کے بعد کہ صحابہ کی سنت ایسی سنت ہے جس پر عمل کیا جائے گا اور اس کی طرف رجوع کیا جائے گا، ❼ اسی آیت کریمہ سے اپنی بات کی دلیل پیش کی ہے۔ فرماتے ہیں: اس آیت میں تمام امتوں پر افضلیت کا اثبات

❶ تفسیر طبری (۱٤/ ٤۳۸).
❷ إعلام الموقعین (٤/ ۱۲۳).
❸ إعلام الموقعین (٤/ ۱۲۳).
❹ إعلام الموقعین (٤/ ۱۲۳ - ۱۲۹).
❺ تفسیر طبری (۷/ ۱۰۲).
❻ تفسیر طبری (۷/ ۱۰۲).
❼ الموافقات (٤/ ۷٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اصحابِ افضلیت ہر حال میں استقامت پر قائم رہے اور ہمیشہ شریعت کی موافقت کی اور مخالفت سے دور رہے۔ ❶ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے اصحاب رسول کے اتباع کے وجوب پر قرآنی آیات کی روشنی میں نہایت بہترین اور مفصل گفتگو کی ہے۔ ❷

سنت سے دلائل:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((خَیْرُ النَّاسِ الْقَرْنِ الَّذِیْ أَنَا فِیْهِ ثُمَّ الثَّانِیْ ثُمَّ الثَّالِثُ .)) ❸

''لوگوں میں سب سے بہتر میری اس صدی کے لوگ ہیں پھر دوسری پھر تیسری صدی کے۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان اس بات کا متقاضی ہے کہ خیر کے ہر میدان میں انھیں مقدم تسلیم کیا جائے، بالخصوص درستگی تک پہنچنے میں ان کی کامیابی پر کامل اعتماد ہو۔ ❹ پس وہ صحابہ تمام تر فضیلتوں میں دوسروں سے افضل ہیں، علم وعمل کی فضیلت ہو، یا دین، عبادات اور دینی توضیح وتفسیر کی فضیلت ہو، ہر مشکل مسئلہ کی صحیح توضیح کے وہی مستحق ہیں، یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار کوئی ملحد ہی کرسکتا ہے، مسلمان نہیں۔ ❺

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا مِنْ نَبِیٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ إِلَّا کَانَ لَهٗ فِیْ أُمَّتِهٖ حَوَارِیُّوْنَ وَأَصْحَابٌ یَأْخُذُوْنَ بِسُنَّتِهٖ وَ یَقْتَدُوْنَ بِأَمْرِهٖ .)) ❻

''اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیاء مبعوث کیے اس کی امت سے اس کے مددگار اور ساتھی رہے، جو اس کی سنت پر عمل اور اس کی حکم کی تعمیل کرتے رہے۔''

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث سے صحابہ کی افضلیت اور علم وعمل اور اخلاص میں عالی مقام ہونے پر استدلال کیا ہے۔ ❼

آثار صحابہ سے دلائل:

حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اے قراء کی جماعت! ان لوگوں کا راستہ اپناؤ جو تم سے پہلے تھے، اللہ کی قسم! اگر تم نے اس پر استقامت اختیار کی تو خوب سبقت لے جاؤ گے اور اگر اسے چھوڑ کر دائیں بائیں بھٹکے یقیناً بہت گمراہ ہو جاؤ گے۔ ❽ علامہ خطیب نے اپنی سند سے عامر الشعبی سے روایت کیا ہے کہ وہ (تابعین) اصحابِ رسول سے جو کچھ بیان کریں اسے مان لو۔ ❾

❶ الموافقات (٤/ ٧٤).
❷ إعلام الموقعین (٤/ ١٢٣، ١٣٥).
❸ صحیح مسلم (٢/ ١٩٦٥).
❹ إعلام الموقین (٤/ ١٣٦).
❺ مجموع الفتاویٰ (٤/ ١٥٨).
❻ صحیح مسلم / الإیمان (١/ ٦٩).
❼ الاعتقاد / البیهقی ص (٣١٩).
❽ حلیة الأولیاء (١٠/ ٢٨٠) البدع / ابن وضاح ص (١٠).
❾ حقیقة البدعة و أحکامها (١/ ٣٢٩).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ائمہ وعلمائے سلف کے اقوال سے دلائل:

۱: امام شافعی رحمہ اللہ کا قول:

آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب تک کتاب وسنت موجود ہوں تب تک ان دونوں کے علاوہ کسی کی بات نہ مانی جائے گی اور انھیں دونوں کی چلے گی، اگر ان میں سے کوئی نہ ہو تو جملہ اصحاب رسول کے اقوال، یا کسی ایک صحابی کے قول کو ہم اختیار کریں گے۔ ❶ اور فرمایا: اصل سے ہٹ کر یا اصل پر قیاس چھوڑ کر کوئی بات کہنا تمھارے لیے جائز نہیں، اصل اللہ کی کتاب ہے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، یا صحابی کا قول، یا اجماع امت۔ ❷

۲: امام احمد رحمہ اللہ کا قول:

آپ فرماتے ہیں: اپنے دین کے بارے میں ان میں سے کسی کی تقلید نہ کرو، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سے ملے لے لو، پھر اس کے بعد تابعین سے جو ملے اسے لے لو، لیکن اس میں آدمی کو اختیار ہے۔ ❸

۳: امام مالک رحمہ اللہ کا قول:

اہل مدینہ کے عمل کو ترجیح دینا آپ کا مشہور ومعلوم مسلک ہے، جب کہ آپ اس سے بھی آگے بڑھ کر صحابی کا قول حجت مانتے ہیں اور بالخصوص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء کے قول کو بھی حجت تسلیم کرتے ہیں۔ ❹

٤: ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تحقیق:

آپ فرماتے ہیں: جن علماء نے قول صحابی کو حجت مانا ہے انھوں نے ایسی صورت میں اسے تسلیم کیا ہے جب کہ کسی صحابی نے اس کی مخالفت نہ کی ہو اور نہ ہی کوئی نص اس کے خلاف ملتی ہو، پھر اگر کسی صحابی کا قول مشہور ہو جائے اور دیگر صحابہ اس پر نکیر نہ کریں تو اسے تائید مانا جائے گا، بلکہ اگر دوسروں کا اقرار مل جائے تو اسے اجماع اقراری کا نام دیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ وہ باطل کا اقرار نہیں کرتے۔ ❺ لیکن اگر فتویٰ کی شہرت نہ ہوئی ہو اور کہیں سے کسی نے اس کی مخالفت کردی تو سب کا اتفاق ہے کہ وہ حجت نہیں ہے۔ ❻

۵: علامہ شاطبی کا قول:

آپ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ((مَا أَنَا عَلَیْهِ وَ أَصْحَابِیْ)) ❼ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: گویا حدیث کہہ رہی ہے کہ صحابہ نے جو کچھ کہا، اپنایا اور اجتہاد کیا، علی الاطلاق وہ سب حجت ہیں، کیونکہ خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت ان کے ساتھ شامل ہے، لہٰذا انھوں نے جو کچھ اپنایا سنت ہے اس میں کسی تردد کی ضرورت نہیں ہے، جب کہ دوسروں کا مسئلہ ایسا نہیں ہے۔ ❽ اور الموافقات میں لکھتے ہیں: صحابہ رضی اللہ عنہم کی سنت، سنت ہے۔ اس پر عمل کیا جائے گا اور اس کی طرف لوٹا جائے گا۔ ❾

---

❶ الأم / الشافعی (۷/ ۲٦٥).
❷ مناقب الشافعی ص (۳٦۷).
❸ مسائل الإمام أحمد / أبی داؤد ص (۲۷٦).
❹ إعلام الموقعین (٤/ ۱۲۳) ترتیب المدارك (۱/ ٦٤).
❺ مجموع الفتاویٰ (۱/ ۲۸۳).
❻ مجموع الفتاویٰ (۱/ ۲۸۳).
❼ السلسلة الصحیحة / ألبانی (۱/ ۱۲، ۲٥) (۳/ ٤۸۰).
❽ الاعتصام (۲/ ۲٦۳).
❾ الموافقات (٤/ ۷٤)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پانچویں فصل

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے دور کا صوبائی نظام

- ریاستیں
- گورنران کی تقرری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے
گورنروں کے خلاف کسی کی بھی شکایت کو
سننے کے لیے ہمہ وقت اپنا دروازہ کھول رکھا تھا۔ اگر
ان میں سے کسی کی بھی شکایت آتی تو فرماتے: "اے اللہ!
میں نے ان لوگوں کو اس لیے حاکم نہیں بنایا ہے کہ تیری
مخلوق پر ظلم کریں۔"
ایک گورنر پر تہمت ثابت ہوئی تو اسے
تادیبی طور پر دُرّے لگوائے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۱)

ریاستیں

مکہ مکرمہ:

جس وقت عثمان رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی اس وقت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ مکہ کے گورنر تھے، علی رضی اللہ عنہ نے زمام حکومت سنبھالنے کے بعد ان کی معزولی کی قرارداد صادر کی اور ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ کو مکہ کا گورنر بنا دیا۔ ❶ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی مدت گورنری مختصر ہی رہی، اس لیے کہ جب علی رضی اللہ عنہ نے دارالخلافہ مدینہ سے کوفہ منتقل کیا اور وہاں جانے لگے تو قثم بن عباس رضی اللہ عنہما ❷ کو مکہ کا گورنر بنا گئے اور ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا۔ ❸ اس طرح ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی کل مدت گورنری تقریباً دو مہینے رہی اور آپ کی اس مدت میں کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہ آیا، البتہ قثم بن عباس رضی اللہ عنہما کی گورنری کے بارے میں بیشتر مصادر میں یہ ذکر ملتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے انھیں ایک ہی وقت میں مکہ کے ساتھ طائف کی ذمہ داری بھی دے رکھی تھی۔ ❹

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مکہ کا کوئی خاص واقعہ نہیں ملتا، زیادہ سے زیادہ مکہ کے گورنران اور ایام حج کے بارے میں ہی کچھ تفصیلات ملتی ہیں، چنانچہ اسلامی سلطنت کے مختلف حصوں میں فتنوں کی سرکوبی میں مشغول ہونے کی وجہ سے خود علی رضی اللہ عنہ نے اپنے پورے دور خلافت میں کبھی حج کے لیے مکہ نہ آ سکے، البتہ ایام حج میں کسی کو اپنا نائب ضرور مقرر کرتے رہے، جو حاجیوں کی قیادت کرتا۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ۳۷ھ میں قثم بن عباس رضی اللہ عنہما نے حاجیوں کی قیادت کی، جبکہ باختلاف مصادر وروایات ۳۶ھ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ❺ اور ۳۸ھ میں عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو حج کی قیادت پر روانہ کیا اور ۳۹ھ میں معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام کے قائدین میں سے ایک کو شام کے حاجیوں کے ساتھ بھیجا، اور حکم دیا کہ مکہ پہنچ کر تمام حاجیوں کی قیادت کرنا۔ چنانچہ وہ مکہ پہنچے تو ان کے اور قثم بن عباس رضی اللہ عنہما کے مابین اختلاف رونما ہوگیا اور بات اتنی طول پکڑ گئی کہ اگر بعض صحابہ مداخلت کر کے صلح نہ کراتے تو لڑائی کی نوبت آ جاتی، لیکن الحمد للہ اس بات پر مصالحت ہوگئی کہ بنوشیبہ کا کوئی فرد حجاج کی قیادت کرے چنانچہ بہت سلامتی سے حج مکمل ہوا اور کوئی بات نہیں ہوئی۔ ❻ پھر قثم بن عباس رضی اللہ عنہما مسلسل مکہ کے گورنر بنے رہے، یہاں تک کہ بُسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوج نے مکہ پر دستک دی اور قثم رضی اللہ عنہ اپنی جان پر

---

❶ الولایة علی البلدان (۲/ ۳) تاریخ خلیفه بن خیاط ص (۲۰۱).
❷ سیر أعلام النبلاء (۳/ ۴۴۰).
❸ تاریخ الیعقوبی (۲/ ۱۷۹).
❹ الکامل فی التاریخ (۳/ ۳۹۸).
❺ تاریخ خلیفه بن خیاط ص (۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۸).
❻ الولایة علی البلدان (۲/ ۴) تاریخ طبری (۶/ ۷۹).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خوف کھا کر وہاں سے بھاگ نکلے، اس طرح قثم رضی اللہ عنہ کی گورنری ختم ہوگئی اور مکہ کی ریاست علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں سے نکل گئی، پھر علی رضی اللہ عنہ نے مکہ کی بازیابی کے لیے اپنی فوجیں روانہ کیں لیکن مہم سر ہونے سے قبل ہی آپ کی شہادت ہوگئی۔ ❶

مدینہ نبویہ:

عہد نبوی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے تینوں خلفا کے عہد تک مدینہ نبویہ اسلامی سلطنت کا دار الخلافہ رہا، خلیفہ وہیں سکونت کرتا تھا، اور وہاں اپنی موجودگی کے دوران تمام ملکی حالات کو خود سنبھالتا تھا اور اگر سفر پر ہوتا تو کسی کو اپنا نائب مقرر کر دیتا، جو معاملات کو دیکھتا اور سنبھالتا، لیکن علی رضی اللہ عنہ پر بیعتِ خلافت کے بعد حالات بدل گئے۔ عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد عام ملکی حالات، داخلی خلفشار اور خاص طور سے طلحہ، زبیر اور عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی جنگ جمل سے قبل عراق کی طرف روانگی نے علی رضی اللہ عنہ کو مجبور کیا کہ عراق کو دار الخلافہ بنائیں۔ ❷

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے مدینہ چھوڑتے وقت سہل بن حنیف انصاری رضی اللہ عنہ کو وہاں اپنا نائب مقرر کیا تھا۔ ❸ یوں تو آپ کی گورنری کی مدت بظاہر ایک سال سے زیادہ معلوم ہوتی ہے، لیکن تحدید کے ساتھ ہم یہ نہیں بتا سکتے کہ وہ کتنے دنوں تک مدینہ کے گورنر رہے۔ روایات میں ہے کہ ۳۷ھ میں آپ مدینہ کے گورنر رہے۔ ❹ پھر انھیں معزول کر کے تمام بن عباس رضی اللہ عنہما کو وہاں کا گورنر بنا دیا، اور کچھ ہی دنوں بعد انھیں بھی معزول کر کے ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو گورنر بنا دیا۔ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ۴۰ھ تک مدینہ کے گورنر رہے اور جب بُسر بن ارطاۃ کی قیادت ❺ میں معاویہ رضی اللہ عنہ کی شامی فوج حملہ آور ہوئی تو ابو ایوب مدینہ چھوڑ کر علی رضی اللہ عنہ کے پاس کوفہ بھاگ گئے۔ ❻ اس طرح مدینہ بھی علی رضی اللہ عنہ کی دائرہ حکومت سے نکل کر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اقتدار میں داخل ہوگیا اور اس کی حیثیت دار الخلافہ سے ہٹ کر ایک ریاست کی سی رہ گئی اور سیاسی حوادث و تغیرات یہاں سے دور چلے گئے، یہی وجہ ہے کہ اس درمیانی مدت یعنی مدینہ پر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوج کے قابض ہونے تک کو تاریخی مصادر نے جیسے نظر انداز کر دیا ہے۔ ❻

بحرین وعمان:

عثمان رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت بحرین بصرہ کی امارت میں تھا اور ابن عامر رضی اللہ عنہ وہاں اپنے عمال میں سے کسی کو بحیثیت ذمہ دار مقرر کر دیتے تھے، جب علی رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو آپ نے بحرین کی ریاست پر کئی امراء مقرر کیے، ان میں سب سے اہم عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما تھے ❼ جو کہ مدینہ سے عراق سفر کے دوران علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے، علی رضی اللہ عنہ

❶ تاریخ خلیفہ بن خیاط ص (۸) الولایة علی البلدان (۲/ ۲).
❷ تاریخ خلیفہ بن خیاط ص (۱۸۱) الولایة علی البلدان (۱/ ۲).
❸ تاریخ طبری (۶/ ۵۳). ❹ سیر أعلام النبلاء (۳/ ۴۰۹) الولایة علی البلدان (۲/ ۲).
❺ تاریخ طبری (۶/ ۸۰) الکامل (۳/ ۳۷۳). ❻ الولایة علی البلدان (۲/ ۳).
❼ تهذیب التهذیب (۷/ ۴۵۶).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے وہاں پہنچ کر انھیں بحیثیت گورنر کچھ دنوں کے لیے بحرین بھیج دیا۔ ❶ پھر اپنی مصاحبت کے لیے انھیں عراق واپس بلا لیا۔ علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بحرین کے دیگر گورنروں میں قدامہ بن عجلان انصاری، ❷ نعمان بن عجلان انصاری، ❸ اور عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا نام بھی شامل ہے۔ ❹ واضح رہے کہ عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اصلاً یمن کے گورنر تھے اور یہاں آپ کی گورنری کا مطلب ہے کہ شاید اس مدت میں بحرین اور نجد، یمن کے تابع تھے۔ طبرانی کی تعبیر سے یہی اشارہ ملتا ہے، اسی طرح خلیفہ ابن خیاط کی تعبیر سے بھی مذکورہ لوگوں کی گورنری کی طرف اشارہ ملتا ہے، لیکن انھیں ترتیب کی معرفت نہیں کہ کون پہلے گورنر ہوا اور کون بعد میں۔ ❺ تاریخی مصادر میں علی رضی اللہ عنہ کے چند ایسے افسران کا نام ملتا ہے جنھیں آپ نے عمان روانہ کیا تھا، تاکہ وہاں اپنے خلاف اٹھنے والے انقلابات اور بغاوتوں کو ختم کر سکیں، ان سرکردہ شخصیتوں میں ایک عمان کے گورنر تھے اور دوسرے سربراہ فوج، ❻ اسی طرح یمامہ پر بھی آپ کا ایک عامل مقرر تھا، ❼ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ بحرین کے گورنر کی نگرانی میں ہوتا تھا۔ ❽

یمن:

جب عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے اور علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت تمام ہوگئی تو آپ نے یمن کی گورنری عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے کر دیا۔ ❾ ابھی عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما یمن پہنچے نہ تھے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے گورنر و افسران پہلے ہی وہاں سے نکل کھڑے ہوئے اور طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ جنگ جمل میں شریک ہوگئے اور اہم کردار ادا کیا۔ ❿ یمن کی دار الحکومت صنعاء پہنچ کر عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے گورنری سنبھالی، یمن کے سالار لشکر سعید بن سعد بن عبادہ انصاری بھی بحیثیت معاون آپ کے ساتھ رہے۔ ⓫ عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے یمن کے باشندوں میں سخت غم و غصہ پایا جاتا تھا اور قاتلین کا یہ جرم ان کے لیے ناقابل برداشت تھا، اس لیے وہاں کے کچھ لوگوں نے علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت نہیں کیا اور وہ قاتلین عثمان کے خلاف کارروائی چاہتے تھے، چنانچہ جب علی رضی اللہ عنہ کی کارروائی میں تاخیر دیکھی تو تحکیم کے بعد ان لوگوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے خط و کتابت شروع کر دی، جس کے جواب میں معاویہ رضی اللہ عنہ نے بُسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ کو ایک فوج کے ساتھ روانہ کیا اور پھر یمن کے داخلی باغیوں کے تعاون سے بُسر رضی اللہ عنہ کو یمن پر قابض ہونے کا موقع مل گیا، لیکن یہ قبضہ انتہائی رہا۔ ⓬ اور تھوڑے ہی عرصہ میں علی رضی اللہ عنہ

---

❶ الکامل (۳/ ۲۲۲) الولایة علی البلدان (۲/ ٥).
❷ الولایة علی البلدان (۲/ ٥).
❸ الولایة علی البلدان (۲/ ٥) الإصابة (۳/ ٥٦۲).
❹ تاریخ الطبری أ٦/ ۹۰).
❺ الولایة علی البلدان (۲/ ٦).
❻ تاریخ الیعقوبی (۲/ ۹٥) الولایة علی البلدان (۲/ ٦).
❼ الولایة علی البلدان (۲/ ٦).
❽ الولایة علی البلدان (۲/ ٦).
❾ تاریخ خلیفه بن خیاط ص (۱).
❿ مروج الذهب / المسعودی (۲/ ۳٥۷) الولایة علی البلدان (۲/ ۹٦).
⓫ الاستبصار / ابن قدامه المقدسی ص (۹۹) الولایة علی البلدان (۲/ ٦).
⓬ خلافة علی بن أبی طالب / عبدالحمید علی ص (۱۰۹).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یمن کو معاویہ رضی اللہ عنہ کے قبضہ سے آزاد کرانے میں کامیاب ہوگئے اور عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو دوبارہ وہاں کا گورنر بنا کر بھیج دیا اور پھر علی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک یہی وہاں کے گورنر رہے۔ ❶

بعض روایات میں ہے کہ بسر نے یمن چھوڑتے ہوئے عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے دو بیٹوں اور علی رضی اللہ عنہ کے چند حامیوں کو قتل کر دیا تھا، پھر شام واپس آئے تھے، جس کے الزامی جواب میں امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے جاریہ بن قدامہ السعدی کو وہاں روانہ کیا تھا اور انھوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے چند محبین اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے مویدین کو قتل کیا تھا۔ ❷

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ روایت اگرچہ سیرت نگاروں کے یہاں مشہور ہے، لیکن میرے نزدیک اس کی صحت میں تامل ہے۔ ❸

حقیقت واقعہ بھی اسی کی تائید کرتی ہے کیونکہ اس دور میں کسی کے بدلے میں بے قصوروں کے قتل کا کوئی تصور نہ تھا، حتیٰ کہ جنگ جمل اور صفین میں جب کہ طرفین کی طرف سے جنگ جاری تھی، کسی بے قصور کے ساتھ ایسا نہیں ہوا، پھر بھلا تحکیم یعنی معاہدۂ صلح کے مرحلے میں بچوں اور دیگر بے قصوروں کو کیوں کر قتل کیا گیا ہوگا، لہٰذا ایسی اوچھی حرکت جو کہ مسلمانوں کے دین اور اقدار و روایات کے سراسر خلاف ہے اسے یونہی قبول نہیں کیا جا سکتا۔ ❹

شام:

سیّدنا عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما کے دور ہی سے معاویہ رضی اللہ عنہ شام کے گورنر تھے، جب علی رضی اللہ عنہ نے منصب خلافت سنبھالی تو آپ نے انھیں وہاں سے معزول کر کے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو شام کا گورنر بنانا چاہا، لیکن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی قرابت داری اور سسرالی رشتے کا حوالہ دے کر یہ ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ❺ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے بھی ان کی معذرت قبول کر لی اور زبردستی نہیں کی، اور ان کے شام نہ جانے کے مطالبہ کو منظوری دے دی۔

جن روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے انکار کرنے اور علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہ دینے پر آپ نے انھیں اپنے غصہ کا نشانہ بنایا، تو وہ روایتیں تحریف شدہ اور جھوٹی ہیں۔ ❻ اس معاملہ میں زیادہ سے زیادہ جو بات پیش آئی تھی امام ذہبی نے اسے سفیان بن عیینہ کی سند سے عمر بن نافع سے روایت کیا ہے، جو اپنے والد نافع کے واسطے سے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس طرح بیان کیا ہے کہ مجھے علی رضی اللہ عنہ نے بلا بھیجا اور کہا: اے ابو عبد الرحمن شام والے تم کو معزز اور تمھاری بات مانتے ہیں، اس لیے تم وہاں چلے جاؤ، میں تمھیں وہاں کا امیر بناتا ہوں۔ تو میں نے جواب دیا کہ میں آپ کو اللہ کا واسطہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی قرابت و صحبت کے حوالہ سے چاہتا ہوں کہ مجھے اس کے لیے معاف فرمائیں، لیکن علی رضی اللہ عنہ نہیں مانے، تو میں نے حفصہ رضی اللہ عنہا سے سفارش کروائی پھر بھی آپ بضد رہے،

---

❶ تاریخ طبری (٦/ ٨٠، ٨١) الولایة علی البلدان (٢/ ٧).

❷ تاریخ طبری (٦/ ٥٥).

❸ البدایة والنهایة (٧/ ٣٣٤).

❹ الإنصاف / د۔ حامد ص (٥٧٥).

❺ المصنف / ابن أبی شیبة (٧/ ٤٧٢) اس کی سند صحیح ہے۔

❻ استشهاد عثمان و وقعة الجمل / خالد الغیث ص (١٦٠)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ میں راتوں رات مکہ چلا گیا۔ ❶

یہ روایت بالکل واضح دلیل ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے خلافت علی پر بیعت کی تھی اور آپ کی اطاعت کے قائل تھے، اس لیے کہ اگر بیعت نہ کی ہوتی تو علی رضی اللہ عنہ آپ کو کیسے گورنر بناتے۔

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ ''الاستیعاب'' میں ابوبکر بن ابوالجہم کی سند سے لکھتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی جان کنی کے وقت فرما رہے تھے: مجھے ایک چیز کے علاوہ کسی پر افسوس نہیں ہے، وہ یہ کہ علی رضی اللہ عنہ کے باغیوں کے خلاف میں لڑ نہ سکا۔ ❷

یہ روایت بھی بتاتی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت کیا تھا، اور علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے باغیوں کے خلاف جنگ میں شرکت نہ کرنے پر آپ کو بعد میں ندامت ہوئی، اس لیے کہ آپ اس فتنہ سے الگ ہوگئے تھے اور کسی کا ساتھ نہ دیا تھا، لہٰذا اگر علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر آپ نے بیعت نہ کی ہوتی تو اس پر اس سے کہیں زیادہ ندامت و افسوس کا اظہار کرتے اور اپنی عدم مبایعت کی صراحت کرتے، کیونکہ امام المسلمین کی امامت پر بیعت کرنا واجب ہے، اور اس سے پیچھے رہنے والا خود ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث کی روشنی میں شدید وعید کا مستحق ہوتا ہے، جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((مَنْ مَّاتَ وَلَيْسَ فِيْ عُنُقِهٖ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً .)) ❸

''جس شخص کی موت اس حال میں ہو کہ اس نے (امام المسلمین) کی بیعت نہ کی ہو وہ جاہلیت کی موت مرا۔''

نیز بیعت کا معاملہ علی رضی اللہ عنہ کی معیت میں ان کے باغیوں سے جنگ کرنے سے مختلف ہے، کیونکہ اس جنگ میں علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینا صحابہ کے درمیان مختلف فیہ رہا، حتیٰ کہ بعض صحابہ نے اسے فتنہ قرار دیتے ہوئے خود کو اس سے الگ رکھا، لہٰذا یہ کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک مختلف فیہ مسئلہ یعنی جنگ میں علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہ دینے پر ندامت و افسوس کا اظہار کریں اور ایک واجبی و متفق علیہ حکم کے چھوڑنے پر انھیں کوئی ندامت نہ ہو۔ بھلا وہ اس بیعت سے کیوں کر انکار کرسکتے تھے جب کہ اس کے بارے میں سخت شرعی وعید موجود تھی، لہٰذا ان مورخین کا خیال یکسر باطل ہے جو علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر ابن عمر رضی اللہ عنہما کی عدم بیعت کے قائل ہیں اور یہ ثابت بھی کیا جاچکا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نہ صرف بیعت کرنے والوں میں سے تھے بلکہ آپ کے ان مقربین میں سے تھے، جنھیں علی رضی اللہ عنہ کو گورنر بنانے کے خواہاں تھے، کیونکہ اپنے لیے ان کے اندر پورے اخلاص اور خیر خواہی کا جذبہ محسوس کرتے تھے ❹

بہرحال جب ابن عمر رضی اللہ عنہما نے شام کی گورنری قبول کرنے سے معذرت پیش کی تو امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے ان کے بدلے سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو بھیجا، لیکن ابھی شام پہنچنے ہی والے تھے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے شہسوار دستے نے آپ کو پکڑ لیا اور کہا: اگر تم کو عثمان رضی اللہ عنہ نے بھیجا ہے تو خوش آمدید ہے اور اگر کسی دوسرے نے بھیجا ہے تو واپس چلے جاؤ۔ ❺

---

❶ سير أعلام النبلاء (۳/ ۲۲٤) اس کے رجال ثقہ ہیں۔
❷ الاستيعاب في معرفة الأصحاب (۳/ ۸۳).
❸ صحيح مسلم / الإمارة حديث نمبر (۱۸۵۱).
❹ الانتصار للصحب و الآل ص (۵۰۷).
❺ تهذيب تاريخ دمشق (٤/ ۳۹) خلافة علي بن أبي طالب / عبدالحميد علي ص (۱۱۰).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پورا شام عثمان رضی اللہ عنہ مظلومیت اور قتل ناحق سے سخت غیض وغضب میں تھا، انھیں عثمان رضی اللہ عنہ سے خون میں لت پت آپ کی وہ قمیص پہنچ چکی تھی جس میں آپ کی بیوی نائلہ کی وہ انگلیاں بھی تھیں جو عثمان رضی اللہ عنہ کا دفاع میں شہید ہوئی تھیں، آپ کی شہادت کا واقعہ نہایت دردناک اور ہوش ربا تھا، اس نے پورے انسانی وجود کو جھنجھوڑ دیا تھا، دل تھرا گئے تھے اور آنکھیں اشکبار تھیں۔

اسی طرح انھیں مدینہ کی تشویشناک صورت حال، اس پر بلوائیوں کے غلبہ اور خاندان بنوامیہ کے مکہ کی جانب راہ فرار اختیار کرنے کی خبر پہنچ چکی تھی، ان تمام حالات اور دیگر حوادث وعوامل کا اہل شام پر اور خصوصاً معاویہ رضی اللہ عنہ پر گہرا اثر تھا، اسی لیے آپ سوچتے تھے کہ قاتلین عثمان سے قصاص لینے اور ان کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہونے کی ذمہ داری مجھ پر ہے اور میں ہی عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا ولی ہوں، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَنًا فَلَا يُسْرِف فِّي الْقَتْلِ ۖ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا ﴿٣٣﴾ ﴾ (الاسراء: ۳۳)

''اور جو شخص قتل کر دیا جائے، اس حال میں کہ مظلوم ہو تو یقیناً ہم نے اس کے ولی کے لیے پورا غلبہ رکھا ہے۔ پس وہ قتل میں حد سے نہ بڑھے، یقیناً وہ مدد دیا ہوا ہوگا۔''

چنانچہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع کیا اور عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کو موضوع سخن بناتے ہوئے لوگوں سے مخاطب ہوئے اور کہا کہ وہ احمق منافقوں کے ہاتھوں ظلم وعدوان کے طور پر قتل کیے گئے، ان منافقوں نے آپ کے مقدس خون کا احترام نہیں کیا اور اسے حرام مہینا اور بلد حرام میں بہایا، اتنا سننا تھا کہ سارا مجمع جذبات سے بھڑک اٹھا، سب نے خون ناحق کی مذمت کی اور ایک ہنگامہ برپا ہوگیا۔ حاضرین مجمع میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے، ان میں سے ایک صحابی مرہ بن کعب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: اگر میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نہ سنی ہوتی تو نہ بولتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں اور ان کی قربت والی حدیث سنائی اور کہا: اسی دوران کپڑے میں لپٹے ہوئے ایک شخص کا گزر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھ کر فرمایا: یہ اس وقت ہدایت پر ہوگا، میں اٹھ کر اسے دیکھنے لگا، تو وہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔ میں آپ کا رخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرکے پوچھنے لگا: کیا یہی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ ❶

اسی طرح قاتلین عثمان سے قصاص کے مطالبہ پر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک دوسری حدیث سے بھی بہت متاثر ہوئے اور حصول مقصد میں وہ حدیث ایک زبردست محرک اور عزم مصمم کی خالق ثابت ہوئی۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما، عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان کو بلوایا، وہ آئے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کچھ باتیں کہیں، آخر میں آپ نے ان کے مونڈھوں کو تھپتھپاتے ہوئے کہا:

((يَا عُثْمَانُ إِنَّ اللّٰهَ عَسٰى أَنْ يُلْبِسَكَ قَمِيْصًا ، فَإِنْ أَرَادَكَ الْمُنَافِقُوْنَ عَلٰى خَلْعِهِ

❶ صحيح سنن ابن ماجه (١/ ٢٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فَلا تَخْلَعْهُ حَتّٰی تَلْقَانِي .))

''اے عثمان! عنقریب اللہ تعالیٰ تمھیں ایک قمیص پہنائے گا، اگر منافقین اسے تمھارے جسم سے اتارنا چاہیں تو مت اتارنا، یہاں تک کہ مجھ سے آملو۔''

میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: اے ام المومنین! اب تک آپ نے یہ حدیث کیوں نہیں بتائی تھی؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں بھول گئی تھی، اللہ کی قسم! مجھے یہ حدیث یاد نہ آئی۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے یہ حدیث معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو سنائی، لیکن آپ اس وقت تک راضی نہ ہوئے جب تک کہ خط کے ذریعے سے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کی تصدیق نہ کر لی، چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث لکھ کر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھیجی۔ ❶

حقیقت واقعہ یہ ہے کہ اہل شام کی طرف سے معاویہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں قاتلین عثمان پر حکم الٰہی کی تنفیذ کا مطالبہ ہی علی رضی اللہ عنہ کی بیعت سے انکار کا بنیادی سبب تھا، نہ یہ کہ معاویہ رضی اللہ عنہ شام کی گورنری کے خواہاں تھے، یا خلافت کے بے جا مطالبہ پر بضد تھے، اس لیے آپ اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ خلافت عمر رضی اللہ عنہ کے متعین کردہ شوریٰ کمیٹی کے باقی افراد کا ہے اور ان میں علی رضی اللہ عنہ سے افضل اور مستحق کوئی دوسرا نہیں ہے۔ ❷

اس کی دلیل یہ حدیث ہے جسے یحییٰ بن سلیمان الجعفی نے بسند جید ابو مسلم خولانی سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ علی رضی اللہ عنہ سے لڑ رہے ہیں، کیا آپ ان کی طرح ہیں بھی؟ معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! میں بخوبی جانتا ہوں کہ وہ مجھ سے افضل ہیں، مجھ سے زیادہ خلافت کے مستحق ہیں، لیکن تمھیں نہیں معلوم کہ عثمان رضی اللہ عنہ ظلماً قتل کیے گئے اور میں ان کے چچا کا لڑکا ہوں اور ان کے خون کا بدلہ چاہتا ہوں، آپ لوگ علی کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ قاتلین عثمان کو میرے حوالے کر دیں، میں ان کے سامنے جھکنے کے لیے تیار ہوں، چنانچہ وہ لوگ علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور آپ سے اس سلسلہ میں گفتگو کی لیکن آپ نے قاتلین عثمان کو معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے نہ کیا۔ ❸

اور دوسری روایت میں ہے کہ وہ لوگ علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور اس سلسلہ میں گفتگو کی، علی رضی اللہ عنہ نے کہا: پہلے وہ بیعت کریں، پھر قاتلین کا مقدمہ میرے سامنے پیش کریں، لیکن معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے ماننے سے انکار کر دیا۔ ❹ واضح رہے کہ کچھ روایات یہ تصویر پیش کرتی ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے ذاتی مفاد، دنیوی طمع اور بنو ہاشم و بنو امیہ کے درمیان دور جاہلیت سے چلی آرہی قدیم عداوت کی وجہ سے علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کی تھی، علاوہ ازیں وہ روایات اصحاب رسول پر طعن و تشنیع، تہمتوں اور افترا پردازیوں کا ایک طومار کھڑا کرتی ہیں اور انھیں پر اعتماد

❶ مسند أحمد، باقي مسند الأنصار، حديث نمبر (٢٤٠٤٥) یہ حدیث صحیح ہے۔
❷ خلافة علي بن أبي طالب / عبدالحميد علي ص (١١٢).
❸ فتح الباري (١٣/ ٩٢) البداية والنهاية (٨/ ١٢٩).
❹ فتح الباري (١٣/ ٩٢) استشهاد عثمان ص (١٦٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کر کے موجودہ دور کے بعض ادباء وسیرت نگار مثلاً عقاد نے "عبقریۃ علی" میں اور عبدالعزیز الدوری نے "مقدمہ فی تاریخ صدر الاسلام" میں جو کچھ لکھا اور تجزیے قائم کیے وہ تمام روایات متروک ہیں اور اس کے ناقلین عدل وضبط میں مطعون ہیں۔ ❶

بہرحال علی رضی اللہ عنہ کی پوری مدت خلافت میں ریاست شام پر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی بالادستی قائم رہی، اور علی رضی اللہ عنہ اسے آزاد کرانے یا کسی گورنر کو وہاں متعین کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ شام کے مشرقی علاقہ میں علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کی فوجوں کے درمیان چند ایک جھڑپیں بھی ہوئیں، جن میں سب سے اہم صفین کی جنگ رہی، جو ۳۷ھ میں واقع ہوئی جس میں معاویہ اور علی رضی اللہ عنہما نے شرکت کی، تاہم یہ جھڑپیں شام پر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بالادستی کے لیے مانع نہ ہوئیں۔ ❷

جزیرہ:

سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی دور خلافت میں جزیرہ، شام کی ماتحت ریاستوں میں سے ایک تھی، لیکن عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب شام معاویہ رضی اللہ عنہ اور عراق علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں چلا گیا تو "جزیرہ" دونوں فریقوں کے درمیان محل نزاع بن گیا، کیونکہ جغرافیائی محل وقوع کے اعتبار سے اس کی ایک سرحد شام سے ملتی تھی اور دوسری عراق سے۔ ❸

اسی وجہ سے طرفین میں سے ہر ایک کے لیے اس پر قابض ہونا آسان نظر آتا تھا، چنانچہ اس پر قابض ہونے کے لیے علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کی فوجوں میں کئی مرتبہ زبردست لڑائیاں ہوئیں، لیکن روایات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک مختصر مدت کے لیے علی رضی اللہ عنہ ہی کو غلبہ حاصل ہوا۔ ❹ اور "اشتر" کو وہاں کا گورنر مقرر کیا۔ اشتر ہی جزیرہ کا سب سے مشہور گورنر رہا۔ ❺ اس لیے کہ اس کو علی رضی اللہ عنہ نے متعدد بار وہاں کا گورنر بنایا تھا، جس سے اسے وہاں کے معاملات کو درست رکھنے میں زیادہ مہارت رہی۔ پھر ۳۸ھ میں علی رضی اللہ عنہ نے سخت ضرورت محسوس کی کہ اسے مصر کا گورنر بنا دیں، ❻ اس کے بعد جزیرہ میں پھر بدامنی اور اضطراب پیدا ہوا اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے حامی جزیرہ پر قابض ہونے کے لیے متحرک ہو گئے اور اس کے بعد دونوں میں کئی لڑائیاں ہوئیں۔ ❼

بظاہر روایت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ۳۹ھ کے اواخر میں معاویہ رضی اللہ عنہ کسی حد تک جزیرہ پر غالب آ چکے تھے۔ ❽ جزیرہ علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں سے کنارہ کش رہنے والوں کے لیے جائے پناہ بھی تھا، یہ وہی لوگ تھے جنھوں نے دونوں کے ناخوشگوار حالات میں علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت نہ کی تھی۔ ❾ چونکہ یہ طرفین کے درمیان واقع

---

❶ خلافة علی بن أبی طالب / عبدالحمید علی (۱۱۲). ❷ الولایة علی البلدان (۲/ ۸).
❸ معجم البلدان (۲/ ۱۳۵).
❹ الأخبار الطوال/ الدینوری ص (۱۵٤) الولایة علی البلدان (۲/ ۸).
❺ تاریخ خلیفة بن خیاط ص (۲۰۰). ❻ تاریخ طبری (٦/ ٥٤).
❼ الفتوح / ابن أعثم کوفی (٤/ ٤٥) الکامل (۳/ ۳۷۹). ❽ الکامل (۳/ ۳۸۰).
❾ سیر أعلام النبلاء (۳/ ٤١٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تھا اس لیے ان حضرات نے اس کو اقامت کے لیے منتخب فرمایا تھا۔ علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے جزیرہ پر مقرر کیے جانے والے جن دیگر گورنران کا نام ملتا ہے ان میں عامر ❶ اور کمیل بن زیاد قابل ذکر ہیں۔ جزیرہ پر حملہ آور شامی فوج سے مقابلہ آرائی میں ان دونوں کا بہت اہم کردار رہا، بلکہ دفاعی پوزیشن سے ہٹ کر یہ دونوں جزیرہ کی طرف سے شام پر بھی پیش قدمی کرنے میں کسی حد تک کامیاب رہے۔ ❷

مصر:

سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت محمد بن ابی حذیفہ مصر کی گورنری پر زبردستی قابض تھے، عثمان رضی اللہ عنہ نے انھیں وہاں مقرر نہ کیا تھا، لیکن عثمان رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد علی رضی اللہ عنہ نے ایک مختصر مدت تک کے لیے انھیں بحیثیت گورنر وہاں باقی رکھا، لیکن جب معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوج مصر کے علاقے میں داخل ہوئی تو محمد بن ابی حذیفہ کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہوگئی، چنانچہ وہ گرفتار کیے گئے اور پھر قتل کر دیے گئے۔ ❸

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابی حذیفہ کو مصر کا گورنر نہیں مقرر کیا تھا، بلکہ انھیں ان کی حالت پر چھوڑ دیا تھا اور جب معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوج کے ہاتھوں وہ قتل کر دیے گئے تو آپ نے قیس بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ کو وہاں کا گورنر مقرر کیا۔ ❹ ان سے کہا کہ مصر جاؤ، میں نے تم کو وہاں کا گورنر بنا دیا ہے، جاؤ اپنی سواری تیار کرو، اپنے معتمدین اور خاص رفقاء جنھیں اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہوئے جاؤ تاکہ تم وہاں پہنچو تو تمھارے ساتھ ایک فوج ہو، اس سے تمھارے دشمن زیادہ مرعوب ہوں گے اور تمھارے دوست زیادہ معزز ہوں گے، پھر اگر ان شاء اللہ بخیر وخوبی پہنچ جاتے ہو تو محسنین کے ساتھ احسان، تردد کرنے والوں کے ساتھ سختی اور خواص وعوام کے ساتھ نرمی برتنا، کیونکہ اسی میں برکت ہے۔ ❺ چنانچہ قیس بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ مصر کے لیے روانہ ہوئے اور منصب سنبھالنے تک کئی مواقع پر نہایت ذکاوت اور بیدار مغزی کا مظاہرہ کیا، چونکہ مصر میں دونوں گروہوں کے لوگ رہتے تھے، ایک گروہ ان لوگوں کا تھا جو عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت سے سخت نالاں تھا، جب کہ دوسرا گروہ ان لوگوں کا تھا جو قتل عثمان میں شریک تھے، اس لیے جب قیس رضی اللہ عنہ مصر پہنچے تو اندر داخل ہونے سے قبل مصری سواروں کا ایک دستہ ملا، اس نے قیس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: تم کون ہو؟ قیس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: عثمان رضی اللہ عنہ کی شکست خوردہ جماعت سے ہوں اور میں قاتلین عثمان کی تلاش میں ہوں، جنھوں نے یہاں پناہ لے رکھی ہے۔ انھوں نے پوچھا: تمھارا نام کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا: قیس بن سعد، انھوں نے کہا: جاسکتے ہو، چنانچہ آپ آگے بڑھے اور

---

❶ الولاية على البلدان (۲/ ۹).

❷ الفتوح / ابن أعثم كوفى (٤/ ٥٠، ٥٢) تاريخ الطبرى (٦/ ١٩).

❸ ولاة مصر / كندى ص (٤٢، ٤٣) الولاية على البلدان (٢/ ٩).

❹ ولاة مصر ص (٤٤) النجوم الزاهرة (١/ ٩٤).

❺ الكامل فى التاريخ (٢/ ٣٥٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مصر میں داخل ہو گئے۔ (1) چنانچہ اپنی اسی دانشمندانہ موقف کی بنا پر قیس رضی اللہ عنہ مصر پہنچنے میں کامیاب ہوئے، اور وہاں پہنچ کر اعلان کیا کہ میں یہاں کا امیر بن کر آیا ہوں، اگر آپ شروع ہی میں مصری شہسواروں سے بتا دیتے کہ میں امیر بن کر آیا ہوں تو وہ لوگ آپ کو کسی صورت میں مصر میں نہ داخل ہونے دیتے، جیسے شام میں بحیثیت گورنر جانے والوں کے ساتھ ہوا تھا، کہ جب باشندگان شام کو معلوم ہوا کہ یہ لوگ علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے شام کے امیر بن کر آئے ہیں تو انھوں نے اندر نہیں جانے دیا۔ (2) بہر حال جب قیس بن سعد رضی اللہ عنہ فسطاط پہنچے تو منبر پر تشریف لے گئے اور اہل مصر کو خطاب کیا، انھیں علی رضی اللہ عنہ کا مکتوب پڑھ کر سنایا اور ان کی خلافت پر بیعت کا مطالبہ کیا۔ (3)

لیکن اس خطاب کے بعد اہل مصر دو فریق میں تقسیم ہو گئے، ایک نے علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو تسلیم کیا اور قیس رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر بیعت کرنے لگے، جب کہ دوسرے فریق نے توقف کیا اور بیعت کرنے سے الگ رہا۔ قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے دونوں فریقوں کے ساتھ نہایت حکیمانہ اسلوب اپنایا، جس فریق نے بیعت نہیں کی آپ نے اسے مجبور بھی نہیں کیا بلکہ اسے اس کی حالت پر چھوڑ دیا اور اس کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی۔ (4) اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ جہاں یہ لوگ تھے آپ نے وہاں ان کا عطیہ پہنچایا، اس فریق کا ایک گروہ آپ سے ملنے آیا تو آپ نے اسے نہایت اعزاز واحسان بخشا۔ (5) آپ کے اس خوشنما برتاؤ کا فائدہ یہ ہوا کہ اس جماعت سے ٹکراؤ کی کوئی شکل پیدا نہ ہوئی اور نتیجتاً مصر کے حالات پرامن رہے، اس اطمینان بخش ماحول کی وجہ سے قیس رضی اللہ عنہ بھی مصر کے معاملات واحوال درست کرنے میں کافی حد تک کامیاب رہے، آپ نے افسران کے سر ذمہ داریاں تقسیم کیں، نظام خراج کو منظم کیا اور پولیس کا نظام مقرر کیا۔ (6)

اس طرح آپ نے ریاست مصر کے نظم ونسق کو درست کیا اور تمام لوگوں کو خوش رکھنے میں کامیاب رہے۔ (7)

لیکن دوسری طرف قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کا مصر میں مذکورہ حکمت عملی کے ساتھ بحیثیت گورنر موجود ہونا شام میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے ایک سیاسی بوجھ اور عسکری خطرہ تھا، کیونکہ مصر شام سے قریب تھا، چنانچہ قیس کی ریاستی نظم ونسق کی عمدگی اور ان کی ہمت وحوصلہ مندی کی شہرت سن کر اور مصر کی طرف سے کسی وقت بھی ان کی فوجی کارروائی کے خوف واندیشہ سے معاویہ رضی اللہ عنہ نے قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو ایک طرف دھمکی آمیز خطوط لکھنا شروع کیے اور دوسری طرف ساتھ ہی ساتھ اس کوشش میں رہے کہ کسی طرح قیس رضی اللہ عنہ کو لبھا کر اپنے ساتھ ملا لیں، لیکن قیس رضی اللہ عنہ بھی معاویہ رضی اللہ عنہ کے خطوط کا ایسا دانشمندانہ جواب دیتے رہے کہ وہ قیس کا موقف سمجھنے سے قاصر رہے۔ (8)

---

(1) الولایة علی البلدان (۲/ ۱۰) بحوالہ: نهاية الأرب في تاريخ العرب / نویری .

(2) تهذيب تاريخ دمشق (٤/ ٣٩) . (3) الكامل في التاريخ (٢/ ٣٥٤) .

(4) ولاة مصر ص (٤٤) الكامل في التاريخ (٢/ ٣٥٤) .

(5) ولاة مصر ص (٤٤) . (6) الولاية على البلدان (٢/ ١١) النجوم الزاهرة (١/ ٩٨) .

(7) الولاية على البلدان (٢/ ١١)

(8) الكامل (٢/ ٣٥٥) الولاية على البلدان (٢/ ١١) .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

معاویہ اور قیس رضی اللہ عنہما کے مراسلات کے حوالے سے کئی ایک رافضی روایات ہیں، جنھیں ابومخنف نے تاریخی کتابوں میں ذکر کیا ہے، حالانکہ وہ روایات یکسر باطل ہیں، تنہا یہی رافضی ان روایتوں کا ناقل ہے اور اسے جملہ ائمہ جرح وتعدیل نے متفقہ طور سے ضعیف قرار دیا ہے، ان روایتوں میں متعدد عجائب وغرائب ہیں۔ ان میں سب سے اہم یہ ہیں:

رافضی روایات کا خلاصہ

ا۔ مکتوب علی میں خرد برد:

رافضی روایت بتاتی ہے کہ اہل مصر کے نام علی رضی اللہ عنہ کے مکتوب میں تحریر تھا:

''……پھر ان دونوں یعنی (ابوبکر وعمر) کے بعد ایسا والی آیا جس نے کئی من مانی کام کیے، جس کی وجہ سے امت اس پر ناراض ہوگئی، لوگوں نے برا بھلا کہا اور پھر بطور سزا اسے بدل دیا۔''

اس روایت کا مطلب یہ ہوا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف جو ہجوم اٹھ کھڑا ہوا تھا وہ امت کے افراد تھے اور امت کے ان افراد نے اس برائی کو عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے ذریعے سے ختم کیا، جب کہ فی الواقع علی رضی اللہ عنہ ایسی تحریر اور ایسی بات سے بالکل بَری الذمہ ہیں۔ آپ اول سے آخر تک یہی جانتے رہے کہ قاتلین عثمان بدقماش اور اوباش لوگ ہیں اور عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل ناحق ہوا ہے۔ علی رضی اللہ عنہ کے متعدد اقوال اس بات کی تائید بھی کرتے ہیں، چنانچہ ابن عساکر کی روایت ہے کہ محمد بن الحنفیہ نے کہا: میں نے علی رضی اللہ عنہ کی زبان سے عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر کبھی برے انداز میں نہیں سنا۔ ❶ حاکم اور ابن عساکر رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ میں تیرے نزدیک عثمان کے خون سے برأت کا اظہار کرتا ہوں، جس دن عثمان کی شہادت ہوئی میں حواس باختہ ہوگیا، میری نفس نے ملامت کی، وہ سب مجھ سے بیعت کرنے آئے تو میں نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے اللہ سے حیا آتی ہے کہ میں ایسے لوگوں کی بیعت لوں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ممدوح کو قتل کیا ہے، ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

((أَلَا أَسْتَحِي مِمَّنْ تَسْتَحِي مِنْهُ الْمَلَائِكَةُ .))

''کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہوں۔''

یقیناً مجھے بیعت لیتے ہوئے حیا آرہی ہے، اس وقت عثمان زمین پر مقتول پڑے تھے، ابھی ان کی تدفین نہ ہوئی تھی اس لیے وہ سب لوٹ گئے اور جب ان کی تدفین مکمل ہوگئی تو لوگ میرے پاس آئے اور مجھ سے بیعت کا مطالبہ کرنے لگے، میں نے کہا: باخدا! اس پر اقدام کرتے ہوئے میں ڈر رہا ہوں، لیکن پھر عزیمت نے سنبھالا دیا اور میں بیعت کے لیے راضی ہوگیا، پھر جب انھوں نے مجھے ''امیر المومنین'' کہہ کر پکارا تو مجھے ایسا لگا گویا کہ میرا دل پھٹ گیا اور عبرت سے بھر گیا۔ ❷ اس معنی میں آپ کے دیگر کئی اقوال ہیں۔ ❸ انھیں میں نے اپنی کتاب

❶ تاریخ ابن عساکر / ترجمة عثمان ص (۳۹۵). ❷ المستدرك (۳/ -۱۰۳) یہ حدیث صحیح ہے اور شیخین کی شرط پر ہے۔

❸ مرویات ابی مخنف / د۔ یحییٰ الیحیی ص (۲۱۱)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تیسیر الکریم المنان فی سیرۃ امیر المومنین عثمان بن عفان میں جمع کیا ہے۔ ❶

۲۔ قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کی بات میں تحریف:

رافضی روایات میں ہے کہ ''قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے منبر پر کہا: اے لوگو! اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم نے جسے سب سے بہتر سمجھا اس کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔'' یہ بات قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرنا سراسر غلط ہے، کیونکہ علی رضی اللہ عنہ پر ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی افضلیت تمام مسلمانوں کے نزدیک مسلم ہے۔ خود علی رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح اپنے اوپر ان دونوں کی افضلیت صراحت سے ثابت ہے، اس مسئلہ میں کسی صحابی کو کبھی کوئی تردد نہیں رہا، ہاں اس کے خلاف عقیدہ کو اگر کسی نے اختیار کیا تو وہ متاخرین روافض ہیں، لہٰذا مذکورہ قول قیس بن سعد رضی اللہ عنہ یا دیگر کسی صحابی یا تابعی کی طرف منسوب کرنا قطعاً درست نہیں ہے۔ ❷

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تمام متقدمین شیعہ علی رضی اللہ عنہ پر ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی افضلیت پر متفق ہیں ❸ اور علی رضی اللہ عنہ پر ابوبکر و عمر کی افضلیت کے بارے میں بہت سی روایات ہیں، انھیں میں سے ایک ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ ہم عصر رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں لوگوں کے درمیان ترجیحی موازنہ کرتے تھے، چنانچہ ابوبکر، پھر عمر، پھر عثمان رضی اللہ عنہم کو ترجیح دیتے تھے۔ ❹ اس طرح کی اور بھی بے شمار احادیث ہیں ❺ اور حقیقت واقعہ جیسا کہ گزر چکا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ کو کسی طرح بھی قتل عثمان میں متہم نہیں کرتے تھے بلکہ صرف آپ سے قاتلین عثمان کی حوالگی کا مطالبہ کر رہے تھے۔

۳۔ قیس رضی اللہ عنہ کے نام معاویہ رضی اللہ عنہ کا ایک خط، جس میں علی رضی اللہ عنہ بحیثیت فریق دکھائے گئے ہیں:

رافضی روایات قیس رضی اللہ عنہ کے نام معاویہ رضی اللہ عنہ کا ایک فرضی خط ثابت کرتی ہیں جس میں علی رضی اللہ عنہ کو قتل عثمان کی واردات میں بحیثیت ایک فریق دکھایا گیا ہے، حالانکہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایسی کسی تحریر کا صادر ہونا درست نہیں ہے، کیونکہ اس معاملہ میں علی رضی اللہ عنہ کی براءت بالکل ظاہر ہے جیسا کہ گزشتہ عبارتوں میں معاویہ رضی اللہ عنہ ہی کے قول سے اس کے خلاف ثابت کیا جا چکا ہے، اس معاملہ میں علی رضی اللہ عنہ کی براءت اتنی عام بات تھی کہ معاویہ رضی اللہ عنہ خود اس سے لاعلم نہیں ہو سکتے تھے، چہ جائیکہ قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو اس کا قائل کرتے۔ اس دور کے کبار تابعین میں محمد بن سیرین اور دیگر معاصرین کہتے ہیں:

> ''عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے، لیکن ان کے قتل میں ہم نے کسی کی زبان سے علی رضی اللہ عنہ کو متہم کرتے نہیں سنا۔'' ❻

---

❶ عثمان بن عفان / مؤلف ص (٤٠٧-٤٠٩) اس کتاب کا اردو ترجمہ ''عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ شخصیت اور کارنامے'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ (مترجم)

❷ مرویات أبی مخنف ص (٢١١). ❸ منهاج السنة (١/ ٤، ١١١٩).

❹ صحیح البخاری، حدیث نمبر (٣٦٩٧). ❺ مرویات أبی مخنف ص (٢١٢).

❻ تاریخ ابن عساکر، ترجمة عثمان ص (٣٩٥) مرویات أبی مخنف ص (٢١٢).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور فرماتے ہیں:

''جس دن عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی اس دن آپ کا گھر آدمیوں سے بھرا تھا، ان میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے، حسن بن علی رضی اللہ عنہما بھی تھے، بلکہ ان کی گردن میں تلوار لٹک رہی تھی، لیکن عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سب کو فسادیوں سے قتال کرنے سے سختی سے منع کر رکھا تھا۔'' ❶

ابن ابی شیبہ نے ثقہ رجال کی سند سے محمد بن الحنفیہ کی روایت نقل کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ علی رضی اللہ عنہ کہہ رہے تھے: قاتلین عثمان پہاڑ، خشکی، سمندر اور روئے زمین پر جہاں کہیں بھی ہوں ان پر اللہ کی لعنت نازل ہو۔ ❷ اس مفہوم کی اور بھی کئی عبارتیں ہیں ❸ جو بتاتی ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پر علی رضی اللہ عنہ کا غم وغصہ مشہور تھا۔ ❹

۴۔ یہ دروغ گوئی کہ ''عثمان رضی اللہ عنہ کے خون میں معاویہ رضی اللہ عنہ نے انصار کو متہم کیا'':

رافضی روایات معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے عثمان رضی اللہ عنہ کے خون میں انصار کو متہم گردانتی ہیں جب کہ یہ بات قطعاً درست نہیں ہے، معاویہ رضی اللہ عنہ کو بخوبی علم تھا کہ جو لوگ عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے متحدہ طور پر دفاع کر رہے تھے وہ انصار ہی تھے۔

چنانچہ ابن سعد بسند صحیح نقل کرتے ہیں کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت آئے جب کہ فسادیوں نے آپ کا محاصرہ کر رکھا تھا، آپ نے کہا: تمام انصار گھر کے دروازے پر کھڑے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اگر آپ چاہیں تو ہم دوسری مرتبہ اللہ کے انصار بنیں، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں قتال کی اجازت نہیں دوں گا۔ ❺

۵۔ یہ کذب بیانی کہ ''قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کی طرف سے معاویہ رضی اللہ عنہ نے جھوٹا خط لکھا:

رافضی روایات میں یہ کذب بیانی بھی شامل ہے کہ قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کی طرف سے معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک جھوٹا خط تحریر کیا تھا، حالانکہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے تئیں کذب بیانی کا تصور ہی ممکن نہیں ہے، اس لیے کہ عموماً اہل عرب کذب بیانی کو بدترین اخلاقی جرم قرار دیتے تھے، جس سے سرکردہ اور معزز شخصیتیں ہمیشہ پاک ہوتی تھیں، مثال کے طور پر شرک کی حالت میں ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی صدق گوئی کا اندازہ لگایئے کہ جب ہرقل نے ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے کہا: اللہ کی قسم! اگر یہ حیا مانع نہ ہوتی کہ لوگ مجھے جھوٹا کہیں گے تو آج میں ضرور ان (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں جھوٹا بیان دیتا۔ ❻

لہٰذا جب عام اہل عرب کے نزدیک جھوٹ ایسی مذموم صفت تھی تو ظاہر ہے کہ عرب مسلمانوں کے نزدیک

---

❶ تاریخ ابن عساکر ترجمة عثمان ص (۳۵۰). ❷ المصنف (۱۵/ ۲۶۸).

❸ ابن عساکر نے ایسی کئی عبارتیں تحریر کی ہیں جن میں عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے علی رضی اللہ عنہ کی مدد ثابت کی گئی ہے۔ص (۳۹۵)

❹ مرویات أبی مخنف فی تاریخ طبری ص (۲۱۳). ❺ الطبقات (۳/ ۷۰) اس کی سند صحیح ہے۔

❻ صحیح البخاری، حدیث نمبر (۷).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس سلسلے میں زیادہ ہی سختی رہی ہوگی اور ان کے لیے یہ عادت زیادہ ہی باعث شرم رہی ہوگی۔

معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے وجہ جواز پیش کرتے ہوئے کوئی یہ نہ کہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ ایک جنگی چال تھی اور جنگ تو چالیں چلنے کا نام ہی ہے۔ یہ تعلیل اس لیے درست نہیں کہ خدعہ یعنی چال چلنے کا مفہوم جھوٹ بولنا نہیں ہے۔ کلام عرب میں یہ بات بالکل واضح ہے اور معاویہ رضی اللہ عنہ ایسا کیوں کرتے آپ تو اس سے کہیں زیادہ جنگی تدابیر کے ماہر تھے۔ ❶

۶۔ قیس بن سعد، معاویہ اور علی رضی اللہ عنہم کے درمیان خطوط کا تبادلہ شک کے دائرے میں:

رافضی روایات کے حوالے سے قیس بن سعد، معاویہ اور علی رضی اللہ عنہم کے درمیان بکثرت سلسلہ وار اور دقیق انداز میں خطوط کے تبادلوں کا ذکر ایک قاری کے دل میں شکوک وشبہات پیدا کرتا ہے، اس لیے کہ ان روایات کی اساس یکسر نامعلوم اور ناقلین مجہول ہیں۔ ❷

ڈاکٹر یحییٰ الیحیی لکھتے ہیں: امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف سے مصر پر قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کی گورنری کی تقرری ایک متفق علیہ بات ہے۔ ❸ اور جن مورخین وسیرت نگاروں نے قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کی سوانح تحریر کی ہے کسی نے بھی ابو مخنف کی روایت میں مذکورہ تفصیلات کو نہیں ذکر کیا ہے، ❹ حتی کہ معتبر مصری مورخین تک اس سلسلہ میں خاموش نظر آتے ہیں۔ ❺

طبری کے حوالے سے حذف واختصار کے بعد جن مورخین نے ابو مخنف کی روایت نقل کی ہے ان میں ابن الاثیر، ابن کثیر، ابن خلدون اور ابن تغری بردی بھی شامل ہیں۔ ❻ ان لوگوں کے علاوہ کندی بھی عبدالکریم بن حارث کی یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ جب مصر میں قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کا وجود معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے گراں معلوم ہونے لگا تو انھوں نے مدینہ میں بنوامیہ کے چند افراد کے نام خط لکھا کہ میری تحریر کو راز میں رکھنا، واقعہ یہ ہے کہ قیس بن سعد ہمارے حق میں بہتر ہیں، اللہ انھیں جزائے خیر عطا فرمائے، مجھے ڈر ہے کہ اگر قیس اور ہمارے موید ین کے درمیان خوشگوار تعلقات کی خبر علی رضی اللہ عنہ کو پہنچ گئی تو وہ قیس کو معزول نہ کر دیں، لیکن علی رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ہو ہی گئی اور بالآخر آپ کو عراق اور مدینہ کی بعض سرکردہ شخصیتوں نے مشورہ دیا کہ قیس کو وہاں سے ہٹا کر دوسری جگہ بھیج دیں کیونکہ وہ بدل چکے ہیں، علی رضی اللہ عنہ نے کہا: تم غلط کہہ رہے ہو، وہ ایسا نہیں کر سکتے، مجھے پریشان نہ کرو، لیکن وہ سب برابر اصرار کرتے رہے کہ آپ انھیں معزول کر دیں، وہ یقیناً بدل چکے ہیں، چنانچہ وہ سب آپ سے برابر کہتے

---

❶ مرويات أبي مخنف في تاريخ طبري ص (٢١٤).

❷ مرويات أبي مخنف في تاريخ طبري ص (٢١٤).

❸ تاريخ خليفة ص (٢٠١) فتوح مصر (٢٧٤) سير أعلام النبلاء (٣/ ١٣).

❹ فتوح مصر و ولاة مصر، مرويات أبي مخنف ص (٢٠٧).

❺ طبقات ابن سعد (٦/ ٥٢) تاريخ بغداد (١/ ١٧٧) سير أعلام النبلاء (٣/ ١٠٢).

❻ تاريخ ابن خلدون (٤/ ١٠٩٢) النجوم الزاهرة [illegible]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رہتے اور بالآخر قیس رضی اللہ عنہ کے نام آپ یہ لکھنے پر مجبور ہو گئے کہ میں اب تم کو اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں، لہٰذا اپنی جگہ کسی کو نائب بنا کر چلے آؤ۔ ❶ کندی کی اس روایت کو ڈاکٹر یحییٰ الیحیی اپنی بلند پایہ تصنیف ''مرویات ابی مخنف فی تاریخ الطبری'' میں راجح قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

۱: یہ ایک ثقہ مصری کی روایت ہے اور وہ دوسروں کی بہ نسبت اپنے ملک کے حالات کو زیادہ جانتا ہے۔

۲: اس روایت کا ناقل ایک مصری مورخ ہے۔

۳: یہ روایت عجائب وغرائب سے پاک ہے۔

۴: اس روایت کے مشتملات اس دور کی برگزیدہ شخصیتوں کے مزاج سے میل کھاتے ہیں۔

۵: یہ روایت واضح کرتی ہے کہ قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کی معزولی کے متعلق علی رضی اللہ عنہ متردد ہی رہے اور جب لوگوں نے آپ کو ان کے خلاف قدم اٹھانے پر مجبور کر دیا تو آپ نے ان کو اپنے پاس بلا لیا، ایک بلند نگہ قائد ایسے ہی ہوتا ہے کہ وہ ماہر و باصلاحیت قائدانہ ہاتھوں کو آزمائشوں کے وقت ضائع نہیں کرتا۔ ❷

مصر کی گورنری پر محمد بن ابوبکر کی تقرری:

بعض لوگوں نے علی اور قیس بن سعد رضی اللہ عنہما کے درمیان اس لیے بگاڑ کی کوشش کی تاکہ آپ قیس رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیں اور بالآخر علی رضی اللہ عنہ کے بعض مشیروں نے قیس کے خلاف عام کیے گئے پروپیگنڈوں کی تصدیق کر دی اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے ان کی معزولی کی درخواست کی اور اس پر بضد ہو گئے۔ علی رضی اللہ عنہ نے حالات کی سنگینی دیکھ کر قیس کے نام خط لکھا کہ ''میں اب تم کو اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں لہٰذا اپنا کام کسی کو سونپ کر چلے آؤ۔ ❸ گویا علی رضی اللہ عنہ کا یہ خط مصر سے قیس کی معزولی کے قائم مقام تھا، زیادہ تر اقوال کا رجحان یہ ہے کہ پھر ان کی جگہ پر علی رضی اللہ عنہ نے اشتر نخعی کو گورنر بنایا۔ ❹ اور اس کی مصر روانگی سے پہلے علی رضی اللہ عنہ نے اس سے ملاقات کی، مصریوں کے مزاج اور برتاؤ سے اسے واقف کیا اور کہا کہ تمھارے علاوہ کوئی وہاں کے لیے مناسب نہیں، اللہ تم پر رحم کرے، جاؤ، اگرچہ میں نے تمھیں کوئی نصیحت نہیں کی ہے، تاہم تم اپنی صواب دید پر عمل کرنا، اہم مسائل میں استقامت کا طالب بننا، سختی اور نرمی دونوں سے کام لینا، جہاں نرمی مطلوب ہو وہاں خوب نرمی اور جہاں سختی مطلوب ہو وہاں خوب سختی کرنا۔ ❺

اس کے بعد اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ اشتر مصر کے لیے روانہ ہو گئے، لیکن ابھی بحر قلزم (بحر احمر) کے علاقے میں داخل ہوا تھا کہ اس کی وفات ہو گئی۔ بعض روایات میں ہے کہ زہر آلود شہد پینے کی وجہ سے اس کی موت ہوئی تھی، جب کہ اس سلسلے میں بعض اہل خراج متہم کیے جاتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ورغلانے پر انھوں نے آپ کو

❶ ولاۃ مصر ص (٤٥، ٤٦) یہ روایت مرسل ہے، نیز ایک روای مدائنی ہے جو کہ صدوق ہے، بقیہ رواۃ ثقہ ہیں۔

❷ مرویات أبی مخنف فی تاریخ الطبری ص (٢١٠).

❸ فتوح البلدان (٢/ ٢٢٩) الولایة علی البلدان (٢/ ١٢).

❹ ولاۃ مصر ص (٤٥، ٤٦).

❺ النجوم الزاهرة (١/ ١٠٣).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

زہر آلود شہد پلائی تھی، ❶ حالانکہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے زہر خورانی کے ذریعے سے اشتر کی موت کسی بھی صحیح سند سے ثابت نہیں ہے۔ ابن کثیر، ❷ ابن خلدون ❸ اور انھیں کی تائید میں ڈاکٹر یحییٰ الیحیی نے اس مفروضہ کو بعید تر قرار دیا ہے، ❹ اور خود میرا بھی یہی خیال ہے۔

اس طرح اشتر نخعی مصر میں اپنا منصب سنبھالنے سے پہلے ہی وفات پا گیا اس کے باوجود تاریخی مصادر اس کو علی رضی اللہ عنہ کے مصری گورنروں میں شمار کرتے ہیں بہر حال اس کے بعد محمد بن ابوبکر مصر کے گورنر مقرر کیے گئے۔ ❺ کیونکہ عہد عثمانی میں ایک عرصہ تک وہ مصر میں رہ چکے تھے۔

متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سابق گورنر قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کی مصر سے روانگی سے قبل محمد بن ابوبکر وہاں پہنچ گئے اور قیس و محمد کے درمیان گفتگو ہوئی، اس وقت قیس رضی اللہ عنہ نے محمد کو کچھ نصیحتیں کیں، خاص طور سے ان لوگوں کے متعلق جو عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل پر سخت نالاں تھے اور انھوں نے علی رضی اللہ عنہ پر بیعت خلافت نہ کی تھی، انھیں نصیحت کرتے ہوئے آپ نے یہ بھی کہا تھا: اے ابوالقاسم! تم امیر المومنین کے پاس سے آرہے ہو اور ان کی طرف سے میری معزولی اس بات سے مانع نہیں کہ میں تمھیں اور ان کو نصیحت کروں، میں آپ لوگوں کے اس کام سے بخوبی واقف ہوں۔ سنو! جن لوگوں نے علی یا ان کے علاوہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت نہیں کی ہے انھیں ان کے حال پر چھوڑ دو، اگر وہ تمھارے پاس آئیں تو ان سے ملو اور اگر نہ ملیں تو انھیں طلب نہ کرو، لوگوں کے مقام و مرتبہ کے اعتبار سے انھیں جگہ دو، اگر بیماروں کی عیادت اور جنازوں میں حاضری دے سکتے ہو تو ایسا کرنا، اس سے تمھارا مرتبہ نہیں کم ہوگا۔ ❻

اس کے بعد محمد بن ابوبکر نے علی رضی اللہ عنہ کا مکتوب اہل مصر کو سنایا۔ ❼ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابوبکر کے نام یہ مکتوب اس وقت لکھا تھا جب انھیں مصر کی گورنری پر فائز کیا، اس مکتوب کا مضمون صرف ریاستی سیاست پر محدود نہ تھا، بلکہ اس میں محمد بن ابوبکر کو اللہ کی طرف دعوت دی گئی تھی، اس میں لکھا تھا: اے محمد! اچھی طرح جان لو کہ اگرچہ تمھیں دنیا کی بھی ضرورت ہے، لیکن اس کے پہلے آخرت کی شدید ترین ضرورت ہے، لہٰذا اگر تمھیں کوئی ایسے واقعات پیش آجائیں جن میں ایک کا تعلق آخرت سے ہو اور دوسرے کا دنیا سے تو اخروی معاملہ کو ترجیح دینا، نیک خواہشات کی قدر کرنا، نیک نیت رہنا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہر بندے کو اس کی نیت کے مطابق عطا کرتا ہے، جب کوئی بندہ خیر اور اہل خیر کو پسند کرتا ہے اور خود اسے نہیں کر پاتا تو ان شاء اللہ کرنے والے کی طرح اسے اجر ملے گا، اس لیے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک سے واپس ہوئے تھے تو کہا تھا:

---

❶ النجوم الزاهرة (١/ ١٠٤) سير أعلام النبلاء (٤/ ٣٤). ❷ البداية والنهاية (٨/ ٣٠٣).
❸ تاريخ ابن خلدون (٤/ ١١٢٥). ❹ مرويات أبي مخنف ص (٢٢٤).
❺ النجوم الزاهرة (١/ ١٠٦).
❻ ولاة مصر ص (٥٠) الولاية على البلدان (٢/ ١٣).
❼ الكامل في التاريخ (٢/ ٣٥٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

((إِنَّ بِالْمَدِيْنَةِ لَأَقْوَامًا مَا سِرْتُمْ مِنْ مَّسِيْرٍ ، وَلَا هَبَطْتُمْ مِنْ وَادٍ إِلَّا كَانُوْا مَعَكُمْ مَا حَبَسَهُمْ إِلَّا الْمَرَضُ .))

''مدینہ میں کچھ ایسے لوگ ہیں کہ تم جس راستے پر بھی چلتے ہو یا جس وادی میں بھی اترتے ہو وہ تمھارے ساتھ ہوتے ہیں، انھیں مرض نے روک رکھا ہے۔''

آپ فرماتے: تمھارے ساتھ چلنے کی انھیں نیت تھی۔ ❶ اور اے محمد! میں نے تمھیں اپنی سب سے بڑی فوج، یعنی باشندگان مصر کا والی بنایا ہے، لوگوں کے معاملات کا تمھیں ذمہ دار بنا دیا ہے، لہٰذا اس منصب کا تقاضا ہے کہ تم اپنی جان پر خوف کھاؤ، اپنے دین کی حفاظت کے لیے خبردار رہو، اگرچہ ایک لمحہ ہی کے لیے کیوں نہ ایسا ہو، نیز اگر یہ طاقت ہے کہ اللہ کی مخلوق میں کسی کی رضا کے لیے اللہ کو ناراض نہ کرو تو ظالم پر سختی کرو، اہل خیر کے لیے نرم ہو جاؤ، انھیں اپنا قریبی، مشیر اور بھائی بناؤ...... والسلام ❷

پھر محمد بن ابوبکر منصب ولایت کے کاروبار دیکھنے لگے، شروع کا ایک مہینا نہایت سکون و سلامتی سے گزرا، لیکن اس کے بعد حالات بدلتے گئے، انھوں نے قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کی نصیحت پر عمل نہیں کیا اور جن لوگوں نے علی رضی اللہ عنہ سے بیعت نہ کی تھی، ان سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی، خط کے ذریعے سے انھیں بیعت کی دعوت دی، لیکن ان لوگوں نے کوئی جواب نہ دیا، پھر آپ نے اپنے کارندوں کے ذریعے سے ان کے خلاف کارروائی کی اور آپ کے کارندوں نے ان کے چند گھروں کو مسمار کر دیا، اموال ضبط کر لیے اور چند لوگوں کے گھر والوں کو قید میں ڈال دیا، اس کارروائی کا ردعمل یہ ہوا کہ وہ لوگ محمد بن ابوبکر کے خلاف جنگ پر اتر آئے۔ ❸

جب معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی تو انھوں نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مصر کے خلاف فوجی چڑھائی کر دی، اور محمد بن ابوبکر کے مخالفین، جن کی تعداد تقریباً دس ہزار تھی، اور اس میں مسلمہ بن مخلد اور معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہما جیسے لوگ بھی تھے، ❹ انھیں اپنی حمایت میں لے لیا، پھر معاویہ رضی اللہ عنہ اور محمد بن ابوبکر کی فوجوں میں زبردست لڑائی ہوئی، جس میں محمد بن ابوبکر قتل کر دیے گئے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوجیں مصر پر قابض ہو گئیں، اس طرح ۳۸ھ میں مصر علی رضی اللہ عنہ کے دائرہ اقتدار سے نکل گیا۔ ❺

واضح رہے کہ ابومخنف رافضی تنہا ایسا مورخ ہے جس نے اس سلسلہ میں تفصیلی روایت ذکر کی ہے اور اسے طبری نے نقل کیا ہے۔ ❻ اس نے اس روایت میں کئی تاریخی حقائق کو مسخ کیا ہے اور ایسی باتیں لکھی ہیں جنھیں اس کے علاوہ کسی نے نہیں لکھا، پھر بعض مورخین نے اسی پر اعتماد کرتے ہوئے اسے اپنی کتابوں میں نقل کیا، مثلاً

❶ دیکھیے: صحیح مسلم / الإمارة (۳/ ۱۵۱۸).

❷ تاریخ الطبری / منهج علی فی الدعوة إلی الله ص (۲۸۲).

❸ الکامل فی التاریخ (۲/ ۳۵۷) الولایة علی البلدان (۲/ ۱۳).

❹ تاریخ الطبری (۶/ ۴۱). ❺ تاریخ خلیفة بن خیاط ص (۱۹).

❻ تاریخ الطبری (۶/ ۱۷-۱۸).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یعقوبی لکھتا ہیں: عمرو بن عاص کی محمد بن ابوبکر سے لڑائی ہوئی اور معاویہ بن خدیج نے محمد بن ابوبکر کو پکڑ کر قتل کر دیا، پھر ان کی لاش کو ایک مردار گدھے کے چمڑے میں رکھ کر آگ لگا دی۔ ❶ جب کہ مسعودی ❷ اور ابن حبان ❸ نے صرف محمد بن ابوبکر کے قتل کی طرف اشارہ کرنے پر بس کیا ہے اور تفصیل نہیں ذکر کی ہے۔

ابن الاثیر نے محمد بن ابوبکر کے نام معاویہ رضی اللہ عنہ کے مکتوب، علی رضی اللہ عنہ و محمد بن ابی بکر کے درمیان مراسلاتی اور معاویہ و عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے نام محمد بن ابوبکر کے جوابی خط کو حذف کر کے طبری کے حوالے سے ابومخنف کی روایت کو بالاختصار نقل کیا ہے۔ ❹

نویری نے بھی ابن الاثیر سے ملتی جلتی باتیں ذکر کی ہیں۔ ❺ اسی طرح ابن کثیر نے تقریباً ابن الاثیر اور نویری جیسی تفصیل لکھی ہے، جب کہ ابن خلدون نے ابومخنف کی روایات کے خلاصہ و معنی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ❻ اور ابن تغری بردی نے ابومخنف کی جملہ روایات کو اختصار سے ذکر کیا ہے۔ ❼ بہرحال یہ تمام روایات ابومخنف کی سند سے منقول ہیں اور اس دور کی اسلامی تاریخ کے تابناک چہرے کو مسخ کرنے میں اہم کردار ادا کیا، افسوس کی بات ہے کہ عصر حاضر کے قلم کار بھی بلا کسی بحث و تحقیق کے اس کی روایات کو نقل کرتے گئے اور انھیں عام کرنے میں خوب ہاتھ بٹایا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ من گھڑت اور جھوٹی روایتیں بعض علما و ادباء کے ذہنوں میں اس طرح بیٹھ گئیں کہ جیسے وہ لوگ کسی حالت میں انکار نہیں کرتا۔

یقیناً معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ کا محمد بن ابوبکر کو قتل کرنا صحیح سند سے ثابت ہے، چنانچہ ابوعوانہ، عبدالرحمٰن بن شماشہ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ ان کا بیان ہے: میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، انھوں نے مجھ سے پوچھا: تم کہاں کے ہو؟ میں نے کہا: میں مصر کا ہوں، انھوں نے پوچھا: اپنی اس لڑائی میں تم لوگوں نے ابن خدیج کو کیسا پایا، میں نے جواب دیا: وہ ہمارے بہت اچھے امیر رہے، ہم میں سے اگر کسی کا غلام فوت ہوگیا تو اسے غلام دیا، اگر اونٹ گم ہوگیا تو اونٹ دیا، اگر گھوڑا مرگیا تو گھوڑا دیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اگر چہ انھوں نے میرے بھائی کو قتل کر ڈالا، تاہم میرے لیے کوئی مانع نہیں ہے، میں (اس سلسلے میں) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بتاتی ہوں۔ آپ نے فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ فَارْفُقْ بِهِ، وَمَنْ شَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ.)) ❽

''الٰہی جو میری امت کے کسی معاملے کا ذمہ دار ہو، اور ان کے ساتھ نرمی کرے، اس کے ساتھ تو بھی

❶ تاريخ اليعقوبي (٢/ ١٩٤).
❷ مروج الذهب (٢/ ٤٢٠).
❸ الثقات (٢/ ٢٩٧).
❹ مرويات أبي مخنف ص (٢٤١).
❺ الكامل (٢/ ٤٠٩ تا ٤١٤).
❻ تاريخ ابن خلدون (٤/ ١١٢٦، ١١٢٨).
❼ النجوم الزاهرة (١/ ١٠٧، ١١٢).
❽ مسند أبي عوانة (٤/ ١١٣) صحيح مسلم (٣/ ١٤٥٨) باختلاف الفاظ.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نرمی فرما اور جوان پر سختی کرے تو اس پر سختی فرما۔"

ابومخنف رافضی کی روایات کا خلاصہ:

مصر پر محمد بن ابوبکر کی گورنری اور ان کے قتل کیے جانے کے متعلق تاریخ طبری میں ابومخنف کی سند سے وارد تمام تر روایات عجائب وغرائب کے ایک مجموعہ پر مشتمل ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

ا: اس کی روایات میں اس بات کا ذکر ہے کہ "تحکیم" کے بعد اہل شام نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر بیعت خلافت کر لی تھی، جب کہ یہ بات قطعاً درست نہیں ہے، چنانچہ ابن عساکر ثقہ راویوں کی سند سے سعید بن عبدالعزیز التنوخی سے روایت کرتے ہیں جو کہ شام کے حالات سے سب سے زیادہ واقف تھے۔ ❶

ان کا بیان ہے کہ علی رضی اللہ عنہ عراق میں امیر المومنین کہہ کر پکارے جاتے تھے، جب کہ شام میں معاویہ صرف "امیر" کہے جاتے تھے، جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی تب معاویہ رضی اللہ عنہ شام میں امیر المومنین کہے جانے لگے۔ ❷

پس یہ روایت بصراحت واضح کرتی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ہی معاویہ رضی اللہ عنہ پر بیعت خلافت ہوئی۔ طبری کا یہی خیال ہے، چنانچہ ۴۰ھ کے آخری واقعات کے ضمن میں لکھتے ہیں: اس سال میں "ایلیا" میں معاویہ رضی اللہ عنہ پر بیعت خلافت ہوئی۔ ❸ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس عبارت پر تعلیق لکھتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے کہ جب علی رضی اللہ عنہ وفات پا گئے تو شام والوں نے امیر المومنین کی حیثیت سے معاویہ رضی اللہ عنہ پر بیعت خلاف کر لی، اس لیے کہ ان کی نظر میں اب کوئی معاویہ رضی اللہ عنہ کا مخالف نہیں بچا تھا۔ ❹ شام والے اچھی طرح جانتے تھے کہ خلافت کے مسئلہ میں معاویہ، علی رضی اللہ عنہ کے برابر کبھی نہیں ہوسکتے اور جب تک علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ بنایا جانا ممکن ہے اس وقت تک دوسرے کو خلیفہ بنانا کبھی صحیح نہیں ہوسکتا، کیونکہ علی رضی اللہ عنہ کا مقام ومرتبہ، سبقت الی الاسلام، علم ودین، بہادری اور دیگر فضائل ان سب کے نزدیک معروف ومسلم تھے، جیسے کہ علی رضی اللہ عنہ پر ان کے اسلامی برادران ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کو فضیلت حاصل تھی۔ ❺

مزید برآں ایک خلیفہ کے ہوتے ہوئے دوسرے خلیفہ کا وجود شرعاً حرام ہے، جیسے کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا بُوْيِعَ خَلِيفَتَيْنِ فَاقْتُلُوْا الْآخِرَ مِنْهُمَا.)) ❻

"جب دو خلیفہ پر ایک ساتھ بیعت کی جائے تو ان دونوں میں سے آخری کو قتل کر دو۔"

علاوہ ازیں متعدد روایات اس معنی میں وارد ہیں، پس یہ بات ناممکن اور محال ہے کہ صحابہ کرام اس حدیث کی مخالفت کریں گے۔ ❼

---

❶ امام حاکم فرماتے ہیں: اہل شام کے نزدیک آپ کی وہی حیثیت تھی جو اہل مدینہ کے نزدیک امام مالک کی تھی۔ تهذيب التهذيب (٤/ ٦٠)

❷ تاريخ دمشق (١٦/ ٣٦٠)

❸ تاريخ طبری (٦/ ٧٦).

❹ البداية والنهاية (٨/ ١٦).

❺ فتاویٰ ابن تيميه (٣٥/ ٧٣).

❻ صحيح مسلم (٣/ ١٤٨٠).

❼ مرويات أبي مخنف في تاريخ الطبري ص (٤١٢).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲: ابومخنف کی روایت میں ہے کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے معاہدہ کیا تھا کہ وہ انھیں مصر تاحیات کے لیے دے دیں گے۔ حالانکہ اس پورے واقعہ کو ابن عساکر نے ایسی سند سے ذکر کیا ہے جس میں جہالت پائی جاتی ہے۔ ❶ حافظ ذہبی نے اسے نقل کیا ہے لیکن صیغۂ تمریض سے یعنی ''بیان کیا جاتا ہے یا کہا گیا ہے'' جیسے الفاظ سے یہ واقعہ منقول ہے اس طرح یہ روایت ساقط الاعتبار ہو جاتی ہے۔

۳: رافضی روایت محمد بن ابی بکر پر یہ تہمت عائد کرتی ہے کہ انھوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنے نیزے سے قتل کیا تھا، جب کہ یہ بات یکسر باطل ہے۔ اس سلسلہ میں کچھ روایات ضرور وارد ہیں، لیکن سب ضعیف ہیں اور ان کی متون شاذ ہیں، اس لیے کہ یہ سب اس صحیح روایت کے خلاف ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کا قاتل ایک مصری آدمی تھا۔ ❷

ڈاکٹر یحییٰ الیحیی نے دمِ عثمان سے محمد بن ابی بکر کی براءت کے کئی ترجیحی اسباب ذکر کیے ہیں:

الف: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا قاتلین عثمان کے مطالبہ کے لیے بصرہ تک گئیں، اگر ان کے بھائی بھی قاتلین میں شریک ہوتے تو بھائی کے قتل پر غم نہ کرتیں۔

ب: سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا قاتلین عثمان پر لعنت بھیجنا اور ان سے اپنی براءت کا اعلان کرنا اس بات کا متقاضی ہے کہ آپ ایسے لوگوں کو ہرگز اپنا قریبی نہیں بنائیں گے اور نہ ہی انھیں منصب ولایت سونپیں گے، جب کہ یہاں صورت حال یہ ہے کہ محمد بن ابوبکر کو آپ منصب ولایت سونپ رہے ہیں، پس اگر محمد بن ابوبکر قاتلین عثمان میں سے ہوتے تو آپ انھیں یہ منصب ہرگز نہیں سونپتے۔

ج: ابن عساکر نے اپنی سند سے محمد بن طلحہ بن مصرف سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا: میں نے صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کے غلام کنانہ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت موجود تھا، اس وقت میں چودہ سال (۱۴) کا تھا، صفیہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: کیا محمد بن ابوبکر نے بھی سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خون میں اپنا ہاتھ تر کیا تھا؟ کنانہ نے کہا: معاذ اللہ! صرف وہ ان کے پاس گئے تھے، تو عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اے میرے بھتیجے! تم میرے قاتل نہیں ہو، پھر وہ نکل آئے اور دمِ عثمان میں قطعاً اپنا ہاتھ نہ ڈالا۔ ❸

اس حقیقت کی تائید خلیفہ بن خیاط اور طبری کی روایت سے بھی ہوتی ہے، جس کے رجال ثقہ ہیں اور راوی حسن بصری ہیں۔ وہ عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کے محاصرہ کے آخری دن وہاں موجود تھے۔ ❹ آپ کا بیان ہے کہ ابن ابوبکر نے عثمان رضی اللہ عنہ کی ریش مبارک پکڑ لی، عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے میری ایسی چیز پکڑی ہے اور ایسی جگہ بیٹھے ہو جہاں تمھارے باپ نہیں بیٹھے تھے، یہ سن کر ابن ابوبکر وہاں سے نکل گئے۔ ❺

---

❶ تاریخ دمشق (۱۳/ ۲٦۱). ❷ فتنة مقتل عثمان (۱/ ۲۰۹).

❸ مرویات أبی مخنف فی تاریخ الطبری ص (۲٤۳).

❹ مرویات أبی مخنف فی تاریخ الطبری ص (۲٤٤) تهذیب الکمال (٦/ ۹۷).

❺ مرویات أبی مخنف فی تاریخ الطبری ص (۲٤۲).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ محمد بن ابی بکر دم عثمان سے ایسے ہی بَری تھے جیسے کہ بھیڑیا دم یوسف سے، نیز یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس معاملہ میں محمد بن ابوبکر کے مطعون ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ شہادت عثمان کے وقت ان کے پاس چلے گئے تھے۔ ❶ اور حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ جب عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے بات کی تو وہ شرما گئے اور نادم ہوکر واپس لوٹ گئے، اپنے چہرہ پر پردہ ڈال لیا اور دوسروں کو روکنے لگے، لیکن اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ ❷

د: معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کی طرف سے محمد بن ابوبکر کو قتل کے بعد مثلہ کردینے کی دھمکی اور یہ کہ محمد بن ابوبکر کو قتل کے بعد مردار گدھے کی کھال میں لپیٹ کر آگ لگا دی گئی، یہ ساری حرکتیں کسی مقتول کے بارے میں شرعی نقطہ نظر سے میل نہیں کھاتی رہیں، حتیٰ کہ کفار کی لاش کو مثلہ کرنے سے منع کیا گیا ہے، پھر بھلا کسی مسلمان کے بارے میں یہ بات کیوں کر سوچی جاسکتی ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی لشکر یا سریہ پر کسی کو امیر بناتے تو اسے خاص طور پر اللہ کے تقویٰ اور اس کے مسلمان ساتھیوں کے لیے بھلائی کرنے کی نصیحت کرتے، پھر فرماتے:

((اُغْزُوْا بِسْمِ اللّٰهِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ، قَاتِلُوْا مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ اُغْزُوْا وَ لَاتَغْلُوْا ، وَ لَا تَغْدِرُوْا وَ لَا تُمَثِّلُوْا وَ لَا تَقْتُلُوْا وَلِیْدًا .)) ❸

"اللہ کا نام لے کر جہاد فی سبیل اللہ کے لیے نکل جاؤ، کافروں سے جنگ کرو، لڑتے رہنا اور خیانت نہ کرنا، بدعہدی نہ کرنا، مقتول کا مثلہ نہ کرنا اور کسی بچے کو قتل نہ کرنا۔"

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر مسلمان مشرکوں کو قید کرلیں اور انھیں قتل کرنا چاہتے ہوں تو ان کی گردنیں مار کر انھیں قتل کریں گے، اس سے تجاوز نہ کریں گے کہ کہیں ان کے ہاتھ، پاؤں، کوئی جوڑ، یا کسی عضو کا مثلہ کردیں، یا پیٹ چاک کردیں، یا آگ سے جلا دیں یا پانی میں ڈبو کر مار ڈالیں ایسی کوئی حرکت نہ کریں گے اس لیے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ❹

پس کیا اس شرعی حکم کے ہوتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ گمان کیا جاسکتا ہے کہ وہ اس کی مخالفت کریں گے، جب کہ ان کے اوصاف حمیدہ کی ترجمانی ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان الفاظ میں کرتے ہیں: "وہ لوگ اس امت کے سب سے زیادہ نیک دل، گہرے علم والے اور کم تکلف کرنے والے تھے، اللہ نے ان کو اپنی نبی کی صحبت اور اپنے دین کی نشر واشاعت کے لیے چن لیا تھا، لہٰذا تم ان کے اخلاق و کردار کو اپناؤ، رب کعبہ کی قسم! وہ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی تھے، وہ سیدھی ہدایت پر تھے۔ ❺ اور ان کے بارے میں ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کو پکڑنے، ان کے منہج کو اپنانے اور ان کے سلوک و کردار پر چلنے اور اقتداء کرنے کو ہمارے

---

❶ فتنة مقتل عثمان (١/ ٢٠٩) . ❷ البداية والنهاية (٧/ ١٩٣) .
❸ صحيح مسلم (٢/ ١٣٥٧) . ❹ الأم (٤/ ١٦٢) آثار الحرب في الفقه الإسلامي ص (٤٧٩) .
❺ حلية الأولياء (١/ ٣٠٥) .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لیے باعث خیر بنایا ہے، فرمایا:

﴿ وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا ﴾ (النساء: ۱۱۵)

''اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے، اس کے بعد کہ اس کے لیے ہدایت خوب واضح ہو چکی اور مومنوں کے راستے کے سوا (کسی اور) کی پیروی کرے ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرے گا اور ہم اسے جہنم میں جھونکیں گے اور وہ بری لوٹنے کی جگہ ہے۔''

محمد بن ابوبکر کی لاش کو جلانے کے بارے میں سب سے صحیح روایت طبرانی کے حوالہ سے حسن بصری سے مروی ہے، ان کا بیان ہے کہ اس فاسق محمد بن ابوبکر کی لاش کو گھسیٹ کر مصر کی گھاٹیوں میں سے ایک گھاٹی میں لے جایا گیا اور ایک مردار گدھے کی کھال میں لپیٹ کر اس میں آگ لگا دی گئی۔ ❷ اس روایت کے تمام ناقلین اگرچہ ثقہ ہیں، لیکن یہ روایت مرسل ہے، کیونکہ حسن بصری نے بذات خود وہ منظر نہیں دیکھا اور نہ ہی یہ بتایا کہ ان سے کس نے یہ واقعہ بیان کیا، مزید برآں روایت میں یہ وضاحت نہیں ہے کہ ان کی لاش کس نے جلائی۔ علاوہ ازیں حسن بصری کے بارے میں یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ محمد بن ابوبکر کے بارے میں علی رضی اللہ عنہ کی مدح وستائش اور ان کی فضیلت کو جانتے ہوئے انھیں فاسق کہیں گے۔ ❸

ھ: رافضی روایت بتاتی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا: ''وہ فاجر بن فاجر ہے۔'' علی رضی اللہ عنہ کی زبان سے ایسی بات صادر ہونا بعید تر ہے، اس لیے کہ آپ کا اختلاف معاویہ سے تھا نہ کہ ان کے باپ سے، جب کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے باپ ابوسفیان اسلام لائے اور اچھے اسلام کا مظاہرہ کیا تھا اور عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے پہلے ہی آپ وفات پا گئے تھے، اس فتنہ کو انھوں نے دیکھا ہی نہیں۔ ❹ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ ﴾ (فاطر: ۱۸)

''کوئی بھی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔''

اس آیت کو سامنے رکھ کر آپ سوچیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بارے میں زیادہ جاننے والے تھے اور کتاب الٰہی کے بتائے ہوئے حدود کے اندر رہنے والے تھے، پھر بھلا اس طرح کی بات ان کی طرف کیونکر منسوب کی جا سکتی ہے۔ ❺

و: ابومخنف کی روایت بتاتی ہے کہ جب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ سے محمد بن ابوبکر کی گرفتاری

---

❶ مقدمة الجرح و التعديل (۱/ ۷).

❷ المعجم الكبير/ طبرانی (۱/ ۸٤) صرف ایک راوی امیہ بن خالد صدوق ہیں، بقیہ سب ثقہ ہیں۔

❸ الاستيعاب (۲/ ۳٤۸).

❹ سير أعلام النبلاء (۲/ ۱۰۵) مرويات ابی مخنف فی تاريخ طبری ص (۲٤۸).

❺ مرويات أبی مخنف فی تاريخ الطبری ص (۲٤۷).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کا مطالبہ کیا، تو انھیں تردد ہوا، اس پر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی:

﴿ اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿٤٣﴾ ﴾ (القمر: ٤٣)

''کیا تمھارے کفار ان لوگوں سے بہتر ہیں، یا تمھارے لیے (پہلی) کتابوں میں کوئی چھٹکارا ہے؟''

یعنی وہ محمد بن ابوبکر اور ان کے حمایتیوں کی تکفیر کر رہے تھے، جب کہ کسی صحابی کے بارے میں یہ بات نہیں ملتی کہ اس نے کسی صحابی کی تکفیر کی ہو، ان کے درمیان جس قدر بھی اختلافات رہے وہ درجہ تکفیر تک نہیں پہنچے۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نہایت صریح الفاظ میں فرماتے ہیں: ''ہمارے درمیان جو کچھ بھی اختلافات رہے وہ ہمارے دین تک نہیں پہنچے۔'' ❶

یہاں ایک دوسری بات بھی قابل غور ہے کہ معاویہ بن خدیج عمرو بن عاص کی فوج کے ایک سپاہی تھے اور وہ اپنے قائد کے مطالبہ کو ماننے سے انکار نہیں کر سکتے تھے، پس اس اعتبار سے بھی یہ روایت ناقابل قبول ہے۔ ❷

ز: ابومخنف کی روایت میں وارد ہے کہ محمد بن ابوبکر نے کہا: عثمان نے ظلم و جور سے کام لیا اور قرآن کے حکم کو نہیں مانا۔ کافی بحث و تحقیق کے بعد بھی مجھے ایسی کوئی روایت نہیں ملی جو ابن ابی بکر کی طرف اس قول کی نسبت کو صحیح قرار دیتی ہو، البتہ اس کے برعکس ظلم و جور سے عثمان رضی اللہ عنہ کی براءت کا اعلان اتنا مشہور ہے جسے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ ❸ اس سلسلے میں میں نے اپنی کتاب تیسیر الکریم المنان فی سیرۃ عثمان بن عفان ❹ میں تفصیلی گفتگو کی ہے۔

بصرہ:

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے دور حکومت میں بصرہ کے سابق گورنر عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا وہ وہاں سے مکہ مکرمہ چلے گئے اور ان کی جگہ عثمان بن حنیف انصاری رضی اللہ عنہ کو گورنر بنا کر بھیجا، عثمان بن حنیف انصاری رضی اللہ عنہ کو اس علاقہ کے بارے میں اچھی معلومات اور مہارت تھی، کیونکہ قبل ازیں عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد حکومت میں انھیں یہاں کے سواد عراق کی پیمائش اور اس کے خراج کا اندازہ کرنے پر مامور کیا تھا۔ ❺

چنانچہ عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بصرہ کے لیے روانہ ہو گئے اور بخیر و عافیت وہاں پہنچے، لیکن علی رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت کے بارے میں اہل بصرہ تین حصوں میں تقسیم ہو گئے، ایک گروہ نے بیعت کی اور جماعت میں شمولیت اختیار کر لی، جب کہ ایک گروہ بیعت کرنے سے رک گیا اور کہا کہ اس سلسلہ میں ہم دیکھیں گے کہ اہل مدینہ کیا کرتے ہیں ہم ان کے موافق عمل کریں گے اور ایک گروہ نے بیعت کرنے سے صراحتاً انکار کر دیا۔ ❻

---

❶ فضائل الصحابة (٢/ ٧٥١) اس کی سند صحیح ہے۔

❷ مرویات أبي مخنف ص (٢٤٨). ❸ مرویات أبي مخنف ص (٢٤٨).

❹ اس کتاب کا اردو ترجمہ ''عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ شخصیت اور کارنامے'' کے نام سے ''ندوۃ السنۃ'' سے شائع ہو چکا ہے۔ (مترجم)

❺ سیر أعلام النبلاء (٢/ ٣٢٠). ❻ تاریخ الطبري (٥/ ٤٩٢) خلافة علي / عبدالحمید علي ص (١٠٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عثمان بن حنیف انصاری رضی اللہ عنہ ابھی بصرہ کے منصب ولایت پر زیادہ دن نہ ٹھہرے تھے کہ معرکۂ جمل سے پہلے طلحہ، زبیر اور عائشہ رضی اللہ عنہم اور ان کے ساتھ خونِ عثمان کے بدلے کا مطالبہ کرنے والے بصرہ آ پہنچے، پھر حالات سنگین ہوتے گئے اور لڑائی کی نوبت آ گئی، ان حضرات کے پہنچنے کے بعد عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ کی طرف بھاگ نکلے اور معرکۂ جمل سے کچھ ایام قبل بصرہ کے راستہ میں ان سے جا ملے، اس طرح عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی گورنری ختم ہوگئی اور علی رضی اللہ عنہ بصرہ پہنچے، کچھ دنوں تک وہاں قیام کیا، اور اسی دوران جنگ جمل کا واقعہ پیش آ گیا جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں آ رہی ہے، پھر جب علی رضی اللہ عنہ بصرہ سے واپس جانے لگے تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو وہاں کا گورنر بنا گئے اور ان کے ساتھ زیاد بن ابیہ کو امور خراج پر مامور کردیا اور زیاد کی انتظامی مہارت و سیاسی ذہانت کے پیش نظر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ ان سے مشورہ لیتے رہنا اور ان کی رائے پر عمل کرنا۔ ❶

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے چلتے چلتے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ نصیحت کی تھی: میں تمھیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی نصیحت کرتا ہوں، اور جن لوگوں کے معاملات کا اس نے تمھیں ذمہ دار بنایا ہے ان کے ساتھ عدل کرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ اپنے چہرے، علم اور فیصلے کو لوگوں کے لیے کشادہ کردو، کینہ وحسد سے اپنے کو دور رکھو، کیونکہ وہ دل اور حق دونوں کو مردہ کردیتا ہے اور جان لو کہ جو چیز تمھیں اللہ سے قریب کرے گی وہ تمھیں جہنم سے دور کرے گی اور جو جہنم سے قریب کرے گی وہ اللہ سے دور کرے گی، اللہ کو کثرت سے یاد کرنا اور غافلوں میں سے نہ ہونا۔ ❷

بہر حال فقہ وتفسیر کے بارے میں وسیع وعمیق معلومات کے مالک، معروف صحابی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بحیثیت گورنر اپنا کام شروع کیا اور بصرہ کے ماتحت علاقہ سجستان میں امن واستقرار قائم کرکے اپنی سیاسی مہارت کا ثبوت دیا، اسی طرح اقلیم فارس میں زیاد بن ابی سفیان کو وہاں کا والی بنا کر وہاں کے حالات کو پرامن بنایا، حتیٰ کہ جب خود بصرہ سے جانے لگے تو زیاد بن ابی سفیان کو وہاں اپنا نائب مقرر کیا اور وہ وہاں کے حالات قابو میں رکھنے میں کامیاب رہے، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا شمار علی رضی اللہ عنہ کے بہت خاص لوگوں میں ہوتا ہے۔ آپ پرخطر وسنگین حالات میں علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوتے اور وہ علی رضی اللہ عنہ کی مکمل خیر خواہی کرتے، ان کی طرف سے دفاع کرتے، سیّدنا علی رضی اللہ عنہ ان پر مکمل اعتماد کرنے کے ساتھ ان سے مشورہ بھی لیتے رہتے۔ اس طرح ۳۹ھ تک ابن عباس رضی اللہ عنہما بصرہ کے گورنر رہے، اس دوران محکمہ امن کا پولیس افسر اور بندوبست کا منتظم اعلیٰ آپ کا معاون ہوا کرتا تھا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہی بصرہ کے گورنر رہے۔ طبری ۴۰ھ کے واقعات میں لکھتے ہیں کہ اکثر سیرت نگاروں کے قول کے بموجب اسی سن میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بصرہ سے مکہ چلے گئے، جب کہ بعض مورخین نے اس کا انکار کیا ہے، ان کا خیال ہے کہ آپ علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ان کی وفات تک مستقل طور پر بصرہ کے گورنر رہے، پھر علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب حسن رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے

❶ تاریخ الطبری (۵/ ۵۸۰).

❷ وقعة صفین / المنقری ص (۱۰۵) الولایة علی البلدان (۲/ ۱۵).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مصالحت کر لی تب ابن عباس رضی اللہ عنہما مکہ چلے گئے۔ ❶

ابن عباس رضی اللہ عنہما قائدانہ شخصیت کے مالک تھے، ایک ربانی قائد کے اوصاف، ذہانت و فطانت، صبر اور عزم جیسی مہتم بالشان صفات آپ کے اندر بدرجہ اتم موجود تھیں، لیکن فقہی بصیرت اور قرآن کی تفسیر میں آپ کو خاصی شہرت ملی، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لیے فقہ فی الدین اور علم بالتفسیر کی دعا کی تھی اور آپ نے کبار صحابہ سے علم دین سیکھا تھا، نیز آپ کی اجتہادی قوت اور استنباط پر قدرت، تفسیر کے اہتمام، اپنے شاگردوں کو تعلیم دینے کا منفرد منہج، علم کی نشر واشاعت پر آپ کا حرص، علمی اسفار و دورے، تاخیر سے وفات اور عمر رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں ان کی قربت جیسی کئی وجوہات نے آپ کو شہرت دیا۔ ❷

چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے جب ان کے اندر ذہانت و فطانت اور خاندانی شرافت کے آثار دیکھے تو انھیں اپنی خصوصی توجہات سے نوازا، اپنی مجلس میں انھیں شریک کرتے، اپنے پاس بٹھاتے، مشورہ کرتے اور مشکل آیات میں انھیں کی رائے پر عمل کرتے اور چونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ابھی نوجوان تھے اس لیے علم حاصل کرنے، اس کی راہ میں آگے بڑھنے، بلکہ کثرت سے تفسیرات بیان کرنے میں عزم وحوصلے اور جوانی کا بڑا اثر بھی رہا۔

عامر شعبی، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: میرے والد نے مجھ سے کہا: اے میرے عزیز! میں دیکھ رہا ہوں کہ امیر المومنین تم کو اپنے بہت قریب رکھتے ہیں تمھارے ساتھ تخلیہ میں ہوتے ہیں اور دیگر صحابہ رسول کے ساتھ تم سے بھی مشورہ کرتے ہیں اس لیے تم میری تین باتیں یاد کر لو: اللہ سے ڈرتے رہنا، ان کی کسی راز کا افشاء نہ کرنا، وہ تم کو کبھی جھوٹا نہ پائیں، ان کے پاس کسی کی غیبت نہ کرنا۔ ❸

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ انھیں اپنی مجلس میں اکابر وممتاز صحابہ کے ساتھ رکھتے، اس کی محض ایک وجہ تھی وہ یہ کہ آپ ان میں قوت فہم، سلامتی فکر اور استنباطی گہرائی ومعنویت کا خاصہ پاتے تھے، چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ، اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مجھ سے بھی پوچھتے تھے آپ مجھ سے کہتے تھے تم پہلے کچھ مت بولنا جب تک کہ یہ لوگ نہ بولیں، پھر جب میں کوئی بات کہتا تو آپ فرماتے: آپ لوگ اس ناپختہ ذہن بچے کی طرح صحیح بات مجھے نہ بتا سکے۔ ❹

ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک آداب مجلس کا سخت اہتمام تھا، چنانچہ اگر آپ کی ایسی مجلس میں ہوتے جس میں ان سے زیادہ عمر کا کوئی فرد ہوتا تو آپ اس وقت تک کچھ نہ بولتے جب تک کہ آپ کو اجازت نہ مل جاتی، چونکہ عمر رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس عادت کو اچھی طرح محسوس کرتے تھے اس لیے انھیں ابھارتے، اور بولنے کی طرف رغبت دلاتے، تاکہ ان کے نفس کو جلا ملے اور علم کی ہمت افزائی ہو۔ ❺

---

❶ تاریخ الطبری (٦/ ٥٦).

❷ تفسیر التابعین (١/ ٣٧٤، ٣٩٥).

❸ الحلیة (١/ ٣١٨) تفسیر التابعین (١/ ٣٧٦).

❹ المستدرك (٣/ ٥٣٩) اس کی سند کو حاکم نے صحیح کہا ہے، اور ذہبی نے اس پر موافقت کی ہے۔

❺ تفسیر التابعین (١/ ٣٧٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عمر رضی اللہ عنہ کی ایک مجلس خاص طور پر نوجوانوں کے لیے ہوتی تھی، جس میں آپ انھیں دین کی باتیں سناتے، اور سکھاتے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ ان جوانوں میں ممتاز ہوا کرتے تھے۔ عبدالرحمن بن زید کا بیان ہے کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ جب کسی نفلی نماز سے فارغ ہوتے تو کھلیان میں جاتے اور محلّہ کے نوجوان حفاظ کو بلاتے، ان میں ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی ہوتے، بہرحال وہ سب جمع ہوتے قرآن پڑھتے، پڑھاتے اور جب دوپہر کا وقت قریب ہوتا تو ہم واپس چلے جاتے۔ ایک مرتبہ قرآن پڑھتے پڑھتے سب لوگ اس آیت پر پہنچے:

﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَ لَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝۲۰۶ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝۲۰۷﴾

(البقرة: ٢٠٦-٢٠٧)

’’اور جب اس سے کہا جاتا ہے اللہ سے ڈر تو اس کی عزت اسے گناہ میں پکڑے رکھتی ہے، سو اسے جہنم ہی کافی ہے اور یقیناً وہ برا ٹھکانا ہے۔ اور لوگوں میں سے بعض وہ ہے جو اللہ کی رضا مندی تلاش کرنے کے لیے اپنی جان بیچ دیتا ہے اور اللہ بندوں پر بے حد نرمی کرنے والا ہے۔‘‘

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے ایک آدمی سے کہا: دو آدمی آپس میں لڑ گئے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات سن لی اور مجھ سے پوچھا: تم نے کیا کہا: میں نے جواب دیا: اے امیر المومنین کچھ نہیں؟ آپ کہنے لگے: تم نے کیا کہا کہ دو آدمی آپس میں لڑ گئے؟

راوی کا بیان ہے کہ جب ابن عباس رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اصرار دیکھا تو فرمایا: میں یہاں ایک ایسے آدمی کو دیکھ رہا ہوں کہ جب اسے اللہ سے ڈرنے کا حکم دیا جاتا ہے تو وہ تکبر و تعصب سے گناہ پر اتر آتا ہے اور ایک ایسے آدمی کو بھی دیکھ رہا ہوں جو اللہ کی رضا کی تلاش میں اپنی جان فروخت کر رہا ہے۔ چنانچہ دوسرا آدمی پہلے شخص کو اللہ سے ڈرنے کا حکم دیتا ہے اور جب وہ نہیں مانتا اور تکبر و تعصب سے گناہ پر اتر آتا ہے تو پہلا شخص کہتا ہے، اب میں اللہ کے لیے اپنی جان کی تجارت کرنے جا رہا ہوں، پھر دونوں آپس میں لڑتے ہیں۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا: اے ابن عباس! اللہ تمھاری اس موروثی جائداد کو باقی رکھے۔ ❶

سیّدنا عمر، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی آیت کے بارے میں پوچھتے، پھر کہتے: غوطہ لگانے والوں نے غوطہ لگا دیا۔ ❷

اتنا ہی نہیں بلکہ عمر رضی اللہ عنہ کو اگر کوئی پیچیدہ مسئلہ درپیش ہوتا تو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہتے: اے ابن عباس: کچھ پیچیدہ مسائل پیش آ گئے ہیں، تم اور تمھیں جیسے لوگ ہی اسے حل کر سکتے ہیں، پھر آپ ان کی رائے لیتے، عموماً پیچیدہ مسائل میں عمر رضی اللہ عنہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی کو بلاتے تھے۔ ❸

❶ تفسیر الطبری (٤٢٤٥) الدر المنثور (١/ ٥٧٨).

❷ فضائل الصحابة / أحمد بن حنبل حديث نمبر (١٩٤٠) (١/ ٩٨١).

❸ تفسير التابعين (١/ ٣٧٩).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ابن عباس سے زیادہ سریع الفہم، عقل منداور ان سے بڑا عالم و بُردبار کسی کو نہیں دیکھا، میں نے عمر بن خطاب کو دیکھا کہ وہ انھیں پیچیدہ مسائل کے حل کے لیے بلواتے، پھر کہتے: تمھارے پاس ایک پیچیدہ مسئلہ آ گیا ہے پھر انھیں کی بات سنتے، حالانکہ آپ کے اردگرد بدری مہاجرین وانصار صحابہ ہوتے۔ ❶

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ ان کے بارے میں فرماتے: اور تمھارا وہ ادھیڑوں کا نوجوان لڑکا؟ اس کے پاس بکثرت سوال کرنے والی زبان اور خوب سمجھنے والا دل ہے۔ ❷

طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ابن عباس پر کسی کو مقدم کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ❸

ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی اکثر اوقات عمر رضی اللہ عنہ ہی کے ساتھ رہتے تھے، ان سے مسائل پوچھنے اور دین سیکھنے کے حریص تھے، اسی لیے عمر رضی اللہ عنہ کی تفسیر اور ان کے علم کو تمام صحابہ سے زیادہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی نے روایت اور نقل کیا ہے۔ بعض اہل علم نے اشارہ کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بیشتر معلومات عمر رضی اللہ عنہ سے حاصل کردہ ہیں۔ ❹

ابن عباس رضی اللہ عنہما پر عمر رضی اللہ عنہ کی خصوصی توجہ سے انھیں تمام علوم میں عموماً اور علم تفسیر کے میدان میں خصوصاً ترقی کرنے میں بہت مدد ملی۔ ❺ اسی لیے عہد تابعین میں مکی درسگاہ کو حبر الامہ اور ترجمانُ القرآن ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مستفید ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ ❻ عثمان رضی اللہ عنہ کی عہد خلافت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کے خاص اور قریبی لوگوں میں سے تھے، جس سال آپ شہید کیے گئے اس سال ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی کو حج کا امیر بنا کر بھیجا تھا۔ ❼

بہرحال ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ان تمام خوبیوں اور رفعتوں کے باوجود استشراقیت سے مرعوب بعض لوگوں نے حبر الامہ کی حقیقی تصویر کو مسخ کر ڈالا اور آپ کی تابناک سیرت میں اکاذیب واباطیل کے داغ دھبے لگا دیے، جب کہ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ اسلام کی ابتدائی تاریخ اور عہدِ خلافت راشدہ سے متعلق مستشرقین نے جو بھی خامہ فرسائی کی ہے وہ سب درحقیقت روافض اور متعصب شیعہ کی تاریخ نگاری کا امتداد ہے، جنھوں نے جھوٹی روایات گھڑیں اور اسے صحابہ کرام کی سیرت پر چسپاں کر دیا اور جب مستشرقین آئے تو انھوں نے انھیں جھوٹی خبروں اور موضوع روایات کو زندہ کیا اور اختصاص و موضوعیت اور علمی ریسرچ کے نام پر نئے اسلوب میں اسے عام کیا، جب کہ یہ سب یکسر جھوٹ اور بہتان ہے۔

---

❶ طبقات ابن سعد (۲/ ۳٦۹).

❷ تفسير التابعين (۱/ ۳۷۹) فضائل الصحابة حديث نمبر (۱۵۵۵).

❸ طبقات ابن سعد (۲/ ۳۷۰). ❹ تفسير التابعين (۲/ ۳۷۰).

❺ تفسير التابعين (۲/ ۵۰٦).

❻ فصل الخطاب فی سيرة عمر بن الخطاب / علی محمد محمد الصلّابی ص (۲۲۰).

❼ تاريخ الطبری (۵/ ٤۲۵، ٤۳۱).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

افسوس کی بات ہے کہ بہت سے مسلم محققین، ادباء اور مورخین بھی اس فکر سے متاثر ہوگئے، اسی لیے آپ دیکھیں گے کہ اسلامی تاریخ و ادب پر عصر حاضر کے جن مولفین نے قلم اٹھایا ہے ان میں بعض ایسے ہیں جو اہل سنت و جماعت کے منہج سے کافی دور اور مستشرقین کے منہج میں ڈوبے ہوئے ہیں، ان کی تحریروں میں صحابہ کرام کی عجیب وغریب کردارکشی کی گئی ہے، مثلاً (الفتنه الکبریٰ ،علی وبنوہ) کے مولف ڈاکٹر طہٰ حسین بڑی ڈھٹائی سے اسی کتاب میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس نے بصرہ سے مسلمانوں کا مال لوٹ لیا، اپنے چچا زاد بھائی کے ساتھ غداری کی اور چوری مال لے کر مکہ بھاگ کھڑے ہوئے اور معاویہ کی فوج سے جا ملنے کی تاک میں لگ گئے۔ ❶

اس کتاب کی عبارتوں کے چند اقتباسات اس طرح ہیں:

۱: ابن عباس کو دین و دنیا کے بارے میں اچھی معلومات تھی، قریش میں عموماً اور بنو ہاشم میں خاص طور پر، بلکہ تمام مسلمانوں کے دلوں میں ان کا بلند مقام تھا، پھر بھی وہ اس لائق نہیں ہیں کہ ان کے چچازاد بھائی علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں انھیں انحراف سے معصوم مانا جائے۔ ❷

۲: ابن عباس نے دیکھا کہ ان کے چچازاد بھائی کا ستارہ نیچے ہو رہا ہے اور معاویہ کا ستارہ بلندی پر جا رہا ہے، اس لیے بصرہ میں رہتے ہوئے اپنے چچازاد بھائی سے زیادہ اپنی ہی فکر میں لگے رہے۔ ❸

۳: اگر ابن عباس تھوڑی دیر کے لیے ذہن سے یہ بات نکال دیتے کہ وہ مسلمانوں کے کسی شہر پر علی رضی اللہ عنہ کے ایک گورنر ہیں تو بہتر ہوتا، لیکن انھوں نے نہ تھوڑی دیر کے لیے اور نہ زیادہ دیر کے لیے اسے اپنے ذہن سے نکالا اور نہ ہی جہاں نفس کو جھکانا مطلوب تھا وہاں جھکایا۔ ❹

اس کے علاوہ بے شمار جھوٹ اور خرافات ہیں جن کے ناقلین نے ضعیف و موضوع روایات پر اعتماد کیا ہے، حالانکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی شرافت و نجابت کی شہادت کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا بس تھی:

((اَللّٰھُمَّ عَلِّمْهُ التَّاوِیْلَ وَ فَقِّهْهُ فِي الدِّیْنِ .)) ❺

"اے اللہ! انھیں تاویل وتفسیر کا علم اور دین میں فقہ وبصیرت سے نواز دے۔"

اس طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما نے علی رضی اللہ عنہ کے بصرہ سے کوفہ چلے جانے کے بعد بصرہ کی ذمہ داریاں بحیثیت گورنر سنبھال لیں اور پھر معرکۂ صفین سے کچھ پہلے ابن عباس رضی اللہ عنہما علی رضی اللہ عنہ سے جا ملے اور زیاد بن ابیہ کو بصرہ میں اپنا نائب بنا دیا۔ ❻

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بصرہ میں اپنی گورنری کے دوران متعدد اصلاحات کیں، ان میں سب سے اہم کام یہ کیا

❶ اباطیل یحب ان تمحی من التاریخ ص (۱۹۱) ۔ ❷ الفتنة الکبریٰ (علی وبنوہ) ص (۱۲۱) ۔
❸ الفتنة الکبریٰ (علی وبنوہ) ص (۱۲۲) ۔ ❹ الفتنة الکبریٰ (علی وبنوہ) ص (۱۲٦) ۔
❺ معجم الطبرانی حدیث نمبر (۱۰۵۸۷) اس کی سند صحیح ہے۔
❻ تاریخ خلیفه بن خیاط ص (۲۰۱) الولایة علی البلدان (۲/ ۱٦) ۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کہ جب سجستان کے گورنر کو چند خوارج نے مل کر مار ڈالا اور وہاں افراتفری مچ گئی تو آپ نے وہاں کے حالات کو معمول پر کیا۔ علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے خوارج کی سرکوبی کے لیے ایک فوج روانہ کیا، چنانچہ وہ قتل کیے گئے، آپ نے وہاں کے حالات کو درست کیا اور ۳۶ھ میں وہاں کے باشندوں کو امن واستحکام دیا۔ ❶ اسی طرح جنگ صفین کے موقع پر ابن عباس رضی اللہ عنہما اور بصرہ کی فوج نے علی رضی اللہ عنہ کو کامیاب بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ ❷

اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بصرہ کے ماتحت بعض چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے حالات ومعاملات کو منظم کیا اور اپنی طرف سے ان پر گورنر مقرر کیا، چنانچہ زیاد بن ابیہ کو فارس روانہ کیا، انھوں نے وہاں پہنچ کر وہاں کا نظم ونسق سنبھالا، اسے درست کیا، حالات ومعاملات کو منظم کیا اور شرپسندوں نے جب مخالفت کی تو ان کی سرکوبی کی۔ ❸

انھی کے ایام گورنری میں باشندگان اصطخر نے بدعہدی کی تو آپ نے ان سے لڑائی کی اور انھیں اچھا سبق سکھایا۔ ❹

۳۸ھ میں معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے اپنا ایک آدمی بصرہ بھیجا تاکہ وہ اہل بصرہ کو ان کا حمایتی بنائے، لیکن زیاد بن ابیہ جو کہ اس وقت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نائب کی حیثیت سے بصرہ پر گورنر تھے انھوں نے اس کا مقابلہ کیا اور اسے پیچھے ڈھکیلنے میں کامیاب ہوگئے، بالآخر وہ آدمی بصرہ کے ایک گھر میں مارا گیا۔ ❺

عراق کے مختلف علاقوں میں علی رضی اللہ عنہ کے بیشتر دوروں میں ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کے ساتھ ہوتے تھے، اگر عراق میں کوئی نئی بات ہو جاتی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما بصرہ میں ہوتے تو علی رضی اللہ عنہ اپنے مراسلاتی نظام کے تحت خطوط کے ذریعے سے انھیں اطلاع دے دیتے اور بہت سارے مسائل میں بذریعے سے مراسلہ ان سے رائے لیتے رہتے، اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی علی رضی اللہ عنہ کو بذریعے سے مکتوب ریاستی حالات سے باخبر کرتے رہتے۔ ۳۸ھ میں علی رضی اللہ عنہ نے انھیں اپنی نیابت میں حج کا امیر بنا کر بھیجا، طبری کے خیال کے مطابق ابن عباس رضی اللہ عنہما علی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک بصرہ کے گورنر رہے اور متعدد حکام جن میں قاضی، محکمۂ پولیس اور خراج کے اعلیٰ ذمہ دار وغیرہ شامل ہوتے تھے، یہ سب لوگ گورنر کے متعاون ہوتے تھے۔ بصرہ، بلاد فارس کی کئی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی مرکزی ریاست تھی۔

مذکورہ تفصیلات سے ہمارے سامنے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بیعت خلافت کے بعد بصرہ پر عثمان رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ گورنر ابن عامر رضی اللہ عنہ کو برطرف کر کے ان کی جگہ عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کو گورنر بنا دیا، لیکن جنگ جمل کی وجہ سے بصرہ میں انتہائی کشیدہ حالات پیدا ہوگئے اور نتیجتاً یہ ریاست عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں سے نکل گئی، پھر وہ وہاں سے چلے جانے پر مجبور ہوئے، یہاں تک کہ علی رضی اللہ عنہ خود وہاں پہنچ گئے، جنگ

❶ الكامل فی التاریخ (۲/ ۳۵۱، ۳۵۲).
❷ الولاية علی البلدان (۱/ ۱٦) تاریخ طبری (۵/ ۵۹۵ تا ٦۱۵).
❸ تاریخ طبری (٦/ ۵۲، ۵۳).
❹ الاخبار الطوال ص (۲۰۵) الولاية علی البلدان (۲/ ۱٦).
❺ الولاية علی البلدان (۲/ ۱٦) بحواله تاریخ خلیفه بن خیاط.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جمل ہوئی اور پھر اس کے بعد آپ نے وہاں کے معاملات کو منظم کیا۔ ❶

اسی طرح خوارج کی نازیبا حرکتوں کی وجہ سے اور اسی طرح بصرہ پر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قابض ہونے کی کوشش کے دوران بصرہ ایک مرتبہ پھر اضطرابات اور ہنگامی حالات سے گزرا، لیکن جب تک علی رضی اللہ عنہ باحیات رہے بصرہ آپ کے دائرہ حکومت کی ایک اسلامی ریاست کی حیثیت سے خلافت سے منسلک رہا اور آپ کے مخالفین اس پر قابض نہ ہو سکے۔ ❷

بصرہ میں گورنری کے دوران ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قائدانہ صلاحیتیں نمایاں ہوئیں، انھوں نے علی رضی اللہ عنہ کی مصاحبت سے خوب فائدہ اٹھایا اور ان سے غایت درجہ متاثر رہے۔ علی رضی اللہ عنہ بھی وقتاً فوقتاً انھیں نصیحت کرتے رہتے تھے، حتی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے بعد میں نے کسی کے کلام سے اتنا فائدہ نہیں اٹھایا جتنا علی رضی اللہ عنہ کے خطوط سے استفادہ کیا، آپ نے مجھے خط لکھا تھا کہ حمد و صلوٰۃ کے بعد: کبھی کبھار آدمی کو ایسی چیز کے فوت ہو جانے پر بھی تکلیف پہنچتی ہے جسے وہ پا نہیں سکتا تھا اور ایسی چیز پا کر اسے خوشی ہوتی ہے، جو اس سے فوت ہونے والی نہیں ہوتی، لہٰذا تمھیں جو زادِ آخرت میں میسر آئے اسے پا کر تمھیں خوشی ہونی چاہیے اور اس کا جو حصہ تم سے فوت ہو جائے اس پر تمھیں افسوس ہونا چاہیے اور تمھیں جو سامان دنیا ملے اسے پا کر بہت خوش نہیں ہونا چاہیے اور اس سے جو فوت ہو جائے تو اس پر رنج و ملال نہ کرنا، تیری ساری فکر موت کے بعد کے لیے ہو۔ ❸

ابن عباس رضی اللہ عنہ تہجد گزاروں میں سے تھے، ابن ملیکہ سے روایت ہے کہ میں مکہ سے مدینہ تک ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ رہا، آپ دو رکعت نماز پڑھتے، اگر وہ چھوٹ جاتی تو نصف رات کو قیام کرتے، قرآن کے ایک ایک حرف کو خوب ترتیل سے پڑھتے اور سسکیاں لے لے کر آواز سے روتے تھے۔ ❹

آپ خوف الٰہی سے زار و قطار رونے والے تھے، یہاں تک کہ آپ کے دونوں رخسار پر آنسوؤں کے بہنے کے نشانات پڑ گئے تھے۔ ابو رجاء کا بیان ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا ان کی دونوں آنکھوں کے نیچے رونے کی وجہ سے بوسیدہ تسمے کی طرح نشانات پڑ گئے تھے۔ ❺

آپ دو سوموار اور جمعرات کی دن روزہ رکھتے تھے، سعید بن ابوسعید کا بیان ہے کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھا، ایک آدمی آیا اور کہنے لگا: اے ابن عباس! آپ کیسے روزہ رکھتے ہیں؟ آپ نے کہا: میں سوموار (پیر) اور جمعرات کو روزہ سے ہوتا ہوں، اس نے پوچھا: ایسا کیوں؟ آپ نے فرمایا: اس لیے کہ ان دونوں ایام میں اعمال اللہ تک پہنچائے جاتے ہیں اور میری خواہش ہوتی ہے کہ میرے اعمال اللہ کے پاس ایسی حالت میں پہنچائے

❶ الولاية على البلدان (٢/ ١٧).
❷ الولاية على البلدان (٢/ ١٧).
❸ صفة الصفوة (١/ ٣٢٧).
❹ سير أعلام النبلاء (٣/ ٣٥٢).
❺ سير أعلام النبلاء (٣/ ٣٥٢).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جائیں جب میں روزہ سے رہوں۔ ❶

آپ کی نیک صفت یہ بھی تھی کہ آپ نہایت رحم دل اور سخی واقع ہوئے تھے، اسلام میں سبقت لے جانے والوں کی عظمت اور مقام و مرتبہ کا احترام کرتے تھے، ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سخت مالی پریشانی سے دوچار ہوئے، وہ قرض سے بوجھل تھے، چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گئے، تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کے لیے اپنا گھر خالی کردیا اور کہا: میں آپ کے ساتھ بھی وہی کروں گا جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا، ذرا بتائیں کہ آپ کتنے مقروض ہیں؟ انھوں نے کہا: بیس ہزار، آپ نے انھیں چالیس ہزار عطا کیے، مزید بیس غلام اور گھر میں جو کچھ تھا سب دے دیا۔ ❷

ابن عباس رضی اللہ عنہ بہت فصیح و بلیغ بھی تھے، سامعین کو سمجھانے کی آپ کے اندر عجیب وغریب صلاحیت تھی، اعمش کا بیان ہے کہ ابووائل نے ہم سے بیان کیا کہ ایام حج میں جب ابن عباس رضی اللہ عنہما ہمارے امیر تھے، آپ نے خطبہ دیا، سورہ نور کی تلاوت فرمائی، تلاوت کرتے اور تفسیر بھی بتاتے، میں آپ کی قراءت و تفسیر سن کر کہنے لگا کہ اب تک اس آدمی کی طرح کسی کا کلام نہ میں نے سنا اور نہ دیکھا، اگر اہل فارس، اہل روم اور ترک اسے سن لیتے تو اسلام لے آتے۔ ❸ شکل وشبہات میں بھی آپ نہایت خوبصورت تھے، فصیح اللسان تھے اور علم و معرفت سے مالا مال تھے۔ مسروق کا بیان ہے کہ جب میں ابن عباس کو دیکھتا تو کہتا: لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت ہیں، جب وہ بولتے تو میں کہتا: لوگوں میں سب سے زیادہ فصیح ہیں اور جب کوئی معلومات بیان کرتے تو میں کہتا: لوگوں میں سب سے بڑے عالم ہیں۔ ❹

قاسم بن محمد کہتے ہیں: میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مجلس میں کبھی باطل نہیں دیکھی۔ ❺ وفات سے قبل آپ آنکھ کی بینائی سے محروم ہو گئے تھے۔ اس سلسلہ میں آپ نے یہ شعر کہا:

إِنْ يَأْخُذَ اللّٰهُ مِنْ عَيْنَيَّ نُوْرَهُمَا ... فَفِيْ لِسَانِيْ وَ قَلْبِيْ مِنْهُمَا نُوْرٌ

''اگر اللہ نے میری دونوں آنکھوں کو بے نور کردیا تو کوئی تکلیف نہیں، میری زبان اور میرے دل میں ان دونوں کا نور موجود ہے۔''

قَلْبِيْ ذَكِيٌّ وَ عَقْلِيْ غَيْرُ ذِيْ دَخَلٍ ... وَ فِيْ فَمِيْ صَارِمٌ كَالسَّيْفِ مَأْثُوْرٌ ❻

---

❶ سیر أعلام النبلاء (۳/ ۳۵۲) اس کی سند میں ضعف ہے۔ البتہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ عمل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، آپ نے فرمایا: ((تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَ الْخَمِيْسِ فَأُحِبُّ اَنْ يُّعْرَضَ عَمَلِيْ وَاَنَا صَائِمٌ .)) سوموار اور جمعرات کے دن اعمال اللہ کے حضور پیش کیے جاتے ہیں میں پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال اس حال میں پیش ہوں کہ میں روزے سے رہوں۔ سنن ترمذی حدیث نمبر (۷۴۷) یہ حدیث حسن ہے۔

❷ سیر أعلام النبلاء (۳/ ۳۵۲) اس کی سند میں انقطاع ہے۔ ❸ سیر أعلام النبلاء (۳/ ۳۵۱) الحلیة (۱/ ۳۲٤).

❹ سیر أعلام النبلاء (۳/ ۳۵۱). ❺ سیر أعلام النبلاء (۳/ ۳۵۱).

❻ سیر أعلام النبلاء (۳/ ۳۵۷).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''میرا دل بیدار ہے اور میری عقل درست ہے، اور میرے منہ میں تیغ براں کی طرح چلنے والی بے باک زبان ہے۔''

خلاصہ یہ کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی شخصیت ایک ربانی عالم، تجربہ کار و ماہر قائد اور امیرِ عادل کی آئینہ دار ہے، اپنے دور کے واقعات پر اثر انداز ہونے والوں میں سے آپ بھی ایک ہیں اور وارثان انبیاء کا ایک بہترین نمونہ ہیں۔

کوفہ:

جس وقت سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی اس وقت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ آپ کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے، جب علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ نے انھیں ان کے منصب پر باقی رکھا، ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے باشندگان کوفہ سے علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت لی، پھر اہل کوفہ کے موقف سے آپ نے علی رضی اللہ عنہ کو بذریعے سے خط مطلع کیا کہ ان کی اکثریت نے بیعت کر لی ہے۔ ❶

چنانچہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ جب مدینہ سے عراق کے لیے روانہ ہوئے تو ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے بارے میں خاص طور پر پوچھتے رہے، دوران سفر راستے میں کوفہ کا ایک آدمی آپ سے آملا، سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس سے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے بلدے میں پوچھا: اس نے کہا: اگر آپ صلح کا ارادہ رکھتے ہیں تو ابوموسیٰ اس کے لیے بہت مناسب ہیں، اور اگر لڑائی کا ارادہ رکھتے ہیں تو ابوموسیٰ اس لائق نہیں ہیں، علی رضی اللہ عنہ نے کہا: واللہ میں تو اصلاح کا خواہاں ہوں الا یہ کہ کوئی ہم پر کارروائی کرے، اس آدمی نے کہا: مجھے جو خبر دینی تھی دے دی۔ ❷

بعد میں ایسا ہی ہوا، صلح و مصالحت اور مسلمانوں کے درمیان عدم قتال کی طرف ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا رجحان صاف ظاہر ہو گیا۔

معرکۂ جمل سے قبل کوفہ پہنچ کر علی رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابی بکر، عمار بن یاسر اور حسن بن علی وغیرہم کو مختلف وفود کی شکل میں اہل کوفہ کے پاس بھیجا کہ وہ انھیں جنگ کے لیے تیار کریں، جس کی تفصیل عنقریب آرہی ہے۔ اہل کوفہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا موقف معلوم کیا اور جنگ پر جانے کے متعلق ان سے مشورہ لیا، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: آخرت کا راستہ یہ ہے کہ تم کہیں مت جاؤ، ٹھہرے رہو اور دنیا کا راستہ یہ ہے کہ تم جنگ کے لیے جاؤ، مزید کہنے کی ضرورت نہیں تم لوگ خوب سمجھ دار ہو۔ ❸

اہل کوفہ اور حسن رضی اللہ عنہ کے درمیان متعدد اور طویل گفتگو کے بعد کچھ اہل کوفہ حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ جانے کے لیے تیار ہو گئے، بعض روایات میں ہے کہ ان کے ساتھ تقریباً نو ہزار لوگ تھے۔ ❹

متعدد روایات سے اشارہ ملتا ہے کہ جنگ جمل سے کچھ پہلے اسی دوران کوفہ سے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی ولایت ختم ہو گئی، جب کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اشتر جو کہ علی رضی اللہ عنہ کا ایک فوجی کمانڈر تھا، ابوموسیٰ

---

❶ تاریخ الطبری (٥/ ٤٦٧).
❷ تاریخ الطبری (٥/ ٥١١).
❸ تاریخ الطبری (٥/ ٥٠٨).
❹ تاریخ الطبری ٥/ ٥١٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اشعری رضی اللہ عنہ اور ان کے بچوں کو قصر کوفہ سے نکال کر خود اس پر قابض ہو گیا۔ ❶ اور بعض روایات میں ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام معزولی کا فرمان بھیجا اور ان کی جگہ قرظہ بن کعب انصاری رضی اللہ عنہ کو گورنر مقرر کیا۔ ❷

جنگ جمل کے بعد علی رضی اللہ عنہ کوفہ واپس آئے اور اسی کو دار الخلافۃ بنایا، اس طرح آپ کوفہ اور اس کے ماتحت دیگر چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے خود ذمہ دار ہو گئے اور جب تک آپ باحیات رہے بحیثیت دار الخلافہ کوفہ کا ایک خاص مقام رہا، یہیں سے آپ ملک کے دیگر علاقوں کا نظم ونسق دیکھنے لگے، یہیں وفود آنے لگے اور یہیں سے فوجیں محاذ پر بھیجی جانے لگیں اور کوفہ کی یہ حیثیت اس کی آبادی میں کشش اور اضافے کا سبب بنتی گئی۔ اس طرح پورے اعتماد کے ساتھ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کی پوری مدت خلافت میں کوفہ کی تجارتی وتمدنی تحریک کو فروغ دینے میں مذکورہ اسباب کا کافی اہم کردار رہا، علی رضی اللہ عنہ کوفہ کا خاص خیال رکھتے تھے، اور بذات خود وہاں کے باشندوں کے حالات معلوم کرتے اور ہمیشہ یہ کوشش رہتی کہ جب بھی میں یہاں سے کہیں جاؤں تو کسی کو اپنا بہترین نائب بنا کر جاؤں، چنانچہ جب صفین جانے لگے تو ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنا دیا۔ ❸ اور جب خوارج سے لڑائی کرنے کے لیے نہروان ❹ جانے کا ارادہ کیا تو ہانی بن ہوذہ النخعی ❺ کو کوفہ پر اپنا نائب بنایا۔ آپ کوفہ میں مستقل سکونت پذیر رہے، یہاں تک کہ جام شہادت نوش کیا۔ ❻

مذکورہ تفصیل میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ جب تک کوفہ دار الخلافہ نہ تھا اس وقت تک گورنروں کے ذریعے سے وہاں کے امور دیکھے جاتے تھے، لیکن جب علی رضی اللہ عنہ نے اسے دار الخلافہ بنایا تو بحیثیت خلیفہ آپ ہی وہاں کے ذمہ دار اعلیٰ ہو گئے اور جب آپ موجود نہ ہوتے تو کسی کو اپنا نائب بنا دیتے، بالآخر کوفہ میں علی رضی اللہ عنہ کی سکونت نے اسے بہت اہمیت کا حامل شہر بنا دیا۔ ❼

مشرقی ریاستیں

ا۔ فارس:

تاریخی مصادر میں یہ بات ملتی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سہل بن حنیف انصاری رضی اللہ عنہ کو فارس کا گورنر بنایا تھا اور ایک عرصے تک آپ اپنی ذمہ داری نبھاتے رہے، لیکن ایک وقت آیا کہ باشندگان فارس آپ کے خلاف ہو گئے اور تقریباً ۳۷ھ میں انھیں وہاں سے نکال دیا۔ علی رضی اللہ عنہ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ملے اور فارس کے بارے میں ان سے گفتگو کی، اس وقت ابن عباس رضی اللہ عنہما بصرہ کے گورنر تھے، علی رضی اللہ عنہ نے اور بھی کئی

❶ تاریخ طبری (۵/ ۵۱۹)۔ ❷ الاستبصار / ابن قدامہ ص (۱۲۴) الولایۃ علی البلدان (۲/ ۱۹)۔

❸ سیر اعلام النبلاء (۲/ ۴۹۳)۔

❹ بغداد اور واسط کے درمیان یہ ایک پرگنہ ہے، یہیں علی رضی اللہ عنہ کی خوارج کے ساتھ جنگ ہوئی تھی، دیکھیے: معجم البلدان (۵/ ۳۲۴)

❺ الولایۃ علی البلدان (۲/ ۲۰) تاریخ خلیفہ بن خیاط (۱۸۷، ۲۰۲)۔

❻ الولایۃ علی البلدان (۲/ ۲۰)۔ ❼ الولایۃ علی البلدان (۲/ ۲۰)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لوگوں سے مشورہ کرنے کے بعد ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ اتفاق کیا کہ وہ اپنے معاون زیاد بن ابی سفیان کو فارس کی گورنری کے لیے بھیج دیں۔ ❶

اس مقام پر ایک بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ مرکزی ریاست بصرہ اور اس کی ماتحت ریاست فارس کے درمیان ربط تھا اور بصرہ کے منصب ولایت پر فائز ہوتے ہوئے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو فارس کے تحفظ کا احساس تھا، کیونکہ وہاں کے معاملات کو منظم کرنے اور حالات کو قابو میں کرنے کے لیے آپ نے اپنے اہم معاون کو وہاں بھیجنے پر علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اتفاق کرلیا اور پھر زیاد اپنے ساتھ چار ہزار فوجوں کو لے کر فارس کی طرف روانہ ہوگئے، وہاں پہنچ کر آپ نے ریاست کے حالات پر مکمل واقفیت حاصل کی اور فتنوں کی سرکوبی کی، اور اقتدار پر قابو پانے میں کامیاب ہوگئے۔ ❷ زیاد اپنی بے مثال سیاسی قدرت ولیاقت میں مشہور ہوئے، اسی سیاسی مہارت ہی نے آپ کو اس قابل بنایا تھا کہ معمولی نقصان کے ساتھ آپ نے فارس میں امن واستقرار قائم کردیا۔ ❸

طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب زیاد فارس پہنچے تو وہاں کے سرداروں کے پاس اپنے کارندوں کو بھیجا اور اپنا ساتھ دینے والوں اور مدد کرنے والوں سے حسن سلوک کا وعدہ کیا، جب کہ مخالفت کرنے والوں کو ڈرایا، دھمکیاں دیں اور انھیں آپس میں ٹکرا دیا، پھر وہ آپس میں ایک دوسرے کے جاسوس بن گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی ایک جماعت بھاگ گئی اور ایک جماعت ٹھہر گئی، پھر اس نے بھی آپس میں قتل وخون ریزی کی، اس طرح پورا فارس فسادیوں سے پاک ہوگیا، نہ کوئی آپ کا بہت قریبی دوست رہا اور نہ ہی دشمن۔ اور یہی طریقہ آپ نے کرمان ❹ میں بھی اختیار کیا۔ فارس واپس لوٹے اور اس کے تمام علاقوں کا دورہ کیا، اب وہاں کے لوگ اطمینان سے سکونت کرتے تھے اور ریاستی حالات معمول پر آچکے تھے۔ ❺

زیاد نے اپنی مدت ولایت میں فارس کے نظم ونسق کو درست کیا، بعض قلعے تعمیر کرائے، خراج سے متعلقہ امور کو منظم کیا اور ریاست کے ماتحت تمام شہروں پر کنٹرول حاصل کیا، یہاں تک کہ وہاں کے حالات پُرامن ہوگئے۔ ❻ علی رضی اللہ عنہ کی بقیہ مدت خلافت تک زیاد فارس کے گورنر رہے، حالات کو کنٹرول کرنے اور سیاست میں مہارت کے اعتبار سے فارس میں زیاد، علی رضی اللہ عنہ کے مشہور گورنروں میں سے رہے۔ ❼

یہاں فارس کے تعلق سے یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اندرون فارس حکومتی سطح پر ولایت علی کے علاوہ مزید حکومتی اداروں اور مناصب کا وجود عمل میں آیا، چنانچہ اسی ضمن میں اندرون ریاست خاص خاص شہروں کے متعدد مخصوص گورنروں کا نام ملتا ہے، فارس کے بڑے شہروں میں اصطخر ایک شہر ہے جہاں کے گورنر منذر بن جارود

❶ تاریخ الطبری (٦/ ٧١). ❷ ولایة البلدان (٢/ ٢١).
❸ تاریخ الطبری (٦/ ٥٣). ❹ تاریخ الطبری (٦/ ٥٢).
❺ تاریخ الطبری (٦/ ٥٣). ❻ تاریخ الطبری (٦/ ٥٣) الولایة علی البلدان (٢/ ٢١).
❼ الطبقات الکبری (٥/ ٥٦١، (٧/ ٨٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تھے، ❶ ان کے اور علی رضی اللہ عنہ کے درمیان بعض مراسلات بھی ہوئیں۔ ❷ زیاد بن ابی سفیان نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد یہیں پناہ لے کر سکونت اختیار کر لی تھی۔ ❸

اصبہان بھی فارس کے اہم اور بڑے شہروں میں شمار ہوتا تھا۔ ❹ وہاں پر علی رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ گورنروں میں محمد بن سلیم کا نام آتا ہے۔ ❺ لیکن یہاں کے شہرت یافتہ گورنر ''عمر بن سلمہ'' رضی اللہ عنہما تھے، جنھیں علی رضی اللہ عنہ ہی نے مقرر کیا تھا، انھوں نے اصبہان سے امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس غلہ جات اور دیگر اموال بھیجے تھے۔ ❻ علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اسی فارسی علاقے میں ۳۹ھ میں دراہم کے ٹکسال تھے۔ آج بھی عراقی میوزیم میں اس کے نمونے موجود ہیں اور ان پر سکہ ڈھالنے کی تاریخ کے ساتھ عربی عبارتیں کندہ کی ہوئی ہیں۔ ❼

۲۔ خراسان:

خراسان، فارس کی ایک وسیع ترین ریاست تھی، خلفائے راشدین کے عہد میں بالواسطہ یا بلاواسطہ بصرہ کی مرکزی ریاست سے مربوط تھی، علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اس علاقے کے کئی واقعات، متعدد گورنروں اور شہروں کے امراء کے نام ملتے ہیں۔ چنانچہ عبدالرحمن بن ابزیٰ رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہاں کے پہلے گورنر مقرر ہوئے۔ ❽ اسی طرح جعدہ بن ہبیرہ بن ابی وہب بھی یہاں کے گورنر بنائے گئے۔ ❾

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ۳۷ھ میں صفین سے واپسی کے بعد انھیں خراسان کا گورنر بنا کر بھیجا، اس وقت اہل خراسان مرتد ہو چکے تھے، لہٰذا علی رضی اللہ عنہ کی خواہش تھی کہ ان کے خلاف تادیبی کارروائی کریں اور ریاستی نظم و نسق کو دوبارہ برقرار رکھیں۔ ❿ لیکن بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس مقصد میں کامیاب نہ ہوئے اور اپنے ایک اہم فوجی افسر کو وہاں روانہ کر دیا جس نے وہاں پہنچ کر اہل خراسان سے مصالحت کی اور دوبارہ وہاں کے حالات کو کنٹرول کیا۔ ⓫

اس طرح سجستان بھی خراسان سے متصل ایک چھوٹی ریاست تھی اور یہ دونوں ریاستیں کافی حد تک مرکزی ریاست بصرہ کے گورنر سے مربوط ہوتی تھیں اور دونوں کے درمیان حکومتی تعلقات باقی رہتے تھے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں سجستان کے گورنروں میں عبدالرحمن بن جزء الطائی ⓬ کا نام ملتا ہے۔ آپ نے جنگ جمل کے بعد انھیں سجستان بھیجا، لیکن عرب کے انقلابی لٹیروں نے آپ کو قتل کر دیا اور پوری ریاست میں

---

❶ تاریخ الیعقوبی (۲/ ۲۰۳) الولایة علی البلدان (۲/ ۲۲).
❷ الأخبار الطوال ص (۲۱۹).
❸ الأخبار الطوال ص (۱۵۳).
❹ معجم البلدان (۱/ ۲۰۷).
❺ الأخبار الطوال ص (۱۵۳) الولایة علی البلدان (۲/ ۲۲).
❻ الکامل فی التاریخ (۲/ ۴۴۱).
❼ الدراهم الإسلامیة للخلفاء الراشدین / وداد القزاز ص (۵).
❽ فتوح البلدان ص (۳۹۹).
❾ تهذیب الکمال (۱/ ۱۹۱) الولایة علی البلدان (۲/ ۲۳).
❿ فتوح البلدان ص (۳۹۹) الولایة علی البلدان (۲/ ۲۳).
⓫ تاریخ خلیفه بن خیاط ص (۱۹۹) الولایة علی البلدان (۲/ ۲۳).
⓬ الولایة علی البلدان (۲/ ۲۳).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فساد کی آگ لگا دی، علی رضی اللہ عنہ نے ان حالات کی اطلاع پا کر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نام خط بھیجا کہ سجستان میں دوسرا امیر روانہ کریں، چنانچہ آپ نے حکم کی تعمیل میں ربعی بن کاس العنبری کو روانہ کیا، آپ نے وہاں پہنچ کر ان لٹیروں کی انقلابی شرانگیزی کا صفایا کیا، ان کے لیڈر کو قتل کیا اور ریاستی حالات کو درست کیا اور علی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک آپ وہاں کے گورنر بنے رہے۔ ❶

اسی طرح مشرقی ہمدان بھی ایک سرحدی ریاست تھی، سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اس کی ایک امتیازی حیثیت یہ تھی کہ آپ نے یہاں کے لیے مستقل ایک گورنر مقرر کر دیا تھا، جس وقت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی اس وقت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ یہاں کے حاکم اعلیٰ تھے اور جب علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے اور عراق پہنچے تو اپنے ایک معتمد آدمی کو خط دے کر جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ کے پاس ہمدان بھیجا اور یہ حکم دیا کہ وہاں کے لوگوں سے میری خلافت پر بیعت لے کر میرے پاس آجاؤ۔ ❷ اور خط میں لکھا تھا کہ میں تمھارے پاس فلاں کو بھیج رہا ہوں تمھیں جو کچھ پوچھنا ہو ان سے پوچھ لینا اور لوگوں کو میرا یہ مکتوب سنا دینا۔ ❸ چنانچہ علی رضی اللہ عنہ کے پاس کوفہ چلے آئے، آپ نے انھیں شام میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا، پھر دوبارہ وہ اپنے عہدے پر واپس ہوئے لیکن علی رضی اللہ عنہ کے چند فوجیوں جن میں اشتر وغیرہ تھے کی ہتک آمیز شرارت سے آپ دل برداشتہ ہو کر گورنری سے دست بردار ہو گئے اور شام میں معاویہ رضی اللہ عنہ سے جا ملے، یہ سب کچھ معرکۂ صفین سے کچھ پہلے ہوا۔ ❹

۳۔ آذربائیجان:

عثمان رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ آذربائیجان کے گورنر تھے، جب سیّدنا علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ نے اشعث کے نام خط ارسال کیا کہ وہاں کے لوگوں سے میری خلافت پر بیعت لو۔ ❺

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ کو بعد میں طلب کیا تھا اور وہ علی رضی اللہ عنہ سے کوفہ میں آملے تھے، پھر تمام لڑائیوں میں آپ کے ساتھ رہے، معرکۂ صفین ❻ اور خوارج سے جنگ کرنے میں آپ کے دوش بدوش لڑے۔ تاریخی روایات سے اندازہ ہوتا ہے کہ جب اشعث کوفہ چلے آئے تو اس عرصہ میں علی رضی اللہ عنہ نے سعید بن ساریہ الخزاعی کو آذربائیجان کا گورنر بنا دیا تھا۔ پھر اشعث بن قیس کو دوبارہ آذربائیجان بحیثیت گورنر بھیج دیا تھا اور اس دوران آرمینیہ کی ریاست کو بھی آذربائیجان میں شامل کر لیا تھا، جیسا کہ بلاذری نے اس کی صراحت کی ہے۔ ❼

آذربائیجان پر گورنری کے عہد میں اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ نے چند اہم کارنامے انجام دیے، ان میں سب سے

❶ فتوح البلدان ص (۳۸۷) الأخبار الطوال ص (۱۵۳) الولایة علی البلدان (۲/ ۱۵۳).

❷ تاریخ الطبری (۵/ ۵۹۹).

❸ الفتوح / ابن أعثم الکوفی (۲/ ۳۶۳) الولایة علی البلدان (۲/ ۱۶۷).

❹ تاریخ الطبری (۵/ ۶۰۰، ۶۰۱). ❺ تاریخ الطبری (۵/ ۵۹۹).

❻ تاریخ خلیفه بن خیاط ص (۱۹۳) الولایة علی البلدان (۲/ ۲۴).

❼ فتح البلدان ص (۲۰۷) الولایة علی البلدان (۲/ ۲۴).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اہم کام یہ رہا کہ عربوں کی ایک جماعت کو ''اردبیل'' ❶ میں سکونت اختیار کرنے کی دعوت دی، انھیں بسایا اور اردبیل کو شہری حیثیت دی، پھر جب وہاں اسلام پھیل گیا تو وہاں عظیم الشان مسجدیں بنوائیں۔ ❷

مذکورہ ریاستوں کے علاوہ دیگر مشرقی شہروں میں بھی علی رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ بعض گورنروں کے نام ملتے ہیں، مثلاً ''اہواز'' کے گورنروں میں خریت بن راشد رضی اللہ عنہ کا نام ملتا ہے، وہ معرکہ صفین سے قبل اہواز کے چند علاقوں پر حاکم تھے، لیکن معرکہ صفین کے بعد جب علی رضی اللہ عنہ وہاں سے واپس چلے گئے تو خریت نے اہواز کی فوجوں کو اپنی حمایت میں کر کے علی رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت سے دستبرداری کی کوشش کی، اور بعض علاقوں پر قابض بھی ہو گئے، جب علی رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ملی، تو آپ نے وہاں اپنی ایک فوج بھیجی، جس نے خریت کے مقبوضہ علاقوں کو آزاد کرایا اور خریت کو قتل کر دیا۔ ❸ اس کی تفصیلی گفتگو آئندہ صفحات میں آئے گی۔

اہواز میں علی رضی اللہ عنہ کی ایک امیر مصقلہ بن ہبیرہ الشیبانی بھی تھے۔ ❹ انھوں نے علی رضی اللہ عنہ کی بعض فوجوں سے چند جنگی قیدیوں کو خرید کر آزاد کیا تھا، لیکن ان کی پوری قیمت ادا نہ کر سکے، پھر یہاں سے بھاگ کر شام میں معاویہ رضی اللہ عنہ سے جا ملے۔ ❺

خلیفہ بن خیاط نے بلاد سندھ پر بھی علی رضی اللہ عنہ کا گورنر ثابت کیا ہے اور لکھا ہے کہ انھوں نے علی رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں فوج کو اکٹھا کیا اور سب کو لے کر سندھ کی طرف بڑھے، لیکن مقابل کی جنگی جھڑپ میں آپ اور آپ کے معاونین ناکام رہے اور آپ کے ساتھ مجاہدین فوجیوں کی ایک مختصر سی جماعت رہ گئی۔ ❻ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گورنروں میں یزید بن حجیہ التیمی کا نام بھی آتا ہے، آپ نے انھیں ''رے'' کے بعد صفین کا عامل بنایا تھا، پھر آپ نے انھیں خراج کی آمدنی میں خیانت سے متہم پایا، اس لیے کوفہ میں انھیں قید کر دیا، پھر وہ وہاں سے بھاگ کر شام میں معاویہ رضی اللہ عنہ سے جا ملے۔ ❼

باقی رہا شہر مدائن تو سعد بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ وہاں کے حاکم تھے، وہاں خوارج سے ٹکر لینے میں آپ کا بہت اہم کردار رہا، جب خوارج نے مدائن پر چڑھائی کرنے کی کوشش کی تو آپ کے اور علی رضی اللہ عنہ اور ان کے متعدد فوجی کمانڈروں کے درمیان خط و کتابت ہوئی۔ ❽ اور یہ بات مشہور ہے کہ سعد اپنی عدم موجودگی میں اپنے بھتیجے مختار بن

❶ آذر بائیجان کا ایک بڑا شہر تھا، عہد اسلامی سے قبل یہ وہاں کی دار الحکومت تھی، اس وقت تبریز کے مشرق میں ۶۴ رکلومیٹر کی دوری پر واقع ہے، معجم البلدان (۱/ ۱۴۵)

❷ فتوح البلدان ص (۳۲۴) الولایة علی البلدان (۲/ ۲۵).

❸ تاریخ الیعقوبی (۲/ ۹۵) تاریخ الطبری (۶/ ۲۷، ۴۷).

❹ الأنساب / السمعانی (۷/ ۴۳۸) الولایة علی البلدان (۲/ ۲۵).

❺ البدایة والنهایة (۷/ ۳۱۰) الولایة علی البلدان (۲/ ۲۵).

❻ تاریخ خلیفه بن خیاط ص (۲۰۰) الولایة علی البلدان (۲/ ۲۵).

❼ نهایة الأرب (۲۰/ ۱۹۷) الولایة علی البلدان (۲/ ۲۶).

❽ تاریخ الطبری (۵/ ۶۹۰).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ابی عبید ثقفی کو اپنا نائب بنا دیتے۔ ❶ علی رضی اللہ عنہ اموال خراج میں مختار کے بے جا تصرفات کو دیکھ کر ایک مرتبہ سخت ناراض ہوئے۔ ❷ سعد بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ کے مشہور قائدین میں سے ایک تھے اور ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ بہت سارے مواقع پر علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ کی مشارکت کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ آپ کی ریاست کوفہ سے قریب تھی۔ مذکورہ گورنروں کے علاوہ مورخ ابوحنیفہ الدینوری نے علی رضی اللہ عنہ کے دیگر کئی گورنروں کا نام ذکر کیا ہے۔ ❸

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے ریاستوں کو منظم کرنے میں بڑی محنت و مشقت کی، بے شمار مشکلات کا سامنا کیا، پھر بھی کئی ایک ریاستیں جیسے کہ یمن، حجاز اور مصر وغیرہ ہاتھ سے نکل گئیں۔

اسی طرح منصب خلافت کے آغاز ہی سے شام، فلسطین اور اس سے متصل بعض اہم ریاستوں پر اپنا اقتدار قائم نہ کر سکے، جب کہ وہ شہر اور ریاستیں جو مستقل طور سے آپ کے زیر اقتدار رہیں جیسے عراق اور فارس وغیرہ تو آپ کو وہاں بھی بہت ساری مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، ان میں سرفہرست خوارج تھے، جو علی رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت کے آخری ایام میں خاص طور پر ان ریاستوں میں ظاہر ہوئے اور جہاں اٹھے وہاں مکمل امن و استقرار قائم نہ ہونے دیا۔ نیز فارس، خراسان اور سجستان جیسے بلاد مشرق کے اصل باشندوں نے مختلف انقلابی اقدامات کیے اور اس میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے بعض گورنر بھی کام آ گئے۔

اسی طرح آپ کی اہم ترین مشکلات میں وہ اختلافات بھی شامل ہیں جو آپ کے اور آپ کے بعض گورنروں کے درمیان پیش آئے اور جس کے نتیجہ میں وہ لوگ اپنی ریاستوں کی ذمہ داریوں سے خود ہی سبکدوش ہو گئے، جیسے کہ ہمدان میں جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ اور اہواز میں مفصلہ بن ہبیرہ وغیرہ کے ساتھ پیش آیا۔

اس طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے اپنی مدتِ خلافت کا پورا حصہ اندرونی محاذ آرائیوں سے جہاد کرنے یعنی ملک کی داخلی سلامتی کو برقرار رکھنے میں صرف کیا، کیونکہ اکثر و بیشتر حسب منشا ملکی حالات کو منظم کرنے میں یہی محاذ آرائیاں حائل ہوا کرتی تھیں، انھی رکاوٹوں نے آپ کی طاقت کو منتشر اور کوششوں کو مضمحل کر دیا، چنانچہ تمام مورخین کی توجہات ان ریاستوں کی تنظیمی و اداری حالات کے بجائے انھیں مشکلات اور داخلی اتھل پتھل پر روشنی ڈالنے پر مرکوز ہو کر رہ گئی۔ ❹

---

❶ تاریخ الطبری (٥/ ٦٩٠). ❷ التمهيد و البيان ص (١٨٦) الولاية على البلدان (٢/ ٢٦).

❸ الأخبار الطوال ص (٢٦) بحواله الولاية على البلدان (٢/ ٦٢).

❹ الولاية على البلدان (٢/ ٢٧) اس بحث کے اکثر مشتملات ڈاکٹر عبدالعزیز العمری کی کتاب "الولاية على البلدان" سے ماخوذ ہیں، اور میرے علم میں اس موضوع پر یہ سب سے بہتر کتاب ہے۔ (مولف)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۲)

گورنروں کی تقرری

امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت ہوئی، اس وقت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے ملک کے مختلف علاقوں میں حالات نہایت کشیدہ تھے، ان ناگفتہ بہ حالات میں آپ کی بیعت ہوئی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی سلطنت امن واستقرار اور دیگر اصلاحی سرگرمیوں سے محروم رہی، مدینہ میں یہ کشیدگی اور مشکلات بالکل واضح طور پر دیکھی گئیں، ملک کے مختلف علاقوں میں تمام تر ملکی معاملات غیر یقینی حالت سے گزرنے لگے، ایسے نازک موقع پر علی رضی اللہ عنہ کے مشیر کاروں اور بہی خواہوں نے مستقبل کے خطرات کو محسوس کیا، اور علی رضی اللہ عنہ کو آغاز خلافت ہی میں چند اقدامات کرنے کی نصیحت کی، خاص طور پر گورنروں کی تقرری کے متعلق آپ کو مشورے دیے۔ ❶

سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گورنروں اور اپنے قرابت داروں کو اہم مناصب سونپنے سے متعلق علی رضی اللہ عنہ کا موقف

ا۔ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گورنروں کے بارے میں علی رضی اللہ عنہ کا موقف:

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ یہ بات اچھی طرح محسوس کرتے تھے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف فتنے کا بنیادی سبب یہ ہے کہ عوام کی اکثریت ان کے مقرر کردہ گورنروں سے نالاں ہے اور ان کی ناراضی کی اصل وجہ عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے گورنروں کے خلاف فتنہ پرداز لیڈروں کا پروپیگنڈہ ہے، حالانکہ کوئی گورنر اپنے منصب کے لیے نااہل نہ تھا اور نہ ہی ظالم تھا، لیکن عصر حاضر کے بہت سے قلم کار و مصنّفین جب گورنران کی تقرری کے بارے میں علی رضی اللہ عنہ کی سیاست پر گفتگو کرتے ہیں تو اپنی بات کا آغاز اس طرح کرتے ہیں:

> ''منصب خلافت پر فائز ہونے کے بعد علی رضی اللہ عنہ ایک لمحہ کے لیے عثمان رضی اللہ عنہ کے گورنروں کو ان کے مناصب پر نہیں دیکھنا چاہتے تھے، آپ کی دین پسندی اور امانت داری انھیں قبول کرنے کو قطعاً تیار نہ تھی۔'' ❷

غور کرنے کی بات ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے گورنروں کے خلاف یہ کتنی گھناؤنی اور بدترین تہمت ہے۔ میں نے اپنی کتاب ''تیسیر الکریم المنان فی سیرۃ عثمان بن عفان'' میں اس تہمت کو جڑ سے اکھاڑ

---

❶ الولایۃ علی البلدان (۲/ ۲۷، ۲۸).

❷ الخلفاء الراشدون / النجار ص (۳۷٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پھینکا ہے اور مستقل ایک بحث میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گورنروں کی حقیقت پر روشنی ڈالی ہے۔ [1] مزید معلومات کے لیے وہاں رجوع کیا جا سکتا ہے۔ واضح رہے کہ جن لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے گورنروں کو مطعون کیا ہے ان سب کے پیش نظر ضعیف اور بے بنیاد روایات رہی ہیں۔

گورنران عثمان کو مطعون کرنے والی روایات کی حقیقت:

پہلی روایت:

پہلی روایت واقدی کی سند سے وارد ہے، اس میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: مجھے عثمان نے بلوایا اور حج کا امیر بنا دیا، حج کے بعد جب میں مدینہ واپس آیا، اس وقت علی پر بیعت ہو چکی تھی، میں ان کے گھر پہنچا، دیکھا کہ آپ مغیرہ بن شعبہ کے ساتھ تنہائی میں گفتگو کر رہے ہیں، علی رضی اللہ عنہ نے مجھے روک دیا، یہاں تک کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے گئے، میں نے کہا: یہ ابھی کیا کہہ رہے تھے؟ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس سے پہلے انھوں نے مجھ سے کہا تھا کہ عبداللہ بن عامر، معاویہ اور عثمان کے دیگر گورنروں کو ان کے مناصب پر باقی رکھتے ہوئے سب کو پروانہ بھیجیے، یہ لوگ آپ کے لیے اپنی عوام سے بیعت لیں، کیونکہ یہ لوگ ملکی حالات کو پرامن بنائیں گے اور عوام کی ناراضگی کو کم کریں گے، لیکن میں نے اس دن ان کی بات نہ مانی اور کہا: اللہ کی قسم! اگر مجھے دن کے ایک گھنٹہ کے لیے موقع ملا، تو اس سلسلے میں ضرور سوچوں گا اور ان لوگوں کو یا ان جیسے دوسرے لوگوں کو کبھی گورنر نہ بناؤں گا، پھر وہ چلے گئے اور میں اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ ان کو خوب معلوم ہے کہ وہ غلطی پر ہیں، اس کے بعد آج یہ لوٹ کر آئے تھے اور کہہ رہے تھے کہ میں نے پہلی مرتبہ آپ کو جو مشورہ دیا تھا، اس وقت آپ نے میری مخالفت کی تھی، پھر اس کے بعد اب میرے ذہن میں ایک دوسری بات آئی ہے، وہ یہ کہ آپ اپنی صواب دید سے جو مناسب سمجھیں کریں، سابقہ گورنروں کو برطرف کر دیں اور جن پر آپ کو اعتماد اور اطمینان ہو ان سے مدد لیں۔ تمام تعریف اللہ کے لیے ہے۔ ان لوگوں کی پہلی جیسی شان و شوکت نہ رہی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا: پہلی مرتبہ انھوں نے آپ کے ساتھ خیر خواہی کی اور دوسری مرتبہ دھوکا دیا۔ علی رضی اللہ عنہ کہنے لگے: کیا انھوں نے میرے ساتھ خیر خواہی کی ہے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ہاں! اس لیے کہ آپ معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں جانتے ہیں کہ وہ دنیادار ہیں، اگر آپ انہیں ان کے مناصب پر برقرار رکھتے ہیں تو انھیں اس کی پرواہ نہ ہوگی کہ کون خلیفہ بنا اور اگر معزول کرتے ہیں تو کہیں گے کہ خلیفہ بغیر شورائیت کے بنایا گیا ہے اور اسی نے ہمارے سابق خلیفہ کو قتل کیا ہے۔ پھر یہ سب آپ پر پل پڑیں گے، نتیجہ یہ ہوگا کہ اہل شام اور اہل عراق دونوں ہی آپ کی خلافت تسلیم نہیں کریں گے اور میں طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما سے بھی مامون نہیں ہوں کہ وہ آپ پر حملہ نہ کر دیں۔

---

[1] عثمان بن عفان / علی محمد محمد الصلابی، ص (۲٦٤ تا ۲۸۹) اس کا اردو ترجمہ "عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ شخصیت اور کارنامے" کے نام سے ندوة السنة سے شائع ہو چکا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

علی رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے انھیں ان کے مناصب پر باقی رکھنے کی جو بات کہی تو یقیناً مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ ان دونوں کی درستی کے لیے دنیا میں اس سے بہتر کوئی چیز نہیں، لیکن عثمان رضی اللہ عنہ کے گورنروں کے بارے میں جو میری معلومات ہیں اور حق کا تقاضا ہے کہ میں ان میں کسی کو بھی یہ منصب نہ دوں، اگر وہ میری بات مانتے ہیں تو ان کے لیے بہتری ہے، اور اگر پیچھے ہٹتے ہیں تو میں ان کے لیے تلوار بے نیام کروں گا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: آپ میری بات مانئے اور گھر میں بند ہو جایئے، اور "ینبع" اپنی جاگیر میں چلے جایئے، گھر سے باہر مت نکلیے، کیونکہ پورا عرب گردش و بے اطمینانی میں ہے، لوگ گھوم پھر کر آپ کے پاس ہی آئیں گے۔ لہٰذا اگر آپ ان لوگوں کے ساتھ ابھی سے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں، تو کل سارے لوگ عثمان رضی اللہ عنہ کا خون آپ کے سر ڈال دیں گے۔ لیکن علی رضی اللہ عنہ نہیں مانے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: تم شام جاؤ، میں نے تمھیں وہاں کا گورنر بنا دیا۔ ابن عباس نے کہا: یہ اچھی رائے نہیں ہے بنوامیہ کے اہم فرد معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں اور وہ عثمان رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی اور ان کی طرف سے شام کے گورنر ہیں، لہٰذا مجھے خطرہ ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی وجہ سے کہیں وہ مجھے قتل نہ کر دیں، یا کم از کم اتنا ضرور کر سکتے ہیں کہ مجھے قید کر دیں اور مجھ پر دباؤ ڈالیں۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ایسا کیوں کریں گے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا، اس لیے کہ میں آپ کا قریبی ہوں اور جو چیز آپ کے خلاف ابھارنے والی ہے وہ ہمارے خلاف بھی ابھارنے والی ہوگی۔ آپ معاویہ کے نام خط لکھ دیں ان پر احسان کریں اور بھلائی کا وعدہ کریں۔ لیکن علی رضی اللہ عنہ نے انکار کیا اور کہا: اللہ کی قسم! ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ ❶

دوسری روایت:

یہ روایت معنی ومفہوم کے اعتبار سے پہلی روایت سے ملتی جلتی ہے، لیکن اس میں کچھ زیادتی اور اختلاف ہے جس سے اس روایت کی صحت پر شبہ ہوتا ہے۔ اس روایت میں ہے کہ "ابن عباس رضی اللہ عنہما عثمان کی شہادت کے بعد مکہ سے واپس آئے، راستہ میں طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوگئی، ان دونوں کے ساتھ قریش کے کچھ لوگ تھے جو مکہ جا رہے تھے....."

یہ روایت حقیقت کے خلاف ہے، کیونکہ جس وقت علی رضی اللہ عنہ پر بیعت ہوئی اس وقت ابن عباس رضی اللہ عنہما لوگوں کو حج کرا کے مکہ سے واپس آ چکے تھے، اور طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر چکے تھے، پس مذکورہ روایت کے مطابق جس وقت وہ دونوں مدینہ سے نکل رہے ہوں گے وہ بیعت سے پہلے کا وقت ہوگا اور یہ بالکل واضح غلطی ہے۔ ❷

تیسری روایت:

یہ روایت ابومخنف سے بلاسند وارد ہے۔ اس میں ہے کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا تھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو شام کا گورنر باقی رکھیں اور طلحہ و زبیر کو بصرہ اور کوفہ کا گورنر بنا دیں، لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس مشورہ پر اعتراض کیا، اس لیے کہ بصرہ اور کوفہ مال ودولت کا چشمہ اور آمدنی کا خزانہ تھے، لہٰذا اگر ان دونوں کو وہاں کا حاکم بنا دیتے

❶ تاریخ الطبری (۵/ ٤٦١ـ ٤٦٣).
❷ خلافة علی بن أبی طالب / عبدالحمید علی ، ص (١٠٣).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تو دونوں علی کو تنگ کر ڈالتے، جب کہ معاویہ کے لیے شام کی گورنری علی کے حق میں فائدہ مند نہ تھی، بلکہ ان کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی تھی، چنانچہ علی رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی رائے کو ترجیح دی، اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے مشورہ کو قبول نہ کیا۔ ❶

چوتھی روایت:

واقدی کی پہلی روایت ابن عبدالبر نے قدرے اختصار سے نقل کی ہے۔ ❷ لیکن انھوں نے علی رضی اللہ عنہ کی گفتگو ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بجائے حسن رضی اللہ عنہ سے ذکر کی ہے۔ ❸

مذکورہ تمام روایات اس اعتبار سے کافی خطرناک ہیں کہ یہی دور حاضر کی اہم ترین تحقیقات کی اساس ہیں اور انھیں کی روشنی میں وہ خطرناک نتائج پیش کیے جاتے ہیں جن میں مجلس شوریٰ کے اکابر صحابہ کو ان کے دین، عدل، اور امانت میں مطعون کیا جاتا ہے اور ان کے بارے میں یہ تصور دیا جاتا ہے کہ وہ لوگ مادہ پرست تھے، ان کی ساری کوششیں دولت سمیٹنے اور اقتدار حاصل کرنے کے ارد گرد گھومتی تھیں، اگرچہ اس کے لیے مسلمانوں کے خون کا سودا کیوں نہ کرنا پڑے اور یہ کہ ان لوگوں کی ذاتی مفاد پرستی کی وجہ سے وہ فتنے برپا ہوئے جن کا انجام شہادت عثمان اور جنگِ جمل کی شکل میں سامنے آیا۔ ❹

مناسب ہے کہ ان روایات کا فنی تجزیہ کر لیا جائے، چنانچہ مذکورہ روایات کے متون کی بیشتر عبارتوں میں اضطراب اور نکارت پائی جاتی ہے، جن کی تفصیل یہ ہے:

- پہلی روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ کہنا کہ ''علی رضی اللہ عنہ کی بیعت مکمل ہو جانے کے بعد ابن عباس مدینہ آئے'' ان صحیح اور موثوق بہ روایتوں کے بالکل خلاف ہے جن میں صراحت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیعت خلافت ہونے سے پہلے مدینہ آ گئے تھے۔
- اسی روایت میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کہنا کہ ''انھوں نے علی رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا تھا کہ عبداللہ بن عامر، معاویہ اور عثمان کے دیگر گورنروں کو ان کے منصب پر باقی رکھتے ہوئے ان کو پروانہ بھیجیے'' یہ بات ان روایات کے خلاف ہے جو اس روایت سے کہیں زیادہ صحیح اور موثوق بہ ہیں اور جن سے معلوم ہوتا کہ ان میں بیشتر گورنروں نے عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر پا کر اپنی اپنی ریاستوں کو خیر باد کہہ دیا اور مکہ کے لیے روانہ ہو گئے تھے، لہٰذا یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ کیسے انھیں ان کے منصب پر باقی رہنے کا پروانہ ارسال فرماتے۔
- اسی روایت میں یہ کہنا کہ علی رضی اللہ عنہ نے ان گورنروں کے بارے میں کہا: ''اللہ کی قسم! اگر مجھے دن کی ایک گھڑی کا بھی موقع ملا تو اس سلسلہ میں ضرور سوچوں گا اور ان لوگوں کو یا ان جیسے دوسرے لوگوں کو کبھی گورنر نہ بناؤں گا اور نہ ایسے لوگ اس منصب کے لائق ہیں'' یہ بات حقیقت کے سراسر خلاف ہے، وہ گورنران امارت وقیادت

---

❶ أنساب الأشراف (۲/ ۳٦) ❷ الاستیعاب (۲/ ۳۷۱) در حاشیۃ الإصابۃ

❸ خلافۃ علی بن أبی طالب/ عبدالحمید، ص (۱۰۳) تاریخ الإسلام، عهد الخلافة الراشدة/ الذهبی ص (۵۳۷).

❹ علی وبنوه/ طه حسین/ إسلامیات (۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵٤) عبقریة علی/ عقاد، ص (۵۳، ۵۵، ۷۵)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دونوں کی اہلیت رکھتے تھے اور انھی کے ہاتھوں اسلامی سلطنت کا دائرہ وسیع ہوا، عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ اپنی ریاست بصرہ سے فتح کا پرچم لہراتے ہوئے افغانستان کی دارالحکومت کابل تک پہنچ گئے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کا کیا کہنا، اگر وہ اہل نہ ہوتے تو بیس سال کی طویل مدت تک گورنر نہ بنے رہتے اور جہاں تک عاملین عثمان سے عوام کی ناراضی کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں میں واضح کر چکا ہوں کہ اس کا بنیادی سبب فسادیوں اور فتنہ پروروں کا پروپیگنڈہ تھا نہ کہ عاملینِ عثمان کی نااہلی تاریخی حقائق یہی ثابت کرتے ہیں۔

- یہی من گھڑت روایت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ تصور پیش کرتی ہے کہ انھوں نے مداہنت اور دھوکے سے کام لیا اور ایک نازک وقت میں مسلمانوں کی مصلحت ومفاد کی پروا نہ کی۔ حالانکہ یہ بات، کیا فتنہ سے پہلے اور کیا فتنہ کے بعد، کبھی بھی آپ کی سیرت واخلاق سے موافقت نہیں کرتی۔
- اسی طرح یہ روایت علی رضی اللہ عنہ کی نیک نیتی کو ثابت کرنے کے ساتھ آپ کے بارے میں یہ تصور دیتی ہے کہ اس طرح کے سیاسی معاملات میں علی رضی اللہ عنہ جاہل تھے اور مغیرہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کو زیادہ معلومات ومہارتیں تھیں۔ [1]
- ابومخنف کی روایت میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے علی کو معاویہ کی معزولی کا مشورہ دیا اور کہا کہ ''شام میں ان کی گورنرانہ قیادت آپ کے لیے سیاسی اعتبار سے مفید نہ ہوگی۔'' جب کہ واقدی کی روایت اس کے برعکس ہے اور اس مخنف کی اس روایت میں ہے کہ طلحہ اور زبیر دونوں جلیل القدر صحابہ کے بارے میں ابن عباس نے مشورہ دیا کہ اگر انھیں عراق کے دونوں شہر (بصرہ، کوفہ) کا حاکم بنادیں گے، تو وہ وہاں کی مالی آمدنی پر قابض ہوجائیں گے۔ [2]

مذکورہ روایات سنداً بالکل ہی غیر معتبر اور بے بنیاد ہیں، مزید برآں متناً مضطرب اور منکر ہیں، یہ روایتیں افتراضی ہیں کہ اگر ایسا ہوا تو ایسا ہوگا یہ روایات تاریخی روایات کی حقیقی آئینہ دار نہیں ہیں۔ ان میں نفس پرستی اور راوی کی رافضی شخصیت اور رجحانات کا بڑا دخل ہے۔ [3]

حقیقت یہ ہے کہ اگر امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے سابقہ حکام کو معطل کر کے نئے گورنروں کی تقرری کی تھی تو اس کا مقصد یہ تھا کہ دور دراز کے ان علاقوں میں یہ تبدیلی آپ کی خلافت پر بیعت کے لیے زیادہ موثر تھی اور آپ اس کے ذریعے سے فتوحات کا ایک نیا دور لانا چاہتے تھے اور اس بات کے خواہاں تھے کہ جدید عبقریِ زماں شخصیتوں کے سامنے دینِ الٰہی کی خدمت کرنے کا میدان کشادہ ہوجائے۔ [4]

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ قائدانہ صلاحیت کے مالک تھے، آپ کو نفسیات کی معرفت اور حالات کی نزاکت کا

---

[1] خلافة علي بن أبي طالب / عبدالحميد علي، ص (١٠٥).
[2] خلافة علي بن أبي طالب / عبدالحميد علي، ص(١٠٦).
[3] خلافة علي بن أبي طالب / عبدالحميد علي، ص (١٠٦).
[4] علي بن أبي طالب / عبدالستار شيخ، ص (١٧٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دراک تھا، آپ نے عاملین عثمان کو اس لیے برطرف کیا تھا، تاکہ ان کی جگہ خلیفہ اور اس کے معاونین کے درمیان حکومت اور سیاسی اہداف وروابط کو برقرار رکھنے والے افراد کو لائیں، آپ سے پہلے عمر رضی اللہ عنہ نے بعض عاملین ابوبکر کو اور عثمان رضی اللہ عنہ نے بعض عاملین عمر کو معزول کیا تھا، لہٰذا علی رضی اللہ عنہ کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ اگر کسی کی معزولی اور کسی کی تقرری میں امت کی مصلحت سمجھیں تو انھیں برطرف کر دیں۔ ❶

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے عاملین عثمان کی برطرفی کے بارے میں بعض معاصر مؤلفین صحیح منہج سے بھٹک گئے اور اس موقف کی وضاحت میں ان کے قلم صحیح رخ پر نہیں چلے، چنانچہ بعض مؤلفین اسے حق کے لیے علی رضی اللہ عنہ کی سختی اور واجبی تبدیلی کے تقاضے پر محمول کرتے ہیں اور بعض مؤلفین اسے علی رضی اللہ عنہ کی سیاسی مہارت میں کمی پر محمول کرتے ہیں، ان کے نزدیک سیاست کا تقاضا یہ تھا کہ عاملین اور خاص طور پر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس وقت تک ان کے منصب پر باقی رکھنا چاہیے تھا جب تک کہ حالات کنٹرول نہ ہوجاتے اور اسلامی حکومت کے تمام علاقوں میں آپ پر بیعت مکمل نہ ہوجاتی۔ درحقیقت ان مؤلفین کی تمام تر توضیحات وتعلیلات کا دارو مدار سابقہ بے بنیاد اور جھوٹی روایات پر ہے، جن میں عاملین عثمان کے متعلق مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے دو متضاد مشوروں کا ذکر ملتا ہے۔ ❷

○ علی رضی اللہ عنہ امام مجتہد تھے، آپ کو یہ حق تھا کہ اگر تمام عاملین عثمان کو معزول کرنے میں امت کی مصلحت سمجھیں تو سب کو معزول کر دیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسی معصوم مخلص ہستی نے خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کو صنعاء کا اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو عمان کا گورنر بنایا تھا ❸ لیکن آپ کے بعد خلیفہ اول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خالد رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے ایک دوسرے صحابی (مہاجر بن امیہ رضی اللہ عنہ) کو ان کی جگہ گورنر بنا دیا، اسی طرح عمرو رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے ایک دوسرے صحابی حذیفہ بن محصن رضی اللہ عنہ کو ان کی جگہ گورنر بنایا۔ ❹

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے خلیفہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں دو عظیم قائد یعنی خالد بن ولید اور مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہما کو گورنر بنایا، لیکن ان دونوں کی بھرپور صلاحیت کے باوجود عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں دونوں کو معزول کر دیا۔ ❺

اسی طرح عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو مصر، ❻ اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ ❼ کا گورنر بنایا اور عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں ان دونوں کو معزول کر کے مصر پر ابن ابی السرح رضی اللہ عنہ کو ❽ اور کوفہ پر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو گورنر بنا دیا۔ ❾

تو سوال یہ ہے کہ کیا ان باصلاحیت گورنران کی معزولی پر کوئی عقل مند ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان

❶ عصر الخلافة الراشدة، ص (١٢٩).
❷ عصر الخلافة الراشدة۔ ص (١٥٩)
❸ تاريخ خليفة بن خياط ، ص(٩٧).
❹ تاريخ خليفة بن خياط ، ص(١٢٣).
❺ تاريخ خليفة بن خياط ، ص(١٢٢)
❻ تاريخ خليفة بن خياط ، ص (١٥٥)
❼ تاريخ الطبرى (٥/ ٤٦٧)
❽ سير أعلام النبلاء (١/ ٣٣) الولاية على البلدان (١/ ١٠١، ١٧)
❾ تاريخ الطبرى (٥/ ٢٥١)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ذوالنورین رضی اللہ عنہم اجمعین پر اعتراض کرسکتا ہے؟ تمام ادوار کے حالات وظروف بدلتے رہتے ہیں اور اسی کی وجہ سے یہ تبدیلیاں بھی ہوتی رہیں، ایسی صورت میں ہر بعد والے اجتہاد کو پہلے اجتہاد پر ترجیح دی جائے گی، کیونکہ موقع پر موجود رہنے والے جس طرح حالات کو جانتے ہیں غائب رہنے والے نہیں جانتے۔ ❶ اور بعض معاصرین کا یہ لکھنا کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے تمام عاملینِ عثمان کو معزول کردیا تھا، حقیقت کے خلاف ہے۔ آپ نے صرف شام سے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو ❷ اور مکہ سے خالد بن ابی العاص بن ہشام رضی اللہ عنہ کو معزول کیا تھا، ❸ رہا بصرہ تو عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ خود ہی وہاں سے چلے گئے تھے اور عثمان رضی اللہ عنہ نے کسی کو گورنر مقرر نہیں فرمایا تھا۔ ❹ جب کہ یمن کے گورنر یعلی ابن منیہ رضی اللہ عنہ نے یمن کی آمدنی لے کر نکلے اور شہادت عثمان کے بعد مکہ پہنچے، اور طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما سے جا ملے، پھر ان دونوں کے ساتھ جنگ جمل میں شریک ہوئے۔

مصر کے گورنر ابن ابی سرح رضی اللہ عنہ اپنے چچازاد بھائی کو اپنا نائب بناکر مدینہ آپہنچے اور جب دوبارہ لوٹ کر وہاں گئے تو دیکھا کہ ابن ابی خدیفہ منصب ولایت پر قابض ہوچکا ہے، چنانچہ اس نے انھیں بھگایا اور وہ فلسطین کے شہر رملہ چلے گئے، وہاں سکونت اختیار کرلی اور رملہ میں ہی فوت ہوئے۔ ❺ اس طرح یمن اور بصرہ کے گورنر خود ہی اپنے عہدوں سے برطرف ہوگئے اور مصر کے گورنر کو ابن ابی حذیفہ نے ان کی ولایت چھین کر معزول کیا، جب کہ کوفہ کے گورنر کو آپ نے ان کے منصب پر باقی رکھا۔ پس حقیقت میں اگر آپ نے کسی کو معزول کرنا چاہا تو وہ شام کے گورنر معاویہ رضی اللہ عنہ اور مکہ کے گونر خالد بن ابی العاص رضی اللہ عنہ تھے۔

چنانچہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے چنندہ اور صلاح وتقوی کے کامل افراد کو گورنر بنایا، شام کی ریاست پر سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو گورنر بناکر بھیجا جو کہ ایک جلیل القدر صحابی ہیں، بدر اور احد میں شریک رہے۔ غزوۂ احد کے موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا رہ گئے تھے اس وقت یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور آپ سے موت پر بیعت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے دشمنوں پر تیر برساتے رہے۔ خندق اور دیگر غزوات میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ ❻

عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا گورنر بنایا، آپ ایک انصاری صحابی ہیں، علی رضی اللہ عنہ سے پہلے دور فاروقی میں آپ عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے عراق کے گورنر تھے۔ ❼

اسی طرح قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مصر کا گورنر بنایا۔ ❽ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلی پولیس افسر تھے.

---

❶ تحقیق مواقف الصحابة فی الفتنة (۲/ ۹۹)۔

❷ المعجم الکبیر/ الطبرانی (۱۲/ ۲۶۱) مصنف ابن أبی شیبه (۱۵/ ۸۱) اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

❸ تاریخ خلیفة بن خیاط ص (۲۰۱) الولایة علی البلدان (۲/ ۳)

❹ سیر أعلام النبلاء (۳/ ۳۵) الإصابة ترجمة یعلی (۷۱۱)

❺ تحقیق مواقف الصحابة (۲/ ۱۰۰)

❻ الطبقات (۳/ ٤۷۱)

❼ التاریخ الکبیر / البخاری (۲/ ۳/ ۲۰۹)

❽ النجوم الزاهرة (۱/ ۹۲) ولاة مصر ص (٤٤)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بہت سخی تھے، آپ کا شمار ذہین اور دانش وروں میں ہوتا تھا۔ [1] عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو یمن کا گورنر بنایا، [2] آپ بھی صحابی ہیں اور اپنے بھائی عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ایک سال چھوٹے تھے، نہایت ہی شریف، قابل تعریف اور کریم النفس انسان تھے۔ [3]

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے بعض سیرت نگاروں کا یہ اعتراض غلط ہے کہ آپ نے ملک کے دیگر علاقوں کی بیعت لینے سے قبل ہی عاملین عثمان کو برطرف کر دیا تھا، کیونکہ امام کی طرف سے ریاستوں پر گورنروں کی تقرری اس بات کے ساتھ مشروط نہیں ہے کہ وہاں کے باشندے امام کی خلافت پر پیشگی بیعت کریں، اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، لہٰذا اگر اہل حل وعقد کسی خلیفہ پر بیعت کر لیں، تو شرعاً اور عقلاً یہ بات درست ہے کہ مرکز خلافت سے دور دراز کی تمام ریاستوں اور شہروں کی طرف سے وہ بیعت ہوگئی، اگر خلیفہ کی جانب سے گورنروں کی تقرری اس بات پر موقوف ہوتی کہ وہاں کے باشندے پیشگی طور پر خلیفہ کی بیعت کی اطلاع دیں، تو خلافت صدیقی کی بیعت مکمل نہ ہوتی، اس لیے کہ اہل مکہ، طائف اور بحرین کے شہر جوثی کے لوگوں کی بیعت کی اطلاع ملنے سے پہلے ہی آپ نے مرتدین، اور مانعین زکوٰۃ سے قتال کرنے کے لیے لشکر اسامہ کو روانہ کر دیا۔

اسی طرح عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا آغاز ہی خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی اور شام میں ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی بحیثیت فوجی کمانڈر انچیف تقرری سے ہوتا ہے، جب کہ اہل یمن اور شام وعراق کے اسلامی لشکر کی بیعت کی اطلاع ابھی تک آپ کو نہیں پہنچی تھی۔ نیز عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ تمام علاقوں کی طرف سے بیعت کی اطلاع پانے سے قبل ہی مسلمانوں کے بعض معاملات میں تصرف کرنے لگتے ہیں۔ [4]

۲۔ علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے منصب ولایت پر اپنے بعض قرابت داروں کی تقرری:

عصر حاضر کے مولفین نے عثمان اور علی رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں اسلامی ریاستوں پر ان کے اپنے قرابتداروں کی تقرری کا مسئلہ خوب اچھالا ہے، چنانچہ عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے متعدد قرابت داروں کو گورنری پر مقرر کیا، اس کی تفصیل میری کتاب میں گزر چکی ہے۔ [5] آپ کے عہد خلافت میں کل اٹھارہ گورنران تھے جن میں پانچ بنوامیہ کے تھے، اور آپ کی وفات کے وقت تک پانچ میں سے صرف تین ہی رہ گئے تھے، وہ تینوں معاویہ بن ابی سفیان، عبداللہ بن ابی السرح اور عبداللہ بن عامر بن کریز رضی اللہ عنہم تھے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے صرف ولید بن عقبہ اور سعید بن عاص رضی اللہ عنہما کو معزول کیا تھا اور ان دونوں کی معزولی کوفہ سے ہوئی تھی، وہی کوفہ کہ جہاں سے عمر رضی اللہ عنہ نے سعد بن ابی وقاص کو معزول کیا تھا اور جس کوفہ نے کسی گورنر کو کبھی پسند نہ کیا، اس لیے عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے ان گورنروں

---

[1] الإصابة (۳/ ۲۴۹) تحقيق مواقف الصحابة (۲/ ۱۰۱).

[2] تاريخ خليفة بن خياط، ص (۲۰۰) تحقيق مواقف الصحابة (۲/ ۱۰۱).

[3] سير أعلام النبلاء (۳/ ۵۱۲). [4] تحقيق مواقف الصحابة (۲/ ۱۰۱).

[5] دیکھئے مولف کی کتاب کا اردو ترجمہ: عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ شخصیت اور کارنامے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی معزولی کو ان کی خامی یا نا اہلی پر نہیں محمول کیا جائے گا۔ بلکہ اس ریاست کی خامی اور شرارت پر محمول ہوگا۔ ❶ پھر اپنے جن قرابت داروں کو عثمان رضی اللہ عنہ نے گورنر بنایا انھوں نے اپنے ریاستی حالات و معاملات کو عمدہ طریقہ سے چلانے میں اپنی صلاحیت و مہارت ثابت کر دکھائی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں کئی شہروں کو فتح کیا اور اپنی رعایا میں عدل و احسان کیا، ان میں کچھ ایسے بھی تھے جو اس سے قبل عہد صدیقی اور عہد فاروقی میں بھی منصب ولایت سنبھال چکے تھے۔ ❷

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے گورنروں کی تقرری میں عثمان رضی اللہ عنہ کا منہج اختیار کیا اور انھیں قرابت داروں کو گورنر بنایا جو صاحب تقویٰ، باصلاحیت اور اس منصب کے اہل رہے، ایسے تمام گورنروں عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے لڑکے یعنی یکے بعد دیگرے عبداللہ بن عباس، عبیداللہ بن عباس، قثم بن عباس رضی اللہ عنہم اور تمام ابن عباس تھے، اسی طرح آپ کے ربیب محمد بن ابو بکر بھی گورنر تھے۔ تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ عثمان اور علی رضی اللہ عنہما نے انھی لوگوں کو منصب ولایت پر فائز کیا جن کے بارے میں ان کا ظن غالب تھا کہ یہ اس منصب کے اہل ہیں، ان کے بارے میں کبھی یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ قرابت داری کی وجہ سے آپ نے کسی کو اس منصب کے لیے ترجیح دیا، کیونکہ اس وقت کے ریاستی حالات اس بات کے متقاضی تھے کہ گورنروں کے انتخاب و تقرری میں ان کی قوت و صلاحیت اور امانت داری کا باریک بینی سے جائزہ لیا جائے، اس لیے کہ ایک طرف مشرقی ریاستوں میں فتوحات کا سلسلہ غیر اطمینان بخش تھا اور دوسری طرف خوارج کا فتنہ سر اٹھائے ہوئے تھا۔ ❸ اگر ہم عاملین علی رضی اللہ عنہ کے نسب ناموں پر غور کریں گے تو آپ کے مقرر کردہ چھتیس (۳۶) گورنروں میں سے گیارہ (۱۱) انصاری صحابہ کرام تھے اور سات (۷) قریش کے اور چار (۴) عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے لڑکے تھے، یہاں علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے گورنروں کی ایک فہرست مع اماکن ولایت ذکر کی جا رہی ہے۔ ❹

۱	سہل بن حنیف الانصاری	(مدینہ)	۲	تمام بن عباس بن عبدالمطلب	(مدینہ)
۳	ابو ایوب انصاری	(مدینہ)	۴	ابو قتادہ انصاری	(مدینہ)
۵	قثم بن عباس بن عبدالمطلب	(مکہ اور طائف)	۶	عمر بن ابو سلمہ	(بحرین)
۷	قدامہ بن عجلان الانصاری	(بحرین)	۸	نعمان بن عجلان انصاری	(بحرین)
۹	عبیداللہ بن عباس	(یمن اور بحرین)	۱۰	سعید بن سعد بن عبادہ انصاری	(الجند)
۱۱	مالک بن اشتر	(جزیرہ پھر مصر)	۱۲	شبیب بن عامر	(جزیرہ)
۱۳	کمیل بن زیاد نخعی	(جزیرہ)	۱۴	محمد بن ابو حذیفہ بن عتبہ	(مصر)

❶ حقبة من التاریخ، ص (۷۵) عثمان بن عفان / مولف، ص (۲٦۵).

❷ تحقیق مواقف الصحابة (۱/ ٤۱۷).

❸ عصر الخلافة الراشده، ص (۱۲۹). ❹ عصر الخلافة الراشده، ص (۱۲۹).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۵	قیس بن سعد بن عبادہ انصاری	(مصر)	۱۶	محمد بن ابوبکر الصدیق	(مصر)
۱۷	عثمان بن حنیف انصاری	(بصرہ)	۱۸	عبداللہ بن عباس	(بصرہ)
۱۹	ابوالاسود الدؤلی	(بصرہ)	۲۰	ہانی بن ہودہ نخعی	(کوفہ)
۲۱	ابوموسیٰ اشعری	(کوفہ)	۲۲	ابومسعود بدری	(کوفہ)
۲۳	قرظہ بن کعب الانصاری	(کوفہ)	۲۴	سہیل بن حنیف الانصاری	(فارس)
۲۵	زیاد بن ابوسفیان	(فارس)	۲۶	منذر بن جارود	(اصطخر)
۲۷	عمر بن سلمہ	(اصبہان)	۲۸	محمد بن سلیم	(اصبہان)
۲۹	خلید بن قرۃ تمیمی	(خراسان)	۳۰	عبدالرحمٰن بن ابزیٰ	(خراسان)
۳۱	جعدہ بن ہبیرہ بن ابی وہب	(خراسان)	۳۲	عبدالرحمٰن بن جزء الطائی	(سجستان)
۳۳	ربعی بن کاس العنبری	(سجستان)	۳۴	جریر بن عبداللہ البجلی	(ہمذان)
۳۵	اشعث بن قیس الکندی	(آذربائیجان)	۳۶	سعید بن ساریہ الخزاعی	(آذربائیجان)
۳۷	خریت بن راشد الناجی	(اہواز)	۳۸	مصقلہ بن ہبیرہ الشیبانی	(اہواز)
۳۹	یزید بن حجیۃ تمیمی	(رے)	۴۰	سعد بن مسعود ثقفی	(مدائن)
۴۱	حارث بن مرۃ العبدی	(سندھ) [1]			

یقیناً عثمان اور علی رضی اللہ عنہما خلفائے راشدین میں سے ہیں، ان کی پیروی کی جانی چاہیے، ان دونوں کے کام اس امت کے لیے دستوری ریکارڈ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جس طرح عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد والوں کے لیے یہ اسوہ چھوڑا تھا کہ قرابت داروں کو قریب رکھنے میں حرج ہے اسی طرح عثمان اور علی رضی اللہ عنہما نے اپنے بعد والوں کے لیے یہ اسوہ چھوڑا کہ اگر قرابت دار اہلیت وصلاحیت کے مالک ہیں تو انھیں قریب کیا جا سکتا ہے۔ [2]

گورنروں کی نگرانی اور ان کو ہدایات ورہنمائیاں:

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ آپ اپنے گورنروں کی نگرانی کرتے رہتے، اپنی اپنی ریاستوں میں ان کی کارکردگی کا جائزہ لیتے رہتے اور دوسروں سے بھی ان کے حالات معلوم کرتے رہتے، ان کی نگرانی کے لیے آپ نے کئی اسلوب اپنائے، مثلاً اپنے تفتیشی عملہ کو گورنران کے علاقوں میں بھیجتے اور وہ لوگ وہاں کے باشندوں سے گورنران کے بارے میں معلومات حاصل کرتے، کبھی ایک ریاست کے گورنر سے دوسری ریاست کے گورنر کے بارے میں پوچھتے اور انھیں حکم دیتے کہ ایک دوسرے کے حالات و معاملات معلوم کیا کرو، چنانچہ

[1] مختصر الخلافة الراشدة [illegible] ص ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲ [illegible]

[2] [illegible]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آپ نے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس لکھا: حمد وصلاۃ کے بعد! اپنی جگہ کسی کو نائب بنا دو اور چند ساتھیوں کو لے کر سوادعراق کے علاقے میں چلے جاؤ، وہاں میرے عمال کے بارے میں لوگوں سے معلومات حاصل کرو اور ان کے کردار وعمل کا جائزہ لو۔ ❶

اسی طرح سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے تفتیشی عملہ کی خفیہ رپورٹ پر اعتماد کرتے تھے اور گورنروں ریاست کو یہ خبر نہ ہوتی تھی کہ کون ہماری رپورٹ بھیج رہا ہے۔ ❷

آپ کے مقرر کردہ نگراں کبھی کبھار گورنر کے ملازمین کی شکل میں اور کبھی عام آدمی کی شکل میں ہوتے۔ کبھی کسی ریاست میں قیام کر جاتے اور کبھی ایک ریاست سے دوسری ریاست میں منتقل بھی ہوتے رہتے، آپ کے پاس تفتیشی عملہ کی خفیہ رپورٹ موجود ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اسی کی روشنی میں گورنروں کے نام ہدایتیں بھیجا کرتے۔ شاید امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے گورنران کے درمیان بعض لوگوں کی غلط رپورٹ اور بے جا مداخلت ہی کی وجہ سے بعض گورنران نے اپنا منصب چھوڑ دیا، جیسے کہ علی اور جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہما کے درمیان ''اشتر'' کی مداخلت، اور علی رضی اللہ عنہ ومصقلہ بن ہبیرہ کے درمیان بعض لوگوں کی مداخلت۔ ❸

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنروں کے خلاف کسی کی بھی شکایت سننے کے لیے ہمہ وقت اپنا دروازہ کھول رکھا تھا، اگر ان میں سے کسی کی شکایت آتی تو فرماتے: اے اللہ! میں نے ان لوگوں کو اس لیے نہیں حاکم بنایا ہے کہ تیری مخلوق پر ظلم کریں، یا اسے مطلق العنان چھوڑ دیں۔ ❹ چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے اپنے ایک گورنر کے خلاف شکایت سنی اور جب اس پر تہمت ثابت ہوگئی، تو آپ نے اسے قید کر دیا، اسے درّے لگائے اور تادیبی کارروائی کی۔ ❺

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اپنے گورنران کے لیے ہمیشہ خیر خواہ واقع ہوئے تھے، آپ انھیں برابر نصیحت کرتے رہتے، چنانچہ قیس بن سعد رضی اللہ عنہما کو جب مصر کا گورنر بنایا تو ان کو نصیحت کرتے ہوئے کہا:

''تم مصر جاؤ درآں حالاں کہ تمھارے ساتھ ایک فوج ہو، تمھارے دشمن کی مرعوبیت کے لیے یہ زیادہ موثر ہوگا، اور اپنے سابقہ گورنر کی عزت کرنا، جب تم -ان شاء اللہ- وہاں پہنچو تو محسن کے حق میں احسان کرو، تردد کرنے والوں پر سختی کرو، عوام وخواص سب کے ساتھ نرمی برتو، اس لیے کہ نرمی میں برکت ہے۔'' ❻

اپنے ایک خط کے ذریعے سے قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو نصیحت کیا کہ ''حمد وصلاۃ کے بعد! اموال خراج کی وصولی میں حق کا راستہ اپناؤ، اپنی فوج کے ساتھ خوب عدل وانصاف سے کام لو اور جو تمھارے سامنے ہیں انھیں اللہ کے عطا کردہ علم میں سے تعلیم دیتے رہو۔ ❼

اسی طرح گورنروں کی تقرری کے سلسلے میں آپ جو حکومتی فرمان بھیجتے تھے، وہ بھی نصائح اور توجہات پر مشتمل

---

❶ تاریخ الیعقوبی (۲/ ۲۰٤)
❷ الولایۃ علی البلدان (۲/ ۳۳)
❸ تاریخ الطبری (٥/ ٦٠٠-٦٠١)
❹ الفتاوی (۲۸/ ۱٥۱)
❺ الکامل بن أثیر بحوالہ الولایۃ علی البلدان (۲/ ۳٤)
❻ الولایۃ علی البلدان (۲/ ۳٦)
❼ الولایۃ علی البلدان (۲/ ۳٦)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہوتے تھے، چنانچہ مصر کی گورنری کے سلسلہ میں محمد بن ابوبکر کے نام جو فرمان بھیجا اور انھوں نے اسے پڑھ کر لوگوں کو سنایا، وہ فرمان عوام اور بالخصوص گورنر کی نصیحت پر مشتمل تھا۔ ❶

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے متعدد گورنران کے درمیان متعدد طریقے سے اتصال برابر قائم رہتا تھا، خواہ یہ اتصال قلمی خطوط کے ذریعے سے ہوں، یا زبانی ہو، یا براہ راست ملاقات کے ذریعے سے ہو اور جب یہ گورنران علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کرنے یا خوارج کی لڑائی میں آپ کا ساتھ دینے کی غرض سے کوفہ آتے تو پہلی فرصت میں ملاقات کو ترجیح دیتے، آپ کے بارے میں یہ بات کہیں نہیں ملتی کہ پیشرو خلفائے راشدین کی طرح بحیثیت خلیفہ آپ نے حج کیا ہو اور ایام حج میں اپنے گورنران سے ملاقات کی ہو، بلکہ اس موقع پر آپ اولاد عباس جیسے اپنے کسی معتمد و ثقہ اور ذمہ دار کو اپنا نائب بنا دیتے، مشرقی ریاستوں کے گورنروں آپ سے زیادہ ہی روابط رکھتے تھے، کیونکہ وہ کوفہ سے قریب تھے، اور ان کے وفود کوفہ جلدی جلدی آیا کرتے تھے۔ علی رضی اللہ عنہ کے فرامین نصیحتوں کی شکل میں جاری ہوتے تھے، ان میں گورنران کے لیے منہج کارکردگی کی نشان دہی ہوتی تھی، آپ نے اپنے ایک گورنر کے نام فرمان بھیجا کہ ''تم لوگ رعایا کے خازن ہو، امت مسلمہ کے نمائندے ہو اور حاکم وقت کے سفیر ہو، کسی سے اس کی ضروریات قطع نہ کرو، اس کے مقصد میں روڑے نہ اٹکاؤ اور لوگوں سے خراج وصول کرنے کے لیے ان کے سردی گرمی کے کپڑوں، اور مویشیوں کو جن سے وہ کام لیتے ہوں اور ان کے غلاموں کو فروخت نہ کرو، ایک دو درہم کے لیے کسی کو کوڑے مت لگاؤ، کسی آدمی کے مال کو ناحق ہاتھ نہ لگاؤ، خواہ وہ مسلمان ہو یا معاہد۔ ❷

بعض دہقانی آپ کے کسی گورنر کی شکایت لے کر آپ کے پاس آئے تو آپ نے اس طرح کارروائی کی:

''حمد وصلاۃ کے بعد! تمھاری ریاست کے کچھ زمینداروں نے تمھارے خلاف سختی، قساوت، تحقیر اور ظلم وزیادتی کی شکایت کی ہے۔ میں نے شکایت پر غور کیا۔ انھیں اس قابل تو نہیں پایا کہ وہ قریب کیے جاسکیں اس لیے کہ یہ مشرک ہیں اور یہ بھی مناسب نہیں کہ بھگا دیے جائیں، یا ظلم کیے جائیں اس لیے کہ یہ لوگ ہمارے ذمہ میں ہیں۔ لہٰذا تم نرمی کا لباس زیب تن کرلو اور اس کے ساتھ معمولی سختی کو بھی شامل کرلو، ان کے ساتھ کبھی سختی اور کبھی نرمی کا برتاؤ کیا کرو کبھی قریب کرو، اور کبھی دور کرو، ان شاء اللہ۔'' ❸

عہد علی رضی اللہ عنہ کے گورنروں کے اختیارات

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تمام تر اختیارات کسی ایک آدمی کے ہاتھ میں دینے سے باز رہے اور انھیں محدود کرنے کے ساتھ ساتھ مختلف ہاتھوں میں تقسیم کرنے کے اصول پر کاربند رہے، چنانچہ آپ نے ابن

❶ تراث الخلفاء الراشدین، ص (۱۵۶).

❷ نہج البلاغۃ (۲/ ۱۵۵) یہ کتاب غالی رافضی کی تصنیف ہے اور ناقابل اعتبار ہے اور اسی طرح ''الإدارۃ و النظام عند الإمام علی'' بھی شیعی تصنیف ہے۔ مولف نے اس بحث میں انھیں دونوں کتابوں پر زیادہ تر اعتماد کیا جو کہ حقیقت میں ناقابل اعتماد ہیں۔ (مترجم)

❸ نہج البلاغۃ (۲/ ۱۵۵).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عباس رضی اللہ عنہما کو بصرہ کا گورنر بنایا اور وہاں کے خراج و بیت المال کا ذمہ دار زیاد کو مقرر کیا اور اسی پر بس نہیں کیا، بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو زیاد کی بات سننے اور اس پر عمل کرنے کا پابند کر دیا۔ ❶ یہ ہے حکومتی گرفت کی بالادستی کا ایک بے نظیر نمونہ۔ پس ان دونوں کے درمیان اختیارات کی تقسیم کا مفہوم یہ ہوا کہ بحیثیت گورنر ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اطاعت زیاد پر لازم اور بحیثیت ذمہ دار بیت المال زیاد کی اطاعت ابن عباس رضی اللہ عنہما پر لازم قرار دی۔ رہے عدالتی معاملات، تو اس منصب کے لیے علی رضی اللہ عنہ نے ابوالاسود الدولی کو ذمہ دار بنایا تھا۔ ❷

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے مالک بن اشتر کے نام جو حکومتی فرمان صادر کیا تھا، اس کی روشنی میں ہم قدرے تفصیل سے گورنران کے اختیارات معلوم کر سکتے ہیں، اس فرمان کا ایک حصہ یہ ہے:

ا۔ وزراء کا تقرر:

تمھارے سب سے برے وزراء وہ ہیں جو تم سے پہلے کے بروں کے وزیر اور گناہوں میں ان کے شریک رہ چکے ہیں، اگر تمھیں ایسے بہتر متبادل مل رہے ہوں جو کارکردگی اور رائے میں ان وزراء کے ہم مثل ہوں، لیکن ان کی طرح گناہوں کی گرانباریوں میں دبے ہوئے نہ ہوں، نہ ہی کسی ظالم کی اس کے ظلم میں مدد کی ہو اور نہ کسی گناہ گار کا اس کے گناہ میں ہاتھ بٹایا ہو، تو ایسے لوگوں کو وزیر بناؤ، ان کا بوجھ تم پر ہلکا ہوگا اور یہ تمھارے بہترین معاون ثابت ہوں گے، تمھاری طرف محبت سے جھکنے والے ہوں گے اور تمھارے غیروں سے کم ربط وضبط رکھنے والے ہوں گے۔

مذکورہ حکومتی فرمان میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نصیحتوں کی شکل میں چند حقائق اور اہم نقاط کی طرف اشارہ کیا ہے:

- وزارء کا تقرر گورنر کے اختیارات میں داخل ہے۔
- وزراء کے انتخاب کے وقت کن کن شرطوں کا خیال رکھا جائے؟
- وزیر کی ذمہ داریاں۔

ایک گورنر کے ماتحت کتنے وزراء ہوں؟ اس سلسلے میں علی رضی اللہ عنہ نے کوئی تعداد نہیں بتائی، بلکہ صیغہ جمع کے ساتھ وزراء کا ذکر کر کے چھوڑ دیا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ چیز گورنروں کی اپنی ضرورت پر منحصر ہے کہ انھیں کتنے معاونین کی ضرورت ہے، اس لیے کہ وزیر کا کام گورنر کی مدد کرنا ہے۔ وزراء کی تقرری کے لیے بھی امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے گورنروں کو چند شرائط کا پابند کیا تھا، ان میں سے ایک شرط یہ تھی کہ وہ برے گورنروں کا سابق وزیر نہ رہا ہو اور یہ کہ گورنر اپنے تمام وزراء میں سے اپنا ایک خاص وزیر منتخب کر لے، جو ریاستی امور میں اس کا معاون اور نائب بن سکے۔ ❸ اس لیے کہ امیر المومنین فرماتے ہیں: پھر ان وزراء میں ایسے وزیر کو اپنے نزدیک ترجیح دو جو حق و صداقت کی کڑوی باتیں برملا کہنے والا ہو اور جن چیزوں کو اللہ اپنے مخصوص بندوں کے لیے ناپسند کرتا ہے ان میں وہ

---

❶ تاریخ الطبری (۵/ ۵۸۰). ❷ تاریخ خلیفة بن خیاط، ص (۲۰۰).

❸ الادارة والنظام الاداری عنده الإمام علی / د۔محسن الموسوی، ص(۲٦۱).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تمھاری بہت کم مدد کرنے والا ہو، چاہے وہ تمھاری خواہشوں سے کتنی ہی میل کھاتی ہوں۔ ❶

وزراء کی ذمہ داریاں گورنروں کی مدد کے دائرہ میں آتی ہیں، البتہ مدد لینے کا یہ دائرہ کتنا وسیع ہو اور اس کی کیا تفصیلات ہیں، یہ گورنر کے ذمہ ہے جو کہ اپنی ضرورت کے مطابق وزراء کو ذمہ داریاں سونپنے کا اختیار ہے۔ واضح رہے کہ وزراء کا گورنران کے ساتھ براہ راست ارتباط ہوتا ہے۔ ❷

۲۔ مجالس شوریٰ کی تشکیل:

گورنران ریاست کو مجالس شوریٰ کی تشکیل کا اختیار حاصل ہے اور یہ کام علماء اور حکماء کا ہے کیونکہ یہی لوگ اہل حل وعقد اور تجربہ کار ہوتے ہیں۔ انھیں لوگوں کے بارے میں علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان ہے کہ ''اپنے ریاستی امور کو مستحکم کرنے اور تم سے پہلے جس چیز کے ذریعے سے لوگ سیدھے راستہ پر قائم رہے اسے قائم کرنے میں علماء سے صلاح ومشورہ کیا کرو اور حکماء سے بات چیت زیادہ سے زیادہ کیا کرو۔'' ❸

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی اس تحریر میں علماء وحکماء کو قانوناً منظور شدہ مجالس شوریٰ کا ممبر بنانے پر زور دیا گیا ہے، ان کی نامزدگی اور تقرر گورنر بھی کرسکتا ہے اور دوسرے لوگ بھی، اسی طرح مجالس شوریٰ کی تشکیل کا طریقہ کیا ہو؟ اس کے بارے میں حاکم وقت کی طرف سے کوئی پابندی نہیں ہے۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے مالک بن اشتر سے صرف یہ مطالبہ کیا تھا کہ ''علماء سے صلاح ومشورہ اور حکماء سے بات چیت کیا کرو'' انھیں کیسے یک جا کرو گے، کیا وہ حاکم کے حکم سے اکٹھا ہوں گے یا عام لوگ ان کا انتخاب کریں گے، اس سلسلے میں امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے کچھ نہ فرمایا، بلکہ اسے حالات وظروف کے تقاضوں پر چھوڑ دیا کہ جو صورت مناسب ومفید ہو اسے اختیار کیا جائے، خواہ گورنر منتخب کرے یا عام لوگ۔

مجلس شوریٰ درحقیقت ایک ایسا ادارہ ہے جو ملک کی سیاست عامہ کو خاص طور سے دو چیزوں کے گرد گھمانے پر غور وخوض کرتا ہے:

۱: جن چیزوں پر ملکی حالات درست رہیں انھیں مستحکم کرنا۔

۲: جن چیزوں کے ذریعے سے لوگ سیدھے راستے پر قائم رہیں انھیں قائم کرنا۔

یہ دو نصیحتیں نہایت مختصر الفاظ میں گویا پورے ملک اور پوری عوام کے حالات کی اصلاح و درستگی کے لیے نہایت واضح نقوش ہیں، خواہ اس اصلاح کا تعلق بیت المال کے مصارف سے ہو، اداری عملہ کی تقرری سے ہو، یا تاجروں، صنعت کاروں اور کسانوں کی رفاہی پالیسیوں سے ہو۔ مجلس شوریٰ گویا ان ممالک کی مقامی مجلسوں کے مترادف ہے جہاں کا نظام کسی مرکزیت کے تابع نہیں ہوتا۔ ❹

❶ شرح نہج البلاغۃ/ محمد عبدہ، ص(۶۰۹)
❷ الإدارة والنظام لإداری عند الامام علی۔ ص (۲۶۱)
❸ شرح نہج البلاغۃ/ محمد عبدہ ص (۶۱)
❹ الإدارة والنظام الإداری عند الإمام علی۔ ص (۲۶۱)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خط کی ایک دوسری عبارت میں امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے ان مشیر کاروں اور معاونین کی صفات کا اس طرح ذکر کیا ہے:

''پھر تم شریف، صحیح، بلند خاندان، نیک گھرانے، اور عمدہ روایات رکھنے والوں، ہمت وشجاعت، اور جود وسخاوت کے مالکوں سے اپنا ربط ضبط بڑھاؤ، کیونکہ یہی لوگ بزرگیوں کا سرمایہ اور نیکیوں کا سرچشمہ ہوتے ہیں۔'' ❶

اس کے بعد آپ نے نصیحت کیا ہے کہ ان لوگوں کی اہمیت کو پہچانو اور ان کی خبر گیری کرتے رہو، فرمایا:

''پھر ان کے حالات کی اس طرح دیکھ بھال کرنا جس طرح ماں باپ اپنی اولاد کی دیکھ بھال کرتے ہیں، اگر ان کے ساتھ کوئی ایسا سلوک کرو جو ان کی تقویت کا سبب ہو تو اسے بڑا نہ سمجھنا اور اپنے کسی معمولی سلوک کو بھی غیر اہم نہ سمجھ لینا (کہ اسے چھوڑ بیٹھو) کیونکہ اس حسن سلوک سے ان کی خیر خواہی کا جذبہ ابھرے گا اور حسن اعتماد میں اضافہ ہوگا اور اس خیال سے کہ تم نے ان کی بڑی ضرورتوں کو پورا کردیا ہے کہیں ان کی چھوٹی ضرورتوں سے آنکھ بند نہ کرلینا، کیونکہ یہ چھوٹی قسم کی مہربانی کی بات بھی اپنی جگہ فائدہ بخش ہوتی ہے اور بڑی ضرورتیں اپنی جگہ اہمیت رکھتی ہیں۔'' ❷

۳۔ فوجی لشکر کی تشکیل وتیاری:

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے مالک بن اشتر نخعی کو لکھا تھا کہ فوجی سرداروں میں تمھارے یہاں وہ بلند مرتبہ سمجھا جائے جو فوجیوں کی اعانت میں برابر کا حصہ لیتا ہو اور اپنے روپے پیسے سے اتنا سلوک کرتا ہو کہ جس سے ان کا اور ان کے پیچھے رہ جانے والے بال بچوں کا بخوبی گزارا ہوسکتا ہو، تاکہ وہ پوری یکسوئی کے ساتھ دشمن سے جہاد کریں، اس لیے کہ فوجی سرداروں کے ساتھ تمھارا مہربانی سے پیش آنا ان کے دلوں کو تمھاری طرف موڑ دے گا۔'' ❸

○ خط کے اس اقتباس سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

الف: ریاست میں ایک ایسی فوجی قوت کا وجود ضروری ہے جو ریاست کی طرف سے دفاع کا کام کرے۔

ب: ایسی فوجی قوت کو تشکیل دینا اور اسے سامان جنگ فراہم کرنا گورنر کی ذمہ داری ہے اور اس کے اخراجات ریاست کے بیت المال سے پورے کیے جائیں گے۔

ج: فوجی سرداروں کا انتخاب وتقرری گورنر کی ذمہ داری ہے، البتہ ان کے انتخاب میں کچھ شرائط کی پابندی ضروری ہے، ان میں سب سے اہم یہ ہے کہ فوجی افسر ایسا ہو جو فوجیوں کی اعانت اور ان کی ضروریات کی رعایت میں برابر کا حصہ لیتا ہو، تاکہ وہ پوری یکسوئی کے ساتھ دشمن سے جہاد کرسکیں، ❹ اس لیے کہ فوجی سرداروں کے

❶ نہج البلاغة شرح محمد عبدہ، ص (٦١٢) ❷ نہج البلاغة شرح محمد عبدہ، ص (٦١٣)

❸ نہج البلاغة شرح محمد عبدہ. ص (٦١٣)

❹ الإدارة والنظام الإداري عند الإمام علي. ص (٢٦٥)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ساتھ مہربانی سے پیش آنا ان کے دلوں کو نرم کرنے کا سبب ہے۔ ❶

۴۔ صلح اور جنگ کے میدانوں میں سیاست خارجہ کے قواعد:

علی رضی اللہ عنہ اپنے گورنر مالک بن اشتر کے نام خط میں لکھتے ہیں:

''اگر دشمن تمھیں ایسی صلح کی پیش کش کرے کہ جس میں اللہ کی رضا مندی ہو، تو اسے کبھی ٹھکرا نہ دینا، کیونکہ صلح میں تمھارے لشکر کے لیے آرام وراحت، خود تمھارے لیے فکروں سے نجات اور شہروں کے لیے امن کا سامان ہے، لیکن صلح کے بعد دشمن سے چوکنا اور خوب ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے، کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دشمن قرب حاصل کرتا ہے، تاکہ تمھاری غفلت سے فائدہ اٹھائے، لہٰذا احتیاط کو ملحوظ رکھو اور اس بارے میں حسن ظن سے کام نہ لو اور اگر اپنے اور دشمن کے درمیان کوئی معاہدہ کرو یا اسے اپنے دامن میں پناہ دو تو پھر عہد کی پابندی کرو، وعدہ کا لحاظ رکھو اور اپنے قول وقرار کی حفاظت کے لیے اپنی جان کو سپر بنا دو، کیونکہ اللہ کے فرائض میں ایفائے عہد کی ایسی کوئی چیز نہیں کہ جس کی اہمیت پر دنیا اپنے الگ الگ نظریوں اور مختلف راویوں کے باوجود یکجہتی سے متفق ہو اور مسلمانوں کے علاوہ مشرکوں تک نے اپنے درمیان معاہدوں کی پابندی کی ہے اس لیے کہ عہد شکنی کے نتیجہ میں انھوں نے تباہیوں کا اندازہ کیا تھا، لہٰذا اپنے عہد و پیمان میں غداری اور قول وقرار میں بدعہدی نہ کرنا اور اپنے دشمن پر اچانک حملہ نہ کرنا، کیونکہ اللہ پر جرأت جاہل، بدبخت کے علاوہ دوسرا نہیں کرسکتا اور اللہ نے عہد و پیمان کی پابندی کو امن کا پیغام قرار دیا ہے کہ جسے اپنی رحمت سے بندوں میں عام کر دیا ہے اور ایسی پناہ گاہ بنایا ہے کہ جس کے دامن حفاظت میں پناہ لینے اور اس کے جوار میں منزل کرنے کے لیے وہ تیزی سے بڑھتے ہیں۔ لہٰذا اس میں کوئی جعلسازی، فریب کاری اور مکاری نہ ہونا چاہیے اور ایسا کوئی معاہدہ کرو ہی نہ، جس میں تاویلوں کی ضرورت پڑنے کا امکان ہو، معاہدہ کے پختہ اور طے ہو جانے کے بعد اس کے کسی مبہم لفظ سے دوسرا معنی نکال کر فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کرو اور اس عہد و پیمان الٰہی میں کسی دشواری کا محسوس ہونا تمھارے لیے یہ سبب نہیں بننا چاہیے کہ تم اسے ناحق منسوخ کرنے کی کوشش کرو، کیونکہ ایسی دشواریوں کو جھیل لے جانا جن سے چھٹکارے کی اور انجام بخیر ہونے کی امید ہو ایسی بدعہدی کرنے سے بہتر ہے جس کے برے انجام کا تمھیں خوف ہو، اور یہ اندیشہ ہو کہ اللہ کے یہاں تم سے اس پر کوئی جواب دہی ہوگی، اس طرح تمھاری دنیا اور آخرت دونوں تباہ ہوگی۔'' ❷

خط کے اس اقتباس کی روشنی میں گورنر سیاست خارجہ کے تعلق سے چند امور انجام دے گا:

- بین الاقوامی اور بالخصوص پڑوسی ممالک کے ساتھ معاہدہ کرنا۔
- جنگی تیاری سے مسلح رہنا اور ساتھ ہی ساتھ ضرورت پڑنے پر احتیاطی اقدام سے کام لینا، یعنی جنگی صورتحال

---

❶ نهج البلاغة شرح محمد عبده، ص (٦١٣).
❷ نهج البلاغة شرح محمد عبده، ص (٦٢٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پیدا ہونے سے پہلے رسائل، وفود، اور زیارتوں کا باہم تبادلہ کرتے رہنا اور بات چیت کے ذریعے سے صلح کی کوشش جاری رکھنا۔ ❶

○ مسلمانوں کے نزدیک ایفائے عہد دین اسلام کا بنیادی اصول ہے جس کی پاس داری کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔ ❷

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایفائے عہد و پیمان محض ایک نظریہ نہ تھا کہ جو صرف کاغذ تک محدود ہوتا، بلکہ اپنی عملی زندگی میں اسے برتتے تھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے متعدد قرآنی آیات میں ایفائے عہد کا حکم دیتے ہوئے، بدعہدی کرنے کو حرام ٹھہرایا ہے، فرمایا:

﴿ وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَ لَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَ قَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۹۱﴾ ﴾ (النحل: ۹۱)

''اور اللہ کا عہد پورا کرو جب آپس میں عہد کرو اور قسموں کو ان کے پختہ کرنے کے بعد مت توڑو، حالانکہ یقیناً تم نے اللہ کو اپنے آپ پر ضامن بنایا ہے۔ بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔''

اور فرمایا:

﴿ وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۴﴾ ﴾ (الاسراء: ۳۴)

''اور عہد کو پورا کرو، بے شک عہد کا سوال ہوگا۔''

۵۔ ملک کی داخلی سلامتی کی حفاظت:

ملک کی داخلی سلامتی صاف ستھری سیاست پر منحصر ہے، چنانچہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک گورنر کے نام لکھا تھا کہ حمد و صلاۃ کے بعد! تمھاری ریاست کے کچھ زمینداروں نے تمھارے خلاف سختی، قساوت، تحقیر اور ظلم و زیادتی کی شکایت کی ہے۔ میں نے شکایت پر غور کیا، انھیں اس قابل تو نہیں پایا کہ وہ قریب کیے جا سکیں اس لیے کہ یہ مشرک ہیں اور یہ بھی مناسب نہیں کہ بھگا دیے جائیں، یا ظلم کیے جائیں اس لیے کہ یہ لوگ ہمارے ذمہ میں ہیں۔ لہٰذا تم نرمی کا لباس زیب تن کر لو اور اس کے ساتھ معمولی سختی کو بھی شامل کر لو، ان کے ساتھ کبھی سختی اور کبھی نرمی کا برتاؤ کیا کرو، کبھی قریب کرو، اور کبھی دور کرو، ان شاء اللہ۔ ❸

درحقیقت ملک کی داخلی سلامتی کو یقینی بنانے کے لیے یہ سیاست اختیار کی جاتی ہے، لیکن اگر اس سیاست میں کوئی رکاوٹ یا مشکل حائل ہونے لگے تو گورنر پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اسے حل کرنے کے لیے معتدل طریقوں کو استعمال کرے نہ کہ قوت اور عوام پر طاقت آزمائی کی سیاست کرے۔ ❹

❶ الإدارة والنظام الإداری عند الإمام علی، (۲۵۶).

❷ منهج الاعلام الإسلامی فی صلح الحدیبیة، ص (۳۲۹)

❸ الولاية على البلدان (۲/ ۳۷) بحواله شرح نهج البلاغة (۲/ ۲۳۰).

❹ الإدارة و النظام الإداری عند الإمام علی، ص (۲۵۷).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور علی رضی اللہ عنہ نے مالک بن اشتر کے پاس لکھا تھا:

''ناحق خون بہا کر اپنے اقتدار کو مضبوط کرنے کی کبھی کوشش نہ کرنا، کیونکہ یہ چیز اقتدار کو کمزور اور کھوکھلا کر دینے والی ہوتی ہے، بلکہ اسے بنیادوں سے ہلا کر دوسروں کو سونپ دینے والی ہے۔'' ❶

۶۔ ریاستی سطح پر عدالتی نظام کی تشکیل:

مالک بن اشتر کے خط میں علی رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ پھر لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرنے کے لیے ایسے شخص کو منتخب کرو جو تمھارے نزدیک تمھاری رعایا میں سب سے بہتر ہو، جو معاملات کی پیچیدگی سے تنگی میں نہ پڑ جاتا ہو اور نہ جھگڑا کرنے والوں کے رویہ سے غصہ میں آتا ہو، نہ اپنے کسی غلط نقطۂ نظر پر اڑتا ہو، نہ حق کو پہچان کر اسے اپنانے میں طبیعت پر بار محسوس کرتا ہو، نہ اس کا ذاتی نفس طمع پر جھک پڑتا ہو اور نہ بغیر پوری طرح چھان بین کیے ہوئے سرسری طور پر کسی معاملہ کو سمجھ لینے پر اکتفا کرتا ہو۔ شک وشبہ کے موقع پر قدم روک لیتا ہو اور دلیل و حجت کو سب سے زیادہ اہمیت دیتا ہو، فریقین کی بحث سے اکتا نہ جاتا ہو، معاملات کی تحقیق میں بڑے صبر وضبط سے کام لیتا ہو، اور جب حقیقت آئینہ ہو جاتی ہو، تو بے دھڑک فیصلہ کر دیتا ہو، وہ ایسا ہو جسے اس کی تعریف مغرور نہ بنائے اور تخت جانب داری پر آمادہ نہ کر دے۔ دل کھول کر انھیں اتنا دینا کہ جو ان کے ہر عذر کو غیر مسموع بنا دے، اور لوگوں کی انھیں کوئی احتیاج نہ رہے، اپنے پاس انھیں ایسے باعزت مرتبہ پر رکھو کہ تمھارے دربار کے لوگ انھیں ضرر پہنچانے کا کوئی خیال نہ کر سکیں، اس کا خاص خیال رکھنا۔ ❷

خط کا یہ اقتباس چند باتوں پر دلالت کرتا ہے:

- قاضیوں کا تقرر گورنر کی ذمہ داری ہے۔
- کسی قاضی کو منتخب کرتے ہوئے قاضی کے واجبی شرائط کی پابندی لازم ہے۔
- قاضیوں کی پوری رعایت اور ان کی خصوصی دیکھ بھال واجب ہے تاکہ انھیں عوام کی طرف سے کسی چیز کی ضرورت نہ رہے۔ ❸

۷۔ مالی اخراجات:

ریاستی اخراجات کی سرمایہ کاری کا منبع ومصدر اموال زکوٰۃ، صدقات، غنیمت، فے، خراج اور عشور ہیں اور یہ آمدنیاں مسلمانوں کے بیت المال میں جمع کی جاتی ہیں۔ بیت المال کا ایک ذمہ دار ہوتا ہے، جو اس کی ہر چھوٹی بڑی آمدنی اور اخراجات کو درج کرتا ہے۔ مرکز میں بیت المال کی بہت ہی اہم ذمہ داری ہوتی ہے ایسی جگہوں پر بیت المال کا خزانہ سب سے پہلے ریاستی امور پر خرچ ہوتا ہے، مثلاً گورنر، قاضی اور دیگر ریاستی حکام کو تنخواہیں دی جاتی ہیں، ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کی جاتی ہے، تعمیرات پر خرچ کیا جاتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ پھر ان تمام

❶ شرح نهج البلاغة، ص (٦٢٧).   ❷ شرح نهج البلاغه، ص (٦١٥).

❸ الإدارة والنظام الإداري عند الإمام علي، ص (٢٥٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اخراجات سے جو کچھ بچتا ہے، اسے دار الخلافہ بھیجا جاتا ہے، گو ریاست کے لیے بیت المال دل کی حیثیت ہے جو متحرک اعضاء اور رگوں میں خون دوڑاتا ہے۔ ❶

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اور دیکھو تمھارے پاس جو اللہ کا مال جمع ہو، اسے اپنی طرف کے عیال داروں اور بھوکے ننگوں تک پہنچاؤ۔" ❷

جیسا کہ میں ذکر کر چکا ہوں کہ اسی بیت المال کی آمدنی کا ایک حصہ خراج ہے، جو کہ مزروعہ زمین سے حاصل کیا جاتا ہے اور یہی خراج ریاست کے سرکاری ملازمین کی تنخواہ کا پہلا بنیادی مصدر ہے، تنخواہوں کی تقسیم کے بعد اس کا جو حصہ بچتا ہے اسے فقراء و مساکین میں تقسیم کر دیا جاتا ہے، چنانچہ خراج کے بارے میں امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "سب لوگ اسی خراج اور خراج دینے والوں کے سہارے پر جیتے ہیں۔" آپ نے "سب لوگوں" سے عام سرکاری ملازمین اور مجاہدین کو مراد لیا ہے کہ جن کی زندگی کے ضروری اخراجات خراج کے بغیر پورے نہیں ہو سکتے اور ان کے حالات بہتر نہیں ہو سکتے، اسی لیے آپ آگے کی عبارت میں زمین کو سرمایہ کاری کا ذریعے سے بنانے کی نصیحت کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

"اور خراج کی وصولی سے زیادہ زمین کی آبادی کا خیال رکھنا کیونکہ خراج بھی تو زمین کی آبادی ہی سے حاصل ہو سکتا ہے اور جو آباد کیے بغیر خراج چاہتا ہے، وہ ملک کی بربادی اور اللہ کے بندوں کی تباہی کا سامان مہیا کرتا ہے۔" ❸

اس طرح زمین کی آبادکاری ریاست کے ذرائع آمدنی میں ایک جدید اضافہ ہے، جس سے تنخواہوں اور دیگر متنوع اخراجات کی تکمیل کی جا سکتی ہے، البتہ یہ اخراجات اس مرکزی مشینری کے اخراجات سے الگ ہوں گے، جن کا باقاعدہ طور پر بیت المال میں حصہ ہے نیز تخمیناً ریاست کے ضروری اخراجات کو الگ کر لینے اور بقیہ حصہ کو دار الحکومت بھیج دینے کے بعد مختلف رفاہی امور میں بیت المال کی آمدنی کو خرچ کیا جائے گا۔ چنانچہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اور جو اس سے بچ جائے اسے ہمارے پاس بھیج دو تا کہ جو ضرورت مند ہمارے سامنے ہیں ان میں ہم تقسیم کر دیں۔" ❹

اسی طرح ریاست کے اہم ترین اخراجات کی ایک مد نہروں کی کھدائی ہے۔ چنانچہ آپ نے قرظہ بن کعب انصاری کے پاس لکھا کہ حمد و صلاۃ کے بعد! تمھارے ماتحت کچھ ذمیوں نے اپنی زمین میں ایک ایسی نہر پائے

---

❶ الإدارة والنظام الإداری عند الإمام علی، ص (۲٦۲).

❷ شرح نهج البلاغة / محمد عبده، ص (٦٤٧).

❸ شرح نهج البلاغة / محمد عبده، ص (٦١٧).

❹ الإدارة والنظام الإداری عند الإمام علی، ص (۲٥٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جانے کا تذکرہ کیا ہے، جو مٹی سے پٹ چکی ہے اور بے کار پڑی ہے اس کی آباد کاری مسلمانوں کے ذمہ ہے، لہٰذا وہ لوگ اور تم بھی اس زمین کا جائزہ لے لو، پھر نہر کو آباد کرو اور قابل استعمال بناؤ۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان کا آباد کر لینا میرے نزدیک اس بات سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ وہ ہمارے یہاں سے چلے جائیں اور عجز و درماندگی کا اظہار کریں اور جو ملک کی سلامتی و درستگی ان پر واجب ہے، اس میں کوتاہی کریں۔ والسلام ❶

۸۔ ریاست کے ماتحت افسران اور ان کی نگرانی:

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''پھر اپنے عہدے داروں پر نظر رکھنا، ان کو سخت انٹرویو کے بعد منصب دینا، کبھی صرف رعایت اور جانب داری کی بنا پر انھیں منصب عطا نہ کرنا، اس لیے کہ یہ باتیں ناانصافی اور بے ایمانی کا سرچشمہ ہیں، اور ایسے لوگوں کو منتخب کرنا جو آزمودہ وغیرت مند ہوں، ایسے خاندانوں میں سے ہوں جو اچھے ہوں اور جن کی خدمات اسلام کے سلسلہ میں پہلے سے ہوں، کیونکہ ایسے لوگ بلند اخلاق اور بے داغ عزت والے ہوتے ہیں، حرص وطمع کی طرف کم جھکتے ہیں اور عواقب ونتائج پر زیادہ نظر رکھتے ہیں۔ پھر ان کی تنخواہوں کا معیار بلند رکھنا کیونکہ اس سے انھیں اپنے نفوس کے درست رکھنے میں مدد ملے گی اور اس مال سے بے نیاز رہیں گے جو ان کے ہاتھوں میں بطور امانت ہوگا، اس کے بعد بھی وہ تمھارے حکم کی خلاف ورزی یا امانت میں رخنہ اندازی کریں تو تمھاری حجت ان پر قائم ہوگی۔ پھر ان کے کاموں کو دیکھتے بھالتے رہنا اور سچ اور وفادار مخبروں کو ان پر چھوڑ دینا، کیونکہ خفیہ طور پر ان کے امور کی نگرانی انھیں امانت کے برتنے اور رعیت کے ساتھ نرم رویہ رکھنے کی باعث ہوگی، خائن مددگاروں سے اپنا بچاؤ کرتے رہنا، اگر ان میں سے کوئی خیانت کی طرف ہاتھ بڑھائے اور متفقہ طور پر مخبروں کی اطلاعات تم تک پہنچ جائیں تو شہادت کے لیے بس اسے کافی سمجھنا، اسے جسمانی طور پر سزا دینا اور جو کچھ اس نے اپنے عہدہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سمیٹا ہے اسے واپس لے لینا اور اسے ذلت کی منزل پر کھڑا کر دینا اور خیانت کی رسوائیوں سے اسے روشناس کرانا اور ننگ ورسوائی کا طوق اس کے گلے میں ڈال دینا۔'' ❷

خط کی اس عبارت میں علی رضی اللہ عنہ سرکاری ملازمین کے بارے میں گفتگو فرما رہے ہیں جو کہ ریاست کے وظیفہ خور ہیں، بستیوں اور شہروں کے محافظ ہیں اور صدقات کے محصل ہیں اور ان کے کندھوں پر بہت بڑی ذمہ داری ہے، اس لیے کہ ان کے کام کا تعلق براہ راست عوام سے ہے۔ اسی طرح اس عبارت سے پوری حکومتی مشینری میں ان لوگوں کی اہمیت و ذمہ داری کا اندازہ ہوتا ہے، کیونکہ یہی لوگ حقیقت میں انتظامی عہدیداران ہوتے ہیں، لہٰذا انھیں ہر طرح کی ضروریات سے بے نیاز کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ دوسروں کے مال پر حریصانہ نظر نہ ڈالیں اور

❶ تاریخ الیعقوبی (۲/ ۲۰۳)۔ ❷ شرح نہج البلاغۃ ص: (٦١٦)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نہ ان کا حق چھینیں۔ ❶

اسی طرح آپ جاسوسوں کی اہمیت کی طرف بھی اشارہ فرما رہے ہیں، جو کہ بیت المال، حکومتی شعبوں اور دیگر ملکی اداروں پر جاسوسانہ نگرانی کرتے ہیں۔ یہ جاسوس گورنر کی طرف سے مقرر کیے جاتے ہیں اور برابر گورنر کے ربط میں ہوا کرتے ہیں ان جاسوسوں میں چند شرائط کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے:

الف: جاسوس سچائی کی صفت سے متصف ہوں، تاکہ ان کی اطلاعات اور رپورٹیں سچ اور حقیقت حال کے موافق ہوں۔

ب: وفادار ہوں تاکہ ملی مفاد کے لیے مخلص ہوں۔

جاسوسوں کی اطلاعات ملنے کے بعد گورنر پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ نہایت باریک بینی اور اطمینان سے ان رپورٹوں کا جائزہ لے اور جس کے بارے میں رپورٹ بھیجی گئی ہے اس کے خلاف فیصلہ صادر کرنے میں جلدی نہ کرے۔

اسی حکومتی مشینری کا ایک کام یہ بھی ہے کہ وہ تاجروں اور صنعت کاروں پر بھی نگراں مقرر کردے، تاکہ وہ ذخیرہ اندوزی اور عوام کی ضرر رسانی سے باز رہیں، امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں اشتر کے نام خط میں اشارہ کیا ہے کہ خلافت راشدہ کی حکومت رعایا کے حالات سے ہمیشہ مربوط رہنے، اس کی پریشانیوں کو دور کرنے اور حکومتی کارندوں یا اداروں میں پائی جانے والی خامیوں کے تدارک وازالہ کا اہتمام کرتی ہے اور یہ ایسی چیز ہے کہ قرآن نظامِ جہاں بانی میں سے اصولی حیثیت دیتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ جب انھوں نے ہدہد کو غائب پایا تو کہا:

﴿ مَا لِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ۝ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ ﴾ (النمل: ۲۰-۲۱)

''اور اس نے پرندوں کا جائزہ لیا تو کہا مجھے کیا ہے کہ میں فلاں ہدہد کو نہیں دیکھ رہا، یا وہ غائب ہونے والوں سے ہے۔ یقیناً میں اسے ضرور سزا دوں گا، بہت سخت سزا، یا میں ضرور ہی اسے ذبح کر دوں گا، یا وہ ضرور ہی میرے پاس کوئی واضح دلیل لے کر آئے گا۔''

سلیمان علیہ السلام کو ایک چڑیا کے غائب ہونے کا اسی طرح احساس ہوا جس طرح امور خلافت پر توجہ دینے کا تقاضا ہوتا ہے اور اس میں ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز پر نگاہ رکھی جاتی ہے، ہر فرد اور خاص طور سے کمزوروں کی رعایت کی جاتی ہے۔ بلاشبہ ہر حکومت اور قیادت کو منتظمہ کمیٹیوں، اداروں اور کارندوں کی ضرورت ہے، تاکہ وہ اپنی اس عظیم ترین ذمہ داری کو بحسن وخوبی نبھا سکیں، سلیمان علیہ السلام تمام سرکاری ملازمین، اور فوجیوں کی نگرانی کا اہتمام کرتے تھے، خاص طور پر اگر آپ کو ان میں کسی کی چال چلن پر شک ہو جاتا تو اس پر گہری نظر رکھتے، اسی لیے آپ علیہ السلام

❶ الإدارة والنظام الإداري عند الإمام علي، ص (۲۶۶).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے جب ہدہد کو نہیں دیکھا، تو پوچھا "مَالِیَ لَا اَرَی الْهُدْهُدَ" کیا بات ہے میں ہدہد کو نہیں دیکھتا؟ یعنی کیا وہ غائب ہے؟ گویا جو بات اس کے بارے میں آپ کے دل میں کھٹکی اس کے بارے میں دریافت کیا۔ ❶ پھر کہا: "اَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِيْنَ" یعنی پہلی مرتبہ عام اور نرم انداز میں پوچھنے کے بعد دوبارہ اہمیت دیتے ہوئے پوچھا: کیا واقعی وہ غیر حاضر ہے۔ گویا سلیمان علیہ السلام یہ سمجھانا چاہتے تھے کہ غیر حاضر کی باز پرس ہونی چاہیے اور صرف نرمی سے نہیں بلکہ سختی سے، بشرطیکہ غیر حاضری کا کوئی معقول عذر نہ ہو۔ ❷ پس سچی بات یہ ہے کہ خلافت راشدہ کا دور قرآنی تعلیمات کی عملی تنفیذ کا دور تھا۔

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے اس خط میں مسلم ملک کی حفاظتی مشینری کی اہمیت کی طرف بھی اشارہ کیا ہے، بالخصوص وہ حفاظتی شعبہ جس کا تعلق خفیہ ایجنسیوں سے ہوتا ہے، تاکہ یہ خفیہ ادارے دین کی خدمت، اس کے بلند و بالا اصول کی نشر و اشاعت، عظیم ترین اہداف و مقاصد اور اعلیٰ اقدار کو عام کرنے میں حکومت کے معاون ثابت ہوں اور مختلف حکومتی ادارے جن پر ریاستوں کے نظام و قوانین قائم ہوتے ہیں، وہاں سے بدعنوانی اور فساد کا خاتمہ کر سکیں۔

۹۔ انسانی آبادی کے طبقات اور قسمیں:

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ رعایا میں کئی طبقے ہوتے ہیں، جن کی فلاح و بہبود ایک دوسرے سے وابستہ ہوتی ہیں اور وہ ایک دوسرے سے بے نیاز نہیں ہو سکتے، ان میں سے ایک طبقہ وہ ہے جو اللہ کی راہ میں کام آنے والے فوجیوں کا ہے۔ دوسرا طبقہ وہ ہے جو عمومی و خصوصی تحریروں کا کام انجام دیتا ہے۔ تیسرا طبقہ انصاف کرنے والے قضاۃ کا ہے۔ چوتھا طبقہ حکومت کے وہ عمال ہیں جن سے امن اور انصاف قائم ہوتا ہے۔ پانچواں طبقہ خراج دینے والے مسلمان اور جزیہ دینے والے ذمیوں کا ہے۔ چھٹا طبقہ تجارت پیشہ و اہل صنعت کا ہے۔ ساتواں فقراء و مساکین کا وہ طبقہ ہے کہ جو سب سے پست ہے اور اللہ نے ہر ایک کا حق متعین کر دیا ہے اور اپنی کتاب یا سنت نبوی میں اس کی حد بندی کر دی، اور مکمل دستور ہمارے پاس محفوظ ہے۔"

پھر چند نصیحتیں کرنے کے بعد آگے فرماتے ہیں:

"سب کا دار و مدار سوداگروں اور صنعت کاروں پر ہے کہ وہ ان کی ضروریات کو فراہم کرتے ہیں، بازار لگاتے ہیں اور اپنی کاوشوں سے ان کی ضروریات کو مہیا کر کے انھیں خود مہیا کرنے سے آزاد کر دیتے ہیں، اس کے بعد پھر فقیروں اور ناداروں کا طبقہ ہے جن کی اعانت و دستگیری ضروری ہے۔" ❸

مالک بن اشتر کے خط میں آگے آپ تحریر فرماتے ہیں:

---

❶ تفسیر الرازی (۲۴/ ۱۸۹). ❷ الحكم والتحاكم فی خطاب الوحي (۲/ ۵۹۳).

❸ شرح نهج البلاغة، ص (۶۱۱).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''پھر تمھیں تاجروں اور صنعت کاروں کے بارے میں خیال اور ان کے ساتھ اچھے برتاؤ کی ہدایت کی جاتی ہے اور تمھیں دوسروں کو ان کے متعلق ہدایت کرنا ہے خواہ وہ ایک جگہ رہ کر تجارت کرنے والے ہوں یا پھیرے لگا کر بیچنے والے ہوں، یا جسمانی مشقت سے کمانے والے ہوں، کیونکہ یہی لوگ منافع کا سرچشمہ اور ضروریات کے مہیا کرنے کا ذریعے سے ہوتے ہیں، یہ لوگ ان ضروریات کو خشکیوں، تریوں، میدانی علاقوں، پہاڑوں اور دور افتادہ مقامات سے درآمد کرتے ہیں اور ایسی جگہوں سے کہ جہاں لوگ پہنچ نہیں سکتے اور نہ وہاں جانے کی ہمت کر سکتے ہیں، یہ لوگ امن پسند اور صلح جو ہوتے ہیں، ان سے کسی فساد اور شورش کا اندیشہ نہیں ہوتا، یہ لوگ تمھارے سامنے ہوں، یا جہاں جہاں دوسرے شہروں میں پھیلے ہوئے ہوں، تم ان کی خبر گیری کرتے رہنا۔ ہاں! اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھو کہ ان میں ایسے بھی ہوتے ہیں جو انتہائی تنگ نظر اور بڑے کنجوس ہوتے ہیں، جو نفع اندوزی کے لیے مال روک رکھتے ہیں اور اونچے نرخ متعین کر لیتے ہیں، یہ چیز عوام کے لیے نقصان دہ اور حکام کی بدنامی کا باعث ہوتی ہے، لہٰذا ذخیرہ اندوزی سے منع کرنا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ممانعت فرمائی ہے اور خرید و فروخت صحیح ترازوؤں اور مناسب نرخوں کے ساتھ بسہولت ہونی چاہیے کہ نہ بیچنے والے کو نقصان ہو نہ خریدنے والے کا خسارہ ہو، اس کے بعد بھی جو ذخیرہ اندوزی کے جرم کا مرتکب ہو تو اسے مناسب حد تک سزا دینا پھر خصوصیت کے ساتھ اللہ کا خوف کرنا۔'' [1]

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی نصیحت سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ تاجروں اور صنعت کاروں کا طبقہ معاشرہ کی ایک اہم رگ ہے، اسی لیے آپ نے اپنے عمال کو مستقل ایک شعبہ کے قیام کے ذریعے سے اس طبقہ پر خصوصی توجہ دینے اور اس کے حالات سے واقفیت حاصل کرتے رہنے کی طرف توجہ دلائی، تاکہ اس میں حرص اور ذخیرہ اندوزی جیسی ناپسندیدہ خصلتیں نہ پیدا ہوں اور ان دونوں کو نقصانات و مشاکل کا سامنا کرنا پڑے۔ لہٰذا ضروری تھا کہ اس طبقہ کو اس کے مقاصد تک پہنچنے، اس کی مدد کرنے اور اس کے احوال وظروف پر مطلع ہونے کے لیے ایک مستقل حکومتی شعبہ ہو۔ [2]

انھیں طبقات میں سے اہل خراج کا بھی ایک طبقہ ہے۔ یہی لوگ زمین کو آباد کرتے ہیں، ان میں کھیتی باڑی کرنے والے کسان، کنویں کھودنے والے لوگ شامل ہیں، یہ لوگ بھی توجہ طلب ہیں اور ان کے لیے مستقل ایک ادارے کی ضرورت ہے جو ان کی شکایات کو سنے اور مشکلات کو حل کرے، اس میں مشکلات آئیں گی کیونکہ یہ زمین سے سرمایہ کاری کا ذریعہ ہے۔

اسی رعایا کا ایک طبقہ اہل ذمہ بھی ہیں جو کہ اسلامی ملک میں رہتے بستے ہیں اور اس میں کاروبار کرتے ہیں، لہٰذا ملک کے لیے ضروری ہے کہ اپنی اقتصادی و معاشرتی مسائل کی نگراں سوسائٹی کے ذریعے سے ایسے لوگوں کی

---

[1] شرح نہج البلاغة، ص (٦٢٠). [2] الإدارة والنظام الإداری عند الإمام علی، ص (٢٦٣).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رعایت اور ان کی خبر گیری کرتا رہے۔ ❶

اسی طرح رعایا کا ایک طبقہ کمتر اور پست درجہ کا ہے۔ یہ محتاجوں، مسکینوں، مصیبت زدہ اور اپاہجوں کا طبقہ ہے، اس میں کچھ تو مانگنے والے ہیں جب کہ کچھ ایسے ہیں جو ضرورت مند ہونے کے باوجود دوسروں سے سوال کرنا گوارا نہیں کرتے۔ یتیم، لاغر و بے بس اور عمر دراز افراد بھی اسی طبقہ میں شامل ہیں جو کہ خود کو سوالی بنا کر پیش نہیں کر پاتے، پس ملک کی حکومت ان تمام طبقات کی مکمل معاشرتی، اقتصادی اور تعلیمی نگرانی و تحفظ کی ذمہ دار ہے اور ہر صوبہ کے گورنر کی یہ ذمہ داری ہے کہ مذکورہ طبقات میں سے ہر ایک سے ملاقات کرنے اور ان کے مسائل کو سننے کے لیے وقت نکالے، براہ راست ان کے حالات و معاملات کو سمجھے، تاکہ ان کے دل سے حکومتی عدم توجہ اور لاتعلقی کا احساس ختم ہو۔ ساتھ ہی ساتھ گورنر ایسا ماحول پیدا کرے جس میں احساس کمتری کے شکار یہ لوگ گورنر کے سامنے اپنے مسائل رکھنے کی جرأت کر سکیں۔ ❷

۱۰۔ قانون جزاء وسزا کی تربیت:

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''تمھارے نزدیک نیکوکار اور بدکار دونوں برابر نہ ہوں، اس لیے کہ ایسا کرنے سے نیکوں کو نیکی سے بے رغبت کرنا اور بدوں کو بدی پر آمادہ کرنا ہے۔ ہر شخص کو اسی کی منزلت پر رکھو جس کا وہ مستحق ہے اور اس بات کو یاد رکھو کہ حاکم کو اپنی رعایا پر پورا اعتماد اسی وقت کرنا چاہیے جب کہ وہ ان سے حسن سلوک کرتا ہو، اور ان پر بوجھ نہ لادے اور انھیں ایسی ناگوار چیزوں پر مجبور نہ کرے جو ان کے بس میں نہ ہوں، تمھیں ایسا رویہ اختیار کرنا چاہیے کہ اس حسن سلوک سے تمھیں رعیت پر پورا اعتماد ہو سکے، کیونکہ یہ اعتماد تمھاری طویل اندرونی الجھنوں کو ختم کر دے گا اور سب سے زیادہ تمھارے اعتماد کے وہ مستحق ہیں جن کے ساتھ تم نے اچھا سلوک کیا ہو اور سب سے زیادہ بے اعتمادی کے وہ مستحق ہیں جن سے تمھارا برتاؤ اچھا نہ رہا ہو۔'' ❸

سزا اور انعام کی اس تربیت پر قرآن مجید نے روشنی ڈالی ہے۔ ذوالقرنین کے واقعہ میں اس کے نقوش واضح طور پر دکھائی دیتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا:

﴿قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿٨٧﴾ وَ اَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨالْحُسْنٰى ۚ وَ سَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ﴿٨٨﴾﴾

(الكهف: ٨٧-٨٨)

''اس نے کہا جو شخص تو ظلم کرے گا سو ہم اسے جلدی سزا دیں گے، پھر وہ اپنے رب کی طرف لوٹایا

---

❶ الإدارة والنظام الإداری عند الإمام علی، ص (٢٦٣).

❷ الإدارة والنظام الإداری عند الإمام علی، ص (٢٦٤) ❸ شرح نہج البلاغة، ص (٦١)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جائے گا تو وہ اسے عذاب دے گا، بہت برا عذاب اور رہا وہ جو ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیا تو اس کے لیے بدلے میں بھلائی ہے اور عنقریب ہم اسے اپنے کام میں سے سراسر آسانی کا حکم دیں گے۔‘‘

بے شک ایک عمدہ اور صالح قیادت کی یہی تربیت ہی نیکوکاروں کو ہمت افزائی کی محرکات فراہم کرسکتی ہے، تاکہ نیکوکار نیکی میں آگے بڑھتا رہے۔ یہی تربیت زیادہ سے زیادہ احسان و نیکی کے جذبات کو ابھارتی ہے اور نیکوکار کو احترام و عزت کا احساس دلاتی ہے۔

یہی تربیت بدکاروں کے ہاتھ کو بدی کی طرف بڑھنے سے روکتی ہے، تاکہ بدکار بدی کو چھوڑ کر معاشرہ میں خیر واحسان کے دائروں کو وسیع کرے اور قانون جزاء وسزا کے مطابق برائی وفساد کے دائروں کو زیادہ سے زیادہ تنگ کردے، امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے مذکورہ خطاب میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۱۱۔ ریاستی نظام وقوانین کو مستحکم کرنے میں نقباء اور عرفاء کا کردار:

مسلمانوں کے درمیان نقباء کی شخصیتوں کا تعارف بیعت عقبۂ ثانیہ کے موقع پر ہوا، جب کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار پر انھیں میں سے بارہ (۱۲) نقیبوں کو مقرر کیا تھا، ان میں تین (۳) اوس، اور نو (۹) خزرج کے تھے۔ ❶ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مختلف اسلامی فوجوں میں نقباء (اعلیٰ ذمہ داران) اور عرفاء، (منتظمین) کی تنظیم و تقرر کا سلسلہ برقرار رہا، جنگ قادسیہ کے موقع پر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں لوگوں کو منظم کیا، جس میں تمام قبائل اکٹھا ہوئے اور آپ نے فوجی کمانڈروں کی تقرری کے ساتھ ہر دس آدمی کا ایک عریف (امیر و ذمہ دار) مقرر کیا جیسا کہ دور نبوی میں عرفاء کا تقرر ہوتا تھا اور یہ نظام مابعد کے ادوار میں بھی جاری رہا، یہاں تک کہ حکومتی سطح پر عطیات مقرر کیے جانے لگے اور اسلام کی طرف سبقت لے جانے والے صحابہ اسلامی فوج کے علم بردار منتخب ہونے لگے۔ اور دس دس افراد کی جماعت بنا کر ہر دس پر ایک امیر اور پھر ان امراء کی دہائی پر ایک بااثر ذمہ دار مقرر ہونے لگا۔ ❷

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ پہلے ایسے شخص ہیں جنھوں نے عام طور سے تمام شہروں میں عوام کی درجہ بندی کا نظام قائم کیا اور آپ کے زمانے میں مختلف اسلامی شہروں میں لوگوں پر عرفاء کا تقرر عمل میں آیا۔ یہی لوگ گورنر کے پاس اُس دور کی درجہ بندی کے مطابق ❸ اپنے قبائل اور ماتحت جماعتوں کے ذمہ داراوران کے بارے میں جواب دہ ہوتے تھے۔ عثمان اور علی رضی اللہ عنہما کے پورے عہد خلافت تک عرفاء کا نظام چلتا رہا، چنانچہ علی رضی اللہ عنہ نقباء کو جمع کرتے، اور انھیں ان کے حصوں کے مطابق اموال دیتے، جسے وہ لوگ اپنے قبیلوں اور ماتحت جماعتوں پر تقسیم کرتے۔ ❹

صوبائی گورنران ریاست کے مختلف شہری اور فوجی معاملات میں ان نقباء سے تعاون لیتے تھے، چنانچہ یہی لوگ

❶ السیرۃ النبویۃ / ابن هشام (۲/ ٤٤٣).

❷ الولایة علی البلدان (۲/ ۱۰٦) تاریخ الطبری (٥/ ۸۷).

❸ النظم الإسلامیه / صبحی الصالح۔ الولایة علی البلدان (۲/ ۱۰٦).

❹ الأموال / قاسم بن سلام، ص (۳٤٥) الولایة علی البلدان (۲/ ۱۰٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عوام میں عطایا کی تقسیم، ریاست کے داخلی انتظامات پر کنٹرول، عدالت کو مطلوبہ افراد کی تلاش، اچانک ضرورت پڑ جانے پر فوری فوج کی تشکیل و تیاری اور لوگوں کے خیالات و مشورے معلوم کرنے میں گورنر کے معاون ہوتے تھے۔ اسی طرح "دیوان عطاء" میں کس کا نام درج کیا جائے اور کس کا نکالا جائے، ان تمام چیزوں کے متعلق معلومات بہم پہنچانے میں نقباء کا کافی اہم کردار ہوتا تھا، یہ لوگ ریاستی نظم و نسق چلانے میں گورنر کے ماتحت اہم ترین منتظمین میں شمار ہوتے تھے۔ عموماً یہ لوگ گورنر کے تعاون کے لیے ہمہ وقت فارغ نہ ہوتے تھے، بلکہ ضرورت پیش آنے پر اپنا تعاون دیتے تھے۔ اکثر و بیشتر نقباء اور عرفاء کی تعین میں بعض قبائلی نظام کی رعایت کی جاتی تھی، مثلاً کبھی کبھار قبائل کی نبیاد پر درجہ بندی ہوا کرتی تھی، لیکن جب بہت سارے عجمی قبائل اسلام لے آئے اور اسلامی شہروں میں بسنے لگے، تو بتدریج یہ نظام ڈھیلا پڑنے لگا، تاہم تمام خلفائے راشدین کے عہد میں اس نظام کی قوت و گرفت کی اپنی شناخت کسی حد تک ضرور قائم رہی۔ ❶

اعلیٰ فوجی افسران جو فوج کے کئی اہم ترین شعبوں کے ذمہ دار ہوتے اور ریاستی امراء کی ہدایت پر جنگی کارروائی کرتے، ایسے افسر بھی گورنران کے ماتحت ہوتے، ریاستی سطح کی مختلف لڑائیوں میں گورنر امیر جنگ ہوتا اور یہ افسران اس کا ساتھ دیتے اور لشکر کی تنظیم اور قیادت میں اس کی مدد کرتے۔ ❷

اعلیٰ درجہ کے یہ فوجی افسران والیٔ ریاست کے تابع ہوتے، پھر درجہ بدرجہ ان افسران کے ماتحت امراء الاعشار، اور امراء الاعشار کے ماتحت اصحاب الرأیات اور اصحاب الرأیات وقائدین لشکر کے ماتحت سرداران قبائل ہوتے۔ ❸

یہی عرفاء اپنی قوم کے نمائندے ہوتے تھے ان کی آراء و مشورے اور اجتماعی مظالم کی شکایتیں گورنروں تک پہنچاتے اور گورنر کے سامنے ان کے حقوق کی طرف سے دفاع کرتے۔ ❹

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی چند اداری دُور اندیشیاں

ا۔ انسانی عنصر پر زور:

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک عامل کے نام لکھا تھا کہ تمھاری ریاست کے زمینداروں نے تمھاری سختی، سنگ دلی، تحقیر آمیز برتاؤ اور تشدد کے رویہ کی شکایت کی ہے، لہٰذا ان کے لیے نرمی کا ایسا شعار اختیار کرو جس میں کہیں کہیں سختی کی بھی جھلک ہو، کبھی سختی کرلو، کبھی نرمی برتو، قرب و بُعد اور نزدیکی و دوری کو سمو کر بین بین راستہ اختیار کرو۔ ❺ اس خط کا پیغام یہ ہے کہ حاکمِ وقت اپنی رعایا کی نفسیاتی حالات کو مدنظر رکھے، اس کے حکومتی قوانین ایسی

❶ الولایة علی البلدان (۱/ ۱۰۷) .

❷ الحیاة الإجتماعیة والاقتصادیة فی الکوفة / الزبیدی، ص (٤١) .

❸ الولایة علی البلدان (۲/ ۱۰۸) .

❹ العرافة والنقابة / الفاروقی، ص (٦١، ٨٠، ٨٦) الولایة علی البلدان (۲/ ۱۰۸) .

❺ نهج البلاغة، ص (٥٣٩) .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حکمت عملی پر مشتمل ہوں، جو حالات سے ملتے جلتے کھاتے ہوں اور حالات کے تقاضوں اور نظم وضبط کے مطلوبہ قواعد کے درمیان توازن کا مظہر ہوں، اگر حکومت کے تنظیمی نظریات ایسے ناقابل رد و بدل قواعد وضوابط پر قائم ہوں، جن میں نفسیات اور انسانی جذبہ کا احترام نہ ہو اور نہ ہی حالات وظروف کے تقاضوں سے ہم آہنگی ہو تو یہ سخت غلطی اور بڑی بھول ہے، گویا کسی بھی ادارہ، تنظیم، تحریک، جماعت، سوسائٹی یا انجمن کا اداری نظم ونسق اندرونی و بیرونی دباؤ سے پاک رہنے کے بعد ہی پوری آزادی سے اپنا کام کرسکتا ہے۔ ❶

۲۔ تجربہ کار اور ذی علم عامل:

اس سلسلے میں علی رضی اللہ عنہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ عامل یا کوئی بھی ذمہ دار تجربہ کار اور ذی علم ہو، اگر ذمہ دار اس صفت سے متصف ہے تو اس کی اطاعت کا حق ماتحتوں پر عائد ہوتا ہے، ورنہ اس کی اطاعت ضروری نہیں ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''تم ایسے امیر کی اطاعت کرتے رہو جس کی جہالت کا تمھارے پاس عذر نہ ہو۔'' ❷

لہٰذا اگر امیر یا ذمہ دار جاہل ہو تو عوام معذور ہوں گے اور اس کی اطاعت لوگوں پر واجب نہ ہوگی، اس لیے کہ ایسا ذمہ دار اسے ہلاکت کی طرف لے جائے گا اور آپ یہ فرماتے ہیں کہ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔ ❸ ایک جاہل و ناتجربہ کار ہو دوسرا ماہر و واقف کار دونوں میں بڑا فرق ہے۔ جاہل حاکم اپنے غلط حکم کے ذریعے رب کی نافرمانی کا مرتکب ہوسکتا ہے۔ ❹

۳۔ حاکم اور محکوم کا باہمی تعلق:

حاکم اور محکوم کا باہمی تعلق حکومت کے تنظیمی تسلسل یا مناصب کی درجہ بندی سے گزرنے والے خطوط پر نہیں قائم ہونا چاہیے بلکہ یہ تعلق حاکم اور محکوم کے مشترکہ مفاد سے وابستہ ہے۔ چنانچہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ مصر پر اپنا گورنر مقرر کرتے ہوئے اسے نصیحت کرتے ہیں:

''پھر کچھ امور ایسے ہیں جنھیں خود تم ہی کو انجام دینا چاہیے، ان میں سے ایک حکام کے ان مراسلات کا جواب دینا ہے جو تمھارے منشیوں کے بس میں نہ ہوں اور ایک یہ کہ جب لوگوں کی حاجتیں تمھارے سامنے پیش ہوں اور تمھارے عملہ کے ارکان ان سے جی چرائیں تو یہ کام خود تمھیں انجام دینا ہے۔'' ❺

اس مقام پر وہ شکل بھی واضح طور پر محسوس کی جاسکتی ہے جس میں ضروریات کی تکمیل کے لیے مناصب کی درجہ بندیوں سے گزرنے کو باطل ٹھہرایا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب گورنر عوامی تعلقات کی ذمہ داری کو تنہا بخوبی نہ نبھا سکے تو اپنے بعض وفاداروں کو اس کام کے لیے نائب بنا دے۔ آپ فرماتے ہیں:

---

❶ الإدارة والنظام الإداری عند الإمام علی، ص (۲۱۷).

❷ نهج البلاغة، ص (۷۰۰) ❸ نهج البلاغة، ص (۷۰۱).

❹ الإدارة والنظام الإداری، ص (۲۱۷). ❺ شرح نهج البلاغة / محمدعبده، ص (۶۲۳).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''اور ایسے لوگوں کی تم خاص خبر رکھو جو تم تک پہنچ نہیں سکتے اور جنھیں آنکھیں دیکھنے سے کراہت کرتی ہوں گی اور لوگ انھیں حقارت سے ٹھکراتے ہوں گے، تم ان کے لیے اپنے کسی معتمد آدمی کو جو خوف الٰہی رکھنے والا اور متواضع ہو مقرر کر دینا کہ وہ ان کے حالات تم تک پہنچاتا رہے۔'' ❶

اس عبارت میں نوکرشاہی حکومت کی حد بندیوں سے تجاوز کر گزرنے کی واضح ہدایت موجود ہے کہ جس میں ہر چیز کو حکومتی مناصب کی سیڑھیوں سے گزرنا ضروری ہوتا ہے اور کسی کو اس سے تجاوز کرنے کا حق نہیں ہوتا اور اگر کوئی ایسا کر لیتا ہے، تو وہ قانون کا باغی اور حکومت کی نگاہ میں مجرم ہوتا ہے۔

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے مزید فرمایا کہ مسائل کے حل کے لیے حاکم اعلیٰ سے راست طور پر رابطہ نہ ہونے اور مناصب کی سیڑھیوں سے لازماً گزرنے کے کئی نقصانات ہیں، فرماتے ہیں:

''حکمرانوں کا رعایا سے چھپ کر رہنا ایک طرح کی تنگ دلی اور معاملات سے بے خبر رہنے کا سبب ہے، اور یہ روپوشی انھیں بھی ان امور پر مطلع ہونے سے روکتی ہے کہ جن سے وہ ناواقف ہیں، جس کی وجہ سے بڑی چیز ان کی نگاہ میں چھوٹی اور چھوٹی چیز بڑی، اچھائی برائی اور برائی اچھائی ہو جایا کرتی ہے اور حق باطل کے ساتھ مل جاتا ہے۔'' ❷

یہ ہیں لازماً مناصب کی سیڑھیوں سے گزرنے کے نقصانات، پس اس طویل سلسلہ سے معاملات کے رفتہ رفتہ آگے بڑھنے اور ایک سے دوسرے حاکم اور پھر تیسرے پھر چوتھے اور پانچویں کے ذریعے سے عام آدمیوں تک منتقل ہوتے ہوتے بعض اوقات معاملات یکسر الٹ جاتے ہیں اور ان کی نوعیت بدل جاتی ہے، حق چیز باطل، چھوٹی چیز بڑی، اچھائی برائی اور برائی اچھائی ہو جاتی ہے، جیسا کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے مذکورہ نصیحت میں فرمایا۔ دور حاضر کی نوکرشاہی حکومتیں اور تنظیمیں انھیں مشکلات سے دوچار ہیں، کیونکہ وہ اپنے معاملات و مسائل کو حل کرنے کے لیے مناصب کی انھیں سیڑھیوں سے گزرنے کو لازم کیے ہوئے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ اپنے مقاصد کے حصول میں ناکام ہیں۔

اس بیماری کا علاج علی رضی اللہ عنہ نے یہ بتایا کہ حاکم اعلیٰ اپنی رعایا سے زیادہ دنوں تک روپوش نہ رہے، کیونکہ اس کی روپوشی کی وجہ سے اس کی قراردادوں میں تبدیلی واقع ہو سکتی ہے، یا بہتر حالات وظروف میسر ہونے کے باوجود نہایت محدود دائرے میں اور مطلوبہ مقاصد سے قطع نظر اسے نافذ کیا جا سکتا ہے۔ حاکم اعلیٰ کا کار منصبی صرف رعایا کی ملاقات میں محصور نہیں ہے، بلکہ اس پر ایسا پرسکون اور بے خوف ماحول پیدا کرنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے جس میں رعایا نہایت اطمینان سے اور بے خوف ہو کر اپنی مشکلات کو پیش کر سکے، اس لیے کہ روپوش نہ ہونے کا مطلب صرف رعایا کے روبرو ہونا اور ان سے ہم کلام ہونا نہیں ہے بلکہ اصل مقصد یہ ہے کہ یہ ملاقات مفید ثابت ہو، چنانچہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

❶ شرح نہج البلاغۃ / محمد عبدہ، ص (۶۲۱). ❷ شرح نہج البلاغۃ، ص (۶۲٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''تم اپنے اوقات کا ایک حصہ حاجت مندوں کے لیے خاص کر دینا، جس میں سب کام چھوڑ کر انھیں کے لیے مخصوص ہو جانا اور ان کے لیے ایک عام دربار کرنا اور اس میں اپنے پیدا کرنے والے اللہ کے لیے تواضع وانکساری سے کام لینا اور فوجیوں، پولیس والوں اور نگہبانوں کو ہٹا دینا تاکہ کہنے والے بے دھڑک کہہ سکیں۔'' ❶

اسی طرح آپ مکہ کے گورنر اور اپنے چچازاد بھائی قثم بن عباس رضی اللہ عنہما کے نام لکھتے ہیں:

''اور دیکھو! لوگوں تک پیغام پہنچانے کے لیے تمھاری زبان کے سوا کوئی سفیر ہونا چاہیے اور تمھارے چہرہ کے سوا کوئی تمہارا دربان نہ ہونا چاہیے۔'' ❷

مذکورہ اقتباسات کے علاوہ آپ کی دوسری کئی نصیحتیں ہیں جن میں حاکم اور محکوم کے باہمی تعلق کی نوعیت ومزاج کو واضح کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ یہ تعلق واسطوں اور حکومتی مناصب کی سیڑھیوں سے گزرنے پر منحصر نہ ہو، بلکہ ضرورت پڑنے پر حاکم اور محکوم روبرو ہو کر مسائل کا تصفیہ کریں۔ ❸

۴۔ جمود وتعطل کا مقابلہ:

دور حاضر کی حکومتوں میں بعض نظریات وقواعد اور تنظیمی منصوبے مسائل کو حل کرنے میں جمود وتعطل، وقت، کوشش اور حقوق کے زیاں کا سبب بنتے ہیں اور بہت سارے کاموں کو سرے سے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کو سوچا ہی نہیں جاتا، کیونکہ انھیں مناصب کی سیڑھیوں سے گزارنے میں طویل وقت اور بے شمار کارروائیاں درکار ہوتی ہیں، اسی خامی کا مقابلہ کرنے کے لیے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جو شخص سستی وکاہلی کرتا ہے وہ حقوق کو ضائع وبرباد کرتا ہے۔'' ❹

۵۔ چاق وچوبند نگرانی:

ہر حکومتی تنظیم میں نگرانی وتجسس ایک اہم ذمہ داری ہے امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس اہم ذمہ داری کی طرف خصوصی توجہ دلائی۔ آپ فرماتے ہیں:

''وفادار مخبروں کو ان پر چھوڑ دینا، کیونکہ خفیہ طور پر ان کے امور کی نگرانی انھیں امانت کے برتنے اور رعیت کے ساتھ نرم رویہ رکھنے کی باعث ہوگی۔'' ❺

گویا کسی فرد یا جماعت کی نگرانی ومخبری امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کی بھلائی اور امانت کی ادائیگی کا سبب ہے، البتہ یہ فریضہ ایسے افراد کے توسط سے ادا کیا جائے گا جو سچے اور وفادار ہوں، تاکہ ان کی رپورٹیں عدل پر مبنی ہوں، ان میں ان کی خواہشات کا دخل نہ ہو۔ اس طرح حکومتی نگرانی اور تجسس اس مقام پر ترقی کی راہ میں

---

❶ شرح نهج البلاغة، ص (٦٢٢). ❷ شرح نهج البلاغة، ص (٦٤٧).

❸ الإدارة والنظام الإداري عند الإمام علي، ص (٢١٨-٢١٩).

❹ شرح نهج البلاغة، ص (٧١٤). ❺ شرح نهج البلاغة، ص (٦١٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مددگار ثابت ہورہی ہے اور عوام کو حرکت وعمل اور اخلاص ووفا کا عادی بنارہی ہے۔

جو قوانین غیر متبدل ہوں اور حکومت یا تنظیم میں رعایا کی حرکت وعمل کے لیے رکاوٹ اور حقوق کے ضائع ہونے کا سبب بن رہے ہوں، امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی سیاسی فکر میں ایسے قوانین یکسر مسترد ہیں۔ ❶

۶۔مناصب اصول وضوابط کے تابع ہوں نہ کہ ذاتی تعلقات پر:

اس سلسلے میں علی رضی اللہ عنہ مصر پر اپنے گورنر کے نام تحریر فرماتے ہیں کہ پھر اپنے عہدہ داروں کے بارے میں نظر رکھنا، ان کو خوب آزمائش کے بعد منصب دینا، کبھی صرف رعایات اور جانب داری کی بنا پر انھیں منصب عطا نہ کرنا۔'' لہٰذا جس شخص کو ملازمت دینی ہے یا عہدہ عطا کرنا ہے، سب سے پہلے اس کے ساتھ امتحانی کارروائی کر لینا ضروری ہے، کسی شخص کو عہدہ دینے یا کسی کو بلند منصب پر ترقی دیتے ہوئے صدر نائب یا حاکم اعلیٰ کو جانبدارانہ کارروائی اور ذاتی دخل اندازی سے دور رہنا چاہیے۔

آپ فرماتے ہیں: ''پھر اپنے منشیان دفاتر کی اہمیت پر نظر رکھنا، اپنے معاملات ان کے سپرد کرنا جو ان میں بہتر ہوں۔ ❷ ان لوگوں کو نہیں جو تمھیں محبوب ہوں اور تمھارے خاندان سے ہوں۔'' گویا اس میدان میں ذاتی روابط اور مہربانی کا کوئی دخل نہیں ہے بلکہ اس کا معیار صرف حق اور اصول پسندی اور امانت سے ہے۔ ❸

۷۔منصبی گرفت میں امانت داری کی اہمیت:

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اشعث بن قیس کے نام اسی مفہوم کا ایک خط اس طرح تحریر کرتے ہیں:

''یہ عہدہ تمھارے لیے کوئی آزروقہ نہیں ہے، بلکہ وہ تمھاری گردن میں ایک امانت کا پھندا ہے اور تم اپنے حکمران بالا کے تابع ہو۔'' ❹

اس تحریر میں علی رضی اللہ عنہ نے حکومتی ذمہ داریوں کو اللہ کی ایک امانت قرار دیا ہے اور ہر ذمہ دار پر ضروری ہے کہ اس امانت کی حفاظت کرے اور بعینہٖ اسے اس کے مالک کو واپس کردے۔ وہ اللہ کے سامنے اس امانت کی ادائیگی کا ذمہ دار ہے اور مناصب کی درجہ بندی کے اعتبار سے اپنے حکمران بالا کے سامنے بھی جواب دہ ہے۔ امانت داری کا یہ احساس حکومت کی منصبی گرفت کو مضبوط سے مضبوط تر بنانے کا ایک اہم سبب ہے اور یہی چیز انحراف وجانب دارانہ اقدامات کے بے جا مظاہر پر پابندی عائد کرتی ہے۔ ❺

۸۔قراردادوں میں مشارکت:

جب ہم علی رضی اللہ عنہ کی شورائیت پر رغبت دلانے والی تحریروں کو پڑھتے ہیں تو ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی نگاہ میں اس ترغیب وتاکید کا مقصد یہ ہے کہ کسی بھی قرارداد کی منظوری میں دوسروں سے صلاح ومشورہ ضرور لیا جائے،

---

❶ الإدارة والنظام الإداری عند الإمام علی، ص (۲۲۱-۲۲۲).

❷ شرح نہج البلاغة، ص (۶۱۸). ❸ الإدارة والنظام الإداری عند الإمام علی، ص (۲۲۲).

❹ شرح نہج البلاغة، ص (۵۲۵).

❺ الإدارة والنظام الإداری عند الإمام علی، ص (۲۲۳).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کوئی بھی فرد واحد، خواہ وہ فوجی کمانڈر ہو، وزیر خزانہ ہو، کسی ادارے کا منیجر ہو، یا کسی بھی میدان کا کوئی ذمہ دار ہو وہ تنہا کوئی قرارداد پاس نہ کرے، اس لیے کہ باہمی رائے ومشورہ کا نتیجہ درست ہوا کرتا ہے۔ ❶ اس میں کئی ذہن شریک ہوتے ہیں اور کئی ماہر و تجربہ کار لوگوں کے افکار و خیالات کا اضافہ ہوتا ہے، لہٰذا جو قرارداد خوب بحث ومباحثہ اور غور فکر کے بعد سامنے آئے گی اس پر سب لوگ متفق ہوں گے اور وہ درستگی کے زیادہ قریب ہوگی۔ ❷

شورائیت ہی مشورہ سے انجام پانے والے کاموں کی کامیابی کی ضمانت دے سکتی ہے۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''مشورہ کیا کرو، کامیابی مشاورت میں ہے۔'' ❸ اس نصیحت میں آپ نے مشاورت کی کوئی کیفیت اور اسلوب متعین نہیں کیا بلکہ ہمارے سامنے ایک عام قاعدہ پیش کیا اور اس قاعدے کی تنفیذ کے فوائد بتا دیے اور کسی میدان کو مشاورت سے مستثنیٰ نہیں کیا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ آدمی اپنے ہر عمل کے لیے مشاورت کو ترجیح دے، اور اگر اس کام کا تعلق اجتماعیت سے مربوط ہو، کسی فرد واحد کی بات نہ ہو، تو اس وقت اس کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے۔ اسی طرح جب ہم علی رضی اللہ عنہ کی اس نصیحت کو بغور پڑھتے ہیں کہ رائے کی درستگی فکر کو مہلت دینے میں ہے۔ ❹ تو درست رائے پر مبنی قرارداد تک پہنچنے میں اہل حل وعقد کے بھرپور بحث ومباحثہ کی اہمیت واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے۔ ❺

۹۔ باصلاحیت سرکاری ملازمین کا انتخاب اور ان کے جان و مال کی حفاظت وضمانت:

اچھے ملازمین اور عہدیداران کا انتخاب حکومت کی ترقی کی راہ میں مشکلات کو رکاوٹ نہیں بننے دیتا، جو بعض اوقات عہدیدار کی کمزوری یا عام ماحول سے اس کی ناموافقت کے نتیجہ میں ظاہر ہوتی ہیں۔ مالک بن اشتر نخعی کے نام علی رضی اللہ عنہ کے خط پر جب ہم غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ گورنروں کے انتخاب کے وقت آپ ان کے اندر چند اہم شرائط کا پایا جانا ضروری سمجھتے تھے:

> ''پھر اپنے عہدیداروں کے بارے میں نظر رکھنا اور ان کو خوب آزمائش کے بعد منصب دینا، کبھی صرف رعایت اور جانب داری کی بنا پر انھیں منصب عطا نہ کرنا، اس لیے کہ یہ باتیں ناانصافی اور بے ایمانی کا سرچشمہ ہیں اور ایسے لوگوں کو منتخب کرنا جو تجربہ کار اور غیرت مند ہوں، اچھے خاندانوں میں سے ہوں، اور جن کی خدمات اسلام کے سلسلہ میں پہلے سے ہوں۔ کیونکہ ایسے لوگ بلند اخلاق اور بے داغ عزت والے ہوتے ہیں، حرص وطمع کی طرف کم جھکتے ہیں اور عواقب ونتائج پر زیادہ نظر رکھتے ہیں۔'' ❻

پس یہ شرطیں صرف کام کرنے کی حد تک مطلوبہ صلاحیت میں محدود نہیں ہیں بلکہ ان میں عامل کی شخصیت کو

❶ الإدارة والنظام الإداري عند الإمام علي، ص (۲۲۹).

❷ الإدارة والنظام الإداري عند الإمام علي، ص (۲۲۹).

❸ الإدارة والنظام الإداري عند الإمام علي، ص (۲۲۹).

❹ الإدارة والنظام الإداري عند الإمام علي، ص (۲۲۹).

❺ الإدارة والنظام الإداري عند الإمام علي، ص (۲۲۹).

❻ شرح نهج البلاغة، ص (٦١٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نفسیاتی، سماجی اور خاندانی اعتبار سے آزمالینے کو لازم کیا گیا ہے کہ مبادا وہ خواہشات کے پیچھے بہک جائے اور اس کی نیت میں فتور اور مقاصد میں تبدیلی ہو جائے۔

اسی طرح اس کی قدیم معاشرتی زندگی اور نئے معاشرہ کے ماحول و تقاضوں سے اس کی ہم آہنگی کی توقعات اور ان سے نمٹنے والی صلاحیتوں کو بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ ان مراحل سے گزرنے کے بعد ہی کوئی عہدہ کسی کے سپرد کیا جاسکتا ہے، آپ فرماتے ہیں:

> ''پھر ان کی تنخواہوں کا معیار بلند رکھنا، کیونکہ اس سے انھیں اپنے نفوس کو درست رکھنے میں مدد ملے گی اور اس مال سے بے نیاز رہیں گے جو ان کے ہاتھوں میں بطور امانت ہوگا۔ اس کے بعد بھی وہ تمھارے حکم کی خلاف ورزی یا امانت میں رخنہ اندازی کریں تو تمھاری حجت ان پر قائم ہوگی۔'' ❶

چنانچہ جب کسی فرد میں یہ صلاحتیں پائی جائیں اور اسے اعلیٰ معیار کی تنخواہ بھی ملے تو بلاشبہ وہ آدمی نہایت عمدہ طریقے سے اپنی ذمہ داری نبھائے گا اور ریاست یا کوئی بھی ادارہ جس سے وہ مربوط ہے، اس کی ترقی کے لیے مسلسل محنت و مشقت کرے گا۔

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ ایک جگہ فرماتے ہیں:

> ''دل کھول کر انھیں اتنا دینا کہ جو ان کے ہر عذر کو غیر مسموع بنا دے اور لوگوں کی انھیں کوئی احتیاج نہ رہے، اپنے یہاں انھیں ایسے باعزت مرتبہ پر رکھو کہ تمھارے دربار میں ان کے سلسلہ میں کوئی غلط طمع نہ کر سکے۔'' ❷

گویا حکومت کے اعلیٰ عہدیداروں کو رشوت خوری سے روکنے کے لیے دو بنیادی اسباب کی فراہمی ضروری ہے:

الف: دل کھول کر نوازش کرنا (یعنی اعلیٰ معیار کی تنخواہ) جس سے اس کی تمام ضروریات پوری ہو جائیں اور وہ خود کو دوسروں سے بے نیاز سمجھے۔

ب: باعزت مقام دینا، تاکہ اپنے منصب پر باقی رہتے ہوئے وہ امن واطمینان محسوس کرے، اسے کوئی خطرہ لاحق نہ ہو آج اسی کو منصبی سلامتی کہا جاتا ہے۔

چنانچہ جب کسی عہدیدار کی زندگی محفوظ و مامون ہو اور اس کے عہدہ و منصب میں استقرار ہو تو اسے ان تمام چیزوں کے بعد اور ضرورت ہی کس چیز کی رہ جاتی ہے۔ واضح رہے کہ یہ ضمانتیں ملک کے اعلیٰ عہدہ داروں کو ہی دی جاسکتی ہیں اور بڑی بڑی کمپنیوں، اداروں کے مالکان اور اسلامی تحریکات کے قائدین کو بھی اس رعایت کا مستحق ٹھہرایا جاسکتا ہے۔

یہ کامل ضمانت عہدیدار کے ذہن و دماغ میں بہتر سے بہتر انتظامی فکر کی ضامن ہے۔ دور حاضر کی ترقی یافتہ مانی

❶ شرح نهج البلاغة، ص (٦١٦).　❷ شرح نهج البلاغة، ص (٦١٥).

❸ الإدارة والنظام الإداري عند الإمام علي، ص (٢٣١).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جانے والی جاپانی سیاست بھی آج اپنے کسی ذمہ دار کی اس طرح حفاظتی اور معاشی کفالت کرنے سے قاصر ہے، وہاں عہدیدار اپنی ایک مخصوص تنخواہ پاتا ہے، جو کبھی کبھار اس کی ضروریات اور اخراجات کے لیے ناکافی ہو جاتی ہے، ایسی صورت میں وہ کیا کرے گا؟ ظاہر بات ہے کہ ضروریات کی تکمیل کے لیے برے اخلاق اور فحش حرکتوں کا سہارا لے گا، جب کہ اس کے مقابل میں امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی سیاسی فکر حکومتی عہدہ دار کو اس حد تک محفوظ و مال دار بنانے کو واجب کرتی ہے کہ وہ دوسروں سے بے نیاز ہو جائے، یعنی صرف ماہانہ تنخواہ پر اکتفا نہیں کرتے، بلکہ عہدہ دار کی ضرورت کی تکمیل کو معیار بناتے ہیں اور پھر اسے عہدہ نبھانے کے لیے حفاظتی ماحول فراہم کرتے ہیں۔ [1]

آپ فرماتے ہیں:

''اپنے یہاں انھیں ایسے باعزت مرتبہ پر رکھو کہ تمھارے دربار میں ان کے سلسلہ میں کوئی غلط طمع نہ کر سکے۔'' [2]

۱۰۔ تجربہ کاروں کی رفاقت:

تجربہ کار لوگ ہی حقیقی علم و معرفت کا منبع ہوتے ہیں اور یہ فطری تقاضا ہے کہ متعلّم نظریاتی علوم کے اساتذہ سے زیادہ تجربہ کار افراد سے مستفید ہو، جاپانیوں نے اس تقاضے کا احترام کیا اور اپنے کارخانوں کو یونیورسٹیوں میں تبدیل کر دیا جہاں سے نیا عامل سبق سیکھتا ہے اور ہر بعد میں آنے والا عامل اپنے سابق عامل سے تجربات حاصل کرتا ہے۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے اس قاعدہ کی طرف اس طرح اشارہ کیا ہے:

''تمھارے بہترین مشیر کار عقل مند، اہل علم، تجربہ کار اور پختہ عزم والے لوگ ہیں۔''

اور فرمایا:

''سب سے بہتر لوگ جن سے تم مشورہ لو، وہ تجربہ کار لوگ ہیں۔''

علماء اور تجربہ کاروں کی رفاقت کے بارے میں فرماتے ہیں:

''اہل علم اور بردبار لوگ تمھارے سب سے بہترین ساتھی ہونے چاہئیں۔'' [3]

آپ کی یہ تمام نصیحتیں دراصل قواعد و اصول کی حیثیت رکھتی ہیں، جن کا مقصد ایک کامیاب مسلمان تیار کرنا اور پھر ایسی معاشرہ سازی ہے جو مسلسل کامیابی اور ترقی پر گامزن ہو۔ [4]

۱۱۔ باپ جیسی مشفقانہ قیادت:

گورنر یا حاکم اعلیٰ صاحب اقتدار ہونے سے پہلے اپنے ماتحت ذمہ داروں کے لیے باپ کی حیثیت رکھتا ہے، وہ ان کے ساتھ اپنی اولاد جیسا برتاؤ کرے۔ جس طرح ایک باپ اپنی اولاد کی تربیت کرتا ہے اسی طرح

[1] شرح نهج البلاغة، ص (٦١٥). [2] الإدارة والنظام الإداري عند الإمام علي، ص (٦١٥).

[3] الإدارة والنظام الإداري عند الإمام علي، ص (٢٣٥).

[4] شرح نهج البلاغة، ص (٦١٢).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حکومت کے لیے اعلیٰ عہدیداران کی ذہن سازی کرے۔ جاپانی سماج اس تجربہ سے خوب استفادہ کرر ہا ہے، جب کہ اس کی تائید اور نصیحت ہمیں امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی اس تحریر میں صاف صاف دکھائی دے رہی ہے جسے آپ نے مالک بن اشتر کے نام لکھا تھا، فرماتے ہیں:

"پھر ان کے حالات کی اس طرح دیکھ بھال کرنا جس طرح ماں باپ اپنی اولاد کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔"

لہٰذا ہر ذمہ دار کے لیے ضروری ہے کہ اپنے ماتحت کارندوں سے باپ بیٹوں جیسا برتاؤ کرے، ان پر نگاہ رکھے، غلطی کرنے پر معافی کو ترجیح دے، سزا دے تو تربیت کے انداز میں دے۔

یہ تھیں امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی انتظامی فکر کی چند سرخیاں جو ہر حکومت کو درکار ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چھٹی فصل

معرکۂ جمل وصفین اور تحکیم

- معرکۂ جمل اور اس کا پس منظر
- معرکۂ صفین
- تحکیم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جنگ جمل

کے متعلق حسن بن علی رضی اللہ عنہما بیان

کرتے ہیں کہ جب سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی نگاہ تلواروں پر پڑی کہ وہ لوگوں کے جسموں میں اُتر چکی ہیں تو بے قرار ہوکر کہا: ''اے حسن! کیا یہ سب ہم میں ہو رہا ہے؟ اے کاش! میں اس سے بیس سال قبل مرگیا ہوتا'' سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جب واقعہ جمل کو یاد کرتیں تو کہتیں: ''کاش! میں اس سے کنارہ کش ہونے والے صحابہ کی طرح الگ رہتی اور میرے بطن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سے زائد اولادیں ہوتیں، سب کی سب عبدالرحمٰن بن حارث اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جیسی ہوتیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

معرکہ جمل وصفین اور تحکیم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَاۗءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝﴾ (الحجرات : ۹-۱۰)

''اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرا دو، پھر اگر دونوں میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پھر اگر وہ پلٹ آئے تو دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ مومن تو بھائی ہی ہیں، پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرو، تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔''

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا، اگر آپ عبداللہ بن اُبی (منافق) کے ہاں تشریف لے چلتے تو بہتر تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گدھے پر سوار ہو کر اس کے ہاں تشریف لے گئے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پیدل آپ کے ہمراہ تھے، جدھر سے آپ گزر رہے تھے وہ شور زمین تھی، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے یہاں پہنچے تو وہ کہنے لگا: ذرا آپ دور ہی رہیے، آپ کے گدھے کی بدبو نے میرا دماغ پریشان کر دیا ہے۔ اس پر ایک انصاری صحابی بولے کہ اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گدھا تجھ سے زیادہ خوشبودار ہے، عبداللہ (منافق) کی طرف سے اس کی قوم کا ایک شخص صحابی کی اس بات پر غصے ہو گیا اور دونوں نے ایک دوسرے کو برا بھلا کہا، پھر دونوں طرف سے دونوں کے حمایتی مشتعل ہو گئے اور نوبت ہاتھا پائی، ڈنڈے اور جوتے تک پہنچ گئی، ہمیں معلوم ہوا ہے کہ یہ آیت اسی موقع پر نازل ہوئی تھی:

﴿وَاِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ﴾ (الحجرات : ۹)

''اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرا دو۔''[1]

اور حسن علی بن ابوطلحہ سے، وہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان: ﴿وَاِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا

[1] صحیح البخاری، حدیث نمبر (۲٦۹۱) صحیح مسلم، حدیث نمبر (۱۷۹۹).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰهِ ۚ (الحجرات : ۹) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں کو حکم دیا ہے کہ جب مومنوں کے گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو انھیں اللہ کے فیصلہ کے طرف بلائیں اور ایک دوسرے کو انصاف دلائیں، اگر وہ سننے پر راضی ہو جائیں تو انھیں اللہ کی کتاب سے فیصلہ سنایا جائے تاکہ مظلوم کو ظالم سے اپنا حق ملے اور جو سننے پر راضی نہ ہو وہ باغی ہے، امام المسلمین کے لیے ایسے لوگوں سے اس وقت تک قتال کرنا واجب ہے، جب تک کہ وہ حکم الٰہی کی طرف لوٹ نہ آئیں، اور اس کا اقرار نہ کر لیں۔ ❶

اسی طرح فرمان الٰہی: ﴿وَاِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا ۚ﴾ کی ایک تفسیر یہ ہے کہ جب مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو حکام پر ان کی اصلاح واجب ہے، انھیں سمجھائیں، اللہ کے حکم کی طرف دعوت دیں، اختلاف کے اسباب و اشکالات کا ازالہ کریں اور انھیں صحیح راستہ کی طرف رہنمائی کریں، اللہ تعالیٰ نے ﴿وَاِنْ طَآىِٕفَتٰنِ﴾ میں ﴿اِنْ﴾ بمعنی اگر کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مسلمانوں کے درمیان باہمی جدال وقتال یکسر ناپید ہونا چاہیے، اور "اگر" کبھی ہو بھی جائے تو بس شاذ و نادر۔ اس آیت کے مخاطب حکام ہیں اور مصالحت کرانے کا حکم ان کے لیے واجب ہے۔ ❷

امام بخاری وغیرہ رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے کہ گناہ خواہ کتنا ہی بڑا ہو جائے اس کے ارتکاب سے مسلمان اسلام سے خارج نہیں ہوتا، جب کہ خوارج کا عقیدہ اس کے خلاف ہے، وہ گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر اور ہمیشہ کے لیے جہنمی قرار دیتے ہیں۔ صحیح بخاری میں ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے کہ حسن رضی اللہ عنہ آ گئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ ابْنِی هٰذَا سَیِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ یُّصْلِحَ بِهٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ .)) ❸

"میرا یہ بیٹا سید ہے اور امید ہے کہ اس کے ذریعے سے اللہ مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرا دے گا۔"

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اللہ تعالیٰ نے شام اور عراق والوں کے درمیان کئی لڑائیوں کے بعد آپ کے ذریعے سے صلح کرا دی۔ ❹

اور اللہ کے فرمان: ﴿فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَی الْاُخْرٰی فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰهِ ۚ﴾ (الحجرات : ۹) کا مطلب ہے کہ اگر دونوں گروہوں میں سے کوئی گروہ دوسرے پر حد سے تجاوز کرے، وہ کوئی نصیحت قبول نہ کرے اور حکم الٰہی کے سامنے جھکنے کو تیار نہ ہو تو مسلمانوں کے لیے ایسے سرکش گروہ سے جنگ کرنا واجب ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ حکم الٰہی کی طرف لوٹ جائے اور بغاوت سے باز آ جائے، ایسے سرکش گروہ سے ہتھیار اور دیگر چیزوں سے جنگ کی جائے گی اور ثالثی کا کردار ادا کرنے والا ان تدابیر کو اختیار کرے گا جن سے باغی گروہ کو حکم الٰہی کی طرف لوٹا سکے، اگر یہ مقصد بغیر ہتھیار اٹھائے حاصل ہو جائے تو بہت اچھی

---

❶ التفسیر الصحیح / حکمت البشیر (٤/ ٣٦٩).
❷ التفسیر المنیر/ الزحیلی (٢٦/ ٢٣٧).
❸ صحیح البخاری، حدیث نمبر (٧١٠).
❹ التفسیر المنیر/ الزحیلی (٢٦/ ٢٣٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بات ہے، ورنہ ہتھیار اٹھانا ضرور ہو جاتا ہے۔

اور فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا ۖ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾ (الحجرات: ۱۰) کا مفہوم ہے کہ اگر قتال کے بعد سرکش گروہ اللہ کا حکم اور اس کا فیصلہ ماننے کو تیار ہو جائے تو مسلمانوں پر دونوں گروہوں کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا واجب ہو جاتا ہے اور ان کی ذمہ داری بنتی ہے کہ حکم الٰہی کے مطابق، ظالم کے ہاتھ کو ظلم سے روکیں، تاکہ دونوں گروہوں کے درمیان جدال وقتال نہ پیدا ہو، پھر ثالثی کردار ادا کرنے والوں کو عدل کے ساتھ فیصلہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ عدل پرور منصفین کو پسند کرتا ہے، انھیں بہت اچھا بدلہ دیتا ہے، اسلام اپنے ماننے والوں کو تمام معاملات میں عدل و انصاف کا پابند بناتا ہے۔ ❶ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((اَلْمُقْسِطُوْنَ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰی يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰی مَنَابِرَ مِنْ نُّوْرٍ، عَلٰی يَمِيْنِ الْعَرْشِ، اَلَّذِيْنَ يَعْدِلُوْنَ فِيْ حُكْمِهِمْ وَاَهْلِيْهِمْ وَمَا وَلُّوْا.)) ❷

''عدل و انصاف کرنے والے لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس عرش کے دائیں طرف نور کے منبروں پر جلوہ افروز ہوں گے، یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنے فیصلوں میں، اپنوں کے درمیان اور جس کے ذمہ دار بنائے گئے، سب میں عدل و انصاف کرتے تھے۔''

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان حالات میں مصالحت پیدا کرنے کا حکم دیا جب قتال کی نوبت نہ آئے، اگرچہ یہ اختلافات کتنے چھوٹے ہی کیوں نہ ہوں، فرمایا:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ﴾ (الحجرات: ۱۰)

''مومن لوگ بھائی بھائی ہیں اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کراو، گویا یہ آیت کریمہ مسلمانوں کے باہمی تعلقات کی اہمیت کی ایک اساس ہے۔'' ❸

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے دو گروہوں کے درمیان جدال وقتال ہو جانے سے کسی ایک کو یا دونوں کو صفت ایمان سے خارج نہیں کیا بلکہ انھیں ''مُؤْمِنُوْنَ'' کہا۔ پس عام مومنوں کے بالمقابل مومنوں کے سردار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اس آیت کے حکم میں سب سے پہلے شامل ہونے کے مستحق ہیں، خواہ معرکہ جمل میں ان کی خون ریزیوں کی بات ہو، یا معرکہ صفین میں۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے اس آیت کریمہ کی روشنی میں مسلمانوں کے درمیان مصالحت کی پوری کوشش کی اور طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما نے آپ کی بات قبول بھی کر لیا تھا، لیکن عبداللہ بن سبا کے چیلوں نے مصالحت نہ ہونے دی اور مسلمانوں کی دو جماعتوں میں جنگ کی آگ لگا کر دم لیا، اس واقعہ کی تفصیل ان شاء اللہ آئندہ صفحات میں مناسب مقام پر آئے گی۔

---

❶ تفسير المنير (۲۶/ ۲۳۸). ❷ صحيح مسلم (۱۸۲۷).
❸ سورة الحجرات/ ناصر العمری (۳۰۵).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح علی رضی اللہ عنہ نے شام والوں سے بھی مصالحت کی بھرپور کوشش کی، اور اس میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔ لیکن جب مصالحت وسالمیت کی تمام تدبیریں اور کوششیں ناکام ہوگئیں تو مجبور ہو کر آپ نے تلواروں کو بے نیام کیا، تاکہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کی سمع وطاعت اور خلافت اسلامیہ کی وحدت کا قائل کرسکیں، لیکن معاویہ رضی اللہ عنہ نے بیعت کے لیے قاتلین عثمان کی سپردگی کی شرط لگا دی۔ درحقیقت یہ آپ کا اجتہاد تھا، جس میں آپ سے غلطی ہوگئی، جب کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اپنے اجتہاد میں حق بجانب تھے، تو نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں کے درمیان جنگ ہو کر رہی۔

اللہ تعالیٰ نے ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ کہہ کر تمام باہم دست بگریباں مومنوں کے لیے ایمانی اخوت کو ثابت کیا ہے، پس جنگ جمل کے موقع پر علی اور طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہم، اور جنگ صفین کے موقع پر ان کے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جو کچھ خون ریزیاں ہوئیں، وہ سب بدرجہ اولیٰ اس حکم میں شامل ہیں اور یہیں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جمل اور صفین کے معرکوں میں باہم دست وگریباں ہونے والے تمام صحابہ مومن ہیں۔ ان تاریخی حوادث کے سبب صحابہ کو مطعون کرنے، یا انھیں ایمان سے خارج کرنے، یا ان کے حق میں کسی بھی طرح کے نازیبا کلمات کہنے اور لکھنے کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس طرح کی تمام بکواسات کی تردید کے لیے بس یہی بات کافی ہے کہ ان آیات میں انھیں مومن کہا گیا ہے، ان شاء اللہ ان لڑائیوں کا تفصیلی بیان آئندہ صفحات میں ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مومنوں کو دینی بھائی قرار دیا اور بتایا کہ وہ ایک ہی اساس یعنی ایمان پر متحد ہیں۔ اس لیے ہر دو جھگڑنے والے مسلمان بھائیوں کے درمیان مصالحت کرانا ضروری ہے اور اس حکم پر مزید تاکید کرتے ہوئے اس نے تقویٰ کا حکم دیا ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ اس اصلاح اور تمھارے دیگر معاملات کا قائد اللہ کا تقویٰ اور اس کا خوف وخشیت ہو، یعنی تم اس مصالحت کو اس طرح نبھاؤ کہ حق اور عدل اس کا لازمہ ٹھہرے۔ فریقین میں سے کسی ایک کی جانب داری نہ ہو، اس لیے کہ سب تمھارے بھائی ہیں اور اسلام نے سب کے درمیان برابری رکھی ہے۔ ان میں کسی کو کسی پر فضیلت اور امتیاز نہیں، ایسا کرتے رہو تاکہ تقویٰ یعنی احکامات کی پابندی اور منہیات سے باز رہنے کی وجہ سے تم اللہ کی رحمت کے مستحق بن سکو۔ ❶

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے درمیان مصالحت کی کوششوں کی عظمت واہمیت کو نمایاں کرتے ہوئے اسے اللہ کی رحمت کے نزول کا سبب قرار دیا۔ ❷

اس آیت کریمہ میں ایک بات اور قابل توجہ ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ''دو مسلمان افراد'' کے درمیان جھگڑا کی صورت میں مصالحت کے وقت تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا جب کہ ''مسلمانوں کے دو گروہوں میں مصالحت'' کے وقت یہ حکم نہیں دیا۔ اس کا راز یہ ہے کہ ''دو افراد'' کے درمیان لڑائی کے وقت اس کا دائرہ وسیع ہونے کا اندیشہ رہتا ہے اور وہاں تقویٰ کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے، جب کہ ''دو گروہوں'' کی لڑائی میں فتنہ وفساد کا اثر عام ہو چکا ہوتا

---

❶ التفسیر المنیر (۲٦/ ۲۳۹).

❷ منهج القرآن الكريم في إصلاح النفوس / الحجيري، ص: (۱٦)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے، اور اکثریت اس کے لپیٹ میں آ چکی ہوتی ہے۔ ❶

اسی طرح ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ﴾ میں ﴿إِنَّمَا﴾ کا کلمہ حصر کا فائدہ دیتا ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ حقیقی اخوت دو مومنوں ہی کے درمیان ہوسکتی ہے، ایک مومن اور ایک کافر کے درمیان اخوت نہیں ہوسکتی، اس لیے کہ اسلام ہی وہ اساس ہے جس پر اس کے پیروکار متحد ہوسکتے ہیں۔ نیز یہ آیت رہنمائی کرتی ہے کہ مصالحت کا وجوبی حکم مسلمان بھائیوں کے درمیان ہے نہ کہ کفار کے درمیان۔ لہٰذا اگر لڑائی کافروں کے درمیان ہو اور وہ ذمی ہوں یا مستامن (امن کے طلب گار) تو ان کی مدد، حمایت اور ان سے ظلم دور کرنا واجب ہے۔ اسی طرح اگر لڑنے والوں میں ایک مسلمان اور دوسرا حربی کافر ہو تو مسلمان کی مدد مطلق طور پر واجب ہے۔ ❷

ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ آیت کریمہ مسلمانوں کے باہمی جدال وقتال اور ان کی اجتہاد وتاویل پر مبنی لڑائیوں کے حکم کی اساس ہے، صحابہ کرام نے اسی پر اعتماد کیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہی تھی جب آپ نے فرمایا کہ: ((تَقْتُلُ عَمَّارًا الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ)) ''عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو باغی جماعت قتل کردے گی۔'' باغیوں سے قتال کرنا فرض کفایہ ہے۔ اگر بعض لوگ اسے ادا کردیں تو باقی لوگوں کی طرف سے فرض ساقط ہوجاتا ہے اور اسی کے پیش نظر سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن عمر اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ لڑائی میں شریک نہ ہوئے اور ہر ایک نے اپنی عدم مشارکت کا عذر بیان کیا، جسے علی رضی اللہ عنہ نے اسے قبول کیا۔'' ❸

علاوہ ازیں اس آیت سے اور بھی احکامات مستنبط ہوتے ہیں، جنھیں ہم -ان شاء اللہ- صحابہ کے درمیان واقع ہونے والے حوادث، واقعات کے پہلو بہ پہلو دیکھتے چلیں گے۔ تحکیم اور باغی گروہ سے قتال کے نظام کو اس سلسلہ میں ہونے والی تمام انسانی کوششوں پر سبقت حاصل ہے اور کوتاہ ومجبور اور بے دست وپا انسانیت کی ہر کوشش کے مقابلہ میں جنھیں اس نے اپنے مفلوج تجربات میں نافذ کرنا چاہا، ہر جگہ یہ کامل رہا اور عیوب ونقائص سے پاک رہا۔ مزید برآں یہ نظام نظافت، امانت، اور مکمل عدل وانصاف کی صفت سے متعارف رہا، اس لیے کہ اس نظام میں فیصلے کا مرکزی نقطہ وہ رہا ہے، جس میں ذاتی مفاد، نفس پرستی، نااہلی اور کوتاہی کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ ❹

جنگی حالات پیدا ہوجانے سے لے کر آخری دم تک مصالحت کی کوششیں ہوتی رہیں اور بالآخر اس نے عظیم صلح کا تاج پہن ہی لیا جس کے لیے حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے منصوبہ بندیاں کی تھیں۔

---

❶ التفسير المنير (٢٦/ ٢٣٩).
❷ التفسير المنير (٢٦/ ٢٤٠).
❸ أحكام القرآن (٤/ ١٥٠) التفسير المنير (٢٦/ ٢٤٣).
❹ فی ظلال القرآن (٦/ ٣٣٤٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۱)

معرکۂ جمل کا پس منظر

سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا فتنہ دیگر بہت سارے فتنوں کے وجود کا سبب بنا اور مابعد کے فتنوں پر اس نے اپنا سایہ دراز کیا، شہادت عثمان کا حادثہ متعدد اسباب وعوامل کے نتیجہ میں رونما ہوا تھا، مثلاً معاشرہ کی خوش حالی اور سماج پر اس کے اثرات، معاشرتی زندگی کے مزاج میں تبدیلی، عمر رضی اللہ عنہ کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ کا انتخاب، بڑے بڑے ممتاز صحابہ کا مدینہ سے کوچ کر جانا، علاوہ ازیں جاہلی عصبیت، فتوحات کا توقف، جہالت پر مبنی دین داری، نظریں گڑائے بیٹھے دشمنوں کی ناجائز تمنائیں، حاسدوں کی سازش، عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف تنقیدات و اعتراضات کو بھڑکانے کی محکم تدبیر، عوام کو برانگیختہ کرنے والے متعدد اسلوب اور ان سب کے پیچھے عبداللہ بن سبا کا گھناؤنا کردار وغیرہ ایسے اسباب بنے جو شہادت عثمان کی شکل میں ظاہر ہوئے، میں نے اپنی کتاب ''عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ شخصیت اور کارنامے'' میں ان اسباب پر مفصل گفتگو کی ہے۔ [1]

سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے لوگ بہت محبت کرتے تھے، اس لیے کہ آپ کی سیاست بڑی عمدہ تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا گہرا تعلق تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع پر ان کی مدح ومنقبت میں احادیث سنائی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں ان کے نکاح میں آئی تھیں جن کی وجہ سے آپ کو ذوالنورین کہا جاتا تھا، آپ جنت کے بشارت یافتہ تھے، آپ نے اپنی زندگی میں شرپسندوں کے مظالم کا سامنا کیا، آپ چاہتے تو ایسے لوگوں کا صفایا کر سکتے تھے، لیکن محض اس خوف سے آپ نے ان کے خلاف کوئی اقدام نہیں کیا کہ کہیں امت محمدیہ میں خون ریزی کا سبب اوّل آپ نہ بن جائیں۔ آپ کی زندگی میں ظاہر ہونے والے فتنوں کے ساتھ آپ کی سیاسی روش، بردباری، صبر اور عدل پر قائم تھی۔ آپ نے صحابہ کرام کو شرپسندوں سے قتال کرنے سے منع کر دیا تھا اور اپنی جان کی قربانی دے کر بے شمار مسلمانوں کی جان بچانا پسند کیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کی شہادت دوسرے بہت سارے فتنوں کے ظہور کا سبب بن گئی اور وہ فتنے اپنے مابعد کے پے در پے رونما ہونے والے فتنوں پر اپنا سایہ دراز کرتے گئے، آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت تمام مسلمانوں کے لیے ایک عظیم سانحہ تھی، جس کے چیلنجوں کو قبول کرنے کے لیے پورا اسلامی معاشرہ اٹھ کھڑا ہوا اور لوگ کئی حصوں میں تقسیم ہو گئے۔ آپ کی شہادت کے بعد صحابہ نے آپ کے تئیں جس موقف کا اظہار کیا وہ آپ کی اتہامات سے براءت، اور عظمت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ تمام صحابہ آپ کے بے قصور ہونے اور آپ کے خون کا بدلہ لینے پر متفق تھے، فرق صرف اتنا تھا کہ قصاص لینے کی کیفیت

---

[1] عثمان بن عفان، ص (۳۱۱ تا ۳۴۰).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

متعین کرنے میں ان کے موقف میں اختلاف تھا۔
بہتر ہوگا کہ اصل واقعہ نقل کرنے سے قبل اس فتنہ کی آگ لگانے میں عبداللہ بن سبا کے کردار پر روشنی ڈالی جائے۔

فتنہ انگیزی میں سبائیت کا اثر

ا۔ کیا عبداللہ بن سبا ایک خیالی شخصیت تھی......؟

تمام متقدمین مورخین متفقہ طور پر اس کے حقیقی وجود کے قائل ہیں۔ معاصرین میں سے کچھ ہی لوگ اس کے منکر ہیں اور ان میں اکثریت کا تعلق روافض سے ہے۔ منکرین کی دلیل یہ ہے کہ عبداللہ بن سباء سیف بن عمر تمیمی کی ذہنی پیداوار ہے، کیونکہ بعض علمائے رجال نے روایت حدیث کے باب میں سیف پر تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ فن رجال کے بعض علماء نے روایت حدیث کے باب میں اس پر کلام کیا ہے اور تاریخی روایات کے سلسلہ میں علما نے اس کو حجت مانا ہے۔ معا یہ بھی معلوم رہے کہ ابن عساکر نے ایسی بہت ساری روایات کو نقل کی ہیں جن میں عبداللہ بن سبا کا ذکر آیا ہے لیکن ان روایات کے راویوں میں کہیں بھی سیف بن عمر التمیمی کا نام نہیں ملتا اور امام البانی رحمہ اللہ نے ان میں بعض روایتوں کو سنداً صحیح قرار دیا ہے۔ [1]

نیز یہ روایات شیعہ مذہب کی فرق، رجال اور حدیث کی کتابوں میں منقول ان بہت ساری روایتوں کے علاوہ ہیں جن میں ابن سبا کا ذکر آیا ہے اور ان میں دور نزدیک کہیں بھی سیف کا نام نہیں ملتا۔

عبداللہ بن سبا کی شخصیت اور اس کے حقیقی وجود کے بارے میں تشکیک کی کوشش اس لیے کی گئی تا کہ ایک تیر سے دو شکار ہوں یعنی ایک طرف مسلمانوں کے درمیان فتنوں کی بیج بونے والے حاقد وحاسد یہودی عنصر کے کردار پر پردہ پڑ جائے اور دوسری طرف صحابہ کو متہم کر دیا جائے کہ وہی فتنہ کے اصل سبب تھے، تا کہ مسلمانوں کے دل و دماغ میں صحابہ کی جو تابناک تصویریں اور بے مثال کارناموں کے نقوش ہیں انھیں کھرچ کھرچ کر نکال دیا جائے۔

اسی طرح بعض معاصرین نے جن میں اکثریت روافض شیعہ کی ہے، عبداللہ بن سبا کے حقیقی وجود کو تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے اور اس کے پس پردہ ان کی کوشش یہ ہے کہ اپنے مذہب کی بنیاد کو اس کے حقیقی موسس سے پاک کر کے پیش کریں، حالانکہ تمام تر متقدمین مورخین سنی ہوں یا شیعہ سب اس بات کے خلاف ہیں۔

یہاں اس بات کی طرف بھی اشارہ کر دینا مناسب ہے کہ اہل سنت میں شمار کیے جانے والے جن حضرات نے عبداللہ بن سبا کا انکار کیا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو مستشرقین سے متاثر ہیں اور انھیں کے سامنے زانوائے تلمذتہ کیا ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ یہ لوگ کس قدر حیا سے عاری اور جاہل ہیں۔ تاریخ اور فِرَق کے بیان پر مشتمل تمام کتابیں اس کی زندگی اور سیاہ کارناموں پر مفصل گفتگو کرتی ہیں، راوۃ تاریخ وحدیث اس کے کردار پر بحث کرتے ہیں اور چہار دانگ عالم میں اس کے اخبار و کردار کی جلوہ گری ہے۔ سبائیت کے موضوع پر گفتگو کرنے والے تمام مورخین و

[1] دعاوی الإنقاذ للتاریخ الإسلامی / العودة، شیخ البانی رحمہ اللہ کی ذکر کردہ تمام سندوں کو اس میں مصنف نے ذکر کیا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

محدثین اور فِرَق ومِلَل، طبقات وانساب اور ادب کے تمام مولفین ومصنّفین عبداللہ بن سبا کے حقیقی وجود پر متفق ہیں جو کہ اس دور کے فتنہ کی روایات میں خاص طور پر نمایاں ہو اور ان میں ابن سبا کا کردار نمایاں کرنے والی روایتیں صرف تاریخ طبری اور سیف بن عمر تمیمی کی روایات تک محدود اور انھی منحصر نہیں ہیں، بلکہ متقدمین کی روایات میں اس سے متعلق روایات کی کثرت ہے اسی طرح اسلامی تاریخ کے واقعات پر اُس دور کے فِرَق ومِلَل کے خیالات اور آراء واقوال کو دقت نظری سے تحریر کرنے والی کتابوں کے درمیان یہ اخبار وروایات عام ومشہور ہیں۔ بس فرق صرف اتنا ہے کہ ان مصادر کے درمیان تاریخ طبری کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کے مشتملات زیادہ اور مفصل ہیں۔

چنانچہ بلا کسی سند اور دلیل کے ان حوادث وواقعات میں شک وشبہ پیدا کرنا اور یہ کہنا کہ عبداللہ بن سبا کا ذکر صرف سیف بن عمر التمیمی کی روایت میں آیا ہے۔ جب کہ دیگر صحیح روایات کے حوالے سے کہ جن میں سیف بن عمر تمیمی کی روایت نہیں ہے، عبداللہ بن سبا کا ذکر ثابت ہو چکا ہے۔ گویا دیگر تمام روایات کو مسترد کرنے اور ان روایتوں کے ناقلین، علماء اور راویان کو بے وقوف ثابت کرنے اور تاریخی حقائق پر جھوٹ کی ملمع سازی کے مترادف ہے، تو کیا بے شمار نصوص وروایات کے مقابل میں خالص عقلی استنباطات کو بھی منہجیت میں شمار کیا گیا؟ اور کیا وہ لاتعداد قدیم وجدید مصادر جو کہ ابن سبا کو حقیقی شخصیت کی شکل میں پیش کر رہے ہیں ان سے یکسر روگردانی کرنے کو علمی تحقیق کہا جا سکتا ہے؟ ❶

سنی کتب مصادر میں ابن سبا کا ذکر:

اہل سنت علماء کی کتابوں میں ابن سبا کا ذکر بکثرت آیا ہے، ان کی ایک معمولی جھلک یہاں پیش کی جارہی ہے۔ ۳۷ھ کا شاعر اعشیٰ ہمدان ❷ سبائیت کا تذکرہ کرتا ہے، اس نے مختار بن ابی عبید ثقفی اور اس کے کوفی معاونین کا اس وقت ہجو کیا جب وہ قبائل کوفہ کے اشراف کو لے کر بصرہ بھاگ گیا۔ اس نے کہا تھا۔

شَهِدْتُ عَلَيْكُمْ أَنَّكُمْ سَبَئِيَّةٌ ۔۔۔ وَأَنِّي بِكُمْ يَا شُرْطَةَ الْكُفْرِ عَارِفُ ❸

"میں تمھارے خلاف شہادت دے رہا ہوں کہ تم سبائی ہو اور اے کفر کے سپاہیو! میں تمھیں خوب اچھی طرح پہچانتا ہوں۔"

امام شعبی (م ۱۰۲ھ موافق ۸۶۰ء) کی روایت سے عبداللہ بن سبا کے جھوٹ کا پتا چلتا ہے۔ ❹

ابن حبیب ❺ (م ۲۴۵ء موافق ۸۶۰ء) نے ابن سبا کے سلسلہ میں گفتگو کی ہے اور اس کو حبشی خاتون کا بیٹا قرار دیا ہے۔ ❻

---

❶ دعاوی الانقاذ للتاریخ الإسلامی / العودة، تحقیق مواقف الصحابة (۱/ ۷۰).

❷ ان کا نام عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن حارث الہمدانی ہے اور اعشی ہمدان کے نام سے مشہور ہیں۔

❸ دیوان اعشیٰ همدان، ص (۱٤۸).

❹ تاریخ دمشق / ابن عساکر (۹/ ۳۳۱).

❺ تاریخ بغداد (۲/ ۲۷۷).

❻ عبدالله بن سبا / العودة، ص (۵۳) المحبّر / ابن حبیب، ص(۳۰۸).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح ابو عاصم خُشیش بن اصرم (متوفی ۲۵۳ھ) نے اپنی کتاب "الاستقامة" میں علی رضی اللہ عنہ کے ذریعے سے ابن سبا کے ساتھیوں کی ایک جماعت کو نذر آتش کرنے کا واقعہ نقل کیا ہے۔ ❶

جاحظ ❷ (متوفی ۲۵۵ھ) ابن سبا کی طرف اشارہ کرنے والے اولین لوگوں میں سے ایک ہے۔ ❸ لیکن ابن سبا کے بارے میں اس کی روایت سب سے قدیم نہیں ہے جیسا کہ ڈاکٹر جواد علی بیان کرتے ہیں۔ ❹

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں زندیقوں کی ایک جماعت کو نذر آتش کرنے کا واقعہ صحاح، سنن اور مسانید کی کتابوں میں موجود ہے۔ ❺ اور عبداللہ بن سبا اور اس کی جماعت کے لیے زندیق کا لفظ کوئی نیا نہیں ہے بلکہ وہ اس کی جماعت کے مستحق ہیں۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "رافضیت کی بنیاد زندیق عبداللہ بن سباء کے ہاتھوں سے پڑی۔" ❻

اور امام ذہبی فرماتے ہیں:

"عبداللہ بن سبا متعصب زندیقوں میں سے ہے، گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے۔" ❼

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"عبداللہ بن سبا متعصب زندیقوں میں سے ہے۔ اس کے پیروکاروں کو سبائی کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی الوہیت کا عقیدہ رکھتے ہیں، جب کہ آپ نے اپنے دور خلافت میں انھیں آگ میں جلا دیا تھا۔" ❽

جرح وتعدیل کی کتابوں میں بھی ابن سبا کا ذکر ملتا ہے۔ ابن حبانؒ (متوفی ۳۵۴ھ) کہتے ہیں:

"محمد بن سائب کلبی مورخ سبائی عبداللہ بن سبا کے ساتھیوں میں سے تھا، ان لوگوں میں سے تھا جن کا عقیدہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کی وفات نہیں ہوئی ہے، وہ قیامت سے پہلے دنیا میں لوٹیں گے...... یہ لوگ جب کوئی بادل کا ٹکڑا دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اس میں امیر المومنین ہیں۔" ❾

اسی طرح کتب انساب بھی عبداللہ بن سبا کی طرف سبائیوں کی نسبت ثابت کر رہی ہیں جن کے مطابق یہ سب متعصب روافض ہیں، عبداللہ بن سبا اصلاً ایک یمنی یہودی تھا، اس نے بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھ لیا تھا۔ ❿ عبداللہ بن سبا کے سلسلہ میں صرف سیف بن عمر کی روایات ہی مرجع نہیں ہیں بلکہ ابن عسا کر نے اپنی تاریخ میں متعدد ایسی روایات بیان کی ہیں جس کی سند میں سیف بن عمر نہیں ہے اور یہ روایات ابن سبا کے وجود کو ثابت کرتی ہیں اور اس کی کارستانیوں کو بیان کرتی ہیں۔ ⓫

---

❶ تذكرة الحفاظ (٢/ ٥٥١) شذرات الذهب (٢/ ١٢٩).
❷ وفيات الأعيان (٣٠، ٤٧٠).
❸ البيان والتبيين (٣/ ٨١).
❹ تحقيق مواقف الصحابة (٨/ ٢٩٠).
❺ عبدالله بن سباء / العودة، ص (٥٣).
❻ مجموع الفتاوىٰ (٢٨/ ٤٨٣).
❼ ميزان الاعتدال / الذهبي (٢/ ٤٢٦).
❽ لسان الميزان / ابن حجر (٣/ ٣٦٠).
❾ المجروحين من المحدثين / أبو حاتم (٢/ ٢٥٣).
❿ الأنساب (٧/ ٢٤).
⓫ تحقيق مواقف الصحابة (١/ ٢٩٨)، عبدالله بن سبأ / العودة ص (٥٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''رفض وتشیع کی اصل بنیاد زندیق منافقین ہیں اور زندیق ابن سبا اس کا موسس ہے۔ اس نے علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت وعقیدت میں غلو کیا، آپ کی امامت وخلافت کی طرف دعوت دی، اس پر نص ہونے اور آپ کی عصمت کا دعویٰ کیا۔'' ❶

امام شاطبی ❷ (متوفی ۷۹۰ھ) اشارہ کرتے ہیں کہ سبائیت اعتقادی بدعات میں سے ہے جو اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کا وجود تسلیم کرتے ہیں، یہ بدعت تمام بدعتوں سے مختلف ہے۔ ❸

مقریزی (متوفی ۸۴۵ھ) اپنی کتاب "الخطط والآثار......" میں لکھتے ہیں:

''عبداللہ بن سبا علی رضی اللہ عنہ کے زمانے سے ہی آپ کے نام امامت وخلافت کی وصیت آپ کی رجعت اور تناسخ ارواح کا عقیدہ عوام کے درمیان لے کر اٹھ کھڑا ہوا۔'' ❹

شیعی کتب مراجع و مصادر میں ابن سبا کا ذکر:

شیعہ عالم الکشی نے محمد بن قولویہ سے روایت کیا ہے کہ مجھ سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا اور اس نے کہا کہ مجھ سے یعقوب بن یزید اور محمد بن عیسیٰ نے بیان کیا اور ان دونوں نے علی بن مہزیار سے روایت کیا، اس نے فضالہ بن ایوب ازدی سے روایت کیا اور اس نے ابان بن عثمان سے کہ میں نے ابوعبداللہ کو فرماتے ہوئے سنا:

''عبداللہ بن سبا پر اللہ کی لعنت ہو، اس نے امیر المومنین کے بارے میں ربوبیت کا دعویٰ کیا۔ اللہ کی قسم! امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اللہ کے اطاعت شعار بندے تھے، بربادی ہو اس کی جس نے ہم پر جھوٹ باندھا، ایک جماعت ایسی ہے جو ہمارے بارے میں ایسی باتیں کہتی ہے جسے ہم سوچتے بھی نہیں، اس سے ہم اللہ کے ہاں اپنی برأت کا اظہار کرتے ہیں۔'' ❺

یہ روایت شیعوں کے نزدیک سنداً بالکل صحیح ہے۔ ❻

دوسرے شیعی مورخ القمی نے "كتاب الخصال" میں اسی روایت کو دوسری موصول سند سے نقل کیا ہے۔ اسی طرح "روضات الجنات" کے مولف نے ابن سبا کا ذکر صادق ومصدوق امام ہی کی زبان میں کیا ہے، جس میں انھوں نے ابن سبا کے متہم بالکذب ہونے بلکہ جھوٹ بکنے اور راز کی باتوں اور تاویلات کو عام کرنے کی وجہ سے اس پر لعنت بھیجی ہے۔ ❼

---

❶ مجموع الفتاویٰ/ ابن تیمیه (٤/ ٤٣٥).

❷ آپ کا نام ابراہیم بن موسیٰ محمد الغرناطی ہے۔

❸ الاعتصام (٢/ ١٩٧).

❹ المواعظ والاعتبار بذكر الخطط والآثار / المقريزى (٢/ ٢٥٦، ٢٥٧).

❺ رجال الكشى (١/ ٣٢٤).

❻ عبدالله بن سباء الحقيقة المجهولة للشيعه / محمد على المعلم، ص (٣٠).

❼ عبدالله بن سباء/ سليمان العودة، ص (٦٢)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر سلیمان العودہ نے اپنی کتاب میں عبداللہ بن سبا کے بارے میں شیعی تحریرات و مرویات کا ایک مجموعہ نقل کیا ہے، یہ مجموعہ اپنے موضوع پر ایک دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے اور متاخرین شیعہ میں سے جو لوگ عبداللہ بن سبا کے انکار یا اس کے بارے میں وارد شدہ روایتوں میں یہ دلیل دیتے ہوئے تشکیک کرنے کی کوشش کررہے ہیں کہ جن مصادر میں عبداللہ بن سبا کا ذکر ہے، وہ کم ہیں یا غیر معتبر ہیں، ایسے تمام لوگوں کو سر جھکانے پر مجبور کرتا ہے۔ ❶

ابن سبا کا وجود ایک تاریخی حقیقت ہے:

اس کا وجود ایک تاریخی حقیقت ہے، اس میں کوئی غموض وابہام نہیں، سنی مصادر ہوں یا شیعی، قدیم ہوں یا جدید سب میں برابر اس کا ذکر موجود ہے۔ اسی طرح بیشتر مستشرقین جیسے جولوپس ویلسن (J. Wellhausen)، ❷ فان فولٹن، ❸ لیفی ڈیلا فیڈا، ❹ گولڈ زیہر، ❺ رینالڈ نکلسن (Reynold Necholson) ❻ اور ڈیوڈ رینالڈ (Devid Reynold) ❼ وغیرہ بھی اس کے وجود کے قائل ہیں۔ چند مستشرقین جیسے کایٹانی (Caetani)، برنارڈ لویس (Bernhardt Louis) ❽ اور فریدلینڈر وغیرہ کی نگاہ میں ابن سبا ایک مشکوک یا محض ایک خیالی شخصیت ہے اور اس کے بارے میں خود یہ لوگ کبھی ہاں اور کبھی نہیں کے درمیان متردد ہیں۔ ❾ بہرحال ان کی جو بھی تحقیق ہو ہمیں اس سے واسطہ نہیں ہے کیونکہ ہمارے اپنے تاریخی واقعات میں ہم ان کو کچھ شمار نہیں کرتے۔

کوئی بھی شخص جو اہل سنت اور شیعہ کے قدیم وجدید مصادر کی چھان بین کرے گا اسے یقین ہو جائے گا کہ ابن سبا کا وجود ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔ تاریخی روایات سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ عقائد کی کتابیں اس کے بارے میں معلومات بہم پہنچاتی ہیں۔ کتب حدیث، کتب رجال اور انساب، ادب اور لغت کی کتابیں اس کے ذکر سے بھری پڑی ہیں اور بیشتر محققین ومحدثین اسی رخ پر چلے ہیں۔

تحقیق وجستجو کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ سب سے پہلے مستشرقین نے ''ابن سبا'' کی شخصیت کو مشکوک بنایا ہے۔ پھر دور حاضر کے اکثر شیعہ نے اس خیال کو ہر ممکن طریقے سے تقویت دی، بلکہ بعض شیعوں نے تو اس کا انکار ہی کر دیا اور ان کے بعد دور حاضر کے بعض عرب محققین کو مستشرقین کی رائے بہت پسند آئی، جب کہ ان میں بعض حضرات شیعہ محدثین کی تحریروں سے متاثر ہو گئے۔ لیکن ان تمام لوگوں کے پاس اپنے شک اور انکار پر سوائے شک، نفس پرستی، وہم اور مفروضوں کے علاوہ کوئی دلیل نہیں ہے۔ ❿

اگر آپ ابن سبا کو ذکر کرنے والے شیعی، سنی اور استشراقی مراجع ومصادر کے بارے میں تفصیلی معلومات

---

❶ عبداللہ بن سباء / سلیمان العودۃ، ص (٦٢).
❷ الخوارج و الشیعہ، ص (١٧٠).
❸ السیادۃ العربیۃ والشیعۃ والإسرائیلیات، ص (٨٠).
❹ تحقیق مواقف الصحابۃ (١/ ٣٢١).
❺ العقیدۃ والشریعۃ الإسلامیۃ، ص (٢٢٩).
❻ تاریخ العرب الأدبی فی الجاھلیۃ، ص (٢٣٥).
❼ عقائد الشیعۃ، ص (٥٨).
❽ أصول الإسماعیلیۃ، ص (٨٦).
❾ تحقیق مواقف الصحابۃ (١/ ٣١٢).
❿ تحقیق مواقف الصحابۃ (١/ ٣١٢).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چاہتے ہیں، تو ڈاکٹر محمد امحزون کی کتاب "تحقیق مواقف الصحابة فی الفتنة" اور ڈاکٹر سلیمان بن حمد العودۃ کی کتاب "عبدالله بن سباء و أثره فی أحداث الفتنة فی صدر الإسلام" کا مراجعہ کریں۔ ❶

۲۔ فتنہ کو متحرک کرنے میں عبداللہ بن سبا کا کردار:

جب خلافت عثمان رضی اللہ عنہ کے آخری سالوں میں بعض ان اسباب وعوامل کے نتیجہ میں جس کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔ اسلامی معاشرہ کے افق پر اضطراب کی سرخیاں ظاہر ہونے لگیں تو بعض یہودیوں نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر، اور تقیہ کا اصول استعمال کرتے ہوئے فتنہ کے اسباب وعوامل کا استحصال کرنا چاہا اور اپنے ظہور کے موقع کی تلاش میں لگ گئے، انھیں میں سے ایک یہودی عبداللہ بن سبا بھی تھا جس کا لقب ابن السوداء تھا۔ ابن سبا کی شخصیت سے بہت گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ بعض مبالغہ پرستوں نے اس فتنہ میں اس کے کردار کو خوب بھاری بھرکم انداز میں پیش کیا ہے۔ ❷ اور نہ ہی اس کے وجود میں شک کرنا، یا فتنہ کی آگ لگانے میں اس کے نمایاں اور خطرناک کردار کو معمولی سبب مان کر اسے ہلکا جاننا درست ہے۔ اس لیے کہ وہاں فتنہ سامانی کے کئی ماحول پیدا کیے گئے تھے اور دیگر عوامل اس کا ساتھ دے رہے تھے۔ ابن سبا کا کردار صرف یہ تھا کہ اس کی حسد پسند یہودی طبیعت اپنے مقصد کے حصول کے لیے چند خود ساختہ عقائد وخیالات کا سہارا لینے پر مجبور ہوئی اور اپنے گمشدہ مقصد اور مطلوبہ ہدف تک پہنچنے کے لیے انھیں عام کرنے لگا، اس کا مقصد اسلامی معاشرہ میں گھس کر اس کی وحدت واجتماعیت کو چاک کرنا تھا، وہ یہ چاہتا تھا کہ امت مسلمہ کے درمیان اختلاف کی بیج بودے اور اس میں فتنہ کی آگ بھڑکا دے۔ چنانچہ اس کی یہ کوشش شہادت عثمان رضی اللہ عنہ اور امت مسلمہ کے اختلاف وافتراق کے من جملہ اسباب میں سے ایک سبب ثابت ہوئی۔ ❸

عبداللہ بن سبا کے خود ساختہ عقائد کا خلاصہ یہ ہے کہ اس نے تمہیدیں تو سچی باندھیں لیکن ان سے غلط اصول اور فاسد نتائج مستنبط کیے اور یہی اصول ونتائج سخت مزاج کے حامل سادہ لوح لوگوں اور نفس پرستوں میں رائج ہو گئے اور ان اصولوں کو عام کرنے کے لیے اس نے کئی رنگ اپنائے، اپنے اردگرد رہنے والوں سے حقیقت پوشیدہ رکھی، یہاں تک کہ کافی لوگ اس کے ہم خیال ہو گئے۔

چنانچہ اس نے اپنے فاسد ذہن کے نتیجہ میں اپنی تاویلات کے ذریعے سے قرآن کا دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا:

"ایسے لوگوں پر تعجب ہے جو عیسیٰ (علیہ السلام) کی دنیا میں رجعت یعنی واپسی کو مانتے ہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رجعت کا انکار کرتے ہیں، جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ﴾ (القصص: ۸۵) "بے شک جس نے تجھ پر یہ قرآن فرض کیا ہے وہ ضرور

❶ اس موضوع پر اردو زبان میں ڈاکٹر محمد یوسف نگرامی کی کتاب: ''حقیقت رافضیت'' بہت مفید ہے۔ (مترجم)

❷ جیسا کہ سعید افغانی نے اپنی ایک کتاب "عائشة والسياسة" میں کیا ہے۔

❸ تحقیق مواقف الصحابة (۱/ ۳۲۷)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تجھے ایک لوٹنے کی جگہ کی طرف واپس لانے والا ہے۔'' لہٰذا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عیسیٰ (علیہ السلام) کے مقابلے میں لوٹنے کے زیادہ حق دار ہیں۔'' ❶

اسی طرح اس نے علی رضی اللہ عنہ کے حق میں امامت کی وصیت ثابت کرنے کے لیے قیاسِ فاسد کا راستہ اپنایا اور کہا:

''ہزاروں انبیاء تھے اور ہر نبی کا ایک وصی تھا اور علی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وصی ہیں۔''

پھر کہا:

''محمد خاتم الانبیاء ہیں اور علی خاتم الاوصیاء ہیں۔'' ❷

جب اس کے پیروکاروں کے دلوں میں یہ عقیدہ راسخ ہوگیا، تب اس نے اپنے منصوبہ بند مقصد کی طرف پیش قدمی کی، یعنی عوام کو خلیفہ راشد عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت پر ابھارا اور یہ چیز بعض نفس پرستوں کے مزاج کے موافق ٹھہری، اس نے اپنے ہم نواؤں سے کہا:

''بھلا بتاؤ! جو شخص وصیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی کا حق غصب کر کے امت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لے، اس سے بڑا ظالم کون ہوسکتا ہے؟''

اس کے بعد کہا:

''عثمان (رضی اللہ عنہ) نے خلافت پر ناحق قبضہ کرلیا ہے۔ حالانکہ علی رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول کے وصی ہیں، اس کے لیے اٹھ کھڑے ہو اور اس تحریک کو آگے بڑھاؤ، اپنے امراء کو طعن وتشنیع کا نشانہ بناؤ اور اس تحریک کو آگے بڑھانے میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اسلوب اختیار کرو، عوام کو اپنی طرف مائل کرلو گے اور سب کو اسی بات کی طرف بلاؤ۔'' ❸

پھر اس نے اپنے کارندوں کو ملک کے مختلف شہروں میں پھیلا دیا اور دور دراز کے شہروں میں بدطینت قسم کے لوگوں سے خط وکتابت شروع کردی، جواباً انھوں نے بھی خط وکتابت کیا اور خفیہ طور پر لوگوں کو اپنے خیالات کی طرف دعوت دینے لگے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اسلوب اختیار کیا، دوسرے شہروں میں بسنے والے مفسدین کے نام اپنے گورنروں پر اعتراضات اور ان کے عیوب پر مشتمل خطوط بھیجنے لگے اور ان کے ساتھی بھی اسی طرح کی تحریریں ان کو روانہ کرتے، اور ہر ایک اپنے اپنے شہر میں اسے پڑھ پڑھ کر لوگوں کو سناتا۔ اسی طرح مخالفت کی یہ ہوا مدینہ تک آ پہنچی اور پوری اسلامی سلطنت کو ان لوگوں نے اپنے جھوٹے پروپیگنڈے کی لپیٹ میں لے لیا، حالانکہ ان کے ظاہر وباطن میں اختلاف تھا، منہ سے کچھ کہتے اور عملاً کچھ کرتے اور ان خطوط کو سن کر ہر شہر والے

---

❶ تاریخ الطبری (٥/ ٣٤٧) اس آیت کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مولد مکہ جہاں سے آپ نکلنے پر مجبور کر دیئے گئے ہیں، اللہ تعالیٰ وہاں آپ کو دوبارہ لائے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح بخاری میں اس کی یہی تفسیر وارد ہے، چنانچہ ہجرت کے آٹھ سال بعد اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہوگیا اور ٨ ھ میں فاتحانہ طور سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں دوبارہ تشریف لے گئے اور بعض نے معاد سے مراد قیامت لی ہے، وہ مفہوم جو ابن سبا نے اس سے لیا ہے باطل ہے۔ (مترجم)

❷ تاریخ الطبری (٥/ ٣٤٧)۔ ❸ تاریخ الطبری (٥/ ٣٤٨)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کہتے: ''لوگ جس فتنے میں ہیں ہم اس سے عافیت میں ہیں۔'' ❶

ان اقتباسات سے ابن سبا کا وہ اسلوب ظاہر ہورہا ہے جسے اس نے فتنہ ابھارنے کے لیے استعمال کیا تھا۔ اس کی کوشش تھی کہ لوگوں کی نگاہ میں دو عظیم المرتبت صحابہ کرام کے درمیان اختلافات کو ثابت کرلے، جس کے لیے اس نے دونوں میں سے ایک یعنی علی رضی اللہ عنہ کو مظلوم اور دوسرے یعنی عثمان رضی اللہ عنہ کو غاصب دکھایا، اس کے بعد اس نے لوگوں کو اور خاص طور پر اہل کوفہ کو ان کے امراء وحکام کے خلاف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے نام سے بھڑکانے کی کوشش کی، نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ چھوٹے چھوٹے معاملات کو لے کر اپنے گورنروں کے خلاف بغاوت پر اتر آتے۔

ایک دوسرا اسلوب یہ اختیار کیا کہ اپنے اس حملہ میں سادہ دل بدوؤں کو استعمال کیا، تاکہ ان کے ذریعے سے اپنا منصوبہ نافذ کرسکے، ان میں جو قراء تھے، انھیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے نام پر بہکایا۔ لالچیوں اور دولت کے پجاریوں کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف جھوٹے اور سخت تکلیف دہ پروپیگنڈوں کے ذریعے سے بھڑکایا، مثلاً یہ ہنگامہ کھڑا کیا کہ انھوں نے سرکاری مناصب پر اپنے قرابت داروں کو مقرر کردیا ہے، مسلمانوں کے بیت المال سے ناجائز طور پر مال اپنے قرابت داروں میں لٹا رہے ہیں اور حکومتی چراگاہ کو اپنے لیے خاص کرلیا ہے، اس کے علاوہ آپ پر اور کئی تہمتیں لگائیں، جن سے ہنگامہ آرائی کرنے والے لوگ عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف مزید غصہ سے بھڑک گئے۔ حالانکہ آپ ان تمام تہمتوں سے بالکل پاک صاف تھے۔

پھر ایک تیسرا اسلوب یہ اختیار کیا کہ اپنے پیروکاروں کو نصیحت کی کہ سب اپنے اپنے شہروں سے دوسرے شہروں میں غلط اور غصہ بھڑکانے والی خبروں پر مشتمل خطوط بھیجیں۔ اس طرح ملک کے تمام شہروں میں لوگ یہ سوچنے پر مجبور ہوجائیں گے کہ حالات اب بد سے بدتر ہوچکے ہیں اور اس کا فائدہ راست طور سے سبائیوں کو پہنچے گا، کیونکہ عوام الناس کے زبانی حالات کی ابتری کی تصدیق سے اسلامی معاشرہ میں شرانگیزی کرنے کا انھیں موقع مل جائے گا۔ ❷

دوسری طرف عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ احساس ہورہا تھا کہ شہروں میں کچھ نہ کچھ شرانگیزی ہورہی ہے اور معاملہ بگاڑ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس لیے آپ نے فرمایا:

''اللہ کی قسم! بے شک فتنہ کی چکی گھوم چکی ہے۔ اگر عثمان کی موت اس حالت میں ہوئی کہ اس نے اسے حرکت نہ دی تو عثمان کے لیے خوشخبری ہے۔'' ❸

ابن سبا کی سرگرمیوں کا مرکز مصر تھا۔ اس نے وہیں سے عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف اپنی سازش کو منظم کیا تھا اور یہ پروپیگنڈہ کرکے کہ عثمان نے خلافت پر ناحق قبضہ کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی یعنی علی رضی اللہ عنہ کے حق کو غصب کرلیا ہے۔ فتنہ کی آگ بھڑکانے کے لیے لوگوں کو مدینہ چلنے پر ابھارنے لگا۔ ❹

---

❶ تاريخ الطبري (٥/ ٣٤٨).

❷ الدولة الأموية / يوسف العشي، ص (١٦٨). ❸ تاريخ الطبري (٥/ ٢٥٠).

❹ تاريخ الطبري (٥/ ٣٤٨) تحقيق مواقف الصحابة (١/ ٣٣٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کبار صحابہ کی طرف منسوب جھوٹے خطوط دکھا دکھا کر لوگوں کو دھوکے میں رکھا، یہاں تک کہ جب یہ اعرابی مدینہ منورہ پہنچے اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تو انھیں ان کی طرف سے کوئی دل جوئی اور ہمت افزائی نہ ملی، اور عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف نفرت کی آگ لگانے والے جو خطوط ان کی طرف منسوب تھے سب نے ان سے اپنی برأت ظاہر کی۔ ❶

بدوؤں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو حقوق کا محافظ پایا اور فسادیوں نے آپ پر جو کچھ تہمتیں لگائی تھیں آپ نے اس سلسلے میں ان سے مناظرہ کیا، ان کی بہتان طرازیوں کی تردید کی اور اپنے گورنروں کی سچائی وامانت داری کو ان کے سامنے واضح کیا۔ یہ سب کچھ دیکھ سن کر ان اعرابیوں کے ایک قائد مالک بن اشتر نخعی نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

''شاید اس کے اور تمھارے ساتھ دھوکا کیا گیا ہے۔'' ❷

امام ذہبی رحمہ اللہ عبداللہ بن سبا کو مصر میں فتنہ کا سرغنہ، گورنروں اور پھر امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف حقد وحسد اور انتقامی جذبے کی بیج بونے والا قرار دیتے ہیں۔ ❸ ابن سبا تنہا سب کچھ نہ تھا، بلکہ سازش کاروں کے سازشی جال، دھوکا، حیلہ اور مکر جیسے متعدد اسلوب اور بدوؤں اور قراء کی فوج کشی کے توسط سے اپنی کارروائی انجام دے رہا تھا۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ ابن سبا کا ظہور اور اس کا مصر جانا، اور پھر لوگوں کے درمیان خود ساختہ عقیدہ کو رواج دینا، عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف متعدد پارٹیوں کے اٹھ کھڑے ہونے کا سبب تھا۔ اس کی اس چال سے باشندگان مصر کے بہت سے لوگ فتنے میں پڑ گئے۔ ❹

ماضی اور حال کے تمام مشہور علماء ومورخین اس بات پر متفق ہیں کہ ابن سبا مسلمانوں کے درمیان اپنے باطل عقائد وخیالات اور سبائی منصوبوں کو لے کر اٹھا، تاکہ مسلمانوں کو ان کے دین اور خلیفہ کی اطاعت سے الگ کر دے اور ان میں اختلاف وانتشار ڈال دے۔ چنانچہ ہنگامہ پسند اور بازاری قسم کے لوگ اس پر متحد ہو گئے اور یہیں سے اس سبائی فرقہ کا وجود ہوا، جس نے امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت اور اس کے نتیجہ میں معرکۂ جمل وصفین کے لیے طوفان بلاخیز لانے میں اہم کردار ادا کیا۔ سبائیوں کی مفسدانہ کارروائی سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا منصوبہ نہایت منظم تھا، اس لیے اپنے افکار وعقائد کی تشہیر اور ان کے لیے مقبولیت کا رخ بہت ہوشیاری اور مہارت سے متعین کیا گیا تھا۔ پروپیگنڈائی ذہن ودماغ اس کے ہاتھ میں تھے اور عوام الناس وبازاری قسم کے لوگوں میں اثر انداز ہونے والے اسباب اور صلاحیتیں مکمل طور سے اس کے گرفت میں تھیں، ملک کے حساس شہروں خواہ وہ بصرہ ہو، کوفہ ہو یا مصر ہر جگہ جاہل عوام کی قبائلی عصبیت کا استحصال کرتے ہوئے اپنی ذیلی تنظیمیں قائم کرنے میں اس کا کردار نہایت متحرک تھا، بدوؤں اور غلاموں کے دلوں میں نفرت اور غصہ کے جذبات بھڑکانے میں وہ کامیاب تھا۔

---

❶ تاریخ الطبری (٥/ ٣٤٨) تحقیق مواقف الصحابة (١/ ٣٣٠).

❷ تحقیق مواقف الصحابہ (١/ ٣٣١). ❸ تحقیق مواقف الصحابة (١/ ٣٣٨).

❹ البدایة والنهایة (٧/ ١٦٧-١٦٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسے خوب معلوم تھا کہ ان بدوؤں کی زندگی میں کون سی جگہیں حساس ہیں اور وہ کیا چاہتے ہیں۔ ❶

قاتلینِ عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص لینے کے لیے طریقہ کار میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف:

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ ، اور طلحہ، زبیر و عائشہ رضی اللہ عنہم کے درمیان دو فریق کی حیثیت سے جو اختلاف ابھرا اور پھر علی و معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جو محاذ آرائی ہوئی اس کا سبب یہ نہ تھا کہ ان لوگوں کو امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت یا استحقاق خلافت اور مسلمانوں کا حاکم ہونے پر اعتراض تھا۔ بلکہ آپ کی خلافت پر وہ سب متفق تھے جیسا کہ حافظ ابن حزم اندلسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ''معاویہ رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت اور استحقاق خلافت کا کبھی انکار نہ کیا، بس آپ سے غلطی صرف اتنی ہوئی کہ آپ کے اجتہاد نے آپ کو اس نتیجہ پر پہنچایا کہ قاتلینِ عثمان سے قصاص بیعتِ خلافت سے پہلے لی جائے اور یہ کہ عثمان کے خون کا بدلہ لینے کے وہ زیادہ حق دار ہیں۔'' ❷

اور امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ''معاویہ رضی اللہ عنہ نے خلافت کا دعویٰ نہ کیا اور جس وقت وہ علی رضی اللہ عنہ سے برسرِ پیکار تھے خلافت کے لیے ان کے ہاتھ پر بیعت نہ کی گئی اور نہ خود کو خلیفہ یا خلیفہ کا حق دار سمجھ کر قتال کیا، بلکہ یہ سب لوگ علی رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت کو تسلیم کرتے تھے۔ اگر کوئی اس سلسلہ میں معاویہ رضی اللہ عنہ سے گفتگو کرتا تو معاویہ رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت کا اقرار کرتے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا یہ کبھی خیال نہ تھا کہ علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے جنگ کا آغاز ان کی طرف سے ہو اور نہ ہی ایسا کیا۔'' ❸

مزید فرماتے ہیں:

> ''فریقین عثمانی وعلوی سب ہی اس بات کے اقراری تھے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ کے ہم پلہ نہیں ہیں اور علی رضی اللہ عنہ کا استخلاف ممکن ہوتے ہوئے معاویہ خلیفہ نہیں ہوسکتے، اس لیے کہ جس طرح آپ کے پیشرو خلفاء ابوبکر، عمر، اور عثمان رضی اللہ عنہم کی فضیلت ان کے درمیان معلوم ومشہور تھی اسی طرح معاویہ رضی اللہ عنہ کے بالمقابل علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت، علم، دین، شجاعت، دین کی طرف پیش قدمی اور دیگر فضائل ان سب کے نزدیک معروف ومشہور تھے۔'' ❹

بلاشبہ اختلاف کی بنیاد یہ کبھی نہ تھی کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر کسی کو اعتراض تھا، بلکہ قاتلین عثمان سے قصاص لینے کا معاملہ اصل محل اختلاف تھا اور اس میں بھی قصاص لینے پر کوئی اختلاف نہ تھا بلکہ اس کی نوعیت وکیفیت میں اختلاف تھا کہ کس طرح اس معاملہ کو حل کیا جائے۔ علی رضی اللہ عنہ قاتلین عثمان سے قصاص لینے کے وجوب کے قائل تھے لیکن آپ کی رائے تھی کہ اس مسئلہ کو اس وقت تک کے لیے موخر کر دیا جائے جب تک ملکی حالات اپنے

---

❶ تحقیق مواقف الصحابة فی الفتنة (۱/ ۳۳۹). ❷ الفصل فی الملل والأهواء والنحل (۴/ ۱۶۰).
❸ مجموع الفتاوٰی (۳۵/ ۷۲). ❹ مجموع الفتاوٰی (۳۵/ ۷۳).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

معمول پر نہ آ جائیں، ماحول پر سکون نہ ہو جائے اور مسلمان متحد نہ ہو جائیں۔ ❶

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''صحابہ کے درمیان قائم ہونے والی جنگوں کا سبب یہ تھا کہ معاملات بہت پیچیدہ اور نا قابل فہم تھے اور یہی پیچیدگی ان کے اجتہادی اختلاف کا سبب بن گئی، وہ تین حصوں میں بٹ گئے:

پہلا فریق وہ تھا جس کے خیال میں علی رضی اللہ عنہ اپنے اجتہاد میں حق بجانب اور ان کا مخالف باغی تھا، لہٰذا ان لوگوں نے سوچا کہ علی رضی اللہ عنہ کی تائید وحمایت کرنا اور ان کے باغیوں سے قتال کرنا ضروری ہے، اور ہر فرد جو اس خیال سے متفق ہو اس کے لیے ایسی حالت میں باغیوں کے خلاف امام عادل کی فوری مدد ضروری ہے اور اس سے پیچھے ہٹنا جائز نہیں، چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔

دوسرا فریق وہ تھا جس نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کے اجتہاد میں حق بجانت سمجھا پھر آپ کی مدد کی، اور مخالفین سے قتال کیا۔

جب کہ **تیسرے فریق** کے سامنے معاملہ غیر واضح تھا، وہ حیران تھے کہ کیا کریں، فریقین میں سے کسی کی حمایت کو ترجیح نہیں دے پا رہے تھے۔ اس لیے دونوں سے الگ رہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ایسی صورت میں ان کے لیے الگ رہنا ہی ضروری تھا، اس لیے کہ جب تک کسی مسلمان کے خلاف قتال کے شرعی اسباب ظاہر نہ ہو جائیں اس کے خلاف اقدام کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر ان لوگوں کے سامنے فریقین میں سے کسی ایک کے حق بجانب ہونے کا رجحان واضح ہوتا اور مانتے کہ حق اسی کے ساتھ ہے تو ان کے لیے ایسے فریق کی حمایت و مدد سے پیچھے رہنا، اور اس کے مخالفین سے جنگ نہ کرنا جائز نہ ہوتا۔'' ❷

قصاص طلب کرنے میں طلحہ، زبیر، عائشہ و معاویہ رضی اللہ عنہم کا موقف:

۱. ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا:

مکہ سے مدینہ واپسی کے راستہ میں جب ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر سنی تو مکہ واپس لوٹ گئیں اور مسجد حرام میں داخل ہو کر حجر (حطیم) میں پردہ کر کے بیٹھ گئیں، لوگ آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے، آپ نے انھیں مخاطب کر کے فرمایا:

''حضرات! مختلف شہروں اور دیہاتوں کے فسادی لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا ہے، انھوں نے عثمان کے نوعمروں کو گورنر بنانے پر اعتراض کیا، درآں حالیکہ ان جیسے لوگوں کو اس سے قبل بھی مناصب حکومت پر فائز کیا جاتا رہا ہے۔ چراگاہوں پر اعتراض کیا، حالانکہ اس میں بھی کوئی معقولیت نہ تھی، ان کے لیے جب کوئی بہانہ اور عذر نہ رہا تو انھوں نے اخلاق و شریعت کی تمام قدروں کو توڑ کر ایک حرام خون، نیز بلد حرام، شہر حرام اور مال حرام کو بھی اپنے لیے حلال کر لیا۔ اللہ کی قسم! عثمان کی ایک انگلی روئے

---

❶ أحداث وأحاديث فتنة الهرج، ص (١٥٨).
❷ شرح النووي على صحيح مسلم (١٥/ ١٤٩).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

زمین کے ان جیسے لوگوں سے بہتر ہے۔ لہٰذا ان لوگوں کے خلاف جمع ہو جاؤ تا کہ انھیں ایسی عبرت ناک سزا دی جائے کہ دوسرے لوگوں کو بھی اس سے عبرت ہو اور آئندہ کسی کو اس طرح دیدہ دلیری کی جسارت نہ ہو۔ اللہ کی قسم! جس بات کو لے کر انھوں نے عثمان پر دست درازی کی ہے اگر وہ گناہ تھا تو وہ اس سے بالکل اسی طرح پاک صاف ہو چکے تھے، جس طرح کندن بنایا ہوا سونا خراب سونے سے، یا میل کچیل سے پاک کپڑا جب اسے پانی میں دھل کر نچوڑ دیا جائے۔'' ❶

ایک روایت میں ہے کہ جب عائشہ رضی اللہ عنہا واپس مکہ پہنچیں تو امیر مکہ عبداللہ بن عامر الحضرمی رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے اور کہا: ''اے ام المومنین آپ کیوں واپس آ گئیں؟'' تو آپ نے جواب دیا: ''عثمان کی مظلومانہ شہادت نے مجھے واپس لوٹایا ہے، یہ فتنہ ابھی دبتا ہوا نظر نہیں آتا، اس لیے مظلوم خلیفہ کا خون رائیگاں نہ جانے دو اور قاتلوں سے قصاص لے کر اسلام کی عزت بچاؤ۔'' ❷ صحیح اور صریح احادیث میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں تعریف اور آپ کے قاتلین پر لعنت ثابت ہے، نیز عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل کے بارے میں آپ رضی اللہ عنہا سے متعدد احادیث وارد ہیں۔

چنانچہ فاطمہ بنت عبدالرحمٰن الیشکر یہ اپنی ماں سے روایت کرتی ہیں کہ جب ان کے چچا نے انھیں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا تو ان سے کہلوایا کہ تمھارا ایک بیٹا تم پر سلام بھیجتا ہے اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت کر رہا ہے، کیونکہ لوگ ان کے بارے میں بہت کچھ چہ میگوئیاں کر رہے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''اللہ کی لعنت ہو اس پر جو ان (عثمان) پر لعنت بھیجے، اللہ کی قسم! اللہ کے نبی کے پاس وہ بیٹھے ہوئے تھے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف اپنی پیٹھ کی ٹیک لگائے تھے، جبریل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قرآن کی وحی لاتے اور آپ فرماتے: اے عثمان! لکھو، اگر وہ اللہ اور اس کے رسول کے مخلص وفادار نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کو اتنا بلند رتبہ نہ دیتا۔'' ❸

مسروق کا بیان ہے کہ جب عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوگئی تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''تم نے شروع میں اسے ایسے اکیلا اور الگ چھوڑ دیا، جیسے کہ میل کچیل صاف ستھرے کپڑے سے الگ ہوتا ہے، پھر تم ان کے پاس گئے اور بکرے کی طرح اسے ذبح کیا۔'' مسروق نے جواب دیا: ''یہ سب کچھ آپ نے کیا، آپ نے لوگوں کے نام خطوط لکھوائے اور حکم دیا کہ ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہو۔''

عائشہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں: ''قسم ہے اس ذات کی جس پر مومن لوگ ایمان لائے اور جس کا کافروں نے انکار کیا، میں نے اب تک خط کے نام پر سفید کاغذ میں کوئی سیاہ نقطہ تک نہیں رکھا۔'' ❹

---

❶ تاریخ الطبری (٥/ ٤٧٣-٤٧٤)۔ ❷ تاریخ الطبری (٥// ٤٧٥)۔

❸ المسند (٦/ ٢٥٠، ٢٦٠) تحقیق مواقف الصحابة (١/ ٣٧٨)۔

❹ فتنه مقتل عثمان (١/ ٣٩١) تاریخ خلیفة ص: (١٧٦) عائشہ رضی اللہ عنہا تک اس کی سند صحیح ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں اپنی کتاب ''عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ شخصیت اور کارنامے'' میں سبائیوں کی دروغ گوئی کو بیان کر چکا ہوں، اور یہ بتا چکا ہوں کہ انھوں نے اپنی طرف سے خطوط لکھ کر شہر والوں کے نام بھیجا تھا اور انھیں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب کر دیا تھا۔ اس مقام پر ایک حقیقت ہماری نگاہوں سے اوجھل نہ ہونی چاہیے، وہ یہ کہ جھوٹی، سنداً ضعیف اور جھوٹے راویوں پر مبنی غیر معتبر روایات نے عائشہ اور عثمان رضی اللہ عنہما کے درمیان تعلقات کی ایسی منظر کشی کی ہے، جو مذکورہ صحیح روایات سے بالکل مختلف ہے اور افسوس کی بات ہے کہ بعض معاصر مولفین و مصنفین نے انھی روایتوں پر اعتماد کیا ہے اور انھی کو عام کر رہے ہیں۔ ان جھوٹی روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ عائشہ اور عثمان رضی اللہ عنہما کے درمیان اختلاف تھا اور عائشہ رضی اللہ عنہا ہی نے لوگوں کو عثمان کے خلاف بغاوت پر ابھارا تھا۔ وہ روایات عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت میں عائشہ رضی اللہ عنہا کو شبہ شریک دکھاتی ہیں۔ ان روایات کو امام طبری نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے اور طبری سے دیگر مورخین نے نقل کیا۔ امام طبری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ میرے پاس علی بن احمد بن حسن العجلی نے لکھا کہ حسین بن نصر العطار نے کہا، ہم سے سیف بن عمر نے بیان کیا، انھوں نے محمد بن نویرہ اور طلحہ بن الأعلم الحنفی سے روایت کیا کہ جب عائشہ رضی اللہ عنہا مکہ واپس لوٹتے ہوئے سرف تک پہنچیں۔

دوسری سند میں ہے کہ ہم سے عمر بن سعد نے بیان کیا اور انھوں نے اسد بن عبداللہ سے روایت کیا اور انھوں نے ''عَمَّنْ اَدْرَكَ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ'' یعنی چند اہل علم سے روایت کیا کہ جب عائشہ رضی اللہ عنہا مکہ واپس لوٹتے ہوئے سرف ❶ تک پہنچیں تو وہاں عبد بن ام کلاب جو کہ اپنے ماں کی طرف منسوب ہیں، حالانکہ ولدیت ابوسلمہ ہے، یعنی عبد بن ابی سلمہ سے ملاقات ہوگئی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے عبد سے پوچھا: کیا خبر ہے؟ اس نے کہا: لوگوں نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا، پھر آٹھ روز تک ٹھہرے رہے، آپ نے پوچھا: پھر کیا کیا؟ اس نے کہا: اہل مدینہ نے متفق ہو کر اسے (خلافت) لے لیا اور جو کچھ بھی ہوا اچھا ہی ہوا، علی بن ابی طالب کی خلافت پر سب متفق ہوگئے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: مجھے واپس لے چلو، مجھے واپس لے چلو، اگر معاملہ تمھارے بڑے (علی) کے ہاتھ میں جا چکا ہے تو اے کاش جو کچھ اس (عثمان) پر ہوا اس (علی) پر ہوتا۔ پھر آپ مکہ لوٹ گئیں اور یہ کہہ رہی تھیں: اللہ کی قسم! عثمان مظلوماً شہید کیے گئے، واللہ میں ان کے خون کا بدلہ لے کر رہوں گی۔ ابن ام کلاب نے آپ سے کہا: آج آپ ایسا کیوں کہہ رہی ہیں؟ اللہ شاہد ہے کہ آپ ہی نے سب سے پہلے اس کی بات بگاڑی ہے، آپ ہی کہہ رہی تھیں کہ ''نعثل'' ❷ کو قتل کر دو اس نے کفر کیا ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: لوگوں نے اس سے توبہ کرنے کو کہا تھا، پھر اسے قتل کیا، کچھ میں نے کہا اور کچھ انھوں نے کہا۔ لیکن میری آخری بات پہلی بات سے بہتر ہے، ابن ام کلاب نے آپ سے کہا:

فَـمِـنْكِ الْبَـدَاءُ وَمِـنْكِ الْـغِيَـرُ ۔۔۔ وَمِـنْكِ الـرِّيَـاحُ وَ مِنْكِ الْـمَـطَرُ

❶ مکہ اور مدینہ کے درمیان مکہ سے چھ (۶) میل کی دوری پر ایک جگہ ہے۔

❷ نعثل ایک مصری باشندہ تھا، جس کی داڑھی گھنی تھی اور شکل وصورت عثمان رضی اللہ عنہ جیسی تھی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''آپ ہی نے شروعات کی اور آپ ہی بدل رہی ہیں، آپ ہی کی طرف سے آندھیاں اور آپ ہی کی طرف سے بارش ہے۔''

وَاَنْتِ اَمَرْتِ بِقَتْلِ الْاِمَامِ وَقُلْتِ لَنَا: اِنَّهٗ قَدْ كَفَرْ

''آپ ہی نے امام (عثمان) کو قتل کیا اور ہم سے کہا کہ اس نے کفر کیا ہے۔''

چنانچہ وہ مکہ لوٹ گئیں، مسجد حرام کے دروازہ پر رکیں، پھر حجر (حطیم) میں چلی گئیں اور وہیں ایک کنارے بیٹھ گئیں، لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے، آپ نے ان کو مخاطب کر کے کہا: ''بے شک عثمان مظلوم شہید کیے گئے ہیں، اللہ کی قسم! میں ان کے خون کا بدلہ لے کر رہوں گی۔'' ❶

امام طبری کی یہ روایت دو سندوں سے مروی ہے جیسا کہ ہم نے شروع میں دیکھا۔ پہلی سند کے راویوں میں نصر بن مزاحم العطار ایک راوی ہے جو کتب رجال میں ان صفات سے مجروح ہے: شیعہ ہے، اس کی روایات منکر ہیں، محدثین نے اس کی روایتیں نہیں لی ہیں، مجلود، یعنی تعزیری سزا پا چکا ہے۔ ❷

جب کہ دوسری سند میں ایک راوی عمر بن سعد ہے، یہ اس قافلہ کا سرغنہ تھا جس نے حسین رضی اللہ عنہ سے قتال کیا تھا، محدثین کے نزدیک اس کی حدیث صحیح نہیں ہوتی، متہم بالوضع اور متروک ہے۔ ❸ پس روایت اپنی دونوں سندوں کے اعتبار سے غیر معتبر ہے۔ ❹ تاریخ وادب کی کتابوں میں بھی عائشہ رضی اللہ عنہا کی کردار کشی کرنے والی کئی ضعیف اور موضوع (جھوٹی) روایات وارد ہوئی ہیں، لیکن علمی تحقیق وتنقید کی کسوٹی پر وہ پوری نہیں اترتیں، ❺ اسی طرح "العقد الفريد"، "كتاب الأغاني"، "تاريخ اليعقوبي" "تاريخ المسعودي" اور "أنساب الأشراف" وغیرہ کتابوں میں جو روایتیں اس سلسلہ میں وارد ہیں اور عثمان رضی اللہ عنہ کی زندگی میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی جو سیاسی کردار دکھا رہی ہیں، وہ قطعاً قابل توجہ نہیں ہیں اس لیے کہ وہ صحیح روایات کے خلاف اور بے بنیاد ہیں، ان میں اکثر روایات بلا سند ہیں اور جن کی سندیں ہیں وہ مجروح ہیں، ان سے استدلال نہیں کیا جا سکتا ہے۔ مزید برآں جب ان کے متون کا دیگر صحیح اور حقائق سے قریب ترین روایات سے موازنہ کیا جاتا ہے تو یہ متون غلط ثابت ہوتے ہیں۔ ❻

ایک معزز ومکرم اور محقق خاتون ''اسماء محمد احمد زیادہ'' نے ان تمام روایات کی سندوں اور متنوں کی تحقیق کی ہے جو اس فتنہ کے واقعات میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے کردار پر بحث کرتی ہیں۔ آپ نے نہایت علمی انداز میں ان روایات پر

---

❶ تاريخ الطبري (٥/ ٤٨٥).

❷ المغني في الضعفاء (٢/ ٦٩٦) ميزان الاعتدال (٢٤/ ٧) التاريخ الكبير (٨/ ١٠٥).

❸ سير أعلام النبلاء (٤/ ٣٤٩) الطبقات (٥/ ١٦٨) اس کی سند میں مجہول راوی ہیں اسد بن عبداللہ بعض اہل علم سے روایت کرتا ہے جو مجہول ہے یہ اہل علم کون ہیں؟ کچھ پتا نہیں۔ (مترجم)

❹ دور المرأة السياسي في عهد النبي والخلفاء ص (٣٥٤).

❺ دور المرأة السياسي في عهد النبي والخلفاء ص (٣٥٢). ❻ دور المرأة السياسي ص (٢٧٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تنقیدی گفتگو کی ہے جو عائشہ اور عثمان رضی اللہ عنہما کے درمیان سیاسی اختلاف ظاہر کر رہی ہیں اور انھیں امام طبری وغیرہ نے ذکر کیا ہے، آپ ان روایات کا جھوٹ واضح کرنے کے بعد فرماتی ہیں:

''زیادہ مناسب بات تو یہ تھی کہ ان تمام روایات کو ہم بالکل ذکر ہی نہ کریں، اس لیے کہ ان میں سے کوئی روایت بسند صحیح ہم تک نہیں پہنچتی، بلکہ جن سندوں سے بھی یہ روایات منقول ہیں سب کے راوی تشیع، کذب بیانی اور رفض سے متہم ہیں۔ پھر بھی ہم نے اس لیے ان روایتوں پر بحث کرنا مناسب سمجھا کہ بیشتر جدید تحقیقات میں یہی روایات مشہور اور زبان زد عام ہیں اور ان کے غیر معتبر ہونے پر دلیل دینا ضروری ہے۔ یہ روایتیں -جیسا کہ ہم نے دیکھا- ہمارے سامنے عثمان و عائشہ اور عثمان و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے درمیان اختلاف ونفرت کی ایک ایسی تاریخ پیش کرنا چاہتی ہیں جن کا سرے سے کوئی وجود نہیں رہا۔'' [1]

اگر بفرض محال یہ صحیح ہے کہ عثمان کے خلاف بغاوت کرنے والوں سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے ساز باز کر لی تھی تو اس بات کی توقع کرنی چاہیے کہ شہادت عثمان کے بعد ان متمردین کے لیے آپ ضرور کوئی عذر تلاش کرتیں، لیکن اس سلسلہ میں آپ رضی اللہ عنہا سے کوئی بات ثابت نہیں ہے۔

اسی طرح اگر کھینچ تان کر ان میں سے کوئی روایت صحیح بھی ثابت ہو جائے تو بھی ہم اسے ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں گے، کیونکہ ان کی عدالت کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول کی ایسی سچی شہادت موجود ہے جو ان روایات کی تردید کے لیے کافی ہے، لیکن ہم نے اس یقین کی بنا پر ان روایتوں کے سامنے توقف اختیار کیا ہے کہ خود یہ روایات ناقابل اعتبار ہیں اور ان سے استدلال کے سہارے جو اصول قائم ہوں گے وہ بھی ناقابل اعتبار ہوں گے، یہاں تک کہ ایسے دینی، علمی، اور تاریخی دلائل اکٹھا ہو جائیں جن میں ایک کی دوسرے سے تائید ہوتی ہو۔ سچ یہ ہے کہ جو تہمتیں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سر تھوپی گئیں ہیں وہ اسنادی حیثیت سے ثابت نہیں ہیں اور نہ ہی عقلی دلائل کا مقابلہ کرنے کی ان میں تاب ہے۔ [2]

۲۔ طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما:

سیدنا طلحہ، زبیر اور دیگر اکابر صحابہ نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ ان لوگوں سے قصاص لیجیے جو عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک ہیں۔ علی رضی اللہ عنہ نے ان کو جواب دیا: بھائیو! جو کچھ آپ جانتے ہیں اس سے میں بھی ناواقف نہیں ہوں، مگر میں ان لوگوں کو کیسے پکڑوں جو اس وقت ہم پر قابو یافتہ ہیں نہ کہ ہم ان پر۔ تم دیکھ رہے ہو کہ تمھارے غلام ان کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے ہیں، پاس پڑوس کے دیہاتی ان کے ساتھ جمع ہیں، وہ تمھارے درمیان رہ کر جس طرح چاہتے ہیں تمھیں مجبور کر رہے ہیں۔ ایسی حالت میں کیا آپ حضرات اس کام کی کوئی گنجائش کہیں دیکھ رہے ہیں جسے آپ کرنا چاہتے ہیں؟ سب نے کہا: نہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! جو تمھاری رائے ہے وہی میری بھی رائے ہے ان شاء اللہ۔ لیکن یہ حالات بعینہٖ زمانۂ جاہلیت کے حالات ہیں، اور اس قوم میں ابھی جاہلیت کا مادہ پایا

[1] دور المرأة السیاسی ص (۳۷۰).   [2] دور المرأة السیاسی ص (۳۷۱).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جا تا ہے۔ کیونکہ شیطان کی کوئی ایک معینہ راہ اور طریقہ نہیں کہ جس طریقہ کو اختیار کرنے والا اس کی چال سے محفوظ رہے۔

اس معاملہ کو اگر حرکت دی جاتی ہے تو لوگوں کے اس سلسلے میں مختلف خیالات ہوں گے۔ ایک فریق تو آپ ہی لوگوں جیسی فکر رکھتا ہے اور ایک فریق آپ لوگوں کی فکر کے بالکل خلاف ہے، جب کہ تیسرا فریق دونوں کی حمایت سے کنارہ کش ہے اور اس کو انتظار ہے کہ جب تک حالات معمول پر نہ آجائیں، امن واستقرار کا ماحول نہ پیدا ہو جائے اور جس کے جو حقوق ہیں اس تک انھیں پہنچا نہ دیا جائے۔ لہٰذا آپ لوگ ہم سے ذرا خاموش رہیں اور دیکھو کہ کیا کچھ ہوتا ہے، اس کے بعد ہمارے پاس آؤ۔ ❶

لیکن اس حکیمانہ سیاست کو چند لوگوں نے نہیں سمجھا اور ایسا ہوتا ہے کہ لوگ غصہ کی حالت میں یا جذبات کی رو میں بہ کر معاملات کی حقیقت تک نہیں پہنچ پاتے کہ جس سے حالات کا صحیح اندازہ لگا سکیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے اندازے میں حالات الٹ نظر آتے ہیں، وہ ناممکن کو ممکن گمان کرتے ہیں۔ چنانچہ یہی ان کے لوگوں کے ساتھ ہوا، اور کہنے لگے: ''جو ہم پر واجب ہے اسے ہم کر گزریں اور اس میں تاخیر نہ کریں۔'' ❷ مطلب یہ تھا کہ قاتلینِ عثمان رضی اللہ عنہ پر حد قصاص کے نفاذ کا مطالبہ کیا جائے۔ ❸ جب علی رضی اللہ عنہ کو ان کی باتوں سے آگاہ کیا گیا تو آپ نے اپنے موقف کی تائید میں، ثبوت دینا مناسب سمجھا کہ ان ناگفتہ بہ حالات میں نہ ہم کچھ کر سکتے ہیں اور نہ دمِ عثمان رضی اللہ عنہ کے مطالبین ہی، چنانچہ آپ نے اعلان کر دیا کہ اس غلام سے ہم بری الذمہ ہیں جو اپنے مالک کے پاس واپس نہ چلا جائے۔ یہ سننا تھا کہ سبائیوں اور دیہاتیوں نے ایک دوسرے کو لڑائی پر ابھارنا شروع کر دیا اور کہنے لگے: کل ہم لوگوں کے ساتھ بھی ایسے ہی کیا جائے گا اور پھر ہمارے پاس کوئی حجت نہ ہوگی۔ ❹

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا اعلان سن کر فتنہ سبائیت کے لیڈروں کے ذہن میں فوراً یہ بات آئی کہ خلیفہ انھیں ان کے جانباز معاونین سے بے دست و پا کرنا چاہتے ہیں، اس لیے انھوں نے آپ کے اعلان کی مخالفت کی اور پاس پڑوس کے بدوؤں کو مدینہ نہ چھوڑنے پر ابھارا۔ چنانچہ تمام فسادیوں نے ان لیڈروں کی بات مان لی اور مدینہ خالی نہ کیا، بیعت خلافت کے تیسرے دن علی رضی اللہ عنہ باہر نکلے اور اہل مدینہ کو مخاطب کر کے کہا: مختلف علاقوں سے آئے ہوئے بدوؤں کو یہاں سے نکال دو اور خود ان بدوؤں سے کہا: اے بدوؤ! اپنے اپنے چشموں اور علاقوں میں واپس چلے جاؤ، لیکن سبائیوں نے آپ کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور بدوؤں نے بھی انھیں کی باتیں مانیں۔ اتنا کہہ کر علی رضی اللہ عنہ اپنے گھر کے اندر چلے گئے اور چند صحابہ کے ساتھ طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم بھی آپ کے پاس اندر گئے۔ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جاؤ دیکھو! اب خون کے بدلے کا تمھارا مطالبہ تمھارے حوالے ہے۔ وہ سب کہنے لگے: مفسدین اندھے ہو گئے ہیں، وہ کچھ سننے کو تیار نہیں۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے یقین ہے کہ آج کے بعد وہ اور بھی

---

❶ تاریخ الطبری (٥/ ٤٦٠).
❷ تاریخ الطبری (٥/ ٤٦٠).
❸ الدورالسیاسی ص (٣٧٨).
❹ تاریخ الطبری (٥/ ٤٦٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اندھے اور سرکش ہو جائیں گے:

لَوْ أَنَّ قَوْمِي طَاوَعَتْنِي سَرَاتُهُمْ أَمَرْتُهُمْ أَمْراً يُدِيْخُ الْأَعَادِيَا ❶

''کاش کہ میری قوم کے سرکردہ و با اثر لوگ میری بات مان لیتے، تو میں انھیں ایسا حکم دیتا جو دشمنوں کو اپنے تابع بنا کر رہتا۔''

علی و طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم کی مذکورہ گفت و شنید سے صاف طور پر یہ اشارہ ملتا ہے کہ اس وقت تک علی، طلحہ، زبیر اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین، امت مسلمہ میں انتشار ڈالنے والی قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کی جماعت پر نفاذ قصاص کے لیے بالکل متفق و متحد اور باہم متعاون تھے تاکہ ان کے فساد سے پورا دین متاثر نہ ہو۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہ موقف بالکل منطقی تھا اور صحابہ کرام بھی آپ کی رائے سے متفق تھے لیکن یہ شورش پسند جنھوں نے کلیدی کردار کو اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا اور مدینہ کے غلاموں اور پاس پڑوس کے بدوؤں کو وہاں کے باشندوں سے لڑائی پر ابھار چکے تھے اور انھیں جس طرح چاہتے برا بھلا کہتے، پھر کسی میں ان سے قتال کی طاقت نہ تھی، ان سے کیسے نمٹا جائے، اسی طریقہ کار میں اختلاف تھا۔ ❷

چنانچہ علی رضی اللہ عنہ کو سبائیت کے نرغے سے نکالنے اور ان سے مقابلہ کرنے کے لیے طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما نے آپ کو ایک مشورہ دیا۔ سیّدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''آپ اجازت دیں تو میں بصرہ جاؤں اور قبل اس کے کہ یہ لوگ آپ کے خلاف کوئی تخریبی کارروائی کریں میں شہ سواروں کی ایک جماعت لے کر حاضر ہوتا ہوں'' اور زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''مجھے کوفہ جانے دیجیے، قبل اس کے کہ یہ لوگ آپ کے خلاف اچانک کوئی غلط اقدام کریں میں شہ سواروں کا ایک قافلہ لے کر حاضر ہوتا ہوں۔ ❸ لیکن سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اسے ٹالتے رہے اور ان دونوں سے کہتے: ''ٹھہرو! یہاں تک کہ میں اچھی طرح حالات کا جائزہ لے لوں۔'' ❹

شاید علی رضی اللہ عنہ کو اس فتنہ کے بارے میں یہ خدشہ تھا کہ کہیں مدینہ کے اندر خانہ جنگی نہ شروع ہو جائے جس کا انجام بہر حال اچھا نہیں ہے اور اسی لیے آپ نے طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کا مشورہ نہیں مانا۔ ❺ طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کے مشورہ کی نوعیت اس بات کی دلیل ہے کہ اس وقت وہ دونوں علی رضی اللہ عنہ کی بات سے مطمئن تھے، انھیں اتفاق تھا کہ یقیناً شورش پسند لوگ مسلمانوں کی صف میں پوری قوت کے ساتھ گھس چکے ہیں، وہ مسلمانوں پر قابو یافتہ ہیں، نہ کہ مسلمان ان پر۔ پس ان دونوں کا مطالبہ اس بات کی کوشش تھی کہ ایک شرعی حد کے تعطل کی مدت کم سے کم ہو اور علی رضی اللہ عنہ کے دست و بازو کو اس قدر مضبوط کر دیا جائے کہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ پر جرم پر حد قصاص نافذ کر سکیں اور بقیہ صحابہ منتظر تھے کہ دیکھیں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کیا اقدام کرتے ہیں، لیکن علی رضی اللہ عنہ کا خیال یہ تھا کہ موجودہ ناگفتہ بہ حالات

---

❶ تاریخ الطبری (٥/ ٤٦١).
❷ فتح الباری (١٢/ ٣٦٠).
❸ تاریخ طبری (٥/ ٣٦١).
❹ تاریخ الطبری (٥/ ٣٦١).
❺ تحقیق مواقف الصحابة (٢/ ١٠٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پر قابو پائے بغیر کوئی اقدام کرنا ممکن نہیں ہے، یہ فتنہ آگ کی چنگاری ہے، جب جب اس کی آگ بھڑکائی جائے گی وہ زیادہ ہی ہوگی۔ ❶

جب طلحہ، زبیر رضی اللہ عنہما اور ان دونوں کے موافقین نے دیکھا کہ شہادت عثمان پر چار مہینے گزر گئے، اور قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ پر قصاص نافذ کرنے میں علی رضی اللہ عنہ اب تک کامیاب نہ ہوسکے کیونکہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس کافی قوت وطاقت تھی اور وہ علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں گھس چکے تھے، تو ان دونوں نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا: ہمیں مدینہ سے نکل جانے کی اجازت دے دیں یا تو آپ حالات قابو میں لائیں یا ہمیں چھوڑ دیں۔ آپ نے کہا: جب تک کنٹرول کرسکوں گا کروں گا اور جب کوئی چارہ کار نہ رہے گا تو آخری علاج "کی" آگ سے داغنا ہی ہے۔ ❷ علی رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ ان دونوں کے مدینہ چھوڑنے کا مقصد کسی حل تک پہنچنے کی ایک کوشش ہے۔ اس لیے آپ نے ان دونوں کو منع نہیں کیا۔ غالباً آپ کی بھی تمنا تھی کہ شاید کوئی بہتر حل نکل ہی آئے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ اسی کے لیے کوشاں بھی تھے لیکن اپنے مخصوص طریقے سے اسے حل کرنا چاہتے تھے۔ ❸

بعض معاصر محققین نے طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کی بصرہ وکوفہ جانے کی اجازت طلبی اور وہاں سے شہ سواروں کو لاکر شرپسندوں کی سرکوبی اور علی رضی اللہ عنہ کی عدم موافقت کو غلط معنوں پر محمول کیا ہے۔ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ ان دونوں سے ڈر گئے اور آپ کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں یہ دونوں آپ کے خلاف ایک نئے فتنے کی شکل میں نہ لوٹیں اور وہی کچھ کر گزریں جو مصر والوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا تھا اور وہی دن نہ لوٹ آئے جو عثمان کے ساتھ ان کے گھر میں ہوا تھا۔ ❹

درحقیقت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کی اجازت طلبی اور علی رضی اللہ عنہ کی عدم موافقت کی یہ تشریح ایک بے جا اور بے بنیاد تشریح ہے ❺ اور مقدس صحابہ کرام کے حق میں ظلم ہے۔

بہرحال زبیر اور طلحہ رضی اللہ عنہما مکہ گئے اور وہاں قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص کا مطالبہ کرنے والے بے شمار مسلمان ان سے آملے، پھر آگے جو کچھ ہوا اس کی تفصیل آئندہ صفحات میں آرہی ہے۔

۳۔ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما:

قدیم وجدید دونوں ادوار میں لوگوں کے درمیان یہ بات مشہور ہے کہ معاویہ اور علی رضی اللہ عنہما کے درمیان اختلاف کا سبب یہ تھا کہ معاویہ خلافت کے خواہاں تھے اور آپ نے علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت نہ کرکے ان کی مخالفت اس لیے کیا کہ انھوں نے آپ کو شام کی گورنری سے معزول کردیا تھا۔ چنانچہ ابن قتیبہ الدینوری ❻ کی طرف منسوب کی

---

❶ تاریخ الطبری (۵/ ٤٦٧) دور المرأة السیاسی ص (۳۸۰).
❷ تاریخ الطبری (۵/ ۳٦۸) دور المرأة السیاسی ص (۳۸۰). ❸ دور المرأة السیاسی ص (۳۸۰-۳۸۱).
❹ الخلفاء الراشدون ص: (۳۷۲). ❺ خلافة علی بن أبی طالب / عبدالحمید علی رضی اللہ عنہ: (۱۱۸).
❻ ابن قتیبہ کی طرف اس کتاب کی نسبت صحیح نہیں ہے، اسے حسد وعداوت سے پر ایک رافضی نے تالیف کی ہے۔ اس فصل کے آخر میں اس کتاب پر تفصیلی گفتگو آرہی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جانے والی کتاب "الإمامة والسیاسة" میں ابن الکواء سے مروی ایک روایت میں یہ بات ملتی ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے خلافت کا دعویٰ کیا تھا، اس میں آیا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے کہا: "آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ معاویہ طلقاء میں سے ہیں، ان کے باپ نے غزوۂ احزاب میں مدینہ پر حملہ آور ہونے والی تمام جماعتوں کی قیادت کی تھی، بلاکسی شورائیت کے وہ خلافت کے دعوے دار ہو بیٹھے، اگر وہ تم سے سچ کہیں تو انھیں خلافت سے ہٹانا حلال ہے اور اگر وہ تم سے جھوٹ کہیں تو تمھارے لیے ان سے بات چیت کرنا حرام ہے۔ ❶

لیکن حقیقت اس قول کے بالکل مخالف ہے۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے یہ بات ہرگز ثابت نہیں، یہ رافضیوں کا من گھڑت کلام ہے، ان شاء اللہ "الإمامة والسیاسة" نامی کتاب کی حقیقت، اس کی کذب بیانی اور تاریخی حقائق کی تصویر بگاڑنے میں اس کے کردار کو آئندہ صفحات میں مناسب جگہ پر ذکر کروں گا۔ صرف یہی نہیں بلکہ تاریخ وادب کی بہت سے کتابیں ایسی موضوع اور ضعیف روایات سے بھری پڑی ہیں جو بادشاہت، سرداری اور حکومت طلبی کو معاویہ اور علی کے درمیان اختلاف کا سبب بتاتی ہیں۔ ❷

صحیح بات یہ ہے کہ دونوں کے اختلاف کا سبب یہ تھا کہ معاویہ اور ان کے ساتھیوں کا خلافت علی پر بیعت کرنا کب واجب ہوتا ہے، قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص لینے سے قبل یا قصاص لینے کے بعد؟ معاویہ اور ان کے شامی ساتھیوں کی رائے تھی کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ پہلے قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص لیں، پھر وہ سب آپ پر بیعت خلافت کر لیتے ہیں، جب کہ علی رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ معاویہ اور ان کے ساتھی پہلے بیعت کریں پھر قصاص کا مسئلہ بعد میں دیکھا جائے گا۔ تو صاف طور پر ظاہر ہے کہ اختلاف کا تعلق خلافت سے نہیں بلکہ قصاص سے تھا۔ ❸

قاضی ابن العربی فرماتے ہیں:

> "اہل شام اور اہل عراق کے درمیان قتال کا سبب دونوں کے موقف کا فرق تھا۔ اہل عراق علی رضی اللہ عنہ کی بیعتِ خلافت کی حمایت میں تھے اور چاہتے تھے کہ آپ کی امامت پر تمام مسلمان پہلے متحد ہو جائیں۔ جب کہ اہل شام کا موقف یہ تھا کہ پہلے قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ پر قابو پایا جائے اور ان سے قصاص لیا جائے۔ یہ لوگ کہتے تھے کہ ہم قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کو پناہ دینے والے کے ہاتھ پر بیعت نہیں کریں گے۔" ❹

اور امام الحرمین الجوینی لکھتے ہیں:

> "معاویہ رضی اللہ عنہ نے اگرچہ علی رضی اللہ عنہ سے قتال کیا لیکن ان کی امامت کے کبھی منکر نہ ہوئے اور نہ اپنے لیے اس کا دعویٰ کیا۔ آپ اپنی صواب دید کے بموجب قاتلین عثمان سے قصاص کے طالب تھے، حالانکہ آپ غلطی کر رہے تھے۔" ❺

---

❶ الإمامة والسياسة (١/ ١١٣). ❷ تحقيق مواقف الصحابة في الفتنة (٢/ ١٤٥).
❸ البداية والنهاية (٨/ ١٢٩)، فتح الباري (١٣/ ٩٢). ❹ العواصم من القواصم ص (١٦٢).
❺ لمع الأدلة في عقائد أهل السنة والجماعة ص (١١٥).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

امام ہیثمی فرماتے ہیں:

''علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان رونما ہونے والی لڑائیوں کے بارے میں اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ اس لڑائی کی وجہ یہ نہیں تھی کہ معاویہ علی رضی اللہ عنہ سے خلافت چھیننا چاہتے تھے، اس لیے کہ علی رضی اللہ عنہ کے استحقاق خلافت پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہو چکا تھا۔ پس فتنہ خلافت کی وجہ سے نہیں ہوا بلکہ اس کا سبب یہ تھا کہ عثمان معاویہ رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی تھے، اس لیے دم عثمان کا بدلہ چاہتے تھے اور علی رضی اللہ عنہ اس وقت اسے نہیں مان رہے تھے۔'' ❶

متعدد روایات اس بات کی تائید کرتی ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لینے کے مطالبہ پر مصر رہے اور بصراحت کہہ دیا کہ جب قاتلین عثمان پر حد قصاص نافذ ہو جائے گا میں علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت قبول کرلوں گا۔ اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اقتدار کی خواہش میں مطالبہ قصاص اور عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کی لہر پیدا کرنے کو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے محاذ آرائی کے لیے ایک بہانہ بنایا تھا، تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ پر قصاص نافذ کرنے میں علی رضی اللہ عنہ کامیاب ہو جاتے تو پھر معاویہ رضی اللہ عنہ کیا کرتے؟ یقینی بات ہے کہ اپنی صراحت کے بموجب علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت کر لیتے اور آپ کی اطاعت برضاورغبت قبول فرما لیتے۔ اسی طرح جو لوگ بھی قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص کے مطالبہ کو بنیاد بنا کر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑ رہے تھے وہ سب علی رضی اللہ عنہ پر بیعت کر لیتے۔ کیونکہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے دل میں کوئی اور بھید بھاؤ نہ تھا کہ جسے آپ نے ظاہر نہیں کیا اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو یہ موقف جان کی بازی لگانے کا موقف ہوتا اور پھر طمع و حرص والے لوگوں کے لیے ایسا کرنا ممکن نہیں۔ ❷

وہ معاویہ رضی اللہ عنہ جو کہ کاتبین وحی میں سے ایک تھے اور جن کا شمار افاضل صحابہ میں ہوتا تھا، جو گفتار میں سب سے سچے اور کردار میں سب سے زیادہ بردبار تھے، ان کے بارے میں بھلا کیوں کر یہ عقیدہ رکھنا درست ہو سکتا ہے کہ وہ ایک زوال پذیر حکومت کے حصول کی خاطر شرعی خلیفہ کے خلاف جنگ چھیڑیں گے اور مسلمانوں کا خون بہائیں گے۔ جب کہ آپ خود فرماتے ہیں:

''اللہ کی قسم! اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان جب مجھے اختیار دیا جاتا ہے تو میں اللہ کو دوسروں پر ترجیح دیتا ہوں۔'' ❸

اور صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا ہے:

((اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ هَادِياً مَهْدِيّاً وَاهْدِبِهِ .)) ❹

''اے اللہ! انھیں راستہ دکھانے والا اور ہدایت یافتہ بنا، اور ان کے ذریعے سے دوسروں کو ہدایت دے۔''

---

❶ الصواعق المحرقة (۲/ ۶۲۲) دراصل یہ معاویہ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد تھا، ورنہ صحیح بات یہ تھی کہ پہلے بیعت کرتے پھر قصاص کا مطالبہ کرتے۔

❷ تحقیق مواقف الصحابة (۲/ ۱۵۰). ❸ سیر أعلام النبلاء (۳/ ۱۵۱).

❹ صحیح سنن الترمذي / الباني، حدیث نمبر (۳۰۱۸) (۳/ ۲۳۶).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْکِتَابَ وَقِہِ الْعَذَابَ .)) ❶

''اے اللہ! انھیں قرآن سکھا دے اور انھیں عذاب سے بچا۔''

شہادتِ عثمان کے متعلق معاویہ رضی اللہ عنہ کے موقف کی غلطی کی اصل وجہ یہ رہی کہ آپ نے علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت کرنے سے اس وقت تک کے لیے انکار کر دیا جب تک کہ وہ قاتلین عثمان سے قصاص نہیں لے لیتے۔

مزید برآں ماضی میں شورش پسندوں کے خلاف آپ اپنے سخت موقف اور پھر دشمنوں کی طرف سے آپ کے قتل کی کوشش کی وجہ سے آپ کو اپنی جان کا شدید خطرہ لاحق تھا، حتی کہ آپ کو علی رضی اللہ عنہ سے التماس کرنا پڑا کہ ان مفسدین کو میرے حوالے کر دیں۔

حالانکہ کسی بھی طالب قصاص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ خود معاملہ کا فیصلہ کر لے، بلکہ ایسے شخص کو پہلے امام وقت کی اطاعت قبول کرنی چاہیے، پھر اس کے پاس اپنا دعویٰ پیش کرے اور اس سے اپنے حق کا مطالبہ کرے۔ ❷

تمام مفتیان اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ کسی بھی فرد واحد کے لیے یہ جائز نہیں کہ حاکم وقت یا جس کو اس نے ذمہ دار بنایا ہے اسے چھوڑ کر خود ہی فریق مقابل سے قصاص لے۔ اس لیے کہ اس سے بدامنی پھیلے گی اور فتنہ وفساد عام ہوگا۔ ❸

معاویہ رضی اللہ عنہ کے غلط موقف کی یہ توجیہ کی جا سکتی ہے کہ یہ آپ کی اجتہادی غلطی تھی، آپ کو یقین تھا کہ میں ہی حق پر ہوں۔ چنانچہ جب آپ نے باشندگان شام کو اکٹھا کیا اور تقریر کرتے ہوئے انھیں یاد دلایا کہ میں عثمان رضی اللہ عنہ کا چچازاد بھائی ہوں اور ان کے خون کا ولی ہوں، وہ مظلوم شہید کیے گئے ہیں اور اللہ فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّہٖ سُلْطٰنًا فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ ؕ اِنَّہٗ کَانَ مَنْصُوْرًا ﴿۳۳﴾﴾ (الاسراء: ۳۳)

''اس حال میں کہ مظلوم ہو تو یقیناً ہم نے اس کے ولی کے لیے پورا غلبہ رکھا ہے۔ پس وہ قتل میں حد سے نہ بڑھے، یقیناً وہ مدد دیا ہوا ہوگا۔''

لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگ اس سلسلے میں اپنے موقف سے مجھے آگاہ کرو۔ اہل شام بیک زبان دم عثمان رضی اللہ عنہ کے بدلہ کے مطالبہ پر آپ کا ساتھ دینے کو تیار ہو گئے اور اسی بات پر آپ سے بیعت کی، اور آپ سے پختہ وعدہ کیا کہ ہم اس وقت تک آپ کے ساتھ جان و مال کی قربانی دیتے رہیں گے جب تک کہ اپنی تحریک میں کامیاب نہ ہو جائیں یا اس راستے میں ہم سب مار نہ ڈالے جائیں۔ ❹

---

❶ فضائل الصحابۃ (۲/ ۹۱۳) اس کی سند حسن ہے۔ ❷ تحقیق مواقف الصحابۃ (۲/ ۱۵۱).

❸ تفسیر القرطبی (۲/ ۲۵٦).

❹ صفین / ابن مزاحم ص (۳۲) تحقیق مواقف الصحابۃ (۲/ ۱۵۲).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خلاصہ بحث یہ ہے کہ جب ہم طلحہ وزبیر اور معاویہ رضی اللہ عنہم کے موقف کا باہم موازنہ کرتے ہیں تو یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ معاویہ کے بالمقابل طلحہ وزبیر چار اعتبار سے حق کے قریب تر تھے اور انھیں کا موقف زیادہ صحیح تھا:

۱۔ سمع وطاعت کا مظاہرہ اور علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا اعتراف کرتے ہوئے ان دونوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی، جب کہ معاویہ علی رضی اللہ عنہ کے فضل ومرتبہ کے معترف ہونے کے باوجود بیعت کرنے سے باز رہے۔ [1]

۲۔ اسلام اور مسلمانوں کی نگاہ میں ان دونوں کا جو مرتبہ ہے اور سبقت الی الاسلام کی انھیں جو فضیلت حاصل رہی، بلاشبہ ان چیزوں کے مقابلہ میں معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے ہم پلہ نہیں تھے۔ [2]

۳۔ ان دونوں نے صرف عثمان رضی اللہ عنہ کے باغیوں کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا اور علی رضی اللہ عنہ سے چھیڑ چھاڑ نہیں کی اور نہ ہی معرکۂ جمل میں علی اور ان کے ساتھیوں سے قصداً لڑائی لڑی۔ [3] جب کہ معاویہ رضی اللہ عنہ معرکۂ صفین میں علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ محاذ آرائی پر مصر رہے۔ [4]

۴۔ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص لینے کے معاملے میں ان دونوں نے علی رضی اللہ عنہ کو نرمی کرنے یا قاتلین کو مہلت دینے سے کبھی متہم نہیں کیا جب کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے آپ کو اس بات سے متہم کیا۔ [5]

فتنہ سے کنارہ کش رہنے والوں کا موقف:

فتنہ قتل عثمان رضی اللہ عنہ سے کنارہ کش رہنے والے بیشتر صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث تھی:

((سَتَكُونُ فِتَنٌ ، اَلْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِي وَالْمَاشِي فِيهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِي مَنْ تَشَرَّفَ لَهَا تَسْتَشْرِفُهُ فَمَنْ وَجَدَ مِنْهَا مَلْجَأً أَوْ مُعَاذاً فَلْيَعُذْ بِهِ .)) [6]

"عنقریب ایسے فتنے برپا ہوں گے جن میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہونے والا ان میں چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا ان میں دوڑنے والے سے بہتر ہوگا، جو دور سے ان کی طرف جھانک کر بھی دیکھے گا تو وہ ان کو بھی سمیٹ لیں گے، اس وقت جب کسی کو کوئی پناہ کی جگہ مل جائے یا بچاؤ کا مقام مل سکے وہ اس میں چلا جائے۔"

---

[1] البداية والنهاية (۸/ ۱۲۹) فتح الباری (۱۳/ ۹۲).

[2] اسلام میں ان کی عظمت اس بات سے نمایاں ہوتی ہے کہ یہ دونوں جنت کی بشارت یافتہ تھے۔

[3] تحقيق مواقف الصحابة (۲/ ۱۱۳) تاریخ الطبری (۳/ ۴۷۵).

[4] تاریخ الطبری (۵/ ۶۱۲تا۶۱۵) یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ جنگ کرنے میں معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے پہل نہیں کی گئی تھی پہلی علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہوئی تھی، انھوں نے اہل شام کو اطاعت کے دائرے میں لانے کے لیے یہ جنگ شروع کی تھی اور اس جنگ کے برپا کرنے میں بھی قاتلین عثمان کا زبردست ہاتھ تھا۔ (مترجم)

[5] تحقيق مواقف الصحابة (۲/ ۱۳۹) البداية والنهاية (۷/ ۲۵۹) یہ غلط فہمی اور افواہوں کی وجہ سے تھا کیونکہ مدینہ کی صحیح خبریں شام نہیں پہنچ رہی تھیں اور پھر قاتلین عثمان لشکر علی میں شامل ہو چکے تھے جس سے غلط فہمیاں پیدا ہوگئیں تھیں۔ (مترجم)

[6] صحيح البخاری (۷۰۸۱) أبوهريرة رضی الله عنه، و صحيح مسلم (۲۸۸٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں فتنے سے ڈرایا گیا ہے اور اس میں حصہ لینے سے دور رہنے پر ابھارا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ جس قدر اس میں حصہ لیا جائے گا اسی مقدار میں اس کی برائی اثر انداز ہوگی۔'' ❶

اور دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّهَا سَتَكُونُ فِتْنَةٌ يَكُونُ الْمُضْطَجِعُ فِيهَا خَيْرًا مِنَ الْجَالِسِ ، وَالْجَالِسُ فِيهَا خَيْرًا مِنَ الْقَائِمِ ، وَالْقَائِمُ فِيهَا خَيْرًا مِنَ الْمَاشِي ، وَالْمَاشِي فِيهَا خَيْرًا مِنَ السَّاعِي .))

''عنقریب ایسے فتنے ہوں گے جن میں لیٹنے والا بیٹھے رہنے والے سے بہتر ہوگا اور بیٹھنے والا کھڑا ہونے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔''

صحابہ کرام نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! ایسے وقت کے لیے آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا:

((مَنْ كَانَ لَهُ إِبِلٌ فَلْيَلْحَقْ بِإِبِلِهِ ، وَمَنْ كَانَتْ لَهُ غَنَمٌ فَلْيَلْحَقْ بِغَنَمِهِ ، وَمَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَلْحَقْ بِأَرْضِهِ .))

''جس کے پاس اونٹ ہوں وہ اپنے اونٹوں کے پاس چلا جائے اور جس کے پاس بکریاں ہوں وہ اپنی بکریوں کے پاس چلا جائے اور جس کے پاس زمین ہو وہ اپنی زمین میں چلا جائے۔''

صحابہ نے پوچھا: اگر کسی کے پاس مذکورہ چیزوں میں سے کچھ نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ آپ نے فرمایا:

((يَعْمِدُ إِلَى سَيْفِهِ فَيَدُقُّ عَلَى حَدِّهِ بِحَجَرٍ ثُمَّ لِيَنْجُ إِنِ اسْتَطَاعَ النَّجَاءَ .)) ❷

''وہ اپنی تلوار لے لے اور اس کی دھار کو کسی پتھریلی زمین پر توڑ دے، پھر اپنی طاقت بھر نجات کا طالب بنے۔''

اور ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يُوشِكُ أَنْ يَكُونَ خَيْرُ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ يَفِرُّ بِدِينِهِ مِنَ الْفِتَنِ .)) ❸

''وہ وقت قریب ہے کہ مسلمان کا بہترین مال وہ بکریاں ہوں گی جنھیں وہ لے کر پہاڑی کی چوٹیوں اور بارش برسنے کی جگہوں پر چلا جائے گا۔ وہ فتنوں سے اپنے دین کی حفاظت کے لیے وہاں بھاگ کر آجائے گا۔''

❶ فتح الباری (۱۳/ ۳۱)۔ ❷ صحیح مسلم/ الفتن وأشراط الساعة (۲۸۸۷) بروایت أبوبکر رضی اللہ عنہ.
❸ صحیح البخاری (۷۰۸۸) بروایت أبو سعید خدری .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان کے علاوہ متعدد احادیث ہیں جو صراحتاً قتال میں حصہ لینے سے روکتی ہیں۔ امام جوینی فرماتے ہیں:

''علی رضی اللہ عنہ کے پرفتن دور میں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد جماعتیں لڑائی میں شرکت کرنے سے کنارہ کش رہیں، سکون وسلامتی کو ترجیح دی، اور فتنہ وفساد کے تھپیڑوں سے خود کو دور رکھا، انھی میں سے سعد بن ابی وقاص اور سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ ❶ یہ دونوں جنت کے بشارت یافتہ تھے، اس فتنہ سے کنارہ کشی اختیار کرنے میں سب سے پہلے ابوموسیٰ اشعری، عبداللہ بن عمر، اسامہ بن زید اور ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم اجمعین نے پیش رفت کیا اور ان کے پیچھے صحابہ کی ایک جماعت رہی، لیکن علی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کی عدم شرکت پر کبھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔'' ❷

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ کنارہ کشی اختیار کرنے والے صحابہ کی تعداد مختصر تھی آپ لکھتے ہیں:

''جنگ جمل اور جنگ صفین میں قتال سے کنارہ کشی کرنے والوں کی تعداد ان لوگوں کے مقابل کم تھی جنھوں نے ان میں شرکت کی تھی، تاہم سب کے پیش نظر ان کا اجتہاد تھا، جن پر وہ ان شاء اللہ اجر کے مستحق ہوں گے۔ اس کے برخلاف جو لوگ ان کے بعد آئے اور دنیا طلبی کے لیے آپس میں قتل و خون ریزی کی وہ اس حکم میں شامل نہیں ہیں۔'' ❸

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''بیشتر صحابہ سرے سے جنگ میں شریک ہی نہ ہوئے، نہ اِس طرف سے نہ اُس طرف سے، ان کے پاس ایسی نصوص تھیں جو انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھیں، اور وہ اس بات کی طرف رہنمائی کرتی تھیں کہ جنگ وجدال سے اجتناب کرنا اس میں شریک ہونے سے بہتر ہے، وہ لوگ اس جنگ کو فتنہ سے تعبیر کرتے تھے۔'' ❹

امام قرطبی رحمہ اللہ کے خیال میں ان صحابہ کرام نے اس جنگ میں علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ اس لیے نہیں دیا کہ باغی گروہ سے قتال کرنا فرض عین نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے، یہی وجہ تھی کہ سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن عمر اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ اس سے کنارہ کش رہے۔ ❺

جنگ سے کنارہ کش رہنے والے صحابہ کے اقوال اور خیالات کے چند نمونے:

سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ:

جنگ صفین کے دن تمام صحابہ کرام میں علی رضی اللہ عنہ کے بعد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سب سے افضل صحابی تھے۔ اس دن کچھ لوگوں نے آپ سے پوچھا: آپ جنگ کیوں نہیں کرتے؟ آپ تو اہل شوریٰ میں سے ہیں، آپ کو

❶ تهذيب التهذيب (٤/ ٣٠).
❷ غياث الأمم في تياث الظلم ص (٨٥/ ٨٦).
❸ فتح الباري (١٣/ ٣٤).
❹ مجموع الفتاوىٰ (٣٥/ ٥٥).
❺ تفسير القرطبي (١٦/ ٣١٩).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دوسروں کے مقابلے میں زیادہ ہی اس میں حصہ لینا چاہیے۔ آپ کہنے لگے: میں اس وقت تک جنگ میں شریک نہیں ہوں گا جب تک کہ وہ مجھے ایسی تلوار نہ دے دیں جس کی دو آنکھیں، زبان، اور دو ہونٹ ہوں، وہ مومن اور کافر میں فرق کرلے، میں جہاد کر چکا ہوں اور جہاد کو اچھی طرح پہچانتا ہوں۔ ❶

صحیح مسلم میں عامر سے روایت ہے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے اونٹوں کے پاس تھے۔ اتنے میں ان کے بیٹے عمر آ گئے، آپ نے عمر کو دیکھ کر فرمایا: اس سوار کے شر سے میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ وہ اپنی سواری سے اترے اور اپنے باپ سعد سے کہا: آپ اپنے اونٹوں اور بکریوں میں پڑے ہیں اور لوگوں کو چھوڑ دیا ہے کہ وہ حکومت کی خاطر آپس میں لڑیں مریں؟ سعد بن ابی وقاص نے ان کے سینے پر ایک ہاتھ مارا اور کہا: خاموش رہو، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

((إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِيَّ الْغَنِيَّ الْخَفِيَّ .)) ❷

''اللہ تعالیٰ پرہیزگار، بے نیاز اور گمنام بندے کو پسند کرتا ہے۔''

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ :

حسن سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے محمد بن مسلمہ کو بلوایا، وہ آ گئے تو آپ نے کہا: آپ اس جنگ میں کیوں شریک نہیں ہوئے، محمد بن مسلمہ نے عرض کیا کہ تمھارے برادر چچازاد یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار دی اور فرمایا:

((قَاتِلْ بِهِ مَا قُوتِلَ الْعَدُوُّ، فَإِذَا رَأَيْتَ النَّاسَ يَقْتُلُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فَاعْمِدْ بِهِ إِلَى صَخْرَةٍ فَاضْرِبْهُ بِهَا ثُمَّ الْزَمْ بِيْتَكَ حَتَّى تَأْتِيَكَ مَنِيَّةٌ قَاضِيَةٌ، أَوْ يَدٌ خَاطِئَةٌ .))

''جب تک دشمن سے مقابلہ ہو اس کے ذریعے سے جنگ کرو اور جب دیکھو کہ مسلمان لوگ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہیں تو اسے کسی پتھر کے پاس لے جاؤ اور اس پر اس کی دھار توڑ دو، پھر اپنے گھر میں بیٹھے رہو، یہاں تک کہ فیصلہ کن موت، یا غلطی کرنے والا ہاتھ تمھیں آ دبوچے۔''

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا: انھیں جانے دو۔ ❸

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ :

زید بن وہب کا بیان ہے کہ جب ہمیں شہادت عثمان کی خبر ملی تو لوگ گھبرا گئے، میں اپنے ایک دوست کے ہاں گیا جہاں میں اکثر بیٹھا کرتا تھا، میں نے کہا: لوگ جو کچھ کر چکے ہیں دیکھ ہی رہے ہو اور ابھی ہم میں صحابہ کرام کی ایک جماعت موجود ہے، آؤ ہم سب ان کے پاس چلیں۔ چنانچہ ہم ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، وہ اس

❶ مجمع الزوائد (۷/ ۲۹۹) اسے طبرانی نے روایت کیا اور اس کے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں۔

❷ صحیح مسلم / الزهد (۲۹٦٥).

❸ مسند أحمد (٤/ ۲۲٥) اس کی سند منقطع ہے، لیکن طبرانی کی المعجم الکبیر (۱۲/ ۱۷۷/ ۱۷۸) میں یہ روایت دوسری سند سے ثابت ہے۔ اس کے بارے میں امام ہیثمی نے مجمع الزوائد (۷/ ۳۰۱) میں کہا ہے کہ اس کے رجال ثقہ ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وقت کوفہ کے امیر تھے، انھوں نے ہمیں اس فتنہ سے الگ رہنے اور گھر پر ٹھہر جانے کی تلقین کی۔ ❶

امام طبری فرماتے ہیں کہ جب ابن عباس رضی اللہ عنہما اور اشتر نخعی لوگوں کو جنگ میں شرکت پر ابھارنے کے لیے کوفہ آئے، تو ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما نے جو کہ کوفہ کے امیر تھے، لوگوں کو اپنے گھروں میں باقی رہنے اور تلواروں کو نیام میں کر لینے کی نصیحت کی اور فتنہ کے متعلق ان الفاظ میں اظہار خیال کیا:

''یہ ایک اندھا فتنہ ہے، اس میں سونے والا جاگنے والے سے اور جاگنے والا بیٹھنے والے سے اور بیٹھنے والا کھڑا ہونے والے سے اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہے۔ خالص عربوں جیسے رہو، تلواروں کو نیام میں کرلو، نیزوں کے پیکان کو نیزوں سے الگ کردو، کمانوں کے تانت کو توڑ ڈالو اور مظلوم و بے بس پر رحم کھاؤ، یہاں تک کہ یہ فتنہ ختم ہو جائے اور معاملہ رفع دفع ہو جائے۔'' ❷

نیز آپ نے فرمایا:

''جب فتنہ پیش آتا ہے تو غیر واضح ہوتا ہے اور جب فرو ہو جاتا ہے تو اس کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ آج جو فتنہ درپیش ہے وہ پیٹ پھاڑ دینے والی بیماری کی طرح ہمیں پھاڑ دینے والا ہے۔ شمال وجنوب اور مشرق ومغرب ہر طرف اسی کی ہوائیں چل رہی ہیں، کبھی کبھی یہ ٹھہر جاتی ہیں، اس وقت سمجھ میں نہیں آتا کہ کہاں پناہ ڈھونڈھی جائے، وہ متحمل مزاج لوگوں کو فرسودہ سمجھ کر چھوڑ دیتی ہے۔ اپنی تلواروں کو نیام میں کرلو، نیزوں کو توڑ دو، تیروں کو پھینک دو، تانتوں کو کاٹ ڈالو اور اپنے گھروں میں ٹھہرنے کو لازم پکڑو۔'' ❸

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اپنے موقف کی تائید میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے استدلال کرتے تھے جس میں آپ نے فتنہ میں شرکت کرنے سے منع فرمایا ہے: اور نیزوں کو توڑ ڈالنے، تانتوں کو کاٹ ڈالنے، تلواروں کو پتھر پر مارنے اور آدم علیہ السلام کی پہلی مقتول اولاد (ہابیل) کے انجام پر صبر کرنے کا حکم دیا ہے۔ ❹

چنانچہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ کے بارے میں فرمایا:

((فَكَسِّرُوْا فِيْهَا قِسِيَّكُمْ ، وَقَطِّعُوْا فِيْهَا أَوْتَارَكُمْ وَالْزَمُوْا فِيْهَا أَجْوَافَ بُيُوْتِكُمْ وَكُوْنُوْا كَابْنِ آدَمَ .)) ❺

''اس موقع پر تم اپنی قوسوں کو توڑ دو، تانتوں کو کاٹ ڈالو، گھروں کے اندر بیٹھے رہو، اور ابن آدم (ہابیل) کی طرح رہو۔''

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

---

❶ تاریخ ابن عساکر ص (۴۸۷-۴۸۸). ❷ تاریخ الطبری (۵/ ۵۱۳).
❸ تاریخ الطبری (۵/ ۵۱۵). ❹ أحداث و أحاديث فتنة الهرج ص: (۱۸۱).
❺ سنن الترمذی (۳/ ۳۳۲) امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ یہاں مصنف نے جو عبارت نقل کی ہے وہ سنن ترمذی کی روایت کے الفاظ نہیں، اس لیے براہ راست سنن ترمذی میں موجود عبارت کی ترجمانی کی گئی ہے۔ (مترجم)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''میں عبداللہ بن عمر کے علاوہ کسی ایسے خوش قسمت کو نہیں جانتی جسے اللہ نے لوگوں کے فتنوں سے محفوظ رکھا ہو اور وہ اپنے اسلاف کے طریقے پر ان کی طرح قائم ہو۔'' ❶

سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ہمارے پاس عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تشریف لائے۔ ہم امید کرنے لگے کہ شاید آپ ہمیں کوئی اچھی حدیث سنائیں گے، ہم میں سے ایک آدمی بڑھ کر ان کے پاس گیا اور کہا: ''اے ابوعبدالرحمٰن! ہمیں فتنہ کے ایام میں قتال کرنے کے بارے میں کوئی حدیث سنائیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَ قٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ ﴾ (البقرة: ۱۹۳)

''اور ان سے لڑو، یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے۔''

آپ نے فرمایا: تیری ماں تجھے گم پائے، کیا تم جانتے بھی ہو یہاں فتنہ سے کیا مراد ہے؟ اس سے مراد یہ ہے کہ محمد ﷺ مشرکین سے جنگ کرتے تھے اور مشرکین کے دین میں داخل ہونا فتنہ ہوتا تھا۔ حکومت واقتدار کی تمھاری یہ لڑائی وہ فتنہ نہیں ہے۔ ❷

اور نافع کا بیان ہے کہ ایک آدمی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! کیا آپ اللہ کا یہ فرمان نہیں سنتے:

﴿ وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ﴾ (الحجرات: ۹)

''اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرا دو۔''

آپ نے جواب دیا: اگر میں اس آیت کا اعتبار کروں تو قتال نہیں کروں گا، میرے نزدیک اس آیت کریمہ پر عمل کرنا زیادہ پسندیدہ ہے:

﴿ وَ مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا ﴾ (النساء: ۹۳)

''اور جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی جزا جہنم ہے، اس میں ہمیشہ رہنے والا ہے۔''

کیا تم اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں دیکھتے:

﴿ وَ قٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ ﴾ (البقرة: ۱۹۳)

''اور ان سے لڑو، یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے۔''

عہد رسول اللہ ﷺ میں کہ جب اسلام اپنے ابتدائی دور میں تھا اور آدمی اپنے دین کے لیے آزمائش میں ڈالا جاتا تھا، مخالفین اسے قتل کر دیتے یا غلام بنا لیتے تھے، اس وقت ہم نے اس آیت پر عمل کیا، یہاں تک کہ اسلام کا بول بالا ہوا اور فتنہ باقی نہ رہا۔ ❸

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے ابن عمر اور سعد بن ابی وقاص کے اس موقف پر دونوں کی ستائش کی اور فرمایا:

''سعد بن مالک اور عبداللہ بن عمر کا موقف دیکھ کر اللہ کی حکمت ودانائی پر عقل حیران ہے، اگر ان دونوں کا

---

❶ مصنف ابن أبي شيبة (۸/ ۲۵۹). ❷ صحيح البخاري / الفتن (۸/ ۹۵).

❸ سير أعلام النبلاء (۳/ ۲۲۸/ ۲۲۹).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

موقف درست ہوگا تو یقیناً اس کا اجر بہت بڑا ہے، اور اگر اس موقف میں غلطی ہے تو وہ قابل معافی ہے۔‘‘ ❶

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ سعد بن مالک اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کا موقف دیکھ کر اللہ پر تعجب ہوتا ہے۔ یقیناً اگر یہ غلط ہوگا تو غلطی معمولی اور قابل عفو ہے اور اگر درست و نیک ہے تو بہت بڑا کار اجر اور قابل تعریف ہے۔ ❷

خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’ابن عمر رضی اللہ عنہ فتنوں سے کنارہ کش رہنے میں تمام صحابہ سے آگے رہتے تھے اور لوگوں کو ان میں پڑنے سے سب سے زیادہ ڈرانے والے بھی تھے۔ آپ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے دور فتن تک باحیات رہے، لیکن ان کی طرف سے مدافعت نہیں کی۔ تاہم ان کے ساتھ نماز میں حاضر ہوتے، اگر کوئی نماز ان کے ساتھ چھوٹ جاتی تو حَجاج کے ساتھ پڑھ لیتے تھے اور کہتے تھے: جب ان لوگوں نے ہمیں اللہ کی طرف بلایا تو ہم نے ان کی بات قبول کیا اور جب ہم کو شیطان کی طرف بلایا تو ہم نے ان کو چھوڑ دیا۔‘‘ ❸

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

’’جب سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی تو لوگوں میں خلفشار پیدا ہوگیا، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسے مرد صالح مکہ چلے گئے، اور فتنہ سے برابر کنارہ کش رہے، یہاں تک کہ لوگ معاویہ رضی اللہ عنہ پر متفق ہوگئے، باوجود اس کے کہ آپ علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے تھے اور اپنے خیال میں انھیں کو خلافت کا حق دار سمجھتے تھے، ان کا احترام کرتے اور ان سے اپنی قربت وتعلق کا اظہار کرتے اور اگر کوئی شخص ان پر طعن وتشنیع کرتا تو اس کی مذمت کرتے۔ یہ سب کچھ آپ کے نزدیک مسلم تھا، بس آپ مسلمانوں کی باہمی لڑائی میں شریک نہیں ہونا چاہتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اس فتنۂ قتال کے علاوہ کسی بھی موقع پر آپ علی رضی اللہ عنہ کی حمایت وتائید سے پیچھے نہیں رہے۔‘‘ ❹

سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ:

جب سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ شہید کردیے گئے تو سلمہ بن اکوع ربذہ چلے گئے اور وہیں ایک عورت سے نکاح کرکے گھر بسالیا، وہاں بکثرت ان کی اولاد پیدا ہوئی، آپ وہیں سکونت پذیر رہے، ایام وفات سے چند دنوں پہلے مدینہ چلے آئے تھے، پھر یہیں وفات ہوگئی۔ ❺

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ:

امام ذہبی رحمہ اللہ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں:

’’آپ فتنہ سے الگ رہنے والوں میں سے تھے اور علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ قتال میں شرکت نہ کی تھی۔‘‘ ❻

---

❶ مجموع الفتاویٰ (٤/ ٤٤٠)۔ ❷ سیر أعلام النبلاء (١/ ١١٩/ ١٢٠) مجمع الزوائد (٧/ ٢٤٦)۔
❸ العزلة / الخطابی ص: (٢٠/ ٢١)۔ ❹ منهاج السنة (٦/ ٢٨٥)۔
❺ صحیح البخاری مع الفتح / الفتن (٦/ ٢٨٥)۔ ❻ سیر أعلام النبلاء (٢/ ٥٠٩)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حمید بن ہلال کا بیان ہے کہ جب فتنہ کی آندھی چلی تو عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے حجر بن ربیع العدوی سے کہا: اپنی قوم میں جاؤ اور انھیں فتنہ میں شریک ہونے سے منع کرو۔ انھوں نے کہا: میں ان میں ایک غیر معروف آدمی ہوں، میری بات نہیں مانی جائے گی، آپ خود انھیں سمجھا دیں اور فتنہ میں شریک ہونے سے منع کر دیں۔ حجر کا بیان ہے کہ پھر میں نے عمران رضی اللہ عنہ کو اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہوئے سنا:

''پہاڑ کی چوٹی پر سیاہ فام حبشی غلام کی شکل میں بکریوں کا ریوڑ چراتے ہوئے مر جانا، مجھے اس بات سے زیادہ محبوب ہے کہ مسلمانوں کی دونوں صفوں میں سے کسی کا ساتھ دے کر موہوم تیر چلاؤں، جس کے بارے میں میں نہیں جانتا کہ آیا وہ غلطی پر ہے یا صحیح پر۔'' ❶

سعید بن عاص اموی رضی اللہ عنہ:

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''آپ فتنہ سے الگ رہے اور اچھا ہی کیا۔ آپ نے جنگ میں معاویہ رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہیں دیا اور جب معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں نے حکومت کا باگ ڈور سنبھال لی تو آپ معاویہ کے پاس گئے، انھوں نے آپ کا احترام کیا اور بہت سارے مال سے نوازا۔'' ❷

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جب سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوگئی تو سعید رضی اللہ عنہ اس فتنہ سے الگ ہو گئے، نہ جنگ جمل میں شریک ہوئے اور نہ صفین میں۔ پھر جب معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت قائم ہوگئی تو آپ ان کے پاس گئے۔'' ❸

تنہا سعید رضی اللہ عنہ نے اس فتنہ سے کنارہ کشی نہ کی تھی، بلکہ ان کے پیچھے اور بھی لوگ تھے، آپ کی کنارہ کشی کی وجہ سے یہ لوگ بھی کنارہ کش رہے، یہاں تک کہ جمل اور صفین کی جنگیں گزر گئیں۔ ❹

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ:

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اسامہ نے اپنے حق میں اس فرمان نبوی پر عمل کیا ((كَيْفَ بِلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَا أُسَامَةُ!)) اے اسامہ! لا الہ الا اللہ کا کیا کرو گے۔؟ چنانچہ آپ نے اس فتنہ سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا، گھر میں بیٹھ رہے، اور اچھا کیا۔ ❺

امام ذہبی رحمہ اللہ اس واقعہ کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں جس کی تفصیل خود اسامہ رضی اللہ عنہ نے یوں بیان کی ہے کہ مجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ میں بھیجا، میں اور میرے ایک انصاری ساتھی، ہم دونوں نے دشمن کی طرف پیش قدمی کی، میں نے ایک آدمی پر حملہ کیا، جب میں اس کے قریب پہنچا تو اس نے اللہ اکبر کی صدا لگائی، پھر

---

❶ مصنف ابن أبي شيبة (١٠/ ١٥) المعجم الكبير / طبراني (١٨/ ١٠٥) اس کے تمام راوی صحیح کے ہیں۔

❷ سير أعلام النبلاء (٣/ ٤٤٦). ❸ البداية والنهاية (٨/ ٩١).

❹ سير أعلام النبلاء (٣/ ٤٤٦). ❺ سير أعلام النبلاء (٢/ ٥٠٠-٥٠١).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بھی میں نے اسے نیزہ مار کر قتل کر دیا، اور یہ سوچا کہ اس نے اپنی جان بچانے کے لیے اللہ اکبر کہا ہے۔ اسامہ نے پورا واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا، روایت کے آخر میں ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((یَا أُسَامَۃُ مَنْ لَكَ بِلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ؟)) یعنی اے اسامہ تمھاری طرف سے ((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه)) کا کون جواب دہ ہوگا؟ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس نے قتل سے بچنے کے لیے یہ کلمہ پڑھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: ((مَنْ لَكَ يَا أُسَامَةُ بِلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ؟)) تمھاری طرف سے کون لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا جواب دہ ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم برابر یہی بات دہراتے رہے۔ ❶ اسامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بار بار یہ فرمان سن کر میں سوچتا تھا کہ اگر اب تک میں اسلام نہ لاتا تو بہتر ہوتا، کاش میں اب اسلام لاتا اور اسے قتل نہ کرتا، میں نے اللہ سے عہد کیا ہے کہ اب کسی ((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه .)) کہنے والے کو ہرگز قتل نہیں کروں گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((بَعْدِيْ يَا أُسَامَةُ؟)) اے اسامہ! کیا میرے بعد؟ اسامہ نے کہا: آپ کے بعد۔ ❷

حرملہ کا بیان ہے کہ اسامہ نے مجھے علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور کہا کہ جب تم ان کے پاس جاؤ گے تو وہ فوراً پوچھیں گے کہ تمھارے ساتھی کیوں پیچھے رہ گئے؟ تب تم ان سے کہنا کہ وہ کہہ رہے تھے: اگر آپ شیر کے منہ میں ہوں تو مجھے آپ کا ساتھ دینا پسند ہے، لیکن یہاں کا معاملہ ایسا ہے جسے میں درست نہیں سمجھتا۔ ❸

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ''اسامہ رضی اللہ عنہ نے اپنے عذر کی وضاحت کر دی کہ میرے دل میں علی رضی اللہ عنہ کے خلاف کوئی کدورت وکراہت نہیں، اگر وہ مشکل سے مشکل ترین جگہ میں ہوں تو بھی میں ان کا ساتھ دینے اور ان کا غم بانٹنے کے لیے تیار ہوں، آج اس موقع پر میرے پیچھے رہ جانے کی صرف ایک ہی وجہ ہے، وہ ہے مسلمانوں کی آپس میں خون ریزی جو مجھے ناپسند ہے۔'' ❹

امام ذہبی نے امام زہری رحمہ اللہ کی سند سے ایک دوسری روایت نقل کی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کی اسامہ سے ملاقات ہوئی تو علی رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اے اسامہ! ہم تو تم کو اپنوں میں شمار کرتے تھے، پھر ہمارے ساتھ جنگ میں شریک کیوں نہیں ہوئے؟ اسامہ بن زید نے جواب دیا: اے ابوالحسن! اگر آپ شیر کے ایک جبڑے کو پکڑیں گے تو میں اس کا دوسرا جبڑا پکڑوں گا، یہاں تک کہ ہم دونوں مرجائیں گے، یا دونوں زندہ رہیں گے۔ رہا یہ معاملہ جس سے آپ دوچار ہیں، تو واللہ میں اس میں ہرگز شریک نہ ہوں گا۔ ❺

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما :

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کے بارے میں روایات میں وارد ہے کہ وہ معاویہ اور اپنے باپ کے ساتھ قتال

---

❶ صحیح مسلم، حدیث نمبر (۹۶) المستدرك / حاکم (۳/ ۱۱۶).

❷ سیر أعلام النبلاء (۲/ ۵۰۵) اس کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

❸ صحیح البخاري مع الفتح / الفتن (۸/ ۶۱-۶۸). ❹ فتح الباري (۱۳/ ۶۷).

❺ سیر أعلام النبلاء (۲/ ۵۰۴).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں کیوں شریک ہوئے تھے؟ تو انھوں نے جواب دیا تھا کہ: قتال کرنے کے لیے نہیں شریک ہوا تھا، بلکہ اپنے والد کی فرماں برداری میں نکلا تھا۔ چنانچہ حنظلہ بن خویلد العنبری کا بیان ہے کہ میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، ان کے پاس دو آدمی عمار رضی اللہ عنہ کے قتل کے بارے میں جھگڑتے ہوئے آئے۔ ایک کہہ رہا تھا عمار کو میں نے قتل کیا اور دوسرا کہہ رہا تھا کہ میں نے قتل کیا۔ یہ منظر دیکھ کر عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا: تم دونوں میں کوئی بھی اس سے اپنا جی خوش کرلے! لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ((تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ .)) انھیں باغی گروہ قتل کرے گا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اے عمرو! کیا اپنے اس پاگل سے مجھے محفوظ نہیں رہنے دو گے۔ تم کو کس نے بلایا تھا؟ انھوں نے کہا: میرے والد نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے میری نافرمانی کی شکایت کی تھی، تو آپ نے فرمایا تھا: ((اَطِعْ أَبَاكَ مَا دَامَ حَيًّا)) ''تاعمر اپنے باپ کے فرماں بردار بن کر رہو۔'' اس لیے میں آپ لوگوں کے ساتھ ہوں، میں لڑنے نہیں آیا ہوں۔ [1]

بعض روایات میں آتا ہے کہ صفین میں اپنی اس شرکت پر آپ بعد میں بہت نادم ہوئے، چنانچہ ابن سعد نے ابن ابی ملیکہ [2] سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا: عبداللہ بن عمرو احساس ندامت پر کہتے تھے:

> ''ہائے میں کیوں صفین گیا؟ ہائے افسوس! مسلمانوں کی خون ریزی! کاش یہ سب کچھ واقع ہونے سے دسیوں سال قبل میں مرگیا ہوتا۔ اللہ شاہد ہے، میں صفین میں گیا تو ضرور، لیکن اپنی تلوار نہ اٹھائی اور نہ کوئی تیر چلایا۔'' [3]

صہیب بن سنان رومی رضی اللہ عنہ :

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ''آپ فتنہ سے کنارہ کش رہے اور اپنی حالت پر باقی رہے۔'' [4]

جعفر بن برقان سے روایت ہے کہ میمون بن مہران نے عثمان، طلحہ، زبیر اور معاویہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں لوگوں کی مختلف آراء وخیالات اور ان کی گروہ بندیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: دسیوں ہزار اصحاب رسول اور تابعین میں سے جو لوگ اپنے گھروں میں بیٹھے رہے اور فتنہ میں شریک نہ ہوئے وہ سعد بن ابی وقاص، ابوایوب انصاری، عبداللہ بن عمر، اسامہ بن زید، حبیب بن سلمہ فہری، صہیب بن سنان اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم ہیں، ان لوگوں نے کہا کہ ہم سب عثمان اور علی دونوں کو پسند کرتے ہیں، ان دونوں میں سے کسی سے تبرا (برأت) نہیں کرتے۔ ان دونوں اور ان کے حامیوں کے لیے ہم ایمان کی گواہی دیتے ہیں۔ ان کے لیے بخشش کی امید اور جہنم سے نجات کی دعا کرتے ہیں۔ [5]

---

[1] مسند أحمد (۲/ ۱٦٤) اس کی سند صحیح ہے تہذیب التھذیب (۳/ ۵۲)

[2] آپ کا نام ابوبکر عبداللہ تیمی ہے، عبادلہ اربعہ سے آپ کی روایت ثابت ہے، تہذیب التھذیب (۵/ ۲٦۸) .

[3] طبقات ابن سعد، (٤/ ۲٦٦) اس کے تمام رواری ثقہ ہیں۔

[4] سیر أعلام النبلاء (۲/ ۱۸) .

[5] دول الإسلام (۱/ ۲۹) تاریخ دمشق ص: (۵۰۳، ۵۰۵)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ :

ابن ابی شیبہ ''مصنف'' میں خلیفہ بن خیاط اپنی ''تاریخ'' میں اور ابن سعد ''طبقات'' میں، شعبہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: میں نے حکم سے دریافت کیا کہ ابوایوب رضی اللہ عنہ معرکۂ صفین میں شریک ہوئے تھے؟ آپ نے کہا: نہیں۔ البتہ نہروان کی جنگ میں لڑائی کے دن وہاں موجود تھے۔ ❶

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ :

بسند صحیح ثابت ہے کہ آپ جنگ جمل اور صفین میں شریک نہ ہوئے۔ بلکہ آپ اس فتنہ سے دور رہنے والی روایتوں کے ایک راوی ہیں، کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((سَتَكُونُ فِتَنٌ ، اَلْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِيْ وَالْمَاشِي فِيهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِي مَنْ تَشَرَّفَ لَهَا تَسْتَشْرِفُهُ، وَمَنْ وَجَدَ مِنْهَا مَلْجَأً أَوْ مُعَاذاً فَلْيَعُذْ بِهِ .)) ❷

''عنقریب فتنے برپا ہوں گے، ان میں بیٹھا رہنے والا کھڑا رہنے والے سے بہتر ہے اور کھڑا رہنے والا چلنے والے سے بہتر ہے اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہے، جو دور سے بھی ان کی طرف جھانک کر دیکھے گا وہ اس کو بھی سمیٹ لیں گے۔ اس وقت جس کسی کو کوئی جائے پناہ مل جائے، یا بچاؤ کا مقام مل سکے تو وہ اس میں چلا جائے۔''

عبداللہ بن سعد بن ابی السرح رضی اللہ عنہ :

امام ذہبی فرماتے ہیں:

''آپ عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں ان کی طرف سے مصر کے گورنر رہے۔''

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ جنگ صفین میں شریک ہوئے۔ لیکن راجح یہ ہے کہ آپ فتنہ سے کنارہ کش رہے اور رملہ میں روپوش رہے۔ ❸

بہرحال فتنہ سے کنارہ کش رہنے والے صحابہ کرام کے بے شمار اقوال میں سے بطور نمونہ یہاں چند اقوال کا ذکر ہوا ہے۔ اس فکر کے حامل صحابہ فتنے میں شریک نہ ہوئے اور دوسروں کو بھی اس میں شریک ہونے سے ڈراتے رہے۔ فتنہ کے متعلق جن احادیث کے یہ لوگ راوی تھے، اور جن میں مسلمانوں کو باہمی خون ریزی میں شرکت سے منع کیا گیا تھا ان روایات کے مدنظر یہ لوگ اپنے موقف پر مطمئن تھے۔ یہ لوگ خوارج کی جنگ اور جمل وصفین کی جنگ میں تفریق کے قائل تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ان میں سے ابو ہریرہ اور ابوایوب انصاری جیسے کئی صحابہ نے خوارج

---

❶ مصنف ابن أبی شیبة (١٥/ ٣٠٣) تاریخ خلیفه بن خیاط ص (١٩٦) طبقات ابن سعد (٣/ ٢٧٩).

❷ صحیح البخاری (٣٦٠١، ٧٠٨١)، صحیح مسلم / الفتن (٤/ ٢٢١/ ٢٢١٢) (٢٨٨٦).

❸ سیر أعلام النبلاء (٣/ ٣٣).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے خلاف جنگ میں شرکت کی تھی، جب کہ معرکۂ جمل و صفین میں مسلمانوں کی باہمی لڑائی میں ان دونوں نے شرکت نہیں کی۔ نیز جب حسن بن علی رضی اللہ عنہما معاویہ رضی اللہ عنہما کے حق میں خلافت سے دست بردار ہو گئے اور ان کی خلافت پر امت مسلمہ متحد ہو گئی تو کنارہ کشی کرنے والے انھیں صحابہ نے دستِ معاویہ پر بیعت کرنے میں پیش قدمی کا مظاہرہ کیا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ''قتال سے کنارہ کش رہنے والے ابن عمر، سعد بن ابی وقاص اور محمد بن مسلمہ جیسے تمام لوگوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔'' [1]

مذکورہ صحابہ کرام کے اقوال اور حالات پر غور کرنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ جن صحابہ نے اس فتنہ میں طرفین میں سے کسی کا ساتھ نہ دیا، غالباً ان کی کنارہ کشی کی وجہ یہ تھی کہ یہ معاملہ ان کے لیے نہایت پیچیدہ اور غیر واضح تھا، جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ''ان کے سامنے یہ بات واضح نہ تھی، کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر'' جیسے کہ سعد بن ابی وقاص نے صریحاً اس بات کا اظہار بھی کیا۔''

یا دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ وہ لوگ اس مصیبت سے خلاصی پانے کے لیے قتال ہی کو واحد حل نہیں مانتے تھے، بلکہ صلح کو ترجیح دیتے تھے، اس لیے کہ صلح میں بھلائی ہے اور صلح کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمانوں کو متحد کرنے کے لیے اپنے بعض حقوق سے بھی دست بردار ہو جایا جائے۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی بات سے ہمیں کچھ اسی طرح کی رہنمائی ملتی ہے، وہ علی رضی اللہ عنہ کی امامت اور فضل کے معترف تھے، لیکن اس موقع پر علی رضی اللہ عنہ سے معذرت کے ساتھ عرض کیا تھا کہ اس راستہ میں آپ کا ساتھ دینا مناسب نہیں سمجھتا۔ [2]

علمائے سلف نے فتنہ سے کنارہ کش رہنے والے صحابہ کے حق میں معذرت کے یہ الفاظ تحریر کیے ہیں:

- قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''بیان کیا جاتا ہے کہ جن صحابہ نے اس قتال میں شرکت کرنے سے توقف کیا انھوں نے فتنوں سے دور رہنے والی احادیث کو عموم پر محمول کیا اور صحابہ کے درمیان رونما ہونے والے تمام اختلافات اور قتال میں ان سے دور رہے۔'' [3]
- ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''کنارہ کش رہنے والوں کے پاس اس سے زیادہ کوئی دلیل نہ تھی کہ ان کے سامنے حق واضح نہ تھا اور جس کے سامنے حق واضح نہ ہو اس کے ساتھ ہم اس سے زیادہ کچھ کر بھی نہیں سکتے کہ اس کے سامنے حق کا طریقہ واضح کریں یہاں تک کہ حقیقت اس کے سامنے واضح ہو جائے۔'' [4]
- حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ''حق بات یہ ہے کہ مذکورہ صحابہ میں سے ہر ایک کے موقف کو درستگی پر محمول کیا

---

[1] أحداث و أحاديث الفتنة، عبدالعزيز دحان، ص (۲۱۲).

[2] أحداث و أحاديث الفتنة، عبدالعزيز دحان، ص (۲۱۲).

[3] التذكرة (۲/ ۲۲۳). [4] الفصل (۳/ ۷۸).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جائے، جنھوں نے لڑائی میں شرکت کی ان کے سامنے دلیل واضح تھی اور وہ دلیل یہ تھی کہ باغی گروہ سے قتال کا حکم ہے اور ہمارے پاس باغیوں سے قتال کرنے کی طاقت ہے۔ جب کہ شرکت نہ کرنے والوں کے سامنے یہ بات واضح نہ تھی کہ دونوں میں سے کون باغی گروہ ہے، یا یہ بات واضح تھی لیکن ان میں اس گروہ سے قتال کرنے کی طاقت نہ تھی۔ چنانچہ خزیمہ بن ثابت کے سامنے یہ بات واضح نہ تھی اسی لیے وہ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی میں شرکت نہیں کر رہے تھے اور جب عمار رضی اللہ عنہ قتل کر دیے گئے تب انھوں نے لڑائی میں شرکت کی، اور یہ حدیث بیان کی: ((تَقْتُلُ عَمَّارًا الفِئَةُ البَاغِيَةُ)) [1] ''عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا۔''

- جصاص رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ سعد، محمد بن مسلمہ، اسامہ بن زید اور ابن عمر رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ کی ایک جماعت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے سے پیچھے کیوں رہی، تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ وہ اس لیے پیچھے نہ رہی کہ باغی گروہ سے قتال کرنے کو جائز نہ سمجھتے تھے، بلکہ انھوں نے سوچا کہ امیر المومنین اپنی ضرورت بھر کے لیے اپنے ساتھیوں کو کافی سمجھ رہے ہیں اور ان کو ہماری کوئی خاص ضرورت نہیں ہے، اس لیے اگر ہم اس میں نہ شریک ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے، لہٰذا وہ لوگ شریک نہ ہوئے۔ بہر حال ان لوگوں کی عدم مشارکت کوئی قابل تنقید عمل نہیں ہے، بلکہ یہ جائز ہے۔ خوارج کے خلاف جنگ جب لڑی گئی تب بھی کچھ صحابہ اس میں شرکت کرنے سے پیچھے تھے، تو کیا یہ کہنا درست ہوگا کہ وہ لوگ خوارج کے خلاف جنگ کو واجب نہیں سمجھتے تھے؟ نہیں ایسی بات ہرگز نہیں۔ سچ یہ ہے کہ جب انھوں نے دیکھا کہ خوارج کے خلاف جنگ میں شرکت کرنے والے لوگ ان کے لیے کافی ہیں تو خود شرکت نہیں کی۔ [2]

حالات کی بحالی تک تنفیذ قصاص کو موخر کرنے والے علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ہم خیال لوگوں کا موقف:

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اس بات کے منتظر تھے کہ پہلے حالات معمول پر آ جائیں پھر قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں غور کیا جائے گا۔ یہی وجہ تھی کہ جب طلحہ، زبیر رضی اللہ عنہما اور ان کے حامیوں نے قاتلین عثمان پر حد قصاص کے نفاذ کا مطالبہ کیا تو آپ نے ان سے یہ کہتے ہوئے معذرت کی کہ ''وہ بہت زیادہ ہیں، اور ان کی قوت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا'' آپ نے ان سے اس وقت تک صبر کرنے اور خاموش رہنے کی درخواست کی جب تک کہ شورو ہنگامہ ختم نہ ہو جائے اور حالات معمول پر نہ آ جائیں، اس لیے کہ کسی نتیجہ خیز اور سود مند اقدام کے لیے حالات سازگار نہ تھے اور آپ اشارہ دے رہے تھے کہ دو برائیوں میں سے کمتر کو اختیار کرنا بہتر ہے۔ چنانچہ فرمایا:

> ''میں تمھیں قاتلین عثمان کو مہلت دینے کی جو بات کہتا ہوں، وہ اس برائی سے کہیں بہتر ہے جو مسلمانوں کی باہمی خون ریزی یا اختلاف کی شکل میں ظاہر ہو۔'' [3]

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے خیال میں مصلحت کا تقاضا یہ تھا کہ قصاص کو موخر کیا جائے، نہ یہ کہ اسے پس پشت

---

[1] فتح الباری (۱۳/ ٤٦). [2] أحكام القرآن (٥/ ٢٨١).
[3] تاريخ الطبری (٥/ ٤٦٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ڈال دیا جائے، اسی وجہ سے آپ نے قصاص کو موخر کیا تھا اور اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء بھی تھی کہ جب حادثۂ افک کے موقع پر عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں بہت سارے لوگوں نے چہ میگوئیاں کی تھیں اور عبداللہ بن ابی ابن سلول اس میں سب سے گھناؤنا کردار ادا کر رہا تھا، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا:

((مَنْ يَعْذُرُنِي فِي رَجُلٍ وَصَلَ اَذَاهُ إِلَى أَهْلِيْ؟))

"ایسے آدمی سے چھٹکارا دلانے میں کون میری مدد کرے گا، جس نے میرے گھر والوں کو تکلیف دی ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن ابی بن سلول کو مراد لے رہے تھے۔ یہ سننا تھا کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! اس سلسلے میں میں آپ کی مدد کرتا ہوں۔ اگر وہ شخص ہمارے اوس قبیلہ سے ہوگا، تو ہم اسے قتل کر دیں گے اور اگر ہمارے خزرجی بھائیوں میں سے ہے تو آپ ہمیں اس کے قتل کرنے کا حکم دیں، ہم اس کا کام تمام کر دیں گے۔ پھر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اٹھے جو کہ خزرج کے سردار تھے، پھر سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما میں تو تو میں میں ہوگئی، ادھر اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بھی آ گئے، انھوں نے بھی سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو سخت سست کہا، پھر آوازیں بلند ہوگئیں اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم انھیں خاموش کرنے لگے۔ ❶

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو احساس ہو گیا کہ معاملہ نازک ہے، اور اس کا نتیجہ خراب ہو سکتا ہے، اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ آمد سے پہلے اوس وخزرج کے لوگ عبداللہ بن ابی بن سلول کو اپنا سردار بنانا چاہتے تھے، ان کی نگاہوں میں اس کا بڑا اونچا مقام تھا اور کون نہیں جانتا کہ اسی نے غزوۂ احد کے موقع پر مسلمانوں کو دھوکا دیا تھا اور اپنی ایک تہائی فوج لے کر واپس لوٹ آیا تھا، لیکن اس کی ان تمام خباثتوں کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر حد نافذ نہیں کی۔ تو سوال یہ ہے کہ آخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ موقف کیوں اختیار کیا؟ واضح بات ہے کہ آپ کی نگاہ مصلحت ومفسدہ پر تھی۔ آپ نے سوچا کہ اس پر کوڑے لگانے کے نقصانات، چھوڑ دینے کے بالمقابل کہیں زیادہ ہیں، یہی نظریہ امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی کارفرما تھا، چنانچہ آپ نے سوچا کہ قصاص کو موخر کرنے کے نقصانات اس کی فوری تنفیذ کے مقابلے میں کم ہیں، کیونکہ آپ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کی بالکل طاقت نہیں رکھتے تھے۔ اس لیے کہ ان کے قبیلہ والے ان کی طرف سے مدافعت کرتے۔ حالات بھی ہنگامہ خیز تھے، فتنہ عروج پر تھا اور کون کہہ سکتا تھا کہ اس اقدام پر وہ لوگ آپ کو قتل نہیں کریں گے؟ جب کہ بعد میں ایسا ہی ہوا کہ وہی لوگ آپ کے بھی قاتل ٹھہرے۔ ❷

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس بات کے منتظر تھے کہ حالات درست ہو جائیں، امت مسلمہ متحد ہو جائے، دم عثمان رضی اللہ عنہ کے اولیاء کا مطالبہ قدرے نرم ہو جائے، تب مطالبین قصاص اور متہم افراد کو حاضر کیا جائے۔ دعویٰ اور جواب دعویٰ ہو، بینہ قائم ہو اور عدالت کی مجلس میں فیصلہ صادر ہو۔ ❸

---

❶ صحیح البخاری / المغازی، حدیث نمبر (۴۱۴۱)۔ ❷ حقبۃ من التاریخ ص (۱۰۲)۔

❸ تحقیق مواقف الصحابۃ (۲/ ۱۵۶)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

علی رضی اللہ عنہ کا یہ نظریہ غلط نہ تھا، کیونکہ پوری امت مسلمہ اس بات پر متفق ہے کہ اگر حد قصاص کا فوری نفاذ فتنہ و شرانگیزی اور اسلامی وحدت میں انتشار کا سبب بن رہا ہو تو امام کے لیے قصاص کو موخر کر دینا جائز ہے۔ ❶

رہا یہ شوشہ کہ اگر آپ ان سے قصاص لینا چاہتے تھے تو پھر یہ لوگ کیسے آپ کے لشکر میں موجود رہے؟ اور کیسے آپ نے انھیں قبول کیا؟ امام طحاوی رحمہ اللہ اس کا جواب یوں دیتے ہیں:

''سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والے جو خوارج اور ظالم لوگ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں رہے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ اس میں کوئی نامزد قاتل نہ تھا جس کی گرفت کی جاتی، یا ایسے لوگ تھے جنھیں اپنے قبیلہ کی حمایت حاصل تھی، یا ایسے تھے جن کے خلاف فرد جرم عائد کرنے کے لیے کوئی دلیل نہ تھی، یا پھر ایسے تھے جن کے دلوں میں نفاق تھا اور اسے مکمل طور پر ظاہر کرنے کی جرأت نہیں کر پا رہے تھے۔'' ❷

بہرحال ان کے سلسلے میں آپ کا موقف نہایت محتاط موقف تھا، آپ ان کے عمل و کردار سے برأت ظاہر کر رہے تھے، ان سے چھٹکارا چاہتے تھے اور چھٹکارا ہی نہیں بلکہ اگر موقع ہاتھ آتا تو بلاشبہ قصاص لینا چاہتے تھے، یہ بات آپ کے دو نظریات میں صاف طور سے نظر آ رہی ہے۔

- قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ کا موقف۔
- ایسے لوگوں کی خدمت لینے سے پرہیز۔

قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ کا موقف:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پر علی رضی اللہ عنہ نے سخت غم وغصہ کا اظہار کیا، ان کے خون سے اپنی برأت ظاہر کی، اپنے خطبوں اور دیگر مجلسوں میں قسمیں کھا کھا کر کہا کہ میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل نہیں کیا، نہ کسی کو اس کا حکم دیا، نہ کسی کو شہ دی اور نہ ہی اس واقعہ سے راضی ہوں، یہ بات اتنی سندوں سے ثابت ہے جو قطعیت کا فائدہ دیتی ہیں۔ ❸

یہ حقیقت ان رافضی مفروضوں کے خلاف ہے جن میں علی رضی اللہ عنہ کو قتل عثمان رضی اللہ عنہ پر مطمئن دکھایا گیا ہے۔ ❹

شہادت عثمان کے متعلق روایات کو نقل کرنے کے بعد امام حاکم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ بدعتیوں کا یہ دعویٰ کہ علی رضی اللہ عنہ نے قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کی مدد کی تھی، یکسر جھوٹ اور بہتان ہے، متواتر روایات اس کے بالکل خلاف ہیں۔ ❺

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ سب علی رضی اللہ عنہ پر جھوٹ اور افترا پردازی ہے، آپ ہرگز ہرگز دم عثمان رضی اللہ عنہ میں شریک نہ ہوئے، نہ اس کا حکم دیا اور نہ اس سے خوش ہوئے، آپ جو کہ ایک سچے اور نیک انسان ہیں، خود ہی اس کی صراحت کرتے ہیں۔ ❻ فرماتے ہیں: ((اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَبْرَأُ إِلَيْكَ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ)) ❼ اے اللہ!

❶ أحكام القرآن / ابن العربي (٢/ ١٧١٨). ❷ شرح العقيدہ الطحاوية ص (٥٤٦).
❸ البداية والنهاية (٧/ ٢٠٢). ❹ العقيدة في أهل البيت بين الأفراط والتفريط ص (٢٢٩).
❺ المستدرك (٣/ ١٠٣). ❻ منهاج السنة (٤/ ٤٠٦).
❼ البداية والنهاية (٧/ ٢٠٢) اس کی سند حسن ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں تیرے پاس دم عثمان سے اپنی برأت کا اظہار کرتا ہوں۔"

امام حاکم نے اپنی سند سے قیس بن عبادہ سے روایت کیا ہے کہ جنگ جمل کے موقع پر میں نے علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: اے اللہ! میں تیرے نزدیک عثمان کے خون سے اپنی برأت ظاہر کرتا ہوں، جس دن میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر سنی، حواس باختہ ہوگیا اور میرا دل یقین نہیں کر رہا تھا۔ لوگ میرے پاس بیعت کرنے آئے تو میں نے کہا: "اللہ کی قسم! مجھے اللہ سے شرم آتی ہے کہ ایسے لوگوں سے بیعت کروں جنھوں نے ایک ایسے آدمی کو قتل کیا ہے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

((أَ لَا أَسْتَحْيِ مِمَّنْ تَسْتَحْيِي مِنْهُ الْمَلَائِكَةُ .))

"کیا میں ایسے آدمی سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں۔"

یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ عثمان زمین پر مقتول پڑے ہوں اور ابھی ان کی تدفین بھی نہیں ہوئی اور میں بیعت کرلوں، یہ سن کر لوگ واپس چلے گئے اور جب آپ کی تدفین ہوگئی تو لوٹ کر واپس آئے اور مجھے بیعت لینے کے لیے کہنے لگے، میں نے کہا:

((اَللّٰھُمَّ إِنِّيْ مُشْفِقٌ مِمَّا اَقْدِمُ عَلَيْهِ .))

"اے اللہ! میں اس پر اقدام کرتے ہوئے ڈر رہا ہوں۔"

لیکن پھر بھی میری ہمت بندھی اور عزیمت نے سہارا دیا، میں نے بیعت لے لی۔ لوگوں نے اس وقت جب مجھے "امیر المومنین" کہا تو مجھے ایسا لگا کہ احساس ذمہ داری سے میرا دل پھٹ جائے گا اور میں نے اللہ سے دعا کی:

((اَللّٰھُمَّ خُذْ مِنِّيْ لِعُثْمَانَ حَتّٰى تَرْضٰى .)) [1]

"اے اللہ! تو مجھ سے عثمان کے لیے وہ کام لے جس سے تو خوش ہو جائے۔"

امام احمد اپنی سند سے محمد بن الحنفیہ سے روایت کرتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ مقام مربد [2] میں عائشہ رضی اللہ عنہا قاتلین عثمان پر لعنت بھیج رہی ہیں، تو آپ نے بھی دعا کے لیے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا لیے اور کہا: میں بھی قاتلین عثمان پر لعنت بھیجتا ہوں، ان پر اللہ کی لعنت نازل ہو وہ زمین میں ہوں یا پہاڑ پر۔ آپ نے دو یا تین مرتبہ یہی بات دہرائی۔ [3]

ابن سعد نے اپنی سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ شاہد ہے کہ میں نے عثمان کو قتل نہیں کیا اور نہ ہی اس کا حکم دیا، بلکہ میں نے اس سے منع کیا۔ اللہ کی قسم ہے! میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل نہیں کیا اور نہ ہی اس کا حکم دیا بلکہ میں بے بس کر دیا گیا، آپ نے تین مرتبہ یہی بات دہرائی۔ [4]

---

[1] المستدرك (۳/ ۹) یہ حدیث صحیح ہے، اور شیخین کی شرط پر ہے۔

[2] بصرہ کے قریب ایک جگہ ہے۔ بصرہ اور مربد کے درمیان تین میل کا فاصلہ ہے۔

[3] فضائل الصحابة (۱/ ۵۵۵) حدیث نمبر (۷۳۳) اس کی سند صحیح ہے۔

[4] الطبقات (۳/ ۸۲)، البدایه والنهایة (۷/ ۲۰۲).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نیز انھی سے مروی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''جو شخص عثمان کے دین سے برأت کا اظہار کرے وہ ایمان سے برأت کا اظہار کر رہا ہے، اللہ کی قسم! میں ان کے قتل میں معاون نہیں ہوں اور نہ ہی اس کا حکم دیا اور نہ ہی اس سے راضی ہوں۔'' ❶

آپ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی تعریف کرتے تھے اور ان کے بارے میں کہتے تھے: وہ ہم میں سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے اور سب سے زیادہ رب سے ڈرنے والے تھے۔ ❷ اور عمیرہ بن سعد کا بیان ہے کہ ہم دریائے فرات کے ساحل پر علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ٹہل رہے تھے، ہمیں دریا میں ایک کشتی گزرتی ہوئی نظر آئی جس کا بادبان بلند تھا، علی رضی اللہ عنہ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی:

﴿وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَآتُ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ﴾ (الرحمٰن: ۲٤)

''اور اللہ ہی کی (ملکیت میں) ہیں وہ جہاز جو سمندروں میں پہاڑ کی طرح بلند (چل پھر رہے) ہیں۔''

قسم ہے اس ذات کی جس نے اپنے سمندروں میں سے ایک سمندر میں اس کشتی کو رواں کیا! میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل نہیں کیا اور نہ کسی کو اس پر ابھارا۔ ❸

آپ فرماتے ہیں کہ جس دن عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی میں غم سے نڈھال ہوگیا۔ ❹ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے ان تمام روایات کی سندوں کو جمع کیا ہے جن میں علی رضی اللہ عنہ کا اپنا بیان ہے کہ وہ عثمان رضی اللہ عنہ کے خون سے بَری ہیں اور یہ کہ آپ اپنے خطبوں وغیرہ میں قسم کھایا کرتے تھے کہ انھوں نے عثمان کو قتل نہیں کیا اور نہ اس سے راضی ہوئے۔ یہ بات آپ سے اتنی کثیر سندوں سے ثابت ہے کہ جو بہت سارے ائمہ کے نزدیک قطعیت کا فائدہ دیتی ہیں۔ ❺

اپنے لشکر کے مشکوک افراد سے کوئی خدمت لینے سے گریز کرنا:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ان مشکوک لوگوں سے خطرہ لگا رہتا تھا، اس لیے آپ ان سے کوئی معاملہ کرتے تو چوکنے رہتے، یہی وجہ تھی کہ جب آپ نے شام پر چڑھائی کا ارادہ کیا تو ان میں کسی کو امیر نہیں بنایا، بلکہ اپنے فرزند محمد بن الحنفیہ کو بلا کر انھیں علَم سونپا۔ عبداللہ بن عباس کو میسرہ اور ابولیلیٰ بن عمر بن الجراح کو مقدمۃ الجیش پر مامور کیا۔ ❻ اور قثم بن عباس کو مدینہ میں اپنا نائب بنایا۔ ❼ گویا یہ آپ کی طرف سے ایک پہل تھی جس میں آپ باغیوں سے اپنی برأت کا واضح اشارہ دے رہے تھے اور بغیر ان کی مدد کے مسلمانوں کے معاملات کو سنبھال لینے کی قوت کا ثبوت دینا چاہتے تھے، اس لیے کہ مسلمانوں میں آپ کے عقیدت مند اور آپ کی خلافت کے اتنے مویدین موجود تھے کہ جن

---

❶ الرياض النضرة ص (٥٤٣). ❷ صفة الصفوة (١/ ٣٠٦).

❸ فضائل الصحابة (١/ ٥٥٩-٥٦٠) حديث نمبر (٣٧٩) اس کی سند حسن لغیرہ ہے۔

❹ المنتظم في تاريخ الملوك والأمم (٥/ ٦١). ❺ البداية والنهاية (٧/ ١٩٣).

❻ تاريخ الطبري، بحواله تحقيق مواقف الصحابة (٢/ ١٥٨). ❼ تاريخ الطبري (٥/ ٤٧٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے ہوتے ہوئے باغیوں کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اس وقت آپ باغیوں کے ساتھ اس سے زیادہ کچھ کر بھی نہیں سکتے تھے، کیونکہ وہ سیکڑوں کی تعداد میں تھے۔ مزید برآں ان کے خاندان ورشتہ کے لوگ فوج میں شامل تھے، اگر آپ اس سے زیادہ اور کوئی سختی کرتے تو اس بات کی کوئی ضمانت نہ تھی کہ امت مسلمہ میں فتنہ کی رسی مزید دراز نہ ہوگی۔ ❶

اسی طرح جب آپ اور طلحہ، زبیر اور عائشہ رضی اللہ عنہم کے درمیان قعقاع بن عمرو کی ثالثی پر مصالحت ہوگئی تو آپ نے اسی دن شام کو خطبہ دیا۔ پہلے جاہلیت، اس کی بدبختی اور اس کے گھناؤنے کاموں کا ذکر کیا، پھر اسلام اور اس کے متبعین کی باہمی محبت اور اتحاد کی خوش بختی کا ذکر کیا اور فرمایا کہ اللہ نے اپنے فضل خاص سے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے خلیفہ ابوبکر، پھر عمر اور پھر عثمان پر امت مسلمہ کو متحد کیا، پھر یہ جانکاہ حادثہ پیش آیا جسے کچھ لوگوں یعنی قاتلین عثمان نے امت پر تھوپ دیا، انھوں نے دنیا طلب کی، اور جسے اللہ نے دنیا کی نعمت سے نوازا تھا اور اس پر اپنے فضل کی بارش کی تھی اس پر حسد کیا، انھوں نے اسلام اور دیگر چیزوں کو پیچھے دھکیل دینا چاہا، اللہ اپنے معاملہ کے لیے کافی ہے۔ ❷

پھر فرمایا: اے لوگو! میں کل یہاں سے کوچ کرنے والا ہوں، سب لوگ کوچ کے لیے تیار ہوجاؤ۔ خبردار! ہمارے ساتھ ایسا کوئی شخص ہرگز نہ چلے جو کسی معاملے میں کسی بھی طرح سے عثمان کے خلاف معاون رہا ہو۔ جاہل اور احمق لوگ بھی خود کو دور ہی رکھیں۔ ❸

امام ابوبکر باقلانی رحمہ اللہ نے قاتلین عثمان پر تنفیذ قصاص کے موضوع پر بحث کی ہے اور حالات کی بحالی تک تنفیذ قصاص کی تاخیر کے بارے میں علی رضی اللہ عنہ کا موقف تحریر کرتے ہوئے اپنی رائے کا اظہار اس طرح کیا ہے کہ جب یہ بات ثابت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ ایک کے بدلے پوری جماعت کو قصاص میں قتل کردینے کے قائل تھے تو تمام قاتلین عثمان پر قصاص نافذ کرنے کے لیے شرعاً ضروری تھا کہ:

- نامزد قاتلین کے خلاف دلیل ہو۔
- مقتول کے اولیاء مجلس میں حاضر ہوں اور اپنے باپ یا رشتہ دار کے خون کے بدلے کا مطالبہ کریں۔
- پھر امام اجتہاد کرتا کہ کہیں قاتلین عثمان کو قصاص میں اجتماعی طور پر قتل کردینا مزید شر وفساد اور قتل وخون ریزی کا سبب تو نہیں بن رہا ہے کہ اس کے نتائج شہادت عثمان جیسے بھیانک یا اس سے بھی فزوں تر شکل میں ظاہر ہوں۔

نیز وہ غور کرتے کہ حد قصاص کی تنفیذ کو بحالی امن تک موخر کرنا اور معاملہ کی تہ تک پہنچنے کے لیے حق کی جستجو میں لگے رہنا ہی امت کے حق میں نفع بخش ہے یا نہیں؟ اور کیا یہی طرز عمل انھیں انتشار سے بچانے، فساد کو دور کرنے، اور تہمتوں سے پاک صاف رکھنے کا ذریعے سے ہوسکتا ہے، یا کچھ اور؟ ❹

---

❶ إفادۃ الأخبار/ التبانی (٢/ ٥٢) بحوالہ: مواقف الصحابۃ (٢/ ١٥٩).

❷ تاریخ الطبری (٥/ ٥٢٥). ❸ تاریخ الطبری (٥/ ٥٢٥).

❹ التمہید/ الباقلانی ص (٢٣١) تحقیق مواقف الصحابۃ (٢/ ١٥٩).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن حزم رحمہ اللہ علی رضی اللہ عنہ کو ان کے موقف میں درست قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اللہ سے توفیق کا طالب ہو کر اپنی بات کہہ رہا ہوں۔ مخالفین کا یہ مطالبہ کہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ، جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی، زمین میں فساد برپا کیا، اسلام، اسلامی محرمات، امامت، ہجرت، خلافت اور صحابیت وسبقت الی الاسلام کے تقدس کو پامال کیا، ان سے قصاص لینا واجب ہے، تو ان کا یہ مطالبہ درست تھا، علی رضی اللہ عنہ نے ان کے اس مطالبہ کی مخالفت کبھی نہیں کی، اور نہ ہی قاتلین سے برأت ظاہر کرنے میں کبھی پیچھے رہے، لیکن چونکہ وہ بہت بڑی تعداد میں تھے اور آپ کے قابو میں نہ تھے، اس لیے جو چیز آپ کے بس میں نہ تھی، آپ اس کے مکلّف نہیں ہوئے، جیسے کہ آپ اور دیگر تمام مسلمان نماز، روزہ اور حج وغیرہ کی طاقت نہ رکھنے کی حالت میں ان فرائض کے مکلّف نہیں ہوتے، دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ﴾ (البقرہ: ۲۸۶)

''اللہ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی گنجائش کے مطابق۔''

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ .)) [1]

''جب میں تمھیں کسی چیز کا حکم دوں تو اپنی استطاعت کے مطابق اسے بجالاؤ۔''

اگر معاویہ رضی اللہ عنہ پہلی فرصت میں علی رضی اللہ عنہ پر بیعت کر لیتے تو قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے بدلہ لینے میں آپ کو زیادہ طاقت ملتی۔ لہٰذا یہ کہنا پڑتا ہے کہ معاویہ اور علی رضی اللہ عنہما کے اس اختلاف نے مجرمین پر تنفیذ قصاص کی راہ میں علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں کو کمزور کر دیا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو بلاشبہ آپ ان سے ضرور بدلہ لیتے، جیسے کہ عبداللہ بن خباب کے قاتلین پر قابو پاتے ہی حد قصاص نافذ کی۔'' [2]

ابن العربی علی رضی اللہ عنہ کے نظریہ کی ترجمانی اس طرح کرتے ہیں:

''علی رضی اللہ عنہ کہتے تھے: بغیر حاکم اور بغیر فیصلہ کے کسی طالب حق کو میں یہ موقع نہیں دوں گا کہ وہ اپنے مقابل سے حسب منشا بدلہ لے۔'' [3]

امام ابن العربی رحمہ اللہ اس قول کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''یہ بات قطعی طور پر معلوم ہے کہ ان میں لڑائیاں تھیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص کا معاملہ ہی ان کی باہمی آویزش کا اصل سبب تھا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کا موقف صحیح تھا۔ اس لیے کہ کسی خون کا بدلہ چاہنے والے کا خود فیصلہ کر لینا صحیح نہیں ہے، اسی طرح قاضی پر فیصلہ میں

---

[1] صحیح البخاری / الاعتصام (۸/ ۱۴۲).

[2] الفصل فی الملل والنحل (۴/ ۱۶۲) عبداللہ بن خباب کو خوارج نے قتل کیا تھا جس کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔

[3] العواصم من القواصم ص (۱۶۳).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تاخیر کی تہمت لگا کر اس کے خلاف بغاوت کرنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ شرعی تقاضا یہ ہے کہ وہ قاضی سے اپنے حق کا مطالبہ کرے، اگر اس کے حق میں فیصلہ ہو رہا ہے تو بہتر ہے ورنہ خاموش رہے اور صبر کرے، کیونکہ بہت سے ایسے حقوق ہیں جن میں اللہ فیصلہ کرے گا۔"

آپ رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں:

"علی رضی اللہ عنہ پر بیعت مکمل ہو جانے کے بعد اگر آپ کے پاس عثمان رضی اللہ عنہ کا کوئی ولی دم آتا اور کہتا کہ خلیفہ (عثمان رضی اللہ عنہ) کے خلاف ہزاروں لوگ مل کر اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کو قتل کر دیا اور وہ سب معلوم ہیں، تو آپ اس موقع پر اس کے علاوہ اور کیا کہتے کہ انھیں ثابت کرو اور بدلہ لے لو، الا یہ کہ قاتلین یہ ثابت کریں کہ عثمان رضی اللہ عنہ قتل کے مستحق تھے۔ اے مسلمانو! قسم ہے اللہ کی! تم لوگ جانتے ہو کہ عثمان رضی اللہ عنہ پر فرد جرم عائد نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ آپ نے کبھی کوئی ظلم نہیں کیا۔ ایسی صورت میں دم عثمان کے مطالبہ کے لیے وقت ممکن ہوتا اور حالات ساز گار ہوتے اور مطلوب تک پہنچنا آسان ہوتا ہے۔" ❶

"بے شک علی رضی اللہ عنہ امام المسلمین تھے اور جس نے بھی آپ کے خلاف خروج کیا وہ باغی ہے، اس سے قتال کرنا واجب ہے، یہاں تک کہ وہ حق کے تابع ہو جائے۔ اسی طرح اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ آپ کی طرف سے اہل شام کو پہلے بیعت کی دعوت دینے اور پھر قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص کا مطالبہ کرنے کی پیشکش نہایت معقول اور درست بات تھی۔ کیونکہ اگر آپ اس شورش زدہ ماحول میں قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص لینے کی طرف کوئی بھی قدم اٹھاتے تو ان کے اقرباء اور قبیلہ کے لوگ ان کے جانب دار ہو جاتے اور پھر یہیں سے ایک تیسری جنگ چھڑ جاتی۔ اس لیے آپ چاہتے تھے کہ پہلے معاملہ کی باگ ڈور مکمل طور سے اپنی گرفت میں لے لیں، تاکہ ان مجرموں سے باز پرس کی جا سکے اور پھر ان کے بارے میں حق کے ساتھ فیصلہ کیا جائے۔" ❷

مالک، شافعی، ابو حنیفہ، اور اوزاعی جیسے تمام ائمہ ومحدثین، فقہائے حجاز وعراق اور متکلمین کی ایک بڑی اکثریت کا اجماع ہے کہ علی رضی اللہ عنہ اہل صفین اور اسی طرح اہل جمل سے محاذ آرائی کرنے میں برحق تھے اور جن لوگوں نے آپ کے خلاف ہنگامہ آرائی کی وہ باغی اور ظالم ہیں، تاہم ان کی بغاوت کی وجہ سے ان کی تکفیر جائز نہیں ہے۔ ❸

ابن تیمیہ رحمہ اللہ، علی رضی اللہ عنہ کے موقف کی ترجمانی اس طرح کرتے ہیں:

"آپ کا خیال تھا کہ معاویہ اور ان کے ساتھیوں پر میری بیعت اور اطاعت واجب ہے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو میری اطاعت سے خارج ہیں اور واجب کی مخالفت کر رہے ہیں حالانکہ ان کے پاس

---

❶ تحقیق مواقف الصحابة (۲/ ۱٦۱).

❷ أحکام القرآن / ابن العربی اور تحقیق مواقف الصحابة (۲/ ۱٦۱).

❸ أعلام النصر المبین / ابن دحیة اور تحقیق مواقف الصحابة (۲/ ۱٦۲).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اچھی خاصی طاقت ہے۔ آپ نے سوچا کہ ان سے قتال کر کے کسی طرح انھیں اپنے تابع کیا جائے، تاکہ مسلمانوں میں اتحاد اور ان کو اجتماعیت حاصل ہو جائے۔'' ❶

آپ عراق گئے تاکہ شام سے قریب ہو جائیں، آپ کے لشکر میں کثیر تعداد میں قاتلین عثمان گھسے ہوئے تھے، خاص طور پر اہل بصرہ اور اہل کوفہ کی فوج میں ان کی تعداد زیادہ تھی۔ اسی طرح وہ محفوظ پوزیشن اور اپنے قبیلوں کے حفاظت میں تھے، علی رضی اللہ عنہ سوچتے تھے کہ موجودہ صورت حال میں ان لوگوں پر حد قصاص نافذ کرنے سے فساد کا ایسا دروازہ کھل جائے گا کہ شاید اس کا بند کرنا قابو سے باہر ہو۔ ایک جلیل القدر صحابی قعقاع بن عمرو تمیمی رضی اللہ عنہ نے اس حقیقت کو اچھی طرح بھانپ لیا اور ام المومنین عائشہ، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم سے اس سلسلے میں گفتگو کی۔ چنانچہ ان سب لوگوں نے ان کی بات مان لی، علی رضی اللہ عنہ کو معذور قرار دیا، ان کے موقف کی تائید کی اور دو خرابیوں میں سے چھوٹی اور کم تر درجہ کی خرابی کے ارتکاب والی درست رائے کو منظور کر لیا۔

سچی بات یہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ جس تاخیر، بردباری اور عجلت سے گریز کی دعوت دے رہے تھے، ایک دور اندیش سیاست کا تقاضا بھی وہی تھا۔ کیونکہ ایک متفقہ رائے سامنے لانے اور مرکز خلافت کو چیلنج کرنے والے عناصر کا مقابلہ کرنے کے لیے پوری امت کی صف بندی اور باہمی اتحاد کی ضرورت تھی، لیکن اجتہادات کے اختلاف نے خلیفۃ المسلمین کے جدید مرکز کو کمزور کر دیا اور قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص کے متعلق تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ ❷

اس موضوع کے اختتام پر چند ایسے قوی ترین دلائل کو ذکر کر دینا مناسب ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ طلحہ، زبیر اور معاویہ رضی اللہ عنہم کے بالمقابل علی رضی اللہ عنہ کا خیال درست تھا۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وَيْحَ عَمَّارٍ تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ.)) ❸

''عمار پر افسوس ہے، انھیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ حدیث دلائل نبوت میں سے ایک بڑی دلیل ہے علی اور عمار رضی اللہ عنہما کی نمایاں فضیلت اور نظریۂ نواصب کی تردید پر مشتمل ہے، جو کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ اپنی جنگوں میں حق پر نہ تھے۔'' ❹

اور نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صریح روایات ثابت ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ صحیح موقف اور حق پر تھے اور دوسری جماعت یعنی معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھی باغی اور متاوّل تھے۔ نیز ان روایات میں تصریح ہے کہ دونوں جماعتوں کے لوگ مومن ہیں۔ باہمی خون ریزی کی وجہ سے وہ اسلام سے خارج نہیں ہیں اور انھیں

❶ مجموع الفتاویٰ / ابن تیمیه (۲۷/ ۳۵۰).
❷ تحقیق مواقف الصحابة (۲/ ۱۶۳).
❸ صحیح البخاری/ الجهاد (۳/ ۲۰۷).
❹ فتح الباري (۱/ ۵۴۲).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فاسق کہنا درست نہیں ہے۔"❶

صحیح مسلم میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی ایک ایسی قوم کا تذکرہ کیا جو مسلمانوں کے اختلاف کے وقت نکلے گی ان کی علامت یہ ہوگی کہ وہ سرمنڈے ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ يَقْتُلُهُمْ أَدْنَى الطَّائِفَتَيْنِ إِلَى الْحَقِّ .)) ❷

"وہ مخلوق میں سب سے برے لوگ ہوں گے، انھیں دو گروہوں میں سے حق سے قریب ترین گروہ قتل کرے گا۔"

اور دوسری روایت میں ہے:

((يَخْرُجُوْنَ عَلَى فِرْقَةٍ مُخْتَلِفَةٍ يَقْتُلُهُمْ أَقْرَبُ الطَّائِفَتَيْنِ مِنَ الْحَقِّ .))❸

"وہ مختلف ٹولیوں میں نکلیں گے انھیں دو گروہوں میں سے حق سے قریب ترین گروہ قتل کرے گا۔"

تو اس حدیث میں واضح دلیل ہے کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ جنگ جمل وصفین میں اپنے مخالفین کے بالمقابل حق سے زیادہ قریب تھے۔

زبیر، طلحہ، عائشہ رضی اللہ عنہم اور ان کے ساتھیوں کی بصرہ روانگی:

سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے تقریباً چار ماہ بعد یعنی ربیع الآخر ۳۶ھ میں ❹ طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما مکہ آئے اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کی اور ان کے ساتھ اگلا مرحلہ طے کرنے کے لیے مکہ ہی میں ان سے بات چیت کی۔ یہ لوگ ایسے حالات سے دوچار تھے، جس میں مظلوم خلیفہ کی شہادت کے لیے رچائی گئی سیاہ کارروائی کو ناکام بنانے میں کوئی اقدام نہ کرسکنے کی وجہ سے ان کے اعصاب پر شدت ندامت کا زبردست نفسیاتی دباؤ تھا انھوں نے اپنی ذات کو یہ کہہ کر ملامت کی کہ خلیفہ ہماری وجہ سے رسوا ہوئے اور اب ان کے اپنے خیال میں اس گناہ کا کفارہ اس کے علاوہ کچھ نہ تھا کہ وہ خلیفہ کے خون کے بدلے کا مطالبہ کریں۔ واضح رہے کہ یہ صحابہ قصداً دفاع میں پیچھے نہ تھے بلکہ عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی ہی میں سب کو اپنی مدافعت سے منع کردیا تھا اور اللہ کے راستے میں قربان ہوجانے کو ترجیح دی تھی۔ چنانچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"عثمان رضی اللہ عنہ مظلوم قتل کیے گئے ہیں اللہ کی قسم! میں ان کے خون کے بدلے کا مطالبہ ضرور کروں گی۔"❺

اور سیّدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے:

"سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں میری طرف سے کچھ بھول ہوگئی، اور اب اس کی توبہ صرف یہ ہے کہ ان کے خون کے بدلہ کے مطالبہ میں میرا بھی خون بہ جائے۔"❻

---

❶ شرح النووي على صحيح مسلم (۷/ ۱٦۷).

❷ صحيح مسلم (۱۰٦۵).

❸ صحيح مسلم (۱۲/ ۷٤٦)، الزكاة/ باب ذكر الخوارج .

❹ تاريخ الطبري (۵/ ٤٦۹).

❺ تاريخ الطبري (۵/ ٤۸۷).

❻ سير أعلام النبلاء (۱/ ۳٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور زبیر رضی اللہ عنہ کہتے تھے:

"ہم لوگوں کو ابھاریں گے تاکہ دم عثمان رائیگاں نہ ہو اور ان کے خون کا بدلہ مل جائے اس لیے کہ ان کے خون کے رائیگاں ہونے کا مطلب ہمارے درمیان ہمیشہ کے لیے اللہ کے سلطان کی توہین ہے، اگر لوگ اس طرح کے خون کا راستہ نہیں روکیں گے تو آئندہ جو بھی مسلمانوں کا امام (خلیفہ) ہوگا اس کو اسی طرح کے لوگ قتل کریں گے۔" [1]

بلاشبہ ان کے اعصاب ونفوس پر ماضی کی بھول کا ایسا زبردست احساس اس بات کا ضامن تھا کہ لوگوں کو جھنجھوڑ دے اور ان کے سکون وراحت میں ہلچل مچادے، بلکہ جب وہ نکل رہے تھے تو اچھی طرح جانتے تھے کہ بھیانک اور نامعلوم انجام کی طرف جارہے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک اپنا گھر چھوڑ رہا تھا اور دوبارہ اپنے گھر لوٹنے کی امید نہیں کررہا تھا، ان کی اولادیں روتی بلکتی انھیں رخصت کررہی تھیں اور آہ وبکا کا ایسا منظر تھا کہ جس دن وہ لوگ مکہ سے بصرہ کے لیے روانہ ہو رہے تھے اس دن کو "یوم النحیب" یعنی سسکیاں بھرنے کا دن کہا جانے لگا۔ اور پھر تاریخ اسلام میں اسلام کے لیے اس دن سے زیادہ رونے والا کوئی دن نہیں دیکھا گیا۔ [2]

اب مکہ ایسے متعدد اسباب کے مہیا ہونے کا مرکز بن چکا تھا، جس کے پیش نظر یہ لوگ سوچنے لگے تھے کہ اپنے مقصد میں کامیابی کے لیے ہمیں کون سا بہترین طریقہ اختیار کرنا چاہیے، وہ اسباب بالاختصار یہ تھے:

- بنوامیہ کے افراد مدینہ سے بھاگ کر مکہ چلے آئے تھے۔
- عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ جو کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بصرہ کے امیر تھے وہ مکہ میں موجود تھے اور مالی امداد کے ساتھ لوگوں کو قصاص طلبی کے لیے بصرہ روانہ ہونے پر ابھار رہے تھے۔
- والیٔ یمن یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ خلیفۂ راشد عثمان رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے یمن سے چل کر مکہ پہنچ چکے تھے اور جب آپ کی شہادت کی خبر سنی تو آپ اپنے ساتھ جو مال ہتھیار اور گھوڑے وغیرہ مناسب مقدار میں لائے تھے سب کچھ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے پیش کر دیا۔

اس طرح یہ تمام چیزیں قاتلین عثمان کی پسپائی کا طریقہ ڈھونڈنے والوں کے لیے حوصلہ افزائی کا سبب بن گئیں اور چونکہ اب قوت کو متحد کرنے کے تمام اسباب مہیا تھے، اس لیے اگلے مرحلے کے بارے میں سوچنے لگے کہ ہماری کارروائی کا آغاز کہاں سے ہو۔ اس سلسلے میں ان کے درمیان باہم گفت وشنید ہوئی۔ رائے دینے والوں میں سرفہرست عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہماری توجہ کا مرکز مدینہ ہونا چاہیے۔ کسی نے یہ رائے دی کہ ہماری توجہ شام کی طرف ہونی چاہیے، تاکہ معاویہ کے ساتھ مل کر قاتلین کے خلاف متحدہ کارروائی کی جاسکے۔ کافی غور وخوض کے بعد سب لوگ بصرہ جانے پر متفق ہوئے اور مدینہ اس لیے نہیں گئے کہ وہاں قاتلین عثمان کثیر تعداد میں تھے اور یہ لوگ

[1] تاریخ الطبری (٥/ ٤٨٧).

[2] تاریخ الطبری (٥/ ٤٨٧) دراسات فی عهد النبوة والخلافة الراشده ص (٤١٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اپنی کم عددی کی وجہ سے ان سے مقابلہ نہیں کر سکتے تھے اور شام اس لیے نہیں گئے کہ وہاں معاویہ رضی اللہ عنہ کا موجود رہنا ان کی موافقت کے لیے کافی تھا۔ جب کہ اپنے منصوبہ کی تکمیل کے لیے بصرہ کا رخ کرنا ان کے لیے زیادہ مناسب تھا، اس لیے کہ دیگر شہروں کے بالمقابل وہاں فسادیوں کی قوت اور گرفت سب سے کم تھی اور وہاں سے یہ لوگ بآسانی اپنے منصوبہ کو انجام دے سکتے تھے۔ ❶

ان لوگوں کا منصوبہ کیا تھا؟ اور کس بات کے لیے یہ مہم چلا رہے تھے؟ یہ ایسی چیز تھی جو ان کے نکلنے سے پہلے، دوران سفر، یا بصرہ پہنچتے ہوئے کسی سے پوشیدہ نہ تھی۔ ان کا مقصد تھا: ''دم عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ، اصلاح کی کوشش، مفسدین کی حرکتوں سے عوام کو خبردار کرنا، بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔'' ❷ اور پھر اس مطالبہ کے پیچھے ایک ہی مقصد کارفرما تھا، وہ یہ کہ اللہ کے فرض کردہ حدود میں سے ایک حد کا نفاذ ہو۔ ❸ ورنہ اگر قاتلین عثمان کا ہاتھ نہیں پکڑا جاتا تو مستقبل میں ہر خلیفہ کو انھیں لوگوں کی طرح اشخاص کے ذریعے سے قتل کیے جانے کا خدشہ تھا۔ ❹

چنانچہ اپنے مقصد کی انجام دہی کے لیے ان لوگوں نے جو طریقہ اپنایا تھا وہ یہ تھا کہ اولاً ہم بصرہ پہنچیں، پھر وہاں سے کوفہ چلیں، وہاں قاتلین عثمان کے خلاف وہاں کے لوگوں سے یا ان کے علاوہ دوسروں سے مدد لیں۔ پھر دوسرے شہروں کے باشندوں کو اس تحریک میں شامل کریں تاکہ علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں موجود قاتلین عثمان پر دائرہ تنگ کیا جا سکے اور کم سے کم جانی نقصان کے ساتھ انھیں گرفتار کیا جا سکے۔ ❺

شدید ناراضی کے عالم میں ان صحابہ کی بصرہ کی جانب روانگی کوئی معمولی بات بھی تو نہ تھی کہ عوام اس سے غافل رہتے اور دمِ عثمان کو کوئی اہمیت نہ دیتے کہ گویا آپ ایک عام آدمی تھے جسے قتل کر دیا گیا۔ تو آپ کے خون کے بدلہ کا مطالبہ لے کر لشکر کے لشکر نکل پڑے اور جہاں ایک طرف اللہ کے حدود میں سے ایک حد کی تنفیذ کی بات تھی، اور اس میں لاپرواہی فطری طور پر غیض وغضب کا باعث تھی وہاں دوسری طرف عثمان رضی اللہ عنہ کی شخصیت، ان کا مقام ومرتبہ اور بحیثیت خلیفہ آپ کی عظمت، پھر جس انداز میں آپ کو مظلومیت کی موت ملی یہ سب چیزیں اس پر مستزاد تھیں اور ساتھ ہی خلافت جیسے شرعی منصب تو اغواء کیا گیا تھا، جس کے بارے میں مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ دین کی حفاظت اور دین کے ذریعے سے دنیا کی سیاست میں خلیفہ صاحب شریعت کی نیابت کرتا ہے۔ ❻ گویا خلافت پر ناحق دست درازی کرنا صاحب شریعت پر دست درازی کرنے، اس کی عظمت وقوت کی توہین کرنے اور مسلمانوں کے نظام زندگی کو برباد کرنے کے مترادف ہے۔ ❼

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ان کے تمام ساتھی، سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین مجرم سبائیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک اسلامی رائے عامہ ہموار کرنے کی کوشش میں تھے، کیونکہ سبائیوں کے پاس اتنی قوت اور

---

❶ تاریخ الطبری (٥/ ٤٧٦)۔
❷ تاریخ الطبری (٥/ ٤٨٩)۔
❸ دراسات فی عہد النبوۃ ص: (٤١٩)۔
❹ تاریخ الطبری (٥/ ٤٨٧)۔
❺ دراسات فی عہد النبوۃ ص (٤١٩)۔
❻ مقدمہ ابن خلدون ص (١٩١)۔
❼ دور المرأۃ السیاسی ص (٣٩١)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شوکت تھی جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔

چنانچہ ان لوگوں نے عام مسلمانوں کو سبائیوں، دور دراز کے شہروں سے آئے ہوئے شرپسندوں، قبیلوں کی اہم اہم شخصیتوں اور ان کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہونے والے مدینہ کے غلاموں اور اس کے قرب وجوار کے بدؤوں کے گھناونے کردار اور ان کے برے مقاصد سے خبردار کیا۔ اور چونکہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے ہم خیال صحابہ کی جماعت کے سامنے یہ بات بالکل واضح تھی کہ علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں شرپسندوں اور سبائیوں کا وجود ہے، جس کی وجہ سے علی رضی اللہ عنہ کا ان سے مقابلہ کرنا مشکل ہوگا، ساتھ ہی ساتھ آپ کو خدشہ ہوگا کہ انتقامی کارروائی کی صورت میں یہ گروہ اہل مدینہ پر دھاوا بول سکتا ہے، لہٰذا مناسب ترین بات یہ تھی کہ حتی الامکان مسلمانوں کو سمجھانے کی کوشش کی جائے اور مطالبہ قصاص کے پہلو پر زور دیا جائے، تاکہ کم سے کم جانی نقصان کے ساتھ قصاص نافذ ہو جائے۔ بہرحال یہاں ہمیں یہ کہنے میں ذرہ برابر شک نہیں کہ علی رضی اللہ عنہ بھی اس مقصد کے حصول کے لیے پوری طرح کوشاں تھے، بلکہ زبیر، طلحہ اور علی رضی اللہ عنہم اجمعین کے درمیان گفتگو اور بحث ومباحثہ سے متعلق جو روایات پچھلے صفحات میں گزری ہیں وہ سب اسی حقیقت پر دلالت کرتی ہیں۔

اس مقام پر ایک بات اور بھی قابل غور ہے، وہ یہ کہ صحابہ کرام کا یہ انداز اور لوگوں کو حقیقت سے واقف کرانے کے پیچھے کارفرما جذبہ اور نیت کی درستگی، اس بات کی دلیل ہے کہ یہ لوگ سبائیت کے مفسدانہ اسلوب سے اچھی طرح آگاہ تھے، اور انھیں معلوم تھا کہ سبائی لوگ عوام کے جذبات سے کھیلتے ہیں اور انھیں ایسا رخ دیتے ہیں جو امت کے وجود کو چھلنی کر دیں اور پھر اسے کسی صورت میں قرار نصیب نہ ہو۔ اس لیے فکری میدان جنگ میں اس کے اثر ورسوخ کو ختم کرنے کے لیے فکری ہتھیار اٹھانے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ اس میدان میں صحابہ کا عمل ان صحیح روایات کی روشنی میں واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے جن میں عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی روانگی کا مقصد بیان کیا ہے۔

چنانچہ طبری کی روایت ہے کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بصرہ کے گورنر عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے جب عائشہ رضی اللہ عنہا کی آمد کی خبر سنی تو آپ نے ان سے بصرہ آنے کا مقصد معلوم کیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے مقصد کی وضاحت ان الفاظ میں کی: ''اللہ کی قسم! میرے مرتبہ کے اشخاص کسی بات کو چھپا کر گھر سے نہیں نکل سکتے اور نہ کوئی ماں اپنے بیٹوں سے اصل حقیقت چھپا سکتی ہے، واقعہ یہ ہے کہ مختلف شہروں کے شرپسند اور قبائل کے آوارہ گردوں نے حرم نبوی مدینۃ الرسول پر حملہ کیا اور وہاں فتنے برپا کیے، انھوں نے فتنہ پردازوں کو بھی پناہ دے رکھی ہے، جس کی بنا پر وہ اللہ اور رسول کی لعنت کے مستحق ہیں، علاوہ ازیں انھوں نے بے گناہ خلیفۃ المسلمین کو قتل کیا، معصوم خون کو حلال جان کر بہایا، جس مال کا لینا انھیں جائز نہ تھا اس کو لوٹا، حرم نبوی کی بے عزتی کی، ماہ مقدس کی توہین کی، لوگوں کی آبروریزی کی، مسلمانوں کو بے گناہ مارا پیٹا اور ان لوگوں کے گھر میں زبردستی اتر پڑے جوان کو ٹھہرانے کے روادار نہ تھے۔ یہ لوگ نقصان دہ رہے، نفع رساں نہیں۔ نیک دل مسلمانوں میں نہ ان سے بچنے کی قدرت ہے اور نہ وہ ان کے ہاتھوں مامون ہیں۔ میں مسلمانوں کو لے کر یہ بتانے نکلی ہوں کہ عام مسلمانوں کو جنھیں میں پیچھے چھوڑ آئی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہوں، ان لوگوں سے کیا نقصان پہنچ رہا ہے اور یہ کن کن جرائم کے مرتکب ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ﴾ (النساء: ۱۱٤)

''ان کی بہت سی سرگوشیوں میں کوئی خیر نہیں، سوائے اس شخص کے جو کسی صدقے یا نیک کام یا لوگوں کے درمیان صلح کرانے کا حکم دے۔''

ہم اصلاح کی دعوت لے کر کھڑے ہوئے ہیں، جس کا اللہ اور رسول نے ہر چھوٹے بڑے اور مرد و زن کو حکم دیا ہے۔ یہ ہمارا مقصد ہے، نیکی پر ہم تمھیں آمادہ کر رہے ہیں اور برائی سے تمھیں روکنا چاہتے ہیں۔ ❶

ابن حبان نے روایت کیا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوفہ کے گورنر ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس لکھا کہ ''عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے جو کچھ ہوا آپ اسے اچھی طرح جانتے ہیں، میں لوگوں کے درمیان اصلاح کی نیت سے آئی ہوں، لہٰذا جو لوگ آپ کے پاس ہیں انھیں اپنے گھروں میں رہنے کا حکم دیجیے اور کہیے کہ وہ جس عافیت میں ہیں اسی پر صبر کریں تاوقتیکہ مسلمانوں میں باہمی مفاہمت اور اتحاد کی خبر سن لیں۔'' ❷

اسی طرح جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے ساتھیوں کے پاس قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کو ان کی آمد کا مقصد معلوم کرنے کے لیے بھیجا تو آپ ان کے پاس گئے اور سلام عرض کرنے کے بعد کہا: اے اماں جان! آپ کو کیا تکلیف پہنچی ہے، آپ اس شہر میں کس لیے آئی ہیں؟ انھوں نے فرمایا: اے میرے عزیز! لوگوں کے درمیان صرف اصلاح کی نیت ہے۔ ❸

جنگ جمل ختم ہونے کے بعد علی رضی اللہ عنہ خود عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے کہا: اللہ آپ کی مغفرت فرمائے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی یہی کلمہ دہرایا: ''اور تمھاری بھی مغفرت کرے، میری نیت اصلاح کے علاوہ کچھ نہ تھی۔'' ❹

مذکورہ اقوال سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا لوگوں کے درمیان صرف اصلاح کی خاطر بصرہ روانہ ہوئی تھیں، اس کے علاوہ اور کوئی مقصد نہ تھا۔ معاً عائشہ رضی اللہ عنہا پر شیعہ اور روافض کی اس تہمت اور طعن و تشنیع کی تردید بھی ہوگئی کہ: جب اللہ نے اپنے فرمان: ﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ﴾ (الاحزاب: ۳۳) ❺ میں ان کو گھر میں بیٹھے رہنے کا حکم دیا تھا تو گھر سے باہر کیوں نکلیں۔ اس لیے کہ کارِ خیر کا سفر بالاجماع گھر میں قرار سے رہنے اور وہاں سے نہ نکلنے کے منافی نہیں ہے اور اسی تصور کے تحت لوگوں کی اصلاح کے لیے عائشہ رضی اللہ عنہا نکلیں تھیں اور تنہا نہ تھیں کہ شریعت کی پامالی ہوتی بلکہ آپ کے ساتھ آپ کے محرم آپ کے بھانجے

---

❶ تاریخ الطبری (٥/ ٤٨٩).
❷ الثقات / ابن حبان (٢/ ٢٨٢).
❸ تاریخ الطبری (٥/ ٥٢٠).
❹ شذرات الذهب (١/ ٤٢).
❺ ترجمہ: ''اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم جاہلیت کے زمانے کی طرح اپنے بناؤ کا اظہار نہ کرو۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما تھے۔ ❶

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس مسئلہ میں روافض کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: عائشہ رضی اللہ عنہا قدیم جاہلیت کے زمانے کی طرح اپنے بناؤ کا اظہار کرنے نہیں نکلیں اور کسی ایسی مصلحت کی خاطر گھر سے باہر نکلنا، جس کی وہ مکلّف ہو، گھر میں قرار سے رہنے کے منافی نہیں ہے، جیسے کے حج وعمرہ میں یا اپنے شوہر کے ساتھ سفر پر نکلنا گھر میں رہنے کے منافی نہیں ہے۔ آپ دیکھیں! یہ آیت کریمہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کے ساتھ سفر کیا اور حجۃ الوداع میں عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے علاوہ دیگر ازواج مطہرات کو لے کر نکلے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کے بھائی عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے ساتھ تنعیم سے عمرہ کرانے کے لیے بھیجا، انھوں نے آپ کو اپنی سواری پر پیچھے بٹھایا اور وہاں سے عمرہ کرایا۔ یہاں یہ التباس نہ ہونا چاہیے کہ یہ واقعہ مذکورہ آیت کے نزول سے پہلے کا ہے، بلکہ یہ آیت کریمہ کے نزول کے بعد آپ کی وفات سے تقریباً تین مہینے قبل حجۃ الوداع کا واقعہ ہے، یہی وجہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات آپ کی وفات کے بعد عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر خلفاء کے زمانے میں حج پر جاتی تھیں، جس طرح آپ کی زندگی میں آپ کے ساتھ جاتی تھیں، بلکہ عمر رضی اللہ عنہ اپنی دور خلافت میں ان کے سفر حج کے وقت عثمان رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو ان کی حفاظت کے لیے ساتھ لگا دیتے تھے۔ چونکہ دینی مصلحت ومفاد کے لیے ان کا سفر کرنا جائز تھا، اس لیے عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوچا کہ یہ سفر بھی جائز ہے کیونکہ یہ مسلمانوں کے مفاد ومصلحت کے حق میں ہے۔ ❷

ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دراصل عائشہ رضی اللہ عنہا کا جنگ جمل میں جانا جنگ کی خاطر نہ تھا، بلکہ لوگ آپ کے پیچھے پڑے ہوئے تھے اور مسلمانوں کی باہمی خون ریزی وفساد اور زبردست فتنہ سے دوچار ہونے کی بار بار آپ سے شکایت کر رہے تھے اور خود وہ لوگ اس امید میں تھے کہ آپ کی بابرکت ذات سے اصلاح ہوسکتی ہے، اور ممکن ہے کہ جب آپ رضی اللہ عنہا لوگوں کو سمجھانے کے لیے کھڑی ہوں تو لوگ ان کی شخصیت سے متاثر ہوں اور خود آپ بھی یہی گمان کر رہی تھیں۔

چنانچہ آپ اللہ کے اس حکم کی بجا آوری کرنے کے لیے نکلیں:

﴿لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَيْنَ النَّاسِ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۱۱۴﴾

(النساء: ١١٤)

''ان کی بہت سی سرگوشیوں میں کوئی خیر نہیں، سوائے اس شخص کے جو کسی صدقے یا نیک کام یا لوگوں کے درمیان صلح کرانے کا حکم دے اور جو بھی یہ کام اللہ کی رضا کی طلب کے لیے کرے گا تو ہم جلد ہی

❶ الانتصار للصحب و الآل ص (٤٤٤).

❷ منهاج السنة (٤/ ٣١٧، ٥٧٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسے بہت بڑا اجر دیں گے۔'' ❶

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بصرہ روانگی سے متعلق چند قابل توجہ پہلو

کیا سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روانگی کے لیے مجبور کی گئی تھیں:

یعقوبی، ❷ الامامۃ و السیاسۃ کے مولف، ❸ ابن ابی الحدید ❹ اور دینوری ❺ کا گمان ہے کہ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو روانگی کے لیے مجبور کیا تھا۔ اسی طرح امام ذہبی کی بیان کردہ روایت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا تسلط تھا۔ ❻

بدقسمتی سے دور حاضر کے محمد سید وکیل ❼ جیسے دیگر مولفین ومقالہ نگاروں نے اسی طرح کی روایتوں پر اعتماد کرلیا اور یہ لکھ ڈالا کہ زبیر اور طلحہ وغیرہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو روانگی پر ابھارا تھا۔ ❽ حالانکہ یہ بات بالکل صحیح نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جس دن عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ موت کی خبر سنی تھی اسی دن سے انھوں نے آپ کے قاتلین کے خلاف خون کے بدلے کا مطالبہ شروع کر دیا تھا، اس وقت زبیر اور طلحہ رضی اللہ عنہما جیسے دیگر بزرگ صحابہ مکہ گئے ہی نہیں تھے۔ اس کی دلیل وہ روایت ہے جس میں آیا ہے کہ جب عائشہ رضی اللہ عنہا مکہ واپس لوٹ رہی تھیں تو راستے میں عبداللہ بن عامر الحضرمی رضی اللہ عنہ آپ سے آ کر ملے اور پوچھا: اے ام المومنین! کیا بات ہوگئی کہ آپ مکہ واپس جارہی ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت نے مجھے واپس کیا ہے، اب یہ فتنہ ختم ہونے والا نہیں، اس شور وشر کو ختم کرنے کے لیے ایک اور کام کی ضرورت ہے۔ تم دم عثمان رضی اللہ عنہ کے بدلے کا مطالبہ کرکے اسلام کو عزت بخشو، چنانچہ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے آپ کی بات پر لبیک کہا۔ ❾ اس وقت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما مدینہ سے نکلے ہی نہ تھے، یہ دونوں تو عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چار ماہ بعد مدینہ سے مکہ روانہ ہوئے تھے۔ ❿

کیا سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ساتھیوں پر دباؤ ڈال رکھا تھا؟

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کئی صحابہ بھی شامل تھے۔ ⓫ مستشرق بروکلمان (Brockelmann) کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ساتھیوں پر دباؤ ڈال رکھا تھا، اپنی مرضی کے مطابق جس طرح چاہتی تھی بھڑکاتی تھیں۔ ⓬ طبری کی متعدد روایتیں مذکورہ نظریہ کے برعکس واضح طور سے اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ دیگر امہات

---

❶ أحکام القرآن (٤/ ٣١٧، ٥٧٠). ❷ تاریخ الیعقوبی (٢/ ٢٠٩، ١٨٠).
❸ لإمامة والسیاسة (١/ ٥٨، ٥٩). ❹ شرح نهج البلاغة (٩/ ١٨).
❺ الاخبار الطوال ص (١٤٥). ❻ سیر أعلام النبلاء (٢/ ١٩٣).
❼ جولة تاریخیة فی عصر الخلفاء الراشدین ص (٥٢٦). ❽ عائشة أم المومنین ص (١٨٤).
❾ تاریخ الطبری (٥/ ٤٧٥). ❿ دور المرأة السیاسی ص (٣٨٣) تاریخ الطبری (٥/ ٤٦٩).
⓫ دور المرأة السیاسی ص (٣٨٤). ⓬ تاریخ الشعوب الإسلامیه ص (١١١، ١١٤، ١١٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

المومنین اور اہل بصرہ کی ایک قابل ذکر تعداد کی طرف سے عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے ساتھیوں کی اصلاحی کوششوں کو حمایت وتائید حاصل تھی۔ ❶ اہل بصرہ کے مویدین اتنی تعداد میں تھے کہ انھیں نظر انداز کر دینا آسان نہیں ہے، ان کے بارے میں طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کا کہنا ہے کہ یہ لوگ بصرہ کے شریف ترین اور دین دار لوگ ہیں۔ ❷ اور ان لوگوں کے بارے میں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''یہ وہاں کے نیک لوگ ہیں۔'' ❸ صاف ظاہر ہے کہ نیکوکاروں اور شرفاء کی اتنی بڑی جماعت نیک نیتی اور کارروائی کے فائدہ پر مضبوط عقیدہ رکھ کر ہی باہر نکلی ہوگی۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اسے اچھی طرح سمجھ رہے تھے، اور اپنے عمل سے اس غلط نظریہ کی تردید کرنا چاہتے تھے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکلنے والے لوگ ہنگامہ پسند، اوباش اور نادان ہیں۔ ❹ یہی وجہ تھی کہ جنگ جمل کے بعد عائشہ رضی اللہ عنہا کی جماعت کے مقتولین میں آپ کھڑے ہوئے، ان کے فضل وعظمت کو سراہا اور ان کے لیے اللہ سے رحمت کی دعا کی۔ ❺ اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

مختصر یہ کہ یہ کارروائی ہنگامی اور بے مقصد نہ تھی کہ جس میں عائشہ رضی اللہ عنہا نے غیر صالح اور بے عمل لوگوں پر دباؤ بڑھایا ہو، بلکہ کمال احتیاط اور نہایت بیدار مغزی کی کارروائی تھی جس میں بعض جلیل القدر صحابہ بھی شریک تھے۔ ❻

دم عثمان رضی اللہ عنہ کے بدلے کی کارروائی سے متعلق دیگر امہات المومنین کا موقف:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر ازواج مطہرات اس موقع پر فتنہ سے بچنے کے لیے مکہ حج کرنے چلی گئیں اور جب مکہ کے لوگوں کو معلوم ہوا کہ عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے تو یہ مکہ ہی میں ٹھہر گئیں۔ حالانکہ یہ مکہ سے مدینہ کے لیے نکل پڑی تھیں، لیکن پھر واپس آگئیں اور انتظار کرنے لگیں کہ لوگ اب کیا کرتے ہیں؟ اور اچھی خبریں کب آئیں گی۔

جب علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر بیعت ہوگئی تو بہت سارے صحابہ مدینہ چھوڑ کر مکہ چلے آئے، مدینہ میں شرپسندوں اور ہنگامہ کرنے والوں کی کثرت دیکھ کر انھوں نے وہاں رہنا پسند نہیں کیا۔ اس طرح بے شمار صحابہ، مع امہات المومنین رضی اللہ عنھن مکہ میں اکٹھا ہوگئے۔ ❼

جب گفت وشنید کے بعد عائشہ رضی اللہ عنہا نے تمام لوگوں کو مدینہ چلنے کا مشورہ دیا تھا، تو ازواج مطہرات نے بھی آپ کی تائید کی تھی۔ لیکن جب آپ رضی اللہ عنہا، اور آپ کے ساتھ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اس بات پر متفق ہوئے کہ مدینہ کے بجائے بصرہ کا رخ کیا جائے تو بقیہ ازوج مطہرات نے اس میں شرکت سے انکار کر دیا اور کہنے لگیں کہ ہم مدینہ کے علاوہ کہیں نہیں جائیں گی۔ ❽

گویا کہ دم عثمان رضی اللہ عنہ کے بدلہ کے مطالبہ کے لیے نکلنے میں انھیں کوئی اختلاف نہ تھا، اگر اختلاف ہوا تو مدینہ

---

❶ تاریخ الطبری (۵/ ۴۷۵).
❷ تاریخ الطبری بحواله دور المرأة السياسى ص (۳۸۵).
❸ تاریخ الطبری بحواله دور المرأة السياسى ص (۳۸۵)
❹ دیکھئے: الإمامة والسياسة (۱/ ۵۷).
❺ تاریخ الطبری (۵/ ۴۷۴).
❻ دور المرأة السياسى ص (۳۸۵).
❼ البداية والنهاية (۷/ ۲۴۱).
❽ البداية والنهاية (۷/ ۲۴۱).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے بجائے بصرہ کا رخ کیے جانے کے فیصلہ کو لے کر ہوا۔ تاہم ام المومنین حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بصرہ جانے کو تیار تھیں، لیکن ان کے بھائی عبداللہ رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر انھیں جانے سے روکا۔ گویا برضا و رغبت نہیں بلکہ اپنے بھائی کے دباؤ میں رک گئی تھیں ❶ اور اس کا اظہار عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان الفاظ میں کیا:

''عبداللہ میرے اور روانگی کے درمیان حائل ہو گئے، اس لیے میں شرکت سے معذرت خواہ ہوں۔'' ❷

کتب تاریخ میں مروجہ روایات یہ بتاتی ہیں کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بصرہ جانے کے سلسلے میں عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے ساتھیوں کی رائے سے متفق نہ تھیں، بلکہ وہ علی رضی اللہ عنہ کا موقف رکھتی تھیں۔ ❸ حالانکہ صحت کے قریب ترین روایات یہ بتاتی ہیں کہ انھوں نے اپنے فرزند عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کو علی رضی اللہ عنہ کے پاس یہ کہہ کر بھیجا کہ:

''اللہ کی قسم! یہ مجھے میری جان سے زیادہ عزیز ہے۔ یہ آپ کے ساتھ جائے گا اور لڑائیوں میں شریک رہے گا، چنانچہ وہ گئے اور مستقل طور پر علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے۔'' ❹

یہ ایسی روایت ہے کہ اگر ہم اس کی گہرائی میں جائیں تو کسی اعتبار سے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا اپنے بیٹے کو بھیجنے کا مطلب یہ تھا کہ اصلاح بین المسلمین کے بارے میں آپ دیگر امہات المومنین کے خلاف تھیں۔ خود عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے ساتھی یہ کبھی نہیں سوچتے تھے کہ ہمارا مقصد علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت، یا ان کی خلافت سے بغاوت ہے جیسا کہ ہم اس کے واضح دلائل دیکھ اور پڑھ چکے ہیں اور جیسا کہ مابعد کے واقعات اسی بات کی تاکید کرتے ہیں۔ اسی طرح کسی بھی صحیح روایت میں یہ بات نہیں ملتی کہ انھوں نے اصلاح بین المسلمین کی جدوجہد میں امہات المومنین کے اجماع سے کبھی بغاوت کی ہو۔ ❺

امہات المومنین کو معلوم تھا کہ مسلمانوں کے درمیان صلح و مصالحت کے لیے ہمارا نکلنا فرض کفایہ ہے، کیونکہ اس کا مطالبہ تمام مکلفین سے نہیں ہے۔ بلکہ وہ لوگ اس کے پابند ہیں جن میں صلح و مصالحت کرنے کرانے کی صلاحیت ہو اور بلاشبہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں مقام و مرتبہ، عمر کی پختگی، اور علم قدرت ہر اعتبار سے مسلمانوں کے درمیان مصالحت کرانے کی پوری صلاحیت موجود تھی اور تمام مسلمان اس بات پر متفق تھے کہ آپ رضی اللہ عنہا ان میں سب سے زیادہ فقہ وبصیرت کی مالک ہیں۔ ❻ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ عام معاملات پر بھی آپ کی نگاہ ہوتی تھی۔ عربی تاریخ اور انساب عرب کے ماہر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر میں نشو ونما پانے اور اسلامی مملکت کی سیاسی بنیادیں رکھنے والے نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں زندگی گزارنے کی وجہ سے آپ کی ذات ایک ہمہ گیر ثقافتی شخصیت کی شکل میں نکھر کر سامنے آئی تھی، مزید برآں آپ خلیفہ اوّل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں۔ ہر دور میں تمام علمائے شریعت

---

❶ دور المرأة السیاسی ص (۳۸٦) . ❷ تاریخ طبری (٥/ ٤٨٧) .
❸ أنساب الاشرف (٤/ ٢٢٤) .
❹ اسد الغابة (٤/ ١٦٩) الإصابة (٤/ ٤٨٧) دور المرأة السیاسی ص (۳۸۷) مرویات أبی مخنف ص (٢٥٧) .
❺ دور المرأة السیاسی ص (۳۸۷) . ❻ سیر أعلام النبلاء: (٢/ ١٨٣) .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اسی مرتبہ کے قائل رہے ہیں۔ عروہ بن زبیر کا بیان ہے کہ مجھے عائشہ کی صحبت ملی ہے، میں نے کسی قرآنی آیت، فریضہ، سنت اور شعر کے بارے میں ان سے زیادہ علم رکھنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ اسی طرح تاریخ عرب، انساب عرب، قضاء اور طب وغیرہ میں بھی ان سے بڑا کسی کو نہیں جانتا۔ ❶

امام شعبی رحمہ اللہ جب ان کا ذکر چھیڑتے تو ان کے علم وفقہ پر حیرت کا اظہار کرتے اور فرماتے:

''نبوی تربیت کو تم لوگ کیا جانو؟''

اور عطاء رحمہ اللہ کہتے تھے:

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا لوگوں میں سب سے زیادہ علم وفقہ کی مالک اور عوامی معاملات میں سب سے عمدہ مشورہ دینے والی تھیں۔'' ❷

قبیلہ بنو تمیم کے سردار اور عرب کے فصحاء و بلغاء کی ممتاز شخصیت احنف بن قیس کہتے ہیں کہ میں نے ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد خلفاء کے خطبے سنے ہیں، لیکن کسی کی زبان سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح بہترین اور باوزن کلمات نہیں سنے اور معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح کہتے تھے۔ ❸

ان تمام فضائل ومناقب کی حامل عائشہ رضی اللہ عنہا جب بصرہ کے لیے روانہ ہوتی ہیں، تو امہات المومنین رضی اللہ عنہن انھیں الوداع کہنے آتی ہیں، گویا عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کا یہ پیغام ہے کہ ہم آپ کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں اور ہم آپ کی حمایت میں ہیں۔ ❹

چشمہ حوأب سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا گزر:

متعدد صحیح سندوں سے یہ ثابت ہے کہ بصرہ جاتے ہوئے عائشہ رضی اللہ عنہا کا گزر چشمۂ ''حوأب'' سے ہوا تھا۔ چنانچہ یحییٰ بن سعید بن قطان، اسماعیل بن ابی خالد سے روایت کرتے ہیں اور وہ قیس بن حازم سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا جب رات میں بنو عامر کے چشمے سے گزر رہی تھیں تو کتوں کے بھونکنے کی آواز سنی، آپ نے پوچھا: یہ کون سا چشمہ ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ چشمۂ ''حوأب'' ہے۔ آپ کہنے لگیں: اب میں یہیں سے لوٹنے کا سوچ رہی ہوں، کچھ لوگوں نے کہا: آپ ایسا نہ کریں، چلیں تاکہ مسلمان آپ کو دیکھیں اور شاید اللہ تعالیٰ ان کے اختلاف کو ختم کر دے، آپ کہنے لگیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن مجھ سے کہا تھا:

((كَيْفَ بِإِحْدَاكُنَّ تنبح عَلَيْهَا كِلَابُ الْحَوأبِ .)) ❺

''اس وقت کیا ہوگا جب تم (بیویوں) میں سے کسی ایک پر چشمۂ حواب کے کتے بھونکیں گے۔''

شعبہ کی سند سے اس روایت کے الفاظ بعینہٖ یہی ہیں، البتہ اس کے آخر میں ہے کہ جب عائشہ رضی اللہ عنہا نے

---

❶ سير أعلام النبلاء (۲/ ۱۸۳) . ❷ سير أعلام النبلاء (۲/ ۱۸۳) .
❸ سير أعلام النبلاء (۳/ ۱۸۵) . ❹ دور المرأة السياسي ص (۳۸۹) .
❺ مسند أحمد (٦/ ٥٢)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حدیث سنائی تو زبیر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: کیا آپ لوٹ جائیں گی! ممکن ہے اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے سے لوگوں میں صلح کرادے۔ ❶ اور امام حاکم نے اس حدیث کو اسی لفظ کے ساتھ یعلیٰ بن عبید عن اسماعیل کی سند سے نقل کیا ہے۔ ❷

امام البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس حدیث کی سند بالکل صحیح ہے۔ کبار ائمہ حدیث ابن حبان، ذہبی، ابن کثیر اور ابن حجر نے اس کی تصحیح کی ہے۔'' ❸

یہ صحیح روایات ہیں، اس میں جھوٹی شہادت، تدلیس اور ضعیف روایات کی بہتان تراشیاں کہ جن سے شانِ صحابہ بالکل پاک ہے، ان کا قطعاً وجود نہیں ہے۔ ❹ علمائے حدیث کی تصحیح کردہ ان روایات کا بغور جائزہ لینے والا کوئی بھی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان میں عائشہ رضی اللہ عنہا کو رک جانے یا آگے بڑھ جانے کا کوئی حکم ہے، بلکہ زیادہ سے زیادہ جو بات سمجھ میں آرہی ہے وہ یہ کہ آپ رضی اللہ عنہا اپنے جی میں سوچ رہے تھے کہ معلوم نہیں کس کے ساتھ یہ معاملہ ہوا اور اسے چشمۂ ''حوأب'' سے گزرنا پڑے؟ رہیں وہ روایات جن میں عائشہ رضی اللہ عنہا کو روکا گیا ہے اور جس کے الفاظ اس طرح ہیں:

((اِیَّاكَ اَنْ تَكُوْنَ یَا حُمَیْرَآءَ .)) ❺

''اے حمیرا (گوری عورت) تم خود کو اس سے بچانا۔''

تو یہ روایات محدثین کے نزدیک صحیح نہیں ہیں، بلکہ سخت ضعیف ہیں۔ ❻

لہٰذا صحیح بات یہ ہے کہ چشمۂ ''حوأب'' سے عائشہ رضی اللہ عنہا کا گزر ہوا اور بعد کے حادثات میں اس کا کوئی منفی اثر نہیں رہا۔ نہ ہی عائشہ رضی اللہ عنہا پر اس کا اتنا زبردست نفسیاتی اثر ہی تھا کہ مسلمانوں کی اصلاح اور ان کی غلط فہمیوں کے ازالے کا جو عظیم مقصد لے کر آپ نکلی تھیں، اس سے رک جانے کے متعلق پوری سنجیدگی سے سوچنے لگی ہوں، بلکہ واپسی کے ایک اندیشے کا اظہار تھا۔ جسے آپ نے ان الفاظ میں ادا کیا تھا: ((مَا اَظُنُّنِیْ اِلَّا رَاجِعَةٌ .)) میں سوچ رہی ہوں کہ لوٹ جاؤں۔ گویا واپسی کا صرف ایک معمولی سا احتمال تھا۔ لیکن جب آپ نے اپنے مقصد پر نظر ڈالی اور ساتھ ہی زبیر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا کہ ممکن ہے اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے سے مسلمانوں کے درمیان اصلاح پیدا کردے، تو آپ نے اس احتمال کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ ❼

ایک زمانے سے آج تک چشمۂ ''حوأب'' اور اس کے متعلق احادیث کا مسئلہ ❽ شیعہ حضرات کے لیے ایک ہموار میدان کا کام دے رہا ہے، جہاں سے وہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو طعن وتشنیع کا نشانہ بناتے ہیں اور خون

---

❶ مسند أحمد (٦/ ٩٧). ❷ المستدرك علی الصحیحین (٣/ ٣/ ١٢٠).

❸ سلسلة الأحادیث الصحیحة (١/ ٧٦٧) حدیث نمبر (٧٧٤).

❹ دور المرأة السیاسی ص (٣٨٩). ❺ دور المرأة السیاسی ص (٤٠٥).

❻ امام ذہبی فرماتے ہیں ''یا حمیراء'' کے لفظ سے منقول کوئی روایت صحیح نہیں ہے۔ (سیر أعلام النبلاء ٢/ ١٦٧-١٦٨)

❼ سیر أعلام النبلاء (٢/ ١٦٧، ١٦٨). ❽ دور المرأة السیاسی ص: (٤٠٦)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عثمان کے بدلے کے لیے اٹھنے والی آپ کی تحریک پر کیچڑ اچھالتے ہیں اور انتہا ہوگئی کہ اپنی اسی غلط فہمی کے نتیجے میں آپ کو مجتہد ماننے سے انکار کرتے ہیں، کیونکہ آپ رضی اللہ عنہا نے چشمۂ "حوأب" ❶ کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت کی مخالفت کی تھی۔

مختلف تاریخی مصادر میں بھی یہ واقعہ ذکر ہے، لیکن ان میں بیشتر روایات غیر اطمینان بخش ہیں۔ چنانچہ امام طبری نے اسماعیل بن موسیٰ الغزاری کی سند سے اس واقعہ کے متعلق ایک طویل روایت نقل کی ہے، لیکن اسماعیل کے بارے میں ابن عدي کا قول ہے کہ اس میں غلو اور تشیع تھا، جس کی وجہ سے اسے لوگوں نے قبول نہیں کیا۔ ❷

اسی طرح فزاری نے علی بن عابس الازرق کی سند سے یہ واقعہ نقل کیا ہے، لیکن حافظ ابن حجر اور نسائی علی بن عابس کے بارے میں فرماتے ہیں، کہ وہ ضعیف ہے۔ ❸ علی بن عابس اس واقعہ کو ابوالخطاب الہجری سے روایت کرتا ہے، جب کہ وہ بھی مجہول راوی ہے۔ ❹ پھر یہ مجہول راوی صفوان بن قبیعہ احمسی نامی ایک دوسرے مجہول راوی سے روایت کرتا ہے ❺ اور آخر میں ایک ایسے آدمی سے روایت ہے جس کی شخصیت سب سے زیادہ مجہول ہے۔ یہ آدمی "العرنی" صاحب الجمل (اونٹ والا) ہے، حالانکہ اس کی طرف صاحب الجمل کی نسبت صحیح نہیں ہے بلکہ حقیقت میں یعلیٰ بن امیہ "صاحب الجمل" کے نام سے مشہور ہیں۔ ❻

یہ تو رہی مذکورہ روایت کی اسنادی حیثیت۔ اگر آپ اس کے متن پر غور کریں گے تو روایت کے آخر میں رفض اور تشیع کی بو واضح طور پر محسوس کریں گے۔ اس لیے کہ یہ روایت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ تصور دینا چاہتی ہے کہ وہ ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے مقابلے میں خود کو خلافت کا زیادہ مستحق سمجھتے تھے، جب کہ صحیح اور تحقیق شدہ تمام روایات اس کے بالکل برعکس پیغام دیتی ہیں۔ ❼ پس سند اور متن میں مذکورہ خامیوں کی بنا پر ہمارے سامنے یہ حقیقت آشکارا ہوجاتی ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ ❽ اس روایت کے علاوہ اس موضوع پر دوسری کئی روایات بھی ملتی ہیں، لیکن سند ومتن ہر دو اعتبار سے یہ روایتیں بالکل غلط اور بے بنیاد ہیں۔ یہ روایتیں محض اس لیے گھڑی گئیں اور انھیں اس لیے رواج دیا گیا تاکہ بزرگ وافضل ترین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہدف ملامت بنایا جاسکے اور ان کے بارے میں یہ تصور عام کیا جاسکے کہ ان صحابہ اور بالخصوص طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما جیسے دو جلیل القدر اصحاب رسول کی اس کارروائی کا مقصد صرف دنیا طلبی اور جاہ ومنصب کا حصول تھا، اور چونکہ مقاصد ہی وسائل کے لیے جواز کی راہ ہموار کرتے ہیں اس لیے ان لوگوں نے بھی اپنے مقصد تک پہنچنے کے لیے جنگ اور مسلمانوں کے درمیان فتنہ کی آگ

---

❶ مکہ سے بصرہ کو جانے والے راستے میں بصرہ کے قریب ایک چشمہ کا نام ہے۔

❷ الکامل فی ضعفاء الرجال (۲/ ۵۲۸) میزان الاعتدال (۱/ ۴۱۳).

❸ تقریب التہذیب (۱/ ۶۹۷). ❹ تقریب التہذیب (۱/ ۳۹۲) دور المرأة السیاسی ص (۴۰۰).

❺ میزان الاعتدال (۳/ ۴۳۴) لسان المیزان (۳/ ۲۲۵).

❻ أسدالغابة (۵/ ۴۸۶) دور المرأة السیاسی ص (۴۰۰).

❼ دور المرأة السیاسی ص (۴۰۲). ❽ تاریخ الطبری (۵/ ۴۸۳).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لگانے میں دریغ نہیں کیا۔ ❶

اس طرح کی روایتیں گھڑنے والا راوی دو جلیل القدر صحابہ یعنی طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کو خاص طور پر نشانہ بناتا ہے، اور ان دونوں کے ساتھ دیگر صحابہ جو لشکر میں شامل تھے ان کے بارے میں یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ یہ لوگ محرمات الٰہیہ کے تقدس کو پامال کرنے میں بے باک تھے، قسمیں دے دے کر ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو یقین دلا رہے تھے کہ یہ چشمہ "چشمۂ حوأب" نہیں ہے، اتنا ہی نہیں بلکہ شہادت کے طور پر ستر (۷۰) آدمیوں اور ایک روایت میں ہے کہ پچاس (۵۰) آدمیوں کو پیش کیا۔ اس طرح شیعہ ورافضی مورخ "المسعودی" کی افترا پردازی کے مطابق یہ اسلامی تاریخ میں پہلی اجتماعی جھوٹی گواہی تھی۔ ❷

ان روایات کے پس پردہ طلحہ، زبیر اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہم کو طالع آزما اور ان کے دلوں میں کھوٹ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور یہ شوشہ ڈالا گیا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا رجحان طلحہ رضی اللہ عنہ کی طرف تھا اور آپ کی دلی خواہش تھی کہ طلحہ ہی خلیفہ بنیں اور ترجیح کی وجہ یہ تھی کہ وہ بھی آپ ہی کی طرح تیمی تھے۔

اسی طرح یہ روایات حصول اقتدار کے لیے طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کے درمیان اندرونی چپقلس کا تاثر دیتی ہیں، تو ان روایات کو پڑھتے ہوئے ہر صاحب نظر کے سامنے یہ بات ہونی چاہیے کہ یہ روایات سخت ترین ضعیف ہیں، ان میں کچھ کی سندیں منقطع ہیں، اور کچھ میں بکثرت مجہول راوی ہیں، اور کچھ روایتوں میں دونوں عیوب ہیں۔ ❸

افسوس صد افسوس! کہ دور حاضر کے بہت سے قلمکار اور مورخین جیسے کہ عقاد "عبقریۃ علی" میں اور طٰہٰ حسین "علی وبنوہ" میں ان روایات سے متاثر ہوئے، انھی پر اعتماد کیا اور ان کی نشر واشاعت ہوئی، حالانکہ یہ سب بے بنیاد ہیں۔ ❹

بصرہ پہنچ کر:

سیّدنا طلحہ، زبیر عائشہ رضی اللہ عنہم اور ان کے ساتھیوں نے بصرہ پہنچ کر "خریبۃ" کے قریب پڑاؤ ڈالا، ❺ اور وہاں سے بصرہ کی سربرآوردہ شخصیتوں، شرفاء اور سرداران قبائل کو بلا بھیجا اور قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف ان سے مدد کی درخواست کی، واضح رہے کہ بصرہ کی اکثریت قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص کی خواہاں تھی، البتہ ان کے سوچنے کا انداز مختلف تھا، ان لوگوں کے خیال میں تنہا خلیفہ پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی تھی کہ وہ اس سلسلہ میں کوئی اقدام کرے اور یہ کہ اس کی اجازت کے بغیر اور اس کی اطاعت کی حدیں توڑ کر اس بات کا مطالبہ کرنا کار گناہ ہے، تاہم جب انھوں نے دیکھا کہ یہ تحریک جنت کے بشارت یافتہ صحابہ، مجلس شوریٰ کے پاکیزہ ونامزد نفوس اور فقہ وبصیرت کی بے مثال خاتون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منظور نظر بیوی عائشہ رضی اللہ عنہا پر مشتمل ہے اور ان کا شرعی مقصد ہر طرح کے شکوک

---

❶ مصنف ابن أبي شيبة (۱۵/ ۲۸۳) اس کی سند منقطع ہے، نیز دیکھیے: أنساب الأشراف (۲/ ٤٧).

❷ مروج الذهب (۲/ ۳٦٧).

❸ تفصیل کے لیے دیکھیے: خلافة علي بن أبي طالب ص/ عبدالحميد ص (۱۳۲).

❹ خلافة علي بن أبي طالب ص/ عبدالحميد ص (۱۳۲).

❺ بصرہ کے کنارے ایک جگہ ہیں، دیکھیے: خطط البصرة و منطقتها العلمي ص (۱۱٤-۱۲۲).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وشبہات سے بالکل پاک وصاف ہے، کسی صحابی کو اس پر اعتراض نہیں ہے، تو مختلف قبائل کے بے شمار بصری باشندے اس تحریک میں شامل ہو گئے۔

ادھر زبیر رضی اللہ عنہ نے سرداران تمیم کے ایک نامور سردار احنف بن قیس السعدی التمیمی کو بلا بھیجا، اور ان سے دم عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص طلبی کے لیے مدد کی درخواست کی، اس لیے کہ احنف کا فیصلہ ان کے قبیلہ والوں کے لیے قابل تسلیم ہوتا تھا۔

احنف بن قیس اس صورتحال کی منظرکشی اس طرح کرتے ہیں: آج سے زیادہ پریشان کن معاملہ مجھے کبھی پیش نہ آیا تھا، میں نے کہا ان لوگوں کا ساتھ نہ دینا جن کے ساتھ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور حواری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں میرے لیے ناقابل برداشت ہے۔ ❶ لیکن پھر کنارہ کش رہنے کو ترجیح دی اور ان کے ساتھ ان کی قوم کے چھ افراد کنارہ کش ہو گئے، جب کہ ان کے قبیلہ کی اکثریت نے ان کی بات نہ مانی اور طلحہ، زبیر اور ام المومنین رضی اللہ عنہم سے آ ملے۔ ❷ امام زہری کے بقول بصرہ کی اکثریت نے ان لوگوں کا ساتھ دیا اس طرح طلحہ، زبیر اور عائشہ رضی اللہ عنہم جس معاملہ کو لے کر نکلے تھے، اس کی حمایت میں نئے معاونین شامل ہو گئے۔

بصرہ کے گورنر عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے معاملہ کی اصلاح اور حالات کو قابو میں کرنے کے لیے بھرپور جدوجہد کی، لیکن معاملات آپ کے ہاتھ سے نکل چکے تھے اور حالات اس طرح بگڑ گئے تھے کہ کچھ لوگ بصرہ کے بارے میں کہنے لگے کہ شام والوں کا ایک ٹکڑا ہمارے درمیان آ گرا ہے۔ ❸ پھر ایک ایسا وقت آیا بھی جس میں اہل بصرہ کی مدد سے معاویہ رضی اللہ عنہ نے بصرہ پر قبضہ کرنے کی کوشش بھی کی۔ ❹

واضح رہے کہ بعض غیر معتمد تاریخی مصادر بصرہ کے گورنر عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ تصور پیش کرتے ہیں کہ انھوں نے اس موقع پر حکیم بن جبلہ کو لڑائی چھیڑنے کی اجازت دے دی تھی۔ یہ بات قطعاً درست نہیں ہے، صحیح ومعتبر مصادر میں یہ بات کہیں نہیں ملتی۔ ❺

حکیم بن جبلہ اور اس کے ہنگامہ پسند ساتھیوں کا قتل:

جب عائشہ رضی اللہ عنہا اہل بصرہ کے سامنے تقریر کر کے فارغ ہوئیں تو حکیم بن جبلہ آگے بڑھا اور لڑائی چھیڑ دی، یہ دیکھ کر عائشہ، طلحہ، اور زبیر رضی اللہ عنہم کے لشکر نے بھی اپنے نیزوں کو سیدھا کر لیا، لیکن قتال سے باز رہے کہ شاید اس کے ساتھی لڑائی سے رک جائیں۔ لیکن ایسا ہوا نہیں، وہ لڑائی پر تلے رہے اور بے دریغ ہتھیار چلانے لگے۔ مجبوراً عائشہ رضی اللہ عنہا کی جماعت کو بھی لڑنا پڑا۔

---

❶ خلافة علی بن أبی طالب ص/ عبدالحمید ص (۱۳۳).

❷ طبقات ابن سعد (۵/ ٤٥٦) اس کے دیگر قوی شواہد بھی ہیں۔

❸ طبقات ابن سعد (٦/ ۳۳۳).

❹ فتح الباری (۱۳/ ۲٦) خلافة علی بن أبی طالب ص/ عبدالحمید ص (۱۳۷).

❺ خلافة علی بن أبی طالب عبدالحمید ص: (۱۳۷، ۱۳۸).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لیکن یہ ابھی دفاع ہی تھا، حکیم برابر اپنے گھوڑے کو ایڑ لگاتا اور اسے لڑنے کے لیے آگے بڑھاتا رہا۔ ❶ اس کے باوجود عائشہ رضی اللہ عنہا کوشاں رہیں کہ لڑائی نہ ہو۔ آپ نے اپنے لشکر والوں کو حکم دیا کہ ان لڑنے والوں سے دور ہو کر دائیں طرف چلے جاؤ اس طرح یہ لوگ ایک کنارے ہو گئے یہاں تک کہ رات ہو گئی۔ ❷

دوسرے دن صبح کے وقت حکیم بن جبلہ ہاتھ میں نیزہ اٹھائے اور بڑبڑاتے اور گالی بکتے ہوئے عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے لشکر کی طرف بڑھ رہا تھا، جس مرد یا عورت کے پاس سے گزرتا اگر وہ اسے عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالی دینے سے روکتا تو اسے قتل کر دیتا۔ ❸ اس کی یہ بدتمیزی دیکھ کر عبدالقیس کے لوگ اس پر برہم ہو گئے اور حکیم سے کہا: کل تم نے بے ہودگی کی تھی اور آج پھر اسی طرح کر رہے ہو، اللہ کی قسم! ہم تمہارا ساتھ نہیں دیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تم سے قصاص لے لے۔ چنانچہ یہ لوگ اس سے الگ ہو گئے اور اسے چھوڑ دیا۔ اور حکیم بن جبلہ جن فسادیوں کو لے کر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر حملہ آور ہوا تھا ان کو لے کر آگے بڑھا، تمام قبائل کے سرداروں نے اسے گھیر لیا، اب انھیں یقین ہو چکا تھا کہ بصرہ میں ان کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ لہٰذا تمام فسادی حکیم بن جبلہ کے گرد جمع ہو گئے، پھر عائشہ رضی اللہ عنہا کے لشکر سے لڑائی چھیڑ دی اور معرکہ بہت سخت رہا۔ ❹

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا منادی انھیں لڑائی سے روکتا رہا لیکن وہ ماننے سے انکار کرتے رہے۔ ❺ پھر آپ رضی اللہ عنہا اپنے ساتھیوں سے کہنے لگیں: ''جو تم سے لڑے اسی سے لڑو'' لیکن حکیم نے منادی کی کوئی پرواہ نہ کی اور لڑائی کو گرماتا رہا۔ جب زبیر اور طلحہ رضی اللہ عنہما کے سامنے ان کی نیت واضح ہو گئی، اور یقین ہو گیا کہ یہ لوگ لڑائی سے باز نہیں آئیں گے، محرمات الٰہیہ کے تقدس کو پامال ہی کرنا چاہتے ہیں اور صرف جنگ کی آگ بھڑکانا ان کا مقصد ہے تو دونوں کھڑے ہوئے اور کہا: اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اہل بصرہ میں جن لوگوں سے ہمیں قصاص مطلوب تھا انھیں ہمارے لیے اکٹھا کر دیا، اے اللہ! ان میں سے کوئی باقی نہ رہے، آج ان سے قصاص لے لے، انھیں قتل کر دے۔ پھر ان لوگوں نے حکیم اور اس کے ساتھیوں سے خوب جم کر لڑائی کی اور یہ اعلان کر دیا کہ جو قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ میں سے نہ ہو وہ ہم سے دور رہے۔ اس لیے کہ ہم صرف قاتلین عثمان کو چاہتے ہیں، ان کے علاوہ کسی کو ہاتھ نہیں لگانا چاہتے۔ پھر زبردست لڑائی ہوئی، ❻ اور اہل بصرہ میں سے جو قاتلین عثمان تھے ان میں ایک شخص کے علاوہ کوئی بھی نہ بچ سکا۔ ادھر زبیر اور طلحہ رضی اللہ عنہما کا منادی ندا دے رہا تھا کہ اے لوگو! اپنے اپنے قبیلوں میں دیکھ لو، جو لوگ بھی مدینہ کے بلوا میں شریک ہوئے ہیں۔ انھیں پکڑ کر ہمارے پاس لاؤ۔ ❼ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان کے مطابق ان جاہلوں اور فسادیوں میں کچھ ایسے بھی تھے جو غلس کے وقت رات کی تاریکی ہی میں آپ رضی اللہ عنہا کے قیام گاہ کے پاس آپ کو قتل

---

❶ تاریخ الطبری (٥/ ٤٩٤) .
❷ تاریخ الطبری (٥/ ٤٩٤) .
❸ تاریخ الطبری (٥/ ٤٩٩) .
❹ تاریخ الطبری (٥/ ٤٩٩) .
❺ تاریخ الطبری (٥/ ٤٩٩) .
❻ تاریخ الطبری (٥/ ٤٩٩) .
❼ تاریخ الطبری (٥/ ٥٠١) .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرنے کی نیت سے آ گئے تھے حتی کہ آپ کے برآمدہ تک پہنچ گئے تھے، ان کے ساتھ ایک راہبر بھی تھا۔ لیکن اللہ کا کرم ہوا کہ اس نے آپ کے قیام گاہ کی حفاظت کرنے والی مسلمانوں کی جماعت کے ذریعے سے آپ رضی اللہ عنہا کا دفاع کیا، وہ لوگ گرفت کی چکی میں آ گئے اور مسلمانوں نے انھیں گھیر گھیر کر قتل کیا۔ ❶

اب زبیر اور طلحہ رضی اللہ عنہما اس پوزیشن میں تھے کہ بصرہ پر قابض ہو جائیں۔ چونکہ انھیں گھر سے نکلے کئی ہفتے ہو گئے تھے اور کسی کے یہاں مہمان کی حیثیت سے بھی نہ تھے اس لیے اب خوراک اور غذا کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ چنانچہ زبیر رضی اللہ عنہ کی فوج نے بصرہ کی امارت گاہ اور پھر وہاں سے بیت المال کا رخ کیا، تاکہ اپنے ساتھیوں کو غذا فراہم کر سکیں اور عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے لیے راہ ہموار کر دی اور وہ علی رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ❷

اس طرح بالآخر طلحہ، زبیر، اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا بصرہ پر مکمل طور سے قبضہ ہو گیا۔ اس جنگی کارروائی میں مزاحمت کاروں کی ایک بڑی تعداد، جن کا اندازہ ستر (۷۰) آدمیوں تک لگایا گیا ہے کو قتل کیا گیا، ان میں بصرہ کے انقلابیوں کے سرغنہ حکم بن جبلہ کا قتل سرفہرست ہے جو کہ اوّل دن سے آمادۂ جنگ تھا اور قدم قدم پر لڑائی کی آگ لگانے کے لیے کوشاں تھا۔ اس فوجی کارروائی کے امیر زبیر رضی اللہ عنہ تھے، انھی کی امارت پر سب لوگوں نے بیعت کی تھی۔ ❸

دیگر شہروں کے نام عائشہ رضی اللہ عنہا کے خطوط:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اہل بصرہ کے ساتھ اپنی لڑائی میں حق کی نوعیت کو واضح کر دینا چاہتی تھیں، اس لیے شام، کوفہ، یمامہ اور اہل مدینہ کے نام مکتوب روانہ کیا، اور انھیں اہل بصرہ کی کارروائی اور ان کے انجام کی اطلاع دی۔ ان مکتوبات میں اہل شام کے نام آپ نے جو تحریر لکھی تھی اس کا مضمون یہ تھا: ''ہم جنگ روکنے کے لیے نکلے تھے۔ اور ہمارا مقصد یہ تھا کہ اللہ کے حکم یعنی حد شرعی کو تمام لوگوں میں خواہ وہ شریف ہوں یا رذیل، زیادہ ہوں یا کم، نافذ کر کے اللہ کی کتاب کی بالادستی قائم کریں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہی ہمیں اس سے پھیر دے۔ چنانچہ بصرہ کے شریف الطبع اور نیک دل لوگوں نے ہم پر بیعت کر لیا، اور شرپسندوں اور فسادیوں نے ہماری مخالفت کی، انھوں نے ہمیں ہتھیاروں سے واپس کیا، اور جو کچھ کہا سو کہا، پر ایک بات یہ بھی کہی کہ اگر ام المومنین نے انھیں حق کا راستہ دکھانا چاہا، اور لوگوں کو اس کے لیے بہکایا تو ہم انھیں ''گروی'' رکھ لیں گے۔ پس اللہ نے انھیں یکے بعد دیگرے مسلمانوں کی طرف سے مہلت دی، اور بالآخر جب ان کے سامنے کوئی حجت اور عذر باقی نہ رہا تو یہی قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ مرنے مارنے کے لیے جنگ میں کود پڑے۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ حرقوص بن زہیر کے علاوہ ان میں کوئی نہ بچ سکا، اللہ اس سے بھی قصاص لے کر رہے گا، تمھارے بارے میں ہم اللہ سے دعاگو ہیں کہ جس طرح ہم اٹھے ہیں اسی طرح تم بھی کرنا تاکہ ہم سب ایک ہی مقصد پر جان دیکر اللہ سے جا ملیں۔ ہم نے اپنی حد تک کوشش کی اور اپنی

❶ تاریخ طبری (۵/ ۵۰۳)
❷ تاریخ طبری (۵/ ۴۹۳)۔
❸ انساب الاشراف (۲/ ۹۳) اس کی سند حسن ہے۔ نیز دیکھئے: خلافة علی بن ابی طالب / عبدالحمید ص (۱۳۹)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ذمہ داری کو نبھایا۔'' ❶

امیر بصرہ عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ اور عائشہ، زبیر، وطلحہ رضی اللہ عنہم کی فوج کے مابین اختلاف:

امام طبری نے ابومخنف سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لشکر نے عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کو گرفتار کیا تو ابان بن عثمان بن عفان کو عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس مشورہ لینے کے لیے بھیجا کہ ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے، آپ رضی اللہ عنہا نے حکم دیا کہ اسے قتل کردو۔ ایک عورت بول پڑی کہ ام المومنین! میں عثمان کے بارے میں آپ کو اللہ کا حوالہ دیتی ہوں ان کے مقام صحابیت کا تو خیال کیجیے؟ تب عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ابان کو واپس بلاؤ، چنانچہ وہ بلائے گئے آپ نے ان سے کہا کہ جاؤ اسے قید کردو قتل نہ کرو۔ ابان کہنے لگے: اگر میں جانتا کہ آپ مجھے اسی لیے بلا رہی ہیں تو میں واپس نہ آتا۔ تب تک مجاشع بن مسعود نے مشورہ دیا کہ اسے خوب مارو، داڑھی کے بالوں کو نوچ لو۔ چنانچہ لوگوں نے انھیں خوب مارا اور سر، داڑھی، پلک، اور بھنوؤں تک کے بالوں کو نوچ لیا پھر انھیں قید کردیا۔ ❷

آپ دیکھ سکتے ہیں کہ اس روایت کا ایک روای ابومخنف ہے جو کہ نہایت متعصب اور حسد سے بھرا ہوا رافضی راوی ہے اور کسی صحیح سند سے یہ روایت ثابت بھی نہیں کہ جس پر اعتماد کیا جاسکے۔ صحابہ کرام مثلہ جیسی قبیح حرکت کے مرتکب ہوں گے! ایسا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے؟

اس سلسلہ میں سیف کی سند سے مروی خبر حقیقت واقعہ بیان کرتی ہے، جس میں آیا ہے کہ ایسی نازیبا حرکت خود انھیں شرپسندوں کی تھی، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما نے اس کی سخت مذمت کی اور اسے ایک عظیم جرم گردانتے ہوئے جب عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس سے مطلع کیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: انھیں جانے دو، وہ جہاں چاہیں چلے جائیں۔ ❸

یہ روایت ابومخنف کی مذکورہ روایت کے یکسر معارض ہے، اس میں کہیں یہ مذکور نہیں کہ آپ رضی اللہ عنہا نے انھیں قتل کرنے، قید کرنے یا چہرہ کے بال نوچنے کا حکم دیا ہو۔ اسی روایت کو نویری اور ابن کثیر نے اختیار کیا ہے۔ ❹

اور امام ذہبی کا خیال ہے کہ عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے گھر میں گھسنے سے پہلے ہی مجاشع بن مسعود قتل کردیے گئے تھے، ❺ پھر یہ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ انھوں نے مارنے اور مثلہ کرنے کا حکم دیا ہوگا۔ بفرض محال اگر مجاشع بن مسعود زندہ تھے، تو وہ ایسا حکم دینے کے کیوں کر مجاز تھے، جب کہ قیادت ان کے ہاتھ میں نہ تھی۔ ❻

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی کوفہ روانگی

مدینہ میں اقامت گزیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدینہ سے علی رضی اللہ عنہ کی منتقلی کی تائید میں نہ تھے۔ یہ بات اس وقت زیادہ ابھر کر سامنے آئی جب آپ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی رائے معلوم کرنے اور حالات کا جائزہ لینے کی خاطر شام

❶ تاریخ الطبری (۵/ ۵۰۱)۔ ❷ تاریخ الطبری (۵/ ۴۹۷)۔
❸ تاریخ الطبری (۵/ ۴۹۷)۔ ❹ نہایۃ الأرب (۲۰/ ۳۸) البدایۃ والنہایۃ (۷/ ۲۳۳)۔
❺ تاریخ الإسلام / ذہبی مرویات أبی مخنف فی تاریخ الطبری ص (۳۵۹)۔
❻ الثقات / ابن حبان (۲/ ۲۸۳) الأنصار فی العصر الراشدی ص (۱۶۱)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ ❶ آپ سوچتے تھے کہ اس وقت اسلامی ریاست کے دیگر بڑے بڑے شہر جن اسباب ووسائل کے مالک ہیں، مدینہ میں ترقی کے اب وہ بنیادی اجزاء واپس نہیں آ سکتے۔ آپ نے کہا: ''مالی استحکام اور افرادی قوت تو عراق میں ہے۔'' ❷

جب ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو آپ کا یہ رجحان معلوم ہوا تو کہا: اے امیر المومنین! کیا ہی اچھا تھا کہ آپ یہیں قیام کرتے، یہ ایک محفوظ پناہ گاہ اور ہجرت گاہ رسول ہے، یہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدفن ومنبر اور اسلام کی جڑ ہے۔ اگر اہل عرب آپ کے تابع ہوجاتے ہیں تو آپ بھی اپنے پیشروؤں کی طرح رہیں گے اور اگر کوئی قوم آپ کے خلاف گروہ بندی کرتی ہے تو اسے اسی کے دشمن سے کچل سکیں گے اور اگر نکلنے ہی پر مجبور ہونا پڑے گا تو آپ نکلیں گے اور معذور سمجھے جائیں گے۔ چنانچہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے ابوایوب رضی اللہ عنہ کا مشورہ مان لیا اور مدینہ میں اقامت کرنے کو ترجیح دیا اور گورنروں کو دیگر شہروں میں بھیج دیا۔ ❸

لیکن بعد میں حالات نے پلٹا کھائی، بے شمار نئے نئے سیاسی مسائل پیدا ہوگئے اور آپ کو بہر حال مدینہ چھوڑنے کے لیے مجبور ہونا پڑا۔ آپ نے کوفہ جانے کو ترجیح دی تاکہ شام سے قریب رہیں۔ ❹ جس وقت آپ مدینہ سے کوفہ جانے کی تیاری کررہے تھے، اسی دوران خبر ملی کہ عائشہ، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم بصرہ پہنچ چکے ہیں۔ ❺ آپ نے اہل مدینہ سے مدد کی درخواست کی اور انھیں جنگ میں چلنے کی دعوت دی۔ لیکن علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں مفسدین کی موجودگی اور ان کے ساتھ آپ کے نرم طرز عمل کو دیکھ کر مدینہ کے لوگ آگے پیچھے ہورہے تھے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ فتنہ اب بھی اپنی حالت پر باقی ہے، اس لیے جب تک حالات واضح طور سے معمول پر نہ آجائیں انتظار کرنا ضروری ہے۔ انھیں کے الفاظ میں: ''اللہ کی قسم! ہماری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ ہم کیا کریں، یہ معاملہ ہمارے لیے سخت پیچیدہ ہے، ہم مدینہ میں اس وقت تک قیام کریں گے جب تک کہ حالات واضح نہ ہوجائیں۔'' امام طبری روایت کرتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے شام کے لیے جو تیاری کررکھی تھی اسی کے ساتھ نکل پڑے اور آپ کے ساتھ بصرہ اور کوفہ کے وہ لوگ بھی نکلے جو بہت متحرک تھے اور اس طرح کل تعداد تقریباً سات سو (۷۰۰) تھی۔ ❻

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی روانگی کے وقت بہت سارے اہل مدینہ کے دائیں بائیں ہونے اور آپ کی دعوت قبول نہ کرنے کے بہت سارے دلائل ہیں، مثلاً امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے اپنے کئی خطبوں میں صحابہ کے تردد اور ان کی عدم مشارکت پر اپنی تکلیف کا اظہار کیا۔ ❼ اور یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد بہت سارے

❶ الثقات / ابن حبان (۲/ ۲۸۳) الأنصار فی العصر الراشدی ص (۱۶۱).
❷ الثقات / ابن حبان (۲/ ۲۸۳) الأنصار فی العصر الراشدی ص (۱۶۱).
❸ الثقات / ابن حبان (۲/ ۲۸۳) الأنصار فی العصر الراشدی ص (۱۶۱).
❹ استشهاد عثمان ووقعة الجمل ص (۱۸۳).
❺ تاریخ الطبری (۵/ ۵۰۷). ❻ تاریخ الطبری (۵/ ۴۸۱).
❼ الطبقات (۳/ ۲۳۷) الأنصار فی العصر الراشدی ص (۱۶۳).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صحابہ نے صاف طور سے اپنی کنارہ کشی کا مظاہرہ کیا۔ اسی طرح شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد بہت سے بدری صحابہ نے اپنے گھروں میں گوشہ نشینی کو ترجیح دی اور تا عمر اسی پر قائم رہے۔ ❶

ابوحمید الساعدی الانصاری رضی اللہ عنہ جو کہ ایک بدری صحابی ہیں، شہادت عثمان رضی اللہ عنہ پر اپنی تکلیف کا اظہار اس طرح کرتے ہیں: اے اللہ! میں قسم کھاتا ہوں کہ جب تک میں تجھ سے نہ آملوں، ہنس نہیں سکتا۔ ❷ یہ لوگ سوچ رہے تھے کہ اس نازک ترین حالت میں مدینہ سے نکل جانا ایسے پرفتن گڑھے میں پھسل جانے کے مترادف ہے جس کا انجام ماضی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جہاد کی بربادی کی شکل میں ظاہر ہوسکتا ہے۔ ❸

تاہم یہ نہیں کہا جاسکتا کہ تمام صحابہ آپ کا ساتھ دینے سے پیچھے رہے، بلکہ کچھ صحابہ نے آپ کا ساتھ دیا تھا، البتہ ان کی تعداد مختصر تھی۔ شعبی فرماتے ہیں:

> ''معرکۂ جمل میں علی، طلحہ، عمار اور زبیر رضی اللہ عنہم کے علاوہ کوئی صحابی حاضر نہ ہوا، اگر ان کے علاوہ کسی پانچویں کو کوئی پیش کر دے تو میں بہت بڑا جھوٹا ہوں۔'' ❹

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر کوئی تم سے کہے کہ جنگ جمل میں بدری صحابہ میں سے چار کے علاوہ شریک ہوئے تو اسے جھٹلا دو، علی اور عمار رضی اللہ عنہما ایک طرف تھے اور طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما دوسری طرف۔ ❺

ایک اور روایت میں ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بصرہ جانے کے لیے بدری صحابہ میں سے چھ کے علاوہ ساتواں نہیں گیا۔ ❻ گویا امام شعبی رحمہ اللہ صرف بدری صحابہ کی شرکت کی بات کر رہے ہیں کہ ان کی تعداد اس سے زیادہ نہ تھی۔ بہرحال اس فتنہ میں انصار مدینہ نے نہایت معمولی تعداد میں علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا۔

ابن سیرین اور شعبی کا بیان ہے کہ جس وقت فتنہ رونما ہوا، اس وقت مدینہ میں دس ہزار سے زیادہ صحابہ کرام سکونت فرما تھے، ان میں سے اس میں نکلنے والوں کی تعداد بیس سے متجاوز نہ تھی۔ ان دونوں نے جنگ جمل وصفین کو فتنہ سے تعبیر کیا ہے۔ ❼

مختصر یہ کہ جو لوگ خلیفۂ راشد علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بصرہ گئے ان کی تعداد کم تھی، اسی طرح جنگ جمل میں ان کی کتنی تعداد نے شرکت کی اس کے بارے میں بھی یقین سے کوئی بات نہیں کہی جاسکتی۔ کیونکہ معرکہ کی ہولناکی اور کثرت احداث کے باوجود تاریخی مصادر اس بات سے خاموش ہیں کہ اس میں کتنے صحابہ نے شرکت کیا، کتنے شہید ہوئے اور کتنے زخمی۔ ❽ ہاں ایک روایت اس سلسلے میں وارد ہے جو کسی حد تک اس نازک دور کے حقیقی صورتحال

---

❶ البدایة والنهایة، بحواله: الأنصار فی العصر الراشدی ص (١٦٤).

❷ تاریخ الإسلام فی عهد الخلفاء الراشدین. ❸ الأنصار فی العصر رالراشدی ص (١٦٤).

❹ الأنصار فی العصر الراشدی ص (١٦٤).

❺ تاریخ خلیفة بن خیاط ص (١٦) مصنف ابن ابی شیبة (٨/ ٧١٠).

❻ الخلافة الراشدة من تاریخ ابن کثیر / کنعان ص (٣٥٦).

❼ الخلافة الراشدة من تاریخ ابن کثیر / کنعان ص (٣٥٦). ❽ الأنصار فی العصر الراشدی ص (١٦٥).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے قریب تر ہے اور اس عرصہ میں واقع ہونے والے سانحوں اور جنگ میں شرکت کرنے کے متعلق اہل مدینہ کے ششں وپنج اور متردد موقف سے بہت زیادہ ملتی جلتی ہے۔ ❶ اس روایت میں ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوفہ اور بصرہ کے متحرک لوگ نکلے جن کی کل تعداد سات سو (۷۰۰) کی تعداد میں نکلے۔ ❷

ا۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کو نصیحت:

صحابی رسول عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کو عراق جانے کے ارادے سے روکنے کی کوشش کی، آپ آئے تو دیکھا کہ امیر المومنین چلنے کو تیار ہیں، پھر بھی انھوں نے آپ سے اپنے اندیشے کا اظہار کیا اور عراق جانے سے یہ کہتے ہوئے روکا کہ مجھے ڈر ہے کہیں آپ پر تلوار کی دھاریں نہ واقع ہو جائیں۔ اگر آپ منبر رسول چھوڑ کر جا رہے ہیں، تو اسے دوبارہ دیکھنا نصیب نہ ہوگا، علی رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہ کر بہت حد تک ان باتوں سے واقف تھے، کہنے لگے: ''اللہ کی قسم! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں سے مطلع کر دیا ہے۔'' علی رضی اللہ عنہ نے تو اتنے پر خاموشی اختیار کر لی، لیکن آپ کے ساتھ جو بصری اور کوفی لوگ تھے ان کی جرأت رندانہ دیکھیے، کہنے لگے: ''اے علی! آپ ہمیں چھوڑ یئے ہم اسے ابھی قتل کر دیتے ہیں۔'' اب آپ ان کے اس جملے سے اندازہ کریں کہ جو مسلمان بھی ان کے راستے کا روڑا بنتا، یا اس کی بات یا عمل سے ان کی زندگی کو خطرہ محسوس ہوتا تو اسے قتل کر دینا ان کے نزدیک کتنا معمولی کام تھا اور اس میں وہ کوئی حرج نہ سمجھتے تھے۔ گفتگو کا یہ انداز اور دھمکی بھرا لہجہ اس بات کی دلیل ہیں کہ ان شرپسندوں میں اللہ کا خوف بہت کم تھا اور صحابہ کرام کو اللہ کے رسول نے اپنی وفات کے بعد جس فضل عظیم کا مستحق ٹھہرایا اور انھیں جو مقام ومرتبہ دیا انھیں وہ مرتبہ نہیں دیتے تھے۔ بہر حال علی رضی اللہ عنہ نے انھیں سمجھایا اور ایسی حرکت سے منع کرتے ہوئے فرمایا: عبداللہ بن سلام ایک نیک آدمی ہیں۔ ❸

۲۔ حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی اپنے والد کو نصیحت:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ مدینہ سے روانہ ہو گئے، اور ''ربذہ'' ❹ پہنچ کر اپنے فوجیوں کے ساتھ پڑاؤ ڈالا، وہاں دو سو کی تعداد میں مختلف علاقوں کے مسلمان آپ سے آ کر مل گئے۔ ❺ ربذہ پہنچ کر آپ کے فرزند حسن رضی اللہ عنہ جو کہ مسلمانوں کے اختلاف وانتشار سے سخت متاثر تھے، اپنا غم نہ چھپا سکے اور روتے ہوئے اپنے والد علی رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے آپ کو کچھ مشورے دیے لیکن آپ ایک بھی نہ مانا، مستقبل میں آپ بھی بے یار ومددگار قتل کر دیے جائیں گے۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: تم برابر لونڈی کی طرح بھنبھناتے ہو۔ تم نے کیا مشورہ دیا، اور میں نے نہیں مانا؟ حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: جس دن عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ ہوا تھا تب میں نے مشورہ دیا تھا کہ آپ مدینہ سے باہر چلے جائیں اس طرح ان کے قتل کے وقت آپ مدینہ میں نہ رہیں لیکن آپ نے نہیں سنا، پھر جس دن وہ قتل کیے گئے، میں نے آپ سے کہا کہ

---

❶ الإنصاف فیما وقع فی تاریخ العصر الراشدی من الخلاف ص (۳۸۸)۔

❷ تاریخ الطبری (۵/ ۴۸۱)۔ ❸ مسند ابو یعلیٰ (۱/ ۳۸۱) اس کی سند صحیح ہے۔

❹ مدینہ کے مشرق میں (۲۰۴) کلومیٹر کی دوری پر ایک جگہ کا نام ہے۔

❺ ''ذباب، ذباب'' گوہ کو بلانے کی آواز ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جب تک تمام شہروں کے وفود اور ہر شہر کے باشندوں کی بیعت کی خبر نہ آ جائے تب تک بیعت خلافت نہ لیجئے، پھر جب ان دونوں یعنی طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما نے جو کچھ کیا تو میں نے کہا آپ گھر میں رہیں یہاں تک کہ لوگ آپس میں صلح کر لیں تا کہ اگر فساد ہو تو آپ بدنام نہ ہوں، لیکن آپ نے میری ایک نہ سنی۔

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے میرے عزیز! تمہارا یہ کہنا کہ ''جس وقت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ تھا مجھے مدینہ سے باہر نکلنا چاہیے تھا۔'' تو سنو! اللہ شاہد ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح ہم بھی بلوائیوں کے محاصرہ میں تھے اور تمہارا یہ کہنا کہ جب تک دیگر شہروں کے باشندوں کی بیعت کی خبر نہ آ جائے تب تک میں بیعت نہ لوں، تو سنو! معاملہ اہل مدینہ کا تھا اور انھیں ترجیح حاصل ہے، ہم اسے (خلافت) ضائع ہوتے نہیں دیکھ سکتے تھے اور طلحہ و زبیر کے نکلتے وقت تم نے جو مشورہ دیا تو اس پر عمل کرنے میں مسلمانوں کی کمزوری کا اظہار تھا۔ اللہ کی قسم! میں اپنی خلافت کے اول دن سے پریشان ہوں، میرے کام ادھورے ہیں، کوئی مناسب کام نہیں کر سکا ہوں اور تمہارا یہ مشورہ کہ میں گھر میں بیٹھا رہتا، تو یہ بتاؤ کہ جو ذمہ داریاں مجھ پر ہیں انھیں کون نبھاتا، بتاؤ کہ مجھ سے اور کیا چاہتے ہو؟ کیا میں اس بجو کی طرح ہو جاؤں جو چاروں طرف سے گھیرے میں ہو اور اس کے بارے میں کہا جائے کہ یہاں نہیں ہے، پھر جب اس کی ٹانگوں کے گھٹنوں کو کاٹ دیا جائے تب وہ باہر نکلے، جب میں اپنی ذمہ داریوں کو نہیں دیکھوں گا تو کون دیکھے گا۔ اے میرے بیٹے چپ رہو۔ ❶

بہر حال ان مشکل اور نازک ترین حالات میں علی رضی اللہ عنہ کا موقف بالکل واضح تھا۔ کوئی شخص آپ کو آپ کے ارادے سے پھیر نہیں سکتا تھا۔ علی رضی اللہ عنہ نے ربذہ سے اپنے دو قاصدوں محمد بن ابوبکر صدیق اور محمد بن جعفر کو اہل کوفہ کے پاس بھیجا اور ان سے لڑائی میں شرکت کرنے اور مدد کرنے کی درخواست کی، لیکن وہ دونوں اپنی کوشش میں ناکام رہے، کیونکہ علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوفہ کے گورنر ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو مطمئن کر رکھا تھا اور انھیں گھر سے نکلنے اور فتنہ کے ایام میں لڑائی پر جانے سے روک رکھا تھا اور انھیں فتنہ میں شرکت کرنے سے ممانعت والی احادیث سناتے رہتے تھے۔ ❷ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے دوسری مرتبہ ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص کو اپنا قاصد بنا کر روانہ کیا، لیکن یہ بھی اپنے مقصد میں ناکام لوٹے، اس لیے کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اس مسئلہ میں اہل کوفہ پر کافی حد تک اثر انداز ہو چکے تھے۔ ❸

۳۔ ذوقار پہنچ کر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی اہل کوفہ کو لڑائی پر چلنے کی دعوت:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ ربذہ سے اپنی فوج لے کر آگے بڑھے، مدینہ سے نکلنے کے بعد آٹھ راتیں سفر میں گزار کر تقریباً (۹۰۰) آدمیوں کے ساتھ ''ذوقار'' پہنچے ❹ اور وہاں پڑاؤ ڈالا۔ اب کی بار آپ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو

❶ تاریخ الطبری (۵/ ۴۸۲) . ❷ تاریخ الطبری (۵/ ۵۱۴) منصف ابن أبی شیبة (۱۲/ ۱۵) اس کی سند حسن ہے۔

❸ خلافة علی بن أبی طالب ص (۱۴۴) سیر أعلام النبلاء (۳/ ۴۸۶) .

❹ ''ذوقار'' کوفہ کے قریب بکر بن وائل کے ایک چشمہ کا نام ہے۔ دیکھئے: معجم البلدان (۴/ ۳۹۳) تاریخ الطبری (۵/ ۵۱۹۔ ۵۲۱) .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اپنا قاصد بنا کر کوفہ روانہ کیا۔ لیکن لوگ اب بھی شرکت سے پیچھے ہٹتے رہے۔ پھر آپ نے ان کے پیچھے ہی عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو روانہ کیا اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے قرظہ بن کعب کو ان کی جگہ پر کوفہ کا امیر بنا دیا۔ ❶

اہل کوفہ کو مطمئن کرنے میں قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اہم کردار ادا کیا، وہ اٹھے اور کوفہ والوں کو مخاطب کر کے کہا: میں تمہارا خیر خواہ اور تمھارے لیے مہربان ہوں، میں چاہتا ہوں کہ تم راہ راست پر رہو۔ آپ لوگوں سے جو بات کروں گا حق ہی کروں گا۔ وہ بات یہ ہے کہ اوّلاً ایک امارت کی بہر حال ضرورت ہے جو لوگوں کے معاملات کو منظم کرے، ظالم کا ہاتھ پکڑے اور مظلوم کو اس کا حق دلائے۔ اور یہ علی ہیں جن کے سر یہ ذمہ داری سونپی گئی ہے، انھوں نے آپ لوگوں کو بلانے میں راست بازی سے کام لیا ہے، وہ اصلاح کی خاطر آپ لوگوں کو بلا رہے ہیں۔ لہٰذا چلو اور حقیقت حال کو دیکھو اور سنو۔ ❷

قعقاع رضی اللہ عنہ کے اس خطاب کا حسن بن علی رضی اللہ عنہما پر گہرا اثر پڑا اور وہ بھی لوگوں کو خطاب کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا: اے لوگو! اپنے امیر کی بات مان لو۔ اپنے بھائیوں سے چل کر ملو، وہاں کوئی ضرور ملے گا جو اس معاملہ کو حل کر دے۔ اللہ کی قسم! اگر اس معاملہ کو اہل بصیرت اپنے ہاتھوں میں لے لیتے ہیں، تو دنیا کے لیے ایک نمونہ ہوگا اور آخرت میں بھی اس کا انجام بہتر ہوگا۔ ہماری باتوں کو مان لو اور جس مصیبت میں ہم سب لوگ گرفتار ہیں، اس سے نجات کے لیے ہماری مدد کرو۔ ❸

ان دونوں خطابوں کے بعد کوفہ کی اکثریت نے ان کی دعوت پر لبیک کہہ دیا اور چھ سے سات ہزار کے درمیان لوگ عمار وحسن رضی اللہ عنہما کے ساتھ علی رضی اللہ عنہ کے پاس جانے کو تیار ہو گئے، پھر بصرہ سے قبیلۂ عبدالقیس کے بھی دو ہزار لوگ آ ملے، اس طرح مختلف شہروں سے قبائل کی آمد کا ایک سلسلہ جاری ہو گیا اور لڑائی کا سانحہ پیش آتے آتے آپ کی فوج کی تعداد تقریباً بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) تک پہنچ گئی۔ ❹ جب ذوقار میں اہل کوفہ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ آ ملے تو آپ نے ان سے خطاب کرتے ہوئے کہا: ''اے کوفہ کے لوگو! تمہیں عجم اور وہاں کے بادشاہوں کی شان وشوکت عطا کی گئی ہے۔ تم نے عجم کی قوتوں کو پاش پاش کیا ہے۔ یہاں تک کہ تم ان کے وارث بنے، تم نے لوگوں کو اپنی حفاظت سے بے بہرا بنا دیا اور دوسرے لوگوں کو ان کے دشمنوں کے مقابلے میں مدد دی، میں نے تمھیں اس لیے بلایا ہے تاکہ تم ہمارے ساتھ ہمارے بصرہ والے بھائیوں کے پاس چلو۔ اگر وہ اپنی بات سے رجوع کریں تو ہمارا مقصد بھی یہی ہے اور اگر وہ ہماری بات سے انحراف کریں تو اوّلاً اس کا نرمی سے علاج کریں اور ان پر اصل حقیقت ظاہر کر دیں۔ ہم اس وقت تک کوئی دست درازی نہ کریں گے جب تک وہ ہم پر ظلم نہ کریں اور اصلاح کے جتنے بھی طریقے ممکن ہوں گے ہم ان سب کو اختیار کریں گے اور ان شاء اللہ فساد سے احتراز کریں گے۔ اللہ کے

❶ فتح الباری (۱۳/ ۵۳) التاریخ الصغیر (۱/ ۱۰۹)۔ ❷ تاریخ الطبری (۵/ ۵۱٦)۔
❸ تاریخ الطبری (۵/ ۵۱٦)۔ ❹ تاریخ الطبری (۵/ ۵۱۹)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

علاوہ کسی میں طاقت وقوت نہیں۔'' ❶

۴۔ اختلاف رائے سے محبت میں فرق نہیں پڑتا:

یہ بات اس فتنہ کے وقت رہنے والے صحابہ کرام پر مکمل طور سے صادق آتی ہے، ان کے آراء وخیالات میں اختلاف ضرور تھا، لیکن دل میں ایک دوسرے کے خلاف کدورت کبھی نہ پیدا ہوئی۔ اس موقع پر کوفہ میں جو واقعہ پیش آیا اسے میں پورا پورا نقل کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ابو وائل سے روایت ہے کہ ابوموسیٰ اور ابومسعود رضی اللہ عنہما دونوں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، جنھیں علی رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کے پاس لوگوں کو لڑنے کے لیے تیار کرنے کی غرض سے بھیجا تھا۔ ان دونوں نے عمار رضی اللہ عنہ سے کہا: مسلمان ہونے کے بعد تمھاری سب سے زیادہ بری بات جو ہم نے دیکھی ہے وہ تمہارا اس کام میں جلدی کرنا ہے۔ جواب میں عمارؓ نے کہا: مسلمان ہونے کے بعد تم دونوں کی سب سے زیادہ بری بات جو میں نے بھی دیکھی ہے وہ تم لوگوں کا اس کام میں دیر کرنا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اس پر ابومسعود رضی اللہ عنہ نے جو کہ ایک مال دار آدمی تھے کہا: اے غلام! دو حُلّے لاؤ۔ چنانچہ انھوں نے ایک حُلّہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو دیا اور دوسرا عمار کو اور کہا کہ آپ دونوں بھائی کپڑے پہن کر جمعہ پڑھنے چلیں۔ ❷

آپ دیکھ رہے ہیں کہ ابومسعود اور عمار رضی اللہ عنہما دونوں ایک دوسرے کو غلطی پر سمجھ رہے تھے، پھر بھی ابومسعود رضی اللہ عنہ نے عمار رضی اللہ عنہ کو نماز جمعہ کے لیے ایک حُلّہ دیا، اس لیے کہ ان کے جسم پر سفر اور جنگ کا جو کپڑا تھا وہ کافی گندا ہو چکا تھا۔ یہ ہیئت دیکھ کر ابومسعود رضی اللہ عنہ کو گوارا نہ ہوا کہ عمار رضی اللہ عنہ اسی کپڑے میں نماز جمعہ پڑھیں۔ یقیناً ان کا یہ برتاؤ انتہائی محبت کی دلیل ہے، حالانکہ درپیش فتنہ میں دونوں ایک دوسرے کے خلاف موقف رکھتے ہیں۔ عمار رضی اللہ عنہ کا خیال ہے کہ ابوموسیٰ اور ابومسعود کا سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی تائید میں تاخیر کرنا عیب ہے اور ابوموسیٰ وابومسعود کا خیال ہے کہ عمار کا علی رضی اللہ عنہ کی تائید میں جلدی کرنا عیب ہے اور ہر ایک کے پاس اپنے خیال میں اطمینان بخش دلیل تھی۔ جو لوگ شرکت کرنے سے پیچھے ہٹ رہے تھے ان کے سامنے بحالت فتنہ لڑائی میں شرکت کرنے اور مسلمانوں پر ہتھیار اٹھانے کی ممانعت پر مشتمل احادیث تھیں اور عمار جو کہ باغیوں سے قتال کے بارے میں علی رضی اللہ عنہ کے موقف کی تائید میں تھے، ان کے سامنے اللہ کا یہ ارشاد بطور دلیل تھا:

﴿ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي ﴾ (الحجرات: ۹)

''اس گروہ سے جو کہ زیادتی کرتا ہے لڑو۔''

مسلمانوں کے باہمی قتال میں شرکت سے ممانعت والی احادیث اور اس کی وعید کو ایسے شخص پر محمول کرتے تھے جو اپنے مسلمان بھائی پر ظلم وتعدی کر رہا ہو۔ بہرحال اس فتنہ میں دونوں فریقوں نے ایک دوسرے کے قتل کو نصب

---

❶ مصنف عبدالرزاق (۵/ ۴۵۶، ۴۵۷) زہری تک اس کی سند مرسلاً صحیح ہے۔ دیکھئے: خلافۃ علی بن أبی طالب ص (۱۴۶) اور پوری سند ''حسن لغیرہ'' ہے۔

❷ صحیح البخاری / الفتن حدیث نمبر (۷۱۰۲تا۷۱۰۵).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

العین نہیں بنایا تھا، بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ اگر لڑائی بند ہونے کی کوئی معمولی شکل بھی نکل آتی ہے تو لڑائی نہ ہوگی، بصورت دیگر لڑائی کے علاوہ کوئی چارہ نہیں، دونوں فریق قتال کو ناپسند کرتے تھے۔ ❶

۵۔ کوفہ کے راستے میں علی رضی اللہ عنہ سے چند سوالات:

○ جب امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے ''ربذہ'' سے روانہ ہونے کا ارادہ کیا تو ابو رفاعہ بن رافع بن مالک العجلان الانصاری نے آپ سے پوچھا کہ امیر المومنین! اب کیا ارادہ ہے؟ اور ہمیں کہاں لے چلیں گے؟ آپ نے فرمایا: ہمارا ارادہ بھلائی اور اصلاح کا ہے، اگر وہ لوگ ہماری بات مان لیتے ہیں تو بہتر ہے۔ ابو رفاعہ نے کہا: اگر وہ نہ مانے تو؟ آپ نے کہا: ان سے وجہ پوچھیں گے، پھر ان کا حق دیں گے اور صبر کریں گے۔ انھوں نے کہا: اگر وہ اس سے بھی راضی نہ ہوں گے تو؟ آپ نے کہا: جب تک وہ ہمیں چھوڑے رہیں گے، ہم انھیں چھوڑے رہیں گے۔ انھوں نے کہا: اگر وہ آمادۂ جنگ ہوں تو؟ آپ نے کہا: تب بھی ہم ان سے رک جانے کو کہیں گے۔ ابو رفاعہ نے کہا: تب ٹھیک ہے۔ اس طرح ابو رفاعہ سوال و جواب کے بعد مطمئن ہو گئے، اور انھیں سکون حاصل ہو گیا اور کہا: میں اپنے عمل سے آپ کو ایسے ہی خوش کروں گا جیسے کہ آپ نے بات سے مجھے خوش کیا ہے، پھر یہ شعر پڑھا:

دَرَاكُهَا دَرَاكُهَا قَبْلَ الْفَوْتِ وَانْفِرْ بِنَا وَاسْمُ بِنَا نَحْوَ الصَّوْتِ

''اے پالیجیے، اے پالیجیے، چھوٹنے نہ پائے ہمیں لے چلیے ہمیں جنگ کے لیے تم سے کہ پکاریے:

لَا وَأَلَتْ نَفْسِي إِنْ هِبْتُ الْمَوْتَ ❷

''اگر موت کی آندھی چلے تو میری جان پیٹھ پھیر کر نہ بھاگے۔''

○ اہل کوفہ جب ذوقار میں امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو ان میں سے بہت سے لوگ آپ سے آپ کی آمد کا سبب پوچھنے لگے، اعور بن بنان المنقری بھی انھیں میں تھے، انھوں نے علی رضی اللہ عنہ سے آمد کا سبب پوچھا: آپ نے کہا: میرا مقصد اصلاح اور عداوت کی آگ بجھانا ہے، شاید اللہ تعالیٰ اس امت کے تفرقہ کو ختم کر کے اسے متحد کر دے اور لوگ اپنے ہتھیاروں کو اتار دیں، اگر ایسا ہو جاتا ہے تو میرا مقصد پورا ہو گیا، انھوں نے کہا: اگر وہ لوگ ہماری بات نہ مانیں گے تو؟ آپ نے فرمایا: جب تک وہ لڑائی سے گریز کریں گے، ہم بھی گریز کریں گے۔ انھوں نے کہا: اگر وہ نہ گریز کریں تو؟ آپ نے کہا: ہم اپنی طاقت بھر دفاع کریں گے۔ انھوں نے کہا: کیا ان کے پاس بھی اس معاملہ میں ہماری طرح کوئی دلیل ہے؟ فرمایا: ہاں۔ ❸

○ ابو سلامہ دالانی بھی ان لوگوں میں سے ایک ہیں جنھوں نے علی رضی اللہ عنہ سے استفسار کیا تھا، آپ نے پوچھا تھا: کیا ہمارے مخالف کے پاس قصاص عثمان کے مطالبہ کی کوئی دلیل ہے؟ اگر ان کی نیت صحیح ہے، آپ نے

❶ المدينة النبوية فجر الإسلام والعصر الراشدي (۲/ ۳۰۴)۔ ❷ تاريخ الطبري (۵/ ۵۱۰)۔

❸ البداية والنهاية (۷/ ۲۵۰) تاريخ الطبري (۵/ ۵۲۹)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فرمایا: ہاں! ابوسلامہ نے کہا: پھر اسے موخر کرنے کے لیے آپ کے پاس کوئی وجہ جواز ہے؟ آپ نے کہا: ہاں، جب کسی چیز کا حصول مشکل ہو، تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس میں احتیاط اور دور رس مفاد کو سامنے رکھا جائے، انھوں نے کہا ایسی صورت میں اگر کل ہو کر ہمیں لڑنا پڑے تو ہمارا اور ان لوگوں کا کیا حال ہوگا؟ آپ نے فرمایا: میں امید کرتا ہوں، کہ صاف دل ہو کر ہم میں اور ان میں سے جو شخص بھی لڑے گا اسے اللہ تعالیٰ ضرور جنت میں داخل کرے گا۔ ❶

○ اور مالک بن حبیب نے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کل جب آپ ان لوگوں سے ملیں گے، تو کیا کریں گے؟ آپ نے کہا: ہمارے اور ان کے سامنے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ لڑائی سے رک جانے میں بھلائی ہے، پس اگر وہ لوگ اس پر ہم سے بیعت کر لیتے ہیں تو وہی مطلوب ہے، ورنہ جنگ کے علاوہ کوئی راستہ نہیں، اور یہ ایسا شگاف ہے جس کا بھرنا ممکن نہیں، مالک نے پوچھا: اگر ہمیں لڑنا ہی پڑا تو ہمارے مقتولین کا کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: اللہ جس کو چاہے گا اس مرتبہ سے سرفراز کرے گا اور وہی اس کی نجات ہوگی۔ ❷

یقیناً امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا مقصد مسلمانوں کی اصلاح اور فتنوں کی آگ بجھانا تھا اور اس مقصد تک رسائی کے لیے جنگ کرنا آپ کی تدابیر میں ہرگز شامل نہ تھا، کیونکہ لڑائی ایک لا علاج مرض ہے اور طرفین کے مقتولین کا انجام ان کی نیتوں پر منحصر ہوتا، خواہ وہ علی کے ساتھ ہوتے یا دوسرے کے ساتھ، اسی لیے امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے واضح طور سے یہ بتا دینا مناسب سمجھا کہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد اس سلسلے میں جو لوگ بھی اصلاح کرنے اور فتنہ کی آگ بجھانے کی خاطر نکلے سب کے سب مجتہد ہیں، ان کا بدلہ ان کی نیتوں اور دلوں کی صفائی پر منحصر ہے۔ ❸

صلح کی کوششیں:

یہ بات گزر چکی ہے کہ بصرہ کی جانب کوچ کرنے سے پہلے علی رضی اللہ عنہ نے کچھ دنوں تک ''ذوقار'' میں قیام کیا اور ہر ممکن جائز تدابیر کے ذریعے سے مسلمانوں کے باہمی اختلاف اور فتنہ کو دبانے کی کوشش کی اور مسلمانوں کو جنگ کی نحوست اور مسلح ٹکراؤ سے روکنے کے لیے اپنی پوری طاقت لگا دی۔ دوسری طرف طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کی بھی یہی کوشش تھی۔ بہرحال جب فریقین میں صلح کی خوش آئند علامتیں نظر آئیں تو فتنہ سے کنارہ کش رہنے والے جن چند بزرگ صحابہ اور تابعین نے مصلحانہ کوششوں میں حصہ لیا، وہ یہ ہیں:

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ:

آپ نے دونوں فریقوں میں فضاء ہموار کرنے کے لیے کچھ لوگوں کو بھیجا، پھر بنو عدی جن کی ایک بھاری تعداد زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھی، کے پاس اپنا قاصد روانہ کیا، قاصد ان کی مسجد میں پہنچا اور کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

❶ البدایہ والنہایۃ (۷/ ۲۵۰).

❷ تاریخ الطبری (۵/ ۵۲) الإنصاف فیما وقع فی تاریخ العصر الراشدی ص (۴۰۶).

❸ الإنصاف / درحامد ص (۴۰۶).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ساتھی عمران بن حصین نے آپ لوگوں کے پاس بھیجا ہے، وہ تمھیں نصیحت کرتے ہیں اور اللہ واحد کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ بدشکل حبشی غلام بن کر پہاڑ کی چوٹی پر بکریاں چراتے ہوئے مرجانا میرے نزدیک اس بات سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ فریقین میں سے کسی ایک کی طرف سے تیر چلاؤں، معلوم نہیں وہ صحیح ہو یا غلط، ان کی نصیحت ہے کہ ہم جی جان سے تمھیں چاہتے ہیں، آپ لوگ لڑائی نہ کرو۔ ان لوگوں نے جواب دیا ہمیں مت سمجھایئے، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منظور نظر کا ساتھ ہرگز نہیں چھوڑ سکیں گے۔ ❶

کعب بن سور رحمہ اللہ:

آپ کبار تابعین میں سے ہیں، آپ نے صلح کا ماحول پیدا کرنے کے لیے اپنی پوری طاقت لگا دی، خود کو خطرہ میں ڈال کر ایسا کردار ادا کیا جسے خال خال لوگ ہی انجام دیتے ہیں، آپ مستقل طور سے صلح کی کوشش میں رہے، لیکن بالآخر ساری محنت ناکام ثابت ہوئی اور جنگ جمل کے دوران دونوں فریقوں کو جنگ بندی اور کتاب الٰہی کی ثالثی کی طرف دعوت دیتے ہوئے قتل کر دیے گئے۔ ❷

قعقاع بن عمرو التمیمی رضی اللہ عنہ:

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے قعقاع بن عمرا لتمیمی کو طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ صلح کی مہم پر بھیجا اور کہا: ان دونوں آدمیوں سے ملو، انھیں اتحاد اور باہمی الفت کی دعوت دو، اختلاف وانتشار کا گناہ اور اس کے نقصانات بتاؤ۔ چنانچہ قعقاع بصرہ کے لیے روانہ ہوئے وہاں پہنچ کر پہلے عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کی اور کہا: اے اماں جان! آپ بصرہ کس لیے آئی ہیں؟ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: اے میرے عزیز! لوگوں میں صلح ومصالحت کی خاطر۔ قعقاع نے کہا: آپ طلحہ اور زبیر کو بھی بلوالیں تاکہ آپ کی موجودگی میں اور آپ کے سامنے ان سے گفتگو کروں۔

قعقاع رضی اللہ عنہ کی طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما سے گفتگو:

پھر جب وہ دونوں آ گئے، تو قعقاع رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے بصرہ آمد کا مقصد پوچھا، ان لوگوں نے بھی عائشہ رضی اللہ عنہا جیسا جواب دیا، یعنی ہم اصلاح کی خاطر آئے ہیں، قعقاع نے کہا: آپ ہی لوگ بتائیں کہ اصلاح کی کیا شکل ہو سکتی ہے؟ اللہ کی قسم! اگر ہم اسے بہتر سمجھیں گے، تو ضرور قبول فرمائیں گے اور اگر غلط سمجھیں گے تو اس سے احتراز کریں گے، ان دونوں نے کہا کہ: قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنا ضروری ہے، اگر وہ بلا قصاص چھوڑ دیے گئے تو گویا قرآن کو چھوڑ دیا گیا اور اس کے احکام کو ناکارہ بنا دیا گیا اور اگر قصاص لیا جاتا ہے تو اس میں قرآنی حکم کا احیاء ہے۔

قعقاع رضی اللہ عنہ نے کہا: بصرہ میں چھ سو قاتلین عثمان تھے جنھیں تم نے قتل کیا، ان میں صرف ایک شخص حرقوص بن زہیر السعدی بچ نکلا اور اپنی قوم بنوسعد میں پناہ لے لیا، جب آپ لوگوں نے اسے ان سے چھیننا اور قتل کرنا چاہا تو

❶ الطبقات/ ابن سعد (٤/ ٨٧) خلافة علی بن أبی طالب / عبدالحمید ص (١٤٨).

❷ الطبقات/ ابن سعد (٧/ ٩٢) اس کی دو سندیں ہیں اور دونوں صحیح ہیں۔ خلافة علی بن أبی طالب / عبدالحمید ص (١٤٩).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کی قوم نے آپ لوگوں کو اس سے روک دیا، اور نتیجہ یہ ہوا کہ چھ ہزار لوگ غضب ناک ہو گئے اور انھوں نے تمھارا ساتھ چھوڑ دیا اور تمھارے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہو گئے، اب اگر آپ لوگ حرقوص کو چھوڑ دیتے ہو اور اسے قتل نہیں کرتے تو اپنی بات، اپنا دعویٰ اور جس چیز کا علی سے مطالبہ کر رہے ہو سب کی مخالفت کر رہے ہو، اگر آپ لوگ حرقوص کو گرفتار کرنے کے لیے بنوسعد سے لڑ رہے ہو تو وہ تم پر غالب آ جائیں گے، تمھیں شکست دیں گے اور سب کے سب تم پر ٹوٹ پڑیں گے۔

پھر جس چیز سے آپ لوگ ڈر رہے ہو، اسی میں پڑ جاؤ گے، ان کو مضبوط کر دو گے اور جس چیز کو ناپسند کرتے ہو، وہی دیکھو گے۔ مزید برآں حرقوص کی گرفتاری کا مطالبہ کر کے تم نے ربیعہ اور مضر والوں کو بھی ناراض کر دیا ہے، وہ لوگ بنوسعد کی حمایت میں تم سے جنگ کرنے اور تمھیں رسوا کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی یہی پریشانی ہے، قاتلین عثمان ان کی لشکر میں پائے جاتے ہیں۔

قعقاع حل پیش کرتے ہیں کہ "اولاً حالات کی سازگاری پھر قصاص":

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور آپ کے ساتھی قعقاع کی بات اور ان کے دلائل سے کافی متاثر ہوئے آپ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے قعقاع! پھر آپ کی کیا رائے ہے؟

قعقاع نے کہا: میرے خیال میں فی الحال قاتلین عثمان سے قصاص لینے کے لیے سکون واطمینان کی ضرورت ہے۔ جب فضا سازگار ہو جائے گی، اشتعال ختم ہو جائے گا، اور پوری امت امیر المومنین کی خلافت پر بیعت کر لے گی، اس وقت آپ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص لے سکتی ہیں۔ اگر آپ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ پر بیعت کر لو، [1] تو یہ امت کی بہتری، اس کی عافیت اور سلامتی کے لیے ایک نیک فال ہوگی اور عثمان کا قصاص بھی لیا جا سکے گا اور اگر تم جنگ کے علاوہ کسی اور بات کو قبول نہ کرو گے تو اس سے ایک بہت بڑا فتنہ جنم لے گا اور قصاص بھی ہاتھ سے جاتا رہے گا، لہٰذا عافیت کے طلب گار بنو عافیت ملے گی اور پہلے کی طرح تم خیر کی علامت بن جاؤ، ہمیں بلاؤں میں مبتلا نہ کرو اور نہ علی کے لیے پیچیدگی پیدا کرو، ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اور تم کو بھی ہلاک کر دے گا۔ اللہ کی قسم! میں تم کو صرف اسی چیز کے لیے دعوت دینے آیا ہوں، مجھے تو حالات درست ہونے کی کوئی توقع نہیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہی اس نادار اور مصیبت زدہ امت سے اپنی حجت وصول کر لے، یہ امت ناگفتہ بہ حالات سے گزر رہی ہے، یہ حالات ایسے نہیں ہیں کہ جیسے کسی ایک آدمی نے ایک آدمی کو، یا ایک جماعت نے ایک آدمی کو، یا ایک قبیلہ والوں نے دوسرے قبیلہ والوں کو قتل کر دیا ہو، قعقاع کی مخلصانہ، اطمینان بخش اور سچائی میں ڈوبی ہوئی اِس نصیحت کو سن کر سب مطمئن ہو گئے اور ان کی دعوت مصالحت پر لبیک کہتے ہوئے کہا: آپ نے جو بات کہی بالکل صحیح اور درست ہے، آپ جا سکتے ہیں، اگر علی رضی اللہ عنہ آتے ہیں اور ان کے بھی یہی خیالات رہے تو ان شاء اللہ مصالحت ہو جائے گی۔

اب قعقاع رضی اللہ عنہ اپنی مہم میں کامیاب ہو چکے تھے، خوشی خوشی ذوقار میں علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور اپنی گفتگو و

[1] یعنی قاتلین عثمان سے قصاص لینے میں علی رضی اللہ عنہ کی سیاست سے اتفاق کرلو۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دیگر حالات سے مطلع کیا، سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اسے سن کر بہت خوش ہوئے مصالحت کی فضا سازگار ہوگئی، بعض تو اس سے بہت خوش ہوئے اور بعض نے مصالحت کو ناپسند کیا۔ ❶

صلح و اتفاق کی خوش خبری:

جب قعقاع رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کو اپنی گفتگو و حالات سے مطلع کیا تو علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دو قاصد ❷ عائشہ اور زبیر رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھیوں کے پاس روانہ کیا آپ قعقاع رضی اللہ عنہ کے اطلاع کی مزید توثیق چاہتے تھے، وہ دونوں قاصد آپ کے پاس یہ خبر لے کر لوٹے کہ قعقاع نے جو کچھ کہا ہے، ہو بہو وہی بات ہے، آپ آگے بڑھیں! چنانچہ علی رضی اللہ عنہ ''ذوقار'' سے آگے بڑھے اور فریق مقابل کے قریب پڑاؤ ڈالا، تمام قبائل اپنے اپنے قبیلے والوں سے ملنے لگے، مضر والے مضر سے، ربیعہ والے ربیعہ سے اور یمن والے یمن والوں سے جا ملے، سب ایک دوسرے کے قریب قریب تھے، ایک دوسرے سے مل جل رہے تھے، انھیں مصالحت طے ہو جانے میں قطعاً کوئی شک نہ تھا، کبھی تیز اور پست آواز میں صلح ہی کی باتیں کرتے تھے۔ ❸

واضح رہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے جب ''ذوقار'' سے کوچ کا ارادہ کیا تھا تو اپنے خطرناک قرارداد کا اعلان کر دیا: ''کل میں یہاں سے کوچ کر رہا ہوں، (یعنی بصرہ) سن لو! کل میں یہاں سے کوچ کر رہا ہوں، سن لو! ہمارے ساتھ کوئی ایسا شخص ہرگز نہ چلے جس نے عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت میں کسی قسم کی معاونت کی ہو، یا اس میں کسی قسم کا حصہ لیا ہو۔ ❹

جنگ بھڑک گئی

۱۔ جنگ بھڑکانے میں سبائیوں کا کردار:

آپ کو معلوم ہے کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں وہ خوارج اور سرکش موجود تھے جنھوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا، لیکن ان کے خلاف کارروائی ممکن نہ تھی کیونکہ فوج میں انھیں نامزد کرنا مشکل تھا، یا ان کے قبیلہ کے مددگار موجود تھے، یا ان کے خلاف کوئی واضح دلیل نہ تھی، یا وہ منافق تھے اور نفاق کو پوشیدہ رکھے ہوئے تھے۔ ❺ یہ لوگ ابن سبا کی پیروکار تھے، ان لوگوں نے جب علی رضی اللہ عنہ کا یہ اعلان سنا تو اشتعال انگیزی اور فتنہ کی آگ بھڑکانے کی کوشش میں لگ گئے، تاکہ قصاص کی تلوار سے محفوظ ہو جائیں۔ ❻

چنانچہ جب دونوں فوجوں نے قریب قریب پڑاؤ ڈال دیا اور سب اپنی جگہوں پر مطمئن ہو گئے، تو ایک طرف سے علی اور دوسری طرف سے طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم اجمعین نکل کر باہر آئے، ایک دوسرے سے ملے اور اپنے نزاعی مسئلہ کے بارے میں گفتگو کیا، بالآخر حالات کو سدھرتے دیکھ کر اس نتیجہ پر پہنچے کہ صلح اور جنگ بندی سے بہتر کوئی چیز

---

❶ البداية والنهاية (٧/ ٧٣٩) تاريخ الطبرى (٥/ ٥٢١). ❷ تاريخ الطبرى (٥/ ٥٢١).
❸ تاريخ الطبرى (٥/ ٥٣٩). ❹ تاريخ الطبرى (٥/ ٥٢٥).
❺ تاريخ الطبرى (٥/ ٥٢٦). ❻ تاريخ الطبرى (٥/ ٥٢٧) تحقيق موافق الصحابة (٢/ ١٢٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہے، پھر اسی پر وہ سب الگ الگ ہو گئے، علی رضی اللہ عنہ اپنی فوج میں لوٹ آئے اور طلحہ و زبیر اپنی فوج میں لوٹ گئے، طلحہ اور زبیر نے اپنے سرداروں کو بلالیا اور علی رضی اللہ عنہ نے قاتلین عثمان کو چھوڑ کر اپنے سرداروں کو بلالیا، شام ہوگئی اور صلح و عافیت کی نیت سے سب نے رات گزاری، دونوں فوجوں کے افراد ایک دوسرے کے قریب تھے، ایک دوسرے سے ملتے تھے اور صرف صلح کی نیت سے رات گزار رہے تھے۔

لیکن فتنہ کی آگ لگانے والوں نے آج جس طرح رات گزاری تھی شاید ایسی منحوس اور بری رات انھوں نے کبھی نہ گزاری رہی ہو، انھیں اپنی بربادی کا غم ستا رہا تھا، پوری رات مشورہ کرتے رہے، ان میں سے کسی نے کہا: طلحہ اور زبیر کے ارادوں سے تو ہم خوب واقف ہیں، لیکن علی کے ارادوں سے آج تک واقف نہ ہو سکے۔ یہاں تک کہ وہ دن آ گیا جب آپ نے تمام لوگوں کو کل سے دن کوچ کرنے کو کہا اور یہ شرط لگا دی کہ جس نے کسی بھی طرح عثمان کے قتل میں شرکت کی ہے، وہ ہمارے ساتھ نہ چلے، اللہ کی قسم! مجھے لگ رہا ہے کہ ان سب لوگوں کی ہمارے بارے میں ایک ہی رائے ہے، اگر انھوں نے علی سے کسی چیز پر صلح کر لی تو وہ صلح ہمارے خونوں پر ہوگی۔ ❶

ان کے مشیر خاص ابن السوداء یعنی عبداللہ بن سبا نے کہا: اے لوگو! تمھاری بہتری اس میں ہے کہ تم ان لوگوں کے ساتھ ملے جلے رہو اور ان کے ساتھ مل کر کام کرو اور جب کل دونوں فریق آپس میں ملیں تو جنگ چھیڑ دو، اور انھیں سوچنے تک کا موقع نہ دو اور جب تم علی کے ساتھ ہو گے تو انھیں کوئی شخص ایسا نظر نہ آئے گا جس کے ذریعے سے جنگ کو بند کرا سکیں، اس طرح اللہ تعالیٰ علی، طلحہ، زبیر اور ان لوگوں کو جو صلح کے خواہاں ہیں اور تمھاری منشاء کے خلاف کام کرنا چاہتے ہیں، انھیں ایک مصیبت میں مبتلا کر دے گا، اس رائے پر سب متفق ہو جاؤ اور اسی کی روشنی میں منتشر ہو کر اس طرح کارروائی کرو کہ کسی کو علم نہ ہو۔ ❷

پھر وہ سب اس بات پر متفق ہو گئے کہ انتہائی رازداری سے جنگ کی آگ لگا دی جائے، چنانچہ غلس کے وقت جب کہ تاریکی کچھ زیادہ ہی تھی یہ لوگ اس طرح نکلے کہ ان کے پڑوس والے تک کو خبر نہ ہوئی۔

جس کا تعلق مضر والوں سے تھا وہ مضر والوں میں اور جس کا ربیعہ سے تھا وہ ربیعہ میں اور جس کا یمن سے وہ یمن والوں میں چلا گیا اور سب نے اپنی اپنی جگہوں پر تلواریں چلا دیں، اہل بصرہ غضب ناک ہو گئے، بلکہ تمام لوگ اپنے سامنے کسی کو بھی حملہ آور دیکھ کر اس سے بھڑ جاتے، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما سامنے آئے، میمنہ کو تیار کیا، اس میں قبیلہ ربیعہ کے لوگ تھے۔ عبدالرحمن بن حارث بن ہشام ان کی قیادت کر رہے تھے اور میسرہ والوں کو تیار کیا، عبدالرحمن بن عتاب بن اسید اس کی قیادت کر رہے تھے اور پھر خود وہ دونوں قلب میں جم گئے اور کہنے لگے: یہ کیا ہو گیا؟ لوگوں نے کہا کہ اہل کوفہ نے رات میں ہم پر حملہ کر دیا، وہ دونوں کہنے لگے: ہم نے جان لیا کہ علی رضی اللہ عنہ قتل و خون ریزی، اور محرمات الٰہیہ کا تقدس پامال کرنے سے باز نہیں آئیں گے، وہ ہماری بات ہرگز نہیں سنیں گے، پھر وہ دونوں اہل بصرہ کو لے کر پیچھے ہٹ گئے اور پھر بصرہ والوں کو مقابل فوج نے دھکیل کر ان کے معسکر تک پہنچا دیا۔ ❸

---

❶ تاریخ الطبری (۵/ ۵۲۶) ❷ تاریخ الطبری (۵/ ۵۲۷) ❸ تاریخ الطبری (۵/ ۵٤۱)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

علی رضی اللہ عنہ اور اہل کوفہ نے جب شور و ہنگامہ سنا تو کہا: یہ کیا ہوا؟ معلوم رہے کہ سبائیوں نے پہلے ہی سے اپنا ایک آدمی علی رضی اللہ عنہ کے پاس لگا دیا تھا جو ان کی سازش کے مطابق آپ کو حالت بتاتا، چنانچہ جب آپ نے کہا کہ کیا ہوا؟ تو اس آدمی نے کہا: اچانک ان (زبیر وطلحہ) کے آدمیوں نے رات میں ہم پر حملہ کر دیا، تو ہم نے انھیں پیچھے کیا، تب علی رضی اللہ عنہ نے میمنہ والے قائد سے کہا: میمنہ میں آئے، اور میسرہ والے سے کہا: میسرہ میں جاؤ اور سبائیوں کی حالت یہ تھی کہ وہ جنگ کی آگ بھڑکانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرنا چاہتے تھے۔ ❶

باوجود یہ کہ مذکورہ انداز میں لڑائی کا آغاز ہو چکا تھا، تاہم طرفین حقیقت حال جاننے کے لیے فکر مند تھے، علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی رائے یہ تھی کہ ان وقت تک جنگ نہ کی جائے جب تک فریق ثانی پر حجت قائم نہ کر دی جائے، یہ لوگ نہ تو بھاگنے والے کو قتل کر رہے تھے اور نہ کسی زخمی پر ہاتھ اٹھا رہے تھے، لیکن سبائیت تو کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دینا چاہتی تھی۔ ❷

اسی طرح دوسری جانب طلحہ رضی اللہ عنہ اپنی سواری پر سوار اور لوگوں کی بھیڑ میں یہ اعلان کر رہے تھے، اے لوگو! کیا تم لوگ سمجھائے نہیں جا رہے ہو؟ لیکن حالت یہ تھی کہ سب آپ پر چڑھے جا رہے تھے اور آپ کی بات نہیں سن رہے تھے، اس وقت آپ نے اس سے زیادہ کچھ نہ کہا کہ: ((أُفِّ أُفْ فِرَاشُ نَارٍ وَذِبَانُ طَمْعُهُ)) ❸ ''ستیاناس ہو، برا ہو آگ پر مرنے والوں اور حرص پر بھنبھنانے والی مکھیوں کا......'' آپ کا کیا خیال ہے، آگ پر جان دینے والے یہ پروانے اور حرص میں بھنبھنانے والی یہ مکھیاں سبائیوں کے علاوہ کوئی اور ہوسکتا ہے؟ نہیں حقیقت تو یہ ہے کہ معرکہ کے آخر تک اس بات کی کوشش ہوتی رہی کہ اب بھی صلح کا کوئی راستہ نکل آئے۔

مذکورہ تفصیل سے یہ بات کھل کر ہمارے سامنے آجاتی ہے کہ جنگ کی آگ بھڑکانے میں عبداللہ بن سبا اور اس کے سبائی ہم نواؤں کا کتنا بڑا اثر تھا، ساتھ ہی ساتھ یہ حقیقت بھی روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہمیشہ صلح اور باہمی اتحاد و محبت کے حریص ہوتے تھے، بے شمار شرعی نصوص اسی کی شہادت دیتے ہیں، اور اسی پر دل بھی مطمئن ہوتا ہے۔ ❹

لڑائی کی تفصیل میں جانے سے پہلے میں اس بات کی طرف اشارہ کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ معرکۂ جمل میں ''سبائیت'' کے گھناؤنے کردار پر تقریباً تمام علماء متفق ہیں خواہ اسے انھوں نے ''مفسدین'' کا نام دیا ہو'' دونوں فرق کے اوباش''، ''قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ'' یا ''احمقوں'' کا بدبختانہ لقب دیا ہو، یا ''غوغاء'' یعنی شور وغل کرنے والے کہا ہو، یا صراحتاً سبائی لکھا ہو ❺ میں بالاختصار یہاں پر بطور چند اقوال نقل کر رہا ہوں۔

---

❶ تاریخ الطبری (٥/ ٥٤١). ❷ تاریخ خلیفة بن خیاط ص (١٨٢).

❸ عبداللہ بن سباء وأثره فی احداث فتنة صدر الإسلام ص (١٩٢-١٩٣).

❹ عبداللہ بن سباء وأثره فی احداث فتنة صدر الإسلام ص (١٩٢-١٩٣).

❺ عبداللہ بن سباء وأثره فی احداث فتنة صدر الإسلام ص (١٩٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عمر بن شبہ "أخبار البصرة" میں لکھتے ہیں:

"جو لوگ قتل عثمان سے متہم تھے، وہ ڈرے کہ کہیں دونوں فریق ہمارے قتل پر مصالحت نہ کر لیں، اس لیے انھوں نے جنگ کو آگ بھڑکا دی، پھر جو ہوا سو ہوا۔" ❶

امام طحاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"علی اور طلحہ رضی اللہ عنہم کی مرضی کے خلاف جنگ جمل پیش آگئی، اسے "مفسدین" نے رہروان اسلام کی مرضی کے خلاف بھڑکایا تھا۔" ❷

امام باقلانی فرماتے ہیں:

"جب صلح پر باہم رضا مندی ہوگئی اور اسی پر مجلس ختم ہوگئی، تو "قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ" ڈرے کہ اب ہماری خیر نہیں، اب ہم گرفتار کر لیے جائیں گے، اس لیے وہ سب اکٹھا ہوئے، مشورہ کیا پھر اختلاف ہوا اور بالآخر اس بات پر متفق ہوئے کہ وہ دو ٹولیوں میں بٹ جائیں اور دونوں لشکروں میں مل ملا کر صبح ہوتے ہوتے لڑائی شروع کر دیں، جو ٹولی علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں جائے وہ لڑائی کے وقت یہ شور کرے کہ طلحہ اور زبیر نے بدعہدی کی اور جو ٹولی طلحہ اور زبیر کے لشکر میں جائے وہ یہ شور کرے کہ علی رضی اللہ عنہ نے بدعہدی کی، پھر انھوں نے اپنی سازش کے مطابق آگے کی کارروائی انجام دی، اور لڑائی چھڑ گئی، دونوں فریقوں میں سے ہر ایک لڑائی کو ہٹانا چاہتا تھا اور اپنے خون کو بے کار ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا اور لڑائی کے وقت دونوں کا یہ موقف بالکل صحیح اور کار ثواب تھا۔ یہی صحیح بات ہے، اسی کی طرف ہمارا رجحان ہے اور اسی کے ہم قائل ہیں۔" ❸

قاضی عبدالجبار نے متعدد علماء کے اقوال نقل کیے ہیں کہ علی، طلحہ، زبیر اور عائشہ رضی اللہ عنہم مصالحت، جنگ بندی اور حل کی تلاش پر متفق ہو گئے تھے، لیکن علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں جو "دشمنان عثمان رضی اللہ عنہ" تھے، انھیں یہ بات سخت ناگوار گزری اور ڈرے کہ کہیں آخری انجام ہمارے سر ہی نہ آئے، اس لیے انھوں جنگ کی آگ بھڑکانے کی جو سازش کی وہ معروف بات ہے اور بالآخر جنگ ہو ہی گئی۔ ❹

قاضی ابوبکر العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"علی رضی اللہ عنہ بصرہ پہنچے، دونوں فریق ایک دوسرے کے قریب ہوئے تاکہ ایک دوسرے کو دیکھ سکیں، لیکن نفس پرستوں نے ان پر نگاہیں گاڑے رکھیں، خون ریزی میں جلدی کی، جنگ کی آگ بھڑک اٹھی اور کم عقلوں کو شور وغل لے ڈوبا، یہ سب اس لیے ہوا تاکہ کسی کو ایک دوسرے پر حجت قائم کرنے کا موقع نہ ملے، حقیقت حاصل سامنے نہ آئے اور قاتلین عثمان چھپ جائیں، اگر ایک فرد کسی ایک لشکر کے

❶ فتح الباري (١٣/ ٥٦).
❷ شرح العقيده الطحاوية ص (٥٤٦).
❸ التمهيد ص (٢٣٣).
❹ تثبيت دلائل النبوة / الهمداني (٢٩٩).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

منصوبے کو بگاڑ سکتا ہے تو جہاں ہزاروں بگاڑنے والے ہوں، اس کا کیا کہنا؟'' ❶

حافظ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس کی دلیل یہ ہے کہ لوگ (مسلمان) متفق ہو گئے، قتال نہیں کیا، محاذ آرائی نہیں کی، جب رات ہوئی تو ''قاتلین عثمان'' نے جان لیا کہ زد میں ہم ہی آئیں گے اور اتحاد ہماری مخالفت پر ہوا ہے، تو انھوں نے طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کے لشکر میں مل جل کر رات گزاری اور ان میں تلواریں چلا دیں، اہل لشکر نے اپنی طرف سے دفاع کیا یہاں تک کہ علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے مڈبھیڑ ہو گئی، انھوں نے بھی اپنی طرف سے دفاع کیا، اس طرح دونوں گروہ اسی گمان بلکہ یقین پر تھے کہ لڑائی دوسرے نے ہی شروع کی ہے، اس طرح معاملہ کافی طول پکڑ گیا اور فریقین میں سے ہر ایک نے اپنی طرف سے مدافعت کے علاوہ کچھ نہ کر سکتا تھا۔ جب کہ بدبخت وفاسق ''قاتلین عثمان'' امت پر جنگ مسلط کرنے اور اس میں آگ لگانے کا کوئی موقع گنوانا نہیں چاہتے تھے اور دونوں لشکر ایک ناگہانی آزمائش میں مبتلا ہو چکے تھے۔ ان کا مقصد داؤ پر لگ چکا تھا، وہ مدافعت ہی کرتے رہے، زبیر رضی اللہ عنہ جنگ کو اپنی حالت پر چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئے، طلحہ رضی اللہ عنہ کھڑے تھے، انھیں ایک نامعلوم تیر آ لگا، آپ اس محاذ آرائی کی حقیقت سے ناواقف تھے، تیر آپ کے پنڈلی کے اس زخم پر آ لگا تھا جو غزوۂ احد کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زخمی ہوا تھا آپ وہاں سے لوٹے اور اسی وقت وہیں وفات پا گئے، زبیر رضی اللہ عنہ معرکہ سے پیچھے ہٹنے کے بعد دن ختم ہونے سے پہلے ''وادی سباع'' میں شہید کر دیے گئے، اسی طرح یہ واقعہ پیش آیا۔'' ❷

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''معرکۂ جمل دونوں گروہوں کے ''نادانوں'' کی فتنہ انگیزی کا نتیجہ تھا۔'' ❸

مزید لکھتے ہیں:

''فریقین نے صلح کر لی تھی، نہ علی رضی اللہ عنہ کا ارادہ جنگ کرنا تھا اور نہ طلحہ رضی اللہ عنہ کا، بلکہ مقصد یہ تھا کہ وہ اتحاد کی کوئی شکل پیدا کریں گے، لیکن دونوں گروہوں کے اوباشوں نے تیراندازی شروع کر دی اور جنگ کی آگ بھڑک اٹھی۔'' ❹

اور ''دول الاسلام'' میں لکھتے ہیں:

''''غوغاء'' شور وغل کرنے والوں کی وجہ سے لڑائی نے گھمسان کا رخ اپنا لیا اور علی، طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں سے معاملہ نکل گیا۔'' ❺

---

❶ العواصم من القواصم ص (١٥٦).
❷ الفصل فی الملل والنحل (٤/ ١٥٧/ ١٥٨).
❸ العبر (١/ ٣٧).
❹ تاريخ الإسلام (١/ ١٥).
❺ دول الإسلام (١/ ١٥).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر سلیمان بن حمد العودہ لکھتے ہیں:

''اس بات سے کیا چیز مانع ہے کہ طبری کی جو روایت صراحت سے جنگ جمل میں ''سبائیت'' کا کردار ثابت کرتی ہے، وہی اس معمہ کا حل بھی ہو اور مذکورہ علماء کی تحریروں میں فتنہ پردازوں کو جن ناموں سے ذکر کیا گیا ہے، ان ناموں کی تحدید بھی کرے؟ اور ہر چند کہ ہنگامہ آرائی کرنے والی یہ جماعتیں ''سبائیت'' سے براہ راست نہ مربوط رہی ہوں اور اس کی طرح ان کے اہداف نہ رہے ہوں، لیکن یہ بات کہنے میں قطعاً دریغ نہیں ہے کہ ان جماعتوں نے ''سبائیت'' کے لیے وہ زمین ضرور ہموار کی جس پر ابن سبا اور اس کے معاونین ''سبائیوں'' نے قبضہ کر لیا، جیسے کہ ہنگامہ خیز تحریکوں میں عموماً ہوتا ہے۔'' ❶

ہم یہ نہ بھولیں کہ کسی بھی حادثہ میں اس کے متعلق ابھرنے والے فتنے اور ناخوشگوار فضائیں بہت اہم کردار ادا کرتی ہیں، فتنوں کی زد میں گھرے ہوئے لوگوں کی نگاہوں میں ایسی بہت سی چیزیں نہیں آتیں جو دوسروں کو صاف طور سے دکھائی دیتی ہیں، وہ لوگ کوئی اقدام کرتے ہوئے تاویلات کا سہارا لیتے ہیں جب کہ دوسرے لوگ اسے روز روشن کی طرح عیاں ہونے کی وجہ سے قابل توجہ بھی نہیں سمجھتے، فتنوں اور جنگوں کے میدان میں یہی سب کچھ ہوتا ہے اور یہ یہاں بھی ہوا، کیا اس فتنہ کی نحوست اور گھناؤنے پن کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ یہ غور وفکر حالات کی بہتری کی راہ میں رکاوٹ بن گیا؟ ❷

شہادت کے لیے ہمیں دور جانے کی ضرورت نہیں، یہ احنف بن قیس ہیں جنھوں نے جنگ جمل کے واقعات کو آنکھوں سے دیکھا ہے، جب آپ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے نکل رہے تھے۔ تو راستے میں ابوبکرہ ❸ سے ملاقات ہوگئی، انھوں نے پوچھا: اے احنف کہاں کا ارادہ ہے؟ احنف نے کہا: رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد بھائی کی مدد میں جا رہا ہوں، انھوں نے کہا اے احنف! لوٹ جاؤ، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

((إِذَا تَوَاجَهَ الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفِهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ .))

''جب دو مسلمانوں کی تلواریں ایک دوسرے کے خلاف نکل پڑیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے۔''

پھر میں نے پوچھا، یا کسی اور نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! قاتل تو ٹھیک ہے، لیکن مقتول کی کیا غلطی ہے؟ آپ نے فرمایا:

---

❶ عبدالله بن سباء / العودة ص (١٩٥). ❷ عبدالله بن سباء / العودة ص (١٩٦).

❸ آپ کا نام نفیع بن حارث بن کلدہ الثقفی ہے، جیسے کہ امام احمد رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے اور یہی قول اکثریت کی طرف بھی منسوب کیا ہے۔ جب کہ ابن سعد یقین سے کہتے ہیں کہ ان کا نام نفیع بن مسروح تھا، اور ابن اسحاق یقین کے ساتھ ان کا نام مسروح بتاتے ہیں، بہر حال جو بھی نام رہا ہو آپ اپنی کنیت ابوبکرہ سے مشہور ہیں، فضلاء صحابہ میں سے تھے، طائف کے رہنے والے تھے، جنگ جمل اور صفین میں جنگ سے الگ تھے، ابوبکرہ آپ کی کنیت اس لیے پڑی کہ آپ طائف کے قلعہ سے چرخی کے سہارے نیچے اترے تھے۔ ۵۲ھ میں بصرہ میں آپ کی وفات ہوئی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

((إِنَّهُ كَانَ قَدْ أَرَادَ قَتْلَ صَاحِبِهِ .)) ❶

''اس نے اپنے ساتھی کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔''

یہ سچ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑنا برحق اور درست تھا اور جو لوگ ان کے ساتھ لڑتے ہوئے قتل کیے گئے وہ شہید ہوں گے، انھیں دوہرا اجر ملے گا، لیکن ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو باغیوں سے قتال کی حالت پر محمول کیا، حالانکہ یہ حدیث غیر حالت جنگ کے لیے وارد تھی، پس ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث کا مفہوم ٹھیک ٹھیک سمجھا، لیکن اس کے موقع ومحل کا تعین نہ کر سکے۔

اس روایت سے ہمیں ایک بات اور معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ علی رضی اللہ عنہ کو دوسروں سے معرکہ آرائی کرنے میں دوسری کئی رکاوٹیں بھی حائل ہوئیں، انھیں میں سے ایک اس طرح کے بے محل فتووں کا وجود کہ جو شدت ورع کے نتیجہ میں سامنے آئے۔ ❷

بہرحال احنف نے جب یہ حدیث سنی تو علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے سے پیچھے ہٹ گئے اور جنگ جمل میں فریقین میں سے کسی کے ساتھ نہ رہے۔ ❸

ہم اور زیادہ قریب چلتے ہیں اور زبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھتے ہیں، وہ جنگ کے ایک فریق تھے آپ حقیقت حال اس طرح بیان کرتے ہیں: یہ وہی فتنہ ہے جس کے بارے میں ہم آپس میں باتیں کیا کرتے تھے۔ آپ کے غلام نے جب یہ بات سنی تو کہا: آپ اسے فتنہ کہتے ہیں، پھر بھی اس میں قتال کر رہے ہیں؟ آپ نے کہا: ہم دیکھنا چاہتے ہیں لیکن دیکھ نہیں پاتے اس معاملہ کے علاوہ ہر معاملہ میں میں جانتا تھا کہ اپنا قدم کہاں رکھ رہا ہوں، اس میں نہیں سمجھ پا رہا ہوں کہ آگے بڑھوں یا پیچھے ہٹوں۔ ❹

طلحہ رضی اللہ عنہ اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: ہم ایک تھے اور اپنے مخالفین پر متحد تھے، اچانک ہم دو فریق لوہے کے پہاڑ کی طرح آمنے سامنے ہو گئے اور ایک دوسرے سے دو دو ہاتھ کرنے کو تیار ہو گئے۔ ❺

دوسری طرف علی رضی اللہ عنہ کے ساتھی اس کے فتنہ ہونے کی تاکید کر رہے ہیں۔ عمار رضی اللہ عنہ کوفہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے خروج کے بارے میں کہہ رہے تھے کہ وہ دنیا اور آخرت میں تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ ہیں لیکن کیا کرو گے، تم ان کے ذریعے سے آزمائے گئے ہو۔ ❻

۲۔ معرکۂ جمل کے دو (۲) رَن:

سبائیوں نے دونوں لشکروں میں جنگ بھڑکانے، ہر فریق کو ایک دوسرے کے خلاف ابھارنے اور لڑانے کی کوشش تیز تر کر دی، پھر یہ معرکہ جسے معرکۂ جمل کہا جاتا ہے نہایت تیزی، گرمی اور سختی سے بھیانک انداز میں

❶ صحیح مسلم، الفتن (٤/ ٢٢١٣).
❷ الإساس فی السنة وفقهها، السیرة النبویة (٤/ ١٧١١).
❸ صحیح مسلم مع النووی (١٠/ ١٨).
❹ تاریخ الطبری (٥/ ٥٠٦).
❺ تاریخ الطبری (٥/ ٥٠٦).
❻ تاریخ الطبری (٥/ ٥١٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بھڑک اٹھا، اسے معرکۂ جمل اس لیے کہا جاتا ہے کہ جنگ کے دوسرے رن میں عائشہ رضی اللہ عنہا بصری فوج کے درمیان اس اونٹ پر سوار تھیں جسے یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ نے مکہ میں آپ کو بطور ہدیہ دیا تھا، انھوں نے اس اونٹ کو یمن سے خریدا تھا، عائشہ رضی اللہ عنہا اسی اونٹ پر سوار ہو کر مکہ سے بصرہ آئی تھیں، پھر دوران جنگ اسی پر سوار ہوئی تھیں، یہ معرکہ بروز جمعہ ۱۶؍ جمادی الثانیہ ۳۶ھ میں بصرہ سے قریب ''زابوقہ'' میں پیش آیا تھا، علی رضی اللہ عنہ لڑائی دیکھ کر بہت رنجیدہ ہوئے اور اپنے منادی سے اعلان کروایا کہ اے لوگو! لڑائی سے رک جاؤ، لیکن کسی نے آپ کی بات نہ سنی، ہر ایک اپنے مقابل سے لڑنے میں مشغول تھا، اس معرکہ میں دو رن پڑے۔

پہلا رن: ...... جنگ کے پہلے رن میں طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما بصری فوج کی قیادت کر رہے تھے، پہلے رن میں یہ لڑائی فجر سے لے کر دوپہر سے کچھ پہلے تک جاری رہی، ❶ جس طرح طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما اپنی فوج سے کہہ رہے تھے کہ کسی بھاگنے والے کو قتل نہ کرو اور نہ کسی زخمی پر ہاتھ اٹھاؤ اور نہ معرکہ سے کسی بھاگنے والے کا پیچھا کرو، علی رضی اللہ عنہ بھی اپنی فوج میں یہی اعلان کروا رہے تھے۔ ❷

زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو ادائیگی قرض کی وصیت کرتے ہوئے کہا: آج یا تو ظالم قتل کیا جائے گا یا مظلوم اور میں اپنے بارے میں سوچ رہا ہوں کہ میں مظلوم ہی قتل کیا جاؤں گا مجھے سب سے زیادہ فکر اپنے قرض کی ہے۔ ❸ اسی دوران زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا: آپ اپنی فوج لے کر علی کی فوج میں گھس جائیں اور علی کو قتل کر دیں، زبیر رضی اللہ عنہ نے اسے سختی سے ڈانٹا اور کہا: ہرگز نہیں، کوئی مومن قتل نہیں کیا جا سکتا، یا آپ نے یہ فرمایا کہ ایمان قتل کو قید کر رکھا ہے۔ ❹ گویا زبیر رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ کبھی نہ تھا کہ علی رضی اللہ عنہ یا دمِ عثمان سے بری کسی دوسرے شخص کو قتل کریں۔

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے زبیر رضی اللہ عنہ کو بلایا، اور ان سے نہایت نرم لب ولہجہ میں محبت بھری گفتگو کی اور بیان کیا جاتا ہے کہ دوران گفتگو علی رضی اللہ عنہ نے زبیر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی یاد دلایا، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر سے کہا تھا: ((لَتُقَاتِلَنَّهُ وَأَنْتَ لَهُ ظَالِمٌ)) ❺ تم ان سے ضرور قتال کرو گے اور تم ظالم ہو گے۔.....اس حدیث کی سند صحیح نہیں ہے۔ ❻

○ بعض روایت میں معرکۂ جمل سے کچھ پہلے زبیر رضی اللہ عنہ کی واپسی کا سبب یہ بتاتی ہیں کہ آپ کو دوسرے لشکر یعنی علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں۔ عمار بن یاسر کی موجودگی کا علم ہو گیا، اور آپ اگرچہ حدیث نبوی ((تَقْتُلُ عَمَّاراً

---

❶ تاریخ الطبری (۵/ ۵۴۱۔ ۵۴۳) الخلفاء الراشدون/ الخالد ص (۲۴۵).

❷ تاریخ الطبری (۵/ ۵۴۱).

❸ مصنف ابن أبی شیبة (۱۵/ ۲۷۹) اطبقات (۳/ ۱۰۸) اس کی سند صحیح ہے۔

❹ مسند احمد (۳/ ۱۹) احمد شاکر کے نزدیک اس کی سند صحیح ہے۔

❺ استشهاد عثمان ووقعة الجمل ص (۲۰۱۱) اس حدیث کی تمام سندیں جمع کر کے ضعیف ہونے کا حکم لگایا ہے۔

❻ المطالب العالية حديث نمبر (۴۴۶۸) المدینة النبویة فجر الإسلام (۲/ ۳۴۴).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اَلْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ .)) ❶ کے روای نہ تھے لیکن اپنے بعض صحابی برادران سے یہ حدیث سنی تھی کیونکہ یہ حدیث کافی مشہور تھی۔ ❷

- اور بعض روایتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس فتنہ کے متعلق اپنے موقف کی درستگی میں شک واقع ہو جانے کی وجہ سے آپ معرکہ سے پیچھے ہٹ گئے تھے ❸ جیسے کہ آپ نے خود اسے ''فتنہ'' سے تعبیر کیا تھا۔
- اور ایک روایت میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ملاقات کرنا آپ کی واپسی کا سبب بن گیا، انھوں نے آپ کو علی رضی اللہ عنہ کی قوی قرابت داری یاد دلائی اور فرمایا: اے صفیہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے تمھیں یہ کیسے گوارا ہے کہ اپنی تلوار سے علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب کو قتل کرو؟ ❹

یہ سن کر زبیر رضی اللہ عنہ معرکہ سے نکل گئے اور راستہ میں ابن جرموز کی آپ سے ملاقات ہوگئی، اس نے آپ کو قتل کر دیا۔ ❺ اس کی تفصیل ان شاء اللہ آئندہ صفحات میں آ رہی ہے۔

بہر حال زبیر رضی اللہ عنہ اپنے بنیادی مقصد یعنی مصالحت سے غافل نہ ہوئے تھے، لیکن جب دیکھا کہ اصلاح کی جگہ سلاح یعنی ہتھیار اتر چکے ہیں تو آپ پلٹ گئے اور قتال نہ کیا۔

جہاں تک ابن عباس رضی اللہ عنہما کے خاندانی غیرت دلانے کا تعلق ہے تو اس میں کچھ عبارت پوشیدہ ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ اپنی تلوار سے علی بن ابی طالب سے قتال کرنے آئے ہو یا اصلاح اور اتحاد بین المسلمین کے لیے؟ ❻ اتنی بات سن کر زبیر رضی اللہ عنہ واپس لوٹ گئے اور میدان خالی چھوڑ دیا، ان وجوہات کے پس منظر میں ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ممکن ہے آپ کی واپسی میں مذکورہ تمام اسباب کی مداخلت رہی ہو اور آپ میدان سے پیچھے ہٹ گئے ہوں۔

رہا معاملہ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا جو کہ بصری فوج کے دوسرے سپہ سالار تھے، وہ شروع جنگ ہی میں زخمی ہو گئے، ایک نامعلوم تیر آیا، اور آپ کے پرانے زخم پر لگ گیا، جس کی وجہ سے بہت تیزی سے خون بہنے لگا، لوگوں نے کہا: اے ابو محمد، اب آپ زخمی ہو گئے ہیں جائیے جائیے، گھر کے اندر چلے جائیے اور مرہم پٹی کر لیجیے، طلحہ نے اپنے غلام سے کہا: مجھے اٹھاؤ اور کسی مناسب جگہ پر لے چلو، اس نے آپ کو اٹھایا، بصرہ لایا اور ایک گھر میں علاج کے لیے داخل کر دیا، لیکن زخم کاری تھا، خون برابر رستا رہا، یہاں تک کہ آپ اسی مکان میں وفات پا گئے اور بصرہ میں مدفون ہوئے۔ ❼

رہی یہ روایت کہ زبیر اور طلحہ رضی اللہ عنہما نے لوگوں کو قتال پر ابھارا اور جب زبیر رضی اللہ عنہ نے اہل بصرہ کو شکست کھاتے

❶ مسند أحمد (۱/ ٤۷/ ٤۹) (۱۱/ ۳۸) اس کی سند صحیح ہے تحقیق احمد شاکر۔
❷ خلافة علی بن أبی طالب ص (۱٥٤) .
❸ خلافة علی بن أبی طالب ص (۱٥٤) تاریخ الطبری (٥/ ٥۰٦) .
❹ الطبقات (۳/ ۱۱۰) اس کی سند صحیح ہے، خلافته علی رضی الله عنه (۱٥٥) .
❺ الطبقات (۳/ ۱۱۰) تاریخ خلیفة ص (۱۸٦) .
❻ المدینة النبویة فجر الإسلام (۲/ ۲٤۸) ❼ البدایة والنهایة (۷/ ۲٥۳) .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دیکھا تو معرکہ چھوڑ کر بھاگ نکلے، تو یہ روایت بالکل غلط ہے اور عدالت صحابہ کے خلاف ہے اور جو صحیح ترین روایات ان اصحاب کی صلح پسندی پر شاہد ہیں ان کے معارض ہے۔

بھلا زبیر رضی اللہ عنہ جو کہ مکہ سے بصرہ محض مسلمانوں میں اصلاح کی خاطر آئے تھے انھیں یہ بات کب زیب دیتی ہے کہ وہ ایسا کریں گے؟ حقیقت یہ ہے زبیر رضی اللہ عنہ آخری لحہ تک اصلاح بین الناس کی کوشش کرتے رہے۔ ''مستدرک حاکم'' میں ابوحرب بن ابوالأسود الدیلی کی سند سے مروی خبر اس کی شہادت کے لیے کافی ہے، اس میں ہے کہ زبیر نے اصلاح بین الناس کی پوری کوشش کی، لیکن کیا کرتے، ان سب کے باوجود لڑائی چھڑ گئی معاملہ اور خراب ہوگیا، اس لیے آپ نے قتال نہ کیا اور پیچھے ہٹ گئے۔ ❶ یہی حال طلحہ رضی اللہ عنہ کا بھی تھا، وہ بھی اصلاح ہی کی غرض سے آئے تھے اور خون ریزی کرنا ان کا مقصد نہ تھا، وہ جنگ کے آغاز ہی میں شہید کردیے گئے، جیسے کہ صراحت سے احنف بن قیس نے بتایا ہے۔ ❷

طلحہ رضی اللہ عنہ کی موت، زبیر رضی اللہ عنہ کے میدان کارزار چھوڑنے اور طرفین کے مقتولین اور زخمیوں کے زمین پر گر جانے کے بعد جنگ جمل کا پہلا رن پورا ہوگیا۔ اس مرحلہ میں علی رضی اللہ عنہ کی فوج کو غلبہ ملا، آپ معرکہ پر نگاہ لگائے ہوئے تھے، طرفین کے مقتولین اور مجروحین کو گرتے دیکھ کر درد سے بے تاب ہوجاتے اور سراپا رنج والم بن جاتے، آپ دوڑ کر اپنے لخت جگر حسن کے پاس آئے، انھیں سینے سے لگالیا، اور سسکیاں بھرتے ہوئے ان سے کہا: اے میرے بیٹے! کاش کہ تمہارا باپ آج سے بیس سال پہلے مرگیا ہوتا، حسن کہنے لگے: اے ابا جان! میں نے آپ کو اس سے روکا تھا، علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نہیں سمجھتا تھا کہ معاملہ یہاں تک پہنچ جائے گا؟ اب اس کے بعد زندگی میں مزہ ہی کیا ہے؟ اور اب کس بھلائی کی امید لگائی جاسکتی ہے؟ ❸

دوسرا رن: ...... جب لڑائی کی خبر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو پہنچی تو ازدی قبائل کے گھیرے میں آپ اپنے اونٹ پر سوار ہوکر نکلیں، آپ کے ساتھ کعب بن سور بھی تھے؟ جن کے ہاتھ میں آپ رضی اللہ عنہا نے مصحف دیا تھا کہ وہ اسے اوپر اٹھالیں اور لوگوں کو اس کے حوالے سے جنگ بندی کی دعوت دیں۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا پوری امید کے ساتھ آگے بڑھیں کہ لوگ میرا احترام کرتے ہوئے ضرور میری بات مان لیں گے اور وہ درمیان میں حائل ہوکر جنگ کے بھڑکتے شعلوں کو بجھانے میں کامیاب ہوجائیں گی۔ ❹

کعب بن سور نے مصحف کو اوپر اٹھایا، بصرہ کی فوج کے آگے چل پڑے اور علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کو مخاطب کرکے کہا: اے لوگو! میں بصرہ کا قاضی کعب بن سور ہوں، تمھیں اللہ کی کتاب پر عمل کرنے اور اسی کی بنیاد پر مصالحت کرنے کی دعوت دیتا ہوں، یہ اعلان سن کر وہ سبائی جو علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں آگے آگے تھے ڈرے کہ کہیں کعب بن

---

❶ المستدرك (٣/ ٣٦٦) استشهاد عثمان رضی اللہ عنہ (٢٠٠).

❷ تاريخ خليفة ص (١٨٥) استشهاد عثمان رضی اللہ عنہ (٢٠٢).

❸ البداية والنهاية: (٧/ ٥٢١). ❹ مصنف عبدالرزاق (٥/ ٤٥٦) زہری تک سند صحیح ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سور کی کوشش کامیاب نہ ہو جائے، اس لیے ان سب نے یکبارگی آپ پر اپنی تیر برسانا شروع کر دیے، وہ اللہ کی رضا سے سرفراز ہوئے اور وفات پا گئے اس حال میں کہ مصحف ان کے ہاتھ میں تھا۔ ❶

سبائیوں کی تیروں نے صرف کعب کا نقصان نہ کیا بلکہ وہ تیر عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ اور ہودج کو بھی آ لگے، آپ رضی اللہ عنہا پکار پکار کر کہنے لگیں، اے میرے بیٹو! اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، اللہ اور روز حساب کو یاد کرو، جنگ سے باز آ جاؤ'' لیکن سبائی آپ کی بات سننے کو تیار نہ تھے، بصری فوج کو پسپا کرنے کی پوری کوشش میں لگے تھے، علی رضی اللہ عنہ پیچھے سے انھیں جنگ بند کرنے کا حکم دے رہے تھے اور بصریوں پر ہجوم کرنے سے منع کر رہے تھے، لیکن سبائی چونکہ مقدمہ الجیش میں تھے اس لیے وہ آپ کی بات ماننے کو تیار نہ تھے اور مسلسل حملہ اور قتال کرتے ہوئے آگے بڑھتے جا رہے تھے۔

جب عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ وہ لوگ آپ کی بات ماننے کو تیار نہیں ہیں اور کعب بن سور آنکھوں کے سامنے قتل کیے جا چکے، تو کہا: اے لوگوں! قاتلین عثمان اور ان کے مددگاروں پر لعنت بھیجو، آپ رضی اللہ عنہا خود ان پر لعنت اور بددعا کرنے لگیں، اہل بصرہ بھی چیخ چیخ کر قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے معاونین پر بددعا اور لعنت کرنے لگے، جب علی رضی اللہ عنہ نے بصرہ کی فوج میں بددعا کی بلند آوازیں سنیں تو آپ نے دریافت کیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا قاتلین عثمان پر بددعا کر رہی ہیں اور لوگ بھی ان کے ساتھ بددعا کر رہے ہیں، آپ کہنے لگے میرے ساتھ تم لوگ بھی قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے مددگاروں پر بددعا کرو اور ان پر لعنت بھیجو، اس طرح علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں بھی قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ پر لعنت اور بددعا کی وجہ سے ایک شور مچ گیا۔

علی رضی اللہ عنہ نے لعنت بھیجتے ہوئے کہا: اے اللہ! قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ پر وہ زمین میں ہوں یا پہاڑ پر لعنت فرما۔ ❷

اب جنگ تیز ہو چکی تھی، اس کے شعلے بھڑک رہے تھے اور دونوں فوجیں ایک دوسرے میں گتھم گتھا تھیں، ایک دوسرے پر نیزہ بازی ہو رہی تھی، جب ان کے نیزے کند ہو جاتے تو وہ تلواریں سونت لیتے، اس طرح خوب کشت وخون ہوا اور تلواریں کند ہو گئیں۔ ❸ اور لوگ ایک دوسرے کے قریب ہو گئے۔ ❹

یہ ایسا نازک وقت تھا جب سبائیوں نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کا پیر کاٹنے اور خود آپ کو قتل کرنے کی طرف اپنی توجہ مرکوز کر دی تھی۔ بصرہ کی فوج عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے اونٹ کی حفاظت کے لیے تیزی سے آگے بڑھی اور اونٹ کے سامنے جان سپر ہو گئی، اونٹ کے سامنے معرکہ اتنا سخت، جان گسل اور گرم تھا کہ جو بھی اونٹ کی نکیل پکڑتا وہ شہید کر دیا جاتا، ہودج میں ہر طرف سے اس قدر تیر چبھے ہوئے تھے جیسے سیہی کے بدن پر کانٹے۔ ❺

---

❶ البداية والنهاية (٧/ ٢٥٣).

❷ مصنف ابن أبی شيبة (١٥/ ٢٦٨) بسند صحيح، سنن سعيدی بن منصور (٢/ ٢٣٦) بسند صحيح۔

❸ مصنف ابن أبی شيبة (١٥/ ٢٥٨) اس کی سند صحیح ہے۔

❹ الطبقات ابن سعد (٥/ ٩٢) بسند حسن۔

❺ البداية والنهاية (٧/ ٢٥٣) تاريخ خليفة ص (١٩٠) بسند حسن۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قبیلۂ ازد اور بنوضبہ کے کئی جان نثار مسلمان اور قریش کے نوجوان لاڈلوں نے اپنی بے مثال بہادری کے جوہر دکھا کر خود کو اللہ کے حوالے کر دیا۔ ❶ عائشہ رضی اللہ عنہا سخت حیرانی اور مصیبت سے دوچار تھیں آپ جنگ نہیں چاہتی تھیں پھر بھی جنگ جاری ہو چکی تھی اور آپ جنگی شور و ہنگامہ کے درمیان پھنس چکی تھیں۔ برابر جنگ بندی کا اعلان کر رہی تھیں، لیکن کوئی سننے والا نہ تھا، جس نے اونٹ کی نکیل پکڑی شہید کر دیا گیا۔ محمد بن طلحہ (السجاد) آئے، اونٹ کی نکیل پکڑی اور ام المومنین سے عرض کی: اے اماں جان! آپ کیا حکم دیتی ہیں، آپ نے فرمایا: آدم کے دو بیٹوں میں سے اچھے کی طرح ہو جاؤ یعنی اپنا ہاتھ روک لو، انھوں نے اپنی سونتی ہوئی تلوار نیام میں کر لی اور شہید کر دیے گئے، اللہ ان پر رحم فرما۔ ❷

اسی طرح عبدالرحمن بن عتاب بن اسید جنھوں نے جان کی بازی لگا کر اشتر کو تہ تیغ کرنے کی کوشش کی تھی وہ بھی شہید کر دیے گئے، آپ اشتر سے بھڑ گئے تھے اور لڑتے لڑتے جو دونوں زمین پر گر گئے تو ابن عتاب نے غضب ناک ہو کر اپنے آس پاس کے لوگوں سے کہا: مجھے اور مالک کو قتل کر دو۔ ❸ آپ نے ایسا اس لیے کہا تھا کہ آپ اس سے جلے ہوئے تھے، کیونکہ عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف عوام کو بھڑکانے میں اس نے بہت اہم کردار ادا کیا تھا، لیکن چونکہ ''اشتر'' مالک کے نام سے مشہور نہ تھا اور یہ کہیے کہ ابھی اس کی موت بھی مقدر نہ تھی اس لیے لوگوں کی توجہ ادھر کم گئی، اگر ابن عتاب مالک کے بجائے ''اشتر'' کہتے، تو شاید اس پر تلواروں کی بوچھاڑ ہو جاتی۔ ❹

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بھی لڑائی میں جواں مردی کے بے مثال جوہر دکھائے اور اپنے وجود کو تلواروں کے بیچ میں ڈال دیا، مقتولین کے درمیان سے جب آپ نکالے گئے، تو آپ کے جسم پر چالیس سے زیادہ تیر و شمشیر کے زخم تھے، ان میں سب سے آخری اور کاری ضرب ''اشتر'' کا تھا، اس نے ابن زبیر پر سخت غصہ کی وجہ سے اپنے گھوڑے پر بیٹھ کر حملہ نہیں کیا بلکہ دونوں رکابوں پر کھڑا ہو گیا اور پوری طاقت سے ابن زبیر کے سر پر تلوار ماری تھی تاکہ انھیں شہید کر دے۔ ❺

بنو عدی، بنوضبہ اور ازد میں بھی جنگ کا ایندھن دہک اٹھا تھا، اور بنوضبہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حفاظت کے لیے اپنی فدائیت، بہادری، اور غیرت کے مظاہرے کر رہے تھے، ان کے ایک سردار عمر بن یثربی الضبی اپنے رجزیہ اشعار میں جوش و جذبہ کا اظہار اس طرح کرتے ہیں:

نَحْنُ بَنِیْ ضَبَّةَ أَصْحَابُ الْجَمَلْ ... نُنَازِلُ الْمَوْتَ إِذَا الْمَوْتُ نَزَلْ

''ہم بنوضبہ ہیں اور اونٹ والے ہیں، جب موت نازل ہوتی ہے تو ہم موت میں خود ہی گھس جاتے ہیں۔''

---

❶ البدایة والنهایة (۷/ ۲۵٤)

❷ نسب قریش ص (۲۸۱) التاریخ الصغیر / البخاری (۱/ ۱۱۰) بسند صحیح۔

❸ مصنف ابن أبی شیبة (۱۵/ ۲۲۸).

❹ خلافة علی بن أبی طالب ص/ عبدالحمید ص (۱۵۹).

❺ مصنف ابن أبی شیبة (۱۵/ ۲۲۸) ابن حجر نے اس کی سند کی تصحیح کی ہے، فتح الباری (۱۳/ ۵۷، ۵۸)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اَلْمَوْتُ عِنْدَنَا اَحْلٰی مِنَ الْعَسَلِ نَنْعِي ابْنَ عَفَّانَ بِأَطْرَافِ الْأَسَلِ ❶

''موت ہمیں شہد سے زیادہ مرغوب ہے، ہم عثمان بن عفان کا بدلہ نیزوں کی نوکوں سے لینے آئے ہیں۔''

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے اپنے وہبی تجربہ وقوت اور منفرد عسکری مہارت کی وجہ سے یہ اندازہ کرلیا کہ میدان جنگ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ باقی رہنا جنگ کو جاری رکھنے اور لوگوں کو ہلاک کرنے کے مترادف ہے اور جب تک عائشہ رضی اللہ عنہا میدان جنگ میں رہیں گی اصحاب جمل پیچھے ہٹنے والے اور جنگ سے رکنے والے نہیں ہیں، اسی طرح اگر آپ رضی اللہ عنہا میدان میں رہتی ہیں تو آپ کی جان کو بھی خطرہ ہے، کیونکہ تیروں کی بوچھاڑ سے آپ کا ہودج سیہی جانور کے کانٹوں جیسا ہو چکا تھا۔ ❷

اس لیے آپ نے اپنی فوج کے چند لوگوں کو، جن میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی محمد بن ابوبکر بھی تھے، اور عبداللہ بن بدیل تھے، حکم دیا کہ آگے بڑھ کر اونٹ کی کوچیں کاٹ دیں اور عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہودج سے نکال کر میدان سے باہر کردیں، چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا ❸ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہودج اٹھا کر علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، علی رضی اللہ عنہ نے اسے عبداللہ بن بدیل کے گھر میں پہنچانے کا حکم دیا۔ ❹

علی رضی اللہ عنہ کی جنگی فراست سچ ثابت ہوئی اور پھر جونہی بصریوں کے سامنے سے نہایت دل جمعی اور شغف کے ساتھ مرمٹنے کا سبب ختم ہوا اور ام المومنین رضی اللہ عنہا میدان سے نکال دی گئیں، وہ شکست خوردہ ہو کر پیچھے ہٹنے لگے، اگر علی رضی اللہ عنہ یہ ترکیب نہ اپناتے تو شاید جنگ اس وقت تک ہوتی رہتی جب تک کہ اصحاب جمل کا ایک فرد بھی نہ بچتا، یا پھر علی رضی اللہ عنہ کا لشکر شکست کھا جاتا۔

بہرحال جب اصحاب جمل کے شکست کے آثار ظاہر ہوئے تو علی رضی اللہ عنہ نے خود یا آپ کے منادی نے اپنے لشکر میں اعلان کیا: ''خبردار! کسی بھاگنے والے کا پیچھا نہ کرنا، کسی زخمی پر ہاتھ نہ اٹھانا، میدان جنگ میں یا معسکر میں جو ہتھیار یا ساز وسامان لائے گئے ہیں صرف انھیں مال غنیمت سمجھنا، اس کے علاوہ بقیہ کسی چیز کی اجازت نہیں ہے۔'' آپ نے انھیں اہل بصرہ کے گھروں میں گھسنے سے منع کیا۔ صرف اسی پر بس نہیں کیا بلکہ اہل بصرہ میں سے جو لوگ جنگ میں شریک ہوئے تھے، ان سے کہا: ہمارے ساتھیوں میں سے جس کے پاس تم اپنا مال یا ساز وسامان پاؤ اسے واپس لے سکتے ہو، اتنے میں ایک بصری آپ کے لشکر کی ایک جماعت کے پاس آیا وہ لوگ اس کی ہانڈی میں گوشت پکا رہے تھے، اس نے ان سے اپنی ہانڈی لے لی اور وہ لوگ غصہ سے دیکھتے رہ گئے۔ ❺

---

❶ تاريخ خليفة ص (١٩٠) بسند حسن، خلافة علي / عبدالحميد ص (١٥٩).

❷ أنساب الأشراف / بلاذري (٢/ ٤٣) اس کی سند متصل ہے۔

❸ أعلام الحديث / الخطابي (٣/ ١٦١١).

❹ مصنف ابن أبي شيبة (١٥/ ٢٨٦/ ٢٨٧) بسند جيد، الفتح (١٣/ ٥٧).

❺ مصنف ابن أبي شيبة (١٥/ ٢٨٦/ ٢٨٧) بسند جيد، الفتح (١٣/ ٥٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۳۔ مقتولین کی تعداد:

اس تباہ کن لڑائی میں مقتولین کی جو تعداد سامنے آئی ہے، اس کا اندازہ لگانے میں روایات مختلف ہیں، اسی لیے مسعودی نے راویوں کے ذاتی رجحان کو اس اختلاف کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔ ❶

چنانچہ قتادہ کہتے ہیں کہ جنگ جمل میں مقتولین کی تعداد بیس ہزار تھی ❷ لیکن اس میں مبالغہ معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ دونوں فوجوں کی کل تعداد ہی اتنی یا کچھ کم تھی، جب کہ ابومخنف رافضی اور شیعہ راوی نے اس سے میں اور بھی مبالغہ آمیزی کی ہے، اس کا یہ خیال تھا کہ اس کرتوت سے میں نے اچھا کام کیا ہے۔ حالانکہ اس نے برا کیا، اس کا کہنا ہے کہ صرف بصری فوج کی تعداد بیس (۲۰) ہزار تھی۔ ❸ اور سیف بن عمر نے لکھا ہے کہ مقتولین کی تعداد دس ہزار تھی، نصف علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کے تھے اور نصف عائشہ رضی اللہ عنہا کے اور ان کی دوسری روایت ہے کہ بیان کیا جاتا ہے کہ مقتولین کی تعداد پندرہ ہزار تھی، پانچ ہزار اہل کوفہ میں سے تھے اور دس ہزار اہل بصرہ میں سے، نصف مقتولین معرکہ کے پہلے رن میں اور نصف دوسرے رن میں ❹ یہ دونوں روایات انقطاع اور دیگر اسباب ضعف کی وجہ سے نا قابل اعتبار ہیں اور ان دونوں میں مبالغہ سے کام لیا گیا ہے۔

عمر بن شبہ اپنی سند سے ذکر کرتے ہیں کہ مقتولین کی تعداد چھ ہزار (۶۰۰۰) سے زائد تھی، لیکن یہ روایت بھی سند کے اعتبار سے سخت ضعیف ہے۔ ❺

اگر آپ یعقوبی کو دیکھیں تو اسے سب سے چار قدم آگے پائیں گے، اس نے مقتولین کی تعداد تیس ہزار (۳۰۰۰۰) سے کچھ زائد بتائی ہے۔ ❻ صحیح بات یہ ہے کہ مذکورہ تمام روایات میں تعداد کے بیان میں مبالغہ سے کام لیا گیا ہے اور اس مبالغہ کی ضرورت کیوں پیش آئی اس کے چند اسباب سمجھ میں آتے ہیں۔

- سبائیت اور اس کے معاونین دشمنان صحابہ کی یہ خواہش کہ امت مسلمہ جو کہ محبت صحابہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کی اتباع پر متفق ہے، اس میں اختلاف کی خلیج وسیع ہو جائے۔
- معرکہ میں شریک ہونے والے قبائل کے بعض شعراء اور جہلاء کی شرکت جنھوں نے حادثات کو خوب رنگ روغن کر کے اور اسے بھاری بھرکم بنا کر پیش کیا، تا کہ اپنے بعض سرداروں اور شہ سواروں کی طرف منسوب کر کے جو شعر گوئی کرتے ہیں دونوں میں مطابقت پیدا ہو سکے۔

مزید برآں معرکہ کی شب میں پیش آنے والے واقعات کے ناقلین اور قصہ گو حضرات جو اس معرکہ کے بارے میں باتیں کیا کرتے تھے، انھوں نے مزید رنگ چڑھا دیا۔

- اپنے مستقبل کے منصوبوں اور تدبیروں کی کامیابی سے ہم کنار کرنے کے لیے سبائیت اور ہنگامہ کاروں کے

---

❶ مروج الذهب (۲/ ۳٦۷).
❷ مروج الذهب (۲/ ۳٦۷).
❸ تاریخ خليفة بن خياط ص (۱۸٦) بسند مرسل۔
❹ تاریخ الطبری (۵/ ۵٤۲ تا ۵۵۵).
❺ تاریخ خليفة بن خياط ص (۱۸٦) اس کی سند منقطع ہے اور قتادہ تک اس کی سند حسن ہے۔
❻ مصنف ابن أبي شيبة (۵/ ۵٤٦) فتح الباری (۱۳/ ٦۲).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

متبعین میں اعتماد پیدا کرنا کہ وہ مستقبل میں جی نہ چھوٹا کریں اور ان کی دل شکنی نہ ہو۔ ❶

صحیح بات یہ ہے کہ معرکۂ جمل میں مقتولین کی تعداد نہایت مختصر تھی، اس کے اسباب و دلائل یہ ہیں:

۱۔ لڑائی کا دورانیہ نہایت مختصر تھا، چنانچہ ابن ابی شیبہ صحیح سند سے نقل کرتے ہیں کہ ظہر کے بعد لڑائی کا آغاز ہوا اور سورج ڈوبتے ڈوبتے کوئی بھی شخص عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کے پاس دفاع کرتا نظر نہ آیا۔ ❷

۲۔ جنگ میں دفاعی طبیعت کی دخل اندازی، جیسا کہ گزر چکا ہے فریقین میں سے ہر ایک اپنی طرف سے دفاع ہی کی کوشش کر رہا تھا۔

۳۔ قتال میں شرکت کرنے سے ہر فریق کو حرج کا احساس ہوا کیوں مسلمان کے خون کی حرمت کا انھیں علم تھا۔

۴۔ معرکۂ یرموک جس میں تین ہزار مسلمان شہید ہوئے تھے اور معرکۂ قادسیہ جس میں آٹھ ہزار پانچ سو (۸۵۰۰) مسلمان شہید ہوئے تھے، سے اس جنگ کا موازنہ کہ یہ دونوں جنگیں کئی دنوں تک لڑی گئی تھیں، پس ان کے بالمقابل معرکۂ جمل کے مقتولین کی حقیقی تعداد نہایت مختصر ہونی چاہیے کیونکہ یہ لڑائی بہت تھوڑی دیر تک ہوئی تھی، ساتھ ہی یہ بات بھی پیش نظر ہونی چاہیے کہ وہ معرکے بہت سخت اور تیز تھے، اور امم کی تاریخ میں انھیں فیصلہ کن معرکوں کی حیثیت حاصل تھی۔

۵۔ خلیفہ بن خیاط نے اپنی یاداشت کے مطابق معرکۂ جمل کے مقتولین کی تعداد کی فہرست تیار کی ہے جن کی تعداد کل ایک سو (۱۰۰) تک پہنچتی ہے ❸ اگر ہم فرض کرلیں کہ ان کی تعداد اس سے زیادہ یعنی دوسو (۲۰۰) تھی، تو بھی اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کی تعداد زیادہ سے زیادہ دوسو سے کچھ متجاوز نہ تھی، ڈاکٹر خالد بن محمد الغیث اپنے تحقیقی مقالہ بعنوان "استشهاد عثمان و وقعة الجمل فی مرویات سیف بن عمر فی تاریخ الطبری دراسة نقدیة" میں اسی تعداد کو صحیح اور راجح مانتے ہیں۔ ❹

۴۔ کیا مروان بن حکم نے طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا؟

بہت سی روایات سے اشارہ ملتا ہے کہ طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کو مروان بن حکم نے قتل کیا تھا، ❺ لیکن ان روایات کی فنی تحقیق سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مروان بن حکم اس تہمت سے پاک ہیں، کیونکہ:

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں

"بیان کیا جاتا ہے کہ مروان بن حکم نے طلحہ رضی اللہ عنہ کو تیر مارا تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے علاوہ کسی دوسرے نے آپ کو تیر مارا تھا، میری تحقیق میں آخر الذکر ہی زیادہ صحیح ہے۔ اگرچہ شہرت اوّل الذکر کو ہے۔ واللہ اعلم۔" ❻

---

❶ الإنصاف (٤٥٥). ❷ مصنف ابن أبی شیبة (٧/ ٥٤٦) فتح الباری (١٢/ ٦٢).

❸ تاریخ خلیفة بن خیاط ص (١٨٧/ ١٩٠). ❹ استشهاد عثمان و وقعة الجمل ص (٢٥١).

❺ الطبقات (٣/ ٢٢٣) تاریخ المدینة (٤/ ١١٧٠) تاریخ خلیفة ص (١٨٥).

❻ البدایة والنهایة (٧/ ٢٤٨)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

امام ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''لوگ کہتے ہیں کہ مروان نے طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو تیر مارا تھا، حالانکہ اسے علام الغیوب کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور اسے کسی معتمد راوی نے نہیں لکھا ہے۔''❶

محب الدین خطیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''طلحہ اور مروان کے بارے میں یہ روایت لاوارث ہے اس کے ماں باپ کا کوئی پتا نہیں۔''❷

- جس وجہ سے مروان کو طلحہ رضی اللہ عنہ کے قتل میں ملوث کیا جاتا ہے وہ وجہ ہی یکسر غلط ہے اور وہ وجہ یہ ہے کہ مروان طلحہ رضی اللہ عنہ پر تہمت لگاتے تھے کہ انھوں نے قتل عثمان میں مدد کی ہے، حالانکہ یہ بالکل من گھڑت بات ہے، کسی بھی صحیح سند سے ثابت نہیں کہ کسی صحابی نے قتل عثمان کے لیے کسی کی مدد کی ہو۔
- معرکۂ جمل میں مروان اور طلحہ رضی اللہ عنہ اصلاح بین الناس کی منادی کرنے والی جماعت میں ایک ساتھ تھے۔❸
- معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور حکومت میں مروان کو مکہ اور مدینہ کا گورنر بنایا، پس اگر مروان کے بارے میں یہ بات صحیح ہوتی تو کاتب وحی معاویہ رضی اللہ عنہ اللہ کے نزدیک روئے زمین کے مقدس ترین شہروں میں انھیں مسلمانوں کا حاکم نہ مقرر کرتے۔
- امام بخاری رحمہ اللہ جن کے بارے میں یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ آپ روایات کو نقل کرنے کے لیے راویوں کی زندگی اور ان کے احوال کا نہایت باریکی اور گہرائی سے جائزہ لیتے تھے، پھر اس کی روایت نقل کرتے تھے، انھوں نے اپنی صحیح میں مروان بن حکم کی روایت نقل کی ہے۔❹ لہٰذا اگر یہ بات صحیح ہوتی کہ مروان نے طلحہ کو قتل کیا تھا تو ان کی روایت کے غیر معتبر ہونے اور عدالت مجروح ہونے کے لیے یہی بات کافی تھی۔❺

۵۔ جنگ کے خاتمہ پر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا اعلان:

جب جنگ بندی کے آثار نظر آنے لگے تو علی رضی اللہ عنہ نے اپنے منادی سے اعلان کروایا:

''کسی زخمی پر ہاتھ نہ اٹھاؤ، بھاگنے والے کا پیچھا نہ کرو، کسی کے مکان کے اندر نہ گھسو، جو ہتھیار ڈال دے اسے امان ہے، جو گھر کا دروازہ بند کر لے اسے امان ہے، مال غنیمت صرف اسے سمجھو جو ہتھیار اور دیگر سامانوں کی شکل میں میدان جنگ تک لایا گیا ہو، اس کے علاوہ دوسرا سامان تمھارے لیے حلال نہیں ہے اور پھر بصرہ کے لشکر میں امیر المومنین کے منادی نے یہ اعلان کیا: میرے لشکر میں جس کے پاس کسی کا اپنا کوئی سامان ملے وہ اسے لے سکتا ہے۔''❻

---

❶ العواصم من القواصم ص (۱۵۷، ۱٦۰). ❷ العواصم من القواصم ص (۱۵۷، ۱٦۰).

❸ استشهاد عثمان و وقعة جمل ص (۲۰۲).

❹ صحيح البخاري (۲/ ۵۲۰) استشهاد عثمان ص (۲۰۳).

❺ استشهاد عثمان و وقعة الجمل ص (۲۰۲).

❻ خلافة علي بن أبي طالب ص (۱٦۸) مصنف ابن أبي شيبة (۱۵/ ۲۸٦) بسند صحيح.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں بعض لوگ سوچ رہے تھے کہ عنقریب آپ ہمارے درمیان قیدیوں کو تقسیم کریں گے، اس سلسلے میں انھوں نے آپس میں باتیں شروع کر دیں اور لوگوں میں یہ بات عام ہونے لگی تھی تب تک علی رضی اللہ عنہ نے یہ بات بھی شامل اعلان کر دیا، لیکن ام ولد میں تمھارا کوئی حق نہیں ہے، میراثیں اللہ کے فرائض پر تقسیم ہوں گی، جو عورت بیوہ ہوگئی ہو وہ چار مہینے دس دن کی عدت پوری کرے، لوگوں نے آپ پر اعتراض کیا اور کہا: اے امیر المومنین! آپ ان کا خون ہمارے لیے حلال مانتے ہیں اور ان کی عورتوں کو ہمارے لیے حلال نہیں مانتے؟ آپ نے جواب دیا: مسلمانوں کے بارے میں یہی سنت ہے، پھر آپ نے ان کو خاموش کرنے کے لیے فرمایا: تم تیروں کو لاؤ اور عائشہ رضی اللہ عنہا پر قرعہ اندازی کرو کیونکہ وہی لشکر کی قائد تھیں (پھر دیکھو کس کے حصہ میں آتی ہیں)، یہ سن کر سب لوگ استغفر اللہ کہتے ہوئے منتشر ہوگئے، اور اچھی طرح سمجھ گئے کہ ہماری بات اور ہمارا گمان غلط تھا، آپ نے انھیں خوش کرنے کے لیے بیت المال سے پانچ پانچ سو درہم عطا کیا۔ ❶

۶۔ مقتولین کی تلاش اور ان پر دعائے رحمت:

جنگ ختم ہو جانے کے بعد علی رضی اللہ عنہ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ مقتولین کے درمیان گئے، آپ کی نگاہ محمد بن طلحہ (السجاد) پر پڑی، تو بے ساختہ زبان سے یہ آواز نکلی: اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ اللہ کی قسم! یہ ایک نیک نوجوان تھا، پھر آپ غمزدہ ہو کر بیٹھ گئے۔ مقتولین کے لیے رحمت و مغفرت کی دعائیں کرنے لگے اور ان میں کئی لوگوں کے محاسن کا تذکرہ کیا۔ ❷ پھر لوٹ کر اپنے مکان میں آئے، دیکھا تو آپ کی زوجہ محترمہ اور دونوں بیٹیاں عثمان، زبیر، طلحہ اور ان کے قریشی قرابت داروں پر غم کے آنسو بہا رہی تھیں، آپ نے انھیں سمجھایا اور کہا: مجھے امید ہے کہ ہم سب ان لوگوں کے حکم میں ہوں گے جن کے بارے میں اللہ فرماتا ہے:

﴿ وَ نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ﴾ (الحجر: ٤٧)

''اور ہم ان کے سینوں میں جو بھی کینہ ہے نکال دیں گے، بھائی بھائی بن کر تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔''

پھر آپ نے کہا: اگر ہم اس کے مصداق نہیں ہیں تو اور کون ہیں؟ آپ برابر یہی بات دہراتے رہے، یہاں تک کہ میں چاہنے لگا کہ اب کا خاموش ہو جانا اچھا ہے۔ ❸

۷۔ اہل بصرہ کی بیعت:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے باہمی اتحاد، ملکی رعایا کے حقوق کی ادائیگی اور ان کے ساتھ احسان کا برتاؤ کرنے

---

❶ مصنف ابن أبی شیبة (١٥/ ٢٨٦) حافظ ابن حجر نے اس کی سند کی تصحیح کی ہے، دیکھیے: فتح الباری (١٣/ ٥٧).

❷ مصنف ابن أبی شیبة (١٥/ ٢٦١) المستدرك (٣/ ١٠٣، ١٠٤، ٣٧٥)، اس کی سند حسن لغیرہ ہے، خلافة علی ص (١٦٩).

❸ مصنف ابن أبی شیبة (١٥/ ٢٦٨-٢٦٩) خلافة علی/ عبدالحمید ص (١٦٩).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہے اور اس مشفقانہ برتاؤ کا اہل بصرہ پر بہت اثر پڑا۔ وہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ پر بیعت کے لیے تیار ہوگئے۔ معرکۂ جمل کی شام کو قیدیوں کو ایک خاص جگہ میں رکھا گیا تھا، جب آپ دوسرے دن صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو موسیٰ بن طلحہ بن عبید اللہ کو بلایا، پھر احترام سے اپنے قریب بٹھایا، ان کی اور ان کے دوسرے ساتھیوں کی خیریت معلوم کی پھر فرمایا: ہم نے تمھاری اس زمین پر قبضہ نہیں کیا ہے، صرف اسے اپنی تحویل میں لے لیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کہیں لوگ اسے لوٹ نہ لیں، پھر آپ نے انھیں غلہ جات واپس کر دیے اور کہا: اے عزیز! جب تمھیں مزید کی ضرورت ہوگی تو میرے پاس آنا، اسی طرح آپ نے ان کے بھائی عمران بن طلحہ کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا۔ وہ دونوں اس احسان مندانہ سلوک سے بہت متاثر ہوئے اور آپ کہ ہاتھوں پر بیعت کر لی، قیدیوں نے یہ منظر دیکھا تو سب علی رضی اللہ عنہ کے پاس آ پہنچے اور بیعت کرنے لگے، آپ نے ان سے بیعت لی، پھر یکے بعد دیگرے تمام قبائل نے بیعت کر لی۔ ❶

اسی طرح آپ نے مروان بن حکم کے بارے میں دریافت کیا اور کہا: ''قریبی رشتہ داری کی وجہ سے مجھے اس پر رحم آرہا ہے، وہ نوجوانان قریش کا سردار ہے۔'' مروان نے حسن، حسین اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کو بلایا اور کہا کہ علی رضی اللہ عنہ سے ان کے سلسلے میں بات کریں۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: انھیں امان ہے، جہاں چاہیں جا سکتے ہیں، لیکن علی رضی اللہ عنہ کی اس شرافت اور عفو و درگزر کے باوجود مروان کو گوارا نہ ہوا کہ علی رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان سے بیعت کر لیں۔ ❷ ہر چند کہ مروان رحمہ اللہ بیعت کرنے سے علیحدہ رہے، لیکن امیر المومنین رضی اللہ عنہ کا برتاؤ دیکھ کر آپ کی تعریف کی، آپ کے صاحبزادے حسن سے کہا: آپ کے والد سے زیادہ کریم النفس انسان میں نے نہیں دیکھا، معرکۂ جمل میں جب ہم شکست کھا کر بھاگ رہے تھے تو ان کا منادی اعلان کر رہا تھا: کسی بھاگنے والے کا پیچھا نہ کرنا، کسی زخمی پر ہاتھ نہ اٹھانا۔ ❸

اسی طرح اہل بصرہ کی طرف سے علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت مکمل ہوگئی، آپ نے اپنے عم زاد بھائی ابن عباس رضی اللہ عنہما کو وہاں گورنر اور زیاد بن ابیہ کو امیر خراج مقرر کیا، آپ کی خواہش تھی کہ لمبی مدت تک وہاں قیام کریں، لیکن مالک اشتر کی حرکتوں نے آپ کو جلد ہی وہاں سے روانہ ہونے پر مجبور کر دیا، وہ اس لالچ میں تھا کہ علی رضی اللہ عنہ اسے بصرہ کا گورنر بنائیں گے، لیکن جب اسے پتا چلا کہ آپ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بصرہ کا گورنر مقرر کر دیا ہے تو وہ غصہ سے جل گیا اور اپنی قوم کا رخ کیا، علی رضی اللہ عنہ ڈرے کہ کہیں یہ وہاں پہنچ کر فتنہ و فساد نہ برپا کر دے، اس لیے آپ نے اپنی باقی ماندہ فوج لے کر اس کا تعاقب کیا، اسے پالیا اور اس کے بھاگنے پر سرزنش کی اس پر اس نے کہا کہ میری کوئی بات نہیں سنی گئی۔ ❹

---

❶ الطبقات (٣/ ٢٢٤) بسند حسن، المستدرك (٣/ ٣٧٦، ٣٧٧).

❷ سنن سعيد بن منصور (٢/ ٣٣٧) بسند حسن.

❸ الحادي الكبير / كتاب أهل البغي/ الماوردي ص (١١١) فتح الباري (١٣/ ٦٢).

❹ فتح الباري (١٣/ ٥٧) خلافة علي / عبدالحميد ص (١٧٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۸۔ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پر ایک گفتگو ❶:

ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا تَوَاجَهَ الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفِهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ .)) ❷

''جب دو مسلمان ایک دوسرے کے خلاف اپنی اپنی تلواریں اٹھالیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں ہوں گے۔''

قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے علماء کے نزدیک یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے بارے میں نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ﴾ (الحجرات: ۹)

''اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرا دو، پھر اگر دونوں میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے زیادتی کرنے والے گروہ سے لڑنے کا حکم دیا ہے۔ پس اگر زیادتی کرنے والے گروہ سے مسلمان لڑائی نہ کریں تو اللہ کے فریضوں میں سے ایک فریضہ ساقط ہو جائے گا۔ پس یہ دلیل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ((اَلْقَاتِلُ وَ الْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ)) کا حکم صحابہ کرام پر صادق نہیں آتا، کیونکہ انھوں نے اپنے اجتہاد کی بنا پر قتال کیا تھا، زیادتی کی بنا پر نہیں۔

طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اگر مسلمانوں کے دو گروہوں میں اختلاف کے وقت یہ واجب ہوتا کہ اس سے فرار اختیار کیا جائے، اپنے اپنے گھروں میں چھپ جایا جائے اور تلواروں کو توڑ دیا جائے تو کسی شرعی حد کا نفاذ نہ ہوتا کسی باطل کی تردید نہ ہوتی، منافقوں، غنڈوں اور فاجروں کو مسلمانوں کے مال وجائداد جسے اللہ نے دوسرے مسلمان کے لیے حرام کیا، اسے حلال کرنے، ان کی عورتوں کو قیدی بنانے اور خون بہانے کا راستہ مل جاتا، وہ ان پر گروہوں کی شکل میں حملہ کرتے، اور مسلمان بے چارے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہتے، اور کہتے کہ یہ تو فتنہ ہے، جس میں لڑنے سے ہمیں روکا گیا ہے اور ہمیں حکم ملا ہے کہ ہم اس سے دور رہیں، اور خود کو بچائیں۔'' ❸

❶ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے اسی حدیث کو دلیل بنا کر احنف بن قیس کو علی رضی اللہ عنہ کی مدد میں جانے سے روکا تھا، اس لیے اس کی تشریح ضروری تھی۔ (مترجم)

❷ صحیح مسلم/ الفتن (٤/ ٢٣٣). ❸ التذکرة (٢/ ٢٣٢، ٢٣٣).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''قاتل اور مقتول دونوں کے جہنم میں ہونے کو ایسے لوگوں پر محمول کیا جائے گا جس کی لڑائی کی بنیاد کوئی تاویل واجتہاد نہ ہو بلکہ وہ دونوں محض کسی عصبیت پر لڑ رہے ہوں اور جہنم میں ہونے کا مطلب ہے کہ وہ جہنم کے مستحق ہیں، دنیا میں ان پر یہی حکم لگے گا، آخرت میں اللہ تعالیٰ انھیں جہنم کا بدلہ دے سکتا ہے اور معاف بھی کرسکتا ہے، یہی اہل حق کا مذہب ہے، اس طرح کے جتنے بھی فرمودات نبوی ہیں سب کی یہی تشریح کی جائے گی۔

نیز معلوم ہونا چاہیے کہ صحابہ کے درمیان جو خون ریزیاں ہوئیں وہ اِس وعید میں داخل نہیں ہیں، اس سلسلہ میں اہل سنت واہل حق کا مسلک یہ ہے کہ ان کے ساتھ حسن ظن رکھا جائے، ان کے اختلافات اور لڑائیوں کے بارے میں زیادہ بحث ومباحثہ سے گریز کیا جائے اور اس کے بارے میں یہی کہا جائے کہ یہ ان کے اجتہادی غلطیاں تھیں، اللہ کی نافرمانی کرنا، یہ دنیا طلب کرنا ان کا مقصد نہ تھا، ہر فریق اپنے کو برحق اور دوسرے کو زیادتی کرنے والا سمجھتا تھا، اس لیے اس سے قتال کو واجب سمجھتا تھا، تاکہ بالمقابل کو اللہ کے حکم کی طرف لوٹائے، ان میں بعض حق پر تھے، اور بعض اپنے اجتہاد میں لغزش کرنے کی وجہ سے غلطی پر تھے، اسی اجتہادی لغزش کی وجہ سے انھیں معذور سمجھا جائے گا، اس لیے کہ مجتہد اگر اجتہاد میں غلطی کرجائے تو اس پر گناہ نہیں ہے۔ ان لڑائیوں میں اہل سنت وجماعت کے مسلک کے مطابق علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے، حالات کی پیچیدگی اور معاملات کے اشتباہ کی وجہ سے حقیقت سامنے نہ آسکی، حتیٰ کہ صحابہ کی ایک جماعت نے حیران ہوکر علیحدگی اختیار کرلی، جنگ میں شریک نہ ہوئے، کوئی واضح بات ان کے سمجھ میں نہ آئی اور وہ مدد کرنے سے پیچھے رہے۔''❶

۹۔ معرکۂ جمل کی تاریخ:

معرکۂ جمل کی تاریخ کا تعین کرنے میں مورخین کے اقوال مختلف ہیں:

ا: خلیفہ بن خیاط قتادہ کی سند سے لکھتے ہیں کہ دونوں جماعتیں ۱۵؍ جمادی الاخری ۳۶ھ بروز جمعرات آمنے سامنے ہوئیں، اور لڑائی جمعہ کے دن ہوئی۔❷

ب: مورخ عمر بن شبہ لکھتے ہیں کہ ۱۵؍ جمادی الاخری ۳۶ھ کو لڑائی ہوئی۔❸

ج: طبری بسند واقدی لکھتے ہیں کہ ۱۰؍ جمادی الاخری ۳۶ھ بروز جمعرات لڑائی ہوئی۔❹

د: مسعودی لکھتے ہیں کہ بروز جمعرات ۱۰؍ جمادی الاولیٰ یہ لڑائی ہوئی۔❺

---

❶ شرح النووی علی صحیح مسلم (۸/ ۲۲۷، ۲۲۸).

❷ تاریخ خلیفہ ص (۱۸٤، ۱۸۵).

❸ فتح الباری (۱۲/ ٦۱).

❹ استشھاد عثمان ص (۲۰٦) بحوالہ تاریخ الطبری.

❺ مروج الذھب (۲/ ۳٦۰).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لیکن ان تمام اقوال میں اسنادی حیثیت سے صحیح ترین بات خلیفہ بن خیاط کی ہے جو قتادہ کی سند سے مروی ہے۔

۱۰۔ اِن پر ہم ہاتھ کیوں اٹھائیں جب کہ یہ مسلمان خواتین ہیں:

لڑائی ختم ہونے کے بعد امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر گئے، ان سے اجازت مانگی اور سلام کیا، عائشہ رضی اللہ عنہا نے انھیں مرحبا کہا، جب کہ بنوخلف کے مکان میں عورتیں اپنے مقتولین پر رو رہی تھیں، مقتولین میں خلف کے دو بیٹے عبداللہ اور عثمان بھی تھے۔ عبداللہ، عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ لڑتے ہوئے مارے گئے تھے اور عثمان، علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ، جب علی رضی اللہ عنہ خلف کے مکان پر گئے تو عبداللہ کی بیوی، ام طلحہ (الطلحات) نے کہا: اللہ تمھاری اولاد کو یتیم کر دے، جس طرح تم نے ہمیں ہماری اولاد کو یتیم کر دیا ہے۔ علی رضی اللہ عنہ خاموش رہے، جب نکلنے لگے تو اس عورت نے پھر وہی بات دہرائی، آپ پھر خاموش رہے، ایک آدمی آپ سے کہنے لگا: اے امیر المومنین! آپ اس عورت کی بات پر خاموش ہیں آپ سنتے نہیں وہ کیا کہہ رہی ہے؟ آپ نے فرمایا: ''تمھارا ستیاناس ہو، جب ہمیں مشرکہ عورتوں پر ہاتھ اٹھانے سے منع کیا گیا ہے تو ان پر ہاتھ کیوں اٹھاؤں، یہ تو مسلمان ہیں۔'' [1]

۱۱۔ بصرہ کا گورنر بننے سے ابوبکرہ ثقفی رضی اللہ عنہ کی معذرت:

عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ ثقفی رضی اللہ عنہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور آپ پر بیعت کی، آپ نے پوچھا: بیمار خور کہاں ہیں؟ (آپ ان کے والد کے متعلق پوچھ رہے تھے) انھوں نے کہا: اے امیر المومنین! اللہ شاہد ہے کہ وہ بیمار ہیں، وہ آپ کو شاداں و فرحاں دیکھنا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: چلو میرے آگے آگے چلو، آپ وہاں گئے اور ان کی عیادت کی، ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیماری کی معذرت پیش کی، آپ نے انھیں معذور سمجھا، پھر آپ نے انھیں بصرہ کی امارت سنبھالنے کی پیشکش کی، لیکن آپ نے انکار کر دیا اور کہا: آپ کے خاندان ہی میں ایک صاحب ہیں جن پر لوگ مطمئن ہیں، پھر آپ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف اشارہ کیا ہے، چنانچہ ان کی رہنمائی پر آپ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو وہاں کا گورنر بنا دیا اور ان کے ساتھ زیاد بن ابیہ کو خراج اور بیت المال کا امیر مقرر کر دیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ زیاد کی بات سنتے رہیں گے۔ [2]

۱۲۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخی کرنے والے کے بارے میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا موقف:

ایک آدمی امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی کہ دروازے پر دو آدمی عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخی کر رہے ہیں۔ علی رضی اللہ عنہ نے قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ دونوں کو پکڑو اور ان کے کپڑے اتار کر کے سو سو کوڑے لگاؤ۔ [3] چنانچہ قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ نے ان پر یہ سزا نافذ کی۔

۱۳۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کا دفاع:

محمد بن عریب کا بیان ہے کہ ایک آدمی کھڑا ہوا اور علی رضی اللہ عنہ کے پاس عائشہ رضی اللہ عنہا کے حق میں نازیبا کلمات کہے،

[1] البداية والنهاية (۷/ ۳۵۷).
[2] البداية والنهاية (۷/ ۳۵۷).
[3] البداية والنهاية (۷/ ۳۵۸).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اتنے میں وہاں عمار رضی اللہ عنہ پہنچ گئے اور کہا: یہ کون ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ کے حق میں نازیبا کلمات کہہ رہا ہے؟ چپ ہو جا مردود، بد بخت اور نالائق۔ ❶ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: ہٹ جا یہاں سے مردود، و بدتمیز، کیا تو حبیبۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دے رہا ہے۔ ❷ اور ایک روایت میں ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے پاس عائشہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہوا، تو آپ نے فرمایا: انھیں کچھ مت کہو، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ محترمہ ہیں۔ ❸

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا تقابل

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا صدیقہ بنت صدیق، یعنی ابوبکر عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہما کی صاحبزادی ہیں۔ آپ کی والدہ ام رومان بنت عویمر کنانیہ رضی اللہ عنہا ہیں، بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے چار یا پانچ سالوں بعد آپ کی ولادت ہوئی، چھ سال کی عمر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقد نکاح ہوا اور نو سال کی عمر میں رخصتی ہوئی، باختلاف روایات شوال ۱ھ میں یا ۲ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے خلوت کی، آپ وہ خوش قسمت خاتون ہیں جن کی سات آسمانوں کے اوپر سے براءت کا اعلان آیا۔ ازواج مطہرات میں آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے علاوہ کسی کنواری عورت سے شادی نہیں کی، مسلم خواتین میں بالاتفاق فقہ وبصیرت میں آپ کا کوئی ثانی نہیں، تمام اکابر صحابہ جب دین کے کسی مشکل مسئلہ میں الجھ جاتے تو آپ رضی اللہ عنہا ہی کی طرف رجوع کرتے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس وقت آپ کی عمر کل (۱۸) اٹھارہ سال تھی۔ ۱۷ رمضان ۵۸ھ میں آپ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور بقیع میں آپ کی تدفین ہوئی۔ ❹ آپ کے بے شمار مناقب وفضائل ہیں اور متعدد صحیح احادیث میں آپ کی چند ایسی فضیلت وارد ہیں جن میں آپ رضی اللہ عنہا دیگر امہات المومنین سے ممتاز ہیں، ان میں چند ایک کا یہاں ذکر ہو رہا ہے۔

۱۔ حریم نبوی بننے سے پہلے......

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

((اُرِيْتُكِ فِي الْمَنَامِ ثَلَاثَ لَيَالٍ ، جَاءَ نِي بِكِ الْمَلَكُ فِيْ سَرَقَةٍ مِنْ حَرِيْرٍ ، فَيَقُوْلُ: هٰذِهِ امْرَأَتُكِ ، فَأَكْشِفُ عَنْ وَجْهِكِ ، فَإِذَا أَنْتِ هِيَ ، فَأَقُوْلُ: اِنْ يَكُ هَذَا مِنَ اللّٰهِ يُمْضِهِ .)) ❺

''تم مجھے خواب میں تین رات دکھائی گئیں، تمھیں ایک فرشتہ ریشم کے ٹکڑے میں اٹھائے ہوئے میرے پاس لایا اور کہا: یہ تمھاری بیوی ہے، میں نے تمھارا چہرہ کھولا تو وہ تم تھیں، میں نے کہا: اگر یہ اللہ کی طرف

---

❶ فضائل الصحابۃ (۲/ ۱۱۰) اس کی سند ضعیف ہے۔ دیکھئے: ضعیف السنن الترمذی/ البانی ، حدیث نمبر (۸۱۵).
❷ سیر أعلام النبلاء (۲/ ۱۷۹) یہ حدیث حسن ہے۔ ❸ سیر أعلام النبلاء (۲/ ۱۷۶) یہ حدیث حسن ہے۔
❹ سیر أعلام النبلاء (۲/ ۱۳۵ ، ۲۰۱) طبقات ابن سعد (۸/ ۵۸) البدایۃ والنہایۃ (۸/ ۹۵).
❺ صحیح مسلم ، حدیث نمبر (۲۴۳۸).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے ہے تو ضرور پورا ہوگا۔"

۲۔ ازواج مطہرات میں سب سے محبوب:

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ذات سلاسل ❶ والے لشکر کا امیر بنا کر بھیجا، واپسی پر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب آپ کے نزدیک کون ہے؟ آپ نے فرمایا: عائشہ، میں نے کہا: مردوں میں سے؟ آپ نے فرمایا: ان کے والد۔ ❷

امام ذہبی رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

"روافض ناک رگڑ کے مرتے ہیں، پر یہ حدیث ثابت ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پاکیزہ ذات ہی کو پسند فرماتے تھے۔ آپ نے فرمایا:

((لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ لَاتَّخَذْتُ أَبَابَكْرٍ خَلِيْلًا وَ لٰكِنْ أُخُوَّةُ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ .))

"اگر میں اس امت میں کسی کو اپنا دوست بناتا تو ابوبکر کو بناتا، لیکن اسلامی اخوت ہی افضل ہے۔"

گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے افضل ترین مرد اور افضل ترین عورت کو پسند کیا، لہٰذا جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دونوں محبوب نظر سے بغض رکھے وہ اللہ اور اس کے رسول کا دشمن کہے جانے کا مستحق ہے اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی محبت کسی سے پوشیدہ نہیں۔" ❸

۳۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لحاف میں وحی کا نزول:

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی سند سے ہشام بن عروہ سے انھوں نے اپنے والد (عروہ) سے روایت کیا کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفے بھیجنے میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا انتظار کیا کرتے تھے، عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میری سوکنیں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور ان سے کہا: اللہ کی قسم! لوگ جان بوجھ کر اپنے تحفے اس دن بھیجتے ہیں جس دن عائشہ کی باری ہوتی ہے، ہم بھی عائشہ کی طرح اپنے لیے فائدہ چاہتی ہیں، اس لیے تم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے فرمادیں کہ میں جس بھی بیوی کے پاس ہوں، جس کی بھی باری ہو، اسی گھر میں تحفے بھیج دیا کرو، ام سلمہ نے یہ بات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی آپ نے کچھ بھی جواب نہیں دیا، انھوں نے دوبارہ عرض کیا جب بھی جواب نہ دیا، پھر تیسری بار عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَا أُمَّ سَلَمَةَ لَا تُوذِيْنِيْ فِيْ عَائِشَةَ فَإِنَّهُ وَ اللّٰهِ مَا نَزَلَ عَلَيَّ الْوَحْيُ وَأَنَا فِي

---

❶ ذاتُ السُّلاسِل: یہ سرزمین جُذام میں ایک چشمہ کا نام ہے، جنگی مہم میں صحابہ نے اس چشمہ کا رخ کیا تھا اس مناسبت سے غزوہ ذات السلاسل پڑ گیا۔ ویسے سَلْسَل و سَلْسَال لغت میں شیریں ٹھنڈے پانی کو کہتے ہیں۔ (دیکھئے: النہایۃ لابن اثیر (۴۳۹، ۴۴۰) تحقیق علی حسن الحلبی، دار ابن الجوزی (مترجم) ❷ صحیح البخاری، حدیث نمبر (۴۳۵۸).

❸ سیر اعلام النبلاء (۲/ ۱۴۳).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لِحَافِ اِمْرَأَةٍ مِنْكُنَّ غَيْرَهَا .)) ❶

''اے ام سلمہ! عائشہ کے بارے میں مجھ کو نہ ستاؤ، اللہ کی قسم! تم میں سے کسی بیوی کے لحاف میں (جو میں اوڑھتا ہوں سوتے وقت) مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی، ہاں، (عائشہ کا مقام یہ ہے) کہ ان کے لحاف میں وحی نازل ہوتی ہے۔''

علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جواب اس بات کی دلیل ہے کہ حکم الٰہی کے مطابق عائشہ رضی اللہ عنہا سے شدید محبت کی وجہ انھیں دیگر ازواج مطہرات پر فضیلت ملی اور اللہ کی طرف سے یہ اشارہ ان کی محبت میں اضافہ کا سبب بنا۔'' ❷

۴۔ جبریل علیہ السلام عائشہ رضی اللہ عنہا کو سلام بھیجتے ہیں:

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((يَا عَائِشَةُ هٰذَا جِبْرِيْلُ يَقْرَاءُ عَلَيْكِ السَّلَامَ)) ''اے عائشہ! یہ جبریل تمھیں سلام کہتے ہیں۔'' میں نے جواب دیا: ((وَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ)) لیکن آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کچھ دیکھتے ہیں میں نہیں دیکھتی۔ ❸

۵۔ آیت تخییر کا نزول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اور سب سے پہلے آپ رضی اللہ عنہا کو اختیار دینا:

جب آیت تخییر نازل ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے عائشہ رضی اللہ عنہا کو آیت سنا کر انھیں اختیار دیا، تاہم ان سے کہا کہ عجلت نہ کرنا، بلکہ اپنی والدین سے اس سلسلہ میں مشورہ کر لینا، اس لیے کہ آپ کو یقین تھا کہ ان کے والدین جدائی کی اجازت نہیں دیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آپ رضی اللہ عنہا نے اللہ اس کے رسول اور آخرت کو اختیار کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر ازواج مطہرات نے بھی اسی پر عمل کیا، عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ اپنی بیویوں کو اختیار دے دیں (وہ دنیا کے عیش و آرام کو ترجیح دیں یا آخرت کو) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے مجھ ہی سے شروع کیا اور کہا:

((إِنِّيْ ذَاكِرٌ لَكِ أَمْرًا فَلَا عَلَيْكِ أَنْ لَا تَعْجَلِيْ حَتَّى تَسْتَامِرِيْ أَبَوَيْكِ .))

''میں تم سے ایک بات کہہ رہا ہوں تم اس میں عجلت نہ کرنا، اپنے والدین سے مشورہ کے بعد کوئی اقدام کرنا۔''

عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ میرے والدین مجھے آپ سے جدائی کی اجازت نہ دیں گے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۟ وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۟ ﴾ (الاحزاب: ۲۸-۲۹)

---

❶ صحیح البخاری، حدیث نمبر (۳۷۷۵).
❷ سیر أعلام النبلاء (۲/ ۱۴۳).
❸ صحیح البخاری، حدیث نمبر (۳۷۶۸).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتی ہو تو آؤ میں تمھیں کچھ سامان دے دوں اور تمھیں رخصت کر دوں، اچھے طریقے سے رخصت کرنا۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخری گھر کا ارادہ رکھتی ہو تو بے شک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔''

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا: یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں آپ کے بارے میں مشورہ کروں، بلکہ میں اللہ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اخروی زندگی کو پسند کرتی ہوں، پھر آپ کی دیگر بیویوں نے بھی میری ہی طرح کیا۔ ❶

٦۔ آپ رضی اللہ عنہا کے سبب چند قرآنی آیات کا نزول:

آپ رضی اللہ عنہا جن قرآنی آیات کے نزول کا سبب بنیں، ان میں کچھ آیتوں کا تعلق خاص طور سے آپ کی ذات سے ہے اور کچھ کا تعلق پوری امت محمدیہ سے۔ جو آیات آپ کی ذات کے ساتھ خاص ہیں وہ آپ کی عظمت شان اور رفعت مکان کی ترجمان ہیں، کیونکہ ان میں معاملہ افک میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی براءت کی گواہی دی گئی ہے۔ آپ کی صداقت و پاکیزگی کی ترجمان یہ آیتیں سورہ نور میں آیت نمبر ۱۱ (گیارہ) سے آیت نمبر ۲۶ (چھبیس) تک ہیں۔ آغاز یہاں سے ہوتا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ ۚ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم ۖ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ ۚ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١١﴾﴾ (النور: ۱۱)

''بے شک وہ لوگ جو بہتان لے کر آئے ہیں وہ تمھی سے ایک گروہ ہیں، اسے اپنے لیے برا مت سمجھو، بلکہ یہ تمھارے لیے بہتر ہے۔ ان میں سے ہر آدمی کے لیے گناہ میں سے وہ ہے جو اس نے گناہ کمایا اور ان میں سے جو اس کے بڑے حصے کا ذمہ دار بنا اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔''

اور انتہا یہاں ہوتی ہے:

﴿الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ ۖ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ ۚ أُولَٰئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ ۖ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٢٦﴾﴾

(النور: ۲٦)

''گندی عورتیں گندے مردوں کے لیے ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لیے ہیں اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے ہیں۔ یہ لوگ اس سے بری کیے ہوئے ہیں جو وہ کہتے ہیں، ان کے لیے بڑی بخشش اور باعزت روزی ہے۔''

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ محض آپ رضی اللہ عنہا کی خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل افک کے تہمتوں

❶ صحیح البخاری / التفسیر، حدیث نمبر (٤٧٨٦)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے آپ کو بری ثابت کیا اور آپ کی براءت و صفائی میں ایسی وحی نازل فرمائی جسے قیامت تک مسلمانوں کی نمازوں میں اور ان کے منبر و محراب پر پڑھی جاتی رہے گی، ان کے حق میں گواہی دی کہ آپ ''طیبات'' پاک عورتوں میں سے ہیں اور ان سے مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ کیا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مطلع کیا کہ آپ رضی اللہ عنہا کے بارے میں جو کچھ بہتان تراشیاں کی گئیں ان کے حق میں بہتر ثابت ہوئیں، ان سے آپ کا دامن داغ دار نہیں ہوا، اور نہ آپ کی شان کم ہوئی، بلکہ اس واقعہ کے سبب اللہ نے آپ کی عظمت کو چار چاند لگا دیے، اور آپ کے فضل و منقبت کو نکھار دیا، دونوں جہان والوں کے درمیان آپ کی شخصیت پاکیزگی کی یادگار بن گئی۔ اس عظیم ترین منقبت کی خوبیوں کا کیا کہنا۔ شرافت و اکرام کے اس الٰہی تمغہ پر ذرا غور تو کرو، جو آپ رضی اللہ عنہا کی شدت تواضع اور کسر نفسی کی وجہ سے آپ کو پہنایا گیا تھا، آپ فرماتی ہیں: مجھے اس کا کوئی وہم و گمان بھی نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے سے قرآن مجید میں میرے معاملے کی صفائی نازل کرے گا، کیونکہ میں اپنے کو اس سے بہت کم تر سمجھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ خود میرے معاملے میں کوئی کلام فرمائے، مجھے تو صرف اتنی امید تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی خواب دیکھیں گے جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ میری براءت کر دے گا۔ ❶

یہ ہیں امت مسلمہ کی صدیقہ خاتون، تمام مومنوں کی ماں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب نظر، انھیں خوب معلوم تھا کہ میں مظلوم ہوں، اس گندی تہمت سے پاک ہوں، تہمت باز ظالم ہیں، افتراء پردازی کر رہے ہیں، انھوں نے اپنی گفتگو کے تیر و نشتر سے آپ رضی اللہ عنہا کے والدین اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو زخمی کیا تھا۔ ❷

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب اہل افک نے جھوٹ اور بہتان سے عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاک دامن کو داغ دار کرنا چاہا تو اللہ کو غیرت آئی اور ان کی براءت و صفائی میں قرآن کی دس آیات نازل کیں جو تا قیامت پڑھی جائیں گی...... تمام علمائے امت اس بات پر متفق ہیں کہ اب اس براءت کے بعد بھی جو شخص آپ پر تہمت لگاتا ہے وہ کافر ہے۔ ❸

وہ آیات جن میں آپ کے ذریعے سے پوری امت کو فائدہ پہنچا، ان میں سب سے اہم آیت تیمم ہے۔ یہ آیت پوری امت کے لیے رحمت اور آسانی کا سبب بن گئی، چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے اسماء رضی اللہ عنہا سے ہار عاریت میں لیا، اتفاق کی بات کہ وہ گم ہو گیا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تلاش میں اپنے چند صحابہ کو بھیجا، اسی دوران نماز کا وقت ہو گیا اور انھوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھی، جب وہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹ کر آئے تو اس واقعہ کی آپ سے شکایت کی، تب آیت تیمم نازل ہوئی۔ اسید بن حضیر کہنے لگے: ((جَزَاكِ اللّٰهِ خَيْرًا .)) اللہ آپ کو جزائے خیر دے، اللہ کی قسم! آپ کے ساتھ جو بھی ناپسندیدہ معاملہ پیش آیا

❶ صحیح البخاری، حدیث نمبر (٤١٤١). ❷ جلاء الأفهام ص (١٢٤، ١٢٥).
❸ البداية والنهاية (٢/ ٩٥٨) تفسير القرآن العظيم (٣/ ٢٦٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اللہ نے اس میں آپ کے لیے اور امت کے لیے خیر پیدا کر دی۔ ❶

۷۔ نبی کریم ﷺ کی یہ خواہش کہ میری زندگی کے آخری ایام عائشہ کے گھر میں ہوں:

اللہ کے رسول ﷺ کی وفات عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن اور ان کی ٹھوڑی اور سینہ کے درمیان ٹیک لگائے ہوئے ہوئی۔ اللہ نے آپ کی دنیاوی زندگی کی آخری اور اخروی زندگی کی پہلی گھڑی میں آپ ﷺ اور عائشہ کے لعاب دہن کو اکٹھا کر دیا اور عائشہ ہی کے گھر میں تدفین ہوئی۔ ❷

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو اپنی بیویوں کے یہاں باری کے مطابق بیماری کے ایام گزارتے اور کہتے: ((اَیْـنَ اَنَـا غَدًا .)) میں کل کہاں رہوں گا، یعنی آپ کو عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا انتظار ہوتا، عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میری باری آ گئی تو آپ کو سکون ہو گیا۔ ❸ اور صحیح مسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان اس طرح ہے کہ آپ پوچھتے رہتے: ((اَیْنَ اَنَا الْیَوْمَ؟ اَیْنَ اَنَا غَدًا .)) آج میں کہاں ہوں، کل میں کہاں رہوں گا، جب میری باری آئی تو اللہ نے اس دن میرے سینے اور ٹھوڑی کے درمیان آپ کو وفات دیا۔ ❹

صحیح بخاری میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ واقعہ اس طرح بھی مروی ہے کہ آپ اپنی مرض الموت میں پوچھتے رہتے: ((أَیْـنَ أَنَا غَدًا؟ أَیْنَ أَنَا غَدًا؟)) کل میں کہاں رہوں گا، کل میں کہاں رہوں گا؟ یعنی آپ کو عائشہ رضی اللہ عنہا کے دن کا انتظار تھا، آپ فرماتی ہیں کہ پھر آپ کی دوسری بیویوں نے آپ کو اجازت دے دی کہ جہاں چاہیں رہیں، چنانچہ آپ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کو منتخب کیا اور وفات پانے تک وہیں رہے، آپ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ آپ کی وفات اسی دن ہوئی جس دن قاعدہ کے مطابق یہاں آپ کے قیام کی باری تھی، رحلت کے وقت سرِ مبارک میرے سینے پر تھا اور میرا لعاب آپ کے لعاب کے ساتھ ملا تھا، انھوں نے بیان کیا کہ عبدالرحمٰن بن ابوبکر داخل ہوئے، اور ان کے ہاتھ میں استعمال کے قابل مسواک تھی، آپ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا تو میں نے کہا کہ عبدالرحمٰن! یہ مسواک مجھے دے دو، انھوں نے مسواک مجھے دے دی، میں نے اسے اچھی طرح چبایا اور نرم کر کے رسول ﷺ کو دی، پھر آپ نے وہ مسواک کی، اس وقت آپ میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے، اس کے بعد والی روایت میں اتنے الفاظ زائد ہیں کہ اس طرح اللہ تعالیٰ نے میرے اور آپ ﷺ کے لعاب کو اس دن جمع کر دیا، جو آپ کی دنیا کی زندگی کا سب سے آخری اور آخرت کی زندگی کا سب سے پہلا دن تھا۔ ❺

۸۔ جنت کی بشارت:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کی بیویوں میں سے کون جنت میں جائے گی؟ آپ نے فرمایا: ((أَمَـا إِنَّكِ مِنْهُنَّ)) ''تم تو انھیں میں سے ہو۔'' فرماتی ہیں کہ میرے دل میں یہ

---

❶ صحیح البخاری، حدیث نمبر (۳۲۶)۔ ❷ سیر أعلام النبلاء (۲/ ۱۸۹) البدایة والنهایة (۸/ ۹۵)۔

❸ صحیح البخاری/ فضائل الصحابة/ حدیث نمبر (۳۷۷٤)۔

❹ صحیح مسلم، حدیث نمبر (۲٤٤۳)۔ ❺ صحیح البخاری، حدیث نمبر (٤٤٥۰، ٤٤٥۱)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بات آئی کہ یہ ہوسکتا ہے اس لیے کہ آپ نے میرے علاوہ کسی اور کنواری عورت سے شادی نہیں کی۔ ❶

صحیح بخاری میں قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیمار پڑیں، تو ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کی عیادت کے لیے آئے اور عرض کیا: ''ام المومنین! آپ تو سچائی کے پیکر میر کارواں کے پاس جارہی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس۔'' ❷

اس حدیث میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے ایک عظیم فضیلت کی شہادت ہے کیونکہ آپ کو قطعی طور پر جنتی کہا گیا اور بغیر ربانی اشارہ کے یہ بات آپ نہیں کہہ سکتے تھے، اس لیے کہ یہ توقیفی چیز ہے۔ ❸

۹۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی تمام عورتوں پر فضیلت ایسے ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر:

صحیحین میں عبداللہ بن عبدالرحمن سے روایت ہے کہ انھوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہوئے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ .)) ❹

''عائشہ کی تمام عورتوں پر فضیلت ایسے ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔''

نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علماء اس حدیث کا مطلب یہ بتاتے ہیں کہ ہر کھانے کی ثرید اس کے شوربے سے اچھی ہوتی ہے، پس گوشت کی ثرید اس کے شوربے سے عمدہ ہوتی ہے اور بغیر گوشت کی ثرید بغیر گوشت کے شوربے سے افضل ہوتی ہے اور ثرید کی افضلیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ نفع بخش اور سیر آور غذا ہے، اسے چبانا آسان ہے، اسے کھانے میں لذت ملتی ہے، مختصر سے وقت میں اسے بنالینا اور کھا کر فارغ ہو جانا آسان ہوتا ہے، اس اعتبار سے وہ ہر قسم کے شوربے اور غذا سے افضل ہے، بالکل اسی طرح دیگر خواتین پر عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک اضافی فضیلت ہے، اس حدیث میں یہ صراحت نہیں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا مریم اور آسیہ علیہما السلام سے بھی افضل ہیں کیونکہ یہ احتمال ہے کہ آپ امت محمدیہ کی خواتین میں سب سے افضل ہوں۔ ❺

یہ چند احادیث ہیں جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت، دینی عظمت اور مقام و مرتبہ کی بلندی، و امتیاز کو نمایاں کرتی ہیں، اس کے باوجود شیعہ و روافض اور ان کی روایات و اخبارات سے متاثرین مولفین و مصنفین کی ستم ظریفی دیکھئے کہ انھوں نے آپ رضی اللہ عنہا کو طعن و تشنیع اور کذب و بہتان کا نشانہ بنایا اور صحیح و مستند احادیث کی بے جا تاویل کی، اور انھیں غلط معانی پر محمول کیا جیسے کہ کتاب ''ثم اہتدیت'' (پھر مجھے ہدایت مل گئی) کے مولف نے کیا ہے۔ حالانکہ

❶ المستدرك (٤/ ١٣) اس کی سند صحیح ہے، امام ذہبی نے امام حاکم کی موافقت کی ہے۔

❷ صحيح البخاری، حديث نمبر (٣٧٧١).

❸ فتح الباری (٧/ ١٠٨) العقيدة في أهل البيت ص (٩٥).

❹ صحيح البخاری، حديث نمبر (٣٧٧٠) ثرید ایک عمدہ اور لذیذ کھانا ہے جو باریک روٹی کو شوربہ میں توڑ کر تیار کیا جاتا ہے۔ یہ عربوں کی بڑی محبوب اور پسندیدہ غذا ہے۔ (مترجم)

❺ شرح النووی علی صحيح مسلم (١٥/ ٢٠٨، ٢٠٩).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وہ اپنی کھینچ تان کے باوجود کوئی نئی چیز نہیں لا سکا بلکہ اپنے پیشرو شیعہ و روافض کے منہج پر چلتے ہوئے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا پر عمار رضی اللہ عنہ کے قول کے حوالے سے اعتراض کیا، جس پر عمار رضی اللہ عنہ نے کہا تھا:

"اللہ کی قسم! وہ دنیا اور آخرت میں تمھارے نبی کی زوجہ محترمہ ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے سے تمھیں آزمائش میں ڈالا ہے، تاکہ دیکھے کہ تم اس کی اطاعت کرتے ہو یا عائشہ کی۔" ❶

حقیقت یہ ہے کہ عمار رضی اللہ عنہ کی اس بات میں عائشہ رضی اللہ عنہا پر طعن و تشنیع کا کوئی پہلو نہیں نکلتا، بلکہ اس سے آپ کی فضیلت و منقبت ظاہر ہوتی ہے، ذرا غور کرو کہ اس سے بڑھ کر عظمت و شرافت کی اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ آپ دنیا و آخرت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں۔ ہر مومن کی آخری طلب تو بس یہی ہوتی ہے کہ وہ اللہ کی رضا اور جنت پا جائے، پس عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر خوش قسمت کون ہو سکتا ہے کہ عمار رضی اللہ عنہ جو کہ اس فتنہ میں آپ کی رائے کے مخالف تھے، وہ انھیں جنتی ہونے کی گواہی دے رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں جنت کے بلند ترین درجہ میں ہوں گی۔ ❷

عمار رضی اللہ عنہ کا یہ قول ایک سچائی کا ترجمان ہے، خود عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے اس کی توثیق و تائید ہوتی ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَمَا تَرْضِينَ أَنْ تَكُوْنِي زَوْجَتِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ .))

"کیا تمھیں یہ پسند نہیں کہ دنیا اور آخرت میں تم میری بیوی رہو۔"

آپ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا: کیوں نہیں! ضرور اے اللہ کے رسول۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فَأَنْتِ زَوْجَتِيْ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ .))

"تو جان لو! کہ تم دنیا اور آخرت دونوں جگہ میری بیوی ہو۔" ❸

گویا یہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی عظیم ترین فضیلت پر ایک قوی دلیل ہے، اسی لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے عمار رضی اللہ عنہ سے مروی اثر کو عائشہ رضی اللہ عنہا کے مناقب و فضائل میں ذکر کیا ہے۔ ❹

البتہ عمار رضی اللہ عنہ کے قول کا آخری جملہ کہ "لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے سے تمھیں آزمائش میں ڈالا ہے......" تو اس سے عائشہ رضی اللہ عنہا کی توہین یا ان پر طعن و تشنیع کا کوئی پہلو نہیں نکلتا کیونکہ:

- یہ عمار رضی اللہ عنہ کی اپنی رائے کا اظہار ہے کہ ہم حق پر ہیں اور وہ غلطی پر، جب کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے ان کے خلاف ہے کہ ہم حق پر ہیں اور وہ غلطی پر اور دونوں جلیل القدر صحابی ہیں۔ علم اور دین میں چوٹی تک پہنچے

❶ صحيح البخاري/ فضائل الصحابة، حديث نمبر (٣٧٧٢).

❷ الانتصار للصحب و الآل ص (٤٤٨).

❸ المستدرك (٤/ ١٠) الصحيح المسند/ مصطفى العدوى ص (٣٥٦).

❹ صحيح البخاري، حديث نمبر (٣٧٧٢).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہوئے ہیں، لہٰذا یہ کیوں کر درست ہے کہ کسی ایک کے قول کو دوسرے پر ترجیح دی جائے۔

○ عمار رضی اللہ عنہ کے قول کا مطلب زیادہ سے زیادہ یہ لیا جاسکتا ہے کہ اس فتنہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا نے اللہ کے حکم کی مخالفت کی، لیکن یہ مخالفت اس وقت تک قابل مذمت نہیں ہے جب تک کہ مخالفت پر حجت نہ قائم کردی جائے اور یہ معلوم ہو جائے کہ مخالف حجت قائم ہونے کے بعد بھی مخالفت کر رہا ہے اگر ایسی بات نہیں ہے تو مخالف کو معذور سمجھا جائے گا، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ مسئلہ کو بھول گیا ہو، یا اس کی نگاہ میں کوئی اور مفہوم ہو، لہٰذا اس کی گرفت نہیں کی جائے گی۔

○ عمار رضی اللہ عنہ یہ بات کہہ کر عائشہ رضی اللہ عنہا کی توہین یا ان کی مذمت نہیں کرنا چاہتے تھے، بلکہ امت کی خیرخواہی کے پیش نظر ان کی اجتہادی غلطی واضح کردینا چاہتے تھے کیونکہ یہ سب کچھ ہونے کے باوجود انھیں عائشہ رضی اللہ عنہا کی قدر ومنزلت اور فضیلت کا اعتراف تھا۔ [1]

عمار رضی اللہ عنہ سے وارد شدہ اثر کی بعض روایات میں یہ اضافہ بھی ہے کہ عمار رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی سے سنا کہ وہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالیاں دے رہا ہے، تو آپ نے اس سے کہا: چپ ہو جا، مردود نالائق، اللہ کی قسم! وہ دنیا اور آخرت میں تیرے نبی کی زوجہ ہیں، لیکن اللہ نے ان کے ذریعے سے تمھیں آزمائش میں ڈالا ہے کہ دیکھے تم اس کی اطاعت کرتے ہو یا عائشہ کی۔ [2]

رہا شیعہ اور روافض کا یہ قول کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی رہائش گاہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

((هٰهُنَا الْفِتْنَةُ مِنْ حَيْثُ يَطْلَعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ .))

''یہاں فتنے برپا ہوں گے یہاں سے شیطان کا سر نمودار ہوگا۔''

پھر اس روایت کے سہارے عائشہ رضی اللہ عنہا کی رہائش گاہ کو منبع فتنہ قرار دے کر ان کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنانا، تو یہ سب باتیں گمراہ کن تاویلات، حقائق کے توڑ مروڑ اور تدلیس پر مبنی ہیں اور ان کے ذریعے سے سادہ لوح عوام کو گمراہ کیا جا رہا ہے، چنانچہ یہ لوگ حدیث کے راوی کے قول ((فَأَشَارَ نَحْوَ مَسْكَنِ عَائِشَةَ)) کی تشریح یوں کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر (حجرہ) کی طرف تھا، اور اسے ہی آپ منبع فتنہ بتانا چاہتے تھے، جیسے عربی زبان کی نزاکت واسلوب سے واقفیت ہے وہ جان سکتا ہے کہ یہ حدیث کسی بھی اعتبار سے اس مفہوم پر دلالت نہیں کرتی، کیونکہ راوی حدیث نے ((أَشَارَ نَحْوَ مَسْكَنِ عَائِشَةَ .)) کہا نہ کہ ((أَشَارَ إِلَى جِهَةِ مَسْكَنِ عَائِشَةَ .)) اور دونوں تعبیروں میں جو معنوی فرق ہے وہ بالکل واضح ہے، اور اسے اچھی طرح محسوس کیا جاسکتا ہے، نیز پوری روایت کے الفاظ دیکھنے کے لیے صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ما جاء فی بیوت ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث نمبر (۳۱۰۴) کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔

---

[1] الانتصار للصحب والآل (٤٤٨).
[2] البداية والنهاية (٧/ ٢٤٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

علاوہ ازیں یہ روایت صحیحین کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں متعدد سندوں اور مختلف الفاظ میں وارد ہے اور وہاں اس بات کی صراحت ہے کہ آپ ﷺ نے کن مقامات اور شہروں کی طرف اشارہ کیا تھا، بس وہی روایات حقیقت بیانی کے ساتھ ساتھ شیعہ و روافض کی تردید کے لیے کافی ہیں۔ ان کی تردید کے لیے مزید تکلف کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے، بہتر ہوگا کہ سر دست متعدد سندوں سے وارد ابن عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر راویوں کی چند روایات نقل کر دی جائیں۔

○ چنانچہ لیث روایت کرتے ہیں کہ نافع سے اور وہ روایت کرتے ہیں ابن عمر سے کہ انھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ مشرق کی طرف رخ کیے تھے اور فرما رہے تھے:

((أَلَا إِنَّ الْفِتْنَةَ هٰهُنَا ، مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ .)) ❶

''اے لوگو! فتنے یہاں سے برپا ہوں گے، جہاں سے شیطان کا سر نمودار ہوتا ہے۔''

○ عبید بن عمر سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ مجھ سے نافع نے بیان کیا اور انھوں نے ابن عمر سے روایت کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ حفصہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر کھڑے ہوئے، اور اپنے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

((اَلْفِتْنَةُ مِنْ حَيْثُ يَطْلَعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ .)) ❷

''فتنے وہاں سے بپا ہوں گے جہاں سے شیطان کا سر نمودار ہوتا ہے۔''

آپ نے دو یا تین بار یہی بات دہرائی۔

○ سالم بن عبداللہ سے روایت ہے، انھوں نے اپنے باپ عبداللہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا درآں حالاں کہ آپ کا رخ مشرق کی طرف تھا:

((هَا ، إِنَّ الْفِتْنَةَ هٰهُنَا ، هَا إِنَّ الْفِتْنَةَ هٰهُنَا ، مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ .)) ❸

''خبردار رہو، فتنے یہاں سے بپا ہوں گے، خبردار رہو فتنے یہاں سے بپا ہوں گے، خبردار رہو فتنے یہاں بپا ہوں گے، جہاں سے شیطان کا سر نمودار ہوتا ہے۔''

یہ چند روایات ہیں جن میں اس سمت کی صراحت ہے، جدھر آپ نے اشارہ کیا تھا، وہ مشرق کی سمت ہے اور ان روایات سے شیعہ و روافض کی پیش کردہ روایت کی تفسیر ہو جاتی ہے اور اشارہ کا مقصود سامنے آ جاتا ہے۔ ❹

○ اسی طرح اس حدیث کی بعض دوسری روایات میں ان مقامات اور شہروں کی بھی تعیین و تصریح ہے، جن کی

❶ صحيح البخاري ، حديث نمبر (٧٠٩٣) صحيح مسلم ، حديث نمبر (٢٩٠٥) .

❷ صحيح مسلم/ الفتن (٤/ ٢٢٢٩) . ❸ صحيح مسلم / الفتن (٤/ ٢٢٢٩) .

❹ الانتصار للصحب والآل ص (٤٥٣) .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

طرف آپ نے اشارہ کیا تھا، چنانچہ نافع ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: نبی اکرم ﷺ نے فتنوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

((اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ شَامِنَا ، اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ يَمَنِنَا .))

''اے اللہ ہمارے شام میں ہمارے لیے برکت نازل فرما، اے اللہ ہمارے یمن میں ہمارے لیے برکت نازل فرما۔''

صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اور ہمارے نجد میں بھی۔ ❶ راوی کا بیان ہے کہ میرے خیال میں آپ نے تیسری مرتبہ کہا:

((هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَ الْفِتَنُ وَ بِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ .)) ❷

''وہاں زلزلے اور فتنے برپا ہوں گے اور وہیں سے شیطان کا سر نمودار ہوگا۔''

○ سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا: اے اہل عراق! تعجب ہے کہ تم زیادہ صغائر کے بارے میں سوال کرتے ہو اور کبائر کا ارتکاب کرتے ہو۔ میں نے اپنے والد عبداللہ بن عمر کو فرماتے ہوئے سنا، وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ((اِنَّ الْفِتْنَةَ تَجِيْئُ مِنْ هٰهُنَا .)) فتنے یہاں سے آئیں گے، پھر آپ نے مشرق کی سمت اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور فرمایا: ((مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنَا الشَّيْطَانِ)) ❸ جہاں سے شیطان کے سینگ سر نمودار ہوتے ہیں۔

○ اسی طرح بعض روایات میں ان مقامات کے باشندوں اور قبیلوں کی طبائع اور خصلتوں کا ذکر ہے، چنانچہ ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یمن کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور فرمایا:

((اَلْاِيْمَانُ يَمَانٌ ، هَاهُنَا ، وَ إِنَّ الْقَسْوَةَ وَ غِلَظَ الْقُلُوْبِ فِي الْفَدَادِيْنَ عِنْدَ أُصُولِ أَذْنَابِ الْاِبِلِ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنَا الشَّيْطَانِ فِيْ رَبِيْعَةَ وَ مُضَرَ .)) ❹

''ایمان تو ادھر ہے یمن میں، ہاں اور قساوت اور سخت دلی ان لوگوں میں ہے جو اونٹوں کی دمیں پکڑ کر چلاتے رہتے ہیں، جہاں سے شیطان کے سینگ نمودار ہوتے ہیں، یعنی ربیعہ اور مضر کی قوموں میں۔''

مختصر یہ کہ مذکورہ تمام روایتیں اس بات کی قطعی دلیل ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اپنے قول ((اَلْفِتْنَةُ هٰهُنَا .)) سے بلاد مشرق مراد لے رہے تھے حتیٰ کہ آپ نے بعض مقامات اور وہاں کے قبائل کی نشان دہی بھی کردی، پس شیعہ و روافض کا یہ دعویٰ یکسر غلط ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا اشارہ اور مراد حجرۂ عائشہ تھا۔ یہ بالکل ناقابل توجہ اور غیر معتبر رائے ہے۔ شیعہ اور روافض کے علاوہ کسی نے اس حدیث کا یہ مفہوم کبھی نہیں لیا۔ ❺

❶ نجد کا علاقہ مشرق کی سمت میں پڑتا ہے اور مدینہ سے مشرق میں نجد عراق پڑتا ہے۔

❷ صحیح البخاری، حدیث نمبر (۷۰۹۴)۔

❸ صحیح مسلم/ الفتن من المشرق (۴/ ۲۲۲۹)۔

❹ صحیح البخاری، حدیث نمبر (۳۳۰۲)۔

❺ الانتصار للصحب و الآل ص (۴۵۵)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۰۔ عائشہ، خدیجہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہن کے مابین تقابل:

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مجموعی طور سے اس امت کی خواتین میں سب سے افضل خدیجہ، عائشہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہن ہیں، البتہ ان میں کون کس سے افضل ہے یہ ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے۔'' ❶

اسی طرح آپ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ خدیجہ اور عائشہ میں کون کس سے افضل ہے؟ تو آپ نے جواب دیا: شروع اسلام میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اسلام کی طرف پیش قدمی، اس سے لگاؤ اور اس کی نصرت و تائید آپ کی ایسی خصوصیت ہے جس میں عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر امہات المومنین شریک نہیں ہیں، اسی طرح عہد نبوت کے بعد کے اسلامی دور میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی دینی لگاؤ، اس کے لیے تڑپ، اسے امت محمدیہ تک پہنچانا اور اس میں گہرائی و گیرائی کا جو ملکہ آپ کو ملا اس میں خدیجہ رضی اللہ عنہا اور دیگر امہات المومنین شریک نہیں، یہ سب آپ کی امتیازی خصوصیات میں سے تھیں۔ ❷

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''فاطمہ کی افضلیت متفق علیہ ہے، البتہ عائشہ اور خدیجہ رضی اللہ عنہا میں کون کس سے افضل ہے اس سلسلے میں اختلاف ہے۔'' ❸

آپ رحمہ اللہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں ہے کہ جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ خدیجہ کو ان کے رب کا اور میرا اسلام کہہ دیجیے۔ ❹ کی شرح میں لکھتے ہیں کہ سہیلی نے فرمایا: اس واقعہ سے ابوبکر بن داؤد نے عائشہ رضی اللہ عنہا پر خدیجہ کی فضیلت کے لیے استدلال کیا ہے، بایں طور کہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر جبریل علیہ السلام نے اپنا سلام عرض کیا تھا، جب کہ خدیجہ کو ان کے رب نے سلام کہا۔ اور ابن العربی کا خیال ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر خدیجہ رضی اللہ عنہا کی افضلیت میں کوئی اختلاف نہیں ہے، حالانکہ آپ کا یہ خیال غلط ہے، اس لیے کہ یہ ایک قدیم اختلاف ہے، اگرچہ اس روایت سے اور دیگر روایات سے بھی خدیجہ رضی اللہ عنہا کی افضلیت ثابت ہو رہی ہے۔ ❺

مذکورہ خواتین کے مابین افضلیت کے باب میں وارد شدہ نصوص پر دقیق نظر اور تحقیقی مطالعہ کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ان میں سب سے افضل خدیجہ ہیں، پھر فاطمہ، پھر عائشہ رضی اللہ عنہا، اس لیے کہ تین روایات سے خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت علی الاطلاق ثابت ہو رہی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

---

❶ مجموع الفتاوٰی (٤/ ٣٩٤) اور پھر اگر حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا مرکز فتنہ تھا تو پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب مسکن اور مدفن کیسے قرار پایا؟ (مترجم)

❷ مجموع الفتاوٰی (٤/ ٣٩٣).

❸ فتح الباری (٧/ ١٠٩).

❹ صحیح البخاری، حدیث نمبر (٣٨٢٠)

❺ فتح الباری (٧/ ١٣٩).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

((لَقَدْ فُضِّلَتْ خَدِيْجَةُ عَلَى نِسَاءِ أُمَّتِي .)) ❶

''خدیجہ کو میری امت کی خواتین پر فضیلت دی گئی ہیں۔''

ایک دوسری روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((أَفْضَلُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ خَدِيْجَةُ وَ فَاطِمَةُ وَ مَرْيَمُ وَاسِيَةُ .)) ❷

''خواتین جنت میں سب سے افضل خدیجہ، فاطمہ، مریم اور آسیہ ہیں۔''

ایک تیسری روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((حَسْبُكَ مِنْ نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ: مَرْيَمُ ابْنَةُ عِمْرَانَ ، وَ خَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ ، وَ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ ، وَ آسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ .)) ❸

''خواتین دنیا میں سے مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد اور فرعون کی بیوی آسیہ تمھارے لیے نمونہ کے لیے کافی ہیں۔''

پس پہلی روایت میں ''امت'' کی اضافت یائے متکلم کی طرف ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ امت مسلمہ کی جملہ خواتین میں سب سے افضل خدیجہ ہیں اور دوسری روایت کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ واضح وصریح نص ہے اس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔'' ❹ جب کہ تیسری روایت کے الفاظ بھی امت کی خواتین میں خدیجہ کی علی الاطلاق افضلیت پر دلالت کرتے ہیں۔

اسی طرح خاص فاطمہ رضی اللہ عنہا کی افضلیت پر دلالت کرنے والی یہ حدیث ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَا فَاطِمَةُ أَلَا تَرْضِيْنَ أَنْ تَكُوْنِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ ، أَوْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ .)) ❺

''اے فاطمہ! کیا تمھیں یہ پسند نہیں کہ تم مومن خواتین کی سردار، یا اس امت کی خواتین کی سردار بنو۔''

اور ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ:

((سَيِّدَةَ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ .)) ❻ ''یعنی جنتی خواتین کی سردار۔''

پس یہ روایت واضح اور صریح ہے اور اس میں کسی تاویل کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ اس حدیث کے الفاظ بصراحت یہ بتاتے ہیں کہ آپ امت مسلمہ کی خواتین اور اسی طرح جنتی خواتین کی سردار ہیں اور یہ ایسی فضیلت ہے جس میں فاطمہ اور ان کی والدہ رضی اللہ عنہما دونوں شریک ہیں، یعنی یہ دونوں امت مسلمہ کی خواتین میں سب سے افضل

---

❶ فتح الباری (۷/ ۱۳۵) مجمع الزوائد (۹/ ۲۲۳).

❷ الاحسان / ابن حبان (۹/ ۷۳) صحیح الجامع / ألبانی (۱/ ۳۷۱).

❸ فضائل الصحابة (۲/ ۷۵۵) حدیث نمبر (۱۳۲۵) شیخ البانیؒ نے اس کی تصحیح کی ہے، دیکھئے: تخریج المشکوٰة (۳/ ۱۷۴۵).

❹ فتح الباری (۷/ ۱۳۵).

❺ صحیح البخاری، حدیث نمبر (۶۲۸۵).

❻ فتح الباری (۷/ ۱۰۵).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور خواتین جنت میں بھی سب سے افضل ہیں، جیسا کہ نصوص حدیث میں وارد ہے۔ ❶

اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی افضلیت پر دلالت کرنے والی یہ حدیث ((فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ))...... ''عائشہ کی تمام عورتوں پر فضیلت ایسے ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔'' تو اس حدیث کے الفاظ عائشہ رضی اللہ عنہا کی افضلیت مطلقہ پر دلالت نہیں کرتے، جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی دیگر خواتین پر افضلیت کی صراحت نہیں ہے، اس لیے کہ دیگر کھانوں میں ثرید کی فضیلت صرف اس اعتبار سے ہے کہ اسے بنانا اور کھانا آسان اور لذیز ہوتا ہے اور یہی اس وقت کی سب سے عمدہ غذا تھی اور یہ خصوصیتیں اس بات کو مستلزم نہیں ہیں کہ ہر اعتبار سے یہ کھانا دیگر کھانوں سے افضل ہی ہو، بلکہ ممکن ہے کہ بعض دیگر اعتبارات سے دوسرے کھانے اس سے افضل ہوں۔'' ❷

تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث امت مسلمہ کی تمام خواتین میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی افضلیت کی دلیل ہے، لیکن خدیجہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہما کے بعد، کیونکہ ان دونوں کے متعلق واضح اور صریح دلیل موجود ہے اور اسی دلیل نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی افضلیت کو مقید کر دیا ہے۔ ❸

○ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جس میں ہے کہ انھوں نے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: ''لوگوں میں آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہیں؟'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عائشہ''۔ ❹

حافظ ابن حبان نے اس حدیث کے بارے میں اشارہ کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جواب آپ کی ازواج مطہرات کے ساتھ مقید ہے، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں آپ کو سب سے زیادہ محبوب عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں، چنانچہ آپ اپنی صحیح میں باب باندھتے ہیں: ((ذِكْرُ خَبْرٍ وَهِمَ فِي تَاوِيْلِهِ مَنْ لَمْ يُحْكِمْ صَنَاعَةَ الْحَدِيْثِ.)) (اس حدیث کا ذکر جس کی تاویل میں ان لوگوں کو وہم ہوا ہے جو فن حدیث کا ماہر نہیں ہیں) اور اس میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی حدیث اس طرح نقل کرتے ہیں: ''میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! لوگوں میں آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟'' آپ نے جواب دیا: ''عائشہ'' میں نے کہا: ''میں عورتوں کے بارے میں نہیں پوچھ رہا ہوں بلکہ مردوں کے بارے میں میرا سوال ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''ابوبکر'' یا فرمایا: ''ان کے باپ۔'' حافظ ابن حبان اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد یہ عنوان قائم کرتے ہیں: ((ذِكْرُ الْخَبْرِ الدَّالِ عَلَى أَنَّ يَخْرُجَ هٰذَا السَّوَالِ وَالْجَوَابِ مَعًا كَانَ عَنْ أَهْلِهِ دُوْنَ سَائِرِ النِّسَاءِ مِنْ فَاطِمَةَ وَ غَيْرِهَا.)) (اس حدیث کا ذکر جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ سوال و جواب آپ کی بیوی سے متعلق تھا نہ کہ دیگر تمام عورتوں فاطمہ رضی اللہ عنہا وغیرہ سے متعلق) چنانچہ اس کے بعد آپ رحمہ اللہ اپنی ہی سند سے انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث

❶ العقیدة فی أهل البیت ص (٩٧).
❷ فتح الباری (٧/ ١٠٧) نیز (٦/ ٤٤٧).
❸ العقیدة فی أهل البیت ص (٩٧).
❹ صحیح البخاری، حدیث نمبر (٤٣٥٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: ''لوگوں میں آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''عائشہ'' آپ سے عرض کیا گیا کہ آپ کے اہل خانہ کے بارے میں ہم نہیں پوچھ رہے ہیں، تب آپ نے فرمایا: "فأبوها" ......''ان کے باپ''❶

بہرحال ان روایات کے اجمالی جائزہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ فضل ومنقبت رکھنے میں عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقام خدیجہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بعد ہے، اس لیے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمومی افضلیت پر دلالت کرنے والی جو دلیل بھی وارد ہے وہ خدیجہ اور فاطمہ کی افضلیت میں وارادشدہ روایات سے مقید ہے۔ ہر چند کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی افضلیت خدیجہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بعد ہے، لیکن علم وبصیرت کے میدان میں آپ رضی اللہ عنہا کا جو مقام ہے وہ فاطمہ اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بالمقابل آپ ہی کا حصہ ہے، لیکن فضائل میں کسی خصوصیت کے ثبوت سے مطلق افضلیت لازم نہیں آتی۔❷ بہرحال ان خواتین میں کسی کے کسی پر افضلیت پانے سے مفضولہ خاتون پر طعن وتشنیع کا جواز نہیں ملتا، بلکہ یہ ان تینوں خواتین یعنی خدیجہ، فاطمہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے بلند مرتبہ ہونے کی دلیل ہے، اس لیے کہ یہ اختلاف انھیں امت کی افضل ترین خواتین کی فہرست سے خارج نہیں کرتا بلکہ مجموعی اعتبار سے امت مسلمہ کی تمام خواتین پر ان تینوں کی افضلیت ثابت کرتا ہے، اگر فضل ورتبہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کو امت کی خواتین میں تیسرا ہی درجہ مل رہا ہے تو اس میں آپ کی کون سی ہتک ہورہی ہے، یہ تو ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا احترام وتقدس داعی ہے نہ کہ انھیں طعن وتشنیع کے ذریعے سے اپنی بدطینتی کا ہدف بنانے کا جیسا کہ شیعہ وروافض کررہے ہیں۔❸

کیا ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے جنگ جمل میں مسلمانوں کی خون ریزی کو حلال کیا تھا؟

یہ بات گزر چکی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس مقصد سے ہرگز نہیں نکلی تھیں اور نہ آپ نے قتال کا ارادہ کیا تھا، امام زھری رحمہ اللہ آپ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ انھوں نے جنگ جمل کے بعد فرمایا:

> ''میں چاہتی تھی کہ میرا وجود لوگوں کے درمیان ایک رکاوٹ بن کر حائل ہوجائے، میں نہیں گمان کرتی تھی کہ لوگوں میں قتال ہوگا، اگر مجھے اس کا علم ہوتا تو میں کبھی یہ قدم نہ اٹھاتی۔''❹

پس اس قدر صریح اور صحیح روایات کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مسلمانوں کا قتال حلال کردیا تھا، یکسر غلط ہے۔ ایسی باتوں کی اساس شیعہ وروافض کی وضع کردہ وہ روایات ہیں جنھوں نے اسلام کی ابتدائی تاریخ کو مسخ کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ اور طلحہ، زبیر، عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے درمیان جو محاذ آرائی ہوئی وہ خانہ جنگی تھی۔ بعض مصنفین ایسی باتوں سے زیادہ ہی متاثر ہوئے اور انھوں نے یہاں تک لکھ ڈالا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے مقصد (یعنی لڑائی کے ارادہ) کو چھپائے رکھا۔ یہ مصنفین اس مسئلہ کو ایک ''منظم خانہ جنگی'' تصور کرتے ہیں، لیکن ہمیں ان پر برافروختہ ہونے کی چنداں ضرورت نہیں ہے، کیونکہ اس سلسلہ میں جو بھی مصنف

❶ الإحسان بترتیب صحیح ابن حبان (۹/ ۱۱). ❷ فتح الباری (۷/ ۱۰۸) العقیدۃ فی أهل البیت ص (۹۸).
❸ الانتصار للصحب والآل ص (٤٦١). ❹ المغازی / الزهری ص (١٥٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یا قلمکار اس موضوع کی مجروح وموضوع روایات سے معلومات حاصل کرے گا اور ''الامامة و السیاسة''، ''کتاب الاغانی''، ''مروج الذهب''، ''تاریخ الیعقوبی'' اور جارج زیدان کی ''تاریخ التمدن الاسلامی'' جیسی غیر معتمد کتابوں پر اعتماد کرے گا اس کے نوک قلم سے ایسی باتوں کا صادر ہونا ایک طبعی چیز ہے۔ ❶

ایک حدیث کی تحقیق:

سیّدہ عائشہ اور علی رضی اللہ عنہما کے درمیان لڑائی کے متعلق بعض لوگوں کے یہاں ایک روایت مشہور ہے:

((تُقَاتِلِینَ عَلِیًّا وَ أَنْتِ لَهُ ظَالِمَةٌ .))

''تم علی سے قتال کروگی، اس حال میں کہ تم ہی ظالم ہوگی۔''

یہ ایسی روایت ہے جس کا حدیث کی کسی معتمد کتاب میں کہیں وجود نہیں اور نہ ہی اس کی کوئی سند ہے، چہ جائے کہ ہم اسے جھوٹی اور من گھڑت روایات کے قریب ترین کہیں، قطعیت سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ روایت سراسر جھوٹ ہے، اس لیے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نہ قتال کیا اور نہ اس کے لیے نکلی تھیں، آپ کے نکلنے کا مقصد صرف ایک تھا، یعنی لوگوں کے درمیان مصالحت، نہ خود لڑائی میں شریک ہوئیں، نہ کسی کو لڑنے کا حکم دیا، اخبار و روایات کے معرفت رکھنے والے کئی ایک علما نے یہی بات کہی ہے۔ ❷

امیر المومنین علی، عائشہ رضی اللہ عنہا کو بحفاظت احترام واعزاز سے ان کے گھر (مدینہ) پہنچاتے ہیں:

جنگ ختم ہوجانے کے بعد علی رضی اللہ عنہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے سواری، دیگر ضروریات اور زادِ سفر مہیا کیا، ان کے ساتھ جو لوگ بصرہ آئے تھے اور بچ گئے تھے اور جانے کو تیار تھے، ان کو بھی تیار کیا، البتہ ان میں سے جن لوگوں نے بصرہ میں قیام کو پسند کیا وہ رک گئے، آپ نے بصرہ کی معروف ومشہور چالیس عورتوں کو بھی عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ روانہ کیا اور محمد بن ابوبکر سے کہا: اپنی بہن کے ساتھ سفر کی تیاری کرو، جب کوچ کا دن آیا تو علی رضی اللہ عنہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھیں رخصت کرنے کے لیے کھڑے ہوئے، لوگ بھی حاضر ہوئے، عائشہ رضی اللہ عنہا باہر تشریف لائیں اور لوگوں کو رخصت کیا، اس وقت آپ رضی اللہ عنہا نے لوگوں سے فرمایا: اے میرے بیٹو! ہم جلد بازی میں ایک دوسرے کے خلاف کھڑے ہوگئے، آئندہ ہمارے ان اختلافات کے باعث کوئی شخص ایک دوسرے پر زیادتی نہ کرے، اللہ کی قسم! میرے اور علی کے درمیان شروع سے کوئی اختلاف کبھی نہ تھا، البتہ عورت اور اس کے سسرالی رشتہ داروں کے درمیان جو بات عام طور سے ہوا کرتی ہے وہی تھی۔ فی الحقیقت وہ میرے نزدیک نیک اور اچھے آدمی ہیں، اس کے بعد علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے مخاطب ہوکر فرمایا: ''اے لوگو! اللہ کی قسم ام المومنین نے سچ فرمایا اور اچھی بات کہی، میرا اوران کا اختلاف واقعتاً اسی قسم کا تھا، اور عائشہ رضی اللہ عنہا دنیا وآخرت میں تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں۔''

❶ تفصیل کے لیے دیکھیں: دراسة و تحلیل للعهد النبوی الأصیل / تالیف: محمد جمیل زینو اور الجزبیة السیاسة، تالیف: ریاض عیسیٰ، نیز ''الحریم السیاسی، النبی والنساء، اور الدولة العربیة، تالیف: فلهوزن، بحواله دور المرأة السیاسی ص (٤٤٢).

❷ منهاج السنة (٢/ ١٨٥).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بہر حال آپ رضی اللہ عنہا نے شروع رجب ۳۶ھ بروز ہفتہ بصرہ سے کوچ کیا، کئی میل تک علی رضی اللہ عنہ انھیں چھوڑ نے آئے اور اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ ایک دن تک ام المومنین کا ساتھ دینے کے بعد واپس آئیں۔ ❶ عائشہ رضی اللہ عنہا کے تئیں علی رضی اللہ عنہ کے اس کریمانہ برتاؤ سے ہم بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو کتنے عمدہ انداز میں نبھایا کہ ((اِنَّـهُ سَیَکُوْنُ بَیْنَكَ وَ بَیْنَ عَائِشَةَ أَمْرٌ)) تمھارے اور عائشہ کے درمیان تلخی ہو سکتی ہے۔ علی رضی اللہ عنہ نے حیرت سے پوچھا: اے اللہ کے رسول مجھ سے اور ان سے؟ آپ نے فرمایا: نعم، ہاں۔ علی رضی اللہ عنہ نے پھر پوچھا: میرے اور ان کے درمیان؟ آپ نے فرمایا: نعم، ہاں۔ تب علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول تب تو میں سب سے بد بخت نکلا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا، وَ لٰكِنْ إِذَا كَانَ ذٰلِكَ فَارْدُدْهَا إِلَى مَأْمَنِهَا.)) ❷

''نہیں، جب وہ صورت پیش آجائے گی تو عائشہ کو ان کے گھر تک پہنچا دینا۔''

واضح رہے کہ اس مقام پر کچھ لوگ یہ کہہ کر غلطی کر بیٹھتے ہیں کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا واقعہ افک میں علی رضی اللہ عنہ کے موقف سے کبیدہ خاطر تھیں اور اس کا انتقام لینا چاہتی تھیں، کیونکہ جب منافقین نے آپ رضی اللہ عنہا کی دامن عزت کو نشانہ بنایا تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جدا کرنے کے بارے میں علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیا تھا، تو آپ نے مشورہ دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ نے آپ کے لیے راستہ کھول رکھا ہے، ان کے علاوہ بہت سی عورتیں ہیں، اور اگر آپ باندی سے دریافت کریں تو وہ آپ کو سچ سچ بتائے گی۔ ❸

حالانکہ آپ کا یہ مشورہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی رنجش کی بنا پر نہ تھا، بلکہ آپ نے قصداً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو کو ترجیح دی تھی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی غیرت مند انسان تھے، چنانچہ علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک بے ہودہ تہمت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم شدید رنج وغم جھیل رہے ہیں، تو آپ نے سوچا کہ فوری طور پر عائشہ رضی اللہ عنہا کی جدائی آپ کے رنج والم کو ہلکا کر سکتی ہے، اس لیے مناسب ہے کہ جب تک عائشہ کی براءت ثابت نہ ہو جائے انھیں اپنی زوجیت سے جدا کر رکھیں۔ علی رضی اللہ عنہ کے اس مشورہ سے ایک اصولی بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ یہ کہ دو برائیوں میں سے بڑی برائی کو دور کرنے کے لیے چھوٹی برائی کا ارتکاب کیا جا سکتا ہے۔ ❹

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مصلحت کا تقاضا یہی ہے کہ آپ عائشہ رضی اللہ عنہا کو جدا کر دیں، آپ اس نتیجہ پر اس وقت پہنچے جب دیکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سخت الجھن سے دوچار ہیں، بنا بریں آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسکین خاطر کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ کے لیے مکمل خیر خواہی کا ثبوت دیا۔ ❺ دوسری طرف علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں عائشہ رضی اللہ عنہا کوئی ایک حرف بھی ایسا نہیں استعمال کیا جس سے یہ بات

---

❶ تاریخ الطبری (٥/ ٥٨١). ❷ مسند أحمد (٦/ ٣٩٣) اس کی سند حسن ہے۔

❸ صحیح البخاری، حدیث نمبر (٤٧٨٦). ❹ دور المرأة السیاسی ص (٤٦٢).

❺ شرح النووی علی صحیح مسلم (٥/ ٦٣٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سمجھ میں آتی ہو کہ آپ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے اخلاق و کردار کو ہدف ملامت بنایا ہو، یا آپ کی شان میں گستاخی کی ہو، آپ نے ایک طرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مشورہ دیا کہ اللہ نے آپ کے لیے راستہ کھول رکھا ہے، تو دوسری طرف اس کے فوراً بعد خیر خواہی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا: اور آپ باندی سے پوچھ لیں وہ آپ کو حقیقت حال بتائے گی۔ ❶ گویا آپ نے جدا کرنے سے پہلے حقیقت حال معلوم کر لینے کا مشورہ دیا، چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لونڈی سے پوچھا جو کہ بیشتر اوقات میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رہتی تھی، اور اس نے بتایا اور یقین دلایا کہ میں عائشہ کے بارے میں صرف خیر ہی جانتی ہوں۔ پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی دن باہر نکلے، اور عبداللہ بن ابی سے بدلہ لینے پر مسلمانوں کو ابھارتے ہوئے کہا:

((يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ مَنْ يَعْذُرُنِي مِنْ رَجُلٍ بَلَغَنِي أَذَاهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي ، فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا خَيْرًا .)) ❷

''اے مسلمانو! کون ہے جو اس شخص سے میرا بدلہ لے جس نے میرے گھر والوں (بیوی) کے بارے میں مجھے تکلیف پہنچائی ہے، اللہ کی قسم! میں اپنی بیوی میں بھلائی کے سوا اور کچھ نہیں دیکھتا۔''

اگر غور کیا جائے تو علی رضی اللہ عنہ کا مشورہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مفاد میں نظر آتا ہے، اس لیے کہ ان کے مشورہ کے بعد جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لونڈی سے دریافت کیا تو اپنی بیوی کے بارے میں آپ کو پہلے سے جس خیر کی توقع تھی اس میں مزید اطمینان و یقین حاصل ہو گیا۔ ❸ ایسی بات ہرگز نہیں ہے کہ واقعۂ افک میں علی رضی اللہ عنہ کے موقف نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو کبیدہ خاطر کیا ہو اور آپ اس کی وجہ سے علی پر ناراض رہی ہوں، یا ان کے خلاف کینہ و نفرت کی بنیاد پر انھیں قصداً قتل عثمان میں ملوث کر دیا ہو۔ اور پھر مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ آپ کے خلاف علم بغاوت لے کر اٹھ کھڑی ہوئی ہوں، جیسا کہ روافض شیعہ کی جھوٹی روایات سے متاثر بہت سے مولفین کا خیال ہے۔

جنگ جمل پر احساس ندامت:

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اسی طرح بیشتر گزرے ہوئے مسلمانوں نے اپنی باہمی قتال و جدال پر احساس ندامت ہوتی، چنانچہ طلحہ رضی اللہ عنہ نادم ہوئے اور زبیر و علی رضی اللہ عنہما وغیرہ بھی نادم ہوئے۔ جنگ جمل کے دن ان لوگوں نے لڑائی کا ارادہ نہیں کیا تھا، پس اچانک اور غیر ارادی طور پر یہ حادثہ رونما ہوا تھا۔'' ❹ اس کے دلائل یہ ہیں کہ:

- جب امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ تلواریں لوگوں کو کاٹ رہی ہیں تو فرمایا: کاش کہ میں آج سے بیس سال پہلے مر گیا ہوتا۔ ❺

❶ صحيح البخاري، حديث نمبر (٤٧٨٦). ❷ صحيح البخاري، حديث نمبر (٤٧٨٦).

❸ دور المرأة السياسي ص (٤٦٢).

❹ المنتقى من منهاج الاعتدال في نقض كلام أهل الرفض و الاعتزال / محى الدين الخطيب ص (٢٢٢).

❺ الفتن/ نعم بن حماد (١/ ٨٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

- نعیم بن حماد اپنی سند سے حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے سلیمان بن صرد سے کہا: جب جمل کی لڑائی شدت اختیار کر گئی تو میں نے دیکھا کہ علی رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے: اے حسن! میں چاہتا ہوں کہ کاش آج سے بیس سال قبل مر گیا ہوتا۔ ❶
- حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے کچھ اور کرنا چاہا تھا، لیکن یکے بعد دیگرے حادثات پیش ہوتے گئے اور آپ کو ان سے نکلنے کا موقع نہ مل سکا۔ ❷
- سلیمان بن صرد، حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب علی رضی اللہ عنہ کی نگاہ تلواروں پر پڑی کہ وہ لوگوں میں اتر چکی ہیں تو آپ کو کہتے ہوئے سنا: اے حسن! کیا یہ سب ہم میں ہو رہا ہے؟ اے کاش کہ اس سے بیس سال قبل اور بعض روایات میں ہے کہ چالیس سال قبل مر گیا ہوتا۔ ❸
- سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں روایات میں آتا ہے کہ جب آپ واقعۂ جمل کو یاد کرتیں تو کہتیں: کاش کہ میں اس سے کنارہ کش رہنے والے صحابہ کی طرح الگ ہی رہتی اور میرے بطن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دس سے زائد اولادیں ہوتیں، سب کی سب عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام، اور عبداللہ بن زبیر جیسی ہوتیں۔ ❹
- عائشہ رضی اللہ عنہا جب اللہ کے فرمان ﴿ وَ قَرۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ ﴾ (الاحزاب: ۳۳) (تم اپنی گھروں یں ٹھہری رہو) کو پڑھتیں تو اس قدر روتیں کہ دوپٹہ آنسوؤں سے تر ہو جاتا۔ ❺
- سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں چاہتی ہوں کہ کاش میرے بطن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیس اولادیں ہوتیں، سب کی سب عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام کی طرح ہوتیں، میں ان سب کو گم پاتی اور جمل کے دن حاضر نہ ہوتی۔ ❻
- امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عائشہ رضی اللہ عنہا نے قتال نہیں کیا اور نہ ہی اس مقصد سے نکلی تھیں، آپ کا مقصد تو صرف اصلاح بین المسلمین تھا، انھوں نے سوچا تھا کہ میرے جانے میں مسلمانوں کا مفاد پوشیدہ ہے، لیکن حالات کا سامنا کرنے کے بعد آپ کے سامنے یہ بات واضح ہوگئی کہ نہ جانا ہی بہتر تھا، چنانچہ جب آپ اپنے نکلنے کو سوچتی تھیں تو اس قدر روتیں کہ آپ کا دوپٹہ آنسوؤں سے تر ہو جاتا۔ تمام گزشتہ مسلمانوں کی یہی حالت تھی کہ جب وہ اپنی باہمی لڑائی کو سوچتے تو ندامت میں ڈوب جاتے، طلحہ رضی اللہ عنہ نادم ہوئے اور زبیر و علی رضی اللہ عنہما بھی بہت شرمندہ ہوئے، جنگ جمل کے موقع پر ان لوگوں کا ارادہ لڑائی کرنا نہیں تھا، بلکہ وہ ایک ایسا حادثہ تھا جو اچانک رونما ہوا اور غیر ارادی طور پر اس سے نمٹنا پڑا۔ ❼

---

❶ الفتن/ نعیم بن حماد (۱/ ۸۰).
❷ الفتن/ نعیم بن حماد (۱/ ۸۱).
❸ احداث و احادیث فتنة الهرج ص (۲۱۷).
❹ الفتن / نعم بن حماد (۱/ ۸۱).
❺ سیر أعلام النبلاء (۲/ ۱۷۷) الطبقات (۸/ ۸۱).
❻ التمهید/ الباقلانی ص (۲۳۲) عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام مخزومی شریف ترین اور بنو مخزوم کے نہایت معزز لوگوں میں سے تھے، معاویہ رضی اللہ عنہ سے پہلے آپ کی وفات ہوئی۔
❼ المنتقیٰ من منهاج الاعتدال ص (۲۲۲، ۲۲۳).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

○ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس میں کوئی شک نہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا بصرہ اپنی روانگی اور جنگ جمل میں موجودگی پر مکمل طور سے نادم ہوئیں، آپ نے نہیں سوچا تھا کہ معاملہ اس حد تک پہنچ جائے گا۔ ❶

زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی سیرت وشہادت پر ایک نظر

زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا نام ونسب اس طرح ہے: ابوعبداللہ زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب القرشی الاسدی۔ ❷ آپ کا سلسلہ نسب قصی بن کلاب تک پہنچ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب سے مل جاتا ہے۔ آپ حواری رسول اور آپ کی پھوپھی کے صاحبزادے ہیں، آپ کی ماں صفیہ بنت عبدالمطلب ہیں، جنت کے بشارت یافتہ خوش نصیبوں اور ممبران شوریٰ میں سے ہیں (جنھیں خلافت کے لیے عمر رضی اللہ عنہ نے نامزد کیا تھا)۔ ❸ عنفوان شباب یعنی سولہ (۱۶) سال کی عمر میں اسلام لے آئے۔ ❹ غزوات رسول میں کسی غزوہ سے پیچھے نہیں رہے۔ ❺ اسلام لانے کے بعد کفار کی طرف سے مختلف ایذا رسانیوں کا سامنا کیا، روایات میں ہے کہ آپ کے چچا آپ کو چٹائی میں لپیٹ کر دھواں دیتے اور کہتے اسلام سے باز آ! کفر کی طرف لوٹ جا! اور زبیر رضی اللہ عنہ جواب دیتے میں کفر کی طرف ہرگز نہ لوٹوں گا۔ ❻

۱۔ اللہ کے راستے میں سب سے پہلے تلوار سونتی:

سعید بن مسیب رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ اللہ کی خاطر سب سے پہلے زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار سونتی۔ واقعہ یوں ہے کہ آپ مطابخ کی گھاٹی میں قیلولہ کر رہے تھے، اچانک آپ نے فضا میں یہ آواز سنی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل کر دیے گئے، آپ نے فوراً اپنی تلوار کو بے نیام کیا اور اسے سونت کر گھر سے نکل پڑے، راستے میں بالکل آمنے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ((مَا شَأْنُكَ يَا زُبَيْر؟)) اے زبیر! کیا بات ہے؟ زبیر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں نے سنا کہ آپ شہید کر دیے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((فَمَا كُنْتَ صَانِعًا؟)) پھر تم کیا کرنے والے تھے؟ زبیر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اللہ کی قسم! میں بلا امتیاز اہل مکہ کو قتل کرتا۔ یہ جواب سن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے خیر کی دعا فرمائی۔ سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے یقین ہے کہ ان کے حق میں دعائے نبوی اللہ کے نزدیک ضائع نہ ہوگی۔ ❼

۲۔ ہجرت حبشہ:

جب اہل قریش کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے لیے ایذا رسانیاں بڑھ گئیں تو

❶ سیر أعلام النبلاء (۲/ ۱۷۷). ❷ الإصابة (۱/ ۵۲۶-۵۲۸).

❸ الطبقات الکبریٰ (۳/ ۱۰۰) الاصابة (۱۵/ ۵۲۶-۵۲۸).

❹ سیر أعلام النبلاء (۱/ ٤۱). ❺ سیر السلف (۱/ ۲۲٦) یہ روایت مرسل ہے۔

❻ المعجم الکبیر / طبرانی (۱/ ۱۲۲).

❼ فضائل الصحابة (۲/ ۹۱٤) حدیث نمبر (۱۲٦۰) اس کی سند ضعیف یعنی حسن لغیرہ ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو حبشہ ہجرت کر جانے کا مشورہ دیا، تاکہ وہاں کے عدل پرور نجاشی بادشاہ کی حفاظت میں اطمینان سے رہ سکیں۔ چنانچہ وہاں کی سکونت ان کے لیے باعث خیر واطمینان ثابت ہوئی اور بادشاہ بھی نہایت خیر خواہ حاکم نکلا۔ اس طرح یہ مہاجرین صحابہ وہاں امن واطمینان کی زندگی گزار رہے تھے کہ اسی دوران ایک حبشی نے نجاشی کا تخت الٹنے کی کوشش کی، مسلمان یہ صورت حال دیکھ کر سخت غمگین ہوئے اور یہ خطرہ محسوس کرنے لگے کہ کہیں نجاشی کی شکست نہ ہو جائے اور تختہ الٹنے والا کامیاب ہو جائے، پھر صحابہ کی اس مقدس جماعت کے حقوق واحترام کو وہ نہ جان سکے۔ اس لیے ان صحابہ کرام نے سوچا کہ کیوں نہ دریائے نیل کی ساحل پر حبشہ کے اقتدار کے لیے لڑی جانے والی اس جنگ کی خبریں معلوم کی جائیں۔ ❶ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ پھر صحابہ کرام نے آپس میں کہا کہ کون ہے جو میدان جنگ تک جائے اور واپس آ کر وہاں کے حالات سے ہمیں مطلع کرے؟ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا: میں یہ ذمہ داری قبول کرتا ہوں۔ صحابہ نے کہا: ٹھیک ہے تم جاؤ، آپ اس وقت اس جماعت میں سب سے نوجوان تھے، چنانچہ انھوں نے ایک مشکیزہ میں آپ کے لیے ہوا بھر دی اور آپ نے اسے اپنے سینے سے باندھ لیا اس پر تیرتے ہوئے دریا کے دوسرے کنارے پر جہاں جنگ لڑی جا رہی تھی پہنچ گئے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اِدھر ہم اللہ تعالیٰ سے برابر نجاشی کی فتح اور دشمن کی شکست کے لیے دعائیں کر رہے تھے اور ہمیں توقع تھی کہ بالآخر یہی ہوگا، اتنے میں دور سے زبیر کے کپڑوں کی چمک نظر آئی، وہ دوڑتے ہوئے آ رہے تھے اور کہہ رہے تھے اے لوگو! خوش ہو جاؤ، نجاشی کو فتح ہوگئی اور اللہ نے اس کے دشمن کو ہلاک کر دیا، حبشہ کا اقتدار نجاشی کے ہاتھ میں دے دیا ہے۔ ❷

جب زبیر رضی اللہ عنہ حبشہ سے لوٹ کر مکہ آئے تو آغوش نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں زندگی بسر کرنے لگے اور وہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کی تعلیمات اور اس کے اوامر ونواہی کو سیکھتے رہے، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت کی تو زبیر رضی اللہ عنہ قافلۂ ہجرت میں شامل رہے۔

۳۔ غزوۂ بدر میں:

زبیر رضی اللہ عنہ ایک پیش پیش رہنے والے شہ سوار اور نڈر بہادر تھے، کسی غزوہ سے پیچھے نہیں رہے، وہ آپ کو ہر معرکہ میں نظر آئیں گے۔ آپ کی بہادری محیر العقول اور جواں مردی بے مثال تھی، خلوص وللّٰہیت کے پیکر اور اسلام کی سربلندی کے لیے قربان ہو جانے کو تیار رہتے تھے۔

آپ نے اللہ کے راستے میں بہت کچھ لٹایا، اپنی جان اور مال اللہ کے لیے وقف کر دیا تھا، جس کے بدلے اللہ نے آپ کو دنیا وآخرت میں اعزاز بخشا، غزوۂ بدر کے موقع پر زرد رنگ کا عمامہ سر پر اور اس کا پلہ منہ پر لپیٹے ہوئے تھے۔ عروہ کا بیان ہے کہ بدر والے دن زبیر کے سر پر زرد رنگ کا عمامہ تھا، جبریل علیہ السلام اس موقع پر زبیر رضی اللہ عنہ کی

---

❶ السیرة النبویة / ابن هشام (١/ ٢٧٩) أصحاب الرسول (١/ ٢٧٤).

❷ السیرة النبویة / ابن هشام (١/ ٢٧٩) أهل الشوریٰ و السنة / ریاض العبد الله ص (٦٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شکل و شباہت میں اترے۔ ❶ پس یہ اتنی عظیم منقبت ہے کہ دنیا سے اس کا موازنہ ہی نہیں کیا جا سکتا۔ عامر بن صالح بن عبداللہ بن زبیر رحمہ اللہ اس فضل ومنقبت کو یوں سراہتے ہیں:

جَدِّي ابْنُ عَمَّةِ أَحْمَدَ وَ وَزِيْرُهُ　　عِنْدَ الْبَلَاءِ وَ فَارِسُ الشَّقْرَاءِ

''میرے دادا، احمد (ﷺ) کے پھوپھی زاد بھائی، مشکلات کے ان کے مشیر و معاون اور سرخ رنگ گھوڑے کے شہسوار تھے۔''

وَ غَدَاةَ بَدْرٍ كَانَ أَوَّلُ فَارِسٍ　　شَهِدَ الْوَغَى فِي اللَّامَةِ الصَّفْرَاءِ

''بدر کے روز آپ پہلے شہ سوار تھے جو زرد زرہ میں ملبوس میدان کارزار میں کود پڑے۔''

نَزَلَتْ بِسِيْمَاهُ الْمَلَائِكُ نُصْرَةً　　بِالْحَوْضِ يَوْمَ تَأَلُّبِ الْأَعْدَاءِ ❷

''دشمنوں کے حملے والے دن فرشتے ان کی شکل و شباہت میں چشمہ بدر پر (مسلمانوں کے) مددگار بن کر اترے۔''

زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ غزوۂ بدر کے موقع پر عبیدہ بن سعید بن عاص کا میرا سامنا ہو گیا، وہ ہتھیاروں سے بالکل مسلح تھا، صرف اس کی دونوں آنکھیں نظر آ رہی تھیں، وہ ابوذات الکرش کی کنیت سے مشہور تھا، اس نے کہا: میں ابوذات الکرش ہوں، میں نے اس پر حملہ کر دیا اور اس کی آنکھ میں نیزہ دھنسا دیا اور وہ مر گیا، پھر میں نے اسے اپنے قدموں سے روندا، پھر پوری طاقت کے ساتھ اپنے نیزے کو اس کے جسم سے نکال لیا، اس کی دھار مڑ چکی تھی، اسے رسول اللہ ﷺ نے مانگ لیا تو دے دیا، جب آپ ﷺ کی وفات ہو گئی تو اسے واپس لے لیا، لیکن جب ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے اس نیزے کو مانگ لیا، پھر جب آپ کی بھی وفات ہو گئی تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے مانگ لیا، اس طرح یکے بعد دیگر خلفائے راشدین کے ہاتھوں منتقل ہوتے ہوئے عثمان اور پھر آل علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا، پھر اسے آل علی سے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے مانگ لیا اور ان کی شہادت تک یہ نیزہ ان کے پاس رہا۔ ❸

یہ روایت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی نشانہ بازی میں مہارت کی دلیل ہے، کیونکہ نہایت تنگ جگہ میں اور ایسی حالت میں جب کہ حملہ کرنے کے ساتھ ساتھ خود کو بچانا بھی تھا، آپ اس آدمی کی آنکھ پر ہتھیار چلانے میں صد فیصد کامیاب رہے، اس پر نشانہ سادھنا آسان نہ تھا، کیونکہ اس نے اپنے پورے جسم کو لوہے کے حفاظتی لباس اور ہتھیاروں سے چھپائے تھا، پھر آپ اس کی ایک آنکھ پر کاری ضرب لگا کر اسے موت کے گھاٹ اتارنے میں کامیاب رہے، ایک ہی ضرب کی یہ موت بتاتی ہے کہ زبیر رضی اللہ عنہ جسمانی اعتبار سے بہت طاقت ور تھے اور نشانہ بازی میں جو مہارت حاصل تھی وہ تو الگ۔ ❹

---

❶ المعجم الكبير / الطبراني ، حديث نمبر (٢٣٠) یہ حدیث مرسل ہے اور صحیح الاسناد ہے، سير أعلام النبلاء (١/ ٤٦).

❷ تاريخ الإسلام / عهد الخلفاء الراشدين ص (٥٠١).

❸ صحيح البخاري/ المغازي، حديث نمبر (٣٩٩٨) ❹ التاريخ الإسلامي (٤/ ١٦٣).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

غزوۂ بدر کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو شہ سوار تھے، ان میں ایک زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ تھے جو میمنہ پر تھے اور دوسرے مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ تھے جو میسرہ پر تھے۔ ❶

۳۔ غزوۂ احد میں:

زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد میں میرے لیے اپنے والدین کو جمع کیا یعنی ((فِدَاكَ أَبِيْ وَ أُمِّي)) (میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں) فرمایا۔ ❷ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے غزوۂ احد میں اپنی جاں بازی اور سرفروشی کا مظاہرہ کیا، آپ ثابت قدمی، عزیمت اور اللہ کے راستے میں شہادت کی تڑپ کے لیے مشہور تھے۔ اس غزوہ میں ابودجانہ انصاری رضی اللہ عنہ کے مجاہدانہ کردار کی منظر کشی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب دونوں لشکر آپس میں ٹکرا گئے اور جنگ کی آگ بھڑک اٹھی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کی حوصلہ افزائی کرنے اور انھیں جنگ پر ابھارنے میں مصروف تھے تب آپ نے اپنے ہاتھ میں تلوار لی اور فرمایا: ((مَنْ يَّاخُذُ مِنِّيْ هٰذَا؟)) کون ہے جو اسے مجھ سے لے گا؟ تمام صحابہ نے ہاتھ پھیلا دیے اور میں لوں گا، میں لوں گا، کہتے ہوئے لپکے، ان میں زبیر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ تب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((فَمَنْ يَّاخُذُهُ بِحَقِّهِ؟)) کون ہے جو اسے لے کر اس کا حق ادا کرے گا؟ صحابہ قدرے تردد میں پڑ گئے، تب تک سماک بن خرشہ یعنی ابودجانہ پوچھنے لگے: اے اللہ کے رسول اس کا حق کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((أَنْ تَضْرِبَ بِهِ الْعَدُوَّ حَتّٰى يَنْحَنِيْ)) اس سے دشمن پر ایسی وار ہو کہ اس کی دھار مڑ جائے، ابودجانہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں اسے اس کا حق دوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تلوار انھیں دے دی، وہ بہت بہادر آدمی تھے۔ جنگ میں نہایت اکڑ کر چلتے تھے، دوران جنگ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ ان پر پڑی تو آپ نے دیکھا کہ وہ دونوں صفوں میں تکبر کی چال چل رہے ہیں، تو آپ نے فرمایا:

((إِنَّهَا لَمَشْيَةٌ يُبْغِضُهَا اللّٰهُ إِلَّا فِيْ هٰذَا الْمَوْطِنِ.)) ❸

''اللہ تعالیٰ اس چال کو ناپسند کرتا ہے مگر اس جگہ کے علاوہ۔''

زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ غزوۂ احد کے موقع پر ابودجانہ کے کردار کو سراہتے ہوئے فرماتے ہیں۔ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تلوار مانگی تو آپ نے اسے مجھے نہ دے کر ابودجانہ کو دے دی تو میرے دل میں غصہ آیا اور میں نے ٹھان لیا کہ دیکھتا ہوں ابودجانہ کیا کر دکھاتے ہیں، چنانچہ میں ان کے پیچھے لگا رہا، انھوں نے سرخ رنگ کی ایک پٹی نکالی اور اسے اپنے سر پر لپیٹ لیا، انصار صحابہ یہ دیکھتے ہی کہنے لگے ابودجانہ نے اب موت کی پٹی نکال لی ہے، وہ

---

❶ سیر اعلام النبلاء (۱/ ۴۶) یہ روایت مرسل ہے۔

❷ فضائل الصحابة (۲/ ۹۱۸) حدیث نمبر (۱۲۶۷) اسنادہ صحیح۔ آگے غزوۂ خندق کے بیان میں مصنف نے صحیح بخاری کی روایت بیان کی ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق میں بیان فرمائی تھی نہ کہ غزوۂ احد میں فضائل صحابہ اس وقت ہمارے پاس نہیں ہے جس کی طرف مراجعت کی جا سکے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ دونوں ہی موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی ہو۔ (مترجم)

❸ صحیح مسلم / فضائل الصحابة، حدیث نمبر (۲۴۷۰).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لوگ یہی دہراتے رہے، اور ابودجانہ یہ شعر گنگناتے ہوئے نکل پڑے:

أَنَا الَّذِيْ عَاهَدَنِيْ خَلِيْلِيْ وَنَحْنُ بِالسَّفْحِ لَدَى النَّخِيْلِ

''مجھ ہی سے میرے خلیل (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے کھجوروں کے پاس چٹان پر یہ عہد لیا ہے۔''

أَنْ لَا أَقُوْمَ الدَّهْرَ فِي الْكُيُوْلِ اَضْرِبُ بِسَيْفِ اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ❶

''کہ میں کبھی بھی پچھلی صف میں نہ کھڑا ہوا اور اللہ و رسول کی تلوار سے وار کروں۔''

پھر دشمنوں میں سے جو بھی سامنے آیا اسے گاجر مولی کی طرح کاٹتے چلے گئے۔ مشرکوں میں ایک ایسا آدمی تھا جو کسی زخمی مسلمان کو دیکھتا تو اس پر مسلح حملہ کر دیتا، وہ دھیرے دھیرے ابودجانہ کے قریب ہو رہا تھا، میں نے دونوں کو ایک دوسرے کے قریب ہوتے دیکھا کر اللہ سے دعا کی کہ اللہ ان دونوں کی مڈبھیڑ کرا دے، چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے دونوں آمنے سامنے آئے اور ایک ایک وار کا تبادلہ کیا، اس مشرک نے ابودجانہ رضی اللہ عنہ پر وار کیا، لیکن آپ نے اپنی ڈھال سے اسے روک لیا اور اپنی تلوار سے اس مشرک پر پلٹ کر وار کیا اور اسے قتل کر دیا، پھر میں نے دیکھا کہ انھوں نے ہند بنت عتبہ کے سر پر تلوار اٹھا کر اسے دوسری طرف موڑ دیا، میں کہنے لگا: اللہ و رسولہ اعلم، اللہ اور اس کے رسول کو اس کی حکمت زیادہ معلوم ہے۔ ❷

ابواسحاق کا بیان ہے کہ ابودجانہ نے کہا کہ میری نگاہ ایک ایسے آدمی پر پڑی جو لوگوں کو خوب جوش دلا رہا تھا، میں نے اس کا قصد کیا اور تلوار اس کے سر پر لے گیا تب تک اس نے آہ و بکا شروع کر دی، میں نے دیکھا تو وہ ایک عورت نکلی، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کے لیے یہی اعزاز مناسب سمجھا کہ اس سے کسی عورت کو قتل نہ کروں۔ ❸ ہشام اپنے باپ عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے میرے بھانجے! تمھارے دونوں باپ یعنی زبیر، اور ابوبکر اس آیت کریمہ کی بشارت کے مستحق رہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ﴾ (آل عمران: ۱۷۲)

''وہ جنھوں نے اللہ اور رسول کا حکم مانا، اس کے بعد کہ انھیں زخم پہنچا۔''

جب مشرکین معرکۂ احد سے واپس جا رہے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ زخم خوردہ تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں یہ لوگ دوبارہ حملہ آور نہ ہوں، آپ نے فرمایا: ((مَنْ يَنْتَدِبْ لِهٰؤُلَاءِ فِيْ آثَارِهِمْ حَتّٰى يَعْلَمُوْا أَنَّ بِنَا قُوَّةً .)) ''کون ہے ان کا پیچھا کرے گا، تاکہ انھیں یہ احساس باقی رہے کہ ہم ابھی مضبوط ہیں۔'' چنانچہ مشرکین کا پیچھا کرنے والے ستر آدمیوں میں ابوبکر اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما بھی تھے، مشرکین کو جب ان لوگوں کے تعاقب کا علم ہوا تو وہ الٹے پاؤں بھاگے اور مسلمان واپس لوٹ آئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ﴾ (آل عمران: ۱۷۴)

❶ البداية والنهاية (٤/ ١٧). ❷ البداية والنهاية (١/ ١٨).

❸ البداية والنهاية (٤/ ١٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''تو وہ اللہ کی طرف سے عظیم نعمت اور فضل کے ساتھ لوٹے، انھیں کوئی برائی نہیں پہنچی۔'' ❶

جب اسی غزوۂ احد میں حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے تو زبیر کی ماں صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا اپنے بھائی کو دیکھنے چلیں، مشرکین نے ان کی لاش کا مثلہ کر دیا تھا، ناک کاٹ ڈالی تھی اور پیٹ چاک کر دیا تھا، کان اور شرم گاہ کو بھی کاٹ دیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ کے بیٹے زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جاؤ، بڑھ کر اپنی ماں سے ملو اور انھیں واپس کر دو، تاکہ اپنے بھائی کی لاش کی بے حرمتی کو نہ دیکھیں، زبیر رضی اللہ عنہ اپنے ماں سے ملے اور کہا: اے امی جان! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو واپس لوٹ جانے کو کہہ رہے ہیں، انھوں نے کہا: ایسا کیوں؟ مجھے خبر ملی ہے کہ میرے بھائی کا مثلہ کر دیا گیا ہے اور یہ اللہ کے راستے میں ہوا ہے، پھر بھلا ہم اس پر کیوں نہ راضی ہوں گی۔ میں ان کے لیے اللہ سے ثواب کی دعا کروں گی اور صبر کروں گی، ان شاء اللہ۔ چنانچہ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آئے اور ماں کی بات بتائی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((خَلِّ سَبِيْلَهَا)) انھیں جانے دو۔ پھر وہ اپنے بھائی حمزہ کی لاش کے پاس گئیں، انھیں دیکھا ان کے لیے دعائے مغفرت کی اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔ ❷

ایک روایت میں عروہ کی سند سے یہ واقعہ اس طرح منقول ہے کہ عروہ کا بیان ہے کہ مجھے ابوزبیر نے خبر دی کہ غزوۂ احد والے دن ایک عورت دوڑتے ہوئے آ رہی تھی، وہ مقتولین کو دیکھنا چاہتی تھی لیکن اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں چاہتے تھے کہ وہ مقتولین کو دیکھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز لگائی: ((اَلْمَرْأَةُ اَلْمَرْأَةُ.)) (دیکھو) عورت کو روکو، عورت کو روکو۔ زبیر کہتے ہیں: مجھے لگا کہ شاید میری ماں صفیہ ہیں، اس لیے میں دوڑتے ہوئے ان کے پاس گیا اور شہداء کی لاش تک پہنچنے سے پہلے ہی ان سے جا ملا، انھوں نے میرے سینے پر مارا، وہ ایک طاقتور خاتون تھیں اور کہنے لگیں، ہٹ جاؤ تمھاری بات نہیں سنوں گی، میں نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے آپ کو اِس کا حکم دیا ہے، پھر وہ رک گئیں، وہ اپنے ساتھ دو کپڑے لائی تھیں، انھیں باہر نکالا اور کہنے لگیں میں اپنے بھائی حمزہ کو کفنانے کے لیے یہ دو کپڑے لائی تھی، حمزہ رضی اللہ عنہ کے پہلو میں ایک انصاری صحابی بھی شہید پڑے تھے اور حمزہ کی طرح ان کا مثلہ کیا گیا تھا، ہم نے یہ بات معیوب اور حیا کے خلاف سمجھی کہ حمزہ کو دو کپڑوں میں کفن دیں اور انصاری بے کفن رہے۔ اس لیے ہم نے کہا: کیوں نہ ایک میں حمزہ کو، اور دوسرے میں انصاری کو کفن دے دیا جائے، چنانچہ ہم نے دونوں کی پیمائش کیا ان میں ایک دوسرے سے بڑے نکلے، پھر ہم نے کپڑوں کی تقسیم کے لیے قرعہ اندازی کی اور جو کپڑا جس کے نام نکلا اس میں اسے کفنا دیا۔ ❸

۴۔ غزوۂ خندق میں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق کے موقع پر اعلان کیا کہ ((مَنْ يَأْتِيْنَا بِخَبَرٍ مِنْ قُرَيْظَةَ؟)) ہمارے

❶ صحیح البخاری، حدیث نمبر (۴۰۷۷). ❷ السيرة النبوية / ابن هشام (۳/ ۱۸۰).
❸ مسند أحمد / الموسوعة الحديثية (۳/ ۳۴) اس کی سند حسن ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پاس بنوقریظہ کی کون خبر لائے گا؟ زبیر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں، پھر آپ گھوڑے پر سوار ہوئے اور ان کی خبر لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: اب دوسری بار کون جائے گا؟ زبیر نے کہا: میں اور پھر خبر لانے چلے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: اب تیسری بار کون جا کر خبر لائے گا؟ تیسری مرتبہ بھی زبیر ہی چلے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيٌّ وَ حَوَارِيُّ الزُّبَيْرُ .)) ❶

''ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرے حواری زبیر ہیں۔''

حواری کا مطلب ہے: میرے خصوصی صحابی اور میرے معاون اس معنی میں عیسیٰ علیہ السلام کے خاص معاونین کو ان کا حواری کہا گیا ہے۔ گویا حواری کا معنی ہے مخلص و مددگار۔ اس طرح یہ حدیث زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے لیے ایک عظیم ترین اور منفرد منقبت پر مشتمل ہے، اس لیے جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو کہتے ہوئے سنا کہ میں حواری کی اولاد ہوں، تو آپ نے کہا: اگر تم زبیر کی اولاد ہو تو ٹھیک ہے ورنہ یہ صحیح نہیں۔ ❷

عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اگر آپ یہ اعتراض کریں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ آپ کے لیے مخلص انصار تھے، پھر زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی تخصیص کا کیا معنی؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات غزوہ احزاب کے موقع پر کہی تھی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہا کہ کون ہے جو دشمن کی خبر لائے؟ تو زبیر نے جواب دیا: میں۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ اور سہ بارہ اس مہم کے لیے صحابہ کو دعوت دی تو ہر بار زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سامنے آئے، لہٰذا بلاشبہ زبیر رضی اللہ عنہ کی یہ پیش قدمی اس نازک موقع پر دیگر صحابہ کے بالمقابل ایک اضافی مدد تھی۔ ❸

غزوۂ احزاب کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے اپنے والدین کی فدائیت کا لفظ استعمال کیا، چنانچہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ جنگ احزاب کے موقع پر مجھے اور عمر بن ابی سلمہ کو عورتوں میں چھوڑ دیا گیا (کیونکہ یہ دونوں حضرات بچے تھے) اچانک دیکھا کہ زبیر رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار بنوقریظہ کی طرف آ جا رہے ہیں، دو یا تین مرتبہ ایسا ہوا، پھر جب وہاں سے واپس آیا تو میں نے عرض کیا، ابا جان! میں نے آپ کو کئی مرتبہ آتے جاتے دیکھا، انھوں نے کہا: بیٹے کیا واقعی تو نے مجھے دیکھا تھا؟ میں نے عرض کیا جی ہاں، انھوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ((مَنْ يَأْتِ بَنِي قُرَيْظَةَ فَيَأْتِينِي بِخَبَرِهِمْ)) کون ہے جو بنوقریظہ کی طرف جا کر ان کی اطلاع میرے پاس لا سکے۔ اس لیے میں وہاں گیا، اور جب میں واپس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم (فرط مسرت) میں اپنے والدین کا ایک ساتھ ذکر کر کے فرمایا: ((فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي)) میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔ ❹

اس حدیث سے زبیر رضی اللہ عنہ کی فضیلت صاف طور سے ظاہر ہو رہی ہے، بھلا اس سے بڑھ کر شرف و فضل کی بات کیا ہو سکتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے والدین کو آپ پر فدا کریں، یہ فدائیت ان کی قدر و منزلت کی عظمت،

---

❶ صحیح مسلم، حدیث نمبر (٢٤١٤). ❷ مصنف ابن أبي شيبة، حديث نمبر (١٢٢١٩) یہ روایت صحیح ہے۔
❸ عمدة القاری (١٩/ ٢٢٣٩). ❹ صحيح البخاري، حديث نمبر (٣٧٢٠)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان کی جد و جہد کے اعتراف کی دلیل ہے۔ کیونکہ جس انسان کو کسی کی عظمت کا اعتراف ہوتا ہے تو وہ اس پر اپنی فدائیت کا اظہار کرتا ہے، وہ خود کو یا اپنے کسی عزیز ترین کو اس پر قربان کرنے کو تیار رہتا ہے۔ ❶ سچ تو یہ ہے کہ غزوۂ خندق کے موقع پر زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ((لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيٌّ وَ حَوَارِيِّ الزُّبَيْرُ)) کا ایسا اعزازی تمغہ ملا جو قیامت تک یادگار رہے گا۔ ❷

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو ''حواری'' کی صفت سے موصوف کیا اور یہ ایک معنی خیز صفت ہے، جس میں وسعت بھی ہے اور گہرائی بھی۔ اگر کوئی شخص تدبر و باریک بینی سے اس کے معانی کا مطالعہ کرے تو اس کی وسعتوں کا احاطہ کرسکتا ہے، اس کے نقوش کو پاسکتا ہے اور اسرار و رموز سے واقف ہوسکتا ہے، ان معانی و مفاہیم پر علمائے دین، داعیان اسلام اور مربیان امت کو توجہ کرنے کی زیادہ ضرورت ہے، اس لیے کہ دور حاضر میں اسلامی دعوت کو ایسے ہی حواریوں کو تیار کرنے کی ضرورت ہے تاکہ اسوہ اور قدوہ کی زندہ مثالیں بن سکیں، کیونکہ عقائد اور افکار و نظریات کی ترویج و اشاعت میں عملی قدوہ سب سے زیادہ موثر ثابت ہوتا ہے، جب عملی قدوہ کا مجسم وجود ہوتا ہے تو اسے بہ نگاہ عبرت دیکھنا، اثر پذیر ہونا اور اس کی اقتداء کرنا سب کچھ آسان ہوتا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حواریوں کی یہی شان ہے۔ وہ رسول کی سنت پر کاربند ہوتے ہیں اور اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں، ❸ جیسے کہ حدیث میں وارد ہے:

((مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ فِي أُمَّةٍ قَبْلِي إِلَّا كَانَ لَهُ مِنْ أُمَّتِهِ حَوَارِيُّونَ وَ أَصْحَابٌ يَأْخُذُوْنَ بِسُنَّتِهِ وَ يَقْتَدُوْنَ بِأَمْرِهِ .)) ❹

''مجھ سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کسی قوم میں کسی نبی کو مبعوث کیا تو اس کی اسی قوم سے اس کے لیے حواری تیار ہوئے اور ایسے اصحاب ملے جو اس نبی کی سنت پر عمل کرتے رہے اور اس کے حکم کی اقتداء کرتے رہے۔''

چونکہ ہر دعوت و تحریک اپنے سفر میں مد و جزر اور ابتلاء و آزمائش سے دوچار ہوتی ہے، اسے اپنوں اور بیگانوں سے نمٹنا پڑتا ہے اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بشدت اہتمام ان حوادث و تغیرات اور مد و جزر کی طرف اسلامی دعوت کے حاملین یعنی مسلمانوں کی توجہ دلائی، فرمایا:

((ثُمَّ إِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوفٌ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ، وَيَفْعَلُوْنَ مَا لَا يُؤْمَرُوْنَ .)) ❺

''پھر ان (پیروکاروں) کے بعد نااہل آئیں گے وہ کہیں گے وہ بات جو کرتے نہیں، اور کریں گے وہ کام جس کا انھیں حکم نہیں دیا گیا۔''

---

❶ تحفة الأحوذى (۱۰/ ۲٤٦) . ❷ صحيح مسلم (۲٤۱٤) .
❸ دراسات تربوية / الأعظمى ص (۲۰٦) . ❹ صحيح مسلم بشرح نووى (۲/ ۲٦ ، ۲۷) .
❺ صحيح مسلم مع النووى (۲/ ۲٦ ، ۲۷) .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا یہ پہلو قابل غور ہے کہ ایک حواری کی ذمہ داری کیا ہو؟ اور اسے کس بات کے لیے کوشاں ہونا چاہیے؟ جواب بالکل صاف اور واضح ہے، یعنی اسے قدوۂ حسنہ، ایمان وعمل، خلوص وللّٰہیت اور حواری کی خاص ترین صفت فدائیت و جاں نثاری کی زندہ تصویر ہونا چاہیے، تاکہ وارثان انبیاء کی حقیقی مثال بن سکے، پھر حق اور خیر کی نشر و اشاعت کے لیے تگ ودو کرے، امت کی ہدایت اور اسے پستی سے نکالنے کے لیے اپنی جان کھپائے، اپنی مہنگی سے مہنگی اور قیمتی سے قیمتی جائداد کو اللہ کے راستہ میں قربان کر کے ایک ایسے وقت میں مسلم معاشرہ میں تازگی اور بیداری کی روح پھونکے جب کہ پست ہمت مسلمان اور مردہ دل مسلم سماج صرف اپنے ذاتی مفاد کے لیے جی رہا ہے۔ ❶

پس زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ ایک حواری کے ان اوصاف کا مجسم ومنفرد نمونہ تھے، انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگہداشت میں اسلامی دعوت کی گود میں پرورش پائی تھی اور عنفوان شباب ہی سے اس دعوت کی ذمہ داریوں کو اٹھانے کے قابل بننے کے لیے عزم واستقلال کا دودھ پیا تھا، غزوۂ احزاب کے موقع پر آپ کا موقف ہمارے سامنے آپ کی شخصیت، حق کے لیے نصرت و بے باکی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پناہ محبت کی منظر کشی کرتا ہے اور تاریخ سے بھی ثابت کر دیا ہے کہ آپ جانگسل مواقع اور مشکل ترین مہموں کے مرد مجاہد تھے، آپ بہادر اور نڈر تھے، اور ساتھ ہی پیش پیش رہنے والے تھے، تبھی تو آپ کو یہ ذمہ داری سونپی گئی تھی کہ دشمن کی نقل وحرکت معلوم کر کے آئیں اور بتائیں۔

زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو کچھ پیش آیا اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے کہ اسلامی دعوت کے اراکین ئے کاموں کو تقسیم کر دیا جائے اور ہر داعی کو اس کے اخلاص، فدائیت، قربانی اور اس کی صلاحیت ولیاقت کے اعتبار سے ذمہ داری سونپی جائے۔ ❷ بہر حال زبیر بن عوام تمام تر غزوات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، اور نمایاں کردار ادا کرتے رہے، پھر خلفائے راشدین کے عہد میں اسلامی حکومت کی بڑی بڑی فتوحات میں اس کے رکن اساسی رہے۔

٦۔ غزوۂ یرموک میں:

عروہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے زبیر رضی اللہ عنہ سے یرموک کی جنگ میں کہا: آپ حملہ کرتے تو ہم بھی آپ کے ساتھ حملہ کرتے، انھوں نے کہا کہ اگر میں نے ان پر زور کا حملہ کر دیا تو پھر تم لوگ پیچھے رہ جاؤ گے۔ سب بولے کہ ہم ایسا نہیں کریں گے۔ چنانچہ زبیر رضی اللہ عنہ نے دشمن (رومی فوج) پر حملہ کیا اور ان کی صفوں کو چیرتے ہوئے آگے نکل گئے، اس وقت ان کے ساتھ کوئی ایک بھی (مسلمان) نہیں رہا، پھر (مسلمان فوج کی طرف) آنے لگے، تو رومیوں نے ان کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور کندھے پر دو کاری زخم لگائے، جو زخم بدر کی لڑائی کے موقع پر ان کو لگا تھا وہ ان دونوں زخموں کے درمیان پڑ گیا تھا۔ عروہ بن زبیر نے بیان کیا کہ جب میں چھوٹا تھا تو ان زخموں میں اپنی انگلیاں ڈال کر کھیلا کرتا تھا۔ عروہ نے بیان کیا کہ یرموک کی لڑائی کے موقع پر عبداللہ بن

❶ دراسات تربویۃ فی الأحادیث النبویۃ ص (۲۰۷). ❷ دراسات تربویۃ فی الأحادیث النبویۃ ص (۲۰۸).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

زبیر بھی ان کے ساتھ گئے تھے، اس وقت ان کی عمر کل دس سال کی تھی، اس لیے ان کو ایک گھوڑے پر سوار کر کے ایک صاحب کی حفاظت میں دے دیا تھا۔ ❶

علامہ ذہبی رحمہ اللہ سیر اعلام النبلاء میں اس واقعہ کے متعلق لکھا ہے کہ یہ جنگ یمامہ کی بات ہے، اس لیے کہ اس وقت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما دس سال کے تھے۔ ❷

لیکن علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ یہ یرموک ہی کا واقعہ ہے، بہرحال دونوں میں کوئی تضاد نہیں ہے، ہوسکتا ہے کہ دونوں جنگوں میں اسی طرح کا واقعہ پیش آیا ہو، علامہ بن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: جنگ یرموک میں شرکت کرنے والوں میں زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بھی ہیں، اس موقع پر وہاں موجود صحابہ میں آپ سب سے افضل تھے، آپ اس وقت کے شہ سواروں اور بہادروں میں سے تھے، اس دن مسلم بہادروں کی ایک جماعت آپ کے پاس آئی اور کہا: کیا آپ حملہ نہیں کریں گے، ہم بھی آپ کے ساتھ حملہ کرتے؟ آپ نے فرمایا: آپ لوگ میرے ساتھ نہیں ٹھہر سکو گے۔ انھوں نے کہا: کیوں نہیں؟ چنانچہ آپ نے حملہ کیا اور وہ سب بھی حملہ آور ہوئے، پھر جب رومی فوجیوں کا سامنا ہوا تو وہ سب پیچھے رہ گئے اور آپ دشمن کی صفوں کو چیرتے ہوئے آگے نکل گئے، یہاں تک کہ دوسری طرف سے لوٹ کر اپنے ساتھیوں کے پاس آئے، دوسری مرتبہ پھر وہ لوگ آپ کے پاس آئے اور اس مرتبہ بھی آپ نے بہادری کے وہی جوہر دکھائے جو پہلے دکھائے تھے، اس دن آپ کو دونوں کندھوں کے درمیان دو کاری زخم اور دوسری روایت کے مطابق ایک زخم لگا۔ ❸

ابن کثیر رحمہ اللہ ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں: آپ لوگوں کے ساتھ ملک شام میں جہاد کے لیے نکلے، یرموک پہنچے، لوگوں نے آپ کی موجودگی اپنے لیے باعث شرف وفضل سمجھا، اس غزوہ میں آپ کا کردار نہایت نمایاں تھا اور بہادری آسمان چھو رہی تھی، دشمن یعنی رومی فوج کی صفوں کو شروع سے آخر تک دو مرتبہ چیرا۔ ❹

۷۔ فتح مصر میں:

جب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مصر فتح کرنے کا ارادہ کیا تو آپ کے ساتھ جو فوجی قوت تھی، وہ فتح کے لیے ناکافی تھی، اس لیے آپ نے امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھ کر مزید فوجی کمک کا مطالبہ کیا، اِدھر عمر رضی اللہ عنہ بھی عمرو بن عاص کی فوجی قوت کی قلت سے ڈرے، چنانچہ آپ نے بارہ ہزار مجاہدین کا لشکر زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی امارت میں بھیج دیا اور دوسری روایت کے مطابق چار ہزار مجاہدین کو زبیر بن عوام، مقداد بن اسود، عبادہ بن صامت، مسلمہ بن مخلد اور بعض مورخین کے مطابق مسلمہ بن مخلد کے بجائے خارجہ بن حذافہ جیسے کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کی قیادت میں روانہ کیا اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا کہ میں نے چار ہزار مجاہدین کے ذریعے سے تمھیں مدد پہنچائی ہے، ہر ہزار پر ایک ایسا امیر ہے جو خود ایک ہزار کے قائم مقام ہے۔ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ

❶ صحیح البخاري، حدیث نمبر (۳۹۷۵).
❷ سیر أعلام النبلاء (۱/ ٦۳)
❸ البدایة والنهایة (۱/ ٦۳).
❹ البدایة والنهایة (۷/ ۲٦۰).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان چاروں میں سرفہرست تھے۔ ❶

بہرحال جب زبیر رضی اللہ عنہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ وہ قلعہ بابلیون کا محاصرہ کیے ہوئے ہیں، آپ بلا تاخیر اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور قلعہ کے چاروں طرف کھودی ہوئی خندق کا جائزہ لیا، پھر لوگوں کو خندق کے چاروں طرف پھیلا دیا، اس طرح قلعہ کے محاصرہ کی مدت طویل ہوتے ہوئے سات مہینے تک پہنچ گئی، اس وقت زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ یہاں طاعون کی وبا پھیل گئی ہے۔ آپ نے جواب دیا: گھبرانے کی بات نہیں، ہم طعن (دشمن کو زخم لگانے) اور طاعون ہی کے لیے آئے ہیں۔ ❷

اس طرح جب آپ نے دیکھا کہ فتح کے لیے ایک طویل مدت لگ سکتی ہے اور نتیجہ میں تاخیر ہے تو آپ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے کہا: میں خود کو اللہ کے حوالے کرتا ہوں، امید کہ اللہ تعالیٰ اسی کو مسلمانوں کی فتح و کامیابی کا سبب بنا دے، پھر آپ نے سواق الحمام کی طرف سے قلعہ بابلیون سے ایک سیڑھی لگائی اور اس کے ذریعے سے اوپر چڑھ گئے، اُدھر آپ مجاہدین کو یہ حکم دے چکے تھے کہ جب میں اوپر چڑھ کر اللہ اکبر کہوں گا تو تم سب نعرۂ تکبیر بلند کرنا۔ چنانچہ آپ قلعہ کی بلندی پر چڑھ گئے تب دشمن کو احساس ہوا، دیکھا تو آپ قلعہ کی چوٹی پر تلوار لیے ہوئے اللہ اکبر کا نعرہ لگا رہے ہیں، پھر بقیہ مجاہدین بھی ایک دوسرے کے اوپر ہوتے ہوئے سیڑھی پر چڑھنے لگے، عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ڈرے کہ کہیں سیڑھی ٹوٹ نہ جائے، اس لیے آپ نے لوگوں کو منع کیا اور جب رومیوں نے دیکھا کہ عرب مجاہدین قلعہ پر فتح پانے میں کامیاب ہو رہے ہیں تو وہ پیچھے کھسکنے لگے اور قلعہ بابلیون نے اپنا دروازہ خود ہی مسلمانوں کے لیے کھول دیا۔ اس قلعہ کا دروازہ کھلنے کے بعد فتح مصر کے لیے لڑی جانے والی فیصلہ کن جنگ کا یہیں خاتمہ ہوگیا، اور زبیر بن عوام کی بے مثال شجاعت، راست طور سے شاہ مصر مقوقس پر مسلمانوں کی فتح یابی کا سبب بن گئی۔ ❸

۸۔ سیّدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی غیرت:

اسماء بنت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ مجھ سے زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے جب شادی کی تو ان کے پاس نہ کوئی مال تھا، نہ ملکیت تھی، نہ غلام تھے، صرف ایک گھوڑا تھا میں اس گھوڑے کے لیے چارہ کاٹتی، اس کی ضروریات دیکھتی اور اس کی دیکھ بھال کرتی، میں اس کے لیے گٹھلیاں کوٹتی، اسے چارہ دیتی اور پانی پلاتی۔ اور اگر اس کا چرس (بیل کے کھال سے بنا ہوا بڑا ڈول) پھٹ جاتا تو اسے سِل دیتی، خود ہی گھر کا آٹا گوندھتی، البتہ مجھے اچھی طرح روٹی پکانا نہیں آتا تھا، انصار کے گھرانوں کی کچھ پڑوسنیں روٹی پکانے میں میری مدد کر دیتی تھیں، وہ بڑی باوفا عورتیں تھیں۔ بہرحال میں گٹھلیوں کو زبیر کی کھیتی سے جو کہ تقریباً دو میل پر واقع تھی، لاتی تھی، یہ کھیتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دی تھی۔ ایک دن کی بات ہے کہ میں ان گٹھلیوں کو سر پر لادے آ رہی تھی کہ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

❶ فتح مصر و المغرب ص (٦١) قادۃ فتح الشام و مصر ص (١٠٨ ، ٢٢٦) .

❷ سیر أعلام النبلاء (١/ ٥٥) . ❸ قادۃ فتح الشام و مصر ص (٢٠٩ ، ٢٧٧) .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ملاقات ہوگئی، آپ کے ساتھ متعدد صحابہ بھی تھے، آپ نے مجھے آواز دی اور کہا: "أَخُ أَخُ" یعنی اونٹ کو بٹھانے لگے تاکہ مجھے اپنے پیچھے سوار کرلیں، لیکن مجھے مردوں کے درمیان چلنے سے شرم محسوس ہوئی، معاً زبیر اور ان کی غیرت بھی یاد آ گئی، وہ بہت ہی غیرت مند انسان تھے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ گئے کہ میں مردوں کے درمیان چلنے میں شرما رہی ہوں، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے، جب میں زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی تو ان کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے راستے میں ملے تھے اور میرے سر پر گٹھلیاں تھیں، آپ کے ساتھ چند صحابہ بھی تھے، آپ نے اپنا اونٹ بٹھایا تاکہ مجھے اس پر سوار کرلیں، لیکن مجھے حیا آ گئی اور آپ کی غیرت ذہن میں گردش کرنے لگی، اس وقت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! تمھارا گٹھلیوں کا بوجھ اٹھانا میرے لیے اس بات سے زیادہ گراں ہے کہ تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار ہو جاتیں۔ اسماء رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک خادم بھیج دیا، اور وہ گھوڑے کی مکمل دیکھ بھال اور پرورش کرنے لگا، گویا انھوں (ابوبکر صدیق) نے مجھے آزاد کر دیا۔ (1)

۹۔ زبیر رضی اللہ عنہ اپنے بچوں کا نام شہداء صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام پر رکھتے ہیں:

آپ کو اللہ کے راہ شہادت اس قدر محبوب تھی کہ اپنے بچوں کا نام ان صحابہ کے نام پر رکھتے تھے، جنھوں نے اللہ کے راستے میں شہادت پائی تھی، چنانچہ ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: طلحہ اپنے بچوں کا نام انبیاء کے نام پر رکھتے ہیں، حالانکہ انھیں معلوم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہونے والا نہیں، میں اپنے بچوں کا نام شہداء کے نام پر رکھتا ہوں، تاکہ اللہ تعالیٰ انھیں شہادت سے سرفراز کرے۔ عبداللہ، عبداللہ بن جحش کے نام پر، منذر، منذر بن عمرو کے نام پر، عروہ، عروہ بن مسعود کے نام پر، حمزہ، حمزہ بن عبدالمطلب کے نام پر، جعفر، جعفر بن ابی طالب کے نام پر، مصعب، مصعب بن عمیر کے نام پر، عبیدہ، عبیدہ بن الحارث کے نام پر، خالد، خالد بن سعید کے نام پر اور عمرو، عمرو بن سعید بن عاص کے نام پر جو کہ یرموک میں شہید ہوئے۔ (2)

۱۰۔ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نیکیوں کو چھپانے کی تلقین کرتے ہیں:

آپ فرماتے ہیں: تم میں سے جو بھی عمل صالح کو چھپا کر رکھ سکے وہ اسے چھپائے رہے۔ (3)

۱۱۔ زبیر رضی اللہ عنہ کی مدح ومنقبت میں حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا شاعرانہ تخیل:

ایک مرتبہ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے گزر رہے تھے، دیکھا کہ حسان رضی اللہ عنہ ان لوگوں کو اپنا شعر سنا رہے ہیں، لیکن سامعین دلچسپی نہیں لے رہے ہیں، زبیر رضی اللہ عنہ صحابہ کے ساتھ بیٹھ گئے اور کہا: کیا بات ہے؟ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ لوگ ابن الفریعہ (حسان بن ثابت) کے کلام پر کان نہیں دھرتے ہو، جب وہ اللہ

(1) حياة الصحابة (٢/ ٦٩١) أصحاب الرسول (١/ ٢٨١).

(2) تاريخ الإسلام، عهد الخلفاء الراشدين ص (٥٠٥) الطبقات (٣/ ١٠١).

(3) الزهد/ ابن مبارك ص (٣٩٢).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے رسول ﷺ کو اپنا کلام سناتے تھے تو آپ ﷺ غور سے ان کا کلام سنتے تھے، انھیں داد و دعائیں دیتے تھے، اس وقت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے زبیر رضی اللہ عنہ کی مدح میں یہ کلام پیش کیا:

أَقَـامَ عَـلَـى عَـهْـدِ الـنَّـبِيِّ وَ هَـدْيِـهِ حَـوَارِيُّـهُ وَ الْـقَـوْلُ بِـالْفِعْلِ يَعْدِلُ

''نبی اکرم ﷺ کا حواری آپ کے طریقہ اور عہد پر قائم رہا، اور قول و کردار میں موافق رہا۔''

أَقَـامَ عَـلَـى مِـنْـهَـاجِـهِ وَ طَـرِيْقِـهِ يُـوَالِـي وَلِـيَّ الْـحَقِّ وَالْحَقُّ أَعْدَلُ

''وہ نبی اکرم ﷺ کے راستے اور سنت پر جما رہا، اور حق کے معاون و رفیق کی وفاداری کرتا رہا، اور حق ہی عدل پر قائم ہے۔''

هُوَ الْفَارِسُ الْمَشْهُوْرُ وَالْبَطَلُ الَّذِيْ يَـصُـوْلُ إِذَا مَـا كَـانَ يَـوْمٌ مُحَجَّلُ

''وہ ایسا مشہور شہ سوار اور بہادر جو سخت جنگ کے دن انتہائی بھیانک حملہ کرتا ہے۔''

إِذَا كَشَفَتْ عَنْ سَاقِهَا الْحَرْبُ حَشَهَا بِـأَبْيَـضَ سَبَّـاقٍ إِلَى الْمَوْتِ يُرْقِلُ

''جب جنگ شروع ہو جاتی ہے تو آپ سفید سبقت لے جانے والے گھوڑے کے ذریعے سے اسے بھڑکا دیتا ہے اور موت کی طرف دوڑتا ہے۔''

وَ إِنَّ امْـرَأً كَـانَـتْ صَـفِيَّـةُ أُمُّـهُ وَ مِـنْ أَسَـدٍ فِـي بَيْتِهَـا لَـمُـؤَثَّـلُ

''بلاشبہ وہ شخص کہ صفیہ جس کی ماں ہوں اور اسد اس کا قبیلہ، وہ اپنے گھر کا معزز ہوگا۔''

لَـهُ مِـنْ رَسُـوْلِ الـلّٰـهِ قُرْبَى قَرِيْبَةٌ وَ مِـنْ نُـصْـرَةِ الْإِسْلَامِ مَجْد مُوَثَّلُ

''رسول اللہ ﷺ سے اس کا رشتہ بے حد قریبی ہے اور اسلام کی نصرت و تائید میں بھی اسے قدیم شرافت کا تمغہ ملا ہے۔''

فَـكَـمْ كُـرْبَةٍ ذَبَّ الـزُّبَيْـرُ بِسَيْفِـهِ عَنِ الْمُصْطَفَى وَ اللّٰهُ يُعْطِي فَيُجْزِ لُ

''زبیر نے اپنی تلوار کے ذریعے سے رسول اکرم ﷺ کے رخ انور سے کتنی مصیبتوں کا دفاع کیا ہے، یہ بس اللہ کا فضل ہے، وہ جسے دیتا ہے خوب دیتا ہے۔''

ثَـنَـاءُ كَ خَـيْـرٌ مِـنْ فِـعَـالِ مَعَـاشِرٍ وَ فِـعْـلُـكَ يَابْنَ الْهَاشِمِيَّةِ أَ فْضَلُ [1]

''ایک جماعت کے کارناموں کے مقابلے تنہا تیری تعریف بہتر ہے اور اے ہاشمیہ کے بیٹے تیرا کارنامہ سب سے افضل ہے۔''

۱۲۔ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور کرم و سخاوت:

عروہ بن زبیر کا بیان ہے کہ عثمان، ابن مسعود، اور عبدالرحمٰن جیسے سات معزز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے زبیر رضی اللہ عنہ کو وصیت کی کہ ہمارے ورثاء کی دیکھ بھال کرنا، زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ ان کے ورثاء کی دیکھ بھال پر اپنا مال خرچ کرتے

[1] سیر أعلام النبلاء (۱/ ۵۷).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

اوران کا مال محفوظ رکھتے۔ ❶ آپ سوچ سکتے ہیں کہ سخاوت و وفا کی یہ کتنی اعلیٰ مثال ہے، یقیناً آپ کا یہ کردار اعلیٰ اخلاقی جذبات کا آئینہ دار ہے، جو کسی زندہ ضمیر میں بحیثیت ایک آئیڈیل اور نمونہ ہمہ وقت باقی رہتا ہے اور پھر اسی نمونہ کو سامنے رکھتے ہوئے انھیں جیسے اعلیٰ اخلاق جذبات اور اوصاف محمودہ کی سیادت و برتری کی خاطر ایک روشن ضمیر انسان اپنی پوری جائداد اور ملکیت کو قربان کر دینے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ اس سخاوت و وفا کی راہ میں بار بار بہکانے والے وساوس رکاوٹیں پیدا کرتی رہی ہوں گی، لیکن آپ سخاوت اور تحمل مزاجی کا ثبوت دیتے ہوئے متعدد صحابہ کے ورثاء پر اپنی جائداد خرچ کرتے رہتے، اوران کے مال کو محفوظ رکھا، حقیقت کی دنیا میں اپنی حیثیت کا یہ ایک منفرد و لازوال نمونہ ہے، اور صحابہ کے نزدیک اخلاقی ترقی کی علامتوں میں سے ایک اہم علامت ہے۔ ❷

۱۳۔ زبیر رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت اور دنیا کو الوداع:

زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ معرکۂ جمل کے پہلے رَن میں جنگ سے نکل گئے اور آپ نے میدان کیوں چھوڑا تھا میں پچھلے صفحات میں اس کے اسباب کی وضاحت کر چکا ہوں۔ اس موقع پر آپ اپنے موقف کی وضاحت میں شاعر کا یہ قول مثال کے طور پر پیش کرتے تھے:

تَـرْكُ الْأُمُـورِ الَّتِي أَخْشَى عَواقِبَهَا فِي اللّٰهِ أَحْسَنُ فِي الدُّنْيَا وَ فِي الدِّيْنِ

''جن چیزوں کا اخروی انجام برا ہونے سے میں ڈرتا ہوں، دین اور دنیا دونوں اعتبار سے اس سے کنارہ کش رہنا ہی اچھا ہے۔''

اور کہا گیا ہے کہ آپ نے یہ شعر پڑھا تھا:

وَ لَـقَـدْ عَلِمْتُ لَوْ أَنَّ عِلْمِيْ نَافِعِيْ أَنَّ الْـحَيَاةَ مِـنَ الْـمَمَاتِ قَرِيْبُ ❸

''اگر میرا علم میرے لیے مفید ہے تو مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ موت کے بالکل قریب ہے۔''

معرکۂ جمل سے نکل جانے کے بعد عمرو بن جرموز، فضالہ بن حابس اور نفیع بنو تمیم کے چند اوباشوں نے آپ کا تعاقب کیا اور جب آپ کو پکڑ لیا تو سب نے مل کر آپ کو قتل کر ڈالا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ صرف عمرو بن جرموز آپ تک پہنچ سکا تھا، جب وہ آپ کے قریب پہنچا تو کہا کہ مجھے آپ سے ایک ضرورت ہے، آپ نے کہا: قریب آؤ، تب تک آپ کے غلام نے جس کا نام عیطہ تھا، کہا: اس کے ساتھ ہتھیار ہے، آپ نے کہا: آنے دو، اگرچہ ہتھیار لیے ہے، چنانچہ وہ آپ کے قریب گیا اور باتیں کرنے لگا، پھر نماز کا وقت ہو گیا، زبیر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: نماز پڑھی جائے، اس نے کہا: ہاں نماز پڑھی جائے، پھر زبیر رضی اللہ عنہ ان دونوں کی امامت کرنے کے لیے آگے بڑھے، اسی لمحے عمرو بن جرموز نے آپ پر نیزہ مارا اور شہید کر دیا۔ اور کچھ لوگوں کا بیان ہے کہ عمرو بن جرموز نے

❶ سير أعلام النبلاء (١/ ١٣١). ❷ التاريخ الإسلامي (٧/ ٣١).
❸ سير أعلام النبلاء (١/ ٦٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وادی سباع نامی ایک وادی میں آپ کو پکڑا تھا اور آپ قیلولہ کر رہے تھے، اسی حالت میں اس نے آپ پر حملہ کر کے آپ کو شہید کر دیا، یہی قول زیادہ مشہور ہے۔ آپ کی بیوی عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل جوان سے پہلے عبداللہ بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کی زوجیت میں تھیں اور ان کی شہادت کے بعد زبیر بن عوام سے نکاح کر لیا تھا، انھوں نے زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت پر مرثیہ کہا تھا، اسی طرح بھی اسی قول کی تائید ہوتی ہے۔ وہ مرثیہ یہ تھا:

غَدَرَ ابْنُ جُرْمُوْزٍ بِفَارِسِ بُهْمَةٍ يَوْمَ اللِّقَاءِ وَ كَانَ غَيْرُ مُعَرِّدِ

''ابن جرموز نے بہادر شہسوار کے ساتھ غداری کی جو میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کرنے والا نہ تھا۔''

يَا عَمْرُوْ لَوْ نَبَّهْتَهُ لَوَجَدْتَهُ لَا طَائِشًا رَعِشَ الْبَنَانِ وَ لَا الْيَدِ

''اے عمرو اگر تو اعلان کر کے یہ کام کرتا تو انھیں خوف زدہ نہ پاتا اور نہ ہی ان کی انگلیوں اور ہاتھوں میں رعشہ طاری ہوتا۔''

ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ إِنْ ظَفَرْتَ بِمِثْلِهِ فِيْمَا مَضَى مِمَّا تَرُوْحُ وَ تَغْتَدِي

''تیری ماں تجھے گم پائے تم ان کے مثل ماضی میں کہیں نہیں پاؤ گے۔''

كَمْ غَمْرَةٍ قَدْ خَاضَهَا لَمْ يَثْنِهِ عَنْهَا طِرَادُكَ يَا ابْنَ فَقْعِ الْفَدْفَدِ

''اے ذلیل کتنے معرکے انھوں نے سر کیے تیرے جیسے حملے ان کو ان معرکوں سے موڑ نہ سکے۔''

وَاللّٰهِ رَبِّكَ إِنْ قَتَلْتَ لَمُسْلِمًا حَلَّتْ عَلَيْكَ عُقُوْبَةُ الْمُتَعَمِّدِ ❶

''تیرے رب کی قسم تو نے یقیناً ایک مسلمان کو قتل کیا ہے تیرے اوپر قتل عمد کی سزا ثابت ہو چکی ہے اسے تمھیں بھگتنا ہوگا۔''

عمرو بن جرموز نے جب آپ کو شہید کر دیا تو آپ کے سر کو دھڑ سے الگ کر لیا اور اس خوش فہمی میں اسے علی رضی اللہ عنہ کے پاس لے کر گیا کہ اس سے ان کے نزدیک میری پذیرائی ہوگی۔ چنانچہ اس نے آپ سے ملنے کی اجازت مانگی، آپ نے کہا: صفیہ کے بیٹے کے قاتل کو جہنم کا مژدہ سنا دو، پھر فرمایا: میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

((لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيٌّ وَ حَوَارِيُّ الزُّبَيْرُ .)) ❷

''ہر نبی کا حواری ہوتا ہے میرے حواری زبیر ہیں۔''

جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے زبیر رضی اللہ عنہ کی تلوار دیکھی تو فرمایا: اس تلوار نے نامعلوم کتنی مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ انور سے مشکلات کو ہٹایا ہے۔ ❸ ایک روایت میں ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے ابن جرموز کو اپنے پاس آنے سے روک دیا اور کہا صفیہ کے بیٹے کے قاتل کو جہنم کا مژدہ سنا دو۔ ❹

---

❶ سير أعلام النبلاء (١/ ٦٧) محقق، نيز طبقات ابن سعد (٣/ ١/ ٧٩).

❷ فضائل الصحابة (٢/ ٩٢٠). ❸ البداية والنهاية (٧/ ٢٦١).

❹ الطبقات (٣/ ١٠٥) اس کی سند حسن ہے، خلافة علي ص (١٦٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عمرو بن جرموز کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ ہی میں خود کشی کر لی تھی اور ایک قول یہ بھی ہے کہ عراق پر مصعب بن زبیر کے امیر بننے تک زندہ رہا، جب وہ امیر بنے تو یہ روپوش ہو گیا، اس وقت مصعب سے کہا گیا کہ عمرو بن جرموز یہاں روپوش ہے آپ کا اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟ انھوں نے کہا: اس سے کہو باہر نکلے، اسے امان ہے۔ یقیناً میں اس سے زبیر رضی اللہ عنہ کا قصاص نہیں لوں گا، وہ اس بات سے کہیں زیادہ حقیر ہے کہ میں اسے زبیر رضی اللہ عنہ کے برابر ٹھہراؤں۔ ❶

بہر حال اس طرح آپ نے دنیا کو الوداع کہا اور شہادت کی موت پائی۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشین گوئی بھی کی تھی کہ زبیر شہادت کی موت پائیں گے، چنانچہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ''حراء'' پہاڑی پر تشریف فرما تھے اور وہ ہلنے لگا، آپ نے فرمایا:

((أُسْكُنْ حِرَاء فَمَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيْقٌ أَوْ شَهِيْدٌ .)) ❷

''اے حراء! ٹھہر جا، اس وقت تجھ پر نبی یا صدیق یا شہید ہے۔''

اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم تھے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی معجزات کا تذکرہ ہے۔ انھیں میں سے ایک یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ وہاں پر موجود تمام صحابہ نے شہادت کی موت پائی۔ عمر، عثمان، علی اور طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم اجمعین سب مظلوم ہو کر شہید کیے گئے۔ اوّل الذکر تین صحابہ کی شہادت کی نوعیت تو مشہور ہی ہے، رہے زبیر رضی اللہ عنہ تو بصرہ کے قریب وادی سباع میں معرکہ (جمل) سے قتال کو ترک کر کے واپس ہوتے ہوئے شہید کیے گئے، اس طرح طلحہ رضی اللہ عنہ بھی جنگ جمل سے علیحدگی اختیار کر کے لوگوں سے الگ ہوئے، کسی طرف سے تیر آپ پر آ لگا اور آپ شہید ہو گئے، چونکہ یہ ثابت ہے کہ جو شخص مظلومیت کی موت مارا جائے وہ شہید ہے اس لیے آپ بھی شہید ہیں۔ ❸

امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے پانچ سو یا اس سے بھی زیادہ صحابہ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ علی، عثمان، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم جنتی ہیں۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں اس لیے کہ یہ لوگ ان دس لوگوں میں سے ہیں جو دنیا میں جنت کے بشارت یافتہ ہیں، نیز یہ بدری صحابہ ہیں، بیعت رضوان والوں میں سے ہیں۔ ان سابقین اولین میں سے ہیں، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے اور اسی لیے بھی کہ چاروں قتل کیے گئے اور شہادت کی موت پائی، پس ہم ان سے محبت کرنے والے ہیں اور ان چاروں کو جن چاروں نے قتل کیا ہے ان سے نفرت و بغض رکھنے والے ہیں۔ ❹

❶ البداية والنهاية (٧/ ٢٦١).
❷ صحيح مسلم، حديث نمبر (٢٤١٧).
❸ شرح النووي على صحيح مسلم (١٥/ ٢٧١).
❹ سير أعلام النبلاء (١/ ٦٢)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۴۔ موت کے وقت ادائیگی قرض کا شدید احساس:

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جنگ جمل کے موقع پر آپ نے اپنے قرض کے متعلق وصیت کرتے ہوئے فرمایا: بیٹا! اگر قرض ادا کرنے سے تو عاجز ہو جائے تو میرے مالک اور مولیٰ سے اس سلسلے میں مدد چاہنا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قسم اللہ کی! میں ان کی بات نہ سمجھ سکا، میں نے پوچھا کہ ابا آپ کے مولیٰ کون ہیں؟ انھوں نے فرمایا کہ اللہ پاک! عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قسم اللہ کی! قرض ادا کرنے میں جو بھی دشواری سامنے آئی تو میں نے اسی طرح کی دعا کی اے زبیر کے مولا! ان کی طرف سے ان کا قرض ادا کرا دے اور ادائیگی کی صورت پیدا ہو جاتی تھی۔

چنانچہ جب زبیر رضی اللہ عنہ (اسی موقع پر) شہید ہو گئے تو انھوں نے ترکہ میں درہم و دینار نہیں چھوڑے بلکہ ان کا ترکہ کچھ تو اراضی کی صورت میں تھا اور اسی میں غابہ کی زمین بھی شامل تھی، گیارہ مکانات مدینہ میں تھے، دو مکان بصرہ میں تھے، ایک مکان کوفہ میں تھا اور ایک مصر میں تھا۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ان پر جو اتنا سارا قرض ہو گیا تھا اس کی صورت یہ ہوئی تھی کہ جب ان کے پاس کوئی شخص اپنا مال لے کر امانت رکھنے آتا تو آپ اس سے کہتے کہ نہیں! البتہ اس صورت میں رکھ سکتا ہوں کہ یہ میرے ذمہ بطور قرض رہے، کیونکہ مجھے اس کے ضائع ہو جانے کا بھی خوف ہے۔ بہر حال عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ان زمینوں کو بیچ کر آپ کا قرض ادا کر دیا، پھر جب قرض کی ادائیگی ہو چکی تو زبیر کی اولاد نے کہا کہ اب ہماری میراث تقسیم کر دیجیے، لیکن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابھی تمھاری میراث اس وقت تک تقسیم نہیں کر سکتا جب تک چار سال تک ایام حج میں اعلان نہ کر لوں کہ جس شخص کا بھی زبیر پر قرض ہو وہ ہمارے پاس آئے اور اپنا قرض لے جائے۔ راوی نے بیان کیا کہ اب ہر سال ایام حج میں اس کا اعلان کرنا شروع کیا اور جب چار سال گزر گئے تو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ان کی میراث تقسیم کی۔ راوی کا بیان ہے: زبیر کی چار بیویاں تھیں اور عبداللہ رضی اللہ عنہ نے (وصیت کے مطابق) ایک تہائی حصہ بچی ہوئی رقم میں سے نکال لیا تھا، پھر بھی ہر بیوی کے حصے میں بارہ بارہ لاکھ کی رقم آئی اور کل جائداد زبیر رضی اللہ عنہ کی پانچ کروڑ دو لاکھ ہوئی۔ ❶

امام بخاری رحمہ اللہ کا قول اس بات پر محمول ہے کہ زبیر کی وفات کے وقت ان کے پاس یہی کل مال تھا، تقسیم میراث سے پہلے چار سالوں کی مدت میں اس میں جو اضافہ ہوا اس کا شمار اس میں نہیں ہے۔ ❷

بہر حال آپ کے ترکہ میں بہت برکت ہوئی۔ ❸ اللہ تعالیٰ نے ان کی وفات کے بعد ان کی اراضی میں بہت برکت دی، قرض کی ادائیگی کے بعد بھی بہت کچھ بچ گیا۔

---

❶ صحيح البخاري (٣١٢٩).

❷ شذرات الذهب (١/ ٢٠٩).

❸ الإصابة / ابن حجر (٢/ ٤٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس واقعہ کے فوائد و عبرتیں

ا: زبیر رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ اے میرے بیٹے! اگر تم قرض ادا کرنے سے عاجز ہو جاؤ تو میرے مالک اور مولیٰ سے اس سلسلے میں مدد مانگنا:

درحقیقت آپ کا یہ فرمان اللہ پر آپ کے پختہ یقین اور قوی ایمان کی دلیل ہے اور اسی کے نتیجہ میں اللہ کی ذات پر سچا اعتماد اور کامل توکل اور مشکلات کے ازالوں و حاجت برآریوں کے لیے اسی کی طرف حقیقی التجاء آشکارا ہوتی ہے، حقیقی مومن کو یہ پختہ یقین ہوتا ہے کہ ہر چیز اللہ کے ہاتھ میں ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ جب کبھی کسی مشکل اور تنگی میں پڑتا ہے تو سب سے پہلے اس کے ذہن میں اللہ کے وجود اور ہر چیز پر اس کی قدرت و اختیار کا تصور پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ سوچتا ہے کہ اس پریشانی کے حل میں ایک فریق کی حیثیت سے جو دوسرے مخلوقات سامنے ہیں وہ سب اللہ کے قبضہ میں ہیں، ان کے دل اللہ کے ہاتھ میں ہیں، وہ انھیں جس طرف چاہتا ہے پھیرتا ہے، لہٰذا ہمیں ہر چیز سے پہلے اس کی طرف پلٹنا چاہیے، اپنی حاجت برآری اور رفع مشکلات کے لیے اسی سے سوال کرنا چاہیے، پھر وہ مومن اللہ کی پیدا کردہ ان اسباب کو اختیار کرتا ہے جنھیں اللہ نے مطلوبہ نتائج تک پہنچانے کا ذریعے سے بنایا ہے، ایسا مومن ان اسباب کو اختیار کرتے وقت یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ یہ محض اسباب ہیں حقیقی اثر اللہ کی قدرت کا ہے اور وہی اسے بنانے والا ہے، وہ اس بات پر قادر ہے کہ ان اسباب سے اپنی عطا کردہ تاثیر لے لے اور یہ چیزیں مطلوبہ نتائج تک نہ پہنچا سکیں۔ ❶

ب: کیا زبیر رضی اللہ عنہ مال داروں میں سے تھے؟

- واقعہ مذکورہ کی عبارتیں بتاتی ہیں کہ آپ معروف و مشہور دولت مندوں اور اہل ثروت میں سے نہ تھے، بلکہ آپ کو ہمیشہ تنگی کا احساس رہا اور آپ کی ذمہ جو دوسروں کا قرض تھا آپ کو اس کی فکر دامن گیر تھی۔ آپ ڈر رہے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری زمین اور مکانات میرے قرض کے لیے کافی نہ ہوں۔
- دوسری دلیل یہ ہے کہ سابقہ عبارتیں بتاتی ہیں کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اپنے والد محترم کے توقع کے خلاف نہیں سوچتے تھے بلکہ انھیں جیسی توقع کرتے تھے یعنی دونوں کا خیال تھا کہ شاید ہماری موجودہ جائداد سے قرض زیادہ ہو جائے، چنانچہ جب آپ کے والد نے کہا: تمھارا کیا خیال ہے، کیا قرض کی ادائیگی کے بعد بھی ہمارے مال سے کچھ بچ سکے گا؟ ❷ تو عبداللہ کے پاس کوئی جواب نہ تھا، پس اگر عبداللہ کی توقع اپنے والد کے توقع کے

---

❶ التاریخ الإسلامی (۲۰/ ۳۰۹).

❷ مصنف نے صحیح بخاری کی روایت مختصر انداز میں پیش کی ہے، اس لیے کتاب میں موجود الفاظ میں یہ نہیں ہے اور اسی طرح جن الفاظ کو مصنف نے ذکر کیا ہے وہ بھی کتاب میں مذکور نہیں ہیں۔ اس لیے بہتر ہوگا کہ صحیح بخاری میں براہ راست اس کو ملاحظہ کر لیا جائے، وہاں یہ تفصیل موجود ہے۔ دیکھئے: صحیح البخاری/ کتاب الجهاد/ باب برکة الغازی فی ماله حیا و میتا مع النبی و ولاة الأمر باب نمبر ۱۳، حدیث نمبر (۳۱۲۹) (مترجم)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خلاف ہوتی تو ایسے سخت و نازک ترین موقع پر اپنے ابا کو نہایت اطمینان بخش جواب دیتے کہ گھبرائیں نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے آپ کا سوچنا اور آپ کی توقع غلط ہے۔

لیکن ایسا کچھ نہ ہوا، بلکہ صریح الفاظ میں اپنے والد کی توقع کا ساتھ دیا اور جب زبیر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیتے ہوئے کہا تھا کہ اگر تم قرض دینے سے عاجز ہو جانا تو زبیر کے مولا سے مدد مانگنا، تو عبداللہ نے پوچھا: آپ کے مولا کون ہیں؟ گویا انھیں بھی توقع ہو چلی تھی کہ زبیر کے مولیٰ سے مدد لینا پڑے گا، اس موقع پر کسی کے ذہن میں یہ بات نہیں آنی چاہیے کہ زبیر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اپنے باپ کی جائداد اور پوری ملکیت کا پتا نہیں تھا، نہیں ہرگز نہیں، عبداللہ رضی اللہ عنہ اس وقت پینتیس (۳۵) سال کے ہو چکے تھے، بھلا ایسی عمر میں کون شخص اپنے باپ کا معاون اور اس کی ثروت و جائداد کا جانکار نہیں ہوتا، اور خاص طور پر اگر ایسا شخص اپنے باپ کی سب سے بڑی اولاد ہو۔ خود زبیر رضی اللہ عنہ کا عبداللہ سے یہ پوچھنا کہ تمھارا کیا خیال ہے کیا قرض دینے کے بعد بھی ہمارے مال سے کچھ بچے گا؟ اس بات کی دلیل ہے کہ عبداللہ کو اپنے والد کے احوال و اموال سے پوری واقفیت تھی، اتنا ہی نہیں، خود عبداللہ صراحت سے کہتے ہیں کہ والد صاحب کے قرض کی ادائیگی کا مسئلہ کوئی آسان چیز نہ تھی، کہتے ہیں: ''اللہ کی قسم! قرض ادا کرنے میں جو بھی دشواری سامنے آئی تو میں نے اس طرح دعا کی، اے زبیر کے مولا! ان کی طرف سے ان کا قرض ادا کرا دے، اور ادائیگی کی صورت پیدا ہو جاتی تھی۔'' ❶

○ زبیر رضی اللہ عنہ کے اہل ثروت اور مال داروں میں شمار نہ کیے جانے اور اپنے قرض و املاک کے متعلق اپنی توقع میں سچے ہونے کی تیسری دلیل یہ ہے کہ زبیر رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی تو کہا: میں سمجھتا ہوں کہ تم پر قرض کا جو اس قدر بوجھ ہے تم میں اس کی ادائیگی کی طاقت نہیں ہے، پس اگر تم پر کچھ قرض رہ جاتا ہے تو مجھ سے کہنا۔ ❷

○ اور چوتھی دلیل یہ ہے کہ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے پاس آئے، واضح رہے کہ زبیر رضی اللہ عنہ عبداللہ بن جعفر کے بھی چار لاکھ مقروض تھے، چنانچہ آئے اور کہا: اگر تم چاہو تو میں یہ قرض چھوڑ سکتا ہوں، لیکن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں، پھر انھوں نے کہا کہ اگر تم چاہو تو میں سارے قرض کی ادائیگی کے بعد لے لوں گا، عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس پر بھی یہی کہا کہ تاخیر کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔ ❸

بہر حال یہ دو عظیم و جلیل القدر صحابہ کی شہادتیں ہیں کہ انھیں بھی یہ توقع تھی کہ زبیر رضی اللہ عنہ کے اوپر جس قدر قرض ہے ان کی جائداد سے اسے ادا کرنا ناممکن ہے، اس کے لیے بہر حال دوسروں سے مدد لینے کی ضرورت پڑے گی۔

پھر یہ دونوں صحابہ زبیر رضی اللہ عنہ کے لیے کوئی اجنبی بھی نہ تھے بلکہ دونوں آپ کے قریبی تھے، آپ کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والے اور آپ کے احوال سے واقف تھے، ایک ہیں حکیم بن حزام رضی اللہ عنہما جو کہ زبیر کے چچا زاد بھائی ہیں اور

❶ صحيح البخاري، حديث نمبر (٣١٢٩). ❷ صحيح البخاري، حديث نمبر (٣١٢٩).
❸ صحيح البخاري، حديث نمبر (٣١٢٩).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دوسرے ہیں عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما جو کہ ان کے ماموں زاد بھائی کے لڑکے ہیں، بایں طور کہ زبیر کی ماں صفیہ بنت عبدالمطلب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی ہیں۔ آپ زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ لین دین، قرض اور امانت رکھنے کا معاملہ کیا کرتے تھے۔ پس یہ چار صریح اور شک وشبہ سے پاک دلیلیں ہیں جو بتاتی ہیں کہ زبیر رضی اللہ عنہ اہل ثروت اور مال داروں میں سے نہ تھے۔ ❶ یہ بحث میں نے اس لیے چھیڑی ہے کہ زبیر رضی اللہ عنہ کی دولت وثروت، آپ کے گھوڑوں اور غلاموں کے بارے میں بہت کچھ مشہور ہے، چنانچہ بعض مصادر میں ہے کہ آپ ہزاروں غلاموں کے مالک تھے، روزانہ وہ سب آپ کو اپنی آمدنی کا خراج دیتے تھے، لیکن اس کا ایک درہم بھی آپ کے گھر میں نہیں جاتا تھا، اور آپ سب کو صدقہ کرتے تھے۔ ❷

لیکن بدنام زمانہ مستشرق ویل دیورانٹ کو کیا کہا جائے، اس نے ہزار کو دس ہزار بنا کر پیش کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ زبیر دس ہزار غلاموں کے مالک تھے اور ان کے پاس ایک ہزار عمدہ معیار کے گھوڑے تھے۔ اس مستشرق نے نہایت ہوشیاری سے اس روایت سے یہ بات حذف کردی کہ آپ اپنے غلاموں کے خراج جو آپ کو روزانہ آتے تھے آپ اسے صدقہ کردیتے تھے۔ ❸

صحیح بات یہ ہے کہ صحیح بخاری کی روایت کے سامنے اس خبر کی کوئی حیثیت نہیں، اس لیے کہ اس میں صراحت سے یہ مذکور ہے کہ زبیر رضی اللہ عنہ جب شہید کیے گئے تو آپ کے پاس کوئی درہم ودینار نہ تھا صرف غابہ کی کچھ زمین تھیں، مدینہ میں گیارہ، بصرہ میں دو اور کوفہ ومصر میں ایک ایک گھر تھا۔ ❹ یہ روایت بالکل واضح ہے، اس میں آپ کی ملکیت کو حصر کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور اس کا تذکرہ ایسے مقام پر ہو رہا ہے جہاں ادائیگی قرض کی فکر دامن گیر ہے۔ اگر آپ ہزاروں غلاموں کے مالک ہوتے تو اس کا ذکر یہاں ضرور ہوتا، ان کی قیمتیں اور معیار بتائی جاتیں، اگر کم از کم قیمت کی رعایت کی جائے تو کیا ایک غلام دو ہزار درہم کا بھی نہ ہوتا۔ ❺ ضرور ہوتا اور غلاموں ہی کی قیمت سے کل قرض کی ادائیگی ہوجاتی، یہ تو اس صورت میں ہے جب کہ ہم بفرض محال زبیر رضی اللہ عنہ کی ملکیت میں ایک ہزار غلاموں کو تسلیم کرلیں، اب آپ سوچیں کہ اگر ہم مستشریق ول دیورانٹ کی تیرا بازی کو صحیح مان لیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ صحیح بخاری کی روایت کو اس کی جڑ سے کھرچ کر پھینک دیں، کیونکہ دس ہزار غلاموں اور ایک ہزار گھوڑوں کی قیمت، ہزار نقصان کے باوجود آپ کے قرض کی ادائیگی مزید برآں آپ کے ورثاء کو دولت میں ڈبانے کے لیے کافی تھی، ایسی صورت حال میں آپ کو اپنے بیٹے عبداللہ سے یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہ تھی کہ میرا

❶ الزبیر بن العوام، الثروۃ و الثورۃ/ عبدالعظیم الدیب ص (۹).

❷ سیر السلف الصالحین (۱/ ۲۲۷) اس کی سند ضعیف ہے۔

❸ الزبیر بن العوام الثروۃ الثورۃ ص (۱۳).

❹ صحیح البخاری، حدیث نمبر (۳۱۲۹).

❺ الزبیر بن العوام الثروۃ والثورۃ ص (۱٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سب سے بڑا غم میرا قرض ہے۔ اس کے لیے میرے مولا سے مدد مانگنا۔ ❶

آپ زبیر رضی اللہ عنہ کی سیرت پر اس قدر تفصیلی گفتگو سے چونکیں نہیں، کیونکہ زبیر بن عوام، طلحہ بن عبید اللہ، عمرو بن عاص، ابوموسیٰ اشعری اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی سیرت کا مطالعہ اور ان کی زندگی کی معلومات اس کتاب کے مقاصد سے مربوط ہیں۔ علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت اور آپ کے کارناموں پر گفتگو کرتے وقت ان ہستیوں کی زندگی کے نشیب وفراز کو جاننا ضروری ہے، اس لیے کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی سیرت و کارناموں میں یہ شخصیات مرکزی اور اساسی حیثیت رکھتی ہیں، تاریخ وادب کی کتابوں میں ان شخصیات کی جس طرح کردارکشی کی گئی ہے اسے میں داخلی فتنے کے زیرعنوان تفصیل سے ذکر کروں گا۔ ان شخصیات کی سیرت، اخلاق اور اوصاف کو بیان کرنا ہم پر واجب ہے تاکہ ان شخصیات اور ان کے ادوار کا مطالعہ کرنے والا ان کے بارے میں صحیح معرفت لے کر نکلے، ضعیف روایات اور روافض مورخین کی ان من گھڑت واقعات اور قصوں سے متاثر نہ ہو جنھوں نے ان عظیم شخصیات کے بارے میں لوگوں کے برتاؤ اور ان کے فکر ونظر کو بدل دیا ہے، چنانچہ زبیر رضی اللہ عنہ یا آپ کے علاوہ دیگر بڑے بزرگ صحابہ کی سیرتیں، جن کا امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں رونما ہونے والے حوادث و واقعات میں کردار رہا ہے، ان پر گفتگو کرنا ہمارے اہم مقاصد میں داخل ہے جسے میں خلفائے راشدین کے عہد کے قارئین تک پہنچانا چاہتا ہوں۔

طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی سیرت وشہادت

آپ کا نام ونسب اس طرح ہے: ''ابومحمد طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب القرشی التیمی۔'' ❷

آپ کا نسب مرہ بن کعب پر پہنچ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور تیم بن مرہ پر پہنچ کر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل جاتا ہے، ان کے درمیان آباء کی تعداد میں برابری ہے۔ ❸ آپ کی ماں کا نام صعبہ بنت الحضرمی ہے۔ آپ یمنی خاتون تھیں اور علاء بن حضرمی کی بہن ہیں۔ ❹ آپ مسلمان ہوچکی تھیں، آپ کو صحابیت اور ہجرت کا شرف حاصل ہے۔ ❺ اور طلحہ رضی اللہ عنہ جنت کے بشارت یافتہ دس لوگوں میں سے ایک ہیں، نیز ان آٹھ نیک بختوں میں سے ایک ہیں جنھوں نے اسلام کی طرف سبقت کی، اسی طرح ان پانچ لوگوں میں سے ایک ہیں جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ذریعے سے اسلام میں داخل ہوئے اور ان چھ ممبران شوریٰ میں سے ایک ہیں جنھیں عمر رضی اللہ عنہ انتخاب خلافت کا حق دیا تھا۔ ❻

❶ صحیح البخاری، حدیث نمبر (٣١٩٢).

❷ الإصابة (٢/ ٢٢٠) الاستيعاب على حاشية الإصابة (٢/ ٢١٠).

❸ فتح الباری (٧/ ٨٢). ❹ الإصابة (٢/ ٢٢٠).

❺ الإصابة (٤/ ٣٣٧)، فتح الباری (٧/ ٨٢).

❻ المستدرك/ حاكم (٣/ ٣٦٩) عقيدة أهل السنة في الصحابة (١/ ٢٢٨)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ا۔ اسلام، آزمائش اور ہجرت:

سیّدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بُصریٰ کے ایک بازار میں گیا، میں نے وہاں ایک پادری کو اپنے گرجا گھر میں کہتے ہوئے سنا: اس سال یہاں آنے والوں سے پوچھو کیا یہاں کوئی اہل حرم میں سے ہے؟ طلحہ نے کہا: ہاں، میں ہوں، اس نے پوچھا: کیا اب تک احمد کا ظہور نہیں ہوا؟ میں نے کہا: کون احمد؟ اس نے کہا: ابن عبداللہ بن عبدالمطلب۔ یہ اسی کے ظہور کا مہینا ہے، وہ آخری نبی ہوگا، حرم سے اس کا ظہور ہوگا، کھجوروں کے باغات والی، سیاہ پتھروں اور شور والی زمین اس کی ہجرت گاہ ہوگی۔ خبردار! ہوشیار رہنا اس کی طرف تم سے کوئی سبقت نہ کر سکے۔ طلحہ کا بیان ہے کہ اس کی یہ بات میرے دل میں گھر کر گئی، میں تیزی سے وہاں سے نکلا اور مکہ آ پہنچا، میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ کیا کوئی نیا واقعہ پیش آیا ہے؟ سب نے کہا: ہاں، امانت دار محمد بن عبداللہ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور ابوقحافہ کا لڑکا اس کے ساتھ ہے۔ طلحہ کہتے ہیں کہ میں وہاں سے چلا اور ابوبکر کے پاس پہنچا، ان سے پوچھا کیا آپ نے اس آدمی کی بات مان لی ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں، جاؤ تم بھی ان سے ملو اور ان کی پیروی کرو، وہ حق اور خیر کی دعوت دیتے ہیں۔ طلحہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو راہب کی بات بتائی، تو ابوبکر رضی اللہ عنہ طلحہ کو لے کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، وہاں طلحہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا، پھر آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پادری کی بات بتائی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر بہت خوش ہوئے، ادھر جب ابوبکر اور طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے تو نوفل بن خویلد بن العدویہ نے دونوں کو پکڑا اور ایک رسی میں باندھ دیا، یہ سب کچھ ہوا، لیکن بنوتیم نے ان دونوں کا کوئی دفاع نہ کیا۔ نوفل شیر قریش کہا جاتا تھا، چونکہ طلحہ اور ابوبکر نے ایک ساتھ یہ مشقتیں برداشت کی تھیں اس لیے ان دونوں کو قرین یعنی جگری دوست کہا جاتا ہے۔ ❶

اس طرح طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے اللہ کے راستہ میں بہت ایذا رسانیوں کا سامنا کیا، مشرکین کی طرف سے بڑی مصیبتیں جھیلیں، غیر تو غیر خود اپنے قریبی رشتہ داروں کی طرف سے بہت تکلیفیں اٹھائیں، لیکن آپ نہایت خندہ پیشانی سے ان تکلیفات پر صبر کرتے رہے، یہاں تک کہ اللہ نے ہجرت کی اجازت دے دی، چنانچہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت مدینہ کے لیے اپنے سفر پر نکل چکے تھے اسی وقت ایک قافلہ کے ساتھ شام سے واپس آتے ہوئے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آ ملے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو شامی لباس پہنایا اور مکہ کے لیے چل پڑے، وہاں اپنی ضروریات کی تکمیل کرنے کے بعد چند ہی دنوں میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال کو لے کر مدینہ پہنچے، اس طرح آپ مہاجرین اولین میں سے تھے۔ ❷

جب مدینہ آئے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہما کے درمیان مواخات قائم کرائی۔ ❸ بعض روایات میں ہے کہ ان کے اور کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کے درمیان مواخات کرائی تھی۔ ❹

❶ البدایة والنهایة (۷/ ۲۵۸). ❷ البدایة والنهایة (۷/ ۲۵۸) فرسان من عصر النبوة ص (۲۲۵).
❸ البدایة والنهایة (۷/ ۲۵۸). ❹ فرسان من عصر النبوة ص (۲۲۵).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲۔ غزوۂ بدر میں:

سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ قریش کے قافلہ کی جاسوسی پر مقرر کیے گئے تھے، یہ اس وقت کی بات ہے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اندازہ ہوا کہ اب قریش کا قافلہ شام سے لوٹ کر اِدھر سے گزرنے ہی والا ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلحہ اور سعید بن زید رضی اللہ عنہما کو بھیجا کہ جاؤ اور اس قافلہ کی خبر لاؤ، وہ دونوں گئے اور حوراء تک پہنچے، پھر وہاں اس وقت تک ٹھہرے رہے جب تک کہ قافلہ وہاں سے گزر کر ساحلی علاقہ تک نہیں پہنچ گیا۔ اس کے بعد وہ دونوں خبریں لے کر مدینہ لوٹ آئے، اِدھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچ چکی تھی اور وہ مسلمانوں کو لے کر غزوۂ بدر کے لیے نکل چکے تھے، ان دونوں نے اپنی حد تک بہت جلدی کی تاکہ مسلمانوں کی فوج سے جا ملیں، لیکن جب تک یہ وہاں پہنچے تب تک لڑائی ختم ہو چکی تھی اور یہ دونوں غزوہ میں شریک نہ ہو سکے، پھر بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کی طرح ان دونوں کو بھی حصہ دیا۔ [1]

۳۔ غزوۂ احد میں طلحہ رضی اللہ عنہ نے جنت واجب کر لی:

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب احد کی لڑائی لڑی جا رہی تھی اور لوگ اللہ کے رسول کے پاس سے دور نکل گئے تھے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم بارہ (۱۲) آدمیوں کے ساتھ ایک کنارے موجود تھے، ان میں طلحہ بھی تھے، مشرکین نے آپ کو پا لیا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا: ((مَنْ لِلْقَوْمِ؟)) کون ہے جو انھیں ہٹائے؟ طلحہ نے کہا: میں۔ آپ نے فرمایا: ((کَمَا اَنْتَ)) تم جہاں ہو وہیں رہو، تب ایک انصاری نے کہا: میں، چنانچہ وہ لڑے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے، پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اردگرد متوجہ ہوئے، دیکھا تو مشرکین کے نرغے میں ہیں، آپ نے فرمایا: ((من لھم؟)) کون ہے جو انھیں ہٹائے؟ طلحہ نے کہا: میں، آپ نے فرمایا: ((کَمَا اَنْتَ)) تم جہاں ہو وہیں رہو، تب تک ایک دوسرے انصاری بول اٹھے کہ میں۔ آپ نے فرمایا: ((اَنْتَ)) ہاں تمھیں، پھر انھوں نے مقابلہ کیا، یہاں تک کہ شہید ہو گئے، پھر یہی صورت حال بنی رہی اور آخر میں صرف طلحہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہ گئے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر کہا: ((مَن للقوم؟)) طلحہ نے کہا: میں۔ چنانچہ آپ نے بھی گیارہ صحابہ کی طرح مشرکین کا مقابلہ کیا، یہاں تک کہ آپ کی انگلیاں کٹ گئیں، آپ کے منہ سے یہ الفاظ نکلے: سی، سی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَوْ قُلْتَ بِسْمِ اللّٰهِ لَرَفَعَتْكَ الْمَلَائِكَةُ وَ النَّاسُ يَنْظُرُوْنَ .)) [2]

"اگر تم نے بسم اللہ کہا ہوتا تو فرشتے تمھیں لوگوں کے سامنے ہی آسمان کی فضا میں اٹھا لیتے۔"

اور مسند احمد کے الفاظ ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے طلحہ سے فرمایا تھا:

((لَوْ قُلْتَ بِسْمِ اللّٰهِ لَرَأَيْتَ يُبْنَى لَكَ بِهَا بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ وَ أَنْتَ حَيٌّ فِي الدُّنْيَا .)) [3]

---

[1] المستدرك على الصحيحين / حاكم (۳/ ۳۶۹) الاستیعاب (۱۱۸۸).

[2] السلسلة الصحيحة / ألباني، حديث نمبر (۲۱۷۱) یہ حدیث مجموعی سندوں کے اعتبار سے حسن ہے۔

[3] فضائل الصحابة/ حديث نمبر (۱۲۹۴) اس کی سند صحیح ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''اگر تم نے بسم اللہ کہا ہوتا تو تم دنیا میں جیتے جی دیکھ لیتے کہ اس کے بدلے جنت میں تمھارے لیے گھر تعمیر ہو رہا ہے۔''

قیس بن حازم کا بیان ہے کہ میں نے طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو شل دیکھا، انھوں نے غزوۂ احد کے موقع پر اس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی تھی۔ ❶ اس غزوہ میں آپ کو انتالیس (۳۹) یا پینتیس (۳۵) زخم لگے تھے، سبابہ اور اس کے قریب کی انگلی شل ہوگئی تھی۔ ❷ ابوداؤد الطیالسی نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی ہے کہ انھوں نے فرمایا:

ابوبکر رضی اللہ عنہ جب غزوہ احد کا ذکر کرتے تو کہتے وہ دن تو سارے کا سارا طلحہ کا ہے۔ ❸

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے اور طلحہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی ام اسحاق کا بیان ہے کہ غزوۂ احد کے موقع پر میرے ابا کو چوبیس (۲۴) گہرے زخم لگے تھے، ان میں ایک چوکور زخم آپ کے سر میں تھا، آپ کے پیر کی نسیں کاٹ دی گئی تھیں، آپ کی انگلی شل ہوگئی تھی، بقیہ زخم آپ کے جسم میں تھے، آپ پر غشی (بے ہوشی) کا غلبہ تھا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا رباعی دانت ٹوٹ گیا تھا، چہرہ انور زخمی ہوگیا تھا، غشی طاری ہو رہی تھی۔ طلحہ رضی اللہ عنہ آپ کو اپنی گود میں لیے ہوئے پیچھے ہٹتے تھے، جب کوئی مشرک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچنے لگتا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے ہوئے اس سے قتال کرتے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھاٹی میں محفوظ جگہ پہنچا دیا۔ ❹ یہاں تک کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارے میں فرمایا:

((اَوْجَبَ طَلْحَةُ حِیْنَ صَنَعَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاصَنَعَ .)) ❺

''طلحہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت کچھ کر کے جنت واجب کر لی۔''

۴۔ زمین پر ایک شہید چل رہا ہے:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم حراء پہاڑ پر تھے، وہ ہلنے لگا، تو آپ نے فرمایا:

((اُسْكُنْ حِرَاءُ فَمَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيْقٌ أَوْ شَهِيْدٌ .))

''اے حراء! ٹھہر جا، تجھ پر اس وقت نبی یا صدیق ہے یا شہید ہے۔''

اس وقت پہاڑ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ ❻ حبیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اطہر سے اس بشارت کی سماعت کے بعد جب طلحہ کو یقین ہوگیا کہ شہادت کی موت مروں گا تو انھوں نے شہادت کی متوقع جگہوں کو تلاش کرنا شروع کر دیا، غزوۂ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں

---

❶ صحیح البخاری، حدیث نمبر (٤٠٦٣).

❷ صحیح البخاری، حدیث نمبر (٧/ ٣٦١) أصحاب الرسول (١/ ٢٦٤).

❸ فتح الباری (٧/ ٣٦١). ❹ سیر أعلام النبلاء (١/ ٣٢).

❺ صحیح الجامع الصغیر / البانی/ حدیث نمبر (٢٥٤٠)، السلسلة الصحیحة (٩٤٣) یہ مسند احمد، ترمذی، ابن حبان اور حاکم کی روایت ہے، شیخ البانیؒ نے اس کو حسن قرار دیا ہے۔ (مترجم)

❻ صحیح مسلم، حدیث نمبر (٢٤١٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ رہے۔ ❶ اور غزوۂ بدر میں کیوں پیچھے تھے اس لیے کہ اس وقت آپ ایک ذمہ داری پر مامور تھے، جیسے کہ یہ بات گزر چکی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کے بارے میں فرمایا:

((مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى شَهِيدٍ يَمْشِي عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ .)) ❷

''جو کسی شہید کو زمین پر چلتا ہوا دیکھنا چاہیے وہ طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھ لے۔''

۵۔ اللہ سے اپنے معاہدے کو نبھایا:

سیّدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کے دونوں لڑکے موسیٰ اور عیسیٰ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کے صحابہ کا بیان ہے کہ ایک اعرابی اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آیا اور پوچھنے لگا کہ ﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ﴾ (الاحزاب: ۲۳) میں اپنا عہد پورا کرنے والا کون ہے؟ صحابہ اللہ کے رسول ﷺ سے سوال کرنے جرأت نہیں کرتے تھے، وہ آپ کی توقیر واحترام کرتے تھے، ساتھ ہی آپ سے ڈرتے بھی تھے، بہرحال اعرابی نے اپنا سوال پھر دہرایا، اللہ کے رسول ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا، اس اعرابی نے پھر وہی سوال دہرایا، نبی اکرم ﷺ نے پھر کوئی جواب نہ دیا، تب تک میں مسجد کے دروازے سے داخل ہوا تھا، میں سبز رنگ کا لباس پہنے ہوئے تھا، جب آپ نے مجھ کو دیکھا تو کہنے لگے: ((أَيْنَ السَّائِلُ عَمَّنْ قَضَى نَحْبَهُ .)) اپنا عہد پورا کرنے والے کے بارے میں پوچھنے والا کہاں گیا، اعرابی نے کہا: میں حاضر ہوں، اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: ((هٰذَا مِمَّنْ قَضَى نَحْبَهُ .)) یہ ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے اللہ کے ساتھ اپنا عہد پورا کیا۔ ❸

۶۔ اپنے بھائیوں کی طرف سے مدافعت اور ان کے ساتھ حسن ظن کی تلقین:

مالک بن ابو عامر سے روایت ہے کہ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی آیا، اور کہنے لگا کہ اس یمنی یعنی ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں تم کیا سوچتے ہو؟ کیا وہ حدیث رسول کے بارے میں آپ سے زیادہ جاننے والے ہیں، اس سے ہم ایسی ایسی احادیث سنتے ہیں جسے آپ سے نہیں سنتے۔ آپ نے فرمایا: اس میں کوئی شک نہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے وہ کچھ سنا ہے جو ہم نے نہیں سنا۔ میں تم کو بتانا چاہتا ہوں کہ ہم سب اہل خانہ تھے، اللہ کے رسول ﷺ کے پاس صبح وشام کو آتے تھے، جب کہ وہ یعنی ابوہریرہ مسکین آدمی تھے، اللہ کے رسول ﷺ کے دروازے پر بیٹھے رہتے تھے تو یقیناً وہ ان حدیثوں کو ضرور سنیں گے جنھیں ہم نے نہیں سنا ہوگا، کیا تمھیں کسی ایسے آدمی میں کوئی بھلائی نظر آسکتی ہے جو اللہ کے رسول ﷺ کی طرف ایسی باتیں منسوب کرے جنھیں آپ نے نہیں کیا ہے؟ ❹

---

❶ أصحاب الرسول (۱/ ۲٦۰) .

❷ سنن الترمذی، نیز صحیح الجامع الصغیر/ ألبانی، حدیث نمبر (۵۹٦۲) .

❸ سنن الترمذی/ حدیث نمبر (۳۷٤۲) اس کی سند حسن ہے۔

❹ سیر أعلام النبلاء (۱/ ۳۷) اس کی سند حسن ہے، سنن الترمذی (۳۸۳۷) .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس واقعہ میں ایک مفید سبق یہ ملتا ہے کہ نیکوکار علماء وفقہاء کی طرف سے ہمیں پوری مدافعت کرنی چاہیے۔

۷۔ اللہ کے راستے میں آپ کی جود وسخا:

قبصیہ بن جابر کا بیان ہے کہ میں طلحہ رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہا ہوں، بغیر مانگے ہوئے ان سے زیادہ جود وسخا کرنے والا میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ ❶

موسیٰ اپنے باپ طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے پاس حضرموت سے سات لاکھ کا مال آیا، آپ نے وہ رات کروٹیں بدلتے ہوئے گزاری، ان کی بیوی نے کہا: کیا بات ہے؟ آپ کہنے لگے: آج سرشام ہی سے میں فکرمند ہوں۔ وہ شخص اپنے رب کے بارے میں کیا گمان کرتا ہے جو اپنے گھر میں رات گزارتا ہے اور اس قدر مال اس کے گھر میں موجود ہے؟ بیوی نے کہا: کہاں ہیں آپ کے فلاں اور فلاں قریبی دوست لوگ، جب صبح ہو تو برتن منگوائیے اور اسے تقسیم کر دیجیے۔ آپ نے ان سے کہا: اللہ تم پر رحم کرے، تم موفقہ بنت موفق یعنی اللہ کے توفیق یافتہ باپ کی توفیق یافتہ بیٹی ہو۔ یہ ام کلثوم بنت صدیق تھیں، چنانچہ جب صبح ہوئی تو آپ نے برتن منگوایا اور اس مال کو انصار ومہاجرین کے درمیان تقسیم کر دیا۔ ایک ڈونگا بھر کر مال علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا، تو آپ کی بیوی کہنے لگیں: اے ابومحمد! کیا اس مال میں ہمارا حصہ نہیں ہے؟ آپ نے کہا: تم ابھی تک کہاں تھیں؟ اب جو باقی بچے گا وہ تمھارا ہوگا۔ وہ فرماتی ہیں کہ آخر میں ایک تھیلی بچی جس میں تقریباً ایک ہزار درہم تھے۔ ❷

(آپ کی بیوی) سعدیٰ بنت عوف المریہ کا بیان ہے کہ ایک دن طلحہ رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے، دیکھا تو وہ کسی قدر مضمحل تھے، میں نے کہا: کیا بات ہے؟ شاید آپ کو ہم سے کوئی پریشانی لاحق ہوئی ہے؟ آپ کہنے لگے، نہیں۔ اللہ کی قسم ایسی بات ہرگز نہیں، تم بہترین بیوی ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ میرے پاس کچھ مال ہے جس کے بارے میں میں فکرمند ہوں، میں نے کہا: اس میں فکر کی کیا بات ہے؟ اپنے قبیلہ کے لوگوں کو دے دو، چنانچہ آپ نے اپنے غلام سے کہا: اے غلام میرے خاندان اور قبیلہ کے لوگوں کو بلاؤ، پھر آپ نے وہ مال ان میں تقسیم کر دیا، پھر میں نے خازن سے پوچھا: طلحہ نے تقسیم کرنے کے لیے کتنا دیا تھا، اس نے بتایا کہ چار لاکھ۔ ❸

حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک زمین سات لاکھ میں فروخت کی، اس رات اس مال کے ڈر سے آپ کو نیند نہ آئی، یہاں تک کہ صبح ہوئی اور آپ نے اسے لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ ❹

علی بن زید کا بیان ہے کہ ایک اعرابی طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور رشتہ داری کا واسطہ دے کر مانگنے لگا، آپ نے

---

❶ الحلیة (۱/ ۸۸) سیر أعلام النبلاء (۱/ ۳۰).

❷ سیر أعلام النبلاء (۱/ ۳۰، ۳۱).

❸ مجمع الزوائد (۹/ ۱۴۸) ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اسے طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں، نیز دیکھئے: المستدرك للحاکم (۳/ ۳۷۸) یہاں جو عبارت مصنف نے ذکر کی ہے وہ مجمع الزوائد کی عبارت سے مختلف ہے۔ ترجمہ براہ راست مجمع الزوائد سے کیا گیا ہے۔ (مترجم)

❹ سیر أعلام النبلاء (۱/ ۳۲).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فرمایا: تجھ سے پہلے کسی نے اب تک اس رشتہ کا واسطہ دے کر سوال نہیں کیا تھا، میری ایک زمین ہے، جس کا عثمان مجھے تین لاکھ دے رہے ہیں، تم اسے لے لو، اور اگر تم کہو تو میں اسے عثمان کے ہاتھوں فروخت کر کے اس کی نقد قیمت تمھیں دے دوں، اس نے کہا: نقد ہی دے دیجیے، چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ ❶

آپ نے بنو تیم کے کسی فرد کو تنگ دست نہیں دیکھنا چاہتے تھے، اگر کوئی ایسا ہوتا تو آپ اس کی بھرپور مدد کرتے، اس کے قرض کو ادا کر دیتے، آپ ہر سال عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس دس ہزار برائے اخراجات بھیجا کرتے تھے۔ ❷ آپ طلحة الخير (خیر کے طلحہ) طلحة الفياض (فیاض طلحہ) طلحة الجود (جودوسخا کے طلحہ) کے لقب سے ملقب تھے۔ ❸ آپ کی اسی سخاوت اور کار خیر میں دریا دلی کی وجہ ہی سے رسول اللہ ﷺ نے آپ کا نام فیاض یعنی بہت بڑا سخی رکھ دیا تھا۔ ابوعبداللہ الحاکم اپنی سند سے موسیٰ بن طلحہ سے روایت کرتے ہیں کہ طلحہ رضی اللہ عنہ نے غزوۂ ذی قرد کے موقع پر کئی اونٹوں کو ذبح کیا اور ایک کنواں کھودا، پھر سب کو کھلا پلا کر سیراب کیا، اس موقع پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ((يَا طَلْحَةُ الْفَيَّاضُ)) اے طلحہ فیاض! پھر آپ طلحہ فیاض کہے جانے لگے۔ ❹

۸۔ آپ کے اقوال زریں:

آپ کا قول ہے کہ آدمی کے لیے سب سے کم عیب کی بات یہ ہے کہ وہ اپنے گھر میں بیٹھا رہے۔ ❺

فرمایا: پوشاک، اظہار نعمت کی علامت ہے، اور خادم پر احسان کرنا دشمن کے لیے تکلیف دہ ہے۔ ❻ آپ مردم شناس تھے، لوگوں کے بارے میں آپ کی نگاہیں باریکی سے اور صحیح تجزیہ کرتی تھیں۔ صلہ رحمی کے بارے میں آپ کسی بخیل سے مشورہ نہ لیتے تھے، اور نہ ہی جنگ کے بارے میں کسی بزدل سے۔ ❼

۹۔ آپ کی شہادت:

جنگ جمل کے موقع پر جب آپ میدان معرکہ میں حاضر ہوئے اور علی رضی اللہ عنہ سے آپ کی ملاقات ہوئی تو انھوں نے آپ کو معرکہ سے کنارہ کشی کی نصیحت کی، چنانچہ آپ ایک صف میں کنارے جا کھڑے ہوئے، تب اچانک ایک زہر آلود تیر آپ کے گھٹنوں میں اور ایک روایت کے مطابق گردن میں آ لگا، پہلی ہی روایت زیادہ مشہور ہے۔ وہ تیر آپ کے گھٹنوں سمیت گھوڑے کے پہلو میں جا دھنسا، گھوڑا بے لگام ہو گیا اور بالکل قریب تھا کہ آپ کو اپنی پشت سے گرا دے۔ آپ کہنے لگے: اے اللہ کے بندو! میری طرف آؤ، آپ کا ایک غلام یہ آواز سن کر آپ کے پاس آیا اور آپ کے پیچھے سوار ہو گیا، وہ گھوڑا کو ہنکا کر بصرہ لایا اور وہاں ایک مکان میں پہنچ کر آپ کی وفات ہو گئی۔ اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ آپ معرکہ ہی میں شہید ہوئے تھے۔ اختتام جنگ کے بعد علی رضی اللہ عنہ جب

---

❶ سير أعلام النبلاء (١/ ٣١). ❷ سير أعلام النبلاء (١/ ٣٣).

❸ تاريخ الإسلام / عهد الخلفاء الراشدين ص (٥٢٧).

❹ المستدرك (٣/ ٣٧٤) اس کی سند صحیح ہے۔ نیز مختصر تاریخ دمشق (١١/ ٢٠٢)

❺ البداية والنهاية (٧/ ٢٥٨) یعنی لایعنی اور غیر مفید امور میں لگنے سے بہتر عزلت نشینی ہے۔

❻ فرسان من عصر النبوة ص (٢٣٧). ❼ فرسان من عصر النبوة ص (٢٣٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مقتولین کے درمیان گئے اور آپ کی نگاہ طلحہ رضی اللہ عنہ پر پڑی تو آپ کے چہرے سے مٹی صاف کرنے لگے۔ ❶ اور کہا: اے ابومحمد! یہ میرے لیے کافی دکھ کی بات ہے کہ میں تمھیں کھلے آسمان کے نیچے وادیوں میں پڑا ہوا دیکھوں۔ پھر فرمایا: ((إِلَى اللّٰهِ أَشْكُوْ عُجْرِي وَ بُجْرِيْ)) میں اپنے رنج والم کی شکایت اللہ ہی سے کررہا ہوں، پھر آپ نے ان پر اللہ کی رحمت کی دعائیں کیں اور کہا: اے کاش! میں آج سے بیس سال پہلے ہی مر گیا ہوتا۔ ❷

بلاشبہ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ جنتی تھے، عبدالرحمن بن عوف سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَبُوْبَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ، وَ عُمَرُ فِي الْجَنَّةِ، وَ عُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ، وَ عَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ، وَ طَلْحَةُ وَ سَعْدٌ فِي الْجَنَّةِ، وَ سَعِيْدٌ فِي الْجَنَّةِ، وَ أَبُوْعُبَيْدَةُ فِي الْجَنَّةِ، وَ الزُّبَيْرُ وَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ.))

''ابوبکر جنت میں ہوں گے، عمر جنت میں ہوں گے، عثمان جنت میں ہوں گے، علی جنت میں ہوں گے، طلحہ اور سعد جنت میں ہوں گے، سعید جنت میں ہوں گے، ابوعبیدہ جنت میں ہوں گے، زبیر اور عبدالرحمن بن عوف جنت میں ہوں گے۔'' (رضی اللہ عنہم اجمعین)

امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں: یہ حدیث بسند عبدالرحمن بن حمید عن ابیہ عن سعید بن زید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی انھیں الفاظ میں مروی ہے۔ ❸

تو اس حدیث میں طلحہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ومنقبت واضح انداز میں دیکھی جاسکتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو جنتی ہونے کی شہادت دے رہے ہیں اور شہادت کی موت بھی ایک اعزاز اور ساتھ ہی ساتھ دنیا وآخرت میں آپ کی سعادت مندی کی خوش خبری ہے۔ ❹

۱۰۔ وفات کے بعد جسد خاکی اللہ کی حفاظت میں:

اللہ تعالیٰ نے طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد بھی ان کے جسد خاکی کی حفاظت کی، تقریباً تیس سال کی مدت گزرنے کے بعد جب آپ کی قبر کھودی گئی اور آپ کی لاش دوسری جگہ منتقل کی جانے لگی اس وقت داڑھی کے ایک جانب چند بالوں میں معمولی تبدیلی کے علاوہ جسم کا کوئی حصہ داغ دار نہ ہوا تھا۔ مثنیٰ بن سعید کا بیان ہے کہ ایک آدمی طلحہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی عائشہ کے پاس آیا اور کہا: میں نے طلحہ رضی اللہ عنہ کو خواب میں یہ کہتے ہوئے دیکھا ہے کہ عائشہ سے کہو، اس جگہ سے مجھے ہٹا دے، کیونکہ اس جگہ کی نمی اور پانی سے مجھے تکلیف ہو رہی ہے، چنانچہ آپ اپنے متعلقین ورشتہ داروں کو لے کر وہاں پہنچیں، سب نے پرانی قبر کو توڑا اور آپ کو نکالا، اس وقت آپ کی ریش کے ایک جانب یا سر کے ایک جانب چند بالوں کے علاوہ جسم کے کسی حصہ میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی تھی، جب کہ اس

❶ البداية و النهاية (٧/ ٢٥٨) ❷ تاريخ الإسلام/ عهد الخلفاء الراشدين ص (٥٢٨).
❸ سنن ترمذی، حدیث نمبر (٣٧٥٧) یہ حدیث حسن ہے، سنن ابی داؤد، حدیث نمبر (٤٦٤٩).
❹ عقيدة أهل السنة (١/ ٢٩٣).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

درمیان کا فاصلہ تیس سالوں سے اوپر پر محیط تھا۔ ❶ اللہ تعالیٰ طلحہ اور دیگر تمام صحابہ سے راضی ہو۔

۱۱۔عثمان، علی، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخیاں کرنے والوں پر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ لعنت بھیجتے ہیں:

سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی طلحہ، زبیر، عثمان، اور علی رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں بدکلامی کر رہا تھا، سعد رضی اللہ عنہ اسے منع کرنے لگے، اور کہا: میرے بھائیوں کی شان میں گستاخی نہ کر، لیکن وہ نہ مانا، آپ اٹھے، دو رکعت نماز پڑھی اور اس پر یہ بددعا فرمائی: اے اللہ اگر اس کی بدکلامی تیرے نزدیک بھی ناراضی کا سبب ہے تو آج میرے سامنے اس کے بارے میں کوئی نشانی دکھا دے اور اسے دوسروں کے لیے عبرت بنا دے۔ چنانچہ جب وہ وہاں سے نکلا تو ایک بختی اونٹ لوگوں کو چیرتے پھاڑتے آگے آ رہا تھا، اس نے اس آدمی کو پکڑا اور ہموار زمین کی طرف لے گیا اور اسے پیروں کے نیچے رکھ کر کچل دیا، پھر میں نے دیکھا کہ لوگ آپ کے پیچھے آ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں: اے ابواسحاق آپ کو مبارک ہو، آپ کی دعا قبول ہوگئی۔ ❷

---

❶ أصحاب الرسول (۱/ ۲۷۰). ❷ سیر أعلام النبلاء (۱/ ۱۱٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۲)

جنگ صفین ۳۷ھ

معرکے کا پس منظر

ا۔ام المؤمنین ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا نے ،عثمان رضی اللہ عنہ کی قمیص دے کر نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کو معاویہ رضی اللہ عنہ اور شام والوں کے پاس بھیجا:

جب سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے تو ام المومنین ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا نے عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر والوں کو پیغام بھیجا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کا وہ کپڑا جس میں آپ کی شہادت ہوئی ہے، میرے پاس بھیج دو، ان لوگوں نے خون میں لت پت آپ کی وہ قمیص اور داڑھی کے اکھاڑے ہوئے بال ام المومنین اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا دیے، پھر آپ نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کو بلایا اور انھیں وہ کپڑا دے کر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا، چنانچہ وہ قمیص اور آپ کا خط لے کر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ ہو گئے۔ ❶

ایک روایت میں ہے کہ جب نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما نکلے تو ان کے ساتھ خون میں رنگی ہوئی عثمان رضی اللہ عنہ کی قمیص اور نائلہ کی وہ کٹی ہوئی انگلیاں جو مدافعت میں کٹی تھیں، ❷ نائلہ بنت فرافصة کلبیة، شامیہ عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ ❸

نعمان رضی اللہ عنہ یہ سب کچھ لے کر شام میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے، معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے منبر پر رکھ دیا تاکہ لوگ اسے دیکھ لیں اور انگلیوں کو قمیص کی آستین میں باندھ کر لٹکا دیا، کبھی اسے اوپر اٹھاتے اور کبھی نیچے رکھ دیتے، اور لوگ اس کے چاروں طرف رو رہے تھے، پھر انھوں نے آپس میں ایک دوسرے کو اس کا انتقام لینے کے لیے ابھارا۔ ❹ شرحبیل بن السمط الکندی آئے اور معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے: عثمان رضی اللہ عنہ ہمارے خلیفہ تھے، اگر آپ میں ان کے خون کا بدلہ لینے کی طاقت ہے تو ٹھیک ہے ورنہ ہم سے الگ ہو جائیے۔ ❺ باشندگان شام نے قسمیں کھالیں کہ وہ اس وقت تک عورتوں کو ہاتھ نہ لگائیں گے اور بستروں پر نہیں لیٹیں گے جب تک کہ قاتلین عثمان کو اور جو اس مقصد میں رکاوٹ کا سبب بنیں گے انھیں کیفر کردار تک نہ پہنچا دیں گے، یا وہ خود اس راستے میں قربان

❶ تاريخ الإسلام/ عهد الخلفاء الراشدين ص (٥٣٩).

❷ البداية والنهاية (٧/ ٥٣٩).

❸ تاريخ الدعوة الإسلامية، محمد جميل ص (٣٩٨).

❹ البداية والنهاية (٧/ ٥٣٩) اس کی سند ضعیف ہے۔

❺ الأنساب (٤/ ٤١٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہو جائیں گے۔ ❶ معاویہ رضی اللہ عنہ بھی یہی چاہتے تھے، کیونکہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما نے اہل شام کے سامنے جن حالات کی منظر کشی کی تھی وہ یقیناً حد درجہ قابل نفریں تھے۔ خلیفہ کا قتل کر دیا جانا، عوام الناس کی گردنوں پر بلوائیوں کی لٹکتی ہوئی تلواریں، بیت المال پر ناجائز قبضہ اور نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیاں یہ ساری باتیں ایسی ہی تھیں کہ دلوں کو بے قابو کر دیں اور جذبات کو بھڑکا دیں، پھر ایسا ہی ہوا، لوگ بے قابو ہو گئے اور ان کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں، ایسی صورتحال میں قطعاً یہ کوئی عجیب بات نہ تھی کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے مؤیدین اہل شام بیعت سے پہلے عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے بدلہ اور قصاص کے لیے قاتلین کی سپردگی کا مطالبہ کرتے اور اس پر مصر رہتے، کیا ہم یہ تصور کر سکتے ہیں کہ امیر المومنین اور سید المسلمین ظالموں، حاسدوں اور سازش کاروں کے ہاتھوں قتل کر دیے جائیں اور پورا عالم اسلام ایک کنارے سے لے کر دوسرے کنارے تک اس گھناؤنے جرم کے مرتکبین سے قصاص کا مطالبہ لے کر حرکت میں نہ آئے۔ ❷

۲۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کی عدم بیعت کے اسباب ومحرکات:

معاویہ رضی اللہ عنہ عہد فاروقی اور عہد عثمانی میں شام کے گورنر تھے، جب علی رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالی تو انھیں معزول کر کے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو وہاں کا گورنر بنانا چاہا، لیکن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے معذرت کر دی، علی رضی اللہ عنہ نے ان کی معذرت پر ان کے بدلے سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو بھیجا، لیکن ابھی آپ شام کی سرحد وادی القریٰ میں پہنچے ہی تھے کہ وہیں سے آپ کو واپس لوٹنا پڑا، کیونکہ معاویہ رضی اللہ عنہ کا ایک شہ سوار دستہ جس کی قیادت حبیب بن مسلمہ الفہری کر رہے تھے، اس نے آپ کو پکڑ لیا اور کہا: اگر تمھیں عثمان نے بھیجا ہے تو خوش آمدید اور اگر کسی دوسرے نے بھیجا ہے تو یہیں سے واپس چلے جاؤ۔ ❸

معاویہ رضی اللہ عنہ اور باشندگان شام نے علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت کرنے سے انکار کر دیا، کیونکہ ان کا خیال تھا کہ علی رضی اللہ عنہ پہلے قاتلین عثمان سے قصاص لیں پھر یہ لوگ بیعت میں شامل ہوں گے۔ ❹ اور کہا: جو شخص قاتلوں کو پناہ دے رہا ہو ہم اس پر بیعت نہیں کرتے۔ ❺

یہ لوگ قاتلین عثمان سے جو کہ علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں موجود تھے، ان سے اپنی ذات کے لیے خطرہ محسوس کرتے تھے، اسی لیے سوچا کہ علی رضی اللہ عنہ کی بیعت ہم پر واجب نہیں ہوتی، اگر اس حالت میں ہم قتل کر دیے جائیں گے تو مظلوم ہوں گے، اس لیے کہ عثمان رضی اللہ عنہ بالاتفاق مسلمین مظلوم قتل کیے گئے ہیں، آپ کے قاتل علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں ہیں، وہ اکثریت میں ہیں اور ان کا دباؤ بھی ہے، ایسی صورت حال میں اگر ہم علی رضی اللہ عنہ پر بیعت کر لیتے ہیں تو ہم پر ظلم کریں گے، ہمیں دبائیں گے، اور عثمان رضی اللہ عنہ کا خون یونہی رائیگاں ہو جائے گا۔

---

❶ تاریخ الطبری (٥/ ٦٠٠) ❷ معاویہ بن أبی سفیان / غضبان، ص (١٧٨-١٨٣).

❸ تاریخ الطبری (٥/ ٤٦٦). ❹ البدایة والنهایة (١٧/ ١٢٩).

❺ العواصم من القواصم ص (١٦٢).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے بارے میں یہ سوچتے تھے کہ عثمان کی مدد اور آپ کے قاتلوں سے قصاص کا مطالبہ ہماری ذمہ داری ہے، اس لیے کہ میں ان کے خون کا ولی ہوں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَ مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴾ (الاسراء: ۳۳)

''اس حال میں کہ مظلوم ہو تو یقیناً ہم نے اس کے ولی کے لیے پورا غلبہ رکھا ہے۔ پس وہ قتل میں حد سے نہ بڑھے، یقیناً وہ مدد دیا ہوا ہوگا۔''

چنانچہ آپ نے اسی وجہ سے لوگوں کو جمع کیا اور انھیں عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے بارے میں خطاب کیا اور کہا کہ وہ بے عقل منافقین کے ہاتھوں قتل کر دیے گئے، ان ظالموں نے اس حرام خون کا احترام نہیں کیا، حرام مہینے میں اور بلد حرام میں ان کا خون بہایا، پھر لوگ اس خطاب کے بعد اٹھ کھڑے ہوئے اور اس گھناؤنے جرم کی خوب خوب مذمت کی، ان کی آوازیں بلند ہوگئیں، ان میں بہت سارے اصحاب رسول بھی شامل تھے، مرہ بن کعب نامی ایک صحابی رسول اٹھے اور کہا: اگر میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث آپ سے نہ سنی ہوتی تو آج نہ بولتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں اور ان کی قربت کا ذکر کیا، اتنے میں کپڑے میں لپٹا ہوا ایک آدمی وہاں سے گزرا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ شخص ان ایام میں ہدایت پر ہوگا، میں نے اٹھ کر اسے دیکھا تو وہ عثمان بن عفان تھے۔ پھر میں نے ان کا چہرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا اور کہا: کیا یہی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ [1]

اس کے علاوہ ایک دوسری بھی حدیث ہے جس کی معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے قاتلین عثمان سے قصاص کے مطالبہ میں تاثیر رہی اور انھیں ان کے عزم مصمم تک لے جانے میں وہ حدیث ایک قوی محرک ثابت ہوئی، اس کے راوی نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما ہیں، وہ روایت کرتے ہیں عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ آپ نے فرمایا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بلا بھیجا اور ان کو نصیحت کرتے ہوئے ان کے کندھے پر مارتے ہوئے فرمایا:

((يَا عُثْمَانُ اللّٰهُ عَسَى أَنْ يُلْبِسَكَ قَمِيْصًا فَإِنْ أَرَادَكَ الْمُنَافِقُوْنَ عَلَى خَلْعِهِ فَلَا تَخْلَعْهُ حَتَّى تَلْقَانِيْ .))

''اے عثمان! عنقریب اللہ تعالیٰ تمھیں ایک قمیص پہنائے گا، اگر منافقین اسے تم سے اتارنا چاہیں تو نہ نکالنا، یہاں تک کہ تمھاری مجھ سے ملاقات ہو جائے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ یہی بات دہرائی۔ نعمان بن بشیر کہتے ہیں کہ پھر میں نے ان سے کہا: اے ام المومنین! اب تک یہ حدیث آپ سے کہاں غائب تھی، آپ نے فرمایا: میں بھول گئی تھی، اللہ کی قسم مجھے یاد نہ تھی، نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے یہ حدیث معاویہ بن ابی سفیان کو سنائی، لیکن انھیں میری بات پر اطمینان نہ ہوا، اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس خط لکھا کہ یہ حدیث میرے پاس لکھ کر بھیج دو، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا نے وہ حدیث لکھ کر خط کے

[1] صحیح سنن ابن ماجه (۱/ ۲٤٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ذریعے سے بھیج دیا۔ ❶

درحقیقت قاتلین عثمان پر حکم الٰہی کی تنفیذ کا شدید حرص ہی اس بات کا اصل سبب بنا کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اہل شام علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کا انکار کردیں، وہ لوگ یہی سوچتے تھے کہ قصاص کی تنفیذ بیعت پر مقدم ہے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ اقدام شام کی منصب ولایت کی لالچ میں نہ تھا اور نہ آپ یہ چاہتے تھے کہ جس چیز پر میرا حق نہیں ہے میں اس کا مطالبہ کروں، کیونکہ آپ کو بخوبی یہ بات معلوم تھی کہ خلافت چھ ممبران شوریٰ کے بقیہ افراد میں سے ہی ہوگی اور علی ان میں سب سے افضل ہیں اور وہی اس کے زیادہ حق دار بھی ہیں۔ ❷ مدینہ میں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے اجماع و اتفاق رائے سے علی رضی اللہ عنہ پر بیعت خلافت منعقد ہوئی تھی اور اس سلسلے میں معاویہ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد غلطی پر مبنی تھا۔

۳۔سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ کے خط کا جواب دیتے ہیں:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام کئی خطوط بھیجے، لیکن معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے کسی خط کا جواب نہ دیا، عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سے تقریباً تین مہینے گزر جانے کے بعد بالآخر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کے ساتھ جوابی خط نہیں بلکہ ایک جوابی دستاویز ہی بھیج دی، وہ آدمی اسے لے کر علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، علی رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: تمھارے پیچھے کیا ہے؟ اس نے کہا: میں ان لوگوں کے پاس سے آ رہا ہوں جو قصاص سے کم پر راضی نہیں ہیں۔ سب کے سب غیض وغضب سے برانگیختہ ہیں، ساٹھ ہزار بزرگوں کو عثمان رضی اللہ عنہ کی قمیص کے نیچے، جو وہ منبر دمشق پر رکھی ہوئی ہے، روتا بلکتا چھوڑ کر آیا ہوں۔ علی رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اے اللہ میں تیرے سامنے عثمان کے خون سے اپنی برأت کا اظہار کرتا ہوں۔ پھر معاویہ رضی اللہ عنہ کا وہ ایلچی آپ کے سامنے سے چلا گیا، وہ خوارج جنھوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا، انھوں نے کوشش کی کہ اسے پکڑ لیں اور قتل کردیں، لیکن وہ کافی محنت ومشقت کے بعد وہاں سے نکل بھاگنے میں کامیاب ہوگیا۔ ❸

۴۔اہل شام سے جنگ کرنے کے لیے علی رضی اللہ عنہ کی فوجی تیاری اور اس پر حسن رضی اللہ عنہ کا اعتراض:

معاویہ رضی اللہ عنہ کے جوابی تحریریں پڑھنے کے بعد علی رضی اللہ عنہ نے اہل شام سے جنگ کرنے کی ٹھان لی، مصر کے امیر قیس بن سعد کو لکھا کہ لوگوں کو جنگ کے لیے تیار کریں، کوفہ میں ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا نام بھی اسی طرح کا خط لکھا اور عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کو بھی یہی کہلوا بھیجا، خود لوگوں کو خطاب کیا، انھیں جنگ پر ابھارا، فوجی تیاری کا پختہ عزم کرلیا، پھر مدینہ میں قثم بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنا نائب بنا کر وہاں سے نکل پڑے، آپ اس بات کے لیے عازم تھے کہ جس نے بھی معاویہ کی بات مانی اور میری اطاعت نہ کی اور لوگوں کے ساتھ میری بیعت میں شرکت نہ کی میں اس سے ضرور قتال کروں گا، ٹھیک اسی موقع پر آپ کے صاحبزادے حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ کے پاس آئے اور کہا: اے ابا محترم!

---

❶ مسند أحمد، حديث نمبر (٢٤٠٤٥) یہ حدیث صحیح ہے۔

❷ خلافة علي بن أبي طالب/ عبدالحميد علي ص (٢١١) ❸ البداية والنهاية (٧/ ٢٤١)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ سب چھوڑ یے، اس میں مسلمانوں کی خون ریزی ہوگی اور ان میں اختلاف بڑھیں گے، لیکن علی رضی اللہ عنہ نے ان کی ایک نہ سنی اور جنگ کے ارادے پر قائم ہی رہے، آپ نے فوج کو مرتب کیا، جنگ کا علم محمد بن الحنفیہ کے ہاتھ میں دیا، ابن عباس رضی اللہ عنہما کو میمنہ اور عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما کو میسرہ پر مقرر کیا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ عمرو بن سفیان بن عبدالاسد کو میسرہ پر مقرر کیا۔ مقدمہ پر ابولیلیٰ عمر بن جراح یعنی ابوعبیدہ کے بھتیجے کو رکھا، اور قثم بن عباس رضی اللہ عنہما کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا، اب صرف مدینہ سے شام کی طرف کوچ کرنا باقی تھا کہ اسی درمیان دوسرے واقعات رونما ہوگئے اور آپ اس میں مشغول ہوگئے۔ ❶ ان واقعات کی تفصیل پچھلے صفحات میں گزر چکی ہے، یعنی کہ اسی دوران عائشہ، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم کی بصرہ روانگی کی آپ کو خبر ملی اور اس کے نتیجہ میں جنگ جمل پیش آئی۔

۵۔ جنگ جمل کے بعد امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ جریر بن عبداللہ کو معاویہ رضی اللہ عنہما کے پاس بھیجتے ہیں:

بیان کیا گیا ہے کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آغاز سے لے کر سبائیوں کے دوسرے فتنہ معرکہ جمل کے درمیان پانچ مہینے اکیس دن کے فاصلے رہے اور معرکہ جمل کے بعد کوفہ منتقل ہونے کے درمیان ایک مہینا کی مدت کا فاصلہ رہا، جب کہ کوفہ پہنچنے کے بعد معرکہ صفین کے ظہور تک چھ مہینوں ❷ اور بعض روایات کے مطابق دو یا تین مہینوں ❸ کا فاصلہ رہا۔

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ ۱۲ر رجب ۳۶ھ میں بروز پیر کوفہ پہنچے، آپ کی آمد پر آپ سے کہا گیا: قصر ابیض میں تشریف رکھیں، آپ نے فرمایا، نہیں، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے وہاں اترنا ناپسند کرتے تھے، میں بھی اسے پسند نہیں کرتا ہوں، چنانچہ آپ رحبہ میں اترے، وہاں کی جامع اعظم میں دو رکعت نماز پڑھی، پھر لوگوں سے خطاب کیا، انھیں خیر کی دعوت دی، برائیوں سے روکا اور اس ابتدائی خطاب میں اہل کوفہ کو سراہا۔

پھر جریر بن عبداللہ البجلی کو جو کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد سے ہمدان کے گورنر تھے اور اشعث بن قیس کو جو کہ عہد عثمان رضی اللہ عنہ سے آذربائیجان کے امیر تھے، انھیں پیام بھیجا کہ وہاں کے لوگوں سے ہماری خلافت پر بیعت لیں اور یہاں آ جائیں۔ چنانچہ ان دونوں نے ایسا ہی کیا، پھر جب علی رضی اللہ عنہ نے معاویہ کے پاس کسی کو بھیج کر اپنی خلافت پر بیعت لینے کا ارادہ کیا تو جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المومنین! میں ان کے پاس جاتا ہوں، کیونکہ میرے اور ان کے درمیان گہرے تعلقات اور دوستی ہے، میں ان سے آپ کے لیے بیعت لوں گا، تب تک اشتر بول اٹھا کہ اے امیر المومنین! انھیں نہ بھیجیے، مجھے خدشہ ہے کہ کہیں یہ بھی اسی کے موافق نہ ہو جائیں، لیکن علی رضی اللہ عنہ نے کہا: جانے دو، چنانچہ آپ نے انھیں ایک خط دے کر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور اس میں اطلاع دی کہ تمام مہاجرین وانصار میری بیعت پر متفق ہیں اور جنگ جمل میں جو کچھ ہوا وہ تمھارے سامنے ہے، اس طرح آپ رضی اللہ عنہ نے انھیں بیعت کرنے کی دعوت دی، جب جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ خط لے کر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور انھیں خط

❶ البدایة والنهایة (۷/ ۲٤۰، ۲٤۱). ❷ مروج الذهب (۲/ ۳٦۰).
❸ التاریخ الصغیر/ البخاري (۱/ ۱۰۲).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دیا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور دیگر اکابرین شام کو بلایا، پھر ان سے مشورہ کیا، لیکن سب نے قاتلین عثمان کے قتل کر دیے جانے یا انھیں سونپ دیے جانے تک بیعت نہ کرنے کا مشورہ دیا اور کہا کہ اگر علی رضی اللہ عنہ ایسا نہیں کرتے تو ان سے قتال کی جائے اور ان سے مرتے دم تک بیعت نہ کی جائے۔ جریر رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ کے پاس اس واقعہ کی تفصیل لے کر واپس آئے تو اشتر نے کہا: اے امیر المومنین کیا میں نے آپ کو منع نہیں کیا تھا کہ جریر کو نہ بھیجیں؟ اگر آپ مجھے بھیجتے تو معاویہ جو بھی عذر کا دروازہ کھولتے میں اسے بند ہی کر دیتا۔ جریر رضی اللہ عنہ نے اشتر سے کہا: اگر وہاں میری جگہ تم ہوتے تو عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے بدلے وہ سب تمھیں قتل کر دیتے، اس نے کہا: اگر آپ نے مجھے بھیجا ہوتا تو معاویہ کا جواب مجھے خاموش نہ کر پاتا اور میں انھیں سوچنے کا موقع نہ دیتا اور سنو! اگر تمھارے بارے میں امیر المومنین نے میری بات مان لی ہوتی تو تم کو اور تم جیسے دوسرے لوگوں کو اس وقت تک قید میں رکھتے جب تک کہ اس امت کا معاملہ درست نہ ہو جاتا۔ جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ غصہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور قرقیسیاء میں جا کر اقامت گزیں ہو گئے اور وہاں سے معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنی اور اشتر کی گفت وشنید سے باخبر کیا، پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خط کے ذریعے سے انھیں اپنے پاس بلا لیا۔ ❶

اس طرح اشتر جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی جو کہ قرقیسیاء اور دیگر علاقوں کے امیر رہ چکے تھے اور اپنے قبیلہ بُجَیلہ کے سردار تھے، انھیں بھگانے اور علی رضی اللہ عنہ سے جدائی پر مجبور کرنے کا سبب بنا، حالانکہ آپ وہی جریر بن عبداللہ البجلی صحابی ہیں جن کا بیان ہے کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ مجھ پر پڑی آپ مسکرائے اور فرمایا:

> ((سَيَدْخُلُ عَلَيْكُمْ مِنْ هٰذَا الْبَابِ مِنْ خَيْرِ ذِي يَمَنٍ عَلَى وَجْهِهِ مَسْحَةُ مَلَكٍ .)) ❷
>
> ''اس دروازے سے تمھارے پاس یمن کا ایک بہترین آدمی آنے والا ہے، اس کے چہرے پر فرشتوں جیسی سادگی ہے۔''

۶۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی شام روانگی:

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے جنگ شام کے لیے مکمل تیاری کر لی، لوگوں کو اس میں شرکت کے لیے کہلا بھیجا۔ ❸ اور بہت بڑی فوج مسلح کی، اس کی تعداد کتنی تھی اس سلسلے میں روایات مختلف ہیں۔ ساری روایات ضعیف ہیں۔ ❹ صرف ایک روایت کی سند حسن درجہ ہے کی جس میں ہے کہ آپ کے ساتھ پچاس ہزار کی مسلح فوج تھی۔ ❺

❶ البداية والنهاية (۷/ ۲۶۵).

❷ مسند أحمد (٤/ ٨٤) باب فضل جرير بن عبدالله البجلي.

❸ الإصابة (۱/ ۱۲۳، ۱۲٤) بحواله: الحاكم بسند حسن.

❹ بعض روایات میں ڈیڑھ لاکھ (البداية والنهاية ۷/ ۲٦) بعض میں ایک لاکھ بیس ہزار (المعرفة و التاريخ ۳/ ۱۳) بسند منقطع، اور بعض میں ۹۰ ہزار کا ذکر ہے۔ تاریخ خلیفة بن خیاط ص (۱۹۳)

❺ تاریخ خلیفة بن خیاط ص (۱۹۳) اس کی سند حسن ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مقام نخیلہ جو کہ اس وقت کوفہ سے دو میل کے فاصلہ پر تھا، وہاں پر آپ کی فوج اکٹھا ہوئی، پھر عراق کے مختلف صوبوں اور علاقوں سے دیگر قبائل کی فوجیں آ آ کر وہاں جمع ہوئیں۔ ❶

آپ نے کوفہ کی دیکھ بھال ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کے حوالے کی اور نخیلہ سے آٹھ ہزار جنگجوؤں کا ایک فوجی دستہ زیاد بن نصر الحارثی کی قیادت میں روانہ کیا، پھر ان کے پیچھے ہی دیگر چار ہزار فوجیوں کو شریح بن ہانی کی قیادت میں روانہ کیا، خود اپنا لشکر لے کر مدائن (بغداد) کی طرف نکل گئے، وہاں دیگر جنگجو بھی آپ کے لشکر میں آ ملے، آپ نے ان جدید جنگجوؤں پر سعد بن مسعود ثقفی کو امیر بنایا، اور تین ہزار کی تعداد میں ایک گشتی دستہ موصل کے مٹیے روانہ کردیا، ❷ اور مشرقی فرات کے ساحل پر الجزیرہ کی شاہراہ پر چل پڑے، یہاں تک کہ قرقیسیاء کے قریب پہنچ گئے۔ ❸ وہاں آپ کو طلاع ملی کہ معاویہ رضی اللہ عنہ بھی دو دو ہاتھ کرنے کے لیے نکل پڑے ہیں اور صفین میں ان کی فوج نے پڑاؤ ڈالا ہے، علی رضی اللہ عنہ تھوڑا اور آگے بڑھ کر ''رقہ'' ❹ تک گئے اور وہاں سے مغرب کی جانب فرات کو عبور کیا اور صفین پہنچ گئے۔ ❺

۷۔ سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا صفین کے لیے نکلنا:

سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ قاتلین عثمان کو مات دینے میں بہت مستعد تھے، آپ ا۔۔ مسری بلوائیوں کو مدینہ سے لوٹتے ہوئے گھیرنے میں کامیاب ہوگئے تھے جنھوں نے مدینہ پر ہلہ بولا تھا اور عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرکے واپس لوٹ رہے تھے، انھیں میں سے ایک ابوعمرو بن بدیل الخزاعی بھی تھا۔ ❻ مزید برآں مصر میں آپ کے مویدین و مددگار بھی تھے جو عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے بدلے کے طلب گار تھے۔ مصریوں میں سے ''خربتا'' والے جو کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہم خیال تھے انھوں نے اپنے مقابل میں محمد بن ابوحذیفہ کو ۳۶ھ کی مختلف جھڑپوں میں شکست بھی دی تھی، اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ مدینہ پر ہلہ بولنے والے شاطر ذہن اور نمایاں کردار ادا کرنے والے سازشی مصریوں کو بھی ادھر دبوچا تھا، مثلاً: عبدالرحمن بن عدیس، کنانہ بن بشر اور محمد بن ابوحذیفہ وغیرہ اس میں پیش پیش تھے، آپ نے انھیں فلسطین میں قید کردیا تھا اور پھر ذی الحجہ ۳۶ھ میں انھیں تہ تیغ کیا تھا، یہ اسی وقت کی بات ہے جب کہ آپ ابھی صفین کے لیے نہیں نکلے تھے۔ ❼

بہرحال جب معاویہ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ عراقی فوج مجھ سے جنگ کے لیے حرکت میں آ چکی ہے تو آپ نے

---

❶ خلافة علی بن أبی طالب / عبدالحمید ص (۱۸۸).

❷ تاریخ طبری (۵/ ۶۰۳) عوانہ تک اس کی سند حسن ہے، بقیہ منقطع ہے۔

❸ قرقیسیاء نہر جالور کے پاس جہاں اس کا پانی فرات پر گرتا ہے، وہاں واقع ایک شہر ہے۔ معجم البلدان (۴/ ۳۲۸)

❹ سوریا میں آج بھی ایک مشہور شہر ہے، دریائے فرات کے مشرق میں واقع ہے، معجم البلدان (۳/ ۱۵۳)

❺ تاریخ الطبری (۵/ ۶۰۴).

❻ المحن / أبوالعرب التمیمی ص (۱۲۴) خلافة علی / عبدالحمید ص (۱۹۱).

❼ خلافة علی / عبدالحمید ص (۱۹۱).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شام کی سرکردہ شخصیتوں میں سے اپنے مشیروں کو بلایا اور ان کے درمیان تقریر کرتے ہوئے کہا: علی (رضی اللہ عنہ) اہل عراق کو لے کر تمھارے خلاف جنگ کے لیے متحد ہو چکے ہیں...... ذوالکلاع الحمیری رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا: آپ ہمیں حکم دیں، ہم اسے انجام دیں گے۔ ❶ اہل شام معاویہ رضی اللہ عنہ پر اس بات پر بیعت کر چکے تھے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بہر حال مطالبہ جاری رکھا جائے اگر چہ خون ریزی ہی کیوں نہ ہو۔ ❷ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ لشکر کے انتظام وانصرام اور پرچموں کے باندھنے میں لگ گئے، پھر لشکر میں خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور انھیں خوب جوش دلایا۔ تقریر کرتے ہوئے کہا: اہل عراق نے اپنے اتحاد کو پارہ پارہ، اپنی قوت کو کمزور اور اپنی تلواروں کی دھاروں کو توڑ دیا ہے۔ اہل بصرہ بھی علی کے خلاف ہیں، کیونکہ انھوں نے ان کے اعزاء وغیرہ کو مار ڈالا ہے، جنگ جمل کے موقع پر دونوں یعنی اہل بصرہ اور اہل کوفہ کے صنادید ایک دوسرے کو فنا کے گھاٹ اتار چکے ہیں اور اب وہ علی نہایت تھوڑی سی جماعت لے کر لڑنے کے لیے چل نکلے ہیں۔ اس میں وہ لوگ بھی ہیں جنھوں نے تمھارے خلیفہ عثمان کو قتل کیا ہے۔ اے لوگو! اپنے حق کے مطالبہ میں اللہ سے ڈرو، کہیں اسے ضائع نہ کر دو اور اپنے خون کے بارے میں خبردار رہو کہیں یہ بے کار رائیگاں نہ جائے۔ ❸

اس طرح معاویہ رضی اللہ عنہ ایک بھاری بھرکم فوج لے کر چل پڑے، فوجیوں کی تعداد کے سلسلے میں روایات مختلف ہیں اور ساری روایات سنداً منقطع ہیں۔ دراصل یہ وہی روایات ہیں جن میں علی رضی اللہ عنہ کی فوج کی تعداد کا اندازہ بتایا گیا ہے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوج کا بعض نے ایک لاکھ بیس ہزار، ❹ اور بعض نے ستر ہزار اور بعض نے اس سے زیادہ کا اندازہ لگایا ہے۔ ❺ لیکن جو بات صحت سے قریب ترین ہے وہ یہ کہ ان فوجیوں کی تعداد ساٹھ ہزار تھی، یہ روایت بھی اگر چہ سنداً منقطع ہے لیکن اس کے راوی صفوان بن عمرو السکسی حمصی ہیں، وہ شام والوں میں سے ہیں، ''ثقہ'' اور ''ثبت'' ہیں۔ ۷۲ھ میں آپ کی ولادت ہوئی تھی، معرکۂ صفین میں شریک ہونے والے کئی لوگوں سے آپ کی ملاقات ثابت ہے، جیسے کہ ان کی سیرت کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ ❻ اور ان تک اس روایت کی سند صحیح ہے۔ ❼

معاویہ رضی اللہ عنہ کے قائدین فوج کی ترتیب یہ تھی: اہل شام کے تمام شہ سوار فوجوں کے امیر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور پیدل چلنے والوں پر ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ تھے۔ ذوالکلاع الحمیری رضی اللہ عنہ میمنہ پر، حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ میسرہ پر اور ابوالاعور السلمی رضی اللہ عنہ مقدمہ پر مقرر تھے۔ یہ لوگ اس معرکے کے اعلیٰ ترین قائدین میں سے تھے، ان میں ہر قائد کی ماتحتی میں دوسرے قائدین باعتبار قبائل مقرر تھے۔ صفین کی طرح کوچ کرتے وقت فوج کی یہی تنظیم تھی، لیکن وہاں

---

❶ الإصابة (۱/ ٤٨٠) خلافة علي ص (۱۹۱).

❷ أنساب الأشراف (۲/ ٥٢) اس کی سند منقطع ہے، خلافة علي ص (۱۹۲)

❸ تاریخ الطبري (٥/ ٦٠١) اس کی سند منقطع ہے۔

❹ المعرفة و التاريخ (۳/ ۳۱۳) خلافة علي بن أبي طالب ص (۱۹٤).

❺ المعرفة و التاريخ (۳/ ۳۱۳) تاريخ خليفة ص (۱۹۳).

❻ سير أعلام النبلاء (٦/ ۳۸۰). ❼ خلافة علي بن أبي طالب ص (۱۹٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پہنچ کر دوران قتال حالات وظروف کے پیش نظر بعض قائدین بدل گئے اور ان کی جگہ دوسروں نے لے لی، شاید بعض تاریخی مصادر میں قائدین کے ناموں میں اختلاف کی یہی وجہ ہے۔ ❶

معاویہ رضی اللہ عنہ نے مقدمۃ الجیش کے طور پر سب سے پہلے ابوالاعور السلمی رضی اللہ عنہ کو بھیجا، ان کی روانگی کا راستہ دمشق کے شمال مشرق سے تھا، آپ نے صفین پہنچ کر فرات کے نیچے ایک کشادہ اور ہموار میدان میں فرات کے گھاٹ کے قریب پڑاؤ ڈال دیا اور اس پر قابض ہوگئے، وہاں اس گھاٹ کے علاوہ کوئی اور گھاٹ نہ تھا۔ ❷

۸۔ پانی پر جنگ:

دوسری طرف سے جب علی رضی اللہ عنہ کا لشکر صفین میں اترا، جہاں معاویہ رضی اللہ عنہ پہلے ہی پڑاؤ ڈال چکے تھے، تو وہاں آپ کو کوئی کشادہ اور ہموار زمین اتنی نہ مل سکی کہ آپ کی فوج کے لیے کافی ہو، اس لیے آپ نے کسی قدر سخت اور پتھریلی زمین پر اپنی فوج کا پڑاؤ ڈالا، کیونکہ وہاں کل بیشتر زمین سنگلاخ تھیں۔ ❸

عراقی فوج نے جب دیکھا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے پانی بند کر دیا ہے تو وہ گھبرا گئی اور بعض لوگ علی رضی اللہ عنہ کے پاس اس کی شکایت لے کر گئے۔ علی رضی اللہ عنہ نے اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ کو دو ہزار آدمیوں کے ساتھ لیے بھیجا، فریقین کے درمیان یہ پہلی جھڑپ تھی جس میں اشعث رضی اللہ عنہ بھاری پڑے اور پانی پر قبضہ کر لیا۔ ❹

واضح رہے کہ بعض ایسی روایات بھی تواریخ میں ملتی ہیں، جن کا ماحصل یہ ہے کہ اس موقع پر سرے سے کوئی جنگ ہی نہ ہوئی، اس کی تفصیل یوں ہے کہ اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہا: اے معاویہ! امت محمدیہ کے بارے میں اللہ سے خوف کھاؤ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَإِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا﴾ (الحجرات: ۹)

''اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرا دو۔''

معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تو کیا چاہتے ہو؟ انھوں نے کہا: ہمیں پانی سے نہ روکو، آپ نے ابوالاعور رضی اللہ عنہ سے کہا: ہمارے بھائیوں کے لیے پانی چھوڑ دو۔ ❺

بہر حال پہلی روایت تسلیم کرنے کی صورت میں ماہ ذی الحجہ کے آغاز میں پہلے دن کے مسئلہ کو لے کر دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں اور مہینا کا یہ اوّل دن مسلمانوں کے دونوں جماعتوں کے لیے بہت منحوس ثابت ہوا، کیونکہ اس کے بعد پھر پورے مہینا دونوں میں یکے بعد دیگرے جھڑپیں اور لڑائیاں ہوتی رہیں، یہ مبارزت چھوٹے چھوٹے دستوں کی شکل میں تھی، علی رضی اللہ عنہ کوئی چھوٹا سا فوجی دستہ بھیجتے اور اس پر ایک امیر مقرر کر دیتے، دوسری طرف

❶ امتداد العرب فی صدر الإسلام / صالح العلی ص (۷۳).
❷ صفین / نضر بن مزاحم ص (۱۶۰، ۱۶۱).
❸ خلافة علی بن أبی طالب / عبدالحمید ص (۱۹٤).
❹ مصنف ابن أبی شیبة (۱۵/ ۲۹٤) بسند حسن.
❺ سیر أعلام النبلاء (۲/ ٤۱) مرویات أبی محنف ص (۲۹٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے بھی ایسا ہی ہوتا، دونوں دستے ہر روز دن میں ایک مرتبہ صبح یا شام کو پنجہ آزمائی کرتے اور کبھی کبھی دو مرتبہ آمنے سامنے ہوتے، علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں اسے اکثر و بیشتر ان دستوں پر اشتر، حُجر بن عدی رضی اللہ عنہ، شیث بن ربعی، خالد بن المعتمر اور معقل بن یسار الریاحی رضی اللہ عنہ امارت کے لیے منتخب ہوتے تھے، جب کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوج میں سے حبیب بن مسلمہ، عبدالرحمن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہما، عبیداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما، ابوالاعور السلمی رضی اللہ عنہ اور شرحبیل بن السمط رضی اللہ عنہ امارت کے لیے منتخب ہوئے تھے۔ فریقین میں سے ہر ایک نے اپنی پوری فوجی قوت جنگ میں جھونکنے سے اجتناب کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو سب کے سب ہلاک ہو جائیں اور یہ امید بھی لگی تھی کہ شاید طرفین میں صلح کا کوئی راستہ نکل جائے اور خونوں و جانوں کو بچایا جا سکے۔ ❶

۹۔ صلح کی کوششیں اور جنگ بندی کے آثار:

ماہ محرم جونہی شروع ہوا فریقین نے صلح کی امیدیں لے کر ایک دوسرے سے گفتگو کا دور شروع کر دیا، تاکہ مسلمانوں کا خون محفوظ رہے، یہ پورا مہینا گفتگو کے ادوار اور مراسلات میں گزر گیا، واضح رہے کہ اس پورے مہینا مراسلات کے بارے میں معلومات فراہم کرنے والی روایت ضعیف سندوں سے وارد ہے۔ ❷ جسے شہرت مل گئی ہے تاہم اس کی ضعف کی وجہ سے امکان کی نفی نہیں کی جا سکتی۔

مراسلت کا آغاز امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہوا تھا، آپ نے بشیر بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ، سعید بن قیس ہمدانی اور شیث بن ربعی تمیمی کو معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور جس طرح اس سے قبل آپ نے انھیں مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہو جانے اور اپنے ہاتھوں پر بیعت کر لینے کی دعوت دی تھی، اس مرتبہ بھی وہی دعوت دی، لیکن معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس مرتبہ بھی سابقہ جوابوں کی طرح جواب دیا یعنی سب سے پہلے قاتلین عثمان ہمارے حوالے کیے جائیں یا ان سے قصاص لیا جائے، پھر ہم بیعت میں داخل ہوں گے۔ اس جواب کے متعلق علی رضی اللہ عنہ کا کیا موقف تھا اس کی وضاحت ہمارے سامنے آ چکی ہے۔ ❸

اسی طرح طرفین کے مقتدر علماء نے جو کہ بڑی تعداد میں تھے، صفین کے ایک کنارے پڑاؤ ڈال رکھا تھا، انھوں نے دونوں کے درمیان صلح کی مختلف کوششیں کیں، لیکن سب ناکام رہیں، کیونکہ فریقین کا کوئی بھی سربراہ اپنے موقف سے ہٹنے کو تیار نہ تھا۔ ❹

ابودرداء اور ابوامامہ رضی اللہ عنہما دو صحابہ نے فریقین میں مصالحت کرانے کی خاص طور پر کوششیں کیں، لیکن وہ دونوں بھی مذکورہ اسباب کی وجہ سے اپنی مہم میں ناکام رہے اور دونوں کا ساتھ چھوڑ کر الگ ہو گئے۔ ❺ اسی طرح کبار

❶ البداية و النهاية (٧/ ٢٦٦) تاريخ الطبرى (٥/ ٦١٤) خلافة على ص (١٩٧-١٩٨).

❷ تاريخ الطبرى (٥/ ٦١٢، ٦١٣) خلافة على ص (١٩٩).

❸ تاريخ الطبرى (٥/ ٦١٣) خلافة على بن أبى طالب (١٩٩).

❹ تاريخ الطبرى (٥/ ٦١٤).

❺ البداية والنهاية (٧/ ٢٧٠)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تابعین میں سے مسروق بن اجدع رحمہ اللہ نے ان دونوں کو سمجھایا اور ڈرایا، اور جب وہ نہ مانے تو آپ بھی لڑائی سے کنارے ہو گئے۔ ❶

ابو مخنف رافضی اور نصر بن مزاحم کی روایات میں مراسلات کے تعلق سے جو تفصیلات مذکور ہیں، امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے ان پر تنقید اور ان کی تنقیح کرتے ہوئے فرمایا ہے: سیرت نگاروں نے علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان اس موقع پر جو کچھ ہوا اس پر کافی طویل گفتگو کی ہے، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ ان کے اور علی رضی اللہ عنہ کے درمیان ایسی گفتگو اور مراسلت کی صحت پر شکوک وشبہات کے گرد وغبار ہیں اس لیے کہ اس میں دوران کلام یہ احساس اجاگر ہوتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے باپ کے بارے میں گستاخانہ نظریہ رکھتے تھے اور یہ سوچتے تھے کہ معاویہ اور ابوسفیان اگرچہ اسلام لے آئے تھے، لیکن وہ اس کے لیے صاف دل نہ تھے، بلکہ بربنائے مجبوری مسلمان ہوئے تھے، نیز آپ نے یہ کہا کہ میں نہیں کہتا کہ عثمان مظلوم قتل کیے گئے یا ظالم...... میرے خیال میں علی رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ بات قطعاً صحیح نہیں ہے۔ ❷ قاتلین عثمان کے متعلق علی رضی اللہ عنہ کا موقف بالکل واضح تھا، جیسا کہ میں نے اپنی کتاب ''عثمان بن عفان ۔ شخصیت اور کارنامے'' اور اس کتاب میں بیان کر دیا ہے۔

جنگ کا آغاز

محرم کا مہینا گزر جانے کے بعد حالات پھر ویسے ہی ہو گئے جیسے ذی الحجہ کے مہینا میں تھے، یعنی چھوٹے چھوٹے فوجی دستوں کی کارروائی اور انفرادی مبارزت کا دور شروع ہو گیا، طرفین نے یہ انداز جنگ محض اس خطرہ کے پیش نظر اختیار کیا تھا کہ کہیں مکمل جنگ نہ شروع ہو جائے، اس طرح صفر کا پہلا ہفتہ گزر گیا، اس تاریخ تک طرفین کی طرف سے مذکورہ جنگی چالوں اور جھڑپوں کی تعداد ستر سے زیادہ ہو چکی تھی اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ تقریباً اس طرح کے نوے (۹۰) واقعات پیش آچکے تھے۔ ❸ لیکن تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق وہ وقت آ گیا کہ علی رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر میں اعلان کر دیا کہ کل بروز بدھ مکمل جنگ لڑی جائے گی اور معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی اس کی اطلاع دے دی۔ ❹ اس دن پوری رات لوگوں نے اپنے ہتھیاروں کو تیز اور درست کیا، عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اسلحہ خانہ سے اسلحہ نکال کر ان لوگوں کو دینے لگے جن کے اسلحوں کی دھاریں کند ہو گئی تھیں، آپ لوگوں کو جنگ میں مردانہ وار لڑنے کی تلقین کر رہے تھے۔ ❺ اس طرح فریقین کے پورے لشکر نے پوری رات باہمی صلاح ومشوروں، قائدین کی تنظیم اور علم برداروں کی تعیین میں گزار دی۔

---

❶ سیر أعلام النبلاء (٤/ ٦٧) اس کی سند مذکور نہیں ہے۔
❷ البدایة والنهایة (٧/ ٢٦٩).
❸ الأنباء بتواریخ الخلفاء ص (٥٩) صفین ص (٢٠٢) شذرات الذهب (١/ ٤٥).
❹ البدایة والنهایة (٧/ ٢٧٣).
❺ سنن سعید بن منصور (٢/ ٢٤٠) اس کی سند ضعیف ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ا۔ پہلا دن:

بدھ کے دن جب دونوں فوجوں نے صبح کی تو ان کی صف بندیاں منظم ہو چکی تھیں۔ بڑی بڑی جنگوں کی ترتیب پر اس جنگ کی بھی ترتیب ہوئی، قلب، میمنہ اور میسرہ سب کا تعین ہوا۔ علی رضی اللہ عنہ کی فوج کی شکل اس طرح تھی۔ (1) علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قلب میں، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما میسرہ پر اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما پا پیادہ فوج پر تھے، محمد بن الحنفیہ رحمہ اللہ علم بردار تھے، ہشام بن عتبہ (المرقال) لواء کو اٹھائے ہوئے تھے اور اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ میمنہ پر تھے۔ جب کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوج کی تقسیم اس طرح تھی کہ آپ بحیثیت امیر لشکر ایک بلند ٹیلے پر شہباء نامی دستے میں موجود تھے۔ ذرہوں اور تلواروں سے مسلح فوجیوں پر مشتمل تھے، عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ شام کے تمام شہ سواروں کے قائد تھے، ذوالکلاع الحمیری رضی اللہ عنہ میمنہ پر اہل یمن کے اور حبیب بن مسلمہ الفہری رضی اللہ عنہ میسرہ پر اہل مصر کے امیر تھے، مخارق بن الصباح الکلاعی پرچم بردار تھے۔ (2) اسلامی فوجیں اب ایک دوسرے کے آمنے سامنے تھیں، ان کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ افق نظر نہ آتا تھا۔

عرب کے ایک شاعر کعب بن جعیل تغلبی (3) نے جب بدھ کی شام ہی کو کل کی لڑائی کے لیے لوگوں کو اپنے تیر درست کرتے اور تلواریں تیز کرتے دیکھا تو آپ نے یہ اشعار کہے:

أَصْبَحَتِ الْأُمَّةُ فِي أَمْرٍ عَجَبْ   وَالْمُلْكُ مَجْمُوعٌ غَدًا لِمَنْ غَلَبْ

''امت عجیب صورت حال سے دوچار ہے اور حکومت کل اس کی ہوگی جو غالب آئے۔''

فَقُلْتُ قَوْلًا صَادِقًا غَيْرَ كَذِبْ   إِنَّ غَدًا تَهْلَكُ أَعْلَامُ الْعَرَبْ (4)

''میں نے سچی بات کہی جس میں جھوٹ کا شائبہ نہیں کہ کل عرب کے نامور (بہادر) ہلاک ہوں گے۔''

بعض ضعیف روایات میں ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر میں خطبہ دیا، انھیں جو پیش قدمی اور بکثرت ذکر الٰہی کی تلقین کیا۔ (5) یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کے پاس گئے اور انھیں صف بندی کا حکم دیا۔ (6)

بہر حال ان روایات کو تسلیم کرنے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے، کیونکہ ایسے وقت میں ہر قائد اپنے لشکر کو ابھارتا ہے، اسے جوش دلاتا ہے اور ہر وہ چیز جو کامیابی کا سبب بن سکے اسے اپناتا ہے۔

---

(1) تاریخ خلیفہ بن خیاط ص (۱۴۹) اس کی سند حسن ہے۔

(2) ایضًا

(3) اپنے زمانے میں تغلب کے مشہور شاعر رہے، آپ مخضرمی ہیں، معاویہ کے ساتھ صفین میں شرکت کی، آپ معاویہ بن ابوسفیانؓ اور اہل شام کے شاعر تھے۔ دیکھئے: الأعلام / الزركلي (٦/ ١٨٠)

(4) البداية والنهاية (٧/ ٢٧٣) تاريخ طبری (٥/ ٦٢٦).

(5) تاريخ طبری (٥/ ٦٢٢) بسند أبي مخنف.

(6) طبقات ابن سعد (٤/ ٢٥٥) بسند واقدي.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اب دونوں لشکر خطرناک لڑائی کی شکل میں ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو چکے تھے اور لڑائی پوری تیزی کے ساتھ سورج غروب ہونے تک جاری رہی، اگر درمیان میں رکی تو صرف نماز کے لیے جس میں ہر فریق اپنے لشکر گاہ میں جا کر نماز پڑھتا، میدان میں طرفین کے مقتولین کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں، علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کے ایک آدمی نے علی رضی اللہ عنہ سے جب وہ نماز سے واپس ہو رہے تھے پوچھا: اے امیر المومنین! آپ ہمارے اور ان کے مقتولین کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہم میں اور ان میں جو بھی قتل کر دیا گیا اور اس کی نیت اللہ کی رضا جوئی اور آخرت کی کامیابی تھی وہ جنت میں جائے گا۔ ❶ آج کے دن ہر ایک نے دوسرے پر حملہ کیا، لیکن کوئی کسی پر غالب نہ ہوا اور شام ہو جانے تک کسی کو میدان چھوڑ کر بھاگتے نہیں دیکھا گیا، شام کے وقت علی رضی اللہ عنہ میدان جنگ کی طرف نکلے، شام کے مقتولین پر نگاہ ڈالی اور اپنے رب سے دعا کرتے ہوئے فرمایا: اے اللہ مجھے اور ان لوگوں کو بخش دے۔ ❷

۲۔ دوسرا دن:

روایات میں ہے کہ جمعرات کے دن سیدنا علی رضی اللہ عنہ غلس میں فجر کی نماز پڑھی اور حملہ کرنے کے لیے مکمل تیار ہو گئے، فوجی قیادت میں معمولی تبدیلی بھی کی، عبداللہ بن بدیل الخزاعی رضی اللہ عنہ کو میسرہ سے میمنہ پر اور اشعث بن قیس الکندی رضی اللہ عنہ کو میمنہ سے میسرہ پر مقرر کیا۔ ❸

دونوں طرف کی فوجیں ایک دوسرے کی طرف آگے بڑھیں اور پچھلے روز کے بالمقابل آج زیادہ سخت انداز میں ایک دوسرے میں گتھم گتھا ہو گئیں، اہل عراق آگے بڑھنے لگے اور اہل شام پر اپنی برتری کا مظاہرہ کیا، عبداللہ بن بدیل رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے میسرہ کو جس پر حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ مقرر تھے توڑنے میں کامیاب ہو گئے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے شہباء نامی دستہ کی طرف آگے بڑھے، بے مثال بہادری اور جوش کا مظاہرہ کیا، عراق کی پوری فوج اس جزئی پیش رفت کے ساتھ لگ گئی اور معرکہ اس قدر دل دہلا دینے والا تھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ میدان قتال چھوڑنے کو سوچنے لگے، لیکن آپ نے صبر کیا۔

پھر آپ نے اپنے ''شہباء'' دستے کو جوش دلایا اور وہ عبداللہ بن بدیل رضی اللہ عنہ کو شہید کر دینے میں کامیاب ہو گیا، اب ان کی جگہ میمنہ کی قیادت اشتر کرنے لگا، ادھر اہل شام نے خود کو اور مضبوط کر لیا، یہاں تک کہ ان میں سے بعض نے موت پر بیعت کر لی اور نہایت سختی وعزیمت کے ساتھ دوبارہ زبردست حملہ کیا، اس حملے میں ان کے بعض نمایاں افراد قتل ہو گئے مثلاً ذوالکلاع الحمیری، حوشب اور عبیداللہ بن خطاب رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا اور جنگ کا پانسا پلٹ گیا، کامیابی شامی فوجی کے جھولی میں جا گری، شامی فوج نے پیش رفتی کا مظاہرہ کیا اور عراقی فوج پیچھے ہٹنے لگی، اہل عراق کی لاشیں گرنے لگیں، لوگ زخمی ہونے لگے، علی رضی اللہ عنہ نے جب اپنی فوج کو پیچھے ہٹتا دیکھا تو انھیں آواز

❶ سنن سعید بن منصور (۲/ ۳۴۴، ۳۴۵) اس کی سند ضعیف ہے۔

❷ مصنف ابن أبی شیبة (۱۵/ ۲۹۷) اس کی سند ضعیف ہے۔ ❸ تاریخ الطبری (۵/ ۶۳۰).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دینے لگے، جوش دلایا اور سخت لڑائی لڑی، شامی قلب تک جس پر ربیعہ مامور تھے، گھس گئے، شامی فوج کی غیرت جاگ اٹھی اور انھوں نے اپنے امیر خالد بن معتمر سے مر مٹنے کے لیے بیعت کر لی، یہ سب منجھے ہوئے جنگ جو تھے۔ ❶

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی جماعت میں شامل عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی عمر چورانوے (۹۴) سال سے متجاوز ہو چکی تھی، لیکن آپ پورے جوش وخروش سے لڑ رہے تھے، لوگوں کو بھی جوش دلاتے، ان کی ہمتیں بڑھاتے، لیکن اس سب کے باوجود فریق مخالف کی مذمت میں مبالغہ کرنے سے کوسوں دور تھے، اپنے پہلو میں ایک آدمی کو کہتے ہوئے سنا کہ اہل شام نے کفر کیا ہے، عمار رضی اللہ عنہ نے اسے اس بات سے منع کیا اور کہا: نہیں، انھوں نے ہماری بغاوت کی ہے، ان کی بغاوت کی وجہ سے ہم ان سے لڑ رہے ہیں، ہمارا اور ان کا معبود ایک ہے، نبی ایک ہے اور ہمارا قبلہ ایک ہے۔ ❷

جب عمار رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ہماری جماعت کے لوگ پیچھے ہو رہے ہیں اور مدمقابل آگے بڑھ رہا ہے تو آپ اپنی جماعت والوں کو جوش دلانے لگے اور کہنے لگے کہ: تم حق پر ہو، شامیوں کی شدید ضربیں تمھیں دھوکا میں نہ ڈال دیں، جو حور عین کے جلو میں بیٹھنے کا خواہاں ہو وہ ثواب الٰہی کی نیت سے دونوں صفوں کے درمیان آگے بڑھے، میں ایسی صف دیکھ رہا ہوں، جو تمھیں ایسی کاری ضرب لگا رہی ہے کہ جس سے کمزور ایمان والے شک میں پڑ جائیں۔ اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر ہمارا دشمن ہمیں مارتے کاٹتے ہجر تک پہنچ جائے تو بھی ہمیں یقین ہوگا کہ ہم حق پر اور وہ باطل پر ہیں ہمارے مصلحین حق پر ہیں اور وہ باطل پر۔ ❸

پھر آپ آگے بڑھے، آپ کے کانپتے ہوئے ہاتھوں میں ایک ہتھیار تھا، علم بردار جنگ ہاشم بن عقبہ بن ابی وقاص پر دباؤ ڈالا، انھیں آگے بڑھنے پر ابھارا، ان کو اور ان کے ساتھیوں کو اللہ کی جنت کی نعمتوں کا لالچ دلایا، کہا: جنت بالکل قریب ہے، حور عین بن سنور کر تیار ہیں، جو ان کے جلو میں بیٹھنا چاہے وہ ثواب الٰہی کی نیت سے دونوں صفوں کے درمیان گھس جائے۔ یقیناً یہ بڑا حیرت انگیز منظر رہا ہوگا، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر مہاجر اور بدری صحابی، چورانوے (۹۴) سال کی عمر سے آگے بڑھ رہے ہیں، لیکن جوش وخروش، عزم وہمت، اعلیٰ روحانیت اور پختہ یقین کا یہ بے نظیر منظر، آپ کی یہ تقریر عراقی فوج کے جذبات اور ان کی روحانی قوت کو بھڑکانے میں بڑی موثر ثابت ہوئی، ان کی سختی، خون خواری اور جنگ کی قربانی دو چند ہوگئی، اور جنگ کی متوقع کامیابی کو اپنے مفاد میں لانے میں کامیاب ہوگئے، ہاشم بن عقبہ بن ابی وقاص ان اشعار کے ترانے گاتے ہوئے آگے بڑھے:

أَعْوَرُ يَبْغِي أَهْلَهُ مَحَلَّا قَدْ عَالَجَ الْحَيَاةَ حَتَّى مَلَّا
لَا بُدَّ أَنْ يُفَلَّ أَوْ يُفَلَّا ❹

''یک چشم اپنی جگہ چاہتا ہے، زندگی سلجھاتے سلجھاتے وہ تھک چکا، اب اس کا گرنا یا گرایا جانا ضروری ہے۔''

---

❶ الإصابة (۱/ ٤٥٤) انساب الاشراف (۲/ ٥٦) اس کی سند قتادہ تک حسن ہے لیکن یہ روایت مرسل ہے۔
❷ مصنف ابن أبی شیبة (۱٥/ ۲۹۰) اس کی سند حسن لغیرہ ہے۔
❸ مجمع الزوائد (۷/ ۲٤۳) خلافة علی / عبدالحمید ص (۲۱۹) اس کی سند حسن ہے۔
❹ تاریخ الطبری (٥/ ٦٥۲)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عمار رضی اللہ عنہ آواز دیتے رہے: اے ہاشم آگے بڑھو، جنت تلواروں کے سایوں میں ہے اور موت تیروں کی انیوں میں، آسمان کے دروازے کھول دیے گئے ہیں اور حور عین سنوار دی گئی ہیں:

اَلْیَوْمَ اَلْقَی الْاَحِبَّۃَ مُحَمَّدًا وَ حِزْبَہٗ ❶

''آج اپنے محبوبوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت سے ملوں گا۔''

آج جمعرات کے دن، شام کو سورج غروب ہوتے وقت عمار رضی اللہ عنہ نے ایک گھونٹ دودھ مانگا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا:

((اِنَّ آخِرَ شَرْبَۃٍ تَشْرَبُھَا مِنَ الدُّنْیَا شَرْبَۃُ لَبَنٍ .))❷

''دنیا کا جو آخری گھونٹ تم پیو گے وہ دودھ کا گھونٹ ہوگا۔''

پھر آگے بڑھتے گئے اور اپنے ساتھ علم بردار جنگ ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص الزہری کو بھی جوش دلاتے گئے اور وہ وقت آ گیا کہ دونوں شہید کر دیے گئے، واپس لوٹ کر نہ آئے، اللہ ان دونوں پر اپنے رحمت نازل فرما اور ان سے خوش ہو جا۔ ❸

۳۔ لیلۃ الہریر، جمعہ کا دن:

اسی رات جنگ نے سختی اور قتل وخون ریزی نے ایسا رخ اختیار کر لیا کہ تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں تھی، اہل عراق کا حملہ پوری طاقت اور جوش وخروش سے تھا، وہ اہل شام کو پیچھے کرنے میں کامیاب ہو گئے، سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے خوب سخت لڑائی لڑی اور مر مٹنے کی قسم کھا لی۔ ❹

بیان کیا جاتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے اس دن اپنی فوج کو شام میں صلاۃ خوف پڑھائی۔ ❺ اور امام شافعی کا قول ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں آیا ہے کہ انھوں نے لیلۃ الہریر میں صلاۃ خوف پڑھی۔ ❻

آنکھوں دیکھا حال بیان کرنے والا راوی کہتا ہے کہ ہم نے مسلسل تین دن اور تین راتیں قتال کیا، یہاں تک کہ نیزے ٹوٹ گئے، تیر ختم ہو گئے، پھر ہم نے شمشیر زنی کے لیے چلے اور آدھی رات تک پٹکا کھیلتے رہے، پھر ایک دوسرے کی گردنیں پکڑ کر پنجا پنجی ہوئی، جب تلواروں کی دھاریں درانتی کی طرح ہو گئیں تو ان کے دستوں سے مار پیٹ ہوئی، صرف کھچ کھچاہٹ اور شور و ہنگامے کی آوازیں آ رہی تھیں، پھر ہم نے ڈھیلوں اور پتھروں سے ایک دوسرے کو مارنا شروع کیا، دانت کاٹے، مونہوں کو نوچا، یہاں تک کہ جمعہ کی صبح طلوع ہو گئی، سورج نکل چکا تھا، لیکن معرکہ کے گرد وغبار کی وجہ سے وہ نظر نہ آ رہا تھا، پرچم اور علم گر چکے تھے، فوج تھکاوٹ سے چور تھی، ہاتھوں میں

---

❶ تاریخ الطبری (۵/ ۶۵۲).
❷ مصنف ابن أبی شیبۃ (۱۵/ ۳۰۲، ۳۰۳) اس کی سند منقطع ہے۔
❸ تاریخ الطبری (۵/ ۶۵۳).
❹ المستدرك (۳/ ۴۰۲) امام ذہبی نے کہا: یہ روایت ضعیف ہے۔
❺ السنن الکبریٰ/ البیهقی (۳/ ۲۵۲) شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام بیہقی نے اسے صیغہ تمریض سے بیان کیا ہے۔ دیکھیے: الإرواء (۳/ ۴۲)
❻ تلخیص الحبیر (۲/ ۷۸).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اٹھنے کی سکت نہ تھی اور حلق سوکھے جا رہے تھے۔ ❶

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لیلۃ الہریر اور یوم الجمعہ کی حالات کی منظر کشی کرتے ہوئے لکھتے ہیں: انھوں نے ایک دوسرے کو دانتوں سے کاٹا، دو آدمی لڑتے لڑتے تھک جاتے اور زمین پر گر جاتے، پھر تھوڑی دیر آرام کر کے اٹھتے اور ایک دوسرے کو زیر کرتے، پھر اٹھتے اور لڑتے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وہ اسی طرح لڑتے مرتے رہے یہاں تک کہ جمعہ کی صبح نمودار ہوگئی اور لوگوں نے صبح کی نماز اشاروں سے پڑھی، لڑائی چلتی ہی رہی یہاں تک کہ چاشت کا وقت ہوگیا اور فتح ونصرت اہل شام کے خلاف، اہل عراق کی طرف متوجہ ہوگئی۔ ❷

۴۔ تحکیم کی دعوت:

لیلۃ الہریر کے بعد دونوں فوجیں اتنی بے حال ہو چکی تھی کہ اب مزید لڑائی کی طاقت نہ تھی، کندہ کے سردار اشعث بن قیس نے لیلۃ الہریر میں اپنی جماعت کے لوگوں میں تقریر کرتے ہوئے کہا: اے مسلمانو! تم نے دیکھا، آج کے دن تم پر کیا گزری اور عربوں کی کس قدر تعداد میدان جنگ میں ماری گئی، میں بوڑھا ہو گیا ہوں، مگر اللہ کی قسم! جس قدر ہولناک نظارہ آج کے دن دیکھا ہے پہلے کبھی نہیں دیکھا، دیکھو جو شخص میری بات سن رہا ہے وہ دوسرے شخص کو پہنچا دے کہ ہمیں یہ تہیہ کر لینا چاہیے کہ ہم کل نہیں لڑیں گے، کیونکہ عرب کثرت سے مارے جا رہے ہیں اور ناحق مسلمانوں کا خون ہو رہا ہے، اللہ کی قسم! میں یہ باتیں جنگ سے ڈر کر یا بزدلی کی وجہ سے نہیں کہہ رہا ہوں، بلکہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور مجھے مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں پر ترس آ رہا ہے، اگر کل ہم مارے گئے تو ان غریبوں کا کیا حال ہوگا۔ اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے اپنی قوم کو اور اپنے دینی بھائیوں کو دور اندیشی اور بھلائی کا مشورہ دیا ہے، اب میں بری ہوں۔ ❸ دوسری جانب اس تقریر کی خبر جب معاویہ رضی اللہ عنہ کو ملی تو آپ نے کہا: رب کعبہ کی قسم! ان کی رائے درست ہے، اگر ہم جنگ کی آگ میں کل پھر کودے اور مارے گئے تو رومی ہماری عورتوں اور بچوں پر اور اہل فارس اہل عراق اور ان کی آل اولاد پر چڑھ آئیں گے، یقیناً یہ دور اندیشوں اور بابصیرت لوگوں کی نگاہ ہے، پھر آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: مصاحف کو اپنے نیزوں کی انیوں سے باندھ دو۔ ❹

یہ روایت عراقی ہے اور اس میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، ان کی حیلہ سازی اور دھوکا بازی کا قطعاً کہیں ذکر نہیں ہے، موجودہ حالات کے پیش نظر طرفین کی یہی خواہش تھی کہ جنگ بندی ہو جائے۔ معاویہ یا عمرو رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہمارا یہ تسلیم کر لینا ان کے لیے قطعاً معیوب بات نہیں ہے کہ انھیں قومی شجاعت وغیرت نے اشعث بن قیس کے نظریہ کی تائید پر ابھارا ہو اور انھوں نے باہم دست بگریباں امت کی قوت کو بے کار ضائع ہونے سے بچانے کے لیے یہ پیش قدمی کی ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ اس مسئلہ کو غلط انداز میں ان سبائیوں نے ہوا دی، جنھوں نے اس فتنے کی آگ بھڑکائی تھی،

---

❶ شذرات الذهب (۱/ ٤٥) وقعة صفين ص (٣٦٩). ❷ البداية والنهاية (٧/ ٢٨٣).

❸ وقعة صفين / المتغرى ص (٤٧٩). ❹ وقعة الصفين / المتغرى ص (٤٨١، ٤٨٢).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور ہمارے سامنے اس واقعہ کے متعلق گمراہ کن اور حقیقت کو جھوٹ میں تبدیل کر دینے والی روایات کا انبار چھوڑ دیا، یہ ایسی روایات ہیں جو باعث شرف وفضیلت چیز یعنی قرآن کو فیصل مان کر مسلمانوں کے خون کی حفاظت کے اعلان کو جرم، سازش اور حیلہ جیسے گھناؤنے کردار میں تبدیل کرتی ہیں۔ ❶

ان سبائیوں نے علی رضی اللہ عنہ کی طرف ایسے جھوٹی اور بے ہودہ باتوں کو منسوب کر دیا جو حقیقت کے خلاف اور صحیح روایت سے متصادم ہیں، مثلاً یہ کہ علی رضی اللہ عنہ نے مصحف اٹھانے کی خبر سن کر کہا: انھوں نے نہ اٹھایا ہے، نہ اٹھائیں گے، اور نہ اس میں جو کچھ ہے اس پر عمل کریں گے اور اگر اٹھایا ہے تو ہوشیار رہیں تمھیں دھوکا میں ڈالنا مقصد ہے، وہ ایک جنگی چال اور منافقت ہے۔ ❷ ان کی دشنام طرازیوں میں سے یہ تہمت بھی ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو مصاحف اٹھانے کا مشورہ ''ابن العاہرۃ'' نے دیا تھا، ❸ اتنا ہی نہیں بلکہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے خلاف بہت زور وشور سے خلاف حقیقت پروپیگنڈا کیا، یہی وجہ ہے کہ اسلامی تاریخ کی آپ کوئی بھی کتاب اٹھائیں تو اس میں اس مقام پر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی شان میں ضرور نازیبا کلمات ملیں گے اور دشمنان صحابہ کی انھیں من گھڑت روایات جن کو طبری اور ابن الاثیر وغیرہ نے نقل کیا ہے کی بنا پر آپ کو دھوکے باز اور چالباز ثابت کیا گیا ہوگا، جس کی وجہ سے دور حاضر کے مورخین میں سے حسن ابراہیم حسن ''تاریخ الإسلام'' میں، محمد خضری ''تاریخ الدولة الأمویة'' میں، عبدالوہاب النجار ''تاریخ الخلفاء الراشدین'' میں اور ان کے علاوہ بہت سارے لوگ اس غلطی سے نہ بچ سکے اور نتیجتاً روشن تاریخی حقائق کی شکل بگڑتی ہی چلی گئی، آپ دیکھ رہے ہیں کہ ابو مخنف کی روایت یہ مفروضہ قائم کر رہی ہے کہ جب اہل شام نے علی رضی اللہ عنہ کو قرآن کو فیصل ماننے کا مشورہ دیا تو آپ نے اسے ماننے سے انکار کر دیا، پھر وہ قراء اور علماء جو بعد میں خارجی ہو گئے، کے دباؤ میں آ کر اہل شام کا مشورہ مان لیا۔ ❹ دوسرے لفظوں میں یہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے حق میں علی رضی اللہ عنہ کی گالی تھی کہ جس سے وہ پوری نسل پاک تھی، پھر بھلا ان کے اکابرین اور سرفہرست امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات کیونکر تصور کی جا سکتی ہے؟

ایسی روایت کے ناقابل اعتبار ہونے کے لیے بس یہی کافی ہے کہ اس کا راوی ابو مخنف جیسا متعصب رافضی ہے، تو یہ روایت ایک صاف ستھری تحقیق کے معیار پر ہرگز نہیں اترتی اور نہ ان دوسری روایات کا سامنا کر سکتی ہے، جو ان معزز ہستیوں کو نفس پرستی سے پاک صاف ظاہر کرتی ہے مثلاً:

- مسند احمد میں حبیب بن ابی ثابت کی سند سے ثابت ہے کہ انھوں نے کہا: میں علی بن ابی طالب کے ایک آدمی یعنی ابووائل کے پاس گیا، تو وہ بیان کرنے لگے کہ ہم جنگ صفین میں تھے، جب اہل شام تیزی سے قتل کیے

---

❶ الدولة الإسلامیة فی عصر الخلفاء الراشدین ص (۲۱٦)۔ ❷ الکامل (۲/ ۳۸٦)۔

❸ تاریخ طبری (۵/ ٦٦۲) یہاں شیعہ مورخ کی بدباطنی صاف طور پر جھلک رہی ہے، دوسرے لفظوں میں وہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ولد الزنا قرار دے رہا ہے۔ مصنف ''صفین'' نے لکھا ہے کہ یہ عمل ''ابن النابغۃ'' یعنی عمرو بن عاص کے مشورہ سے عمل میں آیا تھا۔ دیکھئے: تاریخ الطبری، تحقیق محمد أبو الفضل إبراهیم (۵/ ۵۰) (مترجم) ❹ تاریخ الطبری (۵/ ٦٦۲، ٦٦۳)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جانے لگے تو عمرو رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا: علی رضی اللہ عنہ کے پاس مصحف بھیج کر انھیں اللہ کی کتاب کی طرف بلائیں، وہ آپ کی اس پیش کش کا انکار نہیں کریں گے، پھر ایک آدمی مصحف لے کر علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور کہا: ہمارے اور آپ کے درمیان اللہ کی کتاب سے فیصلہ ہونا چاہیے، اللہ فرماتا ہے:

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٢٣﴾ ﴾ (آل عمران : ٢٣)

''کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھیں کتاب میں سے ایک حصہ دیا گیا، انھیں اللہ کی کتاب کی طرف بلایا جاتا ہے، تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے، پھر ان میں سے ایک گروہ منہ پھیر لیتا ہے، اس حال میں کہ وہ منہ موڑنے والے ہوتے ہیں۔''

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیوں نہیں، میں تو اسے پہلے تسلیم کرنے کے لیے تیار ہوں، تب تک وہاں جو قراء موجود تھے اور بعد میں خارجی ہو گئے انھوں نے اپنی گردنوں پر اپنی تلواروں کو رکھ لی اور کہا: اے امیر المومنین! ہم ان کے پاس کیوں نہ چلیں، تاکہ اللہ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے؟ سہل بن حنیف انصاری رضی اللہ عنہ اٹھے اور کہا: اے لوگو! اپنے کو معتوب کرو، ہم صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور جب مشرکین اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان عہد نامہ صلح تیار ہو رہا تھا تب ہم لڑنا چاہتے تو لڑ سکتے تھے، پھر آپ نے انھیں حدیبیہ کی صلح اس پر عمر رضی اللہ عنہ کے اعتراض اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۂ فتح کے نزول کی تفصیل سنائی۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے لوگو! یہ فتح ہی ہے، تب انھوں نے معاملہ کی نوعیت سمجھی اور خود واپس ہوئے اور دوسرے لوگ بھی لوٹ گئے۔ ❶

جو لوگ مسلمانوں کے درمیان جنگ جاری رکھنے کے خواہاں تھے، سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے ان سے اپنی ناپسندیدگی اور غیر اطمینانی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ''اے لوگو! تم لوگ اپنی فکر و رائے پر نازاں مت ہو۔'' ❷ پھر آپ نے بتایا کہ گفتگو اور مصالحت سے بہتر کوئی چیز نہیں، اس کے علاوہ جو کچھ ہے ایسا فتنہ ہے جس کے نتائج نامعلوم ہیں، آپ نے فرمایا: جب ہم نے کسی مشکل کام کے لیے اپنی تلواروں کو اپنے کاندھوں پر رکھا تو صورت حال آسان ہوگئی اور ہم نے مشکل حل کر لی، لیکن اس جنگ کا کچھ عجیب حال ہے، اس میں ہم (فتنے کے) ایک کونے کو بند کرتے ہیں، تو دوسرا کونا کھل جاتا ہے، ہم نہیں جانتے کہ ہم کو کیا تدبیر کرنی چاہیے۔ ❸

ان صحیح روایات میں فتنہ کی طرف بلانے والوں اور صحابہ سے بغض رکھنے والوں کی تردید ہے کہ جو لوگ جھوٹی روایات اور جھوٹے اشعار خود گھڑتے ہیں اور انھیں معرکۂ صفین میں شریک ہونے والے نامور صحابہ و تابعین کی طرف منسوب کر دیتے ہیں، تاکہ انھیں اس جنگ کے لیے متحمس دکھا کر مسلمانوں کے دلوں میں بغض اور کدورتیں

❶ مصنف ابن أبی شیبة (٨/ ٣٣٦) مسند أحمد مع الفتح الربانی (٨/ ٤٨٣).
❷ صحیح البخاری، حدیث نمبر (٤١٨٩).
❸ صحیح البخاری، حدیث نمبر (٤١٨٩).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پیدا کر دیں اور اپنی طاقت بھر اس فتنہ کو آگے بڑھانے میں کوئی کسر نہ چھوڑیں۔ ❶

بے شک قاتلین عثمان کی سپردگی کے معاملہ کو پیچھے ڈال کر کتاب الٰہی کی تحکیم کی طرف معاویہ رضی اللہ عنہ کی دعوت، اور بحیثیت خلیفہ اپنے لیے معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت واطاعت کو پیچھے ڈال کر علی رضی اللہ عنہ کا دعوت تحکیم کو قبول کر لینا، ان نازک حالات میں ایک ایسی پیش رفت تھی جسے اپنانے کے لیے جنگ صفین کے واقعات وحوادث نے دونوں کو مجبور کر دیا تھا، اس لیے کہ جس جنگ نے لاتعداد مسلمانوں کی زندگیوں کو دفن کر دیا تھا اس نے سب کے دلوں میں یہ متفقہ شعور پیدا کیا کہ امت مسلمہ کی شوکت کو بچانے اور کافر دشمن کا سامنا کرنے کے لیے مزید خون ریزی قطعاً مناسب نہیں اور اب جنگ بندی ضروری ہو چکی ہے، بلاشبہ یہ اجتماعی شعور، امت کی بیدار مغزی اور قرار دادیں مقرر کرنے میں اس کی تاثیر کی دلیل ہے۔ ❷

بہر حال امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے صفین کی جنگ بندی قبول کر لی، دعوتِ تحکیم پر راضی ہو گئے اور اسے اپنی فتح شمار کر کے کوفہ واپس چلے گئے۔ ❸ اور تحکیم کے نتیجہ میں اختلافات کے خاتمے، اتحاد بین المسلمین، ملکی تقویت اور فتوحات کی جدید تحریک کی امیدیں لگائیں۔

تحکیم کا خیال کہاں سے آیا اور اس کی قبولیت کے اسباب کیا تھے

طرفین کے ذہنوں میں کئی اسباب کی وجہ سے تحکیم کا خیال پیدا ہوا اور اس کی قبولیت کے بھی متعدد عوامل رہے، ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

ا: معرکۂ جمل کے بعد شروع ہونے والی ان انفرادی واجتماعی کوششوں میں سے آخری کوشش تھی جو خون ریزی روکنے اور لڑائی بند کرنے کے لیے بروئے کار لائی جا رہی تھیں اور کامیابی نہیں مل رہی تھی، اس لیے اسے قبول کرنے ہی میں بھلائی نظر آئی اور وہ مراسلات جن کا طرفین میں تبادلہ ہوا تھا، ان کا مقصد طرفین کا نقطۂ نظر معلوم کرنا تھا، ان کے علاوہ ان سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔

ان کوششوں میں سب سے آخری کوشش معاویہ رضی اللہ عنہ کی تھی، جسے آپ نے سخت لڑائی کے دوران شروع کیا تھا، آپ نے علی رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھ کر جنگ بندی کا مطالبہ کیا تھا، آپ کی تحریر اس طرح تھی: میرا خیال ہے کہ اگر میں اور آپ جانتے کہ آج لڑائی جس حالت تک پہنچ چکی ہے پہنچے گی تو ہم اس کا ارتکاب کر کے اپنے اوپر ظلم نہ کرتے، اس وقت ہم سب کی عقلیں ماری گئی تھیں، ابھی ہمارے پاس اتنا وقت بچا ہے کہ جو کچھ گنوا چکے ہیں اس پر ندامت کے آنسو بہا لیں اور آئندہ کی اصلاح کر لیں۔ ❹

---

❶ الإنصاف فیما وقع فی تاریخ العصر الراشدی من الخلاف ص (٥٣٠)

❷ دراسة فی تاریخ الخلفاء الأمويين ص (٣٨).

❸ دراسة فی تاریخ الخلفاء الأمويين ص (٣٨).

❹ الأخبار الطوال / الدینوری ص (١٨٧) دراسات فی عهد النبوة ص (٤٣٢).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ب: مقتولین کا ڈھیر ہونا، خون ریزی اور عربوں کے صفایا ہو جانے کا خوف یہ ایسی چیزیں تھیں کہ جنگ بندی کے مطالبہ کی دعوت کے طرف سب کی نگاہیں ٹک گئیں۔

ج: ایک طویل جنگ کا سامنا لوگوں کی اکتاہٹ کا سبب بن گیا، مصالحت اور جنگ بندی کی آواز اٹھتے ہی اچانک ایسا ماحول بن گیا کہ جیسے انھیں اسی کا انتظار تھا، علی رضی اللہ عنہ کی فوج کی اکثریت مصالحت اور جنگ بندی کی خواہاں تھی، وہ لوگ دوران جنگ کہا کرتے تھے کہ لڑائی نے ہمیں کھا لیا، ہم مصالحت ہی کی صورت میں اپنا وجود بچا سکتے ہیں۔ ❶ بلاشبہ یہ قول مصاحف بلند کرنے کے اس بے وقعت پروپیگنڈا کی تردید کر رہا ہے جس میں اسے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی سازش اور دھوکا قرار دیا گیا ہے، سچی بات تو یہ ہے کہ اس موقع پر مصاحف بلند کرنے کا خیال کوئی نئی چیز نہ تھی اور نہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اس کے اولین مشیر تھے، بلکہ اس سے پہلے معرکہ جمل میں بھی مصاحف اٹھائے گئے تھے اور اسے اٹھانے والے قاضی بصرہ کعب بن سور تیروں کی زد میں آ کر شہید ہو گئے تھے۔

د: قرآن مجید کی صلح جوئی کی دعوت بھی جنگ بندی کا سبب بنی، جس میں اللہ نے فرمایا ہے:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ (النساء: ٥٩)

"پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔"

اس سبب کی تائید سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ہوتی ہے کہ جب آپ کے سامنے قرآن کو فیصل بنا لینے کا مشورہ دیا گیا تو آپ نے فرمایا: کیوں نہیں، میں تو اسے پہلے تسلیم کرنے کے لیے تیار ہوں، ہمارے اور تمھارے درمیان اللہ کی کتاب فیصلہ کن چیز ہے۔ ❷

۵۔ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی شہادت اور مسلمانوں پر اس کا اثر:

عمار رضی اللہ عنہ کی شان میں فرمان رسول ((تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ)) ❸ یعنی باغی گروہ قتل کرے گا، صحیح و ثابت احادیث میں شمار ہوتا ہے۔ معرکۂ صفین میں ان کی شہادت کی وجہ سے مسلمانوں پر گہرا اثر پڑا، کیونکہ آپ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بزرگ قائد تھے، جہاں آپ جاتے وہاں سب جاتے، خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی صفین میں حاضر ہوئے تھے، لیکن اپنے ہتھیار کو روکے ہوئے تھے، لیکن جب عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت دیکھی تو تلوار کو بے نیام کیا اور اہل شام سے برسر پیکار ہو گئے۔ اس لیے کہ آپ نے بزبان عمار، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنی تھی

❶ صفين (ص ٤٨٢-٤٨٥) دراسات في عهد النبوة ص (٤٣٣).

❷ مصنف ابن أبي شيبة (٨/ ٣٣٦).

❸ صحيح مسلم، حديث نمبر (٢٩١٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

((تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ)) پھر آپ برابر لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ ❶

دوسری طرف معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر پر بھی عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت کا گہرا اثر پڑا، ابوعبدالرحمٰن السلمی اہل شام کے لشکر میں گئے، دیکھا تو معاویہ، عمرو بن عاص، ان کے بیٹے عبداللہ بن عمرو، اور ابوالاعور السلمی رضی اللہ عنہم فرات کے پانی پر جمع ہیں اور پانی پی رہے ہیں، پہلے بھی یہ بات گزر چکی ہے کہ اسی ایک گھاٹ پر دونوں لشکر کے فوجی پانی پیتے تھے کیونکہ وہاں اور کوئی دوسرا گھاٹ نہ تھا، بہرحال وہ لوگ پانی پی رہے تھے اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی شہادت پر گفتگو کر رہے تھے۔ دوران گفتگو عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے اپنے والد سے کہا: ہم نے انھیں قتل کر دیا، وہ ایسے آدمی تھے جس کے بارے میں رسول کا فرمان ہے کہ ((تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ)) عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا: ہم نے عمار کو قتل کر دیا، حالانکہ ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے اسے آپ سن رہے ہیں، اس پر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: خاموش رہو، تم اپنے پیشاب میں لوٹ رہے ہو، ❷ کیا ہم نے انھیں قتل کیا ہے، ان کے قاتل تو وہ ہیں جو انھیں لے کر آئے تھے۔ ❸

معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ تاویل اہل شام کے درمیان سوکھی لکڑی میں آگ کی طرح تیزی سے پھیل گئی۔

صحیح روایت سے ثابت ہے کہ عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ، عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہا: عمار قتل کر دیے گئے، اور ان کے بارے میں رسول کا ارشاد ہے کہ ((تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ)) عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ گھبرائے ہوئے اٹھے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے، معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا بات ہے؟ اس قدر کیوں حیرانی ہے؟ آپ نے کہا: عمار رضی اللہ عنہ قتل کر دیے گئے، معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تو اب کیا ہونا چاہیے؟ عمرو بن عاص نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے بارے میں فرماتے ہوئے سنا ہے: ((تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ)) معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم اپنے پیشاب میں لوٹ رہے ہو، کیا ہم نے انھیں قتل کیا ہے؟ انھیں علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے قتل کیا، ان کو لے کر آئے اور ہمارے نیزوں وتلواروں کے درمیان ڈال دیا۔ ❹

ایک تیسری صحیح روایت یوں ہے کہ دو آدمی عمار رضی اللہ عنہ کے سر کے بارے میں جھگڑتے ہوئے معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، ان میں سے ہر ایک کا کہنا تھا کہ انھیں میں نے قتل کیا ہے۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے یہ دیکھ کر فرمایا: تم جیسے بھی اپنے آپ کو خوش کر لو، لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ((تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ)) معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم ہمارے ساتھ کیا کیا رہے ہو؟ انھوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میرے باپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری شکایت کی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

---

❶ مجمع الزوائد / الهيثمي (٧/ ٢٤٢) آپ فرماتے ہیں: اسے طبرانی نے روایت کیا ہے، اور ان کی سند میں ابومعشر راوی ہے جو کمزور ہے۔

❷ یعنی تم ذہن کے کچے ہو اور تمھارے اندر ثابت قدمی نہیں ہے۔ ❸ مسند أحمد (٢/ ٢٠٦) اس کی سند حسن ہے۔

❹ مصنف عبدالرزاق (١١/ ٢٤٠) اس کی سند صحیح ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

((أَطِعْ أَبَاكَ مَا دَامَ حَيًّا وَلَا تَعْصِهِ فَأَنَا مَعَكُمْ وَ لَسْتُ أُقَاتِلُ .)) ❶

''اپنے باپ کی جب تک وہ زندہ ہیں اطاعت کرو، ان کی نافرمانی نہ کرو، اس لیے میں آپ لوگوں کے ساتھ ہوں، لڑائی نہیں کروں گا۔''

مذکورہ روایات میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ فقیہ صحابی عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما حق اور بھلی بات کہنے کے کس قدر حریص ہیں، جب آپ نے دیکھا کہ عمار رضی اللہ عنہ کی قتل کی وجہ سے معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی فوج ہی باغی گروہ ٹھہرا تو آپ نے مختلف مواقع پر اس کی مذمت کی اور نفرت کا اظہار کیا، بلاشبہ اس حدیث کی وجہ سے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی شہادت کا اہل شام پر اثر تھا، لیکن معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کی بے جا تاویل کردی، آپ کی یہ تاویل درست نہیں ہے کہ جو لوگ ان کو میدان صفین میں لائے تھے، وہی ان کے قاتل ہیں۔ ❷

عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی شہادت نے بشمول دیگر صحابہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ پر بھی زبردست اثر ڈالا، بلکہ صحیح معنوں میں عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت، عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے لیے جنگ بندی کی کوشش کا سبب بنی۔ ❸ آپ اس حادثہ سے اس قدر غمزدہ ہوئے کہ فرمایا، کاش کہ میں آج سے بیس سال قبل ہی مرجاتا۔ ❹

صحیح بخاری میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: ہم (مسجد نبوی کی تعمیر میں حصہ لیتے وقت) ایک ایک اینٹ اٹھاتے تھے، لیکن عمار رضی اللہ عنہ دو دو اینٹیں اٹھا رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دیکھا تو ان کے بدن سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرمایا:

((وَيْحَ عَمَّارٍ تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ ، يَدْعُوهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ وَيَدْعُونَهُ إِلَى النَّارِ .))

''افسوس! عمار کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی، جسے عمار جنت کی دعوت دیں گے اور وہ جماعت عمار کو جہنم کی دعوت دے رہی ہوگی۔''

ابوسعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ ❺

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بسند تواتر ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: ((تَقْتُلُ عَمَّارًا الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ .)) یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشین گوئی اور معجزات نبوت میں سے ایک معجزہ تھا، یہ حدیث صحیح ترین حدیثوں میں سے ہے۔ ❻

امام ذہبی رحمہ اللہ اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: اس بات میں متعدد صحابہ سے روایات ثابت ہیں، چنانچہ یہ حدیث متواتر ہے۔ ❼

---

❶ مسند أحمد (۱۱/ ۱۳۸، ۱۳۹). ❷ خلافة علي بن أبي طالب / عبدالحميد ص (۳۲۵).

❸ معاويه بن أبي سفيان / الغضبان ص (۲۱۵).

❹ أنساب الأشراف (۱/ ۱۷۰) عمرو بن عاص / الغضبان ص (۶۰۳).

❺ صحيح البخاري، حديث نمبر (۴۴۷). ❻ الاستيعاب (۳/ ۱۱۴۰).

❼ سير أعلام النبلاء (۱/ ۴۲۱).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

٦۔علمائے سلف کے نزدیک حدیث عمار کا مفہوم:

ا: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں معجزات نبوت میں سے ایک معجزہ بیان کیا گیا ہے، علی اور عمار کی فضیلت واضح انداز میں دیکھی جاسکتی ہے، اس میں نواصب کی تردید ہے، جن کا گمان ہے کہ علی رضی اللہ عنہ اپنی جنگوں میں برحق نہ تھے۔ ❶

نیز فرماتے ہیں: حدیث رسول ((تَقْتُلُ عَمَّارًا الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ .)) اس بات کی دلیل ہے کہ علی رضی اللہ عنہ ان جنگوں میں حق پر تھے، اس لیے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت نے عمار کو قتل کیا تھا۔ ❷

ب: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جنگ صفین کے موقع پر صحابہ کرام، آپ جدھر بھی جاتے، آپ کے پیچھے لگے ہوتے، اس لیے کہ پیش نظر حدیث کی بنا پر وہ انھیں معلوم تھا کہ آپ عادل جماعت کے ساتھ ہوں گے۔ ❸

ج: حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت، معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت کے مقابل میں حق کے زیادہ قریب تھے، معاویہ کی جماعت، علی کی جماعت پر بغاوت کر رہی تھی، جیسے کہ صحیح مسلم میں بسند شعبہ، عن ابی سلمہ، عن ابی نضرۃ عن ابی سعید الخدری ثابت ہے کہ انھوں نے کہا: مجھے اس شخص نے حدیث سنائی جو ہم میں سب سے بہتر ہے یعنی ابوقتادہ نے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمار سے فرمایا: ((تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ)) ❹

نیز لکھتے ہیں: یہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی شہادت کا واقعہ ہے، جنھیں اہل شام نے قتل کیا تھا، اس حادثہ سے فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ((تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ)) کا راز کھل کر سامنے آ گیا اور یہ بات واضح ہوگئی کہ علی رضی اللہ عنہ برحق اور معاویہ رضی اللہ عنہ باغی تھے، اس کے علاوہ اس حدیث میں نبوت کا ایک معجزہ بھی موجود ہے۔ ❺

د: علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا: وہ مومنوں کی ایک جماعت تھی، جس نے علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کی تھی، اس کی دلیل یہ ہے کہ عمار رضی اللہ عنہ کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہیں: ((تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ)) ❻

ھ: قاضی ابوبکر بن العربی رحمہ اللہ، فرمان باری تعالیٰ: ﴿وَإِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا﴾ (الحجرات: ٩) کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کی باہمی لڑائی کے متعلق یہ آیت اصولی حیثیت کی حامل ہے اور تاویل کرنے والوں کی جنگ میں یہ اساس ہے، صحابہ نے اسی کا سہارا لیا اور اس ملت کے سرکردہ حضرات نے اسی کی طرف پناہ لی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول ((تَقْتُلُ عَمَّارًا الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ .)) سے اسی آیت کی طرف اشارہ تھا۔ ❼

---

❶ فتح الباری (١/ ٦٤٦).
❷ فتح الباری (١٣/ ٩٢).
❸ تهذيب الأسماء و اللغات (٢/ ٣٨).
❹ البداية والنهاية (٦/ ٢٢٠).
❺ البداية والنهاية (٧/ ٢٧٧).
❻ سير أعلام النبلاء (٨/ ٢٠٩).
❼ أحكام القرآن (٤/ ١٧١٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

و: امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: یہ حادثہ علی رضی اللہ عنہ کی امامت اور ان کی اطاعت کے وجوب کی دلیل ہے اور اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ کی اطاعت کی طرف بلانے والا جنت کی طرف بلا رہا تھا اور آپ سے جنگ کی طرف بلانے والا اگرچہ تاویل کر رہا تھا، لیکن وہ جہنم کی طرف بلا رہا تھا، یہ واضح دلیل ہے کہ علی رضی اللہ عنہ سے قتال کرنا جائز نہیں تھا اور جس نے قتال کیا وہ اگر تاویل پر اعتماد کرتے تھے تو غلطی پر اور اگر بلا تاویل بضد تھے تو بغاوت پر تھے، ہمارے اصحاب کے دو اقوال میں سے صحیح قول یہی ہے۔ یعنی جن لوگوں نے علی رضی اللہ عنہ سے قتال کیا ان پر حکم لگایا جائے کہ یہ ان کی اجتہادی غلطی تھی، یہی ہمارے ائمہ کا مسلک ہے اور یہی مذہب ان ائمہ فقہ کا بھی ہے جنھوں نے تاویل کے سہارے بغاوت کرنے والوں سے قتال کرنے کا مسئلہ مستنبط کیا ہے۔ ❶

نیز فرماتے ہیں: ہر چند کہ علی رضی اللہ عنہ اپنے مخالف کے مقابلے حق کے زیادہ قریب تھے اور باوجود یہ کہ حدیث رسول کے مطابق عمار رضی اللہ عنہ کو باغی گروہ نے قتل کیا تھا، لیکن اس حادثہ کے متعلق ہم پر یہ فرض ہے کہ جو کچھ ان کی شان صحابیت کے بارے میں اللہ کے پاس سے اترا ہے اس پر ایمان لائیں اور پورے حق کا اقرار کریں، اس میں ہماری نفس پرستی کی قطعاً مداخلت نہ ہو، بغیر علم کے ہم ایک لفظ نہ بولیں، بلکہ علم اور انصاف کا راستہ اپنائیں اور علم و انصاف کا راستہ کتاب وسنت کا اتباع ہے کیونکہ جو شخص بعض حق وحقیقت کو مانتا ہے اور بعض کو چھوڑ دیتا ہے تو یہیں سے اختلاف اور انتشار کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔ ❷

ز: علامہ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عمار رضی اللہ عنہ کی حدیث میں فرمایا ہے: ((تَقْتُلُ عَمَّارًا الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ .)) عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا اور وہ جنگ صفین میں معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت کے ہاتھوں قتل ہوئے، ایسی صورت میں معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت کے لوگ باغی ہوئے، لیکن ان لوگوں نے اجتہاد کیا تھا اور اس حادثہ کے اصل سبب یعنی عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلے کے مطالبہ کو اپنا جائز مطالبہ سمجھ رہے تھے۔ ❸

ح: سعید حوی لکھتے ہیں: عمار، جن کے بارے میں صریح نص موجود تھی کہ انھیں باغی گروہ قتل کرے گا، جب وہ قتل کردیے گئے تب تردد وتذبذب میں رہنے والوں کے لیے یہ حقیقت کھل گئی کہ علی رضی اللہ عنہ حق پر ہیں اور ان کے ساتھ مل کر قتال کرنا واجب ہے، اسی لیے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جنگ سے پیچھے رہ جانے پر افسوس کا اظہار اس طرح کیا کہ مجھے اس جنگ سے پیچھے رہ جانے پر سخت مایوسی ہے۔ آپ نے اس افسوس کا اظہار اس لیے کیا تھا کہ ایک واجب کی ادائیگی نہ کر سکے تھے یعنی ناحق علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کرنے والوں کے خلاف علی رضی اللہ عنہ کی مدد نہ کرسکے، جیسے کہ فقہائے دین نے اسی کا فتویٰ دیا ہے۔ ❹

---

❶ مجموع الفتاوی (٤/ ٤٣٧).
❷ مجموع الفتاوی (٤/ ٤٤٩-٤٥٠).
❸ فتاوی و مقالات متنوعة (٦/ ٨٧).
❹ الإساس فی السنة (٤/ ١٧١٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۷۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاویل کی تردید:

سیّدنا عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جنگ کے جواز کے لیے معاویہ رضی اللہ عنہ نے تاویل کی تھی کہ انھیں ان لوگوں نے قتل کیا ہے جو انھیں یہاں لے کر آئے ہیں۔ ❶ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ بیشتر صحابہ اور تابعین نے عمار رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمان رسول ((تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ)) ❷ کا مفہوم یہی سمجھا تھا کہ اس پیشین گوئی کی مصداق معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوج ہے۔ تاہم وہ اپنے اجتہاد میں معذور ہیں، اس لیے کہ وہ حق کے خواہاں تھے اور اس کا ارادہ تھا لیکن حق تک نہ پہنچ سکے، بلاشبہ علی رضی اللہ عنہ کی جماعت ان کے مقابلے میں حق کے زیادہ قریب تھی، جیسا کہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوتا ہے۔ ❸

بہر حال، ہر چند کہ ائمہ دین کو معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاویل پسند نہ آئی، جیسا کہ میں عنقریب نقل کروں گا، لیکن انھوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کے اجتہاد میں معذور گردانا ہے، یہ ابن حجر ہیں جو فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ((يَدْعُوهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ وَ يَدْعُونَهُ إِلَى النَّارِ.)) ❹ یعنی عمار انھیں جنت کی طرف اور وہ آپ کو جہنم کی طرف بلا رہے تھے، کی تشریح میں فرماتے ہیں: اگر کہا جائے کہ آپ صفین میں قتل کیے گئے اور اس وقت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور جن لوگوں نے قتل کیا وہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صحابہ کی اچھی خاصی تعداد تھی، پھر بھلا ان کے بارے میں یہ بات کیسے درست ہو سکتی ہے، کہ وہ لوگ عمار رضی اللہ عنہ کو جہنم کی طرف بلا رہے تھے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ لوگ اپنے گمان کے مطابق جنت کی طرف بلا رہے تھے، یہ لوگ مجتہد تھے، اگر اپنے لغزش کردہ فکر و گمان کی پیروی کر لی تو ان پر لعنت و ملامت نہیں کی جائے گی اور جنت کی طرف بلانے کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ دخول جنت کے سبب یعنی امام وقت اور خلیفہ المسلمین کی اطاعت کی طرف بلا رہے تھے، جس کی اطاعت شرعاً واجب ہوتی ہے، جب کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی انھیں اس کے برخلاف عمل کی دعوت دے رہے تھے، لیکن وہ اپنی تاویل اور اجتہاد میں جس نتیجہ پر پہنچے معذور ہیں۔ ❺

امام قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام ابوالمعالی نے اپنی کتاب ''الارشاد'' میں لکھا ہے یہ فصل ہے اس بیان میں کہ علی رضی اللہ عنہ اپنے منصب خلافت پر برحق تھے اور آپ سے لڑنے والے باغی تھے، ان سے حسن ظن کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے بارے میں یہی گمان کیا جائے کہ انھوں نے خیر کی نیت کی تھی، اگرچہ انھوں نے غلطی کی۔ ❻

نیز فرماتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاویل کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمزہ کو قتل کیا، اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں لے کر میدان جنگ میں گئے تھے؟ یہ علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے جواب نہیں بلکہ الزامی جواب تھا، امام ابوخطاب ابن دحیہ کہتے ہیں کہ یہ آپ کی ایسی دلیل تھی جس پر

---

❶ مسند أحمد (۲/ ۲۰۶) اس کی سند حسن ہے۔
❷ صحيح مسلم، حديث نمبر (۲۹۱۶).
❸ معاويه بن أبي سفيان ص (۱۲۰، ۲۱۴).
❹ البخاري حديث نمبر (٤٤٧).
❺ التذكره (۲/ ۲۲۲).
❻ التذكره (۲/ ۲۲۳).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اعتراض کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ ❶

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ عمار کو ان لوگوں نے قتل کیا جنھوں نے ان کو ہماری تلواروں میں ڈال دیا، بہت دور کی تاویل ہے، اگر اسی کا نام قتل ہے تو امیر لشکر ان تمام مجاہدین کا قاتل ہوگا جو دوران جنگ قتل ہوں گے، اس لیے کہ اسی نے ان کو دشمنوں کی تلواروں کی طرف بڑھایا۔ ❷

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ائمہ اربعہ اور ان کے شاگردوں اور اہل سنت میں سے کوئی اس تاویل کا قائل نہیں ہے، ہاں بیشتر مروانیوں اور ان کے مویدین کا یہ قول ضرور ہے۔ ❸

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ اس تاویل پر تعلیق چڑھاتے ہیں کہ ہاں، عمار رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمان رسول کی باطل تاویل اہل شام کی تاویل تھی، انھوں نے کہا: ہم نے نہیں قتل کیا ہے، ان کو تو ان لوگوں نے قتل کیا ہے جو لے کر آئے اور ہمارے نیزوں کے درمیان ڈال دیا۔ اسی کو تاویل باطل کہتے ہیں، جو لفظ کی حقیقت اور اس کے ظاہر کے مخالف ہو، قاتل وہ ہوتا ہے جس نے راست طور سے قتل کیا ہو نہ کہ وہ جو اس کو اپنی مدد کے لیے لایا ہو۔ ❹

۸۔ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کا قاتل کون ہے؟

ابوالغادیہ جہنی عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کی تفصیل جو بیان کرتا ہے کہ جنگ صفین کے دن عمار فوجی دستے کے اگلے حصہ میں ایک آدمی کو ٹھہرنے اور صبر کرنے کی تلقین کر رہے تھے، جب وہ دونوں صفوں کے درمیان ہوئے، ایک شخص نے میدان صاف دیکھ کر ان کے گھٹنے پر نیزے سے وار کر دیا وہ گر گئے اور ان کی خود سر سے ہٹ گئی، پھر میں نے اس پر تلوار چلا دی اور اچانک میں دیکھتا ہوں کہ وہ عمار کا سر ہے اس طرح عمار قتل کر دیے گئے۔

راوی کہتا ہے کہ ابوغادیہ نے پینے کے لیے پانی مانگا تو اسے شیشے کے گلاس میں پانی دیا گیا لیکن اس نے نہیں پیا، پھر مٹی کے ایک پیالے میں پانی دیا گیا تو پی لیا، یہ انداز دیکھ کر ایک آدمی نے کہا شیشے کے گلاس میں پانی پینے سے زہد دکھاتا ہے، اور عمار کو قتل کرنے میں زہد نہیں دکھایا۔ ❺

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

((قَاتِلُ عَمَّارٍ وَسَالِبُهُ فِي النَّارِ)) ❻ ''عمار کا قاتل اور ان کا ہتھیار چھیننے والا جہنم میں جائے گا۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ یہ بات معلوم ہے کہ جنگ صفین میں عمار رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھے اور انھیں معاویہ رضی اللہ عنہ کی شامی جماعت نے قتل کیا تھا، اس میں ابوالغادیہ نام کا ایک آدمی تھا جو بھاری بھرکم تھا اسی نے آپ کو قتل کیا تھا اور کہا گیا ہے کہ وہ صحابی تھے۔ ❼

---

❶ التذكرہ (۲/ ۲۲۳).
❷ البداية والنهاية (٦/ ٢٢١).
❸ منهاج السنة (٤/ ٤٠٦).
❹ الصواعق المرسلة (١/ ١٨٤، ١٨٥).
❺ الطبقات الكبرىٰ (٣/ ٢٦٠، ٢٦١) اس کی سند صحیح ہے۔
❻ السلسلة الصحيحة / شيخ ألبانی (٥/ ١٨، ١٩).
❼ البداية والنهاية (٦/ ٢٢٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان جنگوں میں صحابہ کرام کے بارے میں یہی گمان کرنا مناسب ہے کہ وہ اجتہاد کا سہارا لے رہے تھے اور غلطی کر جانے والے مجتہد کو ایک اجر ملتا ہے، جب یہ بات انفرادی طور پر فرد واحد کے حق میں ثابت ہے تو صحابہ کرام کے بارے میں یہ بات بدرجۂ اولیٰ ثابت ہوگی۔ ❶

امام ذہبی لکھتے ہیں: روافض کے نزدیک ابن ملجم آخرت میں سب سے بدبخت انسان ہوگا، حالانکہ وہ ہمارے یعنی اہل سنت کے نزدیک ان لوگوں میں سے ہے جس کے لیے ہم جہنم کی امید رکھتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اس کو معاف بھی کرسکتا ہے اور یہی حکم ان لوگوں کا بھی جو عثمان، زبیر، طلحہ، سعید بن جبیر، عمار، خارجہ اور حسین رضی اللہ عنہم کے قاتل تھے، ان تمام بدبختوں سے ہم اپنی برأت کا اظہار کرتے ہیں، ان سے ہمیں سخت نفرت وبغض ہے اور ان کے معاملے کو اللہ کے حوالے کرتے ہیں۔ ❷

علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے قول پر تعلیق لکھی ہے اور بحمد للہ اللہ کی توفیق آپ کے شامل حال رہی، لکھتے ہیں، یہ صحیح ہے (کہ غلطی کر جانے والا مجتہد ایک اجر پائے گا، اور صحابہ اس کا بدرجہ اولیٰ مستحق ہیں) لیکن اس قاعدہ کو ہر فرد پر تطبیق دینا ایک مشکل مسئلہ ہے، اس لیے کہ مذکورہ قاعدہ باب کی حدیث ''قَاتِلُ عَمَّارٍ وَسَالِبُهُ فِي النَّارِ'' سے متصادم ہے اور اسی وجہ سے یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ عمار رضی اللہ عنہ کا قاتل ابوالغادیہ کو بھی ایک اجر ملے گا، اس لیے کہ اس نے اجتہادی غلطی کی بنا پر انھیں قتل کیا تھا، لہٰذا صحیح بات یہ ہے کہ کہا جائے قاعدہ اپنی جگہ صحیح ہے، البتہ اس سے وہ افراد الگ ہوں گے جن کی کوئی قطعی دلیل موجود ہو، جیسے کہ یہاں ہے، یہ راستہ نکالنا اس بات سے بہتر ہے کہ مذکورہ قاعدہ کے مقابل صحیح حدیث کو چھوڑ دیا جائے۔ ❸

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے ابوالغادیہ کی سوانح کا خاکہ اس طرح پیش کیا ہے: ان کے نام میں اختلاف ہے، پس کہا گیا ہے ہے ان کا نام یسار بن سبع تھا اور بعض لوگوں نے یسار بن ازہر اور بعض نے مسلم بتایا ہے، شام میں سکونت پذیر تھے، واسط بھی گئے تھے، ان کا شمار شامیوں میں ہوتا ہے، ایام شباب میں انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہے، انھی کا بیان ہے کہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا تو نوجوان تھا، اپنے خاندان کی بکریوں کو چراتا تھا، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے:

((لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ .)) ❹

''میرے بعد کافر نہ ہو جانا، کہ تم میں سے بعض بعض کی گردن مارے۔''

سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے شدید محبت کرتے تھے، انھوں نے ہی عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو قتل کیا تھا اور جب ان سے عمار کے قتل کا تذکرہ کیا جاتا تو کہتے کوئی پرواہ نہیں۔ علماء کے نزدیک ان کی زندگی ایک معمہ ہے۔ ❺

---

❶ الإصابة (٧/ ٢٦٠). ❷ تاريخ الإسلام/ عهد الخلفاء الراشدين ص (٦٥٤).
❸ سلسلة الأحاديث الصحيحة (٥/ ١٨، ١٩). ❹ مسند أحمد (٤/ ٧٦) اس کی سند حسن ہے۔
❺ الاستيعاب في معركة الأصحاب، أثر نمبر (٣٠٨٩).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۹۔ دوران جنگ اخوت ومحبت کا برتاؤ:

مسلمانوں کے درمیان ہونے والی لڑائیوں میں صفین کی لڑائی حیرت کن پہلوؤں کی حامل ہے اور اس حد تک حیرت کن ہے کہ دوران جنگ طرفین کی باہمی اخوت ومحبت کا منظر دیکھ کر شاید آپ کو یقین نہ آئے اور آپ ہکا بکا رہ جائیں، دونوں گروہوں کا ہر فرد اپنے قضیہ پر پورا ایمان رکھتے ہوئے بیچ معرکہ میں اپنی تلوار کھینچ کر کھڑا ہو جاتا ہے، گویا قائدین کی طرف سے تھوپی جانے والی جنگ نہیں تھی کہ جس میں وہ اپنے لشکر کو شش وپنج کی حالت میں ڈال دیتے ہیں، بلکہ یہ ایسی جنگ تھی جس کے محرکات منفرد تھے، اس کا اسلوب منفرد تھا اور اس کے اثرات بھی منفرد رہے، چنانچہ تاریخی مصادر کے حوالے سے اس جنگ کے جو قابل ذکر پہلو ہم تک پہنچے ہیں وہ مشارکین کے دلوں میں باہمی محبت کا عکس اس طرح پیش کرتے ہیں:

''وہ سب آپس میں بھائی بھائی تھے، ایک ساتھ پانی پر جاتے تھے، ایک ساتھ پانی پیتے تھے، اژدحام ہو جاتا تھا لپ بھر بھر کر پانی پیتے تھے، لیکن کوئی کسی کو تکلیف نہ دیتا تھا۔'' ❶

وہ سب آپس میں مسلمان بھائی ہیں جب لڑائی کچھ دیر کے لیے بند ہوتی ہے سب ایک ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں، اس میں شرکت کرنے والوں میں سے ایک شخص کا بیان ہے کہ ''جب ہم لڑائی کچھ دیر کے لیے بند کر دیتے تو ایک لشکر کے لوگ دوسرے لشکر کے لوگوں میں آتے جاتے، وہ ہم سے بات چیت کرتے اور ہم ان سے کرتے۔'' ❷

سب ہی ایک قبیلہ کی اولاد تھے اور فریقین میں سے ہر فریق کا اپنا اجتہاد تھا، ہر ایک دوسرے فریق میں شامل اپنے ہی قبیلہ کی اولاد سے بھیانک لڑائی لڑتا تھا، ❸ خود کو برحق سمجھتا تھا اور اس کے لیے مر مٹنے کو تیار تھا، صورت حال یہ تھی کہ طرفین کے دو آدمی دو دو ہاتھ کرتے اور جب لڑتے لڑتے تھک جاتے تو کچھ دیر کے لیے آرام کر لیتے، پھر دونوں میں کافی گفت وشنید ہوتی، پھر کھڑے ہوتے اور پہلے کی طرح لڑنے لگتے، ❹ حالانکہ وہ ایک ہی دین کے افراد تھے اور وہ دین انھیں اپنی جانوں سے زیادہ عزیز تھا، جب نماز کا وقت ہو جاتا تو اس کی ادائیگی کے لیے لڑائی بند کر دیتے، ❺ جس دن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی شہادت ہوئی دونوں گروہوں کے لوگوں نے آپ پر نماز جنازہ پڑھی۔ ❻

جنگ صفین میں شرکت کرنے والا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ہم صفین پہنچے، چند دنوں تک لڑائی لڑے، ہمارے درمیان مقتولین کی تعداد زیادہ ہوگئی اور گھوڑے بے بس ہو گئے، اس وقت علی رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجا کہ مقتولین کی تعداد زیادہ ہوگئی ہے، جنگ اس وقت تک کے لیے بند کر دو

---

❶ تاریخ الطبری (۵/ ۶۱۰). ❷ سیر أعلام النبلاء (۲/ ٤١) مرویات أبی مخنف ص (۲۹٦).

❸ البدایة والنهایة (۷/ ۲۷۰) دراسات فی عهف النبوة ص (٤٢٣).

❹ دراسات فی عهد النبوة ص (٤٢٤).

❺ تاریخ دمشق (۱۸/ ۲۳۳۹) دراسات فی عهد النبوة ص (٤٢٤).

❻ أنساب الإشراف (٦/ ٥٦) عتبہ تک اس کی سند حسن ہے، خلافة علی بن أبی طالب ص (۲٤۱)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جب تک کہ سب لوگ اپنے مردوں کی تدفین سے فارغ ہو جائیں، عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اسے قبول کیا، تدفین سے فراغت کے بعد پھر سب آپس میں بھڑ گئے اور گتھم گتھا ہو گئے جیسے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں گھس جائیں، علی رضی اللہ عنہ کے گروہ کے بعض بعض لوگ سختی سے لڑتے ہوئے معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوج میں گھس جاتے اور قتل کر دیے جاتے اور پھر اس کی لاش کو وہاں سے نکال کر لایا جاتا، ایک مرتبہ علی رضی اللہ عنہ کے گروہ کے لوگ اپنے ایک مقتول کو لے کر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے سامنے سے گزر رہے تھے، جب آپ کی نگاہ اس پر پڑتی تو رونے لگے اور کہا:

''مجتہد تھے، اللہ کے معاملہ میں ہم میں زیادہ ڈرنے والے تھے۔'' [1]

یہ لوگ ایسی اندوہناک لڑائیوں میں بھی برائیوں سے ایک دوسرے کو روکتے تھے، اس موقع پر وہاں علماء کی ایک جماعت تھی، یہ لوگ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے، ان کا تعلق شام سے تھا، لیکن نہ علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا، نہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کا، انھوں نے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے کہا: ہم آپ کے ساتھ چلنے کو تیار ہیں، لیکن آپ کے لشکر میں نہیں رہیں گے، ہم الگ پڑاؤ ڈال کر آپ کا اور شام والوں کا معاملہ دیکھیں گے، جسے ہم دیکھیں گے کہ وہ ناحق چیز کا خواہاں ہے یا بغاوت پر ہے ہم اس کے خلاف ہو جائیں گے، علی رضی اللہ عنہ نے کہا: خوش آمدید۔ اسی کا نام ہے دینی فقاہت وبصیرت اور یہی ہے سنت کا علم، جو اس پر مطمئن نہ ہوا وہ ظالم اور خائن ہے۔ [2] حقیقت یہ ہے کہ ان بے مثال مواقف کے پس پردہ اطمینان ویقین اور مبنی بر خلوص اجتہادات سے لبریز ایسی محرکات کارفرما تھیں جو دلوں میں راسخ ہو چکی تھیں اور اسی پر ان لوگوں نے جنگ لڑی تھی۔ [3]

۱۱۔ قیدیوں کے ساتھ برتاؤ:

دورانِ قتال فریقین کے باہمی محبت کے تذکرے کے بعد ہم بتانا چاہتے ہیں کہ اس جنگ میں قیدیوں کے ساتھ جو حسن سلوک کیا گیا ہے اور جو احترام ان کے لیے روا رکھا گیا وہ بہت ہی روشن اور واضح ہے۔ اسلام نے قیدیوں کے ساتھ برتاؤ کی نوعیت واضح کر دی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدی کے احترام اور اسے میسر کھانوں میں اچھے سے اچھا کھانا دینے کی نصیحت کی ہے جب ایک غیر مسلم قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا یہ اہتمام ہے تو ایک مسلمان قیدی بلاشبہ احسان اور اکرام کا بدرجہ اولیٰ مستحق ہوگا، لیکن اس جنگ کا قیدی چونکہ مخالف گروہ کا فرد تھا اور اپنے گروہ کے لیے مضبوط طاقت کی حیثیت رکھتا تھا۔ [4] اس لیے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے انھیں قید کرنے کا حکم دیا، اگر کسی قیدی نے بیعت قبول کر لی تو آپ نے آزاد کر دیا اور اگر انکار کیا تو اس کا ہتھیار اور گھوڑا چھین لیا، یا جس نے قید کیا اسے دے دیا اور قیدی سے قسم لے لیا کہ وہ دوبارہ جنگ نہ کرے گا اور ایک روایت میں ہے کہ آپ اسے

[1] أنساب الاشراف (٦/ ٥٦) عتبہ تک اس کی سند حسن ہے، خلافة علی بن أبی طالب ص (٢٤١)

[2] صفین ص (١١٥) دراسات فی عهد النبوة ص (٤٢٤).

[3] دراسات فی عهد النبوة ص (٤٢٤).

[4] کتاب قتال أهل البغی من الحادی الکبری ص (١٣٣، ١٣٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آزاد کرتے وقت چار درہم بھی دیتے تھے۔ ❶

خلیفۂ راشد علی رضی اللہ عنہ کے اس برتاؤ کا مقصد بالکل واضح ہے یعنی یہ کہ باغیوں کا پہلو کمزور ہو جائے، آپ کے پاس اسی جنگ میں ایک قیدی لایا گیا، قیدی کہنے لگا: مجھے قید میں مت مارنا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم کو قید کر کے نہیں ماروں گا، میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں، پھر آپ نے اسے معاف کر دیا اور کہا، کیا تم میں کوئی بھلائی ہے بیعت کر سکتے ہو؟ ❷

مذکورہ روایات سے قیدیوں کے ساتھ علی رضی اللہ عنہ کے برتاؤ کی یہ نوعیتیں سامنے آتی ہیں:

- قیدی کا احترام اور اس کی طرف احسان۔
- بیعت کی پیش کش اور اسے قبول کر لینے پر آزادی کا حصول۔
- بیعت نہ کرنے کی صورت میں ہتھیار ضبط کرنا اور دوبارہ جنگ میں شرکت نہ کرنے کی قسم لے کر آزاد کر دینا۔
- لڑائی پر بضد رہنے کی صورت میں قید میں باقی رکھنا اور قتل نہ کرنا۔ ❸

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مرتبہ پندرہ (۱۵) قیدی لائے گئے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ سب زخمی تھے، ان میں جس کی وفات ہوگئی آپ نے اسے غسل دیا، کفنایا اور نماز جنازہ پڑھی۔ ❹

علامہ محب الدین الخطیب رحمہ اللہ اس جنگ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ان سب کے باوجود یہ مثالی جنگ، تاریخ میں پہلی ایسی انسانی جنگ ہے جس میں دونوں جنگ جو گروپ ایک ساتھ ان فضائل کے اصولوں پر کاربند رہے جن کی تمنا آج دنیا کے حکماء و دانشوران کرتے ہیں کہ کاش ان کی جنگوں میں بھی خواہ وہ اکیسویں صدی کی جنگ کیوں نہ ہو، ان فضائل کا چلن ہوتا، اللہ تعالیٰ حکیم و دانا ہے، یہ اس کی حکمت ہی کی تجلی ہے کہ اگر یہ جنگ نہ ہوئی ہوتی تو اسلامی جنگ کے بہت سے اصول وقواعد پردۂ خفا میں رہتے، نہ کوئی جانتا اور نہ وہ لکھے جاتے۔ ❺

ابن العدیم فرماتے ہیں: یہ پوری جنگ اہل بغاوت کے حکم پر مشتمل ہے، اسی لیے ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: باغیوں کے بارے میں علی رضی اللہ عنہ نے جو قدم اٹھایا اگر وہ وجود میں نہ آتا تو کوئی نہ جانتا کہ مسلمان باغیوں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے۔ ❻

۱۱۔ مقتولین کی تعداد:

مقتولین کی تعداد کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ ابن ابی خیثمہ کہتے ہیں کہ جنگ صفین میں مقتولین

---

❶ خلافة علی بن أبی طالب / عبدالحمید ص (۲٤۳).

❷ الأم / الشافعی (٤/ ۲۲٤، ۸/ ۲٥٦).

❸ خلافة علی بن أبی طالب / عبدالحمید (۲٤۲).

❹ تاریخ دمشق، بتحقیق المنجد (۱/ ۳۳۱)، خلافة علی بن أبی طالب / عبدالحمید (۲٤۲).

❺ العواصم من القواصم ص (۱٦۸، ۱٦۹) پر تعلیق بقلم محب الدین الخطیب رحمه الله.

❻ بغیة الطالب فی تاریخ حلب (۱/ ۳۰۹) خلافة علی ص (۲٤٥).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی تعداد ستر (۷۰) ہزار تھی، جس میں پچیس (۲۵) ہزار اہل عراق کے اور پینتالیس (۴۵) ہزار اہل شام کے تھے۔ ❶

اسی طرح امام ابن القیم رحمہ اللہ نے بھی ذکر کیا ہے کہ صفین میں مقتولین کی تعداد ستر ہزار یا اس سے زیادہ تک پہنچ گئی تھی۔ ❷

بلاشبہ یہ تعداد صحیح نہیں ہے، یہ ایک خیالی تعداد ہے، کیونکہ حقیقی لڑائی اور گروہوں کی شکل میں جنگی حملے تین دن چلتے رہے، جس میں جمعہ کی رات چھوڑ کر بقیہ راتوں میں لڑائی بند تھی، ایسی صورت میں کل لڑائی (۳۰) گھنٹے ہوئی۔ ❸ یہ لڑائی کتنی بھی سخت اور ہولناک رہی ہو، لیکن قادسیہ کی سختی اور ہولناکی پر کسی صورت میں بھاری نہ تھی، جس میں شہداء کی کل تعداد صرف آٹھ ہزار پانچ سو (۸۵۰۰) تھی۔ ❹ نتیجتاً یہ بات عقلاً مشکل سے ہے کہ ہم بھاری بھرکم تعداد کو ذکر کرنے والی روایات کو قبول کر لیں۔

۱۲۔ شہدائے صفین کا جائزہ اوران پر دعائے رحمت:

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ لڑائی ختم ہونے کے بعد مقتولین کا جائزہ لیتے تھے، آنکھوں دیکھا حال بیان کرنے والا راوی کہتا ہے کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ''شہباء'' خچر پر سوار ہو کر مقتولین کے درمیان گھومتے ہوئے دیکھا، ❺ اس وقت آپ کے ساتھ اشتر بھی تھا، آپ رضی اللہ عنہ ایک ایسے مقتول کے پاس سے گزرے جو شام کے مشہور عبادت گزاروں اور قاضیوں میں سے تھے، اشتر کہنے لگا اور دوسری روایت میں ہے کہ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المومنین: کیا حابس ❻ بھی ان (شامیوں) کے ساتھ تھے؟ میں تو انھیں مومن جانتا تھا؟ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آج بھی وہ مومن ہی ہیں۔

غالباً یہ مقتول وہی قاضی تھے جو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تھے اور کہا تھا کہ اے امیر المومنین! میں ایک خواب دیکھ کر گھبرا گیا ہوں، آپ نے پوچھا: وہ خواب کیا ہے؟ انھوں نے کہا: میں نے سورج اور چاند کو لڑتے ہوئے دیکھا اور ستارے نصف نصف دونوں کے ساتھ تھے، آپ نے پوچھا: تم ان دونوں میں کس کے ساتھ تھے؟ انھوں نے کہا: چاند کے ساتھ جب وہ سورج پر غالب آرہا تھا، عمر رضی اللہ عنہ فرمایا: اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَ جَعَلْنَا الَّیْلَ وَ النَّهَارَ اٰیَتَیْنِ فَمَحَوْنَاۤ اٰیَةَ الَّیْلِ وَ جَعَلْنَاۤ اٰیَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً﴾

(الاسراء: ۱۲)

''اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا، پھر ہم نے رات کی نشانی کو مٹا دیا اور دن کی نشانی کو روشن بنایا۔''

جاؤ، چلے جاؤ، اللہ کی قسم، آج کے بعد تم میرا کوئی کام نہ کرو گے۔ راوی کا بیان ہے کہ مجھے خبر ملی ہے کہ وہ

❶ الأنباء / القضاعی ص (۵۹) بحوالہ خلافة علی ص (۲٤٦).
❷ الصواعق المرسلة (۱/ ۳۷۲) اس کی کوئی سند مذکور نہیں ہے، بتحقیق محمد دخیل اللہ .
❸ الدولة الأمویة ص (۳٦۰، ۳٦۲) . ❹ تاریخ الطبری (٤/ ۳۸۸) .
❺ مصنف ابن أبی شیبة . ❻ حابس بن سعد الطائی مخضرم مراد ہیں، جو صفین میں قتل کیے گئے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جنگ صفین میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ قتل کیے گئے۔ ❶

سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقتولین کے درمیان کھڑے ہوئے اور کہا: اللہ تمھیں بخش دے، اللہ تمھیں بخش دے، آپ نے دونوں جماعتوں کے مقتولین کے لیے یہی دعا فرمائی۔ ❷

یزید بن الاصم کا بیان ہے کہ جب علی اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان صلح پر اتفاق ہوگیا تو علی رضی اللہ عنہ اٹھے اور اپنے مقتولین میں گئے اور کہا، یہ لوگ جنت میں جائیں گے، پھر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقتولین میں گئے اور کہا: یہ لوگ جنت میں جائیں گے، جو کچھ ہوا اس کا معاویہ اور میں ذمہ دار ہوں۔ ❸ آپ ان مقتولین کے بارے میں فرمایا کرتے تھے: یہی لوگ مومن ہیں۔ ❹

آپ کے دعائیں اور احساسات جس طرح اہل جمل کے لیے تھے اسی طرح اہل صفین کے لیے بھی تھے۔ ❺

۱۳۔ شاہ روم کے ساتھ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا موقف:

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان اختلاف کو دیکھ کر شاہ روم نے فائدہ اٹھانا چاہا اور سوچا کہ ان ناگفتہ بہ حالات میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے قبضہ میں جو زمینیں ہیں ان کے بعض حصوں پر قابض ہو جائے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے شاہ روم کو ذلیل ومرعوب اور اس کی فوجوں کو پست کردیا تھا، لیکن جب اس نے دیکھا معاویہ رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ برسرپیکار ہیں، تو آپ کی سرحد کے بعض شہروں کے قریب اپنی بہت بڑی فوج اتار دی اور اس علاقہ پر قبضہ کا لالچ کرنے لگا، جب معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے اس کے نام خط لکھا: اے ملعون! میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تو اپنے ملک میں واپس نہیں لوٹا تو میں اور میرے چچا زاد بھائی (یعنی علی رضی اللہ عنہ) تیرے خلاف متحد ہو جائیں گے اور تجھے تیرے ملک سے بھی نکال کر دم لیں گے۔ زمین اپنی وسعت کے باوجود تجھ پر تنگ ہو جائے گی، تب شاہ روم ڈرا، اپنے عزم سے پیچھے ہٹا اور صلح کا خواہاں ہوا۔ ❻ یہ واقعہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی دینی غیرت اور خودداری کی ایک بڑی دلیل ہے۔

۱۴۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں جنگ صفین کا ایک جھوٹا واقعہ:

نصر بن مزاحم الکوفی کا بیان ہے کہ اہل عراق نے حملہ کیا اور اہل شام نے ان کا جواب دیا، پھر سب آپس میں ٹکرا گئے، عمرو بن عاص نے بھی حملہ کیا...... اور علی رضی اللہ عنہ یہ شعر پڑھتے ہوئے ان کے مدمقابل ہوئے:

قَدْ عَلِمَتْ ذَاتُ الْقُرُوْنِ الْمَيْلِ ... وَالْكَفُّ وَالْأَنَامِلَ الطُّفُوْلِ

❶ مصنف بن أبی شیبة (۱۱/ ۷٤) اس کی سند منقطع ہے۔

❷ خلافة علی / عبدالحمید ص (۲۵۰) تنزیه خال المؤمنین.

❸ مصنف ابن أبی شیبة (۱۵/ ۳۰۳) اس کی سند حسن ہے۔

❹ تاریخ دمشق (۱/ ۳۲۹، ۳۳۱) خلافة علی ص (۲۵۱).

❺ خلافة علی ص (۲۵۱) تنزیه خال المؤمنین ص (۱٦۹).

❻ البدایة والنهایة (۸/ ۱۲۲).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''دل لٹکی ہوئی چوٹیاں اور نرم و نازک ہتھیلیوں اور انگلیوں والی نے جان لیا۔''

پھر آپ نے عمرو کو نیزہ مارا، پٹخ دیا، عمرو بن عاص نے اپنے پیروں سے دفاع کیا، تو اس کی شرم گاہ کھل گئی، علی نے اپنا چہرہ ہٹا لیا اور شدید زخمی کر دیے گئے، لوگوں نے کہا: اے امیر المومنین! آپ نے آدمی کو نکل جانے کا موقع دے دیا، آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو وہ کون تھا؟ لوگوں نے کہا: نہیں، آپ نے کہا: وہ عمرو بن عاص تھا، اس نے مجھے اپنی شرم گاہ دکھائی تو میں نے اپنا چہرہ پھیر لیا۔ ❶

اس واقعہ کو ابن کلبی نے اسی طرح ''الروض الأنف'' میں سہیلی نے بھی ذکر کیا ہے، انھوں نے علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ''اس نے اپنی شرم گاہ کے ذریعے سے مجھ سے بچاؤ کا راستہ نکالا اور مجھے رشتہ کا حوالہ دیا۔'' لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ جنگ صفین میں علی کے ساتھ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کا ایک واقعہ اسی طرح ملتا ہے، اس کے بارے میں حارث بن نضر سہمی نے یہ اشعار کہے ہیں جنھیں ابن الکلبی وغیرہ نے روایت کیا ہے:

أَفِي كُلِّ يَوْمٍ فَارِسٌ غَيْرُ مُنْتَهٍ وَعَوْرَتُهُ وَسْطَ الْعَجَاجَةِ بَادِيَةٌ

''کیا ہر روز وہ جنگ جاری رکھے گا اور اس کی شرمگاہ لوگوں کے درمیان کھلی رہے گی۔''

يَكُفُّ لَهَا عَنْهُ عَلِيٌّ سِنَانَهُ وَيَضْحَكُ مِنْهُ فِي الْخَلَاءِ مَعَاوِيَةُ ❷

''علی اس کی وجہ سے اپنی تلوار اس سے روکتے رہیں گے اور معاویہ میدان میں ہنستا رہے گا۔''

مذکورہ افتراء اور واضح جھوٹ کا جواب یہ کہ پہلی روایت کا راوی نصر بن مزاحم کوفی جو کہ جنگ صفین کی روداد بیان کر رہا ہے متعصب شیعہ ہے، صحابہ کرام پر افتراء پردازی کرنا اس سے کوئی بعید نہیں ہے۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ اس کے بارے میں لکھتے ہیں: نصر بن مزاحم کوفی سخت متعصب رافضی ہے، محدثین نے اس سے روایت کو ترک کر دیا ہے۔ امام عُقیلی اس کے بارے میں فرماتے ہیں: یہ شیعہ ہے، اس کی حدیث میں اضطراب اور بہت ساری غلطیاں ہیں اور ابو خیثمہ کہتے ہیں: بہت بڑا جھوٹا تھا۔ ❸

اس کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عجلی نے کہا کہ یہ متعصب رافضی تھا، ثقہ نہیں ہے اور جھوٹ سے مامون نہیں ہے۔ ❹

رہا دوسری روایت کا راوی ابن کلبی تو اس کا نام ہشام بن محمد بن السائب کلبی ہے، شیعیت کے لیے اس کے تعصب اور غلو پر سب کا اتفاق ہے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کون اس سے حدیث بیان کرے گا، میرا خیال ہے کہ اس سے کوئی نہیں حدیث بیان کر سکتا۔

دار قطنی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وہ متروک ہے۔ ❺

---

❶ وقعة صفين ص (٤٠٦-٤٠٨) قصص لا تثبت / سليمان الخراشي (٦/ ١٩).

❷ الروض الأنف (٥/ ٤٦٢) قصص لا تثبت (٦/ ١٩).

❸ ميزان الاعتدال (٤/ ٢٥٣-٢٥٤). ❹ لسان الميزان (٦/ ١٥٧).

❺ المجروحين / ابن حبان (٣/ ٩١) تذكرة الحفاظ (١/ ٣٤٣) معجم الأدباء (١٩/ ٢٨٧) قصص لا تثبت (١/ ١٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ دونوں رافضی راویوں کی طرف سے یہ قصہ چہار دانگ عالم میں پھیل گیا اور بعد کے شیعہ نیز بعض سنی مورخین جو روافض کے جھوٹ اور ان کی غلط بیانیوں کو پہچاننے سے عاجز رہے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ ❶

یہ قصہ اصحاب رسول کے خلاف روافض شیعہ کی غلط بیانی اور افتراء پردازی کا ایک نمونہ ہے، دشمنان صحابہ یعنی رافضی مورخین نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نقائص و گستاخیوں کا طور مار باندھ کر انھی قصوں اور اشعار کی شکل میں خوب رواج دیا ہے تاکہ یہ باتیں آسانی مسلمانوں کے درمیان پھیل سکیں۔ انھوں نے اہل سنت کی لاعلمی میں پاک باز صحابہ کی شان میں تحقیر و تذلیل کا نشانہ سادھا، حالانکہ اہل سنت نے دیر ہی سہی، لیکن اسلام کی تاریخی روایات کی تحقیق کے میدان میں قدم رکھا، لیکن افسوس جب تک تحقیق کا دروازہ کھلا تب تک بہت سارے قصہ گو حضرات کے نزدیک یہ اشعار اور حکایات زبان زد ہو چکے تھے اور بہت سی خرافات مسلمات و یقین کا درجہ پا چکی تھیں، حتیٰ کہ بعض اہل سنت مورخین کے نزدیک بھی ان کو یہی درجہ مل چکا تھا۔ ❷

۱۵۔ صفین سے واپسی کے بعد سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا قبروں کی زیارت کرنا:

جنگ صفین سے لوٹنے کے بعد امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ چند قبروں سے گزرے تو یہ دعا کیا: اے وحشت ناک مکانوں کے اور ویران پڑاؤ گاہوں کے مومن، و مومنہ، اور مسلم و مسلمہ مکینو! تم ہم سے پہلے پہنچنے والے ہو اور ہم تمھارے پیچھے ہیں، عنقریب ہم تم سے ملنے والے ہیں۔ اے اللہ تو ہمیں اور ان کو بخش دے، ہم سے اور ان سے گناہوں کو درگزر کر دے، ہر قسم کی تعریف اللہ واحد کے لیے ہے جس نے زمین کو زندوں اور مردوں کے لیے سنگم بنایا، اللہ ہی کے لیے تعریف ہے، جس نے تم کو پیدا کیا، اسی پر تم کو اکٹھا کرے گا اور اسی سے تم کو اٹھائے گا، بشارت ہے اس شخص کے لیے جس نے آخرت کو یاد کیا، حساب کی تیاری کی اور قناعت کی زندگی گزاری۔ ❸

۱۶۔ قاتلین عثمان کا جنگ پر اصرار:

قاتلین عثمان پوری کوشش میں تھے کہ طرفین سے لڑائی برابر چلتی رہے، تاکہ سب آپس میں مرمٹیں اور دونوں کی قوت کمزور ہو جائے اور یہ لوگ قصاص اور سزا سے بچ جائیں، اسی لیے جب انھوں نے اہل شام کو جنگ بندی کے لیے مصاحف اٹھائے ہوئے دیکھا اور علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ اہل شام کا مطالبہ قبول کرتے ہوئے جنگ بندی کا حکم دے رہے ہیں تو یہ لوگ گھبرائے اور امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کو ان کے عزم سے روکنے کی پوری کوشش کرنے لگے، لیکن اب جنگ بند ہو چکی تھی اور یہ لوگ حیران تھے، اس لیے اب ان کے سامنے اس بات کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ تھا کہ علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کا اعلان کر دیں، چنانچہ انھوں نے ''الحکم للّٰہ'' کا مقولہ گھڑا اور دونوں گروہوں سے کٹ کر الگ جا کر پناہ لی، جنگ جمل کی طرح اس معرکہ میں ان کا اصل ہاتھ رہا یہاں بھی یہ لوگ علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں موجود تھے، لیکن افسوس مورخین نے اس پر توجہ کو مرکوز نہ کی، اور نہ ہی اس راز سے پردہ ہٹایا کہ

❶ قصص لا تثبت (۱/ ۲۰)۔ ❷ قصص لا تثبت (۱/ ۱۰)۔

❸ البیان و التبیان / جاحظ (۲/ ۱٤۸) فرائد الکلام للخلفاء الکرام ص (۳۲۷)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کئی مہینوں تک چلنے والی خط و کتابت اور سفارتی کوششیں کیوں ناکام ہوئیں؟ اور نہ ہی قاتلین عثمان کے اس ممکنہ کردار پر گفتگو کی جسے یہ لوگ معرکۂ صفین میں طرفین کی ہر کوشش کو ناکام بنانے کے لیے بروئے کار لا سکتے تھے، اس لیے کہ علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کی مصالحت ان لوگوں پر نفاذ قصاص کی مصالحت کے لیے پیش خیمہ ثابت ہو رہی تھی، لہٰذا یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ جنگ جمل میں فتنہ کی آگ بھڑکانے کے لیے یہ لوگ بھرپور کوشش کریں اور صفین میں خاموش رہیں؟ ❶

۱۷۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل شام کو لعن طعن کرنے سے روکتے ہیں:

جب سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ آپ کے لشکر کے دو آدمی معاویہ کو گالی دینے اور اہل شام کو لعن طعن کرنے کے لیے ایک دوسرے پر غالب آنا چاہتے ہیں تو آپ نے ان دونوں کو پیغام دیا کہ آپ لوگوں کے متعلق جو مجھے خبر ملی ہے اس سے باز آ جاؤ، پھر وہ دونوں آپ کے پاس آ گئے اور کہا: اے امیر المومنین! کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں، رب کعبہ کی قسم! دونوں کہنے لگے: پھر آپ ان کو گالیاں دینے اور ان پر لعن طعن کرنے سے ہمیں کیوں روکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: مجھے یہ ناپسند ہے کہ آپ لوگ لعانین (لعنت گروہ) میں سے ہو جاؤ، ہاں تم یہ کہو کہ اے اللہ ہمارے اور ان کے خونوں کی حفاظت فرما، ہماری اور ان کی اصلاح کر دے، انھیں گمراہی سے دور رکھ تاکہ جو حق سے ناواقف ہے وہ اسے جان لے اور جو ضلالت میں ڈوب گیا ہے وہ اس سے کنارے ہو جائے۔ ❷

البتہ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو بات مشہور ہے کہ آپ دعائے قنوت میں معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب پر بددعا کرتے تھے اور جب معاویہ رضی اللہ عنہ دعائے قنوت پڑھتے تو علی، ابن عباس، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم پر لعنت کرتے تھے، یہ بات بالکل غلط ہے، اس لیے کہ یہ لوگ جلیل القدر صحابی تھے، اور دوسروں کے بالمقابل صحابہ شرعی احکامات کے زیادہ پابند تھے، جس میں کسی مسلمان کو گالی دینے اور لعن طعن کرنے کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ ❸ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: ((مَنْ لَعَنَ مُؤْمِنًا فَهُوَ كَقَتْلِهِ .)) ❹ ''جس نے کسی مومن کو لعنت کی تو اس کو قتل کر دینے کے مترادف ہے۔''

اور فرمایا: ((لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَبِاللَّعَّانِ)) ❺ ''مومن طعنہ زنی اور لعنت گر نہیں ہوتا۔''

نیز فرمایا:

((لَا يَكُوْنُ اللَّعَّانُوْنَ شُفَعَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .)) ❻

''لعنت کرنے والے بروز قیامت شفاعت اور شہادت کے حق دار نہ ہوں گے۔''

---

❶ أحداث و أحاديث فتنة الهرج ص (۱۴۷).

❷ الأخبار الطوال ص (۱۶۵) بحواله تحقيق مواقف الصحابة فى الفتنة (۲/ ۲۳۲).

❸ تحقيق مواقف الصحابة (۲/ ۲۳۲). ❹ صحيح البخارى/ الأدب (۷/ ۸۴).

❺ السلسلة الصحيحة / ألبانى حديث نمبر (۳۲۰) صحيح سنن ترمذى / ألبانى حديث نمبر (۱۱۱۰).

❻ صحيح مسلم (۴/ ۲۰۰۶) حديث نمبر (۲۵۹۸).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

علاوہ ازیں علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے ایک دوسرے پر لعنت کرنے والی روایت سند کے اعتبار سے بھی ثابت نہیں ہے، کیونکہ اس میں ابومخنف لوط بن یحییٰ متعصب رافضی راوی ہے، جس کی روایتیں قابل اعتماد نہیں ہوتیں اور پھر شیعہ مذہب کی صحیح ترین کتابیں شیعہ حضرات کو صحابہ کو گالی دینے سے منع کرتی ہیں، چنانچہ آپ نے معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو گالی دینے والوں کو روکا اور کہا: مجھے سخت ناپسند ہے کہ تم لوگ گالیاں دینے والے بن جاؤ، اگر تم ان کے اعمال واحوال کا ذکر خیر کرتے تو یہ زیادہ درست بات تھی اور قابل معذرت تھی، کاش کہ تم لوگ انھیں گالیاں دینے کے بجائے یہ دعا کرتے کہ اے اللہ ہمارے اور ان کے خون کی حفاظت فرما، ہمارے اور ان کے درمیان مصالحت پیدا کر دے۔ ❶ پس مختصر یہ کہ شیعوں کی نگاہ میں ان کی سب سے معتبر کتاب کا یہ اعتراف ہے کہ گالیاں دینا اور تکفیر کا حکم لگانا علی رضی اللہ عنہ کا طریقہ نہیں تھا۔ ❷

---

❶ نہج البلاغۃ (۳۲۳) ❷ أصول مذهب الشيعة (۲/۹۳۴)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۳)

تحکیم

صفین کی لڑائی ختم ہوئی اور فریقین کے درمیان تحکیم قبول کرنے پر اتفاق ہوگیا، تحکیم کا مطلب یہ ہے کہ دونوں گروہ اپنی اپنی طرف سے ایک آدمی کو حَکَمْ (فیصل) منتخب کریں، پھر وہ دونوں حَکَم جس چیز میں مسلمانوں کی بھلائی دیکھیں متفق ہوجاتیں اور سب اس کو تسلیم کریں۔ چنانچہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو اور علی رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو اپنا اپنا حکم منتخب کیا اور حسب اتفاق رمضان ۳۸ھ میں دومۃ الجندل میں حکمین کی طرف سے ''عہد نامہ تحکیم'' تحریر میں لایا گیا۔

علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کی ایک جماعت نے آپ کے اس عمل کو کفر لازم کرنے والا گناہ قرار دیا اور کہا کہ انھیں اللہ کی بارگاہ میں اس عمل سے توبہ کرنا لازم ہے، پھر یہ لوگ آپ کے خلاف نکل پڑے، اسی لیے انھیں خوارج (نکل جانے والے) کہا جانے لگا، سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بھیجا، جنھوں نے ان سے اس مسئلہ پر مناظرہ اور گرما گرم مباحثہ کیا، پھر علی رضی اللہ عنہ نے خود ان سے مناظرہ کیا، پھر ان میں سے کچھ لوگوں نے آپ کی بات تسلیم کرلی اور کچھ لوگوں نے انکار کردیا، جس کی وجہ سے ان کے اور علی رضی اللہ عنہ کے درمیان لڑائیاں ہوئیں اور نتیجتاً آپ کی فوج کمزور ہوگئی اور آپ کے ساتھی درماندہ ہوگئے، اس طرح وہ لوگ برابر اپنی سازش اور ریشہ دوانیوں میں لگے رہے، یہاں تک کہ آپ کو اچانک قتل کردیا، جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں مناسب مقام پر ان شاء اللہ بیان کی جائے گی۔

''تحکیم'' کا معاملہ پوری خلافت راشدہ کی تاریخ میں سب سے خطرناک اور نازک ترین ہے، بہت سے قلم کار اور مولفین اس مقام پر بہک گئے ہیں اور اپنی انھیں معیوب تحریروں کو اپنی تالیف میں قلم بند کردیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے سامنے وہی ضعیف اور موضوع روایات رہیں جنھوں نے حیات صحابہ رضی اللہ عنہم کی کردارکشی کرنے میں کوئی موقع نہیں جانے دیا ہے۔ خاص طور پر ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو اپنی ہدف کا نشانہ بنایا ہے کہ وہ بیوقوف تھے، رائے کے کمزور تھے، ان کی بات میں خود اعتمادی نہ تھی، بڑے ہی بے پرواہ تھے، اسی لیے ''تحکیم'' کے معاملہ میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے انھیں دھوکا دے دیا۔

دوسری طرف عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ تصویر پیش کیا گیا کہ وہ ایک دھوکے باز اور چال باز آدمی تھے۔ یہ اور اس طرح کے دیگر مذموم اوصاف و عادات کو دشمنان اسلام نے ایسی دو عظیم ہستیوں کے سر تھوپنے کی کوشش کی ہے، جنھیں مسلمانوں نے ایک بڑے اختلاف کا فیصلہ کرنے کے لیے اپنا قائد تسلیم کیا تھا اور یہ اختلاف

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایسا پُر خطر تھا جس کے نتیجے میں بہت سے مسلمانوں کے خون بہ چکے تھے۔

بیشتر مورخین، ادباء اور محققین نے دشمنان صحابہ کی ان من گھڑت روایات کو تاریخی حقائق کی حیثیت سے قبول کیا ہے، ان کے صحیح اور غلط ہونے کی کوئی تحقیق نہیں کی، گویا کہ وہ ایسا سچ ہے جس میں شک کی ادنیٰ بھی گنجائش نہیں ہے، بہر حال یہ ممکن ہے کہ ان واقعات کے جذباتی اسلوب بیان اور مکر وفریب کی دلچسپ منظر کشی سے متاثر ہو کر لوگوں نے ان روایات کا اہتمام کیا ہو اور مورخین نے انھیں تحریر کیا ہو۔ واضح رہے کہ ہماری اس گفتگو کا دار و مدار ''تحکیم'' کے ماقبل و مابعد کی تفصیلات ہیں نہ کہ اصل تحکیم، اس لیے کہ وہ ایک مسلمہ حقیقت ہے، جس میں قطعاً کوئی شک نہیں۔ ❶ چنانچہ میں نے اصل موضوع میں داخل ہونے کے لیے دو جلیل القدر صحابہ یعنی ابوموسیٰ اشعری اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کی سیرت سے اس بحث کا آغاز کیا ہے۔

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی سیرت

آپ رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ بن قیس بن حضار بن حرب ہے، آپ دین کے امام، فقیہ اور حافظ قرآن تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پسند صحابی، آپ کی کنیت ابوموسیٰ الاشعری تمیمی ہے۔ ❷ آپ مکہ میں اسلام لانے والے پرانے لوگوں میں سے ہیں، ابن سعد رحمہ اللہ آپ کے اسلام کے بارے میں لکھتے ہیں: آپ مکہ آئے اور سعید بن عاص کے حلیف رہے، پرانے مسلمانوں میں سے ہیں، حبشہ کی طرف آپ نے ہجرت کی۔ ❸

بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ اسلام لانے کے بعد اپنی قوم میں دعوت وتبلیغ کے لیے واپس چلے گئے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے آپ کے اسلام کے بارے میں وارد ہونے والی تمام روایات کو جمع کیا ہے اور لکھا ہے کہ ان میں ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ایک پیچیدہ مسئلہ ہے۔ اس لیے کہ صحیح بخاری کی روایت میں موجود ہے کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ ایک جماعت لے کر مدینہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کی خاطر اپنے ملک سے نکلے، لیکن کشتی نے انھیں حبشہ کی سرزمین پہنچا دیا، پھر آپ وہاں سے جعفر رضی اللہ عنہ کے ساتھ خیبر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے۔ ❹

بہر حال ان تمام روایات میں جمع کی صورت بایں طور ممکن ہے کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے پہلی ہجرت مکہ کے لیے کی اور اسلام لائے، وہاں سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشہ کے مہاجرین کے ساتھ انھیں بھی روانہ کر دیا، پھر آپ وہاں سے اپنی قوم میں دعوت وتبلیغ کے لیے چلے گئے، اس لیے کہ آپ کا وطن مشرقی سمت میں حبشہ کے بالکل بالمقابل تھا اور وہاں رہتے ہوئے جب آپ کو یہ خبر مل گئی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ مدینہ میں بحفظ و اماں سکونت پذیر ہو چکے ہیں تو آپ نے اپنے ساتھ اسلام لانے والوں کو لے کر مدینہ کا رخ کیا، لیکن سخت ہوا کی

❶ مرویات أبی مخنف فی تاریخ الطبری ص (۳۷۸) تنزیه خال أمیر المومنین معاویه ص (۳۸).

❷ سیر أعلام النبلاء (۲/ ۳۸۱). ❸ الطبقات (۴/ ۱۰۷).

❹ صحیح البخاری حدیث نمبر (۳۱۳۶)، (۳۸۷۶) و مسلم (۲۵۰۲)، (۲۵۳۰).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وجہ سے کشتی نے ان سب لوگوں کو حبشہ کی سرزمین میں اتار دیا، یہی احتمال قابل توجہ ہے اور اسی طرح تمام روایات میں تطبیق کی صورت پیدا ہو جاتی ہے، پس اسی پر اعتماد کیا جانا چاہیے۔ ❶

ا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابوموسیٰ اشعری کو تمغۂ شرف سے نوازتے ہیں:

ا۔ تمھیں دو مرتبہ ہجرت کا شرف ملا:

ابوموسیٰ اشعری کا بیان ہے کہ ہم اپنی قوم کے پچاس سے کچھ زائد آدمیوں کے ساتھ یمن سے نکلے، ہم تین لوگ یعنی میں، ابورُہم اور عامر آپس میں بھائی تھے، ہمیں ہماری کشتی نے شاہ حبشہ نجاشی کے یہاں جعفر اور ان کے ساتھیوں کے پاس پہنچا دیا، پھر فتح خیبر کے موقع پر ہم ہجرت کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَكُمُ الْهِجْرَةُ مَرَّتَيْنِ: هَاجَرْتُمْ إِلَى النَّجَاشِيِّ وَ هَاجَرْتُمْ إِلَيَّ .)) ❷

''تمھیں دو مرتبہ ہجرت کا شرف ہے، ایک مرتبہ تم نے نجاشی کے یہاں ہجرت کی اور ایک مرتبہ میرے پاس۔''

اور انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَقْدِمُ عَلَيْكُمْ غَدًا قَوْمٌ هُمْ أَرَقُّ قُلُوْبًا لِلإِسْلَامِ مِنْكُمْ .))

''کل تمھارے پاس ایک قوم آنے والی ہے، وہ اسلام کے لیے تم سے زیادہ نرم دل ہیں۔''

چنانچہ اشعری لوگ آئے، جب وہ قریب پہنچے تو یہ رجزیہ شعر پڑھنے لگے:

غَـــداً نَــلْــقَــى الْأَحِبَّةَ　　　مُــحَــمَّــدًا وَ حِــزْبَــهُ

''ہم کل اپنے احباب یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں سے ملنے والے ہیں۔''

پھر جب وہ لوگ پہنچ گئے تو مصافحہ کرنے لگے، چنانچہ سب سے پہلے مصافحہ کے ذریعے سے سلام کا ایجاد انھیں لوگوں نے کیا۔ ❸

ب۔ اے ابوموسیٰ اشعری وہ تمھارے قوم کے لوگ ہیں:

عیاض اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ﴾ (المائدۃ: ٥٤) یعنی ''عنقریب ہی اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو پیدا کرے گا جسے وہ پسند کرے گا، اور وہ اسے پسند کریں گے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ((هُمْ قَوْمُكَ

---

❶ فتح الباری (٧/ ١٨٩).

❷ صحیح البخاری حدیث نمبر (٣٨٧٦) و صحیح مسلم حدیث نمبر (٢٥٠٢).

❸ سیر أعلام النبلاء (١/ ٣٨١) اس کی سند صحیح ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

يَا أَبَا مُوْسَى .))"اے ابوموسیٰ وہ تمھاری قوم کے لوگ ہیں۔"❶

ج۔ اے اللہ عبداللہ بن قیس کو بخش دے اور انھیں باعزت مقام عطا فرما:

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ حنین سے فارغ ہوئے تو ابوعامر اشعری رضی اللہ عنہ کو لشکر اوطاس کا امیر بنا کر بھیجا، وہاں دُرید بن الصمہ سے لڑائی ہوئی، وہ قتل کیا گیا اور اللہ نے اس کے ساتھیوں کو شکست دیا، اس معرکہ میں ایک آدمی نے ابوعامر کے گھٹنے میں زبردست تیر مارا، وہ آپ کے پیر میں پیوست ہو گیا۔❷ میں نے کہا: اے چچا! آپ کو کس نے تیر مارا؟ انھوں نے دُرید کی طرف اشارہ کیا، میں نے اسے پکڑنے کا عزم کیا اور جا ملا، جب اس نے مجھے دیکھا تو پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگا۔ میں اس سے کہنے لگا: کیا تجھے شرم نہیں آتی؟ کیا تو عربی نہیں؟ کیا تو مقابلہ میں نہیں آئے گا؟ چنانچہ وہ رک گیا پھر ہم دونوں آپس میں بھڑ گئے، ایک دوسرے پر وار کیا اور میں نے اسے قتل کر دیا، پھر میں لوٹ کر ابوعامر کے پاس گیا اور کہا: اللہ نے تمھارے اوپر حملہ کرنے والے کو قتل کر دیا ہے، انھوں نے کہا: اب اس تیر کو نکالو، چنانچہ میں نے تیر نکالا اور زخم سے تیزی خون بہنے لگا۔ انھوں نے کہا: اے میرے بھتیجے! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور آپ سے میرا سلام کہو اور کہو کہ میرے لیے مغفرت کی دعا کر دیں اور ابوعامر مجھے اپنی جگہ امیر مقرر کر دیا، پھر کچھ دیر زندہ رہے اور وفات ہو گئی، جب ہم لوٹ کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو ان کی بات سنائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، پھر آپ دونوں ہاتھوں کو اٹھایا اور یہ دعا کی: ((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعُبَيْدٍ أَبِي عَامِرٍ)) "اے اللہ! عبید ابوعامر کو بخش دے۔" آپ کے ہاتھ اس قدر بلند تھے کہ میں نے آپ کے بغل کی سفیدی دیکھ لی، پھر آپ نے فرمایا: ((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَوْقَ كَثِيرٍ مِنْ خَلْقِكَ .)) "اے اللہ! قیامت کے دن انھیں اپنی بہت ساری مخلوق کے اوپر رکھ۔" میں کہنے لگا: اے اللہ کے رسول اور میرے لیے بھی دعا فرما دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ ذَنْبَهُ وَادْخِلْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُدْخَلًا كَرِيمًا .))❸

"اے اللہ عبداللہ بن قیس کے گناہ کو بخش دے اور قیامت کے دن انھیں معزز جگہ میں داخل فرما۔"

د۔ اس نے بشارت قبول نہ کی تم دونوں اسے قبول کرو:

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں جعرانہ❹ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا، ایک اعرابی (بدو) آپ کے پاس آیا اور کہا: کیا آپ مجھ سے اپنا وعدہ پورا نہیں کریں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "أَبْشِرْ" خوش

---

❶ المستدرك (۲/ ۳۱۳) امام حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے، اور ذہبی نے موافقت کی ہے۔ دیکھیے: سير أعلام النبلاء، اثر نمبر (۲۳۸٤).

❷ سير أعلام النبلاء (۲/ ۳۸۵).

❸ صحيح مسلم، حديث نمبر (۲٤۹۸) یہ روایت صحیح بخاری میں بھی ہے۔ دیکھیے: حديث نمبر (۲۸۸٤)، (٤۳۲۳)، (٦۳۸۳) (مترجم)

❹ مکہ اور طائف کے درمیان مکہ کے قریب ایک جگہ ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہوجا، اس نے کہا: آپ کی بشارت بہت ہوچکی، تب اللہ کے رسول ﷺ میری اور بلال کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

((إِنَّ هَذَا قَدْ رَدَّ الْبُشْرَى فَاقْبَلَا أَنْتُمَا .))

''اس نے بشارت قبول کرنے سے انکار کردیا، تم دونوں اس کو قبول کرو۔''

دونوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم نے قبول کیا، پھر آپ نے ایک پیالہ منگوایا، اس میں اپنے ہاتھوں اور چہرے کو دھویا، پھر کلی کی اور فرمایا:

((اِشْرَبَا مِنْهُ، وَ اَفْرِغَا عَلَى رُءُوْسِكُمَا وَ نُحُورِ كُمَا .))

''اس سے تم لوگ پی لو اور اپنے سر اور سینہ پر ڈال لو۔''

چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا، تب تک پردے کے پیچھے سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آواز لگائی:

((أَ فْضِلَا لِأُمِّكُمَا مِمَّا فِيْ إِنَائِكُمَا .))❶

''دیکھو تمھارے برتن میں جو ہے اس میں سے اپنی ماں کے لیے بھی بچانا۔''

چنانچہ انھوں نے ان کے لیے بھی بچا دیا۔

ھ۔ آل داؤد کی طرح بانسری جیسی سریلی آواز دیے گئے:

ابوبریدہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: میں ایک رات مسجد سے نکل رہا تھا کہ اچانک اللہ کے رسول ﷺ مسجد کے دروازے پر کھڑے ہوئے ملے اور اندر ایک آدمی نماز پڑھ رہا تھا، آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ((يَا بُرَيْدَةُ أَتَرَاهُ يُرَائِيْ؟)) اے ابوبریدہ! کیا تم سوچتے ہو کہ وہ ریاکاری کر رہا ہے۔ میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((بَلْ هُوَ مُؤْمِنٌ مُنِيْبٌ ، لَقَدْ أَعْطِى مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِيْرِ آلِ دَاوُدَ .))❷

''وہ مومن اور اللہ سے رجوع کرنے والا بندہ ہے، وہ آل داؤد کی طرح بانسری جیسی سریلی آواز دیا گیا ہے۔''

چنانچہ میں اس آدمی کے پاس گیا، دیکھا تو وہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تھے، میں نے انھیں رسول اللہ ﷺ کا فرمان سنایا۔

---

❶ صحیح مسلم، حدیث نمبر (۲۴۹۷) یہ روایت صحیح بخاری میں بھی ہے دیکھئے: حدیث نمبر (۱۹۶)، (۴۳۲۸)

❷ صحیح مسلم، حدیث نمبر (۷۹۳) مجمع الزوائد (۹/ ۳۵۸) مصنف نے یہاں مجمع الزوائد سے یہ روایت نقل کی ہے۔ صحیح مسلم میں یہ روایت اس طرح ہے: عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إِنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ أَوِ الْأَشْعَرِيَّ أُعْطِيَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِيْرِ آلِ دَاوُدَ .)) یقیناً عبداللہ بن قیس یا اشعری آل داؤد کی طرح بانسری جیسی سریلی آواز دیا گیا ہے۔

اور صحیح بخاری و مسلم میں ابوبردہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ((يَا أَبَا مُوْسَى لَقَدْ أُوْتِيْتَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِيْرِ آلِ دَاوُدَ .)) اے ابوموسیٰ تم تو آل داؤد کی طرح بانسری جیسی آواز دیئے گئے ہو۔ صحیح البخاری (۵۰۴۸) و صحیح مسلم (۷۹۳) (مترجم)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

و۔ اے عبداللہ بن قیس کیا تمھیں جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ نہ بتا دوں؟

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک مرتبہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر پر تھے اور لوگ جب کسی چوٹی یا گھاٹی پر چڑھتے تو بلند آواز سے کہتے: ((لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ)) اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پر سوار تھے آپ نے فرمایا: ((إِنَّكُمْ لَا تُنَادُوْنَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا.)) اے لوگو! تم کسی گونگے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو، پھر فرمایا: یا عبداللہ بن قیس، یا فرمایا: ((يَا أَبَا مُوْسَى: أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى كَنْزٍ مِنْ كُنُوْزِ الْجَنَّةِ)) اے ابوموسیٰ! کیا میں تمھیں جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ نہ بتا دوں؟ میں نے کہا: ہاں ضرور! اے اللہ کے رسول، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((قُلْ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ)) ❶ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہو۔

ز۔ آسانی پیدا کرنا، دشواریوں میں نہ ڈالنا، خوشخبریاں دینا نفرت نہ دلانا اور آپس میں موافقت رکھنا:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو زبید اور عدن ❷ کا عامل بنا کر معاذ رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن بھیجا، چنانچہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انھیں اور معاذ رضی اللہ عنہما کو یمن بھیجا تو دونوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

((يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا، وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وَتَطَاوَعَا.))

''تم دونوں آسانی پیدا کرنا، ان کو دشواریوں میں نہ ڈالنا، خوشخبریاں دینا نفرت نہ دلانا اور آپس میں موافقت رکھنا۔''

اس پر ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! ہمارے ملک میں شہد سے ایک شراب تیار کی جاتی ہے، جو ''البِتع'' کہلاتی ہے اور ''جو'' سے ایک شراب تیار کی جاتی ہے جس کا نام ''المِزْر'' ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ'' ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے۔ پھر معاذ نے مجھ سے پوچھا: آپ قرآن کس طرح پڑھتے ہیں؟ کہا: اپنی نماز میں، میں اپنی سواری پر، اور کھڑے ہو کر بھی، بیٹھ کر بھی اور میں تھوڑے تھوڑے وقفہ سے پڑھتا رہتا ہوں۔ معاذ نے کہا: لیکن میرا معمول یہ ہے کہ شروع رات میں سو جاتا ہوں پھر بیدار ہو جاتا ہوں، اس طرح میں اپنی نیند پر بھی ثواب کا امیدوار ہوں جس طرح بیدار ہو کر (عبادت کرنے پر) ثواب کی مجھے امید ہے۔

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: معاذ کو ان پر فضیلت حاصل تھی۔ ❸

---

❶ صحیح مسلم، حدیث نمبر (٢٧٠٤) یہ روایت صحیح بخاری میں بھی ہے دیکھئے: صحیح البخاری حدیث نمبر (٤٢٠٥) (مترجم)

❷ تاریخ خلیفۃ بن خیاط ص (٩٧) تحقیق مواقف الصحابة (٢/ ٢٢٦).

❸ صحیح مسلم، حدیث نمبر (١٧٣٣) صحیح البخاری، حدیث نمبر (٤٣٤٤)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا مرتبہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے نزدیک:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اسلامی حکومت کے اہم اراکین میں شمار ہوتے تھے، قسم وقاثان ❶ اور جنگ تستر ❷ میں آپ مسلم فوج کے سربراہ رہے، عہد فاروق میں آپ بصری درس گاہ کے موسس تھے، آپ کا شمار کبار علماء صحابہ میں ہوتا تھا، آپ بصرہ گئے اور وہاں لوگوں کو دین سکھایا۔ ❸

آپ عمر رضی اللہ عنہ سے بہت متاثر تھے، دونوں کے درمیان خط و کتابت کا سلسلہ تھا، آئندہ صفحات میں ''گورنران اور قاضی حضرات'' کی بحث میں میں اس پر تفصیلی روشنی ڈالوں گا۔ آپ علم، عبادت، ورع، حیا، عزت نفس، پاک دامنی، دنیا بے زاری اور اسلام پر ثابت قدمی میں مشہور تھے، آپ کا شمار اس وقت کے بڑے بڑے علماء، فقہاء اور مفتیان دین صحابہ میں ہوتا تھا۔ امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں آپ کو صحابہ کے طبقہ اولیٰ میں شمار کیا ہے، آپ عالم باعمل تھے، نیکوکار، قرآن کی تلاوت کرنے والے اور اس میں اس قدر خوش الحان کہ بس آپ پر انتہا ہے، علم کی بابرکت ونفع بخش وراثت چھوڑی، اہل بصرہ کو پڑھایا، اپنا بیشتر وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گزارتے تھے۔

آپ نے عمر، علی، ابی بن کعب اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم جیسے بڑے بزرگ صحابہ سے علم حاصل کیا، ان میں عمر رضی اللہ عنہ سے آپ خاص طور پر متاثر تھے، بصرہ پر ان کی طویل گورنری کی مدت میں عمر رضی اللہ عنہ انھیں نصیحتیں اور مشورے لکھ لکھ کر بھیجتے رہتے تھے اور خود ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے سامنے کوئی پیچیدہ مسئلہ درپیش ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع کرتے، یہاں تک کہ امام شعبی رحمہ اللہ نے آپ کو امت مسلمہ کے چار اہم قاضیوں میں شمار کیا ہے جو امت کے مشہور ترین قضاۃ ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں: عمر، علی، زید بن ثابت اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم اجمعین قاضیانِ امت کے ستون ہیں۔ ❹

آپ جب بھی مدینہ تشریف لاتے، سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مجلسوں میں شرکت کے حریص ہوتے، بلکہ بیشتر وقت انھیں کے ساتھ گزارتے، چنانچہ ابوبکر بن موسیٰ سے روایت ہے کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ عشاء کی نماز کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیسے آنا ہوا؟ انھوں نے فرمایا: آپ سے گفتگو کرنے کے لیے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس وقت! انھوں نے کہا: دینی مسائل پر گفتگو ہوگی، پھر عمر رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے اور دونوں نے لمبی گفتگو کی۔ پھر ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المومنین: نماز۔ آپ نے فرمایا: ہم نماز ہی میں تو ہیں۔ ❺

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جس طرح حصول علم کے حریص تھے اسی طرح علم کی نشر و اشاعت اور اسے لوگوں کو سکھانے کے بھی حریص تھے، اپنے خطبوں میں لوگوں کو تعلیم وتعلّم پر ابھارتے تھے، چنانچہ ابوالمہلب کہتے ہیں کہ میں نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ان کے منبر پر فرماتے ہوئے سنا: اللہ نے جس کو کچھ بھی علم دیا ہے وہ اسے دوسروں کو بتائے

---

❶ البداية والنهاية (٧/ ١١٤). ❷ البداية والنهاية (٧/ ٨٨).
❸ تفسير التابعين (١/ ٤٢٣). ❹ سير أعلام النبلاء (٢/ ٣٨٩).
❺ أبو موسىٰ الأشعري الصحابي العلم المجاهد / محمد طهماز ص (١٢١).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور جس کے بارے میں علم نہ ہو اس میں ہرگز نہ بولے، ورنہ وہ ریا کاروں اور تصنع کرنے والوں میں سے ہو جائے گا اور دین سے نکل جائے گا۔ ❶

سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بصرہ کی مسجد کو اپنی علمی و دعوتی سرگرمیوں کا مرکز بنایا تھا اور علمی مجلسوں کے لیے اپنے وقت کا بیشتر حصہ خاص کر دیا تھا، علاوہ ازیں کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے، جس میں آپ لوگوں کو تعلیم نہ دیتے رہے ہوں، جب نماز سے سلام پھیرتے لوگوں کی طرف منہ کر کے بیٹھ جاتے، انھیں پڑھانے لگتے، قرآن کی تلاوت کا طریقہ سکھاتے۔ ابن شوذب بیان کرتے ہیں کہ جب ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو مقتدیوں کی طرف رخ کر کے ایک ایک آدمی کو قرآن پڑھاتے۔ ❷

آپ کو تمام صحابہ میں خوش الحانی اور عمدہ تلاوت میں شہرت حاصل تھی، جب وہ لوگ آپ کو قرآن پڑھتے ہوئے سنتے تو آپ کے پاس جمع ہو جاتے، جب آپ، عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھتے تو عمر رضی اللہ عنہ ان سے قرآن سنانے کا مطالبہ کرتے۔ ❸

بہرحال اللہ کی توفیق آپ کے شامل حال رہی کہ آپ نے لوگوں کو خوب خوب تعلیم دیا اور جہاں بھی گئے قرآن کی تعلیم اور اس کی نشر و اشاعت میں بھرپور محنت کی، اپنی خوبصورت آواز اور مسحور کن تلاوت سے لوگوں کو اپنے پاس جمع کر لیا اور بصرہ کی مسجد میں آپ کے اردگرد طالبان علوم نبوت کی بھیڑ لگ گئی، آپ نے انھیں حلقوں اور درجوں میں تقسیم کر دیا، پھر ہر ایک کے پاس گھوم گھوم کر قرآن سنتے، سناتے اور عمدہ قراءت کی تعلیم دیتے۔ ❹

پس قرآن کریم ہی آپ کی تمام تر مشغولیات کا محور تھا، سفر و حضر کے بیشتر اوقات کو آپ نے اسی کے لیے وقف کیا، انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مجھے اشعری نے عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تو عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اشعری کیا کر رہے تھے؟ میں نے کہا: جب میں آیا ہوں تو وہ لوگوں کو قرآن سکھا رہے تھے، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ کیا ہی زیرک و عقل مند آدمی ہیں۔ ❺ اِسے اُن سے نہ کہنا۔ ❻

صرف اتنا ہی نہیں بلکہ جہاد جیسے اہم و نازک موقع پر نکلتے ہوئے بھی آپ لوگوں کو قرآن اور دین کی باتیں سکھاتے رہتے تھے۔ حطاب بن عبداللہ الرقاشی کہتے ہیں کہ ہم لوگ دجلہ کے ساحل پر علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، نماز کا وقت ہو گیا، موذن نے اذان دی، لوگ وضو کرنے لگے، آپ نے بھی وضو کیا، اور لوگوں کو نماز پڑھائی، پھر سب مختلف حلقوں میں بیٹھ گئے، جب عصر کا وقت ہوا تو پھر اذان دینے والے نے عصر کے لیے اذان دیا، پھر لوگ وضو کے لیے چل پڑے، آپ نے موذن کو حکم دیا کہ اعلان کر دو جس کا وضو ٹوٹ گیا ہو اسی

❶ الطبقات (٤/ ١٠٧). ❷ سیر أعلام النبلاء (٢/ ٢٨٩).
❸ أبوموسىٰ الاشعری الصحابی العالم المجاهد ص (١٢٥، ١٢٦) سیر أعلام النبلاء (٢/ ٣٩١).
❹ أبوموسىٰ الاشعری الصحابی العالم المجاهد ص (١٢٧) سیر أعلام النبلاء (٢/ ٣٨٩).
❺ الطبقات/ ابن سعد (٤/ ١٠٨) اس کے رجال ثقہ ہیں۔
❻ سیر أعلام النبلاء (٢/ ٣٩٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پر وضو واجب ہے۔

بہرحال آپ کی علمی کوششیں بارآور ثابت ہوئیں، اپنے اردگرد حفاظ قرآن اور علمائے شریعت کی بھاری تعداد دیکھ کر آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں، صرف بصرہ میں آپ کے شاگردوں کی تعداد تین سو سے زائد تھی، جب عمر رضی اللہ عنہ اپنے عہد حکومت میں اپنے گورنران ریاست کے پاس یہ فرمان جاری کیا تھا کہ میرے پاس اپنے یہاں کے حفاظ قرآن کے ناموں کی فہرست روانہ کروتا کہ ان کو اعزاز بخشا جائے اور ان کے وظیفوں میں اضافہ کردیا جائے تو ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا کہ میرے پاس حفاظ قرآن کی تعداد تین سو سے کچھ زائد ہے۔ ❶

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے صرف قرآن کی تعلیم وتعلّم پر اکتفا نہ کیا بلکہ سنت نبوی کی تعلیم وروایت کا مکمل اہتمام کیا، آپ سے متعدد صحابہ اور کبار تابعین نے احادیث روایت کی ہیں۔ امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آپ سے بریدہ بن الحصیب، ابوامامہ الباہلی، ابوسعید الخدری، انس بن مالک، طارق بن شہاب، سعید بن مسیّب، اسود بن یزید، ابووائل شقیق بن سلمہ، ابوعثمان النہدی اور بہت سارے لوگوں نے احادیث روایت کی ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ❷

آپ نے سنت نبوی کی سختی سے پابندی کرنے والے تھے، آپ کی طرز زندگی، اور وفات کے وقت اپنی اولاد کی نصیحت اس بات کی دلیل ہے اور باوجود اس کے آپ سنت پر مرمٹنے کے لیے سخت حریص تھے، لیکن کبار صحابہ کی طرح احادیث کی روایت میں کثرت سے کام نہ لیا، کیونکہ یہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث روایت کرنے میں بہت محتاط ہوتے تھے۔ بصرہ میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ آپ کے قریبی اور معتمد خاص تھے، انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ایک مرتبہ ہم لوگ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سفر پر تھے، لوگ دنیا کے بارے میں گفتگو کررہے تھے، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: اے انس! یہ لوگ اپنی زبان سے چمڑی کاٹ ڈالنے کی کوشش میں ہیں۔ آؤ ہم لوگ کچھ دیر اپنے رب کو یاد کرلیں، پھر آپ پوچھنے لگے، کس چیز نے انھیں طلب آخرت سے سست کردیا ہے؟ میں نے کہا: دنیا، شیطان اور شہوتوں نے۔ آپ نے فرمایا: نہیں، بلکہ دنیا جلدی کردی گئی ہے اور آخرت آنکھوں سے غائب کردی گئی ہے۔ سنو! اللہ کی قسم اگر یہ لوگ آخرت کو آنکھوں سے دیکھ لیں تو اس سے انحراف نہ کریں اور نہ ہٹیں۔ ❸

انس رضی اللہ عنہ پر کامل اعتماد ہی کی بنا پر ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ آپ کو امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اپنا پیغامبر بنا کر بھیجتے تھے، انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے مجھے بصرہ سے عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا، تو آپ نے مجھ سے لوگوں کے حالات معلوم کیے اور تستر فتح ہونے کے بعد ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے آپ کو وہاں کے قیدیوں اور غنائم کے ساتھ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا، چنانچہ وہ وہاں کے حاکم ہرمزان کو قید کرکے عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لائے۔ ❹

۳۔ عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کے عہد خلافت میں ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بحیثیت گورنر:

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بصرہ کے مشہور ترین گورنروں میں شمار ہوتے

❶ أبوموسیٰ اشعری ص (۱۲۹)۔ ❷ سیر أعلام النبلاء (۲/ ۳۸۱)۔

❸ أنس بن مالك الخادم الأمین / عبدالحمید طهماز ص (۱۳۵)۔ ❹ تاریخ الطبری (۵/ ٦٦)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہیں، آپ کی مدت ولایت میں فارس کے مختلف معرکہ سر ہوئے، آپ بذات خود معرکوں میں شریک ہوتے تھے اور مختلف علاقوں میں بصرہ سے قائدین کو روانہ کرتے تھے، آپ ہی کی مدت ولایت میں بصریوں کو اہواز اور اس کے مضافات میں فتح حاصل ہوئی، آپ کی مدت ولایت مجاہدانہ سرگرمیوں سے لبریز ہے۔ آپ نے متعدد جنگوں اور فتوحات میں اپنے قرب و جوار کے گورنروں سے بھی مدد لیا، مفتوحہ علاقوں کی تنظیم، ان پر عمال کی تقرری، سرحدوں کی حفاظت، اور مختلف سماجی شعبوں کو مرتب کرنے میں کافی محنت کیا، مختلف معاملات میں آپ اور امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان مراسلات ہوئے، انھیں خطوط میں سے ایک خط میں عمر رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری کی رہنمائی کی تھی کہ مجلس امارت میں لوگوں کا استقبال کس طرح کریں، اور ایک خط میں انھیں ورع وتقویٰ اور رعایا کی فلاح و بہبود کے لیے تلقین کیا۔ یہ خط بڑا ہی قیمتی تھی، اس میں آپ نے لکھا تھا: اما بعد! سب سے نیک بخت وہ ہے جس کی وجہ سے اس کی رعایا نیک بخت رہے اور بد بخت وہ ہے جس کی وجہ سے اس کی رعایا بد بخت رہے، ملکی دولت کو تم خود نہ چرنا ورنہ تمھارے ماتحت افسران بھی چرنے لگیں گے۔ اس وقت تمھاری مثال اس جانور کی سی ہو جائے گی جس نے ہریالی دیکھی اور موٹاپے کی خاطر اس میں چرنا شروع کر دیا، حالانکہ موٹاپے ہی میں اس کی موت ہے۔ ❶

عمر اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کے درمیان مختلف خطوط کا تبادلہ ہوا، وہ سب کے سب مختلف اداری اور تنفیذی ضوابط پر مشتمل ہیں، جنھیں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ کی رہنمائی کے بموجب عمل میں لاتے تھے، اس طرح کے بیشتر خطوط کو جناب ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب نے اپنی کتاب ''الوثائق السیاسۃ'' میں جمع کر دیا ہے۔ ❷

بصرہ پر ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی مدت ولایت وہاں کی سب سے بہترین مدت شمار کی جاتی ہے اور اس دور کی خوبیوں کی تعریف میں بصرہ ہی کی خمیر سے پیدا ہونے والے امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اہل بصرہ کے لیے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بہتر کوئی سوار نہیں آیا۔ ❸ کیونکہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ امیر ولایت ہونے کے ساتھ اہل بصرہ کے سب سے اچھے معلم بھی تھے، آپ نے انھیں قرآن اور دیگر شرعی علوم کی تعلیم دی تھی۔ ❹

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خلافت میں کئی شہر فارس کے قبضہ میں تھے، جنھیں فتح کے بعد بصرہ کے تابع کر دیا گیا اور وہ والی بصرہ کے زیر اقتدار رہتے، پھر والی ان شہروں پر اپنی طرف سے عمال کی تقرری کرتا، جو راست طور پر والی ریاست سے مربوط ہوتے تھے، اس طرح ابوموسیٰ اشعری عمر رضی اللہ عنہ کے اہم و بڑے گورنروں ریاست میں شمار ہوتے رہے اور دونوں کے مابین مراسلات کو ان اہم مصادر کا درجہ ملا جن سے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی اپنے گورنروں کے ساتھ برتاؤ کی نوعیت واضح ہوتی ہے۔ ❺ آپ نے اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو نصیحت کی تھی کہ میرے کسی بھی عامل کو اس کے منصب پر ایک سال سے زیادہ باقی نہ رکھی جائے لیکن آپ نے خود ابوموسیٰ اشعری کو چار سال ان کے منصب پر باقی رکھا۔ ❻

---

❶ مناقب عمر/ ابن الجوزی ص (۱۳۰). ❷ الوثائق السیاسۃ للعہد النبوی و الخلافۃ الراشدۃ.
❸ سیر أعلام النبلاء (۲/ ۳۸۹). ❹ الولایۃ علی البلدان (۱/ ۱۲۰).
❺ الولایۃ علی البلدان (۱/ ۱۲۰). ❻ سیر أعلام النبلاء (۲/ ۳۹۱).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عہد فاروقی میں آپ منصب قضاء پر بھی فائز ہوئے، قضاء کے بارے میں امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے جو خطوط آپ کے نام صادر ہوئے ہیں، وہ اپنے اصول وضوابط میں یکتا و بے مثال ہیں اور ہر قاضی بلکہ ہر اداری ملازم کے لیے ہر زمانے اور ہر جگہ میں یکساں مفید ہیں۔ ❶ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ ان خطوط کے بارے میں فرماتے ہیں: یہ بڑی اہمیت کی حامل تحریریں ہیں، علماء نے ان پر اعتماد کیا ہے، انھیں کی روشنی میں فیصلوں اور گواہیوں کے اصول مقرر کیے ہیں، ان تحریروں کو پڑھنے، ان پر غور کرنے اور انھیں سمجھنے کی سب سے زیادہ ضرورت ایک مفتی کو ہے۔ ❷

سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بھی آپ منصب ولایت پر باقی رہے، عثمان ذوالنورین نے آپ کو بصرہ کا قاضی بنانا چاہا، جس وقت آپ کی وفات ہوئی، اس وقت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کوفہ کے گورنر تھے اور جب علی رضی اللہ عنہ منصب خلافت پر سرفراز ہوئے تو ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ سے آپ کے لیے بیعت لی، کیونکہ عہد عثمان ہی سے آپ وہاں کے گورنر چلے آرہے تھے اور جب خلیفۃ المسلمین علی رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کو جنگ کے لیے ذی قار سے آگے بڑھنے کو کہا تو ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو فتنہ اور مسلمانوں کے درمیان اختلاف و انتشار کے آثار نظر آئے، تب آپ نے اہل کوفہ کو نصیحت کی کہ اپنے گھروں میں بیٹھے رہو اور اس معاملہ سے دور رہو، کیونکہ یہ ایک فتنہ ہے جس میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہے اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہے، لیکن خلیفہ کی نظریہ سے اختلاف کرنے کی وجہ سے آپ کوفہ کی گورنری سے معزول کر دیے گئے۔ ❸

مختصر یہ کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اسلام لانے کے بعد کی اپنی پوری زندگی اسلام کی نشر و اشاعت، تعلیم دین اور خاص کر قرآن کی تلاوت جس میں آپ کو شہرت تھی، جہاد فی سبیل اللہ، اس کے لیے حرص، نزاعی معاملات کے تصفیے اور قضاء و ولایت کے منصب کے ذریعے سے ریاستوں کی تنظیم و تنسیق اور عدل و انصاف میں ختم کر دیا، بلاشبہ یہ تمام کام اور ذمہ داریاں کافی دشوار اور سخت ہیں، انھیں انجام دینے کے لیے بہت مہارت اور علم و فہم، ذکاوت و مہارت اور ورع و زہد جیسے منفرد صفات کی ضرورت ہے۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ان صفات حمیدہ سے بھرپور نوازے گئے تھے، اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں اور آپ کے بعد چاروں خلفاء نے آپ پر اعتماد کیا، رضی اللہ عنہم اجمعین ❹ پس کیا جس شخص پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد چاروں خلفاء اس قدر اعتماد کرتے ہوں اس کے بارے میں یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ ''تحکیم'' کے معاملے میں وہ اس سازش اور دھوکا کا شکار ہوئے ہوں جو بعض تاریخی روایات میں وارد ہے۔ ❺

یقیناً علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی طرف سے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو اہل عراق کی ''فیصل'' منتخب کرنا، مکمل طور سے حالات کے موافق تھا، کیونکہ یہ دوسرا مرحلہ صلح و مصالحت اور اتحاد بین المسلمین کا مرحلہ تھا اور ابوموسیٰ قبائل

---

❶ خلافة علی بن أبی طالب / عبدالحمید ص (۲۶۲). ❷ أعلام الموقعین (۱/ ۱۸۶).
❸ فتح الباری (۱۳/ ۵۳) التاریخ الصغیر (۱۱/ ۱۰۹). ❹ خلافة علی بن أبی طالب/ عبدالحمید ص (۲۶۲).
❺ تحقیق مواقف الصحابة فی الفتنة (۲۲۲).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اشعری رضی اللہ عنہ صلح وسلامتی اور اتفاق بین المسلمین کی طرف بلانے والوں میں شامل تھے اور ان سب کے ساتھ عراق میں آپ امین ومحبوب نظر بھی تھے اور قدیم مصادر کے حوالے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ ہی نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بحیثیت ''حکم'' منتخب کیا تھا، چنانچہ خلیفہ بن خیاط اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں:

''۳۷ھ میں دونوں ''حکم'' اکٹھا ہوئے، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے اور عمرو بن عاص، معاویہ رضی اللہ عنہما کی طرف سے۔''❶

اور ابن سعد لکھتے ہیں:

''لوگوں نے لڑائی کو ناپسند کیا اور ایک دوسرے کو صلح کی دعوت دی، دو ''حکم'' مقرر کیے، علی رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ''حکم'' منتخب کیا اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو حکم بنایا۔''❷

تاریخ کے اس حوالے سے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ یہ دعویٰ کہ معرکۂ صفین میں جنگ بندی اور تحکیم کا شاخسانہ اس جنگ میں جانے والے قراء (علماء وحفاظ) کا تھا اور انھوں نے ہی ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ''حکم'' مقرر کیا تھا، قطعاً ایک تاریخی جھوٹ ہے، جسے ان شیعی مورخین نے گھڑا ہے، جو باطل وموضوع روایات کے سہارے اسلامی تاریخ کی شفافیت کو جھوٹ سے مکدر کرنے سے پیچھے نہیں رہتے، انھیں یہ پریشانی تھی کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل شام کے ساتھ علی رضی اللہ عنہ کی ہمدردی کیوں کر ظاہر ہو اور علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ تصور کیوں آئے کہ وہ اپنے آبائی دشمنوں کے ساتھ صلح کے خواہاں تھے اور کبھی یہ لوگ جنگ بندی اور تحکیم کی ذمہ داری اپنے دشمنوں یعنی خوارج کے سرتھوپ کر اپنا دامن بچاتے ہیں اس طرح ان کے بقول خوارج تناقض کا شکار ہوئے گویا خوارج ہی نے علی رضی اللہ عنہ کو ''تحکیم'' قبول کرنے پر مجبور کیا اور پھر انھیں خوارج نے ''تحکیم'' قبول کرنے کی وجہ سے آپ کے خلاف بغاوت کیا۔❸

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت اور کارناموں پر قلم اٹھاتے ہوئے اگر بوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی زندگی پر ایک سرسری نگاہ نہ ڈالی جائے تو آپ کی سیرت ادھوری رہے گی، اس لیے کہ علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی شخصیت ایک موثر شخصیت تھی، جسے بدباطنوں کی کردارکشی کا سامنا کرنا پڑا اور خاص طور سے اگر کسی نے جنگ صفین اور تحکیم کے حوالے سے گفتگو کی تو ابوموسیٰ اشعری اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما دونوں کی شخصیتیں ضعیف اور موضوع روایات کی وجہ سے جھوٹ اور افتراء اور طنز وعتاب کا نشانہ بنیں، اس لیے ہم پر ضروری تھا کہ ان کی پاکیزہ اور صاف ستھری زندگی پر ضرور گفتگو کریں اور اسی مقصد کے پیش نظر ہم نے اس بحث میں یہ گفتگو کی ہے۔

---

❶ تاریخ خلیفة ص (۱۹۱، ۱۹۲) ❷ الطبقات (۳/ ۳۲).
❸ تحقیق مواقف الصحابة (۲/ ۲۱۵)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی سیرت

آپ کا نام عمرو بن عاص بن وائل السہمی اور کنیت ابو محمد اور ابوعبداللہ ہے۔ ابن اسحاق (1) اور زبیر بن بکار (2) اس بات پر متفق نظر آتے ہیں کہ حبشہ میں نجاشی کے پاس اسلام لائے اور صفر ۸ھ میں مدینہ ہجرت کیا، جب کہ ابن حجر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ۸ھ میں فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے اور یہ بھی کہا گیا ہے یہ حدیبیہ اور خیبر کے درمیان اسلام لائے۔ (3)

ا۔ اسلام لانا:

آیئے ہم عمرو بن عاص کے اسلام لانے کا واقعہ خود ان کی زبانی سنتے ہیں، وہ اپنے اسلام لانے کا واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں۔ جب ہم غزوۂ احزاب سے واپس (مکہ) آئے تو میں نے قریش کے کچھ لوگوں کو بلایا، وہ بھی میری طرح سوچتے تھے اور میری بات مانتے تھے، میں نے ان سے کہا: اللہ کی قسم! تم لوگ باور کرلو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات تمام باتوں پر سر بلند ہو کر رہے گی، میری یہ ایک رائے ہے معلوم نہیں تم اس کو کیسا سمجھتے ہو؟ انھوں نے پوچھا: کیا رائے ہے؟ میں نے کہا: میرا خیال ہے کہ ہم لوگ نجاشی کے پاس حبشہ جا کر مقیم ہو جائیں، کیونکہ نجاشی کے پاس رہنا محمد کے ماتحت ہو کر رہنے سے بہتر ہے اور اگر ہماری قوم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر غالب آ گئی تو ہمارے ساتھ اس کا برتاؤ اچھا ہی ہوگا، سب نے کہا: یہ بڑی عمدہ رائے ہے۔ میں نے کہا: تو پھر ہم نجاشی کو ہدیہ دینے کے لیے کوئی عمدہ سامان اکٹھا کرلیں، اس وقت ''چمڑا'' ہمارے یہاں کی سب سے بہترین سوغات تھی، چنانچہ ہم سب نے چمڑے جمع کیے اور پھر اسے بطور سوغات لے کر نجاشی کے پاس پہنچے۔ اللہ کی قسم! ابھی ہم اس کے پاس ہی تھے کہ عمرو بن امیہ ضمری وہاں آئے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں جعفر اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں کچھ گفتگو کے لیے نجاشی کے پاس بھیجا تھا، بہر حال عمرو بن امیہ نجاشی کے پاس گئے اور پھر نکل گئے، میں نے اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا یہ عمرو بن امیہ ضمری ہے، اگر میں نجاشی کے پاس پہنچا اور عمرو بن امیہ ضمری کو اس سے مانگنے کے بعد پالیا تو اس کی گردن ماردوں گا، اگر میں یہ کر گزرا تو میری خیال میں قریش کے نزدیک میں ان کی طرف سے کافی ہو گیا، اس لیے کہ میں رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قاصد کو قتل کردوں گا، چنانچہ ہم نجاشی کی خدمت میں حاضر ہوئے، میں نے حسب معمول سجدہ کیا، اس نے مجھے خوش آمدید کہا اور پوچھا: کیا اپنے ملک سے کوئی تحفہ لائے؟ میں نے کہا: حضور بہت سا چمڑا تحفہ میں لایا ہوں، یہ کہہ کر میں نے چمڑا اس کو پیش کیا، اس نے بہت پسند کیا، پھر میں نے کہا: جہاں پناہ! آپ کے پاس ہمارے دشمن کا بھیجا ہوا ایک آدمی آیا ہے جسے ہم نے دربار سے نکلتے ہوئے دیکھا ہے، آپ اسے قتل کے لیے ہمارے حوالے کردیں، اس نے ہمارے بہت سے اشراف واکابر کو بہت تکلیفیں پہنچائی ہیں۔

---

(1) المعجم الکبیر / طبرانی (۹/ ۳۵) ابن اسحاق نے اسے مرسلاً نقل کیا ہے۔
(2) الإصابة (۲/ ۳) خلافة علی / عبدالحمید ص (۲۶۳).
(3) تهذیب التهذیب (۸/ ۵۶).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میری بات سن کر نجاشی بہت غضب ناک ہوا اور اپنا ہاتھ کھینچ کر اس زور سے اپنی ناک پر مارا کہ میں سمجھا ٹوٹ گئی، (بادشاہ کا ردعمل دیکھ کر) میں اس قدر نادم ہوا کہ زمین میں سما جانا چاہتا تھا، پھر میں نے عرض کیا: اے بادشاہ عالی جاہ! اگر میں یہ جانتا کہ میری بات ناگوار گزرے گی تو میں ہرگز منہ سے نہ نکالتا۔

بادشاہ نے کہا: تم ایک ایسے شخص کو قتل کرنے کے لیے مانگتے ہو جو اس ہستی کا قاصد ہے جس کے پاس ناموس اکبر آتا ہے، وہی ناموس اکبر جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا، میں نے عرض کیا، عالی جاہ! کیا واقعی وہ ایسا ہے؟ بادشاہ نے کہا: عمرو! تم پر افسوس ہے، میری مانو تو اس کی پیروی اختیار کرلو، اللہ کی قسم! وہ حق ہے پر اور وہ اسی طرح تمام مخالفوں پر غالب آئے گا جس طرح موسیٰ علیہ السلام فرعون اور اس کے لشکر پر غالب آئے تھے، میں نے کہا: تو پھر آپ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے مجھ سے اسلام کی بیعت لے لیجیے، چنانچہ نجاشی نے ہاتھ بڑھایا اور میں نے اسلام کی بیعت کرلی۔

جب میں اپنے ساتھیوں کے پاس واپس گیا تو میرے خیالات میں یکسر انقلاب آچکا تھا، لیکن میں نے ان پر اس کا اظہار نہ کیا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر قبول اسلام کے لیے عازم مدینہ ہوا، راستے میں خالد بن ولید مل گئے، وہ مکہ سے آرہے تھے، میں نے ان سے پوچھا: اے ابا سلیمان کہاں کا قصد ہے؟ خالد نے جواب دیا: اللہ کی قسم! راستہ واضح ہوگیا، یہ صاحب (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) یقیناً نبی ہیں، اس لیے میں اسلام قبول کرنے جا رہا ہوں، آخر ہم کب تک بھٹکتے رہیں گے، میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں بھی اسی ارادے سے جا رہا ہوں۔

چنانچہ ہم دونوں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس مدینہ پہنچے، پہلے خالد بن ولید آگے بڑھے، اسلام لائے اور بیعت کی، پھر میں قریب ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ سے بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں، لیکن شرط یہ ہے کہ پہلے میرے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((یَا عَمْرُو! بَایِعْ فَإِنَّ الْإِسْلَامَ یَجُبُّ مَا کَانَ قَبْلَه وَإِنَّ الْهِجْرَةَ تَجُبُّ مَا کَانَ قَبْلَهَا .))

''عمرو! بیعت کرلو، اسلام پچھلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے، اور ہجرت بھی ماقبل کے گناہوں کو ختم کر دیتی ہے۔''

پھر میں نے بیعت کرلی اور مکہ واپس آگیا۔[1]

ایک دوسری روایت میں ہے کہ انھوں نے کہا: جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو میرے دل میں ڈال دیا تو میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: آپ اپنا ہاتھ پھیلائیے تاکہ میں بیعت کروں، چنانچہ آپ نے اپنا ہاتھ پھیلایا، پھر میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مَا لَكَ یَا عَمْرُو!'' اے عمرو! کیا بات ہوگئی؟ میں نے کہا: میں شرط لگانا چاہتا ہوں، آپ نے فرمایا: ((تَشْتَرِطُ بِمَاذَا؟')) کس چیز کی شرط لگاؤ گے، میں نے کہا: یہ کہ میرے گناہ بخش دیے جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[1] صحیح السیرة النبویة ص (٤٩٤) السیرة النبویة / ابن هشام (٢/ ٢٧٦) سیر أعلام النبلاء (٣/ ٦٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

((أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ ، وَإِنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا وَ أَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ .)) ❶

''کیا تم نہیں جانتے کہ اسلام اپنے سے پہلے کے تمام گناہوں کو اور ہجرت اپنے سے پہلے گناہوں کو اور حج اپنے ماقبل گناہوں کو ختم کر دیتا ہے۔''

۲۔ سریۂ ذات السلاسل ۷ھ کی قیادت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں:

غزوہ موتہ میں رومیوں کا ساتھ دے کر بنو قضاعہ کو جو معمولی کامیابی ملی تھی، اس دھوکے میں آ کر یہ لوگ مسلمانوں کے صفایا کے لیے مدینہ کے قریب اکٹھا ہونے کی تیاریاں کر رہے تھے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع پا کر ان کی سرکوبی کے لیے عمرو بن عاص کی قیادت میں ایک مسلح فوج ذات السلاسل کی طرف روانہ کی، عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ مہاجرین وانصار پر مشتمل تین سو مجاہدین کو لے کر آگے بڑھے اور جب آپ دشمن کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ اس کی تعداد بہت زیادہ ہے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کمک طلب کی، چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ابوعبیدہ بن جراح کی قیادت میں فوجی کمک آ پہنچی، ❷ پھر مسلمانوں نے کافروں سے جم کر لڑائی لڑی، عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بنو قضاعہ کے اندر تک گھس گئے، وہ سب بھاگ کھڑے ہوئے اور ان کی جماعت شکست خوردہ ہو کر منتشر ہوگئی، اس طرح عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ شام کے اطراف میں دوبارہ اسلام کی ہیبت واپس لانے اور مسلمانوں کے حلیفوں کو پہلی صداقت کی بنیادوں پر لوٹانے میں کامیاب ہوگئے، اسی طرح دوسرے قبائل بھی مسلمانوں کے حلیف بن گئے، بنوعبس، بنومرہ اور بنوذبیان کے بہت سے لوگ مسلمان ہوگئے، فزارہ اور اس کے سردار عیینہ بن حصن مسلمانوں کے حلیف بن گئے اور انھیں کی متابعت میں بنوسلیم نے جس میں عباس بن مرداس سرفہرست ہیں اور بنواشجع نے بھی مصالحت کر لی اور مسلمانوں کی جماعت اگرچہ عرب کے پورے شمالی علاقوں میں نہیں لیکن بیشتر شہروں میں ایک بڑی قوت بن کر ابھری۔ ❸

اس غزوہ میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے متعلق چند دروس ومواعظ

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی خلوص وللّٰہیت:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلوایا اور کہا: ((خُذْ عَلَيْكَ ثِيَابَكَ ، وَ سَلَاحَكَ ثُمَّ ائْتِنِيْ)) لباس بدل کر اور ہتھیاروں سے آراستہ ہو کر آجاؤ۔ چنانچہ میں مسلح ہو کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرما رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر اٹھا کر دیکھا پھر نیچی کر کے فرمایا:

((إِنِّي أُرِيْدُ أَنْ أَبْعَثَكَ عَلَى جَيْشٍ فَيُسْلِمُكَ اللّٰهُ وَ يُغْنِمُكَ ، وَ أَرْغَبُ لَكَ فِيْ

---

❶ صحيح مسلم/ الإيمان، حديث نمبر (۱۲۱) .

❷ السيرة النبوية الصحيحة (۲/ ٤۷۱) السيرة النبوية / ابن هشام (۳/ ۲۸۰) .

❸ السيرة النبوية / أبي شهبة (۲/ ٤۳۳) السيرة النبوية/ ابن هشام (٤/ ۲۸۰) .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الْمَالِ رَغْبَةً صَالِحَةً .))

''میں تم کو ایک مہم پر امیر بنا کر بھیجنا چاہتا ہوں ان شاء اللہ تم محفوظ رہو، اور مال غنیمت بھی ہاتھ آئے گا، میں مال کے سلسلہ میں تمھارے لیے نیک رغبت رکھتا ہوں۔''

میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں مال و دولت کی خاطر اسلام نہیں لایا، بلکہ اس کو خلوص قلب سے قبول کیا ہے اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جواب سن کر فرمایا:

((يَا عَمرو! نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلْمَرْءِ الصَّالِحِ .))❶

''مرد صالح کے لیے مال صالح کیا ہی بہتر چیز ہے۔''

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا موقف یقیناً اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت کے لیے خلوص وللّٰہیت کی دلیل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر یہ بھی واضح کر دیا کہ نیک آدمی کے ہاتھ میں حلال مال آنا ایک نعمت ہے، اس لیے کہ نیک آدمی اسے کار خیر اور اللہ کی رضا جوئی میں خرچ کرے گا، بیواؤں اور مبلغین اسلام کی کفالت کرے گا، مجاہدین اور دیگر رفاہی کاموں کو تقویت پہنچا کر خود کو اور اپنے خاندان کو جہنم سے آزاد کرائے گا اور دوسرے مسلمان اس سے مستفید ہوں گے۔❷

مذکورہ حدیث سے ہمیں ایک بات یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ پاکیزہ مال کے حصول کے لیے کوشش کرنا قابل تعریف کام ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف رغبت دلائی ہے، اسی طرح اگر کسی دولت مند آدمی کو ہم مشورہ دے سکیں تاکہ وہ مال کی بھلائی اور اپنی ذات کی بھلائی اکٹھا کر سکے تو یہ بہت اچھی بات ہے، اس میں اسلام اور مسلمانوں کے لیے بھلائی ہی بھلائی مضمر ہے۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا اپنی فوج کی حفاظت کے لیے فکر مند ہونا:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو غزوہ ذات السلاسل کے لیے روانہ کیا تو آپ کی فوج کو سردی کا سامنا کرنا پڑا، آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی آگ نہیں جلائے گا، جب وہ لوگ مہم سے واپس ہو کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو عمرو رضی اللہ عنہ کی شکایت کی، عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے نبی! ان کی تعداد کم تھی اور مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں دشمن کو ہماری قلت تعداد معلوم نہ ہو جائے، اس لیے میں نے آگ جلانے سے منع کر دیا تھا اور دشمن کا پیچھا کرنے سے بھی روک دیا تھا کہ کہیں اس کی کمین گاہ نہ ہو اور وہ اچانک حملہ آور ہو جائے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پسند آئی۔❸

سیّدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی دینی بصیرت:

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ غزوہ ذات السلاسل میں مجھے احتلام ہو گیا، سخت سردی کی وجہ سے میں ڈرا کہ

---

❶ الموارد / ابن حبان (۲۲۷۷) صحيح السيرة ص (۵۰۸) امام البانی نے اس کی تصحیح کی ہے۔

❷ التاريخ الإسلامي / الحميدي (۷/ ۱۳۳). ❸ سير أعلام النبلاء (۳/ ٦٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کہیں غسل کرنا جان لیوا نہ ثابت ہو جائے، اس لیے میں نے تیمم کر لیا، پھر اپنے ساتھیوں کو صبح کی نماز پڑھائی، انھوں نے اس واقعہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمرو! کیا تم نے حالت جنابت میں اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی ہے؟ چنانچہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل نہ کرنے کی وجہ بتائی اور کہا: میں اللہ تعالیٰ کا فرمان سنا ہے کہ ﴿ وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝۲۹ ﴾ (النساء: ۲۹) ''اپنی جانوں کو قتل نہ کرو، اللہ تم پر بہت ہی رحم کرنے والا ہے۔'' یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسنے لگے، اور مزید کچھ نہ کہا۔ ❶

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا یہ اجتہاد آپ کی دینی فقہ و بصیرت، کمال ذہانت اور دلیل سے دقت استنباط پر دلالت کرتا ہے۔ ❷ اگر فقہائے کرام اس واقعہ پر ٹھہریں اور اس سے احکام مستنبط کرنے لگیں تو سب سے پہلے جو چیز انھیں اور ہم کو سوچنے اور غور کرنے کی دعوت دیتی ہے وہ یہ کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے قرآن سیکھنے اور سکھانے میں کس قدر جلدی سے کام لیا اور قرآن سے آپ کا کس قدر لگاؤ تھا کہ ابھی اسلام لائے ہوئے چار مہینے سے زیادہ نہ گزرے تھے کہ اس کی آیات کی روشنی میں دینی احکام مستنبط کرنے پر قادر ہو گئے، یہ اور کوئی چیز نہ تھی بلکہ اسلامی شریعت میں فقہ و بصیرت حاصل کرنے کا ایک جذبہ تھا۔

یہ بھی احتمال ہے کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے پہلے ہی قرآن کا مطالعہ کرتے رہے ہوں اور اس سے مسائل کی نوعیت سمجھتے رہے ہوں، اگر یہ احتمال ثابت ہو جائے تو یہاں ہمیں عظمت قرآن کی ایک اور مثال ملتی ہے کہ یہ قرآن کافروں کو باوجود یہ کہ وہ اس سے سخت نفرت و عداوت رکھتے ہیں اپنی طرف متوجہ کرتا ہے اور وہ اسے سننے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، جیسے کہ عہد مکی میں ہم نے اس کا مشاہدہ کیا ہے، ویسے ہمارے اس احتمال کی قدرے تائید عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے اس مطالبے سے ہوتی ہے جس میں آپ نے نجاشی سے کہا تھا کہ آپ مہاجرین حبشہ (مسلمانوں) سے پوچھیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ان کا کیا عقیدہ ہے۔ ❸

۳۔ فضائل و مناقب:

آپ کے فضائل میں زبان رسالت سے ایمان کی گواھی:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((أَسْلَمَ النَّاسُ وَآمَنَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ .)) ❹

''لوگ اسلام لائے اور عمرو بن عاص ایمان لائے۔''

اور دوسری حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

❶ سیر أعلام النبلاء (۳/ ۶۷) اس کی سند صحیح ہے، ابن حبان نے اس کی تصحیح کی ہے، اثر نمبر (۲۰۲)

❷ غزوۃ الحدیبیۃ / أبو الفارس ص (۲۱۰).

❸ معین السیرۃ / صالح أحمد الشامی ص (۳۸۱) مسند أحمد (۱/ ۲۰۳) اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

❹ سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ (۱/ ۲۳۸) حدیث نمبر (۱۵۵).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

((اِبْنَا الْعَاصِ مُؤْمِنَانِ عَمْرٌو وَ هِشَامٌ .)) ❶

''عاص کے دونوں بیٹے یعنی عمرو اور ہشام مومن ہیں۔''

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مدینہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسری لوگ یکا یک گھبرا گئے، پھر لوگ منتشر ہو گئے، میں نے سالم کو دیکھا کہ انھوں نے تلوار سونتی اور مسجد میں بیٹھ گئے، ان کی دیکھا دیکھی میں نے بھی کیا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجھے اور سالم کو دیکھا تو لوگوں کے پاس گئے اور کہا:

((أَيُّهَا النَّاسُ أَلا مَفْزَعُكُمْ إِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ ، أَلَا فَعَلْتُمْ كَمَا فَعَلَ هَذَانِ الرَّجُلَانِ الْمُؤْمِنَانِ .)) ❷

''اے لوگو! کیا میں تمھیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف نہ ابھاروں؟ تم لوگوں نے ان دونوں مومن آدمیوں کی طرح کیوں نہ کیا؟''

دوسروں پر ترجیح اور قریش کے نیکوکاروں میں سے ہونے کی شہادت:

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی جنگ میں مجھ پر اور خالد پر کسی کو ترجیح نہ دی۔ ❸

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو قریش کا مرد صالح قرار دیا، چنانچہ ابوملکیہ کو فرماتے ہوئے سنا:

((إِنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ مِنْ صَالِحِي قُرَيْشٍ .)) ❹

''عمرو بن عاص قریش کے مرد صالح ہیں۔''

اس حدیث سے اگر ایک طرف عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا مقام نمایاں ہوتا ہے تو دوسری طرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مردم شناسی بھی اجاگر ہوتی ہے۔

آپ کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا:

زہیر بن قیس بلوی اپنے چچا علقمہ بن رمثہ بلوی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن عاص کو بحرین بھیجا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اونگھ آ گئی، پھر آپ بیدار ہوئے تو فرمایا: ((رَحِمَ اللّٰهُ عَمْرًوا)) اللہ تعالیٰ عمرو پر رحم کرے، پھر ہم آپس میں بات کرنے لگے کہ کون سے عمرو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر اونگھ آ گئی اور پھر بیدار ہوئے تو فرمایا: ((رَحِمَ اللّٰهُ عَمْرًوا)) اللہ تعالیٰ رحم فرمائے عمرو پر۔ ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول کون عمرو؟ آپ نے فرمایا: عمرو بن عاص، ہم نے کہا: ان کی کیا خصوصیت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ذَكَرْتُهُ إِنِّي كُنْتُ إِذَا نَدَبْتُ النَّاسَ لِلصَّدَقَةِ جَاءَ مِنَ الصَّدَقَةِ فَأَجْزَلَ ، فَأَقُوْلُ:

---

❶ السلسلة الصحيحة (١/ ٢٤٠) حديث نمبر (١٥٦) الطبقات (٤/ ١٩١).

❷ مسند أحمد (٢/ ٢٠٣) اس کی سند حسن ہے۔ ❸ سنن البيهقي ، باب إسلام عمرو بن العاص (٤/ ٤٣).

❹ سنن الترمذي / مناقب ، مناقب عمرو بن عاص (٣٨٤٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مِنْ أَيْنَ لَكَ هَذَا يَا عَمرو؟ فَيَقُوْلُ: مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ .))

"مجھے یاد آیا کہ میں نے جب لوگوں کو صدقہ کے لیے آواز دی تو یہ خوب خوب صدقہ لے کر حاضر ہوئے، میں پوچھتا کہ اے عمرو! یہ تم کو کہاں سے ملا، تو کہتے: اللہ کی طرف سے۔"

یقیناً عمرو نے سچ کہا، اللہ کے پاس عمرو کے لیے بہت ساری بھلائی تھی۔ زہیر کا بیان ہے کہ جب فتنہ عروج پر تھا تو میں نے کہا: میں انھیں کے پیچھے رہوں گا ان کے بارے میں میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو بہت کچھ کہتے سنا ہے، پھر میں نے ان کا ساتھ نہ چھوڑا۔ ❶

ابوبکر، عمر، اور عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانے میں آپ رضی اللہ عنہ کی خدمات:

اللہ کے رسول ﷺ نے عمرو بن عاص کو جلندی کے دونوں بیٹوں یعنی جیفر اور عباد کو اسلام کی طرف بلانے کے لیے بھیجا تھا، چنانچہ آپ نے انھیں اسلام کی دعوت دی اور ان دونوں نے نبی اکرم ﷺ کی تصدیق کی اور امور زکوٰۃ اور لوگوں کے مابین تصفیہ اور فیصلہ کو آپ کے حوالہ کر دیا، اور آپ کے مخالفین کے خلاف دونوں ہمہ وقت آپ کے معاون رہے۔ ❷

رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ایک فوج دے کر فلسطین روانہ کیا، البتہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو اختیار دے دیا تھا کہ آپ چاہیں تو رسول اللہ ﷺ نے جس کام پر آپ کو مامور کیا ہے اسی پر باقی رہیں اور اگر آپ چاہیں تو اپنے لیے وہ پسند کر لیں جو دنیا و آخرت دونوں میں بھلا ہو، الا یہ کہ آپ جس کام پر لگے ہیں وہی آپ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہو۔ اس کے جواب میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اسلام کے تیروں میں سے ایک تیر ہوں اور آپ اللہ کے بعد اس کے تیرانداز ہیں اور اسے اکٹھا کرنے والے ہیں، پس آپ جس تیر میں سختی، خدا ترسی اور افضلیت دیکھیں اسی کو چلائیں۔ ❸ پھر جب آپ مدینہ آئے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو مدینہ سے نکل کر لشکر تیار کرنے کا حکم دیا تاکہ لوگ آپ کے ساتھ جائیں، پھر آپ ان کو لشکر کے ساتھ شام روانہ کیا۔ ❹

معرکۂ یرموک میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ میمنہ پر تھے، اس جنگ میں آپ کو شرکت کامیابی کے لیے بہت موثر ثابت ہوئی تھی، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ شام کے محاذ جنگ پر ڈٹے رہے اور شام کی اسلامی فتوحات کو آگے بڑھانے میں آپ کی زبردست مشارکت رہی، چنانچہ بیسان، طبریہ، اور اجنادین کی فتوحات میں آپ نے شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا، ❺ اور غزہ، لُدّ، یُبْنٰی، عمواس، بیت جبرین، یافا، رفح اور

---

❶ المعجم الکبری (۵/ ۱۸) المستدرك (۳/ ۴۵۵) امام حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے، اور امام ذہبی فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔

❷ الطبقات (۱/ ۲۶۲) جوامع السیرۃ / ابن حزم ص (۲۴، ۲۹).

❸ إتمام الوفاء بسیرۃ الخلفاء ص (۵۵). ❹ فتوح الشام / البلاذری ص (۴۸، ۵۱).

❺ تاریخ الطبری (۳/ ۶۰۵) الکامل / ابن اثیر (۲/ ۴۹۸).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بیت المقدس پر آپ نے فتح کا پرچم لہرایا اور صرف شام ہی کی فتوحات پر بس نہیں کی بلکہ مصر کے بعض مشہور شہروں کو بھی زیر نگیں کیا۔ کیونکہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فتوحات شام کے بعد عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنی فوج لے کر مصر کی طرف روانہ ہو جائیں، چنانچہ آپ وہاں سے مصر کی طرف چل پڑے، اور ''عریش'' پہنچ کر اسے فتح کیا، اسی طرح آپ کی فتوحات کا دائرہ فرما، فسطاط، قلعہ بابلیون، عین شمس، فیوم، اشمونین، اخمیم، بشرود، تنیس، دمیاط، تونہ، دقہلہ، دمیاط، اسکندریہ اور افریقہ کے دیگر شہر مثلاً برقہ، زویلہ اور طرابلس تک وسیع رہا۔ ❶

چنانچہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کو سرداری اور قیادت کے اوصاف سے متصف کرتے ہوئے فرمایا: روئے زمین پر ابو عبداللہ کے لیے امیر بن کر چلنا ہی موزوں ہے۔ ❷

سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں آپ خلیفہ کے مقرب اور مشیر کاروں میں سے تھے، جب بلوائیوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر لیا اور کوئی شکل بچاؤ کی باقی نہ رہی تو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مدینہ سے شام کی طرف چلے اور کہا: اے مدینہ کے لوگو! اللہ کی قسم جو شخص عثمان کے قتل میں حصہ لے گا اللہ اس کو ذلیل کرے گا اور جو شخص ان کی مدد کرنے سے قاصر ہو اس کو مدینہ چھوڑ دینا چاہیے، پھر آپ خود اور آپ کے دونوں بیٹے عبداللہ اور محمد اور ان کے بعد حسان بن ثابت رضی اللہ عنہم پھر یکے بعد دیگرے کئی لوگ وہاں سے نکل گئے۔ ❸

جب آپ کو راستے ہی میں خبر ملی کہ عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے اور لوگوں نے علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر بیعت خلافت کر لی ہے تو آپ نے اپنی ذات کو مخاطب کر کے کہا: میں ابو عبداللہ تیری ذات ایسی جنگ میں ہے کہ جس میں کسی نے کسی پھوڑے پھنسی کو ذرا کھجلایا، اس نے وقت سے پہلے اس کا چھلکا اتار دیا (یعنی ناگفتہ بہ اور حد درجہ تشویش ناک صورت حال ہے) اللہ تعالیٰ عثمان پر رحم کرے، ان سے راضی ہو اور ان کی مغفرت فرمائے۔ سلامہ بن زنباع الجذامی نے یہ سن کر کہا: اے عربوں کی جماعت! تمھارے اور اہل عرب کے درمیان ایک دروازہ تھا وہ اگر ٹوٹ گیا ہے تو دوسرا دروازہ بنا لو، عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا: ہماری یہی خواہش ہے، لیکن دروازے کو بڑھئی کی ستالیاں ہی درست کر پائیں گی، جو حق کو مشکلات کی پر پیچ وادیوں سے نکالیں گی اور لوگ پورا پورا عدل پائیں گے، پھر آپ نے ان اشعار سے مثال دیا:

فَيَـا لَهْفَ نَـفْسِـيْ عَـلَـى مَـالِكٍ   وَ هَـلْ يَـصْرِفُ مَالِكٌ حِفْظَ الْقَدْرِ

''مالک کی جدائی پر ہائے میری بے تابی، کیا مالک تقدیر کو پھیر سکتا ہے۔''

أَنْـزِعْ مِـنَ الْـحَـرِّ أَوْدَى بِـهِـمْ   فَـأُعْـذُرُهُـمْ أَمْ بِـقَـوْمِـيْ سُـكُـرْ

''میں اس تاریکی کو دور کروں جو ان کو گھیرے ہوئے ہے، تو ان کو معذور سمجھوں، یا میری قوم پر نشہ طاری ہے۔''

پھر آپ روتے ہوئے پیدل آگے چل پڑے اور کہہ رہے تھے: ہائے عثمان! تیری حیا اور تیرے دین پر مجھے

❶ سير أعلام النبلاء (٣/ ٧٠) القيادة العسكرية فى عهد الرسول ص (٦٣٤ ، ٩٤٥).

❷ سير أعلام النبلاء ص (٣/ ٧٠). ❸ عمرو بن عاص / الغضبان ص (٤٦٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ماتم ہے، اس طرح آپ دمشق پہنچے۔ ❶

یہ ہے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی زندگی کی سچی تصویر جو آپ کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو سمیٹے ہوئے ہے اور آپ کی زندگی کے خدوخال اور عثمان رضی اللہ عنہ سے آپ کی قربت کو نمایاں کرتی ہے، رہی آپ کی زندگی کی وہ تصویر جس میں آپ کی کردار کشی کرتے ہوئے آپ کو ایک مفاد پرست، لالچی اور دنیا دار انسان دکھایا گیا ہے تو اس تصویر کا دارومدار واہی تباہی اور ضعیف روایات پر ہے جو واقدی نے موسیٰ بن یعقوب سے نقل کی ہے۔ ❷

بے حد افسوس ہے کہ بہت سارے مورخین ومولفین ان ضعیف اور بے بنیاد روایتوں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو تحت الثریٰ پہنچا دیا، جیسے کہ محمود شیث خطاب نے ''سفراء النبی'' ❸ میں اور عبدالخالق سید ابورابیہ نے ''عمرو بن العاص'' ❹ میں لکھا ہے۔ اور خاص طور سے مصری مولف عباس محمود عقاد جو اسناد کی کوئی اہمیت نہیں دیتا اور اس پر بحث کرنے والوں کا استہزاء کرتا ہے اس نے معاویہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کے کردار کو مجروح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ دونوں اس لیے مخالفت میں اٹھ کھڑے ہوئے کہ وہ مفاد پرست تھے اور اتنا ہی نہیں بلکہ ایسا لگتا ہے کہ اگر تاریخی روایات کے تمام ناقدین متحد ہو کر اس سلسلے میں ان دونوں کی طرف منسوب غلط روایات کی تردید وتکذیب کریں تو بھی عقاد پر کچھ اثر پڑنے والا نہیں، چنانچہ اس موضوع پر ضعیف اور من گھڑت روایات کو نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے: تاریخی روایات کے ناقدین اس گفتگو کی صداقت اور عبارتوں کی صحت کے متعلق جو بھی کہنا چاہیں کہیں کہ فلاں روایت کا راوی غیر معتبر ہے، اس روایت کی سند ثابت نہیں، یا متن صحیح نہیں، حتیٰ کہ اگر ساری تواریخ قطعیت کے ساتھ اس کی تردید کریں، لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان دونوں آدمیوں (معاویہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما) کے درمیان ملک گیری کے سودے پر اتفاق ہوا تھا اور مسند اقتدار کے لیے ایک دوسرے کے معاون تھے، انھوں نے باہم طے کر لیا تھا کہ جس کے قبضہ میں جو حصہ آئے گا وہ اس کا حاکم ہوگا، اگر یہ بات نہ ہوتی تو دونوں کے درمیان اتفاق نہ ہوتا۔ ❺

صحیح اور سچی بات یہ ہے کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی شخصیت ایک اصولی شخصیت تھی، یہی وجہ رہی کہ جب عثمان رضی اللہ عنہ کی مدد کرنے سے عاجز رہے تو مدینہ چھوڑ دیا اور آپ کی شہادت کی خبر سنی تو بہت روئے، بغیر کسی منصب کے حوالے سے آپ عثمان رضی اللہ عنہ کی مجلس شوریٰ میں برابر شریک ہوتے تھے، مدینہ چھوڑ کر آپ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، اور وہاں دونوں ہی مظلوم خلیفہ راشد عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کے خلاف محاذ جنگ کھولنے کے لیے ایک دوسرے کے معاون رہے۔ ❻ تنہا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ان سفاکوں اور مجرموں کے خلاف آپ کے پورے غصہ کو

---

❶ عمرو بن العاص / الغضبان ص (٤٦٤).
❷ عمرو بن العاص / الغضبان ص (٤٨١).
❸ سفراء النبی / محمود شيث خطاب ص (٥٠٨).
❹ عمرو بن العاص / عبدالخالق سيد أبورابية ص (٣١٦).
❺ عمرو بن العاص / العقاد ص (٢٣١، ٢٣٢).
❻ عمرو بن العاص / الغضبان ص (٤٨٩، ٤٩٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بھڑکانے کے لیے کافی تھی، اور ایسے وقت میں ضروری تھا کہ جن مجرموں نے حرم مقدس کی پاکیزگی کو داغ دار کیا ہے اور برسر عام خلیفۃ المسلمین کو قتل کیا ہے ان کے خلاف محاذ جنگ چھیڑنے کے لیے مدینہ کے علاوہ کسی اور جگہ کو منتخب کیا جائے، چنانچہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے یہی کیا، تو اگر عمرو بن عاص، عثمان رضی اللہ عنہما کی حمایت میں اس قدر غصب ناک ہوئے تو اس میں کون سی تعجب کی بات ہے؟ اس سلسلہ میں جن لوگوں کو آپ کے کردار پر شک ہے وہ محض اس بنا پر کہ ان کا حاصل مطالعہ وہ ضعیف اور من گھڑت روایات ہیں جن میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو مسند اقتدار کا لالچی اور حکومت کا خواہاں دکھایا گیا ہے۔ ❶

معاہدۂ تحکیم کی قراردادیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

۱۔ یہ وہ عہد نامہ ہے جس پر علی بن ابی طالب اور ان کے حامیوں نے اور معاویہ بن ابی سفیان اور ان کے حامیوں نے اتفاق کیا ہے، طے یہ پایا ہے ہم دونوں صرف کلام الٰہی اور سنت نبوی کے فیصلہ کو منظور کریں گے۔

۲۔ علی کے حق میں جو فیصلہ ہوگا وہ اہل عراق کے حاضر و غائب پر اور معاویہ کے حق میں جو فیصلہ ہوگا وہ شام والوں کے حاضر و غائب سب پر نافذ ہوگا۔

۳۔ کتاب اللہ ہمارے درمیان شروع سے آخر تک فیصلہ کن ہوگی، وہ جس بات کا ہمیں حکم دے گی ہم اس کی تعمیل کریں گے اور جس سے منع کرے گی اس سے رک جائیں گے۔ یہی ہمارا فیصلہ ہے اور اسی پر ہم راضی ہیں۔

۴۔ علی اور ان کے حامی عبداللہ بن قیس (ابوموسیٰ اشعری) کو اور معاویہ عمرو بن عاص کو اپنا حکم بنانے پر متفق و راضی ہیں۔

۵۔ علی اور معاویہ نے عبداللہ بن قیس (ابوموسیٰ اشعری) اور عمرو بن عاص سے اللہ کے عہد و میثاق اور اس کے رسول کے حکم کی پاس داری کے حوالے سے یہ معاہدہ لیا ہے کہ وہ دونوں قرآن کو اپنا امام بنائیں گے اور جو حکم اس میں تحریر پائیں گے اس سے تجاوز نہ کریں گے اور اگر کوئی بات کتاب اللہ میں نہ پائیں گے تو سنت عادلہ جامعہ کی طرف لوٹائیں گے اس میں جان بوجھ کر اختلاف نہ پیدا کریں گے اور نہ شبہ کی تلاش میں ہوں گے۔

۶۔ اسی طرح عبداللہ بن قیس اور عمرو بن عاص نے علی اور معاویہ سے اللہ کا یہ عہد و میثاق لیا ہے کہ کتاب اللہ اور سنت نبی کے مطابق وہ دونوں جو بھی فیصلہ کریں گے انھیں خوشی خوشی منظور ہوگا، اسے توڑنے یا کسی دوسرے طرف فیصلہ لے جانے کا انھیں حق نہیں ہوگا۔

۷۔ حکمین کو ان کی جان و مال اور اہل و عیال کی حفاظت کا پورا اطمینان دلایا جاتا ہے، وہ حق سے نہ ہٹیں، کوئی خوش ہو یا ناراض، کتاب اللہ کے مطابق ان کے برحق فیصلہ نافذ کرنے میں امت ان کی مدد کرے گی۔

۸۔ اگر فیصلہ سے قبل حکمین میں سے کسی کی وفات ہو جائے تو اس کی بجائے اس کا فریق اسی جیسے عادل و صالح کو

❶ عمرو بن العاص / الغضبان ص (٤٩٢).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گزشتہ عہد و میثاق کے ساتھ روانہ کرے گا۔

۹۔ اگر اس معاملہ میں فیصلہ کی مقررہ مدت سے قبل دونوں امیروں میں سے کسی کی وفات ہوگئی تو اس کے ساتھی اس کی جگہ کسی دوسرے شخص کو جس کے عدل پر انھیں اطمینان ہو امیر بنالیں گے۔

۱۰۔ یہ معاملہ فریقین کے درمیان گفت وشنید اور جنگ بندی کے سائے میں طے ہوگا۔

۱۱۔ ہم نے اس عہد نامہ میں دونوں امیر، دونوں حکم، اور دونوں فریق کے متعلق جن شرائط پر اتفاق کیا ہے اس کا احترام سب پر لازم ہے، اللہ تعالیٰ اس پر سب سے قریبی گواہ ہے اور وہی گواہی کے لیے کافی ہے، اگر ان دونوں میں سے کسی نے بھی ان کی مخالفت کی اور حد سے تجاوز کیا تو پوری امت ان دونوں کے فیصلے سے دست بردار ہے، اور کوئی معاہدہ اور کسی کا ذمہ نہیں۔

۱۲۔ معاہدہ کا وقت جب تک باقی ہے تمام لوگوں کو ان کی جان و مال اور اہل و عیال کی حفاظت کا پورا اطمینان دلایا جاتا ہے، ہتھیار رکھے ہوئے ہوں گے، راستے پر امن ہوں گے، فریقین کا جو فرد بھی غائب ہے اس معاملہ میں اس کے لیے بھی موجودہ لوگوں کی طرح حکم ہے۔

۱۳۔ حکمین کا فیصلہ ایسی جگہ ہو جو شام اور عراق کے وسط میں ہو۔

۱۴۔ ان دونوں کے پاس کوئی تیسرا فرد نہیں جائے گا البتہ وہ دونوں جسے پسند کریں وہ ان کی باہمی رضا مندی کے بعد جاسکتا ہے۔

۱۵۔ فیصلہ کرنے کی مدت ماہ رمضان ختم ہونے تک ہے، اگر حکمین مقررہ وقت سے پہلے فیصلہ سنانا چاہیں تو کرسکتے ہیں، اور اگر مقررہ مدت کے آخری وقت تک موخر کرنا چاہیں تو کرسکتے ہیں۔

۱۶۔ اگر وہ دونوں مقررہ مدت ختم ہونے تک کتاب اللہ اور سنت رسول کے مطابق فیصلہ نہیں کرپاتے تو فریقین اپنے پہلے کی جنگی پوزیشن پر لوٹ جائیں گے۔

۱۷۔ اس معاملہ میں پوری امت پر اللہ کا عہد و میثاق ہے، اگر کوئی شخص اس معاملہ میں الحاد، ظلم یا اختلاف پیدا کرے گا تمام لوگ اس کے خلاف متحد ہوں گے۔

پھر اس معاہدہ پر علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے آپ کے دونوں صاحبزادے، حسن اور حسین اور عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب، اشعث بن قیس الکندی، اشتر بن الحارث، سعید بن قیس الہمدانی، حارث بن عبدالمطلب کے دو صاحبزادے حصین اور طفیل، ابوسعید بن ربیعہ الانصاری، عبداللہ بن خباب بن ارت، سہل بن حنیف، ابوبشر بن عمر الانصاری، عوف بن حارث بن عبدالمطلب، یزید بن عبداللہ الاسلمی، عقبہ بن عامر جہنی، رافع بن خدیج الانصاری، عمرو بن الحمق الخزاعی، نعمان بن عجلان الانصاری، حجر بن عدی الکندی، یزید بن حجیۃ الکندی، مالک بن کعب الہمدانی، ربیعہ بن شرحبیل، حارث بن مالک، حجر بن یزید، اور علبہ بن حجیہ گواہ بنے۔

اہل شام کی طرف سے حبیب بن مسلمہ الفہری، ابوالاعور السلمی، بسر بن ارطاۃ القرشی، معاویہ بن خدیج

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الکندی، مخارق بن حارث الزبیدی، مسلم بن عمرو السلسکی، عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید، حمزہ بن مالک، سبیع بن یزید بن ابجر العبسی، مسروق بن جبلہ العکی، بسر بن یزید الحمیری، عبداللہ بن عامر القرشی، عتبہ بن ابی سفیان، محمد بن ابی سفیان، محمد بن عمرو بن عاص، عمار بن الاحوص الکلبی، مسعدہ بن عمرو العتبی، صباح بن جلہمہ الحمیری، عبدالرحمٰن بن ذوالکلاع، تمامہ بن حوشب اور علقمہ بن حکم گواہ بنے۔

یہ معاہدہ بروز بدھ ۱۷ صفر ۳۷ھ لکھا گیا۔ ❶

عہد نامہ تحکیم کا مروجہ واقعہ اور اس کی تردید

واقعہ تحکیم کے بارے میں بہت ساری باتیں کہی جاتی ہیں اور مورخین و مولفین بھی اسے اس انداز اور اعتماد پر لکھتے رہتے ہیں جیسے کہ وہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے اور اس میں شک وشبہ کی ادنی بھی گنجائش نہیں ہے، کچھ لوگ اس کے پس منظر کو نہایت تفصیل سے بیان کرتے ہیں، تو کچھ لوگ کافی اختصار سے اور کچھ لوگ اس کی تشریح کرتے ہیں، اور اس سے اسباب ومواعظ مستنبط کرتے ہیں تو کچھ لوگ اس موضوع پر شرعی احکامات مرتب کرتے ہیں، بہت کم لوگ آپ کو ایسے ملیں گے جنھوں نے یہاں توقف سے کام لے کر غیر جانبدارانہ تحقیق سے کام لیا ہو، ہاں علامہ ابن العربی نے اگرچہ مختصر ہی سہی، لیکن اس کی تردید میں بہت عمدہ بات لکھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نصوص کی تحقیق وتنقید کا آپ کو بہترین ملکہ تھا، بہرحال آپ کی تحقیق بالکل بجا ہے کیونکہ واقعۂ تحکیم کے متعلق مروجہ تمام نصوص علمی تنقید کے معیار پر نہیں اترتی ہیں، بلکہ کئی وجوہات سے ان کا بطلان ثابت ہوتا ہے، ❷ جن کی تفصیل اس طرح ہے:

سندوں کا ضعف:

اس واقعہ کے بارے میں سب سے صحیح سند امام عبدالرزاق اور طبری نے ثقہ راویوں سے عن طریق زہری مرسلاً نقل کیا ہے، جس میں امام زہری کا بیان ہے کہ اہل شام نے اپنے مصاحف کو کھول دیا اور اس کی طرف بلانے لگے، اس کی وجہ سے اہل عراق خوف زدہ ہو گئے اور اس وقت انھوں نے دو لوگوں کو حکم بنا لیا، اہل عراق نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو اور اہل شام نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو، حکمین کے انتخاب کے بعد اہل صفین میدان جنگ سے کوچ کر گئے، حکمین نے باہم معاہدہ کیا کہ قرآن کا جو حکم ہوگا اس کی ہم دونوں تعمیل کریں گے اور جس سے روکے گا ہم رک جائیں گے اور یہ کہ جو امت محمدیہ کے حق میں بہتر ہوگا وہی فیصلہ کریں گے۔ باہمی صلح جوئی کے لیے دومۃ الجندل میں ہم جمع ہوں گے، اگر وہاں اس سال اکٹھا نہ ہو سکے تو آئندہ سال ''اذرح'' میں جمع ہوں گے۔

---

❶ الوثائق السياسة (٥٣٧، ٥٣٨) الأخبار الطول / الدينورى ص (١٩٦، ١٩٩) أنساب الاشراف (١/ ٣٨٢) تاريخ الطبرى (٥/ ٦٦٥، ٦٦٦) البداية والنهاية (٧/ ٢٧٦، ٢٧٧).

❷ مرويات أبى مخنف فى تاريخ الطبرى ص (٤٠٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ اس اتفاق کے بعد جب علی رضی اللہ عنہ واپس لوٹے تو حروریوں [1] نے آپ کی مخالفت کی اور بغاوت و جنگ کا اعلان کر دیا، یہ بغاوت کا سب سے پہلا ظہور تھا۔ انھوں نے بغاوت کی یہ وجہ بتائی کہ علی نے اللہ کے حکم میں بنو آدم (انسانوں) کو حاکم بنایا ہے جب کہ حکم اور فیصلہ صرف اللہ کے اختیار میں ہے، پھر ان لوگوں نے علی رضی اللہ عنہ سے لڑائی کی اور جب دونوں حکم اذرح میں جمع ہوئے تو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ چند لوگوں کے ساتھ جو وہاں موجود تھے حاضر ہوئے، حکمین نے عبداللہ بن عمر بن خطاب اور عبداللہ بن زبیر کو بلوایا کہ وہ بھی لوگوں کے ساتھ آئیں، ادھر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اہل شام کے ساتھ آ پہنچے، لیکن علی رضی اللہ عنہ اور اہل عراق وہاں نہ پہنچے، مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے قریش کے چند اصحاب رائے سے کہا: کیا آپ لوگ کسی کو بتا سکتے ہیں جو موجودہ حالات وظروف کے پیش نظر یہ بتا سکے کہ دونوں حکم کسی نتیجے پر پہنچیں گے یا یہ مجلس بے نتیجہ ختم ہو جائے گی؟ انھوں نے کہا: ہمارے خیال میں کوئی ایسا نہیں ہے جو بتا سکے۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: لیکن میرا خیال ہے کہ حکمین سے ملنے کے بعد میں اسے بتا سکتا ہوں، پھر آپ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے اس طرح ہم کلام ہوئے۔ اے ابو عبداللہ! میں آپ سے جو سوال کروں صرف آپ اس کا جواب دیں، آپ ہم فتنہ سے الگ رہنے والوں کے بارے میں کیا سوچتے ہیں، موجودہ فتنہ جس میں آپ لوگوں نے اپنی صواب دید کے مطابق جنگ لڑی، ہم اس کے بارے میں شک وتردد میں رہے، ہم لوگوں نے سوچا کہ جب تک امت مسلمہ کسی متحدہ پلیٹ فارم پر نہ آ جائے تب تک ہم الگ رہیں اور خاموشی اختیار کریں۔ انھوں نے جواب دیا: الگ رہنے والوں کے بارے میں میرا خیال ہے کہ یہ لوگ نیکوں کے پیچھے اور فاجروں کے آگے ہیں، اس کے بعد مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ وہاں سے لوٹ گئے اور مزید کچھ نہ پوچھا: پھر ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور جو سوال عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے کیا تھا وہی سوال ان سے کیا۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میرے خیال میں آپ لوگوں کی رائے سب سے بہتر ہے، آپ لوگوں میں مسلمانوں کے چنندہ افراد موجود ہیں، اس کے بعد مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ وہاں سے لوٹ گئے اور مزید کچھ نہ پوچھا، پھر قریش کے ان اصحاب رائے سے ملے جن سے حکمین کے متعلق گزشتہ گفتگو کر چکے تھے اور ان سے کہا: حکمین کسی ایک بات پر متفق نہیں ہوں گے، چنانچہ جب حکمین اکٹھا ہوئے اور آپس میں بات چیت شروع ہوئی تو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابوموسیٰ: میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت جس چیز کے بارے میں آپ برحق فیصلہ دیں وہ یہ کہ ابھی جنھوں نے وعدہ وفائی کی اور جنھوں نے غداری کی، ان کے بارے میں کیا فیصلہ ہو، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا مطلب؟ تو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ کو معلوم نہیں کہ معاویہ اور اہل شام نے وعدہ وفائی کی اور جس طرح ہم نے ان سے وعدہ لیا وہ وعدہ کے مطابق یہاں آئے، ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہاں، ضرور۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا: اسے لکھیے، چنانچہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اسے لکھا، پھر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابوموسیٰ! کیا آپ اس بات سے

[1] حروراء ایک بستی کا نام ہے خوارج جنھوں نے علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا تھا ان کا تعلق اسی بستی سے تھا اس لیے ان کو حروری کہا جاتا ہے۔ (مترجم)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

متفق ہیں کہ کسی اور آدمی کو خلافت کے لیے نامزد کر دیا جائے، اگر ہاں تو اس کا نام بتائیں، اگر میں طاقت رکھوں گا تو آپ کی تابعداری کر سکوں تو یہ آپ کا مجھ پر حق ہوگا کہ میں آپ کی تابعداری کروں، ورنہ آپ پر میرا یہ حق ہوگا کہ آپ میری تابعداری کریں۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: میں عبداللہ بن عمر کا نام پیش کرتا ہوں، واضح رہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فتنہ سے الگ رہنے والوں میں سے تھے اور عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں معاویہ بن ابی سفیان کا نام پیش کرتا ہوں۔ پھر دونوں آپس میں تو تو، میں میں کرنے لگے اور وہاں سے نکل کھڑے ہوئے۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ باہر نکل کر کہنے لگے میں نے عمرو کو ان لوگوں کی طرح پایا جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے:

﴿ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِيٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا ﴾ (الاعراف: ۱۷۵)

''اور انھیں اس شخص کی خبر پڑھ کر سنا جسے ہم نے اپنی آیات عطا کیں تو وہ ان سے صاف نکل گیا۔''

جب ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ خاموش ہوئے تو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا: اے لوگو! میں نے ابوموسیٰ کو ان لوگوں کی طرح پایا جن کے بارے میں اللہ یہ مثال دی ہے:

﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ﴾

(الجمعة: ٥)

''ان لوگوں کی مثال جن پر تورات کا بوجھ رکھا گیا، پھر انھوں نے اسے نہیں اٹھایا، گدھے کی مثال کی سی ہے جو کئی کتابوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہے۔''

پھر ان دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کے جو مثال دی وہی شہروں میں لکھ کر بھیج دی۔ ❶

اس واقعہ کے راوی زہری ہیں اور زہری نے وہ دور اور واقعہ نہیں دیکھا، بنا بریں یہ روایت مرسل ہے اور ان کی مراسیل ہواؤں میں اڑنے والی خش و خاشاک جیسی ہوتی ہیں، وہ دلیل بننے کے لائق نہیں ہوتیں جیسا کہ علمائے رجال نے لکھا ہے۔ ❷

اس واقعہ کے متعلق ایک دوسری سند بھی ہے جسے ابن عساکر نے اپنی سند سے امام زہری تک نقل کیا، لیکن یہ روایت بھی مرسل ہے، مزید برآں اس میں ابوبکر بن ابی سبرہ نام کا بھی ایک راوی ہے جس کے بارے میں احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: وہ احادیث گھڑتا تھا، ❸ اسی طرح اس کی سند میں واقدی بھی موجود ہے جو کہ متروک راوی ہے، ❹ بہر حال اس سند سے مروی واقعہ کی عبارت اس طرح ہے:

اہل شام نے مصاحف کو اٹھا لیا، اور کہا: ہم تمھیں اللہ کی کتاب اور اس کے فیصلہ کی طرف بلاتے ہیں، حالانکہ

---

❶ المراسيل / أبي حاتم ص (٣) الجرح و التعديل (١/ ٢٤٦) .

❷ تهذيب التهذيب (١٢/ ٢٧) .

❸ تهذيب التهذيب (١٢/ ٢٧)، مرويات تاريخ الطبري ص (٤٠٦) .

❹ مرويات تاريخ الطبري ص (٤٠٦) .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ عمرو بن عاص کی ایک سازش تھی، پھر انھوں نے آپس میں صلح کر لی اور یہ معاہدہ طے پایا کہ شروع سال میں ''اذرح'' میں سب اکٹھا ہوں گے، جو دو حکم مقرر ہوں گے وہ لوگوں کے معاملات دیکھیں گے اور لوگ ان کے فیصلہ سے راضی ہوں گے، چنانچہ علی رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری کو اور معاویہ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کو اپنی اپنی طرف سے فیصل مقرر کیا اور لوگ یہیں سے اپنی اپنی جگہوں پر واپس چلے گئے، علی رضی اللہ عنہ کوفہ لوٹے تو آپ کے خلاف اختلاف اور ہنگامہ بپا ہو گیا، آپ کے ساتھیوں نے آپ کی مخالفت شروع کر دی، حتی کہ کچھ لوگ بغاوت پر اتر گئے اور معاہدہ تحکیم کا انکار کرتے ہوئے ''لا الحکم الا للہ'' کا نعرہ لگایا، جب کہ معاویہ (رضی اللہ عنہ) اپنے ساتھیوں سے میل محبت کے ساتھ شام چلے گئے، پھر سال گزر جانے کے بعد دونوں حکم حسب وعدہ شعبان ۳۸ھ میں ''اذرح'' میں جمع ہوئے، فریقین کے لوگ بھی ان کے پاس اکٹھا ہونے لگے، اپنی خفیہ مجلس میں وہ دونوں جس بات پر متفق ہوئے تھے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کھلے عام اس کی مخالفت کر دیا، پھر ابوموسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہ) آگے بڑھے اور علی و معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں سے اپنی دست برداری کا اعلان کر دیا، پھر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ لوگوں سے مخاطب ہوئے اور علی رضی اللہ عنہ سے اپنے دست برداری کا اعلان کرتے ہوئے معاویہ رضی اللہ عنہ پر بیعت کر لی، اس طرح وہاں پر حکمین اور عوام کا ہجوم منتشر ہو گیا اور اہل شام نے ذی القعدہ ۳۸ھ میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ ❶

رہیں ابومخنف کی سندیں تو وہ معلول ہیں، کیونکہ ابومخنف لوط بن یحییٰ ضعیف ہے، ثقہ نہیں ہے۔ ❷ من گھڑت واقعات کو جمع کرنے والا اور متعصب رافضی ہے، ابن سعد رحمہ اللہ اس کے بارے فرماتے ہیں: ((كَانَ ضَعِيفًا)) ❸ اور امام بخاری اور ابوحاتم کا کہنا ہے کہ یحییٰ بن سعید القطان اسے ضعیف قرار دیتے تھے۔ ❹ اور عثمان دارمی کہتے ہیں: یہ ضعیف ہے۔ ❺ امام نسائی کہتے ہیں: ضعیف ہے۔ ❻ یہ ہیں ''تحکیم'' کے بارے میں مروجہ واقعہ، اور ابوموسیٰ اشعری و عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کے درمیان مناظرہ کی روداد پر مشتمل روایات کی سندیں، کیا اس قسم کی روایات دلیل بننے کے قابل ہیں؟ اور کیا صحابہ کرام کی تاریخ اور خلفائے راشدین کے تابناک عہد، جو قدوہ اور نمونہ کا عہد ہے، اس کے بارے میں ان روایات پر اعتماد کیا جا سکتا ہے؟ ان روایات کے ضعف کے لیے تو بس اتنی ہی بات کافی تھی کہ اس کے متون میں کس قدر اضطراب ہے، اس پر مزید اگر سندوں کا بھی ضعف ہو تو آپ خود اندازہ لگائیں کہ ان روایات کا کیا حال ہوگا۔ ❼

اس معاملہ کی اعتقادی و شرعی حیثیت:

اگر اس معاملہ کی اس قدر اعتقادی و شرعی حیثیت بلند تھی تو کسی بھی صحیح سند سے اس کا ثبوت کیوں نہیں ملتا، یہ

---

❶ تاريخ دمشق (١٦/ ٥٣).
❷ تحقيق مواقف الصحابة (٢/ ٢٢٣).
❸ مرويات أبي مخنف ص (٤٠٧).
❹ التاريخ الكبير (٤/ ٢/ ٢٦٧) الجرح والتعديل (٩/ ١٣٨).
❺ التاريخ / الدارمي ص (٢٣٨) تحقيق مواقف الصحابة (٢/ ٢٢٣).
❻ الضعفاء و المتروكون ص (٢٥٣).
❼ مرويات أبي مخنف في تاريخ الطبري ص (٤٠٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ناممکن ہے کہ اس واقعہ کی اتنی بڑی اہمیت اور اس قدر شدید ضرورت کے باوجود تمام علما متفقہ طور پر اسے نظر انداز کردیں۔ ❶

ایک صحیح روایت جو مذکورہ تمام روایات کی مطلقاً تردید کرتی ہے:

امام بخاری نے اپنی تاریخ میں مختصراً ثقہ راویوں کی سند سے اور ابن عساکر نے معلول سند سے حصین بن المنذر سے روایت کی ہے کہ معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے ان کو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس یہ کہہ کر یہ بھیجا جاؤ اور ان سے کہو کہ میں نے عمرو کی طرف سے کچھ ایسی باتیں سنی ہیں جو مجھے ناپسند ہیں، لہٰذا ان سے پوچھو کہ وہ اور ابوموسیٰ جس بات کے لیے جمع ہوئے تھے اس کے بارے میں ان دونوں نے کیا کیا؟ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ یہ لوگوں کی اپنی باتیں ہیں، یقیناً ایسی کوئی بات نہیں ہے، ہاں اتنا ضرور ہوا ہے کہ جب میں اور ابوموسیٰ اشعری اکٹھے ہوئے تو میں نے ابوموسیٰ اشعری سے کہا: اس معاملے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ تو انھوں نے کہا: میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ معاملہ ان لوگوں کے حوالہ کردیا جائے جن کی زندگی میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے راضی تھے، تو میں نے کہا: مجھے اور معاویہ کو آپ کہاں رکھیں گے؟ انھوں نے فرمایا: اگر آپ دونوں سے مدد طلب کی جاتی ہے تو تمھیں مدد کرنے کا حق ہے اور اگر آپ سے بے نیازی اختیار کی جاتی ہے تو ممکن ہے کہ اللہ کا حکم یہی ہو۔ ❷

بہرحال حکمین کے درمیان نہ کوئی سازش تھی نہ کوئی رنجش، بلکہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ورع وتقویٰ اور محاسبۂ نفس کے معترف تھے، ان کے بارے میں آپ ہی سے روایات ثابت ہیں کہ یہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی سیرت کو آنکھوں کے سامنے رکھتے تھے، اور ان دونوں کی وفات کے بعد کے حوادث سے بہت گھبراتے تھے، ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھ سے عمرو بن عاص نے فرمایا: اگر ابوبکر وعمر یہ مال چھوڑ دیتے ہے حالانکہ یہ ان کے لیے حلال تھا، تو یہ ان کا دھوکا یا غلطی کر جاتے، یا نہ سمجھی ہوتی، جب کہ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ نہ انھوں نے دھوکا کھایا نہ غلطی کی اور نہ ہی حماقت کی، یہ ہمارا ہی وہم اور ہماری ہی کمزوری ہے۔ ❸

جناب معاویہ کو علی رضی اللہ عنہما کی افضلیت اور ان کے استحقاق خلافت کا اعتراف تھا:

چنانچہ جب تک علی رضی اللہ عنہ باحیات رہے، معاویہ رضی اللہ عنہ نے کبھی اپنے لیے خلافت کا مطالبہ نہیں کیا اور نہ اس کے لیے جھگڑا کیا، یحییٰ بن سلیمان جعفی بسند "جید" ❹ ابومسلم خولانی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ خلافت کے معاملہ میں علی (رضی اللہ عنہ) سے جھگڑتے ہیں، کیا آپ ان کی طرح ہیں؟ انھوں نے جواب

---

❶ مرویات أبی مخنف فی تاریخ الطبری ص (٤٠٨).

❷ التاریخ الکبیر (٥/ ٣٩٨) یہ روایت صاف بتاتی ہے کہ معاملہ خلیفہ کے نصب اور معزول کرنے کا نہیں تھا یہ اختیار حکمین کو دیا ہی نہیں گیا تھا اصل مسئلہ خون عثمان سے پیدا شدہ اختلاف وجنگ کو ختم کرنے کا تھا۔ اس کے لیے حکمین نے ان شخصیتوں کی نشان دہی کی تھی جو اس فتنہ سے دور تھے۔ (مترجم)

❸ العواصم من القواصم ص (١٧٨، ١٨٠). ❹ فتح الباری (٣/ ٨٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دیا: نہیں، ہرگز نہیں، مجھے بالکل اعتراف ہے کہ وہ مجھ سے افضل اور مجھ سے زیادہ خلافت کے مستحق ہیں، لیکن کیا تمھیں نہیں معلوم کہ عثمان مظلوم قتل کر دیے گئے اور میں ان کا عم زاد بھائی اور ان کا ولی ہوں، ان کے خون کا بدلہ کا طالب ہوں؟ آپ لوگ علی کے پاس جائیں اور ان سے کہیں کہ قاتلین عثمان کو ہمارے حوالے کر دیں، میں ان کی اطاعت قبول کرتا ہوں، چنانچہ وہ لوگ علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور اس موضوع پر گفتگو کی، لیکن آپ نے انھیں حوالے نہ کیا، ❶ بس معاویہ اور علی رضی اللہ عنہما کے درمیان یہی بنیادی اختلاف تھا، اور "معاهده تحکیم" اس متنازع معاملہ کی گھتیاں سلجھانے کے لیے روبہ عمل لایا گیا تھا، نہ کہ کسی نئے خلیفہ کو منتخب کرنے یا موجودہ خلیفہ کو معزول کرنے کے لیے۔ ❷ حافظ ابن حزم رحمہ اللہ اس سلسلے میں فرماتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس لیے لڑائی کی کہ انھوں نے پورے شام میں آپ کے احکامات کی تنفیذ نہیں کی، کیونکہ آپ امام وقت تھے، جس کی اطاعت واجب تھی، معاویہ رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت اور ان کے استحقاق خلافت کا کبھی بھی انکار نہ کیا، بس آپ کا اجتہاد یہ تھا کہ قاتلین عثمان سے قصاص لینا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت پر مقدم ہے اور آپ نے اولاد عثمان اور اولاد حکم بن ابوعاص کے بالمقابل خود کو دم عثمان کے قصاص کے مطالبہ اور ان کے حق میں آواز اٹھانے کو زیادہ حق دار سمجھا، کیونکہ آپ کو عثمان سے نسبی قرابت داری تھی اور مطالبہ منوانے کی طاقت بھی، آپ اپنے اس موقف میں حق بجانب بھی تھے، البتہ غلطی صرف اتنی ہوئی کہ اسے بیعت پر مقدم کر دیا۔ ❸

سیّدنا علی و معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان اختلاف کی مذکورہ تصویر کشی حقیقی تصویر ہے اس سے تحکیم سے متعلق حکمین کے فیصلہ کے سلسلہ میں مذکورہ روایات کی غلطی بالکل واضح ہوتی ہے کیونکہ علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان اختلاف کو رفع کرنے کے لیے جو معاملہ حکمین کے سپرد کیا گیا تھا، وہ استحقاق خلافت کے بارے میں نہ تھا، بلکہ قاتلین عثمان پر قصاص کی تنفیذ کا مسئلہ لے کر یہ اختلاف پیدا ہوا تھا، اس کا خلافت سے کوئی تعلق نہ تھا، پس مروجہ روایات کے مطابق اگر حکمین نے اس بنیادی معاملہ سے قطع نظر کر کے خلافت کے بارے میں قرارداد منظور کر لیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ انھوں نے اختلافی موضوع کا کوئی حل نہیں نکالا اور نہ ہی جو موضوع پر دعویٰ دائر کیا گیا تھا اس کی انھوں نے چھان بین کی، جب کہ اسی مقصد کے لیے انھیں حکم بنایا گیا تھا، یہ ایسی بات ہے جو بہر حال ناممکن ہے۔ ❹

خلیفہ کے لیے مطلوبہ شرائط:

خلیفہ میں عدالت، علم، اصابت رائے جس میں رعایا کی سیاست، اور مفاد مصالح کی تدبیر مضمر ہو، نیز قریشی ہونا ضروری ہے۔ ❺ جب علی رضی اللہ عنہ میں یہ تمام شرطیں موجود تھیں تو کیا آپ کی بیعت خلافت منعقد ہوئی یا نہیں؟ اگر منعقد ہوئی اور بلاشبہ منعقد ہوئی کیونکہ اہل حل وعقد مہاجرین و انصار نے آپ پر بیعت کی اور آپ کے فریق

❶ سير أعلام النبلاء (۳/ ۱٤۰). ❷ مرويات أبي مخنف ص (٤۰۹).
❸ الفصل في الملل والنحل (٤/ ۱٦۰).
❹ تحقيق مواقف الصحابة في الفتنة (۲/ ۲۲٥).
❺ الأحكام السلطانية / الماوردي، الأحكام السلطانية / أبويعلى ص (۲۰) غياث الأمم (۷۹).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مخالف بھی اس کا اعتراف کرتے رہے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کا سابقہ قول بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جب امام (خلیفہ) کے اندر امامت کی تمام شرطیں پوری ہوں اور پھر اس پر امامت کی بیعت کرنے والے اسے امامت سے معزول کرنا چاہیں تو باتفاق ائمہ ان کے لیے یہ جائز نہیں ہے، اس لیے کہ امام کی بیعت کرنے کے بعد اس کی امامت کو تسلیم کرنا لازم ہے، بغیر کسی جائز سبب کے اس کی امامت سے ہاتھ کھینچنا جائز نہیں ہے کیونکہ اگر بیعت کی پابندی قطعی و واجبی نہ ہوگی تو نہ امامت منظّم طریقہ پر چل سکتی ہے اور نہ ہی اس کا مقصد حاصل ہوسکتا ہے، اسی طرح اگر رعایا کو یہ اختیار حاصل رہے کہ وہ امام وقت سے جب چاہے دست کش ہو جائے اور دوسرے کو امامت کے لیے منتخب کر لے تو پھر منصب امامت بے معنی، اس کے اختیارات غیر مستحکم اور خود امام کی اطاعت غیر یقینی ہو کر رہ جائے گی۔ ❶

لہٰذا جس انداز میں مذکورہ روایات احوال و واقعہ بیان کر رہی ہیں کہ جو لوگ علی رضی اللہ عنہ کی خلافت سے راضی نہ تھے انھوں نے آپ کو خلافت سے معزول کر دیا، یہ بات حقیقت کے بالکل خلاف ہے، کسی امام کی امامت کو وہی لوگ ختم کر سکتے ہیں جو اس کو منعقد کرنے کے اہل ہوتے ہیں، یعنی اہل حل و عقد بشرطیکہ امام منصب امامت کی شرائط میں خلل پیدا کرے، بنابریں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا علی رضی اللہ عنہ نے بحیثیت امام و خلیفہ راشد ایسا کچھ کیا تھا؟ اور کیا اہل حل و عقد انھیں خلافت سے معزول کرنے پر متفق ہوئے تھے کہ کہا جائے کہ حکمین اس بات پر متفق ہو گئے؟ نہیں، ہرگز نہیں، بلکہ جب تک آپ زندہ رہے کبھی آپ سے کوئی ایسی حرکت نہ ہوئی جو آپ کی بیعت توڑنے اور خلافت سے معزولی کو واجب کرتی ہو، آپ ہمیشہ ایک عادل، محنتی، نیکوکار، متقی اور صاحب خیر کی حیثیت سے زندہ رہے۔ ❷

"تحکیم" کا زمانہ، فتنے کا زمانہ تھا:

جن حالات میں معاہدۂ تحکیم روبہ عمل آیا تھا، وہ نہایت پرفتن حالات تھے، اور اگرچہ مسلمانوں کا اپنا خلیفہ موجود تھا پھر بھی وہ بہت اضطراب اور بے یقینی کے دور سے گزر رہے تھے، بھلا ایسے وقت میں خلیفہ کی معزولی سے ان کے حالات کیوں کر سدھر سکتے تھے، بلاشبہ حالات سدھرنے کے بجائے اور ابتر ہو جاتے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس سے کہیں زیادہ وسیع النظر، ہوشیار اور دور اندیش تھے کہ ان حالات میں ایسی کوئی پیش رفت کرتے، لہٰذا یہ رائے نہ عقلاً درست ہے اور نہ نقلاً۔

سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خلافت کو ممبران شوریٰ میں محدود کر دیا تھا:

ان ممبران شوریٰ کی تعداد چھ (۶) تھی اور مہاجرین و انصار سب اس پر راضی تھے، تمام صحابہ کی یہ رضامندی گویا اس بات کی اجازت تھی کہ جب تک ان ممبران شوریٰ کا ایک فرد بھی زندہ ہوگا خلافت انھیں میں محدود ہوگی اور

❶ غياث الأمم ص (١٢٨) مرويات أبي مخنف ص (٤١٠).

❷ الفصل في الملل و الاهواء و النحل (٤/ ٢٣٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

معاہدہ تحکیم کے وقت ان میں سے صرف سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ باحیات تھے، فتنہ سے الگ اور ولایت و امارت سے معذرت کر دی تھی، تو سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہی عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد بحیثیت خلیفہ ان چھ ممبران میں سب سے افضل باقی بچے تھے، لہٰذا آپ کو چھوڑ کر خلافت کسی دوسرے کو کیوں کر سونپی جا سکتی ہے۔ ❶

روایات کی صراحت کہ اہل شام نے ''تحکیم'' کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی:

اس مقام پر ایک سوالیہ پیدا ہوتا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر اہل شام کی بیعت کے لیے وجہ جواز کیا تھی؟ اگر یہ کہا جائے کہ تحکیم وجہ جواز تھی تو درست نہیں ہے کیونکہ حکمین کسی فیصلہ پر متفق نہ ہو سکے، علاوہ ازیں نہ کوئی وجہ جواز تھی اور نہ سمجھ میں آتی ہے۔

ہاں! ابن عساکر نے ثقہ راویوں پر مشتمل سند سعید بن عبدالعزیز تنوخی ❷ سے روایت کی ہے جو کہ شام کے بارے میں سب سے زیادہ معلومات رکھنے والے ہیں۔ ❸ ان کا کہنا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ عراق میں امیر المومنین کہے جاتے تھے اور معاویہ شام میں امیر کہے جاتے تھے اور جب علی رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی تو معاویہ رضی اللہ عنہ شام میں ''امیر المومنین'' کہے جانے لگے۔ ❹

مذکورہ عبارت صریح لفظوں میں بتاتی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ہی معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر بیعت خلافت ہوئی۔ طبری رحمہ اللہ کا بھی یہی خیال ہے، چنانچہ وہ ۴۰ھ کے آخری حوادث کے تذکرے میں لکھتے ہیں کہ اسی سال میں ''ایلیاء'' (بیت المقدس) میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت ہوئی۔ ❺ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ طبری کے اس قول کی وضاحت میں لکھا ہے کہ یعنی جب علی رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی تو اہل شام نے معاویہ رضی اللہ عنہ پر ''مومنوں کی امارت'' کی بیعت کر لی، اس لیے کہ ان کے خیال میں اب کوئی آپ کا مخالف نہیں بچا تھا۔ ❻ اہل شام کو خوب معلوم تھا کہ مسئلہ خلافت میں معاویہ، علی رضی اللہ عنہما کے برابر کبھی نہیں ہو سکتے، اور علی رضی اللہ عنہ کے استخلاف کا امکان ہوتے ہوئے معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے خلیفہ بننا جائز بھی نہیں ہے، اس لیے کہ علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت، اسلام کی طرف سبقت، علم، دین داری، شجاعت اور دیگر مناقب وفضائل اہل شام کے نزدیک ایسے ہی معلوم ومشہور تھے جیسے کہ ان کے دیگر برادران یعنی ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے فضائل معلوم تھے۔ ❼

مزید برآں ایک خلیفہ کے ہوتے ہوئے دوسرے کے لیے بیعت خلافت سے روکنے والی احادیث موجود تھیں، جیسا کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا بُوْيِعَ خَلِيفَتَيْنِ فَاقْتُلُوا الْآخِرَ مِنْهُمَا .)) ❽

''جب دو خلیفوں کے لیے بیعت لی جائے تو ان میں بعد والے کو قتل کر دو۔''

---

❶ مرویات تاریخ أبی مخنف ص (٤١١). ❷ آپ ثقہ ہیں، اپنے وقت کے امام دین ہیں، دیکھئے: تقریب التهذيب.
❸ تهذيب التهذيب (٤/ ٦٠). ❹ تاریخ الطبری (٦/ ٧٦).
❺ تاریخ الطبری (٦/ ٧٦). ❻ البداية والنهاية (٨/ ١٦).
❼ مجموع الفتاوى (٣٥/ ٧٣). ❽ صحيح مسلم (٣/ ١٤٨٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس معنی کی اور بھی دوسری حدیث موجود ہیں۔ ❶ لہٰذا یہ ناممکن اور محال ہے کہ صحابہ کرام ان روایات کی مخالفت کریں گے۔ ❷

صحیح بخاری میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، میں نے کہا: تم دیکھتی ہو لوگوں نے کیا کیا، مجھے اس میں کچھ نہیں ملا، انھوں نے کہا: تم جاؤ لوگوں سے ملو وہ تمھارا انتظار کر رہے ہیں، ایسا نہ ہو کہ تم نہ جاؤ اور لوگوں میں پھوٹ پڑ جائے۔ غرض ام المومنین نے ان کو نہ چھوڑا یہاں تک کہ وہ گئے اور جب مجلس منتشر ہونے لگی تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور کہا اگر کسی کو اس معاملہ (خلافت) کے بارے میں کچھ کہنا ہے تو وہ اپنا سر اٹھائے، ہم اس سے اور اس کے باپ سے زیادہ خلافت کا حق رکھتے ہیں۔ حبیب بن ابی مسلمہ سے پوچھا: تم ان کی تقریر کا جواب کیوں نہیں دیا، عبداللہ نے کہا: میں نے اپنی لنگی کھولی (جواب دینے کو تیار ہوا) جی میں آیا، یوں کہوں: تم سے زیادہ خلافت کا حق دار وہ ہے جو تم سے اور تمھارے باپ سے دین کے لیے لڑتا رہا، پھر میں ڈرا کہ کہیں ایسا کہنے سے جماعت میں پھوٹ نہ پڑ جائے اور خون ریزی ہو، اور لوگ میرا مطلب کچھ اور سمجھ لیں، اس لیے میں نے بہشت میں اللہ کی تیار کردہ نعمتوں کو یاد کیا، (اور چپ رہا) حبیب بن ابی مسلمہ نے کہا: (اچھا ہوا (تم اچھے رہے اور آفت میں نہیں پڑے۔ ❸

اس حدیث سے ذہن اس بات کی طرف جا سکتا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ پر بیعت خلافت تمام ہوئی تھی، حالانکہ اس روایت میں اس کی وضاحت نہیں ہے، اسی لیے بعض علماء کا کہنا ہے کہ یہ اس مجلس کی بات ہے جس میں حسن بن علی (رضی اللہ عنہما) نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے مصالحت کر لی تھی، جب کہ ابن الجوزی کا خیال ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ خطبہ اس زمانے کا ہے جب وہ اپنے بیٹے یزید کو اپنا ولی عہد بنانا چاہتے تھے اور ابن حجر رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ یہ معاہدہ تحکیم کے وقت کی بات ہے۔ ❹ لیکن اوّل الذکر دو اقوال میں سے کسی ایک قول کے حق میں نص کی دلالت قوی ہے، کیونکہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ کہنا کہ میں ڈرا کہیں ایسا کہنے سے جماعت میں پھوٹ نہ پڑ جائے اور خون ریزی ہو۔ اس بات کی دلیل ہے کہ اس وقت وہ سارے مسلمان معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر متفق ہو چکے تھے، یہ بات تحکیم کے زمانے کی نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ اختلاف وانتشار کے دن تھے، اتحاد و یگانگت کے نہیں۔ ❺

قرار دادِ تحکیم کی حقیقت:

اس میں کوئی شک نہیں کہ جس اختلافی موضوع کو حکمین نے امت یا اہل شوریٰ کے حوالے کیا تھا وہ قاتلین عثمان کے متعلق علی اور معاویہ کا اختلاف تھا، معاویہ رضی اللہ عنہ نہ خلافت کے دعوے دار تھے اور نہ استحقاق علی کے منکر،

❶ سنن البیهقی (۸/ ۱٤٤). ❷ مرویات أبی مخنف ص (٤١٢).
❸ صحیح البخاری / المغازی، باب غزوه الخندق و هی الأحزاب (٤١٠٨).
❹ فتح الباری (٧/ ٤٦٦). ❺ مرویات أبی مخنف.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قاتلین عثمان کے موضوع کو لے کر فقط آپ کو علی رضی اللہ عنہ کی بیعت اور شام میں ان کے احکامات کی تنفیذ سے انکار تھا، ملکی قانون کے تئیں نہیں بلکہ احوال وظروف کی موافقت اور عوامی تائید واطاعت کی وجہ سے شام پر آپ کی بالا دستی قائم تھی، آپ وہاں تقریباً بیس سال تک بحیثیت گورنر کام کرتے رہے تھے۔ ❶

ابن دحیہ کلبی لکھتے ہیں: ابوبکر محمد بن الخطیب الاشعری الباقلانی نے ائمہ کرام کے مناقب میں فرمایا ہے کہ حکمین کبھی اس بات پر متفق نہ ہوئے کہ علی بن ابی طالب کو خلافت سے معزول کر دیا جائے اور اگر بفرض محال یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ وہ دونوں اس پر متفق ہو گئے تھے تو بھی آپ منصب خلافت پر بحیثیت خلیفہ باقی رہتے، یہاں تک کہ حسب معاہدہ قرآن وسنت جن پر سب کا اتفاق تھا دونوں یا ان میں کسی ایک کی روشنی میں آپ کی معزولی کا حکم ثابت ہو جاتا، یا وہ دونوں معزولی کے لیے ثبوت میں قرآن وسنت دونوں سے کوئی دلیل پیش کرتے، اس لیے کہ علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے منصوص تحریر میں حکمین کے لیے لازمی شرط تھی کہ وہ دونوں کتاب اللہ کو شروع سے آخر تک فیصل بنائیں گے، اس سے تجاوز نہ کریں گے اور نہ انحراف، نہ نفس پرستی کی طرف مائل ہوں گے، نہ کسی کے حق میں مداہنت سے کام لیں گے۔ پھر آپ نے ان دونوں سے پختہ ترین عہد و میثاق لیا تھا، اس میں یہ بات بھی شامل تھی کہ اگر وہ دونوں فیصلہ کرنے میں کتاب اللہ سے ہٹ جاتے ہیں تو ان کا فیصلہ قابل قبول نہ ہوگا۔ بہر حال جب معاملہ کتاب وسنت پر موقوف ہوا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ ان میں آپ کی عظمت کا اعتراف اور امامت کا ثبوت ہے، آپ کی صداقت و عدالت، پیشوائی و اسلام کی طرف سبقت، مشرکین کے خلاف عظیم مجاہدانہ کردار اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت پر کتاب وسنت گواہ ہیں اور علمی مہارت، فیصلوں میں اصابت رائے، کمال بردباری، استحقاق خلافت اور خلافت کی ذمہ داریوں کو نبھانے کی اہلیت میں آپ کے امتیازی مقام کو نمایاں کرتے ہیں۔ ❷

حکمین کی اجتماع گاہ:

معاہدہ تحکیم کی قرار دادوں کے مطابق کسی رکاوٹ کے بغیر رمضان ۳۷ھ میں دونوں حکم کو عراق اور شام کے درمیانی مقام پر اکٹھا ہونا طے پایا تھا۔ قابل اعتبار روایات میں اس مقام کو ''دومۃ الجندل'' ❸ اور ان سے کمتر درجہ کی روایات میں اسے ''اذرح'' ❹ بتایا گیا ہے، ممکن ہے کہ دونوں جگہوں میں بہت قربت کی وجہ سے روایات میں یہ اختلاف ہو جیسا کہ خلیفہ بن خیاط ❺ کہتے ہیں: اس جگہ کا نام ''اذرح'' بتایا جاتا ہے جو کہ دومۃ الجندل سے قریب ہی ہے، یہ اجتماع بغیر کسی رکاوٹ کے اپنی مقررہ مدت میں منعقد ہوا۔ ❻

بہر حال حکمین کی اجتماع گاہ دومۃ الجندل ہی تھی، البتہ یہ بات فائدہ سے خالی نہ ہوگی کہ یاقوت حموی پورے

---

❶ تحقیق مواقف الصحابة فی الفتنة (۲/ ۱۳٤).
❷ أعلام النصر المبين فی المفاصلة بين اهل الصفين ص (۱۷۷).
❸ جزیرۂ عرب کے شمال میں ''جوف'' شہر کے مغرب میں واقع ہے۔
❹ شام کا ایک سرحدی شہر ہے۔
❺ تاریخ خليفة بن خياط ص (۱۹۱، ۱۹۲).
❻ خلافة علی / عبدالحميد ص (۲٦۷).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یقین کے ساتھ اس بات کے قائل ہیں کہ تحکیم کی اجتماع گاہ اذرح تھی اور دلیل میں چند ایسی روایات ذکر کی ہیں جنھیں واضح نہیں کیا ہے، اسی طرح چند اشعار اور خاص طور سے بلال بن ابو بردہ ❶ کی مدح میں کہے گئے ذی الرمۃ ❷ کے دو اشعار سے بھی استدلال کیا ہے، وہ اشعار یہ ہیں:

أَبُوْكَ تَلَا فِی الدِّیْنَ وَالنَّاسِ بَعْدَ مَا تَشَاءَوْا وَ بَیْتُ الدِّیْنِ مُنْقَطِعُ الْكَسْرِ

''جب دین کا گھرانہ برباد ہو چکا تھا تو تمھارے باپ نے اور لوگوں نے جب چاہا اس کی تلافی کی۔''

فَشَدَّ إِصَارَ الدِّیْنِ أَیَّامُ أَذْرَحَ وَرَدَّ حُرُوْبًا قَدْ لَقِحْنَ إِلٰی عُقْرِ ❸

''اور اذرح کے دنوں میں دین کے ستونوں کو مضبوط کیا اور جو جنگ اپنے خیمے گاڑ چکی تھی اسے ختم کیا۔''

کیا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ حکمین کے اجتماع میں موجود تھے؟

دونوں حکم وقت مقررہ پر اجتماع گاہ میں حاضر ہوئے، ہر ایک کے ساتھ کئی کئی سو لوگ تھے جو فریقین کی نمائندگی کر رہے تھے، ایک وفد اہل عراق کا اور دوسرا اہل شام کا تھا، حکمین نے قریش کے چند سرکردہ اور بزرگ لوگوں کو مشورہ طلبی اور ان کی رائے معلوم کرنے کے لیے بلالیا، جب کہ بعض ممتاز و افضل صحابہ جو کہ ابتدائے جنگ ہی سے اس سے کنارہ کش تھے وہ اس اجتماع میں حاضر نہ ہوئے، ان میں سب سے افضل سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے، نہ آپ تحکیم میں حاضر ہوئے نہ اس کا ارادہ کیا اور نہ ہی کوشش، ❹ چنانچہ عامر بن سعد سے روایت ہے کہ ان کے برادر مکرم عمر سعد بن ابی وقاص کے پاس گئے، وہ مدینہ کے باہر اپنی بکریوں کے ریوڑ میں تھے، جب عمر، سعد کے پاس گئے تو کہا: اے ابا جان! کیا آپ کو ایک بدو کی طرح اپنی بکریوں میں وقت گزارنا پسند ہے، جب کہ لوگ مدینہ میں حکومت کے معاملہ میں جھگڑ رہے ہیں؟ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے عمر کے سینہ پر ہاتھ مارا اور کہا: خاموش رہو، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

((اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِیَّ الْغَنِیَّ الْخَفِیَّ .)) ❺

''اللہ تعالیٰ متقی، بے نیاز اور گمنام بندے کو پسند کرتا ہے۔''

کیا واقعہ تحکیم مسلم ممالک کے درمیان اختلافی مسائل کے حل کے لیے مفید ثابت ہوسکتا ہے؟

جی ہاں! مسلم ممالک کے درمیان اختلافی مسائل کے حل کے لیے واقعہ تحکیم سے استفادہ کیا جا سکتا ہے، بایں طور کہ تمام سربراہان مملکت اپنی اور اپنے ماتحت مسلم رعایا کی ذمہ داریوں کو نبھاتے ہوئے طرفین کے متحارب

❶ بلال بن ابو بردہ عامر بن ابو موسیٰ اشعری، تهذيب تاريخ دمشق (۳/ ۳۲۱)

❷ ذوالرمۃ کا نام غیلان بن عقبہ ہے۔ ۱۷۷ھ میں وفات ہوئی، سير أعلام النبلاء (٥/ ٢٦٧)

❸ ديوان ذی الرمة ص (٣٦١، ٣٦٣) بحوالة خلافة علی ص (٢٧٣).

❹ خلافة علی / عبدالحميد ص (٢٧٢).

❺ المسند (١/ ١٦٨) علامہ احمد شاکر نے کہا کہ اس کی سند صحیح ہے (٣/ ٢٦)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گروہوں میں جنگ بندی کے لیے پرخلوص اور مفید دباؤ بنائیں، اور اسلام کی شرعی تحکیم کی پناہ ڈھونڈیں، ہر فریق مسئلہ کے حل کے لیے اپنا اپنا منتخب نمائندہ بطور حکم بھیجے اور مندرجہ ذیل امور کی رعایت کی جائے:

۱۔ مسائل کے حل کے لیے قرارداد منظور کرنے میں حکمین کے اختیارات کی تحدید ہو۔

۲۔ مسائل کی تحلیل اور قراردادوں کی منظوری کے لیے اسلامی شریعت کے مصادر ہی اساس ہوں۔

۳۔ متنازع فریقین اور تمام سربراہان ممالک سے یہ عہد و پیمان لیا جائے کہ اس پیچیدہ اختلاف کے تصفیہ کے لیے حکمین جو قرارداد اور شرعی حل پیش کریں گے انھیں اسلامی حکم کے مطابق نافذ کرنا واجب ہوگا، اس کی مخالفت کرنے یا مخالفت کرنے والوں پر خاموش رہنے سے شرعاً گناہ لازم ہوگا۔

۴۔ جب حکمین اپنی متفق علیہ قرارداد و فیصلے سنا دیں اور تروقت فریقین رضا مند ہوں تو یہیں پر معاملہ ختم سمجھا جائے گویا اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو قتال و جدال سے روک دیا۔

۵۔ اگر حکمین کے فیصلے کو فریقین یا دونوں میں سے کوئی ایک ماننے سے انکار کردے تو منکر فریق باغی کہلائے گا، خواہ انکار دونوں کی طرف سے ہو یا ایک کی طرف سے اور ایسی صورت میں اسلامی ممالک میں پھیلی ہوئی مسلم فوجی قوت پر لازم ہوگا کہ حکمین کی عسکری قراردادوں پر عمل کریں تاکہ طاقت کے ذریعے سے مناسب انداز میں اس طرح معاملہ کا تصفیہ ہو جائے کہ اختلاف کی موجودہ صورت حال سے حالات ابتر نہ ہوں۔

۶۔ گزشتہ تفصیلات کی روشنی میں معاملہ کے تصفیہ کے لیے حکمین کو متفقہ طور سے یہ اختیار حاصل ہو کہ مسلح فوجی قوت کو اسلامی ممالک کے مختلف حصوں میں متحرک کرنے کے لیے وہ قراردادیں منظور کر سکتے ہیں۔ [1]

امید کی جاتی ہے کہ مختلف مسلم ممالک کے درمیان اختلافات کے حل کے لیے تحکیم کا مذکورہ طریقہ بیرونی ممالک کی خارجی قوتوں کی مداخلت روکنے کا ضامن بن سکے، جو کہ مسلمانوں کے اندرونی معاملات واختلافات میں اس دلیل کے سہارے مداخلت کرتی ہیں کہ فریقین کے کچھ لوگوں نے ہمیں مداخلت کی دعوت دی ہے اور پھر یہ قوتیں اس موقع کا مناسب فائدہ اٹھاتے ہوئے مسلمانوں ہی کے خلاف سازش تیار کرتی ہیں، یعنی اختلاف کو مزید الجھا کر پھر ان کا ایسا حل پیش کرتی ہیں جو انھیں کے مفاد میں ہو اور مسلم مملکت جن اختلافات کی نحوستوں کا سامنا کر رہے تھے اس حل کے بعد ان سے بدتر مشکلات اور نحوستوں کا سامنا کریں۔

آپ کا کیا خیال ہے کیا خارجی قوتوں کے حل نکالنے کے بعد ان کی پیدا کردہ پریشانیوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے نہیں ایسی بات ہرگز نہیں! بلکہ ما بعد کی یہ پریشانیاں بھی ان سازشوں کا ایک حصہ ہے جنھیں خارجی قوتیں عام کرنے کے لیے نحوست زدہ حل کو پیش کرتی ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ مذکورہ وضاحت کی روشنی میں ''تحکیم'' کا راستہ اپنانے سے ایسی خارجی قوتوں کی مداخلت کا راستہ بند ہو سکتا ہے، جو مسلمانوں کی صفوں میں فساد کی آگ بھڑکانا چاہتی ہیں، یہ میرا خود ساختہ نظریہ نہیں ہے بلکہ شریعت کی التزامی نوعیت کی روشنی میں مسئلہ کے تصفیہ کے لیے طریقہ

[1] الجهاد و القتال في السياسة الشرعية (٣/ ١٦٦٥).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تحکیم کے متعلق ہم نے جو تفصیلات تحریر کی ہیں۔ اجماع صحابہ سے اس کی دلیل موجود ہے اور وہ یہ کہ علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان شدید اختلاف کے زمانہ میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے طریقہ تحکیم کا سہارا لیا تھا اور اسے تسلیم کیا تھا اس میں وہ صحابہ بھی تھے جو علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور وہ بھی تھے جو معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما جیسے یہ صحابہ کرام جو فریقین سے الگ تھے۔ ❶

دور اوّل کے مسلمانوں کی باہمی جنگ کے بارے میں اہل سنت کا موقف

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے درمیان جو لڑائیاں ہوئیں ان کے بارے میں اہل سنت کا موقف یہ ہے کہ خاموشی اختیار کی جائے اور اگر بیان ہو تو ان کے مقام ومنصب کو آنچ نہ آئے، کیونکہ اس میں بہت زیادہ گھسنے، اور بحث ومباحثہ کرنے سے طرفین میں سے کسی ایک کے خلاف نفرت، عداوت اور کینہ وحسد کا پیدا ہونا ضروری ہے، اسی لیے اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ کرام سے محبت کرنا، ان کے حق میں اللہ کی رحمت کی دعا کرنا، ان کے فضائل کا احترام کرنا، ان کی سبقت الی الاسلام کا اعتراف کرنا، ان کے مناقب کو عام کرنا اور یہ کہ ان کے درمیان جو باہمی لڑائیاں ہوئیں وہ ان کے اجتہادات کا نتیجہ تھا، غلطی اور درستگی دونوں حالتوں میں وہ ثواب کے مستحق ہیں، البتہ اجتہاد میں غلطی کر جانے والے کو ایک اور صحیح نتیجہ پر پہنچنے والے کو دوہرا ثواب ملے گا، ان میں قاتل اور مقتول دونوں جنت میں جائیں گے، ان تمام باتوں پر ایمان ویقین رکھنا ضروری ہے، صحابہ کے مابین لڑائیوں پر بحث ومباحثہ کو اہل سنت درست نہیں قرار دیتے۔ اس مسئلہ میں اہل سنت وجماعت کے موقف کی تائید کرنے والے اقوال سے پہلے میں چند شرعی نصوص کو ذکر کر رہا ہوں جن میں اس مسئلہ کی طرف اشارہ ملتا ہے اور باہمی جنگ کے باوجود انھیں ان کا درجہ دیا گیا ہے۔ ❷

ا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ ﴾ (الحجرات: ۹)

’’اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرا دو، پھر اگر دونوں میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پھر اگر وہ پلٹ آئے تو دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔‘‘

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا ہے کہ جب ان کے درمیان آپس میں لڑائی جھگڑا ہو جائے تو وہ

---

❶ الجهاد و القتال في السياسة و الشرعية (۳/ ۱۶۶۵).

❷ عقيدة أهل السنة و الجماعة في الصحابة الكرام (۲/ ۷۲۷) تنزية خال المؤمنين معاويه بن أبى سفيان من الظلم و الفسق في مطالبته بدم أمير المومنين عثمان ص (۴۱).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صلح مصالحت کی راہ نکالیں، اس لیے کہ سب آپس میں بھائی ہیں، یہ لڑائی جھگڑا انھیں ایمان سے خارج نہیں کرتا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں مومن کہا اور صلح جوئی کا حکم دیا، چنانچہ عام مسلمانوں کے درمیان ہونے والی لڑائیاں اگر انھیں ایمان سے خارج نہیں کرتیں تو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم جنھوں نے جنگ جمل اور اس کے بعد کی دیگر لڑائیوں میں شرکت کی وہ اس آیت میں مذکورہ ایمان کے حکم میں بدرجہ اولیٰ شامل ہوں گے، وہ اپنے رب کے یہاں حقیقی ایمان والے مومن ہیں، ان کی آپس کی لڑائیاں ان کے ایمان پر کسی حالت میں بھی اثر انداز ہونے والی نہیں ہیں، کیونکہ وہ اجتہاد کا نتیجہ تھیں۔ ❶

۲۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((تَمْرُقُ مَارِقَةٌ عِنْدَ فُرْقَةٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ تَقْتُلُهُمْ أَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ)) ❷

''ایک فرقہ جدا ہوجائے گا جب مسلمانوں میں پھوٹ ہوگی اس کو دونوں گروہوں میں سے جو حق کے زیادہ قریب ہوگا، قتل کرے گا۔''

مذکورہ حدیث میں جس پھوٹ اور انتشار کی طرف اشارہ ہے وہ معاویہ اور علی رضی اللہ عنہما کا اختلاف ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ساتھ دونوں گروہوں کو مسلمان کہا ہے اور بتایا ہے کہ دونوں ہی حق سے ملے ہوئے ہوں گے، نیز یہ حدیث نبوت کا ایک معجزہ ہے کیونکہ بعد میں بالکل اسی حدیث کے موافق حالات ہوئے، نیز اس حدیث میں دونوں گروہوں یعنی اہل عراق اور اہل شام پر مسلمان ہونے کا حکم لگایا گیا ہے۔ حقیقتِ واقعہ رافضیوں اور سرکش جہلاء کے عقیدہ ومنہج کے خلاف ہے جو کہ اہل شام کی تکفیر کرتے ہیں۔

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی حق سے زیادہ قریب تھے اور یہی اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کا اجتہاد درست تھا، اور ان کو دوہرا اجر ملے گا، اگرچہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی اجتہاد کیا تھا اور غلطی کر گئے تھے، تاہم آپ عنداللہ ان شاء اللہ ماجور ہوں گے، جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((إِذَا اجْتَهَدَ الْحَاكِمُ فَأَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ وَ إِذَا اجْتَهَدَ فَأَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ .)) ❸

''جس حاکم نے اجتہاد کیا اور صحیح نتیجہ پر پہنچ گیا تو اسے دوہرا اجر ہے، اور اگر اجتہاد کیا اور غلطی کر گیا تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔''

۳۔ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے، اسی دوران حسن (رضی اللہ عنہ) آ گئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِبْنِي هٰذَا سَيِّدٌ وَ لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يُّصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ .)) ❹

''میرا یہ بیٹا سردار ہے، ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان

---

❶ العواصم من القواصم ص (۱۶۹، ۱۷۰) أحكام القرآن (۴/ ۱۷۱۷).
❷ صحيح مسلم (۲/ ۷۴۵).
❸ صحيح البخاري مع الفتح (۱۲/ ۳۱۸). ❹ صحيح البخاري/ الفتن، حديث نمبر (۷۱۰۹).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صلح کرا دے۔“

پس اس حدیث میں بھی نبی اکرم ﷺ کی شہادت موجود ہے کہ اہل شام اور اہل عراق دونوں گروہ مسلمان ہیں، اسی طرح اس میں ان خوارج کی صراحت سے تردید ہے جو علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما نیز ان دونوں کے ساتھیوں کی تکفیر کرتے ہیں کیونکہ اس میں سب کو مسلمان کہا گیا ہے۔ چنانچہ سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ آپ ﷺ کی زبان مبارک سے ”دو مسلمان گروہ“ کا جملہ ہمیں بہت ہی پسند آتا ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وہ جملہ انھیں اس لیے بہت پسند آیا کہ نبی ﷺ نے دونوں گروہوں کو مسلمان قرار دیا، نیز اس حدیث میں پیشین گوئی تھی کہ علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حسن بن علی رضی اللہ عنہما خلافت کو معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں میں سونپ دیں گے۔ [1]

مذکورہ تمام احادیث میں اہل عراق کی طرف اشارہ ہے جو علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور اہل شام کی طرف اشارہ ہے جو معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور ان سب کو نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت میں شمار کیا ہے، [2] اسی طرح ان سب کو حق کا متلاشی قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ وہ لوگ ایمان پر باقی ہیں، آپس کی لڑائی کی وجہ سے ایمان سے خارج نہیں ہوئے، وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَإِن طَآئِفَتَانِ مِنَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ ٱقۡتَتَلُواْ فَأَصۡلِحُواْ بَيۡنَهُمَاۖ﴾ کے عموم میں داخل ہیں اور میں بتا چکا ہوں کہ آیت کریمہ کا عموم و مدلول تمام لوگوں کو شامل ہے، لہٰذا ان کی تکفیر و تفسیق نہ کی جائے، انھوں نے اجتہاد و تاویل کی تھی، چنانچہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ صحابہ کرام کی آپس کی لڑائیوں کے بارے میں فرقہ ناجیہ کا عقیدہ رکھے، یعنی ان کے بارے میں خاموشی اختیار کی جائے اور اگر زبان کھلے تو ان کے مقام و منصب کو آنچ نہ آئے۔ اس چنندہ اور پاکیزہ جماعت کے متعلق عقائد کے بارے میں اہل سنت و جماعت کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔

اہل سنت و جماعت کے سرخیلوں نے ان جنگوں کے متعلق اپنے موقف کو نہایت حسین انداز میں بیان کیا ہے مثلاً:

- عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے صحابہ کرام کی آپسی لڑائیوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ ایسا خون تھا جس سے اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں کو پاک رکھا، پھر کیوں نہ میں اس سے اپنی زبان کو پاک رکھوں، اصحاب رسول کی مثال آنکھوں کی سی ہے اور آنکھوں کا علاج اسے نہ چھونا ہے۔ [3]

امام بیہقی رحمہ اللہ عمر بن عبدالعزیز کے قول پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ بڑی عمدہ اور قابل ستائش بات ہے، اس لیے کہ غیر متعلق چیز پر انسان کی خاموشی اس کے حق میں بھلی ہے۔ [4]

- حسن بصری رحمہ اللہ سے صحابہ کی آپس کی لڑائیوں کے بارے پوچھا گیا تو انھوں نے جواب دیا:

[1] الاعتقاد/ البیهقی ص (۱۹۸) فتح الباری (۱۳/ ٦٦).
[2] صحیح مسلم (۲/ ۷٤٦) حدیث کا لفظ اس طرح ہے: ”تکون فی أمتی فرقتان۔“
[3] الإنصاف/ الباقلانی ص (٦۹) الطبقات (٥/ ۳۹٤).
[4] مناقب الشافعی ص (۱۳٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''وہ ایسی لڑائی تھی جس میں اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے اور ہم غائب، انھوں نے صورت حال کو جانا اور ہم ناواقف رہے، جب وہ متحد رہے تو ہم نے ان کا اتباع کیا اور جب ان میں اختلاف ہوا تو ہم نے توقف اختیار کیا۔'' ❶

حسن بصری رحمہ اللہ کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام کو جن حالات کا سامنا تھا وہ اس کے بارے میں ہم سے زیادہ جانتے تھے، ہمیں ان کے متفق علیہ مسائل میں ان کا اتباع کرنا چاہیے، اور مختلف فیہ مسائل میں توقف، ان کے بارے میں ہمیں اپنی رائے نہیں قائم کرنی چاہیے، ہمیں یقین اور ایمان ہے کہ انھوں نے اجتہاد کیا اور اللہ کی رضا کے متلاشی رہے، ان کے دین وایمان پر ہمیں قطعاً شک نہیں ہے۔ ❷

○ جعفر بن محمد الصادق رحمہ اللہ سے اس سلسلے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: میرا جواب اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَ لَا يَنْسَى ﴿۵۲﴾ ﴾ (طه: ٥٢) ❸

''کہا ان کا علم میرے رب کے پاس ایک کتاب میں ہے، میرا رب نہ بھٹکتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔''

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے جب دریافت کیا گیا کہ علی اور معاویہ (رضی اللہ عنہما) کے درمیان جو کچھ ہوا اس سلسلے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں ان کے بارے میں اچھا ہی سوچتا ہوں۔ ❹

ابراہیم بن آزر الفقیہ کہتے ہیں کہ میں احمد بن حنبل کے پاس موجود تھا، ایک آدمی نے آپ سے علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جو کچھ ہوا تھا اس کے بارے میں پوچھا: آپ اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے جواب نہیں دیا: کسی نے آپ سے کہا: اے ابوعبداللہ! وہ بنو ہاشم کا ایک فرد ہے؟ پھر آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا پڑھو:

﴿ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ لَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَ لَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۱﴾ ﴾ (البقرة: ١٤١)

''یہ ایک امت تھی جو گزر چکی، اس کے لیے وہ ہے جو اس نے کمایا اور تمھارے لیے وہ جو تم نے کمایا اور تم سے اس کے بارے میں نہ پوچھا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔''

○ علامہ ابن ابی زید القیروانی رحمہ اللہ اس مسئلہ میں فرماتے ہیں: اصحاب رسول میں سے اگر کسی کا ذکر ہو تو ذکر خیر ہو، ان کی آپس کی لڑائیوں کے بارے میں خاموش رہا جائے اور وہ اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کے لیے بچاؤ کا سب سے بہتر راستہ نکالا جائے، اور ان کے بارے میں حسن ظن رکھا جائے۔ ❺

○ ابوعبداللہ بن بطہ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اس کے بعد ہم اصحاب رسول کی

---

❶ الجامع لأحكام القرآن (١٦/ ٣٣٢).

❷ الجامع لأحكام القرآن (١٦/ ٣٣٢). ❸ الإنصاف للباقلانی (٦٩).

❹ مناقب الإمام أحمد لابن الجوزی (١٦٣). ❺ رسالة أبی زید القيروانی مع الثمر الدانی ص (٢٣).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آپس کی لڑائیوں کے بارے میں اپنی زبان کھولنے سے رک جائیں، کیونکہ وہ لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگوں میں شریک ہوئے، فضل ومرتبہ میں دیگر لوگوں پر سبقت لے گئے، اللہ نے انھیں بخش دیا، تمھیں ان کے لیے استغفار کرنے اور ان سے محبت کرکے اپنی قربت چاہنے کا حکم دیا، یہ سب کچھ اپنے نبی کی زبان سے کہلوایا، حالانکہ اسے خوب معلوم تھا کہ ان سے کیا کچھ حرکتیں صادر ہوں گی اور یہ کہ یہ لوگ آپس میں لڑیں گے۔ دیگر تمام انسانوں پر انھیں فضیلت دی گئی کیونکہ دانستہ اور غیر دانستہ غلطیاں ان سے معاف کر دی گئی ہیں، ان کی جو آپس کی لڑائیاں ہوں وہ معاف ہیں۔ ❶

○ ابوبکر بن الطیب الباقلانی فرماتے ہیں کہ یہ جاننا ضروری ہے کہ اصحاب رسول کے درمیان جو کچھ لڑائیاں ہوئیں ان پر ہم بحث ومباحثہ نہ کریں، سب پر رحمت الٰہی کی دعا کریں، سب کی ستائش کریں، ہم ان کے لیے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ انھیں اپنی رضا، امان، کامیابی اور جنتوں سے نوازے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا درست کیا، آپ کو دوہرا اجر ملے گا، دیگر صحابہ نے بھی جو کچھ کیا اپنے اجتہاد کی بنا پر کیا، اس کا انھیں ایک اجر ملے گا، انھیں فاسق یا بدعتی نہیں کہا جائے گا، اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝ ﴾ (الفتح : ۱۸)

"بلاشبہ یقیناً اللہ ایمان والوں سے راضی ہوگیا، جب وہ اس درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے، تو اس نے جان لیا جو ان کے دلوں میں تھا، پس ان پر سکینت نازل کر دی اور انھیں بدلے میں ایک قریب فتح عطا فرمائی۔"

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا اجْتَهَدَ الْحَاكِمُ فَأَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ وَ إِذَا اجْتَهَدَ فَأَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ .))

"جب حاکم اجتہاد کرے اور درست نتیجہ تک پہنچ جائے تو اسے دوہرا اجر ہے، اور جب اجتہاد کرے اور غلطی کر جائے تو اسے ایک اجر ہے۔"

تو اس حدیث کی روشنی میں اگر اس دور کے حاکم کو اس کے اجتہاد پر دوہرا اجر مل سکتا ہے تو ان ہستیوں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جن سے اللہ نے اپنی رضا مندی کا اعلان کر دیا اور وہ بھی اللہ سے راضی ہوگئے، ہمارے اس بات کی تصدیق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے ہوتی ہے جو آپ نے حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا تھا:

((إِنَّ ابْنِيْ هٰذَا سَيِّدٌ وَ سَيُصْلِحُ اللّٰهُ بِهِ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ .)) ❷

"میرا یہ بیٹا سردار ہے اور اللہ تعالیٰ عنقریب اس کے ذریعے سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں

❶ الشرح و الإبانة على أصول السنة و الديانة ص (۲۶۸).

❷ صحيح البخاري/ الفتن، حديث نمبر (۷۱۰۹).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صلح کرائے گا۔"

چنانچہ آپ ﷺ نے اس حدیث میں دونوں گروہوں کے لیے عظمت ثابت کیا اور ان کے اسلام کی صحت کا حکم لگایا، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں سے کینہ کپٹ نکال دینے کا اللہ نے وعدہ کیا ہے۔ فرمایا:

﴿ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ﴿٤٧﴾ ﴾ (الحجر: ٤٧)

"اور ہم ان کے سینوں میں جو بھی کینہ ہے نکال دیں گے، بھائی بھائی بن کر تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔"

بہرحال ان کی آپس کی لڑائیوں کے بارے میں بحث ومباحثہ سے بچنا اور اپنی زبان بند رکھنا ضروری ہے۔ ❶

○ نزاعات واختلافات صحابہ کے بارے میں اہل سنت و جماعت کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"صحابہ کرام کے آپس کے اختلافات اور لڑائیوں کے بارے میں وہ خاموش رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صحابہ کی تنقیص ومذمت کے متعلق روایات میں خرد برد اور کمی زیادتی ہے اور اس کے متعلق جو صحیح روایات ہیں اس میں انھیں معذور سمجھا جائے، انھوں نے اجتہاد کیا تھا، جس میں صحیح نتیجہ پر پہنچے یا اجتہاد کیا اور غلطی ہوگئی۔" ❷

○ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"نبی اکرم ﷺ کے بعد ان صحابہ میں جو لڑائیاں ہوئیں، ان میں بعض تو نادانستہ طور پر اچانک واقع ہوگئیں، جیسے کہ جنگ جمل میں ہوا اور بعض دانستہ طور پر ہوئیں، لیکن ان میں اجتہاد کا دخل تھا، جیسے کہ جنگ صفین اور اجتہاد غلط ہوسکتا ہے، لیکن ایسا مجتہد معذور ہوگا اور غلطی کرنے پر بھی ایک اجر سے نوازا جائے گا، البتہ مجتہد مصیب کو دو اجر ملے گا۔" ❸

○ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"صحابہ کرام کی آپس کی لڑائیوں کو لے کر ان میں سے کسی کو بھی لعن طعن کرنے کی حرمت پر تمام اہل سنت کا اتفاق ہے، اگرچہ یہ معلوم بھی ہو کہ ان میں کون حق پر تھا، اس لیے کہ انھوں نے اجتہاد کی بنا پر یہ لڑائیاں لڑی تھیں، بلکہ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ انھیں ایک اجر ملے گا اور صحیح اجتہاد والے کو دوہرا اجر ملے گا۔" ❹

خلاصہ یہ کہ شہادت عثمان کے بعد صحابہ کرام کے درمیان جو فتنے رونما ہوئے ان میں بحث ومباحثہ کرنے سے اپنی زبان بند رکھنا واجب ہے اور ضروری ہے کہ ان پر دعائے رحمت کی جائے، ان کے فضائل ومناقب کی حفاظت خوبیوں کا اعتراف، محاسن کی نشر واشاعت اور رضائے الٰہی کا اعلان کیا جائے۔ ❺

---

❶ الإنصاف فيما يجب اعتقاده و لا يجوز الجهل به ص (٦٧، ٦٩).

❷ الإنصاف فيما يجب اعتقاده و لا يجوز الجهل به ص (٦٧، ٦٩).

❸ الباعث الحثيث ص (١٨٢).   ❹ فتح الباري (١٣/ ٣٤).

❺ عقيدة أهل السنة (٢/ ٧٤٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تاریخ صحابہ کو مسخ کرنے والی چند زہر آلود کتابیں

۱۔ الإمامة والسياسة:

جن کتابوں نے اسلامی تاریخ کے ابتدائی دور کی کردار کشی میں حصہ لیا ہے، ان میں ابن قتیبہ کی طرف منسوب ''الإمامة والسياسة'' ایک اہم کتاب ہے۔ ڈاکٹر عبداللہ عسیلان نے اپنی کتاب ''الإمامة و السياسة فى ميزان التحقيق العلمى'' میں چند ایسے دلائل کا مجموعہ پیش کیا ہے جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ کتاب امام ابن قتیبہ رحمہ اللہ کی طرف غلط اور جھوٹ منسوب ہے۔ چنانچہ یہاں چند دلائل بالاختصار پیش کیے جاتے ہیں:

- ابن قتیبہ رحمہ اللہ کے سیرت نگاروں میں سے کسی نے بھی یہ نہیں لکھا ہے کہ آپ نے ''الإمامة و السياسة'' نام کی کوئی تاریخی کتاب تالیف کی ہے۔ آپ کی تاریخی کتابوں میں ''المعارف'' کے علاوہ ہمیں کوئی کتاب نہیں ملی۔
- اس کتاب کی ورق گردانی کرنے والا دوران مطالعہ یہ محسوس کرے گا کہ ابن قتیبہ نے دمشق اور مغرب میں بھی اقامت کی ہے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ آپ رحمہ اللہ دینور کے علاوہ بغداد سے باہر کہیں نہیں گئے۔
- ''الامامة والسياسة'' کے مولف کا منہج تالیف اور اسلوب تحریر ابن قتیبہ رحمہ اللہ کی موجودہ کتابوں کی منہج و اسلوب سے یکسر خلاف ہے کہ جس میں آپ رحمہ اللہ طویل مقدمہ تحریر کرتے ہیں اور اس میں اپنا منہج اور سبب تالیف درج فرماتے ہیں جب کہ اس کتاب کا مولف نہایت مختصر یعنی زیادہ سے زیادہ تین سطروں کے مقدمہ پر اکتفا کرتا ہے، معاً اسلوب و منہج کا اختلاف اپنی جگہ پر۔
- اس کا مولف ''ابن ابی لیلیٰ'' سے اس انداز میں روایت کرتا ہے کہ جیسے اس نے آپ سے روایت سنی ہے اور یہ معروف ہے کہ ابن ابی لیلیٰ سے مراد محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ہیں جو کہ کوفہ کے قاضی اور فقیہ تھے اور جن کی وفات ۱۴۸ھ میں ہوئی، جب کہ ابن قتیبہ کے بارے میں یہ بہت مشہور بات ہے کہ ان کی پیدائش ۲۱۳ھ میں ہوئی یعنی پینسٹھ (۶۵) سال کے بعد، پھر بھلا ان دونوں کی ملاقات کب ہوئی؟
- ابن قتیبہ عموماً اپنی کتابوں میں جن اساتذہ اور راویوں سے روایت کرتے ہیں ان میں کسی بھی استاذ یا راوی کا اس کتاب میں کہیں کوئی ذکر نہیں آیا ہے۔
- اس کتاب میں مرویات کا بیشتر حصہ ''صيغه تمريض'' سے وارد ہے، تو اکثر روایات کا بیان اس طرح ہے کہ انھوں نے بعض مصریوں سے بیان کیا ہے اور انھوں نے محمد بن سلیمان سے روایت کیا ہے اور محمد بن سلیمان نے بعض مشائخ اہل مصر سے۔ اسی طرح ''ہم سے بعض مشائخ اہل مغرب نے بیان کیا'' انھوں نے بعض مشائخ سے نقل کیا'' ''ہم سے بعض مشائخ نے بیان کیا، بہر حال یہ اور اس طرح کی دیگر مجہول ترکیبات ابن قتیبہ رحمہ اللہ کی عبارتوں اور اسلوب تحریر سے کوسوں دور ہیں۔ آپ کی دیگر کسی تالیف میں ایسی عبارتیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دیکھنے کو نہیں ملتیں۔

- اس کتاب کا مولف مصر کے دو ممتاز علمائے مصر سے روایات نقل کرتا ہے جب کہ ابن قتیبہ رحمہ اللہ کبھی مصر نہیں گئے اور نہ ان دونوں عالموں سے کوئی روایت نقل کیا ہے۔ ❶
- اہل علم کے نزدیک ابن قتیبہ کا شمار مقتدر علماء میں ہوتا ہے اور آپ اہل سنت میں سے ہیں، علم اور دین میں ثقہ مانے جاتے ہیں، علامہ سلفی فرماتے ہیں: ''ابن قتیبہ ثقہ اور اہل سنت علماء میں سے تھے۔''

اور علامہ ابن حزم رحمہ اللہ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں:

''ابن قتیبہ رحمہ اللہ اپنے علم اور دین میں ثقہ تھے، خطیب بغدادی نے بھی یہی بات کہی ہے۔''

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں:

''ابن قتیبہ، امام احمد اور اسحاق کے مسلک کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور سنت کے مشہور مسالک کے حمایتیوں میں سے ہیں۔'' ❷

ان اقوال کی روشنی میں سوچا جاسکتا ہے کہ محققین اہل علم کے نزدیک جس آدمی کا یہ مقام ہو کیا اس کے بارے میں یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ وہ ''الإمامة والسیاسة'' جیسی کتاب کا مولف ہوگا کہ جس نے تاریخ کو مسخ کر دیا ہے اور صحابہ کرام پر تہمتیں لگائی ہیں۔ ❸

ڈاکٹر علی نفیع علیانی اپنی کتاب ''عقیدة الإمام ابن قتیبة عن کتاب الإمامة والسیاسة'' میں لکھتے ہیں:

''کتاب ''الإمامة والسیاسة'' کو باریک بینی سے مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اس کتاب کا مولف ایک حیثیت سے رافضی ہے، جس نے ابن قتیبہ کی تالیف کی کثرت اور اہل الحدیث کی تائید میں عوام الناس کے نزدیک آپ کی شہرت کو دیکھتے ہوئے اس کتاب کو آپ کی تالیف کے ضمن میں گھسیڑ دیا ہے یہ رافضی مغرب کا ہوسکتا ہے اس لیے کہ آپ رحمہ اللہ کو مغرب میں نیک نامی میں شہرت حاصل تھی۔'' ❹

''الإمامة والسیاسة'' کے مولف کے رافضی ہونے کے کچھ اور بھی ترجیحات ہیں جو اس طرح ہیں:

- مولف علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھتا ہے کہ آپ نے مہاجرین سے کہا: اے مہاجرین کی جماعت اللہ سے خوف کھاؤ! اللہ سے ڈرو! عرب پر محمد کے اقتدار کو ان کے گھر سے اور خاندان سے باہر اپنے گھروں اور خاندانوں میں نہ جانے دو، اس کا جو اہل ہے، حق دار ہے اور اس کا جو مرتبہ ہے اسے پیچھے نہ دھکیلو، اے مہاجرین! اللہ کی قسم! ہم اہل بیت ہونے کی وجہ سے دوسروں سے اس کے زیادہ مستحق ہیں، اور تم سے زیادہ حق رکھتے ہیں،

---

❶ عقیدة الإمام ابن قتیبه، علی العلیانی (۹۰).

❷ لسان المیزان (۳/ ۳۵۷، ۳۵۹) مجموع الفتاوٰی لابن تیمیة (۱۷/ ۳۹۱) تحقیق مواقف الصحابة (۲/ ۱۴۴).

❸ تحقیق مواقف الصحابة (۲/ ۱۴۴). ❹ مجموع الفتاوٰی لابن تیمیة (۱۷/ ۳۹۱).

مولف نے یہاں مجموع الفتاوٰی کا حوالہ اس عبارت کے آخری جز ''آپ رحمہ اللہ کو مغرب میں نیک نامی میں شہرت حاصل تھی'' کے لیے دیا ہے ورنہ یہ عبارت ڈاکٹر علی نفیع العلیانی کی ہے جو ان کی کتاب عقیدة الإمام ابن قتیبہ سے ماخوذ ہے۔ (مترجم)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اللہ کی قسم! وہ (خلافت) ہمیں میں ہے، تم نفس کے پیچھے نہ چلو کہ اللہ کے راستہ سے گمراہ ہو جاؤ۔ ❶ اور شیعہ کے علاوہ کوئی یہ عقیدہ نہیں رکھتا ہے کہ خلافت اہل بیعت کی وراثت ہے۔

○ اس کتاب کے مولف نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی زبردست تنقیص و مذمت کی ہے، ابن عمر رضی اللہ عنہما کو بزدل اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو حاسد قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ محمد بن مسلمہ علی رضی اللہ عنہ پر غصہ ہو گئے، اس لیے کہ آپ نے خیبر میں "مرحب" یہودی کو قتل کر دیا تھا، نیز لکھتا ہے کہ "عائشہ رضی اللہ عنہا نے عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔" ❷

بہر حال صحابہ کی تنقیص و مذمت روافض کی سب سے نمایاں صفت ہے، خوارج بھی اس میں شریک ہیں، لیکن وہ تمام صحابہ کے حق میں ایسی گستاخی نہیں کرتے۔ ❸

○ مولف لکھتا ہے کہ مختار بن ابوعبید کو قتل کرنے میں مصعب بن زبیر کا ہاتھ تھا، اس لیے کہ مختار آل رسول کی طرف دعوت دیتے تھے، مولف نے قتل کی بات تو لکھی لیکن مختار کی خرافات اور اس کے دعویٰ نبوت کو ذکر نہیں کیا۔ ❹

واضح رہے کہ روافض مختار بن ابوعبید سے عقیدت رکھتے ہیں کیونکہ اس نے قاتلین حسین سے بدلہ لیا تھا، جب کہ ابن قتیبہ رحمہ اللہ نے مختار کو باغیان حکومت میں شمار کیا ہے، اور واضح طور پر لکھا کہ وہ اپنے پاس جبریل کی آمد یعنی نبوت کا مدعی تھا۔ ❺

○ اس کتاب کا مولف خلفائے ثلاثہ ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی تاریخ خلافت کو فقط پچیس صفحات میں سمیٹ دیتا ہے، لیکن جب صحابہ کرام کے درمیان رونما ہونے والے فتنہ پر قلم اٹھاتا ہے تو اسے دوسو صفحات پر پھیلاتا ہے، اس طرح نہایت صاف شفاف اور تابناک تاریخ کو نہایت اختصار سے پیش کرتا ہے اور بے بنیاد تاریخ جس میں شاید کچھ ہی باتیں صحیح ہوں، کے لیے صفحات کے صفحات سیاہ کرتا چلا جاتا ہے، یہ روافض کی عام عادتوں اور اخلاق میں شامل ہے، ہم گمراہی اور رسوائی سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

○ سید محمود شکری آلوسی اپنی کتاب "مختصر تحفة اثنی عشرية" میں فرماتے ہیں: "ان-روافض-کی سازش کا ایک انداز یہ بھی ہے کہ وہ اگر اہل سنت کی کسی معتبر شخصیت کے نام کو اپنے کسی شیعہ راوی حدیث کے نام اور لقب سے ملتا جلتا پاتے ہیں تو شیعہ راوی کی مروی حدیث کو اس کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اور جسے اہل سنت کے ائمہ و راویوں سے واقفیت نہیں ہوتی وہ سمجھتا ہے کہ یہ ہمارے ائمہ دین میں سے کوئی امام ہے اور پھر وہ اس کی بات پر اعتبار کرنے لگتا ہے اور اس کی روایت کو دلیل بنا لیتا ہے مثلاً "سدی" نام کے دو آدمی

---

❶ الإمامة و السياسة (١/ ١٢).
❷ الإمامة والسياسة (١/ ٥٤، ٥٥).
❸ عقيدة الأمام ابن قتيبة ص (٩١).
❹ الإمامة والسياسة (٢/ ٢٠).
❺ المعارف (٤٠١).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہیں، ایک سدّی کبیر (کلاں) اور دوسرے سُدِّی صغیر (خورد)۔ سُدِّی کبیر ثقہ اہل سنت میں سے ہیں جب کہ سُدِّی صغیر حدیثیں گھڑنے والا، کذاب اور متعصب رافضی ہے۔

اسی طرح ابن قتیبہ نام کے دو آدمی ہیں ایک عبداللہ بن قتیبہ جو کہ سخت متعصب رافضی ہے اور دوسرے عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ جو کہ ثقہ اہل سنت ہیں، آخر الذکر ابن قتیبہ نے ''المعارف'' نام کی ایک کتاب لکھی، تو آپ کے ہم نام رافضی نے بھی لوگوں کو بہکانے کے لیے ''المعارف'' نام کی ایک کتاب لکھی۔'' ❶

مذکورہ تمام نکات اس پہلو کو ترجیح دیتے ہیں کہ ''الإمامة والسیاسة'' نامی کتاب ابن قتیبہ رافضی کی تالیف ہے، ابن قتیبہ ثقہ، سنی کی نہیں، ناموں کی مشابہت ہونے کی وجہ سے لوگوں نے دونوں میں خلط ملط کر دیا۔ واللہ اعلم۔ ❷

۲۔ نہج البلاغة:

صحابہ کرام کی درخشندہ تاریخ کو مسخ کر کے پیش کرنے والی کتابوں میں سے ایک ''نہج البلاغة'' بھی ہے، یہ کتاب سنداً و متناً ہر دو اعتبار سے مطعون اور قابل تنقید ہے، اس کتاب کے مشمولات بلا سند امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے تین سو پچاس (۳۵۰) سال بعد جمع کیے گئے، شیعہ حضرات نے اس کتاب کی تالیف کو ''شریف الرضی'' کی طرف منسوب کیا ہے جو کہ محدثین کے نزدیک اگر سنداً بھی کوئی بات کرے اور اس کے عقیدہ کے موافق ہو تو غیر معتبر ہے۔ پھر بھلا اس نے جن باتوں کو بلا سند کے تحریر کیا ہے جیسے کہ ''نہج البلاغة'' میں ہے تو اس کا کیا اعتبار ہوگا؟ بہر حال محدثین کے نزدیک جو شخص ''نہج البلاغة'' کی کذب بیانی سے متہم ہے وہ شریف الرضی کا بھائی علی ہے، ❸ چنانچہ اس کے بارے میں علماء کے اقوال اور تحقیقات اس طرح ہیں:

- شریف المرتضی کی سوانح میں ابن خلکان لکھتے ہیں: ''نہج البلاغة'' کے بارے میں جو کہ امام علی بن ابی طالب کے کلام کا مجموعہ ہے، لوگوں کا اختلاف ہے وہ انھیں (شریف مرتضیٰ) کا ہے یا ان کے بھائی شریف رضی کا؟ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ علی رضی اللہ عنہ کا کلام نہیں ہے جس نے اس کو جمع کر کے علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ اسی نے اس کو گڑھا ہے۔ واللہ اعلم ❹
- امام ذہبی فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص دقت سے نہج البلاغہ کا مطالعہ کرے گا تو وہ یقین سے کہے گا کہ اس کے مشمولات علی رضی اللہ عنہ پر جھوٹ ہیں کیونکہ اس میں سیدین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو صریح گالی دی گئی ہے، ان کا مرتبہ گرایا گیا ہے، اس میں متضاد اور بھونڈی باتیں ہیں اور ایسی عبارتیں ہیں کہ جن کو دیکھ کر قریش صحابہ کی نفسیات اور ان کے بعد کے متاخرین کی نفسیات سے واقف کار شخص پورے یقین اور اعتماد سے کہے گا کہ اس کی اکثر تحریریں باطل ہیں۔ ❺

---

❶ مختصر لتحفة الاثنا عشرية / آلوسی ص (۳۲).
❷ عقيدة الإمام ابن قتيبه ص (۹۳).
❸ الأدب الإسلامی / نایف معروف ص (۵۳).
❹ الوفيات (۳/ ۱۲٤).
❺ ميزان الاعتدال (۳/ ۱۲٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

- ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علمائے محققین کو اچھی طرح معلوم ہے کہ اس کتاب کے بیشتر خطبے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ پر جھوٹ ہیں، اسی لیے ان میں سے زیادہ تر خطبوں کا کسی قدیم کتاب میں کوئی وجود نہیں ملتا اور نہ ہی ان کی کوئی معروف سند ہے۔ (1)
- ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شریف مرتضی کو اس کتاب کا گھڑنے والا متہم کیا جائے، جو شخص اس کا مطالعہ کرے گا وہ یقین سے کہے گا کہ یہ سب کچھ علی رضی اللہ عنہ پر جھوٹ ہے اور اس کی اکثر باتیں غلط ہیں۔ (2)

بہر حال ان اقوال واخبار کے پیش نظر متعدد محققین نے اس موضوع پر بحث کی ہے اور اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اس کتاب کی نسبت امام علی رضی اللہ عنہ کی طرف درست نہیں ہے۔ (3)

علمائے متقدمین اور محدثین نے امام علی رضی اللہ عنہ کی طرف ''نهج البلاغه'' کی نسبت کی صحت پر جن شکوک کا اظہار کیا ہے انھیں بالاختصار یوں پیش کیا جا سکتا ہے:

- معتبر اسانید کہ جن کے ذریعے سے کسی قائل کے کلام کو متن یا روایت یا سند کے لحاظ سے تقویت ملتی ہے، ان کا عدم وجود۔
- خطبوں کی زیادتی اور ان کی طوالت، کیونکہ دور تدوین سے قبل اس قدر طویل اور کثیر خطبوں کا حفظ کرنا اور ضبط کرنا مشکل تھا۔
- معتبر ترین مصادر میں اس کتاب کے متعدد اقوال اور خطبوں کا علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ دوسروں کے لیے ثبوت، جب کہ اس کتاب کا مولف اسے علی رضی اللہ عنہ کے لیے ثابت کر رہا ہے۔
- علی رضی اللہ عنہ سے پیشتر خلفائے راشدین کے بارے میں ایسے اقوال کا وجود جو نہ آپ کے شایان شان ہیں اور نہ ان کے، اور خلفائے راشدین کے لیے علی رضی اللہ عنہ کی مسلمہ توقیر واحترام کے خلاف ہیں، اس کی مثال اس خطبہ میں دیکھی جا سکتی ہے جو خطبہ ''الشقشقية'' سے معروف ہے اور جس میں خلافت کے لیے علی رضی اللہ عنہ کی شدید حرص نظر آ رہی ہے جب کہ آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ کو زہد وتقشّف کی زندگی محبوب تھی۔
- کتاب میں مقفی و مسجع عبارتوں کا عام چلن، جب کہ بیشتر ادباء کے خیال میں تصنع وتکلّفات سے دور عہد علی (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ ایسی عبارتوں کا چلن ملتا جلتا نہیں، حالانکہ ہمیں اعتراف ہے کہ بعض مواقع پر برجستہ طور پر نہایت خوبصورت اور مسجع عبارتیں اس دور کے روح میں شامل تھیں۔
- اس کتاب میں بھڑکیلا مزین کلام جس کے اندر ادبی فنکاری عیاں ہے اور مور و چمگادڑ، شہد کی مکھی، چیونٹی اور کھیتی وبدلی کی توصیفات وتشبیہات موجود ہیں جو عباسی دور کی ملمع سازی اور تزئین کاری ہے۔
- فلسفیانہ جملے اور متکلمانہ مقولے جو کہ علی رضی اللہ عنہ کی مدح ومنقبت میں وارد ہیں، جب کہ یہ طرز گفتگو اور اسلوب

---

(1) منهاج السنة (٤/ ٢٤).   (2) لسان الميزان (٤/ ٢٢٣).

(3) الأدب و الإسلام / نايف معروف ص (٥٣).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تحریر تیسری صدی ہجری یعنی یونانی، فارسی، اور ہندی کتابوں کے تراجم سے پہلے مسلمانوں میں رائج نہ تھیں اور یہ جملے اور مقولے صحابہ کرام اور خلفائے راشدین سے زیادہ متکلمین اور اہل منطق سے ملتے جلتے ہیں۔ ❶

○ صحابہ کرام اور ان کے اور امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے درمیان جو کچھ ہوا، اس کے متعلق اس کتاب کو پڑھتے ہوئے بہت چوکنا رہنے کی ضرورت ہے، اس کی باتوں کو کتاب وسنت کی روشنی میں دیکھا جائے، جو ان دونوں کے موافق ہو اسے قبول کیا جا سکتا ہے، اور جو مخالف ہو اس کی طرف توجہ نہ کی جائے۔ ❷

۳۔ کتاب الأغانی:

ابوالفرج الاصبہانی کی "کتاب الاغانی" ادب، قصہ کہانی اور گانے کی کتابوں میں شمار ہوتی ہے، یہ کوئی علمی، تاریخی اور فقہی کتاب نہیں ہے، ادباء اور مورخین کے نزدیک اس کتاب کا بڑا چرچا اور غلغلہ ہے۔ تاہم اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اس میں شعوبیت (عرب دشمنی)، سازش، گھناؤنے جھوٹ، طعن وتشنیع اور عیوب ونقائص کا جو پلندہ موجود ہے اس پر خاموشی اختیار کی جائے، چنانچہ اس کار خیر کے لیے عراقی شاعر، معزز استاذ ولید الاعظمی نے قدم آگے بڑھایا اور ایک عمدہ کتاب "السیف الیمانی فی نحر الأصفهانی صاحب الأغانی" کے نام سے تالیف کی، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ آپ نے بکواس کو حقیقت سے اور زہر کو شہد سے الگ کرنے کے لیے پوری ہمت سے کمر کسی اور کوشش کی کہ اس کی جھوٹی داستانوں کو واضح اور اس کی سطروں میں پیوست شعوبیت (عرب دشمنی) اور حسد کی چنگاریوں کو بجھا دیں، جو کہ حقیقت پرست سینوں میں آگ پر ابال کھاتی ہوئی ہانڈیوں کی طرح جوش مار رہی تھیں، چنانچہ آپ نے اصبہانی کی ایسی تمام ترلغویات کی تردید کی ہے، جو اس نے اخبار، جھوٹی کہانیوں اور آل بیت النبی کی گستاخی وہتک آمیز باتوں پر مشتمل ایسی غیر مستند روایات کی شکل میں جمع کیا ہے جو ان کی سیرتوں کو مجروح اور اخلاقیات کو سیاہ دھبہ لگاتی ہیں، اسی طرح معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما اور اموی خلفاء کے بارے میں اصبہانی کی ان خام خیالیوں پر بھی بحث کیا ہے جن کا دار ومدار فقط جھوٹی اور دسیسہ کار روایات پر ہے۔

نیز آپ نے اپنی دوسری کتاب "الحکایات المتفرقة" میں بھی اس کتاب کی ان حکایتوں کو شامل کیا جو اسلامی عقیدہ اور اسلامی شریعت کو اپنے طعن وتشنیع کا ہدف بناتی ہیں اور جاہلیت کو اسلام پر ترجیح دیتی ہیں علاوہ ازیں اور بھی بے شمار اباطیل کا ذکر ہے۔ ❸

علمائے متقدمین نے بھی الاغانی اور اس کے مولف اصبہانی پر گفتگو کی ہے، چنانچہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ابوالفرج اصفہانی بہت جھوٹا شخص تھا، وہ بہت سارے صحیفوں کو خرید لیتا تھا اور اپنی تمام روایات کو

---

❶ الأدب الاسلامی ص (۵۴، ۵۵).

❷ اس طرح کی جعلی کتابوں کو پڑھنے سے پرہیز ضروری ہے کیونکہ اس سے شکوک وشبہات جنم لیتے ہیں۔ (مترجم)

❸ دیکھئے: السیف الیمانی فی نحر الاصفهانی / الأعظمی ص (۹-۱۴).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہاں وہاں سے جوڑ کر تیار کر لیتا تھا۔'' ❶

ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس جیسے آدمی کی روایت پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا، وہ اپنی کتابوں میں ایسی ایسی باتوں کو صحیح قرار دیتا ہے جن کی وجہ سے اسے فاسق قرار دینا واجب ہو جاتا ہے، وہ شراب نوشی کی بالکل معمولی چیز سمجھتا ہے، بعض اوقات خود وہ اس کا اعتراف کرتا ہے، اگر کتاب الاغانی کا گہرا مطالعہ کیا جائے تو اس میں ہر قبیح اور منکر چیز ملے گی۔'' ❷

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد تقی الدین بن تیمیہ کو دیکھا کہ وہ اس کی تضعیف کرتے تھے، اس کے حوالوں اور تحریروں پر شک کرتے تھے اور وہ جو کچھ بیان کرتا تھا اسے سنتے ہوئے گھبراتے تھے۔ ❸

۴۔ تاریخ الیعقوبی (ت: ۲۹۰ھ):

یعقوبی کا نام احمد بن ابی یعقوب اسحاق بن جعفر بن وہب بن واضح العباسی ہے، امامیہ فرقہ سے تعلق رکھنے والا ایک شیعہ مورخ ہے، بغداد کا رہنے والا تھا، سلطنت عباسیہ میں دواوین کا محرر ہوا کرتا تھا، اسی لیے اسے ''عباسی کاتب'' کا لقب مل گیا، یعقوبی نے شیعہ امامیہ کے نقطۂ نظر سے اسلامی دور اقتدار کی تاریخ مرتب کی ہے، چنانچہ شیعہ عقیدہ کے مطابق ائمہ کے تسلسل کے لحاظ سے وہ صرف علی بن ابی طالب اور آپ کی اولاد میں خلافت کو تسلیم کرتا ہے، اور علی رضی اللہ عنہ کو ''وصی'' کا نام دیتا ہے اور جب ابوبکر، عمر اور عثمان کی خلافت کی تاریخ لکھتا ہے تو ان کے ناموں کے ساتھ ''خلیفہ'' نہیں لکھتا ہے، بلکہ ''تَوَلَّی الْاَمْرَ فُلَانٌ'' لکھتا ہے، پھر ان میں کسی پر طعن و تشنیع کیے بغیر نہیں گزرتا، وہ یہی برتاؤ کبار صحابہ کے ساتھ بھی کرتا ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا، ❹ خالد بن ولید، ❺ عمرو بن عاص، ❻ اور معاویہ بن ابی سفیان ❼ کے بارے میں نہایت بے ہودہ اور بری باتیں لکھی ہیں۔ واقعہ ''سقیفہ'' کو بے حد بھونڈے انداز میں ❽ ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ سے جو کہ وصی تھے، خلافت چھیننے کی یہ ایک سازش تھی، ان بہتان تراشیوں اور افترا پردازیوں کا اسلوب و طریقہ اس کی قوم یعنی شیعہ و روافض سے چنداں مختلف نہیں، بلکہ انھیں کی طرح یا تو پورا واقعہ من گھڑت ہوتا ہے، ❾ یا روایت میں زیادتی اور اضافہ ہوتا ہے یا واقعہ کی کسی بے محل اور نامناسب مقام پر پیش کرتا ہے تاکہ اس کا معنی و مفہوم بدل جائے اور یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ جب اموی خلفاء کو ذکر کرتا ہے تو انھیں ''ملوک'' سے اور خلفائے عباسیہ کا ذکر کرتا ہے تو انھیں ''خلفاء'' سے تعبیر کرتا ہے، اسی طرح جب شہروں اور ملکوں کا تذکرہ کرتا ہے تو سلطنت عباسیہ کو سلطنت مبارکہ لکھتا ہے۔ ❿

❶ تاریخ بغداد (۱۱/ ۳۹۸).
❷ المنتظم (۷/ ۴۰، ۴۱).
❸ میزان الاعتدال (۳/ ۱۲۳).
❹ تاریخ الیعقوبی (۲/ ۱۸۰، ۱۸۳).
❺ تاریخ الیعقوبی (۲/ ۱۳۱).
❻ تاریخ الیعقوبی (۲/ ۲۲۲).
❼ تاریخ الیعقوبی (۲/ ۲۳۲، ۲۳۸).
❽ تاریخ الیعقوبی (۲/ ۱۲۳، ۱۲۶).
❾ منہج کتابۃ التاریخ الاسلامی ص (۴۳۱).
❿ منہج کتابۃ التاریخ الاسلامی ص (۴۳۱).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ سب ایسی باتیں ہیں جن کے پس پردہ ان کے تقیہ کا شعار اور منافقت کی کارستانی جھلکتی ہے، یہ کتاب اسلامی تاریخ کی تدوین وتحریر میں انحراف اور کردارکشی کے خلاصہ کی حیثیت رکھتی ہے اور یہی کتاب ایسے بہت سے مستشرقین اور مغرب زدہ مولفین کا مرجع ہے جنھوں نے اسلامی تاریخ اور اس کی نامور ہستیوں پر طعن وتشنیع کی ہے، حالانکہ علمی اور تحقیقی اعتبار سے اس کتاب کی کوئی قیمت نہیں ہے، کیونکہ اس کے قسم اوّل میں قصوں، کہانیوں اور خرافات کی بھرمار ہے، جب کہ قسم دوم کے مشمولات گروہی نقطۂ نظر سے تحریر کیے گئے ہیں، اسی طرح منہجی اعتبار سے علمی وتحقیقی منہج کا جو سب سے آسان اور بنیادی قواعد ہیں وہ یکسر مفقود ہیں۔ ❶

۵۔ مروج الذہب اور معادن الجوہر / تالیف المسعودی (ت ۳۴۵ھ):

مسعودی کا نام ابوالحسن علی بن حسین بن علی المسعودی ہے، یہ صحابی رسول عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہے۔ ❷ اور کہا گیا ہے کہ اہل مغرب میں سے ہے، ❸ لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے، کیونکہ مسعودی نے اپنے بارے میں صراحت سے کہا ہے کہ وہ اصلاً عراقی ہیں ❹ اور مصر منتقل ہو کر وہاں سکونت اختیار کر لی تھی۔ ❺ ہاں اگر بلاد مغرب سے مراد بلاد مشرق کے برعکس شہر ہیں تو یہ ممکن ہو سکتا ہے کیونکہ مصر اسلامی مغرب کے شہروں میں سے ایک ہے۔ ❻ مسعودی ایک شیعہ آدمی ہے، ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''اس کی کتابیں تشیع نوازی اور معتزلی حمایت سے لبالب ہیں۔'' ❼

اس نے لکھا ہے کہ نظام ''وصیت'' عہد آدم علیہ السلام سے لے کر صدی درصدی ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک چلا آرہا ہے، پھر اس نے نص ❽ اور انتخاب خلیفہ کے بارے میں لوگوں کے اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے اور شیعوں کی رائے کو ترجیح دی ہے جو خلافت کو من جانب اللہ منصوص مانتے ہیں۔ ❾

اپنی کتاب مروج الذہب میں علی رضی اللہ عنہ کے متعلق حوادث وواقعات کو جس قدر اہتمام سے ذکر کیا ہے اس کے بالمقابل اسی کتاب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کو کہیں زیادہ کم تر اہتمام سے ذکر کیا ہے، اس نے اپنی ساری کوشش اور سارا اہتمام واضح طور پر علوی گھرانے کے پیچھے صرف کیا ہے۔ ❿ اور نہایت بے شرمی اور ڈھٹائی سے ابتدائے اسلام کی تاریخ کو مسخ کیا ہے۔

یہ چند قدیم کتابیں ہیں جن سے ہم خبردار کیے دیتے ہیں، اس لیے کہ بعض معاصر مورخین کی تحریروں میں اس

---

❶ منهج كتابة التاريخ الإسلامی ص (٤٣١). ❷ منهج كتابة التاريخ الإسلامی ص (٤٣٢).
❸ الفهرست / ابن النديم ص (١٧١) نيز سير أعلام النبلاء.
❹ الفهرست / ابن النديم ص (١١٧). ❺ معجم الأدباء (١٣/ ٩١، ٩٣).
❻ منهج المسعودی فی كتابة التاريخ ص (٤٤) أثر التشيع ص (٢٤٣).
❼ لسان الميزان (٤/ ٢٢٥) أثر التشيع ص (٢٤٦).
❽ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ خلافت من جانب اللہ منصوص ہوا کرتی ہے، لوگوں کے انتخاب کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا، بلکہ خلیفہ من جانب اللہ متعین ہوتا ہے، جب کہ صحیح بات یہ ہے کہ خلافت اصحاب حل وعقد کے اختیار وانتخاب پر موقوف ہے۔ (مترجم)
❾ مروج الذهب للمسعودی (١/ ٣٨). ❿ أثر التشيع على الروايات التاريخية (٢٤٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے اثرات نمایاں ہیں، جیسے کہ طٰہ حسین کی کتاب "الفتنة الكبرىٰ - علي و بنوه" اور عقاد کی کتاب "عبقرية علي" میں یہ چیز دیکھی جا سکتی ہے، ان دونوں نے ضعیف اور موضوع روایات میں غوطہ خوری کی اور انھیں کی بنا پر اپنا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا، بالآخر وہ درست نتیجہ تک نہ پہنچ سکے اور صحابہ کرام کے حق میں بے حد گھناؤنی غلطیوں میں واقع ہو گئے۔ یہی حال "الخلفاء الراشدون" میں اس کے مولف عبدالوہاب نجار کا ہے، انھوں نے کتاب "الإمامة والسياسة" کے حوالے سے متعدد رافضی روایات کو نقل کیا ہے، اسی طرح حسن بن ابراہیم حسن اپنی کتاب ''عمرو بن عاص'' میں بڑی غلطی کا شکار ہوئے ہیں اور روافض کی موضوع روایات پر اعتماد کرتے ہوئے یہ لکھ مارا ہے کہ عمرو بن عاص ایک مفاد پرست اور لالچی آدمی تھے، کسی معاملہ میں اس وقت تک مداخلت نہ کرتے تھے، جب تک کہ انھیں اس میں اپنی کوئی مصالحت اور دنیاوی منفعت نظر نہ آتی۔ ❶

ان لوگوں کے علاوہ اور بھی بہت سارے مورخین اور سیرت نگار ہیں جو اسی راستہ پر چلے اور تاریخی روایات کے انبار سے کھرے کھوٹے کی تمیز کرنے میں اہل سنت و جماعت کا منہج چھوڑ دینے کی وجہ سے گمراہی کے تاریک گڑھے میں جا گرے۔

استشراق اور اسلامی تاریخ

روافض شیعہ کا فرقہ اپنے متعدد گروہوں اور ذیلی فرقوں کے ساتھ اسلامی تاریخ کی تحریف میں سب سے زیادہ اثر انداز رہا، تمام فرقوں میں یہ سب سے قدیم فرقہ ہے، ان کے پاس سیاسی تنظیم ہے، اور یہ اعتقادی تصورات اور منحرف فکری منہج کے حامل ہیں، یہ فرقہ اپنے مخالف پر جھوٹ بولنے میں سب سے آگے ہے، یہ لوگ صحابہ کے سب سے زیادہ مخالف ہیں، جیسے کہ اس کی تفصیل آئندہ صفحات میں آرہی ہے۔ صحابہ کرام کو گالی دینا اور ان کی تکفیر کرنا خاص طور پر شیخین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہنا، ان کے بنیادی عقائد میں داخل ہے، یہ لوگ ان دونوں کو ''جبت'' اور ''طاغوت'' کہتے ہیں۔ ❷

منظم طور پر شیعہ حضرات کے پاس ایسے متعدد راوی اور واقعات کے ناقلین تھے جنھوں نے ان کی افترا پردازیوں کو عام کرنے اور اسلامی تاریخ کے واقعات، خاص کر مسلمانوں کے اندرونی واقعات و حوادث پر لکھی جانے والی کتابوں میں انھیں گھسیڑنے کا بیڑا اٹھا رکھا تھا، اسی طرح تاریخی روایات اور قصے کہانیوں کو گھڑنے میں شعوبیت اور عصبیت کا خاصا اثر تھا، جن کا ہدف یہ تھا کہ اسلامی تاریخ کے شان دار کارناموں کو مسخ کیا جائے اور ایک گروہ کو دوسرے گروہ پر، ایک شہر والوں کو دوسرے شہر والوں پر یا ایک جنس کو دوسرے جنس پر فوقیت دی جائے اور اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (الحجرات: ۱۳) میں تفاضل کا جو شرعی میزان ہے، یعنی تقویٰ اسے دور کر دیا جائے۔

بہرحال ان گمراہ فرقوں نے صرف اسی پر بس نہ کی بلکہ قصہ گوئی اور داستان سرائی کرنے والوں کی عوامی

---

❶ تاریخ عمر [illegible] ❷ [illegible] (۳۲)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مقبولیت، ان کی کثرت اور اکثریت کی جہالت، پھر سنت سے ان کی لاعلمی کو اپنے مفاد میں استعمال کیا اور ان میں عیش کوش اور پیشہ ور گروہ کے انحراف کو اپنے لیے حربہ بنایا، چنانچہ ان گمراہ فرقوں نے ان کے درمیان اپنے اکاذیب، حکایات، دیو مالائی قصوں اور جھوٹ واقعات کو چل چل کر بیان کیا اور پھر ان جاہلوں اور بے وقوفوں نے بلا سمجھے بوجھے ان قصہ کہانیوں کو قبول کیا اور عوام الناس میں انھیں پھیلایا، اس طرح ان کے راستوں سے صحابہ کرام، تابعین اور علمائے اسلام کے خلاف ایسی سیکڑوں جھوٹی احادیث پھیل گئیں جس سے ان کی شان میں گستاخی اور کردار کشی کے ساتھ ان کی تاریخ مسخ ہوتی ہے۔ یہ تو اللہ کا بہت بڑا فضل اور اس کی توفیق رہی کہ اس نے علمائے ناقدین کے ایک گروہ کو مامور کر دیا جنھوں نے راویوں اور مرویات کی تنقید وتمحیص میں بے پناہ کوشش کی، صحیح وغلط کا فرق واضح کیا، امت مسلمہ کی تاریخ اور عقیدہ کی طرف سے دفاع کیا، یہ علمائے سنت کا گروہ تھا، جنھوں نے جھوٹی احادیث کو ایک ایک کر کے الگ کیا، ضعیف، متہم اور "اهل الآهواء" راویوں کی نشان دہی کی، روایات کی تنقید اور ان کے قبول ورد میں ان کی کاوشیں بڑی اور قابل ستائش ہیں۔

تاریخی مغالطات کی توضیح، اور اس باب کی جھوٹی روایات کی تردید میں قاضی ابن العربی اپنی کتاب "العواصم من القواصم" میں سب سے زیادہ نمایاں طور پر سامنے آئے، اسی طرح امام ابن تیمیہ نے بھی بہت ساری کتابوں اور کتابچوں خاص طور سے اپنی مایہ ناز کتاب "منهاج السنة النبوية فی نقض كلام الشيعة و القدرية" میں ان کی تردید کے لیے کمر کسی اور حافظ ذہبی نے تاریخ میں "سير أعلام النبلاء" اور "تاریخ اسلام" اور تنقید رجال میں "میزان الاعتدال" جیسی تالیفات کے ذریعے سے اس مہم کو آگے بڑھایا اور مفسر ومورخ حافظ ابن کثیر نے اپنی کتاب "البداية والنهاية' حافظ ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح البخاری "لسان الميزان"، "تهذيب التهذيب"، اور "الإصابة فی معرفة الصحابة" کے ذریعے سے اس میدان کو سر کیا۔

تاریخی واقعات کی تحریف اور دور اوّل کے مسلمانوں کی کردار کشی کے وسائل:

- جھوٹ اور ملمع سازی۔
- کسی صحیح روایت یا صحیح واقعہ میں اس انداز سے حذف واضافہ کہ حقیقت بگڑ جائے اور اصلیت گم ہو جائے۔
- کسی روایت کو ایسی جگہ رکھنا جہاں اس کا کوئی سیاق نہ ہو، تاکہ روایت کا معنی ومقصد اپنے مقام سے ہٹ جائے اور واقعات کی باطل طریقے سے تاویل وتفسیر کرنا۔
- غلطیوں اور سلبی پہلوؤں کو ابھارنا اور حقائق وصحیح تصویر کو چھپانا۔
- من گھڑت تاریخی واقعات وحوادث کی تائید میں اشعار گھڑنا، اس لیے کہ کسی واقعہ کے متعلق کسی عربی شعر کا وجود واقعہ کی توثیق وتائید کے لیے تاریخی سند کی حیثیت رکھتا ہے۔
- مشہور علماء وشخصیات کی طرف خود ساختہ کتابوں اور رسائل کو منسوب کر دینا، جیسے کہ روافض سے "الامامة والسياسة" نامی کتاب کو ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری کی طرف منسوب کر دی کیونکہ اہل سنت کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نزدیک آپ کی شخصیت مسلم اور ثقہ تھی۔

انھیں اکاذیب اور تحریفات کو پچھلی صدی میں مستشرقین، نصرانیت کے مبلغین اور یورپ کے علماء و مصنفین نے عالم اسلام کے استعمار کے دوران ہاتھوں لیا، انھیں یہ اکاذیب کیا ملے کہ متاع گم گشتہ ہاتھ لگ گیا، چنانچہ انھیں کریدنے اور نمایاں کرنے کے لیے اپنی پوری کوشش صرف کرنے لگے، صرف اسی پر بس نہ کی بلکہ اپنی عصبیت، اور مسلمانوں سے نفرت کے جذبہ میں اپنی طرف سے مزید جھوٹ کا اضافہ کر دیا، مثلاً ایسے واقعات کو گھسیڑ دیا جن کی سرے سے کوئی بنیاد ہی نہیں، یا اپنے عقیدہ ونظریہ کے مطابق تاریخی واقعات کو مسخ کرنے کی نیت سے ان کی غلط تفسیر و تاویل کی یا اپنے مفاد میں اس کی توجیہ کی، پھر عالم اسلام و بلاد عرب میں ان کے شاگردوں کی ایک بڑی تعداد نے ان کی ہم نوائی کی، بحث و تحقیق میں انھیں کا منہج و اصول اپنایا، تاریخی واقعات کی تفسیر اور ان کی تحلیل و تجزیہ میں انھیں کے افکار و خیالات کی تقلید کی اور عالم اسلام سے ان کے کوچ کر جانے کے بعد یہی لوگ ان کے علم بردار بنے اور صورت حال اس قدر بدل گئی کہ ان کے مستشرقین اساتذہ اور ان سے ماقبل کے گمراہ و بدعتی فرقوں کے بالمقابل ان کا نقصان اور ایذا رسانیاں بہت سخت اور دور رس اثرات کی حامل رہیں، اس لیے کہ اپنے اساتذہ کی طرح ان کا بھی یہی دعویٰ رہا کہ ہم خالص علمی روح اور غیر جانبدار علمی تحقیق پیش کر رہے ہیں، حالانکہ ان کا دعوائے خلوص محض ایک ڈھکوسلا ہے، حق کے لیے اخلاص، تاریخی واقعات کے اثبات میں صاف ستھرے علمی منہج کی پیروی یعنی روایات میں مقارنہ، مصادر کا علمی معیار اور تحقیقی وزن دیکھنا، ناقلین کی امانت داری کہ جو کچھ لکھا وہ کہاں تک صحیح ہے۔ اخبار و روایات کو میزان تحقیق پر تولنا، انسانی آبادی کے احوال وظروف اور اس کی طبیعتوں سے واقفیت وغیرہ نام کی کوئی چیز ان کے یہاں نہیں پائی جاتی۔ [1] علمی منہج کی صرف چند دکھاوے کی چیزوں مثلاً حاشیہ جات اور مراجع کی ترتیب وغیرہ پر دھیان دیا ممکن ہے علمی تحقیق ومنہج کا مفہوم ان کے یہاں یہی ہو۔ [2]

علامہ محب الدین الخطیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ہم میں جو لوگ غیر اسلامی تہذیب وثقافت اختیار کر چکے ہیں وہ اس وہم میں مبتلا ہیں کہ ہم اپنے ماضی سے صحیح معنوں میں نابلد ہیں اور ہمارے ماضی کی شخصیات کے متعلق ہمارا موقف ان وکیلوں جیسا ہے جو متہم افراد کی طرف سے وکالت کرتے ہیں، اتنا ہی نہیں بلکہ یہ لوگ شکوک و شبہات کی وادی میں مستشرقین کے پیچھے چلتے ہوئے اغیار کے سامنے خودنمائی کی حرص میں اس قدر نیچے اتر جاتے ہیں کہ خود کو عرب اور اسلام کے ماضی سے بالکل لاتعلق ثابت کرتے ہیں، ان کے ذہنی دیوالیہ پن اور بے اطمینانی کا یہ حال ہے کہ جب حقانیت کی تعلیمات انھیں تلاش حقیقت کی دعوت دیتی ہیں اور اسی کی روشنی میں فیصلہ کرنے اور ان سے اطمینان حاصل کرنے کی طرف بلاتی ہیں تو انھیں اطمینان کہیں نظر آتا ہے اور نفس پرستی کے دھارے میں بہ جاتے ہیں۔'' [3]

---

[1] منہج کتابة التاريخ الإسلامی / محمد صامل ص (٥٠٢).

[2] منہج کتابة التاريخ الإسلامی / محمد صامل ص (٥٠٢).

[3] المصادر الأولی لتاریخنا / مجلة الأزهر ١٣٧٢ھ.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسلامی تاریخ کے حقائق کو بگاڑنے اور تحریف کرنے کے لیے مستشرقین اور ان کے شاگردوں کا سب سے اہم کردار:

اس سلسلہ میں سب سے اہم ذریعے سے ان کے پاس یہ ہوتا ہے کہ وہ تاریخی واقعات کی غلط توجیہ کرتے ہیں، انھیں اپنی منشا کے مطابق اپنے دور کے حالات وظروف اور تقاضوں پر تولتے ہیں۔ اس بات کی قطعاً تحقیق نہیں کرتے کہ یہ واقعہ پیش بھی آیا تھا یا نہیں اور اگر پیش بھی آیا تو اس دور کے حالات وظروف کیا تھے؟ کس ماحول میں واقعہ پیش آیا؟ لوگوں کے نظریات اور عقائد کیا تھے؟ اس لیے کسی واقعہ یا حادثہ کی توجیہ وتجزیہ سے پہلے اس کا ثبوت ضروری ہے اور ثبوت کے لیے کسی کتاب میں اس کا لکھا ہوا ہونا کافی نہیں ہے، [1] اس لیے کہ تاریخی واقعات کی تحلیل وتجزیہ کا مرحلہ ثبوت کے مرحلہ کے بعد پیش آتا ہے۔

اسی طرح واقعہ کی تفسیر وتوجیہ کی صحت ودرستگی کے لیے ضروری ہے کہ وہ تاریخی روایات کے منطوق، موضوع بحث، معاشرہ کے مزاج اور جس ماحول میں واقعہ پیش آیا اس سے ملتا جلتا ہو، نیز یہ توجیہ وتجزیہ دوسرے مسلمہ واقعہ یا واقعات سے متعارض نہ ہو۔ اسی طرح یہ بھی مناسب نہیں ہے کہ عصر حاضر کے بہت سے تجزیہ نگار مورخین کی طرح واقعہ کی توجیہ وتجزیہ کے لیے صرف اس کے ایک محرک پر نگاہ رکھی جائے بلکہ ان تمام عوامل پر توجہ دینا ضروری ہے جو درپیش واقعہ پر اثر انداز ہوئے ہیں، خاص طور پر اعتقادی اور فکری عوامل پر زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ ان تمام باتوں کے علاوہ یہاں ایک پہلو اور بھی قابل غور ہے، وہ یہ کہ واقعات وحوادث کا تاریخی تجزیہ بہرحال ایک بشری اجتہاد ہے جس میں غلطی اور صحت دونوں کا امکان ہوتا ہے، جسے نہیں بھولنا چاہیے، شاید یہی وجہ ہے کہ بعض اہل قلم نے گمراہ فرقوں کی تاریخ کو بھی سراہا ہے، ان کے کردار کو خوب بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے اور ان ایک مصلح ومظلوم کی شکل میں ان کی تصویر کشی کی ہے اور یہ ثابت کرنا چاہا کہ مسلم مورخین ان پر بلاوجہ چڑھ دوڑتے ہیں، چنانچہ ایسے لوگوں کی نگاہوں میں قرامطہ، اسماعیلیہ، رافضہ امامیہ، فاطمیہ، زنج، اخوان الصفا اور خوارج سب کے سب اصلاح، عدالت اور حریت ومساوات کے داعی ہیں اور ان کی انقلابی تحریکیں ظلم وجور کے خلاف اصلاح کی تحریکیں تھیں۔

پس ایسا پروپیگنڈہ اور اسلامی تاریخ کے خلاف یہ افواہیں اور پھر اسلامی تاریخ کے مصلحین وپاکیزہ نفوس کی سیرت وکردار کا گمراہ فرقوں کے قائدین سے موازنہ کرنا، یہ سب ایسی باتیں ہیں جو کسی بھی غیر مسلم قوم سے بعید نہیں ہے، کیونکہ وہ اپنے عقیدہ کے مطابق شب وروز اور خفیہ واعلانیہ غرض یہ کہ ہر طریقہ سے اسلام کے خلاف سازش کرنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں، ایمان سے عاری اور کفر کی ملتوں سے اس کے علاوہ توقع ہی کیا کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنے ہم مشرب بھائیوں کی مدد کریں گے، تعجب اس پر نہیں بلکہ اس بات پر ہے کہ استشراقی حکومت کے زوال کے بعد اسلامی تاریخ میں تحریف اور اس کی کردارکشی کا علم ایسے لوگ اٹھائیں جن کے نام اسلامی ہوں اور مسلمانوں کی اولاد ہوں اور پھر مسلمانوں ہی کے خلاف زہرافشانی کریں تاکہ سادہ لوح مسلمانوں کو صراط مستقیم سے بہکا دیں،

---

[1] منهج كتابة التاريخ الإسلامي (٥٠٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ وہ لوگ ہیں جو ادب، قصے کہانیوں، قومی واقعات اور بے بنیاد و غیر مستند کتابوں سے ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر ضعیف، مشکوک، اور ساقط الاعتبار روایات کو نکالتے ہیں اور ان سے چمٹ جاتے ہیں، عموماً ایسے ہی کتابیں ان کا مرجع ہوتی ہیں، مزید برآں طبری اور مسعودی کی جھوٹی روایات کو بھی اس میں شامل کر لیتے ہیں، حالانکہ انھیں اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ کتابیں قابل اعتبار علمی مرجع نہیں ہیں۔

ہمیں یہ لکھنے میں ذرا بھی دریغ نہیں کہ اسلامی تاریخ پر اور خاص طور سے دور اوّل کے مسلمانوں کے تاریخ پر ظلم ہوا ہے۔

کردار کشی کا ظلم کہ جس میں مخصوص مواقف کو بحث و مباحثہ کا موضوع بنایا گیا ہے، جنگوں اور لڑائیوں کے تحلیل و تجزیہ پر پوری توجہ صرف کی گئی ہے، ان کی غیر حقیقی منظر کشی کی گئی ہے تاکہ انھیں جہاد فی سبیل اللہ کا نام نہ دیا جاسکے۔ اسی طرح صحابہ کرام کے درمیان رونما ہونے والے داخلی فتنوں پر زور دیا گیا ہے تاکہ باور کرایا جاسکے کہ صحابہ خود باہمی اختلاف کا شکار تھے، پھر ان فتنوں کو اس انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ جیسے عصر حاضر کی سیاسی چالبازیاں اور باہمی کشمکش ہوں۔

چشم پوشی اور نظر انداز کا ظلم کہ جس میں ہر قابل تقلید عمل اور اسوۂ حسنہ کو قصداً نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

شکوک وشبہات کا ظلم کہ جس میں شکوک وشبہات کی بہترین تاریخ، تاریخی ہستیوں اور خود مسلم مورخین کی طرف پھینکی گئی ہیں اور ان کی معلومات اور صداقت و امانت پر شک وشبہ ظاہر کیا گیا ہے۔

تجزیہ و تحلیل کا ظلم کہ جس میں تجزیہ کے نام پھر اسلامی تاریخ کو ریاسیت، ملکی، یا نسلی تقسیم کی طرح مختلف ٹکڑوں میں اس انداز میں تقسیم کر دینے کی کوشش کی ہے کہ جن میں باہم کوئی رابطہ نظر نہ آئے۔

مختصر یہ کہ مذکورہ تمام تر وسائل و ذرائع اور خارجی حملے ہماری اسلامی تاریخ کو جڑ سے منہدم کر دینے اور اس کے روشن نقوش کو تاریک کر دینے کی پوری کوشش میں ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کی تربیت صحیحہ اور قدوۂ حسنہ کے پہلو کو اس باب سے غائب کر دیں۔

لہٰذا ہر مسلم مورخ کے لیے ان وسائل کی معرفت اور اپنے خیالات و منہج میں مستشرقین کے نقش قدم پر چلنے والوں کی معرفت ضروری ہے اور ایسے لوگوں سے ہوشیار رہتے ہوئے بہت احتیاط و تحقیق کے بعد ان کی باتیں قبول کی جائیں، اگر ہمارے علمائے سلف نے ـ اللہ ان پر رحم کرے ـ بہت سارے راویوں پر نقد اور ان کی روایات کی تضعیف اس لیے کی ہے کہ انھوں نے اہل کتاب کی روایات قبول کی ہیں اور اسرائیلیات کو روایت کیا ہے تو کیا ہمارے لیے یہ قدوہ نہیں ہے کہ مستشرقین کے اقوال اور ان کے خیالات ونظریات سے اتفاق کرنے والوں کی باتیں قبول کرنے میں ہم توقف کریں، بلکہ جب تک صحت کی کوئی واضح اور ٹھوس دلیل نہ مل جائے ان پر بالکل اعتبار نہ کریں۔ ❶

❶ منہج كتابة التاريخ الإسلامي ص: ...

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ساتویں فصل

خوارج وشیعہ کے بارے میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا موقف

- خوارج کا تعارف
- سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اور شیعی فکر
- ''امامت'' روافض شیعہ کا اہم عقیدہ
- امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی زندگی کے آخری ایام اور شہادت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خوارج سے ہوئے

معرکہ نہروان کے دن سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں مارقین یعنی دین سے نکل جانے والوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہوں اور یہ لوگ مارقین میں سے ہیں۔''

پھر کہا اے لوگو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: ''میری اُمت سے ایک ایسی قوم نکلے گی: ان کی تلاوتِ قرآن کے آگے تمھاری تلاوت کچھ نہ ہوگی، ان کی نماز کے آگے تمھاری نماز کچھ نہ ہوگی، ان کے روزوں کے آگے تمھارے روزے کچھ نہ ہوں گے، وہ قرآن پڑھیں گے اور سمجھیں گے کہ اس میں ہمارا فائدہ ہے حالانکہ وہ ان کا ضرر ہوگا، نماز ان کے گلوں سے نہ اُترے گی، وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۱)

خوارج کا تعارف

خوارج کی نشو ونما اور ان کا تعارف:

اہل علم نے خوارج کی متعدد تعریفیں کی ہیں، ان میں چند یہ ہیں:

- ابوالحسن الاشعری فرماتے ہیں کہ خوارج اس گروہ کو کہتے ہیں جس نے چوتھے خلیفۂ راشد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج (بغاوت) کیا اور آپ کے خلاف اس کا خروج ہی ''خوارج'' نام رکھنے کا سبب بنا، آپ لکھتے ہیں کہ ''خوارج'' کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب علی رضی اللہ عنہ نے معاہدہ ''تحکیم'' قبول کرلیا تو انھوں نے آپ کے خلاف خروج (بغاوت) کردیا۔ [1]
- اور ابن حزم رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ وہ شخص جو کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج (بغاوت) کرنے والوں کا ہم عقیدہ اور ہم مشرب ہو وہ خارجی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

''جو شخص بھی انکار ''تحکیم''، مرتکبین کبائر کی تکفیر، ظالم ائمۃ المسلمین کے خلاف خروج، مرتکبین کبائر کے دائمی جہنمی اور غیر قریش میں امامت کے جواز کا عقیدہ رکھنے والوں میں خوارج کی موافقت کرے وہ خارجی ہے اور اگر مذکورہ چیزوں میں ان کے مخالف ہے اور مسلمانوں کے درمیان دیگر مختلف فیہ مسائل میں بھی ان کے خلاف ہے تو وہ خارجی نہیں ہے۔'' [2]

- اور علامہ شہرستانی رحمہ اللہ نے خوارج کی تعریف کا دائرہ عام کردیا ہے اور ایسے تمام لوگوں کو خارجی شمار کرتے ہیں جو کسی بھی زمانے میں شرعاً مسلمانوں کے متفق علیہ امام کے خلاف خروج (بغاوت) کریں، چنانچہ خوارج کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

''برحق طریقہ پر متفق علیہ کسی بھی امام کے خلاف خروج کرنے والے کو خارجی کہا جائے گا، خواہ ایام صحابہ میں خلفائے راشدین کے خلاف خروج ہو یا ان کے بعد تابعین اور مابعد کے زمانے میں دیگر ائمہ کے خلاف۔'' [3]

- ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''خوارج وہ لوگ ہیں جنھوں نے معاملۂ ''تحکیم'' کو لے کر علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا، آپ سے اور

---

[1] مقالات الإسلاميين ۱/ ۲۰۷ .
[2] الفصل فی الملل و النحل ۲/ ۱۱۳ .
[3] الملل و النحل ۲/ ۱۱۳ .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عثمان اور ان کی ذریت پر تبرّ ابازی کی اور ان سے لڑائیاں لڑیں، اگر یہ لوگ ان کی مطلقاً تکفیر کریں تو وہ غالی (متعصب) خوارج ہیں۔'' ❶

اور دوسری تعریف میں فرماتے ہیں:

''خوارج، باغیوں کا ایک گروہ ہے، یہ بدعتی گروہ تھا، دینی حکم اور مسلمانوں کی پاکیزہ ہستیوں کے خلاف ان کی بغاوت کی وجہ سے انھیں خوارج کہا جاتا ہے۔'' ❷

○ ابوالحسن ملطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''خوارج کا پہلا گروہ ''مُحَکِّمَه'' کا گروہ ہے، جو ''لَا حُكْمَ إِلَّا لِلّٰهِ'' کا نعرہ لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ علی نے ابوموسیٰ اشعری کو حَکَم بنا کر کفر کیا، کیونکہ ''فیصلہ'' صرف اللہ کے لیے ہے۔ یہ فرقۂ خوارج ہے۔ ''تحکیم'' پر متفق ہونے والے دن علی رضی اللہ عنہ کے خلاف ان کے خروج کی وجہ سے انھیں خوارج کہا جاتا ہے، اس لیے کہ انھوں نے ''تحکیم'' کو ناپسند کیا اور ''لَا حُكْمَ إِلَّا لِلّٰهِ'' کا نعرہ لگایا۔'' ❸

○ ڈاکٹر ناصر العقل لکھتے ہیں:

''خوارج وہ ہیں جو مرتکبین کبائر کی تکفیر کرتے ہیں اور ظالم مسلم حکمرانوں کے خلاف خروج (بغاوت) کرتے ہیں۔'' ❹

خلاصہ یہ کہ خوارج وہ گروہ ہے جس نے معرکۂ صفین میں علی رضی اللہ عنہ کے معاہدہ ''تحکیم'' کو قبول کر لینے کی وجہ سے ان کے خلاف خروج (بغاوت) کیا تھا، یہ لوگ خوارج کے علاوہ دیگر القاب و اسماء سے بھی جانے پہچانے جاتے ہیں مثلاً ''حروریہ''، ❺ ''شراۃ''، ❻ ''المارقۃ'' یا ''مُحَکِّمَه'' ❼ وغیرہ۔ واضح رہے کہ یہ لوگ ''مارقۃ'' کے علاوہ بقیہ مذکورہ القاب کو اپنے حق میں تسلیم بھی کرتے ہیں۔ البتہ مارقہ کو اس لیے نہیں مانتے کہ انھیں حدیث میں ((مَارِقَةٌ مِّنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ)) ❽ یعنی جس طرح تیر جانور سے نکل جاتا ہے ایسے ہی انھیں دین سے نکل جانے والا کہا گیا ہے۔

بعض علماء نے خوارج کی پیدائش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک طویل کیا ہے اور ذوالخویصرہ کو سب سے

---

❶ هدى السارى فى مقدمة فتح البارى ص ٤٥٩ . ❷ فتح البارى ٢/ ٢٨٣ .

❸ التنبيه و الرد على أهل الأهواء و البدع ص ٤٧ .

❹ الخوارج / ناصر العقل ص ٢٨ .

❺ اس کی وجہ تسمیہ ہے کہ الگ ہونے کے بعد یہ لوگ سب سے پہلے مقام ''حروراء'' میں اکٹھا ہوئے تھے۔

❻ ''شراۃ'' کے معنی سودا کر لینے والے، چنانچہ یہ لوگ اپنے بارے میں کہتے ہیں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے اپنی جانوں کا سودا کر لیا ہے۔

❼ اس کی وجہ تسمیہ ہے کہ یہ تحکیم کے منکر اور ''لَا حُكْمَ إِلَّا لِلّٰهِ'' کے نعرے باز تھے۔

❽ مقالات الإسلاميين ١/ ٢٠٧ .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پہلا خارجی مانا ہے، جس نے علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے یمن سے بھیجے گئے چمڑے کے تھیلے میں سونے کے ڈلوں کی تقسیم کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیا تھا، جس کی تفصیل ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے اس طرح وارد ہے:

''یمن سے علی بن ابی طالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیری کی پتوں سے دباغت دیے ہوئے چمڑے کے ایک تھیلے میں سونے کے چند ڈلے بھیجے، ان سے (کان کی) مٹی بھی ابھی صاف نہ کی گئی تھی۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سونا چار آدمیوں میں تقسیم کر دیا، عیینہ بن بدر، اقرع بن حابس، زید الخیر اور چوتھے علقمہ بن کلاثہ یا عامر بن طفیل تھے۔ آپ کے اصحاب میں سے ایک صاحب نے اس پر کہا کہ ان لوگوں سے زیادہ ہم اس سونے کے مستحق تھے۔ راوی کا بیان ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا: ((أَلَا تَأْمَنُونِي وَ أَنَا أَمِينُ مَنْ فِي السَّمَاءِ يَأْتِينِي خَبَرُ السَّمَاءِ صَبَاحًا وَ مَسَاءً)) ''کیا تم مجھ پر اعتبار نہیں کرتے، حالانکہ میں ہستی کا امین ہوں جو آسمان پر ہے اور اس کی وحی میرے پاس صبح وشام آتی ہے۔'' راوی نے بیان کیا کہ پھر ایک شخص جس کی آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں، دونوں رخسار پھولے ہوئے تھے، پیشانی بھی ابھری ہوئی تھی، گھنی داڑھی، سر منڈا ہوا اور تہبند اٹھائے ہوئے تھا، کھڑا ہوا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! اللہ سے ڈریے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((وَيْلَكَ أَوَلَسْتُ أَحَقَّ أَهْلِ الْأَرْضِ أَنْ يَتَّقِيَ اللّٰهَ)) ''افسوس تجھ پر، کیا میں اس روئے زمین پر اللہ سے ڈرنے کا سب سے زیادہ مستحق نہیں ہوں۔'' پھر وہ شخص چلا گیا، خالد بن ولید نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں کیوں نہ اس شخص کی گردن مار دوں؟ آپ نے فرمایا: ((لَا ، لَعَلَّهُ أَنْ يَكُونَ يُصَلِّي)) ''نہیں، شاید وہ نماز پڑھتا ہو۔'' اس پر خالد نے عرض کیا کہ بہت سے نماز پڑھنے والے ایسے ہیں جو زبان سے اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں اور ان کے دل میں وہ نہیں ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إِنِّي لَمْ أُومَرْ أَنْ أَنْقُبَ قُلُوبَ النَّاسِ وَلَا اَشُقَّ بُطُونَهُمْ .)) ''مجھے اس کا حکم نہیں ہوا ہے کہ لوگوں کے دلوں کا کھوج لگاؤں اور نہ اس کا حکم ہوا ہے کہ ان کے پیٹ چاک کروں۔'' راوی نے بیان کیا کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کی طرف دیکھا تو وہ پیٹھ پھیر کر جا رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّهُ يَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِئِي هٰذَا قَوْمٌ يَتْلُونَ كِتَابَ اللّٰهِ رَطْبًا وَلَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ - وَ اَظُنُّهُ - قَالَ: لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ ثَمُودَ .)) [1]

''اس کی نسل سے ایک ایسی قوم نکلے گی جو کتاب اللہ کی تلاوت بڑی خوش الحانی کے ساتھ کرے گی، لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، دین سے وہ لوگ اس طرح نکل چکے ہوں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے اور میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: اگر میں ان کے دور میں ہوا تو قوم ثمود کی طرح ان کو قتل کروں گا۔''

[1] صحیح البخاری حدیث نمبر ٤٣٥١

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ''خوارج کا سب سے پہلا اور بدترین آدمی ذوالخویصرہ تمیمی'' ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اس نے اعتراض کرتے ہوئے کہا تھا: انصاف سے کام لیجیے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ((وَيْلَكَ ، وَ مَنْ يَّعْدِلُ إِذَا لَمْ أَعْدِلُ .)) [1] ''تیرا ستیاناس ہو، کون انصاف کرے گا، اگر میں نے نہیں کیا؟'' اس طرح یہ پہلا خارجی ہے جس نے اسلام میں بغاوت کا شوشہ چھوڑا، اس کی مصیبت یہ تھی کہ اس نے خود رائی کو پسند کیا، اگر وہ کچھ دیر توقف کرتا تو جان لیتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کے آگے کسی کی رائے کا کوئی مطلب نہیں ہوتا، اسی آدمی کے ہم خیال وہم مشرب لوگوں نے علی رضی اللہ عنہ سے بغاوت کر کے ان سے جنگ لڑی۔ [2] ابومحمد بن حزم [3] اور علامہ شہرستانی [4] نے ذوالخویصرہ کو سب سے پہلا خارجی قرار دیا ہے۔

کچھ علماء کا خیال ہے کہ خوارج کی پیدائش ان لوگوں سے شروع ہوئی جنھوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بلوا کر کے آپ کو ظلم وتعدی کے ساتھ قتل کر دیا۔ ان بلوائیوں کے اس فتنہ کو ''فتنۂ اولیٰ'' کہا جاتا ہے۔ [5] جس کے بارے میں شارح عقیدہ طحاویہ امام ابن ابی العز الحنفی فرماتے ہیں کہ ''...... ''فتنہ اولیٰ'' میں خوارج اور شیعہ پیدا ہوئے۔'' [6] حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بلوا پیدا کرنے اور پھر آپ کو شہید کر دینے والوں کو ''خوارج'' کہا ہے۔ چنانچہ عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں بلوائیوں کے قاتلانہ حملے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''خوارج آئے اور بیت المال کا مال لوٹ لیا، اس میں بہت ساری چیزیں تھیں۔'' [7]

مذکورہ تفصیلات کو سامنے رکھتے ہوئے خوارج کے بارے میں جو بات راجح معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ ذوالخویصرہ، عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف اٹھنے والے بلوائیوں نیز ''تحکیم'' کی بنا پر علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کرنے والے خوارج کے درمیان اگرچہ کافی گہرا اور مضبوط ربط ہے، لیکن دقیق معنی میں خوارج کی اصطلاح صرف ان لوگوں پر صادق آتی ہے جنھوں نے معاملۂ ''تحکیم'' کی وجہ سے خروج کیا، وہ ایک گروہ کی شکل میں ابھرے تھے، جس کا ایک خاص فکر اور خاص سیاسی نظریہ تھا اور جس نے سابقہ حالات کے برعکس واضح طور پر مسلم ماحول میں ایک جدید فکری واعتقادی رجحان چھوڑا۔ [8]

خوارج کی مذمت میں واردشدہ احادیث:

خوارج کی مذمت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی احادیث ثابت ہیں۔ ان میں خوارج کے ایسے گھناؤنے اور قابل نفریں اوصاف کا تذکرہ ہے کہ جن کی وجہ سے وہ بے حد گھٹیا اور خبیث ترین مقام کے مستحق ٹھہرتے ہیں، چنانچہ یہاں چند احادیث تحریر کی جاتی ہیں جن میں ان کی مذمت کی طرف واضح اشارہ ملتا ہے۔

○ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے اور آپ کچھ تقسیم کر رہے تھے، اتنے

[1] صحیح مسلم ۲/ ۷۴۰ .
[2] تلبیس إبلیس ص ۹۰ .
[3] الفصل فی الملل و الأهواء و النحل ٤/ ۱۵۷ .
[4] الملل والنحل ۱/ ۱۱٦ .
[5] عقیدة اهل السنة فی الصحابة ۳/ ۱۱٤۱ .
[6] شرح العقیدة الطحاویة ص ۵٦۳ .
[7] البدایة والنهایة ۷/ ۲۰۲ .
[8] فرق معاصرة / العواجی ۱/ ٦۷ ، خلافة علی / عبدالحمید ص ۲۹۷ .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں بنوتمیم کا ایک آدمی ذوالخویصرہ آ پہنچا اور کہا کہ اللہ کے رسول! عدل کرو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((وَیْلَكَ وَ مَنْ یَعْدِلُ إِذَا لَمْ اَعْدِلُ ، قَدْ خِبْتُ وَ خَسِرْتُ إِنْ لَمْ اَعْدِلْ .)) ''بربادی ہو تیری، جب میں عدل نہ کروں گا تو کون کرے گا میں تو ہلاک ہو گیا اور بدنصیب ٹھہرا اگر میں نے عدل نہ کیا۔'' عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول مجھے اجازت دیجیے کہ اس کی گردن ماردوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((دَعْهُ فَإِنَّ لَهُ أَصْحَابًا یَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلٰوتَهُ مَعَ صَلٰوتِهِمْ وَ صِیَامَهُ مَعَ صِیَامِهِمْ یَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ لَا یُجَاوِزُ تَرَاقِیَهُمْ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا یَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمْیَةِ .)) ''جانے دو، کیونکہ اس کے ساتھی ہوں گے کہ تم اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے آگے اور اپنے روزے کو ان کے روزے کے آگے حقیر سمجھو گے، وہ قرآن پڑھیں گے، لیکن ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا، وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے کہ جیسے تیر کمان سے۔'' تیرانداز اس کے پیکان کو دیکھتا ہے تو اس میں کچھ بھرا ہوا نہیں پاتا، پیکان کی جڑ کو دیکھتا ہے تو اس میں بھی کچھ نہیں پھر اس کی لکڑی کو دیکھتا ہے تو اس میں کچھ نہیں، پھر اس کے پَر کو دیکھتا ہے تو اس میں بھی کچھ نہیں، اور تیر اس شکار کی بیٹ اور خون سے نکل چکا ہوتا ہے۔ اس گروہ کی نشانی یہ ہے کہ اس میں ایک کالا آدمی ہوگا، اس کا ایک بازو عورت کی پستان کا سا ہوگا، یا آپ نے فرمایا: جیسے گوشت کا لوتھڑا تھلتھلاتا ہوا، وہ گروہ اس وقت نکلے گا جب لوگوں میں پھوٹ ہوگی۔

ابوسعید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ علی رضی اللہ عنہ ان سے لڑے اور میں آپ کے ساتھ تھا۔ آپ نے اسے (صفت مذکور والے شخص کو) ڈھونڈنے کا حکم دیا اور وہ ملا اور آپ کے پاس لایا گیا، میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں جس طرح فرمایا تھا وہ ویسا ہی تھا۔ ❶

○ ابوسلمہ اور عطاء کا بیان ہے کہ وہ دونوں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: کیا آپ نے ''حروریہ'' کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہے؟ انھوں نے کہا: میں نہیں جانتا کہ حروریہ کون ہیں، مگر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ((یَخْرُجُ فِیْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ)) ''اس امت میں ایک قوم نکلے گی۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''مِنْهَا'' یعنی اس امت سے ہوگی نہیں فرمایا۔ آگے فرمایا:

((تَحْقِرُوْنَ صَلَوَاتِكُمْ مَعَ صَلَوَاتِهِمْ ، فَیَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ لَا یُجَاوِزُ حُلُوْقَهُمْ - اَوْ- حَنَاجِرَهُمْ ، یَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّیْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمْیَةِ ، فَیَنْظُرُ الرَّامِی إِلٰی سَهْمِهٖ إِلٰی نَصْلِهٖ إِلٰی رِصَافِهٖ فَیَتَمَارٰی فِی الْفُوْقَةِ هَلْ عُلِّقَ بِهَا مِنَ الدَّمِ شَیْئٌ .)) ❷

''تم اپنی نماز کے آگے ان کی نماز کو حقیر جانو گے، وہ قرآن پڑھیں گے، ان کے حلقوں سے یا گلوں سے

---

❶ صحیح مسلم / الزکاۃ/ باب ذکر الخوارج و صفاتهم (١٠٦٤).

❷ صحیح مسلم / الزکاۃ/ باب ذکر الخوارج و صفاتهم (١٠٦٤)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نیچے نہ اترے گا، دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے، کہ شکاری دیکھتا ہے اپنی تیر کی لکڑی کو، اور اس کی پھال کو اور اس کی پر کو، اور غور کرتا ہے اس کے کنارۂ اخیر کو جو اس کی چٹکیوں میں تھا کہ کہیں اس کی کسی چیز میں کچھ خون بھرا ہے (تو دیکھتا ہے کہیں کچھ بھی نہیں بھرا)۔"

○ صحیح بخاری میں یسیر بن عمرو کا بیان ہے کہ میں نے سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ نے خوارج کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ کہتے ہوئے سنا ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے درآں حالیکہ آپ نے عراق کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا:

((يَخْرُجُ مِنْهُ قَوْمٌ يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْإِسْلَامِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمْيَةِ .)) ❶

"اس سے ایک قوم نکلے گی، وہ قرآن پڑھیں گے لیکن ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا، وہ اسلام سے ایسے ہی نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے۔"

ان تینوں احادیث میں واضح طور پر خوارج کی مذمت موجود ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اوصاف کے بارے میں فرمایا کہ یہ گروہ "مارقہ" یعنی دین سے خارج ہے اور یہ لوگ نامناسب مقامات پر دین میں تشدد سے کام لیتے ہیں، دین میں داخل ہوتے ہیں، لیکن ان میں استحکام نہیں ہوتا، بہت تیزی کے ساتھ اس سے نکل بھی جاتے ہیں۔ پہلی حدیث میں خاص طور پر ان کے اوصاف یہ بتائے گئے ہیں کہ یہ لوگ اہل حق سے قتال کریں گے اور اہل حق انھیں قتل کریں گے، ان میں ایک آدمی کا ہاتھ اس اس طرح کا ہوگا، بہرحال یہ ساری چیزیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق ہو بہو واقع بھی ہوئیں۔

مذکورہ احادیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ((لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيهُمْ)) میں دو معنوں کا احتمال ہے:

۱۔ قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں جائے گا، یعنی وہ اس سے عبرت نہیں حاصل کریں گے، سمجھ بوجھ کر نہیں پڑھیں گے اور اسے غیر مرادی معنوں پر محمول کریں گے۔

۲۔ قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں جائے گا یعنی ان کی تلاوت اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچے گی اور وہ اس کا ثواب نہیں پائیں گے۔ ❷

ارشاد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مطابق ان کے اوصاف مذمومہ میں یہ بات بھی داخل ہے کہ ان کے ایمان کا دعویٰ صرف زبانی ہوگا، عقل کے کمزور بلکہ کورے ہوں گے۔ وہ قرآن پڑھتے ہوئے اپنے عقلی کوڑھ پن کی وجہ سے اپنے مخالف آیات کو اپنے حق میں سمجھیں گے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے علی رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے جو کہ اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ جب میں تمھیں

❶ صحیح البخاری، کتاب استتابة المرتدین، باب من ترك قتال الخوارج للتألف حدیث نمبر (٦٩٣٤).

❷ فتح الباری ٦/ ٦١٨.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث سناؤں تو مجھے یہ گوارا ہے کہ آسمان سے پھینک دیا جاؤں، لیکن یہ گوارا نہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھوں اور جب آپس کی باتیں کروں تو یہ تو جنگ چالبازی کا نام ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

((یاتی فی آخر الزمان قوم ❶ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ سُفَهَاءِ الْأَحْلَامِ ، يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمْيَةِ لَا يُجَاوِزُ إِيْمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ ، فَأَيْنَمَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ، فَإِنَّ قَتْلَهُمْ اَجْرٌ لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .)) ❷

''آخری زمانہ میں ایک قوم پیدا ہوگی نوجوان اور کم عقلوں کی، یہ لوگ بہترین کلام پڑھیں گے (یعنی قرآن کی تلاوت کریں گے)، لیکن اسلام سے وہ اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار کو پار کر کے نکل جاتا ہے، ان کا ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، تم انھیں جہاں بھی پاؤ قتل کر دو، کیونکہ ان کا قتل قیامت میں اس شخص کے لیے باعث اجر ہوگا جو انھیں قتل کر دے گا۔''

بہرحال یہ دونوں احادیث خوارج کی مذمت کرتی ہیں اور بتاتی ہیں کہ ان کا ایمان ان کی زبانوں تک محدود ہے۔ حلق سے نیچے نہیں اترتا، تو یہ اوصاف کس قدر قبیح اور گھناؤنے ہیں صاف صاف واضح ہیں۔ ❸

○ خوارج کے قبیح ترین اوصاف میں یہ بھی ہیں کہ وہ دین سے نکل جانے کے بعد اس میں واپس لوٹنے کی توفیق نہیں پاتے، وہ ساری مخلوق میں سب سے بدتر ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ بَعْدِيْ مِنْ أُمَّتِيْ -أَوْ- سَيَكُوْنُ بَعْدِيْ مِنْ أُمَّتِيْ قَوْمٌ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَلَاقِيْهِمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَخْرُجُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ ثُمَّ لَا يَعُوْدُوْنَ فِيْهِ وَ هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَ الْخَلِيْقَةِ .)) ❹

''میری امت سے - یا فرمایا - میرے بعد میری امت میں ایک قوم ہوگی جو قرآن پڑھے گی اور وہ اس کے حلق سے نیچے نہ اترے گا، وہ دین سے ایسے ہی نکل جائے گی جیسے تیر کمان سے، پھر وہ لوٹ کر دین میں نہ آئے گی، وہ ساری مخلوق میں سب سے بدتر قوم ہے۔

❶ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آخری زمانہ سے ''خلافة علی منهاج النبوة'' کا آخری زمانہ مراد ہے، اس لیے کہ سنن میں اور صحیح ابن حبان وغیرہ میں وارد حدیث سفینہ میں ہے کہ ''اَلْخِلَافَةُ بَعْدِيْ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً ثُمَّ تَصِيْرُ مُلْكًا'' یعنی میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی اس کے بعد ملوکیت ہو جائے گی۔'' اس اعتبار سے خوارج اور نہروان میں ان سے جنگ کا واقعہ خلافت علی کے آخری دور یعنی ۳۸ھ میں پیش آیا تھا۔ (فتح الباری ۱۲/ ۲۸۷)

❷ صحیح البخاری حدیث نمبر (۳۶۱۱، ۵۰۵۷، ۶۹۳۰) و مسلم (۱۰۶۶) .

❸ عقیدة أهل السنة ۳/ ۱۱۸۳ .

❹ صحیح مسلم/ الزکاة/ باب الخوارج شر الخلق و الخلیقة (۱۰۶۷) .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی امت میں بعد میں پیدا ہونے والی ایک قوم کا ذکر کیا، جو اس وقت نکلے گی جب لوگوں میں پھوٹ پڑ جائے گی، ان کی پہچان سر منڈانا ہے۔ فرمایا:

((هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ أَوْ مِنْ شَرِّ الْخَلْقِ يَقْتُلُهُمْ أَدْنَى الطَّائِفَتَيْنِ إِلَى الْحَقِّ .)) ❶

''وہ سر منڈائے ہوں گے، وہ سب سے بدترین مخلوق ہیں، انھیں دو گرہوں میں سے وہ قتل کرے گا جو حق سے زیادہ قریب ہوگا۔''

○ بزبان رسالت، خوارج دنیا کی بدترین مخلوق قرار دیے گئے ہیں، چنانچہ عبید اللہ بن رافع، مولیٰ رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ جب حروریہ نکلے تو آپ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، حروریہ نے کہا: ''لَا حُكْمَ إِلَّا لِلّٰهِ'' یعنی اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں۔ تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ((كَلِمَةُ حَقٍّ أُرِيْدَ بِهَا الْبَاطِلُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَصَفَ نَاسًا إِنِّي لَأَعْرِفُ صِفَتَهُمْ فِيْ هٰؤُلَاءِ يَقُوْلُوْنَ الْحَقَّ بِأَلْسِنَتِهِمْ لَا يُجَاوِزُ هٰذَا مِنْهُمْ وَأَشَارَ إِلَى حَلْقِهِ۔ مِنْ أَبْغَضِ خَلْقِ اللّٰهِ إِلَيْهِ مِنْهُمْ أَسْوَدُ إِحْدٰى يَدَيْهِ طُبْيُ شَاةٍ أَوْ حَلَمَةُ ثَدْيٍ۔ فَلَمَّا قَتَلَهُمْ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ انْظُرُوْا فَنَظَرُوْا فَلَمْ يَجِدُوْا شَيْئًا فَقَالَ ارْجِعُوْا فَأَتَوْا بِهِ حَتَّى وَضَعُوْهُ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ وَأَنَا حَاضِرٌ ذٰلِكَ مِنْ أَمْرِهِمْ .)) ''کلمہ تو حق ہے مگر اس سے ارادہ باطل کا ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے کچھ لوگوں سے بیان کیا تھا میں ان کی نشانیاں جانتا ہوں، وہ اپنی زبانوں سے حق کہتے ہیں لیکن وہ اس سے تجاوز نہیں کرتا۔ پھر عبیدہ نے اپنی حلق کی طرف اشارہ کیا۔ اللہ کی مخلوق میں بڑے دشمن اللہ کے یہی ہیں، ان میں ایک شخص کالا کلوٹا ہے، اس کا ایک ہاتھ ایسا ہے کہ جیسے بکری کے چوچے، یا سر پستان، پھر جب ان کو علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تو فرمایا: دیکھو، اسے تلاش کرو، دیکھا گیا تو وہ نہ ملا، آپ نے دوبارہ فرمایا کہ پھر جاؤ، اللہ کی قسم! میں جھوٹ نہیں کہتا اور نہ مجھ سے جھوٹ کہا گیا، آپ نے دو یا تین بار یہی کہا، پھر اس کو ایک کھنڈر میں پایا گیا، لوگ اسے لائے اور اس کی لاش علی رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھ دی۔ عبید اللہ فرماتے ہیں کہ جب انھوں نے یہ کام کیا اور علی رضی اللہ عنہ نے ان کے حق میں یہ فرمایا تو میں وہاں حاضر تھا۔ ❷

○ خوارج کی بدنصیبی اور بزبان نبی ﷺ ان کی مذمت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ یہ لوگ حق کی معرفت اور اس کی پیروی سے محروم ہیں، چنانچہ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((يَتِيْهِ قَوْمٌ قِبَلَ الْمَشْرِقِ مُحَلَّقَةٌ رُؤُوْسُهُمْ .)) ❸

''مشرق کی طرف سے ایک قوم نکلے گی جو سر منڈائے ہوں گے۔''

امام نووی رحمہ اللہ ''يتيه قوم'' کا مطلب بیان کرتے ہیں کہ وہ قوم جادۂ حق سے انحراف کر جائے گی، اس لیے

---

❶ صحيح مسلم / الزكاة/ باب ذكر الخوارج و صفاتهم (١٠٦٥).

❷ صحيح مسلم / الزكوٰة/ باب ذكر الخوارج و صفاتهم (١٠٦٦).

❸ صحيح مسلم / الزكوٰة/ باب التحريض على قتل الخوارج (١٠٦٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کہ "یتیہ" کا فعل ماضی "تاہ" ہے جس کا معنی راہ حق سے ہٹ جانا ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ ❶

○ ایک اور مذموم صفت جس میں وہ لت پت ہیں اور حقیقتاً وہ اسے انجام بھی دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں کو قتل کرنا اور عیسائیوں و بت پرستوں کو چھوڑ دینا، اپنا دین سمجھتے ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ مِنْ ضِئْضِئِي هٰذَا قَوْمًا يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَقْتُلُوْنَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَ يَدْعُوْنَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ.)) ❷

"اس کی اصل سے ایک قوم نکلے گی جو قرآن پڑھیں گے اور ان کے گلوں کے نیچے نہیں اترے گا، وہ اہل اسلام کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے، وہ اسلام سے ایسے ہی نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے۔ اگر میں ان کو پاتا تو ایسا قتل کرتا جیسے عاد قتل ہوئے ہیں۔"

چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ایک واضح معجزہ نکلا، ہو بہو یہ باتیں واقع ہوئیں، انھوں نے مسلمانوں کے خلاف تلواریں سونتیں اور کفار و یہود کے خلاف انھیں میان میں رکھا۔ ❸

اسی طرح خوارج کے قبیح ترین اوصاف میں سے جو ان کے لیے باعث ننگ و عار ہیں، یہ ہیں کہ ان کے ظہور کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں قتل کر دینے کی ترغیب دی ہے اور کہا کہ اگر خود میں ان کا دور پاؤں گا تو عاد و ثمود کی طرح قتل کر کے ان کا نام ونشان مٹا دوں گا اور فرمایا کہ جو ان کو قتل کرے گا بروز قیامت اللہ کے نزدیک اسے اجر ملے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خلیفۂ راشد علی رضی اللہ عنہ کو ان سے قتال کرنے اور انھیں تہ تیغ کرنے کا شرف بخشا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ اوصاف کے مطابق ان کا ظہور علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہوا تھا، آپ نے اپنی جس فوج کو شام کی مہم کے لیے تیار کیا تھا، آپ اسے لے کر خوارج کی طرف نکل پڑے اور نہروان میں ان سے لڑائی لڑی۔ چند افراد جو دس سے بھی کم تھے، بچ سکے۔ آپ نے اپنی طرف سے ان سے لڑائی کا آغاز نہیں کیا تھا، بلکہ جب انھوں نے ناحق خون بہایا، مسلمانوں کا مال لوٹا، قولاً و عملاً بدتمیزیاں شروع کیں تو آپ نے ان کی سرکشی اور مظالم کے خلاف جنگ شروع کی۔

ان کی مذمت میں بس اتنی ہی روایات کافی ہیں، ورنہ اس باب میں اس کثرت سے روایتیں موجود ہیں جن سے شاید ہی حدیث کی کوئی کتاب خالی ہو۔ ❹

آئندہ صفحات میں ان شاء اللہ ان کے بعض دیگر اوصاف کا تذکرہ درج ذیل ابواب میں جستہ جستہ ہوتا رہے گا

---

❶ شرح النووی علی صحیح مسلم ۷/ ۱۷۵.

❷ البخاری (۳۳٤٤، ٤٦٦۷، ۷٤۳۲) و صحیح مسلم/ الزکوٰۃ/ باب ذکر الخوارج و صفاتهم (۱۰٦٤).

❸ عقیدۃ أهل السنة والجماعة فی الصحابة الکرام ۳/ ۱۱۸۵. ❹ عقیدۃ أهل السنة ۳/ ۱۱۸.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مثلاً خوارج کا حروراء کی طرف سمت جانا، خوارج سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مناظرہ، خوارج کو راہ راست پر لانے کی سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی کوشش، معرکۂ نہروان کے اسباب، معرکۂ نہروان کے نتائج، چند اصولی مباحث کی تنقیح وتنقید، کیا خوارج کی افکار ونظریات والے لوگ اس زمانے میں بھی ہیں؟ ان کے وجود کے اسباب ومحرکات کیا ہیں؟ اور ان سے نبرد آزما کیسے ہوا جاسکتا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

خوارج کا حروراء کی طرف سمت جانا اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مناظرہ

جس وقت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اپنی فوج کے ساتھ صفین سے کوفہ لوٹ رہے تھے ٹھیک اسی وقت خوارج، علی رضی اللہ عنہ کی فوج سے بہت سے لوگوں کو لے کر آپ سے الگ ہوگئے، ان کی تعداد بعض روایات کے مطابق دس ہزار سے کچھ زیادہ اور بعض میں تحدید کے ساتھ بارہ ہزار ❶ اور ایک روایت کے مطابق آٹھ ہزار ❷ اور بعض کے مطابق چودہ ہزار تھی۔ ❸ اسی طرح بعض روایات میں ان کی تعداد بیس ہزار بتائی گئی ہے، لیکن یہ روایت بلاسند ہے۔ ❹

بہر حال یہ لوگ کوفہ پہنچنے سے قبل علی رضی اللہ عنہ کی فوج سے کئی مرحلوں میں الگ ہوئے، فوج کا اس قدر ٹوٹنا سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کے لیے بے چینی اور خوف کا سبب بن رہا تھا، تاہم علی رضی اللہ عنہ اپنے فرماں بردار بقیہ فوج کو لے کر چلتے رہے اور کوفہ پہنچ گئے۔ وہاں پہنچنے کے بعد جب آپ کو خبر ملی کہ خوارج نے اپنی منظم جماعت بنالی ہے، نماز کا ایک امیر، اور قتال کا دوسرا امیر منتخب کرلیا ہے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا دعویٰ کررہے ہیں اور اللہ کے لیے بیعت کررہے ہیں، تو آپ یہی گتھی سلجھانے میں پھنس گئے، کیونکہ یہ سب حرکتیں عملاً مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہوجانے کی علامتیں تھیں۔ ہر چند کہ انھوں نے یہ سب کیا تھا، لیکن علی رضی اللہ عنہ انھیں مسلمانوں کی جماعت میں لانے کے لیے بہت حریص تھے، چنانچہ آپ نے خوارج سے مناظرہ کرنے کے لیے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ان کے پاس بھیجا۔

آیئے خود ابن عباس رضی اللہ عنہما کی زبانی ان تفصیلات کو سنیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں ان کی طرف چلا اور یمن کا ایک خوب صورت ترین حلہ (جوڑا) زیب تن کیا، کنگھی کی، اور ٹھیک دوپہر کے وقت ان کے پاس پہنچا جب وہ ایک گھر پر علیحدہ جمع تھے۔ واضح رہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک خوب رو اور بلند آواز والے مرد تھے، انھوں نے مجھ کو دیکھ کر مرحبا مرحبا کہا اور کہنے لگے کہ اے ابن عباس یہ حلہ کیسا ہے؟ میں نے کہا: مجھ پر اس حلہ سے عیب نہ لگاؤ، میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بہتر سے بہتر حلوں میں ملبوس دیکھا ہے اور قرآن میں یہ آیت نازل کی گئی ہے:

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ﴾

(الاعراف: ۳۲)

''تو کہہ کس نے حرام کی اللہ کی زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی اور کھانے پینے کی

---

❶ تاریخ بغداد (۱/ ۱۶۰).

❷ البدایة والنهایة (۷/ ۲۸۰، ۲۸۱) اس کی سند صحیح ہے۔ مجمع الزوائد (۶/ ۲۳۵).

❸ مصنف عبدالرزاق (۱۰/ ۱۵۷، ۱۶۰) بسند حسن. ❹ تاریخ خلیفة ص (۱۹۲).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پاکیزہ چیزیں؟''

پھر انھوں نے کہا: آپ کا آنا کیسے ہوا؟ میں نے کہا: میں مہاجرین وانصار صحابہ کے پاس سے آرہا ہوں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد، اور آپ کے عم زاد بھائی کے پاس سے آرہا ہوں، انھیں پر قرآن نازل ہوا، وہ قرآن کی تفسیر اور اس کا معنی ومفہوم تم سے زیادہ جانتے ہیں، اور ان کا کوئی فرد تم میں نہیں ہے، میں تمھیں ان کے خیال سے اور ان کو تمھارے خیال سے متعارف کراؤں گا، چنانچہ کچھ لوگ الگ ہو کر میرے پاس آئے۔ میں نے کہا: اصحاب رسول اور علی رضی اللہ عنہ کے خلاف تمھیں کیا شکایات ہیں؟ انھوں نے کہا: تین شکایتیں ہیں۔ میں نے کہا: وہ کیا ہیں؟ انھوں نے کہا: پہلی شکایت تو یہ ہے کہ انھوں نے اللہ کے معاملہ میں انسانوں کو حکم تسلیم کرلیا، حالانکہ اللہ فرماتا ہے: ﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ﴾ ''حکم صرف اللہ کے لیے ہے۔'' پس اس آیت کی روشنی میں انسانوں کا ''حکم'' سے کیا تعلق؟ میں نے کہا: ایک ہوئی۔ دوسری شکایت کیا ہے؟ انھوں نے کہا: انھوں نے (معاویہ اور ان کے ساتھیوں سے) قتال کیا، لیکن نہ انھیں برا بھلا کہا اور نہ ان کا مال لوٹا، اگر وہ کافر تھے تو انھیں قیدی بنانا جائز تھا اور اگر مومن تھے تو نہ انھیں قید کیا جاسکتا تھا اور نہ ان سے قتال جائز تھا، میں نے کہا: یہ دوسری ہوئی۔ تیسری شکایت کیا ہے؟ انھوں نے کہا کہ انھوں نے عہد نامہ تحکیم سے خود ''امیر المومنین'' کا لقب مٹا دیا، اگر وہ امیر المومنین نہیں تو کیا امیر الکافرین ہیں؟ پھر میں نے کہا: کیا ان کے علاوہ بھی اور کچھ ہے؟ انھوں نے کہا کہ نہیں، بس اتنا ہی۔

میں نے ان سے کہا: کیا میں کتاب اللہ اور سنت رسول کی روشنی میں تمھاری باتوں کو غلط ٹھہراؤں تو لوٹ آؤ گے؟ انھوں نے کہا: ہاں، پھر میں نے کہا کہ تمھاری یہ شکایت کہ انھوں نے اللہ کے معاملہ میں انسانوں کو حکم بنایا، تو اس کے جواب میں مَیں تمھیں قرآن کی ایک آیت سناتا ہوں، جس میں اللہ نے ربع درہم جیسی معمولی چیز کے بارے میں انسانوں کو حکم ٹھہرایا ہے اور انھیں حکم دیا ہے کہ اس میں فیصلہ کریں، اللہ کے اس کلام کے بارے میں کیا خیال ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ ۚ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ﴾ (المائدة: ۹۵)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! شکار کو مت قتل کرو، اس حال میں کہ تم احرام والے ہو اور تم میں سے جو اسے جان بوجھ کر قتل کرے تو چوپاؤں میں سے اس کی مثل بدلہ ہے جو اس نے قتل کیا، جس کا فیصلہ تم میں سے دو انصاف والے کریں۔''

میں تمھیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ بتاؤ! لوگوں کے اختلافات کو مٹا کر صلح پیدا کرنے اور انھیں خون ریزی سے بچانے کے لیے ''حکم'' مقرر کرنا بہتر ہے، یا ایک خرگوش کے بارے میں (جس کی قیمت ربع درہم ہے) انھوں نے کہا: ہاں، یہی افضل وبہتر ہے۔

اور سنو! بیوی اور اس کے خاوند کے بارے میں اللہ نے فرمایا:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا﴾

(النساء: ٣٥)

''اور اگر ان دونوں کے درمیان مخالفت سے ڈرو تو ایک منصف مرد کے گھر والوں سے اور ایک منصف عورت کے گھر والوں سے مقرر کرو۔''

پس میں تمھیں پھر اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ مسلمانوں کے درمیان مصالحت کروانے اور ان کی باہمی خون ریزی کو روکنے میں حکم مقرر کرنا بہتر ہے یا عورت کے سامان لذت (شرم گاہ) میں۔ کیا میں (پہلے اعتراض سے) نکل گیا۔ انھوں نے کہا: ہاں۔ پھر میں نے کہا: تمھاری یہ شکایت کہ انھوں نے قتال کیا، لیکن مقابل کو برا بھلا نہیں کہا، ان کا مال نہیں لوٹا، تو اس سلسلے میں مَیں پوچھتا ہوں کہ کیا تم اپنی ماں عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالیاں دینا پسند کرتے ہو، اور ان کے بارے میں بھی ان باتوں کو حلال جانو گے جو ان کے سوا کے لیے حلال جانتے ہو؟ اگر ایسا ہے تو تم نے کفر کیا اور اگر یہ کہو کہ وہ ہماری ماں نہیں ہیں تو بھی تم کافر ہو گئے کیونکہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ﴾ (الاحزاب: ٦)

''یہ نبی مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھنے والا ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔''

تو تم دو گمراہیوں کے درمیان پھنسے ہوئے ہو، اس سے نکلنے کا راستہ تمھیں بتاؤ۔ کیا میں اس شکایت سے نکل گیا، انھوں نے کہا: ہاں۔ پھر میں نے کہا: تمھاری یہ شکایت کہ انھوں نے اپنے نام سے امیر المومنین کا لقب کیوں مٹا دیا، تو میں اس کی دلیل تمھیں دیتا ہوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے موقع پر مشرکین سے جب مصالحت کی تھی تو علی رضی اللہ عنہ سے کہا:

((اُكْتُبْ يَا عَلِیُّ هٰذَا مَا صَالَحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ .))

''اے علی! لکھو کہ یہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہ نے اتفاق کیا ہے۔''

یہ سن کر مشرکین کہنے لگے: اگر ہم آپ کو رسول اللہ مانتے تو پھر آپ سے جنگ کیوں لڑتے، تب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اُمْحُ يَا عَلِیُّ! اَللّٰهُمَّ اَنَّكَ تَعْلَمُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ، اُمْحُ يَا عَلِیُّ! وَ اكْتُبْ هٰذَا مَا صَالَحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، وَ اللّٰهِ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنْ عَلِیٍّ .))

''اے علی اسے مٹا دو، اے اللہ تو خوب جانتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں، اے علی! مٹا دو اور لکھو کہ یہ معاہدہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ نے اتفاق کیا ہے، اللہ کی قسم اللہ کا رسول علی سے بہتر ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی مٹا دیا، پس اس کا یہ مطلب نہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کو نبوت سے مٹا دیا ہے۔ بتاؤ کیا میں اس آخری شکایت سے بھی نکل گیا، انھوں نے کہا: ہاں۔ پھر ان میں سے دو ہزار لوگ دوبارہ علی رضی اللہ عنہ کی جماعت میں واپس لوٹ آئے اور بقیہ نے انکار کر دیا اور اپنی گمراہی پر انھوں نے قتال کیا اور مہاجرین و انصار نے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انھیں قتل کیا۔ ❶

ابن عباس رضی اللہ عنہما اور خوارج کے مناظرہ سے مستنبط ہونے والے پند ونصائح اور اسباق

مناظرہ کا عمدہ انتخاب:

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے اپنے عم زاد بھائی عبداللہ بن عباس کو مناظرہ کے لیے منتخب کیا، آپ حبر الامۃ اور ترجمان القرآن تھے، آپ کے انتخاب کی وجہ یہ تھی کہ فریق مخالف اپنے عقائد کے ثبوت میں قرآن سے استدلال کرتا تھا، اس لیے ضروری ہوا کہ ان سے مناظرہ ایسا شخص کرے جو قرآن اور اس کی تاویل یعنی معنی و مقاصد سے خوب واقف ہو، یہاں بلا جھجک یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس مناظرہ میں خصوصی کردار ادا کیا، کیونکہ آپ خلوص نیتی، صبر، بردباری، مد مقابل کے ساتھ نرم روی اور عدم عجلت سے معمور تھے، نفس پرستی سے دور تھے، لڑائی جھگڑے سے بچ کر ہر فریق کی بات سنتے تھے اور قوی دلیل کے ساتھ واضح انداز میں اپنی بات رکھتے تھے۔

مناظرہ سے قبل شرائط پر اتفاق:

جس طرح امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور آپ کے فریق مخالف یعنی خوارج اس بات پر متفق تھے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر دونوں عمل کے پابند ہوں گے، بالکل اسی طرح عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی شرط لگائی اور کہا کہ اگر میں کتاب اللہ اور سنت رسول کی روشنی میں تمھاری باتوں کو غلط ٹھہراؤں تو تم اسے مانو گے؟ اس شرط کے باوجود عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مناظرہ شروع کرنے سے پہلے پھر ان سے قول واقرار کروایا۔

فریق مخالف کے دلائل سے واقفیت اور اس کا احاطہ کرنا:

مناظرہ کا آغاز کرنے سے پہلے فریق مخالف کے دلائل سے واقفیت ہونی چاہیے، تاکہ جواب کے لیے پوری تیاری ہو، ہمیں توقع ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے مناظرہ کرنے سے پہلے ان کے دلائل کا اندازہ کرلیا تھا اور اپنے ساتھیوں کو سمجھا دیا تھا کہ ان کا جواب کیسا دیا جائے گا۔

فریق مخالف کے خیالات کو یکے بعد دیگرے توڑنا:

فریق مخالف کے خیالات کو یکے بعد دیگرے نہایت واضح طور پر توڑا جائے، تاکہ ان کی کوئی دلیل باقی نہ رہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے کلام میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ جب ایک دلیل کا جواب دے کر فارغ ہوجاتے ہیں تو پوچھتے ہیں: کیا میں اپنی دلیل کے ذریعے سے اس اعتراض سے نکل گیا؟

❶ خصائص أمیر المومنین علی بن أبی طالب/ النسائی، تحقیق أحمد البلوشی ص (۲۰۰) اس کی سند حسن ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مناظرہ سے پہلے ایسی تمہید پیش کرنا جو حق کے راستے میں مفید نتائج کا حامل ہو:

چنانچہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے شروع ہی میں مناظرہ کا آغاز ہونے سے پہلے کہا: میں تمھارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور آپ کے داماد کے پاس سے آ رہا ہوں، انھیں پر قرآن کا نزول ہوا، وہ اس کے معنی ومطلب کو تم سے زیادہ جانتے ہیں، ان کا کوئی فرد تم میں نہیں ہے۔ ❶

مناظرہ کے دوران فریق مخالف کی رائے کا احترام:

فریق مخالف کی رائے کا احترام ضروری ہے، تاکہ ہر ایک کی بات غور سے سنی جا سکے اور اس کی رائے کا احترام کیا جا سکے، خوارج سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مناظرے میں یہ بات صاف طور سے دکھائی دیتی ہے۔ ❷

ہزاروں کو اللہ کی توفیق ملتی ہے:

خوارج کے ہزاروں لوگوں پر یہ اللہ کی خاص توفیق رہی کہ انھیں حق کی طرف لوٹا دیا، چنانچہ معرکہ نہروان میں شریک ہونے والوں کی تعداد چار ہزار سے بھی کم رہ گئی، انھوں نے حق کو پہچان لیا۔ اولاً اللہ کے فضل سے اور ثانیاً ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علم، قوت اور حجت و بیان کے نتیجہ میں ان کے شبہات زائل ہو گئے، آپ نے ان آیات کی تفسیر کے حوالے سے جو ان کے نزدیک صحیح تھیں اور قرآن کریم کے معانی کو واضح کرنے والی سنت سے ان کے استدلال کی غلطی کو بیان کیا۔ ❸

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان کہ ان (صحابہ) کا کوئی فرد تم میں نہیں ہے:

یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی صریح عبارت ہے کہ خوارج میں کوئی بھی صحابی رسول نہ تھا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اِس بات پر کسی خارجی نے کوئی اعتراض نہیں کیا، یہ روایت صحیح اور ثابت ہے۔ میرے اپنے علم کے مطابق علمائے اہل سنت کا کوئی فرد واحد بھی اس بات کا قائل نہیں ہے کہ خوارج میں بعض اصحاب رسول بھی تھے۔ یہ خام خیالی کہ ان میں صحابہ بھی تھے، خوارج کی ہے، جس کی کوئی ٹھوس علمی دلیل ان کے پاس بھی نہیں ہے۔

مناظرہ کے وقت اتفاقی پوائنٹ کی تحدید:

چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول میں یہ بات دیکھی جا سکتی ہے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ اگر میں کتاب اللہ اور سنت رسول سے تمھاری بات غلط ٹھہراؤں تو کیا تم لوٹو گے؟ انھوں نے جواباً کہا تھا: ہاں۔ پس اس کلام میں ایک اہم درس یہ پوشیدہ ہے کہ مناظرہ میں شریک دونوں فریقوں کو کسی متفقہ پوائنٹ پر راضی ہونا چاہیے، تاکہ کسی صحیح نتیجہ تک رسائی ممکن ہو سکے۔

❶ خصائص أمیر المومنین / نسائی ص (۱۹۷) اس کی سند حسن ہے۔

❷ منهج علی بن أبی طالب فی الدعوة ص ۳۳۹.

❸ خلافة علی / عبدالحمید علی ص ۳۰۷.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بقیہ خوارج سے مناظرہ کے لیے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا نکلنا اور کوفہ پہنچنے کے بعد ان کے ساتھ برتاؤ کی نوعیت، پھر خوارج کا دوبارہ خروج

خوارج سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مناظرہ اور اس کے نتیجہ میں دو ہزار خوارج کی واپسی کے بعد امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ خود خوارج کے پاس گئے اور ان سے گفتگو کی، جس کے نتیجے میں یہ لوگ کوفہ واپس آ گئے۔ لیکن یہ اتفاق زیادہ دیر تک باقی نہ رہا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ دوران گفتگو انھوں نے علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ سمجھ لیا کہ آپ تحکیم سے رجوع کر چکے ہیں اور اپنی غلطی سے توبہ کر لی ہے، حالانکہ یہ سب ان کی خام خیالی تھی اور اسی خام خیالی کو وہ لوگوں میں پھیلا رہے تھے، چنانچہ اشعث بن قیس الکندی، امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ لوگ آپس میں باتیں کر رہے ہیں کہ آپ نے ان کی وجہ سے کفر سے رجوع کر لیا ہے تو علی رضی اللہ عنہ نے بروز جمعہ خطبہ دیا، اور حمد وصلاۃ کے بعد خوارج کی ریشہ دوانیوں، لوگوں سے ان کے اختلاف اور اساسِ اختلاف کا ذکر کیا۔ [1]

ایک روایت میں ہے کہ اسی دوران ایک آدمی آیا اور کہا: ''لَا حُکْمَ إِلَّا لِلّٰہِ'' پھر دوسرا اٹھا اور کہنے لگا: ''لَا حُکْمَ إِلَّا لِلّٰہِ'' پھر مسجد کے مختلف حصوں میں یہ لوگ ''لَا حُکْمَ إِلَّا لِلّٰہِ'' کا نعرہ لے کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے انھیں بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا: ہاں ٹھیک ہے: ''لَا حُکْمَ إِلَّا لِلّٰہِ'' یہ کلمہ برحق ہے، اس سے باطل کا ارادہ ہے۔ میں تمھارے بارے میں اللہ کے حکم کا منتظر ہوں۔ [2] اس طرح آپ منبر ہی سے اشارہ کے ذریعے سے انھیں بیٹھ جانے کو کہتے رہے، تب تک ایک آدمی اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں ڈالے ہوئے اٹھا اور قرآن کی یہ آیت پڑھی:

﴿لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٦٥﴾﴾ (الزمر: ٦٥)

''بلاشبہ اگر تو نے شریک ٹھہرایا تو یقیناً تیرا عمل ضرور ضائع ہو جائے گا اور تو ضرور بالضرور خسارہ اٹھانے والوں سے ہو جائے گا۔''

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب اس آیت کریمہ سے دیا:

﴿فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِينَ لَا يُوقِنُونَ ﴿٦٠﴾﴾ (الروم: ٦٠)

''پس صبر کر، یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے اور وہ لوگ تجھے ہرگز ہلکا نہ کر دیں جو یقین نہیں رکھتے۔''

اس کے بعد امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے اس شدت پسند جماعت کے متعلق اپنی عادلانہ اور حکیمانہ سیاست کا

[1] مصنف ابن أبي شيبة (١٥/ ٣١٢-٣١٣) شیخ البانی نے اس کی تصحیح کی ہے۔ إرواء الغليل ٨/ ١١٨.

[2] مرويات أبي مخنف في تاريخ الطبري ص ٤٥٢.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اعلان کرتے ہوئے کہا: جب تک تم ہمارے ساتھ ہو ہم پر تمھارے تین حق ہیں:

- ہم تمھیں اپنی مساجد میں نماز پڑھنے سے نہیں روکیں گے تاوقتیکہ تم ان میں اللہ کا ذکر کرتے رہو۔
- ہم تمھیں مال غنیمت حاصل کرنے سے منع نہیں کریں گے تاوقتیکہ ہمارے ساتھ مل کر لڑتے رہو۔
- ہم تم سے اس وقت تک نہیں لڑیں گے جب تک تم ہم سے لڑائی شروع نہ کردو۔ [1]

اس طرح امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے انھیں مذکورہ تین حقوق عطا کیے تاوقتیکہ وہ خلیفہ سے قتال نہ کریں، یا عام مسلمانوں کے خلاف خروج نہ کریں، اس کے ساتھ ساتھ اسلامی عقیدہ کے دائرہ میں انھیں ان کے مخصوص افکار و نظریات پر باقی رہنے دیا، انھیں اسلام سے خارج نہ گردانا بلکہ اختلاف کرنے کا حق دیا، لیکن ایسا نہیں کہ یہ اختلاف گروہ بندی اور ہتھیار اٹھانے کا سبب ہو۔ نہ ہی آپ نے انھیں پس زنداں دھکیلا، نہ ان پر جاسوس مسلط کیے اور نہ ہی ان کی آزادیوں کو پابند سلاسل کیا، بلکہ ان کے اور ان کے دھوکے میں آئے ہوئے لوگوں کے سامنے اتمام حجت اور اظہار حق کے لیے حرص کا مظاہرہ کیا، آپ نے اپنے موذن کو حکم دیا کہ قراء (حفاظ) کو اکٹھا کرو، صرف حافظ قرآن ہی میرے پاس آئیں، چنانچہ اس قدر حفاظ قرآن جمع ہوگئے کہ منزل ان سے کھچا کچ بھر گئی، آپ نے قرآن منگوایا اور اسی کی ورق گردانی کرتے ہوئے کہتے جاتے: اے قرآن! لوگوں کو بتا دے، آپ کو ایسا کرتے دیکھ کر لوگ کہنے لگے: اے امیر المومنین! آپ اس سے کیا کہہ رہے ہیں، یہ تو ورق میں لکھی ہوئی چند تحریریں ہیں، ہم اس کا جتنا حصہ رکھتے ہیں اسے پڑھ سکتے ہیں، آپ کا مقصد کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: تمھارے یہ ساتھی جو الگ ہوگئے ہیں کہتے ہیں کہ ہمارے اور تمھارے درمیان اللہ کی کتاب ''حکم'' ہے۔ (اس لیے میں قرآن سے جواب دینے کو کہہ رہا ہوں) جب اللہ تعالیٰ بیوی اور خاوند کے بارے میں اپنی کتاب میں کہتا ہے:

﴿ وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ﴾ (النساء : ٣٥)

''اور اگر ان دونوں کے درمیان مخالفت سے ڈرو تو ایک منصف مرد کے گھر والوں سے اور ایک منصف عورت کے گھر والوں سے مقرر کرو، اگر وہ دونوں اصلاح چاہیں گے تو اللہ دونوں کے درمیان موافقت پیدا کردے گا۔''

تو امت محمدیہ کا خون اور تقدس ایک مرد اور عورت کے بالمقابل کہیں زیادہ ہے۔ اسی طرح ان لوگوں کو مجھ پر اعتراض ہے کہ میں نے معاویہ سے معاہدہ کرلیا اور ''امیر المومنین'' نہ لکھ کر فقط علی بن ابی طالب لکھنے پر راضی ہوگیا۔ حالانکہ میرے پاس اس کی شہادت موجود ہے، جس وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ میں قریش کے ساتھ صلح کا معاہدہ کر رہے تھے، ہم آپ کے ساتھ تھے، بالکل معاہدہ تحریر کیے جانے کے وقت سہیل بن عمرو (قریش کا ایلچی)

---

[1] مصنف ابن أبی شیبة (١٥/ ٣٢٧-٣٢٨) الأم/ الشافعی (٤/ ١٣٦)، تاریخ الطبری (٥/ ٦٨٨) بسند ضعیف از وجہ انقطاع۔ شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سند کے دیگر شواہد اور متابعات موجود ہیں۔ (إرواء الغلیل ٨/ ١١٧)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آ پہنچا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا: ((بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)) اس پر سہیل نے اعتراض کیا، اور کہا کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نہ لکھو، آپ نے پوچھا: پھر کیا لکھوانا چاہتے ہو، اس نے کہا: بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھو، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا: یہی لکھ دو، چنانچہ میں نے لکھ دیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اُكْتُبْ هٰذَا مَا صَالَحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ)) لکھو کہ ''یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مصالحت کی ہے۔'' سہیل نے کہا: اگر ہم آپ کو رسول اللہ مانتے تو آپ سے جنگ کیوں کرتے، چنانچہ یہی لکھا گیا کہ یہ معاہدہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ نے اہل قریش سے مصالحت کی ہے اور اے لوگو! اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں کہتا ہے:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ﴾

(الأحزاب: ۲۱) [1]

''بلاشبہ یقیناً تمھارے لیے اللہ کے رسول میں ہمیشہ سے اچھا نمونہ ہے، اس کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت زیادہ یاد کرتا ہو۔''

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ خطاب سن کر خوارج کو اب یقین ہو چکا تھا کہ علی رضی اللہ عنہ ابوموسیٰ اشعری کو بحیثیت ''حکم'' یعنی فیصل (اپنا نائب) ماننے کا عزم کر چکے ہیں، چنانچہ انھوں نے اپنا مطالبہ یعنی ''انکار تحکیم'' کو پھر دہرایا، لیکن علی رضی اللہ عنہ نے اس سے انکار کر دیا اور واضح طریقہ پر بتا دیا کہ اب ہمارا یہ اقدام غداری، وعدہ خلافی اور عہد و پیمان کو توڑنے کے مترادف ہے، ہمارے اور ان کے معاہدے تحریر میں درج ہیں اور اللہ فرماتا ہے:

﴿ وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَ لَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَ قَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ﴾ (النحل: ۹۱)

''اور اللہ کا عہد پورا کرو جب آپس میں عہد کرو اور قسموں کو ان کے پختہ کرنے کے بعد مت توڑو، حالانکہ یقیناً تم نے اللہ کو اپنے آپ پر ضامن بنایا ہے۔''

صورت حال کو بھانپ کر خوارج نے علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑنے اور اپنا ایک الگ امیر منتخب کرنے کا تہیہ کر لیا، چنانچہ وہ سب عبداللہ بن وہب الراسبی کے گھر میں جمع ہوئے، اس نے ان کے درمیان ایک بلیغ خطبہ دیا، انھیں دنیا بے زاری، آخرت طلبی اور حصول جنت کی ترغیب دلائی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر ابھارا اور کہا: ہمیں اپنے بھائیوں کو لے کر اس ظالم بستی سے کسی دوسری زرخیز زمین، یا پہاڑی علاقوں، یا ایسے شہروں کی طرف نکل جانا چاہیے، جہاں کے حکام اس ظلم کی تردید کرتے ہوں۔

اس کے بعد حرقوص بن زہیر کھڑا ہوا، اس نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور کہا: اس دنیا کا آرام بہت کم ہے اور اس سے جدائی عنقریب ہے۔ لہٰذا دنیا کی رنگینیاں تمھیں یہاں روکنے میں دھوکا نہ دیں اور تمھیں طلب حق و انکار ظلم

---

[1] مسند أحمد (۲/ ٦٥٦) احمد شاکر نے کہا: اس کی سند صحیح ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے باز نہ رکھیں:

﴿إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَّ الَّذِينَ هُمْ مُّحْسِنُونَ ﴿١٢٨﴾﴾ (النحل : ۱۲۸)

"بے شک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو ڈر گئے اور ان لوگوں کے جو نیکی کرنے والے ہیں۔"

اس کے بعد حمزہ بن سنان اسدی نے کہا: اے لوگو! آپ لوگوں کی رائے ٹھیک ہے اور آپ سب حق پر ہیں، لہٰذا اپنوں میں سے کسی کو اپنا امیر منتخب کر لیں، کیونکہ تمھیں بہرحال کسی پشت پناہ، طاقت اور علَم کی ضرورت ہے جس کے تلے تم سب جمع ہو سکو اور اپنے مسائل میں اس کی طرف رجوع کر سکو۔

چنانچہ انھوں نے زید بن حصن الطائی کو بلا بھیجا، وہ ان کا پہلے سے سردار تھا، اس پر امارت پیش کیا، لیکن اس نے انکار کر دیا، پھر انھوں نے حرقوص بن زہیر پر امارت پیش کی، لیکن اس نے بھی انکار کر دیا، پھر حمزہ بن سنان پر پیش کیا، لیکن اس نے بھی انکار کر دیا، پھر شریح بن ابواوفی العبسی پر پیش کیا اس نے بھی انکار کر دیا پھر عبداللہ بن وہب الراسبی پر پیش کیا تو اس نے قبول کر لیا، اور کہا: یقین جانو! دنیا کی خواہش میں میں نے اسے نہیں قبول کیا ہے اور نہ موت سے فرار اختیار کرتے ہوئے اسے چھوڑوں گا۔ [1]

اسی طرح ان کا دوسرا اجتماع زید بن حصن الطائی السنبسی کے گھر میں ہوا، اس نے وہاں حاضرین کے درمیان خطبہ دیا، انھیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر ابھارا اور قرآن کریم کی یہ چند آیات پیش کیں:

﴿يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿٢٦﴾﴾ (ص : ۲٦)

"اے داؤد! بے شک ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے، سو تو لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر اور خواہش کی پیروی نہ کر، ورنہ وہ تجھے اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی۔ یقیناً وہ لوگ جو اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں، ان کے لیے سخت عذاب ہے، اس لیے کہ وہ حساب کے دن کو بھول گئے۔"

اور اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٤٤﴾﴾ (المائدة : ٤٤)

"اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ کافر ہیں۔"

اور فرمایا:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٤٥﴾﴾ (المائدة : ٤٥)

"اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔"

اور فرمایا:

---

[1] البداية و النهاية (۷/ ۳۱۲)، تاريخ الطبري (۵/ ٦٨٩).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ۝ ﴾ (المائدۃ: ۴۷)

''اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔''

پھر کہا: میں اپنے ہم قبلہ بھائیوں کے بارے میں یقین سے کہتا ہوں کہ وہ نفس پرستی میں مبتلا ہیں، انھوں نے کتاب کے فیصلہ کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ قول و عمل میں ظلم سے کام لیا ہے، لہٰذا ان سے جہاد کرنا مومنوں پر واجب ہے۔ یہ سن کر ان میں کا ایک آدمی جس کا نام عبداللہ بن شجرہ السلمی تھا، رونے لگا، پھر اس نے حاضرین کو علی اور ان کے ساتھیوں کے خلاف سیف و سنان کے ساتھ نکل پڑنے کے لیے ابھارا اور کہا: ان کے چہروں اور پیشانیوں پر تلواریں برساؤ تاوقتیکہ رحمٰن رحیم کی اطاعت غالب آجائے، اگر تم کامیاب ہوگئے اور وہ تمھاری طلب کے مطابق اللہ کی اطاعت کے لیے جھک گئے تو اللہ تمھیں اپنے اطاعت گزار اور فرماں بردار بندوں کا اجر دے گا اور اگر تم ناکام ہوگئے تو اللہ کی رضا اور اس کی جنت سے افضل کیا چیز ہے۔ [1]

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے، خوارج کے دل و دماغ پر شیطان کے مذکورہ واہموں کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ بھی انسانوں کی ایک قسم ہے، بنو آدم کی ایک عجیب و غریب قسم، اللہ پاک و برتر ہے کہ اس نے اپنے ارادہ، حکمت اور تقدیر کے مطابق اپنی مخلوقات کو متنوع بنایا، خوارج کے بارے میں بعض اسلاف نے کتنی عمدہ بات کہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان:

﴿ قُلۡ هَلۡ نُنَبِّئُكُمۡ بِالۡاَخۡسَرِيۡنَ اَعۡمَالًا ۝ اَلَّذِيۡنَ ضَلَّ سَعۡيُهُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَهُمۡ يَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ يُحۡسِنُوۡنَ صُنۡعًا ۝ اُولٰٓـئِكَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمۡ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتۡ اَعۡمَالُهُمۡ فَلَا نُقِيۡمُ لَهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ وَزۡنًا ۝ ﴾ (الکہف: ۱۰۳ تا ۱۰۵)

میں خوارج مراد ہیں۔ جس کا ترجمہ یہ ہے:

''کہہ دے کیا ہم تمھیں وہ لوگ بتائیں جو اعمال میں سب سے زیادہ خسارے والے ہیں۔ وہ لوگ جن کی کوشش دنیا کی زندگی میں ضائع ہوگئی اور وہ سمجھتے ہیں کہ بے شک وہ ایک اچھا کام کر رہے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کی آیات اور اس کی ملاقات کا انکار کیا، تو ان کے اعمال ضائع ہوگئے، سو ہم قیامت کے دن ان کے لیے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔''

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اب یہ جہلاء، گمراہ، اور اقوال و افعال کے بدبخت لوگ اس بات پر متفق ہوگئے کہ مسلمانوں کے درمیان بغاوت کی ہوا پھیلائی جائے اور راہ ہموار کرنے کے لیے پہلے مدائن چلیں کہ جہاں سے لوگوں کی پشت پناہی مل سکے، اور وہاں کے لوگوں کو اپنی حمایت میں لایا جائے، پھر بصرہ میں جو لوگ ان کے ہم خیال اور بااثر ہیں انھیں یہ لوگ بلائیں اور سب کا اجتماع ہو۔ زید بن حصن الطائی نے کہا: آپ لوگ مدائن پر قابو نہیں پاسکو گے، وہاں ایک لشکر موجود ہے جو تمھیں اندر نہیں جانے دے گا، لہٰذا ''جوخی نہر'' کے پل کے پاس اپنے

[1] البدایۃ و النہایۃ (۷/ ۳۱۲).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بھائیوں کو جمع ہونے کے لیے کہو اور کوفہ سے جماعتوں کو شکل میں نہ نکلو، بلکہ ایک ایک کر کے جاؤ، تاکہ تمھارے ارادہ کو کوئی سمجھ نہ سکے، چنانچہ انھوں نے اہل بصرہ وغیرہ کے اپنے ہم فکر لوگوں کے نام یہ عام خط جاری کیا کہ ہم سب لوگ متحد ہونا چاہتے ہیں، اس لیے نہر کے پاس سب لوگ اکٹھا ہوں، پھر یہ بدباطن لوگ بھی خفیہ انداز میں ایک ایک کر کے نکلنے لگے، مبادا کہیں کوئی انھیں روک نہ دے، انھوں نے اپنے باپوں، بزرگوں، ماموؤں، پھوپھیوں و ممانیوں اور تمام قرابت داروں کو پیچھے چھوڑا اور خود آگے بڑھے، اپنی جہالت، کم علمی اور ناسمجھی کی بنا پر ان کا یہ عقیدہ تھا کہ ہمارا یہ اقدام رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی رضا کا باعث ہے، حالانکہ یہ نہیں جانا کہ یہ رضا نہیں بلکہ کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ اور سب سے مہلک اور عظیم غلطی ہے اور یہ نہ سوچا کہ یہ اس ابلیس لعین کا دھوکا ہوسکتا ہے جو آسمان سے دھتکارا ہوا ہے، اور ہمارے باپ آدم پھر ان کی ذریت جب تک زندہ ہے سب کے درمیان عداوت کی بیج ڈالنے والا ہے۔ بہرحال خروج کے وقت راستے میں ایک جماعت اپنی اولادوں، بھائیوں اور قرابت داروں سے ملی اور انھیں ڈانٹا، پھٹکارا اور واپس ہوجانے کو کہا، چنانچہ ان میں سے کچھ تو رک گئے اور استقامت اختیار کی اور کچھ بھاگ کر خوارج سے آملے اور قیامت تک کے لیے نقصان اٹھایا، اس طرح بقیہ خوارج بھی مقررہ جگہ پر پہنچے اور اہل بصرہ وغیرہ میں سے جس کے پاس بھی خطوط گئے تھے سب کے سب ''نہروان'' میں اکٹھا ہوئے اوران کی ایک بڑی قوت اور شوکت ابھر کر سامنے آئی۔ [1]

اِدھر حکمین جب کسی فیصلہ کن نتیجہ پر نہ پہنچ سکے تو علی رضی اللہ عنہ نے خوارج کے نام جو کہ نہروان میں جمع ہو چکے تھے ایک خط بھیجا کہ حکمین کسی فیصلہ کن نتیجہ پر نہ پہنچ سکے اور معاملہ ختم ہوگیا ہے، لہٰذا تم اپنی پہلی حالت پر لوٹ آؤ اور ہمارے ساتھ چل کر اہل شام سے لڑائی کرو، لیکن انھوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ جب تک آپ اپنے کفر کا اقرار نہ کرلیں اور اس سے توبہ نہ کرلیں ہم نہیں آئیں گے۔ آپ نے اس سے انکار کیا۔ [2]

ایک اور روایت میں ہے کہ انھوں نے جواباً یہ خط بھیجا:

''اما بعد! تم اپنے رب کے لیے ناراض نہیں ہوئے ہو، بلکہ اپنی ذات کے لیے ناراض ہوئے، لہٰذا اگر تم اقرار کرتے ہو کہ جو کچھ ہوا کفر تھا اور توبہ کرلیتے ہو تو ہم اپنے اور تمھارے بارے میں دوبارہ غور کریں گے ورنہ ہمارا تم سے کوئی تعلق نہیں، اللہ تعالیٰ خائنوں کو پسند نہیں کرتا، علی رضی اللہ عنہ ان کا خط پڑھ کر بہت مایوس ہوئے، آپ نے انھیں چھوڑ کر بقیہ لوگوں کو اپنے ساتھ لیا اور اہل شام سے جنگ کے لیے نکل جانے ہی کو مناسب سمجھا، واضح رہے کہ خوارج کی جانب سے علی (رضی اللہ عنہ) کی تکفیر، اور ان سے توبہ کے مطالبہ کا اعلان ان روایات سے ثابت نہیں ہوتا، ہاں اتنا ضرور ہے کہ یہ روایات علی وعثمان (رضی اللہ عنہما) کی تکفیر اور اس مسئلہ کو لے کر دیگر مومنوں کو آزمائش میں ڈالنے کی ان کی روش کے موافق ہے۔'' [3]

[1] البداية و النهاية (۷/ ۳۱۲، ۳۱۳). [2] أنساب الإشراف (۲/ ۶۳) اس کی سند میں ضعف ہے تاہم اس کے دیگر شواہد ہیں۔
[3] خلافة علی بن أبی طالب / عبدالحمید علی ص ۳۱۹.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

معرکۂ نہروان ۳۸ھ

ا۔ سبب معرکہ:

یہ بات گزر چکی ہے کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے خوارج کو ان کے اپنے نظریات پر اس شرط کے ساتھ باقی رہنے دیا تھا کہ وہ ناحق کسی کا خون نہ بہائیں گے، کسی عام آدمی کو خوف زدہ نہ کریں گے، اور نہ کسی مسافر کا راستہ روکیں گے، اگر ان شرائط کی مخالفت ہوئی تو پھر جنگ ہی ہوگی۔ لیکن خوارج نے اپنے مخالفین کی تکفیر کے عقیدہ کے پیش نظر اپنے مخالف کے خون اور مال کو حلال سمجھا اور مسلمانوں کا ناحق خون بہانے کا سلسلہ شروع کر دیا، یوں تو ان کے ارتکاب جرائم اور معاہدہ کی خلاف ورزیوں سے متعلق متعدد روایات وارد ہیں، لیکن سب سے صحیح روایت وہ ہے جسے چشم دید گواہ پیش کر رہا ہے، جو پہلے خارجی تھا لیکن پھر اس سے توبہ کر لی، اس کا بیان ہے کہ میں نہروالوں کے ساتھ تھا، لیکن ان کی حرکتیں مجھے ناپسند تھیں، تاہم میں نے اپنے ناپسندیدگی کو اس ڈر سے چھپایا کہ کہیں یہ لوگ مجھے قتل نہ کر دیں، چنانچہ جب میں ان کی ایک جماعت کے ساتھ تھا، ہم ایک گاؤں کے پاس گئے، ہمارے اور اس گاؤں کے درمیان ایک نہر حائل تھی، اچانک ایک آدمی اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے اور انتہائی گھبرایا ہوا گاؤں سے باہر نکلا۔ ہماری جماعت کے لوگوں نے کہا: شاید تم ہم سے گھبرا گئے؟ اس نے کہا: ہاں، انھوں نے کہا: گھبراؤ نہیں۔ دل میں مَیں نے کہا: یقیناً یہ لوگ اسے پہچانتے ہوں گے اور میں اسے نہیں پہچانتا، پھر انھوں نے کہا: کیا تم صحابی رسول خباب کے بیٹے ہو؟ اس نے کہا: ہاں، پھر انھوں نے کہا: کیا تمھارے پاس کوئی ایسی حدیث ہے جو تمھارے باپ کی سند سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہو، انھوں نے کہا: ہاں، میں نے اپنے باپ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے فتنہ کا ذکر کیا اور فرمایا:

((اَلْقَاعِدُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ ، وَ الْقَائِمِ فِيْهَا خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِيْ ، وَ الْمَاشِيْ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ السَّاعِيْ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَكُوْنَ عَبْدَاللّٰهِ الْمَقْتُوْلَ فَلَا تَكُنْ عَبْدُاللّٰهِ الْقَاتِلَ .)) [1]

''یعنی اس میں بیٹھا رہنے والا کھڑے رہنے والے سے بہتر ہے اور کھڑا رہنے والا چلنے والے سے بہتر ہے اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہے، اگر تم اس میں پڑ جاؤ تو اے عبداللہ تم مقتول ہونے کو ترجیح دو گے، قاتل بننے کو نہیں۔''

پھر انھوں نے ان کو اور ان کی ایک لونڈی کو پکڑ لیا اور آگے بڑھتے ہوئے ایک نخلستان میں کھجور کے درخت سے گرا ہوا ایک پھل اٹھا کر ان میں سے ایک نے کھا لیا، اس پر دوسرے ساتھیوں نے اعتراض کیا اور کہا کہ یہ معاہد کا پھل ہے بغیر مالک کی اجازت کے تم نے کیوں کھا لیا؟ چنانچہ اس نے اپنے منہ سے کھجور اگل دیا، پھر وہ لوگ

[1] مصنف ابن أبي شيبة ١٥/ ٣١٠، ٣١١ بسند صحيح .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایک خنزیر کے پاس سے گزرے، ان میں سے ایک نے اسے اپنی تلوار سے مار دیا، دوسروں نے کہا: یہ کسی معاہد کی خنزیر ہوسکتی ہے، تم نے اسے کیوں مار ڈالا؟ پھر عبداللہ بن خباب نے کہا: کیا میں تمھیں وہ بات نہ بتاؤں جسے تمھاری نگاہوں میں ان چیزوں سے زیادہ مقدس اور قابل احترام ہونا چاہیے؟ انھوں نے کہا: ضرور بتاؤ، آپ نے کہا: میں، میں مسلمان ہوں، میں نے اسلام میں کوئی بدعت نہیں ایجاد کی ہے اور آپ لوگوں نے مجھے امان دی ہے اور کہا ہے کہ گھبراؤ نہیں۔ لیکن پھر بھی ان لوگوں نے اس شخص کو نہر پر لے جا کر اس کی گردن اڑا دی۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے اس کے خون کو پانی میں جم کر ایسے ہی تیرتے ہوئے دیکھا کہ جیسے پانی میں سڑ جانے والے جوتے کا تسمہ بہتا ہوا نگاہوں سے غائب ہو جائے، پھر انھوں نے عورت کو بلایا، وہ حاملہ تھی، انھوں نے اس کا پیٹ چاک کر دیا۔ راوی کا بیان ہے: میں نے ان سے مبغوض ترین لوگوں کا کبھی ساتھ نہ دیا تھا، اس لیے مجھے جونہی موقع ملا ان سے نکل بھاگا۔ ❶

خوارج کی اس دیدہ دلیری نے لوگوں میں دہشت کا ماحول پیدا کر دیا، حاملہ عورت کا پیٹ چاک کر دینا اور بکری کی طرح عبداللہ کو ذبح کر دینا کوئی معمولی بات نہ تھی، انھوں نے اسی پر بس نہ کی بلکہ لوگوں کو قتل کی دھمکیاں بھی دینے لگے، ان کی اس شناعت کو دیکھ کر خود انھیں میں سے کچھ نے اسے برا سمجھا اور کہا کہ تمھارا برا ہو، اس لیے ہم نے علی کو چھوڑ کر تمھارا ساتھ نہ دیا تھا۔ ❷

ہر چند کہ خوارج کی کارستانیاں اور گھناؤنی حرکتیں طول پکڑ رہی تھیں، لیکن علی رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کا آغاز نہ کیا، بلکہ ان کے پاس اپنا قاصد بھیجا کہ وہ مقتول کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دیں تا کہ ان سے قصاص لیا جا سکے، اس کے جواب میں انھوں نے غرور اور سرکشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا: ہم سب قاتل ہیں۔ ❸ تب علی رضی اللہ عنہ نے جس فوج کو محرم ۳۸ھ میں اہل شام سے لڑنے کے لیے تیار کیا تھا، اسے لے کر خوارج کی طرف چل پڑے۔ ❹ اور نہر ''نہروان'' کے مغربی ساحل پر فوج اتار دی، جب کہ شہر نہروان کے بالمقابل مشرقی جانب میں خوارج کا پڑاؤ تھا۔ ❺

۲۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اپنی فوج کو جنگ پر ابھارتے ہوئے:

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اچھی طرح سمجھتے تھے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قوم کو دین سے نکل جانے والا بتایا

❶ مصنف نے تین مختلف روایتوں کو بالمعنی یکجا روایت کر دیا ہے، جن میں دو روایات سنداً صحیح اور بالاختصار وارد ہیں، ایک تاریخ بغداد (۱/۲۰۵، ۲۰۶) کی روایت ہے اور دوسری مصنف ابن أبی شیبة (۱۵/ ۳۱۰، ۳۱۱) کی اور ان دونوں روایتوں میں، کھجور کا پھل اٹھا کر کھانے، اور خنزیر کو قتل کرنے کا واقعہ نہیں ہے۔ یہ واقعہ طبری کا ہے اور ابومخنف کی سند سے مروی ہے، تفصیل کے لیے دیکھئے: تاریخ الطبری (۵/ ۸۲) اور حدیث تاریخ طبری ہی میں (۵/۸۱) بسند یعقوب عن إسماعیل عن أیوب عن حمید بن هلال عن رجل من عبدالقیس سے مروی ہے۔ (مترجم)

❷ مجمع الزوائد و منبع الفوائد (۶/ ۲۳۷، ۲۳۸) اس کی سند صحیح ہے۔

❸ مصنف ابن أبی شیبة (۱۵/ ۳۰۸، ۳۰۹) اس کی سند صحیح ہے۔

❹ أنساب الأشراف (۲/ ۶۳) اس کی سند میں مجہول راوی ہیں، دیکھئے: خلافة علی / عبدالحمید ص (۳۲۲).

❺ تاریخ بغداد (۱/ ۲۰۵، ۲۰۶).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے اس سے یہی خوارج مراد ہیں، اس لیے آپ نے ان کی طرف بڑھتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو لڑائی پر خوب خوب ابھارا، ادھر خوارج کے متعلق احادیث رسول کی وجہ سے صحابہ اور علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں بھی ان کے خلاف لڑنے کے لیے جوش وخروش بھی تھا، چنانچہ آپ اپنی فوج کو ان خوارج سے نبرد آزما ہونے کے لیے جوش دلاتے ہوئے یہ حدیث سنا رہے تھے، اے لوگو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

((یَخْرُجُ قَوْمٌ مِنْ أُمَّتِی یَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ لَیْسَ قِرَاءَ تُکُمْ إِلٰی قِرَاءَ تِهِمْ بِشَیْءٍ وَ لَا صَلٰوتُکُمْ إِلٰی صَلَاتِهِمْ بِشَیْءٍ وَلَا صِیَامُکُمْ إِلٰی صِیَامِهِمْ بِشَیْءٍ یَقْرَءُ وْنَ الْقُرْآنَ یَحْسَبُوْنَ أَنَّهٗ لَهُمْ وَ هُوَ عَلَیْهِمْ لَا تُجَاوِزُ صَلٰوتُهُمْ تَرَاقِیَهُمْ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الْإِسْلَامِ کَمَا یَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِیَّةِ .))

''میری امت سے ایک قوم نکلے گی، ان کی تلاوت قرآن کے آگے تمھاری تلاوت کچھ نہ ہوگی، ان کی نماز کے آگے تمھاری نماز کچھ نہ ہوگی، ان کے روزوں کے آگے تمھارے روزے کچھ نہ ہوں گے، وہ قرآن پڑھیں گے اور سمجھیں گے اس میں ہمارا فائدہ ہے حالانکہ وہ ان کا ضرر ہوگا، نماز ان کے گلوں سے نہ اترے گی۔ وہ اسلام سے ایسے ہی نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے۔''

جو لشکر ان سے لڑنے جا رہا ہے اگر وہ جان لے کہ بزبان رسول اس پر کتنا ثواب ہے تو بس اسی پر عمل کرے گا اس گروہ کی پہچان یہ ہے کہ ان میں ایک آدمی ہے جس کے شانہ کے سر پر عورت کے سرِ پستان کی مثل ہے اور اس پر سفید رنگ کے بال ہیں، کیا آپ لوگ معاویہ اور اہل شام کی طرف جاؤ گے اور اپنے پیچھے ان کو چھوڑ دو گے کہ تمھاری اولاد اور جائداد کو نقصان پہنچائیں۔ اللہ کی قسم! میں امید رکھتا ہوں کہ یہ وہی قوم ہے (جو حدیث میں مذکور ہے) انھوں نے حرام خون بہایا ہے اور لوگوں کے مواشی لوٹ لیے ہیں، لہٰذا اللہ کا نام لے کر ان کی طرف قدم بڑھاؤ۔ ❶

نہروان والے دن علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں مارقین یعنی دین سے نکل جانے والوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہوں اور یہ لوگ مارقین میں سے ہیں۔'' ❷

چنانچہ علی رضی اللہ عنہ نے نہر نہروان کے اس پار یعنی مشرق میں خوارج سے مقابلہ کے لیے فوج کشی کی اور حکم دیا کہ جب تک خوارج مغرب سے نہر پار کرکے اِدھر نہ آجائیں ان سے لڑائی نہ چھیڑی جائے اور خود آپ نے خوارج کے پاس اپنے قاصدوں کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ ان سے کہو وہ لوٹ جائیں، براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو بھیجا، آپ

---

❶ صحیح مسلم / الزکوٰۃ (۷۴۸، ۷۴۹).

❷ السنۃ / لأبی عاصم، بتحقیق البانی رحمہ اللہ، محقق فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے اس کی سند میں ضعف ہے، لیکن اس کے شواہد ہیں۔ خلافۃ علی ص ۳۲۳.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تین دن سمجھاتے رہے، لیکن انھوں نے ایک نہ سنی، ❶ اس طرح علی رضی اللہ عنہ کے کئی ایلچی خوارج کے پاس برابر آتے جاتے رہے اور انھوں نے کئی ایک کو قتل بھی کر دیا، پھر نہر پار کر کے مشرق میں اتر آئے۔ ❷ جب خوارج اپنی دیدہ دلیری میں اس حد تک پہنچ گئے اور جنگ بندی و مصالحت کی تمام امیدوں کو کاٹ دیا، حق کی طرف بلانے والی تمام کوششوں کو نہایت غرور وسرکشی کے ساتھ ماننے سے انکار کر دیا اور جنگ کے لیے بضد رہے۔ تو علی رضی اللہ عنہ نے فوج کو مرتب کیا اور اسے مورچہ لینے کے لیے تیار ہونے کو کہا۔ ❸ میمنہ پر حجر بن عدی، میسرہ پر شبث بن ربعی اور معقل بن قیس الریاحی کو، شہ سواروں پر ابوایوب انصاری، پاپیادہ دستہ پر ابوقتادۃ انصاری اور اہل مدینہ پر جن کی تعداد سات سو تھی، قیس بن سعد بن عبادہ کو مقرر کیا اور ابوایوب انصاری کو خوارج میں امان کا جھنڈا دے کر یہ اعلان کروایا کہ جو اس جھنڈے کے نیچے آ جائے اسے امان ہے اور جو کوفہ یا مدائن چلا جائے اسے بھی امان ہے، جن لوگوں نے ہمارے بھائیوں کو قتل کیا ہے ان کے علاوہ کسی سے لڑنا ہمارا مقصد نہیں ہے۔ یہ اعلان سن کر ان کے کئی گروہ واپس لوٹ گئے، اب جن خوارج کی تعداد چار ہزار تھی صرف ایک ہزار بلکہ اس سے بھی کم تعداد میں سمٹ گئی، جس کی قیادت عبداللہ بن وہب الراسبی کر رہا تھا، خوارج کی یہ مختصر سی جماعت علی رضی اللہ عنہ کی فوج سے نبرد آزما ہوئی، اس کے میمنہ پر زید بن حصن الطائی السنبسی، میسرہ پر شریح بن اوفیٰ، شہ سواروں پر حمزہ بن سنان اور پاپیادہ دستہ پر حرقوص بن زہیر سعدی مقرر تھا۔ ❹

۳۔ جنگ کا آغاز:

جب خوارج نے علی رضی اللہ عنہ کی طرف پیش قدمی کی، تو علی رضی اللہ عنہ نے تیر انداز شہ سواروں کو آگے بڑھایا، ان کے پیچھے پاپیادہ دستوں کی صف بندی کی اور اپنی فوج سے کہتے رہے کہ ''تم اس وقت تک اپنا ہاتھ روکے رکھنا جب تک کہ وہ آغاز نہ کر دیں، پھر خوارج لَا حُکْمَ إِلَّا لِلّٰہِ، جنت کی طرف بڑھو، جنت کی طرف چلو'' کا نعرہ لگاتے ہوئے تیر انداز شہ سواروں پر حملہ آور ہوئے، شہ سوار دو حصوں میں تقسیم ہو گئے ایک میمنہ کی طرف سمٹ گیا اور ایک میسرہ کی طرف اور جب یہ لوگ علی رضی اللہ عنہ کی فوج کے گھیرے میں آ گئے تو تیر اندازوں نے ان پر تیروں کی بارش شروع کر دی، ان کے چہروں کو چھلنی کر دیا، میمنہ اور میسرہ سے شہ سوار پل پڑے، پھر بقیہ فوج نے نیزوں اور تلواروں سے انھیں موت کے گھاٹ سلا دیا اور گھوڑوں کے کھروں کے نیچے وہ خوب روندے گئے، ان کے تمام قائدین یعنی عبداللہ بن وہب، حرقوص بن زہیر، شریح بن اوفیٰ اور عبداللہ بن سنجرۃ السلمی قتل کیے گئے۔ ❺

ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک خارجی کو ایسا نیزہ مارا جو اس کے جسم کو چھلنی کرتا ہوا پیٹھ سے

---

❶ السنن الکبریٰ / البیهقی (۸/ ۱۹۷) خلافة علی/ عبدالحمید ص ۳۲٤ .

❷ مصنف ابن أبی شیبة (۱۵/ ۳۲۵، ۳۲۷) .

❸ خلافة علی / عبدالحمید ص ۳۲٤ .

❹ تاریخ الخلافة الراشدة/ محمد کنعان ص (٤۲۵) مختصر از البدایة والنهایة .

❺ تاریخ الخلافة الراشدة/ محمد کنعان ص (٤۲۵) .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باہر نکل گیا، اور میں نے اس سے کہا: اے اللہ کا دشمن تجھے جہنم رسید! تو اس نے کہا: تم عنقریب جان لوگے کہ کون جہنم کا زیادہ مستحق ہے۔ ❶

اس جنگ سے بہت سارے خوارج نے اس لیے بھی کنارہ کشی اختیار کرلی کہ انھوں نے اپنے امیر عبداللہ بن وہب الراسبی کی زبان سے ایک ایسی بات سن لی تھی جس سے انھیں اپنی عاقبت کے بارے میں عدم واقفیت اور یقین میں تزلزل کی بو آرہی تھی، اس نے یہ بات اس وقت کی ہے جب علی رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار سے ایک خارجی کو مارا، تو اس نے کہا: خوش آمدید، کیا ہی بہتر ہے جنت کا سفر، اس کی یہ بات سن کر عبداللہ بن وہب راسبی کہنے لگا: کیا معلوم جنت کا سفر ہے یا جہنم کا؟ ❷

عبداللہ بن وہب سے یہ بات سنتے ہی بنوسعد کا ایک آدمی فروۃ بن نوفل اشجعی کہنے لگا: میں اس شخص کے دھوکا میں آ گیا، مجھے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ خود مشکوک ہے؟ پھر وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر ایک ہزار خارجیوں کے ساتھ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے جھنڈے تلے چلا آیا، پھر رفتہ رفتہ کئی خارجی نکل نکل کر اس جھنڈے تلے آ گئے۔ ❸

اس طرح فیصلہ کن جنگ نہایت مختصر مدت یعنی نوصفر ۳۸ھ کے صرف چند گھنٹوں کو شامل رہی۔ ❹ لیکن اسی مختصر مدت میں خوارج کی ایک بھاری تعداد کا صفایا کر دیا، جب کہ اس کے برعکس صحیح مسلم میں زید بن وہب کے بیان کے مطابق علی رضی اللہ عنہ کی فوج کے فقط دو آدمی، ❺ اور بسند حسن دوسری روایت کے مطابق کل بارہ (۱۲) یا تیرہ (۱۳) آدمی قتل کیے گئے۔ ❻ جب کہ ایک تیسری صحیح روایت میں ہے کہ ابومجلز ❼ نے کہا: مسلمانوں یعنی علی رضی اللہ عنہ کی فوج کے صرف نو (۹) آدمی قتل ہوئے، اگر اس کی تصدیق چاہتے ہو تو ابوبرزہ ❽ سے جا کر اسے پوچھ لو، وہ اس جنگ میں موجود تھے۔ ❾ اور جہاں تک خوارج کے مقتولین کی بات ہے تو اس سلسلے میں روایتیں بتاتی ہیں کہ ان سب کا صفایا ہو گیا تھا۔ ❿ جب کہ مسعودی کا خیال ہے کہ خوارج کی نہایت معمولی تعداد جو کہ دس سے بھی کم تھی، بچ سکی تھی، جو ذلت آمیز ہزیمت اٹھا کر بھاگی۔ ⓫

---

❶ تاریخ الخلافۃ الراشدۃ/ محمد کنعان ص (۴۲۵).

❷ الکامل / المبرد، أخبار الخوارج ص (۲۱) خلافۃ علی / عبدالحمید ص (۳۲۵).

❸ الکامل / المبرد، أخبار الخوارج ص (۲۱).

❹ أنساب الأشراف (۲/ ۶۳) اس کی سند میں ایک مجہول راوی ہے۔

❺ صحیح مسلم (۲/ ۷۴۸).

❻ مصنف ابن أبی شیبۃ (۵/ ۳۱۱) تاریخ خلیفۃ ص (۱۹۷) بسند حسن۔

❼ ان کا نام لاحق بن حمید السدوسی ہے، آپ بصری ہیں، ثقہ ہیں، تیسرے طبقہ کے ہیں۔

❽ آپ کا نام نضلہ بن عبید اسلمی ہے، صحابی ہیں، اپنی کنیت سے مشہور ہیں۔ ۶۵ھ میں وفات ہوئی۔

❾ المعرفۃ و التاریخ (۳/ ۳۱۵) تاریخ بغداد (۱/ ۱۸۲).

❿ الکامل / المبرد، أخبار الخوارج ص (۳۳۸).

⓫ تاریخ خلیفۃ ص (۱۹۷) خلافۃ علی ص (۳۲۹).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۴۔ پستان والا، یا ناقص الید شخص کون تھا؟ اور اس کے قتل سے علی رضی اللہ عنہ کی فوج پر کیا اثر پڑا؟

پستان والا آدمی کون تھا؟ اس کی شخصیت کا تعین مختلف روایات مختلف انداز میں کرتی ہیں، ان میں کچھ روایات سنداً ضعیف ہیں اور کچھ قوی ہیں، چنانچہ احادیث نبویہ میں اس پستان والے شخص کے بارے میں متعدد اوصاف کا ذکر ہے، مثلاً وہ سیاہ فام ❶ تھا، اور دوسری روایت کے مطابق وہ حبشی تھا، اس کا ہاتھ ناقص تھا، بایں طور کہ وہ بے حد چھوٹا تھا، بس اتنا ہی کہ جتنا کندھے اور بازو کے درمیانی لمبائی ہوتی ہے، گویا کہنی سے نیچے کا ہاتھ نہیں تھا اور بازو کا سر یعنی آخری حصہ سر پستان جیسا تھا، اس پر سفید بال اُگے ہوئے تھے، بازو بھی ایسا ڈھیلا ڈھالا اور گوشت سے پُر کہ جیسے اس میں کوئی ہڈی نہ ہو، اس میں ٹھہراؤ نہیں تھا، ادھر سے اُدھر ہوتا رہتا تھا اور ہاتھ کے متعلق جو تین مختلف الفاظ: مخدج الید، مودون الید یا مثدون الید، وارد ہیں تو یہ سب ایک ہی معنی میں ہیں یعنی وہ ہاتھ کا ناقص تھا۔ ❷

مذکورہ اوصاف والے آدمی کا نام کیا تھا؟ اس سلسلے میں جن لوگوں نے اس کا تعارف حرقوص بن زہیر السعدی کی شکل میں کرایا ہے انھوں نے غلطی کی ہے۔ ❸ اس لیے کہ حرقوص ایک مشہور ومعروف آدمی تھا اور اسلامی فتوحات میں اس کا کردار رہا ہے، اس نے عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف شورش میں حصہ لیا تھا اور معرکۂ جمل الصغریٰ کے بعد جس میں زبیر اور طلحہ نے بصرہ میں قاتلین عثمان کو قتل کیا تھا وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلا تھا، پھر بعد میں یہی حرقوص خوارج کے چند نامور سرداروں میں سے ہوگیا۔ ❹ ہاں اتنا ضرور ہے کہ ایک روایت میں اس کا نام ''حرقوس'' یعنی (س) کے ساتھ وارد ہے، اس کی ولدیت بھی نامعلوم ہے اور ایک روایت میں اس کا نام ''مالک'' آیا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے حکم کے بموجب جنگ ختم ہونے کے بعد اسے تلاش کیا گیا اور آپ کے پاس لایا گیا، تو آپ نے فرمایا: اللہ اکبر! کیا تمھیں کوئی اس کے باپ کا نام بتانے والا نہیں ہے، تب لوگ کہنے لگے کہ یہ ''مالک'' ہے یہ ''مالک'' ہے، علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کس کا لڑکا، تو اس کے باپ کو کوئی نہ بتا سکا۔ ❺

مورخ طبری نے ایک روایت تصحیح کے ساتھ نقل کی ہے کہ پستان والے آدمی کا نام نافع تھا اور اسی طرح کی روایت مصنف ابن ابی شیبہ اور سنن ابوداؤد میں بھی وراد ہے لیکن دونوں کی سندیں ایک ہیں، اس طرح تینوں مصادر میں ایک ہی روایت ایک ہی سند سے مل رہی ہے۔ ❻

علی رضی اللہ عنہ خوارج کی مبتدعانہ فکر کے آغاز ہی سے ان کے بارے میں گفتگو کیا کرتے تھے اور بیشتر گفتگو میں پستان والے آدمی کا ذکر ضرور کرتے اور یہ کہتے کہ جن لوگوں میں یہ پایا جائے وہ ہی خوارج ہیں، پھر آپ اس کے دیگر اوصاف کا ذکر کرتے۔ اس طرح فیصلہ کن جنگ کے اختتام پر علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ ناقص الید

❶ مصنف عبدالرزاق (١٠/ ١٤٦).
❷ النهاية فی غريب الحديث (١/ ١٢، ١٣) فتح الباري (١٢/ ٢٩٤، ٢٩٥).
❸ الملل و النحل (١/ ١١٥). ❹ فتح الباري (١٢/ ٢٩٢) الإصابة (١٥/ ١٣٩).
❺ الفتح الربانی علی مسند الإمام احمد (٢٣/ ١٥٥) اس کی سند حسن ہے۔ نیز البداية والنهاية (٧/ ٢٩٤، ٢٩٥).
❻ خلافة علی بن أبی طالب / عبدالحميد ص ٣٣٤.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آدمی کی لاش تلاش کرو، اس لیے کہ مخالفین میں اس کا وجود ہی ہماری حقانیت اور درستگی کی دلیل ہے۔ کافی تلاش وجستجو کے بعد وہ لاش آپ کو ملی بایں طور کہ آپ نہر ''نہروان'' کے کنارے کئی لاشوں کے پاس سے گزرے، جو ایک دوسرے کے اوپر پڑی ہوئی تھیں، آپ نے فرمایا: انھیں الگ الگ کرو، دیکھا گیا تو سب سے نیچے زمین پر اسی ناقص الید کی لاش تھی، آپ نے برجستہ اللہ اکبر کہا اور فرمایا: اللہ نے سچ کہا اور اس کے رسول نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا، پھر آپ نے سجدۂ شکر ادا کیا اور آپ کو دیکھ کر دوسرے لوگوں نے بھی سجدہ شکر ادا کیا اور ان کے چہرے خوشیوں سے بھر گئے۔ ❶

۵۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا خوارج سے برتاؤ:

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے جنگ سے پہلے اور بعد میں خوارج کے ساتھ مسلمانوں جیسا برتاؤ کیا، جونہی جنگ ختم ہوئی آپ نے فوج میں اعلان کر دیا کہ کسی بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے، کسی زخمی کو قتل نہ کیا جائے، نہ کسی کا مثلہ کیا جائے، شقیق بن سلمہ جو ابووائل کی کنیت سے معروف ہیں اور فقہائے تابعین میں سے ہیں اور علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی تمام جنگوں میں شریک رہے، وہ کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل اور جنگ نہروان ❷ کے موقع پر کسی کو گالی نہیں دی، آپ نے نہروان والوں کا چھوڑا ہوا اثاثہ کوفہ اٹھوا لیا اور عام اعلان کر دیا کہ جو اپنا سامان پہچانتا ہو وہ لے جائے، لوگ آتے گئے اور پہچان کر اپنا سامان لیتے گئے، آخر میں صرف ایک ہانڈی بچی جسے ایک آدمی آیا اور لے کر گیا۔ یہ روایت متعدد سندوں سے مروی ہے۔ ❸ آپ نے خوارج کے سامان جنگ کے علاوہ کوئی مال بطور غنیمت اپنی فوج میں تقسیم نہیں کیا جسے وہ لے کر آئے تھے، آپ نے خوارج کی تکفیر نہیں کیا، کیونکہ جنگ شروع ہونے سے پہلے پوری کوشش کی کہ انھیں مسلمانوں کی جماعت میں واپس لوٹا لیں، آپ نے انھیں سمجھایا، اور جنگ کے نقصانات سے ڈرایا، پھر بہت سارے لوگ لوٹ بھی آئے، علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں:

> ''آپ نے یہ پہلو اس لیے اختیار کیا تھا کہ انھیں روکنا، اور ان کی برائیوں کو ہٹانا مقصود تھا، نہ کہ انھیں قتل کرنا، اگر صرف گفت وشنید سے مسئلہ حل ہو جاتا تو وہی جنگ سے بہتر تھا، اس لیے کہ جنگ میں دونوں کا نقصان تھا، پس آپ کا یہ موقف اس بات کی دلیل ہے کہ خوارج مسلمانوں کا ایک فرقہ ہے، جیسا کہ بہت سارے علماء اس بات کے قائل ہیں۔'' ❹

البتہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ انھیں فاسق کا نام دیتے تھے، چنانچہ مصعب بن سعد بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا:

﴿ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ﴿١٠٣﴾ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

---

❶ مصنف ابن أبي شيبة (١٥/ ٣١٧، ٣١٩) اس کی سند صحیح ہے۔

❷ السنن الكبرى/ البيهقي (٨/ ١٨٢)۔ ❸ التلخيص الحبير (٤/ ٤٧)۔

❹ فتح الباري (١٢/ ٣٠٠، ٣٠١) نيل الأوطار (٨/ ١٨٢)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَ هُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا﴿۱۰۴﴾ (الکهف: ۱۰۳، ۱۰۴)

''کہہ دے کیا ہم تمھیں وہ لوگ بتائیں جو اعمال میں سب سے زیادہ خسارے والے ہیں۔ وہ لوگ جن کی کوشش دنیا کی زندگی میں ضائع ہوگئی اور وہ سمجھتے ہیں کہ بے شک وہ ایک اچھا کام کر رہے ہیں۔''

کیا اس آیت سے ''حروری'' لوگ مراد ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں، بلکہ اس سے اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ مراد ہیں۔ یہودیوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی اور نصاریٰ نے جنت کا انکار کیا اور کہا: اس میں کوئی طعام و شراب نہیں۔ ہاں ''حروری'' لوگ اس آیت میں مذکور ہیں:

﴿وَ مَا یُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ ﴿۲۶﴾ الَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ ۪ وَ یَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ یُّوْصَلَ وَ یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۲۷﴾﴾

(البقرة: ۲۶، ۲۷)

''اور وہ اس کے ساتھ فاسقوں کے سوا کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔ وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو، اسے پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور اس چیز کو قطع کرتے ہیں جس کے متعلق اللہ نے حکم دیا کہ اسے ملایا جائے اور زمین میں فساد کرتے ہیں، یہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔''

بہر حال سعد رضی اللہ عنہ انھیں فاسق کا نام دیتے تھے۔ ❶

سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک روایت ہے کہ جب آپ سے ان کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ ایسی قوم ہے جو ٹیڑھی ہوگئی تو اللہ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔ ❷

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا وہ لوگ کافر ہیں؟ آپ نے فرمایا: انھوں نے کفر کی وجہ سے ساتھ چھوڑا، پھر پوچھا گیا، کیا وہ منافق ہیں؟ آپ نے فرمایا: منافق تو اللہ کا ذکر بہت کم کرتے ہیں، پھر آپ سے پوچھا گیا، تب وہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ ایک قوم تھی جس نے ہم سے بغاوت کی اور ہم نے ان سے قتال کیا اور دوسری روایت میں یہ جواب اس طرح ہے کہ ایک قوم ہے جس نے ہم سے بغاوت کی، پھر ہماری ان کے خلاف مدد کی گئی۔ اور تیسری روایت میں ہے کہ وہ ایک قوم ہے جو فتنہ میں مبتلا ہوئی اور وہ اسی میں گونگے بہرے ہوگئے۔ ❸

اسی طرح آپ نے اپنی فوج اور پوری امت مسلمہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

''اگر بغاوت کرنے والے امام عادل کی مخالفت کریں تو ان سے قتال کرو اور اگر امام ظالم کی مخالفت کریں تو ان سے قتال نہ کرو کیونکہ انھیں کہنے کا حق ہے۔'' ❹

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک خوارج سے اور جنگ جمل و جنگ صفین میں مسلمانوں سے لڑائی کے درمیان

---

❶ صحیح البخاری مع الفتح (۵/ ۸۴۲).

❷ مصنف ابن أبی شیبة (۱۵/ ۳۲۴، ۳۲۵) الاعتصام / الشاطبی (۱/ ۶۲).

❸ مصنف عبدالرزاق (۱۰/ ۱۵۰)، مصنف ابن أبی شیبة (۱۵/ ۳۳۲) بسند صحیح.

❹ مصنف ابن أبی شیبة (۱۵/ ۳۲۰) فتح الباری (۱۲/ ۳۰۱) طبری میں اس کی صحیح سند مروی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کافی فرق محسوس کیا جا سکتا ہے، جنگ جمل و جنگ صفین کی لڑائی پر آپ رنجیدہ ہوئے اور ندامت کے آنسو گرائے، لیکن خوارج کے خلاف لڑنے میں آپ کو بہت فرحت وسرور حاصل ہوا۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نص اور اجماع نے دونوں میں فرق کر دیا تھا، آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح فرمان کے مطابق خوارج سے قتال کیا تھا اور اس پر شاداں و نازاں تھے، اور صحابہ میں سے کسی نے اس میں آپ کی مخالفت نہ کی، جب کہ جنگ صفین میں اس جنگ کے تئیں آپ نے خود اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور اس پر رنجیدہ رہے۔ [1]

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی جنگوں سے مستنبط ہونے والے فقہی مسائل

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کو اپنی علمی گہرائی اور فقہی ظرف نگاہی کی بنا پر یہ ملکہ حاصل تھا کہ واقعات وحوادث کی روشنی میں شرعی قواعد واحکامات کا استنباط کر سکیں، چنانچہ آپ نے ائمۃ المسلمین سے بغاوت کرنے والوں سے قتال کے شرعی اصول وضوابط وضع کیے اور پھر ائمہ سنت وفقہائے شریعت نے بغاوت کرنے والوں کے بارے میں آپ کے موقف سے استفادہ کیا اور اس سلسلے میں تفصیل سے فقہی قواعد واحکام کو مرتب ومدون کیا، یہاں تک کہ بیشتر اہل علم یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ اگر علی رضی اللہ عنہ کی اپنے مخالفین سے جنگ نہ ہوئی ہوتی تو اہل قبلہ (مسلمانوں) سے قتال کے بارے میں شرعی حکم معدوم ہوتا۔ [2] یہ بات خود علی رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ آپ لوگوں کا کیا خیال ہے اگر میں لوگوں کی نظروں سے غائب ہو جاتا تو آج ان کے ساتھ یہ کردار کون ادا کرتا۔ [3] اور احنف نے جب علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے علی، بصرہ میں ہماری قوم کے لوگ سوچتے ہیں کہ اگر آپ کل ان پر غلبہ پا جائیں گے تو ان کے مردوں کو قتل کر دیں گے اور عورتوں کو قیدی بنا لیں گے، تو آپ نے جواب دیا: مجھ جیسے لوگوں سے یہ خوف کبھی نہ طاری ہو، کیا کفار اور مرتدین کے علاوہ کسی اور کے لیے بھی یہ جائز ہے؟

بہرحال آپ کے مذکورہ اقوال وموقف کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ کفار ومرتدین کے بالمقابل اہل قبلہ سے قتال کرنے میں کئی اعتبار سے فرق ہے، جن کی تفصیل اس طرح ہے:

۱۔ باغی مسلمانوں سے قتال کا مقصد صرف ان کی گوشمالی ہو نہ کہ انھیں جان سے مارنا، اس لیے کہ اصلاً انھیں قتل کرنا نہیں، بلکہ صرف یہ مقصد ہوتا ہے کہ وہ اطاعت کی طرف لوٹ آئیں اور شر انگیزی نہ کریں، جب کہ مشرکین اور مرتدین کو قصداً جان سے مارنا مقصود ومطلوب ہوتا ہے۔ [4]

۲۔ اگر بغاوت کرنے والوں کے شانہ بشانہ ان کے غلام، بچے اور عورتیں بھی لڑنے میں شریک ہوں تو سب کے سب بالغ آزاد مرد کے حکم میں ہیں، آگے بڑھنے کی صورت میں ان سے قتال کیا جائے اور پیچھے ہٹنے کی

---

[1] مجموع الفتاوٰی (۲۸/ ۵۱۶).

[2] التمهيد/ الباقلاني ص (۲۹۹) تحقيق مواقف الصحابة (۲/ ۲۹۵).

[3] مصنف عبدالرزاق (۱۰/ ۱۲٤). [4] المغني (۸/ ۱۰۸، ۱۲٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صورت میں انھیں چھوڑ دیا جائے۔ اس لیے کہ ان سے قتال کا مقصد صرف یہ ہے کہ ان کی ایذا رسانیوں کا ازالہ ہو جائے، جب کہ مرتدین و کفار اگر برسرپیکار ہیں تو آگے بڑھنے اور پیچھے ہٹنے، دونوں حالتوں میں انھیں قتل کیا جائے گا۔ ❶

۳۔ اگر بغاوت کرنے والے کسی بھی سبب سے قتال سے رک جائیں، خواہ اطاعت قبول کر کے یا ہتھیار ڈال کر کے، یا ہزیمت اٹھا کر، یا زخموں کی تاب نہ لا کر، یا کسی بیماری کی وجہ سے یا قید کے خوف سے، بہرصورت ان کے زخم خوردہ افراد پر وار کرنا، اور ان کے قیدی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے جب کہ مشرکین اور مرتدین کے زخمیوں پر وار کرنا اور ان کے قیدیوں کو قتل کرنا جائز ہے، چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے جنگ جمل والے دن فرمایا: کسی بھاگنے والے کا تعاقب نہ کرو، کسی زخمی پر حملہ نہ کرو اور جو ہتھیار ڈال دے اسے امان ہے۔ ❷

''عبدالرزاق'' کی روایت میں ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے اپنے منادی کو نداء لگانے کا حکم دیا، چنانچہ اس نے بصرہ والے دن اعلان کیا کہ کسی بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے، نہ کسی زخمی پر قاتلانہ حملہ کیا جائے، نہ کسی قیدی کو قتل کیا جائے، جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیتا ہے یا ہتھیار ڈال دیتا ہے اسے امان ہے، آپ نے ان کے چھوڑے ہوئے مالوں میں سے کچھ نہ لیا۔ ❸ اور جنگ جمل میں اعلان کروایا کہ کسی بھاگنے والے کا پیچھا نہ کرو، کسی زخمی پر قاتلانہ حملہ نہ کرو، کسی قیدی کو قتل نہ کرو اور عورتوں کو نظر انداز کرو اگرچہ وہ تمھیں برا بھلا کہیں اور تمھارے امراء کو گالیاں دیں، ہمیں اپنے دور جاہلیت کی تہذیب یاد ہے کہ جب آدمی عورت کو لاٹھی اور ڈنڈے سے مارتا تھا تو اس کو اور اس کی آنے والی اولاد کو عار دلایا جاتا تھا۔ ❹

ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں صفین میں موجود تھا، وہ لوگ (اصحاب علی) کسی زخمی پر حملہ نہ کرتے تھے اور نہ کسی بھاگنے والے کو قتل کرتے تھے اور نہ ہی کسی مقتول کو پھانسی دیتے تھے۔ ❺

۴۔ باغیوں کا قیدی حالتِ قید میں باغی شمار کیا جائے گا، اگر اس کے بارے میں یہ اطمینان ہو کہ وہ قتال میں شریک نہ ہو گا تو اسے چھوڑ دیا جائے اور جس کے بارے میں مکمل اطمینان نہ ہو اسے جنگ کے آخری وقت تک قید میں رکھا جائے، پھر آزاد کر دیا جائے، اس کے بعد اسے قید میں ڈالنا ضروری نہیں ہے، جب کہ کافر قیدی کو قید میں رکھا جا سکتا ہے۔ ❻

---

❶ المغنی (۸/ ۱۱۰) الأحکام السلطانیة ص (٦٠).

❷ مصنف ابن أبی شیبة (۱۰/ ۲۳٦) فتح الباری (۱۳/ ۵۷) اس کی سند صحیح ہے۔

❸ مصنف عبدالرزاق (۱۰/ ۱۲۳، ۱۲٤) تحقیق مواقف الصحابة (۲/ ۲۹٦).

❹ نصب الرایة (۳/ ٤٦۳).

❺ المستدرک (۲/ ۱۵۵) اس کی سند حسن ہے اور ذہبی نے موافقت کی ہے۔

❻ الأحکام السلطانیة ص (٦٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۵۔ باغیوں سے قتال کرنے کے لیے کسی بھی مشرک سے خواہ وہ ذمی ہو یا معاہد مدد نہیں لی جائے گی، جب کہ مرتدین، کفار اور محاربین سے لڑنے کے لیے مدد لینی جائز ہے۔ ❶

٦۔ ان سے نہ کوئی عارضی مصالحت ہو اور نہ مال کے بدلے مستقل جنگ بندی کا اعلان، اگر امام وقت عارضی مصالحت کر لیتا ہے تو اس کا اعتبار نہ ہوگا، اگر بروقت مقابلہ کرنے سے کمزور ہے تو اپنی قوت اکٹھا کرے گا اور پھر مقابلہ میں اترے گا اور اگر مال کے بدلے مستقل جنگ بندی پر صلح کیا ہے تو یہ صلح غیر معتبر ہوگی اور مال کے بارے میں دیکھا جائے گا کہ اگر وہ ان کے صدقات اور اموال فے کا حصہ ہے تو انھیں واپس نہیں کرے گا، بلکہ صدقات کو صدقات کے مستحقین میں اور مال فے کو اس کے مستحقین میں تقسیم کر دے گا اور اگر وہ مال خالص ان کی کمائی کا ہے تو امام اس پر قابض نہ ہوگا، بلکہ اسے انھیں واپس کر دے گا۔ ❷ اس لیے کہ علی رضی اللہ عنہ نے اہل جمل کا مال اپنے لیے حلال نہ کیا تھا۔

۷۔ اگر بغاوت کرنے والے کسی معقول تاویل کے ذریعے سے امام سے بغاوت کرتے ہیں تو وہ ان کے ساتھ مراسلات کرے گا، اگر وہ اپنے اوپر کسی ظلم کی نشان دہی کرتے ہیں تو امام اسے ان سے دور کرے اور اگر کسی شبہہ کا ذکر کرتے ہیں تو اسے واضح کرے، جیسا کہ علی رضی اللہ عنہ نے خوارج کے شبہات کا ازالہ کیا تھا جس کی وجہ سے بہت سے خوارج مسلمانوں کی جماعت میں واپس لوٹ آئے تھے۔ ❸ پس اگر شبہات کی وضاحت کے بعد وہ لوٹ آتے ہیں تو بہتر ہے ورنہ ان کے خلاف قتال کرنا امام اور مسلمانوں پر واجب ہے۔ ❹

۸۔ اگر باغی لوگ بظاہر امام کی اطاعت کر رہے ہوں اور الگ کسی مقام پر گروہ بندی کی شکل میں نہ ہوں اور انھیں حراست میں لانا اور گرفتار کرنا آسان ہو، تو ان سے قتال نہیں کیا جائے گا، بلکہ گرفتاری کے ذریعے سے انھیں محکمہ عدل کے حوالے کیا جائے گا اور وہ مناسب فیصلہ صادر کرے گا، لیکن ان کو تمام شرعی و انسانی حقوق وحدود حاصل ہوں گے۔ ❺

۹۔ باغیوں سے اس نوعیت کا قتال جائز نہیں ہے جس میں عام جان و مال کا اتلاف ہو مثلاً ان کی آبادی میں آگ لگا دینا، یا ان پر منجنیق سے گولے برسانا، ان کے درختوں اور رہائش گاہوں کو جلانا یا برباد کر دینا جب کہ کفار و مشرکین کی جنگ میں یہ جائز ہے کیونکہ دار الاسلام میں یہ ممنوع اگرچہ ان کے چند افراد رہ ہی جائیں، البتہ اگر ضرورت ایسی آ پڑے کہ اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ ہو مثلاً باغی لوگ قلعہ بند ہو جائیں اور ہتھیار نہ ڈالیں تو امام کے لیے جائز ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے قول کے مطابق ان پر منجنیق و

---

❶ الأحكام السلطانية ص (٦٠).

❷ الأحكام السلطانية ص (٦٠) تحقيق مواقف الصحابة (٢/ ٢٩٨).

❸ السنن الكبرىٰ/ البيهقي (٨/ ١٨٠). ❹ مجموع الفتاوىٰ (٤/ ٤٥٠).

❺ الاحكام السلطانية ص (٥٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آگ کی بارش کردیے۔ ❶

۱۰۔ باغیوں کے مال کو مال غنیمت بنانا اوران کی ذریت کو قید کرنا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ اِلَّا بِطِيْبِ نَفْسٍ مِنْهُ .)) ❷

''کسی مسلمان آدمی کا مال بغیر اس کی خوش دلی کے لینا جائز نہیں ہے۔''

چنانچہ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے آپ نے جنگ جمل کے موقع پر کہا تھا:

''جو شخص اپنا کوئی سامان کسی ہمارے آدمی کے پاس دیکھے وہ اسے لے لے۔'' ❸

بعد میں آپ کا یہی موقف خوارج کے لیے باعث اعتراض بن گیا تھا، وہ کہتے تھے: علی نے معاویہ اوران کے ساتھیوں سے قتال کیا، لیکن انھیں گالیاں نہ دیں اور نہ ان کا مال بطور غنیمت لوٹا، پس اگر ان کا خون حلال تھا تو مال کیوں نہیں حلال ہوا؟ اور اگر مال حرام تھا تو خون بھی حرام تھا، ان سے قتال کیوں کیا؟ تب ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے مناظرہ کے دوران کے اس اعتراض کا جواب اس طرح دیا تھا کہ کیا تم اپنی ماں یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالی دینا پسند کرو گے؟ اور جو کچھ ان کے علاوہ کے لیے جائز سمجھتے ہو ان کے لیے بھی جائز کرو گے؟ اگر تم یہ کہتے ہو کہ وہ تمھاری ماں نہیں ہیں تو تم کفر کا ارتکاب کرو گے اور اگر مانتے ہو کہ تمھاری ماں ہیں پھر بھی انھیں باندی بنانا چاہتے ہو تو یہ بھی کفر ہے۔ ❹

علامہ بن قدامہ رحمہ اللہ اس واقعہ کی روشنی میں لکھتے ہیں کہ چونکہ باغیوں سے قتال کا مقصد محض انھیں پست ہمت کرنا اور حق کی طرف لوٹانا ہے اوران سے لڑائی کفر کی بنا پر نہیں ہے، اس لیے ان کے جان و مال اورعزت و آبرو پر اتنا ہی ہاتھ اٹھایا جائے گا جتنے سے انھیں پیچھے دھکیلا جاسکے، جیسے کہ حملہ آوروں اور ڈاکوؤں کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے اوران کے اموال وذریت اپنی اصلی حالت یعنی حرمت کے حکم پر باقی ہوں گے۔ ❺ البتہ علی رضی اللہ عنہ کے موقف کو سامنے رکھتے ہوئے اتنا کہا جاسکتا ہے کہ ان کے ہتھیاروں سے استفادہ کیا جاسکتا ہے جیسا کہ ابن ابی شیبہ نے ابوالبختری سے روایت کیا ہے کہ جب اہل جمل شکست خوردہ ہوگئے تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جولشکر سے باہر ہو اسے تلاش نہ کرو اوران کے جو ہتھیار اور سواریاں تمھیں ملیں وہ تمھاری ہیں۔ ❻ اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا ان کے لشکر میں پڑے ہوئے مال کے علاوہ کسی دوسرے مال پر قطعاً ہاتھ نہ ڈالنا۔ ❼

❶ المغنی / ابن قدامه (۸/ ۱۱۰).

❷ سنن الدار قطنی (۳/ ۲۶) شیخ البانی نے ارواء الغلیل حدیث نمبر (۱۴۵۹) میں اس کی تصحیح کی ہے۔

❸ المغنی ۸/ ۱۱۵.

❹ السنن الکبریٰ / البیهقی (۸/ ۱۷۹) خصائص أمیر المومنین / نسائی ص (۱۹۷) اس کی سند حسن ہے۔

❺ تحقیق مواقف الصحابة (۲/ ۳۰۰). ❻ مصنف ابن أبی شیبة (۱۵/ ۲۶۳).

❼ تحقیق مواقف الصحابة (۲/ ۳۰۰).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۱۔ باغیوں کے مقتولین کو غسل دلایا جائے گا، تکفین ہوگی اور ان پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی، اس لیے کہ امام شافعی اور اصحاب الرائے کے مسلک کے مطابق وہ مسلمان ہیں۔ ❶

۱۲۔ اگر بغاوت کرنے والے اہل بدعت میں سے نہ ہوں تو وہ فاسق نہیں کہے جائیں گے۔ امام المسلمین اور اہل عدل کے خلاف ان کی بغاوت ان کی اجتہادی غلطی پر محمول ہوگی اور وہ فقہائے مجتہدین کے حکم میں ہوں گے، اگر ان کا عادل فرد گواہی دے رہا ہے تو امام شافعی کے قول کے بموجب اس کی گواہی قبول کی جائے گی، لیکن اگر خوارج اور اہل بدعت امام کے خلاف بغاوت کریں تو ان کی گواہی قبول نہ کی جائے گی، اس لیے کہ یہ لوگ فاسق ہیں۔ ❷

۱۳۔ امام عادل کے لیے اپنے خونی رشتہ کے قرابت دار باغی کو قتل کر دینا جائز ہے، کیونکہ وہ اسے ناحق نہیں قتل کر رہا ہے، گویا یہ قتل اس پر حد نافذ کرنے کی مشابہ ہے، تاہم اسے اس سے گریز کرنا چاہیے۔ ❸

۱۴۔ اگر کسی شہر پر بغاوت کرنے والوں کا غلبہ ہو جائے اور وہ اپنے نظام کے تحت خراج، زکوٰۃ اور جزیہ وغیرہ کی وصولی کے ساتھ حدود بھی قائم کرتے ہوں، پھر حالات بدلیں اور اہل عدل اس شہر پر قابض ہو جائیں، تو گزشتہ اموال کی وصولی میں سے کچھ نہ لیا جائے گا، کیونکہ جنگ جمل کے بعد جب اہل بصرہ پر علی رضی اللہ عنہ کو غلبہ ملا تھا تو آپ نے ان سے ماضی کے محصولات میں سے کسی مال کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔ ❹

۱۵۔ باغی وعادل کی وراثت کا حکم: کوئی باغی قاتل کسی عادل کا وارث نہیں بن سکتا، نہ ہی کوئی عادل قاتل کسی باغی کا وراث بن سکتا ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اَلْقَاتِلُ لَا یَرِثُ)) ❺ ''قاتل وارث نہیں ہوگا۔''

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میں عادل کو باغی کا وارث بناتا ہوں، لیکن باغی کو عادل کا وارث نہیں بناتا۔''

ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میں دونوں کو ایک دوسرے کا وارث بناتا ہوں، کیونکہ دونوں کا قتل ان کی اجتہادی غلطی پر مبنی ہے۔'' ❻

امام نووی رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ ❼

۱۶۔ اگر اہل بغاوت کو قتل کے بغیر مات دینا ممکن نہ ہو تو انھیں قتل کیا جا سکتا ہے اور قاتل پر کوئی گناہ، ضمانت، یا کفارہ واجب نہ ہوگا، کیونکہ اس نے شرعی حکم کے مطابق اقدام کیا اور اللہ کی خاطر اسے قتل کیا، اللہ فرماتا ہے:

---

❶ تحقیق مواقف الصحابة (۲/ ۳۰۱).

❷ المغنی (۸/ ۱۱۸) تحقیق مواقف الصحابة (۲/ ۳۰۱).

❸ المغنی (۸/ ۱۱۸) تحقیق مواقف الصحابة (۲/ ۳۰۱).

❹ المغنی (۸/ ۱۱۹) تحقیق مواقف الصحابة (۲/ ۳۰۲).

❺ سنن ابن ماجه / الدیات (۲/ ۸۸۳) صحیح سنن ابن ماجه حدیث نمبر (۲۱٤۰).

❻ الأحکام السلطانیة ص (٦۱). ❼ شرح النووی علی صحیح مسلم (۷/ ۱۱۰)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ﴾ (الحجرات: ۹)

''تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔''

چنانچہ اگر کسی مسلمان پر جان لیوا حملہ ہو تو وہ اپنی دفاع میں اسے قتل کر سکتا ہے بشرطیکہ قتل کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ ہو۔

اسی طرح دوران قتال اہل عدل نے اہل بغاوت کے جن اموال کو برباد کیا وہ اس کا تاوان نہ دیں گے۔ ❶ اسی طرح بقول امام نووی علماء کے صحیح ترین اقوال کی روشنی میں اگر اہل بغاوت نے دوران قتال اہل عدل کا جانی و مالی نقصان کیا ہے تو وہ اس کا تاوان نہیں دیں گے۔ ❷ اس کی دلیل وہ اجماع صحابہ ہے جو زہری کی سند سے منقول ہے، آپ فرماتے ہیں: پہلا فتنہ پھوٹ پڑا اور اصحاب رسول موجود تھے، ان میں بدری صحابہ بھی تھے وہ سب اس بات پر متفق تھے کہ قرآن میں تاویل کی بنا پر باہمی قتل وخون ریزی کی وجہ سے کسی سے قصاص نہ لیا جائے اور نہ کسی کا مال چھینا جائے۔ ❸

''عبدالرزاق'' کی روایت میں ہے کہ پہلا فتنہ پھوٹ پڑا اور بدر میں شریک ہونے والے اصحاب رسول بہت تعداد میں موجود تھے، سب اس بات پر متفق تھے کہ تاویل قرآن کی بنا پر کسی خاتون کو قیدی بنانے اور اس کی شرم گاہ حلال کر لینے والوں پر وہ کوئی حد نافذ نہ کریں اور اسی بنا پر کسی کا خون حلال کرنے والوں سے قصاص نہ لیں اور اسی بنیاد پر دوسروں کا مال حلال کر لینے والوں سے مال واپس نہ لیں، ہاں اگر کوئی چیز ایسی ہو جس کا مالک معلوم ہو تو اسے اس تک واپس کر دیا جائے۔ ❹

خوارج کے چند اہم اوصاف

فرقۂ خوارج کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والا اس فرقہ کے لوگوں کو چند اہم اوصاف وعادات سے متصف پائے گا وہ اوصاف یہ ہیں:

دین میں غلو:

اس بات سے کسی کو انکار نہیں کہ خوارج اطاعت گزار اور عبادت کے پابند ہوتے ہیں، یہ اپنے عہد آغاز ہی سے اس بات کے حریص رہے ہیں کہ دین پر مکمل طور سے کاربند رہیں اور اسلام جن چیزوں سے منع کرتا ہے اس سے دور رہیں، اسلام کی نگاہ میں کسی بھی چھوٹے بڑے جرم کا ارتکاب نہ کریں، یہ دین داری ان کی ایسی نمایاں صفت ہے جس میں ان کا کوئی ثانی نہیں، اس بات کی تائید کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے بڑھ کر

❶ المغنی (۸/ ۱۱۲)۔ ❷ شرح النووی علی صحیح مسلم (۷/ ۱۷۰)۔
❸ السنن الکبریٰ / البیهقی (۸/ ۱۷٤) بسند صحیح۔ تحقیق مواقف الصحابة (۲/ ۳۰۳)ط۔
❹ مصنف عبدالرزاق (۱۰/ ۱۲۱)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کوئی اور دلیل نہیں ہے جس میں آپ فرماتے ہیں:

((یَقْرَؤُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَیْسَ قِرَاءَ تُکُمْ إِلٰی قِرَاءَ تِھِمْ بِشَیْءٍ وَلَا صِیَامُکُمْ إِلٰی صِیَامِھِمْ بِشَیْءٍ .)) ❶

''وہ قرآن پڑھیں گے تمھارا پڑھنا ان کے پڑھنے کے مقابل، اور تمھارا روزہ رکھنا ان کے روزوں کے مقابل کچھ بھی نہیں ہوگا۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہما جس وقت خوارج سے مناظرہ کرنے گئے اس وقت کی ان کی دینی حالت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں ایسی قوم کے پاس گیا کہ اس سے بڑھ کر عبادت گزار میں نے کسی کو نہ دیکھا تھا، ان کی پیشانیوں پر سجدوں کے نشانات، ہتھیلیاں ایسی سخت اور کھردری کہ جیسے اونٹ کے گھٹنے، بدن پر پسینہ میں بھیگے ہوئے کرتے، ازار ٹخنوں سے اوپر اور چہروں پر تھکاوٹ کے آثار، جیسے انھوں نے شب بیداری کی ہو۔ ❷

جندب الازدی کا بیان ہے کہ جب ہم علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور خوارج کی طرف بڑھتے ہوئے ان کی لشکرگاہ تک پہنچے تو قرآن کی تلاوت سے ان کی آوازیں شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کی طرح گونج رہی تھیں۔ ❸

بلاشبہ وہ نماز، روزے اور تلاوت قرآن کے پابند تھے، لیکن اس میں حد اعتدال کو تجاوز کرکے مبالغہ اور شدت پسندی کے شکار ہوگئے تھے، پھر ان کی عقلیت پرستی اور شدت پسندی نے انھیں اسلام کے بنیادی عقائد وقواعد کی مخالفت تک پہنچا دیا، مثلاً یہ کہ گناہ کبیرہ کے مرتکب کی تکفیر کرنے لگے اور ایسے گناہ گاروں کے بارے میں بعض خوارج نے اس قدر شدید موقف اختیار کیا کہ اسے مشرک وکافر قرار دیتے ہوئے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنمی قرار دے دیا۔ ❹ اور پھر اسی پر بس نہ ہوا بلکہ اسی تشدد کے نتیجہ میں جس نے انھیں دین کے حدود اور اس کے عظیم المنفعت مقاصد سے نکالا تھا، انھوں نے اپنے مخالف نظریات وعقائد کے حامل مسلمانوں کی تکفیر کی اور انھیں منافق کہا، حتی کہ اپنے مخالفین کا خون تک حلال کرلیا۔ ❺ اور ان کے ''ازارقہ'' جیسے فرقہ نے اپنے مخالفین کی عورتوں اور بچوں تک کے قتل کو جائز قرار دے دیا۔ ❻

بے شک خوارج نے اپنی جہالت، تشدد اور قساوت کی وجہ سے محاسن اسلام کے تابناک چہرے کو عجیب وغریب شکل میں بگاڑ دیا اور تاویل واجتہاد میں حد سے زیادہ ملوث ہونے کی وجہ سے اسلام کی اعتدال پسندی، اس کی رونق اور روحانیت سے نکل گئے، انھوں نے غور وخوض اور تاویل وتشریح کا وہ منہج اپنا لیا ہے جس کی اجازت نہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے اور نہ قرآن نے۔ جہاں تک ان کے ظاہری تقویٰ وطہارت کی بات ہے تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ ایسے تقویٰ وطہارت پر فریفتہ ہیں جس کی چمک دمک فقط دکھاوے تک اور حسن وزیبائش فقط ظاہری

---

❶ صحیح مسلم / الزکوٰۃ، شرح النووی (۷/ ۱۷۱).

❷ تلبیس إبلیس ص (۹۱).

❸ تلبیس إبلیس ص (۹۳).

❹ الفصل / ابن حزم (٤/ ۱۹۱) الخوارج، ناصر السعوي ص (۱۸۳).

❺ الخوارج / السعوي ص (۱۸۳).

❻ تلبیس ابلیس ص (۹۵).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تاویل تک محدود ہے، انھوں نے حصول جنت کے لیے طمع بڑھائی اور اس کے لیے کوشش بھی کی، لیکن ایسے راستے سے جو دین میں تشدد، تعمق اور مبالغہ کا راستہ تھا، اور یہی چیز انھیں حد اعتدال سے نکالنے کا سبب بنی۔ ❶ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین میں تشدد کرنے اور اس میں بہت زیادہ کرید کرنے سے منع فرمایا، کیونکہ یہ چیز اسلام کی اعتدال پسندی اور وسیع رواداری کے خلاف ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبردار کیا کہ دین میں تکلف کرنے والا ہلاکت اور نقصان کا مستحق ہے۔ ارشاد فرمایا:

((هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ .)) ❷ ...... ''دین میں تکلف کرنے والے ہلاک ہوگئے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی بات تین مرتبہ دہرائی، پس یہ حدیث ہمارے سامنے خوارج کی شذوذیت اور انفرادیت پسندی کو واضح کرتی ہے اور ان کے ہم فکر لوگوں کی بھی شناخت کرتی ہے کہ جن کا طریقۂ عمل خوارج کی طرح اسلام کی رواداری اور آسانی کو چھوڑ کر محض تشدد وتعسف پر قائم ہے، جب کہ اسلام ایک آسان اور رواداری کا مذہب ہے، چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ وَ لَنْ يُّشَادَ الدِّيْنَ اَحَدٌ اِلَّا غَلَبَهٗ فَسَدِّدُوْا وَ قَارِبُوْا .)) ❸

''دین آسان ہے، جو شخص اس کے ساتھ زور آزمائی کرے گا اس پر یہ غالب آ جائے گا، لہٰذا اعتدال اور میانہ روی اختیار کرو۔''

دین سے ناواقفیت:

خوارج کی ایک بڑی آفت یہ ہے کہ وہ کتاب وسنت سے ناواقف ہوتے ہیں، ان کی سوچ سمجھ آفت زدہ اور فکر وتدبر سے عاری ہوتی ہے، شرعی نصوص کو صحیح مقامات سے پھیر کر بے محل مقامات پر تطبیق دیتے ہیں، چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہما انھیں اللہ کی ''بدترمخلوق'' خیال کرتے تھے، آپ نے فرمایا: انھوں نے کفار کے بارے میں نازل ہونے والی آیات کو مومنوں پر منطبق کیا۔ ❹ آپ سے جب ''حروریہ'' کے بارے میں پوچھا جاتا تو فرماتے: یہ لوگ مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں، ان کی جان ومال حلال سمجھتے ہیں اور ان کی بیویوں سے دوران عدت نکاح کرتے ہیں، کوئی شادی شدہ عورت ان کے پاس آتی ہے تو وہ اس سے نکاح کو معیوب نہیں سمجھتے، میرے خیال میں ان سے زیادہ قتال کا مستحق کوئی نہیں ہے۔ ❺

اسلامی شریعت سے ان کی جہالت ونادانی کی اس سے بڑی بات اور کیا ہوسکتی ہے کہ انھوں نے ''تحکیم'' کو ایسا گناہ قرار دیا جو کفر کو مستلزم ہے، لہٰذا ان کے عقیدہ کے مطابق جو شخص ''تحکیم'' کا قائل ہوا اس کے لیے ضروری ہے کہ پہلے اپنے اوپر کفر کا اعتراف کرے اور پھر اس سے توبہ کرے۔ ❻ علی رضی اللہ عنہ سے ان کا یہی مطالبہ تھا کہ پہلے

❶ الخوارج / السعوي ص (١٨٤). ❷ صحيح مسلم / العلم (١٦/ ٢٢٠).
❸ صحيح البخاري مع الفتح / الإيمان (١/ ٩٣).
❹ ظاهرة الغلو في الدين / محمد عبدالحكيم ص (١١٤). ❺ الاعتصام (٢/ ١٨٣، ١٨٤).
❻ مصنف ابن أبي شيبة (١٥/ ٣١٢) إرواء الغليل / الباني (٨/ ١١٨، ١١٩).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آپ اپنے اوپر کفر کا اعتراف کریں پھر اس سے توبہ کریں، پس خوارج کا، علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے رفقاء انصار و مہاجرین کو قصور وار ٹھہرانا اور خود کو ان سے زیادہ علم والا ماننا اور ان سے بہتر سمجھ کا مستحق قرار دینا ہی خالص جہالت و گمراہی ہے۔ ❶

ان کی قبیح ترین جہالت کا ایک مظہر یہ دیکھئے کہ جب عبداللہ بن خباب اور آپ کے ساتھ حاملہ ام ولد ان لوگوں کے ہاتھ لگ گئے تو انھوں نے عبداللہ بن خباب سے کچھ سوال و جواب کیا اور عثمان و علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں ان کی رائے معلوم کی، تو آپ نے ان دونوں کی تعریف کی، پھر اس حقیقت بیانی کی سزا آپ کو یہ ملی کہ انھوں نے آپ کو دھمکایا اور بری موت سے ڈرایا اور بالآخر ان کو قتل کر دیا اور حاملہ ام ولد کے پیٹ کو چاک کر دیا۔ ❷ ایک طرف ان کی جہالت کا یہ عالم اور دوسری طرف جب ان کے قریب سے ذمیوں کا ایک خنزیر گزرا اور ان میں سے کسی نے اسے مار ڈالا تو انھوں نے اسے گناہ جانا اور خنزیر کے مالک کو تلاش کر کے اس سے معافی مانگی، پس قابل افسوس اور قابل ماتم ہیں ان کی عقلیں! کیا کسی مومن و مسلمان کے نزدیک مسلمان سے بڑھ کر خنزیر کی حرمت ہو سکتی ہے؟ ❸ لیکن کیا کہا جائے یہ تو جاہلوں کی عبادت ہے، جسے نفس پرستی اور شیطان نے ان پر مسلط کر دیا ہے۔ ❹

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جب خوارج نے اپنے مخالفین پر کفر کا حکم لگایا تو ان کے خون کو جائز ٹھہرایا اور اہل ذمہ کو چھوڑ دیا اور کہنے لگے ہم ان سے کیے ہوئے عہد و میثاق کی پابندی کریں گے، اسی طرح مشرکین سے بھی قتال نہیں کیا، بلکہ ان سب کو چھوڑ کر مسلمانوں سے لڑنے میں مشغول ہو گئے، یہ سب حرکتیں جاہلوں کی عبادت کی نشانیاں ہیں کہ جن کے سینے علم کے نور سے منور نہیں ہیں اور نہ ہی اس کا وافر حصہ انھیں ملا ہے، ان کی جہالت و گمراہی کے لیے بس یہی کافی ہے کہ ان کا سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ سے راضی نہ ہوا اور آپ کو ظلم و جور کی طرف منسوب کر دیا، اللہ تعالیٰ ہمیں سلامت رکھے۔'' ❺

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وہ نرے جاہل ہیں، جہالت ہی سے سنت اور جماعت سے الگ ہوئے۔'' ❻

اس طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جہالت اسلام کی طرف منسوب ہونے والی اس جماعت کی ایک نمایاں صفت ہے، پس جہالت ایک لاعلاج بیماری ہے جس کا مریض ہلاک ہوتے ہوتے اپنے مرض کا اندازہ نہیں لگا پاتا، بلکہ وہ اسی میں اپنی خیر تلاش کرتا ہے اور نقصان میں جا واقع ہوتا ہے۔ ❼

---

❶ الخوارج / السعوی ص (۱۸۶).
❷ تلبیس إبلیس ص (۹۳).
❸ فتح الباری (۱۲/ ۲۸۵).
❹ الخوارج / السعوی ص (۱۸۷).
❺ فتح الباری (۱۲/ ۳۰۱).
❻ منهاج السنة (۳/ ٤٦٤).
❼ نوادر الأصول / محمد حکیم الترمذی ص (٥٤) الخوارج / السعوی ص (۱۸۸).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

امام المسلمین کی اطاعت سے بغاوت:

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ان کی گمراہی کا ایک مظہر یہ ہے کہ یہ لوگ امامان ہدایت اور مسلمانو ... ہیں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ لوگ عدل سے خارج اور گمراہ ہیں، سنت سے بغاو ... اور ان جیسے دیگر لوگ بھی یہی کہتے ہیں، پھر جو چیز ان کے نزدیک ''ظلم'' شمار ہوتی ... دیتے ہیں، پھر ''کفر'' پر کئی خود ساختہ احکام مرتب کرتے ہیں۔'' ❶

صرف اتنے پر بس نہیں؛ بلکہ انھوں نے ائمہ کی اطاعت سے بغاوت کی ... کو پارہ پارہ کرنے کی کوشش کی ہے، علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان لوگوں نے جو کچھ کیا ہے وہ میری ... دلیل ہے، انھوں نے آپ کو تنہا چھوڑ دیا اور بے حد نازک موقع پر آپ کی مخالفت کر کے ... دیا۔ ❷ پھر تاریخ کے ہر دور میں اپنے مخالفین کے تئیں ان کی یہ سرشت ابھر ابھر کر سامنے آتی ر... پہنچاتے رہے، حتیٰ کہ وہ خود مختلف فرقوں میں بٹ کر ایک دوسرے کی تکفیر کرنے لگے، یہی وجہ ... قتل و غارت گری، اختلافات اور انقلابات کی کثرت رہی۔ ❸

مرتکبین گناہ کی تکفیر اور مسلمانوں کی جان و مال کو حلال ٹھہرانا:

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اہل بدعت اور خوارج کا دوسرا فرق یہ ہے کہ یہ لوگ گناہوں کے مرتکبین کی تکفیر کرتے ہیں اور پھر اسی تکفیر کی بنیاد پر مسلمانوں کا جان و مال حلال سمجھتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ دار الاسلام دار الحرب ہے اور ان کا مسکن دار الایمان ہے، جمہور روافض بھی یہی کہتے ہیں۔ پس یہی نظریہ بدعت کی اصل ہے، جس کی صراحت سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع سنت میں موجود ہے، بالفاظ دیگر قابل ... غلطیوں کو گناہ اور گناہ کو کفر قرار دینا ہی اس بدعت کی اساس ہے۔'' ❹

خوارج اپنے مخصوص عقائد و نظریات کے ساتھ مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہیں ... انہیں عقائد کو اللہ کے یہاں نجات دہندہ دین سمجھتے ہیں، جو ان کی مخالفت کرے وہ ان کے خیال میں دین سے خارج ہے اور اس سے بے زاری واجب ہے بلکہ ان کے بعض فرقے اس قدر مبالغہ کے شکار ہیں کہ اپنے مخالفین کی جان و مال کو حلال سمجھتے ہیں۔ ❺ اس کی ایک مثال عبداللہ بن خباب کا وہ واقعہ ہے جس میں ان لوگوں نے ... وجہ سے قتل کر دیا کہ انھوں نے ان کے رائے کی موافقت نہ کی۔ ❻ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

❶ الفتاوی (۲۸/ ۴۹۷).
❷ الخوارج / السعوی (۱۹۱).
❸ الخوارج / السعوی (۱۹۲).
❹ الفتاوی (۱۹/ ۷۳).
❺ منہاج السنة (۳/ ۶۲).
❻ الفرق بین الفرق / البغدادی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''یہ لوگ اپنے ... نظریات کی بنا پر عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے لگے، حاملہ عورتوں کے پیٹ کو چاک کرنا جائز سمجھا اور وہ کام انجام دیا جو ان کے علاوہ کسی دوسرے نے نہیں کیا۔'' ❶

امام ابن تیمیہ ... فرماتے ہیں کہ پہلی بدعت مثلاً خوارج کی بدعت کا وجود ان کی قرآن نافہمی کی وجہ سے ہوا، انھوں نے قصداً قرآن اور اپنی سمجھ میں ٹکراؤ پیدا کرنے کی کوشش نہ کی تھی، بس قرآن کو اس مفہوم میں استعمال کیا جس پر وہ دلالت نہ کرتا تھا، اسی ناسمجھی کی وجہ سے انھوں نے یہ گمان کیا کہ گناہوں کے مرتکبین کی تکفیر واجب ہے، کیونکہ نیکوکار اور متقی شخص ہی کامل مومن ہوسکتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو شخص نیکوکار اور متقی نہ ہو وہ کافر ہے، اور ہمیشہ کے لیے جہنمی ہے۔ پھر ان لوگوں نے عثمان، علی رضی اللہ عنہما اور ان دونوں کے مویدین کے بارے میں کہا کہ یہ لوگ مومن نہیں ہیں کیونکہ انھوں نے قرآن کے علاوہ کو حکم مقرر کیا ہے، گویا ان کی بدعت کے دو تمہید ہیں:

- جس نے غلطی سے ... عمل یا رائے کے ذریعے سے قرآن کی مخالفت کیا وہ کافر ہے۔
- عثمان، علی اور ان کے ... رحمہم اللہ اسی طرح کافر ہیں۔

لہٰذا گناہوں ... وجہ سے مومنوں کی تکفیر سے احتراز کرنا واجب ہے، کیونکہ اسلام کی تاریخ میں سب سے پہلے اسی بدعت ... اس کے معتقدین نے مسلمانوں کی تکفیر کیا اور ان کے جان و مال کو حلال کیا، پس ان کی مذمت ... لیے کئی صحیح احادیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ ❷

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ... میں ناقابل عفو گستاخی یعنی آپ کو ظالم ٹھہرانا:

امام ابن تیمیہ ... فرماتے ہیں کہ خوارج نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں اپنے نفس کو آزاد چھوڑ دیا ہے کہ وہ جتنا ... سنت پر ظلم کرے، انھوں نے آپ کی اطاعت و متابعت کو واجب العمل نہیں ٹھہرایا، صرف ... کی اور اپنے گمان کے مطابق جو سنت ظاہر قرآن کے خلاف نظر آئی اس کو جھٹلا دیا۔ درحقیقت ... خوارج ان کے اسی نہج کے پیروکار ہیں، ان کا خیال ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ... تو اس کی اتباع نہیں کرنا ہے۔ یہ لوگ اپنے خلاف دلائل کو ٹھکرانے کے لیے یا تو نص شرعی ... اس کی بے جا تاویل کرڈالتے ہیں۔ کبھی اسناد پر طعن کرتے ہیں کبھی متن میں عیب لگاتے ہیں ... یہ ہے کہ یہ لوگ نہ تو متبع ہیں اور نہ ہی رسول کی لائی ہوئی حقیقی سنت، بلکہ حقیقی قرآن کے تابع ہیں۔ ❸

طعن و تشنیع

خوارج ... صفت یہ ہے کہ یہ لوگ ائمہ ہدایت پر طعن و تشنیع کرتے ہیں، انھیں گمراہ قرار دیتے ہیں، ان پر حق و عدل ... کا الزام تراشتے ہیں، ان کی یہ صفت ان کے موسس اوّل ذوالخویصرہ کے موقف میں

---

❶ البدایۃ والنہایۃ ... ❷ الفتاوٰی (۱۳، ۳۰، ۳۱).

❸ الفتاوٰی (۱۹ ...

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صاف ظاہر ہے کہ جب اس نے کہا تھا: اے اللہ کے رسول! عدل کیجیے۔ ❶ دراصل یہ کہہ کر اس نے خود کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ صاحب ورع وتقویٰ ثابت کرنا چاہا اور مال کی تقسیم میں رسول اللہ ﷺ پر ظلم، اور ناانصافی کا حکم لگا دیا، ان کی یہ صفت تاریخ کے ہر دور میں ان کے ساتھ چسپاں رہی ہے اور اس کے بہت ہی بدترین نتائج سامنے آئے ہیں، کیونکہ یہ چھوٹی سی بات نہیں بلکہ اس پر بہت کچھ احکام ومسائل مرتب ہوتے ہیں۔ ❷

بدگمانی:

خوارج کی یہ ایک اور صفت ہے جو رسول اکرم ﷺ پر ذوالخویصرہ جیسے نرے جاہل کے اعتراض میں نمایاں ہے، وہ آپ پر عدم اخلاص کا حکم لگاتے ہوئے کہتا ہے کہ اللہ کی قسم! یہ تقسیم غیر منصفانہ ہے، اس میں اللہ کا خوف ملحوظ نہیں رکھا گیا ہے۔ ❸ عقل وخرد کے مارے ہوئے ذوالخویصرہ نے جب دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ مال اشراف اغنیاء کو دے دیا اور فقراء کو نہیں دیا، تو عجیب بات ہے کہ اس نے اسے کسی اچھی توجیہ پر محمول نہیں کیا، حالانکہ خوش گمانی کے اسباب موجود تھے، مثلاً اگر وہ یہی سوچ لیتا کہ تقسیم کرنے والی شخصیت کوئی معمولی نہیں بلکہ ایک عظیم ذات ہے جو ہدایت کا رسول ہے، تو بس خوش گمانی کے لیے یہی چیز کافی ہوتی، لیکن ذوالخویصرہ کب اسے مانتا، اس نے نفسانی ہوس کو ترجیح دی اور بدگمانی کی اور کوشش کی کہ اس کوڑھ ذہنیت کو عدل جیسے خوش نما لفظ کے سہارے پیش کرے، اسے دیکھ کر ابلیس ہنس پڑا، اس پر مکر وفریب کا جال ڈال دیا اور اس میں پھانس لیا، اس لیے ہر انسان کو چاہیے کہ وہ اپنا محاسبہ کرتا رہے، حرکات وسلوک کے اسباب وعوامل کا جائزہ لیتا رہے، نفسانی خواہشات سے ڈرتا رہے اور ابلیس لعین کے حیلوں سے خبردار رہے، کیونکہ وہ اکثر وبیشتر برے اعمال کو نہایت حسین اور چمک دار غلاف میں پیش کرتا ہے، حق اور حقانیت کے نام پر برے کردار کے لیے وجہ جواز ڈھونڈتا ہے، پس اس راستے میں شیطانی چالوں سے بچنے اور نفسانی خواہشات کے جھانسوں میں نہ آنے کا واحد ذریعے سے علم ہے۔ ذوالخویصرہ کے پاس اگر کچھ بھی علم ہوتا یا دانائی کی معمولی بھی رمق ہوتی تو وہ ہلاکت کی اس وادی میں نہ پھسلتا۔ ❹

مسلمانوں کے خلاف شدت پسندی:

خوارج، سنگ دلی اور اکھڑپن کے لیے مشہور ہیں۔ وہ شروع ہی سے مسلمانوں کے خلاف سنگ دل اور شدت پسند واقع ہوئے ہیں، ان کی شدت قابل ملامت حد تک پہنچی ہوئی ہے، اسی بنا پر انھوں نے مسلمانوں کی جان، مال، آبرو اور آل واولاد کو اپنے لیے حلال اور انھیں قتل کرنا باعث اجر سمجھا، بت پرست وغیرہ دشمنانِ اسلام کو نظر انداز کیا اور انھیں تکلیف دینا روا نہیں سمجھا، اس باب میں تاریخ ان کے سیاہ کارناموں سے بھری پڑی ہے۔ دور جانے کی ضرورت نہیں، ابھی قریب ہی میں عبداللہ بن خباب کے ساتھ انھوں نے جیسا برتاؤ کیا وہ آپ کے سامنے ہے، گویا مسلمانوں کے ساتھ ان کا برتاؤ قساوت قلبی، تشدد اور جبر پر مبنی ہے، کافروں کے لیے یہ بے حد نرم، دوستی کا

---

❶ صحیح البخاری / استتابة المرتدین (۱۲/ ۲۹۰). ❷ ظاھرة الغلو فی الدین ص (۱۰٦).
❸ صحیح البخاری مع الفتح (۱۲/ ۲۹۰). ❹ ظاھرة الغلو فی الدین ص (۱۰٦، ۱۰۷).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہاتھ بڑھانے والے اور لطف وعنایت والے ہوتے ہیں۔ ❶ حالانکہ شارع نے شریعت کا مزاج نہایت آسان، رواداررانہ اور قابل عمل بنایا ہے اور یہ تعلیم دی ہے کہ ایک مسلمان کفار کے حق میں سنگ دل ہو اور مومنوں کے حق میں الفت ومحبت کا پیکر، پس خوارج نے اپنے قول وعمل میں اسے یکسر الٹ دیا ہے۔ ❷ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ﴾ (الفتح : ٢٩)

''محمد اللہ کا رسول ہے اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں کافروں پر بہت سخت ہیں، آپس میں نہایت رحم دل ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۫ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآىِٕمٍ ؕ ﴾ (المائدة : ٥٤)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ عنقریب ایسے لوگ لائے گا کہ وہ ان سے محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے، مومنوں پر بہت نرم ہوں گے، کافروں پر بہت سخت، اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔''

لیکن خوارج نے ان آیات کے احکام کو بالکل الٹ دیا اور مسلمانوں کو ہراساں کیا۔ ❸ یہ تھے خوارج کے چند اہم ومشہور اوصاف جنھیں یہاں اختصار سے پیش کیا گیا۔

خوارج کے چند عقائد ونظریات

ہر چند کہ تاریخ کا ایک لمبا عرصہ گزر گیا لیکن خوارج کے کتاب وسنت سے متصادم عقائد ونظریات اپنی حالت پر باقی رہے، ان میں سے چند اہم عقائد کا ذکر یہاں کیا جا رہا ہے:

مرتکب گناہ کبیرہ کی تکفیر:

خوارج گناہ کبیرہ کے مرتکب کی تکفیر کرتے ہیں اور اس پر خلود فی النار کا حکم لگاتے ہیں اور اس کے لیے چند قرآنی آیات سے استدلال بھی کرتے ہیں، مثلاً ارشاد الٰہی ہے:

﴿ بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـَٔتُهٗ فَاُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۸۱ ﴾ (البقرة : ٨١)

---

❶ ظاهرة الغلو فی الدين ص (١٠٦-١١١). ❷ فتح الباری (١٢/ ٣٠١).
❸ ظاهرة الغلو فی الدين ص (١١١).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''کیوں نہیں! جس نے بڑی برائی کمائی اور اسے اس کے گناہ نے گھیر لیا تو وہی لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''

اس آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہوئے وہ برے کام کرنے والوں پر ہمیشہ کے لیے جہنمی کا حکم لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس شخص کی موت گناہ پر ہوگی اس کے لیے رحمت الٰہی کی توقع فضول ہے۔ [1] گویا ان کا گمان یہ ہے کہ جب نافرمانیاں انسان کو گھیر لیتی ہیں تو پھر وہاں کسی نیکی کی مقبولیت لیے کوئی گنجائش نہیں رہتی، حتیٰ کہ وہ نافرمانیاں اس شخص کے ایمان کو بھی ہڑپ کر جاتی ہیں۔ یہ تو ہے خوارج کی وجہ استدلال، لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے، اور خود یہی آیت ان کے اس عقیدے کی تردید کرتی ہے، بایں طور کہ زیادہ سے زیادہ آیت کریمہ کا مفاد یہ ہے کہ جس شخص کو نافرمانیاں گھیر لیں وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا، لیکن کیا شرعی نقطہ نظر سے کفر اور شرک کے علاوہ بھی کوئی ایسی نافرمانی ہے جو انسان کو ہر طرف سے گھیر لے، اس کے عمل کو یکسر برباد کر دے اور وہ اس کے جرم میں ہمیشہ کے لیے جہنم میں جائے؟ ظاہر ہے کہ اس کا جواب نفی میں ہے۔ پس کفر اور شرک ہی خلود فی النار کا سبب بن سکتے ہیں، تمام گناہ نہیں۔ ہمارے بات کی تائید اس آیت کریمہ کے شان نزول سے بھی ہوتی ہے، کہ یہ آیت کریمہ یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی جنھوں نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اور اس کے راستے سے بھٹک گئے۔

اسی طرح فقط ارتکاب گناہ کو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لیے جہنم میں جانے کا سبب نہیں بتایا، بلکہ اس کے لیے لازمہ ذکر کر دیا کہ وہ گناہ ایسا ہو جو گناہ گار کو ہر طرف سے گھیرے میں لیے ہو اور یہ گناہ بقول حبر الامۃ و رئیس المفسرین عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، شرک ہے۔ نیز آپ سے اس کا یہ مفہوم منقول ہے کہ جس نے کفر کیا اور اس طرح لت پت ہوا کہ چاروں طرف سے اس میں گھر گیا تو اس کی کوئی نیکی قابل قبول نہیں، پس یہ بات سنت متواترہ سے ثابت شدہ اس حقیقت کی زیادہ موافقت میں ہے کہ موحدین گناہ گار جہنم سے نکالے جائیں گے۔ [2]

مزید برآں یہ آیت کریمہ نحوی اعتبار سے بھی قابل غور ہے، چنانچہ اس آیت میں ''سیئۃ'' کا لفظ نکرہ واقع ہے، جو کہ ہر قسم کے گناہ کو شامل ہے، علامہ عبدالرحمن السعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لیکن یہاں شرک مراد ہے کیونکہ اللہ نے آگے فرمایا ہے: ﴿وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِیْٓـَٔتُهٗ﴾ یعنی گناہ گار کو اس کی نافرمانیاں گھیرے ہوئے ہوں، اسے نکل بچنے کا کوئی راستہ نہ ہو، اور شرک کے علاوہ کسی دوسری نافرمانی اور گناہ میں یہ بات نہیں پائی جاتی، کیونکہ جس کے پاس ایمان ہوگا اس کی نافرمانیاں اسے گھیر نہیں سکتیں، لہٰذا مشرکین ہی ہمیشہ کے لیے جہنمی ہیں۔

خوارج نے اس آیت کریمہ کو مرتکبین گناہ کی تکفیر کے لیے دلیل بنایا تھا، لیکن جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں یہ آیت ان کے خلاف ثابت ہوئی، کیونکہ ''خطیئة'' سے شرک مراد ہے۔ یہی حالت ہر جھوٹے دعوے دار کی ہے جو اپنے باطل عقیدہ کی تائید کے لیے کسی آیت یا حدیث کا سہارا لیتا ہے، لہٰذا ہمیشہ خبردار رہنے کی ضرورت ہے کہ

[1] الإباضية فی مرکب التاریخ / علی معمر (١/ ١٣٣).

[2] فتح القدیر / الشوکانی (١/ ١٠٥).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان کی دلیلیں اکثر انھیں کے خلاف ہوا کرتی ہیں۔ ❶ بہر حال اس آیت کے علاوہ اور بھی متعدد آیات ہیں جن سے خوارج نے استدلال کیا ہے اور علمائے اہل سنت و جماعت نے برمحل ان کا جواب بھی دیا ہے، مناسب ہوگا کہ اس مقام پر عقیدہ خوارج یعنی گناہ کبیرہ کے مرتکب کی تکفیر کی اجمالی تردید بھی کرتا چلوں، چنانچہ:

ا: اگر گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے تو ایمان لانے کے بعد کفر کرنے والوں جیسا حکم اس پر بھی لگنا چاہیے: بالفاظ دیگر اسے مرتد کے حکم میں مان کر قتل کر دینا واجب ہے اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوْهُ .)) ❷ ''جس نے اپنا دین بدل دیا اسے قتل کر دو۔''

اور فرمایا:

((لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَّا بِإِحْدٰى ثَلَاثٍ: اَلنَّفْسُ بِالنَّفْسِ ، وَ الثَّيِّبُ الزَّانِيْ ، اَلْمَفَارِقُ لِدِيْنِهِ التَّارِكُ لِلْجَمَاعَةِ .)) ❸

''جو مسلمان شخص اقرار کرتا ہو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور یہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اس کا خون تین چیزوں میں سے کسی ایک صورت کے علاوہ حلال نہیں ہے: جان جان کے بدلے ہو، شادی شدہ زانی ہو، اپنے دین سے جدا ہونے والا، جماعت (امت مسلمہ) سے الگ ہونے والا ہو۔''

پس یہ دونوں احادیث اور ان کے علاوہ بھی جو حدیثیں مرتد کے حکم میں وارد ہیں ان سب کا مفاد یہ ہے کہ جو شخص بھی اسلام لانے کے بعد کفر میں لوٹ جائے اس کا حکم یہ ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے، البتہ زانی، چور اور قاذف (تہمت لگانے والا) کو ہم اس سے مستثنیٰ مانتے ہیں، کیونکہ کتاب وسنت اور اجماع سلف کی روشنی میں مذکورہ جرائم کے مرتکبین پر قتل کا حکم نہیں لگایا گیا ہے، بلکہ ان پر حدود کی تنفیذ کا حکم ہے، مثلاً زانی کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے:

﴿اَلزَّانِيَةُ وَ الزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ وَّ لَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَ لْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآىِٕفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۲﴾ (النور: ۲)

''جو زنا کرنے والی عورت ہے اور جو زنا کرنے والا مرد ہے، سو دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور تمھیں ان کے متعلق اللہ کے دین میں کوئی نرمی نہ پکڑے، اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو اور لازم ہے کہ ان کی سزا کے وقت مومنوں کی ایک جماعت موجود ہو۔''

اور چور کے بارے میں فرمایا:

---

❶ تفسیر السعدی (۱/ ۱۰۳).
❷ صحیح البخاری / الجهاد (۶/ ۱۴۹).
❸ صحیح البخاری مع الفتح / الدیات (۱۲/ ۲۰۱).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۳۸ ﴾ (المائدۃ: ۳۸)

''اور جو چوری کرنے والا اور جو چوری کرنے والی ہے سو دونوں کے ہاتھ کاٹ دو، اس کی جزا کے لیے جو ان دونوں نے کمایا، اللہ کی طرف سے عبرت کے لیے اور اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

شراب نوشی کے بارے میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عبداللہ نامی ایک شخص تھا وہ ''حمار'' (گدھا) کے لقب سے پکارا جاتا تھا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنساتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے شراب پینے پر مارا تھا، اتفاق سے اسے ایک دن پھر لایا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مارنے کا حکم دیا اور اسے پھر مارا گیا، حاضرین میں سے ایک صاحب نے کہا: اللہ اس پر لعنت کرے، کتنی مرتبہ لایا جاچکا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تَلْعَنُوْهُ فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ اَنَّهُ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ .)) ❶

''اس پر لعنت نہ کرو، واللہ میں نے اس کے متعلق یہی جانا ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔''

پس اس حدیث میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب نوش پر کوڑے لگانے کا حکم دیا، اسے قتل نہیں کیا اور قتل تو دور کی بات ہے اسے ملعون قرار دینے سے بھی منع فرمایا اور اس کے حق میں گواہی دی کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنے والا ہے، باوجود یہ کہ اس شخص سے شراب نوشی کا یہ جرم متعدد بار ہو چکا تھا، بہر حال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ اس پر، نہ چور پر، اور نہ ہی زانی پر کفر کا حکم لگایا اور نہ ہی ان کے اور مومنوں کے درمیان بائیکاٹ کا حکم دیا، بلکہ ان سب کے لیے بخشش کی دعا کرتے رہے اور سخت سست کہنے والوں سے کہتے رہے کہ اپنے بھائی کے خلاف شیطان کے معاون نہ بنو۔ ❷

صحابہ وتابعین کی پوری جماعت بھی اسی بات کی قائل ہے، ان کا اس پر اجماع ہے ان میں دو ایک کے اختلاف رائے کا کوئی معنی نہیں...... یہاں ایک بات اور بھی قابل توجہ ہے کہ اگر گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہو جاتا ہے تو اس کے اور اس کی مومنہ بیوی کے درمیان جدائی ہو جانی چاہیے، ایسے ہی اسے نہ کسی مسلمان کا اور نہ کسی مسلمان کو اس کا وارث بننا چاہیے، لیکن ایسا کچھ نہ ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معصیت کے مرتکب اور ان کی بیوی کے درمیان کوئی جدائی نہیں ڈالی اور نہ ہی ان میں سے ایک دوسرے کو ایک دوسرے کے میراث سے محروم کیا اور یہی کچھ صحابہ اور تابعین نے بھی کیا، لہٰذا یقینی طور سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر نہیں ہوتا۔ ❸

ب: اللہ تعالیٰ گناہ کبیرہ کے مرتکبین کو مومن قرار دیتا ہے:

ارشاد الٰہی ہے:

❶ صحیح البخاری مع الفتح / الحدود (۱۲/ ۷۵) حدیث نمبر (۶۷۸۰).

❷ مجموع الفتاوی (۷/ ۶۷۱). ❸ الخوارج / السعوی ص (۱۱۶ ، ۱۱۷).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿وَاِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ اَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝﴾ (الحجرات : ۹-۱۰)

’’اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرا دو، پھر اگر دونوں میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پھر اگر وہ پلٹ آئے تو دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ مومن تو بھائی ہی ہیں، پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرو، تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔‘‘

مذکورہ آیت کی تفسیر میں ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’ان کی باہمی لڑائی کے باوجود دونوں گروہوں کو اللہ نے ’’مومن‘‘ نام دیا، اور اسی آیت سے امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ نے دلیل پکڑی ہے کہ مومن، کسی گناہ کی وجہ سے، اگرچہ وہ کبیرہ ہی کیوں نہ ہو، ایمان سے خارج نہیں ہوتا، بات ویسی نہیں ہے جیسی کہ خوارج اور ان کے ہم فکر معتزلہ وغیرہ کہتے ہیں۔‘‘ [1]

ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ الْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝﴾ (البقرۃ: ۱۷۸)

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر مقتولوں میں بدلہ لینا لکھ دیا گیا ہے، آزاد (قاتل) کے بدلے وہی آزاد (قاتل) اور غلام (قاتل) کے بدلے وہی غلام (قاتل) اور (قاتلہ) عورت کے بدلے وہی (قاتلہ) عورت (قتل) ہوگی، پھر جسے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ بھی معاف کر دیا جائے تو معروف طریقے سے پیچھا کرنا اور اچھے طریقے سے اس کے پاس پہنچا دینا (لازم) ہے۔ یہ تمھارے رب کی طرف سے ایک قسم کی آسانی اور ایک مہربانی ہے، پھر جو اس کے بعد زیادتی کرے تو اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔‘‘

امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ نے آغاز کلام میں اہل ایمان کو مخاطب کیا جس میں قاتل اور مقتول دونوں شامل ہیں، پھر

---

[1] تفسیر ابن کثیر (٤/ ٢١١).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مزید صراحت کے ساتھ فرما دیا کہ قاتل اور مقتول کا ولی، دونوں آپس میں بھائی ہیں فرمایا: ((فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ .)) پس یہ درست ہے کہ قاتل، نص قرآنی کی روشنی میں مومن ہے اور اس پر ایمانی اخوت کا حکم لگایا جائے گا۔ اگر اسے کافر مان لیا جائے تو مومن کے ساتھ اس کی اخوت کا کوئی معنی نہیں رہ جاتا ہے۔'' ❶

امامت کا وجوب:

اس مسئلہ میں خوارج کا موقف ذکر کرنے سے پہلے مناسب سمجھتا ہوں کہ شرعی نقطۂ نظر واضح کر دیا جائے۔ چنانچہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں کے لیے ایک امارت کا وجود ضروری ہے وہ نیک ہو یا فاجر۔ آپ سے پوچھا گیا کہ نیک اور بھلی امارت تو ہم جانتے ہیں یہ فاجر امارت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: جس میں انسانوں کا راہ گزر مامون و محفوظ ہو، حدود شرعیہ کا نفاذ ہو، دشمن سے جہاد کیا جاتا ہو اور اموال غنیمت تقسیم کرتی ہو، ❷ اسی لیے پوری امت مسلمہ پر تعیین امام کا حکم واجب ہے، اگر بلا کسی امام کی ماتحتی کے امت زندگی گزارتی ہے تو سب کے سب گناہ گار ہوں گے، اس لیے اللہ نے فرمایا:

﴿اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (النساء: ۵۹)

''رسول کا حکم مانو اور ان کا بھی جو تم میں سے حکم دینے والے ہیں۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''بظاہر اس آیت کا حکم ہر قسم کے ''اولو الامر'' کے لیے عام ہے خواہ وہ امراء (حکام المسلمین) ہوں یا علماء۔ واللہ اعلم۔'' ❸

میرے خیال میں یہی بات راجح بھی ہے، اور آیت کریمہ سے وجہ استدلال یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر ان کے اولوالامر یعنی ائمہ (حکام المسلمین) کی اطاعت واجب ٹھہرائی ہے، پس اطاعت کا وجوبی حکم اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا کوئی ولی امر (امام) ضرور ہونا چاہیے، اس لیے جس کا کوئی وجود نہ ہو اس کی واجبی اطاعت کا اللہ تعالیٰ حکم نہیں دے سکتا اور نہ ہی جس کا وجود مندوب و مستحب ہو اس کی اطاعت دوسروں پر فرض کر سکتا ہے، لہٰذا اطاعت کا وجوبی حکم، امام کے وجوبی وجود کا متقاضی ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمانوں کو اپنا ایک امام بنا لینا ضروری ہے۔ ❹

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی ہے:

((مَنْ مَّاتَ وَ لَيْسَ فِيْ عُنُقِهٖ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً)) ❺

---

❶ الفصل فی الملل و النحل و الأهواء و النحل (۳/ ۲۳۵).

❷ منهاج السنة (۱/ ۱٤٦). ❸ تفسير ابن كثير (۲/ ۳۰۳).

❹ الإمامة العظمى / الدميجي ص (٤٧). ❺ صحيح مسلم / الإمارة (۳/ ۱٤٧٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''جس شخص کی موت اس حالت میں ہو کہ اس کے گردن میں (امام وقت کی) بیعت نہ ہو وہ جاہلیت کی موت مرا۔''

پس یہ حدیث تعیین امام (حاکم وقت) کے وجوب پر واضح دلیل ہے، بایں طور کہ مسلمان کی گردن میں بیعت واجب ٹھہری اور بیعت امام المسلمین کے لیے ہوتی ہے، اس لیے امام المسلمین کی تعیین ضروری ٹھہری، چنانچہ صحابہ کرام اور ان کے بعد کے علمائے امت وجوب امامت کے قائل رہے ہیں۔

مزید برآں وجوب امامت کی ایک قطعی دلیل یہ بھی ہے کہ شریعت کے کچھ ایسے احکام ہیں جنھیں امام المسلمین ہی کے ہاتھوں انجام دیا جا سکتا ہے، کسی دوسرے سے اس کی تنفیذ صحیح نہیں مانی جائے گی ❶ مثلاً جہاد، حج اور تنفیذ حدود وغیرہ ایسے احکام ہیں جنھیں قوت اور امارت ہی کے ذریعے سے انجام دیا جا سکتا ہے۔❷

امام کی تعیین کے بعد اسلام نے اس کا یہ حق مقرر کیا ہے کہ جب تک وہ گناہ اور عمل باطل کا حکم نہ دے تمام مسلمان اس کی بات مانیں اور اطاعت کریں، چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ ، وَ مَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَمَنْ يُّطِعِ الْأَمِيْرَ فَقَدْ أَطَاعَنِيْ وَ مَنْ يَّعْصِ الْأَمِيْرَ فَقَدْ عَصَانِي .))❸

''جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔''

پس شریعت نے امام (حاکم وقت) کی اطاعت واجب قرار دیا ہے جب تک کہ وہ برے کاموں کا حکم نہ دے، اگر اللہ کی نافرمانی کا حکم دیتا ہے تو اس بات میں اس کی اطاعت جائز نہیں اور نہ ہی اس میں اس کی مدد کی جائے، بلکہ اللہ کی اطاعت کے راستہ میں اس کی مکمل مدد کرنا واجب ہے۔❹ گویا ائمۃ المسلمین کے تئیں مسلمانوں کا موقف خیر خواہانہ ہونا چاہیے، اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ .)) ''دین خیر خواہی کا نام ہے'' آپ نے تین مرتبہ یہی بات دہرائی، تو ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول، کس کے لیے؟ آپ نے فرمایا: ((لِلّٰهِ ، وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُوْلِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَ عَامَّتِهِمْ .)) ❺ ''اللہ کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، اس کے رسول کے لیے، مسلمانوں کے اماموں (حکام) کے لیے اور عامۃ المسلمین کے لیے۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ائمۃ المسلمین کے لیے خیر خواہی یہ ہے کہ وہ جس کام کی بجا آوری کا حکم دیں اسے انجام دے کر ان کا

---

❶ أصول الدين / بغدادي ص (٢٧٢). ❷ السياسة الشرعية / ابن تيمية ص (١٢).
❸ صحيح البخاري / الجهاد (٦/ ١١٦). ❹ منهاج السنة (١/ ١٤٧).
❺ صحيح مسلم / مع النووي / الإيمان (٢/ ٣٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعاون کیا جائے، غفلت اور بھول کے وقت انھیں آگاہ کیا جائے، لغزش کریں تو انھیں سنبھالا دیا جائے، ان کے لیے متحد رہا جائے، حاسدوں کو منہ توڑ جواب دیا جائے، ان کے لیے سب سے بڑی خیر خواہی یہ ہے کہ نہایت مناسب انداز میں احسن طریقے سے انھیں ظلم سے روکا جائے، ائمۃ المسلمین میں مجتہدین ائمہ دین بھی شامل ہیں، ان کے حق میں خیر خواہی یہ ہے کہ ان کے علوم اور فضائل و مناقب کو عام کیا جائے اور ان سے حسن ظن رکھا جائے۔" ❶

لیکن خوارج ہیں کہ انھوں نے عدل و انصاف پر مبنی اس اصول کی مخالفت کی، اور معمولی سے معمولی لغزش کی بنا پر ائمۃ المسلمین کے خلاف خروج اور بغاوت کو جائز قرار دیا، امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ انھوں نے یہی کچھ کیا، خون ریزی کی، راستوں کو پُر خطر کر دیا، حقوق کو پامال کیا اور مسلمانوں کی قوت و شوکت توڑنے کی ایسی بھرپور کوشش کی کہ دشمنان اسلام ان پر پل پڑے، امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کرنے کا یہ سب سے نقصان دہ خمیازہ رہا۔

ایک دوسرے اصول میں بھی خوارج نے جمہور مسلمانوں کی مخالفت کی، وہ یہ کہ امام کے لیے قریشی النسب ہونا ضروری نہ سمجھا، اور کہنے لگے کہ اس باب میں قریش کو دوسروں پر کوئی فوقیت اور امتیاز حاصل نہیں ہے، بلکہ ہر وہ شخص جو اس منصب کا اہل ہو اسے یہ منصب دیا جا سکتا ہے، اس میں نسب کی کوئی شرط نہیں ہے۔ ❷ انھوں نے اپنے اس عقیدہ کی تائید میں چند دلائل پیش کیے ہیں جن کا یہاں بالاختصار تجزیہ کر دینا ضروری ہے:

دلائل:

- امامت کے لیے قریشی ہونے کی شرط غیر معقول ہے، کیونکہ عقلاً یہ بات ناممکن نہیں ہے کہ دوسرے خاندان اور نسب میں ان سے افضل حاکم و امام ملے۔
- جب اللہ تعالیٰ نے نبوت جیسا اہم منصب کسی خاص قوم میں نہیں دیا، تو امامت کے لیے یہ تخصیص کیونکر درست ہے۔
- قرآن میں اس تخصیص کی کوئی دلیل نہیں ہے، چنانچہ فرمان الٰہی ہے:

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (الحجرات: ۱۳)

"بے شک تم میں سب سے عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے۔"

- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى أَعْجَمِيٍّ إِلَّا بِالتَّقْوٰى .)) ❸

"کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں، مگر تقویٰ کے ذریعے سے۔"

- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

---

❶ فتح الباری (۱/ ۱۳۸). ❷ الفصل (٤/ ۸۹) مقالات الإسلامیین (۱/ ۲۰٤).

❸ مسند أحمد (٥/ ٤٤١).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

((وَإِنْ أُمِّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ مَجْدُوعُ الْأَنْفِ فَاسْمَعُوْا وَ أَطِيْعُوْا مَا أَقَامَ فِيكُمْ كِتَابَ اللّٰهِ .)) ❶

''یعنی اگر تم پر کوئی ناک کا کٹا ہوا حبشی امیر مقرر کر دیا جائے تو اس کی بات سنو اور اطاعت کرو جب تک کہ وہ تم میں کتاب اللہ کو قائم رکھتا ہے۔''

○ انصار نے امامت کے لیے قریشی النسب ہونے کو ضروری نہیں جانا، اگر وہ اسے ضروری سمجھتے تو امامت کے طلب گار نہ ہوتے اور مہاجرین بھی اسی کے حوالے سے ان کا جواب دیتے۔ ❷

○ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر قوموں پر غیر قریش کو امیر و حاکم مقرر کیا اور یہ مناصب بہر حال امامت عظمیٰ کا ایک حصہ ہیں، لہٰذا جو چیزیں اصل میں جائز ہیں اس کی فرع میں بھی جائز ہیں اور جو اصل میں منع ہیں وہ فرع میں بھی منع ہیں۔ ❸

ان دلائل کی تردید:

○ خوارج کی **پہلی دلیل** میں ان کا عقلی استدلال باطل ہے، اس لیے کہ نصوص شرعیہ اور اجماع کے ثبوت کے بعد اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

○ ان کی **دوسری دلیل** بھی غیر معتبر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ رسالت و نبوت کے لیے ایسے لوگوں کو منتخب کرتا ہے جو اس کے لیے نہایت موزوں ہوں، پس یہ اللہ کے علم کی بات ہوتی، مخلوق کسی کے بارے میں قطعی طور سے یہ نہیں جانتی کہ کون کس کے بالمقابل زیادہ موزوں ہے، خالق کے اختیارات کا موازنہ مخلوق کے اختیارات سے نہیں کیا جا سکتا، رہا قریش کا مسئلہ تو ان کا امتیازی مقام عمومیت کا حامل ہے، اس قبیلہ کو ہمیشہ دینی برتری حاصل رہی اور لوگوں کے دلوں میں ان کا احترام رہا۔

ان کی **تیسری** اور **چوتھی دلیل** کا جواب دو طرح سے دیا جا سکتا ہے:

○ ایک تو یہ کہ آیت کریمہ اور حدیث نبوی میں لوگوں کے درمیان عمومی فضیلت میں برتری اور کمتری مراد لی جائے اور مسئلہ امامت کو اس سے خارج مانا جائے، ایسی صورت میں جو شخص تقویٰ اور پرہیزگاری میں دوسروں سے آگے ہو وہ بہر حال اللہ کے نزدیک زیادہ معزز اور افضل ہے اور یہی معنی آیت اور حدیث کے اندر مراد بھی ہے۔

○ دوسرا یہ کہ مذکورہ آیت و حدیث کو امامت سے متعلق مانا جائے، ایسی صورت میں بھی جس شخص کے اندر امامت کے تمام شرائط موجود ہوں اور مزید وہ دوسروں کے بالمقابل عدل، تقویٰ اور نیکوکاری میں فائق ہو تو وہی امامت کے لیے زیادہ موزوں ہوگا، پس ہم یہ نہ بھولیں کہ شرائط امامت میں قریشی النسب ہونا بھی داخل ہے،

---

❶ صحیح مسلم مع النووی (۱۲/ ۲۲۷). ❷ الخوارج / السعوی ص (۱۰۵).

❸ الخوارج / السعوی ص (۱۵۵).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور ان شرائط میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

○ **چوتھی دلیل** کا جواب یہ ہے کہ وہ حدیث اپنی جگہ بالکل صحیح ہے، اور اس میں کوئی پیچیدگی نہیں، بلکہ اس معنی میں اور بھی متعدد روایات ثابت ہیں، مثلاً ایک حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِسْمَعُوْا وَ اَطِیْعُوْا وَ اِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَیْکُمْ عَبْدٌ حَبَشِیٌّ کَأَنَّ رَأْسَهٗ زَبِیْبَةٌ .)) ❶

''یعنی سنو اور اطاعت کرو اگرچہ تم پر ایسا حبشی غلام حاکم مقرر کر دیا جائے جس کا سر منقّی کی طرح چھوٹا ہی کیوں نہ ہو۔''

پس ان احادیث میں امام کی سمع و طاعت کا واجبی حکم ضرور ہے، لیکن امامت کے لیے قریشی ہونے کی شرط اس سے خارج نہیں ہے، البتہ اس حدیث میں عبد حبشی کا جو ذکر ہے اہل سنت و جماعت نے اس کی تین توجیہیں کی ہیں:

۱۔ حبشی غلام کی امارت کا مطلب یہ ہے کہ وہ خود امام اعظم نہ ہو بلکہ قریشی امام اعظم نے اسے کوئی امارت سونپی ہو۔

۲۔ حدیث میں حبشی کا ذکر بطور ضرب المثل وارد ہے، اگرچہ حقیقت میں اس کا وجود نہ ہو، جیسے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد بنانے کی طرف رغبت دلاتے ہوئے کہا:

((مَنْ بَنٰی لِلّٰهِ مَسْجِدًا وَ لَوْ کَمَفْحَصِ قَطَاةٍ .))❷

''جس نے اخلاص کی نیت سے مسجد بنائی اگرچہ وہ جنگلی کبوتر کے انڈے دینے کے گڑھے کے برابر یا اس سے چھوٹی کیوں نہ ہو تو اس کے لیے جنت میں اللہ ایک گھر بنائے گا۔''

حالانکہ جنگلی کبوتر کے انڈے دینے کا گڑھا اتنا چھوٹا اور کم جگہ میں ہوتا ہے کہ اتنے میں مسجد بنانے کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔❸

۳۔ سمع و طاعت کے وجوب میں اظہار مبالغہ کی غرض سے عبد حبشی کا ذکر ہوا ہے، یا آزادی پانے سے پہلے اس کی جو حالت تھی اس کی طرف اشارہ مقصود ہے۔❹

○ **پانچویں دلیل** کا جواب یہ ہے کہ خوارج کا یہ دعویٰ کہ انصار نے قریش کے بالمقابل خود کو خلافت کا زیادہ مستحق سمجھا تھا تبھی دعوائے خلافت لے کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے، یہ بالکل غلط ہے، صحیح بات یہ ہے کہ انھوں نے خود کو اس کے تابع کر دیا تھا اور منصب خلافت قریش کے حق میں جانے پر تمام صحابہ کا اجماع ہو گیا تھا۔ امام ابوالحسن الاشعری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں تمام انصاری صحابہ سقیفہ بنو ساعدہ میں جمع ہوئے اور سعد بن عبادہ کو امام بنانا چاہا، یہ خبر ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو پہنچ گئی، یہ لوگ چند مہاجرین کے ساتھ مجمع انصار کی طرف چل پڑے، وہاں پہنچ کر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سب کو بتایا کہ امامت صرف قریش میں رہے گی اور بطور دلیل

❶ صحیح البخاری مع الفتح / الأحکام (۱۲/ ۱۲۱).

❷ ابن ماجه / مساجد / ۱، جامع العلوم و الحکم ص (۲۳۰).

❸ الخوارج / السعوی (۱۵۷). ❹ فتح الباری (۱۳/ ۱۲۱).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پیش کی کہ ((اَلْاَئِمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ)) ❶ ''ائمہ قریش میں سے ہوں گے۔'' یہ سنتے ہی تمام لوگ اپنی اپنی جگہ خاموش ہو گئے اور اطاعت کے لیے سر جھکا دیا، جب کہ قبل ازیں یہی انصار صحابہ کہہ چکے تھے کہ ایک امیر ہم میں سے اور دوسرا تم میں سے ہو جائے اور گرمی وغصہ کا وہ دور بھی گزر چکا تھا کہ حباب بن منذر نے یہ کہتے ہوئے اپنی تلوار سونت لی تھی کہ: ''اَنَا جُذَيْلُهَا الْمُحَكَّكُ وَ عُذَيْقُهَا الْمُرَجَّبُ'' پھر سب نے ابوبکر رضی اللہ عنہ پر بیعت کی اور آپ کی امامت وخلافت کے لیے متفق ومتحد ہو گئے اور اطاعت کے لیے جھک گئے۔ ❷

○ اور ان کی یہ دلیل کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ریاستوں یا لشکر وغیرہ پر غیر قریش کو امیر مقرر کیا ہے تو اس میں بھی ان کے لیے کوئی حجت نہیں ہے، کیونکہ اس کا تعلق امامت عظمیٰ سے نہیں ہے اور ہم اس قاعدہ کو تسلیم نہیں کرتے کہ جو بات فرع میں درست ہو اصل میں بھی درست ہو۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''قریش میں خلافت کی عدم تخصیص کے قائلین کی جو یہ دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ وغیرہ متعدد مواقع پر عبداللہ بن رواحہ، زید بن حارثہ اور اسامہ رضی اللہ عنہم کو امیر بنایا تھا، سو اس کا امامت عظمیٰ سے کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ قریشی امام اپنی زندگی میں غیر قریشی کو اپنا نائب بنا سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔'' ❸

اہل سنت کے دلائل

اہل سنت و جماعت امامت عظمیٰ کے لیے قرشی النسب ہونے کی شرط لگاتے ہیں اور ان کے دلائل اس طرح ہیں:

ا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ هٰذَا الْأَمْرَ فِيْ قُرَيْشٍ لَا يُعَادِيْهِمْ أَحَدٌ إِلَّا كَبَّهُ اللّٰهُ فِي النَّارِ عَلٰى وَجْهِهِ مَا أَقَامُوا الدِّيْنَ .)) ❹

''یہ امر (خلافت) قریش میں رہے گا کوئی بھی اگر ان سے دشمنی کرے گا تو اللہ اسے رسوا کر دے گا، لیکن اس وقت تک جب تک کہ وہ دین کو قائم رکھیں گے۔''

ب: اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يَزَالُ هٰذَا الْأَمْرُ فِيْ قُرَيْشٍ مَا بَقِيَ مِنْهُمُ اثْنَانِ .)) ❺

---

❶ المصنف / ابن أبي شيبة (٥/ ٥٤٤) نیز دوسرے لفظ سے صحیح بخاری میں بھی وارد ہے، دیکھئے: حدیث نمبر (١٧٤٠).

❷ مقالات الإسلاميين (١/ ٣٩، ٤١) شرح النووي (١٢/ ٢٠٠) الفصل (٤/ ٨٩).

❸ فتح الباري (١٣/ ١١٩). ❹ صحيح الخاري مع الفتح (١٣/ ١١٤).

❺ صحيح البخاري مع الفتح (١٣/ ١١٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''یہ امر (خلافت) اس وقت تک قریش میں رہے گا جب تک ان میں دو شخص بھی باقی رہیں گے۔''

ج: ایک اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلنَّاسُ تَبَعٌ لِقُرَيْشٍ .)) ❶

''لوگ (امر خلافت میں) قریش کے تابع ہیں۔''

د: اجماع سلف جو کہ ایک کے علاوہ کئی علما نے نقل کیا ہے۔ انھیں میں سے امام نووی رحمہ اللہ بھی ہیں، آپ حدیث نبوی اور ((اَلنَّاسُ تَبَعٌ لِقُرَيْشٍ)) کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ اور اس طرح کی دیگر احادیث اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ منصب خلافت قریش کے لیے خاص ہے۔ ان کے علاوہ کسی اور کو وہ منصب نہیں دیا جا سکتا، صحیح احادیث کی روشنی میں صحابہ وتابعین اور ان کے بعد کے علماء کا اجماع ثابت ہے۔ ❷ انھی علماء میں قاضی عیاض بھی ہیں۔ امام نووی رحمہ اللہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

''امام کے لیے قریش النسب ہونے کی شرط تمام علماء کا مذہب ہے، سقیفۂ بنی ساعدہ میں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے انصار کے خلاف اسی بات سے حجت پیش کی تھی اور کسی نے آپ پر اعتراض نہ کیا تھا۔''

قاضی عیاض فرماتے ہیں:

''اس مسئلہ کو علماء نے اجماعی مسائل میں شمار کیا ہے، اسلاف میں سے کسی سے قولاً وفعلاً اس کی مخالفت ثابت نہیں ہے، بلکہ بعد کے تمام ادوار میں بھی کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی ہے۔ نظّام اور اس کے ہم خیال خوارج اور اہل بدعت کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے جو کہ امامت کو غیر قریش میں ماننے کو جائز ٹھہراتے ہیں، اسی طرح ضرار بن عمرو کی اس بے عقلی کا بھی کوئی معنی نہیں جو کہتا ہے کہ نبطی وغیرہ جو قرشی ہیں انھیں قریشیوں پر مقدم کیا جا سکتا ہے، کیونکہ بوقت ضرورت اسے منصب سے ہٹانا آسان ہوتا ہے، حالانکہ اس کی یہ بات بالکل من گھڑت اور بے بنیاد ہے، مزید برآں اجماع امت کے خلاف ہے۔'' واللہ اعلم۔ ❸

اس اجماع کو نووی کے علاوہ ماوردی، ❹ ایجی، ❺ ابن خلدون ❻ اور غزالی ❼ نیز محدثین میں سے محمد رشید رضا نے نقل کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ امام کے لیے قریشی النسب ہونے کی شرط پر اجماع، نصوص شرعیہ اور فعل صحابہ سے ثابت ہے، اسے ثقہ محدثین نے روایت کیا ہے اور متکلمین وفقہائے اہل سنت نے اس سے استدلال کیا ہے، اور انصار نے قریشی امام کی اطاعت کے لیے اسی پر رضا مندی ظاہر کی اور پھر بعد کی صدیوں میں امت محمدیہ کا سواد اعظم اسے رضا مندی سے قبول کرتا رہا ہے۔ ❽

---

❶ صحیح البخاری مع الفتح (٦/ ٥٢٦).
❷ شرح النووی علی صحیح مسلم (١٢/ ٢٠٠).
❸ شرح النووی علی صحیح مسلم (١٢/ ٢٠٠).
❹ الأحکام السلطانية ص (٦).
❺ المواقف ص (٣٩٨).
❻ المقدمة ص (١٩٤).
❼ الباطنية ص (١٨٠).
❽ الخلافة و الإمامة العظمی / محمد رشيد رضا ص (١٩).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لیکن حافظ ابن حجر نے اس اجماع پر یہ کہتے ہوئے اعتراض کیا ہے کہ جو لوگ اجماع کے ناقلین ہیں انھیں اس سلسلے میں وارد عمر رضی اللہ عنہ کے اثر کی تاویل وتوجیہ کی ضرورت پڑے گی، اس اثر کو امام احمد رحمہ اللہ نے ثقہ راویوں کی سند سے نقل کیا ہے، اس میں ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: اگر میری موت کے وقت ابوعبیدہ باحیات نہ رہے تو معاذ بن جبل کو خلافت کے لیے نامزد کردوں گا...... الحدیث۔ اور معاذ بن جبل انصاری صحابی ہیں، قریشی النسب نہیں ہیں، لیکن ابن حجر رحمہ اللہ کے اس قول کا جواب یہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب یہ اثر سنداً منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، جیسا کہ بعض اہل علم نے واضح کیا۔ ❶

ان مذکورہ ائمہ سنت کے خلاف کچھ لوگ ہیں جو امام کے لیے قریشی النسب ہونا شرط نہیں لگاتے جیسے کہ امام جوینی ہیں، ❷ اسی طرح ابوبکر باقلانی کے قول میں تضاد نظر آتا ہے، چنانچہ الانصاف میں قریشی ہونا شرط مانتے ہیں، ❸ اور "التمہید" میں شرط نہیں مانتے۔ ❹ متاخرین میں سے محمد ابوزہرہ بھی اپنی کتاب "المذاهب الاسلامية" میں قریشی ہونا شرط نہیں مانتے اور اس سلسلہ میں وارد احادیث کے بارے میں کہتے ہیں کہ ان میں حکم نہیں ہے بلکہ خبر ہے۔ ❺ یہی نظریہ عقاد ❻ کا بھی ہے۔ ڈاکٹر علی حسنی الخربوطلی اپنی کتاب "الاسلام و الخلافة" ❼ میں اسی کے قائل ہیں، اور گستاخانہ جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مذکورہ حدیثیں "موضوع" ہیں۔ اسی نظریہ کے حامل ڈاکٹر صلاح الدین الدبوس بھی ہیں، جو کہ اپنی کتاب "الخليفة توليته و عزله" میں لکھتے ہیں کہ یہ احادیث حکمی نہیں ہیں بلکہ فقط اخباری ہیں۔ ❽ جب کہ استاذ محمد مبارک رحمہ اللہ انھیں لوگوں کی تائید میں ہیں، البتہ ان کے توجیہ کی نوعیت مختلف ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ کا تعلق سیاست شرعیہ سے ہے جو کہ بدلتے ہوئے احکام و زمانہ کے ساتھ تبدیلی کو قبول کرتی ہے۔ ❾

لیکن راجح بات جمہور مسلمانوں ہی کی ہے یعنی امامت کے لیے قریشی النسب ہونا ضروری ہے۔ ❿ کیونکہ ان کے استحقاق کے بارے میں صریح دلائل موجود ہیں اور صحابہ اور ان کے بعد کے علمائے سلف کا اس پر اجماع ہو چکا ہے، جب کہ مخالفین کے پاس عدم استحقاق کے ثبوت کے لیے کوئی ٹھوس اور معتبر دلیل نہیں ہے۔ پس ہم قریشی النسب کی شرط کے ساتھ دو مزید شرطوں کے قائل ہیں:

۱۔ وہ اقامت دین کا فریضہ انجام دے، اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ فِیْ قُرَیْشٍ لَا یُعَادِیْهِمْ اَحَدٌ اِلَّا کَبَّهُ اللّٰهُ فِی النَّارِ عَلٰی وَجْهِهٖ مَا اَقَامُوا الدِّیْنَ .)) ⓫

❶ الامامة العظمى ص (٢٨٤). ❷ غياث الأمم / جوينى ص (١٦٣).
❸ الانصاف / الباقلانى ص (٦٩). ❹ التمهيد، بحواله الإمامة العظمى ص (٢٧٥).
❺ المذاهب الإسلامية (١/ ٩٠). ❻ الديمقراطية فى الإسلام ص (٦٩).
❼ الإسلام و الخلافة ص (٤٢). ❽ الخلافة توليته و عزله ص (٢٧٠).
❾ نظام الإسلام فى الحكم و الدولة ص (٧١). ❿ الأحكام السلطانية / ابويعلى ص (٢٠).
⓫ صحيح البخارى مع الفتح / الأحكام، الأمراء من قريش (١٣/ ١٤٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''یہ امر (خلافت) قریش میں رہے گا کوئی بھی اگر ان سے دشمنی کرے گا تو اللہ اسے رسوا کر دے گا، لیکن اس وقت تک جب تک کہ وہ دین کو قائم رکھیں گے۔''

۲۔ اس سے پہلے کوئی امام منصب امامت پر موجود نہ ہو، اگر کوئی ہے تو ان کے لیے استحقاق خلافت کا دعویٰ درست نہیں ہے، گویا ابتدائے منصب اور انتخاب خلیفہ کے آغاز میں اس شرط کی رعایت واجب ہے، نہ کہ امامت کا تسلسل پہلے سے باقی رہتے ہوئے، اس لیے کہ موجودہ امام سے منصب امامت چھیننا اور اس کے خلاف خروج کرنا جائز نہیں ہے، وہ قریشی ہو یا کوئی اور ❶ ، بشرطیکہ وہ احکامات الٰہیہ کی تنفیذ کرتا ہو، ان سے منحرف نہ ہو، اور اس میں کفر بواح نہ دیکھا جاتا ہو، بصورت دیگر مسئلہ کا حل طاقت وقوت اور مصالح ومفاسد کی رعایت پر موقوف ہے۔

بعض صحابہ کی تنقیص اور عثمان وعلی رضی اللہ عنہما کی تکفیر

خوارج، روافض شیعہ سے اس مسئلہ میں جدا اور ممتاز ہیں کہ یہ لوگ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی امامت کے قائل ہیں، ان کا عقیدہ ہے کہ ان دونوں کی امامت شرعی تھی، اس کی صحت اور مشروعیت میں کوئی شک وشبہ نہیں، نیز یہ کہ وہ دونوں مومنوں کی رضا ورغبت سے امام منتخب ہوئے تھے اور اللہ کے بتائے ہوئے سیدھے راستے پر چلتے رہے، اس میں کوئی تغیر وتبدیلی نہیں کی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے عمل صالح اور رعایا کی خیر خواہی پر انھیں موت دی۔

ان لوگوں کا یہ عقیدہ بالکل برحق اور سچ ہے۔ یقیناً وہ دونوں ایسے ہی تھے، روافض اور ان کے دھوکے میں آ جانے والے لوگوں کے علاوہ کسی اور کو اس میں کوئی شک نہیں ہے، شیخین کے بارے میں خوارج کا یہ عقیدہ درستگی پر قائم ہے اور وہ اس سلسلے میں توفیق یافتہ ہیں، ہاں اگر وہ بہکے اور ہلاک ہوئے تو ان دو خلفائے راشدین کے بارے میں جو شیخین کے بعد آئے، ان کے بارے میں وہ شیطان کے جھانسے میں آ گئے اور اس نے انھیں حق اور صواب سے نکال باہر کیا، مطلب یہ ہے کہ جس مدت میں عثمان رضی اللہ عنہ کے دشمنوں نے ان پر عیوب والزامات لگائے تھے اس مدت خلافت پر آپ کی امامت کا انکار کیا، اسی طرح ''تحکیم'' کے بعد کی مدت خلافت پر علی رضی اللہ عنہ کی امامت کا انکار کیا اور اپنی اس بدعقیدگی میں اس قدر ملوث ہوئے کہ آخری دونوں خلفاء راشدین کی تکفیر کرنے لگے، پھر طلحہ، زبیر، معاویہ، عمرو بن عاص، ابوموسیٰ اشعری، عبداللہ بن عباس اور معرکہ جمل وصفین کے شرکاء صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی تکفیر کیا، ان تمام برگزیدہ ہستیوں کو عام طور سے اپنی عام طعن وتشنیع کا ہدف بنایا اور چند صحابہ کو خاص طور سے ہدف تنقید وتنقیص بنایا، عمومی طعن وتشنیع کی شکل یہ رہی کہ اصحاب رسول کے بارے میں کفر کا عقیدہ رچایا، علمائے شریعت نے اپنی اپنی کتابوں میں ان کے اس باطل اور گھناؤنے کردار کو تحریر کر دیا ہے، ❷ چنانچہ امام ابوالحسن

❶ الخوارج / السعوی ص (۱۵۹) الإمامة العظمی ص (۲۹۵).

❷ عقیدة أهل السنة والجماعة فی الصحابة الکرام (۳/۱۱۵۷).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اشعری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''خوارج کا ہر فرد ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی امامت کا اثبات کرتا ہے اور عثمان رضی اللہ عنہ کی جس دور کی مدت خلافت دشمنوں کی نگاہ میں ہدف تنقید بنی اس وقت کی امامت کے وہ منکر ہیں، اسی طرح علی رضی اللہ عنہ کے قبل از تحکیم مدت خلافت میں وہ آپ کی امامت کے قائل ہیں اور تحکیم کی قبولیت کے بعد کی مدت خلافت کے منکر ہیں، یہ لوگ معاویہ، عمرو بن عاص اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کی تکفیر کرتے ہیں۔'' ❶

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''خوارج کا شیطان، خلفائے ثلاثہ ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے عہد خلافت میں جب کہ تمام مسلمان متحد تھے، دل ہی دل میں غیض وغضب سے جل بھن رہا تھا، لیکن جب علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں امت مسلمہ انتشار کا شکار ہوئی تو اسے نکلنے کا راستہ مل گیا، چنانچہ خوارج نے شیطان کے بہکاوے میں آکر خلیفہ کے خلاف خروج کیا، علی، معاویہ رضی اللہ عنہما اور ان دونوں کے مویدین کی تکفیر کیا اور پھر وہ وقت آیا جب دو گروہوں میں سے حق کے قریب تر گروہ یعنی علی رضی اللہ عنہ نے قتال کیا۔'' ❷

علامہ شہرستانی رحمہ اللہ خوارج کے بڑے بڑے فرقوں کو شمار کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ان کے تمام فرقے علی اور عثمان رضی اللہ عنہما سے تبرا کرنے پر متفق ہیں اور اسے ہر اطاعت و نیکی پر مقدم سمجھتے ہیں، عثمان رضی اللہ عنہ کے چند اقدامات کو شمار کر کے جو کہ ان کی نگاہوں میں معیوب تھے، آپ پر طعن و تشنیع کا نشتر چلاتے ہیں، وہ جنگ جمل اور جنگ صفین والوں کی بھی مذمت کرتے ہیں۔ ❸ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ازارقہ کے کفریہ عقیدہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ازارقہ بھی اسی بدعت کی ڈگر پر چلے، بلکہ دو قدم آگے بڑھ کر عثمان، طلحہ، زبیر، عائشہ، عبداللہ بن عباس اور ان کے ساتھ رہنے والے تمام مسلمانوں کی تکفیر کی اور انھیں ہمیشہ کے لیے جہنم کا مستحق ٹھہرایا۔'' ❹

پس یہ ایسا نامعقول عقیدہ ہے جسے سنتے ہی اس کا جھوٹ واضح ہو جاتا ہے، یہ عقیدہ گمراہی و انحراف ہے اور حق کے ساتھ ظلم ہے۔ خوارج کو ان کے شیطان نے اس عقیدہ کے ذریعے سے بہکا دیا ہے۔ یہ لوگ اس کے تابع ہیں اور اصحاب رسول کے بارے میں ان کی یہ دریدہ ذہنی اور کفریہ بکواس کئی وجوہات سے باطل اور ناقابل التفات ہے، وہ وجوہات یہ ہیں:

- صحابہ کرام کو اللہ تعالیٰ نے خیر امت قرار دیا، اسی طرح ان کے افضل امت ہونے کی شہادت بزبان رسالت بھی موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ﴾ (آل عمران: ١١٠)

❶ مقالات الإسلاميين (١/ ٢٠٤).
❷ مجموع الفتاوى (١٩/ ٨٩).
❸ الملل و النحل (١/ ١١٧).
❹ الملل و النحل (١/ ١٢١).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''تم سب سے بہتر امت چلے آئے ہو، جو لوگوں کے لیے نکالی گئی، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔''

چنانچہ اس آیت کریمہ میں اللہ نے اعلان کیا کہ وہ صحابہ خیر امت ہیں، اس لیے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ مکمل طور پر ادا کرتے ہیں، اس احساس ذمہ داری کے پیچھے صرف ایک ہی قوت کارفرما ہے، اور وہ ہے کمال ایمان اور کمال یقین کی قوت، وہ اس لیے بھی بہترین امت ہیں کہ انھوں نے اس آیت میں مذکور بہتری کے اوصاف کو ثابت کر دکھایا، چنانچہ ابوعبداللہ الحاکم نے اپنی سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے آیت کریمہ: ﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ﴾ (آل عمران : ۱۱۰) کی تفسیر میں فرمایا:

''اس سے وہ لوگ مراد ہیں جنھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ ہجرت کیا تھا۔'' [1]

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((خَيْرُ النَّاسِ الْقَرْنُ الَّذِيْ أَنَا فِيهِ ثُمَّ الثَّانِيْ ثُمَّ الثَّالِثُ .)) [2]

''بہترین لوگ میرے دور کے لوگ ہیں پھر دوسرے دور کے پھر تیسرے دور کے۔''

آپ کے وقت کے لوگ اس لیے سب سے بہتر ہیں کہ جب دنیا آپ کی نبوت کی منکر تھی تب یہ لوگ آپ پر ایمان لائے اور جب لوگ آپ کو جھٹلا رہے تھے تب انھوں نے آپ کی تصدیق کی اور جب لوگ آپ کو رسوا کرنے کے درپے تھے تب ان لوگوں نے آپ کی مدد کی، آپ کے لیے جہاد کیا اور آپ کو پناہ دی۔ [3] پس یہ خوارج جن صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں وہ مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، لہٰذا مدح وتوصیف کے یہ مقدس کلمات سب سے پہلے جن ہستیوں کے لیے لائق اور زیبا ہیں وہ یہی لوگ ہیں، یہ لوگ مہاجرین میں تھے اور جب لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر رہے تھے، یہ آپ کی تصدیق کر رہے تھے، انھوں نے آپ کے ساتھ جہاد کیا اور آپ کی بھرپور مدد کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو نور لے کر آئے تھے اس کا اتباع کیا، پس آیت کریمہ اور حدیث نبوی دونوں میں تمام صحابہ کے لیے عموماً اللہ اور رسول کی طرف سے امت محمدیہ کی بہترین جماعت ہونے کی دلیل ہے۔ [4] خوارج کی یہ کتنی بڑی جہالت ہے کہ وہ علی، زبیر اور طلحہ رضی اللہ عنہم جیسے جن عالی مقام اصحاب رسول کی تکفیر کرتے ہیں ان کے جنتی ہونے کے بارے میں خاص طور پر احادیث ثابت ہیں۔

○ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں ایمان حقیقی کی گواہی دی ہے، چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرٰهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا ﴾ (آل عمران : ٦٨)

[1] المستدرك (۲/ ۲۹٤) امام حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے، اور ذہبی نے اسے اپنی حالت پر باقی رکھا۔

[2] صحيح مسلم (٤/ ١٩٦٥) (٢٥٣٣). [3] فيض القدير / المناوى (٣/ ٤٧٨).

[4] عقيدة أهل السنة و الجماعة فى الصحابة الكرام (٣/ ١١٦٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''بے شک سب لوگوں سے ابراہیم کے زیادہ قریب یقیناً وہی لوگ ہیں جنھوں نے اس کی پیروی کی اور یہ نبی اور وہ لوگ جو ایمان لائے۔''

پس آیت میں ﴿وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا﴾ کا کلمہ سب سے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر صادق آتا ہے، کیونکہ اولیت اور افضلیت کے اعتبار سے سب سے پہلے وہی لوگ بالاتفاق اس خطاب کے مستحق ہیں، لیکن خوارج ہیں کہ اللہ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا ہے، اور علیم وخبیر ذات کی شہادت پر غور کرنے کی انھیں توفیق نہیں ملتی کہ دیکھیں ہم جس کی تکفیر اور تبرّا کر رہے ہیں اس کے لیے حقیقی ایمان کی شہادت دی جا رہی ہے۔ [1]

○ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں بتا دیا ہے کہ وہ صحابہ سے راضی ہے اور وہ سب اس سے راضی ہیں اور اس نے انھیں جنتی بنانے اور بڑی کامیابی سے نوازنے کا وعدہ کر لیا ہے، فرمایا:

﴿وَ السّٰبِقُوۡنَ الۡاَوَّلُوۡنَ مِنَ الۡمُهٰجِرِیۡنَ وَ الۡاَنۡصَارِ وَ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡهُمۡ بِاِحۡسَانٍ ۙ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡهُ وَ اَعَدَّ لَهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ تَحۡتَهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ﴿۱۰۰﴾﴾ (التوبۃ: ۱۰۰)

''اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صراحت سے فرما دیا ہے کہ وہ ان مہاجرین وانصار سے راضی ہو چکا ہے جو سابق اور مقدم ہیں، پس یہ آیت صریح قرآنی دلیل ہے کہ جو شخص ان کے بارے میں کفر کا عقیدہ رکھے وہ گمراہ اور اللہ کا مخالف ہے، اس لیے کہ جس سے اللہ نے اپنی رضا مندی کا اعلان کیا وہ اس کی تکفیر کر رہا ہے اور یہ اللہ کے فیصلہ کے خلاف ایک تمرد وطغیان ہے، یہ عادت اسلام سے نکل جانے والے روافض اور خوارج کی ہے۔ [2]

اور فرمایا:

﴿لَقَدۡ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ یُبَایِعُوۡنَكَ تَحۡتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ فَاَنۡزَلَ السَّكِیۡنَةَ عَلَیۡهِمۡ وَ اَثَابَهُمۡ فَتۡحًا قَرِیۡبًا ﴿ۙ۱۸﴾﴾ (الفتح: ۱۸)

''بلاشبہ یقیناً اللہ ایمان والوں سے راضی ہو گیا، جب وہ اس درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے، تو اس نے جان لیا جو ان کے دلوں میں تھا، پس ان پر سکینت نازل کر دی اور انھیں بدلے میں ایک قریب فتح عطا فرمائی۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حدیبیہ میں حاضر ہونے والے اصحاب رسول کے ایمانی لشکر کے لیے اپنی رضا

[1] عقیدۃ أهل السنة فی الصحابة الکرام (۳/ ۱۱۶۰)۔ [2] عقیدۃ أهل السنة فی الصحابة الکرام (۳/ ۱۱۶۰)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مندی کا اعلان کیا ہے، جن میں علی، طلحہ، زبیر اور عثمان رضی اللہ عنہم بھی موجود تھے۔ اس موقع پر عثمان رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کی حیثیت سے مکہ میں رہ گئے تھے، جن کی طرف سے آپ نے اپنا دوسرا ہاتھ اپنے ایک ہاتھ میں ڈال کر بیعت کی اور یہ رمزان کے اپنے ہاتھوں سے زیادہ مقدس و بابرکت ثابت ہوا۔ ❶

○ جس قوم کے بارے میں اللہ جل وعلا نے یہ خبر دی ہو کہ وہ کفر، فسق اور نافرمانیوں سے نفرت کرتی ہے اور وہ نیکوکاروں کی جماعت ہے، ایسی قوم سے کفر کا ارتکاب ناممکن ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۭ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝﴾ (الحجرات: ۷)

''اور جان لو کہ بے شک تم میں اللہ کا رسول ہے، اگر وہ بہت سے کاموں میں تمھارا کہا مان لے تو یقیناً تم مشکل میں پڑ جاؤ اور لیکن اللہ نے تمھارے لیے ایمان کو محبوب بنا دیا اور اسے تمھارے دلوں میں مزین کر دیا اور اس نے کفر اور گناہ اور نافرمانی کو تمھارے لیے ناپسندیدہ بنا دیا، یہی لوگ ہدایت والے ہیں۔''

پس اس آیت کریمہ میں اللہ نے بتا دیا کہ اس نے ان کے دلوں میں ایمان کو محبوب ترین چیز بنا دیا ہے، اس لیے ان سے وہی اعمال خیر صادر ہوں گے جو اللہ کی رضا کے موافق ہوں گے اور اسی بنیاد پر وہ ہدایت یافتہ کہے جانے کے مستحق ہوں گے، جیسے کہ آیت کریمہ بتا رہی ہے، لہٰذا روافض اور خوارج کی ناعقلی کے مطابق ان برگزیدہ ہستیوں کی تکفیر کیسے کی جاسکتی ہے، جب کہ ان میں کلام الٰہی کی تلاوت ہوتی ہے اور ان کا رسول ان کے درمیان موجود ہے؟ جب اللہ نے ان کی نگاہوں میں کفر کو ناپسندیدہ کر دیا ہے اور انھیں ہدایت یافتہ بنا دیا ہے تو پھر کیسے انھیں کافر کہنا درست ہوسکتا ہے؟ چنانچہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ عثمان، علی، طلحہ، زبیر، ابن عباس، عائشہ، عمرو بن عاص، ابوموسیٰ اشعری، معاویہ رضی اللہ عنہم اور جنگ جمل وصفین میں شرکت کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر کر کے یہ جاہل وکم عقل خوارج راہ راست سے بھٹک چکے ہیں۔ ❷

دور حاضر میں خوارج کی روش اور ان کی بعض علامات

دور حاضر میں بھی مسلمانوں کے متعدد گروہوں میں مختلف انداز و اشکال میں خوارج کے رجحانات ابھرنا شروع ہوگئے ہیں، وہ کبھی جماعتوں کی شکل میں نمودار ہوتے ہیں اور کبھی افراد، تحریکات، نظریات اور مخصوص جھنڈوں کی شکل میں۔ کبھی مناہج و اسلوب کو نمایاں کرتے ہیں کبھی مواقف و تصرفات کو۔ ان کی یہ کاوشیں کبھی انفرادی ہوتی ہیں اور کبھی اجتماعی، بہر حال ان کے رجحانات کسی بھی شکل میں ابھریں وہ خطرے کی گھنٹی ہوتے ہیں اور اسلام کی زرخیز وادی میں ان کے عقائد وافکار اور اخلاقیات وسلوکیات کی بیج پڑ جانا حاملین شریعت کو خبر دار

❶ عقيدة أهل السنة في الصحابة الكرام (۳/ ۱۱٦۰). ❷ عقيدة أهل السنة في الصحابة الكرام (۳/ ۱۱٦۵).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔ ❶

دین وعبادت کے نام پر نفس کشی، دوسروں کو تنگی میں ڈالنا، علم برداری اور غرور، یادگاری واقعات کی تخلیق، بے صبری اور حکمت وبصیرت کی کمزوری ان کی عام نشانیاں ہیں۔ خود رائی کو ترجیح دینا، دوسروں کو جاہل گردانا، علماء پر طعن وتشنیع کرنا، ان کے بارے میں بدگمانی اور انھیں نفرت وحقارت سے دیکھنا، دوسروں کے ساتھ معاملہ کرنے میں اپنا موقف سخت رکھنا، افہام وتفہیم کے لیے بمشکل تیار ہونا، انتشار وافتراق کو جلدی سے گلے لگانا، دوسروں کو آسانی کے ساتھ متہم کر دینا، مسلمانوں کی تکفیر کرنا اور اتحاد واتفاق کے پلیٹ فارم پر بمشکل اکٹھا ہونا وغیرہ ان کے اہم مظاہر ہیں، جن کے پیچھے چند اہم عوامل واسباب کارفرما ہیں، وہ اسباب یہ ہیں:

ا۔ شرعی علوم سے ناواقفیت:

اگر آپ خوارج کے افکار ونظریات سے متاثر کسی بھی شخص کے حالات کا بغور تجزیہ کریں تو اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ وہ جہالت ولاعلمی اور دینی فقہ وبصیرت سے ناواقفیت کا شکار ہے اور برائے نام چند معمولی احکام شریعت کا عالم ہے، اس لیے جب اس طرح کے لوگ بڑے بڑے ملکی مسائل اور بین الاقوامی سطح کے معاملات پر فتویٰ صادر کرتے ہیں تو اکثر وبیشتر خلط مبحث، تخبط، عجلت پر مبنی ناعاقبت اندیشانہ احکام اور لگے لپٹے غیر واضح مواقف کے شکار ہوجاتے ہیں۔ ❷ اس غلطی کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ انھیں مصالح ومفاسد کے نتائج وخلفیات اور اس کے درجات کی حد بندی پر مجموعی اعتبار سے کامل عبور حاصل نہیں ہوتا، مزید برآں پیش آمدہ مخصوص مسائل پر فیصلہ کن حیثیت کی حامل مخصوص شرعی نصوص سے وہ بالکل ناواقف ہوتے ہیں، جبکہ سیاست شرعیہ سے متعلق عام منکرات اور غلطیاں جو کہ اکثر فتنوں کا سبب بنتی ہیں، ان غلطیوں کے درجہ میں نہیں ہیں جو طہارت، نماز، حج اور عائلی نظام میں واقع ہوتی ہیں اور جن میں حق کا انحصار عموماً تفصیلی دلائل پر ہوتا ہے، بلکہ سیاست شرعیہ کے علم کا انحصار چند بنیادی معلومات پر ہے:

- عام ادلۂ شرعیہ اور قواعد کا علم کہ جن میں بہت سارے مسائل وجزئیات داخل ہوتے ہیں۔
- مقاصد شریعت سے واقفیت۔
- مصالح اور مفاسد کے درمیان موازنہ کرنے کی صلاحیت۔
- تفصیلی دلائل کا استیعاب۔

لہٰذا کلیات عامہ سے متعلق مسائل کا سمجھنا عوام تو درکنار کم پڑھے لکھے علماء کے بھی بس کی بات نہیں ہے، اگرچہ جزئی نصوص کو وہ کسی حد تک سمجھ لیتے ہوں، اسی طرح مقاصد شریعت سے اس وقت تک مکمل واقفیت ممکن نہیں، جب تک کہ مجمل طور پر تمام نصوص شرعیہ اور شارع کی تصرفات پر نگاہ نہ ہو۔ مقاصد شریعت کی فقہ وبصیرت پر عبور کافی مشکل کام ہے اور یہ ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ وہاں تک رسائی انھیں لوگوں کو ہو پاتی ہے جنھوں نے علم کے

---

❶ الخوارج / ناصر العقل ص (۱۲۰). ❷ الخوارج / ناصر العقل (۱۲۷).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مدارج طے کیے ہوں، حالات کا گہرائی سے مطالعہ کیا ہو اور متوقع احتمالات پر بار بار نگاہ دوڑائی ہو، پھر اسی فقہ و بصیرت کے بعد مصالح و مفاسد کے درمیان موازنہ کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے اور یہ سب کچھ بابصیرت و ماہر علمائے دین ہی کا اختصاص ہے عوام کا نہیں۔ ❶

پس سیاست شرعیہ کے باب میں عوام الناس کا ناپختہ علم والے یعنی کتاب وسنت سے ناواقف علماء کے ساتھ پیش پیش رہنا مسلمانوں میں افتراق وانتشار کا سبب بنتا ہے، اس لیے کہ اگر عوام الناس کی رائے کی اگر کوئی قیادت کرنے والا نہ ہو تو وہ کسی ایک بات پر متفق ہی نہ ہوں گے، لہٰذا ضروری ہے کہ اس طرح کے معاملات اہل حل وعقد کے حوالے کر دیے جائیں۔

۲۔ علم بلا معلم:

انتہا پسند فکر کو تشکیل دینے میں علم بلا معلم کا بڑا دخل ہے۔ اس فکر کے حاملین علمی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں، لیکن کسی معلم سے مدد نہیں لیتے اور نہ ہی کسی تجربہ کار عالم سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں، ان کا حال یہ ہے کہ ابھی علوم کتاب وسنت میں ان کی معلومات راسخ نہیں ہوئیں اور پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کے لیے احکام کا استنباط کرنے لگے، بالآخر بہک گئے، اور صحیح نتیجہ تک رسائی نہ ہو سکی، عموماً ایسی لغزش دو طرح کے نوجوانوں میں نمایاں طور پر سامنے آتی ہے:

- وہ نوجوان جنھوں نے اپنی دینی وقومی غیرت کی وجہ سے قید وسلاسل کی مشقتیں جھیلیں اور اس میں مختلف الانواع سزاؤں کا سامنا کیا۔
- وہ نوجوان جنھوں نے قید خانے میں قدم تو نہیں رکھا اور نہ ہی اس کی مشقتوں کا سامنا کیا، لیکن فکری بے اعتدالی اور انتہاء پسندی کے مرض نے انھیں نہایت کڑوا جام پلایا اور انھوں نے مسلمانوں کی شیرازہ بندی کو جھٹکا لگایا، پھر اسے پھاڑتے ہی چلے گئے، ان غیر منداور متحمس نوجوانوں کی لغزش وگمراہی کے پیچھے بنیادی طور پر تین اسباب کارفرما ہیں:

۱۔ علماء سے پہلو تہی ۲۔ تقلید کی مذمت میں غلو

۳۔ صحیح کلمات کا غلط استعمال

علماء سے پہلو تہی:

بعض انتہا پسندوں نے یہ غلط منہج اس لیے اختیار کیا کہ بعض نفس پرست علمائے دین چند انحرافات میں واقع ہو گئے، تب ان انتہا پسندوں کو ان نفس پرست علماء کی ثقاہت اور اقوال پر بٹہ لگانے کا موقع مل گیا، اگرچہ وہ بقیہ چیزوں میں برحق ہی کیوں نہ ہوں، پھر دوسرے مرحلہ میں ان کے بارے میں بدگمانی پیدا ہوئی اور پہلو تہی کا دائرہ وسیع کرتے ہوئے نیک وباعمل علماء کو بھی اس میں سمیٹ لیا، انھیں بھی غیر ثقہ قرار دینے لگے، پھر جب بھی کسی عالم

❶ قواعد فی التعامل مع العلماء ص (۱۲۱).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مجاہد نے ان کی کسی رائے سے اختلاف کیا اسے مجروح قرار دیا اور اس سے پہلو تہی کرنے لگے، پس یہی وہ مقام ہے جہاں سے خطرات کی آہٹ آتی ہے اور انتشار کا دروازہ وا ہوتا ہے۔ بعض علماء نے جب اسی خیال کے ایک نوجوان سے گفتگو کی تو کہا: علمائے دین پر تمھارا عدم اعتماد دیکھ کر مجھے اندیشہ ہے کہ تم لوگ دو میں سے ایک یا دونوں غلطیاں ضرور کرو گے، ایک تو یہ کہ اجتہاد کی کامل صلاحیت و تیاری کے بغیر اجتہاد کرو گے، یا دوسرا یہ کہ صرف کتابوں کے مطالعہ و مراجعہ کو کافی سمجھو گے، کسی اور سے کوئی مدد نہ لو گے اور ان دونوں میں جو خطرناکیاں ہیں وہ پوشیدہ نہیں ہیں، چنانچہ بعض جوش سے لبریز نوجوانوں نے بعد میں اعتراف بھی کیا ہے کہ بلاشبہ ہم دونوں غلطیوں میں واقع ہو گئے۔ ❶

تقلید کی مذمت میں غلو:

بلاشبہ قرآن مجید نے تقلید اور مقلدین کی مذمت کی ہے اور سلف نے اس راستے پر چلنے سے منع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ اِذَا قِیۡلَ لَہُمُ اتَّبِعُوۡا مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ قَالُوۡا بَلۡ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلۡفَیۡنَا عَلَیۡہِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوۡ کَانَ اٰبَآؤُہُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ شَیۡئًا وَّ لَا یَہۡتَدُوۡنَ ﴿۱۷۰﴾﴾ (البقرة: ۱۷۰)

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ سمجھتے ہوں اور نہ ہدایت پاتے ہوں۔''

ائمہ میں سے امام شافعی فرماتے ہیں:

''جو شخص علم کو بغیر دلیل کے طلب کرتا ہے اس کی مثال رات کو لکڑیاں چننے والے جیسی ہے جس کی کلائی کو سانپ ڈس لے اور اسے معلوم ہی نہ ہو۔'' ❷

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''لوگو خبردار! نہ میری تقلید کرنا، نہ امام مالک کی، نہ ثوری کی نہ اوزاعی کی، بلکہ احکام وہاں سے لو جہاں سے ان بزرگوں نے لیے ہیں۔'' ❸

امام ابو یوسف نے فرمایا:

''لوگوں پر ہمارے اقوال کا لینا حرام ہے، جب تک وہ یہ نہ معلوم کر لیں کہ ہم نے کہاں سے لیا ہے۔'' ❹

ان نوجوانوں نے یہ سب پڑھا اور یہ بھی پڑھا کہ عالم کے مقابل میں ایک مقلد کی حیثیت اتنی ہی ہے جتنی کہ

---

❶ التکفیر جذورہ و أسبابہ ص (۱٤، ۱۵).

❷ أعلام الموقعین (۲/ ۲۰۰) مطلب یہ ہے کہ اس کے علم میں رطب ویابس ملا ہوتا ہے۔

❸ أعلام الموقعین (۲/ ۲۰۰) اردو ترجمہ (۱/ ٤۳٦). ❹ أعلام الموقعین (۲/ ۲۰۱).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایک بچے کی حیثیت اس کی ماں کے گود میں، مقلد اور نادان جانور میں کوئی فرق نہیں۔ ❶ پس ان تمام ارشادات سے وہ اس قدر متاثر ہوئے کہ دیگر علماء سے استفادہ تک کی نفی کر دی، تقلید اور اس کی مذمت میں مبالغہ سے کام لیا اور یہ گمان کر بیٹھے کہ صحابہ، تابعین اور علماء صادقین سے رہنمائی حاصل کرنا، ان کے منہج سے استفادہ کرنا، قوی دلائل پر مبنی ان کے فتاویٰ پر عمل کرنا یہ سب مذموم تقلید میں داخل ہیں اور پھر خود فتویٰ دینے کا جواز پیدا کر لیا، حالانکہ وہ ابھی اس کے اہل نہ ہوئے تھے، کتابوں پر ٹوٹ پڑے، ان سے احکامات کا استخراج کرنے لگے اور انفرادیت پر مبنی عجیب وغریب خیالات کا استنباط شروع کر دیا، وہ اس میدان میں ضرورت سے زیادہ کود پڑے حالانکہ وہ اس کے شہ سوار نہ تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ حدود سے تجاوز کر گئے اور غلط راستے پر چل نکلے۔

ہمارے یہ پرجوش نوجوان دوست حقائق اور تفصیلات کی تمیز نہ کر سکے، اسی طرح جو شخص دینی علوم سے بالکل نابلد ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ نو آمدہ مسائل میں اپنے علما کی تقلید کرے اور علما کے درمیان اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ عوام کو فتویٰ دینے کا حق نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔ کیونکہ جن کلمات و معانی کی روشنی میں تحلیل و تحریم کا حکم لگایا جاتا ہے اسے اس کا علم نہیں ہوتا۔ ❷

---

❶ أعلام الموقعین (۲/ ۲۰۱) جامع بیان العلم و فضله (۲/ ۱۱٤).

❷ جامع بیان العلم و فضله (۲/ ۱۱٤، ۱۱٥) تقلید غیر نبی کی بات کو بلا دلیل تسلیم کر لینے کو کہتے ہیں جیسا کہ مسلم الثبوت وغیرہ اصول فقہ کی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے۔ کتاب و سنت میں کہیں بھی تقلید کا ذکر نہیں آیا ہے بلکہ اطاعت و اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ﴾ (النساء: ٥٩)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور ان کا بھی جو تم میں سے حکم دینے والے ہیں، پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿ اِتَّبِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝۳ ﴾ (الاعراف: ۳)

''اس کے پیچھے چلو جو تمھاری طرف تمھارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اور اس کے سوا اور دوستوں کے پیچھے مت چلو۔ بہت کم تم نصیحت قبول کرتے ہو۔''

لہٰذا ہر ایک مسلمان کی ذمہ داری اتباع ہے خواہ وہ عالم ہو یا عامی، اگر براہ راست کتاب و سنت سے استفادہ کرنے کی صلاحیت نہیں ہے تو پھر علمائے حق کی طرف رجوع کر کے عمل کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۷ ﴾ (الانبیاء: ۷)

''اگر تمھیں علم نہیں ہے تو علم رکھنے والوں سے دریافت کر لو۔''

سیدھی سادھی بات ہے، عدم علم کی صورت میں موجود علمائے حق کی طرف رجوع کر کے عمل کیا جائے، خود سے اجتہاد و استنباط نہ کیا جائے اور فتویٰ جاری کرنا نہ شروع کر دے بلکہ جو فتویٰ کی صلاحیت رکھتے ہیں ان کی طرف رجوع ہو اور پھر اگر اس فتویٰ اور جواب کے خلاف کوئی آیت یا حدیث صحیح آجائے تو اس آیت و حدیث پر عمل پیرا ہو جائے۔ یہی سلف صالحین کا طرز عمل تھا۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((مَنِ اسْتَبَانَتْ لَهُ سُنَّةُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَتْرُكَهَا بِقَوْلِ أَحَدٍ كَائِنًا مَنْ كَانَ .))

جس کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی سنت واضح ہو جائے تو اس کے لیے یہ حلال نہیں کہ وہ اسے کسی کے قول کی وجہ سے چھوڑ دے کیسے ⇦

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بہرحال دیکھا یہ گیا ہے کہ ہمارے یہ پرجوش نوجوان شرعی علوم اور اس کے لوازمات وتقاضوں کی علم ومعرفت میں عوام ہی کے درجہ میں ہوتے ہیں اور اسی لاعلمی کی وجہ سے وہ علمائے دین سے سوال کرنے اور استفسار کرنے سے گریز کرتے ہیں اور نتیجہ میں فکری انتشار کی کڑوی فصل کاٹتے ہیں۔

صحیح کلمات کا غلط استعمال:

یہ ایک خطرناک آفت ہے جو اس سے محفوظ رہا وہ نجات پا گیا، ماضی میں یا آج جو لوگ بھی خوارج کے انتہا پسند نظریئے کا شکار ہوئے ان کی غلطی ان کے دلائل اور استدلال میں نہیں ہے بلکہ اصل غلطی اس کے بے جا تطبیق، اور مراد کی تعیین میں ہے۔ یہی وجہ تھی کہ جب خوارج نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا اور ''لَا حُکْمَ إِلَّا لِلّٰهِ'' کہہ کر آپ پر کفر کی تہمت لگائی تو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ((كَلِمَةُ حَقٍّ أُرِيْدَ بِهَا الْبَاطِلُ)) یعنی کلمہ تو حق ہے لیکن اس کے ذریعے سے ارادہ باطل کا ہے۔ [1]

دور حاضر کے بعض مسلمان بھی اسی غلطی میں واقع ہیں اور صدق وعدل پر مبنی کلمات کی غلط تطبیق کرتے ہیں، پھر یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ وہ احکامات بیان کرنے میں نامناسب جرأت کرتے ہیں اور معتدل رائے سے نکل جاتے ہیں۔ انھیں کلمات میں سے ایک کلمہ ''تقلید مذموم'' بھی ہے۔ یہ الفاظ اپنی جگہ بالکل برحق ہیں، قرآن وسنت سے اس کی تائید ہوتی ہے اور ائمہ دین نے اس تقلید سے منع فرمایا ہے، لیکن ان الفاظ کے استعمال میں بعض لوگوں کے یہاں کچھ لغزشیں ضرور ہیں، اس لیے اس سے متعلق چند باتوں کی نشان دہی ضروری ہے تاکہ یہ الفاظ اپنے صحیح مقام پر مستعمل ہوں:

- وہ تقلید باطل اور مذموم ہے جس میں دوسرے کی بات بلا حجت ودلیل قبول کر لی جائے۔ [2]
- اس آدمی کا مقلد ہونا مذموم ہے جسے اجتہاد پر قدرت حاصل ہے، لیکن جو اجتہادی صلاحیت سے محروم ہو اس کے لیے تقلید جائز ہے۔ [3]
- متقدمین علماء کی کتابیں پڑھنا اور غیر جانب دار ہو کر ان کے آراء واقوال سے استفادہ کرنا تقلید مذموم نہیں ہے، بلکہ طالب علم کے لیے یہی مناسب ہے کہ کسی مسئلہ میں حکم لگانے سے پہلے اپنے متقدمین علما کے آراء وخیالات پڑھ لے تاکہ انھیں کی روشنی میں کوئی فیصلہ دے۔ [4]

عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جس شخص کو کسی مسئلہ میں علما کے اختلاف کا علم نہ ہو اسے فتویٰ نہیں دینا چاہیے، ورنہ اپنے علم کے

⇐ باشد۔ یہ ہے سلف کا منہج جس پر اہل الحدیث ہمیشہ قائم رہے ہیں، یہی اعتدال کی راہ ہے فکری آوارگی اور تقلیدی جمود دونوں ہی افراط وتفریط کے راستے ہیں۔ اعتدال کی راہ ترک کرنے سے جہاں ایک طرف خروج وتکفیر کے فتنے جنم لیا وہاں تقلیدی جمود سے امت افتراق کا شکار ہوئی اور امت واحدہ کا تصور ہی جاتا رہا اور غیر نبی کو نبی کا مقام دے دیا گیا۔ (مترجم)

[1] تاریخ الطبری (٥/ ٦٨٨). [2] الفتاوی (١٥/ ٢٠١).

[3] الفتاوی (٢٠/ ٢٠٣، ٢٠٤). [4] ظاهرة الغلو فی الدين ص (٣١٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بالمقابل ثقہ اور معتمد علم کو ضائع کر دے گا۔'' ❶

قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جس نے مسائل میں اختلافات کو نہیں جانا اس نے فقہ کی بو تک نہیں پائی۔'' ❷

یحییٰ بن سلام نے فرمایا:

''جو اختلافات کو نہ جانتا ہو اس کے لیے فتویٰ دینا مناسب نہیں ہے، اور جو علماء کے اقوال کو نہ جانتا ہو وہ یہ نہ کہے کہ یہ میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔'' ❸

لیکن حیرت ہے کہ دور حاضر کے ہمارے بعض علماء نے تقلید کے عدم جواز کے قاعدہ کو صحیح مقام پر تطبیق دینے میں غلطی کی اور اس میں عوام کے ساتھ علماء کو بھی لپیٹ لیا، اجتہاد کی صلاحیت رکھنے والوں اور نہ رکھنے والوں میں تفریق نہیں کی، نہ ہی اصول و فروع میں فرق کیا۔ پھر کیا ہوا؟ علماء کے اقوال سے اعراض کرنا شروع کر دیا اور بعض نے تو یہاں تک مبالغہ کیا کہ علمائے سلف کے اقوال کو ''احمقانہ'' قرار دے ڈالا، ان کے مناہج کو پھینک دیا، یہ کہتے ہوئے کہ یہ تو تقلید مذموم ہے، پھر اسی پر بس نہیں بلکہ فتاوی میں جرأت کا مظاہرہ کیا، قرآن و سنت کے معاون علوم پر دسترس حاصل کیے بغیر براہ راست ان دونوں سے مسائل کا استنباط شروع کر دیا۔ ❹

۱۔ وہ بھی مرد تھے اور ہم بھی مرد ہیں:

یہ ایک دل پذیر جملہ ہے جس نے دور حاضر کے بہت سے پر جوش نوجوانوں کے دلوں کو چھو لیا ہے، اس لیے کہ اس میں انسان کی ''انا'' کو مقام دیا گیا ہے اور غیر کی تابعداری کو ہلکا کر کے پیش کیا گیا اور یہ ایسی چیز ہے جس کی طرف انسانی طبیعت تیزی سے لپکتی ہے، دراصل یہ قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے، لیکن لوگوں نے اس کے قائل، اس جملہ کی معنویت اور اس کی مناسبت کو بھلا دیا اور قرآن کی ظاہری آیت یا حدیث کے ظاہری الفاظ کو لے اڑے اور ان آیات و احادیث کے معانی و مفاہیم کی تشریح میں علماء کے خیالات و تحقیقات پر بہت کم توقف کیا اور بعض اوقات انھیں نظر انداز کر دیا، پھر جب ان سے کہا گیا کہ آپ لوگ یہ کیا کر رہے ہیں؟ صبر کرو، انتظار کرو، احکامات بیان کرنے میں عجلت نہ کرو اور علمائے سلف کے فہم و اقوال کو بھی دیکھ لو، تو برجستہ ان لوگوں کا جواب ہوتا ہے: ''وہ بھی مرد تھے اور ہم بھی مرد ہیں۔'' ہاں ٹھیک ہے میرے پر جوش نوجوان دوستو! یقیناً جسمانی ساخت اور بشری طبیعت میں تم ضرور انھیں کی طرح ہو، لیکن کیا تمھیں معلوم ہے کہ یہ جملہ کس نے کہا؟ اور کس مناسبت سے کہا؟ اس کے قائل وہ امام علم و فقہ ہیں جن پر اللہ نے گہری بصیرت کا انعام کیا، علم کی گیرائی و گہرائی کے ساتھ ان کے دل کو متقی بنایا۔ آپ نے یہ جملہ اپنے اجتہادی اصول کی وضاحت کے ضمن میں فرمایا تھا۔ آپ نے کہا تھا کہ اگر دلیل قرآن اور سنت ہوں تو انھیں سب پر مقدم جانتا ہوں اور اگر صحابی کا قول ہو تو اس سے باہر نہیں نکلتا اور اگر تابعی کا قول ہو تو وہ بھی مرد تھے

---

❶ جامع بیان العلم و فضله (۲/ ٤٦، ٤٧).
❷ جامع بیان العلم و فضله (۲/ ٤٧).
❸ ظاهرة الغلو فی الدین ص (۳۱۹).
❹ ظاهرة الغلو فی الدین ص (۳۱۹).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور ہم بھی مرد ہیں۔ لہٰذا آپ کے اس قول کا موقع ومحل بھی دیکھا جائے تاکہ تطبیق میں الجھاؤ نہ ہو، چلو ٹھیک ہے کہ وہ بھی مرد تھے، عالم تھے، اور مجتہد تھے، لیکن کیا تم بھی ان چیزوں میں انھیں کی طرح ہو؟

۲۔ صحابہ کا منہج قرآن و سنت سے براہ راست استفادہ:

آج کے اس دور میں جب کہ صحابۂ کرام کا منہج انسان کے درمیان سے عنقا ہو چکا ہے، ہمارے بعض حضرات نے ان کے منہج عمل کی تحدید شروع کر دی ہے، مسائل واحکام کے استنباط کے لیے راست طور پر قرآن اور سنت کو استعمال کرتے ہیں اور علمائے اسلام کی شرعی تصریحات وخیالات سے قطعاً استفادہ نہیں کرتے، وہ کہتے ہیں کہ بس ہمارے لیے قرآن وسنت کے ظواہر کافی ہیں، وفات شدگان علمائے دین کی فہم وتشریحات کی ہمیں ضرورت نہیں ہے، وہ دونوں صاف چشمۂ آب حیات ہیں، انھیں ہم کسی اور چیز سے گدلا نہیں کریں گے، حالانکہ یہاں ان کا نشانہ خطا کر گیا ہے، کیونکہ قرآن وسنت سے راست طور پر استفادہ کے لیے بھی کچھ حدود وقیود ہیں، اس لیے ہر مسلمان کے لیے قرآن وسنت سے راست طور پر استفادہ کی نوعیت یہ ہونی چاہیے کہ وہ ان سے عقائد واخلاق اور عبرت و مواعظ کے اصول سیکھیں، یہ ایسی چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح واضح انداز میں پیش کیا ہے جنھیں سمجھنے کے لیے قرآنی زبان ولغت کا جاننے والا کچھ بھی دِقت نہیں محسوس کرے گا اور جہاں تک عقائد واحکام کی باریکیوں کی معرفت کی بات ہے تو اس کا دائرہ اوّل الذکر مباحث سے بہر حال تنگ ہے اور یہ صرف باصلاحیت اور ماہرین فن کے لیے خاص ہے، یعنی ایسے باصلاحیت اور ماہرین جن کا دامن علوم لغت، علوم اصول اور علوم حدیث سے اس طرح بھرا ہو کہ وسعت استنباط، حسن فہم اور صحیح نتیجہ اخذ کرنے پر انھیں عبور حاصل ہو۔ متشابہات اور پیچیدہ مسائل میں وہ الجھن اور لغزشوں میں نہ واقع ہوں، علم وحکمت پر مبنی اسی تفریق کے واضح خطوط پر صحابہ کرام نے عمل کیا، ان کے پاس مسائل آتے تھے اور حوادث وواقعات پیش ہوتے تھے پھر یہ لوگ انتہائی باریک بینی سے ان کا جائزہ لیتے تھے، اگر ان مسائل کا تعلق پہلی قسم سے ہوتا تو نہایت آسانی سے اسے سمجھتے اور سمجھاتے اور اگر ان کا تعلق دوسری قسم سے ہوتا تو جرأت کا مظاہرہ نہ کرتے، بلکہ توقف کرتے، اپنے علماء وفقہاء سے پوچھتے اور سمجھتے، لہٰذا یہی منہج قابل اتباع ہے اور یہی عقل وحکمت کا منہج ہے، جو جمود وتعطل سے بچاتا ہے اور فکری انتشار و بے اطمینانی سے محفوظ رکھتا ہے۔

بغیر معلم کے ایسے بعض ناقص فقیہوں کی فقاہت کے بڑے بڑے اور خطرناک اثرات سامنے آتے ہیں، سب سے خطرناک بات تو یہ سامنے آتی ہے کہ مختلف علوم وفنون میں اسلاف کے علمی ذخائر سے ان لوگوں کا اعتماد اٹھ جاتا ہے، علمائے دین پر زبان دارزی معمولی چیز ہو جاتی ہے، نصوص شرعیہ کا مفہوم متعین کرنے میں حرفیت پسندی غالب آ جاتی ہے، بے محابا فتاوے صادر کرنے کی جرأت بڑھ جاتی ہے اور انتہا پسند افکار کو ترجیح دی جانے لگتی ہے۔

لیکن کیا علم انھیں چیزوں کا نام ہے؟ نہیں، بلکہ اسلام نے ہمیں علم کے کچھ آداب وابواب بتائے ہیں، پس نیک بخت وہی ہے جو ان آداب سے آراستہ ہو اور انھیں راستوں سے علم کے دروازے کھٹکھٹائے، تاریخ کے تمام

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ادوار میں ہمیں کوئی ایک فرد بھی نظر نہیں آتا جس نے علم و تعلم کے پہلے ہی مرحلہ میں راست طور پر قرآن وسنت کی طرف رجوع کر کے احکامات کو مستنبط کرنا شروع کر دیا ہو اور اپنے متقدمین علماء کے اقوال وتصریحات کو یکسر نظر انداز کر دیا ہو، یا اس پر بعد میں نگاہ ڈالی ہو، ہمیں کوئی نہیں ملتا، ہاں اگر ملتے ہیں تو صرف وہ گنوار جاہل، فقہ وبصیرت سے اندھے اور فقہاء سے کنارہ کش رہنے والے خوارج، یا ان کے افکار ونظریات سے متاثر دیگر لوگ۔ ❶

اپنے سے پیشتر اہل علم کے آراء واقوال اور ان کے فہم وبصیرت کو نظر انداز کر کے راست طور پر فقط کتابوں پر اعتماد کرتے ہوئے ان سے علم سیکھنے والوں کے بارے میں علمائے متقدمین نے کافی زجر وتوبیخ کا موقف اختیار کیا ہے، اس لیے کہ اس سے تحریف وتصحیف، احکام میں ردوبدل، اللہ پر بے جا بہتان اور حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنے کا دروازہ کھلتا ہے۔

علامہ ابن جماعۃ رحمہ اللہ علم واخلاق کے معلم کے انتخاب کے لیے طالب علم کو چند آداب سکھاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ طالب علم کی پوری کوشش ہو کہ اس کا استاد علوم شرعیہ کا بہم معلومات رکھتا ہو اور اپنے دور کے علماء ومشائخ کی صحبت اور بحث وتحقیق کا عادی ہو، اس کا استاد ایسا نہ ہو کہ اس نے فقط کتابوں کی ورق گردانی پر اکتفا کیا ہو، اور ماہرین علمائے دین کی صحبت سے ناواقف ہو۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ جس نے فقط کتابوں کی ورق گردانی سے فقہ ومعرفت حاصل کی اس نے احکام کو ضائع کر دیا اور بعض علماء کہتے تھے کہ سب سے بڑی مصیبت صرف کتابوں پر اعتماد کرنا ہے، یعنی جو لوگ فقط کتابوں سے علم حاصل کرنے پر بس کرتے ہیں کسی ماہر استاد کی طرف رجوع نہیں کرتے۔ ❷ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

مَـنْ يَاْخُذِ الْعِلْمَ عَنْ شَيْخٍ مُشَافَهَةً يَكُنْ مِنَ الزَّيْغِ وَ التَّصْحِيفِ فِيْ حُرُمٍ

''جو شخص بزرگ علمائے دین سے روبرو ہو کر علم حاصل کرتا ہے وہ بھٹکنے اور غلط تعلیم وتعلم سے محفوظ رہتا ہے۔''

وَمَنْ يَكُنْ آخِذًا لِلْعِلْمِ مِنْ صُحُفٍ فَـعِـلْـمُـهُ عِـنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ كَالْعَدَمِ

''اور جو شخص فقط کتابوں کی ورق گردانی سے علم سیکھتا ہے تو اہل علم کے نزدیک اس کا علم نہ کے برابر ہے۔''

بعض علمائے سلف کا قول ہے:

''جس نے بغیر استاد کے قرآن سیکھا ہو اس کو قرآن نہ سناؤ اور نہ کتابی علماء سے علم حاصل کرو۔'' ❸

امام ابوزرعہ فرماتے ہیں:

''کتابی عالم لوگوں کو فتویٰ نہ دے اور نہ انھیں قرآن پڑھائے۔'' ❹

---

❶ ظاهرة الغلو في الدين ص (۳۲۳ تا ۳۲٤). ❷ الفقيه و المتفقه / خطيب بغدادي (۲/ ۹۷).
❸ الفقيه والمتفقه/ خطيب بغدادي (۲/ ۹۷). ❹ الفقيه والمتفقه/ خطيب بغدادي (۲/ ۹۷).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَسْـَٔلُوٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (الانبیاء: ۷)

''پس ذکر والوں سے پوچھ لو، اگر تم نہیں جانتے ہو۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو غلط ٹھہرایا ہے جو معاملات کی تحقیق اور حق تک رسائی پانے سے پہلے انھیں عام کرنے لگتے ہیں اور لوگوں کو بتاتے پھرتے ہیں، کیونکہ بعض اوقات وہ بات درست نہیں ہوتی۔ ❶

بہر حال ہماری اس طویل گفتگو کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ہم لوگوں کو کتابوں کی ورق گردانی اور علم حاصل کرنے سے منع کر رہے ہیں، علم کا طلب کرنا ایک دینی فریضہ ہے جو مہد سے لحد تک ہم پر واجب ہے، بلکہ ہمارا مقصود یہ ہے کہ مذکورہ فکر کے حاملین کتنا بھی پڑھ لیں اور کتابوں کا مطالعہ کر ڈالیں تاہم انھیں شرعی علوم کے متخصص علمائے دین کی ضرورت پڑے گی، اس لیے کہ علم شرعی کے حصول کے لیے کچھ لوازم و متعلقات ہیں جو انھیں ابھی مکمل طور سے حاصل نہیں، کچھ اصول ہیں جن کی معرفت اور استیعاب پر انھیں عبور نہیں، کچھ فروع اور تکملے ہیں جن کے لیے ان کے پاس اوقات اور فرصت نہیں۔ ❷ لہٰذا ہم ایسی جرأت اور عجلت کے قائل نہیں جو منتشر اور نظم وضبط سے عاری ہو، فکر ونظر کی ایسی سستی، درماندگی اور جمود کے ہم مداح نہیں جو بحث وتحقیق کے لیے چیلنج اور عقل کی راہ میں پتھر بن کر حائل ہو، ہم محنت، لگن اور کوشش کا وہ ترنگ دیکھنا چاہتے ہیں جس میں سنجیدگی ہو، صبر وثبات ہو، تحقیق وانتظار ہو اور مشکل مسائل کے لیے استفسار ہو، کیونکہ اعتدال وتوسط ہی بہتر ہوا کرتا ہے۔ ❸

۳۔ علماء کی کوتاہیاں اور اپنی ذمہ داریوں سے اعراض:

علمائے دین، انبیاء کے وارث ہیں، اس لیے انھیں معاشرہ کی رہنمائی اور اصلاح کی قیادت اپنے ہاتھوں میں لینی چاہیے، علماء پر یہ فرض ہے کہ اپنے اخلاق وکردار، محنت وکاوش اور علم ومعرفت کے ذریعے سے لوگوں میں اپنا ادبی، علمی اور منصبی مقام ثابت کریں، ان پر یہ ذمہ داری ہے کہ معاشرہ کو صحیح رخ پر لے جانے کے لیے اس دین اور دینی علوم کے ذریعے سے حرکت میں آئیں، حاکم اور رعایا کو ان کے صحیح صحیح مقام پر پہنچائیں، حاکم کو صحیح مقام پر پہنچانے کا مطلب یہ ہے کہ اسے اللہ کی شریعت کا پابند بنائیں، تاکہ معاشرہ میں جو سیاسی، اجتماعی اور اقتصادی ظلم موجود ہے اس کا خاتمہ ہو اور رعایا کو صحیح مقام پر لے جانے کا مطلب یہ ہے کہ انھیں بھی اللہ کے احکامات اور منہیات کا پابند کریں، تاکہ معاشرہ میں جو اخلاقی اور روحانی بگاڑ موجود ہے اور جو انارکی پھیلی ہوئی ہے اس کا خاتمہ ہو، یا کم از کم ان برائیوں کے خاتمہ کے لیے کوشش کا آغاز ہو، تاکہ لوگوں کے اخلاص و نیک نیتی اور جد و جہد کے

---

❶ تفسیر ابن کثیر (۱/ ۵۹۳)۔ ❷ الصحوة الإسلامية ص (۳۰۶)۔

❸ ظاهرة الغلو ص (۳۲۶)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مطابق اصلاحی کوششیں بارآور ثابت ہوں، معاشرہ کی اصلاح وتعمیر میں علمائے دین کا ہر دور میں قائدانہ کردار رہا ہے اور حکام ہوں یا رعایا سب کو ان کی کاوشوں کا اعتراف واحترام کرنا پڑا ہے۔

لادینی سیاست اسی وقت آگے بڑھی جب علمائے دین نے امت کی قیادت ورہنمائی کرنے سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا، تاریخ شاہد ہے کہ عوام نے کبھی کسی کو اپنے علماء کا متبادل نہیں سمجھا، اور نہ اسے پسند کیا، حکومتیں بدلتی رہیں لیکن امت مسلمہ مسلسل اپنے علماء کی عقیدت مند رہی، ان سے محبت کی، ان سے لگی لپٹی رہی اور جب بھی کوئی نازک وقت آیا تو اللہ واحد کی ذات کے بعد وہ انھیں کی طرف پلٹی، اس لیے کہ اسے علماء کا مقام معلوم ہے، اس کا ہر فرد جانتا ہے کہ ان میں حرکت وانقلاب کی صلاحیت موجود ہے اور وہ ہر مشکل اور ہر چیلنج کو قبول کر سکتے ہیں۔

اسی طرح حکام کو محبت کی بنا پر یا ڈر کی وجہ سے بہرحال علماء کی قدر ومنزلت کا اعتراف رہا ہے۔ علمائے دین کبھی کسی میدان میں پیچھے نہیں رہے، بلکہ مجاہدین اور مسلم جنگجوؤں میں پیش پیش رہے اور بھلائی کا حکم دینے والوں اور برائی سے روکنے والوں میں بھی سرفہرست رہے، معاً اپنی قوم کی خوشیوں اور غم میں بھی شریک رہے، اس راستہ میں انھیں مشکلات کا سامنا ضرور کرنا پڑا، لیکن سب کچھ برداشت کیا اور اپنی ذمہ داری کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کی، اس لیے کہ وہ وارثین انبیاء ہونے کا معنی اچھی طرح جانتے تھے۔ [1]

علماء ہی اسلام کے فقہا ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جن کی باتوں پر پوری مخلوق میں فتووں کا دارومدار ہے، انھیں کو احکام مستنبط کرنے میں اختصاص اور حلال وحرام کے قواعد متعین کرنے میں عبور حاصل ہوتا ہے۔ [2] یہ علماء ہی ائمہ دین ہیں انھوں نے بڑی مشقت اور صبر ویقین کے ذریعے سے اس بلند مقام کو حاصل کیا ہے:

﴿وَ جَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىِٕمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا١ؕ۫ وَ كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یُوْقِنُوْنَ۝۲۴﴾

(السجدة: ٢٤)

''اور ہم نے ان میں سے کئی پیشوا بنائے، جو ہمارے حکم سے ہدایت دیتے تھے، جب انھوں نے صبر کیا اور وہ ہماری آیات پر یقین کیا کرتے تھے۔''

علماء ہی ورثاء انبیاء ہیں، انھوں نے ان سے علم وراثت میں پائی ہے اور اسے اپنے سینوں میں محفوظ کر لیا ہے، اسے اپنے اعمال میں کر دکھاتے ہیں اور لوگوں کو اس کی طرف بلاتے ہیں۔ علماء ہی اس امت کے وہ منتخب گروہ ہیں جنھوں نے اللہ کے دین کو سیکھنے کے لیے اپنا گھربار چھوڑا ہے۔ پھر دعوت کے کام میں لگ گئے ہیں اور انذار وتبلیغ کے مہم پر گامزن ہیں، لہٰذا ان لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ لوگوں کے بیچ میں رہیں اور انبیاء کے وارث کی طرح اپنی ذمہ داری نبھائیں، گوشہ گیری سے دست بردار ہوں، لوگوں کے مشکلات اور رنج وغم میں شریک ہوں، فقط انذار وتبلیغ پر اکتفا نہ کریں بلکہ لوگوں کی تربیت، تہذیب اور رہنمائی کے لیے کمربستہ ہوں، ان کے ساتھ اکھڑپن کی زندگی

---

[1] ظاهرة التكفير / الأمين الحاج محمد أحمد ص (١٨١).

[2] أعلام الموقعين (١/ ٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پر صبر کریں اور ان کی فکری، نفسیانی، اجتماعی اور سیاسی مشکلات کو اللہ کی شریعت کے مطابق حل کریں۔

پس علماء ہی ہر دور میں لوگوں کے رہبر رہے ہیں اور اس وقت تک رہیں گے جب تک کہ اللہ کا امر (قیامت) نہ آجائے۔ قیامت تک مدد یافتہ جماعت میں یہ لوگ سرفہرست ہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي قَائِمَةٌ بِأَمْرِ اللّٰهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ أَوْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ وَ هُمْ ظَاهِرُوْنَ عَلَى النَّاسِ .)) ❶

''میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ اللہ کے حکم کے ساتھ قائم رہے گی انھیں کسی کا رسوا کرنا، یا مخالفت کرنا کچھ نقصان نہ پہنچائے گا یہاں تک کہ اللہ کا امر (قیامت) آجائے گا اور وہ لوگوں پر ظاہر ہوں گے۔''

لہٰذا جب علماء کا اس قدر بلند مقام اور ان کا اتنا اہم کردار ہے تو یہ ہرگز مناسب نہیں ہے کہ ان کی اکثریت دعوت الی اللہ کے تئیں کوتاہ ثابت ہو اور وہ لوگوں کو ایسی قیادت سے محروم کردیں جو انھیں خیر و فلاح کی دعوت دیتی ہے۔

۴۔ ظلم کا چلن اور وضعی قوانین کی تابعداری:

معاشرہ میں انتہا پسند ذہنیت کے فروغ پانے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اس میں بسنے والے افراد و قبائل سیاسی استحصال کا بری طرح شکار ہیں اور ظلم کا عام چلن ہے حالانکہ یہ چیز مقاصد شریعت کے بالکل خلاف ہے اور شارع نے جس عدل کو پھیلانے اور ظلم کو ختم کرنے کا حکم دیا ہے اس سے متصادم ہے۔ ❷

۵۔ علمائے دین کے آراء کا غلط مفہوم متعین کرنا:

یہ محسوس کیا جارہا ہے کہ جس طرح خوارج نے کفار کے بارے میں نازل ہونے والی آیات کو اپنے ظلم و بہتان کے سہارے صحابہ کرام کی مقدس جماعت پر چسپاں کردیا اسی طرح آج بھی بعض پرجوش نوجوان لیکن علم شرعی اور فقہ فی الدین میں ناپختہ، معاصر علمائے اسلام کے خیالات کو کھینچ تان کر بے جا اور غلط معانی و مفاہیم پر محمول کرتے ہیں اور پھر مشکل مقامات پر جا گرتے ہیں۔ ❸

۶۔ بگاڑ اور فساد کا عام چلن:

آج امت مسلمہ سب سے زیادہ اعتقادی بگاڑ، منہج اہل سنت و جماعت سے انحراف اور بدعتوں کے فروغ سے لہولہان ہے، اس کی اکثریت جس کلمہ کو صبح و شام دہراتی ہے یعنی ''لا إلٰہ إلا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ'' اس کی حقیقت سے ناآشنا ہے، وہ نہیں جانتی کہ اس کلمہ کا مقصود کیا ہے اس کے تقاضے اور شرائط کیا ہیں، پھر ایک کریلا دوسرا نیم چڑھا کی مثال یہ کہ دشمنان اسلام ہمیشہ کوشش کرتے رہے کہ کلمۂ توحید سے اس کی معنویت کو نکال دیں، اسلام کو صرف زبان کے اقرار تک محدود کردیں، یا زبان کے اقرار کے ساتھ چند ظاہری شعائر کی پابندی میں محصور رکھیں اور پورے دین

---

❶ صحیح البخاری / الاعتصام حدیث نمبر (۷۳۱۱).

❷ الخوارج / ناصر العقل ص (۱۲۶) وضعی قوانین سے مقصود شرعی قوانین کے مقابلہ میں انسانوں کے اپنے وضع کردہ قوانین ہیں۔ (مترجم)

❸ الخوارج / ناصر العقل ص (۱۵۵).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کو زندگی کے کسی ایک گوشے میں سمیٹ دیں تا کہ مادیت کے تھپیڑوں اور دنیا کی رنگینیوں کے سامنے مسلمان سجدہ ریز ہو کر ذلت، رسوائی اور احساس کمتری کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو جائے، جیسے کہ آج دیکھا جا رہا ہے۔ ❶ دشمنان اسلام کی سرپرستی میں اخلاقی انارکی عام ہو چکی ہے اور اس نے پورے سماج کو اس طرح لپیٹ لیا ہے کہ جذبۂ اصلاح سے معمور افراد بھی کامیابی کی کوئی کرن دیکھنے سے مایوس نظر آتے ہیں اور پھر یہی نا امیدی رفتہ رفتہ پرجوش نوجوانوں کے دلوں میں گھر کر جاتی ہے، وہ غمزدہ ہو کر انتہا پسند ردعمل اختیار کر لیتا ہے پھر یہ ردعمل مختلف شکلوں میں سامنے آتا ہے یعنی وہ ان الحادی تھپیڑوں میں بہ جاتا ہے، یا اپنے لیے منفی اور دشمنانہ موقف کو ترجیح دیتا ہے اور یہ سوچ کر مطمئن رہتا ہے کہ جس معاشرہ میں اس قدر اعتقادی اور اخلاقی بگاڑ ہو اس میں ہرگز بھلائی نہیں ہے اور بسا اوقات فکر کی اس انتہا کو پہنچ جاتا ہے کہ یہ معاشرہ مسلم معاشرہ نہیں بلکہ کافر معاشرہ ہے۔ ❷

۷۔ تزکیۂ نفس کا عدم اہتمام:

تکفیری خیال کے پیدا ہونے کا ایک بنیادی سبب یہ بھی ہے کہ تربیتی پہلو کی کمزوری کی وجہ سے تزکیہ نفس کا اہتمام نہیں ہوتا، پھر انسان اپنی ذات سے غافل ہو کر غرور، ظلم اور دوسروں کی عیب جوئی میں لگ جاتا ہے، تزکیۂ نفس کا اہتمام نہ کرنے سے کئی خطرناک امراض پیدا ہوتے ہیں، مثلاً ایسا انسان جلد باز اور اطاعت پر غرور کرنے والا ہو جاتا ہے۔ وہ نفس پرست بن جاتا ہے، دوسروں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور ان کا احترام نہیں کرتا اور کبھی کبھی اپنے علاوہ سب کو اسلام سے باہر سمجھتا ہے۔ ❸

یہ تھے دور حاضر میں انتہا پسند ذہنیت کے پیچھے کارفرما عوامل جن کے نتیجے میں آج مسلم معاشرے میں غلو پرستی کے متعدد مظاہر دیکھنے میں آ رہے ہیں۔

دور حاضر میں غلو پرستی کے چند مظاہر

دین وعبادت کے نام پر نفس کشی اور دوسروں کو تنگی میں ڈالنا:

دور حاضر میں غلو پرستی کا ایک نمونہ یہ ہے کہ دین نے جس اعتدال پسندی کو سراہا تھا اور جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قائم تھے اس سے دوری بڑھتی جا رہی ہے، جب کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ هٰذَا الدِّيْنَ يُسْرٌ وَ لَنْ يُّشَادَ الدِّيْنَ اَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهٗ .)) ❹

"دین آسان ہے، جو شخص اس کے ساتھ زور آزمائی کرے گا اس پر یہ غالب آ جائے گا۔"

دین میں تشدد دراصل دین سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے، اور یہ دونوں باتیں خوارج کے اوصاف میں داخل ہیں،

---

❶ ظاهرة التكفير ص (١٥٢).
❷ ظاهرة التكفير ص (١٨٥).
❸ ظاهرة التكفير ص (١٨٥).
❹ صحيح البخاري مع الفتح / الإيمان (١/ ٩٣).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آج بھی خوارج کے افکار سے متاثر زیادہ تر لوگوں میں ان اوصاف کو واضح طور پر محسوس کیا جا سکتا ہے۔ ❶

آسانیوں کو نظر انداز کرنا اور دوسروں کو تنگی میں ڈالنا بھی غلو پرستی کا ایک حصہ ہے، پس غلو پرست لوگ اپنے مخاطب کی صلاحیتوں اور لیاقتوں کی رعایت نہیں کرتے، ان کی طاقتوں کا فرق نہیں جانتے، ذہنوں کا تباین نہیں پہچانتے اور طاقت سے زیادہ فرائض کی انجام دہی پر انھیں مجبور کرتے ہیں، آسان ترین شریعت کو ان کے لیے ناقابلِ عمل بنا دیتے ہیں اور ان الفاظ میں خطاب کرتے ہیں جنھیں مخاطب سمجھتے نہیں۔

ورع فاسد، احکام شریعت کے مراتب سے جہالت اور لوگوں کے مقام ومرتبہ سے ناواقفیت، دوسروں کو تنگی میں ڈالنے کے اسباب ہیں، جو مختلف میدانوں میں رنگ ولباس بدل بدل کر آتے ہیں، دوسروں پر اپنا نظریہ تھوپنا، سب سے اپنی بات منوانا، لوگوں کو نامانوس چیزیں بتانا، رخصتوں کو نظر انداز کر کے غیر مشروع سختیوں کو لازم کر دینا اس کی خاص شکلیں ہیں۔

''انا'' کی نمائش، غرور اور ناپختہ ذہن نوجوانوں کی قیادت:

عصر حاضر کی مبالغہ پرست اور انتہا پسند ذہنیت کی علامت اور اس کی خاص صفت یہ ہے کہ اس پر غرور، ہمہ دانی اور علم برداری کا خمار چڑھا ہوتا ہے، جب کہ انھیں علم شرعی کی اساسی تعلیمات، احکام اور قواعد تک سے ناواقفیت ہوتی ہے، اور اگر تھوڑا بہت علم ہے بھی تو وہ اصول وضوابط، صحیح فقہ اور درست رائے کی قید وبند سے آزاد ہے۔ وہ اپنے معمولی علم اور بیمار فہم پر اس قدر نازاں ہوتے ہیں کہ جیسے انھیں اولین وآخرین کے علوم تک رسائی ہو، پھر وہ اپنے اس غرور کے جھانسے میں علمائے راسخین کے علم کو کمتر سمجھنے لگتے ہیں، حصول علم کا سلسلہ بند کر دیتے ہیں، خود تو ہلاک ہوئے ہی اور دوسروں کو بھی ہلاک کرتے ہیں۔ خوارج کا بس یہی حال تھا، انھیں علم واجتہاد کا دعویٰ تھا، وہ علماء پر زبان دراز تھے، جب کہ حقیقت میں وہ نرے جاہل تھے، ان کے غرور اور علم برداری کی اس ہوس نے ناپختہ ذہن نوجوانوں اور ناعاقبت اندیشوں کو بلا علم وفقہ کے دعوت کے میدان میں قیادت کے لیے آگے بڑھایا، پھر کچھ لوگوں نے ان جاہلوں کو اپنا پیشوا اور علم بردار تسلیم کر لیا، پھر کیا تھا؟ انھوں نے بلا علم وبصیرت فتویٰ دیا، فیصلے سنائے اور ناتجربہ کاری اور کم عقلی کی بنا پر بڑے بڑے حوادث ونقصانات کا سامنا کیا، ان میں بیشتر ایسے لوگ دیکھنے میں آتے ہیں، جو علمائے دین اور بزرگان اسلام کی تنقیص کرتے ہیں، ان کا مقام ومرتبہ نہیں پہچانتے، اگر ان علماء میں سے کسی نے ان کی رائے اور نظریہ کے خلاف فتویٰ دے دیا، ان کے برعکس موقف اختیار کر لیا تو انھوں نے اس پر دانستہ غلطی یا نااہلی، اور بزدلی یا مداہنت یا سادگی اور معلومات کی کمی کی تہمت لگا دی، یا اس کے علاوہ اور کوئی نازیبا اسلوب اختیار کیا کہ جس سے فرقہ بندی، فساد عظیم، علماء کی ناقدری اور ان پر عدم اعتماد کو بڑھاوا دینے کے علاوہ کچھ حاصل نہیں جس کا نقصان راست طور پر تمام مسلمانوں کو دین ودنیا دونوں جگہ اٹھانا پڑتا ہے۔ ❷

---

❶ الخوارج / ناصر العقل ص (١٣٠).

❷ الخوارج / ناصر العقل ص (١٢٩).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خود رائی کو ترجیح دینا اور دوسروں کو جاہل گردانتا:

غلو پرستی کا ایک واضح ترین پہلو یہ ہے کہ آدمی اپنی رائے کے لیے متعصب ہو اور دوسروں کی رائے کی ناقدری کرے، اگرچہ دوسرے ہی کی رائے میں حق وصواب موجود ہو، کم علمی، خود رائی، نفس پرستی اور خالی الذہن سے اپنی رائے منوانے کی ہوس ہی وہ سبب ہے جس کی وجہ سے کوئی شخص اپنی رائے کے لیے متعصب ہوتا ہے۔

ہم سے پہلے کے ادوار میں خود رائی اور نظری تعصب ہی کی آفت نے اپنے مریضوں کو موت کے گڑھوں میں دھکیلا، بھلا وہ کون سی چیز تھی جو ذوالخویصرہ جیسے نرے جاہل کو لے ڈوبی؟ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ''اس کی آفت بس یہ تھی کہ اس نے خود رائی کو ترجیح دی تھی، اگر معمولی توقف سے کام لیتا تو ضرور جان لیتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے سے بڑھ کر کسی کی رائے نہیں۔ ذوالخویصرہ کے ہم خیالوں کو بھی خود رائی اور دوسروں کی بدگمانی نے بہکایا ہے۔ خوارج بھی عبادت گزار تھے، لیکن ان کا یہ عقیدہ تھا کہ وہ علی سے زیادہ جاننے والے ہیں، یہی وہ مہلک بیماری تھی جس نے انھیں موت کے گھاٹ اتارا۔'' ❶

یہ بے چارے محدود چند الفاظ میں قید ہو کر رہ گئے جن کے معانی بھی اچھی طرح نہ سمجھ سکے اور نہ کسی سے پوچھا جو انھیں ان کا مطلب بتا دیتا، انھوں نے یہ روش محض اس لیے اپنائی تھی کہ بس اپنی ہی سمجھ کو وہ صحیح جانتے تھے، اور ان کے علاوہ سب غلط سمجھتے تھے۔

محمد ابوزہرہ لکھتے ہیں:

> ''لفظ ''ایمان'' ''لَا حُکْمَ إِلَّا لِلّٰہِ'' اور ''ظالمین سے تبرا'' کا خمار ان پر اس قدر چڑھا کہ انھوں نے ان ظاہری الفاظ کا سہارا لے کر مسلمانوں کا خون حلال کر لیا اور ہر جگہ قتل وغارت گری کو عام کیا۔'' ❷

اسی اندھے تعصب نے انھیں حق قبول کرنے سے روک رکھا، حالانکہ حق ان کے سامنے واضح ہو چکا تھا، امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے ان سے مناظرہ کیا، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مناظرہ کیا، ان کے اعتراضات اور شبہات کا ازالہ کیا، ٹھوس دلیلوں سے انھیں مطمئن اور خاموش کیا، لیکن کچھ کے علاوہ بقیہ لوگ مطمئن نہ ہوئے اور بات نہ مانی اور مسلمانوں کی جان و مال حلال سمجھا۔ حقیقت یہ ہے کہ خود رائی کو ترجیح دینا اور دوسروں کو جاہل گردانتا اسلام کے اہم اصول مثلاً شورائیت اور خیر خواہی کے خلاف ہے۔ ❸

علماء و عاملین پر طعن و تشنیع:

موجودہ وقت ایک عجیب وغریب ماحول سے گزر رہا ہے، یعنی علمائے عاملین کے دبدبہ کو زیر کرنے کا رجحان بڑھ رہا ہے، ان میں انحراف و گمراہی کے خنجر گھونپنے کی کوشش تیز ہے، یہ حملے بڑے زوردار ہیں، ڈائجسٹوں، مجلّات، مقالات، کتابوں، لیکچر ہالوں، درس گاہوں اور تعلیمی حلقوں میں ان حملوں کے نمونے دیکھے جا سکتے ہیں۔ یہ حملے اور

❶ تلبیس إبلیس ص (۹۰، ۹۱). ❷ تاریخ المذاهب الإسلامیة / محمد أبوزهرة ص (٦١).
❸ ظاهرة الغلو في الدین ص (٢١٥-٢٢٣).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رجحانات امت مسلمہ کو زبردست نقصان پہنچا رہے ہیں، جو قوم پہلے سے منتشر ہے اس میں مزید انتشار اور جو امت پہلے سے گروہوں میں بٹی ہے اس میں مزید گروہ بندی کو پروان چڑھا رہے ہیں، علمائے دین پر طعن و تشنیع کا یہ رجحان یونہی نہیں پیدا ہوا، بلکہ اس کے پیچھے بہت موثر عوامل کارفرما ہیں، مثلاً بغیر استاد کے علم سیکھنا، علماء کی عبارتوں اور بیانات کا غلط مفہوم سمجھنا، نفس پرستی، اور حسد وغیرہ۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے کچھ پُرجوش نوجوان اس بات میں کافی نیچی سطح تک اتر جاتے ہیں، علماء کی عیب جوئی اور ان کی لغزشوں کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں، ان کے بیانات اور ذاتی خیالات کو لے اڑتے ہیں اور اس میں ردوبدل کر کے کچھ کا کچھ کہتے پھرتے ہیں۔

یہ حرکتیں عوام کو دھوکا دینے اور اپنے مخالفین کی دشنام طرازی کے لیے وجہ جواز تلاش کرنے کا ایک ذریعے ہوتی ہیں۔ ان ناعاقبت اندیش دوستوں کی یہ حرکتیں اسلام کے لیے وبال جان اور دشمنان اسلام کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں، یہ گندی حرکت جو کہ جہالت، حسد اور روحانی بیماری کی دلیل ہے، اس سے علمائے عاملین نے ہمیشہ ڈرایا ہے، کیونکہ اس کے برے اثرات راست طور سے مسلمانوں پر مرتب ہوتے ہیں اور بلا کسی کدو کاوش کے اس کا فائدہ اسلام کے خلاف سازشیں رچانے والے اٹھاتے ہیں۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ علما اور ائمہ کے ضعیف اقوال اور تفردات کو عام رواج دینے سے منع کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''......اس طرح کا ضعیف مسئلہ ائمۃ المسلمین میں سے کسی امام سے نقل کرنا کسی کے لیے جائز نہیں ہے، خواہ اس پر رد و قدح مقصود ہو، یا اس پر عمل کرنا، کیونکہ اس میں ضعیف قول کی ترویج کے ساتھ امام پر طعن و تشنیع بھی ہوتی ہے، اسی طرح کے مسائل کی آڑ میں تاتاریوں کے ایلچی اور دم چھلے، اہل سنت کے درمیان فتنہ کی بیج بوتے رہے اور انھیں خود ان کے عقائد سے اس طرح متنفر کر دیا کہ وہ اپنوں کے خلاف بغاوت پر اتر گئے، اور انھیں روافض و ملحدین کے مذہب میں دھکیل دیا۔'' [1]

جو لوگ بھی امت مسلمہ کے علمائے عاملین پر زبانیں کستے اور ان پر طعن و تشنیع کرتے ہیں وہ بہرصورت شعوری یا غیر شعوری طور پر یہودی، نصرانی اور طاغوتی سازشوں اور جاسوسی مشینریوں کی خدمت کر رہے ہیں، اور ایسے لوگ سمجھیں یا نہ سمجھیں اہل سنت و جماعت کے اس معتدل منہج سے ہٹے ہوئے ہیں جو اس بات کا قائل ہے کہ:

> ''علمائے سلف متقدمین میں سے ہوں یا متاخرین میں سے، وہ بہرحال آثار نبوت کے تابعدار، خیر کے پرستار اور اہل فقہ و نظر ہیں۔ ان کا ذکر جب بھی ہوگا خیر کے ساتھ ہوگا، جو ان کی شان میں گستاخی کرے گا وہ سیدھے راستے پر نہیں ہے۔'' [2]

علمائے عاملین پر طعن کرنے والے نادانوں کو یہ بھی جاننا چاہیے کہ ان علما کے گوشت زہر آلود ہیں اور ان کی شان میں گستاخیاں کرنے والوں کے بارے میں اللہ کی سنت معلوم ہے۔ غالباً یہ نادان نہیں جانتے کہ کثرت

---

[1] الفتاوی (۳۲/ ۱۳۷). [2] شرح العقیدۃ الطحاویۃ (۲/ ۷۴۰).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فضائل اور ورع وتقویٰ ہی انسانوں کی اچھائی یا برائی پر حکم لگانے کا معیار ہے۔ امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جو شخص شریعت اور واقعات و مشاہدات سے واقف ہے اسے بخوبی علم ہے کہ کوئی بھی مرد جلیل جس نے اسلامی خدمات میں عمدہ نقوش چھوڑے ہوں، نیک نامی حاصل کی ہو اور اسلام ومسلمانوں میں اس کا بلند مقام ہو، اس سے بھی لغزش ہو سکتی ہے، لیکن وہ اس میں معذور سمجھا جائے گا، اس کے لیے ثواب کی امید لگائی جائے، کیونکہ یہ اس کی اجتہادی غلطی تھی، اس غلطی میں اس کی پیروی نہ کی جائے اور نہ ہی لوگوں کے دلوں سے اس کی قدر و منزلت اور احترام و تقدس گرایا جائے۔''❶

اگر امت کے علمائے عاملین یکے بعد دیگرے مجروح کر دیے جائیں گے تو اس کی قیادت کون کرے گا؟ ایسے ہی نادان نوجوان بچیں گے جو قرآن کی اچھی طرح تلاوت تک نہیں کر سکتے، نہ ان کی زبانیں درست ہیں اور نہ ہی شرعی علوم وفنون میں انھیں کم یا زیادہ مہارت ہی حاصل ہے۔

یہ اسلوب تو دشمنان اسلام کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور کیوں نہ ہو کہ اس سے ایک ایسی نسل تیار ہوگی جس کا کوئی قائد نہ ہوگا، اس کا ہر فرد اپنا قائد ہوگا، کیا دنیا کی کوئی ایسی نسل کبھی کامیاب ہوئی ہے جس کے قائد نہ رہے ہوں؟ گزشتہ امتوں کی بدترین شخصیتیں ان کے علماء و زہاد ہوا کرتے تھے، ان میں گمراہوں اور گمراہ کرنے والوں کی کثرت ہوتی تھی، قرآن شہادت دیتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾ (التوبة: ٣٤)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بے شک بہت سے عالم اور درویش یقیناً لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھاتے ہیں اور اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔''

جب کہ امت مسلمہ کی سب سے پاکیزہ شخصیت ربانی علماء ہیں۔ امام شعبی فرماتے ہیں: ''مسلمانوں کو چھوڑ کر ہر امت کے علماء اس کے سب سے برے افراد ثابت ہوئے ہیں، لیکن مسلمانوں کے علماء ان کے چنندہ اور پاکیزہ افراد ہیں، اس کی مزید وضاحت یہ ہے کہ مسلمانوں کے علاوہ ہر قوم و امت گمراہ ہے اور ان کی گمراہی کا سبب ان کے علماء ہیں اس لیے ان کے علماء سب سے برے ہیں، جب کہ پوری مسلم قوم ہدایت پر ہے، انھیں ہدایت کی یہ راہ ان کے علماء نے دکھائی ہے، اس لیے ان کے علماء ان میں سب سے بہتر ہیں۔''❷

بدگمانی:

بدگمانی اس دور کی عام بیماری ہے اور اس کا نقصان سماج کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکا ہے، یہ ایسی بلاخیز آفت ہے جو انسانی معاشرہ کو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیتی ہے، تعمیری عناصر کو برباد کر دیتی ہے، یہ انہدام و تخریب کا ایک کارگر ہتھیار ہے، معاشرہ پر اس کے بے حد خطرناک اثرات مرتب ہوتے ہیں، اس مصیبت کے پیچھے بھی کچھ

---

❶ أعلام الموقعين (٣/ ٢٨٣).　❷ الفتاوٰی (٧/ ٢٨٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چیزیں موثر کردار ادا کرتی ہیں، ان میں سب سے اہم سبب جہالت کا فروغ ہے، پس درپیش معاملات میں حقیقت حال سے جہالت، یا سنی اور دیکھی ہوئی چیزوں کی اصلیت سے ناواقفیت، پھر ان چیزوں میں دقیق شرعی علم تک نارسائی اور خاص طور سے جب معاملات ومسائل کسی قدر انوکھے ہوں اور دقت نظری وگہری سمجھ بوجھ کے متقاضی ہوں تو یہ چیزیں انسان کو بہت جلد بدگمانی میں مبتلا کردیتی ہیں اور وہ دوسروں کو عیوب سے متہم کرنے لگتا ہے اور بالمقابل کی ناقدری کرنے پر تل جاتا ہے۔

بدگمانیوں کا ایک سبب نفس پرستی بھی ہے، یہ تمام آفتوں کی ماں ہے، اس کے لیے بس یہی کافی ہے کہ کسی شخص میں ایسی بات دیکھے جو اسے ناپسند ہو، یا کتاب میں ایسی عبارت پڑھے جس سے وہ موافق ومطمئن نہ ہو، یا کسی سے ایسے بات سنے جو اس کی مرضی اور نظریہ کے خلاف ہو، بس اتنا ہی اس کے نزدیک کافی ہے کہ بدگمانی کی رسیوں کو ڈھیلی کردے اور زبان کو بے لگام چھوڑ دے کہ وہ جہاں چاہے چرے اور کھائے۔ ایسا شخص نفس پرستی کی دعوت دینے والے ان اسباب کو شریعت کے دقیق میزان پر نہیں تولتا، نہ ان کے لیے کوئی مناسب ومعقول عذر تلاش کرتا ہے، اور سمجھ بوجھ تو درکنار اپنی ذاتی خامیوں پر نگاہ نہیں ڈالتا، کیونکہ نفس پرستی نے اسے ان چیزوں سے روک رکھا ہے۔

بدگمانی کا ایک سبب خود پسندی اور غرور بھی ہے، پس کسی انسان کا خود پسند ہونا اور اگر ہوشیار ہے تو اپنی ہوشیاری اور عقل مندی پر نازاں ہونا اور اپنی رائے کو برحق سمجھنا، اس کے تزکیہ نفس کے لیے مانع ہیں، اس مرض میں مبتلا انسان اپنا تزکیہ کرتا ہے اور دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے، اس کا خیال ہوتا ہے کہ ہم ہی صحیح ہیں اور باقی غلط ہیں، ہم ہی حق پر ہیں اور لوگ باطل ہیں، ہمیں ہدایت یافتہ ہیں بقیہ گمراہ ہیں۔ ہم نے بعض لوگوں کی بدگمانی کا عجیب وغریب حال دیکھا ہے وہ اپنے علاوہ سب کو خواہ زندہ ہوں یا مردہ، گمراہ اور بدعقیدہ کہتے ہیں، سب کے عقائد ونظریات میں انھیں کمی اور غلطی نظر آتی ہے، اگر کوئی مخلص ہے تو بس یہی ہیں، سب ہلاکت کی گردش میں ہیں، صرف یہی نجات کی راہ پر ہیں۔ پس بلاشبہ بدگمانی ایک آفت ہے اور ہر آفت کی کچھ مہلکات ہیں اور مہلک چیز مہلک ہی چیز کو جنم دیتی ہے۔

بدگمانی انسان کو عیب جوئی، لغزشوں کی تلاش اور غلطیوں کی جستجو پر انسان کو اکساتی ہے اور اس کا یہ زہر صرف دوسروں کو نہیں کھاتا بلکہ خود بدگمان بھی اللہ کے غیض وغضب کا مستحق ہوتا ہے کیونکہ یہ ان بیمار دلوں کی صفت ہے جنھیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت رسوائی کا سامنا کرنے کی دھمکی دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَا مَعْشَرَ مَنْ آمَنَ بِلِسَانِهِ وَ لَمْ يَدْخُلِ الْإِيْمَانُ قَلْبَهُ لَا تَغْتَابُوا الْمُسْلِمِيْنَ، وَ لَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِهِمْ فَإِنَّهُ مَنْ يَتَّبِعْ عَوْرَاتِهِمْ يَتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ، وَمَنْ يَتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ يَفْضَحْهُ فِيْ بَيْتِهِ.)) ❶

''اے وہ لوگو! جو اپنی زبانوں سے مومن ہو، اور ایمان دل میں داخل نہیں ہوا، مسلمانوں کی غیبت نہ کرو، اور نہ ان کے پوشیدہ عیوب کو تلاش کرو، کیونکہ جو شخص ان کے پوشیدہ عیوب کو تلاش کرے گا اللہ اس کے

❶ مسند أحمد (٤/ ٤٢١، ٤٢٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عیوب کا محاسبہ کرے گا اور اللہ جس کے عیوب کا محاسبہ کر لے گا اسے اس کے گھر میں رسوا کر دے گا۔‘‘

بدگمانی انسان کو غیبت کی دعوت دیتی ہے، اور دوسروں کی عزت پر بٹہ لگانے کے لیے ورغلاتی ہے اور سب سے آخر میں بدگمانی، مسلمانوں میں اختلاف کو ہوا دیتی ہے۔ اخوت کی رسیوں کو توڑتی ہے، محبت والفت کی چادر چاک کر کے دشمنی، بغض اور کینہ وکپٹ کی بیج بوتی ہے۔ تو جیسا کہ آپ نے دیکھا کہ یہ آفت بڑی مہلکات اور شدید خطرناکیوں کو سمیٹے ہوئے ہے، اسی لیے اسلام نے اس کی روک تھام کے لیے نہایت سخت موقف اختیار کیا اور بدگمانیوں سے بچنے پر ابھارا۔ کیونکہ واقعات شاہد ہیں کہ اس کی پیروی کرنے اور اس کے جال میں پھنس جانے کا بہت برا انجام اور بے شمار نقصانات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ﴾

(الحجرات: ۱۲)

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بہت سے گمان سے بچو، یقیناً بعض گمان گناہ ہیں۔‘‘

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ اس آیت میں اپنے بندوں کو بہت زیادہ بدگمانیوں سے منع کرتا ہے، یعنی اپنے اہل واقارب اور عام لوگوں پر تہمت لگانے اور انھیں بے جا خیانت سے متہم کرنے سے روکتا ہے۔ اس لیے کہ بعض اوقات یہ باتیں خالص گناہ کا سبب ہوتی ہیں اور حقیقت کچھ نہیں ہوتی، لہٰذا احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ اس سے جتنا ممکن ہو سکے بچا جائے۔‘‘

اس سے بچنے کا ذریعہ یہ ہے کہ اپنے جس مسلم بھائی کے بارے میں بدگمانی ہو رہی ہے اس کے لیے عذر تلاش کیا جائے، یعنی اس کی گفتگو یا حرکت کو کسی مناسب معنی پر محمول کیا جائے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم اپنے مومن بھائی کی زبان سے کوئی نامناسب کلمہ سنو تو جب تک اسے کسی بھلائی پر محمول کر سکتے ہو تب تک اس کے بارے میں بہتر ہی سوچو۔ [1]

شدت پسندی اور دوسروں پر سختی:

اس دور کی غلو پرستی کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ دوسروں کے ساتھ سختی کا بے جا استعمال کیا جاتا ہے اور یہ بات اس قدر عام ہے کہ جیسے دوسروں سے معاملہ کرنے میں سختی اور شدت ہی اصل مطلوب ہے نہ کہ محبت اور نرمی، بعض نوجوانوں کے اندر تشدد کا یہی رجحان ایک طبعی عادت کی شکل اختیار کر چکا ہے اور اس کا دائرہ باتوں سے نکل کر عملی انجام تک وسیع ہوتا جا رہا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بے گناہوں کا خون ہو رہا ہے اور آبادیاں تباہ ہو رہی ہیں اور اس کے برے اثرات صرف تشدد پسندوں کو نہیں بلکہ پوری امت کو لپیٹے ہوئے ہیں۔ لہٰذا یہ پہلو قابل غور ہے کہ نوجوانوں میں سختی اور تشدد کا یہ رجحان کیوں اور کہاں سے پیدا ہوا؟ چنانچہ حالات ومشاہدات سے معلوم ہوتا ہے کہ

[1] تفسیر ابن کثیر (٤/ ٢١٢).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کے پیچھے چند اہم اور بنیادی اسباب کارفرما ہیں جنھیں مختصراً اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔

آزمائشیں اور مشکلات:

دعوت دین کے لیے پُرجوش نوجوانوں میں تشدد کا رجحان اس لیے بڑھا کہ انھیں اس راستے میں مختلف قسم کی آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا اور انھوں نے بہت تکلیفیں جھیلیں، تو ردعمل کے طور پر انھوں نے تشدد کا جواب تشدد سے دیا اور پھر یہی چیز ان کی طبیعت ثانیہ بن گئی۔

دعوت وتبلیغ کے اصولوں سے ناواقفیت:

دعوت وتبلیغ سے میری مراد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے، یہ ایک اہم ذمہ داری ہے جو پوری امت مسلمہ پر عائد ہوتی ہے، لہٰذا جو شخص اس منصب پر فائز ہو اسے صاحب فقہ وبصیرت ہونا چاہیے، تاکہ وہ آسانی کے ساتھ امت کی مصلحتوں کو بروئے کار لائے اور مفاسد کو روک سکے، نیز اسے چند باتوں کا جاننا اور سمجھنا ضروری ہے، انھیں میں سے ایک بات یہ ہے کہ یہ ذمہ داری کبھی دل، کبھی زبان اور کبھی ہاتھ اور زبان سے ادا کرنا واجب ہے۔ اسی مقام پر بعض لوگ غلطی کر جاتے ہیں اور بے صبری، نادانی ولاعلمی کی وجہ سے صرف ہاتھ یا صرف زبان کے ذریعے سے اس ذمہ داری کو نبھانا چاہتے ہیں۔ وہ نہیں دیکھتے کہ کیا کرنا مناسب ہے اور کیا نامناسب، کسے انجام دیا جا سکتا ہے اور کسے نہیں۔ بس وہ اس راستے میں اپنی زبانیں چلاتے ہیں اور ہاتھ چلاتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کر رہے ہیں، حالانکہ وہ اطاعت نہیں کر رہے ہیں بلکہ شرعی حدود کو توڑ رہے ہوتے ہیں۔ [1]

اسی طرح مخاطب کی حالت اور قوت قبولیت کی رعایت ضروری ہے، اس میدان کے کارکنان کو میرا مشورہ یہ ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے صراط مستقیم کی راہ اپنائیں، منزل تک پہنچنے کا یہ سب سے قریبی راستہ ہے، اسی طرح اس راستے میں نرم پہلو اختیار کرنا، بردبار ہونا اور مشکلات پر صبر کرنا بھی ضروری ہے، اگر اس منصب کا ذمہ دار بردبار اور صبر کرنے والا نہ ہوا تو بناؤ سے زیادہ بگاڑ پیدا ہو سکتا ہے، گویا اس راستہ میں تین چیزیں بالکل ضروری ہیں، علم، نرمی اور صبر یعنی ذمہ داری اٹھانے سے پہلے بردباری اور اسے نبھاتے ہوئے نرمی اور میدان میں اترنے کے بعد اس پر صبر۔

قاضی ابویعلیٰ فرماتے ہیں:

''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی دعوت الی اللہ کا کام وہی شخص کرے جو سمجھتا ہو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور جانتا ہو کہ میں کس بات سے منع کر رہا ہوں۔'' [2]

یہ چند باتیں تھیں جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق تھیں۔ ان باتوں سے ناواقفیت اور ان چیزوں کی عدم رعایت دعوت الی اللہ کے راستہ میں تشدد وسختی کے رجحان کا سبب بنتی ہیں۔

ہمارے بعض نوجوانوں میدانِ دعوت وارشاد میں، لوگوں سے اصلاحی گفتگو کرنے اور خلاف شرع کاموں سے

---

[1] الفتاوٰی (۸/ ۱۲۷، ۱۲۸) [2] الفتاوٰی (۲۸/ ۱۳۶، ۱۳۷)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انھیں روکنے میں شدت اور تنگ نظری سے کام لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ سختی کا راستہ ہی برائیوں کا ازالہ کرے گا اور اسی سے تجدید دین کا کام ہوگا، ان کی نگاہوں سے نرمی کا اسلوب غائب ہے حالانکہ اس سفر کا اصلی متاع ہے، جب اس کے تمام راستے بند ہو جائیں تبھی دوسرا راستہ اپنایا جا سکتا ہے، کیونکہ یہی اسلوب نفع بخش اور موثر ہے۔ سختی تو عموماً نفرت کا سبب بنتی ہے اور مخالف کو ضدی بنا دیتی ہے۔ تعجب خیز بات یہ ہے کہ اس فکر کے حامل نوجوان یہ فرق نہیں کر پاتے کہ کون علم کی بنا پر ہماری مخالفت کر رہا ہے اور کون جہالت کی بنا پر، کون بدعت کی طرف بلانے والا ہے اور کون دھوکا میں آ کر گمراہی کی چوکھٹ پر قربان ہے، کون سی رائے متفق علیہ ہے اور کون مختلف فیہ ہے۔

ان نادان نوجوانوں میں ایک قابل نفرت بات یہ بھی دیکھی گئی ہے کہ والدین کے ساتھ ان کا برتاؤ نہایت بھونڈا اور ناپسندیدہ ہوتا ہے۔ ان کی نگاہوں میں ان دونوں کے تقدس و احترام کا کوئی معنی نہیں، نہ ان کی مدد کرتے ہیں اور نہ ہی خدمت، یہ بھول گئے کہ اوروں سے ہٹ کر ان دونوں کا ایک الگ مقام و مرتبہ ہے اور جس دعوت و ارشاد کے یہ علم بردار ہیں، یہ انھیں کے مرہون منت ہیں۔ میری اس گفتگو کا یہ مطلب نہیں کہ انھیں خوش کرنے کی خاطر گناہ کا ارتکاب کیا جائے، یا دینی عمل اور دعوتی کاوشوں سے ہاتھ کھینچ لیا جائے، نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ ہم چاہتے ہیں کہ ان سے ہمارا برتاؤ مودبانہ ہو، گفتگو نرم لب ولہجہ میں ہو، ان کے ساتھ معاشرت کا اسلوب پر محبت ہو، ان کی نامناسب حرکتوں پر صبر ہو اور انھیں شفقت و محبت کا پیغام ملے۔ اللہ نے فرمایا:

﴿وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ۝۱۴ وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۫ وَّ اتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۱۵﴾ (لقمان: ۱۴، ۱۵)

’’اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی ہے، اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری کی حالت میں اسے اٹھائے رکھا اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے کہ میرا شکر کر اور اپنے ماں باپ کا۔ میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے اور اگر وہ دونوں تجھ پر زور دیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک کرے جس کا تجھے کوئی علم نہیں تو ان کا کہنا مت مان اور دنیا میں اچھے طریقے سے ان کے ساتھ رہ اور اس شخص کے راستے پر چل جو میری طرف رجوع کرتا ہے، پھر میری ہی طرف تمھیں لوٹ کر آنا ہے، تو میں تمھیں بتاؤں گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔‘‘

ہم نے یہ بھی دیکھا کہ ہمارے بعض مبلغین دوست ایسے لوگوں کی مدد کرنے سے کتراتے ہیں جو اچھائیوں کے ساتھ برائیاں بھی کر گزرے ہیں۔ ان کی نگاہوں میں یہ لوگ کسی خدمت، مفید مدد، بلکہ اچھی گفتگو کے بھی مستحق نہیں ہیں۔ ہمارے ان نوجوان دوستوں نے دوستی اور دشمنی کا مفہوم اور ان کے حدود و دائروں کو سمجھا ہی نہیں، جس کی وجہ سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دشمنی اور نفرت کو دوستی اور محبت پر غلبہ مل جاتا ہے، یہ بھول جاتے ہیں کہ معاشرتی خدمات میں ہاتھ بٹانا اسلامی دعوت کے فروغ کا اہم ذریعے سے ووسیلہ ہے، اس لیے کہ یہ عملی چیز ہے، بات کے مقابلے میں اس کا دل پر زیادہ اثر پڑتا ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ معاملات میں ہماری تندمزاجی اور مدد سے کنارہ کشی مخاطب کے دل میں کدورت کے گڑھے کھودتی ہے اور دشمنانِ دین ان کا استغلال کر کے انھیں بگڑے ہوئے انسانوں کی صفوں میں پہنچا دیتے ہیں۔

اسی طرح پرتشدد کارروائیوں کا ایک نمونہ یہ ہے کہ ان پُر جوش نوجوانوں میں سے کچھ ناعاقبت اندیشوں کی سختیاں زبانوں سے پھاند کر قتل وخون ریزی تک پہنچ جاتی ہیں۔ وہ علماء کا خون بہاتے ہیں، بے گناہ محافظین کا خون بہاتے ہیں، یا کسی الگ تھلگ رہنے والے شہری کا خون بہاتے ہیں اور آخر میں آپ کو یہ جان کر تعجب میں نہیں ہونا چاہیے کہ یہ بعض اوقات آپس ہی میں ٹکرا جاتے ہیں اور ایک دوسرے کے خلاف اپنی زبانیں اور ہاتھ بڑھاتے ہیں، میری یہ بات کوئی عجوبہ نہیں ہے، اگر آپ کتاب اللہ، سنت رسول اور منہج سلف سے بے زار فرقوں کی تاریخ کا تھوڑا سا مطالعہ کریں گے تو یہ سب ان کے یہاں پائیں گے، یہ گمراہ فرقے ایک دوسرے کے قتل کے درپے رہے ہیں، ایک دوسرے کو گمراہ ٹھہرایا ہے اور ایک دوسرے کی تکفیر کی ہے۔ تو ہمیں حیرت زدہ ہونے کی ضرورت نہیں، خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا منہج رشد وہدایت چھوڑنے کا یہی انجام ہوتا ہے۔

دعوت وارشاد اور لوگوں کے معاملات میں سختی وتشدد کے متعلق اسلام کا موقف بالکل صاف ہے۔ اللہ تعالیٰ موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون علیہما السلام کو حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝۴۳ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ۝۴۴﴾
(طٰہٰ: ۴۳، ۴۴)

''دونوں فرعون کے پاس جاؤ، بے شک وہ سرکش ہو گیا ہے۔ پس اس سے بات کرو، نرم بات، اس امید پر کہ وہ نصیحت حاصل کر لے، یا ڈر جائے۔''

یہ ہیں فرعون جیسے ظالم کو دعوت دینے کے لیے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو ہمارے رب کی رہنمائیاں یعنی حق کی دعوت نرمی کے ساتھ، کیونکہ اس طرز دعوت کو ذہن جلدی قبول کرتا ہے اور دل میں خوف پیدا کرتا ہے۔ اور فرمایا:

﴿وَ لَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَ لَا السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَ بَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۝۳۴ وَ مَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَ مَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۝۳۵﴾ (فصلت: ۳۴، ۳۵)

''اور نہ نیکی برابر ہوتی ہے اور نہ برائی۔ (برائی کو) اس (طریقے) کے ساتھ ہٹا جو سب سے اچھا ہے، تو اچانک وہ شخص کہ تیرے درمیان اور اس کے درمیان دشمنی ہے، ایسا ہو گا جیسے وہ دلی دوست ہے۔ اور یہ چیز نہیں دی جاتی مگر انھی کو جو صبر کریں اور یہ نہیں دی جاتی مگر اسی کو جو بہت بڑے نصیب والا ہے۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دعوت وارشاد کے کارکن کو اس راستے میں ناپسندیدہ اور تکلیف دہ حالات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، بلکہ یقیناً کرنا پڑے گا، اس لیے ضروری ہے کہ خود کو صبر کا عادی بنائے، جذبات سے مغلوب نہ ہو اور لوگوں سے درگزر کرے۔ سیّدنا لقمان کی اپنے بیٹے کی نصیحت میں اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَ اْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ انْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اصْبِرْ عَلٰى مَاۤ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴾ (لقمان: ۱۷)

''اے میرے چھوٹے بیٹے! نماز قائم کر اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کر اور اس (مصیبت) پر صبر کر جو تجھے پہنچے، یقیناً یہ ہمت کے کاموں سے ہے۔''

ہر دعوتی کارکن کو چاہیے کہ اپنی دعوت میں سامعین کے جذبات سے نہ کھیلے اور نہ انھیں پرتشدد اقدام کے لیے للکارے، بلکہ ہر طرح کے نامناسب کلمات اور سب وشتم سے دور رہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ ﴾ (الانعام: ۱۰۸)

''اور انھیں گالی نہ دو جنھیں یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، پس وہ زیادتی کرتے ہوئے کچھ جانے بغیر اللہ کو گالی دیں گے۔''

دعوت وارشاد کے میدان میں نرمی کو ترجیح دینے اور سختی سے دور رہنے کے متعلق متعدد احادیث بھی وارد ہیں، چنانچہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُوْنُ فِيْ شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ، وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ.)) [1]

''جس چیز میں نرمی ہوتی ہے وہ اسے زینت بخشتی ہے اور جس چیز میں نرمی نہیں ہوتی وہ اسے بدنما کر دیتی ہے۔''

پس نرمی ہی دعوت وارشاد کی روح ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ سختی یکسر معدوم ہو، نہیں بلکہ سختی کا استعمال ہونا چاہیے، لیکن مناسب جگہ میں اور بالکل آخری مرحلہ میں کہ جب صبر اور نرمی کے تمام وسائل ناکارہ ثابت ہو جائیں۔ مدد یافتہ وہی ہے جسے اللہ توفیق دے، اور نفس پرستی سے بچائے۔

تکفیر:

تکفیر، غلو کی آخری منزل اور اس کا کمال عروج ہے، قید وبند کی آزمائش جھیلنے کے نتیجہ میں ۱۹۶۵ء سے اس کے مظاہر دیکھنے میں آئے اور ۱۹۶۷ء گزرنے کے ساتھ اس کا دائرہ وسیع ہوتا گیا اور یہ فکر رفتہ رفتہ اس طرح عام ہوگئی کہ اس نے نمایاں مظہر کی شکل اختیار کرلیا، چنانچہ آج ہم جب دوسروں کی تکفیر کرنے والوں کو دیکھتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ اس حکم کے اہم ترین اور بنیادی اصول ان کی نگاہوں سے اوجھل ہیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ تکفیر جیسی غلطی

[1] مسند احمد (۴/ ۳۶۲).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے مرتکب ہو جاتے ہیں وہ بنیادی اصول وقواعد یہ ہیں:

پہلا قاعدہ:...... گناہوں کی تقسیم، صغائر اور کبائر:

قرآن وسنت کے نصوص اور اجماع سلف کی روشنی میں گناہوں کی دو قسمیں ہیں: صغائر و کبائر۔ ❶ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ﴾ (النساء: ۳۱)

''اگر تم ان بڑے گناہوں سے بچو گے جن سے تمھیں منع کیا جاتا ہے تو ہم تم سے تمھاری چھوٹی برائیاں دور کر دیں گے۔''

اور فرمایا:

﴿اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ﴾ (النجم: ۳۲)

''وہ لوگ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر صغیرہ گناہ۔''

جمہور مفسرین نے ''اَللَّمَم'' کی تفسیر چھوٹے گناہوں سے کی ہے اور صحیح حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:

((اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَ الْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ وَرَمَضَانُ إِلٰى رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ إِذَا اجْتُنِبَ الْكَبَائِرُ .)) ❷

''پانچوں نمازیں، اور ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک کے درمیان ہونے والے گناہوں کے لیے کفارہ ہے جب تک کہ بڑے بڑے گناہوں سے بچا جائے، لہٰذا معلوم ہوا کہ گناہوں کے درجات ومراتب الگ الگ ہیں۔

دوسرا قاعدہ:...... کفر کی دو قسمیں:

کفر کی بھی دو قسمیں ہیں اصغر اور اکبر اور نصوص شرعیہ سے یہ دونوں قسمیں ثابت ہیں، جن میں تمیز کرنا ضروری ہے، پس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کو جھٹلانا، انکار کرنا اور اس سے منہ موڑنا کفر اکبر میں داخل ہے۔ جب کہ وہ گناہ جن پر وعید وارد ہیں اور ان کی سزا ہمیشہ جہنم میں نہ رہنا قرار دیا گیا ہے وہ کفر اصغر میں داخل ہیں، جیسے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ .)) ❸

''میرے بعد تم کافر نہ ہو جانا کہ تم میں سے بعض بعض کی گردن مارنے لگے۔''

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

---

❶ مدارج السالکین (۱/ ۲۳۷)۔ ❷ صحیح مسلم (۱/ ۲۰۹) حدیث نمبر (۲۳۳)۔

❸ صحیح مسلم (۱/ ۸۲) حدیث نمبر (۶۶۱)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿وَإِن طَآئِفَتَانِ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ ٱقْتَتَلُوا۟ فَأَصْلِحُوا۟ بَيْنَهُمَا﴾ (الحجرات : ۹)

''اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرا دو۔''

آیت میں اللہ تعالیٰ نے دونوں لڑنے والے گروہوں کو مومن ٹھہرایا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اسی عمل کو کفر سے تعبیر کرنا جیسا کہ حدیث میں وارد ہے، ملت سے نکل جانے کے حکم میں نہیں ہے، بلکہ وہ کفر اصغر ہے۔ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میرا مقصد یہ ہے کہ ہر قسم کے گناہ کفر اصغر میں آتے ہیں، کیونکہ وہ شکر یعنی عمل بالطاعۃ کے خلاف ہیں۔'' ❶

تیسرا قاعدہ:...... بدعتوں کا فرق:

اسلام نے ہر قسم کی بدعت کی مذمت کی ہے اور بدعتی کو برا ٹھہرایا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ .)) ❷

''جس نے کوئی ایسا کام کیا جس پر ہمارا امر (طریقہ) نہیں ہے وہ مردود ہے۔''

اور فرمایا:

((إِنَّ أَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ أَحْسَنَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَ شَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا .)) ❸

''باتوں میں سب سے اچھی بات اللہ کی کتاب ہے، اور طریقوں میں سب سے بہتر طریقہ طریقۂ محمدی ہے اور سب سے بری چیز اس میں نوایجاد چیزیں ہیں۔''

بدعتوں کی اتنی شدید مذمت کے باوجود کچھ لوگ ہوائے نفس میں ڈوب جانے کی وجہ سے بدعتوں میں لت پت ہو گئے اور شکوک وشبہات ان پر غالب آ گئیں، تاہم ان سب کا گناہ یکساں نہیں ہے، کیونکہ بدعتیں بھی یکساں نہیں ہیں، مثلاً تکفیر کی بدعت، پندرہ شعبان کے دن روزہ رکھنے کی بدعت جیسی نہیں ہے، اس لیے کوئی حکم لگانے سے پہلے بدعت اور مبتدع کی نوعیت دیکھنا ضروری ہے کہ آیا کون سی بدعت کفر تک پہنچانے والی ہے اور کون نہیں، کون مبتدع جاہل، مقلد اور اپنی طرف دعوت دینے والا ہے اور کون دعوت دینے والا نہیں ہے، اسی طرح کون کھلے عام بدعت کرتا ہے اور کون پوشیدہ طور پر۔

چوتھا قاعدہ:...... تکفیر کے شروط وموانع:

یہ سب سے اہم قاعدہ ہے جو اکثر لوگوں کی نگاہوں سے غائب ہو جاتا ہے، اس پر دھیان دینا اور حکم لگاتے وقت اس کی رعایت کرنا از حد ضروری ہے، کیونکہ کبھی کبھار ایک شخص ایسا گناہ کر گزرتا ہے جو کفر ہے، یا ایسی بات کہہ دیتا ہے جو کفر ہے، یا ایسا عقیدہ اختیار کر لیتا ہے جو کفر ہے۔ تو کیا صرف اس گناہ، یا بات یا عقیدہ کی بنا پر وہ کافر

❶ مدارج السالكين (۱/ ۲۵۳).
❷ صحيح البخاری حديث نمبر (۲۶۹۷).
❸ صحيح البخاری حديث نمبر (۷۲۷۷).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہو جائے گا اور اس کا خون و مال حلال ہو گا؟

علمائے محققین نے اس مسئلہ کا جواب یہ دیا ہے کہ ایسا شخص کافر نہ ہو گا اور نہ اس کا خون اور مال حرام ہو گا، جب تک کہ اس میں مزید چند شرطیں نہ پائی جائیں اور کچھ موانع مفقود نہ ہوں اگر ان میں کوئی شرط مفقود ہے یا کوئی مانع موجود ہے تو اس شخص پر کفر کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ تاہم میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ایسا جرم کرے اور اسے کوئی سزا نہ دی جائے، ہرگز نہیں، بلکہ جرم کے اعتبار سے اور اس کی حالت دیکھتے ہوئے اس پر سزا نافذ ہو، میرا مقصد صرف یہ ہے کہ اس پر کفر کا حکم لگانا منع ہے نہ کہ سزا دینا۔

تکفیر کی شرطیں:

کسی فرد واحد پر تکفیر کا حکم لگانے کے لیے تین شرطوں کا یکجا موجود ہونا ضروری ہے، بصورت دیگر اسے ملعون یا کافر کہنا درست نہیں، وہ شرطیں یہ ہیں:

۱:...... علم:

کسی شخص کے کسی کافرانہ عمل، قول یا عقیدہ پر کفر کا حکم لگانے سے پہلے اس کے بارے میں یہ تحقیق اور تشخیص ضروری ہے کہ وہ اپنے اس عمل، قول یا عقیدہ کو کفر جانتا ہے یا نہیں اور کیا اسے اپنے بارے میں یہ معلوم ہے یا نہیں کہ میں جو کر رہا ہوں وہ مطلوبہ حق کے بالکل خلاف ہے، اگر وہ حق اور درست موقف سے ناواقف ہے تو مکمل اور واضح انداز میں اس کے سامنے حق بیان کرنے سے پہلے اسے سزا دینا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے حجت قائم کرنے سے پہلے سزا کو روا نہیں رکھا۔ [1] اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝۱۵﴾ (الاسراء: ۱۵)

''اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں، یہاں تک کہ کوئی پیغام پہنچانے والا بھیجیں۔''

اور فرمایا:

﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝۱۶۵﴾ (النساء: ۱۶۵)

''ایسے رسول جو خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے، تاکہ لوگوں کے پاس رسولوں کے بعد اللہ کے مقابلے میں کوئی حجت نہ رہ جائے اور اللہ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿وَ مَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْۤ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ﴾

(القصص: ۵۹)

''اور تیرا رب کبھی بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں، یہاں تک کہ ان کے مرکز میں ایک رسول بھیجے جو ان

[1] ظاهرة الغلو في الدين ص (۲٦٥، ۲٦٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے سامنے ہماری آیات پڑھے۔''

اور فرمایا:

﴿ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۝ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَ قُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ﴾ (الملك: ٨، ٩)

''جب بھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا، اس کے نگران ان سے پوچھیں گے کیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں؟ یقیناً ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تو ہم نے جھٹلا دیا اور ہم نے کہا اللہ نے کوئی چیز نہیں اتاری۔''

اور فرمایا:

﴿ وَ لَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْ لَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَ نَخْزٰى ۝ ﴾ (طه: ١٣٤)

''اور اگر ہم واقعی انھیں اس سے پہلے کسی عذاب کے ساتھ ہلاک کر دیتے تو یہ لوگ ضرور کہتے اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیات کی پیروی کرتے، اس سے پہلے کہ ہم ذلیل ہوں اور رسوا ہوں۔''

یہ قرآنی آیات بتاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا اس وقت تک مواخذہ نہ کرے گا جب تک کہ ان پر حجت نہ قائم ہو جائے اور وہ حق اور صواب کو جان نہ لیں، اسی طرح دیگر شرعی نصوص سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی جاہل سے حتیٰ کہ اگر وہ مسائل عقیدہ سے جاہل ہے تو اتمام حجت تک اس کا مواخذہ نہیں کرے گا، چنانچہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((كَانَ رَجُلٌ يُسْرِفُ عَلٰى نَفْسِهٖ فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ قَالَ لِبَنِيْهِ إِذَا أَنَا مُتُّ فَاحْرِقُوْنِيْ ثُمَّ اطْحَنُوْنِيْ ثُمَّ ذَرُّوْنِيْ فِي الرِّيْحِ فَوَاللّٰهِ لَئِنْ قَدَرَ عَلَيَّ رَبِّيْ لَيُعَذِّبَنِّيْ عَذَابًا مَا عَذَّبَهٗ أَحَدًا۔ فَلَمَّا مَاتَ فُعِلَ بِهٖ ذٰلِكَ۔ فَأَمَرَ اللّٰهُ تَعَالَى الْأَرْضَ فَقَالَ: اجْمَعِيْ مَا فِيْكِ مِنْهُ، فَفَعَلَتْ فَإِذَا هُوَ قَائِمٌ۔ قَالَ: مَا حَمَلَكَ عَلٰى مَا صَنَعْتَ، قَالَ مَخَافَتُكَ يَا رَبِّ حَمَلَتْنِيْ فَغَفَرَ لَهٗ.)) [1]

''ایک شخص بہت گناہ کیا کرتا تھا جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اپنے بیٹوں سے اس نے کہا: جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا ڈالنا، پھر میری ہڈیوں کو پیس کر ہوا میں اڑا دینا۔ اللہ کی قسم! اگر میرے رب نے مجھے پکڑ لیا تو مجھے اتنا سخت عذاب کرے گا جو پہلے کسی کو بھی اس نے نہیں کیا ہوگا۔ جب وہ مر گیا تو (اس کی وصیت کے مطابق) اس کے ساتھ ایسا ہی کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم فرمایا کہ اگر ایک ذرہ

[1] صحيح البخاري حديث نمبر (٣٤٨١) مسلم (٢٧٥٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بھی اس کے جسم کا تیرے پاس ہے تو اسے جمع کر کے لا، زمین حکم بجالائی اور وہ بندہ اب (اپنے رب کے سامنے) کھڑا ہوا تھا، اللہ نے دریافت فرمایا: تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے عرض کیا: اے رب تیرے ڈر کی وجہ سے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کردی۔''

یہ حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر ثابت ہے۔ محدثین نے متعدد اسناد سے اسے ابوسعید، حذیفہ اور عقبہ بن عمرو وغیرہم رضی اللہ عنہم سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے، انھیں کامل اعتبار ہے کہ یہ احادیث اور اسناد علم یقینی کا فائدہ دیتی ہیں، اگرچہ ان سے کم درجہ اہل علم اسے علم یقینی نہ مانیں۔ اس حدیث کو نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس آدمی کو اللہ کی قدرت کے بارے میں شک تھا اور وہ نہیں جانتا تھا کہ جسم جلا دیے جانے اور اس کی راکھ اڑا دیے جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کیسے اسے دوبارہ زندہ کرے گا اور کیسے اس کی راکھ اکٹھا کر پائے گا، گویا وہ دو اساسی اعتقادی تعلیمات سے جاہل تھا:

۱۔ ایک کا تعلق اللہ سے ہے یعنی اس بات پر ایمان کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۲۔ دوسرے کا تعلق آخرت کے دن سے ہے یعنی اس بات پر ایمان کہ اللہ تعالیٰ اس میت کو لوٹائے گا اور اسے اس کے کرتوتوں کا بدلہ دے گا۔

اس کے باوجود چونکہ مجموعی اعتبار سے وہ اللہ پر ایمان رکھتا تھا اور مجموعی اعتبار سے آخرت کے دن کو مانتا تھا، موت کے بعد سزا و جزا کا اسے اعتراف تھا، اس بنا پر اس نے ایک عمل صالح کیا یعنی خود کردہ گناہوں پر اللہ کی سزا سے ڈرا، تو اللہ نے اس کے مجموعی ایمان اور عمل صالح کی وجہ سے اسے بخش دیا۔ ❶

۲:...... قصد و ارادہ:

اگر مخالف میں شرط موجود ہے پھر بھی وہ اپنے موجب لعن یا کفریہ قول، یا فعل یا عقیدہ پر باقی رہتا ہے تو اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا جب تک کہ دوسری شرط نہ پائی جائے، یعنی یہ معلوم ہو جائے کہ وہ اپنے جرم پر قصد و ارادہ کے ساتھ باقی ہے، ہم دیکھیں گے کہ کیا وہ قصداً کفریہ قول کی مدد کر رہا ہے، اور حق ظاہر ہونے کے باوجود وہ حق کی مخالفت پر مُصر ہے، یا وہ اجتہادی بھول اور شکوک وشبہات کا شکار ہے؟ اس پر کفر کا حکم لگانے سے قبل اس میں اس شرط کا پایا جانا ضروری ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے نادانستہ غلطی کرنے والے اور اجتہادی بھول کرنے والے کو معاف رکھا ہے، اس کا مواخذہ نہیں کرے گا۔ ❷ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَآ أَخْطَأْتُم بِهِۦ وَلَـٰكِن مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ ﴾

(الأحزاب : ٥)

''اور تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں جس میں تم نے خطا کی اور لیکن جو تمھارے دلوں نے ارادے سے کیا۔''

❶ الفتاوی (۱۲/ ٤٩١) الفصل فی الملل و النحل/ ابن حزم (۳/ ۲۹٦).

❷ ظاهرة الغلو فی الدین ص (۲۷۰).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور فرمایا:

﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا﴾ (البقرة: ٢٨٦)

''اے ہمارے رب! ہم سے مؤاخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر جائیں۔''

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جب نبی اور مومنوں نے یہ دعا کیا تو میں نے انھیں معاف کر دیا۔'' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أُعْطِيْتُ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ ، وَخَوَاتِيْمَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ مِنْ كَنْزٍ تَحْتَ الْعَرْشِ وَاِنَّهٗ لَمْ تَقْرَأْ بِحَرْفٍ مِنْهُمَا اِلَّا اَعْطِيْتَهٗ .)) ❶

''مجھے سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات ایک خزانے سے عطا کی گئیں جو عرش الٰہی کے نیچے ہے اس کا جو حرف پڑھا جائے گا میں اس (کا مدعا) اسے دوں گا۔''

اور ارشاد فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ لِيْ عَنْ أُمَّتِيْ الْخَطَأَ وَالنِّسْيَانَ .)) ❷

''اللہ تعالیٰ نے میری امت سے بھول چوک کو درگزر کر دیا ہے۔''

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بھول چوک عام ہے خواہ یہ عملی مسائل میں ہو یا قولی اور خبری مسائل میں۔ اسلاف اس طرح کے بہت سے مسائل میں آپس میں اختلاف کرتے رہے لیکن کسی کے بارے میں یہ نہیں ہے کہ اس نے مخالف پر کفر، فسق یا معصیت کا فتویٰ لگایا ہو۔ ❸

۳:...... اختیار و قدرت:

جب آدمی کے سامنے حق واضح ہو جائے اور وہ جان بوجھ کر اس کی مخالفت کرتا رہے اور اس کی غلطی کسی اجتہاد پر مبنی نہ ہو تو کیا یہی باتیں اس پر کفر کا حکم لگانے کے لیے کافی ہوں گی؟ نہیں بلکہ ابھی ایک تیسری شرط بھی ضروری ہے وہ یہ کہ ایسے آدمی کے بارے میں دیکھا جائے کہ کیا وہ پورے اختیار و قدرت اور رضا مندی کے ساتھ باطل پر بضد ہے، یا وہ حق سمجھنے سے عاجز ہے یا کسی کے دباؤ میں ہے۔ اس شرط کا پایا جانا ضروری ہے کیونکہ شرعی نصوص اور عصر رسول کے واقعات کی روشنی میں عاجز اور مجبور کا مواخذہ نہیں کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١٠٦﴾﴾

(النحل: ١٠٦)

❶ صحیح مسلم / حدیث نمبر (١٧٣، ٨٠٦).

❷ سنن ابن ماجه حدیث نمبر (٢٠٤٣) صحیح سنن ابن ماجه/ ألبانی (١/ ٣٤٧).

❸ الفتاوٰی (٣/ ٢٢٩).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''جو شخص اللہ کے ساتھ کفر کرے اپنے ایمان کے بعد، سوائے اس کے جسے مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو اور لیکن جو کفر کے لیے سینہ کھول دے تو ان لوگوں پر اللہ کا بڑا غضب ہے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔''

فردِ معین کی تکفیر کے موانع: ● بھول چوک ● لاعلمی ● مجبوری ● عاجزی [1]

جب تک فردِ معین سے کفر اور قابل لعنت امور کے بارے میں نادانستہ غلطی، لاعلمی، بھوک چوک، عاجزی اور مجبوری میں ہو اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جا سکتا اور نہ اسے شرعی وعید کا مستحق ٹھہرایا جا سکتا ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی فردِ معین کو شرعی وعید کا مستحق ٹھہرانے کے راستے میں دس رکاوٹیں ہیں: توبہ واستغفار، گناہوں کو مٹانے والی نیکیاں، مومنوں کی دعائیں، میت کے لیے اعمال خیر، بروز قیامت گناہ گاروں کی بخشش کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں کی سفارش، وہ مصائب جو دنیا میں گناہوں کا کفارہ بنتے ہیں، قبر میں قبر کی آزمائشوں اور تکالیف سے گزرنا، یہ بھی گناہوں کے لیے کفارہ ہیں۔ قیامت کی ہولناکیوں، تکالیف اور مشکلات، بندوں کی کوشش کے بغیر اللہ کی رحمتوں اور بخششوں کی بارش۔ یہ دس اسباب ہیں جو وعید کے مستحق گناہ گاروں کو وعید کے درجہ تک پہنچنے سے روکتے ہیں، [2] پس اگر یہ تمام اسباب معدوم ہو جائیں اور یہ اسی بدنصیب کے حق میں معدوم ہوں گے جو تمرد وسرکشی کی انتہا کو پار کر جائے اور اللہ کے خلاف ایسے ہی مطلق العنان ہو جائے جیسے کہ اونٹ اپنے مالک کے کھونٹے کی رسی توڑ بھاگے، تو بس یہی شخص وعید کا مستحق ہوگا۔ ایسی صورت میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب انسان سرکشی کی اس منزل کو نہیں پہنچ چکا ہے تو اس کے لیے وعید کا کیا فائدہ؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ وعید کا مقصود اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ فلاں عمل عذاب الٰہی کا سبب ہے، اس لیے وہ عمل حرام اور قابل مذمت ہے اور یہ کہنا کہ جب آدمی کے ساتھ بھی وہ سبب پایا جائے اس پر مسبب بہ کا حکم لگانا ضروری ہو جاتا ہے، قطعاً غلط ہے، کیونکہ مسبّب کا وجود شرط کے وجود اور تمام موانع کے زوال پر موقوف ہے۔ [3]

جو کافر کو کافر نہ کہے وہ کافر ہے:

ایک بات جو لوگوں پر تکفیری کوڑے چلانے والوں کی زبان پر عام ہوتی جا رہی ہے وہ یہ کہ ''جو کسی کافر کو کافر نہ کہے وہ کافر ہے۔'' ایسے لوگوں نے اپنے نظریات کے مخالفین کے لیے اس قاعدہ کو عام طور سے استعمال کرنا شروع کر دیا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے مذکورہ بات کا صحیح مقام نہیں پہچانا اور نہ ہی اس کا مفہوم اچھی طرح سمجھ سکے، لہٰذا جو کافر کی تکفیر نہ کرے اسے اسی کی طرح کافر ہونا لازم آتا ہے اس سے مراد وہ کافر ہے جس کے کافر ہونے کا قطعی علم ہو، یعنی اس میں کفر کی تمام شرطیں موجود اور موانع معدوم ہوں، اسی طرح اس کافر کے درجہ میں وہ سارے لوگ ہیں جو شروع ہی سے کافر رہے اور کبھی اسلام میں داخل نہیں ہوئے جیسے کہ فرعون، ابوجہل، ابولہب

---

[1] ظاهرة الغلو فی الدین (۲۷٤) . [2] منهج ابن تیمیة فی مسالة التکفیر (۲/ ۲۳۰، ۲٦٦) .

[3] الفتاوٰی (۲۰/ ۲٥٤، ۲٥٥) .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور مارکس وغیرہ۔ لہٰذا جو شخص ان جیسے کافروں کی تکفیر نہ کرے وہ انھیں کی طرح کافر ہے۔

رہا وہ شخص جس کی حقیقت مخفی ہے مثلاً بظاہر مسلمان ہے لیکن باطن میں کفر کو چھپاتا اور اسلام سے نفرت کرتا ہے، تو اس شخص کے مصاحبین اور مخصوص مجلسوں میں شریک ہونے والے لوگوں میں سے اگر کوئی شخص اس کی حقیقت کو معلوم کر لیتا ہے اور اسے یقین ہو جاتا ہے کہ اس کے اندر کافر کہے جانے کی تمام شرائط موجود اور موانع معدوم ہیں تو حقیقت حال سے واقفیت کار کو اِس شخص کے بارے میں کفر کا عقیدہ رکھنا واجب ہے اور جو اس کی حقیقت نہ جان سکا اور مسلمان کہتا اور جانتا رہا تو اس پر کوئی گناہ نہیں، اس لیے کہ اس نے اپنے علم کے مطابق عقیدہ رکھا اور گواہی دی۔ ہم ظاہر ہی پر حکم لگا سکتے ہیں دل کے بھیدوں کا اللہ ذمہ دار ہے۔ ابتدائے اسلام میں منافقوں کے ساتھ مسلمانوں جیسا برتاؤ ہوتا تھا اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ منافق بظاہر اسلام کا دعویٰ کرتے اور باطن میں کفر چھپائے رہتے تھے۔

نیز ائمہ سلف کے مواقف اس بات کے ترجمان ہیں کہ کافر وہی شخص ہے جس کا کفر قطعی ہو، وہ شخص کافر نہیں کہا جائے گا جس کا کفر مشکوک اور مختلف فیہ ہو، چنانچہ جس کی تکفیر کا مسئلہ مختلف فیہ ہو اس کی تکفیر نہ کرنے والے کو کافر نہیں کہا جائے گا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نماز چھوڑنے والے کو کافر کہتے تھے جب کہ بقیہ تینوں ائمہ اس کی تکفیر نہیں کرتے تھے، اور اسی مسئلہ کو لے کر امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کے درمیان بحث ومباحثہ بھی ہوا، لیکن کیا امام احمد نے امام شافعی پر کفر کا فتویٰ لگایا، اس لیے کہ وہ امام احمد کی طرح تارک نماز کے کفر کے قائل نہ تھے، نہیں ایسا نہیں ہوا۔

اسی طرح اہل بدعت کی تکفیر نہ کرنے والے پر امام احمد رحمہ اللہ کی طرف جو حکم منسوب ہے، ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس کی تحقیق فرمائی ہے کہ اس سلسلہ میں امام احمد کی دو روایات ہیں، ان میں صحیح ترین روایت عدم تکفیر کی ہے۔[1] یہ حکم اس کے بارے میں ہے جو ایسے شخص کی تکفیر نہ کرے جس کا کفر مختلف فیہ ہو، رہا وہ شخص جس کا کفر قطعی ہے اور اس پر کوئی تکفیر کا حکم نہ لگائے، تو اس کے لیے یہ حکم نہیں ہے۔

اسی طرح امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی طرف جو تہمت منسوب ہے کہ جو تکفیر کا مستحق نہیں اس کی بھی تکفیر کی جائے، سو اس سلسلے میں آپ کے قول کا ایک نمونہ پیش خدمت ہے، کہ جس سے آپ کا دعوتی منہج واضح ہوتا ہے اور آپ کی طرف منسوب تہمت وجھوٹ کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ آپ رحمہ اللہ شریف مکہ کے نام خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ رہا یہ جھوٹ اور بہتان کہ ہم عام طور سے سب کی تکفیر کرتے ہیں اور جسے اپنے دین کے اظہار پر قدرت ہو اسے ہماری طرف ہجرت کرنا واجب ہے اور یہ کہ جو ہمارے خیال کے مطابق دوسروں کی تکفیر نہیں کرتا اور قتال میں شریک نہیں ہوتا ہم اس کی تکفیر کرتے ہیں، یہ اور اس طرح کی کئی گنا تہمتیں اس جھوٹ اور بہتان کا حصہ ہیں جس کے ذریعے سے لوگ عوام کو اللہ اور اس کے رسول کے راستے سے روکتے ہیں، اگر ہم شیخ عبدالقادر جیلانی اور احمد بدوی وغیرہ کے مزارات پرستوں کی تکفیر نہیں کرتے اس لیے کہ انھیں صحیح بات کا علم نہیں اور انھیں کسی نے

[1] الفتاوٰی (۱۲/ ٤٨٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسلامی تعلیم سے روشناس نہیں کرایا، تو بھلا جو شخص اللہ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہو اگر وہ ہماری طرف ہجرت نہ کرے، ہمارے عقیدہ کے مطابق دوسروں کی تکفیر نہ کرے اور ہمارے ساتھ لڑائی میں شریک ہوں تو ہم اس کی تکفیر کیوں کر کر سکتے ہیں، اے اللہ تو پاک ہے یہ تو ہم پر بہت بڑا بہتان ہے۔

نیز سویدی بغدادی کے خط کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ میں اپنے پیروکاروں کو چھوڑ کر بقیہ تمام لوگوں کی تکفیر کرتا ہوں اور ان کے نکاحوں کو ناجائز مانتا ہوں، یہ بہت حیرت کی بات ہے، بھلا یہ بات کسی سمجھ دار انسان کے ذہن میں کیسے آتی ہے؟ کیا اسے کوئی مسلمان یا کافر، سمجھدار یا پاگل کہہ سکتا ہے؟ آگے لکھتے ہیں:

> ''رہی تکفیر کی بات تو میں ایسے شخص پر کفر کا فتویٰ دیتا ہوں جس نے دین اسلام کو اچھی طرح پہچانا اور پھر اس میں عیب لگانا اور اس پر سب وشتم شروع کر دیا اور لوگوں کو اس سے روکا اور اس میں داخل ہونے والوں سے دشمنی کی، تو ایسے شخص کی میں ضرور تکفیر کرتا ہوں اور اللہ کا شکر ہے کہ امت کے بیشتر افراد ایسے نہیں ہیں۔'' [1]

تکفیر کے مسئلہ میں یہ چند اہم قواعد تھے جن کی حکم لگانے سے پہلے رعایت کرنا ضروری تھا، ان قواعد پر تمام علماء متفق ہیں اور اپنے حکموں میں ان کا اعتبار کیا ہے، اسی لیے وہ اس مسئلہ میں لغزشوں سے محفوظ رہے، تکفیر کے گڑھے میں نہ گرے اور صراط مستقیم پر چلتے رہے، اس مسئلہ پر مزید معلومات ومطالبہ کے لیے ڈاکٹر عبدالمجید شعبی کی کتاب ''منهج ابن تيمية رحمة الله فى مسألة التكفير''، امین حاج محمد احمد کی کتاب ''ظاهرة التكفير''، محمد عبدالحکیم حامد کی کتاب ''الغلو فى الدين فى العصر الحديث''، عبدالرحمٰن بن معلا اللویحق کی کتاب ''الغلو فى الدين فى حياة المسلمين المعاصرة'' اور سالم بہنساوی کی دو کتابیں ''شبهات حول الفكر الإسلامى فى المعاصر'' اور ''الحكم و قضية تكفير المسلم'' مفید ہیں۔

---

[1] مصباح الظلام / عبداللطيف بن عبدالرحمن آل شيخ ص (١٤٣).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۲)

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اور شیعی فکر

شیعہ اور رفض کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم

شیعہ کا لغوی مفہوم:

شیعہ کا معنی ہے مددگار و پیروکار۔ جس طرح "وَالاہ" کا معنی اس نے اس سے محبت و دوستی کی اسی طرح "شَایَعَہٗ" کا معنی اس نے اس کی مدد کی اور ساتھ دیا۔ اور "تشیع الرجل" کا مطلب ہے شیعیت کا دعویٰ کیا، جب کہ تشایع القوم کا مفہوم ہے: "ایک دوسرے کا ساتھ دیا۔" اس طرح ہر جماعت جو ایک خیال اور ایک مقصد پر متفق ہو وہ سب "شیعہ" کہلاتے ہیں۔ اور اللہ کے فرمان: ﴿كَمَا فُعِلَ بِأَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ۚ﴾ (سبـــاء: ٥٤) میں "اشیاع" ہم مثل کے معنی میں ہے، ترجمہ ہے: جیسے کہ اس سے پہلے بھی ان جیسوں کے ساتھ کیا گیا۔ ❶

المصباح المنیر میں ہے کہ "الشیـــعة" کا معنی معاونین و پیروکار اور ہر جماعت جو کسی ایک چیز پر متفق ہو وہ شیعہ ہے۔ پھر بعد کے ادوار میں "شیعہ" کا اطلاق ایک مخصوص جماعت پر ہونے لگا، اس کی جمع "شیع" ہے، جیسے سدرۃ کی جمع سدر ہے۔ اور "اشیاع" جمع الجمع ہے اور کہا جاتا ہے کہ "شیعت رمضان لست من شوال ❷ یعنی رمضان نے شوال کے چھ روزوں کا ساتھ دیا۔

اس طرح شیعہ کا لغوی معنی: قوم، ساتھی، پیروکار اور اعوان و انصار ہوتا ہے۔ اور اس معنی میں قرآن کی بعض آیات وارد ہیں۔ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿فَوَجَدَ فِيهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ ۫ هَٰذَا مِنْ شِيعَتِهِ وَهَٰذَا مِنْ عَدُوِّهِ ۖ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ ۙ﴾ (القصص: ١٥)

"اس میں دو آدمیوں کو پایا کہ لڑ رہے ہیں، یہ اس کی قوم سے ہے اور یہ اس کے دشمنوں میں سے ہے۔ تو جو اس کی قوم سے تھا اس نے اس سے اس کے خلاف مدد مانگی جو اس کے دشمنوں سے تھا۔"

اور فرمایا:

﴿وَإِنَّ مِنْ شِيعَتِهِ لَإِبْرَاهِيمَ ﴿٨٣﴾﴾ (الصافات: ٨٣)

"اور بے شک اس کے گروہ میں سے یقیناً ابراہیم (بھی) ہے۔"

---

❶ الصحاح / الجوهري اور لسان العرب مادة: شيع .

❷ المصباح المنير مادة: شيع .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پس پہلی آیت میں لفظ شیعہ قوم کے معنی میں ہے اور دوسری آیت میں ایک ہم خیال اور ہم مقصد جماعت کے معنی میں ہے۔

شیعہ کا اصطلاحی مفہوم:

بنیادی طور پر شیعہ کا اصطلاحی مفہوم ان کی نشو ونما اور اعتقادی مراحل سے مربوط ہے، کیونکہ یہ بات مشاہدہ میں رہی ہے کہ شیعی عقائد وافکار میں برابر تبدیلیاں اور اتار چڑھاؤ ہوتا رہا ہے۔ تشیع کا جو معنی شروع اسلامی دور میں تھا وہ بعد کے تشیع سے مختلف ہے، چنانچہ شروع اسلامی دور میں صرف وہ لوگ شیعہ کہے جاتے تھے جو علی رضی اللہ عنہ کو عثمان رضی اللہ عنہ پر مقدم مانتے تھے۔ ❶ اسی لیے کہا گیا ''شیعی وعثمانی'' یعنی یہ شیعہ ہے اور یہ عثمانی ہے۔ ایسی صورت میں شروع اسلامی دور کے شیعہ کی تعریف ہے: علی رضی اللہ عنہ کو عثمان رضی اللہ عنہ پر مقدم ماننے والی جماعت۔ ❷

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''پہلے کے شیعہ جو کہ علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تھے وہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو علی رضی اللہ عنہ سے افضل مانتے تھے۔'' ❸

اور شریک بن عبداللہ کہ جن کو تشیع سے متصف کیا جاتا ہے، انھوں نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر علی (رضی اللہ عنہ) کو فضیلت دینے والوں کو ''شیعہ'' کہنے سے منع کیا ہے، کیونکہ یہ عقیدہ علی رضی اللہ عنہ سے متواتر ثابت شدہ آثار و اقوال کے خلاف ہے اور تشیع کا مطلب ہے تائید و متابعت کرنا نہ کہ مخالفت اور انکار۔ ❹

امام ابن بطہ نے اپنے استاذ ابوالعباس بن مسروق روایت کیا ہے کہ انھوں نے اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن زیاد بن جریر کا بیان ہے کہ ابواسحاق السبیعی کوفہ آئے تو شہر بن عطیہ نے ہم لوگوں سے کہا: چلو ہم سب ان کے پاس چلیں، چنانچہ ہم لوگ گئے اور بات چیت کی۔ ابواسحاق السبیعی نے بتایا کہ جس وقت میں کوفہ سے گیا تھا اس وقت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی افضلیت اور خلافت میں ان دونوں کی تقدیم پر کوئی شک نہ کرتا تھا اور آج میں آیا ہوں تو دیکھ رہا ہوں کہ لوگ کیا کیا کہہ رہے ہیں، نہیں اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ یہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ ❺

علامہ محبّ الدین الخطیب اس واقعہ کی روشنی میں فرماتے ہیں کہ مذہب تشیع کے دور ارتقاء کی تحدید کے لیے یہ ایک اہم تاریخی عبارت ہے، کیونکہ ابواسحاق السبیعی کوفہ کے شیخ اور وہاں کے بڑے عالم تھے۔ ❻ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آپ کی شہادت سے تین سال قبل پیدا ہوئے اور ایک لمبی عمر پا کر ۱۲۷ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں آپ بچے تھے، اپنے بارے میں آپ خود فرماتے ہیں کہ میرے ابا نے مجھے اوپر اٹھایا یہاں تک کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کو خطبہ دیتے ہوئے دیکھ لیا، ان کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے، لہٰذا اگر ہم یہ جان لیں کہ آپ نے کوفہ کب چھوڑا تھا اور دوبارہ کب وہاں واپس آئے اور زیارت کی،

---

❶ أصول الشیعة الإمامیة (۱/ ٦٤).
❷ فتاوی ابن تیمیة (۳/ ۱۵۳) فتح الباری (۷/ ۳٤).
❸ منهاج السنة (۲/ ٦٠).
❹ أصول الشیعة الإمامیة الاثنا عشریة (۱/ ٦٥).
❺ المنتقی ص (۳۷۵).
❻ تهذیب التهذیب (۸/ ٦۳) الخلاصة ص (۲۹۱).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تو ہم بالتحدید وہ مدت اور وقت جان لیں گے جس میں کوفہ کے شیعہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو افضلیت دینے میں اپنے امام یعنی علی رضی اللہ عنہ کے ہم خیال تھے اور یہ بھی جان لیں گے کہ کب سے یہ لوگ علی رضی اللہ عنہ سے الگ ہونے لگے اور آپ کے اس ایمان وعقیدہ سے مخالفت کرنے لگے جس میں آپ اپنے دونوں بھائیوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ساتھیوں، وزیروں اور آپ کی امت پر امت کے پاکیزہ دور کے دونوں خلفاء یعنی ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی افضلیت کا اقرار کرتے تھے اور آپ نے اس عقیدہ کا اعلان منبر کوفہ سے کرتے تھے۔ ❶

لیث بن ابوسلیم فرماتے ہیں کہ میں نے شروع اسلامی دور کے شیعہ کو دیکھا ہے وہ ابوبکر وعمر پر کسی کو فضیلت نہ دیتے تھے۔ ❷

مختصر تحفہ اثنا عشریہ کے مصنف لکھتے ہیں:

''امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جو انصار ومہاجرین اور تابعین رحمہم اللہ تھے سب کے سب آپ کے حقوق کو پہچانتے تھے اور افضلیت واحترام میں آپ کو آپ کا مقام دیتے تھے، انھوں نے اصحاب رسول میں آپ کے بھائیوں میں سے کسی کی شان میں گستاخی اور اس کی بے احترامی نہیں کی، چہ جائیکہ انھیں کافر کہیں یا گالیاں دیں۔'' ❸

لیکن تشیع کا یہ مفہوم اپنی سادگی، شفافیت اور پاکیزگی ومعنویت کے ساتھ زیادہ عرصہ تک باقی نہ رہا، بلکہ اس کے اصولوں میں تبدیلی آ گئی اور شیعیت کئی خانوں میں تقسیم ہوگئی اور تشیع سر چھپانے کا وہ پردہ بن گیا جس کی آڑ میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہر سازش کرنے والا اور حاسد اپنا سر چھپانے لگا۔ اسی لیے شیخین پر طعن کرنے والوں کو ہم ''رافضہ'' کہتے ہیں، کیونکہ وہ ''تشیع'' کے اوصاف سے متصف نہیں ہیں۔ ❹

جس شخص کی نگاہ میں شیعہ فرقہ کے اعتقادی ارتقاء کی تاریخ ہے اسے بعض نامور محدثین اور علماء کی جماعت پر شیعہ کا لقب دیکھ کر حیرت میں نہیں پڑنا چاہیے، ممکن ہے تاریخ کے صفحات میں اہل سنت کے کچھ قائدین پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہوا ہو، اس لیے کہ سلف کے زمانے میں اس لفظ کا جو مفہوم اور معنی تھا وہ متاخرین شیعہ کے معنی ومفہوم سے مختلف ہے، دونوں ادوار میں یہ لفظ دو معنوں میں مستعمل ہوا ہے، اسی لیے امام ذہبی رحمہ اللہ بدعت تشیع سے متہم محدثین کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''بدعت کی دو قسمیں ہیں، ایک ہے بدعت صغریٰ، جس کی مثال ہے تشیع کا غلو، یا تشیع غلو۔ یہ بات تابعین اور تبع تابعین میں زیادہ دیکھنے کو ملے گی، باوجود یہ کہ وہ دین دار، متقی اور صداقت کے خوگر تھے، اگر ان کی احادیث رد کر دی جائیں تو آثار نبویہ کا ایک مجموعہ ختم ہو جائے گا جو کہ ایک واضح اور بڑا نقصان ہے اور دوسری قسم ہے: بدعت کبریٰ، جس کی مثال کامل رفض اور اس میں غلو پرستی کا عقیدہ ہے اور اس

❶ حاشية المنتقى ص (٣٧٥، ٣٧٦). ❷ المنتقى ص (٣٧٥، ٣٧٦).
❸ مختصر التحفة الاثنا عشرية ص (٣). ❹ أصول الشيعة الإمامية الاثنا عشرية (١/ ٦٦، ٦٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی تحقیر وتنقیص ان کے حق میں گستاخی کی دعوت دینا شامل ہے، پس یہ قسم ان کے حق میں نہیں ہے اور نہ ہی ان کے لیے باعث فضل واحترام ہے۔ اس بدعت کا عقیدہ رکھنے والوں میں آج کوئی بھی ایک شخص ایسا نہیں پیش کیا جاسکتا جو سچا ہو اور پاک ہو، بلکہ جھوٹ ان کا شعار اور تقیہ ونفاق ان کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ بھلا ایسے شخص کی روایات کب قبول کی جاسکتی ہیں، ہرگز نہیں، ایسا کبھی نہیں ہوسکتا۔ سلف کے زمانہ اور ان کے عرف میں سب سے متعصب شیعہ وہ تصور کیا جاتا تھا جس نے عثمان، زبیر، طلحہ، معاویہ اور علی رضی اللہ عنہم کے مدمقابل میں لڑنے والے صحابہ کرام پر زبان درازیاں کی ہوں اور انھیں برا بھلا کہا ہو، جب کہ ہمارے زمانہ اور عرف میں متعصب شیعہ وہ ہے جو ان پاکیزہ ومحترم شخصیتوں کی تکفیر کرے اور شیخین سے تبرّا بازی کرے، ایسا شخص گمراہ اور افترا پرداز ہے۔'' ❶

خلاصہ یہ کہ تشیع کے کئی درجات ومراحل اور ارتقائی ادوار ہیں۔ اسی طرح اس میں مختلف فرقے اور جماعتیں ہیں۔ شیعہ کی تعریف اور اس کے مفہوم کی وضاحت کو یہیں بند کرنے سے پہلے میں ایک بات کی طرف اشارہ کرتا چلوں وہ یہ کہ فرق و مذاہب کی بیشتر تالیفات میں ''شیعہ'' کی جو تعریفات ہیں اس میں ''شیعہ امامیہ'' کی تعریف متبعین علی سے کی گئی ہے، جب کہ یہ تعریف ایک غلط نتیجہ کی حامل ہے اور اجماع امت کے خلاف ہے۔ اس تعریف کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ بھی شیعی اور شیعوں کے عقیدہ کے قائل تھے، حالانکہ آپ اپنے اور اپنے بیٹوں کے بارے میں شیعہ عقائد ونظریات سے بالکل پاک ہیں، لہٰذا یہ ابہام دور کرنے کے لیے تعریف میں قید واحتراز بڑھانا ضروری ہے، پس شیعہ کی تعریف یوں کی جائے گی کہ یہ وہ لوگ ہیں جو خود کو متبعین علی میں شمار کرتے ہیں حالانکہ حقیقت میں آپ کے متبع نہیں ہیں اور نہ ہی امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ ان کے عقائد سے متفق ہیں۔ ❷

یا یوں تعریف کی جائے کہ حبِّ علی کے دعوے دار، یا رافضہ...... بعض علماء نے تعریف میں رافضہ ہی کا لفظ استعمال کرتے ہوئے کہا ہے: یہ وہ روافض ہیں جو حبِّ علی کی طرف منسوب ہیں۔ ❸ پس یہ لوگ علی رضی اللہ عنہ کے پیروکار شیعہ کے منہج پر نہیں ہیں بلکہ جھوٹی محبت کے دعوے دار اور روافض ہیں۔ ❹

رفض کا لغوی مفہوم:

رفض کا لغوی معنی ہے چھوڑ دینا۔ کہا جاتا ہے: ''رفضتُ الشیئ'' ❺ یعنی میں نے فلاں چیز کو چھوڑ دیا۔ گویا رفض کا لغوی معنی ہوا چھوڑ دینا اور کنارہ کش ہونا۔

رافضہ کا اصطلاحی مفہوم:

آل بیت کی محبت کا مدعی اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما اور چند ایک کو چھوڑ کر بقیہ تمام اصحاب نبی سے تبرّا ان کی تکفیر اور

❶ میزان الاعتدال / الذهبی (۱/ ۵، ٦) لسان المیزان (۱/ ۹، ۱۰).
❷ أصول الشیعة الإمامیة الاثنا عشریة (۱/ ٦۸). ❸ منهاج السنة (۲/ ۱۰٦).
❹ أصول الشیعة الإمامیة الاثنا عشریة (۱/ ٦۹).
❺ القاموس المحیط (۲/ ۳۳۳) مقاییس اللغة (۲/ ٤۲۲).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سب وشتم کے لیے مشہور فرقہ کا نام ''رافضہ'' ہے۔ ❶ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ روافض وہ لوگ ہیں جو اصحاب نبی سے تبرّا کرتے ہیں، انھیں گالیاں دیتے ہیں اور ان کی تحقیر و تذلیل کرتے ہیں۔ ❷ اور آپ کے بیٹے عبداللہ رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں نے اپنے باپ سے روافض کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر سب وشتم کرتے ہیں۔ ❸

قوام السنۃ (سنت کے ستون) کہے جانے والے امام ابوالقاسم التیمی رحمہ اللہ ان کی تعریف میں فرماتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیتے ہیں۔ ❹

اسلام کی طرف منسوب ہونے والے فرقوں میں روافض کا فرقہ، شیخین یعنی ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دینے میں منفرد ہے، اللہ انھیں ہلاک کرے یہ ان کی سب سے بڑی رسوائی ہے۔ ❺

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے صرف رافضہ نے بغض کیا اور انھیں ملعون ٹھہرایا، دوسرے کسی فرقے نے ایسا نہیں کیا۔'' ❻

ہماری اس بات کی ان کی کتابوں میں شہادت موجود ہے کہ انھوں نے شیخین کی عداوت اور ان دونوں کے شان میں گستاخی کو اپنے اور غیروں کے درمیان جنھیں وہ ''نواصب'' کہتے ہیں، حد فاصل قرار دے دیا ہے، چنانچہ درازی نے محمد بن علی بن موسیٰ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا: میں نے علی بن محمد علیہ السلام ❼ سے خط کے ذریعے سے نواصب کے بارے میں دریافت کیا کہ کسی ناصبی کے امتحان کے لیے اس سے زیادہ کسی ثبوت کی ضرورت ہے کہ وہ جبت اور طاغوت ❽ کو خلافت میں مقدم مانتا ہو؟ اور ان دونوں کی امامت کا عقیدہ رکھتا ہو؟ انھوں نے جواب دیا: جس کا یہ عقیدہ ہو وہی ناصبی ہے۔ ❾

روافض کی وجہ تسمیہ:

جمہور محققین کی نگاہ میں روافض کو اس نام سے موسوم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے زید بن علی کے لشکر میں رہتے ہوئے اس وقت آپ کا ساتھ چھوڑ دیا تھا جب آپ نے ۱۲۱ھ میں ہشام بن عبدالملک پر چڑھائی کے وقت

❶ الأنصار للصحب والآل ص (۲۵). ❷ طبقات الحنابلۃ / ابن أبی یعلیٰ (۱/ ۳۳).

❸ السنۃ/ الخلال، اثر نمبر (۷۷۷) محقق نے کہا: اس کی سند صحیح ہے۔

❹ الحجۃ فی بیان المحجۃ (۲/ ۴۷۸).

❺ الانتصار للصحب و الآل ص (۲۶).

❻ مجموع الفتاوی (۴/ ۴۳۵).

❼ شیعہ امامیہ کے بارہ معہود اماموں میں سے ایک ہیں۔ وفیات الأعیان (۳/ ۲۷۲)

❽ شیعہ جبت اور طاغوت سے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو مراد لیتے ہیں جیسا کہ ان کی ایک معتبر تفسیر ''تفسیر العیاشی'' (۱/ ۲۴۶) میں فرمان الٰہی: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْکِتٰبِ یُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ﴾ کی تفسیر میں لکھا ہے۔

❾ المحاسن النفسانیۃ / محمد آل عصفور الدرازی ص (۱۴۵).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انھیں شیخین سے تبرّا بازی کرنے سے منع کردیا، امام ابوالحسن الاشعری فرماتے ہیں کہ زید بن علی، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بقیہ اصحاب رسول پر فضیلت نہیں دیتے تھے۔ ابوبکر وعمر سے محبت کرتے تھے اور ظالم ائمۃ المسلمین کے خلاف خروج (بغاوت) کو جائز سمجھتے تھے، پھر جب آپ نے کوفہ میں اپنے اوپر بیعت کرنے والوں میں سے بعض کو ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر طعن وتشنیع کرتے سنا تو انھیں منع کیا، جس کی وجہ سے وہ لوگ جنھوں نے آپ پر بیعت کی تھی وہ آپ سے الگ ہوئے۔ تب آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: "رفضتمونی" ❶ یعنی تم لوگوں نے مجھے چھوڑ دیا۔ پھر ان کے اسی لفظ کی وجہ سے وہ رافضہ کہے جانے لگے۔ قوام السنہ، ❷ رازی، ❸ شہرستانی ❹ اور ابن تیمیہ رحمہم اللہ نے روافض کی یہی وجہ تسمیہ بتائی ہے، جب کہ امام اشعری نے ان کی وجہ تسمیہ ایک دوسری بھی بتائی ہے وہ یہ کہ انھیں رافضہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ انھوں نے ابوبکر وعمر کی امامت کا رفض کردیا یعنی اسے نہیں تسلیم کیا ہے۔ ❺

موجودہ دور کے روافض:

آج کے روافض اپنے حق میں یہ نام سن کر طیش میں آجاتے ہیں اسے نہیں پسند کرتے، ان کا خیال ہے کہ ہمارے مخالفین اس نام سے ہمیں بدنام کررہے ہیں۔ محسن الامین لکھتا ہے:

> "رافضی ایک ایسا لقب ہے جس کے ذریعے سے علی رضی اللہ عنہ کو خلافت میں مقدم ماننے والوں کو متہم کیا جاتا ہے اور اکثر اس کا استعمال دل کا بھڑاس نکالنے اور انتقامی جذبہ کے تحت ہوتا ہے۔" ❻

یہی وجہ ہے کہ وہ موجودہ دور میں خود کو شیعہ کہتے ہیں اور عوام میں اسی نام سے مشہور بھی ہیں، بعض مصنفین اور مثقفین بھی اسی خیال سے متاثر ہیں اور روافض کو شیعہ کہتے ہیں، حالانکہ حقیقت میں لفظ شیعہ ایک عام اصطلاح ہے جس کا مفہوم ہر اس شخص پر صادق آتا ہے جو علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرے۔ ❼

عقائد اور فرقوں پر معلومات رکھنے والوں نے انھیں تین قسموں میں تقسیم کیا ہے:

ا: **غلو پرست:** ان لوگوں نے علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت میں مبالغہ آرائی سے کام لیا اور آپ کو الوہیت یا نبوت کا درجہ دے دیا۔

ب: **روافض:** یہ لوگ مسئلہ خلافت میں علی رضی اللہ عنہ کی نامزدگی پر تنصیص کے دعوے دار ہیں اور آپ سے پہلے کے خلفاء اور عام صحابہ سے تبرّا کے قائل ہیں۔

ج: **زیدیہ:** یہ زید بن علی علیہ السلام کے پیروکاروں کی جماعت ہے، یہ لوگ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے محبت رکھنے کے ساتھ دیگر تمام صحابہ پر علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ ❽

---

❶ مقالات الإسلامیین (۱/ ۳۷)۔ ❷ الحجة فی بیان المحجة (۲/ ۴۷۸)۔

❸ اعتقادات فرق المسلمین و المشرکین ص (۵۲)۔

❹ الملل و النحل (۱/ ۱۵۵)۔ ❺ منهاج السنة (۱/ ۸) مجموع الفتاوٰی ۱۳/ ۳۶)۔

❻ أعیان الشیعة (۱/ ۲۰)۔ ❼ مقالات الإسلامیین (۱/ ۶۵) الملل والنحل (۱/ ۱۴۴)۔

❽ مقالات الإسلامیین (۱/ ۳۷، ۶۶، ۸۸) الملل والنحل (۱/ ۲۵)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا بلا کسی قید واحتراز کے روافض کو شیعہ کہنا درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ شیعہ کی اصطلاح میں "زیدیہ" بھی داخل ہیں جنھیں ابوبکر وعمر سے عقیدت ہے، بلکہ روافض کو مطلقاً شیعہ کہنے سے، متقدمین شیعہ جو کہ علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے بعد کے ادوار میں تھے، ان سے التباس پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ جب کہ وہ لوگ شیخین کی افضلیت اور تقدیم پر متفق تھے، فقط علی رضی اللہ عنہ کو عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل مانتے تھے۔ ان کے علاوہ بھی بہت سارے اہل علم اور خیر و فضل میں مشہور لوگ بھی اس خیال سے متفق تھے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"متقدمین شیعہ کہ جنھوں نے علی رضی اللہ عنہ کی صحبت پائی، یا آپ کے زمانے میں رہے، انھیں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہ کی افضلیت وتقدیم پر کبھی کوئی اعتراض نہ تھا، انھیں جو کچھ بھی اختلاف تھا وہ علی وعثمان رضی اللہ عنہما کے مابین تقدیم پر تھا۔" [1]

چنانچہ مذکورہ تحقیق کے پیش نظر روافض کو مطلقاً شیعہ کہنا واضح ترین غلطیوں میں سے ہے، پھر روافض کی دیکھا دیکھی بعض معاصرین بھی یہ غلطی کر بیٹھتے ہیں۔ اس تدلیس کے رواج پانے کی وجہ یہ ہے کہ جب روافض نے دیکھا کہ علمائے سلف کثرت سے ان کی مذمت کرنے لگے ہیں اور ان کے تئیں غم وغصہ بڑھتا جارہا ہے تو سادہ لوح اور عموماً انھیں شیعہ نہ جاننے والوں کو اپنی حقیقت سے ناآشنا رکھنے اور انھیں دھوکا میں رکھنے کے لیے اس لقب کو اپنی ذات سے کھرچ دینا چاہا اور خود کو شیعہ کی اصطلاح سے جوڑ دیا، پھر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض نوآموز طلبہ جنھیں ان مصطلحات کی حقیقت سے واقفیت نہ تھی وہ روافض کے احکام اور شیعہ کے احکام خلط ملط کر بیٹھے، بس اس وجہ سے کہ شیعہ میں روافض بھی داخل ہیں اور پھر یہ گمان کر بیٹھے کہ متقدمین اہل علم کے جو اقوال شیعہ کے بارے میں وارد و ثابت ہیں روافض بھی ان میں شامل ہیں، جب کہ حقیقت میں علمائے متقدمین نے تمام احکامات میں شیعہ و روافض میں فرق کیا ہے۔ [2]

لہٰذا اس تفریق کا واجبی تقاضا یہ ہے کہ روافض کو ان کے حقیقی نام ہی سے پکارا جائے اور انھیں مطلقاً شیعہ نہ کہا جائے اور اگر ان کے لیے شیعہ کی اصطلاح استعمال کی جائے تو اسے ان کے مخصوص اوصاف سے مقید بھی کیا جائے، جیسے کہ ان کا نام ذکر کرتے ہوئے علماء کی روش رہی ہے مثلاً کہا جائے: "شیعہ امامیہ" اور "شیعہ اثنا عشریہ" وغیرہ واللہ اعلم۔ [3]

روافض شیعہ اور ان کی نشو ونما میں یہودیوں کا کردار

روافض شیعہ کے بنیادی عقائد کا موسس کہ جن پر ان کے دیگر عقائد قائم ہیں عبداللہ بن سبا نامی ایک یہودی ہے، جو یمن کا باشندہ تھا، خلیفۂ راشد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اسلام لایا اور خبث باطن پر مبنی اپنے عقیدہ

---

[1] منهاج السنة (۱/ ۱۳).
[2] الانتصار للصحب والآل ص (۳۰).
[3] الانتصار للصحب والآل ص (۳۲).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کو رواج دینے کے لیے مسلمانوں کے شہروں میں گھومنے لگا۔ مورخ طبری کے زبانی اس کی تفصیل اس طرح ہے:

''عبداللہ بن سبا صنعاء کا باشندہ ایک یہودی تھا۔ اس کی ماں کا نام سوداء تھا، عثمان کے زمانہ میں اسلام لایا، پھر مسلمانوں کے شہروں میں انھیں گمراہ کرنے کے لیے گھومنے لگا، پہلے حجاز پھر بصرہ، پھر کوفہ، پھر شام گیا۔ اہل شام میں اسے کہیں کوئی کامیابی نہ ملی، انھوں نے اسے بھگا دیا، وہ مصر پہنچا اور وہیں سکونت اختیار کرلی، پھر ان میں یہ بات رکھی کہ عجیب بات ہے لوگ عیسیٰ (علیہ السلام) کی رجعت پر ایمان تو رکھتے ہیں لیکن نبی اسلام کی رجعت ماننے کے لیے تیار نہیں، جب کہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ﴾ (القصص: ۸۵)

''بے شک جس نے تجھ پر یہ قرآن فرض کیا ہے وہ ضرور تجھے ایک لوٹنے کی جگہ کی طرف واپس لانے والا ہے۔''

لہٰذا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عیسیٰ (علیہ السلام) سے زیادہ رجعت کے مستحق ہیں، چنانچہ اس کی اس بات کی پذیرائی ہوئی، اس نے عقیدۂ رجعت کا شوشہ چھوڑا اور سب نے اس پر غور وخوض کیا، اس کے بعد اس نے ان لوگوں سے کہا: ہزاروں انبیاء گزر چکے ہیں اور ہر نبی کا کوئی وصی ہوا کرتا تھا، علی محمد کے وصی ہیں۔ پھر کہا: محمد خاتم الانبیاء ہیں اور علی خاتم الاوصیاء ہیں۔ بھلا اس شخص سے ظالم کون ہوسکتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کو نافذ نہ کرے، رسول کے وصی پر چڑھ دوڑے اور امت کے معاملات کو اپنے ہاتھ میں لے لے، پھر صراحت سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی کے زندہ ہوتے ہوئے عثمان نے خلافت پر ناحق قبضہ کرلیا ہے، آپ لوگ اس معاملے کو لے کر اٹھیں، اسے آگے بڑھائیں، اپنے امراء و حکام کو اعتراضات اور طعن وتشنیع کا نشانہ بنائیں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مظاہرہ کریں، عوام آپ کی طرف جھک جائے گی، پھر اس نے اپنے کارندوں کو دوسرے شہروں میں پھیلا دیا اور جو لوگ اس کے خیالات ونظریات سے بگڑ چکے تھے ان سے خط وکتابت کی، مراسلات ہوئے اور پھر خفیہ طور پر وہ سب اپنی رائے پر متفق ہوئے۔'' [1]

اس طرح رافضی عقیدہ کا آغاز ہوا اور مسلسل ابن سبا کے یہ خودساختہ عقائد گمراہوں اور بھٹکے ہوئے انسانوں کے خون اور دل ودماغ میں گردش کرتے رہے، یہاں تک کہ اس کا بدترین نتیجہ اس بگڑی ہوئی مختصر سی جماعت کے ہاتھوں خلیفہ راشد عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی شکل میں ظاہر ہوا اور علی رضی اللہ عنہ کا زمانہ آتے آتے یہ عقائد دل ودماغ کی سرحدوں کو پار کرکے میدان عمل میں نمودار ہونے لگے اور جب علی رضی اللہ عنہ کو ان کا علم ہوا تو آپ نے سختی سے اس کی مخالفت کی اور ان سے اپنی براءت کا اعلان کیا، چنانچہ بسند صحیح علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ابن عساکر عمار الدہنی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: میں نے ابوطفیل کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے مسیّب بن نجبہ کو دیکھا

---

[1] تاریخ الطبري (۵/ ۳٤۷).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کہ وہ ایک آدمی کا گریبان پکڑے ہوئے آئے، وہ ابن السوداء تھا اور علی رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما تھے، آپ نے پوچھا: اس کا کیا معاملہ ہے؟ مسیب نے کہا: اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھتا ہے۔ ❶ اور یزید بن وہب کی سند سے مروی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "مَا لِيْ وَ لِهٰذَا الْحَمِيْتِ الْاَسْوَدِ" (اس کالے کلوٹے کا کیا معاملہ ہے) نیز یہی روایت بسند یزید بن وہب عن سلمہ عن شعبہ عن علی بن ابی طالب مروی ہے۔ اس میں ہے کہ: "مَالِيْ وَلِهٰذَا الْحُمِيَتِ الْاَسْوَدِ يَعْنِيْ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ سَبَا ." ❷ "اس کالے کلوٹے کا کیا معاملہ ہے، اس سے مراد عبداللہ بن سبا تھا۔"

یہ روایات علی رضی اللہ عنہ سے صحیح سندوں سے ثابت ہیں۔ ❸

اسلامی تاریخ کے مورخین، نیز فرقوں اور عقائد کے مولفین کا بیان ہے کہ جب ابن سبا نے علی رضی اللہ عنہ کی ذات کو ربوبیت سے متصف کیا تو آپ نے اسے اور اس کے معتقدین کو آگ میں جلا دیا۔ ❹

علامہ جرجانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سبائی روافض عبداللہ بن سبا کی طرف منسوب ہیں، روافض میں سب سے پہلے اس نے کفر کا ارتکاب کیا اور کہا کہ علی، رب العالمین ہیں، چنانچہ علی رضی اللہ عنہ نے اسے اور اس کے ماننے والوں کو آگ میں جلا دیا۔ ❺ سبائیوں پر گفتگو کرتے ہوئے علامہ ملطی لکھتے ہیں کہ سبائی عبداللہ بن سبا کے پیروکاروں کو کہتے ہیں، انھوں نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا: بس آپ، آپ! آپ نے کہا: میں کون؟ انھوں نے کہا: الخالق الباری، پھر آپ نے ان سے توبہ کروائی، لیکن یہ لوگ باز نہ آئے، آپ نے ان کے لیے کافی آگ جلوائی اور یہ شعر گنگناتے ہوئے انھیں جلا دیا:

اَجَّجْتُ نَارِيْ وَ دَعَوْتُ قُنْبَرًا   لَمَّا رَاَيْتُ الْاَمْرَ اَمْرًا مُنْكَرًا

"جب میں نے دیکھا کہ یہ امر منکر ہے تو میں نے قنبر کو بلایا اور اپنی آگ بھڑکا دی۔"

بعض مورخین کا خیال ہے کہ آپ نے ابن سبا کو آگ میں نہیں جلایا بلکہ اسے مدائن جلاوطن کر دیا، پھر جب آپ کی وفات ہوگئی تو یہ دعویٰ کیا کہ علی فوت نہیں ہوئے ہیں اور آپ کی موت پر تعزیت کا اظہار کرنے والوں سے کہا: اگر تم لوگ ان کے دماغ کو ستر تھیلیوں میں لاؤ پھر بھی ہم ان کی موت کو ماننے والے نہیں۔ ❻

لیکن پہلا قول ہی زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے، کیونکہ صحیح بخاری میں عکرمہ سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ زندیق لوگ پکڑ کر لائے گئے تو آپ نے انھیں آگ میں جلا دیا اور جب ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا: اگر ان کی جگہ میں ہوتا تو انھیں آگ سے نہ جلاتا، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ((لَا تُعَذِّبُوْا بِعَذَابِ اللّٰهِ)) اللہ کے عذاب سے دوسروں کو عذاب نہ دو، بلکہ میں انھیں قتل کرتا، اس لیے کہ رسول

❶ تاریخ دمشق بحوالہ الانتصار للصحب و الآل ص (۳۵). ❷ فتح الباری (۷/ ۳۶۸).
❸ عبداللہ بن سبا/ العودہ۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے ان کی اسانید پر صحت کا حکم لگایا ہے۔
❹ الانتصار للصحب و الآل ص (۳۶). ❺ التعریفات ص (۱۰۳).
❻ الفصل / ابن حزم (۵/ ۳٦) التبصیر فی الدین / اسفرائینی.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ)) ''جو اپنا دین بدل دے اسے قتل کر دو۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ان نذر آتش کیے گئے روافض کے بارے میں چند ایک روایات کو ذکر کرنے کے بعد اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ لوگ بت پرست تھے اور بعض روایات میں ہے کہ یہ لوگ اسلام سے مرتد ہو گئے تھے، بہرحال ان کی تعیین کے بارے میں ان مختلف فیہ روایتوں کے بعد لکھتے ہیں: ابوالمظفر اسفرائینی کا خیال ہے کہ جن روافض کو آپ نے آگ میں جلایا تھا انھوں نے آپ کے بارے میں الوہیت کا دعویٰ کیا تھا۔ یہ لوگ حقیقت میں سبائی تھے اور ان کا سردار عبداللہ بن سبا یہودی تھا، جس نے اسلام کے لبادہ میں اس فکر کا شوشہ چھوڑا، اس بات کا ثبوت اس سے مل سکتا ہے کہ جو ہم نے ابوطاہر المخلص سے اور انھوں نے عبداللہ بن شریک العامری کی روایت سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: علی رضی اللہ عنہ کو کچھ لوگوں نے اطلاع دی کہ مسجد کے دروازہ پر کچھ لوگ بیٹھے ہیں اور آپ کے بارے میں دعویٰ کر رہے ہیں کہ آپ ان کے رب ہیں، پھر آپ نے انھیں بلایا اور فرمایا: تمھارا ستیاناس ہو، تم لوگ کیا کہہ رہے ہو؟ انھوں نے کہا: آپ ہمارے رب اور رازق ہیں۔ [1] پھر آپ نے پوری روایت نقل کی جس میں یہ بھی ہے کہ پھر علی رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ ان سے توبہ کرنے کا مطالبہ کیا، لیکن وہ سب اپنی بات سے باز نہ آئے، بالآخر آپ نے گڑھے میں آگ دہکا کر کے اس میں انھیں جلا دیا اور کہا:

اَجَّجْتُ نَارِیْ وَ دَعَوْتُ قُنْبَرَا لَمَّا رَاَیْتُ الْاَمْرَ اَمْرًا مُنْكَرًا

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی سند حسن ہے۔ [2]

بہرحال ان روایات کو ذکر کرنے سے اس دور میں علی رضی اللہ عنہ کی ذات کے بارے میں روافض شیعہ بنی بر غلو عقائد کے ظہور کے نشان دہی مقصود ہے اور یہ بتانا ہے کہ ان کی سزا کے لیے علی رضی اللہ عنہ کو اتنا سخت موقف اختیار کرنا پڑا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس سلسلہ میں گفتگو کرنا پڑی۔

اسی طرح آپ کے دور میں جن دیگر عقائد کا ظہور ہوا اور تشیع کی زنجیر سے جڑتے گئے، مثلاً تمام صحابہ سے آپ کو افضل ثابت کرنا اور شیخین پر مقدم کرنا، آپ نے ان سب کی تردید کی، اگر صحابہ کو گالی دینے اور انھیں خطا کار ٹھہرانے کا رواج کسی قوم میں تھا تو وہ بس یہی گمراہ روافض تھے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جب شیعوں نے بدعتیں ایجاد کیں تو آپ نے ان کی تردید کی، ان کی تین جماعتیں تھیں:

غالیہ: سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی شان میں غلو

سبابۃ: صحابہ کو سب وشتم کرنے والی

مفضلہ: علی رضی اللہ عنہ کو دوسروں پر ترجیح دینے والی

○ پہلی جماعت یعنی غالیہ کو آپ نے آگ سے جلا دیا، اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک دن آپ باب کندہ سے نکل

---

[1] فتح الباری (۱۲/ ۲۷۰).
[2] فتح الباری (۱۲/ ۲۷۰).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رہے تھے کہ کچھ لوگ آپ کے سجدہ میں گر گئے، آپ نے فرمایا: یہ کیا؟ انھوں نے کہا: آپ ہی تو اللہ ہیں، چنانچہ آپ نے تین مرتبہ انھیں توبہ کرنے کے لیے کہا، لیکن وہ باز نہ آئے، تیسری مرتبہ آپ نے گڑھے کھدوائے، اس میں خوب آگ دہکائی، پھر اس میں انھیں ڈال دیا۔

- رہی سبابہ یعنی صحابہ پر سب وشتم کرنے والی جماعت تو آپ کو جب اطلاع ملی کہ فلاں شخص ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیتا ہے تو آپ نے اسے قتل کرنے کا مطالبہ کیا، یہ سن کر وہ قرقیسیاء بھاگ گیا اور آپ کو برا بھلا کہنے لگا، علی رضی اللہ عنہ اپنے امراء و حکام کے ساتھ انتہائی نرم پہلو اختیار کرتے تھے کیونکہ ان پر آپ کو کنٹرول حاصل نہ تھا اور وہ آپ کے مطیع وفرماں بردار نہ تھے۔
- اور جہاں تک مفضلہ یعنی علی رضی اللہ عنہ کو دوسروں پر ترجیح دینے والی جماعت کی بات ہے تو ان کے بارے میں آپ نے اعلان کر دیا تھا کہ اگر ابوبکر وعمر پر مجھے فضیلت دیتے ہوئے کوئی پکڑا گیا تو اس پر بہتان تراشی کرنے والے کی حد نافذ کروں گا۔ آپ فرماتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اسّی (۸۰) سے زائد سندوں سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: اس امت کے نبی کے بعد اس کی سب سے افضل و برگزیدہ شخصیتیں ابوبکر و عمر ہیں۔ [1]

ہر چند کہ علی رضی اللہ عنہ کے دور میں رافضی عقائد کا ظہور ہو چکا تھا، لیکن یہ چند افراد تک محدود تھا، جماعت اور فرقوں کی شکل میں اس کا وجود نہ تھا، اس طرح علی رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت کے اختتام تک انفرادی طور پر یہ عقائد پائے جاتے تھے۔ ڈاکٹر سعدی الہاشمی نے اپنی کتاب "الرواۃ الذین تاثروا بابن سبا" میں تحقیقی مقالہ بعنوان "ابن سبا حقیقۃ لا خیال" کے حوالے سے ابن سبا کے عقائد اور اس کے خود ساختہ افکار ونظریات پر مستقل بحث کی ہے اور اس میں ابن سبا کے نظریات وخیالات سے متاثر ہونے والے راویوں کا ذکر کیا ہے، نیز اس کی اہم بدعتوں مثلاً وصیت رسول بحق علی، وفات نبوی کے بعد امت محمدیہ پر خلافت علی رضی اللہ عنہ کی تنصیص، بزعم خویش اس کا یہ پروپیگنڈا کہ دشمنان علی کی نقاب کشائی کرنے والا، ان کی تکفیر اور سب سے پہلے ان سے اپنی براءت کرنے والا میں ہوں اور یہ کہ علی رضی اللہ عنہ کی ذات کو سب سے پہلے ربوبیت والوہیت کا نشانہ اسی نے بنایا، غلو پرست شیعہ فرقوں میں سب سے پہلے اسی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد رجعت، قیامت کے قریب علی رضی اللہ عنہ کا "دابۃ الارض" ہونا، انھیں کی بدست مخلوق کی تخلیق اور رزق کی تقسیم وغیرہ کو تفصیل سے ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ سبائیوں کا عقیدہ ہے کہ ہم مریں گے اور مرنے کے بعد فضا میں اڑیں گے، اسی لیے ہمارا ایک نام "طیارۃ" ہے اسی طرح ان کا ایک گروہ ائمہ کے بارے میں تناسخ ارواح کا قائل ہے اور روح القدس کے ان کے اندر منتقل ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے۔ وہ یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہمیں ایسی وحی کی طرف ہدایت ملی ہے جس سے دیگر لوگ بہک گئے ہیں اور ہمیں ایسا علم ملا ہے جو دوسروں پر مخفی رہا ہے، نیز یہ کہ علی رضی اللہ عنہ بادل میں ہیں، بجلی کی آواز ان کی آواز ہے

[1] مجموع الفتاویٰ (۳۵/ ۱۸۴، ۱۸۵)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور اس کی کڑک ان کا کوڑا ہے، ابن سبا کی یہ اہم ترین موٹی موٹی بدعتیں ہیں جن پر اس کا اور اس کے متبعین کا عقیدہ رہا ہے اور اسی بنا پر وہ غلو کرنے والوں میں شمار پائے۔ ❶

روافض شیعہ کے فرقے مخصوص فکر وعقیدہ کی حامل جماعت کی شکل میں اچانک ظہور میں نہیں آئے، بلکہ انھیں اس منزل تک پہنچتے پہنچتے کئی ارتقائی ادوار و مراحل سے گزرنا پڑا، ہاں اتنا ضرور ہے کہ رافضی عقائد اور اس کے اساسی نظریات کی کونپلیں سبائیوں کے ظہور ہی سے نکلنا شروع ہوگئی تھیں، جیسا کہ شیعی مصادر کا خود اعتراف ہے کہ تمام خلفاء پر علی رضی اللہ عنہ کی اولین واجبی امامت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے علی رضی اللہ عنہ کے حق میں اس کی وصیت کا موجد اوّل ابن سبا ہے اور یہ عقیدہ رافضی تشیع کی اساس ہے جو روافض شیعہ کے ممتاز و مستند علماء کا مسلم عقیدہ ہے۔ چنانچہ ان کی کتاب ''الکافی'' میں ابوالحسن کا بیان ہے کہ انبیاء کے تمام صحیفوں میں علی (رضی اللہ عنہ) کی ولایت لکھی ہوئی ہے اور ہر نبی کو محمد کی نبوت اور علی کی وصیت دے کر مبعوث کیا گیا۔ ❷

میں آئندہ صفحات میں ان شاء اللہ رافضی کتابوں کے حوالے سے یہ بتاؤں گا کہ ان کی کتابیں اس پر گواہ ہیں کہ ابن سبا اور اس کی جماعت نے سب سے پہلے ابوبکر، عمر، عثمان اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم جو کہ یہ لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرالی رشتہ دار، خاندانی لوگ، خلیفہ اور قریب ترین افراد تھے ان پر طعن و تشنیع کی، پس یہ ہے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مختصراً روافض کا عقیدہ، جو ان کی معتمد و مستند کتابوں میں درج ہے۔

اسی طرح ابن سبا ہی نے سب سے پہلے علی رضی اللہ عنہ کی ''رجعت'' کا عقیدہ عام کیا جو کہ آج روافض کے یہاں اساسی و اصولی عقیدہ کا مقام رکھتا ہے۔ ❸

اسی طرح حسن بن محمد بن الحنفیہ ❹ نے اپنی کتاب "الإرجاء" ❺ میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ابن سبا ہی نے سب سے پہلے یہ بات ایجاد کی کہ کچھ خاص سری (پوشیدہ) علوم اہل بیت کے ساتھ مخصوص ہیں، پھر یہی بات شیعہ کے نزدیک ان کے بنیادی عقائد میں شامل ہوگئی، صحیح بخاری کی ایک روایت سے اندازہ ہوتا ہے کہ روافض کا یہ عقیدہ بالکل ابتدائی دور میں نمودار ہوا کیونکہ علی رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے میں دریافت کیا گیا اور کہا گیا کہ کیا آپ کے پاس آسمانی شریعت کا کوئی ایسا علم ہے جو قرآن میں نہیں، یا اسے دوسرے لوگ نہیں جانتے؟ تو آپ نے اس کی تردید کی اور سختی سے انکار کیا۔ ❻

یہ چند اہم اصول ہیں جو شیعی عقائد کے خمیر میں داخل ہیں اور انھیں وہ اپنا دین سمجھتے ہیں۔ ❼ عثمان رضی اللہ عنہ کی

---

❶ الرواۃ الذین تأثروا بابن سباء / د/ سعدی الهاشمی ص (۱۹، ۲۰).

❷ أصول الکافی (۱/ ۴۳۷) أصول الشیعة الإمامیة (۱/ ۷۱).

❸ المقالات و الفرق / القمی ص (۲۱) فرق الشیعة / نوبختی ص (۲۳) أصول الشیعة الإمامیة (۱/ ۹۶).

❹ تهذیب التهذیب (۲/ ۳۲).

❺ رسالة الإرجاء ضمن کتاب الإیمان / محمد العدنی ص (۲۹۴، ۲۵۰).

❻ صحیح البخاری مع الفتح / العلم (۱/ ۲۰۴). ❼ أصول الشیعة الإمامیة الاثنا عشریة (۱/ ۹۷).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شہادت کے بعد اور علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں یہ عقائد منظر عام پر ضرور آئے لیکن عوام کے دلوں میں سبائیت ابھی ایک منظم فرقہ کی شکل میں اپنا وجود ثابت نہیں کر سکتی تھی، وہ مسلسل اپنا سر اٹھانے کی کوشش کرتی رہی اور علی رضی اللہ عنہ اسے کچلتے رہے، بالآخر اس کشمکش کے نتیجہ میں معرکۂ صفین، واقعۂ تحکیم، شہادت علی اور پھر شہادت حسین کی شکل میں پیش آنے والے بھیانک حادثات نے ان عقائد کو فرقوں اور جماعتوں کی شکل میں منظر عام پر آنے کے لیے مناسب ماحول پیدا کر دیا۔

یہ تمام حادثات آل بیت سے شدید محبت اور ان سے جذباتی لگاؤ کا سبب بنتے گئے، پھر علی اور آپ کے آل بیت سے محبت کے چور دروازے سے مختلف نو وارد افکار در آئے، اس طرح تشیع، اسلام کو زک پہنچانے کے لیے ہر ملحد، منافق اور طاغوت کا وسیلہ بنا اور اسی کا لبادہ اوڑھ کر متعدد نامانوس اور غیر اسلامی عقائد و نظریات کو مسلمانوں کی صفوں میں گھسنے کا موقع مل گیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ رفتہ رفتہ اس کا دائرہ وسیع ہوتا گیا اور نقصانات بڑے ہوتے گئے، ابن سبا کے بہت سارے جانشین تیار ہو گئے۔ جب کہ یہی شیعیت علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں فقط آپ کی مدد اور حمایت کے لیے معروف تھی، روافض شیعہ کا آج جو عقیدہ ہے درحقیقت اس معنی میں اس لفظ کا استعمال قطعاً نہیں ہوا تھا۔ ❶

بلاشبہ آل بیت سے عقیدت و ہمدردی ایک فطری چیز ہے، لیکن حُبِّ علی کے دعوے دار فرقوں کی طرح یہ محبت آل علی میں تفریق، ان کی عقیدت میں مبالغہ آرائی اور کسی صحابی کی تحقیر و تنقیص کی اجازت نہیں دیتی اور پھر علی رضی اللہ عنہ، بعدہ حسین رضی اللہ عنہ وغیرہ کی شہادت سے آل علی کو جن آزمائشوں اور تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا وہ ان کے تئیں محبت و ہمدردی میں مزید اضافہ کا سبب بنتی گئیں اور ان المناک واقعات نے مسلمانوں کے جذبات کو بے قابو کر دیا، یہیں سے حاسدین و دشمنان اسلام کو مسلمانوں کی صفوں میں گھسنے اور پھولنے پھلنے کا موقع مل گیا کیونکہ اس سے پہلے فضا ہموار نہ تھی۔

بہرحال شیعیت بمعنی امامت کی تنصیص، عقیدۂ رجعت، عقیدہ بدأ، ائمہ کی معصومیت اور ان کا عالم غیب ہونا یہ ایسے عقائد ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اتاری ہے، یہ مسلمانوں میں باہر سے گھس آئے ہیں اور ان کی جڑیں مختلف ہیں۔ اسلام کے تئیں وسیع نقصانات پہنچانے کے پس پردہ بس ایک ہی اہم سبب کارفرما رہا وہ یہ کہ یہودیوں، نصرانیوں اور مجوسیوں میں سے جس نے بھی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازش کی اور اسلام کے نام پر اپنے عقائد کو رواج دینا چاہا، وہ تشیع کی سواری پر سوار ہوا، جس کے نتیجہ میں شیعیت میں بہت سارے فاسد عقائد کو جگہ مل گئی، اگلے صفحات میں جہاں شیعی عقائد پر تفصیلی گفتگو ہوگئی وہاں آپ اس حقیقت کو تفصیل سے ان شاء اللہ پڑھ سکیں گے، اسی لیے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو یہ کہنا پڑا کہ شیعوں نے اپنے بہت سارے عقائد و نظریات اہل فارس، اہل روم، اہل یونان، نصاریٰ اور یہودیوں وغیرہ سے لے کر انھیں تشیع میں شامل کر دیا ہے اور اس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشین گوئی کی تصدیق ہوتی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ

---

❶ أصول الشيعة الإمامية الاثنا عشرية (۱/ ۹۸).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

امت اپنے سے پہلی قوموں کے طریقوں پر چلے گی۔ آج شیعوں میں بالکل یہی چیز دیکھنے میں نظر آ رہی ہے۔ ❶

روافض شیعہ کے ارتقائی ادوار ومراحل

روافض شیعہ کی نشو ونما متعدد مراحل میں ہوئی اور کئی ادوار گزرنے کے بعد وہ مستقل نام اور مخصوص عقیدہ کے ساتھ ایک فرقہ کی شکل میں وجود میں آئے، نشو ونما کے تاریخی مناظر میں انھیں چار بنیادی مرحلوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱۔ پہلا مرحلہ:

عبداللہ بن سبا کی دعوت کا مرحلہ، جس میں اس نے عقیدہ ''رجعت''، ''وصیت بحق علی'' اور مسئلہ خلافت کو لے کر علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ بقیہ خلفائے راشدین میں طعن وتشنیع کی دعوت دی، جس پر آج رافضی عقائد کی عمارت کھڑی ہے، واضح رہے کہ ابن سبا کے گمراہ کن عقائد کی ترویج واشاعت میں دو باتیں بہت معاون ثابت ہوئیں۔

- اپنی دعوت کے لیے مناسب ماحول کا انتخاب، جیسا کہ تاریخ طبری کے حوالہ سے آپ پڑھ چکے ہیں کہ وہ خود مختلف شہروں میں منتقل ہوتا رہا اور مصر وعراق وغیرہ میں اپنے نمائندوں کو اپنے عقیدہ کے پرچار کے لیے بھیج دیا۔ ❷ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو آبادیاں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ابھی جلد ہی اسلام لائی تھیں اور جہاں کے باشندوں نے مکمل طور سے اسلام کو اس کے صحیح اصولوں پر نہیں سمجھا تھا، نہ انھیں شرعی علوم اور دینی فقہ پر عبور حاصل تھا، وہ اس دعوت کا شکار ہوگئیں اور وہاں اس نے اپنے پر نکالے۔ مزید برآں یہ نو مسلم معاشرہ اصحاب رسول سے بہت دور ہونے کی وجہ سے نہ دینی علوم حاصل کرسکا اور نہ ان کی تربیت سے فیض یاب ہو پایا، کیونکہ یہ لوگ حجاز میں رہتے تھے۔
- ابن سبا نے ایک طرف اپنی دعوت کے لیے اس سادہ لوح معاشرہ کو استعمال کیا اور دوسری طرف نہایت چالاکی وعیاری کے ساتھ اپنی دعوت کو پردۂ خفا میں رکھا، اپنی دعوت کو علی الاعلان نہیں پھیلایا، بلکہ انھیں لوگوں کو اپنا نشانہ بنایا جو جاہل وسادہ لوح تھے، یا وہ بدطینت تھے، جنھوں نے اسلامی قوت کے سامنے اپنے شاہان مملکت کے تخت وتاج کو زمین بوس ہوتے دیکھ کر بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھ لیا تھا اور اندر سے مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے تھے، جیسا کہ تاریخ طبری کے حوالہ سے میں ابن سبا کے بارے میں لکھ چکا ہوں کہ اس نے مختلف مسلم آبادیوں میں اپنے نمائندوں کو بھیج دیا تھا اور جو اس کے ہم خیال تھے ان سے خط وکتابت کرکے اپنی خفیہ تنظیم قائم کرلی تھی۔ ❸ طبری نے ان کی نقل وحرکت ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انھوں نے اپنا دائرہ بہت وسیع کرلیا تھا، ظاہر کچھ کرتے تھے اور باطن میں کچھ رکھتے۔ ❹

۲۔ دوسرا مرحلہ:

دوسرا مرحلہ اس عقیدہ کے اظہار اور اعلانیہ بیان سے شروع ہوتا ہے، چنانچہ جب عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوگئی،

❶ منهاج السنة (٤/ ١٤٧) أصول الشيعة الإمامية (١/ ١٠٩).
❷ تاريخ الطبري (٥/ ٣٤٧).
❸ تاريخ الطبري (٥/ ٣٤٧).
❹ تاريخ الطبري (٥/ ٣٤٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور اس کے نتیجہ میں بھڑکی ہوئی آگ کو صحابہ کرام بجھانے میں لگ گئے، تو انھیں حالات میں ان بدعقیدہ لوگوں کو سانس لینے کا موقع مل گیا اور ان کے دلوں میں یہ عقائد پختہ ہو گئے، تاہم چند مخصوص افراد کی ایک چھوٹی سی جماعت تک یہ لوگ محدود رہے، ابھی معاشرہ پر ان کی کوئی گرفت نہ تھی اور شہادت عثمان کی وجہ سے ان کے جھانسے میں آ جانے والے اور بغاوت کرنے والے چند لوگوں کے علاوہ کوئی ان کی بات پر کان دھرنے والا نہ تھا۔ طبری لکھتے ہیں:

''ابن السوداء اپنے ہم خیالوں سے کہنے لگا، اے لوگو! تمھاری عزت عوام سے مل جل کر رہنے میں ہے، لہٰذا ان پر اپنی حقیقت ظاہر نہ کرو۔'' ❶

آپ محسوس کر سکتے ہیں کہ کوئی بھی شان وقوت والا آدمی ایسا نہیں کہہ سکتا، پس ہر چند کہ یہ لوگ مختصر تھے، لیکن صحابہ کے درمیان جنگ کی آگ بھڑکانے میں ان سبائیوں اور قاتلین عثمان کے کردار سے انکار نہیں کیا جا سکتا، بلکہ محققین کے نزدیک یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ امام ابن حزم رحمہ اللہ اس کے ثبوت میں لکھتے ہیں:

''اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ لوگ اکٹھا ہوئے، قتال نہیں کیا اور نہ ہی جنگ میں شریک ہوئے، جب رات کی تاریکی نے پردہ ڈالا تو قاتلین عثمان کو اندازہ ہوا کہ ہم بہرحال دھر لیے جائیں گے اور کیفر کردار تک پہنچیں گے، اس لیے خفیہ طریقے سے طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کے لشکر میں رات گزاری اور انھیں میں تلواریں چلا دیں اور پھر چاروناچار ان لوگوں نے اپنی جانوں کا دفاع کیا۔'' ❷

۳۔ تیسرا مرحلہ:

تیسرا مرحلہ ایک قیادت کے ماتحت ان کی منظم جماعت اور قوت کے اظہار کا ہے، جس کا آغاز حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کے قاتلین ومخالفین سے انتقام لینے سے ہوتا ہے۔ مورخ طبری رحمہ اللہ ۶۴ھ کے واقعات میں لکھتے ہیں کہ اس سال کوفہ میں شیعہ لوگ متحرک ہوئے اور ۶۵ھ میں اہل شام سے حسین بن علی کے خون کا بدلہ لینے کی غرض سے نخیلہ میں ایک کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا اور اس سلسلہ میں خط وکتابت کی۔ ❸ جس کا آغاز طبری کے بقول عبداللہ بن عوف بن احمر کی روایت سے اس طرح ہوا کہ جب حسین بن علی رضی اللہ عنہما شہید کر دیے گئے اور ابن زیاد نخیلہ میں اپنے لشکر میں واپس چلا گیا اور پھر وہاں سے کوفہ پہنچا تو مدعیان شیعیت نے آپس میں ایک دوسرے کو بہت لعن طعن کیا، اور سمجھ گئے کہ حسین کو مدد دینے کے وعدہ پر اپنے یہاں بلا کر اور ان کی بات نہ مان کر، پھر بے یارو مددگار ہماری ہی جماعت میں ان کا قتل ہو جانا، یقیناً ہماری بہت بڑی غلطی ہے اور ہمارے کپڑوں پر آپ کی شہادت کے جو بدنما داغ لگ چکے ہیں وہ قاتلین حسین کو قتل کر دینے یا خود اسی راہ میں مر مٹنے کے بعد ہی صاف ہو سکتے ہیں، اس لیے انھوں نے فوراً کوفہ کے پانچ سرداران شیعہ سے رابطہ قائم کیا، وہ پانچوں یہ تھے:

(۱) سلیمان بن صُرد الخزاعی انھیں جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل رہی ہے۔

---

❶ تاریخ الطبری (٥/ ٥٢٦).
❷ الفصل فی الملل و الأهواء و النحل (٤/ ٢٣٩).
❸ تاریخ الطبری (٦/ ٤٨٧-٥٠١).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۲) مسیّب بن نَجَیَہ الفزاری: یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں اور آپ کے پسندیدہ لوگوں میں تھے۔

(۳) عبداللہ بن سعد بن نُفیل ازدی

(۴) عبداللہ بن وائل التیمی

(۵) رفاعہ بن شداد البجلی۔

یہ پانچوں لوگ جو کہ علی رضی اللہ عنہ کے پسندیدہ ساتھیوں میں سے تھے، سلیمان بن صُرد کے مکان پر جمع ہوئے اور ان کے ساتھ دیگر شرفاء و ممتاز شیعہ بھی اکٹھا ہوئے۔ ❶ یہ ایک عام شیعہ کانفرنس تھی جو منعقد ہونے جا رہی تھی، بہر حال سلیمان بن صرد کی قیادت میں سترہ ہزار شیعہ جمع ہوئے، پھر بھی سلیمان کو یہ تعداد کم لگی اور اس نے حکیم بن منقذ کو کوفہ میں اعلان عام کے لیے بھیج دیا، پھر یہ لوگ تقریباً بیس ہزار کی تعداد میں جمع ہوئے۔ ❷

اسی دوران مختار بن ابوعبید الثقفی کوفہ آپہنچا اور دیکھا کہ یہاں کے تمام شیعہ سلیمان بن صرد پر متحد ہو چکے ہیں، ان کی بے حد تعظیم و احترام کرتے ہیں اور سب کے سب ان کے پرچم تلے جنگ لڑنے کے لیے تیار ہیں، تو اس نے کوفہ میں سکونت کرنے کے بعد شیعوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے محمد بن علی بن ابی طالب یعنی محمد بن الحنفیہ کو مہدی کا لقب دے کر ان کی امامت کی طرف دعوت دینا شروع کر دی اور بہت سارے شیعہ سلیمان بن صرد کا ساتھ چھوڑ کر مختار کے ساتھ ہو گئے، اس طرح شیعیت دو جماعتوں میں تقسیم ہو گئی، ایک جماعت اکثریت کی شکل میں سلیمان کے ساتھ رہی، جس کا مقصد شہادت حسین کا قصاص لینے کے لیے میدان جنگ میں اترنا تھا اور دوسری جماعت مختار کے ساتھ تھی جو محمد بن الحنفیہ کی امامت پر لوگوں کو متحد کرنا چاہتی تھی، حالانکہ محمد بن الحنفیہ رحمہ اللہ نے اس کا حکم نہیں دیا تھا۔ یہ جماعت اپنے ناپاک عزائم تک پہنچنے کے لیے آپ کے نام کا استعمال کر رہی تھی۔ ❸

یہیں سے شیعہ کی منظم جماعت وجود میں آئی، پھر مورخین کے بقول سلیمان بن صرد اپنے مویدین کو لے کر شام چلے گئے اور ''عین الوردہ'' نامی چشمہ کے پاس اہل شام سے خون ریز جنگ لڑی، جو تین دن تک جاری رہی۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''کیا بوڑھے، کیا نوجوان، کسی نے ایسی لڑائی نہیں دیکھی تھی، دن بھر لڑائی جاری رہتی صرف نماز کے اوقات میں بند ہوتی۔'' ❹

تین دنوں کے بعد سلیمان بن صرد اور آپ کے بیشتر ساتھیوں کے قتل و ہزیمت پر یہ جنگ بند ہوئی، بقیہ لوگ کوفہ واپس چلے گئے۔ ❺ ادھر مختار بن عبید ثقفی کو سلیمان کی ہزیمت خوردہ باقی ماندہ فوج کی کوفہ واپسی کی جب خبر ملی اور ان کے زبانی پوری تفصیلات کا علم ہوا، تو اس نے سلیمان اور ان کے ساتھیوں کے قتل کیے جانے پر ان کے حق

❶ تاريخ الطبرى (٦/ ٤٨٧، ٥٠١).
❷ البداية والنهاية (٨/ ٢٥٤).
❸ البداية والنهاية (٨/ ٢٥٤).
❹ البداية و النهاية (٨/ ٢٥٧).
❺ البداية و النهاية (٨/ ٢٥٦، ٢٥٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں اللہ سے رحمت کی دعا کی اور کہا:

''جو ہوا سو ہوا، اب میں تم سب کا محفوظ امیر ہوں، اگر اللہ نے چاہا تو میں ہی جابروں اور فسادیوں کا قاتل بنوں گا، لہٰذا تیاری کرو اور کسی بھی وقت لڑنے کے لیے تیار رہو اور یقین جانو کہ فتح ہوگی۔'' ❶

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سلیمان کی شکست خوردہ فوج کے واپس آنے سے قبل ہی مختار نے اپنے شیطان کے اشارے پر اپنے لوگوں کو بتا دیا تھا کہ وہ لوگ ہزیمت اٹھائیں گے، واضح رہے کہ مسیلمہ کذاب کی طرح اس کا بھی ایک شیطان تھا جو اسے حالات سے آگاہ کیا کرتا تھا۔'' ❷

اس کے بعد مختار نے عراق اور خراسان وغیرہ کے ہر چھوٹے بڑے شہر میں اپنے پیروکاروں کے نام قاتلین حسین کے لیے قتل عام کا فرمان جاری کیا، لڑائی کے دستے بنائے، علم باندھا اور قاتلین حسین کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر قتل عام شروع کر دیا، خواہ وہ شرفاء ہوں یا کمینے۔ ❸

۴۔ چوتھا مرحلہ:

چوتھا مرحلہ زیدیہ اور دیگر شیعی فرقوں سے ہٹ کر روافض شیعہ کی مستقل تنظیم نو سے شروع ہوتا ہے، جس کی بنیاد بالتحدید ۱۲۱ھ میں اس وقت پڑی جب زید بن علی بن حسین نے ہشام بن عبدالملک کے خلاف جنگ کا بگل بجا دیا۔ ❹ اتفاق سے انھیں کے لشکر میں رہنے والے بعض شیعہ نے ابوبکر و عمر پر لعن طعن شروع کر دیا، ان کی یہ حرکت آپ کو ناپسند آئی اور آپ نے اس سے منع کیا، لیکن وہ نہ مانے اور آپ کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے۔ اسی بنا پر انھیں رافضہ کہا جانے لگا، کیونکہ رافضہ کا معنی ہوتا ہے چھوڑ دینا اور نہ ماننا، پھر جو جماعت آپ کے ساتھ باقی رہی اس کا نام زیدیہ پڑ گیا۔ ❺

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسلامی تاریخ میں ''رافضہ'' کا لفظ سب سے پہلے اس وقت وجود میں آیا جب دوسری صدی ہجری کے آغاز میں زید بن علی لڑنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے، اس وقت کچھ لوگوں نے آپ سے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں دریافت کیا، تو آپ نے ان سے اپنی محبت اور دینی لگاؤ کا اعتراف کیا جس کی وجہ سے ان لوگوں نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا اور یہیں سے ان کا نام ''رافضہ'' پڑ گیا۔ ❻

نیز فرماتے ہیں کہ زید بن علی کے خروج کے زمانہ ہی سے شیعہ دو فرقوں یعنی رافضہ اور زیدیہ میں تقسیم ہوئے، کچھ لوگوں نے آپ سے ابوبکر و عمر کے بارے میں آپ کا عقیدہ جاننا چاہا، تو آپ نے ان (شیخین) کے لیے دعائے رحمت کی اور ان سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا ان لوگوں نے آپ کی بات ماننے سے انکار کر دیا، اس وقت

❶ البدایة والنهایة (۸/ ۲۵۸) صحیح بات یہ ہے کہ قاتلین حسین کے نام پر بنوامیہ اور ان کے ہمدردوں کو قتل کرنا شروع کیا۔ (مترجم)
❷ البدایة والنهایة (۸/ ۲۵۷). ❸ البدایة والنهایة (۸/ ۲۷۱).
❹ تاریخ الطبری (۷/ ۱۶۰). ❺ الانتصار للصحب و الآل ص (٤٧).
❻ مجموع الفتاوٰی (۱۳/ ۳٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آپ نے کہا: "رفضتمونی" پھر یہیں سے ان کا نام رافضہ پڑ گیا اور جن لوگوں نے آپ کا ساتھ نہیں چھوڑا انھیں آپ کی طرف منسوب کر کے زیدیہ کہا جانے لگا۔ ❶ اسی تاریخ سے روافض دیگر تمام شیعہ فرقوں سے الگ ہو گئے اور مخصوص عقیدہ ونام کے ساتھ اپنی مستقل جماعت بنالی۔ واللہ اعلم۔ ❷

یہ تو روافض کا ذکر تھا، ان کے علاوہ فرقوں پر نگاہ رکھنے والے علماء نے دیگر کئی شیعہ فرقوں کا ذکر کیا ہے، مثلاً سبائیہ، غرابیہ، بیاتیہ، مغیریہ، ہاشمیہ، خطابیہ، علبائیہ، کیسانیہ، زیدیہ، جارودیہ، سلیمانیہ، صالحیہ اور تبریہ وغیرہ۔ ان میں بعض فرقے غلو کی انتہا تک پہنچے ہوئے ہیں اور بعض میں غلو کم ہے۔ اس موضوع پر مزید معلومات کے لیے ابوالحسن اشعری کی کتاب "مقالات الإسلامیین"، شہرستانی کی کتاب "الملل والنحل"، ابوطاہر بغدادی کی کتاب "الفرق بین الفرق" اور ڈاکٹر غالب بن علی عواجی کی کتاب "فرق معاصرة" وغیرہ کتابیں مفید ہیں۔ آخر الذکر کتاب میرے نزدیک معاصرین میں سب سے اچھی کتاب ہے۔

---

❶ منهاج السنة (۱/ ۳۵).
❷ الانتصار للصحب و الآل ص (۴۸).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۳)

عقیدۂ امامت، روافض کا سب سے اہم عقیدہ

اثنا عشری رافضی شیعہ کے نزدیک ''امامت'' کا مسئلہ اسلام کا ایک عظیم رکن اور ایمان کی جڑ ہے۔ اس پر عقیدہ رکھے بغیر کسی انسان کا ایمان مکمل نہیں ہوسکتا اور نہ اس کا کوئی عمل قبول ہوگا، روافض شیعہ کے نزدیک اس وقت امامت کا جو مفہوم ہے اس کی بنیاد سب سے پہلے ابن سبا نے ڈالی، جو یہ بات عام کرنے لگا کہ امامت، نبی کی وصیت کا ایک حصہ ہے اور یہ وصی کے لیے خاص ہے۔ اگر کوئی غیر وصی اسے سنبھالتا ہے تو اس سے تبرا کرنا اور اس کی تکفیر کرنا واجب ہے۔ شیعہ مذہب کی مراجع ومصادر کی کتابیں اس حقیقت کی معترف ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کی امامت کے وجوب کی بات کو سب سے پہلے ابن سبا نے عام کیا اور آپ کے دشمنوں سے اپنی براءت ظاہر کیا، آپ کے مخالفین کو نمایاں کیا اور ان کی تکفیر کی۔ ❶ کیونکہ وہ نسلاً یہودی تھا، اس کا عقیدہ تھا کہ یوشع بن نون موسیٰ علیہ السلام کے وصی تھے اور جب وہ اسلام لے آیا تو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس نے یہی عقیدہ فروغ دیا۔ ❷ بزرگان روافض کے نزدیک یہ بات معروف ومشہور ہے، چنانچہ شیعہ مفسر ابن بویہ القمی چوتھی صدی ہجری کے شیعی عقائد کو تحریر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ''ان کا عقیدہ ہے کہ ہر نبی کا ایک وصی رہا ہے، جسے اس نے حکم الٰہی کی وصیت کی ہے۔'' ❸

مزید لکھتا ہے کہ ''اوصیاء کی تعدا ایک لاکھ چوبیس ہزار (۱،۲۴،۰۰۰) رہی ہے۔'' ❹

اور مجلسی نے لکھا ہے کہ ''علی آخری وصی ہیں۔'' ❺

شیعہ محدث ابوجعفر الکلینی اپنی کتاب ''الکافی'' میں چند ابواب اس طرح باندھتا ہے:

''باب اس بیان میں کہ امامت کی نامزدگی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، جو یکے بعد دیگرے منتقل ہوتی رہتی ہے۔'' ❻

''باب اس بیان میں کہ اللہ اور اس کے رسول نے امامت کو ائمہ کے حق میں یکے بعد دیگر منتقل ہونے کے لیے نامزد کر دیا ہے۔'' ❼

---

❶ رجال الکشی ص (۱۰۱) المقالات و الفرق / القمی ص (۲۰).

❷ رجال الکشی ص (۱۰۱) أصول الشیعة (۲/ ۷۹۲).

❸ عقائد الصدوق ص (۱۰۶). ❹ عقائد الصدوق ص (۱۰۶).

❺ بحار الأنوار (۳۹/ ۳۴۲). ❻ أصول الکافی (۱/ ۲۲۷).

❼ أصول الکافی (۱/ ۲۸۶).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور پھر ایسی روایات ذکر کی ہیں جو روافض کے نزدیک شکوک وشبہات سے بالاتر ہیں۔

اسی لیے ان کا معتبر ومستند عالم مقداد الحلی متوفی ۸۲۱ھ لکھتا ہے کہ امامت کے استحقاق کے لیے ضروری ہے کہ جو شخص امام بن رہا ہو وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے نامزد ہو، نہ کہ کسی بھی شخص پر متفق ہو کر اسے امام بنالیا جائے۔ ❶

روافض کی نگاہ میں اس دور کے مستند عالم حسین آل کاشف الغطاء کہتا ہے:

> ''نبوت کی طرح امامت بھی ایک منصبِ الٰہی ہے، تو جس طرح اللہ تعالیٰ نبوت ورسالت کے لیے اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے منتخب کرتا ہے اور معجزات کے ذریعے سے اس کی مدد کرتا ہے، اسی طرح امامت کے لیے بھی جس کو چاہتا ہے منتخب کرتا ہے اور نبی کو اس کی نامزدگی کا حکم دیتا ہے اور اس سے کہہ دیتا ہے کہ اپنے بعد فلاں کو لوگوں کا امام بنا دینا۔'' ❷

تو آپ دیکھ رہے ہیں کہ امامت اور نبوت میں ان کے نزدیک کوئی فرق نہیں ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات میں سے انبیاء کو منتخب کرتا ہے اسی طرح ائمہ کو منتخب کرتا ہے۔ انھیں نامزد کرتا ہے اور مخلوق کو اس کی خبر کردیتا ہے۔ معجزات کے ذریعے سے اس کی مدد فرماتا ہے اور حجت قائم کردیتا ہے، ائمہ پر کتابیں نازل کرتا ہے، ان کی طرف وحی کرتا ہے، وہ جو کچھ بھی کرتے یا کہتے ہیں سب اللہ کے حکم اور اس کی وحی کے مطابق کرتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں امامت ونبوت ایک ہی چیز ہے، جو امام ہے وہی نبی ہے، فقط نام کا فرق ہے۔ اسی لیے مجلسی کا کہنا ہے:

> ''ان روایات سے نبی اور امام میں تفریق کرنا بہر حال اشکال سے خالی نہیں۔'' ❸

پھر کہتا ہے:

> ''صرف خاتم الانبیاء کی رعایت ائمہ کرام کو نبوت سے متصف کرنے میں مانع ہے ورنہ ہماری عقلوں میں نبوت وامامت میں کوئی تفریق نہیں ہے۔'' ❹

''امامت'' کا مفہوم متعین کرنے کے لیے یہ ان کے اہم ترین اقوال ہیں، جب کہ ان باتوں کی تردید کے لیے بس ایک ہی چیز کافی ہے، وہ یہ کہ اس کے بارے میں ان کے پاس ابن سبا یہودی کے علاوہ کوئی اور سند نہیں ہے۔ ❺

روافض کے نزدیک عقیدۂ امامت کا مقام اور اس کے منکر کا حکم

اہل سنت و جماعت کے نزدیک عقیدہ امامت اسلام کا کوئی ایسا بنیادی رکن نہیں ہے کہ جس سے ناواقفیت ایمان کے لیے خطرہ بن جائے، جیسا کہ بہت سارے علماء نے تحریر کیا ہے۔ ❻ جب کہ روافض شیعہ کے نزدیک اس

---

❶ النافع یوم الحشر ص (٤٧).
❷ أصول الشيعة و أصولها ص (٥٨).
❸ بحار الأنوار (٢٦/ ٨٢).
❹ بحار الأنوار (٢٦/ ٨٢).
❺ أصول الشيعة الإمامية (٢/ ٧٩٤).
❻ غاية المرام / الآمدی ص (٣٦٣) الاقتصاد / الغزالی (١٣٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کا کچھ دوسرا ہی مقام ہے۔ چنانچہ شیعہ مذہب کی مستند دینی کتاب الکافی کی روایات امامت کو اسلام کا عظیم ترین رکن بتاتی ہیں۔ کتاب کا مولف الکلینی اپنی سند سے ابوجعفر سے روایت کرتا ہے کہ انھوں نے کہا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج اور ولایت اور جس طرح ولایت پر زور دیا گیا ہے کسی چیز پر زور نہیں دیا گیا، لیکن لوگوں نے چار چیزوں کو لیا اور اسے یعنی ولایت کو چھوڑ دیا۔ ❶

آپ دیکھ رہے ہیں کہ انھوں نے کلمۂ شہادت کے اقرار کو ارکان اسلام سے حذف کر کے اس کی جگہ ولایت کو رکھ دیا اور اسے ارکان اسلام کا ایک عظیم رکن ماننا چیے کہ یہ لفظ بتاتا ہے اور جس طرح ولایت پر زور دیا گیا کسی اور چیز پر زور نہیں دیا گیا ہے، اس نے انھیں الفاظ میں اپنی ایک دوسری حدیث بھی ذکر کیا ہے، اس میں اتنا اضافہ ہے کہ راوی کا بیان ہے کہ میں نے دریافت کیا: ان میں افضل کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ولایت سب سے افضل ہے۔ ❷

شیعہ محدث محمد باقر مجلسی لکھتا ہے کہ بلاشبہ ائمہ علیہم السلام کی امامت و ولایت کا عقیدہ رکھنا اور ان کی تابعداری کرنا دین کے اصولوں میں سے ہے اور جسمانی اعمال میں سب سے افضل عمل ہے کیونکہ انھی سے اعمال کے دروازے کھلتے ہیں۔ ❸

ان کے معاصر علماء میں سے مظفر کہتا ہے کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ ''عقیدۂ امامت'' دین کے بنیادی ارکان میں سے ہے، اس پر عقیدہ لائے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوگا، اس میں آباء واجداد، قرابت داروں، اور مربیوں کی تقلید جائز نہیں ہے خواہ وہ کتنے ہی بڑے کیوں نہ ہوں، بلکہ اس میں کافی غور وفکر کرنا واجب ہے جس طرح توحید اور نبوت میں غور وفکر واجب ہے۔ ❹

صرف اتنا ہی نہیں بلکہ بعض روایات اس سے بھی زیادہ بتاتی ہیں، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ معراج میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے علی کی ولایت اور ان کے بعد اسے ائمہ میں یکے بعد دیگرے منتقل ہونے کے لیے جتنی تلقین کی گئی اتنی فرائض کے بارے میں نہیں گئی۔ ❺

روافض کی کتابوں میں مذکور یہ اور اس طرح کی دیگر رافضی روایات اس بات کی ذمہ دار ٹھہریں کہ عقیدہ امامت کو آدمی کے ایمان اور کفر کے لیے حد فاصل قرار دیں اور محض ان کے اس عقیدہ سے اختلاف کرنے کی بنا پر دیگر مسلمانوں کو کفر سے متہم کریں، جیسا کہ ہم نے شیعہ امامیہ، یا روافض شیعہ کے متقدمین ومتاخرین علمائے کبار کی زبانی اس کڑوی حقیقت کو صراحت سے بیان کرتے ہوئے دیکھا اور سنا ہے۔

ابن بابویہ القمی اپنے کتابچہ الاعتقادات میں لکھتا ہے:

''امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی امامت کے منکر کے بارے میں ہمارا وہی عقیدہ ہے جو تمام

❶ أصول الکافی (۲/ ۱۸) نمبر (۳). ❷ أصول الکافی (۲/ ۱۸).
❸ مرآة العقول (۷/ ۱۰۲). ❹ عقائد الإمامیة ص (۱۰۲).
❺ بحار الأنوار (۲۳/ ۶۹).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انبیاء کی نبوت کے منکر کے بارے میں ہے، اور جو شخص امیر المومنین کی امامت کا اقرار کرے اور ان کے بعد کے ائمہ میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرے تو اس کے بارے میں ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ اس شخص کی طرح ہے جو تمام انبیاء کا اقرار کرے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرے۔''[1]

یوسف بحرانی ''الحدائق الناضرة في أحكام العترة الطاهرة'' میں لکھتا ہے:

''کاش کہ لوگ سمجھتے، بھلا اللہ سبحانہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا انکار کرنے والوں میں اور ائمہ علیہم السلام کا انکار کرنے والوں میں کیا فرق ہے، جب کہ یہ ثابت ہے کہ عقیدۂ امامت دین کے ارکان میں سے ہے۔''[2]

مجلسی کا لکھنا ہے:

''جو شخص امیر المومنین کی امامت اور ان کے بعد ان کی اولاد میں ائمہ کے ثبوت اور دوسروں پر ان کی فضیلت پر ایمان نہ رکھے اس پر شرک یا کفر کا اطلاق اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ہمیشہ کے لیے جہنمی ہے۔''[3]

غالی رافضی ابن المطہر الحلی کا کہنا ہے:

''امامت لطف عام ہے اور نبوت لطف خاص، کیونکہ کسی زمانہ میں زندہ نبی کا نہ ہونا ممکن ہے لیکن امامت کا نہ ہونا ناممکن ہے اور لطف خاص کے مقابل لطف عام کا انکار زیادہ برا ہے۔''[4]

گویا جو شخص ان کے ائمہ پر ایمان نہ لائے وہ یہود ونصاریٰ سے بھی بڑا کافر ہے، اس پر مستزاد یہ کہ زمانہ انبیاء سے خالی ہوسکتا ہے، لیکن ان کے ائمہ سے خالی نہیں ہوسکتا، یہ اس عقیدہ کی طرف اشارہ ہے کہ ان کے امام منتظر ابھی غائب ہیں۔ حالانکہ خود شیعہ فرقوں نے اس عقیدہ کی تردید کی ہے اور نسب وتاریخ کے محققین علماء نے یہ ثابت کیا ہے کہ جو ان کے ہاں امام غائب ہیں وہ سرے سے پیدا ہی نہیں ہوئے، لیکن روافض شیعہ ہیں کہ ان معدوم امام کے انکار کو کفر گردانتے ہیں۔[5]

ان کے بزرگ عالم مفید اپنے علماء کا اس بات پر اجماع نقل کرتے ہیں کہ ان کے علاوہ پوری امت مسلمہ اس عقیدہ کو تسلیم نہ کرنے کی وجہ سے کافر ہے۔ وہ کہتے ہیں:

''شیعہ امامیہ اس بات پر متفق ہیں کہ جس نے ائمہ میں سے کسی ایک کا انکار کیا اور اس کی واجبی اطاعت کے متعلق اللہ کے حکم کو نہ مانا وہ کافر اور گمراہ ہے، ہمیشہ جہنم میں رہنے کا مستحق ہے۔''[6]

ان کے ایک معتمد عالم دین نعمۃ اللہ الجزائری نے تو یہ اعلان کر کے حد کر دی کہ عقیدۂ امامت کو اساس بنا کر شیعہ لوگوں کو چاہیے کہ وہ بقیہ مسلمانوں سے الگ ہو جائیں وہ لکھتا ہے:

''ہم ان کے ساتھ ایک معبود پر یا نبی پر یا کسی امام پر اکٹھا نہیں ہوسکتے، اس لیے کہ ان کا عقیدہ ہے کہ

---

1. الاعتقادات ص (۱۰۳) ثم ابصرت الحقيقة / محمد الخضر ص (۱۲۷).
2. الحدائق الناظرة (۱۸/ ۱۵۳).
3. بحار الأنوار (۲۳/ ۳۹۰).
4. الألفين ص (۳) أصول الشيعة الإمامية (۲/ ۸٦۷).
5. الألفين ص (۳) أصول الشيعة الإمامية (۲/ ۸٦۷).
6. المسائل/ المفيد بحواله بحار الأنوار/ المجلسي (۸/ ۳٦٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہمارا رب وہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس کے نبی تھے اور ان کے بعد ابوبکر ان کے خلیفہ تھے، جب کہ ہم میں نہ اس رب کا اعتراف ہے اور نہ اس نبی کا، بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ وہ رب جس کے نبی کا خلیفہ ابوبکر ہو وہ ہمارا رب نہیں، اور نہ وہ نبی ہمارا نبی ہے۔" ❶

مختصر یہ کہ روافض یا شیعہ امامیہ کے نزدیک امامت کا درجہ نبوت کے برابر یا اس سے بھی بڑا ہے اور یہ دین کی اساس اور اس کا بنیادی رکن ہے، اسی لیے شیعہ اثنا عشریہ نے اپنے مبالغہ میں انتہا کرتے ہوئے اپنے ائمہ میں سے کسی امام کا انکار کرنے والے پر یہ حکم لگایا کہ وہ کافر ہے اور ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور اپنے علاوہ دیگر تمام مسلم فرقوں کو مرتد اور موجب لعن قرار دیا۔ اس طرح ان کی تکفیر میں جو اہم لوگ شامل رہے وہ یہ ہیں:

- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین
- اہل بیت رحمہم اللہ
- مسلم خلفاء اور ان کی حکومتیں
- مسلم ممالک
- مسلمان قاضی و منصفین
- ائمہ دین و علمائے شریعت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تکفیر:

مہاجرین، انصار، اہل بدر، اہل بیعت رضوان اور بقیہ تمام صحابہ کی مقتدر ہستیاں جن سے اپنی رضامندی کا اللہ تعالیٰ اعلان کر چکا ہے اور وہ اس سے راضی ہو چکے ہیں، ان کی تکفیر اور ان پر لعن طعن سے روافض کی کتابیں بھری پڑی ہیں، ان میں بس بہت ہی معمولی تعداد کا استثناء کیا جا سکتا ہے، کہ جنھیں آپ انگلیوں پر شمار کر لیں۔ ان کی کتابیں منظر عام پر آنے کے بعد یہ مسئلہ اتنا واضح اور عام ہو چکا ہے کہ وہ "تقیہ" کے ذریعے سے چھپ نہیں سکتا۔ ❷ فرقوں پر نگاہ رکھنے والے مؤلفین اور بہت سارے علماء کو شیعہ امامیہ کے اس عقیدہ کی اچھی طرح خبر ہے۔

چنانچہ قاضی عبدالجبار فرماتے ہیں:

"امامیہ کا عقیدہ ہے کہ بارہ ائمہ کی امامت کے ثبوت کا راستہ نص جلی ہے جس کے منکر کی تکفیر واجب ہے، اسی لیے انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی تکفیر کی ہے۔" ❸

عبدالقاہر بغدادی اسی سے ملتی جلتی بات کہتے ہیں: رہے امامیہ تو ان میں سے اکثر کا یہ گمان ہے کہ علی، ان کے دونوں فرزند اور مزید تقریباً تیرہ صحابہ کے علاوہ بقیہ صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔ ❹ اور ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ روافض کہتے ہیں کہ مہاجرین و انصار نے نص (امامت) کو چھپا لیا، اسی لیے دس سے زیادہ صحابہ کو چھوڑ کر بقیہ کی انھوں نے تکفیر کی۔ پھر کہتے ہیں کہ ابوبکر و عمر اور ان دونوں جیسے دیگر صحابہ مسلسل منافق رہے اور کبھی کہتے ہیں: نہیں، بلکہ ایمان لائے پھر کفر کیا۔ اثنا عشری شیعہ کی کتابیں بتاتی ہیں کہ ابوبکر کو منصب خلافت سونپنے کی وجہ سے تین صحابہ کو چھوڑ کر بقیہ مرتد ہو گئے اور ان کی بعض روایات میں دیگر تین یا چار کا ذکر ہے،

❶ الأنوار العلمانية (٢/ ٢٧٩).
❷ أصول الشيعة الإمامية (٢/ ٨٦٨).
❸ شرح الأصول الخمسة ص (٧٦١).
❹ الفرق بين الفرق ص (٣٢١).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جن کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ انھوں نے امامت علی کا اقرار کرلیا تھا۔ اس تعداد کا اضافہ اس لیے ہے تاکہ ان کی مجموعی تعداد سات ہو جائے، اس سے زیادہ تعداد نہیں ثابت کرتے۔ مذکورہ سطروں کے جملہ مشمولات شیعہ امامیہ کی معتمد ترین کتابوں میں موجود ہیں، ان کی سب سے پہلے منظر عام پر آنے والی کتاب ''کتاب سلیم بن قیس'' میں تحریر کیا۔ ❶

پھر ان کی بعد میں آنے والی کتابیں مسلسل اسے لکھتی رہیں اور عام کرتی رہیں، جن میں ان کی چار معتمد کتابوں میں ''الکافی'' اور ''رجال الکشی'' ❷ سرفہرست ہیں۔ ان کے علاوہ ان کے دیگر مصادر میں بھی یہ چیز دیکھی جاسکتی ہے۔ ❸ صحابہ کے بارے میں روافض شیعہ کا کیا موقف ہے اس پر تفصیلی گفتگو ان شاء اللہ آئندہ صفحات میں ہوگی۔

اہل بیت رحمہم اللہ کی تکفیر:

جو شیعی روایات اس منفرد مثالی معاشرہ کے زیادہ سے زیادہ سات افراد کو چھوڑ کر بقیہ پر ارتداد کا حکم لگاتی ہیں، اور ان ساتوں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے کسی فرد کا تذکرہ نہیں ہے ان کی صرف ایک روایت میں صرف علی رضی اللہ عنہ کا نام ہے اور وہ روایت فضیل بن یسار سے بسند ابوجعفر مروی ہے کہ علی، مقداد، سلمان اور ابوذر، ان چاروں کے علاوہ سارے لوگ اہل جاہلیت ہیں۔ میں نے کہا: اور عمار؟ تو کہنے لگے: اگر تم ان لوگوں کو مراد لیتے ہو جن کے دلوں میں کچھ بھی (نفاق) داخل نہیں ہوا تو وہ صرف یہ تینوں ہیں۔ ❹

سو یہ تمام روایات تمام صحابہ اور اہل بیت نبی یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور قرابت داروں پر ارتداد کا حکم لگاتی ہیں، اس کے باوجود ان روایتوں کا گھڑنے والا آل بیت رسول سے محبت کا دعوے دار ہے۔ تو یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ تشیع اسلام اور مسلمانوں کے خلاف خبیث ترین مقاصد کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ایک ڈھال ہے اور ان روایتوں کے گھڑنے والے لوگ تمام صحابہ کرام اور قرابتدارانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں۔ ❺

ان روافض نے خاص طور سے آل بیت نبی کے چند مخصوص افراد جیسے کہ آپ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ کی تکفیر اور ان پر طعن وتشنیع کی اور یہاں تک کہا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان انھیں کے بارے میں نازل ہوا:

﴿وَ مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَ اَضَلُّ سَبِيْلًا ۝۷۲﴾

(الاسراء: ۷۲)

''اور جو اس میں اندھا رہا تو وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور راستے سے بہت زیادہ بھٹکا ہوا ہوگا۔''

اسی طرح آپ کے صاحبزادے، امت مسلمہ کے عالم کبیر اور سب سے بڑے مفسر قرآن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو خاص طور پر طعن وطعن کا نشانہ بنایا اور کہا کہ وہ تو بہت ہی کم عقل اور نادان تھے۔ ❻

---

❶ كتاب سليم بن قيس ص (٧٤، ٧٥). ❷ رجال الكشي ص (٦، ٧، ٨، ٩، ١١).

❸ أصول الشيعة الإمامية (٢/ ٧٨٠).

❹ تفسير العياشي (١/ ١٩٩) البرهان (١/ ٣١٩) تفسير الصافي (١/ ٣٨٩) أصول الشيعة الإمامية (٢/ ٨٩١).

❺ أصول الشيعة الإمامية (٢/ ٨٩١). ❻ أصول الكافي (١/ ٢٤٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح آپ کے دونوں صاحبزادوں (عبداللہ وعبیداللہ) کے حق میں لعنت و بددعائیہ کلمات ان کی مستند ترین کتاب ''الکافی'' اور ''رجال الکشی'' میں اس طرح منقول ہیں:

''اے اللہ فلاں کے دونوں بیٹوں پر لعنت فرما اور ان دونوں کو اندھا کر دے جیسے کہ ان کے دلوں کو تو نے اندھا کیا ہے اور ان کے آنکھوں کے اندھے پن کو ان کے دلوں کے اندھے پن کے لیے دلیل بنا دے۔'' ❶

اس بددعا پر ان کا یہ مایہ ناز عالم حسن مصطفوی لکھتا ہے:

''ان دونوں سے مراد عبداللہ بن عباس اور عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم ہیں۔'' ❷

اثنا عشری شیعہ کے غیض وغضب اور باطنی جلن سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں بھی محفوظ نہیں ہیں، یہی وجہ ہے کہ انھیں تکفیر سے مستثنیٰ رکھنے والوں کی فہرست میں شامل نہیں کیا، بلکہ بعض نے تو حد کر دی کہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بیٹی ہی نہ تھی۔ ❸ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور آپ کی بیٹیوں کے بارے میں اس طرح کا بدزبان انسان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبّ ہوسکتا ہے۔ ❹

الکافی کے مولف نے نہایت صراحت کے ساتھ اپنی روایتوں میں نقل کیا ہے کہ جو شخص تمام بارہ اماموں پر ایمان نہ لائے وہ کافر ہے، خواہ وہ علوی فاطمی ہی کیوں نہ ہو۔ ❺ پس یہ قول درحقیقت تمام صحابہ کی مقدس جماعت اور ان کے بعد آنے والی نسل جس میں آل واصحاب بھی شامل ہیں کی تکفیر ہے، اس لیے کہ انھوں نے ۲۶۰ھ کے بعد عالم وجود میں آنے والی اثنا عشری فکر کو جانا نہیں اور اس پر ایمان لانے سے دور رہے۔

صرف اسی پر بس نہیں بلکہ انھوں نے ازواج مطہرات اور امہات المومنین رضی اللہ عنہن تک کو تکفیر سے نہیں بخشا اور اپنی تکفیری روایات کا تیر چلاتے ہوئے کسی ایک کو مستثنیٰ کرنا تو دور کی بات ان میں سیّدہ عائشہ ❻ اور حفصہ رضی اللہ عنہما کو خاص طور پر مذمت، لعن طعن اور تکفیر کا نشانہ بنایا۔ ❼ چنانچہ ان کے عالم کبیر مجلسی نے اس عنوان سے ایک باب باندھا ہے: ''باب احوال عائشۃ وحفصۃ'' اس میں سترہ (۱۷) روایات ذکر کی ہیں۔ ❽ اور بقیہ روایتوں کو دیگر ابواب میں ذکر کیا ہے۔ ❾ ان روایتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی مذمت کر کے آپ کو اور ان کو زبردست تکالیف پہنچائی ہے اور اس مقدس و پاکیزہ ذات کو بدکاری سے متہم کیا ہے جس کا نام عائشہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا ہے اور جن کی براءت کا اعلان سات آسمانوں کے اوپر سے آیا تھا۔ ان کے نزدیک کتب تفسیر کے اساسی مرجع ''تفسیر القمی'' ❿ میں ایسے گھناؤنی تہمتوں کا ذکر ہے جس سے قرآن کریم کی تکذیب لازم آتی ہے۔

---

❶ رجال الكشي ص (٥٢).
❷ أصول الشيعة الإمامية (٢/ ٨٩٢).
❸ كشف الخفاء / جعفر النجفي ص (٥) أصول الشيعة (٢/ ٨٩٢).
❹ أصول الشيعة الإمامية (٢/ ٨٩٢).
❺ أصول الكافي (١/ ٣٧٢، ٣٧٤).
❻ أصول الكافي (١/ ٣٠٠) رجال الكشي ص (٥٧، ٦٠).
❼ أصول الشيعة الإمامية (٢/ ٨٩٣).
❽ بحار الأنوار (٢٢/ ٢٢٧، ٢٤٧).
❾ بحار الأنوار (٢٢/ ٢٤٥).
❿ تفسير القمي (٢/ ٣٧٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ سورۂ نور کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''تمام علماء قطعیت سے اس بات پر متفق ہیں کہ آیت کریمہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے اعلان براءت کے بعد بھی جو شخص آپ کو گالیاں دے اور تہمت لگائے وہ کافر ہے اس لیے کہ وہ قرآن کا دشمن ہے۔'' ❶

اور علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

''پس ہر وہ شخص جو آپ (عائشہ رضی اللہ عنہا) کو اس تہمت کی گالی دے، جس سے اللہ نے آپ کو پاک کر دیا ہے تو وہ اللہ کی تکذیب کرتا ہے اور اللہ کی تکذیب کرنے والا کافر ہے۔'' ❷

مسلم خلفاء اور ان کی حکومتوں کی تکفیر:

روافض شیعہ یا شیعہ امامیہ کے مذہب میں ان کی حکومت کے علاوہ ہر حکومت ناجائز اور حرام ہے اور اس کا حاکم طاغوت ہے جو غیر اللہ کی عبادت کر رہا ہے۔ اسی طرح اس پر بیعت کرنے والا بھی غیر اللہ کی عبادت کر رہا ہے۔ شیعہ محدث ''الکلینی'' اس مفہوم کو متعدد ابواب میں اس طرح ثابت کرتا ہے: ''باب اس بیان میں کہ جس نے اپنی نااہلی کے باوجود امامت کا دعویٰ کیا اور جس نے تمام یا چند ایک ائمہ کا انکار کیا اور جس نے نااہلوں کو امامت کا مستحق ٹھہرایا۔'' اس باب کے تحت مذکورہ محدث نے اپنے ائمہ کی بارہ احادیث نقل کی ہیں۔ ❸

اور ''باب اس بیان میں کہ جو اللہ کے نامزد کیے ہوئے امام کے بغیر اللہ کا تابعدار بنا۔'' اس باب میں پانچ حدیثیں لکھی ہیں۔ ❹

ان کے عقیدہ کے مطابق علی اور حسن رضی اللہ عنہما کے علاوہ تمام مسلم خلفاء طاغوت ہیں، اگرچہ وہ حق کی دعوت دیتے رہے، اہل بیت کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے رہے اور اللہ کا دین قائم کرتے رہے کیونکہ وہ کہتے ہیں: حکومت کا ہر وہ جھنڈا جو قائم (مہدی منتظر) سے پہلے اٹھایا جائے اس کا اٹھانے والا طاغوت ہے۔ ❺ الکافی کے شارح اس پر مزید لکھتے ہیں:

''اگرچہ اس کا اٹھانے والا حق کی دعوت دیتا ہو۔'' ❻

پھر مجلسی نے اپنے معیار تحقیق کے مطابق اس روایت پر صحت کا حکم لگایا ہے۔ ❼

مسلم ممالک کو دار الکفر قرار دینا:

رافضی روایات میں کئی مخصوص مسلم ممالک کو سب وشتم کا نشانہ بنایا گیا ہے اور نام لے لے کر ان کے باشندوں کی تکفیر کی گئی ہے۔ ان ممالک میں اکثریت ان جگہوں کی ہے جہاں اسلامی احکامات کی زیادہ پابندی ہے،

❶ تفسیر ابن کثیر (۳/ ۲۸۹، ۲۹۰) الصارم المسلول ص (۵۱).

❷ تفسیر القرطبی (۱۲/ ۲۰۶) ❸ الکافی (۱/ ۳۷۲، ۳۷٤).

❹ الکافی (۱/ ۳۷٤، ۳۷٦).

❺ الکافی مع شرح المازندرانی (۱۲/ ۳۷۱) بحار الأنوار (۲۵/ ۱۱۳) أصول الشیعة (۲/ ۸۹٦).

❻ أصول الشیعة الإمامیة (۲/ ۸۹٦). ❼ مرآة العقول (٤/ ۳۷۸).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور اتباع سنت کا عام چلن ہے۔ چنانچہ انھوں نے فضیلت یافتہ صدیوں میں مدینہ اور مکہ کے باشندگان کی صراحت سے تکفیر کی۔ جعفر صادق کے وقت میں یہ لوگ مکہ اور مدینہ والوں کے بارے میں کہتے تھے کہ شام والے روم والوں سے یعنی نصاریٰ سے زیادہ برے ہیں اور اہل مدینہ اہل مکہ سے برے ہیں اور اہل مکہ اعلانیہ طور پر اللہ کا کفر کرتے ہیں۔ ❶

ایک دوسری روایت میں ہے کہ اہل مکہ اعلانیہ طور پر اللہ کا کفر کرتے ہیں اور اہل مدینہ اہل مکہ سے زیادہ خبیث ہیں، ستر گنا زیادہ خبیث۔ ❷ جب کہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دیگر ممالک کے باشندوں کے مقابلہ میں اہل مدینہ ہمیشہ خاص کر قرون مفضلہ سنت نبوی کے زیادہ متبع رہے اور اجتہادی مسالک میں مالکی مسلک سے منسلک رہے، اور چھٹی صدی ہجری کے اوائل میں اس سے ماقبل یا مابعد تک اسی کی طرف منسوب ہوتے رہے، یہاں تک کہ مشرق کے کچھ روافض ان میں گھس گئے اور بہتوں کے عقائد و مسلک کو بگاڑ دیا۔

مصر اور باشندگان مصر کے بارے میں ان کی روایتوں کو ملاحظہ فرمائیں: ابناء مصر داؤد علیہ السلام کی زبان سے ملعون ٹھہرائے گئے تو اللہ نے ان میں بعض کو بندر اور خنزیر کی شکل میں بدل دیا۔ ❸

جب اللہ تعالیٰ بنو اسرائیل پر غضبناک ہوا تو انھیں مصر ہی میں پہنچایا اور جب ان سے خوش ہوا تو انھیں وہاں سے نکال کر دوسری جگہ پہنچا دیا۔ ❹

> ''ملکوں میں سب سے برا ملک مصر ہے، کیا جب اللہ تعالیٰ بنو اسرائیل پر ناراض ہوا تو انھیں مصر میں قید نہیں کیا؟'' ❺

> ''مصر سے دور رہو، وہاں رہائش کا مطالبہ نہ کرو، اس لیے کہ وہ دیوثیت کو جنم دیتی ہے۔'' ❻

اس طرح کی اور بہت ساری روایات ان کے ہاں مصر اور باشندگان مصر کی مذمت اور ہجو میں منقول ہیں، جنھیں وہ لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، محمد الباقر اور علی الباقر رحمہما اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہ ہے تابناک اسلامی دور میں مصر کے متعلق روافض کی رائے کہ جس پر ان کا مورخ مجلسی اپنی رائے اس طرح قائم کرتا ہے:

> ''اس دور میں مصر سب سے بدتر ملک بن چکا تھا کیونکہ وہاں کے لوگ سب سے زیادہ بدبخت اور کفر میں حد سے آگے بڑھے ہوئے تھے۔'' ❼

بہر حال یہ بات بعید از قیاس نہیں ہے کہ یہ اقوال مصر اور باشندگان مصر کے خلاف روافض کے حقد و حسد اور غیظ و غضب کا ترجمان ہوں، کیونکہ صلاح الدین ایوبی نے ان کے ہم مذہب و ہم عقیدہ اسماعیلی عبیدی حکومت کو تاراج کر کے کنانہ کی سرزمین کو ان کی نجاست و غلاظت سے پاک کر دیا تھا۔ بھلا مصر اور باشندگان مصر کے بارے

---

❶ أصول الكافي (٢/ ٤٠٩). ❷ أصول الكافي (٢/ ٤١٠).
❸ بحار الأنوار (٦٠/ ٢٠٨) تفسير القمي ص (٥٩٦). ❹ تفسير العياشي (١/ ٣٠٤) البرهان (١/ ٤٥٦).
❺ تفسير العياشي (١/ ٣٠٥) البرهان (١/ ٤٥٧). ❻ بحار الأنوار (٦٠/ ٢١١) أصول الشيعة (٢/ ٩٠٠).
❼ بحار الأنوار (٥/ ٢٠٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں یہ جھوٹے اور گمراہ کن اقوال، صحیح مسلم کے باب "باب وصیة النبی بأهل مصر" ❶ کے بالمقابل کیا وزن رکھتے ہیں؟؟ صرف مصر ہی نہیں بلکہ دیگر بہت سارے مسلم ممالک اور وہاں کی مذمت کے بارے میں رافضی روایتیں ثابت ہیں۔ ❷ اگر کوئی ملک ان کی مذمت سے مستثنیٰ ہوا ہے تو وہ وہی ملک ہے جہاں کی حکومت اور وہاں کے باشندے ان کے ہم مذہب وہم عقیدہ رہے اور ایسے ممالک کی تعداد بہت کم ہے، اس سلسلے میں ان سے یہاں تک مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری ولایت (حکومت) کو دنیا کے ممالک پر پیش کیا تو کوفہ والوں کے علاوہ کسی نے اسے قبول نہیں کیا۔ ❸

مسلم قاضیوں اور منصفین کی تکفیر:

رافضی روایات مسلمانوں کے منصفین اور قاضیوں کو طاغوتوں میں شمار کرتی ہیں، محض اس بنا پر کہ ان کے خیال میں ان قاضیوں کا تعلق باطل امامت سے ہے، چنانچہ الکافی میں عمر بن حنظلہ کا بیان ہے کہ میں نے ابوعبداللہ سے ایسے دو چار آدمیوں کے بارے میں فتویٰ پوچھا کہ جن کے درمیان قرض یا میراث کے بارے میں جھگڑا ہوا، اور وہ دونوں اپنا معاملہ حاکم وقت، ومحکمۂ قضاء میں لے گئے، تو کیا یہ حلال ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ حق یا باطل کسی بھی معاملے میں جو شخص فیصلہ کے لیے اپنا معاملہ ان کے پاس لے جائے وہ طاغوت سے فیصلہ کا طالب ہوا، پھر اس کے حق میں جو فیصلہ ہوا وہ اگرچہ اس کا حقیقی حق بن رہا ہو پھر بھی وہ اس کے لیے حرام ہے، اس لیے کہ اس نے طاغوت کے فیصلہ کو تسلیم کیا، حالانکہ اللہ نے اسے اس کی تکفیر کا حکم دیا تھا۔ ❹ اللہ نے فرمایا:

﴿يُرِيدُونَ أَن يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَن يَكْفُرُوا بِهِ﴾ (النساء: ٦٠)

"چاہتے یہ ہیں کہ آپس کے فیصلے غیراللہ کی طرف لے جائیں، حالانکہ انھیں حکم دیا گیا ہے کہ اس کا انکار کریں۔"

پس یہ روایت جعفر صادق کے زمانے میں پائے جانے والے قضاء اور قاضیوں کے بارے میں ایک فیصلہ کن روایت ہے، جیسا کہ جعفر تک ان کے سلسلہ سند سے ظاہر ہوتا ہے۔ آپ سوچ سکتے ہیں کہ جب فضیلت یافتہ صدی کے قاضیوں کے بارے میں ان کا یہ عقیدہ ہے تو اس کے بعد کے قاضیوں کے بارے میں وہ کیا سوچتے ہوں گے؟ ❺

علمائے دین اور ائمۃ المسلمین کی تکفیر:

انھوں نے اپنے ہم مسلک وہم مشرب لوگوں کو مسلمانوں کے علماء و بزرگان دین سے خبردار رہنے کی تلقین کی ہے اور انھیں مشرکین کے درجے میں رکھا ہے، چنانچہ ہارون بن خارجہ کا بیان ہے کہ میں نے ابوعبداللہ سے کہا: ہم

❶ صحیح مسلم (٢/ ٢٩٧٠).
❷ بحار الأنوار (٦٠/ ٢٠٦).
❸ بحار الأنوار (٦٠/ ٢٠٦) أصول الشيعة (٢/ ٩٠١).
❹ أصول الشيعة الإمامية (٢/ ٢٠٩) أصول الكافي (١/ ٦٧).
❺ أصول الشيعة الإمامية (٢/ ٩٠١).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مخالفین ❶ کے پاس جاتے ہیں اوران سے ایسی حدیثیں سنتے ہیں جو انھیں کے خلاف ہماری دلیل بن سکتی ہے، تو کیا ہم اسے لے لیں؟ انھوں نے جواب دیا: تم ان کے پاس نہ جاؤ اور نہ ان سے سنو، ان پر اور شرک میں ڈوبی ہوئی ان کی ملتوں پر اللہ کی لعنت ہو۔ ❷

الکافی میں سدیر سے روایت ہے کہ ان سے ابوجعفر نے کہا کہ اے سدیر! کیا میں تمھیں اللہ کے دین سے روکنے والوں کو نہ دکھاؤں؟ پھر انھوں نے ابوحنیفہ اور سفیان ثوری پر نگاہ ڈالی، وہ لوگ ایک مسجد میں حلقہ لگائے بیٹھے ہوئے تھے، انھیں دیکھ کر کہا: یہ لوگ دوسروں کو اللہ کے دین سے روکنے والے ہیں، ان کے پاس اللہ کی کوئی ہدایت نہیں اور نہ کوئی واضح کتاب ہے، کیا اچھا ہوتا کہ یہ خبیث لوگ اپنے گھروں میں بیٹھ جاتے، پھر لوگ ادھر ادھر بھٹکتے، انھیں کوئی آدمی نہ ملتا جو اللہ اور اس کے رسول کے بارے میں انھیں بتاتا، پھر وہ ہمارے پاس آتے اور ہم انھیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بتاتے۔ ❸

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے امت محمدیہ کے اسلاف اور ائمہ کے بارے میں کہ --جن سے اللہ راضی ہو چکا ہے-- ان کے موقف کو واضح کیا ہے کہ انھوں نے بشمول متقدمین ومتاخرین پوری امت محمدیہ کی تکفیر کی ہے، یہ لوگ ابوبکر و عمر اور مہاجرین وانصار کے بارے میں عدالت کا عقیدہ رکھنے والوں اور اللہ کی رضا کے مطابق ان سے راضی رہنے والوں، اس کے حکم کی بموجب ان کے لیے استغفار کرنے والوں کی تکفیر کرتے ہیں، سعید بن مسیب، ابومسلم خولانی، اویس قرنی، عطاء بن ابی رباح، ابراہیم نخعی اور مالک، اوزاعی، ابوحنیفہ، حماد بن زید، حماد بن سلمہ، ثوری، شافعی، احمد بن حنبل، فضیل بن عیاض، ابوسلیمان درانی، معروف کرخی، جنید بن محمد، سہل بن عبداللہ التستری اور دیگر بہت سے چوٹی کے علمائے اسلام کی تکفیر کرتے ہیں، انھیں یہود ونصاریٰ سے بھی گیا گزرا کافر سمجھتے ہیں، اس لیے کہ ان کی نگاہوں میں یہود ونصاریٰ تو سرے سے کافر ہی ہیں، جب کہ یہ لوگ مرتد ہو گئے ہیں اور ارتدادی کفر بالاجماع کفر اصلی سے بڑا جرم ہے۔ آپ رحمہ اللہ آگے فرماتے ہیں کہ ان کے اکثر محققین کا خیال ہے کہ ابوبکر و عمر، بیشتر مہاجرین وانصار، عائشہ اور حفصہ جیسی ازواج مطہرات، ائمۃ المسلمین بلکہ عام مسلمان بھی پلک جھپکنے تک کے لیے ایمان نہ لائے، کیونکہ ان کے خیال میں جس ایمان کے بعد کفر آجائے اس ایمان کا قطعاً کوئی شمار نہیں، ان میں بعض کا یہاں تک خیال ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شرم گاہ جس سے عائشہ اور حفصہ سے مجامعت کیا ہے اسے جہنم کی آگ ضرور مس کرے گی تا کہ ان کے حسب عقیدہ کافرات کی وطے سے وہ پاک ہو جائے، کیونکہ کافرات سے وطی کرنا حرام ہے۔ ❹

یہ عمومی تکفیر جس سے کوئی نہیں بچ رہا ہے کیا مزید کسی تنقید واحتساب کی محتاج ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں، اس کا

❶ عموماً یہ لقب وہ لوگ اہل سنت کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ (مترجم)

❷ بحار الأنوار (۲/ ۲۱۶) أصول الشیعة الإمامیة (۲/ ۹۰۵).

❸ أصول الکافی (۱/ ۳۹۲) أصول الشیعة (۲/ ۹۰۵). ❹ مجموع الفتاوٰی (۲۸/ ۲۶۱، ۲۶۲).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بطلان اس قدر واضح ہے جس میں مزید وضاحت کی ضرورت نہیں اور اس کا جھوٹ اس قدر صاف ہے جس میں کسی نقاب کشائی کی حاجت نہیں۔ دراصل امت محمدیہ کی تکفیر صحابہ کرام کی تکفیر کا امتداد ہے۔ دونوں کا سبب ایک ہے، یہ طبعی چیز ہے جو شخص اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کینہ وحسد رکھے گا اور انھیں گالیاں دے گا، ان کی تکفیر کرے گا اس کا سینہ پوری امت محمدیہ کے خلاف کینہ وحسد سے بھرا ہوگا اور وہ سب کی تکفیر کرے گا جیسا کہ بعض اسلاف کا قول ہے کہ اگر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی کے خلاف کسی کا سینہ جل رہا ہوگا تو دیگر مسلمانوں کے خلاف کینہ و حسد سے اس کا سینہ پھٹنا یقینی ہے۔ ❶

چنانچہ یہ سچ ہے جو شخص ابوبکر، عمر، عثمان، اہل بدر، بیعت رضوان کے شرکاء اور مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم اجمعین سے راضی ومطمئن نہیں ہوسکتا حالانکہ یہ لوگ فضیلت ومرتبت اور عظمت واحسان کی چوٹی پر فائز ہیں تو بھلا ان کے بعد کے مسلمانوں سے وہ کیوں کر مطمئن اور راضی ہوسکتا ہے؟ دراصل اس گمراہ کی بنیاد روافض کا وہ دعویٰ ہے کہ جس میں وہ صحابہ کرام کو اس بات سے متہم کرتے ہیں کہ انھوں نے ''نص خلافت علی'' کا انکار کردیا تھا، میں عنقریب ہی اس دعویٰ، نص خلافت کی عقلاً، نقلاً اور مشاہدات وتجربات کے دلائل سے ان شاء اللہ تردید کروں گا اور بتاؤں گا کہ جس چیز کی بنیاد باطل ہو وہ بھی باطل ہے۔ صحابہ کرام کی سرکردہ جماعت پر ارتداد کا حکم لگانا ہی ایک ایسا جھوٹا پروپیگنڈا ہے جو روافض شیعہ کے عقائد وخیالات کی تردید کے لیے کافی ہے۔ ❷ اسی لیے ایک ایرانی نژاد آبائی شیعہ احمد الکسروی کا کہنا ہے کہ وفات نبوی کے بعد مسلمانوں کے ارتداد کے بارے میں انھوں (روافض) نے جو کچھ کہا ہے وہ جھوٹ اور بہتان کی ایک گستاخانہ جرأت ہے، کوئی بھی کہہ سکتا ہے کہ وہ سب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب تھے، جب سارے لوگ آپ کو جھٹلا رہے تھے تب انھوں نے آپ کی تصدیق کی، آپ کی طرف سے دفاع کیا۔ خلافت صدیقی میں ارتداد کی ہوا چلنے پر انھیں لوگوں نے تکلیفیں اور مشقتیں اٹھائیں، پھر بھلا یہ لوگ کیوں کر اور کیسے مرتد ہوگئے؟ دو باتوں میں سے کس بات کا احتمال زیادہ ہے، بدنیت قسم کے ایک یا دو آدمیوں کو جھٹلانا، یا سیکڑوں سے زیادہ چیدہ وچنندہ مسلمانوں کو مرتد کہہ دینا؟ ذرا ہمیں اس کا جواب دو اگر تمھارے پاس کوئی جواب ہے؟ ❸

قرآن حکیم میں اللہ رب العزت عقائد کے اصول وحقائق کو واضح کرتا ہے اور وہ ہر چیز کے لیے تبیان ہے۔ اللہ نے فرمایا:

﴿وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ (النحل : ٨٩)

''اور ہم نے تجھ پر یہ کتاب نازل کی، اس حال میں کہ ہر چیز کا واضح بیان ہے۔''

قرآن مجید کی خصوصیت ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جن چیزوں پر دین قائم ہے اسے بیان کرنے میں اس میں کوئی کمی نہیں فرمایا:

❶ الإبانة / ابن بطه ص (٤١). ❷ أصول الشيعة الامامية (٢/ ٩١٦).

❸ التشيع و الشيعة ص (٦٦) أصول الشيعة (٢/ ٩١٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ﴾ (الانعام: ۳۸)

''ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی۔''

پس اگر مسئلہ امامت اتنا اہم تھا اور آج بھی ہے، تو ایک انسان اس عقیدہ کے بارے میں پوچھ سکتا ہے کہ اسلام کی سب سے عظیم ترین کتاب یعنی قرآن مجید، جس میں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کا بار بار ذکر آیا ہے لیکن ائمہ اثنا عشرہ یا رسول ﷺ کے بعد مسئلہ امامت کے متعلق کہیں کوئی ذکر کیوں نہیں؟؟ حالانکہ روافض شیعہ کے عقیدہ کے مطابق یہ مسئلہ دین کے عظیم ترین ارکان میں سے ایک تھا۔ کیا یہ حیرت وتعجب کی بات نہیں ہے کہ قرآن کریم وضو کے طریقہ پر تفصیل سے روشنی ڈالے، کھانے پینے کی چیزوں میں حلال وحرام کی نوعیتیں واضح کرے، کبھی صلح اور کبھی جہاد پر گفتگو کرے، اخلاقیات کو مختلف اعتبار سے موضوع بحث بنائے اور بارہ اماموں کا مسئلہ امامت جس کی اہمیت آل کاشف الغطاء کی نگاہ میں یہ ہو کہ یہ بھی نبوت کی طرح ایک الٰہی منصب ہے، اسے نظر انداز کر دے؟ یقیناً یہ بہت حیرت انگیز بات ہے، کیا قرآن کی مذکورہ دونوں آیتیں پوری وضاحت وصراحت کے ساتھ یہ نہیں بتاتیں کہ بشری ضرورت کی کسی بھی چیز اور مسئلہ کو قرآن نے نظر انداز نہیں کیا ہے، پھر بھلا منصوص مسئلہ امامت کو قرآن کیوں نظر انداز کرے گا کہ علمائے شیعہ اپنی حسب منشا اس کا مفہوم متعین کریں، جب کہ ائمہ کی تنصیص وتعیین ان کے نزدیک اللہ کی طرف سے ہوتی ہے ان کی اپنی طرف سے نہیں۔ [1]

روافض شیعہ کے نزدیک عصمت ائمہ

عصمت امام کا عقیدہ روافض شیعہ کے نزدیک امامت کے لیے بنیادی شرط ہے اور ان کے نزدیک اس کی بڑی اہمیت ہے۔ یہ روافض شیعہ اپنے ائمہ کے بارے میں لامحدود اختیارات، اوصاف اور صلاحیتوں کا عقیدہ رکھتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ اپنے امام کو کسی کے سامنے جواب دہ نہیں مانتے وہ جو کچھ بھی کرے معصوم عن الخطا ہوتا ہے، بلکہ اس کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا واجب قرار دیتے ہیں کہ وہ جو کچھ بھی کہے اس کی تصدیق اور جو کچھ کرے اس کے خیر ہونے پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اس کے کسی قول وعمل میں برائی کا کوئی پہلو نہیں، اس لیے کہ وہ ایسے علم غیب کا مالک ہوتا ہے جس کی معرفت اس سے پہلے کسی کو نہ ہوئی۔ انھی اسباب ووجوہات کی بنا پر روافض نے اپنے اماموں کے لیے عصمت کا عقیدہ گھڑا اور کہنے لگے کہ ائمہ اپنی پوری زندگی میں معصوم عن الخطا ہیں، نہ وہ گناہ صغیرہ کا ارتکاب کرتے ہیں نہ کبیرہ کا۔ ان سے کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا نہ ان سے کوئی بھول چوک ہوتی ہے۔ [2]

چنانچہ روافض کے علامہ مفید اس بات پر اجماع نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ احکام کی تنفیذ، اقامت حدود، حفظ شرائع اور مخلوقات کی تعلیم وتربیت میں ائمۂ کرام انبیاء کے قائم مقام ہیں، وہ انبیاء کی طرح معصوم ہیں، ان سے

---

[1] ثم أبصرت الحقیقة / محمد سالم ص (۱۳۰).

[2] دراسات عن الفرق / ڈاکٹر أحمد جلی ص ۲۰۳، مسألة التقریب (۱/ ۳۲۲).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کسی چھوٹے یا بڑے گناہ کا ارتکاب نہیں ہوتا، ان کے متعلق دین کے بارے میں کسی سہو یا نسیان کا تصور نہیں کیا جاسکتا، چند ایک کو چھوڑ کر بقیہ تمام امامیہ شیعہ کا یہی عقیدہ ہے۔ جن لوگوں نے اس سلسلہ میں شذوذ کا راستہ اختیار بھی کیا ہے انھوں نے روایات کے ظاہری الفاظ پر اعتماد کیا ہے حالانکہ اس کی تاویلات موجود ہیں جو اس کے فاسد ذہن میں نہیں آتیں۔ ❶

ابن المطہر الحلی کہتا ہے:

''ائمہ کے بارے میں تمام مسلم فرقوں کے برخلاف امامیہ اور اسماعیلیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ ان کا معصوم ہونا واجب ہے۔'' ❷

جب کہ علامہ مجلسی کا کہنا ہے:

''معلوم ہونا چاہیے کہ امامیہ حضرات ائمہ کرام کی کامل عصمت پر متفق ہیں، چنانچہ ان سے کوئی بھی گناہ چھوٹا ہو یا بڑا، لغزش ہو یا تاویل کی غلطی، قطعاً سرزد نہیں ہوتی......'' ❸

ایک رافضی عالم صدوق اپنی من گھڑت وجھوٹی سند کے حوالے سے ابن عباس سے نقل کرتا ہے کہ انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: میں، علی، حسن، حسین اور حسین کی اولاد سے نو لوگ معصوم ہیں۔ ❹

ایک مقام پر اسی کو ثابت کرتے ہوئے یوں لکھتا ہے:

''انبیائے کرام، رسل اور ائمہ کے بارے میں ہمارا عقیدہ ہے کہ یہ سب معصوم عن الخطا ہیں، ہر گندگی و گناہ سے پاک وصاف ہیں، ان سے کوئی چھوٹے بڑے گناہ سرزد نہیں ہوتے، حکم الٰہی کی کبھی نافرمانی نہیں کرتے، جس بات کا اللہ انھیں حکم دیتا ہے وہ اسے کر گزرتے ہیں، جس نے ان کی عصمت کی تردید کی وہ ان کی حقیقت شناسی سے ناواقف رہا اور جو اس سے ناواقف رہا وہ کافر ہے۔'' ❺

حقیقت یہ ہے کہ عصمت ائمہ کا یہ عقیدہ فقط ماضی کے روافض تک محدود نہیں، بلکہ موجودہ دور کے روافض بھی اس سے مکمل طور پر متفق ہیں، چنانچہ محمد رضا المظفر کہتا ہے کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ امام نبی کی طرح ہیں، بچپن سے لے کر موت تک قصداً یا سہواً ہر طرح کے ظاہری و باطنی فواحش اور رذائل سے ان کا پاک اور معصوم ہونا واجب ہے، اسی طرح یہ بھی واجب ہے کہ وہ ہر طرح کے سہو، خطا اور بھول چوک سے پرے ہوں۔ ❻ زنجانی نے ''عقائد الامامیہ'' ❼ میں علی البحرانی نے ''منار الہدیٰ'' میں ❽ اور سید مرتضیٰ عسکری نے ''معالم المدرستین'' ❾ میں بصراحت یہی عبارت تحریر کی ہیں۔

---

❶ أوائل المقالات / علامة مفيد ص (٣٥). ❷ كشف المراد فی شرح تجريد الاعتقاد ص (٩٠).
❸ بحار الأنوار (٩/ ٢٠٥). ❹ اكمال الدين / الصدوق ص (٤٧٤).
❺ عقائد الإمامية الاثنى عشرية بحواله زنجانی (٢/ ١٥٧).
❻ عقائد الإمامية ص (١٠٤). ❼ العقيدة فی أهل البيت ص (٣٧١).
❽ منار الهدٰى ص (١٠٢). ❾ معالم المدرستين ص (١٥٩).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مگر شیعہ امامیہ مسلک میں کچھ ایسے آثار و روایات ملتی ہیں جو ان کے مذکورہ عقیدہ کے خلاف ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کے ایک ممتاز عالم مجلسی اس مسئلہ میں حیرت زدہ نظر آتے ہیں اور مذکورہ عبارتوں کو اجماع شیعہ کے خلاف مانتے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ بے حد پیچیدہ ہے، کیونکہ متعدد آیات و روایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ان (ائمہ) سے بھی سہو (لغزش و بھول چوک) ممکن ہے، چند ایک کو چھوڑ کر بقیہ اصحاب مذہب کا اسی پر اتفاق ہے۔ ❶

گویا یہ مجلسی جیسے جید شیعہ عالم کا اعتراف ہے کہ مطلقاً عصمت ائمہ پر متاخرین شیعہ کا اجماع ان کی سابقہ روایات کے خلاف ہے اور یہ اس بات کی قطعی دلیل اور صریح اعتراف ہے کہ یہ لوگ بلا کسی دلیل کے حتیٰ کہ اپنی کتابوں کے دلائل سے بھی خالی، گمراہی پر متفق ہو سکتے ہیں۔ ❷

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عصمت ائمہ کا نظریہ مختلف مراحل سے گزرا ہے۔ یا اس نظریہ کی تحدید و اثبات کے آغاز میں شیعی عقائد مختلف رہے ہیں، مثلاً ابوجعفر بن بابویہ القمی متوفی ۳۸۱ھ اور ان کے استاد محمد بن حسن قمی کے دور میں جمہور شیعہ کا خیال تھا کہ نبی اکرم ﷺ کی ذات سے سہو ونسیان کا انکار انتہائی درجہ کا غلو ہے۔ ❸ یہی وجہ تھی کہ جو شخص نبی ﷺ کی ذات سے سہو یا نسیان کی نفی کرتا اسے یہ لوگ غالی (متعصب) شیعہ میں شمار کرتے تھے۔ لیکن اس کے بعد حالت بدل گئی اور ائمہ سے سہو ونسیان کی نفی کر کے انھیں اس لافانی ہستی کے مقام تک پہنچا دیا گیا جسے نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔ عصمت ائمہ کا یہ مبالغہ آمیز عقیدہ کوفہ کی ایک نامعلوم شیعہ جماعت کے یہاں رائج تھا، جیسا کہ مجلسی لکھتے ہیں:

> ''شیعوں کے آٹھویں امام، امام رضا سے پوچھا گیا کہ کوفہ میں کچھ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ نماز میں نبی اکرم ﷺ سے سہو نہیں ہوئی تھی؟ ان کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ امام رضا نے فرمایا: وہ جھوٹے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہو، جس ہستی سے سہو نہیں ہوسکتا وہ صرف اللہ کی ذات ہے جس کے علاوہ کوئی حقیقی معبود نہیں۔'' ❹

مجلسی جیسے مستند عالم کی یہ تحریر اس بات کی دلیل ہے کہ نبی ﷺ کی ذات سے سہو ونسیان کا انکار چند مجہول و غیر معتبر لوگوں کا عقیدہ تھا، یہ لوگ مذکورہ عقیدہ رکھنے میں تنہا تھا، یہ لوگ ائمہ میں سب سے افضل امام یعنی رسول اللہ ﷺ سے سہو ونسیان کی نفی تو کرتے تھے، لیکن دیگر ائمہ کے بارے میں ان کا یہ عقیدہ نہ تھا، پھر اس عقیدہ میں مزید توسیع و ترقی ہوئی تاکہ بارہ (۱۲) معہود شیعہ اماموں اور تمام امامیہ شیعہ کو اس عقیدہ میں شامل کیا جا سکے، چنانچہ آپ معاصر شیعی عالم آیت اللہ العظمی عبداللہ الممقانی کے کلام پر غور کریں، جو اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ائمہ سے سہو ونسیان کی نفی کرنا شیعی مذہب کے واجبی مسائل میں شامل ہو چکا ہے۔ ❺

---

❶ بحار الأنوار (۲۵/ ۳۵۱). ❷ مسألة التقريب (۱/ ۳۳۰).

❸ شرح عقائد الصدوق / المفيد ص (۱۶۰، ۱۶۱).

❹ بحار الأنوار (۲۵/ ۳۵۰). ❺ تنقيح المقال (۳/ ۲٤۰).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ حضرت اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ ان کے اسلاف علماء اس عقیدہ کو مبنی بر غلو تصور کرتے تھے، بلکہ ان کا کہنا یہ ہے کہ کل گزشتہ جو بات غلو شمار کی جاتی تھی آج اسے شیعہ مذہب کا لازمی عنصر بننا ضروری ہو گیا ہے۔ ❶

چونکہ عصمت ائمہ کا دعویٰ، ائمہ کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مساوی قرار دینے کے مترادف ہے اور ان سے سہو ونسیان کی نفی انھیں درجہ الوہیت تک پہنچا دیتا ہے جیسا کہ آٹھویں شیعہ امام علی رضا نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے، اس لیے ابن بابویہ القمی وغیرہ نے اس عقیدہ کو متعصب وغالی اور غیر متعصب شیعوں کے درمیان حد فاصل قرار دیا ہے۔ ❷

جیسا کہ آپ نے دیکھا کہ معاصر شیعی عالم ممقانی کے بقول ائمہ شیعہ سے سہو ونسیان کی نفی کرنا اس مذہب کا لازمی عنصر بن چکا ہے اور اس مذہب کے کسی بھی لازمی عنصر کا انکار کرنا کفر ہے، جیسا کہ موجودہ دور کے ایک دوسرے شیعہ عالم ''محسن الامین'' کا کہنا ہے۔ ❸ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ متاخرین شیعہ متقدمین کی اور متقدمین شیعہ متاخرین کی تکفیر کرتے ہیں۔

ایک طرف تو عبداللہ الممقانی کا یہ خیال کہ ائمہ شیعہ سے سہو ونسیان کی نفی کرنا شیعہ مذہب کا لازمی عنصر بن چکا ہے اور دیگر بعض شیعہ حضرات اس پر اجماع نقل کرتے ہیں۔ ❹ جب کہ دوسری طرف سنی ممالک میں نشر ہونے والی دیگر شیعہ کتابوں میں ان کی یہ تصریحات ملتی ہیں کہ ائمہ کے بارے میں سہو ونسیان کا عقیدہ رکھنا تمام شیعہ مذہب کا عقیدہ ہے۔ ❺ اس طرح سے یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں، اور باہم متضاد عقیدہ کے شکار ہیں۔ اور ان کا ہر فریق اس بات کا دعویدار ہے کہ اسی کی بات شیعہ مذہب کا حصہ ہے۔ ❻ آگے چل کر ''عصمت ائمہ'' کا عقیدہ ہی عقیدہ ''بدا''، و''تقیہ'' کا سبب بنا، جس پر تفصیلی گفتگو آئندہ صفحات میں ہوگی۔ مختصر یہ کہ جب ائمہ کے حالات وسوانح کسی بھی صورت میں شیعوں کے دعوائے عصمت سے متفق نظر نہ آئے اور ان کے اقوال و خیالات میں تضاد پیدا ہو گیا، تو انھوں نے کہا کہ اس واقعہ کا تعلق ''بدا'' سے ہے اور اس واقعہ کا تعلق ''تقیہ'' سے ہے، جیسا کہ بعض شیعہ حضرات نے اس کا اعتراف بھی کیا ہے۔ ❼

اپنے بارہ اماموں کے بارے میں شیعہ حضرات کے دعوائے عصمت کا سب سے خطرناک پہلو یہ ہے کہ وہ ان کے ہر قول وعمل کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی طرح مانتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کی بیشتر مراجع احادیث کی سندیں کسی ایک امام تک پہنچ کر ختم ہو جاتی ہیں، وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچتیں۔ قرآن، سنت اور اجماع کی صراحت دیکھنے کے بعد ایسا لگتا ہے کہ اپنے ائمہ کے بارے میں ان حضرات نے جس عصمت کا دعویٰ کیا ہے وہ اللہ کے انبیاء اور رسولوں تک کو حاصل نہیں رہا۔ ❽

---

❶ تنقیح المقال (۳/ ۲٤۰) مسألة التقریب (۲/ ۹۷). ❷ مسألة التقریب (۲/ ۹۸).
❸ کشف الارتیاب، المقدمة الثانیه- و مهذب الأحکام (۱/ ۳۸۸، ۳۹۳).
❹ مسألة التقریب (۲/ ۹۸). ❺ الشیعة فی المیزان / محمد جواد ص (۲۷۲، ۲۷۳).
❻ مسألة التقریب (۲/ ۹۸). ❼ مسألة التقریب (۱/ ۳۲۹).
❽ مسألة التقریب (۱/ ۳۲٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عصمت ائمہ کے شیعی دلائل اور ان کی حقیقت

ا۔ قرآن سے استدلال:

ہر چند کہ قرآن مجید میں بارہ اماموں کا بالکل کوئی ذکر نہیں چہ جائیکہ ان کی عصمت کا تذکرہ ہو، تاہم ان کی عصمت کو ثابت کرنے کے لیے ان ائمہ کو قرآن سے جوڑا گیا ہے، اور تمام شیعہ بزرگان و مشائخ اس عقیدہ کے اثبات کے لیے اس فرمانِ الٰہی سے استدلال کرنے پر متفق نظر آتے ہیں:

﴿ وَ اِذِ ابْتَلٰۤی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۲۴﴾ ﴾ (البقرة: ١٢٤)

''اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے چند باتوں کے ساتھ آزمایا تو اس نے انھیں پورا کر دیا۔ فرمایا بے شک میں تجھے لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ کہا اور میری اولاد میں سے بھی؟ فرمایا میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔''

مجلسی نے اپنی کتاب بحار الانوار میں عصمت ائمہ کے متعلق باب کا آغاز اسی آیت کریمہ سے کیا ہے: "باب لزوم عصمة الإمام" ❶ (عصمت ائمہ کے لازم ہونے کا بیان) نیز بہت سارے معاصر شیعہ علمائے کبار مثلاً محسن الامین ❷ اور محمد حسین آل کاشف الغطاء وغیرہ قرآن سے بنیادی طور پر اسی آیت سے استدلال کرتے ہیں، اس کے علاوہ کسی دوسری آیت سے استدلال نہیں کرتے۔ محمد حسین کا کہنا ہے کہ یہ آیت کریمہ ائمہ کے لیے لزوم عصمت کی صریح ترین دلیل ہے۔ ❸ اسی طرح ''مجمع البیان'' کے مولف طبرسی اس آیت کریمہ سے اپنے متقدمین کے طریقۂ استدلال کو ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ہمارے علماء نے اس آیت کریمہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ امام قطعی طور پر قبائح سے معصوم ہوتا ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے بصراحت کہہ دیا ہے کہ میرے ''عہد'' ❹ یعنی امامت کو کوئی ظالم نہیں پائے گا۔ پس جو شخص معصوم نہ ہوگا وہ یا تو اپنی ذات کے تئیں ظالم ہوگا یا دوسروں پر ظلم کرے گا۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ظالم سے اس کے ظلم کی حالت میں امامت کی نفی کی گئی ہے، اگر ایسا شخص اپنے ظلم سے توبہ کر لے تو اسے ظالم نہیں کہا جائے گا اور وہ امامت پانے کا مستحق بن سکتا ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ظالم گرچہ بعد میں توبہ کر لے لیکن آیت کریمہ کے حکم میں وہ اس وقت آ چکا جب ظالم تھا اور جب ظالم کے حق میں اللہ نے اپنے ''عہد'' کی نفی کر دی تو گویا اس پر یہ حکم لگا دیا کہ ایسا شخص امامت کو نہیں پا سکتا، کیونکہ آیت کریمہ مطلق ہے، کسی خاص وقت کے ساتھ مقید نہیں ہے کہ جب ظالم ہوگا تو امامت نہیں ملے

❶ بحار الأنوار (٢٥/ ١٩١). ❷ أعيان الشيعة (٤/ ٤٥٨).

❸ أصل الشيعة ص (٥٩).

❹ آیت کریمہ میں ''عہد'' سے کیا مراد ہے، اس سلسلے میں علمائے سلف کا اختلاف رہا ہے، جیسا کہ اس کا تفصیلی بیان آگے آ رہا ہے لیکن روافض ہیں کہ وہ اپنی خواہش کے مطابق اسے اپنے لیے قطعیت کے ساتھ بلا دلیل ثابت کرتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گی اور جب توبہ کر لے گا تو مل سکتی ہے۔ ایسی صورت میں مذکورہ آیت کو تمام اوقات پر محمول کرنا واجب ہے اسے ظالم نہیں پاسکتا اگرچہ بعد میں توبہ کر لے۔ ❶

تنقید وتردید:

ا:...... "عہد" کے معنی میں اسلاف کا اختلاف:

مذکورہ آیت میں "عہد" سے کیا مراد ہے اس سلسلے میں اسلاف مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سدی کا قول ہے کہ اس سے نبوت مراد ہے یعنی میری نبوت کو ظالم لوگ نہیں پاسکتے۔

مجاہد کا قول ہے کہ اس سے امامت مراد ہے یعنی میں کسی ظالم کو امام نہیں بناؤں گا کہ جس کی پیروی کی جائے۔

جب کہ قتادہ، ابراہیم نخعی، عطاء، حسن اور عکرمہ کا قول ہے کہ اللہ کے عہد بمعنی امان کو آخرت میں ظالم لوگ نہیں پاسکتے۔ البتہ دنیا میں ظالم اسے پاسکتا ہے یعنی اللہ کے عذاب سے بچ سکتا ہے کہ وہ مزے لے لے کر کھا پی لے اور زندگی گزار لے، امام زجاج رحمہ اللہ اس تفسیر کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ بہترین قول ہے۔ پس معنی یہ ہے کہ میرے امان کو ظالم لوگ نہیں پاسکتے، میں انھیں اپنے عذاب سے نہیں بچاؤں گا اور ظالم سے مراد مشرک ہے۔

ربیع بن انس اور ضحاک کا قول ہے کہ عہد سے مراد اللہ کا وہ معاہدہ جو اس نے اپنے بندوں سے لیا ہے یعنی دین۔ پس معنی یہ ہے کہ اللہ کے دین کو ظالم لوگ نہیں پاسکتے کیا اس معنی میں آپ قرآن کی یہ آیت کریمہ نہیں دیکھتے:

﴿وَ بٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَ عَلٰٓى اِسْحٰقَ ؕ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ﴿۱۱۳﴾﴾

(الصّافّات: ۱۱۳)

"اور ہم نے اس پر اور اسحاق پر برکت نازل کی اور ان دونوں کی اولاد میں سے کوئی نیکی کرنے والا ہے اور کوئی اپنے آپ پر صریح ظلم کرنے والا ہے۔"

آیت کریمہ کا مفاد یہ ہے کہ اے ابراہیم تمھاری پوری ذریت حق پر نہیں ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مذکورہ آیت کی تفسیر میں ایک دوسرا قول منقول ہے وہ یہ ہے کہ عہد سے مراد معاہدہ و پیمان ہے۔ پس آیت کا مطلب ہے کہ ظالموں کے ساتھ عہد کی پابندی ضروری نہیں، اگر تم نے کسی ظالم سے معاہدہ کیا ہے تو اسے توڑ دو۔ ❷

مختصراً جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ "عہد" کی تفسیر کے بارے میں علمائے اسلاف کے اقوال مختلف ہیں۔ ان میں اکثریت کے نزدیک مسئلہ امامت سے اس کا کوئی تعلق نہیں اور اگر کسی نے امامت کی تفسیر بھی کی ہے تو اس سے علم، نیکوکاری اور اقتداء کی امامت مراد لی ہے نہ کہ امامت بمعنی اقتدار وحکومت جو روافض کے نزدیک مفہوم و معہود ہے۔ ❸

❶ مجمع البیان / الطبرسی (۱/ ۲۰۱) التبیان / طوسی (۱/ ۴۴۹).

❷ المحرر الوجیز/ ابن عطیه (۱/ ۲۵۰) أصول الشیعة (۲/ ۹۵۳).

❸ أصول الشیعة الإمامیة (۲/ ۹۵۳).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ب:...... آیت کریمہ کا ''عصمت ائمہ'' سے کوئی تعلق نہیں:

بفرض محال اگر اس آیت کا تعلق ''امامت عظمیٰ'' سے مان لیا جائے تو اس سے عصمت ائمہ کا کوئی ثبوت نہیں ملتا، کیونکہ جو شخص ظالم نہ ہو اس کے بارے میں یہ کہنا قطعاً غلط اور یکسر ناممکن ہے کہ وہ سہو و نسیان اور لغزشوں سے مبرا و معصوم ہوگا، جیسا کہ شیعہ حضرات کہتے ہیں، بلکہ ان کے عقیدہ و مذہب کا تقاضا یہ ہے کہ جو بھول جائے وہ ظالم ہے اور جو لغزش میں واقع ہو جائے وہ ظالم ہے، حالانکہ یہ ایسی بات ہے جس پر کوئی بھی فرد بشر ان سے اتفاق نہیں کرتا اور نہ ہی اسلامی اصول و قواعد ہی اس کا ساتھ دیتے ہیں۔ پس معلوم ہونا چاہیے کہ اثبات عصمت اور نفی ظلم کے درمیان بہت بڑا فرق ہے، ظلم کی نفی سے عدل کا اثبات لازم آتا ہے نہ کہ تشیع زدہ عصمت۔ ❶

ج:...... یہ قاعدہ مسلم نہیں کہ جس ظالم نے ظلم کے بعد توبہ کرلی ہو وہ ظالم ہی کہا جائے گا:

اگر ظلم سے تائب ہونے کے بعد بھی انسان ظالم ہی کہلائے تو ظلم کے ازالہ کے لیے گویا توبہ کا کوئی فائدہ نہیں۔ آپ دیکھئے کہ سب سے بڑا ظلم شرک ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ ﴾ (الانعام: ۸۲)

''وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو بڑے ظلم کے ساتھ نہیں ملایا۔''

پھر اس ظلم کی تفسیر ان الفاظ میں کی:

﴿ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۣاِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ⑬ ﴾ (لقمان: ۱۳)

''اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا، بے شک شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔''

پس شرک جیسے ظلم کی اتنی مذمت، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کفار کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ ﴾ (الانفال: ۳۸)

''ان لوگوں سے کہہ دے جنھوں نے کفر کیا، اگر وہ باز آجائیں تو جو کچھ گزر چکا انھیں بخش دیا جائے گا۔''

لیکن ان لوگوں کے قول کا مطلب یہ ہے کہ جس نے شرک کرلیا اگرچہ ایک لمحہ ہی کے لیے کیوں نہ ہو، یا گناہ کا مرتکب ہوگیا اگرچہ صغیرہ ہی کیوں نہ ہو، وہ بہرصورت ظالم ہی کہا جائے گا۔ پس شیعہ حضرات کے اس قول کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مشرک اگرچہ اسلام لے آئے پھر بھی وہ مشرک ہی ہوگا، کیونکہ اصل ظلم شرک ہے۔ ❷ اس طرح یہ لوگ اپنے اس عقیدہ میں ان خوارج سے بھی زیادہ سخت ہیں جو مرتکب کبیرہ کے لیے جہنم کا لازمی وعید سناتے ہیں، لیکن ان کے نزدیک بھی مرتکب کبیرہ اگر توبہ کرلے تو پھر اس کے لیے جہنم سے نجات ہے۔ لیکن اِن روافض کے یہاں شرک سے توبہ کرنے کے بعد بھی انسان مشرک ہی رہتا ہے۔ شریعت، عرف اور لغت تو درکنار عقلاً بھی یہ بات

❶ أصول الشیعة الإمامیة (۲/ ۹۵۳).

❷ یہ لوگ ظلم سے اس لیے شرک مراد لیتے ہیں کیونکہ انھیں ابوبکر وعمر کی خلافت کی تردید و ابطال مقصود ہے، اس لیے کہ وہ دونوں شرک کے بعد اسلام لائے تھے گویا اسلام لانے کے بعد بھی شرک ان کے ساتھ چسپاں رہا، چنانچہ کلینی کہتا ہے کہ آیت کریمہ ہر ظالم کی امامت کو باطل قرار دیتی ہے۔ (أصول الکافی ۱/ ۱۹۹)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بالکل واضح ہے کہ اگر کوئی شخص ظلم یا کفر کرنے کے بعد توبہ کر لے اور اپنے حالات کی اصلاح کر لے تو اسے ظالم یا کافر کہنا ہرگز درست نہ ہوگا اور اگر اسے درست مانا جاتا ہے تو گویا بچے کو بوڑھا، بوڑھے کو بچہ، خوابیدہ کو بیدار اور بیدار کو خوابیدہ، فقیر کو مال دار اور مال دار کو فقیر، شکم سیر کو بھوکا اور بھوکے کو شکم سیر، زندہ کو مردہ اور مردے کو زندہ کہنا درست ہوگا جب کہ یہ کسی کے یہاں معتبر نہیں ہے۔

نیز اگر اسے صحیح تسلیم کر لیا جائے تو کافر سے سلام نہ کرنے کی قسم کھانے والے کے حق میں لازم آتا ہے کہ اگر وہ کسی ایسے مومن سے سلام کرتا ہے جو کہ کئی سالوں پیشتر کافر تھا، تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی، جب کہ اس کا کوئی قائل نہیں ہے۔ ❶ یہ بھی معلوم ہے کہ بعض اوقات ظلم سے توبہ کرنے والا شخص عملاً ظلم کا مرتکب نہیں ہوا ہوتا، لہٰذا جس شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ وہ شخص جس نے سرے سے کفر نہیں کیا، کسی کو قتل نہیں کیا اور نہ کوئی گناہ کی، وہ ان تمام لوگوں سے افضل ہے جو کفر چھوڑ کر اسلام میں داخل ہوئے، گمراہی سے تائب ہو کر ہدایت کی راہ اپنائی اور اپنے گناہوں کے بعد توبہ کی تو اس کا یہ عقیدہ یقینی طور سے ثابت شدہ دینی حقائق کے بالکل خلاف ہے، کیونکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ سابقین اولین مسلمان اپنی اولادوں سے افضل ہیں، کیا کوئی عقل مند انسان مہاجرین وانصار کی اولادوں کو ان کے آباء سے تشبیہ دے سکتا ہے۔؟ ❷

شیعہ حضرات کا یہ طریقہ استدلال ہمیں اس نتیجہ تک پہنچاتا ہے کہ بشمول شیعہ واہل بیت تمام مسلمان ظالم قرار پائیں، کیونکہ ائمہ معصومین کے علاوہ بقیہ سب کے سب غیر معصوم ہیں۔ طوسی کا کہنا ہے کہ ''ظلم'' اسم مذمت ہے، لہٰذا جو شخص مستحق لعنت ہو صرف اسی کو ظالم کہا جا سکتا ہے، کیونکہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٨﴾ ﴾ (هود: ١٨)

''خبردار ہو کہ اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر۔''

د:......ایک زیدی شیعہ عالم اس آیت کریمہ سے اثنا عشریہ شیعہ کے استدلال کی تردید کرتے ہوئے:

چنانچہ یہ زیدی شیعہ رقم طراز ہے:

''روافض نے اس آیت سے اس بات کے لیے استدلال کیا ہے کہ جس نے زندگی میں کبھی ایک بھی ظلم کیا ہو وہ امامت کا مستحق نہیں ہو سکتا اور پھر انھوں نے ابوبکر وعمر کی امامت کو مورد طعن وتشنیع ٹھہرایا ہے، حالانکہ یہ بات درست نہیں ہے، اس لیے کہ اگر عہد سے نبوت مراد لی جائے تو یہ آیت موضوع سے خارج ہے اور اگر اس سے امامت کبریٰ مراد لی جائے تو ایسی صورت میں جو شخص ظلم سے توبہ کرے اسے ظالم نہیں کہا جا سکتا، اللہ تعالیٰ نے صرف ظلم کی حالت میں ظالم کو یہ منصب دینے سے منع فرمایا ہے۔'' ❸

❶ روح المعانی / الألوسی (١/ ٣٧٧). ❷ منهاج السنة (١/ ٣٠٢، ٣٠٣).

❸ الثمرات اليانعة/ يوسف بن أحمد الزيدی، مخطوطه، بحواله أصول الشيعة الإمامية (٢/ ٩٥٥).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲۔ آیت تطہیر اور حدیث کساء:

آیت تطہیر سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد مراد ہے:

﴿ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝٣٣ ﴾ (الأحزاب : ٣٣)

دراصل یہ آیت کریمہ مندرجہ ذیل آیات کا ایک حصہ ہے، اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ ۚ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۝٣٢ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ ۖ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝٣٣ ﴾ (الأحزاب : ٣٢، ٣٣)

''اے نبی کی بیویو! تم عورتوں میں سے کسی ایک جیسی نہیں ہو، اگر تقویٰ اختیار کرو تو بات کرنے میں نرمی نہ کرو کہ جس کے دل میں بیماری ہے طمع کر بیٹھے اور وہ بات کہو جو اچھی ہو۔ اور اپنے گھروں میں ٹکی رہو اور پہلی جاہلیت کے زینت ظاہر کرنے کی طرح زینت ظاہر نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کر دے اے گھر والو! اور تمھیں پاک کر دے، خوب پاک کرنا۔''

اثنا عشری شیعہ علماء نے جان بوجھ کر اس پورے قرآنی سیاق سے کاٹ کر کہ جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو مخاطب کیا گیا ہے صرف آیت کے ایک ٹکڑے سے استدلال کیا ہے، تاکہ ازواج مطہرات کو خطاب الٰہی سے نظر انداز کیا جا سکے، پھر اسی آیت سے حدیث کساء کو بھی جوڑ دیا، جس میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا [1] بیان کرتی ہیں کہ ایک دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت نکلے، آپ کے جسم پر ایک بال دار کجاؤں سے منقش ایک سیاہ رنگ کی چادر تھی، جب حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ کے پاس آئے تو آپ نے انھیں چادر کے اندر کر لیا، پھر حسین رضی اللہ عنہ آئے وہ بھی ان کے ساتھ چادر میں ہو گئے، پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں انھیں بھی داخل کر لیا، پھر علی رضی اللہ عنہ آئے اور انھیں چادر میں سمیٹ لیا، پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

﴿ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝٣٣ ﴾ (الاحزاب : ٣٣)

نیز حدیث کساء کے ساتھ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کو بھی آیت تطہیر کے ساتھ جوڑ دیا کہ جب آیت کریمہ: ﴿ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ ...... ﴾ الآية نازل ہوئی تو ام

[1] واضح رہے کہ جس عائشہ رضی اللہ عنہا پر شیعہ حضرات بغض علی کی تہمت لگاتے ہیں یہاں وہی عائشہ علی اور فاطمہ کی فضیلت بیان کر رہی ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سلمہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں اے اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں بھی ان کے ساتھ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَنْتَ عَلٰی مَکَانِكِ وَاَنْتِ عَلٰی خَیْرٍ .)) ❶

''تمھارا اپنا مقام ہے اور تم خیر پر ہو۔''

مذکورہ دونوں روایات کو آیت تطہیر کے ساتھ انھوں نے اس لیے جوڑا ہے تا کہ آیت کریمہ سے جو معنی مستنبط کرنا چاہتے ہیں اسے ثابت کر سکیں، کیونکہ اثنا عشری شیعہ عقائد کے مطابق یہ آیت کریمہ اصحاب کساء یعنی علی، فاطمہ اور حسن و حسین کے ہر چھوٹے بڑے گناہ، حتیٰ کہ معمولی غلطی اور بھول سے معصوم ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ ❷

تنقید و تردید:

ا: ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث کساء کا مختلف صیغوں اور الفاظ میں وارد ہونا:

ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مختلف الفاظ اور متعدد صیغوں میں وراد ہے، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے کہا کہ میرے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ اور علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم بھی تھے، میں نے ان کے لیے خزیرہ بنایا، انھوں نے اسے تناول فرمایا اور سو گئے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر عباء یا چادر ڈال دی اور فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلِ بَیْتِی اَذْهَبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِیرًا .))

''اے اللہ یہ میرے اہل بیت (گھر والے) ہیں ان سے گندگی دور کر دے اور انھیں خوب پاک کر دے۔''

اور دوسری روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو ایک چادر پر بٹھایا، پھر اپنے بائیں ہاتھ سے اس کے چاروں کونوں کو پکڑا اور ان کے سروں کے اوپر تک سمیٹا، پھر اپنے دائیں ہاتھ سے اپنے رب کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا:

((هٰؤُلَاءِ اَهْلِ بَیْتِی ، فَاَذْهَبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِیرًا .))

''یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے گندگی دور فرما دے اور انھیں خوب پاک کر دے۔''

مذکورہ دونوں روایات صحیح مسلم میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث سے اس معنی میں ملتی جلتی ہیں کہ مذکورہ پانچ افراد آیت کریمہ کے مصداق ہیں، لیکن اس سے یہ قطعی فیصلہ نہیں اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ان کے علاوہ اور کوئی اس آیت کا مصداق نہیں۔ ❸

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے دیگر ایسی روایات بھی مروی ہیں جن میں مزید تفصیلات کا ذکر ہے، اور ان سے اشارہ ملتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا اہل کساء میں شامل نہیں ہیں، لیکن آگاہ رہیں کہ اس معنی کی اکثر روایات ضعیف ہیں، جو صحیح ہیں ان میں سے ایک روایت یہ ہے کہ جب یہ آیت کریمہ: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴿٣٣﴾﴾ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ، حسن اور حسین کو بلایا اور انھیں چادر سے ڈھانپ دیا، علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھے انھیں بھی آپ نے چادر سے

---

❶ سنن الترمذی / المناقب حدیث نمبر (۳۷۸۸). ❷ ثم أبصرت الحقیقة ص (۱۷٦).

❸ ثم أبصرت الحقیقة ص (۱۷۷).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ڈھانپ دیا، پھر فرمایا: ((اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اَھْلِ بَیْتِیْ فَاذْھَبْ عَنْھُمُ الرِّجْسَ وَ طَھِّرْھُمْ تَطْھِیْرًا .)) ام سلمہ کہنے لگیں: اے اللہ کے نبی! اور میں بھی انھیں کے ساتھ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((اَنْتِ عَلٰی مَکَانِكِ وَ اَنْتِ عَلٰی خَیْرٍ .)) ''تمھارا اپنا مقام ہے تم بھی خیر پر ہو۔'' ❶

مزید براں ایک بہت ہی اہم روایت ہے جو بسند حسن مروی ہے اور اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ جب چادر سے یہ لوگ نکل گئے تب آپ رضی اللہ عنہا بھی چادر میں داخل ہوئیں اور شاید اس کی صحت کی سب سے بہتر توجیہ یہی ہے کہ اس چادر میں علی بن ابی طالب کے ہوتے ہوئے ام سلمہ کا داخل ہونا درست نہ تھا، اس لیے جب وہ لوگ چادر سے نکل گئے تب آپ ﷺ نے انھیں بھی چادر میں داخل کر دیا، چنانچہ شہر رحمہ اللہ اس روایت کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کی زوجۂ مطہرہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اہل عراق پر لعنت بھیجتے ہوئے سنا، جب کہ ان کے پاس حسین بن علی کی شہادت کی خبر پہنچی، آپ کہہ رہی تھیں: انھوں نے اسے قتل کر دیا اللہ انھیں قتل کرے، انھوں نے اسے دھوکا دیا، رسوا کیا، ان پر اللہ کی لعنت نازل ہو۔ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو دیکھا کہ آپ کے پاس فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک ہانڈی میں دودھ اور آٹے کا بنا ہوا ناشتہ لے کر آئیں، اسے پلیٹ میں نکال کر نبی اکرم ﷺ کو پیش کیا۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: ((اَیْنَ ابْنُ عَمِّكِ)) تمھارے چچازاد بھائی کہاں ہیں۔ انھوں نے کہا: گھر میں ہیں۔ آپ نے فرمایا: ((اِذْھَبِیْ فَادْعِیْهِ وَ اُتِیْنِیْ بِابْنَیْهِ .)) جاؤ انھیں بلاؤ اور ان کے دونوں بیٹوں کو بھی میرے پاس لاؤ۔ راوی کا بیان ہے کہ اتنے میں آپ رضی اللہ عنہا اپنے دونوں بیٹوں کو اپنے ہاتھوں کی انگلیاں پکڑا کر لے آئیں، اور علی رضی اللہ عنہ ان دونوں کے پیچھے چل رہے تھے، اس طرح یہ سب اللہ کے رسول ﷺ کے پاس پہنچے۔ آپ ﷺ نے نواسوں کو اپنی گود میں بٹھا لیا، اور علی رضی اللہ عنہ آپ کے دائیں طرف بیٹھ گئے اور فاطمہ بائیں طرف بیٹھ گئیں۔ ام سلمہ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے وہ خیبری چادر کھینچی جسے ہم لوگ مدینہ میں سونے کے لیے چٹائی کے طور پر استعمال کرتے تھے، آپ نے وہ چادر چاروں کونوں سے سمیٹ کر بائیں ہاتھ میں پکڑ لیا اور دائیں ہاتھ سے اپنے رب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ دعا کیا:

((اَللّٰھُمَّ اَھْلِ بَیْتِیْ اذْھَبْ عَنْھُمُ الرِّجْسَ وَ طَھِّرْھُمْ تَطْھِیْرًا .))

''اے اللہ! میرے اہل بیت ہیں ان سے گندگی کو دور فرما اور خوب پاک وصاف کر دے۔''

میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا میں آپ کے اہل سے نہیں ہوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ''بَلٰی'' کیوں نہیں ہو، تم بھی چادر میں داخل ہو جاؤ۔ چنانچہ جب آپ اپنے چچازاد بھائی علی، ان کے دونوں بیٹوں اور اپنی بیٹی فاطمہ کے لیے دعا کر کے فارغ ہوئے تو میں بھی چادر میں داخل ہوئی۔ ❷

یہ روایت صاف طور پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ام سلمہ کو اپنے اہل بیت میں سے ہونے

---

❶ فضائل الصحابۃ (۲/ ۷۲۷) اثر نمبر (۱۹۹۴) اس کی سند میں ضعف ہے، لیکن دوسری کئی سندیں ہیں جن سے اس کی تقویت ہوتی ہے۔

❷ فضائل الصحابۃ (۲/ ۸۵۲) اثر نمبر (۱۱۷۰) اس کی سند حسن ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی گواہی دی اور اولین اہل کساء کے لیے دعا سے فارغ ہونے کے بعد ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو چادر میں داخل کیا۔ ❶

ب: آیت تطہیر کا تعلق ازواج مطہرات سے ہے نہ کہ عقیدہ عصمت وامامت سے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُل لِّأَزۡوَٰجِكَ إِن كُنتُنَّ تُرِدۡنَ ٱلۡحَيَوٰةَ ٱلدُّنۡيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيۡنَ أُمَتِّعۡكُنَّ وَأُسَرِّحۡكُنَّ سَرَاحٗا جَمِيلٗا ۝٢٨ وَإِن كُنتُنَّ تُرِدۡنَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَٱلدَّارَ ٱلۡأٓخِرَةَ فَإِنَّ ٱللَّهَ أَعَدَّ لِلۡمُحۡسِنَٰتِ مِنكُنَّ أَجۡرًا عَظِيمٗا ۝٢٩ يَٰنِسَآءَ ٱلنَّبِيِّ مَن يَأۡتِ مِنكُنَّ بِفَٰحِشَةٖ مُّبَيِّنَةٖ يُضَٰعَفۡ لَهَا ٱلۡعَذَابُ ضِعۡفَيۡنِۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى ٱللَّهِ يَسِيرٗا ۝٣٠ وَمَن يَقۡنُتۡ مِنكُنَّ لِلَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَتَعۡمَلۡ صَٰلِحٗا نُّؤۡتِهَآ أَجۡرَهَا مَرَّتَيۡنِ وَأَعۡتَدۡنَا لَهَا رِزۡقٗا كَرِيمٗا ۝٣١ يَٰنِسَآءَ ٱلنَّبِيِّ لَسۡتُنَّ كَأَحَدٖ مِّنَ ٱلنِّسَآءِ إِنِ ٱتَّقَيۡتُنَّ فَلَا تَخۡضَعۡنَ بِٱلۡقَوۡلِ فَيَطۡمَعَ ٱلَّذِي فِي قَلۡبِهِۦ مَرَضٞ وَقُلۡنَ قَوۡلٗا مَّعۡرُوفٗا ۝٣٢ وَقَرۡنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجۡنَ تَبَرُّجَ ٱلۡجَٰهِلِيَّةِ ٱلۡأُولَىٰۖ وَأَقِمۡنَ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتِينَ ٱلزَّكَوٰةَ وَأَطِعۡنَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥٓۚ إِنَّمَا يُرِيدُ ٱللَّهُ لِيُذۡهِبَ عَنكُمُ ٱلرِّجۡسَ أَهۡلَ ٱلۡبَيۡتِ وَيُطَهِّرَكُمۡ تَطۡهِيرٗا ۝٣٣ وَٱذۡكُرۡنَ مَا يُتۡلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنۡ ءَايَٰتِ ٱللَّهِ وَٱلۡحِكۡمَةِۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا ۝٣٤ ﴾ (الاحزاب: ٢٨ تا ٣٤)

"اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتی ہو تو آؤ میں تمھیں کچھ سامان دے دوں اور تمھیں رخصت کر دوں، اچھے طریقے سے رخصت کرنا۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخری گھر کا ارادہ رکھتی ہو تو بے شک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔ اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو کھلی بے حیائی (عمل میں) لائے گی اس کے لیے عذاب دوگنا بڑھایا جائے گا اور یہ بات اللہ پر ہمیشہ سے آسان ہے۔ اور تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے گی اور نیک عمل کرے گی اسے ہم اس کا اجر دوبار دیں گے اور ہم نے اس کے لیے باعزت رزق تیار کر رکھا ہے۔ اے نبی کی بیویو! تم عورتوں میں سے کسی ایک جیسی نہیں ہو، اگر تقویٰ اختیار کرو تو بات کرنے میں نرمی نہ کرو کہ جس کے دل میں بیماری ہے طمع کر بیٹھے اور وہ بات کہو جو اچھی ہو۔ اور اپنے گھروں میں ٹکی رہو اور پہلی جاہلیت کے زینت ظاہر کرنے کی طرح زینت ظاہر نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کر دے اے گھر والو! اور تمھیں پاک کر دے، خوب پاک کرنا۔ اور تمھارے گھروں میں اللہ

❶ ثم أبصرت الحقيقة ص (١٧٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی جن آیات اور دانائی کی باتوں کی تلاوت کی جاتی ہے انھیں یاد کرو۔ بے شک اللہ ہمیشہ سے نہایت باریک بین، پوری خبر رکھنے والا ہے۔''

آپ دیکھ رہے ہیں کہ ان تمام آیات میں صرف ازواج مطہرات کو مخاطب کیا گیا ہے، انھیں کو حکم ہے، ممانعت ہے، وعدہ اور وعید ہے، لیکن جب اس خطاب کی افادیت عام نظر آئی یعنی اس کا فائدہ ازواج مطہرات کے ساتھ ساتھ اہل بیت کے دیگر افراد کو بھی پہنچ رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے تطہیر کے لیے مذکر کی ضمیر استعمال کی اور جہاں مذکر ومونث کا یکجا ذکر ہو وہاں مذکر کو ترجیح حاصل ہوتی ہے، چنانچہ تطہیر کی افادیت تمام اہل بیت کو شامل ہوئی، یہ اور بات ہے کہ علی، فاطمہ، حسن اور حسین کا ذکر اہل بیت کے ساتھ خاص طور پر ہو، اور اسی خصوصیت کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے لیے خاص طور سے دعا بھی فرمائی۔

پس واضح رہے کہ آدمی کی بیوی اس کے اہل بیت میں شامل ہے، یہ بات لغت اور عام بول چال میں بھی رائج ہے، چنانچہ ہر شخص اپنے دوست یا شناسا سے اس کے گھر کی خیرت معلوم کرتے ہوئے کہتا ہے: ((کَیْفَ اَھْلُكَ؟)) تمھارے اہل وعیال یعنی بیوی بچے کیسے ہیں؟ تو وہ شخص جواب دیتا ہے کہ سب خیریت سے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر بھی بیوی کو اہل بیت میں شامل کیا ہے، چنانچہ فرمایا:

﴿ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ﴾

(ھود: ۷۳)

''انھوں نے کہا کیا تو اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہے؟ اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں تم پر اے گھر والو!''

پس آیت میں بالاجماع ابراہیم علیہ السلام کی بیوی سارہ (علیہا السلام) کو مخاطب کیا گیا ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آدمی کی بیوی اس کے اہل بیت کا ایک فرد ہے۔

اور ایک جگہ فرمایا:

﴿ فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝۲۹ ﴾ (القصص: ۲۹)

''پھر جب موسیٰ نے وہ مدت پوری کر دی اور اپنے گھر والوں کو لے کر چلا تو اس نے پہاڑ کی طرف سے ایک آگ دیکھی، اپنے گھر والوں سے کہا تم ٹھہرو، بے شک میں نے ایک آگ دیکھی ہے، ہوسکتا ہے کہ میں تمھارے لیے اس سے کوئی خبر لے آؤں، یا آگ کا کوئی انگارا، تاکہ تم تاپ لو۔''

اس آیت میں بھی اہل سے مراد موسیٰ علیہ السلام کی بیوی ہیں اور انھیں کو خطاب کیا گیا ہے۔ دوسری جگہ فرمایا:

﴿ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۝۵۴ وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۠ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ۝۵۵ ﴾ (مریم: ۵۴، ۵۵)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''اور کتاب میں اسماعیل کا ذکر کر، یقیناً وہ وعدے کا سچا تھا اور ایسا رسول جو نبی تھا۔ اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا اور وہ اپنے رب کے ہاں پسند کیا ہوا تھا۔''

پس قابل غور پہلو یہ ہے کہ آپ (علیہ السلام) کے اہل (گھر والے) کون تھے جنھیں آپ نماز کا حکم دیتے تھے؟ یہ آیت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے جس میں اس نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مخاطب کر کے کہا ہے:

﴿ وَ اْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَ اصْطَبِرْ عَلَيْهَا ﴾ (طه: ١٣٢)

''اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور اس پر خوب پابند رہ۔''

بلاشبہ اس حکم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیویاں یا کم از کم خدیجہ رضی اللہ عنہا ضرور شامل ہیں کیونکہ یہ سورۃ مکی ہے۔ [1]

نیز ایک جگہ فرمایا:

﴿ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ؕ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّاۤ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۲۵ ﴾ (يوسف: ٢٥)

''اور دونوں دروازے کی طرف دوڑے اور اس عورت نے اس کی قمیص پیچھے سے پھاڑ دی اور دونوں نے اس کے خاوند کو دروازے کے پاس پایا، اس عورت نے کہا کیا جزا ہے اس کی جس نے تیری گھر والی کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا، سوائے اس کے کہ اسے قید کیا جائے، یا دردناک سزا ہو۔''

صاف ظاہر ہے کہ یہاں اہل سے مراد عزیز مصر کی بیوی ہے اور خطاب عزیز مصر کو کیا گیا ہے۔ [2]

ج: **رجس** (گندگی) کی دوری سے عربی زبان اور قرآنی بیان میں عصمت کا معنی ثابت نہیں ہوتا:

راغب اصفہانی ''مفردات الفاظ القرآن'' میں ''رجس'' کے مادہ میں لکھتے ہیں کہ گندی و ناپاک چیز کو ''الرجس'' کہا جاتا ہے، چنانچہ گندے لوگوں کو ''رجل رجسی'' اور ''رجال ارجاس'' کہتے ہیں۔ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ﴾ (المائدة: ٩٠)

''گندی چیز ہے، شیطانی کام ہے۔''

شریعت میں رجس کا اطلاق شراب اور جوئے پر بھی ہے۔

کافروں کو اللہ تعالیٰ نے شرک کے اعتبار سے رجس ''ناپاک'' کہا، کیونکہ شرک کرنا عقلاً نہایت ہی قبیح و بدترین چیز ہے۔ فرمایا:

﴿ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ ﴾ (التوبة: ١٢٥)

''اور رہے وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے تو اس نے ان کو ان کی گندگی کے ساتھ اور گندگی میں زیادہ کر دیا۔''

[1] الإمامة و النص / فيصل نور ص (٣٨٦).
[2] الإمامة و النص / فيصل نور ص (٣٩١).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور فرمایا:

﴿ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ۝ ﴾ (یونس : ۱۰۰)

''اور وہ گندگی ان لوگوں پر ڈالتا ہے جو نہیں سمجھتے۔''

اور کہا گیا ہے کہ ''الرجس'' کا معنی ناپاکی اور عذاب بھی ہوتا ہے جیسے کہ اللہ نے فرمایا:

﴿ إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ ﴾ (التوبۃ : ۲۸)

''یقیناً مشرک لوگ ناپاک ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿ أَوْ لَحْمَ خِنزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ ﴾ (الانعام : ۱۴۵)

خلاصہ کلام یہ کہ ''الرجس'' کا لفظ بنیادی طور پر ناپاکی اور گندگی کے لیے ہے، لیکن کبھی ''رجس'' بول کر شرک مراد لیا جاتا ہے، جیسے کہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ ۝ ﴾ (الحج : ۳۰)

''پس بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹی بات سے بچو۔''

اور کبھی رجس بول کر حرام و ناپاک غذائیں مراد لی جاتی ہیں جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُل لَّا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَىٰ طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَن يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَّسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا ﴾ (الانعام : ۱۴۵)

''کہہ دے میں اس وحی میں، جو میری طرف کی گئی ہے، کسی کھانے والے پر کوئی چیز حرام نہیں پاتا جسے وہ کھائے، سوائے اس کے کہ وہ مردار ہو، یا بہایا ہوا خون ہو، یا خنزیر کا گوشت ہو کہ بے شک وہ گندگی ہے، یا نافرمانی (کا باعث) ہو۔''

اور فرمایا:

﴿ إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ ﴾

(المائدۃ : ۹۰)

''شراب اور جوا اور شرک کے لیے نصب کردہ چیزیں اور فال کے تیر سراسر گندے ہیں، شیطان کے کام سے ہیں۔''

مختصر یہ کہ پورے قرآن میں یہ کہیں بھی ثابت نہیں کہ قرآن نے ''رجس'' کا لفظ مطلقاً گناہ کے معنی میں استعمال کیا ہو کہ کہا جائے کہ کسی فرد سے ''رجس'' کی دوری ثابت کرنے سے اس کی عصمت ثابت ہو جائے گی۔ [1]

د: کسی فرد کی گندگی سے ''تطہیر'' اس کی عصمت کو مستلزم نہیں:

---

[1] ثم ابصرت الحقیقۃ (۱۸۱)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جس طرح لفظ ''رجس'' سے انسان کے گناہ اور اس کی اجتہادی غلطیاں مراد لینا ثابت نہیں بلکہ اس سے ناپاکی، گندگی اور حسی ومعنوی نجاستیں مراد ہیں، بالکل اسی طرح ''تطہیر'' سے عصمت مراد لینا کہیں ثابت نہیں ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ صرف اہل بیت کی تطہیر نہیں کرنا چاہتا بلکہ تمام مومنوں کی تطہیر کرنا چاہتا ہے، یہ اور بات ہے کہ اہل بیت اس تطہیر کے زیادہ مستحق ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿ مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ ﴾ (المائدۃ: ٦)

''اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی تنگی کرے اور لیکن وہ چاہتا ہے کہ تمھیں پاک کرے اور تا کہ وہ اپنی نعمت تم پر پوری کرے۔''

اور فرمایا:

﴿ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا ﴾ (التوبۃ: ١٠٣)

''ان کے مالوں سے صدقہ لے، اس کے ساتھ تو انھیں پاک کرے گا اور انھیں صاف کرے گا۔''

اور فرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴾ (البقرۃ: ٢٢٢)

''اللہ توبہ کرنے والوں کو اور پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اہل بیت کے بارے میں فرمایا کہ وہ ان کی تطہیر کرنا چاہتا ہے بالکل اسی طرح یہاں مومنوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ مومنوں کی تطہیر کرنا چاہتا ہے، پس اہل بیت کے حق میں اللہ کی ارادۂ تطہیر سے ان کی عصمت ثابت ہوتی ہے تو یہاں بھی صحابہ کرام، بلکہ تمام مومنین جن کی اللہ تعالیٰ نے تنصیص کی ہے ان کی بھی عصمت ثابت ہونی چاہیے۔

مذکورہ آیات کی طرح مسجد قباء میں نماز پڑھنے والے صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴾ (التوبۃ: ١٠٨)

''اس میں ایسے مرد ہیں جو پسند کرتے ہیں کہ بہت پاک رہیں اور اللہ بہت پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

حالانکہ بالاتفاق ان صحابہ میں سے کوئی معصوم نہیں تھا۔ بالکل اسی طرح بدر میں شریک ہونے والے تین سو تیرہ (۳۱۳) صحابہ کے بارے میں فرمایا:

﴿ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ ﴾ (الانفال: ١١)

''اور تم پر آسمان سے پانی اتارتا تھا، تا کہ اس کے ساتھ تمھیں پاک کر دے اور تم سے شیطان کی گندگی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دور کرے۔“

پس کیا وجہ ہے کہ اس آیت کریمہ کی روشنی میں کوئی بھی شیعہ عالم ان بدری صحابہ کی عصمت کا قائل نہیں ہے، جب کہ یہاں اس آیت کے الفاظ اور آیت تطہیر کے الفاظ میں ”رجز“ اور ”رجس“ کے علاوہ کوئی فرق نہیں ہے۔ اور یہ دونوں الفاظ لفظاً ومعناً باہم متقارب ہیں۔ لہٰذا یہ نفس پرستی نہیں تو اور کیا ہے کہ ایک آیت کو اثبات عصمت کے لیے دلیل بنا لیا، اور اس معنی کو دوسری آیت کو نظر انداز کر دیا جائے اس سے بھی زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ علمائے شیعہ استدلال کرتے ہیں آیت تطہیر سے اور اسے جوڑ دیتے ہیں حدیث کساء سے، پھر اللہ کے ارادۂ تطہیر کو اصحاب کساء کے لیے اثبات عصمت کے معنی میں پھیر دیتے ہیں اور نہایت دیدہ دلیری کے ساتھ صحابہ کرام کے متعلق اللہ تعالیٰ کے ارادۂ تطہیر کی جو آیتیں ہیں اسے چھوڑ دیتے ہیں، مزید ان صحابہ کی تنقیص اور ان کی شان میں گستاخی کرتے ہیں اور انھیں مرتد گردانتے ہیں، حالانکہ صحابہ کے حق میں اللہ کے ارادۂ تطہیر کو بالکل صاف الفاظ میں بیان کیا گیا ہے، کیا کہا جائے سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے بصرت و بصارت نہ عطا کرے اسے روشنی نہیں مل سکتی۔

ھ: آیت میں ”ارادۂ الٰہی“ سے ارادۂ شرعی مراد ہے کونی وقدری نہیں:

یعنی اللہ تعالیٰ کو یہی پسند ہے کہ تم سے گندگی کی دور کر دے، علمائے اہل سنت نے ارادہ کی دو قسموں یعنی شرعیہ دینیہ اور ارادۂ قدریہ کونیہ پر گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے کہ ارادہ شرعیہ دینیہ میں محبت اور رضا مندی کا معنی متضمن ہوتا ہے، جیسے کہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ (البقرۃ: ۱۸۵)

”اللہ تمھارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتا ہے اور تمھارے ساتھ تنگی کا ارادہ نہیں رکھتا۔“

اور فرمایا:

﴿وَ اللّٰهُ يُرِيدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ وَ يُرِيدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ۝ يُرِيدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ۝﴾

(النساء: ۲۷، ۲۸)

”اور اللہ چاہتا ہے کہ تم پر مہربانی فرمائے اور جو لوگ خواہشات کی پیروی کرتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم (سیدھے راستے سے) ہٹ جاؤ، بہت بڑا ہٹ جانا۔ اللہ چاہتا ہے کہ تم سے (بوجھ) ہلکا کرے اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔“

دوسری قسم ہے ارادۂ قدریہ کونیہ خلقیہ، جس میں تمام تر موجودات ومخلوقات کے لیے اللہ کی مشیئت عامہ کا معنی شامل ہوتا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ۝﴾ (البقرۃ: ۲۵۳)

”لیکن اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔“

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور جیسے کہ اس فرمان میں ہے:

﴿وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيٓ إِنْ أَرَدْتُّ أَنْ أَنْصَحَ لَكُمْ إِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيدُ أَنْ يُّغْوِيَكُمْ﴾

(هود: ٣٤)

''اور میری نصیحت تمھیں نفع نہ دے گی اگر میں چاہوں کہ تمھیں نصیحت کروں، اگر اللہ یہ ارادہ رکھتا ہو کہ تمھیں گمراہ کرے۔''

پس گناہ کے کام اللہ کے ارادہ کونیہ قدریہ میں شامل ہیں، اللہ تعالیٰ نہ انھیں پسند کرتا ہے نہ ان سے خوش ہوتا ہے اور نہ ان کا حکم دیا ہے، بلکہ وہ انھیں سخت ناراضگی اور غصہ کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ وہ انھیں ناپسند کرتا ہے اور منع کرتا ہے۔ ائمہ سلف کا یہی قطعی فیصلہ ہے، چنانچہ ائمہ سلف دونوں ارادوں کے درمیان فرق کرتے ہیں۔ (1) اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ نے فاطمہ، حسن، حسین، علی اور ازواج مطہرات سے گندگی کو دور کردیا، کیونکہ آیت میں ارادہ سے مراد ارادہ شرعیہ ہے، اسی وجہ سے حدیث میں ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ نے انھیں اپنی چادر میں سمیٹا تو فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلِ بَيْتِيْ ، اَللّٰهُمَّ اذْهَبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ .)) (2)

''اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں، اے اللہ ان سے گندگی کو دور کردے۔''

و: نبی اکرم ﷺ کی دعا، معاملہ کا فیصلہ کن رخ متعین کرتی ہے:

اگر آیت تطہیر میں اہل کساء کی تطہیر مراد ہوتی تو اللہ کے رسول ﷺ انھیں چادر میں نہ ڈھانپتے اور ان کے لیے ان الفاظ میں دعا نہ کرتے کہ ((اَللّٰهُمَّ إِنَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلِ بَيْتِيْ فَاذْهَبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ .)) بلکہ اس دعا میں اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ آیت کریمہ نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کے بارے میں نازل ہوئی اور اللہ کے رسول ﷺ نے چاہا کہ چادر والے بھی تطہیر کی اس ربانی بشارت کے مستحق ہوجائیں، اسی وجہ سے آپ نے انھیں اکٹھا کیا، اور انھیں چادر سے ڈھانپ لیا، اور ان کے لیے دعا فرمائی اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں آپ ﷺ کی دعا قبول فرمائی۔ (3) اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کی ازواج مطہرات کو گندگی سے پاک کیا، انھیں بھی پاک کیا۔

ز: تردید کی ایک اور شکل:

اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ اس آیت سے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اور حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے حق میں امامت کا ثبوت ملتا ہے، جیسا کہ علمائے شیعہ کا کہنا ہے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے بھی امامت کو ثابت اور صحیح ماننا ہوگا جب کہ امامت کی جو خصوصیات اور شرائط ہیں وہ عورت میں مفقود ہیں اور اگر امامت وعصمت خواتین کے حق میں ثابت ہو جائے

(1) وسطيه أهل السنة بين الفرق / محمد عبدالله ص (٣٨٧) .

(2) سنن الترمذي / مناقب أهل البيت حديث نمبر (٣٧٨٧) شیخ البانی نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ صحیح ہے۔

(3) ثم أبصرت الحقيقة ص ١٨٢) .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تو آیت کریمہ میں مطلوبہ اوصاف سے جو فرد بھی متصف ہے وہ عصمت اور امامت کا مستحق ٹھہرے گا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا خاص طور پر اس کی مستحق ہوں گی، چنانچہ معلوم ہوا کہ آیت کریمہ میں امامت و عصمت کا موضوع ہرگز نہیں مراد لیا گیا ہے، نیز نا قابل اعتبار ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اگر آیت کریمہ میں عصمت وامامت ہی مراد ہے تو اس سے صرف تین ہی کے حق میں امامت و عصمت کی خصوصیت ثابت ہوتی ہے نہ کہ ان سے زیادہ کی، جب کہ شیعہ عقائد کے مطابق ان کے مزید نو (۹) ائمہ ہیں جو معصوم ہیں اور جو آیت کریمہ شامل نہیں ہے۔ ❶

۳۔ شیعی مرویات سے دلائل:

عصمت امام اور اس طرح کے دیگر عقائد کے بارے میں اثنا عشری یعنی بارہ اماموں کے قائلین شیعہ، مولف کتاب ''الکافی'' اور ابراہیم القمی اور مجلسی جیسے علماء کی مرویات پر اعتماد کرتے ہیں، جن کی روایات سنداً نا قابل اعتبار ہونے کے متن کے اعتبار سے بھی منکر ہیں، چنانچہ مجلسی نے "باب عصمت ائمه" کے تحت اپنے مشائخ مثلاً القمی، العیاشی اور مفید سے تقریباً تئیس (۲۳) روایات نقل کی ہیں اور ان روایتوں کو سورہ بقرہ کی آیت ﴿ وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ ﴾ (البقرة: ١٢٤) سے استدلال کرنے کے بعد ذکر کیا ہے، اور اس آیت سے استدلال کا بطلان پچھلے صفحات میں واضح ہو چکا ہے۔

جب کہ کلینی نے اپنی کتاب ''الکافی'' میں ائمہ کے حق میں اپنی مزعومہ عصمت کو ثابت کرنے کے لیے کئی ابواب باندھے ہیں اور اپنی سند سے ان بارہ اماموں کے بارے میں ایسی مرویات نقل کی ہیں جن کے حوالے سے ان کا دعویٰ ہے کہ ان کے بارہ امام معصوم ہیں بلکہ وہ انھیں نبوت میں بھی شریک مانتے ہیں، اور اس سے بھی زیادہ غلو کی انتہا یہ ہے کہ وہ انھیں الٰہی اوصاف سے متصف مانتے ہیں، اس کی بے شمار مثالیں آپ کو ان کی کتاب ''الکافی'' میں "أبواب اصول الدین" اور باب "ان الائمة هم أركان الأرض" کے ضمن میں ملیں گی، اس میں مصنف کتاب نے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ بارہ امام اطاعت کے وجوب، فضیلت اور تکلیفی احکامات دینے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہیں جو اطاعت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ضروری تھی وہ آپ کے بعد علی رضی اللہ عنہ کے لیے ضروری ہے۔ ❷ اور پھر اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ ان ائمہ کا مقام، مقام رسالت سے اٹھا کر مقام الوہیت تک پہنچا دیتے ہیں، چنانچہ ان ابواب کے ماتحت روایتوں میں ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں ان اوصاف سے نوازا گیا ہوں جنھیں مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دیا گیا، مجھے موت اور مصائب کا علم ہے، جو کچھ مجھ سے پہلے ہو چکا ہے وہ مجھ سے پوشیدہ نہیں، اور مستقبل میں جو کچھ ہوگا وہ میری نگاہوں سے غائب نہیں۔'' ❸

جب کہ قرآنی بیان کے بموجب موت اور مصائب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ فرمایا:

---

❶ الإمامة و النص ص (٣٨٧). ❷ أصول الكافي (١/ ١٩٨).
❸ أصول الكافي (١/ ١٩٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نہیں کہ دین اسلام میں کچھ بھی ردو بدل کرے اور اگر کوئی ایسا کرنے کی جرأت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسی امت سے ضرور کسی آدمی کو کھڑا کر دے گا جو اس کی غلطی اور ردو بدل کی تردید واصلاح کرے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سبیل المومنین کو اطاعت رسول کے ساتھ جوڑ دیا، اور فرمایا:

﴿ وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا ۟ ﴾ (النساء: ۱۱۵)

''اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے، اس کے بعد کہ اس کے لیے ہدایت خوب واضح ہو چکی اور مومنوں کے راستے کے سوا (کسی اور) کی پیروی کرے ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرے گا اور ہم اسے جہنم میں جھونکیں گے اور وہ بری لوٹنے کی جگہ ہے۔''

چنانچہ بحیثیت مجموعی پوری امت کا معصوم ہونا اور گمراہی سے اس کا بچا رہنا اس عقیدہ کے بالکل خلاف ہے جس میں کسی ایک مسلمان فرد کو غلطیوں سے معصوم ثابت کرنا ضروری ٹھہرایا جاتا ہے اور بقیہ تمام مسلمانوں کے لیے غلطی ثابت کی جاتی ہے۔ [1]

شیعہ حضرات نے جو کچھ بھی لکھا ہے اور عقلی دلائل کے ذریعے سے جتنے بھی صفحات سیاہ کیے ہیں سب کے سب ایک معصوم عن الخطا امام کے وجود کو لازم ٹھہراتے ہیں، حالانکہ یہ ضرورت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے ذریعے سے پوری ہو چکی ہے یہی وجہ ہے کہ امت مسلمہ اپنے نزاعی معاملات میں اللہ کی کتاب اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف رجوع کرتی ہے نہ کہ امام کی طرف۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ﴾ (النساء: ۵۹)

''پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ۔''

یعنی اللہ کی کتاب اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات دے دیے گئے تو آپ کی سنت کی طرف۔ اس طرح یہ امت کتاب اللہ وسنت رسول کی ہدایت پا جانے کے بعد گمراہی پر اتفاق نہیں کر سکتی، کیونکہ قیامت تک اس میں ایسے لوگ پائے جاتے رہیں گے جو کتاب وسنت کے سختی سے پابند ہوں گے۔ نیز یہی وجہ ہے کہ اس امت پر گزشتہ رسولوں کے حوالے سے حجت قائم کر دی گئی۔ اللہ نے فرمایا: ﴿ اِنَّاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ كَمَاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى نُوْحٍ وَّ النَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ ﴾ (النساء: ۱۶۳) یہاں سے لے کر آیت نمبر ۱۶۵ کے آخر تک ﴿ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ ﴾ یعنی یقیناً ہم نے آپ کی طرف اسی طرح وحی کی ہے جیسے کہ نوح علیہ السلام اور ان کے بعد والے نبیوں کی طرف کی .... تا کہ لوگوں کی کوئی حجت اور الزام رسولوں کے بھیجنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر نہ رہ جائے۔

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے ''بعد الائمۃ'' نہیں کہا کہ اماموں کو بھیجنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت اور الزام

[1] المنتقی ص (٤١٠) أصول الشیعة الإمامیة (٢/ ٩٥٨، ٩٥٩).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نہ رہ جائے، بلکہ "بعد الرسل" کہا۔ پس یہ آیت ان لوگوں کے نظریہ کی مکمل تردید کرتی ہے جو انسانی مخلوق (رسولوں کے علاوہ ائمہ جیسے انسانوں کا ضرورت مند ٹھہراتے ہیں۔ ❶

شیعہ حضرات کے نزدیک ان کے ائمہ کے حق میں دعوائے عصمت کی ایک دلیل ان کی یہ خام خیالی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کی مصلحت اور اہل دنیا پر اپنے لطف وکرم کے پیش نظر دنیا کو ائمہ معصومین سے کبھی خالی نہیں رکھا۔ حالانکہ یہ بات یقینی اور مسلّم ہے کہ جس امام غائب کے ظہور کے یہ منتظر ہیں اس سے یا اس کے آباء واجداد سے جو کہ گزر چکے ہیں، ان میں کسی کے ذریعے سے وہ مصلحت اور لطف وکرم حاصل نہ ہوا جو ایک صاحب اقتدار ومعصوم امام یعنی ہجرت کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے حاصل ہوتا رہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے لیے امام تھے جس کی اطاعت ان سب پر واجب تھی اور آپ کی امامت کے زیر سایہ لوگوں کو سعادت نصیب ہوئی آپ کے بعد علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی صاحب اقتدار کے لیے عصمت کا دعویٰ نہیں کیا گیا۔

اسی طرح یہ بات بھی معلوم اور مسلم ہے کہ علی رضی اللہ عنہ سے پیشتر خلفاء ثلاثہ (ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم) کے ایام خلافت میں مسلمان جس طرح صلاح وفلاح اور جن لطف وکرم اور مہربانیوں سے سرشار تھے، وہ علی رضی اللہ عنہ کے ایام خلافت کے بالمقابل کہیں زیادہ اور بہت واضح ہیں، جب کہ علی رضی اللہ عنہ کے ایام خلافت باہمی قتل وخون ریزی، فتنہ اور اختلاف وانتشار کے ایام رہے۔ ❷

رہے دعوائے عصمت سے موصوف کیے جانے والے وہ ائمہ جو علی رضی اللہ عنہ کے بعد ہیں تو ان کے علم وعمل سے لوگوں کو اسی طرح فائدہ پہنچا جس طرح ان ائمہ کے ہم عصر اور ان کی طرح دیگر علماء کے ذریعے سے فائدہ حاصل ہوا، نیز علی بن حسین، زین العابدین اور ان کے بیٹے ابوجعفر (محمد بن علی الباقر) اور پھر ان کے بیٹے جعفر بن محمد الصادق اپنے وقت کے لوگوں کو اسی طرح اللہ کے دین کی تعلیم دیتے تھے جس طرح ان کے دور کے دیگر علماء اللہ کے دین کا علم سکھلاتے تھے، حتی کہ ان کے زمانے میں کچھ ایسے بھی علماء موجود رہے جو ان سے زیادہ صاحب علم اور امت کے لیے نفع بخش تھے، جیسا کہ یہ بات اہل علم کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں ہے، تاہم اگر فرض کر لیا جائے کہ یہی لوگ اپنے دور کے عوام کے لیے سب سے زیادہ علم والے اور دین والے تھے تو اس بنیاد پر بھی ان سے امت کو وہ فائدہ نہ پہنچ سکا جو ان حضرات سے پہنچا جو اصحاب اقتدار تھے، یہ اپنی قوت اور حکومت کے زور سے لوگوں کو حق کا پابند بنا سکتے تھے اور ظالم کو بزور باز وظلم سے روک سکتے تھے۔

ان تینوں کے بعد رہے وہ ائمہ جنھیں عسکری کہا جاتا ہے تو ان میں کوئی ایسا علم نظر نہیں آتا کہ جس سے امت نے استفادہ کیا ہو اور نہ ان کے اقتدار سے امت کو کوئی قوت یا مدد ہی حاصل رہی، بلکہ فقط شرف ومنزلت میں دیگر ہاشمیوں کی طرح انھیں بھی تقدس واحترام کا حق حاصل رہا، اسلام اور دین کے متعلق ان کو بس وہی معلومات حاصل رہیں جو ان کی طرح دیگر لوگوں کو حاصل رہیں، یہ ایسی واضح بات ہے جو مسلم عوام کو بخوبی معلوم ہے، یہی وجہ رہی

❶ التمهيد / ابن عبدالبر (٤/ ٢٦٤). ❷ منهاج السنة (٢/ ١٠٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کہ علماء نے ان لوگوں سے اس طرح استفادہ نہیں کیا جس طرح ان کے پیشتر تینوں ائمہ (علی زین العابدین، محمد الباقر، جعفر الصادق) کے ذریعے سے استفادہ کیا۔ [1]

۵۔ عقیدۂ عصمت ائمہ پر ایک عمومی تنقید:

ائمہ کے حق میں عصمت کا دعویٰ انھیں نبوت میں شریک کرنے کے برابر ہے کیونکہ ہر بات میں معصوم کا اتباع واجب ہے، کسی چیز میں اس کی مخالفت جائز نہیں، حالانکہ یہ خصوصیت صرف انبیاء کرام کی ہے، اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ انبیائے کرام کی طرف جس چیز کا نزول ہوا ہے ہم اس پر ایمان لائیں فرمایا:

﴿ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ مَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَ مَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿١٣٦﴾ ﴾ (البقرۃ: ۱۳۶)

''کہہ دو ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف اتارا گیا اور جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد کی طرف اتارا گیا اور جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور جو تمام نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا، ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں۔''

چنانچہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ مذکورہ آیت میں اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام جو کچھ دیے گئے ہم اس پر برملا ایمان لانے کا اعلان کریں، لہٰذا بالکلیہ طور پر ہمیں انھیں پر ایمان لانا ہے اور ان کی باتوں کو تسلیم کرنا ہے، یہ تمام مسلمانوں کا متفق علیہ عقیدہ ہے، اب اگر کوئی شخص ان انبیاء کے علاوہ کسی اور فرد کو معصوم ٹھہراتا ہے بایں طور کہ اس کی ہر بات پر آمنا و صدقنا کہا جائے، تو اس شخص نے گویا اس معصوم فرد کو مقام نبوت عطا کر دیا، اگرچہ وہ لفظاً اس کا اعتراف نہ کرے اور یہ ایسا عقیدہ ہے جو اسلام کے یکسر خلاف اور قرآن و سنت اور اجماع سلف سے متصادم ہے۔ چنانچہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ﴾ (النساء: ۵۹)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور ان کا بھی جو تم میں سے حکم دینے والے ہیں، پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ۔''

مذکورہ آیت میں اختلاف کے وقت اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حکم نہیں دیا کہ ہم اپنے معاملہ کو اللہ اور اس کے رسول کے علاوہ کسی اور کے پاس لے جائیں، پس اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ انسانوں کے لیے کوئی اور معصوم اور مرجع ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف لے جانے کا حکم دیتا، لہٰذا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی

[1] منهاج السنة (۳/ ۲۴۸).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

معصوم نہیں۔ ❶ اور ایک جگہ فرمایا:

﴿ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴾ (النساء: ٦٩)

''اور جو اللہ اور رسول کی فرماں برداری کرے تو یہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا، نبیوں اور صدیقوں اور شہداء اور صالحین میں سے اور یہ لوگ اچھے ساتھی ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ﴾ (الجن: ٢٣)

''اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو یقیناً اسی کے لیے جہنم کی آگ ہے، ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں ہمیشہ۔''

پس قرآن صاف طور پر گویا ہے کہ جس نے رسول کی اطاعت کیا وہ سعادت مندوں میں سے ہے، اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ رسول کی اطاعت کے ساتھ کسی دوسرے معصوم کی اطاعت بھی ضروری ہے، اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ جس نے رسول کی نافرمانی کی وہ وعید کا مستحق ہوا اگرچہ اس نے اپنے گمان کے مطابق کسی کو معصوم سمجھ کر اس کی اطاعت ہی کیوں نہ کی ہو، یہاں ایک قابل غور پہلو یہ بھی ہے کہ دنیا کے تمام علمائے اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ہر شخص کی بات مانی بھی جائے گی اور چھوڑی بھی جاسکتی ہے، جب کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات کی تصدیق واجب اور آپ کے تمام تر مامورات ومنہیات کی پابندی لازم ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ضروری ہے، محض اس وجہ سے کہ صرف آپ کی ذات معصوم ہے، جو کبھی اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتے، آپ کی بات وحی ہوتی ہے۔ ❷

قرآن کی طرح سنت مطہرہ سے بھی عدم عصمت ائمہ پر دلائل ثابت ہیں، لیکن کیا کیا جائے کہ اس فکر کے حاملین صرف اپنے ائمہ کے اقوال پر اعتماد کرتے ہیں، تاہم ان کے اس فکر کی تردید وتنقید خود ان کی مستند کتاب نہج البلاغۃ کے حوالے سے ان کے نزدیک ثابت شدہ علی رضی اللہ عنہ کے اقوال سے ہوتی ہے، جس سے عصمت ائمہ کے دعویٰ کی اساس ہی ڈھے جاتی ہے، چنانچہ مولف نہج البلاغہ کے بقول امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ گمان نہ کرو کہ اگر کوئی حق بات مجھ سے کہی جائے تو اس کا قبول کرنا میرے لیے گراں گزرتا ہے اور نہ ہی کبر وغرور کا میں متلاشی ہوں جس شخص پر حق وعدل کی بات پیش کی جائے وہ اس پر گراں گزرے تو حق وعدل پر عمل کرنا اس پر اس سے کہیں زیادہ گراں گزرے گا لہٰذا حق بات کہنے سے یا مبنی برعدل مشورہ دینے سے نہ رکو، کیونکہ میں غلطی کرنے سے خود کو بالاتر نہیں سمجھتا اور میں اس سے اپنے عمل کو مبرا نہیں جانتا۔ ❸

❶ منهاج السنة (٢/ ١٠٥). ❷ منهاج السنة (٣/ ١٧٥). ❸ نهج البلاغة ص (٣٣٥).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ قول میں شیعہ عقیدہ کے مطابق علی رضی اللہ عنہ کا کہیں یہ دعویٰ نہیں ہے کہ وہ خطاؤں سے پاک ہیں، بلکہ اس کے برعکس آپ یقینی طور پر کہہ رہے ہیں کہ میں اپنے عمل کو غلطی سے مبرا نہیں سمجھتا۔ اسی طرح آپ نے اپنی رعایا سے مشورہ لینے سے بے نیازی کا اعلان نہیں کیا، بلکہ اس سے برحق اور عدل پر مبنی مشورہ کا مطالبہ کیا، اس لیے کہ امت کبھی گمراہی پر اجماع نہیں کرسکتی، ہاں انفرادی طور پر ہر شخص گمراہی اور غلطی میں واقع ہوسکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ائمہ کے حق میں ''عصمت'' کا دعویٰ مبالغہ پرست شیعوں کا عقیدہ ہے۔ ❶

نہج البلاغہ ہی میں یہ بھی ہے کہ لوگوں کا ایک امیر ہونا ضروری ہے، خواہ وہ نیک ہو یا فاجر کہ جس کی امارت میں تمام مومنین عمل کریں، اور اس کے ذریعے سے فے جمع کیا جائے، دشمن سے جنگ لڑی جائے، راستے وسفر مامون رہیں، ظالموں سے مظلوموں کا حق دلایا جائے۔ ❷

اس عبارت میں بھی آپ دیکھ رہے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے ''امیر'' کے لیے معصوم ہونے کی شرط نہیں لگائی بلکہ دور نزدیک کسی طرح سے اس کی طرف اشارہ تک نہیں کیا، صرف یہ کہا کہ امت کا ایک امیر وامام ضروری ہے تاکہ اس سے رعایا اور ملک کے مصالح ومفاد مربوط ہوسکیں، آپ نے یہ ہرگز نہیں کہا کہ صرف امام معصوم ہی لوگوں کا قائد بن سکتا ہے اور امام معصوم کے علاوہ قیادت کا جو بھی جھنڈا قائم ہوگا وہ جاہلی جھنڈا ہوگا جیسا کہ شیعہ عقائد کا خیال ہے۔

اسی طرح شیعہ عقائد کے مطابق امارت کو صرف بارہ معصوم ائمہ میں محصور نہیں کیا، اور نہ ہی ان مسلم خلفاء کی تکفیر کی جنھوں نے منصب امارت سنبھالا، بلکہ امام کے وجود کو لازم قرار دیا گرچہ وہ فاجر ہی کیوں نہ ہو، آپ نے اس کی امارت کو شرعی قرار دیا، بایں طور کہ اس کی امارت میں جہاد کو جائز ٹھہرایا، تو سوچنے کی بات ہے کہ جو شیعہ حضرات امام غائب منتظر کے ظہور تک جہاد کی ممانعت کے قائل ہیں ان کے اس عقیدہ کا علی رضی اللہ عنہ کے اس قول سے کہاں تک تعلق ہے۔ ❸ اس لیے کہ ان کے نزدیک شرعی امامت صرف بارہ ائمہ ہی میں محصور ہے۔

صحیح بات تو یہ ہے کہ ائمہ گناہوں کا اعتراف کرتے تھے اور ان سے اللہ سے استغفار کرتے تھے، چنانچہ نہج البلاغۃ میں ہے کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ یہ دعا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ مَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّيْ ، فَإِنْ عُدْتُ فَعُدْ عَلَيَّ بِالْمَغْفِرَةِ ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ مَا وَأَيْتُ مِنْ نَفْسِي وَلَمْ تَجِدْ لَهُ وَفَاءً عِنْدِي ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ، مَا تَقَرَّبْتُ بِهِ إِلَيْكَ بِلِسَانِي ثُمَّ خَالَفَهُ قَلْبِيْ ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ رَمْزَاتِ الْاَلْحَاظِ وَ سَقْطَاتِ الْأَلْفَاظِ وَ شَهْوَاتِ الْجَنَانِ وَ هَفَوَاتِ اللِّسَانِ .)) ❹

''اے اللہ میرے ان گناہوں کو بخش دے جنھیں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے اور اگر میں گناہ کی طرف پلٹوں تو تو مغفرت کی طرف پلٹ، بارالٰہا! جس عمل کے بجا لانے کا میں نے اپنے آپ سے وعدہ کیا تھا

❶ أصول الشيعة الإمامية (٢/ ٩٦٤).
❷ نهج البلاغة ص (٨٢).
❸ فصل الغيبة و المهدية ص (٨٢٤).
❹ نهج البلاغة ص (١٠٤) اردو ترجمہ ص (٢٢٢).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مگر تو نے اسے پورا ہوتے نہ پایا اسے بھی بخش دے۔ میرے اللہ! زبان سے نکلے ہوئے وہ کلمے جن سے تیرا تقرب چاہا تھا مگر دل ان سے ہم نوا نہ ہوسکا ان سے درگزر کر، پروردگار تو آنکھوں کے اشاروں، ناشائستہ کلموں اور دل کی بری خواہشوں اور زبان کی ہرزہ سرائیوں کو معاف کر دے۔''

اس دعا میں آپ علی رضی اللہ عنہ کے اعتراف گناہ، توبہ کے بعد پھر گناہ، زبان کی لغزشوں، بری خواہشات اور زبان و دل میں عدم موافقت کے امکان کو دیکھ رہے ہیں۔ یہ تمام چیزیں شیعہ حضرات کے دعوائے ''عصمت ائمہ'' کی نفی کرتی ہیں، کیونکہ اگر علی رضی اللہ عنہ اور دیگر ائمہ معصوم ہوتے تو گناہوں سے ان کے استغفار کا کوئی معنی نہ ہوتا، صرف علی رضی اللہ عنہ ہی نہیں بلکہ تمام ائمہ کے بارے میں شیعہ کتابیں گواہ ہیں کہ دیگر ائمہ نے اللہ تعالیٰ سے اپنی خطاؤں اور گناہوں کے لیے استغفار کیا ہے، پس اگر وہ معصوم ہوتے تو ان کے لیے گناہ نہ ہوتے کہ جس سے انھیں استغفار کی ضرورت پڑتی۔ ❶ واضح رہے کہ بزرگ علمائے شیعہ نے ان قسم کی دعاؤں کی توجیہ وتاویل کا سہارا لیا ہے، لیکن سب کی سب حقائق اور اثبات عصمت سے متعلق خود ان کے اصولوں سے متصادم ہیں۔ ❷

ایک دوسری چیز بھی دعوائے عصمت ائمہ کی تردید کرتی ہے:

خود شیعہ مذہب کی کتابوں میں بعض مسائل اور مواقف کے متعلق ان کے ائمہ کے اقوال ونظریات میں تضاد نظر آتا ہے، جب کہ معصوموں کے اعمال متضاد نہیں ہوتے اور ان کے نظریات میں اختلاف نہیں ہوتا بلکہ موافقت پائی جاتی ہے اور ایک سے دوسرے کی تصدیق ہوتی ہے، تو ان کے اعمال ونظریات کا اختلاف عصمت کے خلاف ہے، جو کہ ان کے نزدیک امامت کے لیے ضروری شرط ہے، چنانچہ یہی وجہ رہی کہ ائمہ کے اعمال میں اختلاف کے مظاہر کو دیکھ کر بعض شیعہ حضرات دائرہ تشیع سے نکل گئے، کیونکہ اختلافات کے انھیں مظاہر نے انھیں شک میں ڈال دیا، چنانچہ شیعہ عالم القمی اور نوبختی کی تحریریں ہماری بات کی واضح مثال ہیں۔ یہ دونوں لکھتے ہیں کہ حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد صحابہ کرام کی ایک جماعت حیرت زدہ ہوگئی، اور کہا: حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کا موقف ہمارے لیے باعث تشویش بن چکا ہے، اس لیے کہ اگر حسن رضی اللہ عنہ کا عوامی تائید اور بھرپور نفری مدد پانے کے باوجود معاویہ رضی اللہ عنہ سے مصالحت کر لینا اور ان سے مقابلہ کی طاقت نہ پا کر ان کے حق میں خلافت سے دست بردار ہوجانا برحق، واجب اور درست تھا، تو عوامی تائید اور نفری معاونین کی قلت کے باوجود حسین رضی اللہ عنہ کا یزید بن معاویہ سے جنگ لڑنا اور یزید کی فوج کی کثرت وقوت کے سامنے خود کو قربان کر دینا اور اپنے ساتھیوں کو موت کے منہ میں ڈال دینا غیر ضروری اور باطل تھا۔ کیونکہ اگر حسن نے معاویہ کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے تھے اور ان سے مصالحت کر لی تھی تو یہ بات حسین کے لیے زیادہ ہی قابل عذر تھی کہ وہ یزید سے مصالحت کر لیتے اور ان سے جنگ نہ چھیڑتے۔

اگر حسین رضی اللہ عنہ کا یزید کے ساتھ جنگی موقف، پھر اس میں ایسی شدت کہ خود کو اور اپنے ساتھیوں کو بھی قربان کر دیں، برحق، واجب اور درست تھا تو حسن رضی اللہ عنہ کی معاویہ کے ساتھ مصالحت اور ان کے حق میں دست برداری،

❶ أصول الشيعة الإمامية (٢/ ٩٦٥).
❷ أصول الشيعة الإمامية (٢/ ٩٦٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خاص طور سے ایسی حالت میں جب کہ آپ کو نفری قوت بھی میسر تھی، باطل ہے۔ چنانچہ یہ جماعت دونوں کی امامت کے بارے میں تذبذب میں پڑ گئی، پھر یہ لوگ واپس لوٹ گئے اور عوام (اہل سنت) کی بات کے قائل ہو گئے۔ ❶

ائمہ کے اقوال میں تناقض و اختلاف:

یہ باب تو بہت ہی کشادہ ہے حتی کہ بعض شیعہ حضرات کے تشیع سے تائب ہونے کا یہ ایک سبب بن گیا خود مسلک شیعیت کے ایک بڑے عالم "الطوسی" اس پر گواہ ہیں، ان کے خیال میں ائمہ کے اخبار و اقوال میں تناقض و تضاد ہے، یہاں تک کہ ہر خبر اور ہر روایت کے مقابل کوئی متضاد اور مخالف روایت ضرور ملے گی، انھوں نے اس خامی کو شیعی مذہب کے لیے سب سے بڑا چیلنج اور بعض امامیہ شیعہ کے ترک مذہب کا بنیادی سبب قرار دیا ہے۔ شیعہ مذہب کے چار معتبر ترین مراجع و مصادر میں سے دو کتابیں "التھذیب"، اور "الاستبصار" اپنی بیشتر روایات میں اس اختلاف، تناقض اور تضاد کی مثالیں فراہم کرتی ہیں۔ طوسی نے اس اختلاف کے ازالہ اور اس تناقض کے خاتمے کی بایں طور کوشش کی ہے کہ انھیں تقیہ پر محمول کیا ہے، لیکن وہ اپنے مقصد میں نامراد ہونے کے ساتھ ہی مزید دلدل میں پھنس گیا۔

یہاں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ طوسی ہی وہ شیعہ عالم ہے جو روایات کی توجیہ و تاویل کا معتبر مولف ہے اور وہی فیصلہ دیتا ہے کہ یہ حدیث تقیہ پر مبنی ہے اور یہ روایت تقیہ نہیں ہے اس پر عمل ہے، معاً یہ بات بھی مسلم اور متفق علیہ ہے کہ طوسی خود معصوم نہیں ہے اور جب وہ معصوم نہیں تو بالکل ممکن ہے کہ روایات کی توجیہ میں انھیں تقیہ یا غیر تقیہ پر محمول کرنے میں غلطی کر جائے، پھر بھی شیعہ نظریات کے حاملین اسی کی توجیہات پر عمل کرتے ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اپنے دینی معاملات و مسائل میں شیعہ حضرات طوسی جیسے لوگوں کی فرماں برداری کرتے ہیں، نہ کہ ان لوگوں کی جو ان کے دین کے بارے میں معصوم ہیں۔

دراصل روافض شیعہ نے "تقیہ" اور "بدا" کا عقیدہ ایجاد ہی اسی مقصد سے کیا ہے تاکہ اپنے مزعوم ائمہ کے متضاد اخبار، اقوال اور روایات پر پردہ پوشی کر سکیں، لیکن بعض شیعہ نے اس کوشش کو بھانپ لیا اور اچھی طرح سمجھ لیا کہ مذکورہ دونوں عقائد کیوں ایجاد کیے گئے ہیں بالآخر وہ تشیع سے کنارہ کش ہو گئے اور یہی کہا کہ روافض کے اماموں نے اپنے محبان کے لیے دو اصول بنائے کہ جن دونوں کے ہوتے ہوئے اپنے ائمہ پر کبھی جھوٹ کا حرف نہیں آنے دیتے، ایک اصول ہے عقیدہ "بدا" اور دوسرا ہے "تقیہ" کی اجازت۔

دعوائے عصمت کو توڑنے والی ایک بات اور بھی:

جس امام معصوم کے اتباع کی یہ لوگ دعوت دیتے ہیں وہ امام انھیں ان کے مذہب کے اصل الاصول یعنی مسئلہ امامت میں اختلاف سے نہ بچا سکا، چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ شیعہ فرقے باہمی اختلاف و انتشار، عداوت اور لعن طعن کے شکار ہیں اور ائمہ کے تعداد، ان کی تعیین و تحدید، مدت توقف، امام غائب کی واپسی کے انتظار وغیرہ میں یہ

❶ المقالات و الفرق / القمی ص (۲۵) فرق الشیعۃ / النوبختی ص (۲۵، ۲۶).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایک دوسرے کی تکفیر کرتے نظر آتے ہیں، یہ اختلافات ان بے شمار متناقض اور متضاد روایات کے علاوہ ہیں جو بنیادی طور پر ان کے عقائد و مذہب میں پائے جاتے ہیں۔ پس مذہب تشیع میں خام خیالی پر مبنی ''عصمت ائمہ'' کا عقیدہ اپنے معتقدین کو اپنے بارے میں اختلاف سے نہ بچا سکا اور ان پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑا۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ عقیدہ بے اصل و بے بنیاد ہے۔ یہاں ایک بات یہ کہی جاسکتی ہے کہ عقیدۂ عصمت ائمہ کے اثرات آج کے اس دور میں نہیں رہے، اس لیے کہ ائمہ کا عملی وجود ۲۶۰ھ میں ختم ہوگیا، اب تو صرف امام غائب وموعود کا انتظار ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ مذہب تشیع کے حاملین میں اس عقیدہ کے اثرات آج بھی نظر آتے ہیں جس کے چند قابل دید پہلو یہ ہیں:

- بارہ اماموں سے ماثورات ومنقولات پر اسی طرح پابندی و یقین کے ساتھ عمل کہ جس طرح سارے مسلمان قرآن اور سنت پر عمل کرتے ہیں۔
- ائمہ کی قبروں کے بارے میں ان کا مبالغہ آمیز عقیدہ، چنانچہ عصمت ائمہ کے عقیدہ میں یہ لوگ جہاں غلو کی اس حد تک پہنچے کہ انھیں صفات الٰہیہ سے موصوف کیا، وہیں یہ غلو پرستی ان کی قبروں اور مزارات تک اس حد پہنچ گئی کہ ان قبروں کا طواف کیا جانے لگا اور قبر والے استمداد کے لیے پکارے جانے لگے۔
- شیعہ مجتہد عالم بھی کسی حد تک عصمت سے مربوط ہوگیا، بایں طور کہ جو شخص اس کی کسی بات کی تردید کرے وہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی اللہ کی تردید کرے، گویا یہ تردید وتنقید شرک باللہ کے درجہ تک پہنچی ہوئی ہے، جب کہ اس نظریہ کی خطرناکی ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔
- اس فاسد اور گھناؤنے عقیدہ کو امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اور آپ کی اولاد واحفاد جیسی پاکیزہ شخصیتوں سے جوڑنا کہ جن کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ ❶

اثنا عشری شیعہ امامیہ، اور امامت کی صحت کے لیے تنصیص وتخصیص کی شرط

روافض شیعہ کا عقیدہ ہے کہ امامت کا منصب نبوت کے منصب کی طرح ہے، چنانچہ نبوت کی طرح امامت بھی اللہ کی طرف سے اس کے رسول کی زبانی تنصیص وتخصیص کے بغیر صحیح نہیں ہوسکتی۔ یہ اللہ کی طرف سے اس کے بندوں پر اس کا کرم ہے اسے یہ ہرگز پسند نہیں کہ کوئی بھی زمانہ اللہ کی طرف سے مقرر کردہ امام سے خالی رہے اور کسی بھی انسان کو بلکہ خود مستحق امامت کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ کسی کو امام منتخب ومقرر کرے، بلکہ یہ صرف اللہ کا حق ہے۔ روافض شیعہ نے اس سلسلے میں دسیوں روایات اپنے ائمہ کی طرف منسوب کی ہیں، انھیں میں سے ایک امام محمد الباقر کی طرف منسوب ہے کہ آپ نے فرمایا: کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ معاملہ ہمارے اختیار میں ہے کہ جہاں چاہیں اسے استعمال کریں؟ نہیں ہرگز نہیں، اللہ کی قسم یہ تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک عہد ہے، جو یکے بعد دیگرے نامزد مستحق امامت کو آخر تک پہنچتا رہے گا۔ ❷

---

❶ أصول الشیعة الإمامیة (۲/ ۹۶۹، ۹۷۳). ❷ الإمامة و النص / فیصل نور ص (۸).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اثنا عشری شیعہ کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعد کے ائمہ کو نامزد کر دیا ہے، ان کی تعداد بارہ ہے، نہ وہ اس سے زیادہ ہوں گے نہ کم، اور وہ یہ ہیں:

۱۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ المرتضی (ت: ۴۰ھ)
۲۔ حسن بن علی رضی اللہ عنہما الزکی (ت: ۵۰ھ)
۳۔ حسین بن علی رضی اللہ عنہما سید الشہداء (ت: ۶۱ھ)
۴۔ علی بن حسین زین العابدین (ت: ۹۵ھ)
۵۔ محمد بن علی الباقر (ت: ۱۱۴ھ)
۶۔ جعفر بن محمد الصادق (ت: ۱۴۸ھ)
۷۔ موسیٰ بن جعفر الکاظم (ت: ۱۸۳ھ)
۸۔ علی بن موسیٰ الرضا (ت: ۲۰۳ھ)
۹۔ محمد بن علی الجواد (ت: ۲۲۰ھ)
۱۰۔ علی بن محمد الہادی (ت: ۲۵۴ھ)
۱۱۔ حسن بن علی العسکری (ت: ۲۶۰ھ)
۱۲۔ محمد بن الحسن المہدی (ت: ۲۵۶ھ)

ابن سبا، وصیت خلافت کا حکم علی رضی اللہ عنہ پر ختم مانتا تھا، لیکن اس کے بعد کچھ ایسے لوگ آئے جنھوں نے اسے آپ کی اولادوں تک دراز کر دیا، یہ تمام شیعی تانے بانے نہایت چالاکی اور خاموشی سے تنے جا رہے تھے، اس کے باوجود اہل بیت کے بعض افراد کو جب ان پردہ داریوں کی بھنک لگی تو انھوں نے اس کا سختی سے انکار کیا، جیسے کہ اہل بیت کے دادا امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے کیا۔ یہی وجہ تھی کہ ان جھوٹوں نے اہل بیت کے خلاف تقیہ کا عقیدہ گھڑا، تاکہ انھیں اپنے افکار ونظریات کی نشر واشاعت میں آسانی بھی ہو، اور اہل بیت کے سچے اور اعلانیہ مواقف کے تابعداروں کی سختی سے محفوظ بھی رہ سکیں۔ [1]

شیعہ جماعت نے جو سب سے مہلک ترین نظریہ ایجاد کیا وہ یہ کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی وفات کے فوراً بعد علی رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت کی وصیت کی تھی اور جو لوگ آپ سے پہلے اس منصب خلافت پر رہے ان سب نے آپ کا حق غصب کیا، جیسے کہ ان کی کتاب ''الکافی'' میں ہے کہ جو اس حالت میں مرے کہ اسے اپنے امام کی معرفت نہ ہو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔ ان لوگوں کے زعم کے مطابق علی رضی اللہ عنہ ہی نبی اکرم ﷺ کے وصی تھے۔ [2]

لیکن خلفائے راشدین کی زندگی کی پوری تاریخ کا تاریخی تتبع واستقراء کے بعد بھی ہمیں ایسی کسی وصیت کا ذکر نہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ملتا ہے اور نہ عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں، ہاں عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے آخری ایام میں جب کہ فتنہ اپنا سر ابھار رہا تھا، ہمیں اس کے آغاز وابتدا کے اثرات ملتے ہیں، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے کانوں میں جب یہ بات پہنچی تو انھوں نے فوراً اس کی تردید کی اور اس کے جھوٹ کو واضح کیا، بلکہ اس کی مخالفت میں سب سے سخت موقف رکھنے والے خود علی رضی اللہ عنہ، اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

پھر اس جھوٹ نے ایک فکری تحریک کی شکل اختیار کر لی، اسے ایک عقیدہ قرار دیا گیا جس پر ایمان لانا اور جس کی طرف دعوت دینا فرض قرار دیا گیا اور یہ سب کچھ علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوا۔

جس وصیت کے روافض دعوے دار ہیں خود ان کے علما نے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ عبداللہ بن سبا کی کارستانی ہے

[1] أصول الشيعة الإمامية (٢/ ٨٠٠). [2] أصول الكافي (٢/ ١٦، ١٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جیسے کہ نوبختی اور کشی وغیرہ نے ذکر کیا ہے اور یہ بات پیچھے گزر بھی چکی ہے۔ بہرحال ان کے زعم باطل کی تردید کے لیے متعدد صحابہ سے منقول صحیح روایات ہی کافی ہیں، جن میں خود علی رضی اللہ عنہ سرفہرست ہیں، چنانچہ اس ضمن میں یہاں چند دلائل کو ذکر کیا جا رہا ہے۔

- سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں کچھ لوگوں نے ذکر کیا کہ علی رضی اللہ عنہ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے) وصی تھے۔ تو آپ نے کہا کہ کب انھیں وصی بنایا، میں تو آپ کی وفات کے وقت سر مبارک اپنے سینے پر یا انھوں نے (بجائے سینے کے) کہا کہ اپنی گود میں رکھے ہوئی تھی۔ پھر آپ نے پانی کا طشت منگوایا تھا کہ اتنے میں (سر مبارک) میری گود میں جھک گیا اور میں سمجھ نہ سکی کہ آپ کی وفات ہو چکی ہے، تو آپ نے علی کو وصی کب بنایا؟ ❶

اس حدیث میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی صراحت کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو کوئی وصیت نہیں کی، عدم وصیت کی سب سے قوی ترین دلیل ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے وقت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں تھے، پس اگر کوئی وصیت ہوتی تو دوسروں کے بالمقابل آپ کو اس کا زیادہ علم ہوتا۔

- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے باہر آئے، یہ اس مرض کا واقعہ ہے جس میں آپ نے وفات پائی تھی۔ صحابہ نے آپ سے پوچھا: ابوالحسن! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آج مزاج کیسا ہے؟ صبح انھوں نے بتایا کہ الحمد للہ اب آپ کو افاقہ ہے، پھر عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا: تم اللہ کی قسم تین دن کے بعد تابعداری کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔ اللہ کی قسم مجھے تو ایسے آثار نظر آ رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مرض سے صحت نہیں پا سکیں گے، موت کے وقت بنوعبدالمطلب کے چہروں کی مجھے خوب شناخت ہے، اب ہمیں آپ کے پاس چلنا چاہیے اور آپ سے پوچھنا چاہیے کہ آپ کے بعد خلافت کسے ملے گی، اگر ہم اس کے مستحق ہیں تو ہمیں معلوم ہو جائے گا اور اگر کوئی دوسرا مستحق ہوگا تو وہ بھی معلوم ہو جائے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے متعلق اپنے خلیفہ کو ممکن ہے کچھ وصیتیں کر دیں، لیکن علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! اگر ہم نے اس وقت آپ سے اس کے متعلق کچھ پوچھا اور آپ نے انکار کر دیا تو پھر لوگ ہمیں ہمیشہ کے لیے اس سے محروم کر دیں گے۔ میں تو ہرگز آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق کچھ نہ پوچھوں گا۔ ❷

مذکورہ حدیث میں آپ کے قول میں صحابہ کے تئیں یہ شہادت موجود ہے کہ وہ لوگ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تنفیذ کے بڑے پابند تھے، پس اگر خلافت کے تعلق سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی خاص وصیت ہوتی تو اسے نافذ کرنے سے کوئی پیچھے نہ رہتا اور نہ ہی انصار سقیفۂ بنوساعدہ میں پوری آزادی، طاقت اور صداقت کے ساتھ یہ کہہ کر اپنی رائے کا اظہار نہ کرتے کہ "مِنَّا اَمِيْرٌ وَ مِنْكُمْ اَمِيْرٌ" ❸ ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک تم میں

❶ صحيح البخاري / الوصايا حديث نمبر (٢٧٤١). ❷ صحيح البخاري / المغازي حديث نمبر (٤٤٤٧).
❸ صحيح البخاري / الحدود حديث نمبر (٦٨٣٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے۔ بلکہ جس کے نام وصیت ہوتی تو اس پر بیعت کر لیتے، یا کم از کم اس ہماہمی میں کوئی نہ کوئی ضرور اس وصیت کا ذکر کرتا۔

نیز اگر کسی کے نام خلافت کی نامزدگی ہوتی تو علی رضی اللہ عنہ بصراحت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہتے کہ اس معاملے میں اب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسے دریافت کریں جب کہ آپ میرے لیے خلافت کی وصیت کر چکے ہیں اور پھر اسی دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی، لیکن کوئی بات سامنے نہ آئی، جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ خلافت کی نامزدگی کا جو دعویٰ کیا جاتا ہے وہ یکسر بے بنیاد ہے اور اس سلسلے میں علی رضی اللہ عنہ کی نامزدگی کے تئیں جو روایات واقوال منقول ہیں وہ سب غلط ہیں، کیونکہ یہ سب آپ کے مذکورہ واضح نص کے خلاف ہیں، بلکہ ان کے تمام تر ادلۂ سمعیہ یا تو مدعیٰ پر دلالت نہیں کرتے یا دلالت کرتے ہیں لیکن وہ جھوٹی اور غیر معتبر ہیں۔ [1]

- سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تمھیں کسی چیز کی خاص وصیت کی ہے تو آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کسی ایسی چیز کے ساتھ خاص نہیں کیا کہ جسے سارے لوگ نہ جانتے ہوں، سوائے ایک چیز کے جو میری اس تلوار کے غلاف میں ہے، پھر آپ نے اس میں سے ایک لکھا ہوا صحیفہ نکالا، اس میں لکھا تھا:

((لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ، وَ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ غَيَّرَ مَنَارَ الْاَرْضِ وَ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَهُ وَ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ آوٰى مُحْدِثًا.)) [2]

''اللہ کی لعنت ہے اس آدمی پر جس نے غیر اللہ کے لیے ذبیحہ کیا اور لعنت ہے اللہ کی اس پر جس نے زمین کے نشان کو بدل دیا اور اللہ کی لعنت ہے اس پر جس نے اپنے والد کو لعنت کی اور اللہ کی لعنت ہے اس پر جس نے کسی بدعتی کو پناہ دی۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''صحیحین وغیرہ میں علی رضی اللہ عنہ سے ثابت شدہ یہ حدیث روافض کے اس خیال کی تردید کرتی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں خلافت کی وصیت کی تھی، اگر بات ایسی ہی ہوتی تو صحابہ کرام میں سے کوئی بھی اس کا منکر نہ ہوتا، کیونکہ وہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اور آپ کی وفات کے بعد بھی اللہ اور اس کے رسول کے بہت زیادہ مطیع تھے اور مسلسل ایسی حرکت ان سے ناممکن تھی کہ جس کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مقدم نہ کیا ہو وہ اسے مقدم کرتے رہیں اور جسے مقدم کیا ہوا سے موخر کرتے رہیں، ہرگز نہیں، ایسا کبھی بھی نہیں ہوسکتا؟ اگر کوئی شخص صحابہ کے بارے میں ایسی بدگمانی کرتا ہے تو گویا وہ تمام صحابہ کو فاجر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاند اور آپ کے حکم کا مخالف گردانتا ہے اور جو فکر کی اس پستی تک پہنچ جائے اس

---

[1] الإمامة و الرد علی الرافضة / تحقیقی علی ناصر فقهی ص (۲۳۸).

[2] صحیح مسلم (۳/ ۱۵٦٧) حدیث نمبر (۱۹۷۸).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے اسلام کا قلادہ اپنی گردن سے اتار دیا اور تمام ائمہ سلف کے نزدیک وہ کافر ہو گیا۔'' ❶

اور امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں وصیت وغیرہ کے متعلق روافض اور امامیہ شیعہ کا جو خود ساختہ عقیدہ اور زعم باطل ہے اس کی تردید ہے۔'' ❷

○ عمرو بن سفیان کا بیان ہے کہ جنگ جمل کے موقع پر جب علی رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے تو کہنے لگے: اے لوگو! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امارت کے تعلق سے ہماری کوئی تخصیص نہیں کی، بلکہ ہم سب کی رائے اس بات پر متفق ہوئی کہ ہم ابوبکر کو خلیفہ منتخب کر لیں، چنانچہ آپ نے خلافت سنبھالا اور اس پر جمے رہے یہاں تک کہ مدت پوری کی۔ ❸

○ امام بیہقی نے اپنی سند سے شقیق بن سلمہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ کیا آپ کسی کو ہم پر خلیفہ نامزد نہیں کریں گے؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو خلیفہ نامزد نہیں کیا کہ میں نامزد کر دوں، لیکن اگر اللہ کو لوگوں کی بھلائی منظور ہوگی تو انھیں میرے بعد کسی بہتر فرد پر متفق کر دے گا جیسا کہ اس سے پہلے ان کے نبی کے بعد ان کے بہتر فرد پر سب کو جمع کیا تھا۔ ❹

یہ بھی ایک واضح دلیل ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت کی نامزدگی کا دعویٰ ان روافض کی افترا پردازی ہے جن کے دل علی، اہل بیت، اور تمام اصحاب رسول (رضی اللہ عنہم) کے خلاف حسد و عداوت سے بھرے ہوئے ہیں۔ حبِ علی کا ان کا دعویٰ محض ایک آڑ ہے جس کے پس پردہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں رچاتے رہتے ہیں۔ ❺

مذکورہ قطعی اور یقینی نصوص سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شیعہ حضرات کے مزعومہ وصیت کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور روافض نے جن دلائل پر اعتماد کیا ہے وہ عبداللہ بن سبا کی وضع کردہ ہیں، اسی نے سب سے پہلے اس بدعت کو ایجاد کیا، اس کے بعد اس کے لیے سندیں گھڑیں اور پھر متون کو وضع کر کے ان کے ساتھ جوڑ دیا اور پھر کذب وبہتان کے راستے اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا اس بہتان اور کذب بیانی سے ان کا مقصد صحابہ کرام کو اس بات سے مطعون کرنا ہے کہ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی خلاف ورزی کی اور اس خلاف ورزی پر سب کے سب متفق ہو گئے اور پھر اسی راستے سے قرآن وحدیث کے ان تمام تر ذخائر کو مطعون کرنا مقصد ہے جو ان صحابہ کرام کے ذریعے سے مسلمانوں کی نسلوں تک پہنچے۔ ❻

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ''الحلی'' پر تنقید اور اس کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رہا علی رضی اللہ عنہ کے حق میں

---

❶ البداية و النهاية (٥/ ٢٢١). ❷ شرح صحيح مسلم (١٣/ ١٥١).

❸ الاعتقاد ص (١٨٤) امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں کہا ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔

❹ الاعتقاد ص (١٨٤) اس کی سند جید ہے۔ ❺ عقيده أهل السنة فى الصحابة (٢/ ٦٢٠).

❻ خلافة على بن أبى طالب / عبدالحميد ص (٦٥).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خلافت کی تنصیص کا مسئلہ تو اس سلسلے میں اہل حدیث کی معتمد کتابوں میں کچھ بھی تحریر نہیں، بلکہ تمام اہل حدیث اس کے بطلان پر متفق ہیں، حتی کہ امام ابومحمد بن حزم رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت کی تعیین و تنصیص کے متعلق ہمیں ایک روایت کے علاوہ قطعاً کوئی روایت کسی کے پاس نہیں ملی اور وہ روایت بھی ابوالحمراء نامی ایسے مجہول راوی پر منحصر ہے جس کے بارے میں ہمیں ہرگز نہیں معلوم کہ یہ کون انسان ہے؟ ❶

ایک دوسرے مقام پر آپ فرماتے ہیں کہ نہ عصر حاضر میں اور نہ دور قدیم میں، کبھی بھی اہل علم میں سے کسی نے علی رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت کی تعیین و وصیت کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فرمان سنا، اس لیے علمائے حدیث قطعیت اور یقین کے ساتھ ایسی خبر کی تکذیب کرتے ہیں اور اس کے علاوہ اس موضوع کی دیگر منقولات کے کذب و بطلان کا بھی ادراک رکھتے ہیں۔ ❷ پھر بعد کے ادوار میں ایسے غالی اور متعصب روافض پیدا ہوئے جنھوں نے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں عبداللہ بن سبا کے نظریہ کو دوبارہ زندہ کیا اور اس کے پس پردہ اسلامی مملکت کے خلاف اپنے مقاصد کی برآوری کے لیے اس نظریہ کو خانوادۂ علی رضی اللہ عنہ کے عظیم سپوت حسین رضی اللہ عنہ کے سرتھوپ دیا، تاکہ لوگوں کے جذبات و احساسات کو بھڑکانے اور ان کے دلوں میں جگہ بنانے میں کامیابی مل سکے۔

جس شخص نے سب سے پہلے یہ بات پھیلائی کہ امامت آل بیت کے چند مخصوص افراد میں محصور ہے اس کا لقب شیعہ عقائد کے نزدیک ''مومن الطاق'' ہے۔ ❸ حالانکہ اس کا نام شیطان الطاق ہونا چاہیے اور جب اس شخص کے مذکورہ پروپیگنڈا کا علم زید بن علی کو ہوا تو آپ نے اسے بلا بھیجا، تاکہ واقعہ کی حقیقت معلوم کریں، چنانچہ آپ نے اس سے پوچھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمھارے خیال میں آل محمد میں ایک امام ہے جس کی اطاعت فرض ہے؟ شیطان الطاق نے کہا: جی ہاں، تمھارے باپ علی بن حسین انھیں میں سے ایک تھے۔ آپ نے کہا: یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ آپ کے پاس اگر گرم کھانا لایا جاتا تھا تو آپ اسے اپنے ہاتھوں سے ٹھنڈا کرتے، پھر مجھے اس سے لقمے کھلاتے، تم کیا سوچتے ہو کہ وہ گرم لقمہ نہ کھلا کر مجھ پر مہربان ہوسکتے ہیں اور جہنم کی گرمی سے بچانے کے لیے مجھ پر مہربان نہیں ہوسکتے؟ شیطان الطاق نے کہا: اس لیے انھوں نے یہ بات تمھیں نہیں بتائی کہ مبادا تم کفر میں مبتلا ہوجاؤ اور تمھیں ان کی شفاعت نصیب نہ ہو۔ ❹

مذکورہ واقعہ جو کہ روافض کی معتبر و ثقہ ترین سوانحی کتابوں میں مروی ہے، یہ واضح کرتا ہے کہ مذکورہ نظریہ کو نہایت خفیہ انداز میں اور اس درجہ رازدارانہ طریقہ سے عام کیا جارہا تھا کہ ائمہ اہل بیت کے ایک امام یعنی امام زید بن علی تک کو اس کی خبر نہ تھی۔ محب الدین خطیب رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ شیطان الطاق وہ پہلا انسان ہے جس نے یہ گمراہ کن عقیدہ ایجاد کیا اور امامت و تشیع کو چند افراد میں محصور کیا اور آل بیت کے چند خاص لوگوں کے بارے میں

---

❶ المنهاج (٨/ ٣٦٢) الفصل (٤/ ١٦). ❷ المنهاج (٧/ ٥٠).

❸ أصول الشيعة الإمامية (٢/ ٨٠٠). ❹ رجال الكشي ص (١٨٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عقیدہ ''عصمت'' کا دعویٰ کیا۔ ❶ واضح رہے کہ اس مہم کو آگے بڑھانے میں ہشام بن حکم متوفی ۱۷۹ھ نامی ایک دوسرا شخص بھی شیطان الطاق کا شریک کار رہا۔ ❷ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ چند مخصوص لوگوں میں امامت کو محصور کرنے کا عقیدہ کوفہ میں زیادہ رائج ہوا۔ ❸ جس کے پس پردہ ہشام اور شیطان الطاق کے پیروکاروں کی کوششیں کارفرما رہیں اور امامت کو چند مخصوص تعداد و افراد تک محصور کرنے والے نظریہ کی بنیادیں دوسری صدی ہجری میں شیطان الطاق اور ہشام بن حکم جیسے حبِ آل بیت کے دعوے داروں کے ہاتھوں پڑ چکی تھیں۔ ❹ نیز واضح رہے کہ تعداد ائمہ کے بارے میں شیعی نظریات ومسالک مختلف ہیں، چنانچہ "مختصر التحفة الاثنا عشرية" میں ہے کہ معلوم ہونا چاہیے کہ امامیہ، ائمہ حضرات کی تعداد میں انحصار کے قائل ہیں، لیکن ان کی تعداد کتنی ہے اس کے بارے میں ان میں اختلاف ہے، بعض پانچ، بعض سات، بعض آٹھ، بعض بارہ اور بعض تیرہ کے قائل ہیں۔ ❺

اسی طرح شیعی مصادر و مراجع میں ان کے اس اختلاف اور متضاد اقوال کی تصویر دیکھی جاسکتی ہے، خواہ وہ اسماعیلیہ کے شیعی مصادر میں سے "ناشی الاکبر" کی کتاب "مسائل الإمامه" ہو، یا ابوحاتم الرازی کی کتاب "الزينة" ہو، یا اسی طرح اثنا عشری شیعہ کے مراجع میں سے الاشعری القمی کی کتاب "المقالات و الفرق" ہو، یا نوبختی کی "فرق الشيعه" ہو۔ بہرحال امامت کا مسئلہ اس قوم کے نزدیک کوئی ایسا فرعی مسئلہ نہیں ہے جس میں یہ اختلاف ایک عام بات ہو، بلکہ یہ ان کے نزدیک دین کی اساس اور اس کی پاکیزہ بنیاد ہے اور جو ان کے عقیدہ کے مطابق ان کے امام پر ایمان نہ لائے وہ کافر ہے، پس اسی عقیدہ کے تحت وہ آپس میں ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں، حتیٰ کہ ایک ہی امام کے پیروکار باہم دیگر تکفیر کرتے اور ایک دوسرے کو ملعون گردانتے نظر آتے ہیں۔ ❻

رہے اثنا عشری شیعہ تو یہ لوگ بعد کے ادوار میں امامت کو بارہ ائمہ میں منحصر ماننے پر متفق ہو گئے، ورنہ بنو ہاشم کی پوری نبوی نسل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اور پھر ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کے ایام خلافت تک کوئی ایسا فرد نظر نہیں آتا جو بارہ ائمہ کی امامت کا قائل ہو۔ ❼ یہ عقیدہ تو حسن عسکری کی وفات کے بعد کی پیداوار ہے۔ ❽

بہرحال ائمہ کی تعداد کو چند افراد میں منحصر ماننا ایک فاسد اور باطل عقیدہ ہے، امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ آپ کی اولاد اور آپ کے پوتے وغیرہ اس سے بالکل بری ہیں۔ چنانچہ معتبر ترین شیعی مصدر نہج البلاغہ میں علی رضی اللہ عنہ کا یہ خطبہ منقول ہے:

''مجھے چھوڑ دو اور (اس خلافت کے لیے) میرے علاوہ کوئی اور ڈھونڈ لو، ہمارے سامنے ایک ایسا معاملہ ہے جس کے کئی رخ اور کئی رنگ ہیں، جسے نہ دل برداشت کرسکتے ہیں اور نہ عقلیں، انھیں مان سکتیں

---

❶ مجلة الفتح ص (٥) العدد (٨٦٢) ١٣٦٧ هـ.
❷ أصول الشيعة الإمامية (٢/ ٨٠٣).
❸ بحار الأنوار (١٠/ ٢٥٩).
❹ أصول الشيعة الإمامية (٢/ ٨٠٦).
❺ مختصر التحفة الاثنا عشرية ص (١٩٣).
❻ أصول الشيعة الإمامية (٢/ ٨٠٧).
❼ منهاج السنة (٢/ ١٢).
❽ أصول الشيعة الإمامية (٢/ ٨٠٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہیں، (دیکھو) افق عالم پر گھٹائیں چھائی ہوئیں ہیں، راستہ پہچاننے میں نہیں آتا، تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ اگر میں تمھاری اس خواہش کو مان لوں تو تمھیں اس راستہ پر لے چلوں گا جو میرے علم میں ہے، اور اس کے متعلق کسی کہنے والے کی بات اور کسی ملامت کرنے والی کی سرزنش پر کان نہیں دھروں گا اور اگر تم میرا پیچھا چھوڑ دو تو پھر جیسے تم ہو ویسا میں ہوں اور ہوسکتا ہے کہ جسے تم اپنا امیر بناؤ اسی کی میں تم سے زیادہ سنوں اور مانوں اور میرا امیر ہونے سے وزیر ہونا بہتر ہے۔'' ❶

اب آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ اگر ''امامت'' علی رضی اللہ عنہ کے حق میں شرعاً منصوص ہوتی اور آپ اس کے لیے نامزد ہوتے تو کسی بھی حالت میں آپ کو یہ کہنے کا حق نہ تھا کہ مجھے چھوڑ دو اور میرے علاوہ کسی اور کو ڈھونڈ ھ لو، نیز یہ کہ ''میرا تمھارے لیے وزیر رہنا، امیر ہونے سے بہتر ہے۔'' پس آپ کیوں کر انکار کرتے جب کہ حالت یہ تھی کہ لوگ آپ کو چاہتے بھی تھے اور عوام آپ کی بیعت کے لیے حاضر بھی تھی۔ ❷

''نہج البلاغہ'' ہی میں خلافت سے متعلق آپ کا دوسرا کلام نہایت وضاحت اور صراحت کے ساتھ یوں ملتا ہے:

''جن لوگوں نے ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی بیعت کی تھی انھوں نے میرے ہاتھ پر اسی اصول کے مطابق بیعت کی جس اصول پر وہ ان کی بیعت کر چکے تھے اور اس کی بنا پر جو حاضر ہے اسے پھر نظر ثانی کا حق نہیں اور جو بروقت موجود نہ ہو اسے رد کرنے کا اختیار نہیں اور شوریٰ کا حق صرف مہاجرین اور انصار کو ہے وہ اگر کسی پر متحد ہو جائیں اور اسے خلیفہ سمجھ لیں تو اسی میں اللہ کی رضا اور خوشنودی سمجھی جائے گی۔ اگر کوئی اس کی شخصیت پر اعتراض یا نیا نظریہ اختیار کرتا ہوا الگ ہو جائے تو اسے وہ سب اسی طرف واپس لائیں گے جدھر سے وہ منحرف ہوا ہے اور اگر انکار کرے تو اس سے لڑیں کیونکہ وہ مومنوں کے طریقے سے ہٹ کر دوسری راہ پر ہولیا ہے اور جدھر وہ پھر گیا ہے اللہ تعالیٰ بھی اسے اسی طرف پھیر دے گا۔'' ❸

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے مذکورہ بیان میں چند حقائق کی طرف اشارہ کیا ہے جن پر خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے:

- مہاجرین وانصار جیسے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اصحاب شوریٰ ٹھہرایا اور انھیں کو حل وعقد کا مالک بنایا۔
- کسی بھی ایک شخص پر ان کا اتفاق کر لینا اللہ کی رضامندی اور حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے اس انتخاب کی تائید وموافقت کی علامت ہے۔
- ان اصحاب رسول کے زمانہ میں امامت ان کے علاوہ کسی دوسرے کے حق میں نہیں جاسکتی اور نہ ان کے انتخاب کے بغیر کسی کی امامت منعقد ہوسکتی ہے۔

---

❶ نہج البلاغۃ، اردو خطبہ نمبر (۹۰) عربی خطبہ (۹۲) ص ۲۳۶۔

❷ ثم ابصرت الحقیقۃ ص (۱۵۸)۔

❸ نہج البلاغۃ مترجم ص (۶۴۲) خط بنام معاویہ نمبر (۶)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

○ ان کی کتابوں کو رد نہیں کیا جا سکتا اور ان کے حکم وانتخاب کی خلاف عدولی صرف وہی شخص کرے گا جو بدعتی ہو، باغی ہو اور مومنوں کے علاوہ دوسروں کے طریقے کا پیروکار ہو۔

پس علی رضی اللہ عنہ کی ان اہم ترین تصریحات و وضاحتوں کے باوجود اثنا عشری یعنی بارہ اماموں کے قائلین شیعہ سوچیں کہ وہ کس مقام پر کھڑے ہیں!!؟ خلاصہ یہ کہ کسی فرد واحد کے حق میں خلافت کی نامزدگی کا مسئلہ کسی بھی طرح ثابت نہیں ہوتا، اسی طرح مخصوص تعداد میں ائمہ کے انحصار کا مسئلہ بھی کتاب وسنت کی روشنی میں بالکل مردود ہے، چہ جائیکہ شرعی مصادر سے اس کا ثبوت ملے، عقل ومنطق اور حالات وتجربات بھی اسے تسلیم نہیں کرتے، کیونکہ مخصوص ائمہ کی محدود تعداد ختم ہو جانے کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اب امت بغیر کسی کے امام کے زندہ رہے گی؟ اور اسی پس منظر میں ہم دیکھتے ہیں کہ اثنا عشری شیعہ کے نزدیک ان ظاہر ہونے والے بارہ اماموں کا زمانہ دو ڈھائی صدی سے تجاوز نہیں کرتا۔ چنانچہ اس پیچیدگی سے چھٹکارا پانے اور مسئلہ کا حل نکالنے کے لیے وہ اس بات پر مجبور ہوئے کہ اپنے وقت کے مجتہد وفقیہ کو امام کا نائب قرار دے دیں اور عملاً انھوں نے ایسا ہی کیا، لیکن نیابت کی تحدید میں الجھ کر رہ گئے اور ان کے اقوال مختلف ہو گئے۔ [1] اور پھر عصر حاضر میں اس خود ساختہ عقیدہ سے جو کہ ان کے دین کی اساس ہے، مکمل چھٹکارا پانے کے لیے ملک کی قیادت وصدارت کو انتخاب کے حوالے کر دیا اور تعداد ائمہ کی حصر وتحدید سے نکل کر امامت کو مخصوص نوعیت میں منحصر کر دیا اور ملک کی صدارت وحکومت کا اہل صرف اس فرد کو مانا جو شیعی فقیہ ہو نہ کہ دوسرا۔ [2]

تعداد ائمہ کی تحدید کے مسئلہ میں

اہل سنت کی کتب مراجع ومصادر سے اثنا عشری شیعہ کے دلائل

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ((یَکُوْنُ اثْنَا عَشَرَ اَمِیْرًا .)) ...... ''(میری امت میں) بارہ امیر ہوں گے۔'' پھر آپ نے کوئی ایسی بات فرمائی جو میں نے نہیں سنی، بعد میں میرے والد نے بتایا کہ آپ نے یہ فرمایا کہ ((کُلُّھُمْ مِنْ قُرَیْشٍ .)) ''سب کے سب قریش خاندان سے ہوں گے۔'' [3]

صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ((لَا یَزَالُ الْاِسْلَامُ عَزِیْزًا اِلَی اثْنَا عَشَرَةَ خَلِیْفَةً .)) ''اسلام برابر بارہ خلفاء تک غالب رہے گا'' پھر آپ نے کوئی

---

[1] الحکومة الإسلامیة / الخمینی ص (٦٨) أصول الشیعة الامامیة (٢/ ٨٤١).

[2] الحکومة الإسلامیة / الخمینی ص (٢٤٨) أصول الشیعة الامامیة (٢/ ٨٤١).

[3] صحیح البخاری / الاحکام، حدیث نمبر (٧٢٢٢، ٧٢٢٣).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایسی بات فرمائی جو میں نہیں سمجھ سکا، تو میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ آپ نے کیا فرمایا؟ میرے والد نے کہا کہ آپ نے فرمایا: ((كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ .)) ''سب کے سب قریش خاندان سے ہوں گے۔'' ❶

اور دوسری روایت کے الفاظ ہیں:

((لَا يَزَالُ هَذَا الدِّيْنُ عَزِيزًا مَنِيعًا إِلَى اثْنَا عَشَرَ خَلِيْفَةً .)) ❷

''یہ دین برابر غالب ومحفوظ رہے گا بارہ خلفاء تک۔''

اور ایک روایت کے الفاظ ہیں:

((لَا يَزَالُ أَمْرُ النَّاسِ مَاضِيًا مَا وَلِيَهُمْ اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا .)) ❸

''مسلسل لوگوں کے معاملات درست رہیں گے جب تک ان میں بارہ لوگ ان کے حاکم ہوں گے۔''

اور ابوداؤد کے الفاظ ہیں:

((لَا يَزَالُ هٰذَا الدِّيْنُ قَائِمًا حَتّٰى يَكُوْنَ عَلَيْكُمْ اثْنَا عَشَرَ خَلِيْفَةً كُلُّهُمْ تَجْتَمِعُ عَلَيْهِمُ الْأُمَّةُ .)) ❹

''یہ دین اس وقت تک درستگی پر قائم رہے گا جب تک کہ تم پر بارہ خلیفہ ہوں گے اور سب پر پوری امت متفق ہوگی۔''

نیز امام ابوداؤد نے اسی طرح کی ایک روایت کو بسند اسود بن سعید عن جابر بنحوہ نقل کیا ہے اور اس میں اتنی زیادتی ہے کہ جب آپ لوٹ کر اپنے گھر آئے تو قریش کے لوگ آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے پھر کیا ہوگا، آپ نے فرمایا: ''الھرج'' ❺ یعنی قتل وخون ریزی۔

اثنا عشری شیعہ اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور اہل سنت کے خلاف حجت قائم کرتے ہیں، اس وجہ سے نہیں کہ حدیث کی مذکورہ معتبر ترین کتابوں پر انھیں ایمان ہے، نہیں ہرگز نہیں، ❻ بلکہ اہل سنت کے خلاف حجت قائم کرنے کے لیے استدلال کرتے ہیں کیونکہ وہ ان کتابوں کو معتبر مانتے ہیں۔ بہرحال ان کے اس مستدل بہ نص پر جب پوری توجہ، دقت اور موضوعیت کے ساتھ ہم غور کرتے ہیں تو ان بارہ خلفاء کی صفت ہمیں یہ ملتی ہے کہ یہ لوگ منصب خلافت سنبھالیں گے اور ان کے عہد میں اسلام غالب اور محفوظ رہے گا۔ پوری امت ان پر متفق ہوگی اور ان کے حالات و معاملات درستگی پر قائم ہوں گے اور یہ اوصاف ان بارہ اماموں پر صادق نہیں آتے، جن کی امامت کے اثنا عشری شیعہ دعوے دار ہیں، چنانچہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اور مختصر سی مدت کے لیے حسن رضی اللہ عنہ کے علاوہ

❶ صحيح مسلم/ الإمارة، باب الناس تبع لقريش (٢/ ١٤٥٣).

❷ صحيح مسلم (٢/ ١٤٥٣).

❸ صحيح مسلم (٢/ ١٤٥٢).

❹ سنن أبي داؤد/ كتاب المهدي (٤/ ٤٧١).

❺ سنن أبي داؤد/ كتاب المهدي (٤/ ٤٧٢) فتح الباري (١٣/ ٢١١).

❻ أصول الشيعة الإمامية (٢/ ٨١٥).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان میں سے کوئی بھی مذکورہ اوصاف کے ساتھ منصب خلافت پر فائز نہ ہوا۔ اسی طرح ان ائمہ میں سے کسی کے زمانہ میں بھی، جیسا کہ شیعہ حضرات کا اعتراف ہے۔ امت کے حالات و معاملات درست اور اطمینان بخش نہ رہے بلکہ حالات ابتر ہی ہوتے گئے اور ان پر شیعوں کے زعم کے مطابق ظالم بلکہ کفار حکمراں بنے رہے۔ ❶ ان کے ائمہ تقیہ کے ذریعے سے اپنے دینی احکام و معاملات کو چھپائے رہتے تھے۔ ❷ بلکہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی عہد حکومت جس میں آپ منصب خلافت پر فائز تھے تقیہ کا عہد تھا جیسا کہ ان کے بزرگ عالم دین المفید نے صراحت کی ہے۔ ❸ چنانچہ اس کے بقول آپ اپنے عہد میں قرآن تک ظاہر نہ کر سکے، اور نہ ہی اسلامی احکامات کا کوئی حکم نافذ کر سکے، جیسا کہ ان کے معتمد عالم الجزائری ❹ کا بیان ہے۔ آپ مجبوراً دین کے حساب پر اپنے ساتھیوں کی تائید و قربت حاصل کرتے رہے جیسا کہ ان کے شیخ المرتضیٰ نے اقرار کیا ہے۔ ❺

تو حدیث ایک طرف اور ان لوگوں کے خیالات و مزاعم دوسری طرف، مزید برآں مذکورہ حدیث میں ائمہ کی تعداد کی تحدید نہیں ہے کہ ان کی تعداد صرف بارہ ہی ہوگی بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بس یہ پیشین گوئی ہے کہ اسلام ان بارہ خلفاء کے زمانے میں غالب رہے گا اور فی الواقع خلفائے راشدین اور بنوامیہ کا زمانہ مسلمانوں کے غلبہ اور شوکت کا زمانہ تھا۔ ❻

اسی لیے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسلام اور اس کے قوانین و فرامین کو بنوامیہ کے زمانہ میں جو وسعت و بالادستی حاصل رہی وہ بعد کے ادوار میں نہ رہی، پھر آپ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

((لَا يَزَالُ هٰذَا الْاَمْرُ عَزِيْزًا إِلَى اثْنَا عَشَرَ خَلِيْفَةً كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ .))

"یہ دین بارہ خلفاء تک غالب رہے گا، سب کے سب قریش خاندان کے ہوں گے۔"

پھر آپ فرماتے ہیں کہ چنانچہ ایسا ہی ہوا، ابوبکر، عمر، عثمان اور علی خلیفہ ہوئے، پھر ایسے شخص نے منصب سنبھالا جس پر سارے لوگ متفق ہوئے اور اسے غلبہ و شوکت میسر ہوئی یعنی معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے لڑکے یزید، پھر عبدالملک اور ان کے چاروں بیٹے، انھیں میں عمر بن عبدالعزیز بھی ہیں۔ ان خلفاء کے بعد امت میں جو کمی اور کمزوری آئی وہ آج تک باقی ہے، پھر آپ نے اس کی تشریح فرمائی ہے۔ ❼

آگے آپ رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ حدیث میں ((كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ)) کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ یہ ائمہ کرام علی اور آپ کی اولاد رضی اللہ عنہم کے ساتھ خاص نہیں ہیں، اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے امتیازی اوصاف کو ذکر کر دیا ہے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ: ((كُلُّهُمْ مِنْ وَلَدِ اِسْمَاعِيْلَ يَا

---

❶ منهاج السنة (٤/ ٢١٠) المنتقى ص (٥٣٣).
❷ أصول الشيعة الإمامية (٢/ ٨١٦).
❸ أصول الشيعة الإمامية (٢/ ٨١٦).
❹ أصول الشيعة الإمامية (٢/ ٨١٦).
❺ أصول الشيعة الإمامية (٢/ ٨١٦).
❻ أصول الشيعة الإمامية (٢/ ٨١٦).
❼ منهاج السنة (٤/ ٢٠٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

كُلُّهُمْ مِنَ الْعَرَبِ .)) یعنی سب کے سب اولاد اسماعیل سے ہوں گے، یا عرب نسل کے ہوں گے۔ پس اگر قریش میں بھی قبیلہ بنو ہاشم یا اولاد علی کی وجہ سے انھیں کوئی خصوصیت حاصل ہوتی تو اس خصوصیت کے ساتھ ان کا ذکر ضرور آتا لیکن جب انھیں مطلقاً قریش میں سے بتایا تو یہ یقینی طور سے معلوم ہوگیا کہ بلا کسی خاندان یا قبیلہ کی تخصیص کے وہ قریش میں سے ہوں گے۔ وہ بنوتیم، بنوعدی، بنوعبدشمس اور بنو ہاشم کے بھی ہو سکتے ہیں کیونکہ خلفائے راشدین انھیں قبائل سے تعلق رکھتے تھے۔ ❶

مختصر یہ کہ حدیث میں ''تعداد'' کے علاوہ کوئی اور چیز ان کے مراد و مدعا پر پوری نہیں اترتی اور دلیل میں قطعاً عدد کی موافقت کا کوئی معنی نہیں۔ ❷

امامت کی نامزدگی کے ثبوت میں قرآنی دلائل:

روافض شیعہ کو جب ایسی کوئی شرعی دلیل نہ ملی کہ جس سے وہ امامت کی نامزدگی جیسے عقیدہ کے لیے استدلال کر سکیں تو ان لوگوں نے ان قرآنی آیات کا سہارا لیا جن میں اللہ نے اپنے صالح بندوں اور متقی و مقرب اولیاء کی مدح وستائش کی ہے اور ان آیات کو امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے لیے خاص کر دیا، پھر اپنے اسی باطل عقیدہ کو پیمانہ بنا کر ان آیات کی تاویل وتفسیر کر ڈالی۔ اسی طرح اپنی اس گھناؤنی بدعت کی تائید میں بہت سی احادیث گھڑ ڈالیں، تاکہ نادان اور کم علم مسلمانوں کو اس جال میں پھانس سکیں، حالانکہ اس سلسلہ میں ان کے تمام تر دلائل و استدلال صراحتاً غلط ہیں اور ان میں دو باتیں ضرور پائی جاتی ہیں۔

۱۔ یا تو ان کے استدلال میں دعویٰ کی دلیل ہوگی مثلاً آیت تطہیر، آیت مباہلہ، حدیث رایہ، اور حدیث ''غدیر خم'' جیسے دلائل۔

۲۔ یا وہ حدیثیں موضوع ہوں گی اور موضوع حدیثیں حجت نہیں بن سکتیں، یہی وجہ ہے کہ علمائے اسلام کے نزدیک اسلام کی طرف منسوب ہونے والے فرقوں میں روافض سب سے جھوٹے ہیں۔ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے نقلاً، روایتاً اور اسناداً اہل علم کا اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ روافض سب سے جھوٹی جماعت ہے، اور جھوٹ ان میں بہت پرانی چیز ہے، اسی لیے مشاہیر علمائے اسلام کذب کو ان کی امتیازی شناخت کے ذریعے سے پہچانتے ہیں۔ ❸

اب میں قرآن سے ان کے استدلال کے چند نمونے پیش کرتا ہوں:

آیت الولایۃ:

دلیل: ......اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُونَ

❶ منهاج السنة (٤/ ٢١١).
❷ أصول الشيعة الإمامية (٢/ ٨١٨).
❸ منهاج السنة (١/ ٥٩).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿٥٥﴾ (المائدۃ: ۵۵)

''تمھارے دوست تو صرف اللہ اور اس کا رسول اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے، وہ جو نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ جھکنے والے ہیں۔''

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں وہ بیان کرتے ہیں کہ یہ علی رضی اللہ عنہ کی امامت کے بارے میں ہے، شیعہ جماعت کے سردار طوسی کا کہنا ہے کہ قرآن میں آپ (علی رضی اللہ عنہ) کی امامت کی قوی ترین دلیل اللہ کا یہ ارشاد ہے:

﴿ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿٥٥﴾ (المائدۃ: ۵۵) ❶

طبرسی کا قول ہے کہ یہ آیت کریمہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فوراً بعد امامت علی رضی اللہ عنہ کی صحت کی واضح ترین دلیل ہے۔❷ مذکورہ دونوں عالم ہی نہیں بلکہ تقریباً ان کے تمام تر اکابر علماء متفق ہیں کہ یہ آیت کریمہ امامت علی کے متعلق سب سے مضبوط دلیل ہے کیونکہ وہ اپنی تمام ہی معتبر مصنفات میں اس موضوع کو چھیڑتے ہوئے سب سے پہلے اسی آیت سے استدلال کرتے ہیں۔❸

وجہ استدلال:

رہی یہ بات کہ مذکورہ آیت سے وہ کس طرح استدلال کرتے ہیں کہ جس سے وہ اپنا مقصد پورا کرتے ہیں، سو اس باب میں ان کا کہنا ہے کہ تمام عام وخاص محدثین ومفسرین متفق ہیں کہ یہ آیت کریمہ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس موقع پر نازل ہوئی جب آپ نے متعدد صحابہ کی موجودگی میں دوران نماز ایک مسکین کو اپنی انگوٹھی صدقہ میں دے دی، صحاح ستہ میں یہ بات تفصیل سے مذکور ہے۔❹ نیز آیت کریمہ میں ''اِنَّمَا'' باتفاق اہل لغت حصر کے لیے ہے اور ''وَلِيٌّ'' بمعنی ''اَوْلٰى لِلتَّصَرُّفِ'' ہے جو کہ امام اور خلیفہ کے مرادف ہے۔❺

تنقید وتردید:

آپ دیکھ رہے ہیں کہ آیت کریمہ سے استدلال کرتے وقت نص آیت سے استدلال نہیں کیا، بلکہ آیت کے سبب نزول سے استدلال کیا گیا ہے، کیونکہ آیت کریمہ کے اندر ان کے مراد کی کوئی چیز نہ تھی، اس طرح ان کا استدلال روایت سے ہوا نہ کہ قرآن سے۔ لہٰذا اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا یہ روایت صحیح اور ثابت ہے؟ اور کیا ان کی وجہ استدلال درست ہے؟ یہ ساری باتیں آئندہ چند نقاط میں واضح کی جا رہی ہیں۔

ا: ارکان شیعہ کا یہ کہنا کہ تمام اہل سنت کا اتفاق ہے کہ یہ آیت کریمہ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی بہت بڑا

---

❶ تلخیص الشافی (۲/ ۱۰) بحوالہ: أصول مذھب الشیعه الإمامیة (۲/ ۸۲۲).
❷ مجمع التبیان (۲/ ۱۲۸) بحوالہ أصول مذھب الشیعة الإمامیة (۲/ ۸۲۳).
❸ عقائد الإمامیة الاثنا عشریة (۱/ ۸۱، ۸۲). ❹ أصول مذھب الشیعة الإمامیة (۲/ ۸۲۳).
❺ عقائد الإمامیة الاثنا عشریة (۱/ ۸۱، ۸۲).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جھوٹا دعویٰ ہے، بلکہ اس کے برخلاف تمام علمائے اہل سنت اس بات پر متفق ہیں یہ آیت کریمہ خاص طور پر علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نہیں نازل ہوئی اور علی رضی اللہ عنہ نے دوران نماز کبھی اپنی انگوٹھی صدقہ میں نہیں دی، نیز یہ کہ اس سلسلہ میں مروی یہ واقعہ بالکل جھوٹ اور من گھڑت ہے۔ ❶ اسی طرح ان لوگوں کا یہ کہنا کہ یہ واقعہ صحاح ستہ میں مذکور ہے، بالکل صریح جھوٹ ہے کیونکہ کتب ستہ میں اس روایت کا قطعاً کوئی وجود نہیں ہے، ہاں ابن کثیر رحمہ اللہ نے ان آثار کو اپنی تفسیر میں ضرور نقل کیا ہے جن میں دوران نماز آپ کی اپنی انگوٹھی صدقہ کردینے کا ذکر موجود ہے لیکن آپ نے ان روایتوں کو ذکر کرنے کے بعد یہ لکھ دیا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی روایت قطعاً صحیح نہیں ہے کیونکہ ان کی سندوں میں ضعف ہے اور رواۃ اور رجال مجہول ہیں۔ ❷

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس آیت کریمہ کے نزول کی بات اور مانگنے والے کو رکوع کی حالت میں اپنی انگوٹھی صدقہ میں دے دینے والے واقعہ کی روایت، دونوں صرف ثعالبی کے حوالے سے مروی ہیں۔ ❸ وہ ان کا اکیلا راوی ہے۔ اہل سنت محدثین ثعالبی کی روایت کو کوئی حیثیت نہیں دیتے، اسے ''حاطب لیل'' یعنی رطب و یابس جمع کرنے والا کہتے ہیں، اس کی اکثر روایات بسند کلبی عن ابی صالح مروی ہیں اور مذکورہ سند سے مروی تفسیر محدثین کے نزدیک سب سے واہی تباہی تفسیر شمار کی جاتی ہے۔ ❹

مذکورہ آیت کریمہ کا صحیح شان نزول یہ ہے کہ جب بنوقینقاع والوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیانت کی اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس گئے -جیسا کہ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے- اور چاہا کہ عبادہ بھی انھیں کے ساتھ ہو جائیں لیکن آپ نے ان کا ساتھ نہ دیا، بلکہ ان سے اپنی عداوت و بے زاری کا مظاہرہ کرکے اللہ اور اس کے رسول سے اپنی محبت و دوستی کا اعلان کردیا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شروع کی آیات میں فرمایا:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۘ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ۗ ﴾ (المائدة: ٥١)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں اور تم میں سے جو انھیں دوست بنائے گا تو یقیناً وہ ان میں سے ہے۔''

اس سے مراد عبداللہ بن ابی بن سلول ہے، اس لیے کہ وہ بنوقینقاع کا ہمدرد و ساتھی تھا اور جب بنوقینقاع اور

---

❶ منهاج السنة (٤/ ٤). ❷ تفسير ابن كثير (٢/ ٧٦، ٧٧).

❸ مختصر التحفة الاثنا عشرية ص (١٤١، ١٤٢).

❹ مختصر التحفة الاثنا عشرية ص (١٤١، ١٤٢) عقيدة أهل البيت بين الإفراط و التفريط ص (٤٧٣) نیز دیکھئے: أسباب النزول، الواحدى بتحقيق ابن شعبان ص (١٦٣) اليهود فى السنة المطهرة (١/ ٢٨٢) اس سلسلہ میں شیخ احمد شاکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ شیعی اکاذیب ہیں جو قرآن کی تفسیر سے کھلواڑ کرتے ہیں۔ دیکھئے: عمدة التفاسير مختصر تفسير ابن كثير للشيخ أحمد شاكر (١/ ٧٠١).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جھگڑا ہوا تو عبداللہ بن ابی بن سلول بنوقینقاع کا ہمدرد ہوا، ان کی مدد کی اور انھیں کے ساتھ کھڑا ہوگیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر بنوقینقاع والوں کے لیے سفارش کرنے لگا۔ رہے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ تو آپ نے ان سے اپنی براءت کا اعلان کردیا اور انھیں چھوڑ دیا، اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَتَّخِذُوا۟ ٱلْيَهُودَ وَٱلنَّصَٰرَىٰٓ أَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُۥ مِنْهُمْ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿٥١﴾ ﴾

(المائدۃ: ۵۱)

اور پھر اس آیت کے بعد مومنوں کے اوصاف کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ﴾ ایسے مومنوں میں عبادہ جیسے لوگ شامل ہیں، گویا یہ آیت کریمہ عبادہ بن صامت کے بارے میں نازل ہوئی۔ ❶

مذکورہ آیات کریمہ کا مفاد یہ ہے کہ ان میں مومنوں سے دوستی وموالات کا حکم دیا گیا ہے اور کافروں کی دوستی سے روکا گیا ہے، یہ مفہوم حقیقی سبب نزول کی معرفت کے بعد آیات کے سیاق وسباق سے زیادہ ہی سمجھ میں آتا ہے، چنانچہ پہلے اللہ کا یہ فرمان ہے کہ:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَتَّخِذُوا۟ ٱلْيَهُودَ وَٱلنَّصَٰرَىٰٓ أَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُۥ مِنْهُمْ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿٥١﴾ ﴾

(المائدۃ: ۵۱)

پس اس آیت میں یہود ونصاریٰ کی موالات، محبت اور نصرت سے صراحتاً ممانعت ہے اور اس میں جس ولایت وموالات کا ذکر ہے سب کے نزدیک متفقہ طور پر اس سے ولایت بمعنی امارت ہرگز نہیں ہے اور نہ ہی کسی طرح یہ بات ذہن میں آتی ہے، پھر اس آیت کے بعد جن سے موالات واجب اور ضروری ہے ان کا ذکر ہے اور وہ اللہ، اس کے رسول اور مومنین ہیں، تو معلوم ہوا کہ جس موالات، محبت اور نصرت سے پہلی آیت میں سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے بالکل وہی موالات، محبت اور نصرت یہاں اللہ، اس کے رسول اور مومنوں کے لیے مطلوب ہے۔ ❷

رازی کا قول ہے کہ گزشتہ آیات میں جب اللہ تعالیٰ نے کفار کی موالات سے منع کیا تو اس آیت میں جن سے موالات مطلوب تھی ان سے موالات کرنے کو واجب ٹھہرایا۔ ❸

---

❶ دیکھئے: السیرۃ النبویۃ / ابن هشام، واقعہ بنوقینقاع بروایت عبادہ بن الولید (۲/ ۴۹) اور ابن جریر نے اپنی تفسیر میں (المائدۃ:۵۱) کے تحت اسے روایت کیا ہے (۶/ ۱۷۸) ابن جریر کی سند سے اس کے راوی ثقہ ہیں۔ ابن اسحاق نے اپنے والد سے تحدیث کی صراحت کی ہے، لیکن وہ مرسل ہے کیونکہ عبادہ بن الولید تابعی ہیں، اپنے باپ سے روایت کیا ہے یہ ثقہ ہیں۔ (تهذیب ۵/ ۱۱۴)

❷ أصول مذهب الشيعة (۲/ ۸۲۶)۔ ❸ تفسير الفخر الرازي (۱۲/ ۲۵)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تمام متقدمین ومتاخرین مفسرین کے نزدیک یہ بات معلوم ومشہور ہے کہ یہ آیت کریمہ کفار سے موالات کی ممانعت اور مومنوں سے موالات کے حکم پر مبنی ہے۔ ❶

ب: اللہ تعالیٰ کسی انسان کی مدح وستائش اسی وقت کرتا ہے جب اس کے عادات وخصائل اسے محبوب ہوں، خواہ ان عادات کا تعلق واجبات کی ادائیگی سے ہو یا مستحبات سے اور حالت نماز میں صدقہ کرنا بالاتفاق علمائے اسلام قطعاً مستحب نہیں ہے، اگر مستحب ہوتا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ضرور کرتے، یا اس پر کسی کو ابھارتے یا آپ سے یہ عمل بار بار ہوتا، مزید برآں دوران نماز یہ عمل ایک خارجی مشغولیت ہے جسے بعد از نماز بھی کیا جا سکتا تھا، بلکہ مانگنے والوں کو صدقات دینے میں مشغول ہونے سے نماز باطل ہو جاتی ہے جیسے کہ بہت سارے اہل علم کی رائے ہے۔ ❷

ج: اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ یہ عمل نماز میں حرام نہیں ہے بلکہ ایک مشروع اور جائز عمل ہے، تو رکوع کے ساتھ اس کی خصوصیت کا کیا مطلب؟ اور یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ ''ولی نہیں ہیں مگر وہی لوگ جو رکوع کی حالت میں صدقہ کرتے ہیں'' اگر کوئی یہ کہے کہ اس مخصوص عمل کے ساتھ علی رضی اللہ عنہ کا تعارف مقصود ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے تعارف کے لیے اس کے علاوہ دیگر بہت سارے اوصاف ہیں جو ظاہر و باطن ہیں، پس اُن ظاہری اوصاف حمیدہ کو چھوڑ کر اس عمل کے ذریعے سے آپ کا تعارف کیوں کرایا گیا کہ جسے صرف وہی جان سکتا ہے جس نے صدقہ لیا اور بروقت واقعہ کو دیکھا اور سنا؟ جمہور امت کو اس کی کوئی خبر نہیں ہے اور نہ مسلمانوں کی کسی معتبر کتاب میں یہ چیز مذکور ہے۔ ❸

د: اور ان کا یہ کہنا کہ علی رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی حالت رکوع میں بطور زکوۃ ادا کی تھی، سو ایسی صورت میں گویا آیت خلاف واقع نازل ہوئی، کیونکہ علی رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے نہیں تھے جن پر عہد نبوت میں زکوۃ واجب تھی، بلکہ آپ فقیر و نادار تھے اور چاندی پر زکوۃ اس شخص پر واجب ہوتی ہے جو ایک سال تک چاندی رکھ کر صاحب نصاب رہا ہو اور یہ معلوم ہے کہ علی رضی اللہ عنہ ان میں سے نہ تھے۔ ❹

ھ: زکوۃ کی حقیقت یہ ہے کہ زکوۃ دینے والا خود اس کی ادائیگی کرے، نہ یہ کہ وہ سائل کے آنے کا انتظار کرے، آپ خود سوچیں کہ کیا یہ بہتر ہے کہ وقت ہو جانے پر تم فوراً زکوۃ کی ادائیگی کرو، یا کہ تم اپنے گھر اپنا زکوۃ لیے بیٹھے رہو اور انتظار کرو کہ تمھارے پاس کوئی تمھارا دروازہ کھٹکھٹائے گا تب تم اسے اپنا زکوۃ دو گے؟ یقیناً آپ ادائیگی زکوۃ کے وجوب کے پیش نظر پہلی ہی بات پسند کریں گے بشرطیکہ اس پر سال گزر جائے اور وہ نصاب تک پہنچ جائے۔ ❺

---

❶ منهاج السنة (٥١٤). ❷ منهاج السنة (١/ ٢٠٨) (٤/ ٥).

❸ منهاج السنة (٤/ ٥) أصول مذهب الشيعة (٢/ ٨٢٥).

❹ حقبة من التاريخ ص (١٩٣). ❺ أصول مذهب الشيعة (٢/ ٨٢٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

و: ان کا یہ کہنا کہ فرمان الٰہی: ﴿ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ ﴾ میں امارت مراد ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے قول ﴿ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا ﴾ کے مفہوم سے ملتا جلتا نہیں، اس لیے کہ دریں صورت ولایت اولاً اللہ کے حق میں جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو اس بات سے متصف نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اپنے بندوں پر والی بمعنی امیر و حاکم وقت ہے، اس لیے کہ وہ اپنے بندوں کا خالق، رازق، رب اور سب سے بڑا مالک ہے، اسی کے ہاتھ میں تخلیق ہے، اور اسی کے ہاتھ میں حکم ہے، پس اللہ تعالیٰ کو والی وقت کہہ کر اس کو امیر المومنین کہنا ہرگز جائز نہیں جس طرح علی رضی اللہ عنہ اور دیگر لوگوں کو امیر المومنین کہا جاتا ہے۔ ❶

رہی وہ ولایت جو عداوت کے خلاف بمعنی محبت و نصرت ہے تو وہ اس معنی میں وہ اپنے بندوں کا محب و محبوب ہے، وہ اپنے بندوں کو پسند کرتا ہے اور بندے اسے پسند کرتے ہیں، وہ ان سے راضی رہتا ہے اور وہ اس سے راضی رہتے ہیں اور جو اس کے کسی محبوب بندے سے عداوت کرتا ہے وہ گویا اللہ سے کھلی جنگ کا اعلان کرتا ہے۔ ❷ تو آیت میں ولایت اسی معنی میں وارد ہے۔

اور ﴿ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے رب کے سامنے سرنگوں ہیں اور اس کے حکم کے پابند ہیں، کیونکہ ''رکوع'' کا اصل معنی حالت خضوع میں جانا اور سرنگوں ہونا، پس آیت کا مطلب ہے کہ وہ مومن جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور خشوع و خضوع کا مظاہرہ کرتے ہوئے اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتے ہیں، اللہ ایسے لوگوں کا ہمدرد و معاون ہے۔ ❸ یہ معنی ایسے ہی ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿ وَ ظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَ خَرَّ رَاكِعًا وَّ اَنَابَ ﴿۲۴﴾ ﴾ (ص: ۲۴)

''اور داؤد نے یقین کر لیا کہ بے شک ہم نے اس کی آزمائش ہی کی ہے تو اس نے اپنے رب سے بخشش مانگی اور رکوع کرتا ہوا نیچے گر گیا اور اس نے رجوع کیا۔''

داؤد علیہ السلام سجدہ میں گر گئے تھے، لیکن اللہ نے آپ کو راکع یعنی جھک جانے والا کہا، اس وجہ سے کہ آپ نے اللہ کے سامنے خضوع اور تذلل کا مظاہرہ کیا تھا اور جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ﴿۴۸﴾ ﴾ (المرسلات: ۴۸)

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جھک جاؤ تو وہ نہیں جھکتے۔'' ❹

ز: اور کلمہ حصر یعنی ''إِنَّمَا'' سے ان کا یہ استدلال کہ اس سے خاص طور پر علی رضی اللہ عنہ مراد ہیں، تو یہ دلیل جس طرح ائمہ متقدمین کی امامت کی نفی کرتی ہے بالکل اسی طرح اسی اصول کے مطابق علی رضی اللہ عنہ کے بعد کے ائمہ

---

❶ أصول مذهب الشيعة (۲/ ۸۲۷). ❷ أصول مذهب الشيعة (۲/ ۸۲۷).

❸ الكشاف/ زمخشری (۱/ ٦٢٤) تفسير رازی (۱۲/ ۲۵).

❹ حقبة من التاريخ ص (۱۹٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

متاخرین کی امامت کی نفی کرتی ہے اور یہ لازم آتا ہے کہ سنین اور ان دونوں کے بعد کے پاکباز ائمہ سے امامت کی نفی کردی جائے، تو اگر اس تعارض کا یہ جواب دیا جائے کہ یہاں ایک خاص وقت میں ولایت کو محصور کرنا مراد ہے اور خاص وقت سے میری مراد علی رضی اللہ عنہ کی امامت کا وقت ہے نہ کہ آپ کے بعد کے ائمہ کی حکومت کا وقت، تو ایسی صورت میں اہل سنت کی موافقت ہوئی، بایں طور کہ صرف آپ کی امامت کے وقت ولایت عامہ آپ کے حق میں تھی نہ کہ اس سے پہلے بھی۔ ❶

جب ان کی قوی ترین دلیل کا یہ عالم ہے تو یہیں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ کسی مستحکم اساس پر قائم نہیں ہیں۔ جب کہ بنیادی ضرورت یہ تھی کہ ایسے عظیم مسئلہ میں جو کہ بقول روافض دین کا سب سے بڑا اور اہم مسئلہ ہے اور جس کا منکر کافر ہو جاتا ہے، ضرورت تھی کہ اس کے لیے ایسے واضح الفاظ اور روشن دلائل استعمال کیے جاتے جسے ہر طبقہ کے انسانوں کو سمجھنا آسان ہوتا، جس طرح ایک عالم اسے سمجھتا، اسی طرح ایک عام آدمی بھی اسے مان لیتا اور جس طرح حاضرین نے اسے سمجھا بعد میں آنے والے بھی اسے سمجھتے۔ جس طرح ایک شہری سمجھتا ایک دیہاتی بھی اسے سمجھتا، پس جب اس طرح کی کوئی چیز قرآن میں استعمال نہ کی گئی تو اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ علی رضی اللہ عنہ کے حق میں نامزدگی خلافت کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ ❷ جب کہ مذکورہ آیت ان کے اپنے استدلال کے لیے قرآن کی سب سے قوی ترین دلیل ہے اور اسے وہ "آیۃ الولایۃ" کہتے ہیں اس کے علاوہ دوسری آیات سے بھی وہ استدلال کرتے ہیں جنھیں ابن المطہر الحلّی نے ذکر کیا ہے اور علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ان دلائل کا نہایت جامع جواب دیا ہے۔ ❸

آیۃ المباہلۃ:

دلیل:...... آیت مباہلۃ جو کہ وفد نجران کے بارے میں نازل ہوئی ہے اثناعشری شیعہ کے نزدیک اثبات امامت کی دوسری دلیل ہے وہ آیت یہ ہے:

﴿ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝﴾ (آل عمران: ٦١)

''پھر جو شخص تجھ سے اس کے بارے میں جھگڑا کرے، اس کے بعد کہ تیرے پاس علم آ چکا تو کہہ دے آؤ! ہم اپنے بیٹوں اور تمھارے بیٹوں کو بلا لیں اور اپنی عورتوں اور تمھاری عورتوں کو بھی اور اپنے آپ کو

---

❶ أصول مذهب الشيعة ص (٨٢٥). ❷ أصول مذهب الشيعة الإمامية (٢/ ٨٢٩).

❸ امامیہ شیعہ اپنے عقیدہ امامت کے اثبات کے لیے جن آیات سے استدلال کرتے ہیں، ڈاکٹر علی سالوس نے ان آیات پر خوب سیر حاصل تحقیقی بحث کی ہے اور اس نتیجہ کو ثابت کیا ہے کہ ان کے استدلالات ان روایات پر مشتمل ہیں جو اسباب نزول سے متعلق ہیں اور پھر اپنی منفرد تاویلات کا سہارا لیا ہے حالانکہ ان میں سے کوئی بھی صحیح نہیں ہے۔ مع الشيعة الاثنا عشرية (١/ ٥٥، ١١١)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور تمھیں بھی، پھر گڑ گڑا کر دعا کریں، پس جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔''

وجہ استدلال:......طوسی وغیرہ علمائے شیعہ کے نزدیک یہ آیت کریمہ علی بن ابی طالب کی امامت پر دلالت کرتی ہے، بایں طور کہ اس سے آپ کی افضلیت دو اعتبار سے ثابت ہوتی ہے۔

- مباہلہ کی دعوت اس لیے دی جاتی ہے تاکہ یہ فرق سامنے آجائے کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر اور یہ دعوت وچیلنج وہی دے سکتا ہے جسے خود پر مکمل اعتماد ہو، اپنے عقیدہ کی درستگی پر قطعی یقین ہو، اور یہ اسی شخص کے بس کی بات ہے جو اللہ کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ افضل ہو۔
- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت مباہلہ میں ﴿اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ﴾ کہہ کر علی رضی اللہ عنہ کو اپنی طرح قرار دیا ہے، اس لیے کہ ﴿اَبْنَآءَنَا﴾ سے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو مراد لیا اور ﴿نِسَآءَنَا﴾ سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مراد لیا، اور ﴿اَنْفُسَنَا﴾ سے خود کو اور علی رضی اللہ عنہ کو مراد لیا۔ پس جب علی رضی اللہ عنہ کو آپ نے اپنی طرح ٹھہرا لیا تو یہ بات واجب ٹھہری کہ کوئی آپ کے برابر نہ ہو سکے اور فضیلت میں کوئی آپ کا ثانی نہ ہو۔[1]

مذکورہ آیت کو آیت مباہلہ اس لیے کہا گیا کہ فریقین میں جو بھی حق پر ہوتا ہے اس کی یہ تمنا ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ باطل والے کو ہلاک کر دیتا تو بہتر ہوتا۔ خاص طور پر جب حق والے کے دلائل قوی اور غالب ہونے کے ساتھ اسی کے حق میں ہوں، اور ہلاکت و دعائے موت کے ذریعے سے جو چیلنج دیا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہودیوں کے نزدیک موت کے مقابل زندگی عزیز اور اس کی اہمیت زیادہ ہے، اس لیے کہ انھیں معلوم ہے کہ مرنے کے بعد ہمارا کیا انجام ہوگا۔

تردید وتنقید:

یہ آیت مباہلہ جسے امامت کی بحث میں اثنا عشری شیعہ دلیل بناتے ہیں ان کے لیے حجت نہیں بن سکتی کیونکہ:

۱: آیت کریمہ میں وارد صیغہ ﴿اَنْفُسَنَا﴾ کہ جس سے امامیہ شیعہ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی نامزدگی خلافت پر استدلال کیا ہے، باوجودیکہ یہ صیغہ کثرت معانی ومترادفات کا حامل ہے لیکن نہ حقیقی نہ مجازی کسی بھی معنی میں یہ کلمہ خلافت کے لیے دلیل نہیں بن سکتا، جب کہ اہل سنت نے اس کلمہ کو جس معنی کے لیے استدلال کیا ہے یعنی کہ رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے نفس کو دعوت دینے اور بلانے کا مطلب ہے کہ بذات خود حاضر ہونا، یا دینی اقرباء یا ہم نسبوں کو حاضر ہونے کے لیے کہنا۔ پس کلمہ ''نفس'' ان معنوں میں لغت میں بھی وارد ہے اور دین کے بھی موافق ہے، چنانچہ علامہ زبیدی ابن خالویہ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ ''النفس الاخ'' نفس بمعنی بھائی ہے۔ ابن بری فرماتے ہیں کہ اس کی دلیل اللہ کا یہ ارشاد ہے کہ ﴿فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ﴾ (النور: ٦١) پس جب تم گھروں میں جانے لگو تو اپنے بھائیوں کو سلام کر لیا کرو۔ اور ابن عرفہ نے اللہ کے فرمان: ﴿لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ

[1] تفسير التبيان / الطوسی (٣/ ٤٨٥).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خَیْرًا ۙ وَّ قَالُوْا هٰذَاۤ اِفْكٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۲﴾ (النور: ۱۲) میں ''انفس'' کی تفسیر اہل ایمان اور اہل شریعت سے کی ہے، یعنی اسے سنتے ہی مومن مردوں اور عورتوں نے اپنے دوسرے مومن بھائیوں کے بارے میں نیک گمانی کیوں نہ کی اور کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ تو کھلم کھلا صریح بہتان ہے۔ [1]

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ''نَدْعُ اَنْفُسَنَا'' کا معنی ہے: ''نُحْضِرُ اَنْفُسَنَا'' یعنی ہم سب اپنے کو حاضر کریں، شیعہ حضرات کا مدعا اس آیت سے اس لیے بھی ثابت نہیں ہوتا کہ اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ''انفسنا'' کا مصداق ہم امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کو مان لیں تو کفار کی طرف سے ''انفسکم'' کا مصداق کس کو مانیں گے؟ حالانکہ ''نَدْعُوْ'' میں وہ بھی شریک ہیں پس اگر ہم ''ندع'' کو بلانے ہی کے معنی میں رہنے دیں یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کوان کے بیٹوں کو بلایا، تو ''تَعَالَوْا'' بمعنی آ ؤ کا کوئی مطلب نہیں۔ [2]

اللہ کا فرمان ﴿وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ﴾ میں نفس اسی معنی میں ہے جیسے کہ اللہ کے اس فرمان میں ہے:

﴿لَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًا ۙ﴾ (النور: ۱۲)

یہ آیت کریمہ واقعۂ افک سے متعلق عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی اور واقعہ کا پس منظر بتاتا ہے کہ فرد واحد مومن کو ''انفس المومنین و المومنات'' بصیغۂ جمع تعبیر کیا گیا ہے، اسی طرح اللہ کا یہ فرمان بھی ہے:

﴿فَتُوْبُوْۤا اِلٰى بَارِىِٕكُمْ فَاقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ﴾ (البقرة: ٥٤)

''پس تم اپنے پیدا کرنے والے کی طرف توبہ کرو، پس اپنے آپ کو قتل کرو۔''

مطلب ہے کہ تم میں سے بعض بعض کو قتل کرے۔ نیز ''انفس'' اسی معنی میں اس آیت میں بھی مستعمل ہے:

﴿وَ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَ لَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِیَارِكُمْ﴾ (البقرة: ٨٤)

''اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا کہ تم اپنے خون نہیں بہاؤ گے اور نہ اپنے آپ کو اپنے گھروں سے نکالو گے۔''

تو آیت میں ''انفس'' سے مراد اپنے بھائی ہیں خواہ وہ آپسی قرابت والے ہوں یا دینی و مذہبی بھائی ہوں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے بارے میں فرمایا:

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۲۸﴾﴾ (التوبة: ۱۲۸)

''بلاشبہ یقیناً تمھارے پاس تمھی سے ایک رسول آیا ہے، اس پر بہت شاق ہے کہ تم مشقت میں پڑو، تم پر بہت حرص رکھنے والا ہے، مومنوں پر بہت شفقت کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

---

[1] تاج العروس (١٦/ ٥٧٠) ثم أبصرت الحقیقة ص (١٨٨).

[2] مختصر التحفة الاثنا عشریة ص (١٥٦) مترجم ص (٤١٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نیز اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کے خلاف ایک زبردست دلیل ہے جو کہ اللہ کے فرمان ''انفسنا'' سے مماثلت وتطابق کے معنی پر استدلال کرتے ہیں، کیونکہ یہ آیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار مکہ کے بارے میں گفتگو کررہی ہے اور کہتی ہے "من انفسکم" پس سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عیاذ اًباللہ کیا نفس رسول نفس کفار مکہ ہے؟ ❶

مختصر یہ کہ آیت مباہلہ کی تفسیر میں شیعہ علماء کی ذہنیت ابھر کر سامنے آجاتی ہے کہ وہ دیگر نصوص شرعیہ کے حقیقی مفہوم سے تجاہل اختیار کرتے ہیں اور اس آیت کریمہ کا معنی ومفہوم متعین کرنے میں اس حد تک مبالغہ سے کام لیتے ہیں کہ نبوت کو چھوڑ کر بقیہ تمام چیزوں میں علی رضی اللہ عنہ مجسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

جب کہ بعض شیعی روایات بھی ہمارے مفہوم کی تائید میں اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ لفظ "انفسنا" کا اطلاق بھائی، قرابت دار یا ایک نوعیت کی ایک جماعت پر ہوتا ہے اور یہ بات اہل عرب کے درمیان متعارف ہے، چنانچہ ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے عبداللہ بن عباس کو ابن الکواء اور اس کے ساتھیوں کے پاس بھیجا، آپ ایک ہلکی قمیص اور ایک عمدہ جوڑا زیب تن کیے ہوئے تھے، جب انھوں نے آپ کو دیکھا تو کہنے لگے: اے ابن عباس ((اَنْتَ خَیْرُنَا فِیْ اَنْفُسِنَا وَ اَنْتَ تَلْبَسُ هٰذَا اللِّبَاسَ)) ''آپ ہم میں سب سے بہتر ہیں اور اس طرح کا کپڑا پہنے ہوئے ہیں؟'' تو آپ نے جواب دیا: میں تم میں سب سے پہلا شخص ہوں گا جو اس سلسلہ میں تم سے بحث کروں گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ﴾

(الاعراف: ۳۲)

''تو کہہ کس نے حرام کی اللہ کی زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی اور کھانے پینے کی پاکیزہ چیزیں؟''

اور فرمایا:

﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ (الاعراف: ۳۱)

''اے آدم کی اولاد! ہر نماز کے وقت اپنی زینت لے لو۔''

اب آخر میں عرض ہے کہ کیا مذکورہ قرآنی دلائل اور شیعی روایت کے بعد بھی کسی غلو پرست شیعہ کو کچھ کہنے اور تاویل کرنے کا حق ہے۔ ❷

ب: قطب کا درجہ پانے والے شیعہ عالم الشریف الرضی نے بھی یہ اعتراف کیا ہے کہ اللہ کے فرمان میں "انفسنا" سے علی رضی اللہ عنہ کو مجسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قرار دینا ہرگز صحیح نہیں ہے جیسا کہ شیعہ حضرات کہتے ہیں۔ چنانچہ شریف الرضی بعض علماء کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ عربوں کی زبان میں اپنے قریب عم زاد بھائی اور جگری دوست کو نفس سے تعبیر کرتے ہیں۔

---

❶ مختصر منهاج السنة (۱/ ۱۶۷، ۱۶۸).
❷ ثم أبصرت الحقيقة ص (۱۸۸).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور قرآن مجید میں اس کی دلیل یہ ہے:

﴿وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ﴾ (الحجرات: ۱۱)

''اور نہ اپنے لوگوں پر عیب لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کو برے ناموں کے ساتھ پکارو۔''

پس اپنے نفسوں کو عیب نہ لگانے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے جیسے مومن بھائیوں کو عیب نہ لگاؤ، گویا دینی اخوت کو نسبی اخوت کے قائم مقام ٹھہرایا، اسی طرح اگر دور کی نسبی قرابت پر نفس کا اطلاق ہوسکتا ہے تو قریب کی قرابت پر بدرجہ اولی اطلاق ہوگا۔ شاعر کہتا ہے

كَانَ يَوْمُ قُرَى إِنَّمَا نَقْتُلُ إِيَّانَا

''قری کی جنگ میں گویا ہم اپنے آپ کو قتل کر رہے تھے''

یعنی گویا اپنے بھائیوں کو قتل کر کے ہم اپنے نفسوں کو قتل کر رہے تھے، اس شعر میں شاعر نے اپنے اقرباء کے نفوس کو اپنا نفس قرار دیا ہے۔

رہا سورۂ نور میں اللہ کا یہ فرمان کہ ﴿فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ﴾ (النور: ٦١) تو اس میں ''انفس'' کو اسی اصول پر ثابت مانا جائے، اس لیے کہ تفسیر میں اس کا معنی ہے کہ تم میں سے بعض بعض کو سلام کرے، کیونکہ کسی انسان کا اپنی ذات سے سلام کرنا محال ہے اور یہ بات اس لیے جائز ہے کہ تمام مسلمانوں کے نفوس، نفس واحد کے حکم میں ہیں، کیونکہ سب ایک دین سے مربوط ہیں اور چونکہ خطاب شریعت کی زبان میں ہے اس لیے کوئی مسلم فرد واحد جب اپنے کسی بھائی کو سلام کرتا ہے تو گویا وہ اپنے اوپر بھی سلامتی کی دعا کرتا ہے، کیونکہ دونوں میں کوئی فرق نہیں، دونوں ایک ہیں۔ ❶

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس آیت سے علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مساوی قرار دینے کی شیعہ حضرات کی دلیل اور دعویٰ دونوں ہی صحیح نہیں۔ ''نفس'' کا لفظ لغت عرب میں جب دور کے نسب کے لیے بولا جاسکتا ہے تو قریبی نسب و رشتہ پر بدرجہ اولی بولا جاسکتا ہے، چنانچہ یہ آیت کریمہ علی رضی اللہ عنہ کے حق میں نامزدگی خلافت و امامت کے لیے نہ قریب سے کوئی دلیل بن سکتی ہے اور نہ بعید سے۔ ❷

ج: کسی انسان کا اپنی ذات اور اہل و عیال کو لے کر دعوت مباہلہ دینا۔ جب کہ ان کی طرف انسان کی طبعی طور پر جو ہمدردی ہوتی ہے وہ دوسروں کے تئیں نہیں ہوتی۔ دراصل اس کا محرک ایسے احساس و شعور اور صداقت کا اقرار ہوتا ہے جو دعوت مباہلہ دینے والے کی سچائی کی طرف غماز ہوتا ہے۔ ❸ چنانچہ اسی پس منظر میں آپ سوچیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عزیز ترین اور قریبی افراد کو لے کر دعوت مباہلہ دے رہے ہیں جو کہ آپ کی نبوت کی صداقت کی واضح دلیل ہے اور یہی وجہ تھی کہ جب نجران کے نصاریٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ

❶ ثم أبصرت الحقيقة ص (١٨٩). ❷ ثم أبصرت الحقيقة ص (١٨٩).

❸ ثم أبصرت الحقيقة ص (٩٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ثابت قدمی دیکھی تو وہ اپنی جانوں پر خوف کھانے لگے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مباہلہ کرنے سے پیچھے ہٹ گئے، لیکن یہ بدعتی روافض ہیں کہ جب حق سننے کے لیے راضی نہ ہوئے اور اس سے نکلنے کا انھیں کوئی راستہ بھی نظر نہ آیا تو الٰہی عتاب کا اس طرح شکار ہوئے کہ قرآن عزیز کی آیات جس مفہوم پر دلالت کرتی تھیں ان تک رسائی پانے سے محروم رہے۔ ❶

و: امامیہ شیعہ کا یہ کہنا کہ آیت کریمہ علی رضی اللہ عنہ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان نبوت کے علاوہ بقیہ چیزوں میں مساوات و مماثلت پر دلالت کرتی ہے، تو ان کی یہ بات قطعاً ناقابل تسلیم ہے اس لیے کہ دینی امور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی مساوی نہیں ہوسکتا، نہ علی اور نہ کوئی اور۔ کہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ بلند ترین مقام اور انسانیت کے معراج پر فائز وہ شخصیت اور کہاں دنیا کے دوسرے لوگ؟؟ حقیقت تو یہ ہے کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ امامیہ شیعہ کے اس قول کو خود نہیں پسند کریں گے، ہر انصاف پسند اور عقل مند انسان اس فرق کا معترف ہے اور ہم اسی کتاب کے پچھلے ابواب میں بڑی تفصیل کے ساتھ بتا بھی چکے ہیں کہ خود علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک نبوت کا کتنا عظیم مقام تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت ان کی نگاہوں میں کس قدر عظمت کی حامل تھی۔

ھ: بڑے اور اہم ترین اعتقادی مسائل اور دینی اساسیات کے ثبوت کے لیے صریح اور قطعی الدلالۃ قرآنی دلائل کا پایا جانا ضروری ہے، جیسے کہ توحید کے ثبوت کے لیے یہ قرآنی دلیل: ﴿اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾ (آل عمران: ۲) اور نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ قرآنی دلیل: محمد رسول اللہ (الاحقاف: ۲۹) اور نماز کی فرضیت و مشروعیت پر یہ قرآنی دلیل: ﴿وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ پس زیر بحث مسئلہ کے ثبوت کے لیے بھی اسی طرح واضح اور قطعی قرآنی دلیل کی ضرورت ہے۔ ❸

دلیل: ......اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

﴿قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾ (الشوریٰ: ۲۳)

''کہہ دے میں تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں مانگتا مگر رشتہ داری کی وجہ سے دوستی۔''

وجہ استدلال:

امامیہ شیعہ نے اس آیت کی تفسیر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرکے ایک حدیث نقل کی ہے کہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشتہ داری کو علی، فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹوں حسن و حسین رضی اللہ عنہما میں محدود کردیا ہے۔ شیعی نظریہ کے مطابق یہ تحدید ان افراد کی افضلیت اور ان سے محبت کے وجوب کی دلیل ہے اور پھر یہیں سے یہ بات بھی طے ہوجاتی ہے کہ صرف انھیں کو امام بنانا اور ان کی اطاعت کرنا تمام مسلمانوں پر واجب ہے۔ ❹

---

❶ منهاج السنة (۷/ ۱۲۵، ۱۲۶).

❷ عقيدة أهل السنة والجماعة فى الصحابة (۱/ ٥٦٤، ٥٦٥).

❸ آية التطهير و علاقتها بعصمة الائمة / عبدالهادى الحسينى ص (٥).

❹ مجمع البيان / الطبرسى (۲٥/ ٤٩، ٥۱) مختصر التحفة الاثنا عشرية ص (۱٥۳-۱٥٥).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تردید وتنقید:

ا: یہ آیت کریمہ سورہ شوریٰ کی ہے، جو کہ تمام علمائے سنت کے نزدیک متفقہ طور سے مکی سورت ہے۔ ❶ اور یہ معلوم ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے غزوہ بدر کے بعد نکاح کیا اور حسن رضی اللہ عنہ ۳ ھ میں اور حسین رضی اللہ عنہ ۴ ھ میں پیدا ہوئے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ آیت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کی پیدائش سے چند سالوں پہلے ہی نازل ہوئی ہے۔ پھر بھلا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے رشتہ سے محبت کے وجوب کی بات کیوں کر کہہ سکتے ہیں جس کا ابھی سرے سے وجود ہی نہیں ہے۔ ❷

ب: روافض کی مذکورہ تفسیر، صحیح بخاری میں وارد تفسیر کے خلاف ہے، چنانچہ امام بخاری نے اپنی سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما تک روایت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ سے ﴿إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ﴾ کے بارے میں پوچھا ہی جا رہا تھا کہ تب تک سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ اس سے آل محمد کی قرابت داری مراد ہے، اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: تم نے جلد بازی کردی، قریش کی کوئی شاخ ایسی نہیں جس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت داری نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ: ((إِلَّا أَنْ تَصِلُوا مَا بَيْنِي وَ بَيْنَكُمْ مِنَ الْقَرَابَةِ .)) ❸ ”تم سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم اس قرابت داری کی وجہ سے صلہ رحمی کا معاملہ کرو، جو میرے اور تمھارے درمیان موجود ہے۔“

اس اثر کی تشریح میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ہیں ترجمان القرآن ابن عباس رضی اللہ عنہما اور علی رضی اللہ عنہ کے بعد اہل بیت میں سب سے بڑے عالم دین، جو فرماتے ہیں کہ اس کا معنی قرابت داری کی مودت ومحبت نہیں، بلکہ یہ ہے کہ اے عرب کے لوگو! اور اے قریش کی جماعت! میں اپنی دعوت کی قسم سے کوئی اجرت نہیں مانگ رہا ہوں، بس صرف یہ چاہتا ہوں کہ ہمارے اور تمھارے درمیان جو رشتہ ہے وہ باقی رکھو۔ گویا آپ جن لوگوں کے درمیان بھیجے گئے تھے ان سے آپ نے صلہ رحمی کا مطالبہ کی کہ وہ آپسی تعلقات کا لحاظ کریں اور مخالفت میں حد سے تجاوز نہ کریں، تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کا دین پہنچا سکیں۔ ❹

ج: آیت کریمہ کی تفسیر میں ان لوگوں نے جو حدیث ذکر کی ہے وہ تمام علمائے حدیث کے نزدیک بالاتفاق جھوٹی اور گھڑی ہوئی ہے اور وہی اس سلسلہ میں مرجع ہیں، ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس کو منصوص طور پر ذکر کیا ہے۔ ❺

اسی طرح ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں ذکر کی جانے والی تمام روایات کا تتبع کیا ہے، اور یہ بات واضح کردی ہے کہ جن احادیث سے صرف فاطمہ اور ان کی اولاد تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت داری ثابت ہوتی ہے

❶ تفسیر البغوی (٤/ ١١٩) العقیدة فی أهل البیت ص (٣٦٤)
❷ منهاج السنة (٧/ ٩٩) دراسة عن الفرق وتاریخ المسلمین / جلی ص (١٩٠).
❸ صحیح البخاری / کتاب التفسیر :حدیث نمبر (٤٨١٨).
❹ منهاج السنة (٧/ ١٠٠). ❺ منهاج السنة / ابن تیمیة (٧/ ١٠٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وہ تمام حدیثیں سنداً ضعیف ہیں، پھر آپ نے ابن ابی حاتم کے حوالے سے ایک روایت نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا: ہم سے ایک آدمی نے بیان کیا، پھر آپ نے اس کا نام لیا، اس نے کہا کہ ہم سے حسین الاشقر نے بیان کیا اور انھوں نے قیس سے، قیس نے اعمش سے، اعمش نے سعید بن جبیر سے اور انھوں نے ابن عباس سے کہ آپ نے فرمایا: جب آیت کریمہ ﴿قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾ نازل ہوئی، تو انھوں نے پوچھا کہ اللہ کے رسول یہ کون لوگ ہیں جن سے مودت ومحبت کرنے کا حکم اللہ دے رہا ہے، آپ نے فرمایا: فاطمہ اور ان کے دونوں لڑکے۔ لیکن یہ روایت سند کے اعتبار سے بالکل ضعیف ہے، اس میں ایک متہم اور غیر معروف راوی ہے جو حسین الاشقر جیسے متعصب شیعہ عالم دین سے روایت کر رہا ہے، اس کی خبر اس مقام پر قبول نہیں کی جاسکتی اور یہ بات کہنا کہ آیت کریمہ کا نزول مدینہ میں ہوا بعید تر ہے، کیونکہ یہ مکی سورت ہے اور اس وقت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس قطعاً کوئی اولاد نہ تھی، اس لیے کہ آپ رضی اللہ عنہا کی شادی علی رضی اللہ عنہ سے ۲ھ میں غزوۂ بدر کے بعد ہوئی، لہٰذا اس آیت کی تفسیر میں سب سے معتبر ترجمان القرآن ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر ہوگی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی مذکورہ روایات کے ضعف اور صحیح احادیث سے ان کے متصادم ہونے پر روشنی ڈالی ہے۔ ❶

احادیث سے دلائل

۱۔ غدیر خم کا خطبہ:

غدیر خم مکہ اور مدینہ کے درمیان جحفہ میں ایک جگہ کا نام ہے۔ ❷ رابغ کے مشرق میں تقریباً چھبیس (۲۶) میل کے فاصلہ پر واقع ہے، آج یہ جگہ "الغربہ" کے نام سے موسوم ہے۔ ❸ بیان کیا جاتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر لوگوں کے درمیان خطبہ دیا تھا اور اس میں علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کی تھی۔ روافض نے اس واقعہ کو ایک طرف علی رضی اللہ عنہ سے اپنی مبالغہ آمیز عقیدت کے لیے اساس بنایا ہے تو دوسری طرف اسے علی رضی اللہ عنہ کے استحقاق خلافت کے ثبوت کی بنیادی دلیل ٹھہرائی ہے۔ انھوں نے دور نبوت کے اس واقعہ کو جو اہمیت دی ہے وہ کسی دوسرے واقعہ کو نہیں دیا۔ ❹ حتیٰ کہ انھوں نے "کتاب الغدیر" کے نام سے گیارہ (۱۱) جلدوں پر مشتمل ایک کتاب ہی تالیف کر ڈالا اور اسے موضوع وضعیف روایات سے بھر دیا ہے، جب کہ حقیقت واقعہ صحیح مسلم میں زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یوں بیان ہوا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مکہ اور مدینہ کے درمیان "خُم" نامی ایک چشمہ پر ٹھہرے اور خطبہ دیا، آپ نے اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور وعظ وتذکیر کیا، پھر فرمایا:

((اَمَّا بَعْدُ: أَلَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ يُوْشِكُ أَنْ يَّأْتِيَ رَسُوْلُ رَبِّيْ فَأُجِيْبُ، وَأَنَا تَارِكٌ فِيْكُمْ ثَقَلَيْنِ، أَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ فِيْهِ الْهُدٰى وَ النُّوْرُ فَخُذُوْا كِتَابَ اللّٰهِ وَ

❶ تفسیر ابن کثیر (٤/ ١٢٢) فتح الباری (٨/ ٥٦٤).
❷ معجم البلدان (٢/ ٢٨٩). ❸ علی طریق الهجرة / عاتق البلاد ص (٦١).
❹ أثر التشيع على الرويات التاريخية / عبدالعزيز محمد نور ولی ص (٢٩٩).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسْتَمْسِكُوْا بِهِ .))

''اے لوگو! سن لو، میں ایک انسان ہوں، عنقریب میرے پاس میرے رب کا رسول (فرشتہ) آ سکتا ہے، پس میں اس کی دعوت قبول کرلوں گا اور میں تم میں دو اہم چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ان میں سے ایک اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے، پس تم اللہ کی کتاب کو لے لو اور اسے مضبوطی سے پکڑ لو۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب اللہ پر کار بند ہونے کے لیے رغبت دلائی، پھر فرمایا:

((وَأَهْلِ بَيْتِيْ ، أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ أَهْلِ بَيْتِيْ ، أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ أَهْلِ بَيْتِيْ ، أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ أَهْلِ بَيْتِيْ .))

''یعنی میرے اہل بیت کا خیال رکھنا، میں تمھیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ کو یاد دلاتا ہوں، میں تمھیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ کو یاد دلاتا ہوں، میں تمھیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ کو یاد دلاتا ہوں۔''

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے حصین نے زید سے پوچھا کہ اے زید! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کون لوگ ہیں؟ کیا آپ کی بیویاں آپ کے اہل بیت سے نہیں ہیں؟ زید نے کہا: ہاں، ہیں، لیکن آپ کے اہل بیت وہ (بھی) ہیں جنھیں آپ کے بعد صدقہ لینا حرام ہے، حصین نے پوچھا: وہ کون لوگ ہیں؟ زید نے فرمایا: وہ آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس ہیں۔ حصین نے پوچھا: یہ سب لوگ صدقہ لینے سے محروم کر دیے گئے ہیں؟ زید نے کہا: ہاں۔ ❶

صحیح مسلم کے علاوہ سنن ترمذی ❷، مسند احمد بن حنبل ❸، امام نسائی کی الخصائص ❹ اور مستدرک حاکم ❺ وغیرہ میں صحیح سندوں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ثابت ہے:

((مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ)) ❻

''میں جس کا دوست ہوں علی اس کے دوست ہیں۔''

واضح رہے کہ دوسری روایتوں میں جو زائد الفاظ ہیں: مثلاً یہ کہ ((اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ، وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ)) ''الٰہی جو علی کو دوست بنائے تو اس کو دوست بنا اور جو علی سے دشمنی کرے تو اس سے دشمنی کر'' تو ان زائد الفاظ کی اگرچہ بعض اہل علم نے تصحیح کی ہے، لیکن تحقیق اور صحیح بات یہ ہے کہ زائد الفاظ صحیح نہیں ہیں۔ اسی طرح یہ زیادتی کہ ((اُنْصُرْ مَنْ نَصَرَهُ، وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَهُ، وَادُرِ الْحَقَّ مَعَهُ حَيْثُ دَارَ .)) ''جو علی کی

---

❶ صحیح مسلم حدیث نمبر (۲٤۰۸).

❷ سنن ترمذی / مناقب علی رضی اللہ عنہ / حدیث نمبر (۳۷۱۳).

❸ مسند أحمد ، / الموسوعة الحديثية / حديث نمبر (٦٧٠) صحيح لغيره .

❹ خصائص علی نمبر (۷۹) یہ اثر صحیح ہے اس کے رجال ثقہ ہیں۔

❺ المستدرك (۳/ ۱۱۰). ❻ حقبة من التاريخ ص (۱۸۲).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مدد کرے تو اس کی مدد فرما جو علی کا ساتھ چھوڑ دے تو اس کا ساتھ چھوڑ دے اور حق کو ان کے ساتھ کر دے جہاں رہیں'' تو یہ سب اضافے جھوٹ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط منسوب ہیں۔ ❶

''غدیر خم'' کے مقام پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خطبہ کا ایک مناسب پس منظر رہا ہے، چنانچہ بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ اسے یوں بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو یمن میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تا کہ اموال غنیمت سے خمس وصول کر لیں اور اسے اپنے ہاتھ میں لے لیں، جب آپ خمس وصول کرنے لگے تو اموال غنیمت میں ایک لونڈی بھی تھی جو قیدیوں میں یہ سب سے اچھی و بہتر تھی، وہ خمس میں آ گئی، پھر علی رضی اللہ عنہ اپنے خیمے سے نکلے اس حال میں کہ آپ غسل سے فارغ ہوئے تھے اور اپنے سر کو ڈھانپے ہوئے تھے، لوگوں نے آپ سے اس سلسلے میں پوچھا، تو آپ نے لوگوں کو بتایا کہ ایک عمدہ لونڈی قیدیوں میں تھی، وہ میرے حصہ میں آئی اور میں نے اس کے ساتھ صحبت کی، بعض نے یہ بات سن کر آپ کے اس عمل کو ناپسند کیا اور بریدہ جو کہ ذاتی طور پر اس مسئلہ میں علی رضی اللہ عنہ سے ناراض تھے، وہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا خط لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے اور مذکورہ واقعہ میں علی رضی اللہ عنہ کے متعلق خالد رضی اللہ عنہ کے خط کی تصدیق کی، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر فرمایا:

((لَا تُبْغِضْهُ فَإِنَّ لَهُ فِي الْخُمْسِ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ .)) ❷

''ان سے ناراض نہ ہو، انھیں خمس میں اس سے اور زیادہ ملنا چاہیے۔''

پھر حجۃ الوداع کے موقع پر جب علی رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ ہدی کا جانور لے کر یمن سے لوٹے تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج ادا کر لیں ❸ اور اس میں جلد بازی سے کام لیا تا کہ مکہ ہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کر لیں، تو آپ نے اپنے ساتھیوں میں سے ایک کو فوج پر اپنا نائب مقرر کر دیا اس ساتھی نے پوری فوج کو ان کپڑوں کے عمدہ جوڑے پہنا دیے جو علی رضی اللہ عنہ کے پاس رکھے ہوئے تھے، جب آپ کے پیچھے ہی آپ کی فوج مکہ سے قریب ہوئی تو آپ مکہ سے نکل کر ان سے ملنے گئے، دیکھا تو فوج کپڑوں کے عمدہ جوڑوں میں ملبوس ہے۔ آپ نے اپنے نائب کو مخاطب کر کے کہا: تمھارا ستیاناس ہو، تم نے یہ کیا کیا؟ اس نے کہا: میں نے ان لوگوں کو اس لیے یہ جوڑے پہنائے ہیں تا کہ جب یہ لوگوں میں پہنچیں تو قابل دید رہیں، آپ نے فرمایا: تمھارا ستیاناس ہو! اس سے قبل کہ تم اس حالت میں انھیں لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچو، اسے اتروا دو، چنانچہ آپ نے جوڑوں کو نکلوا دیا اور اسے کپڑے والے کے پاس جمع کر دیا۔ علی رضی اللہ عنہ کے اس عمل سے آپ کی فوج ناراض ہو گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی، جب انھوں نے آپ سے علی رضی اللہ عنہ کی شکایت کی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں خطبہ دینے

---

❶ دیکھئے: السلسلة الصحيحة / الالبانی حدیث نمبر (١٧٥٠).

❷ مجمع الزوائد (٩/ ١٢٧) ہیثمی کا بیان ہے کہ عبدالجلیل بن عطیہ کے علاوہ اس کے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں، عبدالجلیل بھی ثقہ ہیں، انھوں نے سماع کی صراحت کی ہے، لیکن ان میں ''لین'' ہے۔

❸ صحیح مسلم حدیث نمبر (١٢٨١).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کھڑے ہوئے۔ ❶ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں چہ میگوئیاں زیادہ محض اس وجہ سے کہ آپ نے قبل ازیں اپنے فوجیوں کو زکوٰۃ کا اونٹ بطور سواری استعمال کرنے سے منع کر دیا اور آپ کے نائب نے انھیں جو جوڑے پہنائے تھے انھیں واپس لے لیا تھا، غالب گمان ہے کہ یہی وجہ تھی، ویسے اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مناسک حج سے فارغ ہو کر واپس لوٹ رہے تھے اور مدینہ کے راستہ میں غدیر خم سے گزرے تو آپ نے لوگوں میں خطبہ دیا۔ جس میں علی رضی اللہ عنہ کی صفائی پیش کی، آپ کی قدر و منزلت کو نمایاں کیا، اور آپ کی فضیلت سے لوگوں کو خبردار کیا تاکہ لوگوں کے دلوں میں علی رضی اللہ عنہ کے خلاف جو بدگمانیاں بیٹھ گئی ہیں وہ ختم ہو جائیں۔ ❷

آپ دیکھ سکتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ واپس ہونے تک اپنی بات کو موخر کیا، مکہ میں حجۃ الوداع کے دوران یا عرفہ کے دن جب کہ لوگوں کا جم غفیر تھا اس سلسلے میں کوئی بات نہ کہی، بلکہ معاملہ کو موخر کیا یہاں تک کہ آپ مدینہ کے لیے واپس لوٹے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ معاملہ اہل مدینہ کے ساتھ خاص تھا، کیونکہ جن لوگوں نے بھی علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اپنی زبانیں کھولیں تھیں وہ سب مدینہ کے تھے اور وہی لوگ جنگ میں علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور پھر محل وقوع کے اعتبار سے بھی غدیر خم جحفہ میں ہے، جیسے کہ یہ بات گزر چکی ہے اور وہ مکہ سے تقریباً دو سو پچاس (۲۵۰) کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔

اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ''غدیر خم'' حاجیوں کے ادھر جانے کا ایک عام چوراہا تھا ان کی بات صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ حاجیوں کے اکٹھا ہونے کی جگہ اگر مکہ ہے تو انھیں اپنی منزل تک جانے کے لیے مکہ سے ڈھائی سو کلومیٹر کی دوری پر واقع چوراہے سے ہرگز منتشر نہیں ہونا ہوگا بلکہ وہ سب مکہ ہی سے اپنی اپنی منزل کا راستہ سدھار لیں گے، مکہ والے مکہ میں ٹھہر جائیں گے، اہل طائف طائف لوٹ جائیں گے، اسی طرح یمن والے یمن اور عراق والے عراق چلے جائیں گے، اس طرح تمام لوگ جو اپنے حج سے فارغ ہو چکے ہوں گے وہ اپنے اپنے شہر اور عربی قبائل اپنے اپنے قبیلیوں میں واپس لوٹ جائیں گے۔ پس معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف اہل مدینہ اور جنھیں اس راستے سے گزرنا تھا وہی لوگ آپ کے ہمراہ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں لوگوں کو خطاب کیا تھا۔ بہرحال شیعہ اور سنی مسلمانوں میں اس واقعہ کے ثبوت کو لے کر کوئی اختلاف نہیں ہے، بلکہ اختلاف صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ((مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ)) کا معنی متعین کرنے میں ہے۔ چنانچہ روافض شیعہ ''مولیٰ'' کا معنی صاحب تصرف واختیار بتاتے ہیں، یعنی میں جس کے معاملات میں تصرف واختیار کا حق رکھتا ہوں علی بھی اس میں تصرف واختیار کا حق رکھتے ہیں۔ جب کہ اہل سنت مولیٰ کا معنی دوست، نصرت اور محبت کرنے والا

---

❶ البداية و النهاية (٥/ ٩٥) السيرة النبوية / ابن ہشام حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ سیاق بیہقی کے سیاق سے قریب تر ہے۔ (دیکھیے: دلائل النبوة ٥/ ٣٩٨) بیہقی کی روایت کے متعلق فرماتے ہیں اس کی سند جید ہے اور نسائی کی شرط پر ہے۔

❷ البداية و النهاية (٥/ ٩٥).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

متعین کرتے ہیں، یعنی میں جس کا دوست و مددگار رہوں علی بھی اس کے دوست و مددگار اور محبت کرنے والے ہیں اور یہی معنی چند اسباب کی وجہ سے صحیح بھی معلوم ہوتا ہے کیونکہ:

ا: بعض روایات میں مذکورہ الفاظ کے ساتھ جہاں ان الفاظ کی زیادتی ہے کہ: ((اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَ عَادِ مَـنْ عَادَاهُ)) ❶ یعنی اے اللہ جو ان سے محبت کرے تو اس سے محبت کر اور جو اس سے دشمنی کرے تو اس کو دشمن رکھ۔ ان زائد الفاظ کو اگرچہ ہم نے صحیح نہیں مانا ہے لیکن دیگر بعض علماء نے اسے صحیح ٹھہرایا ہے۔ پس ان الفاظ میں "معاداة" بمعنی دشمنی کا کلمہ دراصل شرح ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ((فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ)) کی۔

ب: ''مولیٰ'' کا لفظ متعدد معانی پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ علامہ ابن الاثیر نے لکھا ہے کہ ''مولیٰ'' کا اطلاق رب، مالک، منعم، ناصر، محبّ، حلیف، عبد، آزاد کرنے والا، چچازاد اور داماد پر ہوتا ہے۔ ❷

ان تمام معانی کے لیے عرب مولیٰ کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔

ج: اس حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے علی رضی اللہ عنہ کے حق میں امامت کی نامزدگی کی کوئی دلیل نہیں ہے، اس لیے کہ اگر آپ ان کے حق میں امامت و خلافت کی تعیین کرنا چاہتے تو ایسا کلمہ استعمال نہ کرتے جو متعدد معنوں کا احتمال رکھتا ہو کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم افصح العرب ہیں، آپ صاف صاف فرماتے: ((عَـلِيٌّ خَلِيْفَتِيْ مِـنْ بَـعْـدِيْ)) ''میرے بعد علی میرے خلیفہ ہیں، یا علی میرے بعد امام ہیں۔'' یا فرماتے جب میں فوت ہو جاؤں گا تو علی بن ابی طالب کی بات سننا اور ان کی فرماں برداری کرنا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کوئی جملہ استعمال نہیں کیا، جو مستقبل میں کبھی رونما ہونے والے اس طرح کے اختلاف کے لیے فیصلہ کن ثابت ہوتا، بلکہ فرمایا: ((مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ.)) ❸

د: اللہ تعالیٰ نے کفار کے بارے میں فرمایا:

﴿مَأْوٰىكُمُ النَّارُ ۖ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝﴾ (الحدید: ۱۵)

''تمہارا ٹھکانا ہی آگ ہے، وہی تمہاری دوست ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔''

اس آیت میں اللہ نے جہنم کو ''مولیٰ'' کہا، کیونکہ وہ کفار کے ساتھ سختی سے چمٹی ہوئی ہوگی اور قدم بہ قدم ان کے ساتھ ہوگی۔ (اللہ ہمیں اس سے محفوظ رکھے آمین)

ھ: مـوالاة (دوستی) علی رضی اللہ عنہ کی صفت ثابتہ ہے، آپ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اور آپ کی وفات کے بعد بھی اس صفت سے متصف رہے اور خود آپ کی وفات کے بعد بھی مسلمانوں کے آپ دوست رہے۔

آپ آج بھی ہمارے دوست اور محبوب ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا﴾ (المائدۃ: ۵۵)

❶ السلسلة الصحيحة / ألباني حديث نمبر (۱۷۵۰)۔ ❷ النهاية في غريب الحديث (۵/ ۲۲۸)۔

❸ حقبة من التاريخ ص (۱۸۵)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''تمھارے دوست تو صرف اللہ اور اس کا رسول اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے۔''

اور یہ بات معلوم ہے کہ ان مومنوں میں علی رضی اللہ عنہ ایک عظیم المرتبت اور اہم مومن ہیں۔

و: امام شافعی رحمہ اللہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس میں مولیٰ سے اسلام کا رشتہ اور اسلامی ہمدردی و مدد مراد ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ اَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ﴿١١﴾﴾ (محمد: ۱۱) [1]

''یہ اس لیے کہ بے شک اللہ ان لوگوں کا مددگار ہے جو ایمان لائے اور اس لیے کہ بے شک جو کافر ہیں ان کا کوئی مددگار نہیں۔''

پس حدیث کسی صورت میں اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ علی رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فوراً بعد خلیفہ ہوں گے، بلکہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں میں سے ہیں، لہٰذا ان سے عقیدت رکھنا ان کی تائید کرنا اور ان کی مدد کرنا ضروری ہے۔ [2]

بہرحال یہ خطبہ جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم کے مقام پر لوگوں کے درمیان دیا، اس سے آپ کا مقصد علی رضی اللہ عنہ کی صفائی پیش کرنا، آپ کے بلند مقام کو لوگوں کے سامنے واضح کرنا اور آپ کی فضیلت کو نمایاں کرنا تھا، تاکہ یمن سے آپ کے ساتھ آنے والے لوگوں کو جو شکایات تھیں اور ان کے دلوں میں آپ کے خلاف جو شکوک و شبہات اور بدگمانیاں بیٹھ گئیں تھی وہ ختم ہو جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے دوران اس موضوع کو نہیں چھیڑا، اس لیے کہ اگرچہ یہ بات کسی حد تک لوگوں کو معلوم ہو گئی تھی لیکن پھر بھی اہل مدینہ ہی تک محدود تھی، اسی طرح آپ نے اس موضوع کو زیادہ موخر بھی نہیں کیا کہ مدینہ پہنچ کر کچھ کہیں گے، کیونکہ یہ خوف تھا کہ کہیں منافقین اس طرح کے واقعہ کو لے نہ اڑیں اور اسے اپنی سازش کا سامان بنالیں۔ [3]

پس اس خطبہ کے ذریعے سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت بتانا چاہتے تھے جو آپ کے فضل و منقبت سے واقف نہ تھے، اس کی دلیل یہ ہے کہ جب بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ کی شان میں کچھ نامناسب باتیں کہنے لگے اور وہ بھی آپ کی سختی دیکھ کر، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ بدل گیا اور فرمایا: ((يَا بُرَيْدَةُ أَلَسْتُ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ)) اے بریدہ! کیا میں مومنوں پر ان سے بھی زیادہ حق رکھنے والا (محبوب) نہیں ہوں۔ بریدہ نے کہا: ہاں۔ اے اللہ کے رسول۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ.)) [4]

---

[1] النهاية في غريب الحديث (٥/ ٢٢٨). [2] حقبة من التاريخ ص (١٨٧).

[3] أضواء على دراسة السيرة النبوية / صالح الشامي ص (١١٣، ١١٤).

[4] السلسلة الصحيحة (٤/ ٣٣٦) علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے، صحیحین کے شرط پر ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''میں جس کا دوست ہوں علی بھی اس کے دوست ہیں۔''

اس موضوع پر ڈاکٹر علی احمد السالوسی نے ایک بہت ہی عمدہ بحث کی ہے، غدیر خم کے خطبہ اور کتاب وسنت کو لازم پکڑنے کی نبوی نصیحت پر روشنی ڈالی ہے، پھر ان روایات کی تحقیق وتنقید کی ہے جن میں آپ ﷺ نے کتاب (قرآن) کو مضبوطی سے پکڑنے اور اپنے خاندان کے بارے میں خیال رکھنے کی تلقین کی ہے، پھر ان روایات پر حکم لگایا ہے اور آخر میں یہ نتیجہ پیش کیا ہے کہ اس مکمل بحث وتحقیق میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ ثقلین والی حدیث ان حدیثوں میں سے ہے جن کی سندیں صحیح ہیں اور متن بھی صحیح ہیں۔ بقیہ وہ آٹھ روایات جو آپ ﷺ کے خاندان والوں کے بارے میں خیال رکھنے اور صرف قرآن کو لازم پکڑنے کی تلقین کرتی ہیں، ان میں کوئی روایت ایسی نہیں ہے جس کی سند میں ضعف نہ ہو۔ (1) انھی روایات میں سے ایک روایت میں ہمیں ایک ایسی بھی پیشین گوئی ملتی ہے کہ قرآن اور اہل بیت ہرگز جدا نہیں ہوسکتے یہاں تک کہ حوض نبوی پر وہ دونوں آپ ﷺ سے جا ملیں گے، اس لیے ان دونوں کو خوب مضبوطی سے پکڑنا ضروری ہوگیا۔

لیکن صورت حال بالکل ان روایات کے خلاف ہے، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حُبِ آل بیت کا دم بھرنے والے کچھ لوگ تو خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا، بلکہ اکثر فرقے جنھوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں رچائیں، ان کا تعلق انھیں حُبِ آل بیت کے دعوے داروں سے رہا، جو اس ٹائٹل کو بطور ڈھال استعمال کرتے رہے، جب کہ کچھ آل بیت کی طرف منسوب ہونے والے لوگ اس لیے اس سے لگے لپٹے ہیں تاکہ اس راستے سے مریدوں سے خمس جیسے دنیوی مال ومتاع کو حاصل کرتے رہیں۔

لیکن یہ حقیقت عیاں رہے کہ گمراہی سے بچنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ کتاب وسنت کو خوب مضبوطی سے پکڑا جائے، اگر آج بھی اہل بیت کی طرف خود کو منسوب کرنے والے لوگ ان دونوں کو مضبوطی سے تھام لیں تو اس کے ساتھ انھیں نبی کریم ﷺ کی طرف انتساب کی برتری وفضیلت کا درجہ مل سکتا ہے اور وہ ائمہ ہدایت بن سکتے ہیں کہ جن کی ہم اقتداء کرتے ہیں جیسے کہ اللہ نے فرمایا:

﴿وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۝۷۴﴾ (الفرقان: ۷٤)

''اے اللہ ہمیں متقیوں کا امام بنادے۔''

یعنی ان اماموں میں سے جو اپنے سے پیشرو ائمہ کی اقتداء کرتے ہیں اور ہمارے بعد کے لوگ ہماری اقتدا کریں۔ آپ محسوس کرسکتے ہیں کہ یہ امامت اہل بیت کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر وہ مسلمان فرد جو کتاب وسنت کو مضبوطی سے پکڑے ہو وہ اس منصب کا اہل ہے۔

---

(1) اس ضعف کے باوجود موسوی کی کتاب ''المراجعات'' میں اس روایت کو متواتر کہا گیا ہے دیکھیے ص (۵۱) اور شیخ سلیم بشری کی طرف یہ بات منسوب ہے کہ انھوں نے اسے درست مانا ہے ص (۴۵) موسوی نے المراجعات میں دوسری بھی روایات کو نقل کیا ہے جو اس سے بھی زیادہ ضعیف ہیں۔ دیکھیے: مع الشیعة الاثنا عشریة (۱/ ۱۳۶)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مختصر یہ کہ جن روایتوں کی سندوں میں ضعف ہے ان کے متون بھی درست نہیں ہیں تاہم اگر یہ روایتیں صحیح بھی مان لیں تو بھی بارہ اماموں کی امامت اور ان کے استحقاق خلافت کے لیے کسی صورت میں دلیل نہیں بنتیں۔ ❶

علامہ مناوی رحمہ اللہ اس باب کے تحت مذکورہ احادیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اگر تم نے اللہ کی کتاب کے احکامات کی پابندی کی اور اس کے منہیات سے رک گئے اور میرے خانوادے کے طریقہ پر چلے، ان کی سیرت کو اپنایا تو تم ہدایت پر رہے، اور گمراہ نہ ہوئے۔ ❷

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے حدیث کے ضعف کو واضح کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ایک گروہ نے اس حدیث کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کبھی گمراہی پر اجماع نہیں کر سکتے، آپ فرماتے ہیں کہ ہم بھی یہی کہتے ہیں جیسا کہ قاضی ابویعلیٰ وغیرہ نے کہا ہے۔ مزید آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ پوری امت کا اجماع قرآن، حدیث اور اجماع کے دلائل سے حجت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خانوادہ کل امت نہیں بلکہ بعض امت ہے، پس اجماعِ امت کے ثبوت سے خانوادہ رسول کا اجماع لازم وثابت ہوتا ہے۔ ❸

حدیث ثقلین کے یہ الفاظ کہ ((تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِي أَبَدًا كِتَابُ اللّٰهِ وَ عِتْرَتِي)) میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں، تم جب تک اسے مضبوطی سے پکڑے رہو گے میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ اللہ کی کتاب اور میرے خاندان والے، تو اس حدیث کی صحت وثبوت میں کلام ہے، اس سلسلے میں صحیح بات صحیح مسلم میں زید بن ارقم سے ثابت ہے جس میں کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھامنے اور خانوادہ نبوت کے احترام وتوقیر کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ فرمایا:

((فَخُذُوا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَاسْتَمْسِكُوا بِهِ، وَ أَهْلِ بَيْتِي أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي...... الخ.))

''کتاب اللہ کو لے لو اور اسے مضبوطی سے پکڑ لو اور میں تمھیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ کو یاد دلاتا ہوں......''

حدیث میں صاف طور پر ظاہر ہے کہ آپ نے جس چیز کو مضبوطی سے پکڑنے کا حکم دیا وہ اللہ کی کتاب ہے۔ رہے آپ کے اہل بیت تو آپ نے ان کے احترام وتوقیر اور انھیں ان کے حقوق دینے کی تلقین فرمائی۔ ❹

روافض شیعہ کی حدیث ''ثقلین'' کی نافہمی کا مزید توڑ:

○ عربی زبان میں ''عترۃ الرجل'' کا اطلاق کسی آدمی کے اہل خانہ پر ہوتا ہے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت

❶ مع الشیعۃ الاثنا عشریۃ (۱/ ۱۳۶)۔ ❷ فیض القدیر (۳/ ۱۴)۔

❸ سنن ترمذی، المناقب، حدیث نمبر (۳۷۸۶) اس کی سند میں زید انماطی، نامی ضعیف راوی ہے، اس کی اور بھی سندیں ہیں، لیکن سب میں کلام ہے اور متون میں بھی اختلاف ہے۔

❹ حقبۃ من التاریخ ص (۲۰۳) اس حدیث کی تخریج پچھلے صفحات میں گزر چکی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں وہی لوگ شامل ہیں جن پر زکوۃ لینا حرام ہے اور وہ ہیں بنو ہاشم، یہی لوگ نبی ﷺ کے اہل بیت ہیں۔ ہماری یہ بات بسند صحیح ثابت ہے، جب کہ روافض کے دعویٰ و دلیل کی کوئی سند رسول اکرم ﷺ تک نہیں پہنچتی اور انھیں خود اس بات کا اعتراف ہے کہ ان کی اپنی کتابوں کے حوالوں اور مرویات کی کوئی سند نہیں ہے، یہ کتابیں ان کی خود ساختہ ہیں، جنھیں اِن لوگوں نے خود بخود ایجاد کیا اور کہا کہ انھیں روایت کرو یہ سب برحق اور صحیح ہیں۔ ❶

جہاں تک ان کی سندوں کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں الحر العاملی جیسے ائمہ روافض کا کہنا ہے کہ شیعہ حضرات کے نزدیک سرے سے کوئی اصل و سند نہیں ہے اور نہ ہی وہ سندوں پر بھروسہ کرتے ہیں۔ ❷ ایسی صورت میں یہ لوگ اپنی کتابوں میں نبی اکرم ﷺ کے اہل بیت کے حوالہ سے جو کچھ روایت کرتے ہیں وہ کیوں کر ثابت ہوسکتی ہیں؟ پس حقیقت تو یہ ہے کہ اہل سنت ہی اہل بیت کے صحیح معنوں میں تابعدار ہیں اور انھیں لوگوں نے ان کا مقام و مرتبہ پہچانا اور ان کی عزت و توقیر کا جو حق تھا اسے ادا کیا اور اس سلسلہ میں نہ افراط سے کام لیا نہ تفریط سے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے انھیں اپنے بارے میں اسی بات کا حکم دیا تھا:

((لَا تُطْرُوْنِیْ كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارٰی عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ وَ لٰكِنْ قُوْلُوْا عَبْدُاللّٰهِ وَ رَسُوْلُهٗ .)) ❸

''تم لوگ مجھے حد سے آگے نہ بڑھانا، کہ جس طرح نصاری نے عیسیٰ بن مریم کو حد سے آگے بڑھایا، لیکن تم (مجھے) اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔''

- امام اہل بیت، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، اور ان کے بعد علمی عظمت کے حامل جنھیں حبر الامۃ کا خطاب ملا یعنی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، دونوں ہی علی رضی اللہ عنہ سے پہلے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی امامت کے قائل تھے۔ حتیٰ کہ علی رضی اللہ عنہ سے متواتراً ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگوں میں سب سے افضل ابوبکر و عمر ہیں۔'' ❹ پس علی رضی اللہ عنہ جو کہ بزبان شیعہ خانوادۂ نبوت کے امام ہیں وہ شیخین کی افضلیت کے معترف ہیں۔ ❺
- حدیث ثقلین کی کوئی خاص خصوصیت نہیں، بلکہ وہ اس معنی کی دیگر احادیث کی طرح ایک حدیث ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا:

((تَرَكْتُ فِیْكُمْ مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا اَبَدًا كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّتِیْ .)) ❻

''میں نے تم میں ایسی چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اسے مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے اللہ کی کتاب اور میری سنت۔''

---

❶ حقبة من التاریخ ص (۲۰۳). ❷ حقبة من التاریخ ص (۲۰۳).
❸ صحیح البخاری/ حدیث نمبر (۳٤٤٥). ❹ صحیح البخاری حدیث نمبر (۳٦۷۱).
❺ حقبة من التاریخ ص (۲۰٤). ❻ مستدرك حاكم (۱/ ۹۳).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور فرمایا:

((عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ مِنْ بَعْدِي عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ .)) ❶

''میری اور میرے بعد خلفائے راشدین کی سنت کو تم لازم پکڑلو اور انھیں ڈاڑھ کے دانتوں سے جکڑ لو۔''

اور فرمایا:

((اِقْتَدُوْا بِالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِيْ أَبِيْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ .)) ❷

''میرے بعد جو دونوں ہیں ان کی اقتدا کرو، یعنی ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما۔''

اور فرمایا:

((اِهْدَدُوْا بِهَدْيِ عَمَّارٍ وَ تَمَسَّكُوْا بِعَهْدِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ .)) ❸

''عمار کے طریقہ کو اپناؤ اور ابن مسعود کے کردار کو لازم کرلو۔''

یہ ساری روایات کسی معنی میں بھی امامت پر دلالت نہیں کرتیں، بلکہ ان کا مفاد یہ ہے کہ یہ سارے لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے اور آپ کی ہدایت پر تھے۔ اسی طرح یہ حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ کبھی بھی ضلالت پر اجماع نہیں کر سکتے۔ ❹

- روافض شیعہ، عباس رضی اللہ عنہ ❺ اور ان کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اپنے طعن وتنقید کا ہدف بناتے ہیں اور حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد پر یہ تہمت لگاتے ہیں کہ وہ حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد سے حسد رکھتے تھے، بلکہ خود حسین کے بیٹوں میں سے جن کی امامت پر ان کا عقیدہ ہے ان کو چھوڑ کر، زید بن علی ❻ اور حسن عسکری کے بھائی ابراہیم ❼ وغیرہ بقیہ اولادوں پر طعن وتشنیع کرتے ہیں اور ان صالح نفوس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے اور آپ کا حقیقی محب نہیں مانتے، بلکہ صرف ان لوگوں کو نبی اکرم کا حقیقی محبّ گردانتے ہیں جن کی انھوں نے تعریف کی ہے اور اپنے عقیدہ ونظریہ کے مطابق ان کی مدح وستائش کی ہے اور ان کی شان میں کسی طرح کی گستاخی نہیں کی ہے۔ ❽
- اس حدیث کو فہم صحابہ کے معیار پر تولنے کی ضرورت ہے، چنانچہ انھوں نے لفظ ''مولیٰ'' یا ''ولی'' سے محبت، دوستی اور اطاعت ہی کا معنی سمجھا، یہی وجہ رہی کہ اہل بیت کے سردار علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اپنی محبت و

---

❶ سنن أبی دائود (٤/ ٢٠١) سنن الترمذی، حسن صحیح.

❷ صحیح سنن الترمذی / ألبانی (٣/ ٢٠٠). ❸ سنن الترمذی حدیث نمبر (٣٨٠٥).

❹ حقبة من التاریخ ص (٢٠٥).

❺ رجال النجاشی ص (٥٢) بحواله: حقبة من التاریخ ص (٢٠٥).

❻ بحار الأنوار (٤٦/ ١٩٤) نعوذ باللہ آپ کو شراب نوشی سے متہم کیا ہے۔ حقبة من التاریخ ص (٢٠٥)

❼ الکافی (١/ ٥٠٤) نعوذ باللہ آپ کو شراب کا رسیا قرار دیا ہے۔ حقبة من التاریخ ص (٢٠٥)

❽ حقبة من التاریخ ص (٢٠٥)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اطاعت اور ان سے اپنی عقیدت کے اظہار کے لیے جو تعبیر اور انداز بیان اختیار کیا اس میں ''یا مولانا'' کہا۔ چنانچہ ریاح الحارث سے روایت ہے کہ گھر کے صحن میں علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک جماعت ملاقات کرنے چلی آئی، اور کہا: اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا مَوْلَانَا! آپ نے فرمایا: میں تمھارا مولا کیسے ہوسکتا ہوں، جب کہ آپ لوگ عرب قوم ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: ہم لوگوں نے غدیر خم کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ((مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا مَوْلَاهُ)) ریاح کا بیان ہے کہ جب وہ لوگ چلنے لگے تو میں ان کے پیچھے ہولیا اور پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا یہ انصار کے لوگ ہیں ان میں ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔ ❶

اس حدیث سے سب سے اہم بات جو سامنے آتی ہے وہ یہ کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ خود لفظ ''مولیٰ'' کو امامت اور امارت کے معنی میں نہیں جانتے تھے، لہٰذا قابل غور ہے کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے ان کی ''یا مولانا'' والی پکار پر اعتراض کیا، آپ جو کہ خالص عربی اور فصیح اللسان تھے، اگر ''مولانا'' کو ''امیرنا'' یا ''امامنا'' کے مترادف جانتے تو ''مولانا'' کے لفظ سے پکارنے والوں پر ہرگز اعتراض نہ کرتے۔ ❷

○ اثنا عشری شیعہ کے مراجع و مصادر اور بعض اہل بیت کے چند ایسے اقوال نقل کرتے ہیں جن میں غدیر خم کی حدیث سے وفات نبی کے فوراً بعد خلافت علی کی نامزدگی کی تردید کی گئی ہے۔ چنانچہ امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما جو کہ اپنے وقت میں آل ابی طالب میں بڑے تھے اور اپنے باپ کے وصی تھے، ان سے کہا گیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا: ((مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ)) تو آپ نے جواب دیا: ہاں ضرور فرمایا ہے، لیکن اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے امامت اور سلطنت مراد نہیں لیا، اگر آپ کی مراد یہی ہوتی تو آپ ان سے صاف صاف کہہ دیتے۔ اسی طرح آپ کے بیٹے عبداللہ کہتے تھے کہ اس معاملہ (خلافت) میں ہمیں کوئی ایسی خصوصیت نہیں ہے جو دوسروں کو نہ ملی ہو۔ اہل بیت کا کوئی فرد ایسا امام نہیں ہے جس کی اطاعت اللہ کی طرف سے فرض کی گئی ہو، آپ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے حق میں امارت من جانب اللہ ہونے کی برابر تردید کرتے تھے۔ ❸ لہٰذا غور کا مقام ہے کہ اگر اہل بیت کا یہ فرمان ہے جب کہ وہ علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور آپ کے حقیقی ہمدرد و غم گسار تھے تو دوسرے لوگ آپ کے بارے میں کیا کہیں گے؟ ❹

۲۔ تبوک روانگی کے وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ پر اپنا نائب بنانا:

غزوۂ تبوک ماہ رجب ۹ ھ میں پیش آئی، سیرت نبویہ میں اس غزوہ کی بڑی اہمیت رہی ہے، اس غزوہ سے ایسے

❶ فضائل الصحابة (۲/ ۷۰۲)۔ ❷ ثم أبصرت الحقيقة ص (۲۰۰)۔

❸ ثم أبصرت الحقيقة ص (۲۰۱) أهل سنت کی کتاب الاعتقاد/ البیهقی ص ۱۸۲، ۱۸۳ میں اس طرح کی روایت ملتی ہے۔ نیز شیعی مصادر میں دیکھیے: بصائر المومنين / الصفار ص ۱۵۳، ۱۵۶

❹ ثم ابصرت الحقيقة ص (۲۰۱)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اہداف و مقاصد حاصل ہوئے کہ جن کا مسلمانوں کے دلوں، عربوں اور اسلامی تاریخ کی جنگوں وفتوحات میں زبردست اثر رہا۔ ❶ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غزوہ کے موقع پر علی رضی اللہ عنہ کو جب مدینہ میں اپنا نائب بنا دیا تو منافقین کو کینہ وحسد اور دل کی بھڑاس نکالنے کا موقع ہاتھ لگ گیا، وہ لوگ علی رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخانہ کلمات بکنے لگے اور یہاں تک کہا کہ اللہ کے رسول نے علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے چھوڑ دیا تھا، منافقین کی طرف سے علی رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بوجھ ثابت کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان کے دل منافقت سے بھرے تھے، چنانچہ صحیح حدیث میں علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو پھاڑا اور عدم سے ذی روح کا وجود بخشا، نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

((اَنْ لَّا یُحِبَّنِیْ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا یُبْغِضُنِیْ اِلَّا مُنَافِقٌ .)) ❷

''مجھ سے نہیں محبت کرے گا مگر مومن ہی اور مجھ سے نہیں بغض رکھے گا مگر منافق ہی۔''

اس موقع پر علی رضی اللہ عنہ تبوک روانہ ہونے والے لشکر سے جا ملے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے ہوئے غزوہ میں اپنی شرکت کا ارادہ ظاہر کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا آپ بچوں اور عورتوں میں مجھے چھوڑ رہے ہیں۔ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اَلَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی غَیْرَ اَنَّهُ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ .)) ❸

''کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ میرے لیے تم ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لیے ہارون تھے، لیکن فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔''

تردید وتنقیح:

اس حدیث سے شیعہ حضرات کا یہ استدلال کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بلافصل آپ کے خلیفہ ہیں، قطعاً غلط ہے کیونکہ:

- مذکورہ حدیث کا ایک اہم سبب ورود ہے، جسے نظر انداز کر کے حدیث کا مفہوم ومعنی متعین کرنا ہرگز مناسب نہیں ہے اور سبب ورود جیسا کہ گزرا، یہ تھا کہ منافقین نے علی رضی اللہ عنہ پر طعن اور آپ کی شان میں گستاخی کی تھی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تردید میں علی رضی اللہ عنہ کے مقام ومرتبہ کو سراہا، اور منافقین کی تکذیب کیا۔
- یہ بات ثابت شدہ اور مسلّم ہے کہ ہارون علیہ السلام کی وفات موسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہوئی، جب کہ اس حدیث سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فوراً بعد علی رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت کے لیے استدلال کیا جا رہا ہے۔ تو ایسی صورت میں دونوں مثالیں ایک دوسرے کے موافق نہیں ہیں اور نہ ہی قیاس ومقیس علیہ میں موافقت ہے۔ چنانچہ

❶ المرتضی ص (٥٥).
❷ صحیح مسلم/ إیمان، باب: ١٣١ .
❸ صحیح البخاری حدیث نمبر (٤٤١٦) .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اگر مذکورہ حدیث سے علی رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت کی نامزدگی مقصود ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح فرماتے: ((اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ یُوْشَعَ مِنْ مُّوْسٰی .)) تم میرے لیے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لیے "یوشع" تھے، اس لیے کہ موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد یوشع علیہ السلام ہی بنو اسرائیل پر موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ تھے۔

تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہارون علیہ السلام کا ذکر کرنا، جو کہ موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں موسیٰ کے خلیفہ تھے نہ کہ آپ کی وفات کے بعد، صرف ایک ہی معنی رکھتا ہے اور وہ یہ کہ علی رضی اللہ عنہ کی دل جوئی ہو جائے اور وہ خوش ہو جائیں، کیونکہ مدینہ میں کمزوروں، عورتوں، بچوں، اور غزوہ سے پیچھے رہ جانے والوں کی دیکھ بھال کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے آپ کو اپنا نائب بنا دینا، آپ کے لیے غم اور افسوس کی بات تھی، تو جناب علی رضی اللہ عنہ کی دلجوئی کے خاطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح انداز میں فرما دیا کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم پر اپنے بھائی ہارون کو اپنا نائب بنا دیا تھا اور کوہ طور پر اپنے رب سے ہم کلام ہونے کے لیے چلے گئے تھے، اسی طرح میں تم کو مدینہ میں اپنا نائب بنا کر جا رہا ہوں۔ تاریخ شاہد ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام کو اپنی نیابت اس لیے نہیں سونپی تھی کہ اس میں ہارون کی بے عزتی کرنا مقصود تھی، نہیں! بلکہ آپ کو امین اور قابل اعتماد جانا تھا، اے علی بن ابی طالب! تمھارے ساتھ یہی صورت حال میری بھی ہے۔

- ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے وصی نہیں تھے کہ ان پر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو قیاس کیا جائے۔ بلکہ وہ قرآنی صراحت کے مطابق خود نبی تھے اور وزیر تھے، پس علی رضی اللہ عنہ کی کیفیت کو جو شیعہ حضرات کے نزدیک وصی ہیں نبی نہیں ہیں، ہارون پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے، نیز یہ واضح رہے کہ شیعہ حضرات قیاس کو اصلاً تسلیم بھی نہیں کرتے، پھر یہاں قیاس کیوں کرتے ہیں؟
- موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہارون علیہ السلام کے وزیر ہونے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے وزیر ہونے پر استدلال کرنا مذکورہ استدلال بھی تعجب خیز بات ہے، اس لیے کہ وہ ذات الٰہی جس نے ہارون علیہ السلام کو اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کا وزیر بنایا وہی ذات اپنی کتاب محکم قرآن مجید میں موسیٰ علیہ السلام کے مطالبہ کو اس طرح ذکر کر رہی ہے:

﴿ وَ اجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ ﴿٢٩﴾ هٰرُوْنَ اَخِی ﴿٣٠﴾ اشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِیْ ﴿٣١﴾ وَ اَشْرِكْهُ فِیْۤ اَمْرِیْ ﴿٣٢﴾ ﴾ (طه: ۲۹ تا ۳۲)

"اور میرے لیے میرے گھر والوں میں سے ایک بوجھ بٹانے والا بنا دے۔ ہارون کو، جو میرا بھائی ہے۔ اس کے ساتھ میری پشت مضبوط کر دے۔ اور اسے میرے کام میں شریک کر دے۔"

تو کیا جو لوگ علی رضی اللہ عنہ کو ہارون علیہ السلام کے قائم مقام ٹھہراتے ہیں اور دونوں کو یکساں وزیر کا درجہ دیتے ہیں، وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں آپ کے شریک کار تھے، جس طرح کہ ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے شریک کار رہے؟ اگر کسی کا یہ عقیدہ ہے تو اس کے کفر اور اسلام سے نکل جانے میں کوئی شک نہیں۔ [1]

[1] ثم أبصرت الحقیقة ص (۲۱۵).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

○ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں صرف علی رضی اللہ عنہ ہی کو اپنا نائب نہیں بنایا، بلکہ دوسروں کو بھی یہ مواقع ملے، چنانچہ غزوۂ بدر میں عبداللہ بن ام مکتوم کو مدینہ میں اپنا نائب بنایا اور غزوۂ سلیم میں باختلاف روایت سباع بن عرفطہ غفاری، یا ابن ام مکتوم کو بنایا، غزوۂ سویق کے موقع پر بشیر بن عبدالمنذر کو، غزوہ بنومصطلق میں ابوذر غفاری کو، غزوۂ حدیبیہ میں نمیلہ بن عبداللہ لیثی کو، نیز غزوۂ خیبر کے موقع پر انھیں کو، عمرۃ القضا کے موقع پر عویف بن الاضبط الدیلی کو، فتح مکہ کے موقع پر کلثوم بن حصین بن عتبہ الغفاری کو اور حجۃ الوداع میں ابودجانہ الساعدی کو مدینہ میں اپنا نائب اور امیر مقرر کیا۔ مورخ ابن ہشام نے تذکرۂ سیرت نبوی میں مختلف واقعات کے حوالے سے اس تفصیل کو ذکر کیا ہے۔ [1]

مزید برآں اس موقع پر مدینہ میں علی رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر کرنا آخری مرتبہ نہ تھا، بلکہ اس کے بعد حجۃ الوداع کے موقع پر علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ دوسرے کو اپنا نائب مقرر کیا، دراصل یہ سب تبدیلیاں مسلم قائدین کی نبوی تربیت کا ایک حصہ تھیں اور اسی ضمن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حج کا امیر بنا کر بھیجا اور مرض الموت میں نماز کی امامت کے لیے تنہا آپ کو نامزد کیا۔

○ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علی رضی اللہ عنہ کو ہارون علیہ السلام سے تشبیہ دینا درحقیقت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت بتانا مقصود ہے، انھیں کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو ان شخصیتوں سے تشبیہ دی جو ہارون علیہ السلام سے بڑھ کر تھے، چنانچہ غزوۂ بدر میں جب قیدیوں کا معاملہ پیش آیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیا تو آپ نے ان سے فدیہ لے کر انھیں معاف کر دینے کا مشورہ دیا، جب کہ عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں ایک ایک کر کے قتل کر دینے کا مشورہ دیا، تو اس موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:

((إِنَّ مَثَلَكَ كَمَثَلِ إِبْرَاهِيمَ يَوْمَ قَالَ: ﴿فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي ۖ وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٣٦﴾﴾ (ابراهيم: ٣٦) وَمَثَلُكَ كَمَثَلِ عِيسَى إِذْ قَالَ: ﴿إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۖ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١١٨﴾﴾ (المائدة: ١١٨)

''اے ابوبکر تمھاری مثال ابراہیم علیہ السلام جیسی ہے کہ جس دن انھوں نے کہا تھا۔ اور پس میری تابعداری کرنے والا میرا ہے اور جو میری نافرمانی کرتے تو تو بہت ہی معاف اور کرم کرنے والا ہے۔ اور تمھاری مثال تو عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے کہ جب انھوں نے فرمایا: اگر تو ان کو سزا دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف فرما دے تو تو زبردست ہے حکمت والا ہے۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

((يَا عُمَرُ! إِنَّ مَثَلَكَ مِثْلَ نُوحٍ لَمَّا قَالَ: ﴿رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ﴿٢٦﴾﴾ (نوح: ٢٦) وَمَثَلُكَ كَمَثَلِ مُوسَى لَمَّا قَالَ: ﴿رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَى أَمْوَالِهِمْ

[1] السيرة النبوية / ابن هشام (٢/ ٦٥٠، ٨٠٤، ٨٠٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿٨٨﴾ (یونس : ۸۸)

''اے عمر! تمھاری مثال تو نوح علیہ السلام جیسی ہے کہ جب انھوں نے کہا: اے میرے پالنے والے! تو روئے زمین پر کسی کافر کو رہنے سہنے والا نہ چھوڑ۔ اور تمھاری مثال تو موسیٰ علیہ السلام جیسی ہے کہ جب انھوں نے کہا: اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو نیست و نابود کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے، سو یہ ایمان نہ لانے پائیں یہاں تک کہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں۔'' ❶

اس حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام سے اور عمر رضی اللہ عنہ کو نوح اور موسیٰ علیہما السلام سے تشبیہ دی، جب کہ یہ لوگ اولوالعزم انبیاء میں سے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد روئے زمین پر سب سے بہتر انسان ہیں اور یہ لوگ ہارون علیہ السلام سے کئی درجہ افضل ہیں (ان پر اللہ کی رحمتیں اور سلامتی نازل ہو) پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو ہارون علیہ السلام سے تشبیہ دے کر آپ کو اعزاز بخشا، جس طرح کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو ابراہیم، عیسیٰ اور نوح و موسیٰ علیہم الصلاۃ والسلام سے تشبیہ دے کر اعزاز بخشا، اس کے علاوہ اس تشبیہ کا اور کوئی مقصد نہیں۔ ❷

مذکورہ حدیث شارحین حدیث کی نگاہ میں:

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''اس حدیث میں کسی شیعہ کے لیے کوئی دلیل نہیں ہے، بلکہ اس میں فضیلت علی کا ثبوت ہے، اس میں اس بات سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں ہے کہ آپ دوسروں سے افضل یا اپنے جیسوں سے افضل ہیں، اسی طرح اس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بلافصل علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کی کوئی دلیل نہیں ہے، اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات علی رضی اللہ عنہ سے اس وقت کہی تھی جب غزوۂ تبوک کے موقع پر انھیں مدینہ میں اپنا نائب بنا رہے تھے، پس ہمارے استدلال کو تقویت اس بات سے ملتی ہے کہ وہ ہارون علیہ السلام کہ جن سے علی رضی اللہ عنہ کو تشبیہ دی گئی ہے، موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ نہ تھے، بلکہ موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ان کی وفات ہوگئی، مورخین و واقعات نگاروں کے بقول موسیٰ علیہ السلام کی وفات سے تقریباً چالیس سال قبل ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام کی وہ نیابت ملی تھی جس میں آپ اپنے رب سے مناجات کے لیے چلے گئے تھے۔ ❸

ابن حزم رحمہ اللہ اس حدیث سے روافض کے استدلال کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث علی رضی اللہ عنہ کی دوسروں پر کسی افضلیت کو واجب نہیں ٹھہراتی اور نہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بلافصل استحقاق خلافت کا ثبوت فراہم کرتی ہے، اس لیے کہ ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنو اسرائیل کے حکمراں نہیں بنے، بلکہ یوشع بن نون جو کہ موسیٰ علیہ السلام کے ایک نوجوان ساتھی تھے اور خضر علیہ السلام کی تلاش میں آپ کے ساتھ سفر پر نکلے تھے، انھوں نے بنو اسرائیل کی ذمہ داری سنبھالی تھی، جس طرح کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امت محمدیہ کی قیادت کی باگ ڈور آپ کے اس ساتھی

---

❶ مسند أحمد (۱/ ۳۸۳) اس کی سند صحیح ہے۔
❷ حقبة من التاريخ ص (۲۰۰).
❸ شرح صحيح مسلم (۱۳/ ۱۷٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے سنبھالی جو غار میں آپ کے ساتھ رہا اور مدینہ تک آپ کے ساتھ سفر کیا یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ۔

جب ہارون علیہ السلام کی طرح علی رضی اللہ عنہ نبی نہ ہوئے اور نہ ہارون، موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد بنو اسرائیل پر آپ کے خلیفہ بنے تو یہیں سے یہ معنی متعین کرنا صحیح ہو گیا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایسے ہی تھے جیسے کہ ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے لیے، یعنی یہ مثلیت صرف قرابت میں تھی نہ کہ خلافت ونبوت میں۔

اس مقام پر ایک دوسری بات بھی قابل غور ہے، وہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے یہ بات اس وقت فرمائی تھی جب آپ غزوۂ تبوک کے لیے روانہ ہو رہے تھے اور مدینہ پر ان کو اپنا نائب مقرر کر رہے تھے، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک سے پہلے اور بعد دونوں اوقات میں سفر پر روانہ ہونے سے قبل علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر لوگوں کو بھی مدینہ پر اپنا نائب مقرر کیا، تو جس طرح یہ نیابتیں کسی کے لیے موجب ولایت وخلافت ثابت نہ ہوئیں اسی طرح علی رضی اللہ عنہ کی نیابت بھی خلافت کے باب میں دیگر لوگوں پر آپ کی کسی افضلیت و تقدم کو واجب نہیں ٹھہراتی۔ ❶

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ''اس باب کی حدیث سے دیگر صحابہ کے بالمقابل علی رضی اللہ عنہ کے استحقاق خلافت پر استدلال کیا گیا ہے بایں طور کہ ہارون، موسیٰ علیہما السلام کے خلیفہ تھے۔ لیکن اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ہارون، موسیٰ علیہما السلام کے خلیفہ ضرور تھے، لیکن یہ خلافت ان کی زندگی ہی میں تھی نہ کہ ان کی وفات کے بعد۔ کیونکہ باتفاق مورخین ہارون علیہ السلام کی وفات موسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہوئی۔ خطابی نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔'' ❷

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ روافض کے اس حدیث سے استدلال کی تردید میں فرماتے ہیں کہ جب کوئی کہتا ہے کہ یہ اس کے مقام پر ہے، یا یہ اس کی طرح ہے، تو اس میں ایک چیز کو دوسری چیز سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ پس سیاق کو دیکھ کر اس کی مثلیت کا تعین کیا جائے گا، ایسی تشبیہ سے مطلقاً ہر اعتبار سے مساوات لازم نہیں آتا، چنانچہ علی رضی اللہ عنہ کو ہارون علیہ السلام سے مشابہت دینے کی یہاں یہی نوعیت ہے۔ علی رضی اللہ عنہ کی اس نیابت کو خصائص علی میں شمار نہیں کیا جاسکتا بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر نیابتوں تک کے برابر نہیں، چہ جائیکہ اس سے افضل ہو، پھر اس سے استدلال کیوں کر؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سارے غزوات میں ایسے لوگوں کو اپنی نیابت سونپی جن سے علی رضی اللہ عنہ کہیں زیادہ افضل ہیں، لیکن وہ نیابتیں کہیں بھی علی رضی اللہ عنہ پر ان کے تقدم و برتری کو واجب نہیں ٹھہراتیں، جب کہ علی رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ ہوں پس نیابت علی رضی اللہ عنہ ان کی افضلیت کے لیے موجب کیونکر ہو سکتی ہے؟ کہ اس سے استخلاف علی پر استدلال کیا جائے۔ مدینہ پر کئی لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کے نائب بنائے گئے، یہ سب لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علی رضی اللہ عنہ کی طرح ویسے ہی نائب تھے جیسے کہ ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھے، بلکہ سچ پوچھیے تو غزوۂ تبوک سے پہلے کی نیابتیں زیادہ فضیلت اور اہمیت کی حامل تھیں، کیونکہ ان مواقع پر نیابتوں کی زیادہ ضرورت تھی،

❶ الفصل (٤/ ١٥٩، ١٦٠). ❷ فتح الباری (٧/ ٧٤) الانتصار للصحب والآل ص (٥٤٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اوران اوقات میں مدینہ پر دشمنوں کے حملے کا زیادہ خوف ہوا کرتا تھا اور جہاں تک غزوۂ تبوک کی بات ہے تو اس موقع پر حجاز کے باشندگانِ عرب اسلام لا چکے تھے، مکہ فتح ہو چکا تھا، اور اسلام غلبہ وعزت کے دور سے گزر رہا تھا، اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ کا حکم دیا تھا، اور علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کسی مجاہد کو نہیں چھوڑا جب کہ دیگر غزوات میں آپ اپنے نائبین کے پاس مجاہدین کا ایک لشکر چھوڑ دیتے تھے، لیکن اب کی بار سب کو اپنے ساتھ لیتے گئے۔ ❶

خلافت کے لیے عدم نامزدگی کی حکمت ومصلحت:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد کے لیے کسی امام یا خلیفہ کو نامزد نہیں کیا، اس میں کیا حکمت ومصلحت پوشیدہ تھی؟؟ درحقیقت اس کا جواب اس وقت زیادہ نکھر کر سامنے آئے گا جب ہم اسلامی احکام وتعلیمات کو انسانیت کے لیے ایک ربانی دین کی حیثیت سے دیکھیں، چنانچہ آپ غور کیجیے کہ اگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد کے لیے کسی کو اپنا خلیفہ نامزد کر دیتے تو اس کا مطلب یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹے دعوے داروں کو گویا سند جواز عطا کر دی تھی کہ وہ جیسا چاہے دعویٰ کرے، جب کہ بلا کسی شرعی دلیل کے بعض دعوے داروں نے یہ دعویٰ کر ہی ڈالا کہ امت مسلمہ کی قیادت اسی کے خاندان کا حق ہے۔مزید برآں خاندانی وموروثی حکومت ہی اسلامی حکومت کی جگہ لے لیتی، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ اپنی مرضی سے کوئی بات ہرگز نہ بولتے تھے اور بموجب آیت کریمہ: ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝﴾ (النجم: ٤) آپ کی بات وحی ہوتی تھی جسے آپ کی طرف اتارا جاتا تھا، آپ نے چاہا کہ اس معاملے کو مطلق طور پر مسلمانوں کے حوالے کر دیں، وہ جس کو اپنے لیے سب سے صالح و مناسب اور سب سے بہتر سمجھیں اسے اپنا امیر بنالیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف چند تلمیحات واشارے کیے اور آپ کو اختیار تھا کہ صراحت سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نام کا اعلان کر دیں، لیکن آپ نے اسی مقصد کے پیش نظر ایسا نہ کیا، پس نہ تلمیح نے نامزدگی کے لیے شرعی سند جواز عطا کی اور نہ تصریح نے۔

یہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اگر آپ نے کسی کے حق میں خلافت کی وصیت کی ہوتی تو بالکل ابتدائی مرحلہ میں، جب کہ سقیفۂ بنوساعدہ میں انتخاب خلیفہ کی بات چل رہی تھی، وہاں کوئی اختلاف ہی رونما نہ ہوتا، نہ ابوبکر، عمر رضی اللہ عنہما کو خلیفہ بنانے کے لیے لوگوں سے مشورہ لیتے اور نہ عمر رضی اللہ عنہ اپنے بعد چھ مہاجرین ارکان شوریٰ کے ہاتھ میں اس معاملے کو سونپتے، نیز اگر یہ مسئلہ خاندان اور وراثت پر مبنی ہوتا تو بنوہاشم سب سے زیادہ اس کے مستحق ہوتے۔ ❷

یہ دین پوری نوع انسانیت کے لیے ہے، یہ دین کسی بھی حالت میں اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ اس کا نظام حکمرانی ایک مخصوص خاندان یا گھرانے میں محصور رہے اور وہ متاع زندگی کی طرح نسلاً بعد نسلٍ وراثت میں منتقل ہوتا رہے اور چونکہ دور نبوت کے مابعد کے ادوار میں امویوں اور عباسیوں نے یہی کچھ کیا اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ انھوں نے شرعی نظام حکمرانی کی خلاف ورزی کی اور جو شرعی نظام کے خلاف ہو وہ بہرحال دین میں ایک نووارد

❶ منهاج السنة (٧/ ٣٣٠، ٣٣٢) مجموع الفتاوى (٤/ ٤١٦).

❷ دراسات في عهد النبوة / الشجاع ص (٢٧٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور اجنبی چیز ہے اور اس ناقص و نو وارد مفہوم کو مکمل طور سے اسلامی فکر کے حلقہ سے کھرچ کر پھینک دینے کی ضرورت ہے تا کہ فکر اسلامی بالکل صاف شفاف حالت میں رواں دواں رہے۔ ❶

اثبات امامت علی کے لیے چند ضعیف و موضوع احادیث سے استدلال

۱۔ حدیث طیر:

حدیث طیر، یعنی جس میں ایک بھنی ہوئی چڑیا کے متعلق ایک واقعہ مذکور ہے، وہ حدیث امامیہ شیعہ کی اہم ترین دلیلوں میں سے ایک ہے، چنانچہ امام حاکم نے اپنی مستدرک میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان کا بیان ہے کہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا (ایک بار) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بھنی ہوئی چڑیا پیش کی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَللّٰھُمَّ أْتِنِیْ بِاَحَبِّ خَلْقِكَ اِلَیْكَ یَأْكُلُ مَعِیَ مِنْ ھٰذَا الطَّیْرِ .))

"اے اللہ میرے پاس ایسے شخص کو بھیج دے جو تیری مخلوق میں تجھے سب سے زیادہ محبوب ہو، تا کہ میرے ساتھ اس چڑیا میں سے کھائے۔"

انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا سن کر میں نے دعا کی کہ اے اللہ، یہ محبوب بندہ قبیلۂ انصار میں سے کسی کو بنا دے، لیکن علی رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے، تو میں نے انھیں یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام میں مصروف ہیں، جب وہ دوبارہ آئے تو میں نے وہی بات کہہ کر واپس کر دیا، پھر تیسری بار وہی آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اِفْتَحْ" دروازہ کھول دو، جب وہ اندر آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَا حَبَسَكَ یَا عَلِیُّ)) کون سی چیز تیرے لیے یہاں آنے سے مانع ہوئی۔ عرض کیا: یہ تیسری مرتبہ، مگر انس یہ کہہ کر واپس کر دیتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام میں مصروف ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انس سے دریافت کیا: ((مَا حَمَلَكَ عَلٰی مَا صَنَعْتَ؟)) تم نے ایسا کیوں کیا، جواب دیا: اے اللہ کے رسول! آپ کی دعا سن کر میری یہ خواہش تھی کہ وہ آدمی میری قوم کا ہو، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اِنَّ الرَّجُلَ قَدْ یُحِبُّ قَوْمَهٗ)) ❷ "ہر آدمی کو اپنی قوم سے محبت ہوتی ہے۔"

یہ حدیث مختلف سندوں سے مروی ہے، لیکن کوئی بھی سند ضعف سے خالی نہیں، مزید برآں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب شدہ ان روایات کی اتنی کثرت اور پھر ان میں کوئی روایت سنداً صحیح نہ ہونا ایک تعجب خیز بات ہے اور یہ سوچنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے کہ انس رضی اللہ عنہ کے وہ ساتھی اور شاگرد جنھوں نے کئی کئی سالوں تک آپ کی مصاحبت اختیار کی وہ کہاں تھے کہ انھیں روایات کا کوئی علم نہ ہو سکا؟ اور کسی نے اس حدیث کو روایت نہیں کیا؟ حالانکہ وہ لوگ ثقہ اور ضابط تھے، جیسے کہ حسن بصری، ثابت البنانی، حمید الطویل، حبیب بن ابی ثابت، بکر بن عبداللہ المزنی،

❶ دراسات فی عهد النبوة / الشجاع (۲۷۰).
❷ المستدرك (۳/ ۱۳۰، ۱۳۱) سند و متن دونوں اعتبار سے یہ حدیث ضعیف ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسعد بن سہل بن حنیف، اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ، ابان بن صالح اور ابراہیم بن میسرہ جیسے آپ کے بہت سے شاگرد ہیں جو آپ سے احادیث روایت کرتے ہیں۔ اور ان کے علاوہ نامعلوم کتنے تابعین آپ کے شاگرد ہیں جن سے ہم ناواقف ہیں، اسی تحقیق وجستجو کے دوران میں قاضی ابوبکر الباقلانی کی ایک ضخیم مجلد کتاب سے واقف ہوا جو حدیث ''طیر'' کی سنداً ومتناً تضعیف پر مشتمل ہے اور وہ کتاب قابل مطالعہ ہے۔ ❶

ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن مردویہ نے اس حدیث کو تقریباً بیس (۲۰) سندوں سے نقل کیا ہے، لیکن سب تاریکی میں ہیں اور سب متکلم فیہ ہیں اس لیے میں نے اس پر زیادہ طول طویل بحث نہ کی ہے۔ ❷

ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

''حدیث طیر محققین علماء اور اہل فن محدثین کے نزدیک من گھڑت اور جھوٹی ہے۔'' ❸

امام زیلعی فرماتے ہیں کہ کتنی ایسی احادیث ہیں جن کے راوی بہت زیادہ ہیں اور ان کی سندیں متعدد ہیں حالانکہ وہ احادیث ضعیف ہوتی ہیں۔ ❹

۲۔ حدیث ''دار'':

اثنا عشری شیعہ علی رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت کی نامزدگی کے لیے حدیث ''دار'' سے بھی استدلال کرتے ہیں، چنانچہ ان کے خیال میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آغاز بعثت کے وقت ہی جب آپ نے کفار مکہ پر اسلام پیش کیا، اور ان سے بتوں کی پرستش سے بے زاری اور اللہ واحد کی عبادت کا مطالبہ کیا اور یہ آیت نازل ہوئی کہ ﴿وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۝۲۱۴﴾ (الشعراء: ۲۱٤) یعنی اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے، تبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لیے نامزد کر دیا تھا، چنانچہ روایت میں علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا اور فرمایا: اے علی! اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تو اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرا، تو اس سے میں کچھ گھبرایا اور جان لیا کہ میں جب بھی اپنے اہل خاندان میں اس کا آغاز کروں گا مجھے مخالفت کا سامنا کرنا پڑے گا، علی رضی اللہ عنہ یہ سن کر خاموش تھے کہ جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا: اے محمد! تمھارے رب نے تمھیں جس حکم پر مامور کیا ہے اگر تم اسے بجا نہیں لاتے تو وہ تمھیں عذاب سے دوچار کرے گا۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی ہمارے لیے ایک صاع کھانا تیار کرو اور اس پر بکری کا ایک پیر رکھ دو اور دودھ کا ایک پیالہ بھر دو، پھر میرے سامنے بنوعبدالمطلب کو اکٹھا کرو، تاکہ میں ان سے گفتگو کروں اور جس بات کو ان تک پہنچانے کا مکلّف کیا گیا ہوں ان تک پہنچاؤں، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جو حکم دیا تھا میں نے اسے کیا، پھر بنوعبدالمطلب کو آپ کے سامنے بلایا، اس وقت ان کی تعداد ایک کم یا زیادہ تقریباً چالیس تھی۔ ان میں ابوطالب، حمزہ، عباس اور ابولہب وغیرہ چچا حضرات بھی تھے، جب وہ لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے تو آپ نے مجھے وہ کھانا لانے کے لیے کہا جو مدعوین کے لیے میں

---

❶ البداية و النهاية (۷/ ۳۵٤). ❷ العلل المتناهية (۱/ ۲۲۵، ۲۳٤).
❸ منهاج السنة (٤/ ۹۹). ❹ تحفة الاحوذی (۱۰/ ۲۲٤). ۔ الاعظمی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے تیار کیا تھا، چنانچہ میں نے کھانا پیش کیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت کا ایک جھری دار ٹکڑا لیا اور اسے اپنے دانتوں سے دو حصوں میں پھاڑ کر پلیٹ کے ایک کنارے رکھ دیا، پھر فرمایا: اللہ کا نام لے کر کھانا شروع کرو، چنانچہ لوگوں نے خوب شکم سیر ہو کر کھانا تناول کیا، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مجھے برتن میں ان کے ہاتھوں کے رکھنے کی جگہ کے علاوہ کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی، میں نے جو کھانا سب کے لیے پیش کیا تھا اسے ایک ہی آدمی کھا جاتا، پھر آپ نے فرمایا: انھیں پانی پلاؤ، چنانچہ میں وہی مٹکا لے کر آیا، سب نے اس سے پانی پیا یہاں تک کہ سب کے سب سیراب ہو گئے، اللہ کی قسم! ان میں کا ہر ایک آدمی دوسرے کی طرح سیراب ہو کر پیتا تھا، پھر کھانے سے فراغت کے بعد جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے گفتگو کرنا چاہی تو ابولہب پہلے ہی بول پڑا کہ تمھارے اس آدمی نے تم سب پر جادو کر دیا، یہ سننا تھا کہ تمام لوگ چلے گئے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان سے گفتگو نہ کر سکے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے دن فرمایا کہ اے علی! اس آدمی (ابولہب) نے مجھ سے آگے بڑھ کر جو بات کہی ہے وہ تمھیں معلوم ہے اور یہ بھی جانتے ہو کہ میری ان سے گفتگو ہونے سے قبل وہ لوگ منتشر ہو گئے، اس لیے تم اسی طرح دوبارہ کھانا تیار کرو، پھر انھیں کھانے کی دعوت دو، علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے ایسا ہی کیا، پھر میں نے ان کو اکٹھا بلایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کھانا لانے کے لیے کہا۔ چنانچہ میں نے کھانا پیش کیا اور جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن قبل کیا تھا آج بھی ویسے ہی کیا، انھوں نے کل کی طرح خوب شکم سیر ہو کر کھانا کھایا، پھر آپ نے فرمایا: انھیں پلاؤ، پھر میں وہی مٹکا لے کر آیا اور سب نے سیراب ہو کر اسے نوش کی، پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ہم کلام ہوئے اور انھیں مخاطب کر کے فرمایا: اے بنو عبدالمطلب کے لوگو! اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے علم میں کوئی ایسا نوجوان نہیں ہے جو مجھ سے افضل بات لے کر تمھارے پاس آیا ہو، میں تمھارے پاس دنیا اور آخرت کی بھلائی لے کر آیا ہوں، اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ آپ لوگوں کو اللہ کی طرف بلاؤں، پس بتاؤ کہ کون ہے جو اس مہم میں اس شرط پر میری مدد کرے گا کہ وہ میرا بھائی، وصی اور خلیفہ بنے۔ علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر پوری قوم آپ کے خلاف بپھر گئی اور میں نے کہا: میں ان میں اگرچہ سب سے کم عمر، کیچڑ بہتی آنکھوں والا، پیٹ کا بھاری، اور باریک پنڈلیوں والا ہوں، 1 پھر بھی میں اس کام پر آپ کا وزیر اور معاون بننے کو تیار ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری گردن پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا: ((إِنَّ هٰذَا أَخِيْ وَوَصِيْ وَخَلِيْفَتِيْ فِيْكُمْ فَاسْمَعُوْا لَهٗ وَأَطِيْعُوْا .)) ''یہ میرا بھائی ہے اور تم میں میرا وصی اور خلیفہ ہے، لہٰذا تم اس کی باتیں سننا اور اطاعت کرنا۔'' اتنا سننا تھا کہ پوری قوم کے لوگ ہنستے ہوئے یہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے کہ اے ابوطالب! اس نے تمھیں حکم دیا ہے کہ تم اپنے بیٹے کی فرماں برداری کرو۔

2 المسند دوسرے سیاق بیان میں ہے کہ ان میں سے کسی نے آپ کی بات نہ مانی تو علی رضی اللہ عنہ اٹھے اور کہا: میں، اے

وقت آپ کی عمر تقریباً صرف دس سال کی تھی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا: تم بیٹھ جاؤ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی بات قوم کے سامنے پھر دہرائی، لیکن سب خاموش رہے، اس وقت بھی علی رضی اللہ عنہ اٹھے اور کہا: میں اے اللہ کے رسول! اس مرتبہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا: بیٹھ جاؤ، تیسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی بات دہرائی، اس بار بھی کسی نے کوئی جواب نہ دیا، تو علی رضی اللہ عنہ اٹھے اور کہا: میں آپ کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوں، اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم بیٹھ جاؤ، تم تو میرے بھائی ہو۔ ❶

یہ حدیث سند ومتن ہر دو اعتبار سے باطل ہے، سنداً یوں کہ اس میں عبدالغفار بن قاسم اور عبداللہ بن عبدالقدوس نامی دو راوی ہیں، جہاں تک عبدالغفار بن قاسم کی بات ہے تو وہ متروک راوی ہے اور نا قابل استدلال ہے۔ اس کے بارے میں علی بن المدینی فرماتے ہیں کہ ((کَانَ یَضَعُ الْحَدِیْث)) یعنی حدیث گھڑتے تھے۔ اور یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: ((لَیْسَ بِشَیْءٍ)) اور عباس بن یحییٰ نے فرمایا: ((لَیْسَ بِشَیْءٍ)) امام بخاری نے فرمایا: ((لَیْسَ بِالْقَوِیْ عِنْدَهُمْ)) یعنی علمائے جرح وتعدیل کے نزدیک قوی نہیں ہے۔ ان کے بارے میں ابن حبان فرماتے ہیں کہ ((یُقَلِّبُ الْاَخْبَارَ وَ لَا یَجُوْزُ الْاِحْتِجَاجُ بِهٖ ، تَرَکَهٗ اَحْمَدُ ابْنُ حَنْبَلَ وَ یَحْیٰی بْنُ مُعِیْنٍ .)) ''یہ روایتوں کو الٹتے پلٹتے تھے، ان سے حجت پکڑنا جائز نہیں، احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے انھیں متروک قرار دیا ہے، اور نسائی نے کہا کہ یہ متروک ہیں۔'' ❷

اسی طرح عبداللہ بن عبدالقدوس بھی اس سے کچھ کم نہیں، یہ بھی تمام علمائے محدثین کے یہاں مجروح راوی ہے، امام نسائی نے اس کے بارے میں فرمایا: ((لَیْسَ بِثِقَةٍ)) ''یہ ثقہ نہیں ہے۔'' اور دارقطنی نے کہا کہ ''ضَعِیْفٌ'' ضعیف ہے۔ ❸

اور متن کے اعتبار سے بھی اس حدیث کے باطل ہونے کے چند اسباب ہیں:

- یہ روایت اس دوسری روایت سے متصادم ہے جس کی صحت وثبوت پر محدثین متفق ہیں، چنانچہ صحیحین میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ ﴿وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ ﴾ (الشعراء: ٢١٤) اپنے اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا پہاڑی پر چڑھ گئے اور پکارا یا بنی فہر یا بنی عدی، قریش کے خاندانوں کے نام لے لے کر پکارا۔ قریش نے کہا: یہ کون ہے؟ پھر وہاں سب آ کر جمع ہو گئے، جو نہیں پہنچ سکا اس نے اپنا نمائندہ روانہ کیا۔ آپ نے ان سے فرمایا: ((أَرَأَیْتُمْ لَوْ أَخْبَرْتُكُمْ خَیْلًا بِالْوَادِیْ تُرِیْدُ أَنْ تُغِیْرَ عَلَیْكُمْ أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِیْ .)) تمھارا کیا خیال ہے کہ اگر میں تمھیں بتاؤں کہ ایک لشکر اس وادی کے پیچھے سے تم پر حملہ کرنے والا ہے، تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟'' انھوں نے کہا ہاں، ہمیں جھوٹ کا آپ سے تجربہ کبھی بھی نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((فَاِنِّیْ نَذِیْرٌ

❶ المراجعات المراجعة (١٢/ ٣٥٠) بحواله الحجج الدافعات لنقض كتاب المرجعات / ابومريم بن محمد الاعظمى .
❷ الضعفاء و المتروكين / النسائى ص (٢١٠). ❸ ميزان الاعتدال (٢/ ٤٥٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ)) میں تمھیں اس سخت عذاب سے ڈرانے والا ہوں جو تمھارے سامنے آ رہا ہے، یہ سن کر ابولہب بولا: تو تباہ ہو، کیا تو نے ہمیں اسی لیے جمع کیا تھا؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے چلے آئے اور آپ پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿تَبَّتْ يَدَآ أَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ ①﴾ (اللھب: ۱) یعنی ''دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے ابولہب کے اور وہ برباد ہو گیا۔''❶

○ اثنا عشری شیعہ مذکورہ حدیث سے خلافت علی کی نامزدگی کے لیے جس قدر بھی نص صریح کا دعویٰ کریں اور آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصی اور تنہا منصب خلافت کا مستحق ٹھہرائیں اور یہ کہتے رہیں کہ ہمارے دعویٰ کے ثبوت میں دلائل کی بھرمار ہے، لیکن یہ حدیث ان کے دعویٰ و دلیل کی زبردست توڑ ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مدد کے لیے اپنی قوم کے لوگوں کو دعوت دیا اور اعلان کیا کہ جو شخص ہماری معاونت کے لیے تیار ہوگا وہ میرا بھائی، وصی اور میرے بعد میرا خلیفہ ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعوت واعلان میں علی رضی اللہ عنہ کو خاص نہیں کیا بلکہ ان کی پیش قدمی پر تین مرتبہ انھیں خاموش ہی اختیار کی، اور جب ان کے علاوہ کوئی مدد کے لیے تیار نہ ہوا تو آپ نے وہ بات کہی جو روایت میں مذکور ہے۔ پس مذکورہ حدیث کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز تخاطب وطریقۂ عمل اس بات کی دلیل ہے کہ آپ اس منصب کے شروع سے مستحق نہیں ہوئے تھے، بلکہ جب آپ کی قوم کے دوسرے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاون بننے کے لیے تیار نہ ہوئے تو آپ اسے علی رضی اللہ عنہ کو دینے پر مجبور ہوئے۔ لہٰذا سوچنے کا مقام ہے کہ حدیث میں مذکورہ واقعہ روافض کے اس دعویٰ کا کہاں تک ساتھ دے رہا ہے کہ خلافت بحق علی اللہ کی طرف سے منصوص ہے۔❷

۳۔ حدیث ((أَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا)) اور دیگر موضوع حدیثیں:

اس عنوان پر جھوٹی روایتوں کی بہتات ہے، ان میں سے ایک جابر بن عبداللہ کی یہ روایت بھی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((أَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا)) ''میں علم کی بستی ہوں اور علی اس کے دروازہ ہے۔'' بہرحال یہ روایت بھی مطعون فیہ ہے، امام بخاری نے سرے سے اس کا انکار کیا ہے اور یحییٰ بن معین نے اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ ''لَا أَصْلَ لَهُ'' اور ابن الجوزی نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے، اور نووی اور ذہبی کا کہنا ہے کہ یہ حدیث موضوع یعنی جھوٹی ومن گھڑت ہے۔❸

امام البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث ((أَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا فَمَنْ أَرَادَ الْعِلْمَ فَلْيَأْتِ الْبَابَ.)) موضوع ہے۔ اسے عقیلی نے ''الضعفاء'' میں، ابن عدی نے ''الکامل'' میں طبرانی نے ''المعجم الکبیر'' میں اور حاکم نے بروایت ابن عباس اور ابن عدی اور حاکم نے دوسری جگہ بروایت جابر رضی اللہ عنہ یہ حدیث نقل

❶ صحیح البخاری / حدیث نمبر (۴۷۷۰) و مسلم (۲۰۸)

❷ ثم أبصرت الحقیقة ص (۲۲۴).

❸ الفوائد المجموعة فی الأحادیث الموضوعة ص (۷۱) حدیث نمبر (۲۵۷)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی ہے۔ ❶ اسی طرح یہ حدیث کہ ((مَنْ نَاصَبَ عَلِیًّا بِالْخَلَافَةِ فَهُوَ كَافِرٌ.)) جس نے خلافت کے معاملہ میں علی سے لڑائی کی وہ کافر ہے۔ سنی کتب ومصادر ومراجع میں اس کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں۔ ❷

کذب بیانی پر مشتمل روایات کے یہ چند نمونے ہیں جو علی رضی اللہ عنہ کے حق میں نامزدگی خلافت اور اختصاص ولایت کے شیعی دلائل ونظریات کے ضعف اوران کے بے ثباتی کو ظاہر کرتے ہیں، اس کی تائید محقق ابن خلدون کی اس تحریر سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ روافض جن نصوص والفاظ سے استدلال کرتے ہیں وہ ایسے نصوص ہیں جن کے صرف وہی ناقل ہیں اور اپنے مذہب ومسلک کے مطابق وہ ان کی تاویل کرتے رہتے ہیں۔ ماہرین سنت اور مستند ناقلین شریعت یعنی اسلاف کرام کو اس کی خبر تک نہیں، بلکہ ان کی بیشتر روایات موضوع ہیں، یا سنداً مطعون ہیں، یا ان کی تاویلات سے کوسوں دور ہیں۔ ❸

ابن حزم رحمہ اللہ نے یہ کہا ہے کہ وہ ساری احادیث جن سے روافض استدلال کرتے ہیں وہ موضوع ہوتی ہیں، جس شخص کو بھی احادیث اوران کے ناقلین ورجال کے بارے میں معمولی علم ہے وہ اس حقیقت کو اچھی طرح جانتا ہے۔ ❹

علمائے سنت کو تو چھوڑ یئے، خود شیعہ محقق ومولف ابن ابی الحدید کو اس کا اعتراف ہے کہ مسئلہ امامت میں اپنے مذہب کی تائید کے لیے احادیث گھڑنے میں شیعیت کا اثر رہا ہے۔ چنانچہ اس کا کہنا ہے کہ احادیث فضائل کے باب میں جھوٹی روایات وضع کرنے کی بنیاد شیعوں نے رکھی ہے۔ انھوں نے شروع شروع میں اپنے دشمنوں کو زیر کرنے کے لیے اپنے امام کی منقبت وفضیلت میں اوران کی مذمت میں مختلف جھوٹی حدیثیں گھڑیں۔ چنانچہ جب بکریہ (بعض سنیوں کی طرف اشارہ ہے) نے دیکھا کہ شیعوں نے اپنے امام کی فضیلت میں حدیثیں وضع کی ہیں تو انھوں نے اپنے امام (ابوبکر) کی فضیلت میں حدیثیں وضع کیں اور جب شیعوں نے ''بکریہ'' کو ایسا کرتے دیکھا تو انھوں نے وضع حدیث کا دائرہ مزید وسیع کر دیا، حالانکہ دونوں فریق اگر ایسا نہ کرتے تو بھی دونوں کے فضائل میں اتنی حدیثیں تھیں جو ان کے لیے کافی تھیں۔ علی رضی اللہ عنہ کے فضائل میں ثابت شدہ اور صحیح روایات تھیں اور ابوبکر کے فضائل میں بھی اتنی ٹھوس اور محقق روایات تھیں کہ کسی تکلف اور عصبیت کی ضرورت نہ تھی۔ ❺

باوجود یہ کہ یہ دلائل کمزور ہیں اوران میں کوئی وزن نہیں، پھر بھی آج ہمیں ایسے شیعہ ملتے ہیں جو مسئلہ امامت میں اپنے عقیدہ کے ثبوت میں ان دلائل کو برابر اپنی تحریروں میں نقل کرتے ہیں اوران سے استدلال کرتے ہیں، ان کے ایک امام کی بات سنئے جس کے خیال میں اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد اپنا خلیفہ نہیں بنایا ہے تو گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ رسالت کا حق ادا نہیں کیا۔ ❻ ان کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بذریعۂ وحی رسول

---

❶ ضعيف الجامع الصغير (٢/ ١٣) حديث نمبر (١٤١٦).

❷ منهاج السنة (٤/ ١٠٧، ١٠٨) دراسة عن الفرق/ جلي ص (١٩٥).

❸ المقدمة / ابن خلدون ص (١٩٧). ❹ الفصل/ ابن حزم (٤/ ١٤٨)

❺ شرح نهج البلاغة (١١/ ٤٨، ٥٠) بحواله دراسة عن الفرق / د. احمد جلى ص (١٩٥، ١٩٦).

❻ دراسة عن الفرق ص (١٩٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اللہ ﷺ کو یہ حکم دیا ہے کہ لوگوں میں اپنا خلیفہ بنا دینے اور زمام خلافت سنبھالنے سے متعلق اللہ نے آپ کی طرف جو نازل کیا ہے آپ اس کی تبلیغ کر دیں، چنانچہ آپ نے حکم الٰہی کی تعمیل کیا اور امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ نامزد کر دیا۔ ❶

لیکن اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ آیات اور احادیث جن سے یہ لوگ ثبوت امامت کے لیے استدلال کرتے ہیں وہ غلط اور بے مطلب ٹھہریں، کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ''غدیر خم'' کے واقعہ تک علی رضی اللہ عنہ کی امامت کی نامزدگی نہ کی تھی۔

بہرحال مسئلہ امامت کے بارے میں امامیہ شیعہ کے نظریہ کی تردید کے لیے یہی بس ہے کہ اس مسئلہ میں عبداللہ بن سبا یہودی کے علاوہ اور کوئی سند نہیں ہے کہ جس نے سب سے پہلے یہی پروپیگنڈا کیا کہ امامت، نبی اکرم کی وصیت ہے اور وہ وحی کے ساتھ مربوط ہے، اگر آپ کے علاوہ کوئی اس پر فائز ہوتا ہے تو اس سے براءت کرنا اور اسے کافر جاننا ضروری ہے۔ شیعہ کتب مصادر کا اعتراف ہے کہ ابن سبا وہ پہلا شخص جس نے امامت علی کی فرضیت کا مسئلہ سب سے پہلے عام کیا اور آپ کے مخالفین سے براءت کا اظہار کیا، مخالفین سے کھل کر محاذ آرائی کی اور ان کی تکفیر کی۔ ❷ اس لیے کہ وہ یہودی تھا اور اس کا خیال تھا کہ یوشع بن نون موسیٰ علیہ السلام کے وصی ہیں اور جب مسلمان ہو گیا تو اس نے یہی بات علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں مشہور کر دی۔ ❸

اثنا عشری شیعہ اور عقیدۂ توحید:

امامت کا عقیدہ شیعی مذہب کی اساس اور ارکانِ دین میں شمار کیا گیا ہے، امام ان کے عقیدہ کا ایک لازمی جزء ہے، شیعہ حضرات اپنے بعض ائمہ کی طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ اس امت کا جو فرد بغیر کسی امام کے زندگی گزارتا ہے وہ گمراہی اور حیرانی کی زندگی گزارتا ہے اگر اس حالت میں اس کی موت ہو جائے تو جاہلیت کی موت ہوگی۔ ❹

دراصل امام کے تئیں ان کا تصور تمام مسلمانوں کے اپنے خلیفہ کے تصور سے بالکل مختلف ہے، چنانچہ تمام مسلمانوں کے نزدیک امام یا خلیفۃ المسلمین کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ وہ بھی زندگی گزارنے اور علوم و معارف کی حد تک عام انسانوں کی طرح ایک انسان ہے، اس کے اختیارات و کردار کا اجمالی تعارف بس اتنا ہے کہ وہ اللہ کی شریعت کا نافذ کرنے والا ہے وہ دوسرے انسانوں کی طرح خطا و انحراف کا شکار ہو سکتا ہے، اگر وہ حکم الٰہی کی مخالفت کرے تو اس سے معارضہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ مزید برآں یہ کہ خلیفہ کا انتخاب شورائی نظام کے مطابق مسلمانوں کی طرف سے ہوگا۔ ❺

---

❶ الحکومة الإسلامیة / الخمینی ص (٤٢، ٤٣) دراسة عن الفرق فی تاریخ المسلمین ص (١٩٦).

❷ رجال الکشی ص (١٠٨، ١٠٩) أصول مذهب الشیعة الإمامیة (٢/ ٧٩٢).

❸ أصول مذهب الشیعة الامامیة (٢/ ٧٩٢). ❹ دراسات فی الفرق و تاریخ المسلمین ص (١٩٧).

❺ النظام السیاسی فی الإسلام ... (٤٧١ / ٢٣٦)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جب کہ امام کے بارے میں شیعہ حضرات کا عقیدہ یہ ہے کہ ائمہ اس دنیا سے پہلے نور تھے، انھیں خلافت اقتدار کے ساتھ تکوینی خلافت بھی حاصل ہے، اس سلسلے میں انھوں نے علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک حدیث بھی منسوب کی ہے۔ ❶

عصر حاضر میں شیعہ کے ایک بڑے عالم دین کا کہنا ہے کہ امام کے لیے ولایت و حاکمیت کے ثبوت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ کے نزدیک اس کا جو مقام و مرتبہ ہے وہ اس سے عاری اور محروم ہو جاتا ہے، اسے آپ دنیا کے دیگر حکمرانوں پر قیاس نہ کریں، بلکہ امام کے لیے ''مقام محمود'' اور بہت اونچا درجہ ہے، اسے نظام کائنات پر خلافت حاصل ہے، اس کائنات کے تمام تر ذرات اس کے تابع و فرماں بردار ہیں۔ ہمارے مذہب کے واجبی عقائد میں یہ بات شامل ہے کہ ہمارے ائمہ کو اس قدر اعلیٰ مقام حاصل ہے جو کسی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل کو حاصل نہیں، ہم اپنی روایات و احادیث کے بموجب یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ رضی اللہ عنہم اس دنیا سے پہلے نورانی حالت میں تھے، یہ لوگ عرش الٰہی کو چاروں طرف سے گھیرے تھے اور اس نے انھیں وہ قربت اور مقام دے رکھا تھا جسے اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

جب کہ معراج والی روایت کے مطابق جبریل فرماتے ہیں کہ اگر میں ایک انگشت کے برابر بھی قریب ہوتا تو میں جل کر راکھ ہو جاتا، اسی طرح ائمہ علیہم السلام کا خود بیان ہے کہ ہم ایسے احوال و ادوار سے گزرتے ہیں جس کی طاقت نہ کوئی مقرب فرشتہ رکھتا ہے اور نہ کوئی نبی مرسل۔ ❷ پس چونکہ امام کے بارے میں ان کے خیالات انھیں بنیادوں پر قائم ہیں اس لیے ان کے نزدیک امام صرف شریعت الٰہی کو نافذ کرنے والا ہی نہیں بلکہ نظام کائنات کو چلانے پر بھی اسے اختیار حاصل ہے۔ پس علی رضی اللہ عنہ بحیثیت امام ملکوں اور انسانوں کے معاملات پر ایک شرعی حاکم مقرر کیے گئے ہیں، فرشتے اور تمام تر انسان آپ کے تابع و فرماں بردار ہیں، حتی کہ دشمن بھی آپ کے سامنے جھکا ہوا ہے، اس لیے کہ یہ سب کے سب حق کے تابع ہیں۔ ❸

ائمہ کے بارے میں مبالغہ پر مبنی اسی شیعی عقیدہ کا برا اثر اس شکل میں نمودار ہوا کہ انھوں نے اللہ کی وحدانیت پر کاری ضرب لگا دی چنانچہ اس اجمال کا تفصیلی بیان اس طرح ہے:

نصوص توحید کو ولایت ائمہ کے ثبوت میں پیش کرنا

سب سے پہلے جو چیز ہمیں حیرت میں ڈالتی ہے وہ یہ کہ جو قرآنی آیات اللہ واحد کی عبادت کا حکم دیتی ہیں ان کے معانی کو ان لوگوں نے علی اور دیگر ائمہ پر ایمان لانے کے حق میں تبدیل کر دیا ہے اور جو آیات شرک سے منع کرتی ہیں ان آیتوں سے ائمہ کی ولایت میں شرک مراد لیا ہے۔

---

❶ دراسات فی الفرق و تاریخ المسلمین ص (۱۹۸).

❷ الحکومة الإسلامیة / آیة اللہ الخمینی ص (۹۳، ۹٤). ❸ دراسة فی الفرق و تاریخ المسلمین ص (۲۰۰).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دلیل واستدلال:

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَ لَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَ اِلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ﴾ (الزمر: ٦٥) کے بارے میں ''الکافی'' ❶ میں جو کہ ان کے یہاں حدیث کی سب سے معتبر کتاب ہے اور تفسیر القمی ❷ میں جو کہ سب سے معتبر تفسیر ہے، نیز دیگر معتبر ترین کتب مراجع ومصادر میں اس آیت کی تفسیر و تشریح اس طرح کی گئی ہے کہ ''اگر تم نے ولایت میں ان (علی) کے علاوہ کسی کو شریک کیا۔'' ❸ اور بعض روایات میں اس طرح ہے کہ اگر تو نے اپنے بعد علی کی ولایت (امامت) کے ساتھ کسی دوسرے کو ولایت (امامت) کا حکم دیا تو تیرا عمل برباد ہو جائے گا۔ ❹ ''البرہان'' کے مصنف نے اس قرآنی آیت کی تفسیر کے ضمن میں چار روایات ذکر کی ہیں جو مذکورہ معانی پر مشتمل ہیں۔ ❺

ان لوگوں کے نزدیک اس آیت کریمہ کا سبب نزول یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے پاس اس بات کی وحی نازل فرمائی کہ علی رضی اللہ عنہ کو لوگوں کا مرجعِ خلائق بنادو، تو معاذ بن جبل نے خاموشی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کان بھر دیے اور کہا: علی کی ولایت میں اوّل اور دوم (یعنی ابوبکر و عمر) کو بھی شریک کر دیجیے تا کہ لوگ آپ کی بات سے مطمئن ہو جائیں اور آپ کی تصدیق کریں، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ﴾ (المائدة: ٦٧)

''اے رسول! پہنچا دے جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے۔''

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے شکایت کی، اور کہا کہ لوگ مجھے جھٹلا رہے ہیں اور میری بات نہیں مانتے، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَ لَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَ اِلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ﴾ (الزمر: ٦٥)

''اور بلاشبہ یقیناً تیری طرف وحی کی گئی اور ان لوگوں کی طرف بھی جو تجھ سے پہلے تھے کہ بلاشبہ اگر تو نے شریک ٹھہرایا تو یقیناً تیرا عمل ضرور ضائع ہو جائے گا۔''

تردید وابطال:

ان کے استدلال کی حقیقت یعنی آیت کریمہ میں تحریف اور اس کی تفسیر میں تغییر وتبدیل کی سازش کو آپ اسی وقت اچھی طرح سمجھ سکیں گے جب کہ میں ان کے متدل بہ آیت سے ماقبل اور مابعد کی آیتوں کو ایک ساتھ ذکر کروں، چنانچہ اس کی تفصیل یوں ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

---

❶ أصول الکافی (١/ ٤٢٧) نمبر (٧٦)۔ ❷ تفسیر القمی (٢/ ٢٥١)۔

❸ البرهان (٤/ ٨٣) تفسیر الصافی (٤/ ٣٢٨)۔

❹ یہ الفاظ کلینی کے ہیں جو الکافی میں ہیں، دیکھیے: أصول الشیعة (٢/ ٥١٩)۔

❺ أصول الشیعة (٢/ ٥١٩)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿ قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ۝۶۴ وَ لَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَ اِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۶۵ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝۶۶ ﴾ (الزمر: ٦٤،٦٦)

''کہہ دے پھر کیا تم مجھے غیر اللہ کے بارے میں حکم دیتے ہو کہ میں (ان کی) عبادت کروں اے جاہلو! اور بلاشبہ یقیناً تیری طرف وحی کی گئی اور ان لوگوں کی طرف بھی جو تجھ سے پہلے تھے کہ بلاشبہ اگر تو نے شریک ٹھہرایا تو یقیناً تیرا عمل ضرور ضائع ہو جائے گا اور تو ضرور بالضرور خسارہ اٹھانے والوں سے ہو جائے گا۔ بلکہ اللہ ہی کی پھر عبادت کر اور شکر کرنے والوں سے ہو جا۔''

پس آیت کریمہ کے سیاق و سباق سے یہ واضح ہے کہ اس کا تعلق اللہ کی عبادت میں وحدانیت کے اقرار و عمل سے ہے، لیکن انھوں نے معاملہ کو بالکل الٹ دیا اور آیت کریمہ کو علی رضی اللہ عنہ سے جوڑ دیا حالانکہ اس میں آپ کا سرے سے کوئی ذکر نہیں ہے، بالفاظ دیگر انھوں نے علی کو اللہ کے اور ولایت و امامت کو عبادت کے قائم مقام ٹھہرایا ہے، جب کہ آیت کریمہ کا معنی و مدلول بالکل واضح ہے اور ان لوگوں کی بے بنیاد تاویل اور حقیقی معنی کے درمیان کوئی ادنیٰ تعلق بھی نہیں ہے۔ [1]

آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین سے ان الفاظ میں خطاب کرنے کا حکم اس وقت دیا جب انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دلیل دے کر بتوں کی پرستش کی طرف بلایا کہ یہی تمھارے آباء واجداد کا بھی دین رہا ہے۔ [2]

چنانچہ آیت کریمہ کا معنی یہ ہے کہ اے نبی! آپ اپنی قوم کے مشرکوں سے کہہ دیجیے کہ اے اللہ سے ناواقف لوگو! تم لوگ مجھے غیر اللہ کی عبادت کا حکم دیتے ہو، جب کہ اس ذات واحد کے علاوہ کسی کی عبادت جائز نہیں اور چونکہ غیر اللہ کی عبادت کا حکم جاہلوں اور بے وقوفوں کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں دے سکتا، اس لیے انھیں اسی وصف کے ساتھ مخاطب کرتے ہوئے ﴿ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ۝۶۴ ﴾ (الزمر: ٦٤) کہا، پھر اس کے بعد فرمایا کہ اس نے اپنے اس نبی اور جو اس سے پہلے انبیاء آئے سب کے پاس یہ وحی نازل فرمائی کہ اگر تم نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو بلاشبہ تیرا عمل ضائع ہو جائے گا۔ یہاں شرک کی ہلاکت خیزی اور اس کی مذمت کا ایک اچھوتا انداز بیان ہے، بایں طور کہ جس شخص کے بارے میں یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ شرک کے قریب پھٹکے گا اسے شرک سے روکا جا رہا ہے۔ پھر بھلا جسے اس میں واقع ہو جانے کا پورا اندیشہ ہو اس کے بارے میں اس شرک کے تئیں کیا حکم ہوگا، آگے اللہ نے فرمایا: ﴿ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ ﴾ ''اللہ کی عبادت کر'' یعنی مشرکین جس کی عبادت کی طرف بلا رہے ہیں ان کی عبادت نہ کر کے اللہ واحد کی عبادت کر۔ [3]

---

[1] أصول الشيعة الإمامية (٢/ ٥٢٠). [2] تفسير ابن كثير (٤/ ٦٧) تفسير بغوى (٤/ ٢٨٤).
[3] تفسير طبرى (٢٤/ ٢٤) تفسير قرطبى (١٥/ ٢٧٦، ٢٧٧) روح المعانى (٢٤/ ٢٣، ٢٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بہر حال آپ دیکھ رہے ہیں کہ آیت کریمہ کا معنی و مطلب بالکل واضح ہے، کوئی نفس پرست اور بدنیت ہی ہوگا جس کی نفس پرستی اور بدنیتی نے اس کی بصیرت کو چھین لی ہو اور وہ حق دیکھنے سے اندھا ہو گیا ہو۔ وہی اسے نہ سمجھے، پس یہ گروہ جس نے مذکورہ روایات کو گھڑا ہے اس کی پوری کوشش اور کل مقصد صرف یہ ہے کہ امامتِ علی کے متعلق اس کا جو دعویٰ ہے اس کی سند قرآن سے ثابت کردے، اگر چہ اس کے لیے قرآنی آیات میں تحریف ہی کیوں نہ کرنی پڑے۔ اس طرح یہ قوم اندھے جانور کی مانند اِدھر اُدھر بھٹک رہی ہے اسے اپنے دعویٰ کے ثبوت و استدلال میں سرے سے کوئی بنیاد نہیں مل رہی ہے، نہ لغت سے اور نہ عقلی طور پر چہ جائیکہ دین اور شریعت سے اسے ثابت کیا جائے۔

اسی طرح مذکورہ شان نزول سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا پہلو ظاہر ہوتا ہے، بایں طور کہ آپ کو ایسے آدمی کی شکل میں پیش کیا گیا ہے جو اپنی قوم سے خوف کھا رہا ہو اور اپنے رب کے حکم کی تعمیل میں پس وپیش میں پڑا ہوا ہو، یہاں تک کہ جب آپ کو تمام اعمال کی بربادی کی دھمکی دی گئی تب آپ اپنے خوف و گھبراہٹ کے موقف سے باز آئے۔ ❶

قبولیت عمل کا دارومدار ولایت علی رضی اللہ عنہ کے اقرار پر ہے:

روافض کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان علی رضی اللہ عنہ کو نشان قرار دیا ہے، جو آپ کی ولایت کا اعتراف کرے وہ مومن اور جو آپ کے اس منصب کا انکار کرے وہ کافر ہے، اور جو اس سے ناواقف رہے وہ گمراہ ہے اور جس نے ان کے ساتھ کسی کو شریک کیا وہ شرک ہے اور جس نے ان کی ولایت (امامت بلا فصل) کو مانا وہ جنت میں داخل ہوا۔ ❷

یہ لوگ کہتے ہیں جس نے ہماری ولایت کا اقرار کیا پھر اسی پر اس کی موت ہوگئی تو اس کی نماز، روزہ، زکوۃ اور حج مقبول ہے اور اگر اللہ کے سامنے ہماری ولایت کا اعتراف نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے کسی عمل کو قبول نہیں فرمائے گا۔ ❸

ان کا یہ بھی نظریہ ہے کہ جبریل علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: اے محمد سلام، آپ کو سلام کہتا ہے، اور کہتا ہے کہ میں نے ساتوں آسمانوں اور ان کے درمیان رہنے والی چیزوں کو پیدا کیا اور ساتوں زمینوں اور ان پر جو چیزیں رہتی ہیں ان کو پیدا کیا، لیکن ''رکن'' اور ''مقام'' ❹ سے زیادہ محترم میں نے کوئی جگہ نہیں بنائی، لیکن اگر زمینوں اور آسمانوں کی تخلیق کے وقت ہی سے کوئی شخص اس مقام پر مجھے پکارتا رہے اور میرے پاس اس حالت میں آئے کہ ولایت (علی) کا اقرار و اعتراف کرنے والا نہ ہو تو میں اسے اوندھے منہ جہنم میں ڈال دوں گا۔ ❺

تردید و ابطال:

مذکورہ روایات کے علاوہ اس معنی کی اور بھی متعدد روایات ہیں لیکن وہ تمام تر روایتیں یکسر باطل ہیں اور کوئی

❶ أصول الشيعة الإمامية (٢/ ٥٢٢).
❷ أصول الكافی (١/ ٤٣٧).
❸ أمالي الصدوق ص (١٥٤، ١٥٥).
❹ رکن: حجر اسود اور مقام سے مقام ابرہیم مراد ہے۔
❺ بحار الأنوار (٢٧/ ١٦٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بھی صحیح نہیں، ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، ہمارے لیے تو بس اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، وہی پہلا اور آخری فیصل اور تمام تر اختلافات کے لیے مرجع خلائق ہے اور اس میں ان لوگوں کے دعویٰ کی کوئی چیز نہیں، قرآن کریم کا تو یہ کہنا ہے کہ اعمال کی قبولیت کا دارومدار توحید پر ہے اور بربادی ومحرومی کا سبب شرک ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ﴾ (المائدة: ۷۲)

''بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو بھی اللہ کے ساتھ شریک بنائے سو یقیناً اس پر اللہ نے جنت حرام کردی اور اس کا ٹھکانا آگ ہے۔''

اور فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ (النساء: ۴۸)

''بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کا شریک بنایا جائے اور وہ بخش دے گا جو اس کے علاوہ ہے، جسے چاہے گا۔''

تو اس باب میں شیعہ حضرات کی جو بھی مبالغہ آرائیاں ہیں قرآن ان کی زبردست تردید کرتا ہے۔ اللہ نے فرمایا:

﴿مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۶۲﴾ (البقرة: ۶۲)

''جو بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا تو ان کے لیے ان کا اجران کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔''

آپ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایمانیات یا اخروی نجات کے ضمن میں کہیں بھی ''ولایت'' کا ذکر نہیں کیا۔ اسی طرح سورۃ المائدۃ (آیت نمبر ۶۹) میں بھی بالکل واضح بات فرمائی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۶۹﴾ (المائدة: ۶۹)

''جو بھی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیا تو ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔''

یہ تو ہیں قرآنی آیات کی تعلیمات، اور شیعہ حضرات کا عقیدہ یہ ہے کہ بارہ اماموں کی ولایت کا اقرار و اعتراف نماز اور دیگر ارکان اسلام سے بڑھ کر ہے، جب کہ تقریباً اسّی (۸۰) مقامات پر نماز کا ذکر مختلف انداز میں بہت صراحت کے ساتھ ہوا ہے، لیکن ''ولایت'' کا ذکر کہیں ایک مرتبہ بھی نہیں ہوا، تو کیا اللہ جل شانہ اپنے بندوں کو گمراہ کرنا چاہتا ہے، یا انھیں اپنی ذات تک رسائی کے لیے کوئی راستہ نہیں بتایا، یہ تو بہت بڑا بہتان ہے:

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ﴾

(التوبة: ۱۱۵)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''اور اللہ کبھی ایسا نہیں کہ کسی قوم کو اس کے بعد گمراہ کر دے کہ انھیں ہدایت دے چکا ہو، یہاں تک کہ ان کے لیے وہ چیزیں واضح کر دے جن سے وہ بچیں۔''

خود ان کی روایات میں ان کے اس عقیدہ کی تردید موجود ہے، اگرچہ ان کے تقیے اور تاویلیں اس طرح کی معتدل تحریروں کو آنکھوں سے غائب کر دینے سے نہیں چوکتیں، پھر بھی میں اس امید پر اسے ذکر کر رہا ہوں کہ شاید کوئی عقل مند اس سے عبرت پکڑ لے، یا غافل ہوش میں آجائے، یا سونے والا بیدار ہو جائے اور جھگڑالو پر اسی کی کتاب سے حجت تمام ہو جائے اور اسے معلوم ہو جائے کہ خود ہماری تحریروں میں تناقض موجود ہے۔ چنانچہ تفسیر فرات میں علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت فرماتے ہوئے سنا جب کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

﴿قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾ (الشوری: ۲۳)

''کہہ دے میں تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں مانگتا مگر رشتہ داری کی وجہ سے دوستی۔''

کہ جبریل علیہ السلام نے کہا: اے محمد ہر دین کی ایک اصل اور اساس ہے اور اس کے فروعات وستون ہیں، مذہب اسلام کے اساس اور اس کا بنیادی ستون ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه'' کا اقرار ہے اور اس کی فروعات وستون تم اہل بیت کی محبت اور حق کی تائید وموافقت کی صورت میں تمھارا ساتھ دینا ہے۔ ❶

آپ سوچ سکتے ہیں کہ تفسیر فرات کی یہ عبارتیں ان کے عقیدہ پر مبنی روایات کی مکمل تردید کرتی ہیں اور یہ بتاتی ہیں کہ دین کی اساس کلمۂ توحید کی شہادت ہے نہ کہ ولایت ائمہ کا اقرار اور اہل بیت کی محبت فرع ہے کہ جن کی تائید وحمایت حق پرستی کے ساتھ مشروط ہے۔ ❷

ائمہ، اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں

امامیہ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ بارہ نامزد ائمہ اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں۔ چنانچہ مجلسی اپنے ائمہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ''یہ لوگ رب اور انسانوں کے درمیان پردہ کی طرح حائل ہیں، یہ اللہ اور اس کی مخلوقات کے درمیان واسطہ ہیں۔'' ❸ مجلسی نے اس موضوع کے تحت اس نام سے ایک باب باندھا ہے کہ ''لوگ ائمہ کے بغیر ہدایت پا نہیں سکتے، وہ اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں جو ان کا اعتراف واقرار نہ کرے گا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔'' ❹

اور ''عقائد امامیہ'' نامی کتاب میں ہے کہ بارہ نامزد ائمہ اللہ کے دروازے اور اس تک پہنچنے کے راستے ہیں، ان کی مثال کشتی نوح کی سی ہے کہ جو اس پر سوار ہوا وہ نجات پا گیا اور جو پیچھے رہ گیا وہ غرق آب ہوا۔ ❺

---

❶ تفسیر فرات ص (۱۴۸، ۱۴۹) بحار الأنوار (۲۳/ ۲۴۷).

❷ أصول الشیعة الإمامیة (۲/ ۵۳۵). ❸ بحار الأنوار (۲۳/ ۹۷).

❹ بحار الأنوار (۲۳/ ۹۷). ❺ عقائد الأمامیة / المظفر ص (۹۸، ۹۹).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شیعہ کتب مصادر و مراجع میں توحید اور ائمہ کے متعلق تین اور مسائل

ا۔ ہدایت کا دار و مدار ائمہ پر ہے:

ان کے اپنے نظریہ کے مطابق ابوعبداللہ کا کہنا ہے کہ لوگ ایک بڑی مشکل سے دوچار ہیں، اگر ہم ان کو بلائیں تو وہ ہماری بات نہیں مانیں گے اور اگر ہم انھیں چھوڑ دیں تو وہ ہمارے بغیر ہدایت نہیں پا سکتے۔ ❶

ایک دوسری شیعی روایت میں ہے کہ ابوجعفر کا بیان ہے کہ ہماری ہی وجہ سے اللہ کی عبادت اور ہمارے ہی ذریعے سے اللہ کی معرفت ہوئی اور ہمارے ہی ذریعے سے اللہ کی وحدانیت کا اقرار کیا گیا۔ ❷

یہ عبارتیں امت مسلمہ سے ہدایت کی نفی تو نہیں کرتیں، لیکن اس کا منبع و اختیار ائمہ کو دیتی ہیں، جب کہ حق بات یہ ہے کہ ہدایت بمعنی حق تک رسائی دینا صرف اللہ کی ذات کے ساتھ خاص ہے، اس کا اور کوئی مالک نہیں وہی دلوں اور نگاہوں کو پھیرنے والا ہے اور وہی انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہوتا ہے، اور صرف اسی کی ہستی ہے کہ جب کسی چیز سے کہتا ہے ''ہو جا'' تو وہ چیز ہو جاتی ہے۔ بہرحال شیعہ حضرات مذکورہ عبارتوں سے بلا کسی قید و احتراز کے استدلال کرتے ہوئے اپنے ائمہ کو مسئلہ ہدایت میں اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں، حالانکہ تنہا وہی ذات باری تعالیٰ ہادی ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ ❸ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ۟ ﴾ (الکہف: ۱۷)

''جسے اللہ ہدایت دے سو وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے گمراہ کر دے، پھر تو اس کے لیے ہرگز کوئی رہنمائی کرنے والا دوست نہ پائے گا۔''

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا:

﴿ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ (القصص: ۵۶)

''بے شک تو ہدایت نہیں دیتا جسے تو دوست رکھے اور لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔''

ہدایت بمعنی حق کا راستہ دکھانا تو یہ انبیائے کرام اور احسان کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے تمام انسانوں کی ذمہ داری ہے۔ یہ بارہ نامزد اماموں کے ساتھ خاص نہیں ہے، اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْۤ اَدْعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ ؔ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِيْ ؕ ﴾ (یوسف: ۱۰۸)

''کہہ دے یہی میرا راستہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، پوری بصیرت پر، میں اور وہ بھی جنھوں نے میری پیروی کی ہے۔''

---

❶ أمالي الصدوق ص (۲۶۳). ❷ بحار الأنوار (۲۳/ ۱۰۳).
❸ أصول الشيعة الإمامية (۲/ ۵۴۰).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پس مطلقاً یہ کہہ دینا کہ اللہ کے بندوں کو ہدایت دینا انھیں بارہ ائمہ پر منحصر ہے، دراصل اللہ کی شان میں گستاخی اور اس پر زبان درازی ہے۔ ❶

۲۔ قبولیت دعا کے لیے ائمہ کے ناموں کا واسطہ ضروری ہے:

ان لوگوں کا کہنا ہے کہ جس نے ائمہ کے ناموں کا واسطہ دیے بغیر دعا کی وہ کامیاب نہیں ہوگا اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ ہلاک ہوا، چنانچہ بعض شیعی روایات میں ان کے ائمہ کے حوالے سے آیا ہے کہ انھوں نے کہا جس نے ہمارے واسطے سے اللہ سے دعا کی وہ کامیاب ہوا اور جس نے ہمارے علاوہ دوسروں کے واسطہ سے دعا کی تو وہ خود ہلاک ہوا اور ہلاکت کو دعوت دی۔ ❷ اور اس باب میں ان کی جرأت اس حد تک پہنچ گئی کہ انھوں نے کہہ دیا کہ انبیاء تک کی دعائیں ائمہ کے توسل اور شفارس کے بعد قبول ہوئیں۔ ❸

یہ ہے اللہ پر روافض کی کذب بیانی اور بہتان تراشی، حالانکہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ ﴾ (الاعراف : ۱۸۰)

''اور سب سے اچھے نام اللہ ہی کے ہیں، سو اسے ان کے ساتھ پکارو۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ اسے بارہ ائمہ کے ناموں کے واسطہ سے پکارو، یا ان کی جائے ولادت، یا مزارات و مشاہد کے واسطوں سے ہم سے دعا مانگو۔ اسی طرح فرمایا:

﴿ وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ ﴾ (غافر : ۶۰)

''اور تمھارے رب نے فرمایا مجھے پکارو، میں تمھاری دعا قبول کروں گا۔''

پس اگر قبولیت دعا کے لیے ائمہ کے ناموں کا واسطہ دینا ضروری ہوتا تو اللہ اس طرح کہتا کہ تم مجھے ائمہ کے ناموں کے ذریعے سے پکارو، میں تمھاری دعا قبول کروں گا۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ روافض نے قبولیت دعا کے لیے جو یہ جھوٹا اسلوب اختیار کیا ہے اس سے حقیقت میں دعا واپس لوٹا دی جاتی ہے، کیونکہ دعا میں اخلاص اس کی قبولیت کی اساس ہے۔ اللہ کا فرمان ہے:

﴿ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝۱۴ ﴾ (غافر : ۱۴)

''پس اللہ کو پکارو، اس حال میں کہ دین کو اسی کے لیے خالص کرنے والے ہو، اگرچہ کافر برا مانیں۔''

اور فرمایا:

﴿ وَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ ﴾ (الاعراف : ۲۹)

''اور اس کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے اس کو پکارو۔''

واضح رہے کہ ان آیات میں انسانوں کو مخاطب کیا گیا ہے اور ائمہ بھی انسانوں ہی میں سے ہیں، نیز فرمایا:

---

❶ أصول الشيعة الإمامية (۲/ ۵٤۰). ❷ وسائل الشيعة (٤/ ۱۱٤۲).

❸ بحار الأنوار (۲٦/ ۳۱۹).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ (الاعراف: ۱۹۴)

"بے شک جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمھارے جیسے بندے ہیں، پس انھیں پکارو تو لازم ہے کہ وہ تمھاری دعا قبول کریں، اگر تم سچے ہو۔"

ان تمام آیات میں اللہ تعالیٰ نے کہیں بھی اپنی عبادت اور دعا کے لیے اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان کسی بھی ولی یا مقرب فرشتے یا نبی مرسل کو واسطہ بنانے کا کوئی حکم نہیں دیا، بلکہ یہ سب کے سب اللہ کے بندے ٹھہرے، فرمایا:

﴿لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ﴾

(النساء: ۱۷۲)

"مسیح ہرگز اس سے عار نہ رکھے گا کہ وہ اللہ کا بندہ ہو اور نہ مقرب فرشتے ہی۔"

اور فرمایا:

﴿اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴾ (مریم: ۹۳)

"آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے وہ رحمان کے پاس غلام بن کر آنے والا ہے۔"

رہا ان کا یہ دعویٰ کہ انبیاء علیہم السلام تک نے ان کے ائمہ کے ناموں کی دہائی دے کر اللہ سے دعائیں کیں تب انھیں قبولیت ملی، سو یہ بالکل غلط ہے۔ انبیاء علیہم السلام نے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کو اس کے ناموں اور اس کی وحدانیت کے واسطے سے پکارا ہے، دیکھیے ایوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کا توسل پکڑ رہے ہیں اور اللہ کو اس کے "ارحم الراحمین" کے واسطے سے پکار رہے ہیں:

﴿وَ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۸۳﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّ اٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ ذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۴﴾﴾ (الانبیاء: ۸۳، ۸۴)

"اور ایوب، جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ بے شک میں، مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم والا ہے۔ تو ہم نے اس کی دعا قبول کر لی، پس اسے جو بھی تکلیف تھی دور کر دی اور اسے اس کے گھر والے اور ان کے ساتھ ان کی مثل (اور) عطا کر دیے، اپنے پاس سے رحمت کے لیے اور ان لوگوں کی یاد دہانی کے لیے جو عبادت کرنے والے ہیں۔"

جب کہ یونس علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو اس کی وحدانیت کا واسطہ دیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ ذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَ نَجَّيْنٰهُ مِنَ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الْغَمِّ ۭ وَ كَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾ (الانبیاء: ۸۷، ۸۸)

''اور مچھلی والے کو، جب وہ غصے سے بھرا ہوا چلا گیا، پس اس نے سمجھا کہ ہم اس پر گرفت تنگ نہ کریں گے تو اس نے اندھیروں میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، یقیناً میں ظلم کرنے والوں سے ہو گیا ہوں۔ تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے غم سے نجات دی اور اسی طرح ہم ایمان والوں کو نجات دیتے ہیں۔''

نیز آدم اور ان کی بیوی حواء علیہما السلام نے جن الفاظ میں اللہ سے دعا کی تھی وہ اسی نوعیت کی تھی:

﴿ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ ﴾

(الاعراف: ۲۳)

''دونوں نے کہا اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں نہ بخشا اور ہم پر رحم نہ کیا تو یقیناً ہم ضرور خسارہ پانے والوں سے ہو جائیں گے۔''

پس شیعہ حضرات کا مذکورہ دعویٰ اسلام کی نظر میں بالکل باطل ہے، معاً شیعہ کتب مراجع ومصادر میں ہمیں خود ان ائمہ کی ایسی دعائیں ملتی ہیں جن میں ان کے استعمال کردہ الفاظ اس دعویٰ کے بالکل مخالف ہیں، تقریباً تمام ہی ائمہ سے دعا اور ذکر واذکار کے بارے میں ضرور ہی کچھ نہ کچھ ایسے الفاظ پائے جاتے ہیں جو اس دعویٰ کے خلاف ہیں۔ ان بیشتر دعاؤں کو مجلسی نے بحار الانوار میں لکھا ہے۔ ❶

۳۔ مزاروں اور درگاہوں کی زیارت حج بیت اللہ سے افضل ہے:

ان لوگوں کا خیال ہے کہ خانہ کعبہ کے بالمقابل ائمہ کے مزاروں اور درگاہوں کی زیارت کرنا زیادہ افضل ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ثقہ حضرات نے مجھ سے بتایا کہ ان میں کچھ شیعہ حضرات ایسے ہیں جو مزاروں کی زیارت کو بیت عتیق (خانہ کعبہ) کی زیارت سے زیادہ افضل مانتے ہیں، گویا وہ شرک کو وحدانیت کے مقابلے میں افضل قرار دیتے ہیں اور اگر ایسا حقیقت میں ہے تو یہ طاغوت پر سب سے بڑا ایمان ہے۔ ❷ چنانچہ ''الکافی'' وغیرہ میں ہے کہ قبر حسین کی زیارت کا ثواب بیس (۲۰) حج کے برابر ہے اور بیس عمرہ وحج سے افضل ہے۔ ❸

اسی طرح من گھڑت شیعی روایات عرفہ کے دن قبر حسین کی زیارت کو ایک مخصوص فضیلت دیتی ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص عید کے علاوہ کسی بھی دن عظمتِ حسین کا حق پہچانتے ہوئے آپ کی قبر کی زیارت کے لیے آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بیس عمرہ اور حج مبرور ومقبول کا ثواب عطا فرمائے گا اور جو شخص عید کے دن قبر حسین کی زیارت کرتا ہے اسے سو حج اور سو عمروں کا ثواب عطا فرمائے گا اور جو شخص عرفہ کے دن آپ کی عظمت کا حق پہچانتے ہوئے آپ کی قبر پر آتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ایک ہزار مقبول ومبرور حج اور عمرہ اور ایک نبی یا امام عادل کے ساتھ جہاد

❶ أصول الشيعة الامامية (۲/ ۵٤٥). ❷ منهاج السنة (۲/ ۱۲٤).

❸ ثواب الأعمال / أبن بابويه ص (۵۲) تهذيب الأحكام / طوسى (۲/ ۱٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں ایک ہزار شرکت کا ثواب عطا فرماتا ہے۔ ❶

ان کے یہاں قبر حسین کی زیارت صرف حج ہی سے افضل نہیں بلکہ تمام اعمال خیر سے افضل ہے۔ چنانچہ ایک شیعی روایت میں ہے کہ قبر حسین کی زیارت تمام اعمال خیر سے افضل ہے۔ ❷ اور دوسری روایت میں ہے کہ محبوب ترین اعمال میں سے قبر حسین کی زیارت بھی ہے۔ ❸

یہ ہیں وہ عقائد باطلہ جن میں اسلامی شریعت کو بھلایا جا رہا ہے اور قبروں ومزارات کا زبردست اہتمام کیا جا رہا ہے اور یہ ہیں شیعہ حضرات جو محض اپنے اوہام اور شیطانی وحی کی بنا پر قبروں کی زیارت کو بلا کسی دلیل کے سب سے افضل کام بتاتے ہیں، تاکہ جسے اللہ نے مشروع نہیں کیا ہے اسے مشروع کر دیں۔ ❹ ان حضرات نے قبروں کی زیارت کو اپنے مذہب کے فرائض میں رکھا ہے اور حج بیت اللہ کی طرح زیارت مزارات کے لیے بھی اصول وشرائط اور آداب وضع کیے ہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے بزرگ ومعتمد عالم دین ابن النعمان نے جو ''المفید'' کے نام سے معروف ہے ''مناسک الشاہد'' کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی ہے، جس میں انھوں نے اللہ کی مخلوقات کی قبروں کی زیارت کو حج بیت اللہ الحرام کے مثل ٹھہرایا ہے، وہ بیت حرام کہ جو اللہ کی عبادت کے لیے روئے زمین پر سب سے پہلے بنایا گیا اور جس کے علاوہ کسی کا طواف درست نہیں ٹھہرایا گیا، نہ اس کے علاوہ کسی دوسرے مکان پر قبلہ بنانے اور نہ حج کرنے کا حکم دیا گیا۔ ❺

اگر آپ زیارت ومزارات سے متعلق شیعی کتب مصادر ومراجع کا مطالعہ کریں تو آپ ایک سے ایک حیرت انگیز باتیں اور اسلام سے انحراف کی شکلیں نظر آئیں گی، تفصیلی معلومات کے لیے ''أصول مذهب الشيعة الامامية'' نامی کتاب کا مطالعہ کافی مفید ہوگا۔

سچائی یہ ہے کہ تمام مسلمانوں کا ایک ہی کعبہ وقبلہ ہے، وہ اپنی نمازوں اور دعاؤں میں اسی کی طرف رخ کرتے ہیں، اسی کا حج اور طواف کرتے ہیں، رہے شیعہ حضرات تو ان کے نزدیک ان کے اماموں کی قبریں ہی زیارت گاہ اور حج کی جگہیں ہیں، جب کہ یہ سب جگہیں اور وہاں پر کیے جانے والے کام اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک ممنوع اور حرام ہیں اور ہر وہ کام جو اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک ممنوع اور حرام ہو وہ بہرحال مذموم ہے، اسے کوئی شیعہ انجام دے یا سنی۔

یہ بات دین سے ثابت ہے کہ درگاہوں اور مزارات کی زیارت سے متعلق ان لوگوں نے جو کچھ گڑھ رکھا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم نہیں دیا ہے اور نہ ہی انبیاء وصالحین کی قبروں کے پاس کسی عبادت کی اجازت دی

❶ فروع الكافي / الكليني (١/ ٣٢٤) من لا يحضره الفقيه / ابن بابويه (١/ ١٨٢).
❷ كامل الزيارات ص (١٤٦) أصول الشيعة الامامية (٢/ ٥٦١).
❸ أصول الشيعة الامامية (٢٠/ ٤٦١). ❹ أصول الشيعة الامامية (٢٠/ ٥٦١).
❺ أصول الشيعة الأمامية (٢/ ١٧٥) مجموع الفتاوى (١٧/ ٤٩٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے، بلکہ یہ تو ان مشرکین کا دین ہے جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے:

﴿ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ﴿٢٣﴾ ﴾ (نوح: ٢٣)

''اور انھوں نے کہا تم ہرگز اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا اور نہ کبھی وڈ کو چھوڑنا اور نہ سواع کو اور نہ یغوث اور یعوق اور نسر کو۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ فرماتے ہیں:

''یہ پانچوں قوم نوح کے نیک آدمیوں کے نام تھے، جب یہ مر گئے تو شیطان نے ان کے عقیدت مندوں سے کہا کہ ان کی تصویریں بنا کر تم اپنی مجلسوں میں رکھ لو تا کہ ان کی یاد تازہ رہے، چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا، اور ان کے زمانوں تک ان کی عبادت نہیں کی گئی، لیکن جب تصویریں بنانے والے فوت ہو گئے اور اس کی حقیقت بعد والی نسلوں کے سامنے نہ رہی تو ان کی عبادت کی جانے لگی۔'' ❶

بہرحال یہ سب تو حبّ علی کے دعوے داروں کا کردار ہے، لیکن خود علی رضی اللہ عنہ ابوالہیاج اسدی کو اس سے منع فرماتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ کیا تم کو اس مہم پر نہ بھیجوں جس پر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا:

((اَنْ لَّا تَدَعَ تِمْثَالًا اِلَّا طَمَسْتَهُ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّيْتَهُ .)) ❷

''تم تمام نصب کنندہ تصویر کو مٹا دینا اور جو بھی ابھری ہوئی قبر ملے اسے برابر کر دینا۔''

اس معنی و مفہوم کا اعتراف خود بعض شیعی روایات کو بھی ہے، چنانچہ کلینی ابوعبداللہ سے روایت کرتا ہے کہ امیر المومنین نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ کہہ کر مدینہ بھیجا:

((لَا تَدَعْ صُوْرَةً اِلَّا مَحَوْتَهَا وَلَا قَبْرًا اِلَّا سَوَّيْتَهُ .)) ❸

''کسی بھی تصویر کو دیکھنا تو اسے مٹا دینا اور قبر کو دیکھنا تو اسے برابر کر دینا۔''

ابوعبداللہ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر نماز پڑھنے، اس پر بیٹھنے اور اس پر عمارت تیار کرنے سے منع فرمایا۔ ❹

ابوعبداللہ ہی کا کہنا ہے کہ قبروں پر عمارت نہ بناؤ، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حرام ٹھہرایا ہے۔ ❺

اور یہی ابوعبداللہ اپنے آباء کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو چونا گچ کرنے سے منع فرمایا۔ ❻

---

❶ صحیح البخاری مع الفتح (٨/ ٦٦٨) امام البانی فرماتے ہیں: یہ روایت موقوف ہے لیکن مرفوع کے حکم میں ہیں، دیکھیے: شرح العقیدة الطحاویة ص (٨٠). ❷ صحیح مسلم / الجنائز حدیث نمبر (٩٦٩).

❸ فروع الکافی (٢/ ٢٢٧) وسائل الشیعة (٢/ ٨٦٩). ❹ تهذیب الأحکام/ طوسی (١/ ١٣٠).

❺ تهذیب الأحکام / طوسی (١/ ١٣٠) المحاسن / البرقی ص (٦١٢).

❻ من لا یحضره الفقیه (٢/ ١٩٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شیعی عالم ''الحر العاملی'' ابوعبداللہ کی مذکورہ روایات پر نوٹ لکھتے ہوئے کہتے ہیں: یہ ممانعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر ائمہ شیعہ کی قبروں کے علاوہ کے لیے ہے، مزید یہ کہ ممانعت والی روایت میں ''کرہ'' کا لفظ تحریم کے لیے نہیں، تنزیہ کے لیے ہے۔ ❶

جب کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ مذکورہ روایات میں عموم کا صیغہ بالکل واضح ہے اور تحریم کی دلالت بھی بالکل صاف ہے۔ عاملی کے پاس اس بات کے علاوہ کوئی دلیل نہیں ہے کہ اس کی گروہ کے کچھ لوگوں کے عقیدہ کا یہ ایک حصہ ہے، اور ان کی روایات میں اس کا تذکرہ ہے اور بس۔ حالانکہ شذوذ وتفرد خود بطلان کی دلیل ہے، کیونکہ وہ کتاب اللہ، سنت رسول اور اجماع امت کہ جس میں اہل بیت بھی شامل ہیں اور جن سے ممانعت کے اقوال ثابت ہیں، کے خلاف آیا ہے۔ یہ حرمت اس طرح بھی موکد ہے کہ اس سے شرک تک پہنچنے کے راستے ہموار ہوتے ہیں، مزید برآں اس حرمت میں ایک حکمت اور مصلحت پوشیدہ ہے یعنی وسیلۂ شرک کا خاتمہ، اس میں کسی کی قبر کی تفریق نہیں ہے، بلکہ ائمہ وصلحاء کی قبروں سے اس خطرناکی میں واقع ہونے کا زیادہ اندیشہ اور امکان ہے چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ اولیاء وصلحاء کی عقیدت میں غلو ہی سے شرک کی بنیاد پڑی۔ ❷

۴۔ ائمہ کو تحلیل وتحریم کا حق حاصل ہے:

امامیہ شیعہ کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) علی اور فاطمہ کو پیدا کیا، یہ لوگ ایک ہزار سال زندہ باقی رہے، پھر اللہ نے کائنات کی بقیہ مخلوقات کو پیدا کیا اور ان لوگوں کو ان مخلوقات کا مشاہدہ کرایا، اور ان کی اطاعت دیگر مخلوقات پر لازم کردی، ساری مخلوق کے امور ومعاملات کو ان کے حوالے کردیا، اب وہ لوگ جو چاہتے ہیں حلال کرتے ہیں اور جو چاہتے ہیں حرام کرتے ہیں۔ ❸

شیعہ بزرگ عالم مجلسی نے اس عبارت کی تشریح میں لکھا ہے کہ ان کی اطاعت دیگر مخلوقات پر لازم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تمام چیزوں حتّٰی کہ زمین وآسمان کی تمام تر جمادات پر ان لوگوں کی فرماں برداری وتابع داری کو واجب کردیا گیا، مثلاً چاند کا دوٹکڑے ہونا، درخت کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا، کنکریوں کا تسبیح کرنا وغیرہ ان کی تابعداری ہی کا مظاہرہ تھا اور ساری مخلوق کے امور ومعاملات کو ان کے حوالے کردیا یعنی انھیں تحلیل وتحریم اور عطا کرنے یا روک لینے کا حق دے دیا۔ ❹

شیعہ علامہ مفید نے ''الاختصاص'' میں اور مجلسی نے ''بحار الانوار'' میں ابوجعفر کے حوالے سے اسی بات کو صریح لفظوں میں اس طرح لکھا ہے کہ جس کے لیے ہم نے ظالموں کا مال حلال کردیا❺ اور وہ اسے کرگزرا تو

❶ أصول الشیعة الامامیة (۲/ ۵۸٤). ❷ تیسر العزیز الحمید ص (۳۰۵).

❸ أصول الکافی (۱/ ٤٤۱) بحار الأنوار (۲۵/ ۳٤۰). ❹ بحار الانوار (۲۵/ ۳٤۱، ۳٤۲).

❺ شیعہ عقائد کے مطابق ظالموں سے مراد اسلامی دور حکومت کے خلفاء ہیں، البتہ امیر المومنین علی اور حسن رضی اللہ عنہما اس سے مستثنیٰ ہیں، اس لیے کہ ان دونوں کے علاوہ ان کے بقیہ ائمہ ایک دن کے لیے بھی خلیفہ نہیں بنے، پس ان کے علاوہ تمام خلفاء ظالم اور ان کے ائمہ کا حق غصب کرنے والے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وہ حلال ہے اس لیے کہ ہمارے ائمہ کو یہ اختیار دیا جا چکا ہے کہ پس وہ جسے حلال کریں وہ حلال ہے اور جسے حرام کر دیں وہ حرام ہے۔ ❶

تحلیل وتحریم کے بارے میں یہ تو رہے شیعی عقائد، لیکن کتاب اللہ اور سنت رسول اس کی یکسر تردید کرتے ہیں، چنانچہ مذکورہ دونوں مصادر شریعت میں اس بات پر ایمان لانے کو توحید کی اساس میں شمار کیا گیا ہے کہ مُشَـــرِّع (شریعت ساز) صرف اللہ واحد کی ذات اقدس ہے، تحلیل وتحریم کا اختیار صرف اسی کو ہے، اس میں اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کے انبیاء و رسول اللہ کی اس شریعت کو اس کے بندوں تک پہنچاتے ہیں، ایسی صورت میں اگر کوئی دعویٰ کرتا ہے کہ اس کے امام کو تحلیل وتحریم کا اختیار حاصل ہے تو وہ اس الٰہی فرمان میں داخل ہے:

﴿ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ﴾ (الشوریٰ: ۲۱)

''یا ان کے لیے کچھ ایسے شریک ہیں جنھوں نے ان کے لیے دین کا وہ طریقہ مقرر کیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی۔''

بہرحال شریعت سازی کا حق صرف رب العباد کو حاصل ہے، انبیاء و رسول اللہ کی طرف سے اس شریعت کے پیغامبر ہیں وہ صرف انھیں چیزوں کو حلال وحرام کہتے ہیں جن کا ان کو اللہ نے حکم دیا ہو اور وحی کی ہو اللہ تعالیٰ نے تحلیل وتحریم کے مسئلہ میں اسلامی شریعت کو چھوڑ کر بزرگوں اور مشائخ کے تحلیل وتحریم پر عمل کرنے کو حرام قرار دیتے ہوئے فرمایا:

﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ (التوبۃ: ۳۱)

''انھوں نے اپنے عالموں اور اپنے درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا۔''

پس آیت میں اللہ نے حرام کی تحلیل اور حلال کی تحریم میں علماء اور درویشوں کی اطاعت کو ان کی عبادت قرار دیا ہے۔ ❷ اس وجہ سے کہ ان علماء و درویشوں کی طرف سے آئے ہوئے حلال وحرام کو ان لوگوں نے قبول کر لیا، حالانکہ اسے صرف اللہ کی طرف سے قبول کرنا چاہیے۔ ❸

۵۔ دنیا و آخرت ائمہ کے دست تصرف میں:

''الکافی'' کے مصنف نے اس عنوان سے ایک باب باندھا ہے: ''باب ان الارض کلها للإمام'' ''باب اس بیان میں کہ پوری روئے زمین ائمہ کے لیے ہے'' پھر اس باب میں بروایت ابوبصیر عن ابی عبداللہ علیہ السلام لکھا کہ انھوں نے فرمایا: ''کیا تمھیں نہیں معلوم کہ دنیا و آخرت سب کچھ امام کے لیے ہے، وہ اسے جہاں چاہے استعمال کرے اور جسے چاہے دے دے، اللہ کی طرف سے اسے اس بات کی اجازت ہے۔'' ❹

---

❶ الاختصاص ص (۳۳۰) بحار الأنوار (۲۵/ ۳۳۴) .

❷ تفسیر الطبری (۱/ ۱۱۳، ۱۱٤) تفسیر ابن کثیر (۲/ ۳۷۳) .

❸ تفسیر ابن عطیه ۸/ ۱٦٦ . ❹ أصول الکافی (۱/ ٤۰۷-٤۱۰) .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الکافی کی مصنف کی یہ عبارت صاف لفظوں میں اللہ کی ربوبیت میں شرک ہے کیونکہ یہ عقیدہ اللہ کے اس ارشاد سے متصادم ہے:

﴿ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ﴾ (البقرۃ: ۱۰۷)

''کیا تو نے نہیں جانا کہ اللہ ہی ہے جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اللہ کے سوا تمھارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار۔''

اور فرمایا:

﴿ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؗ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴾ (المائدۃ: ۱۸)

''اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اس کی بھی جو ان دونوں کے درمیان ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ؕ ﴾ (المائدۃ: ۱۲۰)

''اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اس کی بھی جو ان میں ہے۔''

اور فرمایا:

﴿ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ ﴾ (الفرقان: ۲)

''وہ ذات کہ اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اس نے نہ کوئی اولاد بنائی اور نہ کبھی بادشاہی میں کوئی اس کا شریک رہا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَ الْاُوْلٰى ﴾ (النجم: ۲۵)

''اللہ ہی کے ہاتھ ہے یہ جہاں اور وہ جہان۔''

اسی طرح فرمایا:

﴿ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ ﴾ (سبا: ۲۴)

''کہہ تمھیں آسمانوں اور زمین سے رزق کون دیتا ہے؟''

اور فرمایا:

﴿ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ؕ ﴾ (فاطر: ۳)

''کیا اللہ کے سوا کوئی پیدا کرنے والا ہے، جو تمھیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہو؟''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور فرمایا:

﴿فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ﴾ (العنکبوت: ۱۷)

''سو تم اللہ کے ہاں ہی رزق تلاش کرو اور اس کی عبادت کرو اور اس کا شکر کرو۔''

مختصر یہ کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات، بادشاہت، رزق اور تدبیر کے لیے اکیلی وخود مختار ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

۶۔ نظام کائنات میں تغیر وحوادث پر ائمہ کا اثر ورسوخ:

سماعہ بن مہران سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں ابوعبداللہ کے پاس تھا، بادل گرجنے لگا اور اس سے بجلی چمکی، تو ابوعبداللہ فرمانے لگے: کیا تم جانتے ہو؟ ابھی جو گرج کی آواز اور بجلی کی چمک نظر آئی یہ تمھارے صاحب کے حکم سے ہوا ہے۔ میں نے پوچھا: کون ہمارے صاحب؟ کہا: امیر المومنین علی علیہ السلام۔ [1] یعنی بادل جب گرجتا ہے اور بجلی جب چمکتی ہے تو وہ علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے ہوتا ہے، اللہ کے حکم کا اس میں کوئی دخل نہیں۔

ایک منصف مسلمان اس روایت سے کیا معنی مستنبط کرسکتا ہے؟ جب کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ان لفظوں میں موجود ہے:

﴿هُوَ الَّذِي يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿١٢﴾﴾

(الرعد: ۱۲)

''وہی ہے جو تمھیں بجلی دکھاتا ہے، ڈرانے اور امید دلانے کے لیے اور بھاری بادل پیدا کرتا ہے۔''

قارئین کرام! کیا یہ وہی سبائیت نہیں ہے جو اثنا عشری شیعہ کی کتابوں کے درمیان سے رہ رہ کر اپنا بدنما چہرہ نمودار کرتا ہے؟ کیا اس روایت میں علی رضی اللہ عنہ کی ربوبیت، یا اللہ کی ربوبیت میں ان کی شرکت کا دعویٰ نہیں ہے۔

مجلسی اور اس سے پہلے مفید کے قلم نے یہ عبارتیں تحریر کرنے اور انھیں ابوعبداللہ جعفر کی طرف منسوب کرنے کی جرأت کیسے کی؟ جب کہ جعفر جیسی شخصیتوں سے یہ جہالت اور شرک مخفی نہیں اور نہ ان کا اس پر ایمان رہا، اس کی طرف تو کوئی زندیق یا ملحد ہی دعوت دے سکتا ہے۔ تعجب خیز بات تو یہ ہے کہ شیعہ مذہب کا سرچشمہ ایسی کتابیں بنی ہوئی ہیں جو اس طرح کی خرافات سے بھری پڑی ہیں اور یہ لوگ ایسے علماء ومصنّفین کو تقدس واحترام کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں جو کھلے بندوں اس جرم عظیم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ کیا اس جماعت میں کوئی عقل مند اور دین دار آدمی نہیں ہے، جو اسلام کی صحیح تعلیمات کا برملا اعتراف کرے اور واضح کفریہ وشرکیہ کلمات وعقائد کی تردید کرے اور اہل بیت کی پاکیزہ جماعت کو گندگی کی اس نجاست سے نکالے اور صفوی دور حکومت نے جن لوگوں کو تشیع کے نام پر کفر وضلالت میں لت پت کردیا ہے ان سے اس گندگی کو صاف کرے؟ اگر کوئی حقیقت بیانی سے کام لیتا ہے اور سچی آواز لے کر اٹھتا ہے تو اسے کسروی کی طرح بلا تاخیر موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ یا اس کی

[1] الاختصاص / المفید ص (۳۲۷) بحار الأنوار (۲۷/ ۳۳).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بات کو تقیہ پر محمول کیا جائے گا، جیسے کہ بیشتر روایات کے بارے میں ان کا یہی شیوہ رہا ہے؟ اور کیا حق کی روشنی کی طرف دعوت دینے کا دعوے دار یہ مذہب بند راستہ میں پہنچ گیا ہے؟ ❶

۷۔ ائمہ میں الٰہی چیز کا حلول:

شیعہ مذہب میں ایسی روایات موجود ہیں جن کا دعویٰ ہے کہ نور الٰہی کا ایک جزء علی رضی اللہ عنہ میں اتر گیا ہے۔ ❷ ابوعبداللہ فرماتے ہیں ہم نے آپ کے دائیں ہاتھ کو چھوا تو آپ کا نور ہم میں سرایت کر گیا۔ ❸ بلکہ اللہ تعالیٰ بذات خود ہمارے اندر شامل ہو گیا۔ ❹

اسی الٰہی جزء نے جو کہ ان کے زعم کے مطابق ائمہ میں موجود ہے، شیعہ عقائد کے مطابق ان ائمہ کو مطلق قدرت واختیار سے نوازا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان شیعہ حضرات کی زبانی جو شخص ان ائمہ کے معجزات کو- جیسا کہ وہ کہتے ہیں- پڑھے گا وہ محسوس کرے گا کہ یہ ائمہ تو زندہ کرنے، مارنے، پیدا کرنے اور روزی دینے میں رب العالمین کے قائم مقام ہیں۔ ❺ اور اس طرح کی روایات ایک دو نہیں بلکہ سیکڑوں میں ہیں، مزید برآں یہ روایتیں قاری کو وہم وتلبیس میں اس طرح ڈالتی ہیں کہ وہ یہی سمجھے گا کہ یہ سب اختیارات ان کے ائمہ کو اللہ کی طرف سے عطا کی گئی ہیں۔

اس عقیدہ کی تردید وابطال کے لیے صرف اسے تصور میں لانا ہی کافی ہے، کیونکہ یہ بات شریعت، عقل اور کائناتی نظام کے خلاف ہے اور خود ان ائمہ کی زندگیاں اور ان کے اقرار وبیان اس عقیدہ کی تردید کرتے ہیں۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ یہ لوگ اپنے اماموں کو جزء الٰہی ماننے کے باوجود ان کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ ہمارے ائمہ نے مظلومیت اور پریشانی کی زندگی گزاری؟ سوال یہ ہے کہ کیا جزء الٰہی کسی مظلومیت کا شکار ہو سکتی ہے؟ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہی فرماتے ہیں جو اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے:

﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ﴾ (الاعراف: ۱۸۸)

''کہہ دے میں اپنی جان کے لیے نہ کسی نفع کا مالک ہوں اور نہ کسی نقصان کا، مگر جو اللہ چاہے۔''

طرفہ تماشا تو یہ ہے کہ شیعہ کتب مصادر ومراجع جہاں ایک طرف اپنے ائمہ کی بے انتہا تعظیم اور ان کی عقیدت میں مبالغہ کرتی ہیں وہیں دوسری طرف ایسی بھی روایات دیکھنے کو ملتی ہیں جو ان کے بالکل خلاف ہوتی ہیں، پس ایسا ہونا کوئی عجیب بات نہیں ہے، ہر جھوٹ اور باطل چہرہ ایسا ہی ہوتا ہے، بہرحال ''رجال الکشی'' میں لکھا ہے کہ جعفر بن محمد نے فرمایا ہے: اللہ کی قسم! ہم اللہ کے بندے ہیں، کہ ہمیں اس نے پیدا کیا اور ہمیں منتخب کیا، ہم کسی نفع و نقصان کے مالک نہیں اگر وہ ہم پر رحمت کرے تو یہ اس کی رحمت کا حصہ ہے اور اگر عذاب دے تو یہ ہمارے

---

❶ أصول الشیعة الامامیة (۲/ ٦٢٤).
❷ أصول الشیعة الإمامیة (۲/ ٦٢٤).
❸ أصول الکافی (۱/ ٤٤٠).
❹ أصول الکلافی (۱/ ٤٣٥).
❺ أصول الشیعة الإمامیة (۲/ ٦٢٩).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گناہوں کی وجہ سے۔ اللہ کی قسم! اللہ کے خلاف ہمیں بولنے کا حق نہیں اور نہ اللہ کی طرف سے ہمارے لیے براءت کی کوئی سند ہے، ہم بھی مریں گے، قبر میں دفنائے جائیں گے اور قبر سے نکال کر اکٹھا کیے جائیں گے۔ پھر ہم بھی اس کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے اور باز پرس ہوگی، جو ہمارے خلاف باتیں کرتے ہیں ان کی بربادی ہو، اللہ ان پر لعنت کرے، ان کو کیا ہوگیا ہے کہ انھوں نے اللہ کو اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی قبر میں تکلیف دی ہے، اور امیر المومنین، فاطمہ، حسن، حسین، علی بن حسین اور محمد بن علی صلوات اللہ علیہم اجمعین کو بھی۔ میں تمھیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں خانوادۂ رسول کا ایک فرد ہوں، اللہ کی طرف سے میری براءت کی کوئی سند نہیں ہے، اگر میں اس کی اطاعت کروں گا تو وہ مجھ پر رحم کرے گا، اور اگر اس کی نافرمانی کروں گا تو وہ مجھے سخت عذاب دے گا۔ ❶

یہ ہے کسی حد تک حقیقت پر مبنی شیعی روایت، لیکن شیعہ علماء و مشائخ اس طرح کی روایات اور اعترافات کو تقیہ میں شمار کرتے ہیں اور اپنی قوم کی مصیبت یہ ہے کہ ان کو سیدھے راستہ سے بہکاتے ہیں، اس طرح شیعہ مذہب، ان کے علماء و مشائخ کا مذہب بن گیا ہے نہ کہ ان کے ائمہ کا مذہب۔ ❷

۸۔ ائمہ کو ماضی اور مستقبل سب کا علم ہے، ان کی نگاہوں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے:

''الکافی'' کے مصنف نے اس عنوان سے ایک باب باندھا ہے: "بَابُ اَنَّ الْاَئِمَّةَ يَعْلَمُوْنَ عِلْمَ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ وَاَنَّهُ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِمْ شَيْءٌ." ❸ ''باب اس بیان میں کہ ائمہ ماکان اور ما یکون کا علم رکھتے ہیں، اور ان پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔'' پھر مصنف نے اس باب کے تحت چند روایات کا ایک مجموعہ نقل کیا ہے، اور دوسرا باب باندھا ہے کہ: "بَابُ اَنَّ الْاَئِمَّةَ اِذَا شَاؤُا اَنْ يَّعْلَمُوْا عَلِمُوْا." ❹ ''باب اس بیان میں کہ ائمہ جب کسی چیز کو جاننا چاہیں جان جائیں'' اور پھر اس باب میں بھی متعدد روایتوں کو ذکر کیا ہے، انھیں میں سے ایک روایت یہ ہے کہ ابوعبداللہ نے فرمایا: میں جانتا ہوں جو کچھ آسمان میں ہے اور زمین میں اور جانتا ہوں جو کچھ جنت میں ہے اور جو کچھ جہنم میں اور جانتا ہوں جو ماضی میں تھا اور مستقبل میں ہوگا۔ ❺

سیف التمار کا بیان ہے کہ حجر میں ابوعبداللہ کے ساتھ شیعہ کی ایک جماعت بیٹھی تھی، تب تک آپ نے فرمایا: کیا کوئی ہماری جاسوسی کر رہا ہے؟ ہم دائیں بائیں دیکھنے لگے، لیکن ہمیں کوئی نظر نہ آیا۔ تو ہم نے کہا: کوئی جاسوسی کرتا نظر نہیں آرہا ہے، ابوعبداللہ نے کہا: رب کعبہ کی قسم! اس گھر کے رب کی قسم، آپ نے تین مرتبہ قسم کھائی، پھر فرمایا: اگر میں موسیٰ اور خضر کے درمیان ہوتا تو ان دونوں کو بتاتا کہ میں ان دونوں سے زیادہ جانتا ہوں اور انھیں اس بات کی خبر دیتا، جس کا انھیں علم نہیں تھا، اس لیے کہ موسیٰ اور خضر علیہما السلام کو "مَا كَانَ" کا علم دیا گیا تھا، اور "ما يكون و ما هو كائن" اور قیامت تک جو ہوگا اس علم سے وہ نہیں نوازے گئے تھے، جب کہ یہ چیزیں ہمیں

❶ رجال الكشي ص (٢٢٥، ٢٢٦).
❷ أصول الشيعة الإمامية (٢/ ٦٣٠).
❸ أصول الكافي (١/ ٢٦٠، ٢٦٢).
❹ أصول الكافي (١/ ٢٥٨).
❺ أصول الكافي (١/ ٢٦١).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وراثت میں ملی ہیں۔ ❶

ائمہ کے بارے میں روافض کے غلو پرست نظریہ کی یہ ایک جھلک اور معمولی سی مثال ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ غلو ان کے مذہب کی اساس ہے اور چونکہ یہ چیز دور قدیم و جدید میں توحید کے منافی اور شرک کی حمایتی رہی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس سے سختی سے منع فرما دیا ہے:

﴿ قُلۡ يَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ لَا تَغۡلُواْ فِي دِينِكُمۡ غَيۡرَ ٱلۡحَقِّ ﴾ (المائدۃ: ۷۷)

''کہہ دے اے اہل کتاب! اپنے دین میں ناحق حد سے نہ بڑھو۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ حق کی اتباع میں حد سے تجاوز نہ کرو اور جس کی عظمت و توقیر کا میں نے تمھیں حکم دیا ہے اسے اس قدر اونچا نہ اٹھاؤ کہ مقام نبوت سے مقام الوہیت تک پہنچا دو، جس طرح کہ تم نے عیسیٰ کے بارے میں کیا ہے، کہ وہ تمام انبیاء کی طرح ایک نبی تھے، لیکن تم نے انھیں اللہ کو چھوڑ کر اپنا معبود بنا لیا، اور اس غلطی کی وجہ یہ رہی کہ تم نے اپنے پیشرو گمراہ علماء و بزرگان کی پیروی کی۔ ﴿ قَدۡ ضَلُّواْ مِن قَبۡلُ وَأَضَلُّواْ كَثِيرٗا وَضَلُّواْ عَن سَوَآءِ ٱلسَّبِيلِ ﴾ (المائدۃ: ۷۷) ''اس سے پہلے وہ خود گمراہ ہوئے اور بہتوں کو گمراہ کیا، اور سیدھے راستے سے بھٹک گئے'' یعنی استقامت و اعتدال کا راستہ چھوڑ کر گمراہی اور بہکاوے کا راستہ اپنا لیا۔ ❷

اور فرمایا:

﴿ يَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ لَا تَغۡلُواْ فِي دِينِكُمۡ وَلَا تَقُولُواْ عَلَى ٱللَّهِ إِلَّا ٱلۡحَقَّۚ ﴾ (النساء: ۱۷۱)

''اے اہل کتاب! اپنے دین میں حد سے نہ گزرو اور اللہ پر مت کہو مگر حق۔''

پس ان دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ نے غلو، افراط اور حد سے تجاوز کرنے سے منع فرمایا ہے اور ان آیات سے روافض اور دوسروں کی تعظیم و توقیر میں ان کے طریقہ پر چلنے والوں کی صریح تردید بھی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو یہ بات واضح طور پر بتا دیں کہ میں اپنے بارے میں کسی چیز کا مالک نہیں ہوں اور نفع و نقصان اللہ کے ہاتھ میں ہے اور علم غیب صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿ قُل لَّآ أَقُولُ لَكُمۡ عِندِي خَزَآئِنُ ٱللَّهِ وَلَآ أَعۡلَمُ ٱلۡغَيۡبَ وَلَآ أَقُولُ لَكُمۡ إِنِّي مَلَكٌۖ إِنۡ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰٓ إِلَيَّۚ قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِي ٱلۡأَعۡمَىٰ وَٱلۡبَصِيرُۚ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ ۝٥٠ ﴾ (الانعام: ۵۰)

''کہہ دے میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں پیروی نہیں کرتا مگر اس کی جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ کہہ کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہوتے ہیں؟ تو کیا تم غور نہیں کرتے۔''

اور فرمایا:

❶ أصول الکافی (۱/ ۲٦۰). ❷ تفسیر ابن کثیر (۲/ ۸۵).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴾ (الاعراف: ۱۸۸)

''کہہ دے میں اپنی جان کے لیے نہ کسی نفع کا مالک ہوں اور نہ کسی نقصان کا، مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو ضرور بھلائیوں میں سے بہت زیادہ حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی، میں نہیں ہوں مگر ایک ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ تمام معاملات کو اس کے سپرد کر دیں اور لوگوں کو اپنی ذات کے بارے میں یہ بتا دیں کہ ہمیں مستقبل کا کوئی علم نہیں ہے اور نہ اس سلسلے میں کوئی اطلاع ہے۔ ❶

یہ سب الٰہی تعلیمات ان راستوں کو بند کرنے کا ایک ذریعے سے ہیں جن کے ذریعے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس غلو کا شکار ہو سکتی ہے۔ ان آیات میں آپ کی امت کو خبردار کیا گیا ہے کہ کہیں وہ نبی کی ذات میں ایسے ہی غلو نہ کر بیٹھیں جس طرح یہود و نصاریٰ نے اپنے انبیاء کے بارے میں کیا، لہٰذا قابل غور پہلو یہ ہے کہ اگر سید الخلق اور اللہ کے نزدیک سب سے مقرب و بلند مرتبہ والی ہستی کے بارے میں یہ الٰہی تعلیم ہے تو دوسروں کے بارے میں بدرجہ اولیٰ اس غلو سے بچنا چاہیے۔ معاً یہاں روافض کا اپنے ائمہ کے ''ما کان'' اور ''ما یکون'' کے علم کا دعویٰ بھی باطل ہو جاتا ہے، اور یہ بات غلط ثابت ہو جاتی ہے کہ ان کے ائمہ تخلیق اور زندگی دینے نیز اللہ کے اسماء و صفات میں اس کے شریک و ہم مثل ہیں۔

بھلا روافض کی یہ بات کیسے صحیح ہو سکتی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے کہ:

﴿ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۭ ﴾ (لقمان: ۳۴)

''اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائی کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔''

اور فرمایا:

﴿ يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۭ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴾ (المائدة: ۱۰۹)

''جس دن اللہ رسولوں کو جمع کرے گا، پھر کہے گا تمھیں کیا جواب دیا گیا؟ وہ کہیں گے ہمیں کچھ علم نہیں، بے شک تو ہی چھپی باتوں کو بہت خوب جاننے والا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿ اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ۭ ﴾ (الرعد: ۸)

❶ تفسیر القرآن العظیم (۳/ ۳۷۳).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''اللہ جانتا ہے جو ہر مادہ اٹھائے ہوئے ہے اور جو کچھ رحم کم کرتے ہیں اور جو زیادہ کرتے ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿ وَعِندَهُۥ مَفَاتِحُ ٱلْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ إِلَّا هُوَ ﴾ (الانعام: ۵۹)

''اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''

اور فرمایا:

﴿ وَلِلَّهِ مُلْكُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۗ وَٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٨٩﴾ ﴾ (آل عمران: ۱۸۹)

''اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

اور فرمایا:

﴿ تَبَٰرَكَ ٱلَّذِى بِيَدِهِ ٱلْمُلْكُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ﴿١﴾ ﴾ (الملک: ۱)

''بہت برکت والا ہے وہ کہ تمام بادشاہی صرف اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

ان کے علاوہ اور بھی بے شمار آیات ہیں جو علم غیب اور کائنات میں تصرف کو صرف اللہ واحد کے لیے ثابت کرتی ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نے ان چیزوں کو اللہ کے علاوہ کسی بھی چیز کی طرف منسوب کیا تو اس نے اللہ سے اس کی ربوبیت اور الوہیت میں جھگڑا کیا اور شرک کی طرف جھک گیا، ایسی حالت میں بھلا اس کا ایمان کیسے رہ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِۦ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَآءُ ﴾ (النساء: ۴۸)

''بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کا شریک بنایا جائے اور وہ بخش دے گا جو اس کے علاوہ ہے، جسے چاہے گا۔''

اور فرمایا:

﴿ إِنَّهُۥ مَن يُشْرِكْ بِٱللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ ٱللَّهُ عَلَيْهِ ٱلْجَنَّةَ وَمَأْوَىٰهُ ٱلنَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّٰلِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ﴿٧٢﴾ ﴾ (المائدۃ: ۷۲)

''بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو بھی اللہ کے ساتھ شریک بنائے سو یقیناً اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا آگ ہے اور ظالموں کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔''

اس نے اتنی سخت سزا اس لیے مقرر کی کہ انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا، فرمایا:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ ٱلْجِنَّ وَٱلْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾ ﴾ (الذاریات: ۵۶)

''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔''

اسی مقصد کی خاطر اس نے انبیاء اور رسولوں کو مبعوث کیا اور کتابیں نازل کیا:

﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِى كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ وَٱجْتَنِبُوا۟ ٱلطَّٰغُوتَ ﴾ (النحل: ۳۶)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔''

پس کسی کی عقیدت و محبت میں غلو کی آمیزش اللہ کی عبادت کے منافی ہے۔ ❶

واضح رہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے غلو پرستی کو اس کی تمام تر شکلوں میں حرام ٹھہرایا، اسی طرح توحید کی حمایت اور شرک کے سد باب کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسے حرام قرار دیا، اسی لیے کہ اس سے توحید میں دراڑ پڑنے کا خطرہ تھا اور اسی راستہ سے شرک گھس رہا تھا اور جس قوم میں بھی یہ قباحت رچ بس گئی اسے ہلاک کر ڈالا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس برائی سے اپنی امت کو ڈراتے ہوئے فرمایا:

((إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الْغُلُوَّ فِي الدِّيْنِ .)) ❷

''اپنے آپ کو غلو سے بچاؤ تم سے پہلے کے لوگ دین میں غلو کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے عمر رضی اللہ عنہ کو منبر سے فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((لَا تُطْرُوْنِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارٰى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَ رَسُوْلُهُ .)) ❸

''مجھے حد سے اوپر نہ لے جاؤ کہ جس طرح نصاریٰ نے ابن مریم کو حد سے اوپر بڑھایا، میں ایک بندہ ہوں، مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔''

دیکھو! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو اپنی تعریف میں حد سے تجاوز نہ کرنے اور غلو کرنے سے منع فرماتے ہیں۔ جیسے کہ نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے ساتھ کیا تھا اور سب کو حکم دیتے ہیں کہ مجھے عبودیت کی صفت سے متصف کرو، کیونکہ عبودیت ایسی صفت ہے جس سے اللہ نے مجھے متصف کیا ہے۔ فرمایا:

﴿ سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا ﴾

(الاسراء: ۱)

''پاک ہے وہ جو رات کے ایک حصے میں اپنے بندے کو حرمت والی مسجد سے بہت دور کی اس مسجد تک لے گیا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوتی مقام کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿١٩﴾ ﴾ (الجن: ۱۹)

''اور یہ کہ بلاشبہ بات یہ ہے کہ جب اللہ کا بندہ کھڑا ہوا، اسے پکارتا تھا تو وہ قریب تھے کہ اس پر تہ بہ تہ

---

❶ العقيدة في أهل البيت ص (٣٩٨).

❷ صحيح سنن ابن ماجه (٢/ ١٧٧).

❸ صحيح البخاري/ أحاديث الأنبياء/ حديث نمبر (٣٤٤٥).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جمع ہو جائیں۔‘‘

اسی طرح جب آپ پر اپنی کتاب نازل کی اور آپ کی طرف اپنا فرشتہ بھیجا تو اس وقت بھی آپ کو عبودیت سے متصف کیا۔ فرمایا:

﴿ تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ ﴾ (الفرقان : ۱)

’’بہت برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فیصلہ کرنے والی (کتاب) اتاری۔‘‘

پس آخر الذکر تین آیات میں، تین اشرف ترین مقامات پر اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عبودیت سے موصوف کیا اور اسی کے حوالے سے تعریف کی۔ کہاں ہیں روافض شیعہ جو ان آیات و احادیث کو نہیں دیکھتے کہ جن میں غلو سے سختی سے روکا گیا ہے تاکہ عبودیت کا پورا پورا حق ادا کیا جا سکے!!!

جو شخص امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے بیٹوں کی تعلیمات کو غور سے دیکھے گا اور پڑھے گا اسے ان اقوال میں غلو و افراط کی زبردست تردید نظر آئے گی اور یہ محسوس کرے گا کہ روافض یا دیگر غلو پرست حضرات نے آپ کی شان میں جو افراط اور غلو کیا ہے وہ اس سے براءت کا اعلان کر رہے ہیں۔ نیز اسے معلوم ہو جائے گا کہ اس مفہوم کی جتنی روایات ان ائمہ کی طرف منسوب ہیں سب جھوٹی اور گمراہ کن ہیں۔ چنانچہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں ابوالطفیل عامر بن واثلہ سے روایت کیا ہے کہ میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمھارے راز میں کون سی بات رکھی ہے؟ راوی کا بیان ہے کہ آپ غصے ہو گئے اور فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پاس کوئی ایسی راز کی بات نہ رکھی جسے آپ نے لوگوں سے چھپا لیا ہو۔ علاوہ اس کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے چار باتیں ارشاد فرمائی ہیں، اس نے پوچھا: وہ کیا ہیں؟ اے امیر المومنین؟ آپ نے فرمایا:

((لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَهٗ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ آوٰی مُحْدِثًا وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ غَيَّرَ مَنَارَ الْاَرْضِ .)) [1]

’’اللہ کی لعنت ہے اس شخص پر جس نے اپنے باپ پر لعنت کی اور اللہ کی لعنت ہے اس شخص پر جس نے غیر اللہ کے لیے ذبح کیا اور لعنت ہے اللہ کی اس شخص پر جس نے کسی بدعتی کو پناہ دی اور اللہ کی لعنت ہے اس پر جس نے زمین کے نشان کو بدل دیا۔‘‘

مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر صرف میرے لیے کسی چیز کو خاص نہیں کیا۔ [2] اور صحیح بخاری میں ابوجحیفہ کا بیان ہے کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا تمھارے پاس کوئی خاص کتاب ہے؟ انھوں نے فرمایا: نہیں، سوائے اس کے کہ اللہ کی کتاب ہے، یا عطا کردہ فہم ہے جسے ہر مسلمان فرد نوازا گیا ہے، یا جو کچھ اس صحیفہ میں ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے کہا: یہ صحیفہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اس میں

---

[1] صحيح مسلم / الأضاحي حديث نمبر (۱۹۷۸).

[2] مسند أحمد (۱/ ۱۱۹).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دیت، قیدی کی آزادی اور یہ کہ کوئی مسلمان کسی کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے، کا ذکر ہے۔ ❶

ایک روایت میں ہے کہ ابوجحیفہ نے علی رضی اللہ عنہ سے اس طرح پوچھا تھا کہ کیا جو کچھ کتاب اللہ میں ہے اس کے علاوہ تمھارے پاس وحی کی اور کوئی چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس نے بیج سے غلہ اگایا اور جان کو پیدا کیا، نہیں ہرگز نہیں، ایک فہم کے علاوہ کہ جس سے اللہ نوازتا ہے اور کچھ نہیں جانتا۔ ❷

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ابوجحفیہ نے علی رضی اللہ عنہ سے یہ سوال اس لیے کیا تھا کہ حبِ علی کے دعوے داروں کی ایک جماعت کا یہ خیال تھا کہ اہل بیت کے پاس اور خاص طور سے علی رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ کلام وحی محفوظ ہے جسے دوسرا کوئی نہیں جانتا۔ ❸

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مستقبل کی پیشین گوئیوں سے متعلق علی رضی اللہ عنہ یا دیگر اہل بیت کی طرف منسوب شدہ کتابیں مثلاً "کتاب الجفر"، "کتاب البطاقة" وغیرہ سب کی سب جھوٹی ہیں، اسی طرح آپ کی طرف جو یہ بات منسوب کی جاتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے صحابہ کے بالمقابل آپ کو خاص طور سے کچھ علم رازدارانہ طور پر دیا تھا، یا دیگر حلقوں سے یہ آواز کہ آپ کو دین کے بارے میں کچھ باطنی علوم عطا کیے گئے تھے، یہ سب باطل ہیں۔ ❹

اس کے بطلان کی دلیل ابن سعد کی وہ روایت ہے جو علی بن حسین زین العابدین سے روایت ہے کہ انھوں نے سعید بن جبیر رحمہما اللہ کے بارے میں فرمایا: وہ ایسے آدمی تھے جو ہمارے درمیان چلتے پھرتے تھے، ہم ان سے فرائض اور دیگر چیزوں کے بارے میں پوچھتے تھے جس سے اللہ تعالیٰ ہمیں فائدہ دیتا، ہمارے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس سے یہ لوگ ہمیں متہم کرتے ہیں پھر آپ نے اپنے ہاتھ سے عراق کی طرف اشارہ کیا۔ ❺

روافض کی جانب سے محمد بن الحنفیہ وغیرہ کی طرف مخصوص علم منسوب کیے جانے کے متعلق خود وہی ایسے روافض سے خبردار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیں دو تختیوں کے درمیان (قرآن) کے علاوہ کوئی چیز وراثت میں نہیں ملی۔" ❻

اور آل بیت سے متواتراً ثابت ہے کہ وہ لوگ اپنے محبان سے کہا کرتے تھے:

"اے لوگو! ہم سے محبت کرو، سلام کی محبت، ہمارے حق میں تمھاری محبت تو ہم پر عار و شرمندگی کا سبب بن گئی ہے۔" ❼

مزید برآں خود روافض شیعہ کی کتابوں میں غلو پرستی کی ممانعت اور آل بیت کی اس سے بے زاری کا اعلان ہے،

---

❶ صحیح البخاری / العلم (۱۱۱).
❷ صحیح البخاری / الجهاد، حدیث نمبر (۳۰۴۷).
❸ فتح الباری (۱/ ۲۰۴).
❹ منهاج السنة (۸/ ۱۳۶).
❺ الطبقات الکبریٰ (۵/ ۲۱۶).
❻ الطبقات الکبریٰ (۵/ ۱۰۵).
❼ البدایة والنهایة (۹/ ۱۱۰).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ مجلسی نے اپنی سند سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ہمارے بارے میں غلو کرنے سے اپنے کو بچاؤ، ہمارے بارے میں تم کہو کہ ہم سب غلام ہیں، ہمارا ایک رب ہے۔ ❶

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا:

''اے اللہ میں اپنی ذات کے بارے میں غلو کرنے والوں سے ایسی ہی اپنی براءت کرتا ہوں جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم نے نصاریٰ سے براءت کیا، اے اللہ تو انھیں ہمیشہ کے لیے رسوا کردے اور ان میں سے کسی کی مدد نہ فرما۔'' ❷

کلینی نے اپنی سند سے سدید کا بیان نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ ایک دن میں اور ابوبصیر اور یحییٰ البزار اور داؤد بن کثیر ابوعبداللہ کی مجلس میں تھے، آپ غصے کی حالت میں ہمارے پاس آئے اور جب مجلس سنبھالی تو فرمایا: ہائے افسوس ان لوگوں پر جو ہمارے بارے میں یہ گمان کرتے ہیں کہ ہمیں غیب کا علم ہے، حالانکہ غیب کا علم اللہ عزوجل کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ میں نے اپنی فلاں لونڈی کو مارنا چاہا اور وہ مجھ سے بھاگ نکلی، میں نہیں جان سکا کہ وہ کس گھر میں ہے۔ ❸

کشی نے ابوبصیر سے روایت کیا ہے کہ ''میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے کہا: وہ لوگ کہتے ہیں، آپ نے پوچھا: کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا: وہ کہتے ہیں کہ آپ کو بارش کی بوندوں، تاروں کی تعداد، درخت کے پتوں، سمندر کے وزن، اور مٹی کی تعداد کا علم ہے۔ آپ نے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا دیا اور کہنے لگے: سبحان اللہ، سبحان اللہ، ہرگز نہیں، قسم اللہ کی اسے اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جان سکتا۔'' ❹

یہ ہیں آل بیت کے طیب وطاہر ائمہ کرام کے اقوال اور وہ بھی روافض شیعہ کی کتابوں کے زبانی۔ تو معلوم ہوا کہ روافض کی یاوہ گوئیوں سے وہ لوگ پاک صاف ہیں، کیونکہ روافض سب سے جھوٹی قوم ہے، نفاق ان کا دین اور جھوٹ ان کی فطرت میں شامل ہے، اسی لیے ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ان کے بارے میں فرمایا: منقولات میں یہ سب سے جھوٹے ہیں اور معقولات میں یہ سب سے جاہل ہیں۔ ❺

شیعی روایات اپنی حقیقت خود بخود ظاہر کرتی ہیں اور ان کی مشمولات خود ہی باہم متضاد نظر آتی ہیں، پس ائمہ کی طرف منسوب شدہ یہ اقوال کہ وہ لوگ سرچشمہ رزق ہیں، بارش انھی کے حکم سے ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ یہ سب غلو پرست شیعہ اور ان لوگوں کی بکواسات ہیں جن کے مذہب کو انھیں ائمہ نے سختی سے اس پر نکیر کی ہے۔ چنانچہ انھیں شیعہ روایات میں ہے کہ جب ابوعبداللہ سے کہا گیا کہ مفضل بن عمر کہتا ہے کہ آپ لوگ بندوں کی روزیاں تقسیم کرتے ہیں، تو آپ نے فرمایا: خود ہماری روزیاں اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا تقسیم نہیں کرتا، مجھے اپنے بال بچوں کے

---

❶ بحار الأنوار (۲۵/ ۲۷۰).

❷ بحار الأنوار (۲۵/ ۲۸۴).

❸ أصول الكافي (۱/ ۲۵۷).

❹ رجال الكشي ص (۱۹۳) العقيدة في أهل البيت (۴۰۲).

❺ منهاج السنة (۱/ ۳).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لیے کھانے کی ضرورت ہوئی تو میں کافی پریشان اور فکر مند ہوا۔ یہاں تک کہ میں نے ان کا کھانا جمع کرلیا، تب میری جان میں جان آئی، اللہ کی لعنت ہو اُن لوگوں پر، اللہ ان کے اس قول سے پاک ہے۔ ❶

لیکن آپ کیا کریں گے، یہ روایات تو ایسے ہی ہیں جیسے سیاہ رنگ بیل کے جسم میں ایک سفید بال، اور تقیہ میں ہر اس نص کی گنجائش ہے جو شیعہ مشائخ کے سینہ کو تنگ کرتی ہو اور انھیں الجھن میں ڈالتی ہو، ہماری یہ بات مبنی برحقیقت ہے، اگر آپ کو اس کی مثال چاہیے تو ابوعبداللہ کا جو قول ابھی میں نے نقل کیا ہے اور اسی طرح اپنے بارے میں علم غیب کی بات سن کر ابوعبداللہ نے جو فرمایا اور تردید میں یہ مثال دے کہ ان کی لونڈی آپ کے گھر میں چھپ گئی اور وہ نہیں جان سکے کہ کہاں ہے، یہ سب کچھ ہونے کے باوجود یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ آپ کو "ما کان" اور "ما یکون" کا علم تھا، لیکن پھر بھی ان کے مذکورہ قول پر ""الکافی کے شارح کی تعلیق آپ ملاحظہ فرمائیں:

آپ علیہ السلام نے اپنے متعلق علم غیب کی باتیں سن کر حیرت وافسوس کا مظاہرہ اس لیے کیا کہ مبادا جاہل لوگ آپ کو معبود نہ بنالیں۔ یا آپ وہاں پر موجود ایسے لوگوں کے وہم کا خاتمہ کرنا چاہتے تھے جو آپ کی فضیلت کے منکر تھے۔ مقصد یہ تھا کہ آپ کی ذات اس سے محفوظ رہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ آپ "ما کان" اور "مایکون" کے عالم تھے اور یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ اپنی لونڈی کے چھپنے کی جگہ کو نہ جانتے؟ لیکن اگر آپ کہیں کہ پھر تو انھوں نے غلط بیانی سے کام لیا۔ تو میں کہوں گا کہ اگر ''توریہ'' کا مقصد نہ ہوتا تو جھوٹ ہوتا، دراصل یہاں آپ نے توریہ سے کام لیا، پس آپ کے قول "ماعلمت" سے یہ مستنبط کرنا کہ آپ اپنے کلی علم کی نفی کررہے تھے صحیح نہیں ہے۔ ❷

اس راویت کی توجیہ اور امام کے لیے "ما کان" و "ما یکون" کا علم ثابت کرنے کے لیے یہ پُر تکلف اور تعجب خیز انداز دیکھئے کہ اپنے امام کی طرف جھوٹ کی نسبت کا ارتکاب کر بیٹھے اور اپنے مذہب کی اہم ترین بنیاد یعنی ''عصمت ائمہ' کو ڈھا دیا۔ ❸

رہے ان کے دوسرے شیخ شعرانی کہ جنھیں یہ تعلیق پسند نہ آئی اور نہایت مختصر راستے سے اس سے چھٹکارا پانے کے لیے مذکورہ شرح پر یہ تعلیق لکھی کہ یہ روایت ہی جھوٹی ہے۔ بہرحال یہ لوگ اہل بیت کے بارے میں اسی طرح کے غلط پروپیگنڈے کرتے ہیں اور اگر ان ائمہ اہل بیت نے ان جھوٹوں کے جھوٹ کو بے نقاب کردیا اور جمہور کے سامنے ان کی غلط بیانی اور کارستانی کی پول کھول دی، تو ان پروپیگنڈائیوں نے اس انکار و مذمت کو تقیہ پر محمول کردیا، اس طرح غلو کے جوار، دائرۂ تشیع کی بقاء، حق کی تردید، اور اہل سنت کی شان میں گستاخی کو زندہ رکھنے کے لیے ''تقیہ'' کا عقیدہ غلو پرست شیعہ حضرات کے ہاتھوں ایک ہتھیار بن گیا۔ ❹ زرارہ بن اعین نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ جعفر بن محمد کو معلوم ہے کہ کون جنتی ہے اور کون جہنمی؟ لیکن جب جعفر کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے سختی سے اس

---

❶ رجال الکشی ص (۲۷٤) أصول الشیعة الإمامیة (۲/ ٦٨٥) .

❷ شرح جامع علی الکافی / مازندرانی (٦/ ۳۰، ۳۱) .

❸ أصول الشیعة الامامیة (۲/ ٦٨٦) . ❹ أصول الشیعة الامامیة (۲/ ٦٨٦) .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بات کی تردید کی اور جس نے یہ بات کہی تھی اس کی تکفیر کی لیکن جب زرارہ کے سامنے جعفر کا موقف پیش کیا گیا تو کہنے والے سے کہا: انھوں نے تمھارے ساتھ ''تقیہ'' سے کام لیا ہے۔ ❶

۹۔ اثبات میں غلو یعنی ''تجسیم'' کی نمائندگی:

ذات باری کی تجسیم کا مسئلہ سب سے پہلے یہودیوں کے درمیان گمراہی کا سبب بنا، لیکن مسلمانوں میں اس گمراہی کو سب سے پہلے روافض نے رائج کیا، چنانچہ رازی فرماتے ہیں کہ اکثر یہود مشبہہ ہیں اور اسلام میں عقیدۂ تشبیہ کا آغاز ہشام بن حکم، ہشام بن سالم جوالیقی، یونس بن عبدالرحمٰن القمی اور ابوجعفر الاحول جیسے روافض کی طرف سے ہوا۔ ❷ اور یہ سارے لوگ اثناعشری شیعہ کے نزدیک ان کے سربرآوردہ لوگوں میں شمار ہوتے ہیں اور ان کے مذہب کے ناقلین میں انھیں ثقاہت کا درجہ حاصل ہے۔ ❸

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس کذب بیانی وتہمت سازی کا بیڑا اٹھانے والے کو نامزد کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں میں جس شخص نے سب سے پہلے اللہ کی ذات کو جسم سے متعارف کرایا وہ ہشام بن حکم ہے۔ ❹

فرقوں اور جماعتوں کے ناقل مولفین نے ہشام بن حکم اور اس کے پیروکاروں کی طرف منسوب شدہ تشبیہ وتجسیم میں ڈوبے ہوئے ایسے کلمات نقل کیے ہیں کہ جن کو سن کر مومنوں کے جسم کانپ جائیں۔ چنانچہ عبدالقاہر البغدادی کا کہنا ہے کہ ہشام بن حکم کے خیال میں اس کا معبود ''جسم'' والا ہے، اس کی ایک حد اور ایک انتہا ہے، وہ لمبا چوڑا اور عمیق ہے، اس کی لمبائی بھی چوڑائی کی طرح ہے۔ ❺ ہشام بن حکم اور اس کے متبعین کا ''تجسیم'' سے متعلق مبالغہ آمیز عقیدہ فرق کی کتابوں میں مشہور ہے۔

اللہ کو اس کی مخلوق سے تشبیہ دینے کا سلسلہ یہودیوں سے شروع ہوا اور پھر یہ عقیدہ مذہب تشیع میں سرایت کر گیا جس کا بیڑا ہشام بن حکم نے اٹھایا، پھر رفتہ رفتہ اس کے اثرات دوسروں میں بھی منتقل ہوئے جو فرق کی کتابوں میں گمراہ اور غالی مذاہب سے معروف ہیں۔ ❻ لیکن افسوس کہ اثناعشری مشائخ ان گمراہوں کی طرف سے دفاع کرتے ہیں کہ جن کے فتنوں کی خبریں اور برائیوں کی چنگاریاں پھیل چکی ہیں اور ہر ضلالت وگمراہی جو ان کی طرف منسوب ہے وہ گھما پھرا کر یا تو اس کی تاویل کرتے ہیں یا تکذیب کرتے ہیں۔ ❼

شیعی روایات کے حوالے سے ہشام بن حکم اور ہشام بن سالم الجوالیقی کا خاص طور سے عقیدہ ''تجسیم'' کا رخ شیعیت کی طرف پھیرنے میں اہم کردار رہا۔ ❽ جب کہ ان کے ائمہ ان دونوں سے اور ان کے نظریات سے اپنی براءت کا اعلان کرتے رہے، چنانچہ بعض شیعہ اپنے امام کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہم ہشام کے نظریہ کے قائل ہیں، تو ان کے امام ابوالحسن علی بن محمد نے کہا: ہشام کے نظریہ وخیالات سے تمھارا کیا تعلق؟ جس کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ کے جسم

❶ میزان الاعتدال (۲/ ۶۹، ۷۰)۔
❷ اعتقاد فرق المسلمین و المشرکین ص (۹۷)۔
❸ اعیان الشیعۃ (۱/ ۱۰۶)۔
❹ منهاج السنة (۱/ ۲۰)۔
❺ الفرق بین الفرق ص (۶۵)۔
❻ أصول الشیعة الامامیة (۲/ ۶۴۲، ۶۶۳)۔
❼ بحار الأنوار (۳/ ۲۹۰، ۲۹۲)۔
❽ أصول الشیعة الإمامیة (۲/ ۶۴۶)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے وہ ہم میں سے نہیں، دنیا وآخرت دونوں جگہ ہم ایسے شخص سے اپنی براءت کا اعلان کرتے ہیں۔ ❶

اسی طرح بعض شیعی روایات اللہ جل شانہ کے بارے میں ان کے اقوال اور عقائد کی ترجمانی کرتی ہیں، چنانچہ جماعت شیعہ ہی کے ایک ثقہ آدمی ❷ نے ابوعبداللہ سے کہا: ہمارے ہم مذہب بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ انسان کی طرح اللہ کی صورت ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ وہ بے ریش امرد اور گھنگھریلے بالوں والا ہے، یہ سن کر ابوعبداللہ سجدہ میں گر گئے، پھر اپنا سر اٹھایا اور فرمایا: پاک ہے وہ ذات جس کے مثل کوئی چیز نہیں، نگاہیں اس کا ادراک نہیں کرسکتیں اور نہ کسی کا علم اس کا احاطہ کرسکتا ہے۔ ❸

آپ دیکھ رہے ہیں کہ ان کے بڑے بڑے متکلمین نے اللہ کے اسماء وصفات کے اثبات میں غلو سے کام لیا ہے اور اتنا غلو کہ اللہ کو اس کی مخلوق کے مشابہ قرار دے دیا جو کہ اللہ کے ساتھ کفر ہے، اس لیے کہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ (الشوری: ۱۱) ''اس کے مثل کوئی چیز نہیں ہے۔''

پھر اللہ کے وہ صفات جو اسی کے لائق تھے ان سے اسے محروم کردیا اور جن اوصاف سے اس نے خود کو متصف نہ کیا تھا ان سے اسے موصوف کردیا، جب کہ ان کا امام ان کے اس گمراہ کن منہج کی تردید کرتا رہا اور ذات باری کو انھیں اوصاف سے موصوف کرنے کی تلقین کرتا رہا، جن سے اللہ نے خود کو موصوف کیا ہے، بہرحال اس سلسلہ میں ان کی اور بھی بہت سی روایات ہیں۔ ❹ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے اسماء وصفات کے اثبات میں غلو کا رجحان اس حقیقی ''اثبات'' کو دیکھ کر پیدا ہوا جس پر اہل بیت قائم تھے، اس طرح اثبات کا یہ مذہب دو نظریات و رجحانات کے بیچ الجھ گیا، ایک تجسیم کا نظریہ جس کا قائل ہشام بن حکم ہوا اور دوسرا اثبات کے ساتھ تنزیہ کا نظریہ، جس کے قائل اہل بیت رہے، اس کی شہادت شیعہ روایات سے بھی ملتی ہے اور اہل علم کی کتابوں میں بھی اس پر مفصل بحث موجود ہے۔ ❺

۱۰۔ تعطیل، شیعی عقائد میں:

اوصاف الٰہیہ کے اثبات میں اس غلو کے بعد شیعہ مذہب میں تیسری صدی کے آخر میں تبدیلی شروع ہوگئی، اور یہ لوگ معتزلی مذہب سے متاثر ہوکر کتاب وسنت سے ثابت شدہ اوصاف الٰہیہ کی تعطیل کا شکار ہوگئے، پھر چوتھی صدی ہجری میں جب مفید اور اس کے پیروکاروں میں سے ابوجعفر طوسی اور شریف مرتضی کے لقب سے مشہور موسوی جیسے لوگوں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا تو شیعیت کا رجحان تعطیل کی طرف زیادہ بڑھ گیا، ان لوگوں نے معتزلہ کی کتابوں پر اعتماد کیا تھا، ❻ بلکہ بہت ساری باتیں حرفاً حرفاً معتزلہ ہی سے منقول تھیں، صفات الٰہیہ اور تقدیر کے متعلق

---

❶ التوحید / ابن بابویه ص (۱۰۴)، أصول الشیعه (۲/ ٦٤٧).

❷ اس ثقہ راوی کا نام یعقوب السراج ہے، دیکھیے: الفهرست / طوسی (۲۱٤) ؟؟؟

❸ التوحید/ ابن بابویه ص (۱۰۳، ۱۰٤). ❹ أصول الکافی (۱/ ۱۰٤، ۱۰٦).

❺ أصول الشیعة (۲/ ٦٤٨). ❻ منهاج السنة (۱/ ۲۲۹).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قرآنی آیات کی تفسیریں بھی معتزلہ کی تفسیروں سے منقول ہیں۔ ❶ یہی وجہ ہے کہ شاید اسماء وصفات کے باب میں آپ متاخرین شیعہ اور معتزلہ کی کتابوں میں کم ہی فرق محسوس کریں گے، معتزلی مذہب کی طرح ان کے یہاں بھی عقل ہی مسائل کی اساس ہے اور اس باب میں جن مسائل کے معتزلہ قائل ہیں مثلاً خلق قرآن، آخرت میں مومنوں کا اپنے رب کا دیدار کرنا اور انکار صفات وغیرہ مسائل میں متاخرین شیعہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ بلکہ اس باب میں جو اشکالات معتزلہ پیش کرتے ہیں بالکل انھیں اشکالات کو متاخرین شیعہ بھی پیش کرتے ہیں، ان مسائل میں دونوں میں بس اتنا فرق محسوس کیا جا سکتا ہے کہ شیعہ حضرات نے ایسی روایات کو اپنے ائمہ کی طرف منسوب کر دیا ہے جن میں نفی صفات اور تعطیل کی صراحت ہے، انھوں نے اپنے ائمہ سے بہت ساری ایسی روایات نقل کی ہیں، جن سے پتا چلتا ہے کہ ان کا مذہب تعطیل تھا، اسی راستے یہ لوگ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اور محمد الباقر اور جعفر الصادق جیسے علمائے اہل بیت پر یہ تہمت لگاتے ہیں کہ وہ لوگ تعطیل کے قائل تھے، جس کو ان کے بعض معاصر شیعہ مشائخ نے اپنی بنیادی دلیل بنا لیا ہے، چنانچہ "طريقة معرفة الصفات" کے زیر عنوان ایک عالم لکھتے ہیں:

"امیر المومنین کا یہ کلام ((كمال الاخلاص نفي الصفات عنه)) "کمال توحید اللہ سے صفات کی نفی میں ہے" سننے کے بعد کیا اب بھی صفات الٰہیہ کی تلاش وجستجو کے لیے کوئی میدان بچ رہا ہے اور کیا اس قول کے آگے سر تسلیم خم کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ ہے۔" ❷

یہ تو رہا شیعی کتابوں کے حوالوں سے ان کا نظریہ تعطیل۔ لیکن حقیقت اس کے بالکل خلاف ہے، چنانچہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اور دیگر ائمہ اہل بیت سے صفات الٰہیہ کا اثبات ثابت ہوتا ہے اور اس سلسلے میں ان کے اقوال ونظریات سے اہل علم کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ ❸ خود شیعی نظریہ تعطیل کے انبار میں بھی بعض ایسی روایات ہیں جنھیں اس حقیقت کا اعتراف ہے، چنانچہ اللہ کے لیے ثابت شدہ اوصاف کی نفی کے ضمن میں ان لوگوں نے ایسی بہت سی روایات کو ذکر کیا ہے جن میں اللہ تعالیٰ کو صفات سلبیہ سے متصف کیا گیا ہے، بہر حال یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، کوئی بھی شخص جو انبیاء علیہم السلام کے منہج سے بھٹک جائے اور ان کا راستہ چھوڑ دے، اس کی یہی حالت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کے بارے میں اپنے رسولوں کو "اثباتِ مفصل" اور "نفی مجمل" کی تعلیم دے کر مبعوث کیا، اسی لیے قرآن میں اثبات صفات کا بیان تفصیل سے ہے اور نفی مجمل ہے۔ ❹ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ⑪﴾ (الشورى: ١١)

چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ کے ذریعے سے نفی کا بیان نہایت مجمل ہے اور نفی کے وقت قرآن نے تقریباً اکثر مقامات پر یہی اسلوب اختیار کیا ہے، فرمایا:

﴿هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا ⑥⑤﴾ (مريم: ٦٥)

---

❶ منهاج السنة (١/ ٣٥٦).
❷ عقائد الامامية الاثنا عشرية / زنجاني ص (٢٨).
❸ منهاج السنة (٢/ ١٤٤).
❹ شرح الطحاوية ص ٤٩، التدمرية (٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''کیا تیرے علم میں اس کا ہمنام وہم پلہ کوئی اور بھی ہے۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی معنی کی تفسیر مروی ہے، یعنی کیا تمھارے علم میں اس کا کوئی نظیر و مثیل ہے۔ ❶ اور فرمایا:

﴿وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ﴾ (الاخلاص : ٤) ''اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔''

جب کہ اثبات صفات کا بیان مفصل طور پر کیا ہے، فرمایا:

﴿وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿١١﴾﴾ (الشوری : ١١) ''وہ سننے اور دیکھنے والا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۖ هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ ﴿٢٢﴾ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٢٣﴾ هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ ۖ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ ۚ يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٢٤﴾﴾

(الحشر : ٢٢ تا ٢٤)

''وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر چھپی اور کھلی چیز کو جاننے والا ہے، وہی بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہ ہے، نہایت پاک، سلامتی والا، امن دینے والا، نگہبان، سب پر غالب، اپنی مرضی چلانے والا، بے حد بڑائی والا ہے، پاک ہے اللہ اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔ وہ اللہ ہی ہے جو خاکہ بنانے والا، گھڑنے ڈھالنے والا، صورت بنادینے والا ہے، سب اچھے نام اسی کے ہیں، اس کی تسبیح ہر وہ چیز کرتی ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

اس معنی میں اور بھی بہت سی آیات ہیں۔ ❷

خود شیعہ حضرات بھی اپنے ائمہ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ خالق کو انھیں اوصاف سے موصوف کیا جائے گا جن سے اس نے اپنی ذات کو موصوف کیا ہے۔ لیکن ان لوگوں کو اِن اقوال سے اس طرح اعراض ہے جس طرح قرآن اور عقل وفطرت کے تقاضوں سے، حالانکہ ان حقائق سے اعراض کا ان کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی سبب نہیں کہ وہ اندھی تقلید میں مبتلا ہیں اور فلسفہ کے سڑے ہوئے کوڑے دان سے استفادہ کرتے ہیں، ورنہ بھلا کوئی عقل مند انسان ایسے غیبی معاملات میں کہ جن تک تفصیلی رسائی صرف آسمانی خبر کے ذریعے سے ہی ممکن ہو، اس کوتاہ عقلی، لغزش پذیر افکار، انسانی متناقض خیالات اور متضاد تصورات پر کیونکر اعتماد کر سکتا ہے؟ ❸

مسئلہ خلق قرآن:

قرآن اللہ کی طرف سے نازل شدہ کلام ہے وہ مخلوق نہیں ہے، قرآن مجید، سنت اور اجماع سلف سے یہی

❶ التدمریة ص (٨). ❷ تفسیر الطبری (١٦/ ١٠٦). ❸ أصول الشيعة الإمامية (٢/ ٦٥٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ثابت ہے۔ ❶ لیکن اس مسئلہ میں اثنا عشری شیعہ جہمی عقیدہ کے دوش بدوش چلے، یعنی یہ کہا کہ قرآن اللہ کی مخلوق ہے، چنانچہ مجلسی کے زمانے میں شیعہ کے عالم کبیر نے "البحار" کے "کتاب القرآن" میں ایک باب باندھا: "بَابُ أَنَّ الْقُرْآنَ مَخْلُوْقٌ" ❷ اور اس کے تحت گیارہ روایتیں ذکر کیں، جن میں بیشتر اس کے مسلک کے خلاف ہیں، لیکن شیعہ علمائے کبار نے ان روایات کی تاویل کردی، جس کی تفصیل میں آئندہ صفحات میں بتاؤں گا۔ آیۃ الشیعۃ محسن الامین کہتے ہیں: ''شیعہ اور معتزلہ قرآن کو مخلوق مانتے ہیں۔'' ❸ اور اس کی اساس یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ کے لیے صفت کلام نہیں مانتے، ان کا گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی بعض مخلوقات میں اپنا کلام پیدا کردیتا ہے جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہوتے وقت درخت میں صفت کلام ودیعت کردی اور جیسے جبریل علیہ السلام میں اس وقت اپنا کلام پیدا کردیا، جب انھیں قرآن دے کر بھیجا۔ ❹ یہ تو ان کے چند ایک علماء کے تبصرے ہیں۔ ❺ لیکن اگر آپ ان کی طرف سے آل بیت کے بارے میں بیان کی جانے والی روایات کو دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ بیشتر روایتیں ان کے نظریہ کے مخالف ہیں، چنانچہ اس کی ایک مثال عیاش کی تفسیر میں دیکھی جاسکتی ہے، انھوں نے امام رضا کے حوالے سے لکھا ہے، آپ سے قرآن کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

((اَنَّهُ كَـلَامُ اللّٰهِ غَيْرُ مَخْلُوْقٍ .)) ❻ ''وہ اللہ کا کلام ہے، مخلوق نہیں ہے۔''

ابن بابویہ القمی کی التوحید میں ہے کہ ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ اے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد! قرآن کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ ہم سے پہلے کے لوگوں کا اس سلسلے میں اختلاف رہا ہے، کچھ لوگوں نے کہا کہ وہ مخلوق ہے اور کچھ کا کہنا ہے کہ مخلوق نہیں ہے؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: جو وہ لوگ کہتے ہیں وہ میں نہیں کہتا، لیکن میرا کہنا یہ ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ ❼ ان کے پاس اس معنی کی بہت ساری روایات ہیں۔ ❽

البتہ اس مقام پر ایک بات واضح رہے کہ شیخ الشیعہ ابن بابویہ القمی نے اپنے دور میں مخلوق وغیر مخلوق سے متعلق ان نصوص کا ایک دوسرا رخ متعین کیا ہے، چنانچہ بعض ائمہ شیعہ کے قول ((اَلْقُرْآنُ غَيْرِ مَخْلُوْقٍ)) کا معنی اس نے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ غیر مکذوب ہے، مخلوق سے وجودی ذات مراد نہیں لی ❾ اور کہا کہ ہم قرآن کو مخلوق نہیں کہتے اس لیے کہ کبھی کبھی مخلوق لغت میں مکذوب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، کہا جاتا ہے: ((كَـلَامٌ مَخْلُوْقٍ)) یعنی ((كَـــلَامٌ مَـكْـذُوْبٍ)) ہے۔ ❿ حالانکہ علمائے سلف نے ان کی تردید کی ہے اور کہا کہ ہم نے غیر مخلوق سے غیر مکذوب کبھی نہیں مراد لیا ہے، کیونکہ اس کے جھوٹ ہونے کا شک کرنا بالکل واضح کفر ہے، جو ہر مسلمان کو معلوم

---

❶ الرد علی الزنادقۃ / امام أحمد، خلق أفعال العباد / البخاری.

❷ بحار الأنوار (۱۲/ ۱۱۷، ۱۲۱). ❸ أعیان الشیعۃ (۱/ ٤٦١).

❹ أعیان الشیعۃ (۱/ ٤٥٣). ❺ أصول الشیعۃ الامامیۃ (۲/ ٦٥٨).

❻ تفسیر العیاش (۱/ ۸). ❼ التوحید/ ابن بأبویہ ص (۲۲٤).

❽ البحار (۹۲/ ۱۱۷، ۱۲۱) اصول الشیعۃ (۲/ ٦٥٩).

❾ البحار (۹۲/ ۱۱۹). ❿ أصول الشیعۃ (۲/ ٦٥٩).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے اور شیعہ حضرات کا یہ کہنا کہ کلام الٰہی مخلوق ہے جسے اللہ نے دوسری مخلوق میں پیدا کیا ہے، یہ بھی غلط ہے، سلف نے اس کی تردید کی ہے، اس سلسلہ میں ان کے متواتر آثار اور متعدد تصنیفات موجود ہیں۔ ❶

اسی طرح ان کے علامہ وامام ''البروجردی'' نے اپنی کتاب "تفسير الصراط المستقيم" میں ابن بابویہ کی ایک عبارت نقل کی ہے جس میں یہ اور اس کے استاد القمی ''کلام الٰہی'' کے غیر مخلوق ہونے والی عبارت کو ''تقیہ'' پر محمول کرتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

''شاید قرآن کے لیے کلمہ ''خلق'' کے استعمال کی ممانعت تقیہ کے پیش نظر ہوئی تاکہ عوام کا ساتھ دیا جاسکے، یا اس وجہ سے کہ یہ کلمہ ایک ایسے دوسرے معنی کا احتمال اور وہم پیدا کر رہا تھا جسے کفار نے جھوٹ اور گھڑنے کے معنی میں استعمال کیا، چنانچہ اللہ نے ان کی باتوں کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے: اِنْ هٰذَا اِلَّا اخْتِلَاقٌ۔''

مختصر یہ کہ ان بزرگان شیعہ کو ''تقیہ'' یا اس کے ہم معنی کسی دوسرے کلمہ کے علاوہ کہیں اور روپوش ہونے کی جگہ نہ مل سکی۔ پس شیعہ حضرات کا یہ منہج ثابت کرتا ہے کہ وہ کسی دلیل پر قائم نہیں ہیں، ہر نص اور عبارت میں ''تقیہ'' کے احتمال نے ان کا مکمل دینی ڈھانچہ بگاڑ دیا اور مذہب کی حقیقت کو ضائع کر دیا۔ اس طرح ان کا مذہب مجلسی، کلینی یا ابن بابویہ القمی کا مذہب ٹھہرا، نہ کہ ان کے ائمہ کی راویتیں۔ ❷

پھر سازش سے بھرپور اسی راستہ سے علم اور حق کا زیاں ہوا اور شیطانی اوہام پر مشتمل انھیں اسلوب فکر وتحریر کے نتیجہ میں امت اختلاف اور فرقہ واریت مسلط ہوگئی۔ کاش کہ مذہب تشیع کا کوئی خیر خواہ اس مذہب کے تئیں بھلائی اور احسان کا مظاہرہ کرتا تو پوری شیعیت کو اہل سنت و جماعت کا راستہ دکھاتا اور کتاب اللہ، سنت رسول، منہج صحابہ اور علمائے اہل سنت و جماعت کے عقائد سے اتفاق کرنے والی شیعی روایات سے استدلال کر کے قمی، کلینی اور مجلسی جیسے لوگوں کی چالبازیوں اور مکر سے تمام شیعہ برادران کو نجات دلاتا اور خاص طور سے وہ شخص یہ خیر خواہی اس لیے کرتا کہ ان کے ائمہ کو ہمیشہ اپنوں سے جھوٹ کی شکایت رہی اور وہ یہاں تک کہہ گئے کہ لوگوں نے ہمارے خلاف جھوٹ کا طومار باندھ دیا۔ ❸

اگر آپ ہمارے اس نظریہ کی تصدیق چاہتے ہیں کہ اہل سنت کی روایات اس مسئلہ میں اہل بیت کے متعلق شیعی روایات سے متفق ہیں، تو آپ دیکھیں گے کہ شیعی کتب مصادر و مراجع میں یہ بات کہ ''اللہ کا کلام منزل ہے مخلوق نہیں ہے''، اسی طرح موجود ہے جس طرح اہل سنت کی کتب مصادر و مراجع میں موجود ہے۔ انھیں پڑھنے کے لیے آپ امام بخاری کی کتاب "افعال العباد" ❹ ابن ابی حاتم ❺ اور ابوسعید الدارمی کی کتابیں اور علامہ

---

❶ تفسير الصراط المستقيم (١/ ٣٠٤) . ❷ أصول الشيعة الإمامية (٢/ ٦٦٠) .
❸ رجال الكشي ص (١٣٥ ، ١٣٦) . ❹ خلق أفعال العباد ص (٣٦) تحقيق: البدر .
❺ منهاج السنة / ابن تيميه (٢/ ١٨٧ ، ١٨٨) .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آجری کی "الشریعۃ" ❶ بیہقی کی "الاعتقاد" ❷ اور "الأسماء و الصفات" ❸ الکلائی کی "شرح اصول اعتقاد أھل السنۃ" ❹ اور ابوداؤد کی "مسائل الامام أحمد" ❺ کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

شیعہ حضرات کے امام جعفر الصادق سے مروی ہے کہ ان سے قرآن کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: نہ وہ خالق ہے اور نہ مخلوق۔ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ جعفر کی اس طرح بہت ساری روایات ہیں۔ ❻ تو یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو معنی اور مفہوم متفق علیہ ہے اسے کیوں نہ اختیار کر لیا جائے اور اس باطل کو کیوں نہ چھوڑ دیا جائے جو امت میں اختلاف اور فرقہ واریت پیدا کرنے والے علماء و مشائخ کے اقوال پر قائم ہے۔ ایسے فسادی علمائے شذوذ اور اپنی انفرادیت کو کھوج کھوج کر نکالتے ہیں تا کہ "خمس" کے نام پر بڑی بڑی رقمیں اینٹھ سکیں، معاشرہ میں ان کا رعب و دبدبہ رہے اور امام غائب کی نیابت کے حوالے سے انھیں مقدس و محترم مقام حاصل رہے۔ اسی لیے وہ لوگ ہمیشہ یہ بات دہراتے رہتے ہیں کہ جو شیعہ نادان عوام کی مخالفت کرتا رہے وہ ہدایت پر ہے۔ ❼

واضح رہے کہ ان کے نزدیک نادان عوام سے مراد اہل سنت و جماعت ہیں، شیعی کتابوں میں وارد شدہ روایات اور جن میں تنصیص و تصریح ہے کہ قرآن اللہ کی طرف سے منزل ہے مخلوق نہیں ہے، ان متقدمین شیعہ کے عقیدہ کی نمائندہ ہیں جو اسی پر قائم تھے، جیسا کہ اہل علم نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ❽ اس لیے کہ "خلق قرآن" کا عقیدہ متاخرین شیعہ کی بدعت ہے۔ ❾

اسی طرح قرآن کے منزل من اللہ اور غیر مخلوق ہونے کا عقیدہ اہل بیت کا بھی رہا ہے، اہل بیت کے علی بن حسین ہوں، ابوجعفر الباقر ہوں یا ان کے بیٹے جعفر بن محمد ہوں، ان میں کسی بھی امام کے بارے میں یہ ثابت نہیں ہے کہ وہ خلقِ قرآن کا قائل رہا، لیکن امامیہ ہیں کہ اپنے عام اصول و قواعد میں بھی اہل بیت کی مخالفت کر جاتے ہیں۔ ❿ تو ان سب چیزوں کے بعد بھی کیا ان کے مذہب کی خرابی کے لیے یہ بات نہیں کہی جا سکتی کہ یہ مذہب اہل بیت اور ان سے ثابت شدہ روایات کے خلاف ہے، اسی طرح اہل سنت کے خلاف ہونے کے ساتھ ان کی ساری روایتیں متضاد اور متعارض ہیں؟ ⓫

واضح ہو کہ اس مسئلہ میں اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے، اسی سے کلام کا آغاز ہوا ہے، لیکن اس کی قول کی کیفیت نہیں بتائی جا سکتی، اللہ نے اسے اپنے رسول پر بذریعے سے وحی نازل فرمایا اور

---

❶ الشریعۃ ص (۷۷).
❷ الاعتقاد ص (۳٦).
❸ الأسماء و الصفات (۲٤۷).
❹ شرح أصول اعتقاد و أھل السنۃ (۲/ ۲۳۸، ۲٤۱، ۲٤۲)
❺ مسائل الإمام أحمد ص (۲٦۵)
❻ منھاج السنۃ (۱/ ۲۷۸).
❼ أصول الشیعۃ الامامیۃ (۲/ ٦٦۲).
❽ منھاج السنۃ (۱/ ۲۹٦) أصول الشیعۃ الإمامیۃ (۲/ ٦٦٤).
❾ مقالات الاسلامیین / أشعری (۱/ ۱۱٤). ❿ منھاج السنۃ ۱/ ۲۹٦).
⓫ أصول الشیعۃ الإمامیۃ (۲/ ٦٦۸).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مومنوں نے اس کی حقانیت کی تصدیق کی ہے اور اس بات پر ایمان ہے کہ حقیقت میں یہ اللہ ہی کا کلام ہے، مخلوق کے کلام کی طرح یہ مخلوق نہیں ہے، اگر اسے سن کر کوئی شخص یہ گمان کرے کہ یہ انسان کا کلام ہے تو وہ کفر کا مرتکب ہوا، اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کی مذمت اور تردید کی ہے، اور ''سقر'' کی وعید سنائی ہے۔ فرمایا:

﴿سَأُصْلِيهِ سَقَرَ ﴾ (المدثر: ۲۶) ''میں عنقریب اسے سقر میں ڈالوں گا۔''

پس اگر اللہ تعالیٰ: ﴿إِنْ هَٰذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴾ (المدثر: ۲۵) کا عقیدہ رکھنے والے کو ''سقر'' کی وعید سنا سکتا ہے تو ہمیں یقین ہے کہ یہ انسان کا نہیں بلکہ انسان کے خالق کا کلام ہے کہ جس کے مشابہ کسی انسان کا کلام ہرگز نہیں ہوسکتا۔ ❶

مسئلہ رؤیت باری تعالیٰ:

معتزلہ کے پڑوس میں رہنے کی وجہ سے امامیہ شیعہ بھی آخرت میں رؤیت باری تعالیٰ کی نفی کے قائل ہوئے، اس سلسلے میں ان کی کئی ایک روایات ہیں، جنھیں ابن بابویہ نے اپنی کتاب ''التوحید'' میں ذکر کیا ہے اور بیشتر روایات کو ''البحار'' کے مصنف نے یکجا کیا ہے، جو کہ آخرت میں مومنوں کے لیے رؤیت باری تعالیٰ کو ثابت کرنے والے نصوص کی نفی کرتی ہیں، وہ روایات ابوعبداللہ جعفر الصادق پر افترا پردازی کرتی ہیں، چنانچہ ایک روایت میں آپ کے بارے میں ہے کہ آپ سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا آخرت میں اسے آنکھوں سے دیکھا جانا ممکن ہے؟ تو آپ نے جواب دیا: اللہ پاک ہے، وہ اس سے بہت بلند ہے، نگاہیں انھیں چیزوں کو دیکھ سکتی ہیں، جن میں رنگ اور کیفیت ہو اور اللہ رنگ و کیفیت کا خالق ہے۔ ❷

ان کے ایک دوسرے شیخ اور آیۃ اللہ جعفر نجفی جو کہ ''کشف الغطاء'' کے مصنف ہیں، فرماتے ہیں: ''اگر کسی نے اللہ کی طرف رؤیت جیسی بعض صفات کی نسبت کردی تو اس پر مرتد کا حکم لگایا جائے گا۔'' ❸

جب کہ الحر العاملی نے رؤیت باری تعالیٰ کی نفی کو ائمہ کے اصول میں شمار کیا ہے اور اس عنوان کے تحت ایک باب باندھا ہے کہ ((بَابُ أَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ لَا تَرَاهُ عَيْنٌ وَ لَا يُدْرِكُهُ بَصَرٌ فِي الدُّنْيَا وَ لَا فِي الْآخِرَةِ .)) ❹ ''اللہ تعالیٰ کو دنیا و آخرت کہیں بھی نہ آنکھ دیکھ سکتی ہے اور نہ نگاہ اس کا احاطہ کرسکتی ہے۔''

پس آخرت میں مومنوں کے لیے رؤیت باری تعالیٰ کی نفی شرعی نصوص کے مدعا و مقتضیٰ سے بغاوت کے مترادف ہے، جیسا کہ ان کی بعض روایات کو اس کا اعتراف ہے، چنانچہ ابن بابویہ القمی نے ابوبصیر سے اور انھوں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ میں نے ان سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں دریافت کیا کہ کیا قیامت کے دن مومن لوگ اسے دیکھیں گے: تو آپ نے فرمایا: ہاں۔ ❺

---

❶ المنحة الألٰهية فی تهذیب شرح الطحاویة / عبدالاخر غنیمی ص (۱۰۹).

❷ بحار الأنوار (٤/ ۳۱). ❸ کشف الغطاء ص (٤۱۷) أصول الشیعة الإمامیة (۲/ ٦۷۰).

❹ أصول الشیعة (۲/ ٦۷۰). ❺ الفصول المهمة فی أصول الأئمة ص (۱۲).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بہرحال جنتیوں کے لیے رؤیت باری تعالیٰ برحق ہے، وہ اسے بغیر احاطہ اور بلا کیفیت دیکھیں گے، جیسا کہ ہمارے رب کی کتاب اس کی شہادت دیتی ہے، فرمایا:

﴿ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ ﴾ (القیامة: ۲۲، ۲۳)

''اس دن کئی چہرے تروتازہ ہوں گے۔ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے۔''

اور فرمایا:

﴿ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ۝ ﴾ (قٓ: ۳۵)

''ان کے لیے جو کچھ وہ چاہیں گے اس میں ہوگا اور ہمارے پاس مزید بھی ہے۔''

اس آیت کی تفسیر میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زیادہ ملنے سے مراد رب ذوالجلال کے رخ انور کا دیدار ہے۔ [1]

اور فرمایا:

﴿ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ﴾ (یونس: ۲۶)

''جن لوگوں نے نیکی کی انھی کے لیے نہایت اچھا بدلہ اور کچھ زیادہ ہے۔''

پس ''حسنیٰ'' سے جنت اور ''زیادہ'' سے دیدار الٰہی مراد ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد آپ کے صحابہ نے اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے، چنانچہ صحیح مسلم میں صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ﴿ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ﴾ کی تلاوت فرمائی اور فرمایا: جب جنتی لوگ جنت میں اور جہنمی لوگ جہنم میں چلے جائیں گے، تو ایک پکارنے والا پکارے گا کہ اے جنتیو! اللہ تعالیٰ نے تم سے ایک وعدہ کیا تھا، آج اسے تمھارے لیے پورا کرنا چاہتا ہے، وہ کہیں گے: وہ کیا وعدہ ہے؟ کیا ہمارے میزان وزنی نہیں مانے گئے، ہم سرخ رو نہیں کیے گئے اور جہنم سے نجات دے کر جنت میں نہیں ڈالے گئے؟ پھر اللہ تعالیٰ اپنا حجاب ہٹا دے گا اور وہ سب اس کی طرف دیکھیں گے: ((فَمَا اَعْطَاهُمْ شَيْئًا اَحَبُّ اِلَيْهِمْ مِنَ النَّظْرِ اِلَيْهِ، وَهِيَ الزِّيَادَةُ)) تو جو کچھ بھی اللہ نے انھیں دیا ہوگا، اب اس دیدار کے مقابل میں وہ سب کچھ بھی اچھی نہ لگیں گی، یہی زیادہ ہے۔ (جو ان مومنوں کو عطا کی گئی) اور فرمایا:

﴿ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَىِٕذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝ ﴾ (المطففين: ۱۵)

''ہرگز نہیں، بے شک وہ اس دن یقیناً اپنے رب سے حجاب میں ہوں گے۔''

امام شافعی اور دیگر ائمہ کرام رحمہم اللہ نے اس آیت کریمہ سے جنتیوں کے لیے دیدار الٰہی کا ثبوت فراہم کیا ہے، طبری وغیرہ نے مزنی عن شافعی سے یہی تحریر کیا ہے اور حاکم فرماتے ہیں کہ ہم سے اصم نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ربیع بن سلیمان نے بیان کیا کہ میں محمد بن ادریس الشافعی کے پاس تھا، آپ کے پاس کاغذ کا ایک ٹکڑا

[1] صحیح مسلم حدیث نمبر (۱۸).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آیا، اس میں لکھا تھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں کیا فرماتے ہیں: ﴿كَلَّآ اِنَّهُمۡ عَنۡ رَّبِّهِمۡ يَوۡمَئِذٍ لَّمَحۡجُوۡبُوۡنَ ۝۱۵﴾ تو آپ نے فرمایا: جب رب کی ناراضگی میں معتوب شخص اس کی دیدار سے محروم کردیا گیا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی رضامندی کی صورت میں اللہ کے اولیاء و نیکوکار اسے اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ ❶ رہیں وہ بہت سی احادیث جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے ثابت ہیں اور دیدار الٰہی کے ثبوت پر دلالت کرتی ہیں تو ایسی احادیث متواتر ہیں، صحاح، مسانید اور سنن کے مصنفین نے انھیں روایت کیا ہے، رؤیت باری تعالیٰ کے ثبوت پر صحابہ، تابعین، ائمہ اسلام اور اہل سنت و جماعت کی طرف منسوب تمام متکلمین کا عقیدہ رہا ہے۔ ❷

۱۱۔ ائمہ، انبیاء اور رسولوں سے افضل ہیں:

ہمارا عقیدہ ہے کہ انبیاء اور رسول انسانوں میں سب سے افضل اور سب سے زیادہ رسالت کے مستحق ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں کمال عبودیت، تبلیغ دین، دعوت الی اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کے لیے پیدا کیا، ارشاد فرمایا:

﴿اَللّٰهُ اَعۡلَمُ حَيۡثُ يَجۡعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾ (الانعام: ۱۲۴)

''اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ کہاں اپنی پیغمبری رکھے۔''

پس دیگر انسانوں پر انھیں بوجہ رسالت ہی فوقیت حاصل ہے۔ ❸ اللہ تعالیٰ نے دیگر انسانوں پر ان کی پیروی واجب ٹھہرائی ہے، فرمایا:

﴿وَ مَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ﴾ (النساء: ٦٤)

''اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی فرماں برداری کی جائے۔''

علامہ طحاوی، اہل سنت کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ہم اولیاء میں سے کسی کو بھی انبیاء علیہم السلام پر فضیلت نہیں دیتے اور ہم عقیدہ رکھتے ہیں کہ ایک نبی تمام اولیاء سے افضل ہے۔'' ❹

ائمہ کو انبیاء پر فضیلت دینا غلو پرست روافض کا مذہب رہا ہے، جیسا کہ عبدالقاہر بغدادی، ❺ قاضی عیاض ❻ اور ابن تیمیہ ❼ نے اس سے آگاہ کیا ہے۔ ہو بہو یہی عقیدہ اثنا عشری شیعہ کے اندر سرایت کر گیا اور ''الوسائل'' کے مصنف نے یہ ثابت کیا کہ ائمہ کو انبیاء پر فضیلت دینا شیعی مذہب کے اصول میں شامل ہے۔ ❽ اور کہا کہ اس سلسلہ میں روایات لاتعداد ہیں۔ ❾ اور مجلسی کی کتاب ''بحار الأنوار'' میں ایک باب اس عنوان کے تحت ہے کہ ''باب تفضیلهم علیهم السلام علی الأنبیاء و علی جمیع الخلق'' ''ائمہ علیہم السلام کا انبیاء

❶ مناقب الشافعي / البيهقي (۱/ ٤۱۹). ❷ شرح الطحاوية ص (۱٤٦).
❸ المنهاج في شعب الايمان / الحليمي (۱/ ۲۳۸).
❹ شرح العقيدة الطحاوية ص (٤۹۳). ❺ أصول الدين ص (۲۹۸).
❻ الشفاء ص (۱۰۷۸). ❼ منهاج السنة (۱/ ۱۷۷).
❽ أصول الشيعة الإمامية (۲/ ۷٤٥). ❾ أصول الشيعة الإمامية (۲/ ۷٤٥)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور ساری مخلوق سے افضل ہونے کا بیان"، مجلسی کہتا ہے کہ اللہ نے فرشتوں، دیگر مخلوقات، اور خود انبیاء سے ائمہ کی محبت کا میثاق لیا اور بتایا کہ اولوالعزم پیغمبروں کو ائمہ سے محبت کی بنا پر اولوالعزمی کا مقام ملا۔ ❶

بہرحال اثناعشری شیعہ کا جو یہ مذہب ٹھہرا تو غلو کی طرف متعدد تغیرات اور پیش رفتوں کے بعد ٹھہرا، کیونکہ انبیاء پر ائمہ کو فضیلت دینے کے مسئلہ میں یہ لوگ بقول امام ابوالحسن اشعری تین فرقوں میں بٹے رہے:

فرقہ اول: ...... جس کا عقیدہ یہ تھا کہ انبیاء کرام ائمہ سے افضل ہیں، جب کہ انھیں میں سے کچھ کا عقیدہ یہ رہا کہ ائمہ فرشتوں سے افضل ہیں۔

فرقہ دوم: ...... اس کا عقیدہ ہے کہ ائمہ، انبیاء اور فرشتوں دونوں سے افضل ہیں۔

فرقہ سوم: ...... جو کہ ائمہ کی امامت اور جداگانہ مذہب کا قائل ہے اس کا عقیدہ یہ ہے کہ ملائکہ اور انبیاء ائمہ سے افضل ہیں۔ ❷

شیعہ عالم "المفید" نے "اوائل المقالات" میں ایک چوتھے مذہب کا اضافہ کیا ہے، جس کے نزدیک ائمہ، اولوالعزم پیغمبروں کو چھوڑ کر بقیہ تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ ❸ پھر ان مذاہب میں اعتماد کس پر ہو، اس کی اس نے صراحت نہیں کی، بلکہ توقف اختیار کیا ہے، تاکہ اس سلسلہ میں مزید غور و فکر سے کام لیا جائے۔ ❹

مذکورہ اقوال و نظریات کو دیکھنے کے بعد بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام تر مذاہب کا انتشار صفوی حکومت کے بڑے بڑے علمائے شیعہ اور ان کے پیروکاروں کی کاوشوں کا نتیجہ ہے، جس کے بعد ائمہ کے حق میں مبالغہ آمیز عقیدت کو اس مذہب میں استحکام مل گیا، حیرت ہے کہ مجلسی نے "بحار الأنوار" میں اس موضوع کے تحت باب باندھتے ہوئے لکھا ہے کہ اولوالعزم پیغمبروں کو اولوالعزمی کا خطاب محض ان ائمہ کی محبت کی وجہ سے انھیں ملا۔ ❺

بہرحال شیعہ برادری کا جو کچھ عقیدہ ہو، حقیقت یہ ہے کہ جو شخص دیانت داری سے اللہ کی کتاب کو پڑھے گا اسے معلوم ہوگا کہ ان کے ان بارہ ائمہ کا قرآن مجید میں قطعاً کہیں کوئی ذکر نہیں ہے، چہ جائیکہ وہ اللہ کے انبیاء اور رسولوں پر مقدم ہوں۔ اسی طرح یہ پہلو بھی قابل غور ہے کہ قرآن میں انبیاء کرام کو، اللہ کے دیگر نیک بندوں پر مقام اور تذکرہ میں فوقیت حاصل ہے، چنانچہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ ۚ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ﴿٦٩﴾ ﴾ (النساء: ٦٩)

"اور جو اللہ اور رسول کی فرماں برداری کرے تو یہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا، نبیوں اور صدیقوں اور شہداء اور صالحین میں سے اور یہ لوگ اچھے ساتھی ہیں۔"

---

❶ بحار الأنوار (٢٦/ ٢٦٧).
❷ مقالات الإسلاميين (١/ ١٢٠).
❸ أوائل المقالات ص (٤٢، ٤٣).
❹ أوائل المقالات ص (٤٣).
❺ بحار الأنوار (٢٦/ ٢٦٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آپ دیکھ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بخت بندوں کی درجہ بندی کرتے ہوئے انھیں چار مراتب میں تقسیم کیا اور انبیاء کا ذکر پہلے کیا۔ ❶ صرف اتنا ہی نہیں پورے قرآن مجید سے یہ بات آشکارا ہوتی ہے کہ اللہ نے انبیاء کرام کو تمام انسانوں سے منتخب کیا اور انھیں پوری دنیا والوں کے لیے چن لیا۔ ❷ نیز اسلامی تاریخ کی تین اولین صدیوں کے فضیلت یافتہ نفوس قدسیہ نے دیگر انسانوں پر انبیاء کی فضیلت پر اتفاق و اجماع کیا ہے، جو کہ شریعت کی مستند دلیل ہے۔ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اسلاف امت، ائمہ سلف اور تمام تر اولیاء اللہ انبیاء کرام کو ان اولیاء پر فضیلت اور برتری دینے پر متفق ہیں جو نبی نہیں ہیں۔'' ❸

عقل میں بھی یہ بات بڑی صراحت و آسانی سے آتی ہے کہ نبی کو امام پر کوئی فضیلت حاصل نہ ہو، پھر بھی بلاوجہ ترجیح نبی کو واجب الاطاعت بنانا اسے مطلق طور پر حاکم ماننا اور اسے حکم اور ممانعت کے اعتبار سے صاحب شرع قرار دینا، اور پھر امام المسلمین کو ایسے نبی کا نائب اور اس کا تابع بنا دینا بے حد غیر معقول بات ہے اور چونکہ ایک طرف انبیاء کی افضلیت کے یہ اسباب انبیاء میں مکمل طور سے موجود ہوتے ہیں اور دوسری طرف ہر امام میں یہ خوبیاں مفقود ہوتی ہیں لہٰذا یہی عقیدہ رکھنا ہوگا کہ کوئی بھی امام نبی سے قطعاً افضل نہیں ہوسکتا، بلکہ یہ ناممکن اور محال ہے۔ ❹

خود شیعہ مسلک کی کتابوں میں ایسی تحریریں موجود ہیں جو مذکورہ نص شرعی، اجماع اور عقل کے موافق ہیں اور شاذ اقوال کی نفی کرتی ہیں، اسی قبیل کی ایک روایت بسند کلینی عن ہشام الاحول عن زید بن علی مروی ہے کہ انبیاء ائمہ سے افضل ہیں جو اس کے علاوہ کہے وہ گمراہ ہے۔ ❺ اور ابن بابویہ نے صادق سے ایک روایت نقل کی ہے جس میں صراحت ہے کہ انبیائے کرام اللہ تعالیٰ کے نزدیک علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔ ❻

امامیہ شیعہ کا قرآن کے بارے میں موقف

مسئلہ امامت میں شیعی عقائد اور ان کی طرف سے دفاع کا ایک بڑا خطرناک اثر یہ ظاہر ہوا کہ بعض اہل تشیع قرآن، سنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے متعلق انتہائی مہلک اور خطرناک افکار و خیالات کے حامل ہو گئے اور انھوں نے قرآن میں شکوک و شبہات کے دروازے کھول دیے۔ بہت سی ثابت شدہ صحیح احادیث کا انکار کر دیا، صحابہ پر طعن و تشنیع کی، اور انھیں جرح و مذمت کا نشانہ بنایا، انھیں بالقصد افترا پردازی اور کتاب الٰہی میں تحریف کا مجرم ٹھہرایا، جس کی ایک جھلک آئندہ مباحث میں دیکھی جا سکتی ہے:

ا۔ قرآن مجید میں تحریف کا عقیدہ اور اس کی تردید:

بعض روافض شیعہ کا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید اپنی اصلی حالت پر باقی نہیں ہے، بلکہ وہ تحریف شدہ ہے اور اس

❶ أصول الشعية الإمامية (۲/ ۷۴۹). ❷ الفتاوٰی (۱۱/ ۲۲۱).
❸ الفتاوی (۱۱/ ۲۲۱). ❹ مختصر التحفة الاثنا عشرية ص (۱۰۱).
❺ مختصر التحفة الاثنا عشرية ص (۱۰۰). ❻ مختصر التحفة الاثنا عشرية ص (۱۰۱).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی بعض سورتوں کو غائب کر دیا گیا ہے، اسی طرح اہل بیت کے فضائل، ان کی اتباع کے حکم اور مخالفت کی ممانعت، اور ان سے لازمی محبت، ان کے دشمنوں کے نام، اور دشمنوں پر لعنت و مذمت کے متعلق جو آیات تھیں انھیں بھی حذف کر دیا گیا ہے۔ ان کے عقیدہ کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس جرم کا ارتکاب کیا ہے اور انھوں نے ہی خُرد بُرد سے کام لیا ہے، چنانچہ ان حذف شدہ آیات میں سے ایک آیت وہ ہے جو کہ سورہ ''انشرح'' کا ایک حصہ تھی: ''و جعلنا علیا صهرك'' یعنی ہم نے علی کو تمھارا داماد بنایا۔ گویا اس محذوف ٹکڑے کا اشارہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کے رشتہ کے لیے صرف علی رضی اللہ عنہ خاص ہیں اس میں عثمان نہیں ہیں۔ (1)

تردید: ...... حالانکہ صحابہ کرام پر یہ تہمت لگاتے ہوئے یہ لوگ بھول بیٹھے کہ یہ سورت مکی ہے اور جس وقت اس کا نزول ہوا اس وقت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد نہ ہوئے تھے، کیونکہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح مدینہ میں اور غزوۂ بدر کے بعد ہوا جیسا کہ ہم اس سے پہلے بتا چکے ہیں۔

اہل تشیع کا یہ بھی خیال ہے کہ قرآن میں ''الولایۃ'' نام کی ایک طویل سورت تھی، جس میں اہل بیت کے فضائل کا تذکرہ تھا، اسے بھی حذف کر دیا گیا۔

بہر حال قرآن مجید کے متعلق مذکورہ عقیدہ کے حامل شیعہ کے خیالات اسی طرح کے مباحث کے ارد گرد چکر لگاتے ہیں۔ انھوں نے قرآن کے بنیادی احکامات میں سے کسی حکم یا اس کے اساسیات و اصولوں میں سے کسی اصول کا انکار نہیں کیا ہے، بس ان کی تمام تر کوششوں اور افکار و خیالات کا لب لباب یہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد کے ائمہ کی ولایت کے بارے میں بعض آیات کو ثابت کیا جائے، حالانکہ قرآن مجید کے بارے میں اس طرح کی افترا پردازیوں کا جواب امامیہ شیعہ کے متعدد علماء نے دیا ہے۔ ان میں سرفہرست ان کے مستند عالم ابوجعفر محمد بن یعقوب الکلینی متوفی ۳۲۹ھ ہیں۔ جنھوں نے کتاب ''الکافی'' لکھی ہے، اور ثقاہت میں اہل تشیع کے نزدیک جس کتاب کو وہی درجہ حاصل ہے، جو اہل سنت کے نزدیک صحیح البخاری کو حاصل ہے۔ شیعہ تفسیر ''الصافی'' کے مصنف کا کہنا ہے کہ ''حجة الاسلام محمد بن یعقوب الکلینی طاب الله ثراه'' کی تحریروں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی قرآن میں تحریف اور کمی کے قائل تھے، اس لیے کہ انھوں نے اپنی کتاب ''الکافی'' میں اس معنی کی چند روایات ذکر کی ہیں، لیکن ان پر کسی رد و قدح سے گریز کیا ہے۔ یہ بات میں اس بنا پر کہہ رہا ہوں کہ انھوں نے کتاب کے شروع میں ذکر کیا ہے کہ وہ اس میں جو کچھ روایت کرتے ہیں انھیں اس پر اعتماد ہے۔ (2)

ہر چند کہ اس موضوع سے متعلق ''کلینی'' کی کتاب ''الکافی'' کسی حد تک خاموش ہو، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب بھٹکے اور گمراہ کن خیالات پر مشتمل ہے اور اس کا اساسی مقصد علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے بعد کے ائمہ کی امامت کا ثبوت پیش کرنا ہے۔ اس کی ایک مثال کلینی کی وہ روایت ہے جو بسند عن ابی بصیر عن ابی عبداللہ علیہ السلام یوں مروی ہے

(1) دراسات عن الفرق وتاريخ المسلمين ص (۲۲٦) .

(2) تفسير الصافی ص ۱۳) الإمام الصادق / أبوزهرة ص (۳۳۳) .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کہ اللہ کے فرمان: ((ومن یطع اللہ و رسولہ - عن ولایۃ علی و الائمۃ بعدہ - فقد فاز فوزاً عظیما.)) کا نزول اسی طرح ہوا تھا۔ ❶

اور بروایت جابر عن ابی جعفر علیہ السلام یہ بھی مروی ہے کہ میں نے ان سے پوچھا کہ علی بن ابی طالب کا "امیر المومنین" نام کیوں پڑا؟ تو جواب دیا کہ اللہ نے ان کا یہ نام رکھا ہے، اور قرآن میں اس طرح آیت نازل فرمائی: ((و اذا اخذ ربك من بنی آدم من ظهورهم ذریتهم و اشهدهم علی انفسهم الست بربکم وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلِیْ وَ اَنَّ عَلِیًّا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ.)) ❷

اسی طرح احمد بن محمد بن ابونصر سے کلینی کی روایت ہے، کہ انھوں نے کہا: ابوالحسن (رضا) علیہ السلام نے میری طرف قرآن بڑھایا اور فرمایا: اس میں نہ دیکھنا۔ میں نے اسے کھول دیا، اور اس میں جب ((لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا.)) کو پڑھا تو مجھے اس سورت میں ستر (۷۰) ایسے نام ان کی ولدیت کے ساتھ ملے جن کا تعلق قریش سے تھا، میں نے قرآن بند کر دیا، تھوڑی دیر بعد آپ نے مجھے پیغام بھیجا کہ وہ مصحف واپس کر دو۔ ❸

کلینی کا یہ بھی خیال ہے کہ پورے قرآن کو صرف ائمہ نے جمع کیا اور انھیں کو اس کا سارا علم ہے، اس طرح قرآن کو اس کے نزول کی حقیقی شکل میں جمع کرنے والے اور حفظ کرنے والے صرف علی بن ابی طالب اور ان کے بعد کے ائمہ ہیں۔ ❹

جمع قرآن کی نسبت علی رضی اللہ عنہ کی طرف کرنے والی تہمت کا اعادہ شیعہ حضرات کی طرف سے بار بار کیا گیا ہے، شیعہ محدث طبرسی اپنی کتاب "الاحتجاج" میں لکھتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فوراً بعد علی رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید جمع کر کے اسے مہاجرین و انصار پر پیش کیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اس کی وصیت فرمائی تھی۔ جب ابوبکر نے علی کا قرآن کھول کر دیکھا تو پہلے صفحہ پر ہی ان لوگوں (انصار و مہاجرین) کے عیوب و نقائص پر مبنی آیات درج تھیں، ان آیات کو دیکھ کر عمر بن خطاب اچھل پڑا اور علی علیہ السلام سے کہنے لگا: علی، اسے واپس لے جاؤ، ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں، چنانچہ علی علیہ السلام نے وہ قرآن مجید پکڑا اور واپس گھر تشریف لے گئے، پھر زید بن ثابت کو طلب کیا گیا جو کہ قرآن کا قاری تھا، عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: علی ہمارے پاس ایک قرآن لے کر آئے تھے جس میں مہاجرین و انصار کی برائیوں اور نقائص و عیوب کا ذکر تھا، ہمارا خیال ہے کہ ہم ایک ایسا قرآن ترتیب دیں جس میں یہ ساری آیات حذف کر دیں۔ زید بن ثابت کہنے لگا: مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں، لیکن اگر علی نے اپنا جمع کردہ (اصلی قرآن) عوام پر ظاہر کر دیا تو کیا ہماری ساری محنت اکارت نہیں چلی جائے گی؟ عمر کہنے لگا: پھر کیا صورت ہونی چاہیے؟ زید نے کہا: آپ زیادہ جانتے ہیں۔ عمر کہنے لگا: میرے خیال میں علی کو قتل کیے بغیر کوئی چارہ

❶ أصول الكافي (١/ ٤١٤). ❷ أصول الكافي (١/ ٤١٢) السنة و الشيعة / إحسان إلهي ص (١٠٣).
❸ أصول الكافي (٢/ ٦٣١) و ص (٦٢) مطبوعه هند، السنة والشيعة (٨٧).
❹ أصول الكافي (١/ ٢٢٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نہیں، چنانچہ عمر نے خالد بن ولید کے ذریعے سے علی علیہ السلام کو قتل کروانے کی سازش تیار کی مگر اس میں ناکامی ہوئی۔ ❶

بلاشبہ اس طرح کی روایات، کوڑھ زدہ و بدمزاج افکار ونظریات کے تانے بانے ہیں، جن کا مقصد صحابہ کرام کو تحریف قرآن کے ساتھ متہم کرنا اور یہ ثابت کرنا ہے کہ انھوں نے (علی رضی اللہ عنہ) کو امامت سے محروم کرنے کے لیے یہ ساری سازشیں تیار کی تھیں۔ جب کہ یہ کم سمجھ لوگ ایک طرف آپ کی تعریف میں رطب اللسان ہیں اور دوسری طرف ساتھ ہی ساتھ آپ کی مذمت بھی کر رہے ہیں، بایں طور کہ جب صحابہ نے آپ کے قرآن کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تو گویا آپ نے اس غلط اتفاق پر خاموشی اختیار کر لی، جو کہ ایک بے جا بات ہے۔ پس غور کا مقام ہے کہ بھلا آپ کی شخصیت جو کہ اسلام کی طرف سے دفاع کرنے میں نہایت بہادر ثابت ہوئی تھی اس نے اس غلط اتفاق پر خاموشی کیسے اختیار کر لی؟ اس طرح کے بکواس اور افسانہ طرازیوں کی تردید علی رضی اللہ عنہ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ نے فرمایا: مصحف (قرآن) کا سب سے بڑا اجر پانے والے ابوبکر ہیں، اللہ کی رحمت نازل ہو ابوبکر پر، انھوں نے سب سے پہلے دو دفتیوں (گتوں) کے درمیان اسے جمع کیا۔ ❷

کلینی نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ قرآن میں تحریف کے تعلق سے ان جھوٹے خیالات اور افترا پردازیوں کو جعفر صادق کی طرف منسوب کیا ہے، چنانچہ ان کی طرف نسبت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ قرآن جو جبریل علیہ السلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر لے کر نازل ہوئے تھے اس کی سترہ (۱۷) ہزار آیتیں تھیں ❸ جب کہ موجودہ قرآن مجید کی آیتوں کی تعداد صرف چھ ہزار دو سو چھتیس (۶۲۳۶) ہے اور بقیہ آیتیں آل بیت کے پاس محفوظ ہیں۔ ❹ کلینی کا یہ بھی خیال ہے کہ امام صادق نے علی رضی اللہ عنہ کے جمع کردہ قرآن کے بارے میں فرمایا:

> ''وہ ایک مصحف ہے، جس میں تمھارے اس قرآن کے مثل تین گنا ہے۔ اللہ کی قسم! اس میں تمھارے قرآن کا ایک حرف بھی نہیں۔'' ❺

شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد پچھتر (۷۵) دنوں تک فاطمہ رضی اللہ عنہا رنج والم سے نڈھال رہیں، آپ پر حزن و ملال کا ایسا پہاڑ ٹوٹا تھا جس کے کرب کو صرف اللہ ہی جانتا ہے، تب اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس جبریل علیہ السلام کو بھیجا، انھوں نے آپ کو تسلی دلائی، تعزیت کی اور ان کے والد محترم کے بارے میں ان سے گفتگو کی اور بتایا کہ ان کی آل و اولاد کے ساتھ بعد میں کیا کچھ پیش آئے گا۔ علی رضی اللہ عنہ یہ سب کچھ سن رہے تھے اور جو کچھ سنتے اسے لکھتے رہتے، یہاں تک کہ وہ (جبریل علیہ السلام) آپ کے پاس ایک مصحف لائے، جس میں اس قرآن کے تین گنا ہے، اس میں کسی حلال وحرام کا بیان نہیں، بلکہ اس میں ان چیزوں کا علم تھا جو مستقبل میں

---

❶ الاحتجاج / طبرسی ص (۷۶، ۷۷) مطبوعہ ایران ۱۳۰۲ ھ۔
❷ کتاب المصاحف / السجستانی (۵/ ۱)۔ ❸ الکافی فی الأصول (۲/ ۶۳۴)۔
❹ تفسیر مجمع البیان / طبرسی (۱/ ۴۰۷) الإمام الصادق ص (۳۲۳)۔
❺ أصول الکافی (۱/ ۲۳۹) الحجة / ذکر الصحفیة و الجفر الخ۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہونا والا تھا۔ ❶

ایک دوسرا شیعہ عالم علی بن ابراہیم القمی ہو بہو کلینی کے خیالات کو دہراتا ہے، اور ''الفیض الکاشی'' کے لقب سے مشہور محمد محسن اپنی تفسیر میں ان کے حوالے سے یوں تحریر کرتا ہے: آل بیت (بارہ اماموں) کی سندوں سے مروی روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ جو قرآن ہمارے درمیان ہے وہ جس طرح محمد ﷺ پر نازل کیا گیا اس طرح پورا نہیں ہے۔ بلکہ اس میں کچھ باتیں اللہ کی نازل کردہ آیات کے خلاف ہیں اور کچھ میں تغیر وتحریف ہے، اس میں بہت سی باتیں محذوف ہیں، انھیں میں سے علی کا نام ہے، جو کہ بہت ساری جگہوں سے غائب ہے، اسی طرح محذوف چیزوں میں سے آل محمد کا لفظ بھی ہے جو کئی مقام پر نہیں ہے۔ نیز بہت ساری جگہوں پر منافقین کے ناموں کا ذکر تھا، جو کہ یکسر غائب ہیں اور بھی بہت ساری چیزیں محذوف ہیں۔ قرآن اللہ اور اس کے رسول کی مرضی کے مطابق مرتب نہیں ہے۔

شیعہ عالم علی بن ابراہیم کی بھی یہی رائے ہے جو کہ القمی کے نام سے معروف ہے۔ اس کی ایک تفسیر ہے جو اسی طرح کے جھوٹے دعوؤں اور مبالغہ آمیز بیانات پر مشتمل ہے، اس نے آیتوں میں خلط ملط سے کام لیا ہے اور یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ولایت علی سے متعلق کچھ آیتیں قرآن سے غائب ہیں۔ ❷

بصائر الدرجات کا مولف اور شیعہ محدث الصفار اپنی سند سے ابوجعفر سے روایت کرتا ہے کہ انھوں نے کہا کہ کوئی یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ اوصیاء کے علاوہ کسی اور نے پورا قرآن مع ظاہر و باطن جمع کرلیا ہو۔ ❸ نیز کہتا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ مکمل قرآن جمع کیا ہے تو وہ کذاب ہے، علی بن ابی طالب اور ان کے بعد کے ائمہ کے علاوہ کسی نے بھی اسے اس کے نزول کی حالت میں نہ جمع کیا اور نہ محفوظ کیا۔ ❹

عیاشی کی تفسیر میں ابوعبداللہ سے مروی ہے کہ قرآن کے حقیقی نزول کو اگر اس کے اصلی شکل میں پڑھا جائے تو تم اس میں ہمارا ذکر نام بنام پاؤ گے۔ ❺ نیز اسی میں ابوجعفر سے مروی ہے کہ اگر اللہ کی کتاب میں کمی وزیادتی نہ کی گئی ہوتی تو ہمارا حق کسی صاحب عقل وہوش سے پوشیدہ نہ رہتا۔ ❻

شیعہ قوم کی کتابوں میں تحریف قرآن کے متعلق صریح روایات بہت زیادہ ہیں اور ان کی شہرت و کثرت اور تواتر کو ان کے بڑے بڑے علماء ومحققین نے بیان کیا ہے، چنانچہ مشہور شیعہ فقیہ ''المفید'' کہتا ہے:

> ''آل محمد کے ائمہ ہدایت سے اختلاف قرآن اور بعض ظالموں کی طرف سے قرآن میں کمی زیادتی کے تعلق سے بے شمار روایات وارد ہیں۔'' ❼

---

❶ أصول الکافی (۱/ ۲٤۰) بحار الأنوار (۲٦/ ٤٤) بصائر الدرجات ص (٤۳).

❷ دراسات عن الفرق فی تاریخ المسلمین ص (۲۲۹، ۲۳۰).

❸ بصائر الدرجات ص (۲۱۳).

❹ بصائر الدرجات ص (۲۱۳).

❺ تفسیر العیاشی (۱/ ۱۳).

❻ تفسیر العیاشی (۱/ ۱۳).

❼ أوائل المقالات ص (۹۱).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شیعہ قوم کا ایک بڑا مفسر ہاشم البحرانی ❶ لکھتا ہے:

''متواتر روایات کے مطابق جس حق کو اعتراف کیے بغیر کوئی چارہ کار نہیں وہ یہ کہ جو قرآن ہمارے ہاتھوں میں ہے اس میں اللہ کے رسول ﷺ کے بعد کچھ تبدیلیاں واقع ہوئیں اور جو کچھ لوگوں نے جمع کیا تھا ان میں سے بہت ساری آیات اور بہت سے کلمات حذف کر دیے گئے۔'' ❷

نیز لکھتا ہے:

''اخبار و آثار کی چھان بین اور احاطہ کے بعد جب تحریف قرآن کی بات صحیح ثابت ہوگئی تو مجھے یہ حکم لگانا ممکن ہوگیا کہ تحریف قرآن کا عقیدہ رکھنا مذہب تشیع کے ضروریات میں سے ہے اور خلافت کے اہم ترین مقاصد میں سے ہے۔'' ❸

شیعہ عالم نعمت اللہ الجزائری کہتا ہے کہ تحریف قرآن پر دلالت کرنے والی روایات دو ہزار سے بھی زائد ہیں، شیعہ محدثین و مفسرین کی ایک بڑی تعداد نے ان احادیث کے مستفیض و مشہور ہونے کا دعویٰ کیا ہے، ان میں شیخ مفید، محقق داماد اور علامہ مجلسی وغیرہ سرفہرست ہیں۔ ❹

پس یہ ہیں ان کے بڑے بڑے ائمہ اور محققین کے اقوال جو ان کی کتابوں میں قطعیت سے تحریف قرآن کے دعویٰ کو متواتر اور مستفیض روایات کے حوالے سے صحیح مانتے ہیں اور ایسی روایات کی تعداد ان کے نزدیک ہزاروں تک پہنچتی ہے، یہی وجہ رہی کہ ان میں سے بعض علماء نے تحریف و تبدیلی قرآن کے عقیدہ کو اپنے مذہب کا ضروری حصہ اور امامت کا سب سے بڑا مقصد ٹھہرایا۔ واضح رہے کہ جہاں ان کی کتابوں میں دعوائے تحریف قرآن پر دلالت کرنے والی ہزاروں روایتیں موجود ہیں، وہیں ان کے کئی مستند علماء، مناظرین اور مجتہدین کے بے شمار اقوال بھی اس فاسد عقیدہ کی تائید و توثیق میں موجود ہیں۔ فرداً فرداً ہر ایک کے قول کو یہاں نقل کرنا ممکن نہیں ہے، ہاں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ ان کے بڑے بڑے علماء نے اس مسئلہ کے متعلق جو اجماع نقل کیا ہے اسے ضرور تحریر کروں۔ چنانچہ ان کا علامہ مفید علمائے شیعہ کا اجماع ان الفاظ میں نقل کرتا ہے:

''انھوں (یعنی امامیہ) نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ ضلالت کے پیشواؤں نے قرآن کو یکجا کرنے میں بہت ساری جگہوں پر حکم الٰہی کی خلاف ورزی کی ہے اور کتاب و سنت کے رو سے جس طرح قرآن کو مرتب کرنا اور جمع کرنا ضروری تھا، اس کی مخالفت کی ہے۔ مذکورہ تمام چیزیں جن کو میں نے شمار کیا ہے۔ معتزلہ، خوارج، مرجئہ اور اصحاب حدیث اس میں امامیہ کے خلاف متفق ہیں۔'' ❺

شیعہ قوم کے متاخرین علماء میں سے ایک بڑا عالم نوری طبرسی جو کہ ۱۳۲۰ھ میں ہلاک ہوا، اس نے روافض

---

❶ هاشم بن سليمان البحراني متوفى ۱۱۰۷هـ.
❷ مقدمه تفسير البرهان في تفسير القرآن ص (۳٦).
❸ مقدمه تفسير البرهان في تفسير القرآن ص (٤٩).
❹ فصل الخطاب ص (۲٤۸).
❺ أوائل المقالات ص (٤٩).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شیعہ کے نزدیک عقیدۂ تحریف قرآن کے اثبات کے لیے "فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رَبِّ الارباب" نامی ضخیم کتاب ہی لکھ ڈالی۔ ❶

جس کا آغاز تین مقدموں اور اس کے ماتحت دو ابواب سے ہوتا ہے۔

پہلا باب:...... تحریف قرآن کے دلائل کے بارے میں

دوسرا باب:...... امت مسلمہ میں موجودہ قرآن کی صحت کے قائلین کی تردید کے بارے میں

طبرسی نے اپنے نظریات کے مطابق اس کتاب میں تحریف قرآن کے ثبوت میں ہزاروں روایتیں نقل کی ہیں۔ اس نے بارہ فصلوں پر مشتمل پہلے باب کی آخری دو فصلوں میں اس طرح کی (۱۶۰۲) سولہ سو دو روایتیں نقل کی ہیں۔ معلوم رہے کہ یہ تعداد ان روایات کے علاوہ ہیں جن کا ذکر اس نے اس باب کی دیگر فصلوں، تینوں مقدمات اور دوسرے باب میں کیا ہے۔ مزید برآں انھیں قلت تعداد مانتے ہوئے ان الفاظ میں معذرت خواہ ہے:

"ہم نے اپنی بے بضاعتی کے باوجود یہاں صرف اتنا ذکر کیا ہے جس سے ہمارے اسلاف کے دعوائے (تحریف قرآن) کی تصدیق ہو سکے۔" ❷

پھر ان روایات کی تائید وتوثیق کرتے ہوئے کہتا ہے:

جان لو کہ ہماری یہ روایتیں ان معتبر ترین کتابوں سے منقول ہیں کہ جن پر شرعی احکام اور آثار نبویہ کے ثبوت کے لیے ہمارے مذہبی علماء کا دارو مدار ہوتا ہے۔" ❸

پھر اس نے تحریف قرآن کے قائلین اپنے علمائے مذہب کی ایک طول طویل فہرست پیش کی ہے جو پانچ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے بعد لکھتا ہے کہ ہم نے اپنی ناقص تلاش وجستجو کے ذریعے سے جو کچھ نقل کیا اور ذکر کیا ہے اس کی روشنی میں متقدمین کے یہاں اس (عقیدہ) کی عظیم شہرت ومقبولیت اور مخالفین کو انگلیوں پر گنے جا سکنے کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے، ان مخالفین کا ذکر آگے آرہا ہے۔ ❹ پھر اس نے ان کا نام ذکر کیا ہے کہ وہ علامہ صدوق، مرتضیٰ اور شیخ الطائفہ طوسی ہیں، لیکن متقدمین میں سے کوئی ان لوگوں کے نظریہ کا موافق نہیں ہے۔ ❺

کتاب "مجمع البیان" کے مصنف طبرسی کا نام بھی انھیں مخالفین کی فہرست میں شامل ہے اور ان کے طبقہ تک مذکورہ چار مشائخ کے علاوہ کسی کے یہاں صراحتاً یہ مخالفت نہیں پائی جاتی ہے۔ ❻

پھر ان مخالفین کی مخالفت کی طرف سے معذرت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان لوگوں نے تقیہ اور مخالفین کے تئیں نرم گوشہ کے پیش نظر یہ موقف اختیار کیا تھا، اور "التبیـــــــان" طوسی کی تحریر کی طرف سے یہ معذرت کیا ہے: کتاب التبیان کو غور سے دیکھنے والے پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ اس میں مولف نے حد درجہ روا دارانہ اور مخالفین

---

❶ الانتصار للصحب و الآل ص (٦١). ❷ فصل الخطاب ص (٢٤٩)، الانتصار للصحب و الآل ص (٦٢).
❸ فصل الخطاب ص (٢٤٩). ❹ فصل الخطاب ص (٣٠).
❺ فصل الخطاب ص (٣٢). ❻ فصل الخطاب ص (٣٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر چلنے کا منہج اختیار کیا ہے اور اگر مروت و رواداری پر یہ بات محمول نہیں کی جاتی تو یہ انتہائی حیرت انگیز بات ہوگی۔ ❶

نوری طبرسی تو بعد کے ہیں، ان سے پہلے نعمت اللہ جزائری عقیدہ تحریف پر امامیہ کا اجماع نقل کرنے کے بعد مذکورہ عمائدین شیعہ کی طرف سے یوں معذرت کر چکے ہیں:

> ''جی ہاں! اس مسئلہ میں مرتضی، صدوق اور شیخ طبرسی نے مخالفت کی ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ آج جو مصحف قرآنی موجود ہے وہی اصلی قرآن ہے، اس میں کوئی تحریف اور تبدیلی واقع نہیں ہوئی ہے، لیکن ایسا لگتا ہے کہ کئی مصلحتوں کے پیش نظر ان سے یہ بات صادر ہوئی ہے، مثلاً یہ کہ قرآن پر طعن و تشنیع کا دروازہ بند ہو جائے، بایں طور کہ اگر قرآن میں طعن کا جواز ثابت ہوگا تو قرآن کے محرف ہوتے ہوئے اس کے قواعد و احکامات پر عمل کیونکر درست ہوگا، پس مذکورہ موقف اپنانے کی یہی اہم وجہ رہی، ورنہ ان سرکردہ علماء نے اپنی اپنی تالیفات میں ایسی بے شمار روایات کو نقل کیا ہے جو قرآن میں ان چیزوں کے وجود پر دلالت کرتی ہیں اور بتاتی ہیں کہ فلاں آیت کا نزول اس طرح ہوا تھا، پھر اسے اس طرح بدل دیا گیا۔'' ❷

مذکورہ تمام دعوؤں اور معذرت خواہانہ تحریروں سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ تحریف قرآن اور اس میں تغیر و تبدل کا عقیدہ ان کے یہاں اتنا ٹھوس ہے جس پر روافض علمائے شیعہ کا قطعی اجماع ہے۔ جیسے کہ طبرسی نے فصل الخطاب میں اسے ثابت کیا ہے اور ان کے بڑے بڑے علماء کی تحریریں اس کا ثبوت پیش کرتی ہیں اور بتاتی ہیں کہ کتاب ''فصل الخطاب'' کی تالیف کے وقت تک چار علمائے شیعہ کے علاوہ کسی بھی شیعی عالم نے اس عقیدہ کی مخالفت نہیں کی ہے اور جن چار علماء کی تحریروں سے مخالفت ثابت ہوتی ہے وہ تقیہ اور مخالفین کے ساتھ رواداری پر محمول ہے جیسا کہ طبرسی اور اس سے قبل نعمت اللہ جزائری نے اسے صاف صاف لکھا ہے۔ اسی طرح مسئلہ ہذا کو لے کر جو موجودہ تحقیقات سامنے آئی ہیں ان سے بھی مذکورہ عقیدہ کا ثبوت ملتا ہے اور ان چاروں بزرگان شیعہ کی کتابوں میں تحریف قرآن سے متعلق جو روایتیں وارد ہیں شواہد کے ذریعے سے ان کی بھرپور تائید کی گئی ہے۔ ❸ پس یہ تمام چیزیں اس بات کی دلیل ہیں کہ تحریف قرآن اور اس میں تبدیلی کے وقوع کے متعلق تمام روافض علماء کا جو عقیدہ ہے مجموعی حیثیت سے سب اس کے قائل ہیں اور کسی کو ان سے اختلاف نہیں ہے اور اگر کوئی مخالف نظر آتا ہے تو یہ تقیہ اور اہل سنت کے تئیں ان کی منافقت اور دھوکا بازی پر مبنی ہے۔ ❹ کیونکہ میرے علم کی حد تک جو شیعہ قوم تحریف قرآن کا عقیدہ رکھتی ہے اس کے خلاف کسی بھی شیعہ کی جانب سے تردید و تنقید کا ایک حرف بھی نہیں ملتا۔ آپ دیکھیں کہ تحریف قرآن کا عقیدہ رکھنے والے شیعہ محدث ''الکلینی'' کو ثقاہت اور اعزاز و اکرام میں بلند مقام حاصل رہا ہے اور آج بھی پوری شیعہ قوم کے نزدیک انھیں مرجع اوّل مانا جاتا ہے۔ پس ہر چند کہ دور حاضر کے

❶ فصل الخطاب ص (٣٤). ❷ الأنوار النعمانية (٢/ ٣٢٨، ٣٥٩).

❸ الشيعه و القرآن / إحسان الٰهي ظهير ص (٦٨، ٧١). ❹ الانتصار للصحب و الآل ص (٦٥).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شیعہ اپنے یہاں عقیدہ تحریف قرآن اور اس میں کمی زیادتی کی نفی کریں، لیکن ہمیں ان کا کوئی فرد ایسا نظر نہیں آتا جو کلینی پر صراحت سے تنقید کرے، یا اس پر عدم اعتماد کا مظاہرہ کرے، یا اس کے نظریہ کی تردید کرے، بلکہ اس کے برعکس بعض اہل تشیع نے گول مول طریقہ سے اس کی طرف سے دفاع کیا ہے اور عذر پیش کیا ہے۔ ❶

لہٰذا اگر یہ قوم صداقت پسند ہے تو اسے تحریف قرآن کے قائل تمام افراد سے اپنا دامن جھاڑ لینا چاہیے، اور قرآن کے ایک حرف کے منکر کی تکفیر کرنے میں ذرہ برابر تردد نہیں کرنا چاہیے، انھیں واضح کرنا چاہیے کہ قرآن کے ایک حرف یا اس کے کسی حصہ کا انکار پورے قرآن کے انکار کی طرح ہے۔ وضاحت اس لیے ضروری ہے کہ تحریف قرآن کا عقیدہ، اساس دین اور مسلمانوں کے اجماع و اتفاق سے ثابت شدہ مسلمہ حقیقت یعنی کتاب الٰہی (قرآن مجید) پر صراحتاً طعن و تشنیع ہے کہ جس کے بارے میں تحریف و تبدیلی کا شائبہ تک نہیں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے، جب کہ توریت اور انجیل جیسی دیگر آسمانی کتابوں کی حفاظت کی ذمہ داری اس نے نہ لی تھی، بلکہ جن قوموں میں ان کتابوں کا نزول ہوا تھا ان پر ان کی حفاظت کی ذمہ داری تھی، لیکن انھوں نے ان کتابوں کو ضائع کر دیا۔

علامہ شاطبی نے ابوعمر الدانی سے روایت کیا ہے اور انھوں نے ابوالحسن المنتاب سے کہ ابوالحسن منتاب نے کہا: ایک دن میں قاضی ابواسحاق اسماعیل بن اسحاق کے پاس تھا، ان سے پوچھا گیا کہ توریت کے ماننے والوں نے توریت میں کچھ تبدیلی کو کیوں روا کرلیا، جب کہ قرآن کے ماننے والوں کے یہاں یہ چیز روا نہ رہی؟ تو قاضی ابواسحاق نے فرمایا: اللہ نے اہل توریت کے بارے میں فرمایا ہے کہ ﴿بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ﴾ (المائدۃ: ٤٤) ''کیونکہ انھیں اللہ کی اس کتاب کی حفاظت کا حکم دیا گیا تھا۔'' پس حفاظت کی ذمہ داری ان کے سر تھی، اس لیے تبدیلی ممکن ہوئی، جب کہ قرآن کے بارے میں فرمایا:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝٩﴾ (الحجر: ٩)

''ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔''

اس بنا پر اس قرآن میں تبدیلی ممکن نہ ہوئی، علی کا بیان ہے کہ پھر میں ابوعبداللہ المحاملی کے پاس گیا اور ان سے یہ واقعہ بیان کیا تو آپ کہنے لگے: ''میں نے اس سے بہتر کوئی کلام نہیں سنا۔'' ❷

بہرحال ہر دور میں پوری امت مسلمہ اس بات پر متفق رہی کہ موجودہ دور میں مسلمانوں کے یہاں جو قرآن متداول اور موجود ہے اسی قرآن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا تھا، اس میں کوئی کمی اور زیادتی نہیں، نہ کوئی تغیر اور تبدیلی ہے اس طرح کی کوئی اور نہ چیز اس کے قریب پھٹک سکتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا وعدہ کر رکھا ہے، اس مسئلہ میں اگر کسی نے شوشہ چھوڑا اور مخالفت کی ہے تو وہ صرف روافض ہیں، جنھیں یہ بدگمانی ہے کہ قرآن میں تحریف اور تبدیلی واقع ہوئی ہے اور ان کا زعم ہے کہ (نعوذ باللہ) یہ صحابہ ہی کی سیہ کاری ہے

❶ أضواء علی خطوط محب الدین ص (٤٢).   ❷ الموافقات / الشاطبی (٢/ ٥٩).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جنھوں نے اپنے دینوی مفاد کے خاطر ایسا کیا۔

تردید وتنقید:

لیکن شیعہ قوم کا یہ عقیدہ یکسر باطل ہے، اوراس کے بطلان پر قرآن کریم، اہل بیت کے ائمہ کے اقوال، اور عقلی دلائل شاہد ہیں:

قرآنی دلائل: ......اس ضمن میں وہ تمام آیتیں آتی ہیں جو صراحتاً اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حفاظت قرآن کی ذمہ داری لے رکھی ہے اس میں تحریف وتبدیلی کا شائبہ تک نہیں ہوسکتا، اس سلسلے میں بہت ساری آیتیں وارد ہیں، یہاں چند ایک کا ذکر ہورہا ہے:

- اللہ نے فرمایا:

﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ ﴾ (الحجر : ۹)

''بے شک ہم نے ہی یہ نصیحت نازل کی ہے اور بے شک ہم اس کی ضرور حفاظت کرنے والے ہیں۔''

- اور فرمایا:

﴿وَ اتۡلُ مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیۡکَ مِنۡ کِتَابِ رَبِّکَ ؕ لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ ۚ وَ لَنۡ تَجِدَ مِنۡ دُوۡنِہٖ مُلۡتَحَدًا ﴾ (الکھف : ۲۷)

''اوراس کی تلاوت کر جو تیری طرف تیرے رب کی کتاب میں سے وحی کی گئی ہے، اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور نہ اس کے سوا تو کبھی کوئی پناہ کی جگہ پائے گا۔''

- اور فرمایا:

﴿لَّا یَاۡتِیۡہِ الۡبَاطِلُ مِنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡہِ وَ لَا مِنۡ خَلۡفِہٖ ؕ تَنۡزِیۡلٌ مِّنۡ حَکِیۡمٍ حَمِیۡدٍ ﴾

(حم السجدہ : ٤٢)

''اس کے پاس باطل نہ اس کے آگے سے آتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے، ایک کمال حکمت والے، تمام خوبیوں والے کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔''

- اور فرمایا:

﴿الٓمّٓ ۚ﴿۱﴾ ذٰلِکَ الۡکِتٰبُ لَا رَیۡبَ ۚۖۛ فِیۡہِ ۚۛ ہُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ ۙ﴿۲﴾﴾ (البقرۃ : ۱، ۲)

''الٓمّٓ۔ یہ کتاب، اس میں کوئی شک نہیں، بچنے والوں کے لیے سراسر ہدایت ہے۔''

- اور فرمایا:

﴿الٓرٰ ۟ کِتٰبٌ اُحۡکِمَتۡ اٰیٰتُہٗ ثُمَّ فُصِّلَتۡ مِنۡ لَّدُنۡ حَکِیۡمٍ خَبِیۡرٍ ۙ﴿۱﴾﴾

(ھود : ۱)

''الٓرٰ۔ ایک کتاب ہے جس کی آیات محکم کی گئیں، پھر انھیں کھول کر بیان کیا گیا ایک کمال حکمت والے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی طرف سے جو پوری خبر رکھنے والا ہے۔"

○ اور فرمایا:

﴿وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّ لَا نَبِیٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤی اَلْقَی الشَّیْطٰنُ فِیْۤ اُمْنِیَّتِهٖ فَیَنْسَخُ اللّٰهُ مَا یُلْقِی الشَّیْطٰنُ ثُمَّ یُحْكِمُ اللّٰهُ اٰیٰتِهٖ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۟﴾

(الحج: ٥٢)

"اور ہم نے تجھ سے پہلے نہ کوئی رسول بھیجا اور نہ کوئی نبی مگر جب اس نے کوئی تمنا کی شیطان نے اس کی تمنا میں (خلل) ڈالا تو اللہ اس (خلل) کو جو شیطان ڈالتا ہے، مٹا دیتا ہے، پھر اللہ اپنی آیات کو پختہ کر دیتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔"

○ اور فرمایا:

﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۟ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ۟﴾ (القیامة: ١٦، ١٧)

"تو اس کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دے، تاکہ اسے جلدی حاصل کر لے۔ بلاشبہ اس کو جمع کرنا اور (آپ کا) اس کو پڑھنا ہمارے ذمے ہے۔"

مذکورہ تمام ہی آیات بتاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کی حفاظت اور اس کی آیتوں کو محکم ثابت رکھنے کی ذمہ داری لے رکھی ہے اس کے آگے، پیچھے کسی بھی طرح سے باطل کا گزر نہیں ہوسکتا اور:

﴿وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِیْلًا ۟﴾ (النساء: ١٢٢)

"اللہ کا سچا وعدہ ہے اور اللہ سے زیادہ بات میں کون سچا ہے۔"

یہ آیتیں قرآن کے تحریف و تبدیلی سے محفوظ ہونے پر اتنی صراحت سے دلالت کرتی ہیں کہ اس میں مزید کسی شرح اور توضیح کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جس لب و لہجہ میں صحابہ کی تعریف کی ہے اس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ روافض شیعہ نے انھیں جس تحریف قرآن سے متہم کیا ہے وہ قطعاً باطل اور بے بنیاد ہے۔ [1] فرمایا:

﴿وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۟﴾ (التوبة: ١٠٠)

"اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ یہی بہت بڑی

[1] بذل المجهود / عبدالله الجميل (٤/ ٤٣٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کامیابی ہے۔"

اور فرمایا:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴾ (الفتح: ۱۸)

"بلاشبہ یقیناً اللہ ایمان والوں سے راضی ہوگیا، جب وہ اس درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے، تو اس نے جان لیا جو ان کے دلوں میں تھا، پس ان پر سکینت نازل کر دی اور انھیں بدلے میں ایک قریب فتح عطا فرمائی۔"

اس کے علاوہ بھی مدح صحابہ میں اور بہت ساری آیتیں موجود ہیں، جن کی تشریح و تفصیل ان شاء اللہ مناسب مقام پر کی جائے گی۔ بہرحال مذکورہ دونوں طرح کی آیتوں کا ذکر کر کے ہم روافض شیعہ کو بتانا چاہتے ہیں کہ تمھارا تحریف قرآن کا عقیدہ اور دعویٰ دونوں ان آیات کے خلاف ہے جن میں تحریف اور رد و بدل یا کمی زیادتی کے اعتبار سے اللہ کو قرآن کا محافظ بتایا گیا ہے، اسی طرح جن صحابہ کرام پر تم تحریف کی تہمت لگاتے ہو ان کی اللہ نے مدح سرائی کی ہے، انھیں صداقت پرست اور سچا مومن ٹھہرایا ہے اور ان کا تزکیہ کیا ہے، لہٰذا ان آیتوں کے پیش نظر یا تو تم اس بات کا اعتراف کرو کہ یہ آیتیں اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہیں اور ایسی صورت میں تمھیں یہ ماننا پڑے گا کہ قرآن تحریف اور تبدیلی سے محفوظ ہے، اور یا تم ان آیتوں کے الٰہی ہونے کا انکار کر دو، ایسی صورت میں پوری امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ یہ بات صریح کفر ہے، اس لیے کہ باجماع مسلمین اگر کوئی شخص قرآن کی کسی ایک آیت کا انکار کرتا ہے اور اس کے الٰہی ہونے کا عقیدہ نہیں رکھتا تو وہ کافر ہوگا۔ ❶

ائمہ روافض کے اقوال سے دلائل

عقیدہ روافض کے مطابق ان کے کئی معصوم ائمہ سے بہت سی ایسی روایتیں ثابت ہیں جن میں وہ اپنے پیروکار شیعوں کو قرآن مجید کو لازم پکڑنے اور ہر معاملے کو قرآن و سنت کی طرف لوٹانے کا حکم دیتے نظر آتے ہیں، چنانچہ اس طرح کی ایک روایت موسیٰ بن جعفر سے وارد ہے۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا اللہ کی کتاب (قرآن) اور اس کے نبی کی سنت میں ہر چیز موجود ہے، یا آپ اس سلسلے میں اور کچھ فرماتے ہیں؟ تو آپ نے کہا: بلکہ ہر چیز اللہ کی کتاب اور اس کی نبی کی سنت میں موجود ہے۔ ❷

ابو عبداللہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: جس نے اللہ کی کتاب اور اس کے نبی محمد ﷺ کی سنت کی مخالفت کی اس نے کفر کیا۔ ❸

---

❶ بذل المجهود (١/ ٣٣٥). ❷ الاصول / كافي (١/ ٦٢).

❸ الاصول / كافي (١/ ٧٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نیز ابو جعفر سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے امت کے لیے کوئی ایسی چیز باقی نہیں رکھی کہ جس کی اسے ضرورت تھی، مگر اس نے اسے اپنی کتاب میں نازل کر دیا اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اسے واضح کر دیا اور ہر چیز کی حد مقرر کر دی اور اس کے لیے دلیل کی نشان دہی فرما دی۔ ❶

ابو عبداللہ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ اس میں قرآن اور سنت کی کوئی ہدایت موجود نہ ہو۔ ❷

ان روایات میں اگر آپ غور کریں تو دو اہم باتیں سامنے آئیں گی:

۱۔ آل بیت کے ائمہ دیگر اسلاف امت کی طرح صحتِ قرآن کا عقیدہ رکھتے تھے، ورنہ وہ اپنے شاگردوں سے یہ مطالبہ نہ کرتے کہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کو لازم پکڑیں اور ان دونوں کے علاوہ جو کچھ ہیں انھیں پھینک دیں، پھر ان کا یہ کہنا کہ قرآن و سنت میں ہر چیز موجود ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس قرآن کے علاوہ کوئی اور قرآن یا اس کی آیتیں ان کے پاس نہیں۔

۲۔ تحریفِ قرآن کے متعلق جو اقوال ان کی طرف منسوب ہیں وہ ان کے نہیں ہیں، وہ ان اقوال اور ان کی افترا پردازیوں سے پاک ہیں۔ ❸

ا۔ عقلی دلائل:

جس طرح شرعی دلائل سے عقیدہ تحریف قرآن کی تردید ہوتی ہے، اسی طرح عقلی دلائل بھی اس عقیدہ کی تردید کرتے ہیں چنانچہ تحریفِ قرآن کے دعوے اور عقیدہ سے بڑے خطرناک مفاسد اور نتائج سامنے آتے ہیں، مثلاً اس سے اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس پر طعن لازم آتا ہے، اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور خود آل بیت کے پاک طینت ائمہ کرام بھی اس طعن سے نہیں بچ پاتے۔ چنانچہ اللہ کی ذات طعن و تشنیع کا نشانہ اس طرح بنتی ہے کہ اس نے قرآن عظیم کی حفاظت کا وعدہ اور ذمہ لیا تھا، لیکن -نعوذ باللہ- اس نے یہ وعدہ پورا نہیں کیا۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح مطعون ہوتے ہیں کہ آپ نے پورے قرآن کی تبلیغ نہیں کی بلکہ کچھ آیات چھپا لیں، انھیں صرف علی رضی اللہ عنہ کو بتایا، ان کے علاوہ کوئی دوسرا ان آیتوں سے واقف نہیں ہوا اور صحابہ رضی اللہ عنہ اس طرح متہم و مطعون ہوتے ہیں کہ بزعم شیعہ انھوں نے ذاتی مفاد کی خاطر قرآن میں تحریف کر دی، نیز علی اور آپ کے بعد کے ائمہ پر طعن اس طرح لازم آتا ہے کہ -روافض شیعہ کے اپنے گمان کے مطابق- انھوں نے اپنے پاس موجود خصوصی قرآن کو نہ لوگوں کے سامنے پیش کیا اور نہ لوگوں کو اس کی طرف دعوت دی اور ان کی یہ حرکت اللہ کی کتاب کو چھپانے کے مترادف ہے جس پر اللہ نے ان الفاظ میں سخت وعید کی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِن بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ ۙ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ ﴿١٥٩﴾﴾ (البقرة: ١٥٩)

❶ الأصول / كافي (١/ ٥٩). ❷ الأصول / كافي (١/ ٥٩).
❸ بذل المجهود (١/ ٤٣٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''بے شک جو لوگ اس کو چھپاتے ہیں جو ہم نے واضح دلیلوں اور ہدایت میں سے اتارا ہے، اس کے بعد کہ ہم نے اسے لوگوں کے لیے کتاب میں کھول کر بیان کر دیا ہے، ایسے لوگ ہیں کہ ان پر اللہ لعنت کرتا ہے اور سب لعنت کرنے والے ان پر لعنت کرتے ہیں۔''

لہٰذا اگر روافض شیعہ حضرات عقلی دلائل کو مانتے ہیں تو انھیں مذکورہ خبیث و ناپاک عقیدہ یعنی تحریف قرآن پر مرتب ہونے والے ان نہایت خطرناک نتائج اور مستلزمات کو بھیانک الٰہی پھٹکار تسلیم کر لینی چاہیے۔ ❶ تاکہ وہ اس عقیدہ سے نکل کر اللہ تعالیٰ، نبی کریم، اصحاب رسول اور پاک طینت اہل بیت کے تئیں اپنے ماضی کے افترا پردازیوں سے توبہ کر سکیں۔

۲۔ حجیت قرآن کے لیے کسی نگراں و منتظم کے لازمی وجود کا عقیدہ اور اس کی تردید:

کلینی اپنی کتاب ''اصول الکافی'' میں جو کہ استنادی حیثیت سے وہی درجہ رکھتی ہے جو درجہ صحیح البخاری کا اہل سنت کے نزدیک ہے، ❷ لکھتا ہے:

''بغیر کسی نگراں و منتظم کے قرآن حجت نہیں ہو سکتا۔ علی (رضی اللہ عنہ) اس کے نگراں و منتظم تھے، آپ کی اطاعت فرض تھی، رسول اللہ کے بعد آپ (علی) لوگوں کے لیے حجت تھے۔'' ❸

شیعہ قوم کا یہ عقیدہ ان کی مستند کتابوں مثلاً ''رجال الکشی'' ❹، ''علل الشرائع'' ❺، ''المحاسن'' ❻ اور ''وسائل الشیعۃ'' ❼ وغیرہ میں دیکھا جا سکتا ہے۔

تردید: ...... بھلا جس کتاب کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کے لیے نازل کیا ہو اس کے بارے میں شیعہ قوم کا یہ عقیدہ کیوں کر درست ہو سکتا ہے، جب اللہ خود فرماتا ہے:

﴿إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ﴾ (الاسراء: ۹)

''یقیناً یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو بہت ہی سیدھا ہے۔''

خلیفۂ راشد علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی کتاب وہ کتاب ہے کہ جس میں تم سے پہلے کی اور تمھارے بعد کی خبریں ہیں، اور تمھارے درمیان ہونے والے (معاملات کے) فیصلے ہیں، حق و باطل کے درمیان وہ حد فاصل ہے، کوئی مذاق اور بکواس نہیں، جس سرکش نے اسے چھوڑ دیا اللہ نے اس کی کمر توڑ دی اور جس نے اس کے علاوہ کسی جگہ ہدایت تلاش کی اللہ نے اسے گمراہ کر دیا، وہ حبل متین یعنی سیدھی اور مضبوط رسی ہے۔ وہ حکمتوں سے بھرپور الٰہی ذکر ہے اور صراط مستقیم ہے، وہ ایسی کتاب ہے کہ خواہشات اسے بہکا نہیں سکتیں، زبانیں اسے توڑ مروڑ نہیں سکتیں،

❶ بذل المجهود (١/ ٤٣٧).
❷ أصول الشيعة الإمامية (١/ ١٥٥).
❸ أصول الكافي (١/ ١٨٨).
❹ رجال الكشي ص (٤٢٠).
❺ علل الشرائع ص (١٩٢).
❻ المحاسن / البرقي ص (٢٦٨).
❼ وسائل الشيعة للحر العاملي (١٨/ ١٤١).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نہ اس کی عجائبات ختم ہوسکتی ہیں، نہ علماء اس سے سیراب ہوسکتے ہیں، جس نے اس کے ذریعے سے کلام کیا وہ راست گو ہوا اور جس نے اس پر عمل کیا وہ ثواب پایا اور جس نے اس کے ذریعے سے فیصلہ کیا اس نے انصاف کیا اور جس نے اس کی طرف دوسروں کو دعوت دی وہ صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیا گیا۔ ❶

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''قرآن پڑھنے اور اس پر عمل کرنے والے کے لیے اللہ نے ضمانت لے لی ہے کہ وہ نہ دنیا میں گمراہ ہوگا اور نہ آخرت میں بدبختی کا سامنا کرے گا، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَ لَا يَشْقٰى ۝۱۲۳﴾ (طه: ۱۲۳)

''فرمایا تم دونوں اکٹھے اس سے اتر جاؤ، تم میں سے بعض بعض کا دشمن ہے، پھر اگر کبھی واقعی تمھارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کے پیچھے چلا تو نہ وہ گمراہ ہوگا اور نہ مصیبت میں پڑے گا۔'' ❷

خود شیعہ قوم کی بعض معتمد کتابوں میں اہل بیت کے ایسے اقوال موجود ہیں جن سے اس عقیدہ کی تردید ہوتی ہے۔ چنانچہ تفسیر ''العیاشی'' اور ''البحار'' میں ہے کہ تاریک رات کے ٹکڑوں کے مانند جب فتنے تمھیں گھیر لیں تو اپنے لیے قرآن کو لازم کرلو، کیونکہ وہ شافع اور مشفع ہے، جس نے اسے اپنا امام بنایا اسے جنت کی طرف لے گیا، اور جس نے اسے اپنے پیچھے چھوڑا وہ اسے جہنم کی طرف لے گیا، وہ ایک راہنما ہے جو بہتر راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ ❸ اور نہج البلاغہ جو کہ شیعہ قوم کے نزدیک سب سے معتبر ترین مرجع ہے اور علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے اس میں یہ لکھا ہے کہ قرآن حکم دینے والا، زجر و توبیخ کرنے والا ہے، خاموش ہے، بولنے والا ہے، اللہ کی مخلوق پر اس کی حجت ہے۔ ❹

واضح رہے کہ ان نصوص کے علاوہ کچھ دوسرے اس کے ایسے شواہد پائے جاتے ہیں جن سے یہ حقیقت عیاں ہوجاتی ہے اس قوم کی کتب مصادر و مراجع میں زبردست تناقض موجود ہے اور ان کی عبارتیں باہم متعارض ہیں، لیکن جہاں تعارض و تناقض کی صورت حال درپیش آتی ہے وہاں یہ قوم نہایت خطرناک طریقۂ کار اختیار کرلیتی ہے، اور وہ طریقہ کار یہ ہے کہ جو فکر و عقیدہ اہل سنت کے خلاف ہوتا ہے یہ قوم اسی کو اپنا لیتی ہے، بہرحال شیعی کتابوں میں حد تواتر تک پہنچے ہوئے گزشتہ زہر آلود کلام یعنی حجیت قرآن کے لیے منتظم کے لازمی وجود پر جو شخص غور کرے گا وہ ضرور محسوس کرے گا کہ یہ کسی شیعہ فرد کا نہیں بلکہ کسی بدباطن اور شیعہ دشمن انسان کی فکر ہے، جو شیعہ قوم کو اللہ کی

---

❶ فضائل القرآن لابن کثیر ص (۱۰) یہ علی رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے۔

❷ تفسیر طبری (۱۶/ ۲۲۵)۔ ❸ تفسیر العیاشی (۱/ ۲) البحار (۹۲/ ۱۷)۔

❹ نہج البلاغۃ ص (۲۶۵) أصول الشیعۃ الإمامیۃ (۱/ ۱۶۰)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب سے روکنا چاہتا ہے اور اسے اللہ کی ہدایت سے بہکانے پر آمادہ ہے، آپ دیکھیں کہ جب اس عقیدہ نے قرآن کی حجیت کو ایک منتظم اور نگراں کے وجود سے مربوط کر دیا اور وہ منتظم بھی بارہ نامزد اماموں میں سے ایک ٹھہرا، کیونکہ اسی عقیدہ کے بموجب تفسیر قرآن کا علم صرف ایک شخص یعنی علی رضی اللہ عنہ کو عطا کیا گیا اور پھر آپ کے ذریعے سے بقیہ بارہ ائمہ اس علم سے نوازے گئے، بایں طور کہ ہر امام اپنے بعد والے امام کو تفسیر قرآن کا علم عطا کرتا، یہاں تک کہ یہ علم بارھویں امام تک پہنچا، جو کہ اثنا عشری شیعہ قوم کے عقیدہ کے مطابق گیارہ صدیوں سے کچھ زائد زمانہ سے غائب ہے، بلکہ بعض شیعہ کے نزدیک وہ امام معدوم ہے، تو جب اس عقیدہ نے حجیت قرآن کو ایسے غائب یا معدوم منتظم اور نگراں کے ساتھ مربوط کر دیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن قابل حجت واستدلال نہیں، کیونکہ اس کا منتظم غائب یا معدوم ہے اور کتاب اللہ کی طرف رجوع کرنا، یا اس کی آیتوں کو معرض استدلال میں پیش کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ حجت صرف اس امام کے قول اور اس کی تفسیر میں ہے اور وہ غائب ہے اس لیے قرآن بھی لائق حجت نہیں۔

یہ ہے گمراہی اور راہ حق سے بہکانے کی انتہا، آپ بھولیں نہیں کہ کتاب اللہ اور شیعہ قوم و مذہب کے خلاف سازش کی انتہا یہیں ختم نہیں ہوتی بلکہ یہ شیعہ قوم کو اللہ کی کتاب سے دور رکھنے کے لیے متنوع ریشہ دوانیوں اور سازش کی مسلسل کڑیوں کی ایک کڑی ہے۔ ❶ جب کہ قطعیت اور صراحت کے ساتھ یہ بات معلوم ہے کہ اسلام میں قرآن کریم کا علم کوئی سربستہ راز نہیں ہے کہ جو نسل در نسل ایک مخصوص قوم میں موروثی طور پر منتقل ہوتا رہے، اور نہ ہی اس سلسلے میں علی رضی اللہ عنہ کی کوئی ایسی تخصیص رہی ہے جو دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نہ ملی ہو، بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی جماعت ہی وہ اولین دستہ تھا جسے پوری انسانیت کے علمبردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان رسالت سے راست طور پر قرآن سیکھنے اور اپنے بعد کے لوگوں تک اسے پہنچانے کا شرف حاصل رہا، لیکن شیعہ قوم ہے کہ وہ اس بنیادی حقیقت کا انکار کرتی ہے اور یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مکمل علم قرآن کے لیے اس کے بارے اماموں کو خاص کر لیا ہے اور صرف انھیں کو اس کی تفسیر وتاویل کا علم حاصل ہے، اگر کوئی شخص ان کے علاوہ کہیں اور قرآن کا علم حاصل کرتا ہے تو وہ گمراہ ہو جائے گا۔ ❷

واضح رہے کہ اہل سنت کے بعض مصادر ومراجع میں یہ بات ملتی ہے کہ مذکورہ زہر آلود عقیدہ کا آغاز اور اس کی جڑیں ابن سبا یہودی کی طرف لوٹتی ہیں۔ اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسی نے سب سے پہلے یہ شوشہ چھوڑا کہ قرآن منزل من اللہ نو (۹) اجزاء میں سے ایک جزء ہے اور کامل اجزاء کا علم علی کے پاس ہے۔ ❸

شیعہ قوم کا یہ عقیدہ، اثنی عشری اہل تشیع کی کتابوں میں مختلف اخبار اور روایات کی شکل میں موجود ہے، چنانچہ اصول الکافی کی ایک طویل روایت میں ابوعبداللہ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا: لوگوں کے لیے قرآن کافی ہے،

---

❶ أصول الشيعة الإمامية (۱/ ۱٦۱). ❷ أصول الشيعة الإمامية (۱/ ۱٦۲).

❸ أحوال الرجال / جوزجانی ص (۳۸) أصول الشيعة الإمامية (۱/ ۱٦۲).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بشرطیکہ وہ اس کے لیے مفسر پا جائیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی آدمی کے لیے اس کی تفسیر کی تھی اور اس نے ائمہ کے لیے اس کی تفسیر کی، وہ آدمی علی بن ابی طالب ہیں۔ ❶

اہل تشیع کے متعدد معتبر ترین مصادر ومراجع میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے مجھ پر قرآن نازل کیا، وہ وہی کتاب ہے کہ جس نے اس کی مخالفت کی وہ گمراہ ہوا اور جو شخص اس کا علم علی کے علاوہ کسی اور کے پاس تلاش کرے وہ ہلاک ہوا۔'' ❷

نیز لکھا ہے کہ ابوجعفر نے کہا کہ اے قتادہ! کیا آپ اہل بصرہ کے فقیہ ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ لوگوں کا یہی خیال ہے۔ تو ابوجعفر نے کہا: مجھے خبر ملی ہے کہ آپ قرآن کی تفسیر کرتے ہیں؟ قتادہ نے کہا: جی ہاں۔ اور آخر میں یہاں تک بات آئی کہ اے قتادہ! تیرا ستیاناس ہو، قرآن کو تو وہی جانتا ہے جو اس کا مخاطب ہے۔ ❸

بہرحال اس سلسلہ میں ان کے یہاں لاتعداد روایات ہیں، اگر سب کو یکجا کیا جائے تو شاید پوری ایک جلد تیار ہو جائے، لیکن تمام تر روایات ایک ہی معنی کے گرد گھومتی ہیں، وہ یہ کہ صرف بارہ ائمہ ہی علم قرآن کے لیے مخصوص ہیں، وہ ان کے پاس محفوظ ہے اور اسی کی وجہ سے وہ ہر چیز کا علم رکھتے ہیں۔ ❹

تردید: ......اس عقیدہ کی تردید اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہوتی ہے جو اس نے صداقت رسول کی دلیل طلب کرنے والے کے جواب میں نازل کی تھی۔ فرمایا:

﴿ اَوَ لَمْ یَكْفِهِمْ اَنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ یُتْلٰی عَلَیْهِمْ ؕ ﴾ (العنکبوت: ٥١)

''اور کیا انھیں یہ کافی نہیں ہوا کہ بے شک ہم نے تجھ پر کتاب نازل کی جو ان کے سامنے پڑھی جاتی ہے۔''

پس قرآن مجید ہی شاہد ہے، دلیل ہے اور حجت ہے، لہٰذا جس نے قرآن کا علم قرآن سے یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے، یا بشمول علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے سیکھا وہی ہدایت یاب ہوا اور یہ کہنا کہ جس نے قرآن کا علم علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور سے سیکھا وہ ہلاک ہوا، اس بات کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ اسلام میں سختی سے اس کی تردید ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شریعت کا علم سکھانے میں کسی صحابی کو نظر انداز کر کے کسی کو اس کے لیے خاص نہیں کیا، بلکہ آپ کی تعلیم سب کے لیے عام رہی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ ۝۴۴ ﴾ (النحل: ٤٤)

''اور ہم نے تیری طرف یہ نصیحت اتاری، تاکہ تو لوگوں کے لیے کھول کر بیان کر دے جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے اور تاکہ وہ غور وفکر کریں۔''

❶ أصول الکافی (١/ ٢٥) وسائل الشیعة (١٨/ ١٣١).
❷ أمالی الصدوق ص (٤٠) وسائل الشیعة (١٨/ ١٣١).
❸ بحار الأنوار (٢٤/ ٢٣٧، ٢٣٨) أصول الشیعة (١/ ١٦٣).
❹ أصول الشیعة الإمامیة (١/ ١٦٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ آیت کریمہ بتاتی ہے کہ آپ قرآن کی باتیں تمام انسانوں کے لیے کھول کھول کر بیان کرنے والے ہیں۔ اس میں کسی فرد، یا کسی جماعت یا اہل خانہ کی تخصیص نہیں، خواہ وہ آپ کے اہل بیت کیوں نہ ہوں۔ خود علی رضی اللہ عنہ نے اس بات کی تردید کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے لوگوں کو چھوڑ کر صرف انھیں کو کوئی خاص علم سکھایا ہو۔ ❶ اور اتنا ہی نہیں بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام اور ان کے بعد کے لوگوں کو مجموعی طور پر مخاطب کیا اور اپنی سنت کی تبلیغ کے لیے انھیں رغبت دلائی، ان میں کسی کو اس حکم کے ساتھ خاص نہیں کیا، فرمایا:

((نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَءًا سَمِعَ مِنَّا حَدِيْثًا فَحَفِظَهُ حَتّٰى يُبَلِّغَهُ غَيْرَهُ، فَإِنَّهُ رُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَيْسَ بِفَقِيْهٍ وَ رُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلٰى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ.)) ❷

''اللہ تعالیٰ سرسبز و شاداب رکھے اس شخص کو جس نے ہم سے کوئی حدیث سماعت کی، پھر اسے حفظ کرلیا، یہاں تک کہ اسے دوسرے تک پہنچایا، بے شک ایسے بہت سے حامل فقہ ہیں جو فقیہ نہیں اور ایسے بہت سے حامل فقہ ہیں جو اپنے سے زیادہ صاحب فقہ و بصیرت تک اسے پہنچانے والے ہیں۔''

یہ ایسی حدیث ہے جو اثنا عشری شیعہ حضرات کی معتبر ترین کتابوں میں بھی مروی ہے، اس لیے یہ حدیث بھی ان کے مذکورہ عقیدہ کے خلاف حجت بنتی ہے۔ ❸

رہا یہ دعویٰ کہ قرآن مجید کے مخاطب بارہ ائمہ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے لہٰذا صرف وہی اس کے علم اور اسرار و رموز سے واقف ہیں۔ ❹ تو یہ انتہائی غلط اور بے بنیاد ہے، اس کج فکری کے اعتبار سے گویا اصحاب رسول، تابعین کرام اور ہر دور کے ائمہ اسلام خود ہلاک ہوئے اور دوسروں کو ہلاکت میں ڈالا، کیونکہ انھوں نے قرآن کے اصول کے مطابق اس کی تفسیر کردی ہے۔ یا یہ عقیدہ رکھنا کہ قرآن میں بعض ایسی تعلیمات ہیں جن کی لاعلمی سے کوئی بھی فرد بشر معذور نہیں گردانا جاسکتا اور کچھ ایسی ہیں جن کی حقیقت تک رسائی صرف اہل عرب کو رہی کیونکہ وہ صاحب زبان تھے اور کچھ ایسی باتیں ہیں جہاں تک صرف علمائے شریعت کی رسائی ہوتی ہے اور کچھ ایسی باتیں جنھیں صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ❺

تو اہل تشیع کا یہ گمان کہ قرآن کا علم بارہ ائمہ کے علاوہ کسی اور کو نہیں ہے۔ اور وہی اس کی حقیقی معرفت رکھتے ہیں، یہ محض ایک ڈھکوسلا ہے جس کے لیے معتبر دلیل کی ضرورت ہے۔ یہ ایک زعم باطل ہے جو عقل اور شریعت ہر اعتبار سے مردود ہے۔ لہٰذا تمام مسلمانوں پر یہ جاننا اور عقیدہ رکھنا واجب ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام صحابہ کو قرآن کے معانی کا علم اسی طرح سکھایا جس طرح انھیں قرآن کے الفاظ سکھایا، کیونکہ اللہ کا فرمان: ﴿ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ ﴾ (النحل: ٤٤) الفاظ اور معانی دونوں کو شامل ہے۔

---

❶ دیکھیے: صحیح مسلم حدیث نمبر (١٩٧٨). ❷ سلسلہ الأحادیث الصحیحۃ (١/ ٦٨٩، ٦٩٠).

❸ دیکھیے: أصول الکافی (١/ ٤٠٣) وسائل الشیعۃ / الحر العاملی (١٨/ ٩٣).

❹ بحار الأنوار (٢٤/ ٢٣٧، ٢٣٨). ❺ تفسیر الطبری (١/ ٧٦) موقوف بروایت ابن عباس۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ابو عبدالرحمٰن السلمی فرماتے ہیں کہ ہم سے ان لوگوں نے بیان کیا جو ہمیں قرآن پڑھاتے تھے جیسے کہ عثمان بن عفان اور عبداللہ بن مسعود وغیرہ، ان لوگوں کا بیان ہے کہ جب یہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دس آیات سیکھ لیتے تو ان سے آگے نہیں پڑھتے تھے، یہاں تک کہ جو ان میں علم و عمل کی باتیں ہوتی انھیں سیکھ نہ لیتے، ان کا کہنا ہے کہ اس طرح ہم نے قرآن، علم اور عمل سب کو ایک ساتھ سیکھا۔ ❶

چنانچہ یہی وجہ تھی کہ وہ لوگ ایک سورت کو حفظ کرنے میں ایک لمبا عرصہ لگا دیتے تھے اور اللہ کا فرمان کا تقاضا بھی یہی تھا، فرمایا:

﴿ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَ لِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝٢٩ ﴾ (ص: ۲۹)

''یہ ایک کتاب ہے، ہم نے اسے تیری طرف نازل کیا ہے، بہت بابرکت ہے، تاکہ وہ اس کی آیات میں غور وفکر کریں اور تاکہ عقلوں والے نصیحت حاصل کریں۔''

اور فرمایا:

﴿ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ﴾ (النساء: ۸۲) ''کیا وہ لوگ قرآن میں غور و تدبر نہیں کرتے۔''

اور فرمایا:

﴿ اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ ﴾ (المومنون: ٦٨)

''کیا انھوں نے اس بات میں غور وفکر ہی نہیں کیا۔''

پس قرآن کے معانی کو سمجھے بغیر اس میں تدبر، اور غور وفکر کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ اسی طرح فرمایا:

﴿ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝٢ ﴾ (یوسف: ۲)

''بے شک ہم نے اسے عربی قرآن بنا کر نازل کیا ہے، تاکہ تم سمجھو۔''

پس قرآن کا سمجھنا اس کے معانی کو سمجھنے پر موقوف ہے اور جب ہر طرح کے کلام کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس کے معانی سمجھ میں آئیں تو پھر قرآن تو بدرجہ اولیٰ اس کا مستحق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل تشیع کی ایک جماعت اس عقیدہ کو ہضم نہ کر سکی اور اس سے اپنا دامن جھاڑتے ہوئے یہ کہا کہ ظاہر قرآن کا علم فقط بارہ اماموں کے لیے مخصوص نہیں ہے، بلکہ دوسرے لوگ بھی اس میں شریک ہیں، ہاں قرآن کے باطنی معانی کا علم صرف بارہ ائمہ کو حاصل ہے، اس طرح ظاہر قرآن کی حجیت کے مسئلہ کو لے کر شیعہ علمائے حدیث اور علمائے اصول کے درمیان ایک بڑا اختلاف اٹھ کھڑا ہوا، چنانچہ پہلا گروہ یعنی شیعہ علمائے حدیث اس بات کے قائل ہیں کہ تفسیر قرآن کا علم خواہ وہ ظاہر قرآن ہو یا باطن قرآن صرف اماموں کو حاصل ہے، جب کہ دوسرا گروہ یعنی علمائے اصول اس بات کے قائل ہیں کہ ظاہر قرآن کی حجیت سب کے لیے ہے اس لیے کہ تدبر قرآن اور اس کے معانی کو سمجھنے کی طرف دعوت دینے والے

---

❶ مجموع الفتاوٰی (۱۳/ ۳۳۱).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دلائل عام ہیں۔ ❶

بہر حال یہ دعویٰ کرنا کہ قرآن کی تفسیر صرف علی رضی اللہ عنہ کے لیے کی گئی، درحقیقت اللہ کے اس فرمان کی مخالفت ہے:

﴿وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ۝۴۴﴾

(النحل: ٤٤) کیونکہ قرآن صرف علی رضی اللہ عنہ کے لیے نہیں، بلکہ تمام انسانوں کے لیے بیان ہے۔ اگر کوئی شخص یہ نہیں مانتا تو اسے دو باتوں میں سے ایک ضرور کہنا پڑے گی۔ یا تو یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جو قرآن نازل کیا گیا آپ نے اس کی تبلیغ نہیں کی، اور یا تو وہ قرآن کو جھٹلا دے اور یہ دونوں باتیں عقل وشریعت کے خلاف ہیں۔

اسی طرح یہ دعویٰ کرنا کہ قرآن کا علم صرف ائمہ کے لیے مخصوص ہے، سو یہ دعویٰ واقع کے خلاف ہے، اس لیے کہ خلفائے راشدین، ابن مسعود، ابن عباس اور زید بن ثابت اور ان جیسے دیگر بہت سارے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تفسیر قرآن کے میدان میں شہرت پائی، خود علی رضی اللہ عنہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کی تعریف کیا کرتے تھے۔ ❷

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں جن سے۔ اللہ نے جتنا چاہا۔ ثابت شدہ سندوں سے تفسیری اقوال وروایات منقول ہیں۔ لیکن ان میں کہیں بھی علی رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں۔ یہی ابن عباس ہیں جو ایک نہیں، کئی صحابہ سے تفسیری اقوال روایت کرتے ہیں۔ عمر، ابو ہریرہ، عبدالرحمٰن، زید بن ثابت، ابی بن کعب، اسامہ بن زید اور کئی ایک مہاجرین وانصار سے انھوں نے روایات نقل کی ہیں، لیکن علی رضی اللہ عنہ سے آپ کی روایت بہت ہی کم ہے۔ صحیح روایات کا اہتمام کرنے والوں میں سے کسی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی کوئی روایت علی رضی اللہ عنہ سے نقل نہیں کی ہے، جب کہ انھیں لوگوں نے عمر، عبدالرحمٰن بن عوف اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے ابن عباس کی روایتیں نقل کی ہیں، اسی طرح آج تک مسلمانوں کے ہاتھوں میں علی رضی اللہ عنہ کی کوئی ثابت شدہ تفسیر نہیں پائی گئی۔ اور یہ حدیث وتفسیر کی کتابیں ہیں جو صحابہ اور تابعین کے آثار سے بھری پڑی ہیں لیکن ان میں علی رضی اللہ عنہ کی روایت بہت ہی کم نظر آتی ہے، نیز واضح رہے کہ جس تفسیر کا حوالہ جعفر صادق کی طرف منسوب کیا جاتا ہے ان میں سے بیشتر جعفر صادق پر تہمت اور جھوٹ ہے۔ ❸ اس کا اعتراف جعفر صادق کو بھی رہا ہے، خود انھیں کے بقول لوگ ان پر تھوک کے بھاؤ جھوٹ بولتے ہیں۔

اہل تشیع کا یہ کہنا کہ علم قرآن کو دوسروں تک پہنچانے اور نقل کرنے میں علی رضی اللہ عنہ منفرد ہیں، یہ ایسی بات ہے جس سے اس مسلّمہ حقیقت پر اعتراض اور حرف آتا ہے کہ قرآنی شریعت صحابہ کرام کے ذریعے سے بعد کی تمام نسلوں تک بسند تواتر پہنچی۔ کیونکہ اہل تشیع کے اپنے عقیدہ کے مطابق قرآن کی تفسیر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرنے والے صرف ایک ہی فرد ہیں۔ اور وہ علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ پس ایسی بات درحقیقت ایک سازش ہے جس کا بنیادی مقصد لوگوں کو اللہ کی کتاب سے دور رکھنا ہے۔ اور اس بات کی کوشش ہے کہ قرآن میں تدبر کرنے، اس کی رہنمائی سے مستفید ہونے، اس کے واقعات سے عبرت اندوز ہونے اور اس کے معانی و مقاصد میں غور وفکر کرنے سے

❶ البیان / الخوئی ص (٤٦٣) أصول الفقه / المظفر (٣/ ١٣٠).

❷ تفسیر ابن عطیه (١/ ١٩) تفسیر ابن جزی (١/ ٩).
❸ منهاج السنة (٤/ ١٥٥).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کو پھیرا جائے۔ اہل تشیع کے دین میں قرآن مجید کے معانی اور اس کے مفاہیم کو سمجھنے کا اگر کوئی ذریعے سے اور راستہ ہے، تو وہ صرف بارہ ائمہ ہیں، رہے ان کے علاوہ دوسرے لوگ تو وہ قرآن سے استفادہ کرنے سے محروم ہیں، لیکن فی الواقع جیسا کہ میں نے کہا یہ بگاڑ کی کوشش اور ایسی سازش ہے جس کا ہدف بالکل واضح اور جس کے مقاصد نہایت گھٹیا ہیں، اس لیے کہ اللہ کی کتاب واضح عربی زبان میں نازل کی گئی اور سارے انسان اس کے مخاطب ٹھہرائے گئے:

﴿إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ قُرْءَٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝٢﴾ (یوسف : ۲)

''بے شک ہم نے اسے عربی قرآن بنا کر نازل کیا ہے، تاکہ تم سمجھو۔''

اور فرمایا:

﴿هَٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ۝١٣٨﴾ (آل عمران : ۱۳۸)

''یہ لوگوں کے لیے ایک وضاحت ہے اور بچنے والوں کے لیے سراسر ہدایت اور نصیحت ہے۔''

نیز اس پہلو سے بھی غور کرنے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو قرآن میں تدبر کرنے اور اس کے مواعظ سے عبرت حاصل کرنے کا حکم دیا ہے۔ پس یہ محال ہے کہ جو شخص کسی بات کو نہ سمجھتا اور نہ اس کی تفسیر جانتا ہو اس سے کہا جائے: جس بات کو تم سمجھتے نہیں ہو اور جس کلام و بیان میں تمھیں معرفت نہیں ہے اس سے تم عبرت حاصل کرو۔ ❶

لہٰذا یہی کہا جائے گا کہ اس عقیدہ کو رواج دینے کے پس پردہ بس ایک ہی کوشش ہے یعنی تفسیر قرآن، آثار صحابہ اور منقولات اسلاف و ائمہ جیسے علم عظیم سے دوسروں کو روکنا۔ شیعہ مذہب میں ان قیمتی خزانوں کی کوئی قیمت اور وقعت نہیں۔ محض اس وجہ سے کہ یہ علمی خزانے ان کے بارہ اماموں سے منقول نہیں ہیں۔ ہماری یہ بات کوئی استنباط نہیں بلکہ عصر حاضر کے ان کے بعض مشائخ سے یہ بات منقول ہے کہ وہ تمام تر تفسیریں جو غیر اہل بیت سے وارد ہیں ان کی کوئی قیمت اور وقعت نہیں۔ ❷

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ شیعہ قوم کی معتبر ترین کتب تفاسیر مثلاً تفسیر القمی، تفسیر العیاشی، تفسیر الصافی، تفسیر البرہان اور کتب احادیث مثلاً الکافی اور البحار وغیرہ میں اپنی تاویلات و تفاسیر کو آل بیت کی طرف منسوب کرنے کی پوری کوشش کی گئی، جن میں بیشتر تاویلات کتاب اللہ سے ناواقفیت، انحراف پر مبنی تاویل اور تفسیر میں انتہائی تعسف کی منہ بولتی تصویر ہیں۔ وہ ایسی تاویلات ہیں جن کی نسبت آل بیت کی طرف کرنا قطعاً صحیح نہیں ہے، کیونکہ وہ تاویلات الفاظ کے مدلولات، ان کے مفہوم اور قرآنی سیاق سے ہرگز میل نہیں کھاتیں، اس کی مثالیں آئندہ صفحات میں ان شاء اللہ آئیں گی، بہرحال اس عقیدہ کی بنا پر علمائے آل بیت کے علم کی انتہا یہیں تک سمجھی جا سکتی ہے، جو کہ شیعہ قوم کی طرف سے -کہ جسے ان سے محبت کا بے باک دعویٰ ہے- حقیقت میں ان کی شان میں گستاخی

❶ تفسیر الطبری (۱/ ۸۲). ❷ الشیعه و الرجعة / محمد رضا النجفی ص (۱۹).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے اور انھیں گویا جہالت سے متصف کرنے کے مترادف ہے۔ ❶

۳۔ قرآن کے لیے باطنی معنی کا عقیدہ اور اس کی تردید:

اہل تشیع کا عقیدہ ہے کہ قرآن کا ایک ظاہری اور ایک باطنی معنی ہے، عام لوگ صرف اس کے ظاہری معنی سے واقف ہیں، جب کہ اس کے باطنی معنی کا علم صرف ائمہ یا ان کے ہم مشرب لوگوں کو ہے، ان لوگوں کے اس طرح کے نظریات وعقائد نے زندیقوں، ملحدوں، نفس پرستوں اور دین اسلام کو ڈھانے والے مذاہب کے معتقدوں کے لیے دروازہ کھول دیا کہ وہ قرآن سے کھلواڑ کریں، ان سب نے اس کے خلاف سازش کرنے کی کوشش کی اور چاہا کہ اسلام کی روشنی کو پھونکوں سے بجھا دیں، لیکن اللہ اس کے نور کو پورا کرنے والا ہے اگرچہ کافروں کے لیے یہ چیز ناپسندیدہ ہے۔ ان اہل تشیع نے قرآن کے ظاہری و باطنی معنی میں تفریق کرنے والے نظریہ کو بھرپور استعمال کیا اور اسی کی روشنی میں قرآن کی تفسیر کرنے کی کوشش کی، تاکہ وہ تفسیر ان کے عقیدہ کے موافق ہو جائے اور مسئلہ امامت میں ان کے مذہب کو تائید حاصل ہو۔ ان لوگوں نے صحابہ کرام پر نشانہ سادھنے اور انھیں مجروح کرنے کے لیے قرآن مجید کو ڈھال کے طور پر استعمال کیا اور ساتھ ہی ساتھ اہل بیت کے مقام و مرتبہ کو نہایت بلند و بالا ثابت کرتے رہے اور انتہاء عقیدت میں ان کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے رہے کہ جن سے خود وہ لوگ اپنے کو بری الذمہ قرار دیتے رہے۔ روافض شیعہ نے اس باب میں ایسے ایسے اقوال ونظریات پیش کیے ہیں جو ماثور تفسیروں سے بالکل ہی متصادم ہیں، ان کی نہ کوئی عقلی دلیل ہے نہ لغوی اور نہ منطقی۔ ❷

باطنی تاویل وتفسیر کی جڑیں سبائیت کے زیرسایہ مضبوط ہوئیں، اس لیے کہ ابن سبا عقیدہ رجعت کے اثبات کے لیے قرآنی دلیل مہیا کرنے کی پوری کوشش میں تھا اور یہ تاویل باطل ہی کے ذریعے سے ممکن تھی، وہ اس عقیدہ کو رواج دینے کے لیے یہ شوشہ چھوڑتا تھا کہ اس شخص پر حیرت ہوتی ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کی رجعت کا تو عقیدہ رکھتا ہے لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رجعت کی تردید کرتا ہے، حالانکہ اللہ نے فرمایا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ﴾ (القصص : ۸۵) ❸

''بے شک جس نے تجھ پر یہ قرآن فرض کیا ہے وہ ضرور تجھے ایک لوٹنے کی جگہ کی طرف واپس لانے والا ہے۔''

بعض اہل سنت کی کتابوں نے اس باطنی تفسیر اور شیعی تاویلات کے بعض نمونے نقل کیے ہیں، جو کہ لوگوں کے عقائد، افکار اور ثقافت کے لیے انتہائی خطرناک ہیں، چنانچہ امام اشعری، ❹ بغدادی، ❺ اور شہرستانی ❻ وغیرہ مغیرہ بن سعید کے بارے میں جو کہ شیعہ اور سنی دونوں کے یہاں غلو پسند مانا جاتا ہے اور جس کی طرف ''مغیریۃ'' فرقہ

---

❶ أصول الشيعة الإمامية (۱/ ۱۷٦).
❷ دراسة عن الفرق و تاريخ المسلمين ص (۲۳۳، ۲۳٤).
❸ تاريخ طبری (٥/ ۳٤۷).
❹ مقالات الإسلاميين (۱/ ۷۳).
❺ الفرق بين الفرق ص (۲٤۰).
❻ الملل و النحل (۱/ ۱۷۷).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

منسوب ہے، بیان کرتے ہیں کہ اس نے اللہ کے فرمان: ﴿ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ﴾ (الحشر: ١٦) میں شیطان کی تفسیر عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) سے کی ہے۔ (آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ "شیطان کی طرح کہ جب اس نے انسان سے کہا کہ تو کفر کر۔") حرف بحرف بالکل یہی تاویل اثنا عشری شیعہ نے وراثت میں چھوڑی ہے اور اپنی مستند ومعتبر ترین کتب مراجع ومصادر میں اسے لکھا ہے چنانچہ تفسیر عیاشی، ❶ تفسیر الصافی، ❷ تفسیر القمی، ❸ تفسیر البرہان ❹ اور بحار الانوار ❺ میں اللہ کے فرمان ﴿ وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ ﴾ (ابراهيم: ٢٢) کی تفسیر میں ابوجعفر کے حوالے سے منقول ہے کہ اس میں شیطان سے مراد وہی دوسرا (عمر) ہے اور قرآن میں جہاں بھی "وَ قَالَ الشَّيْطَانُ" وارد ہے وہی دوسرا (عمر) مراد ہے۔ اس طرح اثنا عشری شیعہ کی کتابیں کتاب اللہ کے متعلق انحراف پر مبنی یہ عام قاعدہ بنا کر مغیرہ کے غلو پر بھی سبقت لے گئیں۔ ❻ پس اس طرح کی تمام روایات جنھیں اثنا عشری شیعہ کی کتابیں ابوجعفر الباقر کی طرف منسوب کرتی ہیں یہ سب مغیرہ بن سعید اور اس جیسے دیگر غلو پرستوں کی کارستانیاں ہیں۔ چنانچہ امام ذہبی رحمہ اللہ کثیر النواء سے روایت کیا ہے جو ایک شیعہ راوی ہے جس کے بارے میں مروی ہے کہ وہ آخر میں تائب ہو گیا تھا کہ اس نے کہا کہ ابوجعفر نے کہا: اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مغیرہ بن سعید اور بیان بن سمعان کی کذب بیانیوں سے بری ہیں، ان دونوں نے ہم اہل بیت پر جھوٹ باندھا ہے۔ ❼ اور شیعہ مصنف کشی نے اپنی کتاب رجال الکشی میں ابوعبداللہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ لعنت فرمائے مغیرہ بن سعید پر وہ ہم پر جھوٹ باندھتا تھا۔ کشی نے اس باب میں متعدد روایتیں نقل کی ہیں۔ ❽

یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ اشعری، بغدادی، ابن حزم اور نشوان الحمیری یہ سب کے سب اس بات پر متفق ہیں کہ جابر جعفی جس نے اس باطنی نہج پر سب سے پہلے شیعی تفسیر مرتب کیا، وہ اسی مغیرہ بن سعید کا نائب تھا، ❾ جس نے قرآن میں ہر جگہ لفظ شیطان سے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کو مراد لیا ہے۔ اس طرح گویا یہ خطرناک عناصر ایک دوسرے کے ہم مشرب ہو کر دامن تشیع کو داغ دار اور چاک چاک کرتے رہے۔ ❿

اپنے وقت کے سب سے بڑے شیعہ عالم، ابن المطہر الحلی کہ جب علامہ بولا جائے تو شیعہ قوم کے نزدیک یہی مراد ہوتے ہیں، یہ صاحب علی رضی اللہ عنہ کے لیے استحقاق امامت کو ثابت کرتے ہوئے دلیل میں لکھتے ہیں کہ تیسویں دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ﴿١٩﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴿٢٠﴾ ﴾

---

❶ تفسير العياشي (٢/ ٢٢٣). ❷ تفسير الصافي (٣/ ٢٢٣).
❸ تفسير القمي (٣/ ٨٤). ❹ البرهان (٢/ ٣٠٩).
❺ بحار الأنوار (٣/ ٣٧٨). ❻ أصول الشيعة الإمامية (١/ ٢٠٦).
❼ ميزان الاعتدال (٤/ ١٦١). ❽ رجال الكشي ص (١٩٥).
❾ مقالات الإسلاميين (١/ ٧٣)، الفرق بين الفرق ص (٢٤٢) المحلى (٥/ ٤٤)، أصول الشيعة (١/ ٢٠٧).
❿ أصول الشيعة (١/ ٢٠٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(الرحمن: ۱۹، ۲۰) اس آیت میں ''بحرین'' سے مراد علی اور فاطمہ ہیں اور ''برزخ'' سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ''یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَ الْمَرْجَانُ'' سے حسن اور حسین مراد ہیں۔ چنانچہ جب ابن المطہر الحلی نے ان آیات سے استدلال کیا تو ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے جواب میں عرض کیا کہ یہ اور اس طرح کی دوسری بات وہی شخص کرسکتا ہے جو یہ نہ سمجھتا ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے، یہ قرآن کی تفسیر نہیں بلکہ تفسیر کے نام پر بکواس ہے۔ یہ تو ملحدین قرامطہ اور باطنیہ کی تفسیر کے مشابہ ہے۔ بلکہ ان سے بری تفسیر کا نمونہ ہے، اس طرح کی تفسیر سے ملحدین کو قرآن پر اعتراض کرنے کا راستہ ملتا ہے، بلکہ یہ تفسیر خود قرآن پر ایک بڑا اعتراض اور طعن ہے۔ ❶

روافض شیعہ کی طرف سے تحریف قرآن کی چند مثالیں

آئندہ صفحات میں روافض شیعہ کی طرف سے تحریف قرآن کی چند مثالیں بیان کی جارہی ہیں، واضح رہے کہ انھیں یہ موقع اس لیے ہاتھ لگا کہ ان لوگوں نے قرآن کی باطنی تفسیر کا دروازہ دونوں پٹ کھول دیا۔

الف: توحید کو امامت کے معنی میں بدل دینا:

چنانچہ ان لوگوں نے توحید کے معنی کو جو کہ دین اسلام کی اساس ہے، دوسرے معنی یعنی ولایت و امامت سے بدل دیا۔ ابوجعفر سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا، مگر ہماری ولایت کی تائید اور ہمارے دشمن سے براءت کے اعلان کے ساتھ۔ ❷ اور اس کی دلیل قرآن میں اللہ کا یہ قول ہے:

﴿وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾

(النحل: ۳٦)

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔''

اس آیت میں شیعہ حضرات کے نزدیک اللہ کی عبادت سے مراد ائمہ کی ولایت کا اعتراف اور طاغوت سے بےزاری کا مطلب شیعہ دشمن سے بےزاری ہے۔

ب: ''الٰہ'' کے معنی کو ''امام'' کے معنی میں کر دینا:

چنانچہ اللہ کے فرمان: ﴿وَ قَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْۤا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ (النحل: ۵۱) (اللہ تعالیٰ ارشاد فرما چکا ہے دو معبود نہ بناؤ معبود تو صرف وہی اکیلا ہے) کی تفسیر میں ابوعبداللہ نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دو امام نہ بناؤ، امام ایک ہی ہے۔ ❸

ج: ''رب'' کو ''امام'' کے معنی میں بدل لینا:

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿وَ كَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا ﴿۵۵﴾﴾ (الفرقان: ۵۵) (کافر تو ہے ہی

❶ منهاج السنة (٤/ ٩٦). ❷ تفسير العياشي (٢/ ٢٦١)، البرهان (٢/ ٣٧٣).
❸ البرهان (٢/ ٣٧٣) أصول الشيعة (١/ ٢٠٩).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اپنے رب کے خلاف (شیطان کی) مدد کرنے والا۔) کی تفسیر میں قمی لکھتا ہے کہ کافر سے دوسرا یعنی عمر بن خطاب مراد ہے۔ وہ اپنے امام یعنی امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ پر غالب آ گیا تھا۔ ❶

اور کاشانی مذکورہ آیت کے متعلق بصائر میں لکھتا ہے کہ باقر علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو کہا: اس کی تفسیر قرآن ہی میں موجود ہے، یعنی علی ہی مسئلہ ولایت میں اس (عمر) کے رب تھے۔ ❷

د: لفظ ''کلمہ'' سے ''ائمہ'' مراد ہیں:

چنانچہ اللہ کے فرمان: ﴿وَ لَوۡ لَا كَلِمَةُ الۡفَصۡلِ لَقُضِیَ بَیۡنَهُمۡ﴾ (الشوریٰ: ۲۱) (اگر فیصلے کے دن کا وعدہ نہ ہوتا تو (ابھی ہی) ان میں فیصلہ کر دیا جاتا۔) کی تفسیر میں ان لوگوں نے لکھا کہ اس میں ''کلمہ'' سے مراد ''امام'' ہے۔ ❸ اس طرح اللہ کے فرمان: ﴿لَا تَبۡدِیۡلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ﴾ (یونس: ٦٤) (اللہ تعالیٰ کی باتوں میں کچھ فرق ہوا نہیں کرتا۔) کی تفسیر میں بھی کہا کہ اس میں کلمات کی تفسیر امامت کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ ❹

ھ: مسجد، کعبہ اور قبلہ کو ''ائمہ'' کے معنی میں بدل دینا:

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وَ اَقِیۡمُوۡا وُجُوۡهَكُمۡ عِنۡدَ كُلِّ مَسۡجِدٍ﴾ (الاعراف: ۲۹) (اور ہر سجدے کے وقت اپنا رخ سیدھا رکھا کرو۔) میں مسجد کی تفسیر کرتے ہوئے کہا کہ اس سے ائمہ مراد ہیں۔ ❺ اور ایک روایت کے بموجب فرمان الٰہی: ﴿خُذُوۡا زِیۡنَتَكُمۡ عِنۡدَ كُلِّ مَسۡجِدٍ﴾ (الاعراف: ۳۱) (تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو۔) میں بھی مسجد سے ائمہ مراد ہیں۔ اور اللہ کے فرمان: ﴿وَّ اَنَّ الۡمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدۡعُوۡا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۝۱۸﴾ (الجن: ۱۸) (مسجدیں صرف اللہ ہی کے لیے خاص ہیں پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارا کرو۔) کے بارے میں کہا کہ امام آل محمد میں سے ہوگا، اس لیے ان کے علاوہ کسی اور کو اپنا امام نہ بناؤ۔ ❻

اور امام صادق آل محمد کے بارے میں کہتے ہیں کہ ہم بلد حرام ہیں، ہم ہی کعبۃ اللہ ہیں اور ہم ہی اللہ کا قبلہ ہیں۔ ❼ نیز ''سجود'' سے بھی ائمہ کی ولایت مراد ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿وَ قَدۡ كَانُوۡا یُدۡعَوۡنَ اِلَی السُّجُوۡدِ وَ هُمۡ سٰلِمُوۡنَ ۝۴۳﴾ (القلم: ٤٣) (یہ سجدے کے لیے (اس وقت بھی) بلائے جاتے تھے جب کہ صحیح سالم تھے۔) میں ''السجود'' کی یہی تفسیر کرتے ہیں، یعنی مطلب یہ ہے کہ لوگ دنیا میں ولایت علی کے اعتراف کی طرف بلائے جاتے تھے۔ ❽

---

❶ تفسير القمي (٢/ ١١٥).
❷ تفسير نور الثقلين (٤/ ٢٥).
❸ تفسير القمي (٢/ ٢٤٧) بحار الأنوار (٢٤/ ١٧٤).
❹ تفسير القمي (١/ ٣١٤) بحار الأنوار (٢٤/ ١٧٥).
❺ تفسير العياشي (٢/ ١٣) أصول الشيعة (١/ ٢١٦).
❻ البرهان (٤/ ٣٩٣) أصول الشيعة (١/ ٢١٦).
❼ بحار الأنوار (٢٤/ ٣٠٣).
❽ تفسير القمي (٢/ ٣٨٣) مرأة الأنوار ص (١٧٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

و: قرآن میں ''توبہ'' سے مراد ابوبکر، عمر اور عثمان (رضی اللہ عنہم) کی ولایت سے توبہ کرنا اور صرف علی رضی اللہ عنہ کی ولایت کا اعتراف کرنا ہے:

چنانچہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ﴾ (غافر: ۷) (پس تو انھیں بخش دے جو توبہ کریں اور تیری راہ کی پیروی کریں۔) کی تفسیر میں ان لوگوں کی تین روایتیں ہیں۔ ایک روایت کے اعتبار سے اس کا مطلب ہے کہ ان لوگوں کو تو بخش دے جنھوں نے فلاں فلاں کی ولایت سے رجوع کرلیا اور فلاں فلاں سے مراد ابوبکر، عمر اور بنوامیہ ہیں، جب کہ دوسری روایت کی بموجب اس کا مفہوم ہے کہ جن لوگوں نے بنوامیہ کے تینوں طاغوتوں یعنی ابوبکر، عمر اور عثمان کی ولایت سے توبہ کرلی اور تیرے راستے کا اتباع کیا یعنی علی رضی اللہ عنہ کو امام تسلیم کرلیا، تو ان کو بخش دے۔ اور تیسری روایت کے اعتبار سے اس کا مطلب ہے کہ جن لوگوں نے مذکورہ تینوں خلفاء اور بنوامیہ کے خلفاء کی ولایت سے توبہ کرلی اور امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی ولایت کو ان پر مقدم مانا تو انھیں بخش دے۔ [1] یہ تینوں روایتیں ابوجعفر محمد الباقر کی طرف منسوب ہیں، حالانکہ آپ کے علم اور دین داری کے سامنے یہ ساری باتیں قطعاً غلط معلوم ہوتی ہیں۔ [2]

بہر حال یہ ان کی باطل تفسیروں کا ایک مختصر نمونہ تھا جسے یہاں پیش کیا گیا، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ان کی بیشتر تفسیری مصادر ومراجع تفسیر کے باب میں اسی باطنی منہج پر قائم ہیں، جس کی آبیاری ابوالخطاب، جابر جعفی اور مغیرہ بن سعید جیسے متشدد ومتعصب شیعہ کی فکر سے ہوئی ہے۔ یہاں ایک بات اور بھی یاد رہے کہ پانچویں صدی ہجری میں اس قوم کے تفسیری منہج نے ایک دوسرا رخ اختیار کرلیا، یعنی باطنی تاویل میں ڈوبنے کا اس کے یہاں جو قدیم رجحان تھا اس سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہا۔ چنانچہ اس جماعت کے بڑے بزرگ ابوجعفر محمد بن حسن الطوسی متوفی (۴۶۰ھ) نے اہل تشیع کے لیے تفسیر کی ایک کتاب لکھی اور پوری کوشش کی کہ القمی، العیاشی اور اصول الکافی وغیرہ میں غلو پرستی کے جو مظاہر پائے جاتے ہیں ان سے مکمل چھٹکارا مل جائے، یا کم از کم اس کے اثرات کم ہو جائیں، انھوں نے بھی اپنی جماعت کے عقائد واصول کی طرف سے اگرچہ دفاع کیا ہے اور اس کی مبتدعانہ نظریات کو ثابت کیا ہے تاہم ان مسائل میں اس درجہ تک نیچے نہیں اترے ہیں جہاں تک قمی اور اس کے معتقدین اتر گئے ہیں۔ طوسی کی طرح بالکل یہی موقف فضل بن حسن طبرسی نے بھی مجمع البیان میں اختیار کیا ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ طوسی اور ان کے ہم فکر لوگ اپنی تفسیر میں اہل سنت کی تفسیر سے استفادہ کرتے ہیں، ان کی تفسیروں میں جو کچھ بھی مفید معلومات ہیں وہ اہل سنت کی تفاسیر سے ماخوذ ہیں۔ [3]

امامیہ شیعہ کا صحابہ کرام کے بارے میں موقف:

روافض شیعہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نہایت معاندانہ، حاسدانہ اور بغض وکینہ سے لبریز موقف

---

[1] تفسیر الصافی (٤/ ٣٣٥) تفسیر القمی (٢/ ٢٥٥). [2] أصول الشیعة (١/ ٢١٨).

[3] منهاج السنة (٣/ ٢٤٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رکھتے ہیں۔ یہ چیز ان کی قدیم وجدید کتابوں میں واضح طور سے دیکھی جاسکتی ہے، کہ جس میں انھوں نے صحابہ کرام کو زبردست طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا ہے، مثال کے طور پر چند صحابہ کرام کو چھوڑ کر بقیہ کے بارے میں کفر وارتداد کا عقیدہ رکھنا۔ چنانچہ ان کی مستند اور صحیح ترین کتابوں میں بعض روایات میں ان کا یہ عقیدہ صراحت کے ساتھ ملتا ہے۔ چنانچہ کلینی نے ابوجعفر سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تین لوگوں کے علاوہ بقیہ تمام لوگ مرتد ہوگئے۔ میں نے پوچھا کہ وہ تینوں کون ہیں؟ تو کہا: مقداد بن اسود، ابوذر غفاری اور سلمان فارسی رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیہم۔ پھر کچھ دیر کے بعد چند لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو شکنجے میں پھنس گئے اور بیعت کرنے سے انکار کردیا یہاں تک کہ امیر المومنین کو زبردستی لائے اور آپ نے مجبوراً ان سے بیعت کی۔ ❶

نعمت اللہ جزائری لکھتا ہے کہ امامیہ نص جلی کی بنا پر امامت علی کے قائل ہوئے، صحابہ کی تکفیر اور ان پر جرح کی، اور امامت کو جعفر صادق اور پھر ان کے بعد ان کی معصوم اولاد علیہم السلام تک معتبر گردانا، اس کتاب کا مولف بھی اسی فرقہ سے تعلق رکھتا ہے اور یہی فرقہ ان شاء اللہ نجات پانے والا ہے۔ ❷

صحابہ کے بارے میں روافض شیعہ کی تنقید وتجریح کی حد بس یہی نہیں ہے کہ وہ ان کی تکفیر اور ارتداد کا عقیدہ رکھتے ہیں، بلکہ ان کے بارے میں یہاں تک عقیدہ ہے کہ وہ لوگ اللہ کی بدترین مخلوق ہیں اور ان سب سے عمومی طور پر اور خلفائے ثلاثہ ابوبکر، عمر، عثمان اور امہات المومنین پر خصوصی طور پر تبرّا بازی کیے بغیر اللہ اور اس کے رسول پر ایمان مکمل نہیں ہوسکتا۔ ❸

محمد باقر مجلسی لکھتا ہے کہ تبرّا کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ہم چاروں ابوبکر، عمر، عثمان اور معاویہ سے تبراء کریں، اسی طرح چاروں عورتوں عائشہ، حفصہ، ہند اور ام الحکم سے تبراء کریں۔ اور ان سب کے تمام معتقدین اور متبعین سے بھی ہم تبرّا کریں اور عقیدہ رکھیں کہ یہ سب کے سب اس روئے زمین پر اللہ کی بدترین مخلوق ہیں۔ اللہ اس کے رسول اور ائمہ پر اس وقت تک ایمان مکمل نہیں ہوسکتا جب تک کہ ان کے دشمنوں سے تبرّا نہ کیا جائے۔ ❹

صحابہ کرام کے خلاف ان کے حقد وحسد کی انتہا یہاں تک پہنچ گئی کہ انھوں نے ان پر لعنت کرنے کو اپنے لیے حلال کرلیا اور اسی پر بس نہیں بلکہ اسے اللہ کی قربت حاصل کرنے کا ذریعے سے سمجھا، چنانچہ ملا کاظم نے ابوحمزہ الثمالی سے علی زین العابدین رحمہ اللہ پر افترا پردازی کرتے ہوئے یہ روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: جس نے جبت اور طاغوت پر ایک لعنت بھیجی اللہ تعالیٰ اسے سات کروڑ نیکیاں دے گا اور اس کی سات کروڑ برائیوں کو مٹا دے گا، اور سات کروڑ درجات بلند کرے گا، اور جس نے ان پر شام کو ایک بار لعنت بھیجی اسے اسی طرح ثواب دیا جائے

---

❶ الروضة من الكافي (٨/ ٢٤٥، ٢٤٦) الانتصار للصحب و الآل ص (٧٦).

❷ الأنوار النعمانية (٢/ ٢٤٤). ❸ الانتصار للصحب و الآل ص (٧٧).

❹ حق اليقين ص (٥١٩) فارسی سے ترجمہ: اصل عبارت کو عربی میں شیخ محمد عبدالستار تونسوی نے اپنی کتاب بطلان عقائد الشيعة ص (٥٣) پر نقل کیا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گا۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر ہمارے آقا علی بن حسین چلے گئے، پھر میں مولانا ابوجعفر محمد الباقر کے پاس گیا اور کہا: اے میرے مولا، میں نے آپ کے باپ سے ایک حدیث سنی ہے، وہ کہنے لگے: اے ثمالی وہ کون سی حدیث ہے، میں نے انھیں وہ حدیث سنائی، تو انھوں نے کہا: ہاں اے ثمالی ایسے ہی ہے۔ کیا اس سے زیادہ بھی سننا پسند کرو گے؟ تو میں نے کہا: ہاں! اے میرے مولا۔ آپ نے فرمایا: جس نے ہر روز صبح کے وقت ان دونوں پر لعنت بھیجی اس پر اس دن شام تک کوئی گناہ نہیں لکھا جائے گا اور جس نے شام کو ان دونوں پر ایک لعنت بھیجی تو پوری رات صبح ہونے تک اس پر کوئی گناہ نہیں لکھا جائے گا۔ ❶ اور ان کی ماثورہ دعاؤں کی کتابوں میں ایک مشہور دعا ہے جو ''دعاء صنمی قریش'' (قریش کے دو بتوں پر بددعا) کے نام سے معروف ہے۔ ان دو بتوں سے ابوبکر وعمر کو مراد لیتے ہیں اور علی رضی اللہ عنہ پر ظلم اور جھوٹ باندھتے ہوئے اسے آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں، یہ بددعا ڈیڑھ صفحات سے زائد پر مشتمل ہے، اس میں ہے کہ ''اے اللہ رحمت نازل فرما محمد اور آل محمد پر، اور لعنت نازل کر قریش کے دونوں بتوں، اس کے دونوں جبت، دونوں طاغوت اور دونوں بڑے جھوٹوں اور پھر ان دونوں کی دونوں بیٹیوں پر کہ جنھوں نے تیرے حکم کی خلاف ورزی کی، تیری وحی کا انکار کیا، تیرے انعام کی ناشکری کی، تیرے رسول کی بات نہ مانی، تیرے دین کو بدل دیا اور تیری کتاب میں تحریف کی۔'' اور دعا کا اختتام اس طرح ہوتا ہے: ''اے اللہ ظاہر وباطن ہر طرح سے اور ہمیشہ ہمیش کے لیے ان دونوں پر لعنت نازل کر، اتنی لعنت کہ جو شمار سے بالاتر ہو اور جس کا سلسلہ منقطع نہ ہو، ایسی لعنت جو اس کے اوّل سے شروع ہو اور آخر تک کسی کو نہ چھوڑے، یعنی خود ان دونوں پر، ان کے مددگاروں پر، ان کے معتقدین وقرابت داروں پر، ان کے فرماں برداروں پر، ان کی طرف میلان رکھنے والوں پر، ان کے دلائل کے سہارے ابھرنے والوں پر، ان کی باتوں کی پیروی کرنے والوں پر اور ان کے احکام کی تصدیق کرنے والوں پر، (اور چار مرتبہ کہو) اے اللہ انھیں ایسا سخت عذاب دے جس سے اہل جہنم بھی پناہ مانگتے ہیں، قبول کر اے رب العالمین، قبول فرما۔'' ❷

یہ دعا روافض شیعہ کے نزدیک پسندیدہ دعاؤں میں سے ہے، یہاں تک کہ اس کی فضیلت کو ابن عباس کی طرف منسوب کرتے ہوئے روایت کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہما نے فرمایا: علی علیہ السلام اپنی نماز میں اسے دعائے قنوت کے طور پر پڑھتے تھے اور اس دعا کو پڑھنے والا ایسے ہی ہے جیسے کہ کوئی شخص غزوۂ بدر، احد اور حنین میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دشمن کے مقابلے میں لاکھوں تیر برسا رہا ہو۔ ❸

اس دعا کی اہمیت کے پیش نظر ہی علمائے شیعہ نے اس پر بہت توجہ دی یہاں تک کہ آغا بزرگ الطہرانی نے

---

❶ أجمع الفضائح / ملا کاظم ص (۵۱۳) بحوالہ: الشیعہ و أهل البیت ص (۱۵۷).

❷ مفتاح الجنان فی الأدعیة و الزیارات و الأذکار ص (۱۱۳، ۱۱۴) اور تحفۂ عوام مقبول ص (۲۱۴، ۲۱۵) آخر الذکر کتاب معاصر شیعہ علماء کے نزدیک مستند ہے، جن علماء کا نام کتاب کے ٹائٹل پر درج ہے ان میں ایک نام خمینی کا بھی ہے۔

❸ علم الیقین فی أصول الدین / محسن کاشانی (۲/ ۱۰۱).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لکھا ہے کہ اس کی دس شرحیں تیار ہو چکی ہیں۔ ❶ بہر حال یہ تو ان کی قدیم و مستند کتابوں اور متقدمین علماء کا حال ہے، رہے ان کے متاخرین اور معاصر علماء تو وہ بھی اپنے اسلاف ہی کے عقیدہ پر قائم رہے، انھی کا منہج اختیار کیا اور اسے مضبوطی سے تھاما، آیئے ان کے مقدس امام اور آیت عظمیٰ خمینی کا بیان سنئے۔ وہ اپنی کتاب کشف الاسرار میں یوں لکھتے ہیں:

''یہاں ہمیں شیخین سے کوئی سروکار نہیں اور نہ ہی قرآن کی انھوں نے جو مخالفت کی ہے اور اللہ کے احکام سے کھلواڑ کیا ہے اور جسے اپنے مرضی سے حلال وحرام کیا ہے اور دختر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ بنت محمد اور ان کی دونوں اولاد کے ساتھ دونوں نے جس ظلم وتعدی کی کوشش کی ہے اسی سے ہمیں کوئی واسطہ ہے۔ بلکہ یہاں ہم اللہ اور اس کے دین کے احکامات سے ان دونوں کی صرف جہالت کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں۔'' ❷

اور پھر آگے چل کر شیخین کے بارے میں لکھتا ہے:

''یہاں ہم ان شواہد و دلائل کو ذکر کرنے کے لیے خود کو مجبور پاتے ہیں جن میں ان کی قرآن کی صریح مخالفت کا ثبوت ملتا ہے اور انھیں ہم صرف اس لیے ذکر کر رہے ہیں تاکہ ثابت کریں کہ وہ دونوں قرآن کی مخالفت کرتے تھے۔'' ❸

اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر تحریفِ قرآن کا اتہام لگاتے ہوئے کہتا ہے:

''اللہ تعالیٰ نے قرآن میں آٹھ مستحقین زکوٰۃ کا ذکر کیا تھا، لیکن ابوبکر نے عمر کے کہنے پر ان میں سے ایک کا حق ساقط کر دیا، لیکن کسی مسلمان نے اس پر زبان نہیں کھولی۔'' ❹

اور آگے لکھتا ہے:

''فی الواقع انھوں نے رسول کو جس شرف واعزاز کا حق تھا وہ نہ دیا، وہ رسول جس نے ان کی ہدایت و رہنمائی کی خاطر انتہائی کدو کاوش کیا اور اس راہ کی مشکلات برداشت کیں اور کفر و زندیقیت کے اعمال سے جنم لینے والی جھوٹ پر مبنی باتیں اگرچہ ابن خطاب کی طرف سے آپ کے کانوں میں آتی رہیں، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں نظر انداز کرتے رہے۔'' ❺

عصر حاضر میں اہل تشیع کی طرف سے شیعہ سنی اتحاد کی بازگشت سنائی دیتی ہے، جس میں خنیزی، احمد مغنیہ، رفاعی اور محمد جواد مغنیہ جیسے اہل تشیع کا گمان ہے کہ ہم صحابہ کا احترام کرتے ہیں اور ان کے تقدس کے قائل ہیں لہٰذا ان لوگوں پر ضروری ہے کہ شیعہ حلقوں میں اپنے اس موقف کا برملا اعلان کریں کہ انھیں تمام صحابہ کی عظمت و تقدس

---

❶ الذريعة إلى تصانيف الشيعة (۸/ ۱۹۲). ❷ كشف الأسرار ص (۱۲٦).
❸ كشف الأسرار ص (۱۳۱). ❹ كشف الأسرار ص (۱۳٥).
❺ كشف الأسرار ص (۱۳۷).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کا پورا احترام ہے، اور اہل تشیع کے مذہبی علمی سرمایہ کو کتاب وسنت کے مخالف تمام تحریروں سے پاک صاف کریں، اور موجودہ دور کے جو بڑے بزرگ شیعہ اور ان کے علما ان گمراہیوں میں الجھے ہوئے ہیں، ان سے نمٹنے کے لیے کمربستہ ہو جائیں اور ان کی جدید وقدیم کتابوں میں جو بھی گمراہ کن باتیں ہیں اور ان کے عوام خواص کی زندگی میں اس کے جو اثرات دیکھے جاتے ہیں ان سے یہ لوگ تجاہل نہ برتیں، اپنی صداقت کا ثبوت دیں، تناقض کا مظاہرہ نہ کریں تاکہ ان کا یہ موقف قابل قبول ہو سکے۔

صحابہ کے بارے میں روافض شیعہ کا عقیدہ ان کی ان اساسی کتابوں میں موجود ہے جن میں طعن وتشنیع اور انتہائی گھٹیا گالی گلوچ پر مبنی ان کے مذہب کا دارومدار ہے، وہ سب وشتم بھی اتنے گھناؤنے کہ کوئی بھی باحیا اور دین دار انسان انھیں کسی متعصب کافر کے لیے بھی استعمال نہ کرے گا، جب کہ ان گالیوں کو زبان پر لاتے ہوئے روافض شیعہ کے سینے کشادہ ہو جاتے ہیں اور اصحاب رسول اور آپ کے خلفا و وزراء اور سسرالی قرابت داروں کی شان میں گستاخیاں کرنے کے لیے ان کی زبانیں تیز ہو جاتی ہیں۔ مزید برآں یہ لوگ اس نازیبا حرکت کو دین سمجھتے ہیں اور اس پر اللہ سے اجر عظیم کی امید لگاتے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی مسلمان اگر ضلالت وگمراہی میں ڈوبے ہوئے ان لوگوں کی حالت پر غور کرے تو اسے یہ دو موقف ضرور اختیار کرنا پڑے گا:

۱۔ اپنے تئیں اللہ کی عظیم نعمت، اس کی مہربانی اور حد درجہ احسان کو محسوس کرتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کرے کہ اللہ نے اسے ان گمراہیوں سے بچا لیا۔

۲۔ اس قوم کی گمراہی اور انحراف کو دیکھ کر عبرت وموعظت حاصل کرے کہ یہ ایسا انحراف ہے جسے کم عقل انسان بھی جان سکتا ہے، مثلاً ابوبکر وعمر پر صبح وشام لعنت کر کے اللہ کا تقرب حاصل کرنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ جس نے ان دونوں پر ایک لعنت بھیجی اس پر اس دن کوئی گناہ نہیں لکھا جائے گا، جب کہ اس امت کا ایک عام آدمی جو تھوڑی بھی سمجھ دار ہے بلکہ گزشتہ امتیں جو کسی نہ کسی آسمانی صحیفہ سے نوازی گئیں سب کو اللہ کے دین کے بارے میں یہ قطعی علم ہے کہ کسی بھی امت نے کسی بھی کافر پر لعنت بھیج کر اللہ کی عبادت نہیں کیا، اگرچہ کوئی کافر انتہائی متعصب اور متشدد کیوں نہ رہا ہو، کافر تو درکنار وہ ابلیس جو ملعون ہے اور صبح وشام اللہ کی رحمت سے دھتکارا جاتا ہے اسے لعنت کی مخصوص دعا کے ساتھ ذکر کر کے کسی نے اللہ کی قربت ورضا مندی اس طرح نہیں حاصل کی جس طرح روافض شیعہ ابوبکر وعمر پر لعنت بھیج کر اللہ کی قربت اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔ بلکہ میں [1] اپنے علم کے مطابق خود روافض کے یہاں کوئی ایسی کتاب نہیں پاتا جس میں خصوصیت یا غیر خصوصیت کے ساتھ ابوجہل، امیہ بن خلف، یا ولید بن مغیرہ حتیٰ کہ ابلیس پر لعنت کا ورد کیا گیا ہے، جب کہ یہ لوگ اللہ کے سب سے بڑے کافر اور اس کے رسول کے سب سے زیادہ جھٹلانے والے تھے اور اس کے بالمقابل ابوبکر وعمر پر لعنت کرنے والی روایات سے ان کی کتابیں بھری پڑی ہیں، جیسا کہ قریش کے دو بتوں پر بددعا والی دعا میں آپ

[1] یہاں مقصود ڈاکٹر ابراہیم الرحیلی ہیں جو الانتصار للصحب والآل کے مصنف ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے دیکھا، پس ان تمام چیزوں میں عبرت حاصل کرنے والے کے لیے عبرت ہے کہ اگر کوئی انسان اللہ کی شریعت سے منہ موڑ لے، خواہشات نفس اور بدعتوں کا پرستار ہو جائے تو وہ کس حد تک گمراہی میں ڈوب جاتا ہے اور اس کے برے اعمال کس طرح اس کے لیے مزین ہو جاتے ہیں کہ وہ اچھائی اور برائی کو نہیں پہچانتا، اور نہ حق و باطل کے درمیان تمیز کر پاتا ہے، بلکہ وہ تاریکیوں میں بھٹکتا پھرتا ہے اور شہوتوں میں مدہوش رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اسی کیفیت اور اسی طرح کے لوگوں کی حالت اس طرح واضح کیا ہے۔ ❶

﴿ اَ فَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ (فاطر : ۸)

''تو کیا وہ شخص جس کے لیے اس کا برا عمل مزین کر دیا گیا تو اس نے اسے اچھا سمجھا (اس شخص کی طرح ہے جو ایسا نہیں؟) پس بے شک اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا۝۱۰۴﴾ (الکهف : ۱۰٤)

''وہ لوگ جن کی کوشش دنیا کی زندگی میں ضائع ہوگئی اور وہ سمجھتے ہیں کہ بے شک وہ ایک اچھا کام کر رہے ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰۤى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَ اِمَّا السَّاعَةَ ؕ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضْعَفُ جُنْدًا ۝۷۵﴾ (مریم : ۷۵)

''کہہ دے جو شخص گمراہی میں پڑا ہو تو لازم ہے کہ رحمان اسے ایک مدت تک مہلت دے، یہاں تک کہ جب وہ اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے، یا تو عذاب اور یا قیامت کو، تو ضرور جان لیں گے کہ کون ہے جو مقام میں زیادہ برا اور لشکر کے اعتبار سے زیادہ کمزور ہے۔''

ارتداد صحابہ پر شیعی استدلال کے چند نمونے اور اس سے متعلق آیات کریمہ کی رافضی تفسیروں کے چند نمونے:

الف: آل عمران کی آیت نمبر ۱٤٤:

روافض شیعہ نے صحابہ کرام کے ارتداد کو ثابت کرنے کے لیے قرآن مجید کی اس آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے:

﴿ وَ لَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ۪ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَ اَنْتُمْ

❶ الانتصار للصحب والآل ص (۸۵)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تَنْظُرُوْنَ ﴿۱۴۳﴾ وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَ سَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾﴾ (آل عمران: ۱۴۳-۱۴۴)

''اور بے شک تم تو موت کی تمنا کیا کرتے تھے، اس سے پہلے کہ اسے ملو، تو بلاشبہ تم نے اسے اس حال میں دیکھ لیا کہ تم (آنکھوں سے) دیکھ رہے تھے۔ اور نہیں ہے محمد مگر ایک رسول، بے شک اس سے پہلے کئی رسول گزر چکے تو کیا اگر وہ فوت ہو جائے، یا قتل کر دیا جائے تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے اور جو اپنی ایڑیوں پر پھر جائے تو وہ اللہ کو ہرگز کچھ بھی نقصان نہیں پہنچائے گا اور اللہ شکر کرنے والوں کو جلد جزا دے گا۔''

اہل تشیع کا گمان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ارتداد صحابہ کی یہ سب سے صریح دلیل ہے اور ایڑیوں کے بل پھر جانے والے صحابہ کی تعداد بھاری اکثریت میں رہی، جب کہ ثابت قدم رہنے والے صحابہ کی تعداد نہایت مختصر تھی، یہی مختصر جماعت اسلام پر باقی رہی اور یہی لوگ شکر گزار ہیں جو کہ قلت میں رہے، جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

﴿وَ قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾﴾ (سبا: ۱۳)

''میرے بندوں میں سے شکر گزار بندے کم ہی ہوتے ہیں۔''

روافض شیعہ کے نزدیک اس آیت سے مقصود براہ راست صحابہ ہیں۔ جو مدینہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زندگی گزار رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بلا تاخیر فوراً ارتداد کا شکار ہو گئے۔ [1] پھر ان روافض نے اس آیت کا رخ موڑ کر اسے اس واقعہ سے جوڑ دیا جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے استخلاف کے وقت سقیفہ بنو ساعدہ میں پیش آیا اور اسے آیت کا مصداق ٹھہرایا۔

تردید:...... جب کہ یہ استدلال سراسر جھوٹ اور بہتان عظیم ہے۔ طبری نے اپنی تفسیر میں اپنی سند سے ضحاک سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ﴾ (آل عمران: ۱۴۴) کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ آیت ان چند لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو شک وتردد اور نفاق کی بیماری میں مبتلا تھے، جس دن لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور آپ کی پیشانی پر بھنوؤں کے اوپر زخم لگ گیا اور آپ کے رباعی دانت شہید کر دیے گئے، تو انھوں نے کہہ دیا کہ محمد تو قتل کر دیے گئے، اب اپنے پہلے دین کی طرف چلے جاؤ، اس سلسلے میں یہ آیت اتری کہ: ﴿اَفَاۡىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ﴾ (آل عمران: ۱۴۴) [2]

ابن جریج سے بھی مروی ہے کہ انھوں نے کہا: جس دن لوگ اللہ کے رسول کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے تو

[1] ثم اهتديت / التيجاني ص (۱۱۴، ۱۱۵).
[2] تفسير طبري (۳/ ۴۵۸).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شک اور نفاق کے بیماروں نے شور کر دیا کہ محمد قتل کر دیے گئے، اب تم اپنے پہلے دین کی طرف پلٹ جاؤ اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ ❶ پس آیت میں ایڑیوں کی طرف پھر جانے کا جو ذکر ہے اس سے منافقین کا یہ پروپیگنڈا مراد ہے کہ رسول اللہ قتل کر دیے گئے اب اپنے پہلے دین کی طرف لوٹ چلو۔

یہ آیت کریمہ ان لوگوں کے بارے میں نہیں ہے جو وفات نبوی کے بعد مرتد ہو گئے، ہاں ان کے خلاف حجت ضرور ہے۔ تاہم اگر اس کا تعلق وفات نبوی کے بعد کے مرتدین سے مان لیا جائے تو اس کی دلالت مرتدین سے زیادہ اصحاب نبی کی براءت پر ہوگی، کیونکہ انھوں نے ہی مرتدین سے قتال کیا اور ان کے ذریعے سے اللہ نے اپنے دین کو غلبہ عطا کیا، انھیں کی جنگ سے مرتدین کو رسوا کیا، پھر اس کے بعد جو دین اسلام کی طرف لوٹ گئے، لوٹ گئے اور جسے ہلاک ہونا تھا وہ ارتداد پر ہلاک ہوا، اس طرح ابوبکر صدیق، و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مرتدین کے خلاف اس جنگ کی وجہ سے فضیلت ظاہر ہوئی۔ ❷ یہی وجہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ سے یہ ثابت ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿وَ سَیَجۡزِی اللّٰہُ الشّٰکِرِیۡنَ ﴿۱۴۴﴾﴾ (آل عمران: ۱٤٤) کی تفسیر میں فرمایا کرتے تھے کہ اس سے مراد اپنے دین پر ثابت رہنے والے ابوبکر اور آپ کے دیگر ساتھی ہیں۔ ❸

نیز فرماتے تھے:

"ابوبکر شکر گزاروں کے امین تھے، اللہ کے محبوب بندوں کے امین تھے، ان میں سب سے زیادہ اللہ کے شکر گزار اور اس سے محبت کرنے والے تھے۔" ❹

تاریخ شاہد ہے کہ غزوۂ احد مخصوص احوال وظروف میں پیش آیا اور اس کی ایک خاص جنگی کیفیت رہی اور اسی وجہ سے سورۂ آل عمران کی آیات ان احوال وظروف اور مخصوص جنگی کیفیت کے تناظر میں نازل ہوئیں، لہٰذا حادثۂ بنوسقیفہ یا جنگ جمل جیسے دیگر واقعات کے لیے استدلال کے طور پر ان آیتوں کو استعمال کرنا بہرحال ایک من مانی اور انوکھی تفسیر ہے جس کا علمی منہج سے کوئی تعلق نہیں۔

آیت کریمہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایمان کی عظمت، آپ کی حکیمانہ کارروائی اور اللہ کے دین کی دفاع میں خود کو قربان کر دینے کی سب سے بڑی دلیل ہے اور وفات نبوی کے موقع پر آپ نے جس ثابت قدمی کا ثبوت دیا وہ اس کی بہترین شہادت ہے۔ وہ ایسا دن تھا کہ جب آپ اپنے موقف پر جمے رہے اور وفات رسول کے غم میں نڈھال اور مصیبت کے مارے انسانوں کو مخاطب کر کے کہا کہ اے لوگو! اللہ فرماتا ہے:

﴿اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّہُمۡ مَّیِّتُوۡنَ ﴿۳۰﴾﴾ (الزمر: ۳۰)

"یقیناً خود آپ کو بھی موت آئے گی اور یہ سب بھی مرنے والے ہیں۔"

اور اے لوگو اللہ فرماتا ہے:

---

❶ تفسیر الطبری (۳/ ٤٥٨). ❷ الانتصار للصحب و الآل ص (۳۲۲).
❸ تفسیر الطبری (۳/ ٤٥٥). ❹ تفسیر الطبری (۳/ ٤٥٥).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَ سَيَجْزِی اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝۱۴۴ ﴾ (آل عمران: ۱٤٤)

''اور نہیں ہے محمد مگر ایک رسول، بے شک اس سے پہلے کئی رسول گزر چکے تو کیا اگر وہ فوت ہو جائے، یا قتل کر دیا جائے تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے اور جو اپنی ایڑیوں پر پھر جائے تو وہ اللہ کو ہرگز کچھ بھی نقصان نہیں پہنچائے گا اور اللہ شکر کرنے والوں کو جلد جزا دے گا۔''

لہٰذا جو اللہ کی عبادت کرتا تھا تو وہ جان لے کہ اللہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے، وہ کبھی نہ مرے گا اور جو محمد کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ محمد موت پا چکے ہیں۔ ❶ پس بلاشبہ اپنے اسلام وایمان کو کفر سے بدل کر مسیلمہ، سجاح، طلیحہ بن خویلد اور اسود عنسی جیسے سرداران ارتداد کی پیروی کرنے والے مرتدین کے خلاف آپ کا فیصلہ کن موقف، اور جن لوگوں نے یہ کہہ کر کہ ہم نماز تو پڑھیں گے لیکن زکوٰۃ نہیں دیں گے، اسلام کے شعائر کو ڈھانا چاہا تھا، ان کے خلاف آپ کا اعلان جنگ، آپ اور آپ کے ساتھی دیگر صحابہ کی عظمت وکردار کی بلندی اور اللہ کے دین کی خدمت کی سب سے پاکیزہ مثال ہے۔

واضح رہے کہ مرتدین اور مانعین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کرنے میں امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ خلیفۂ راشد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہوئے، لیکن تیجانی، شرف الدین موسوی اور پتہ نہیں کون کون اثنا عشری علمائے شیعہ ہیں جو مسلسل مانعین زکوٰۃ کے مسئلہ کو لے کر بڑبڑاتے رہتے ہیں۔ اور مجرمین کے دامن غلاظت کو پاک کر کے ابوبکر اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دامن کو اباطیل وارتداد سے ناپاک کرنا چاہتے ہیں۔ بھلا اس سے بڑی ضلالت کی بات وہ اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ وہ اصحاب رسول کی عظمت کو طعن وتشنیع کا نشانہ بناتے ہیں۔ اور جن پاکیزہ نفوس نے دین اسلام کی سربلندی کی خاطر اللہ کے راستہ میں جہاد کیا اسے کفر، ارتداد اور نفاق کی علامت قرار دیتے ہیں۔ ❷ اور یہی وجہ ہے کہ جب ہم امام ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہما بن ابی طالب کی زبان سے ابوبکر صدیق کے لیے اجلال اور توقیر واحترام کے توصیفی کلمات سنتے ہیں تو ہم اس پر کسی اچنبھے میں نہیں پڑتے، کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ وہ بدکلامی سے پاک ہیں، چنانچہ اربلی نے اپنی کتاب ''کشف الغمة فی معرفة الائمة'' میں عروہ بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے ابوجعفر محمد بن علی سے تلوار کو مزین کرنے کے بارے میں فتویٰ پوچھا: تو آپ نے جواب دیا کہ اس میں کوئی حرج نہیں، ابوبکر صدیق نے اپنے تلوار کو مزین کیا ہے۔ میں نے کہا کیا آپ ابوبکر کو صدیق کہتے ہیں؟ راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر آپ اچھل پڑے اور قبلہ رو ہو کر کہنے لگے: ہاں، صدیق، ہاں صدیق، جو ان کو صدیق نہ کہے اللہ دنیا اور آخرت میں اس کی کسی بات

❶ البخاری/ فضائل الصحابة، حدیث نمبر (۳٦٦۸).

❷ ثم أبصرت الحقیقة ص (۳۰۲، ۳۰۳).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی تصدیق نہ کرے۔ ❶ پس اللہ رحم فرمائے امام ابوجعفر پر اور آپ کے ان گہر بار الفاظ پر جنھیں ماضی کے اوراق نے اپنے دامن میں سمیٹ لیا، لیکن آج کے دل انھیں اپنی زبان سے کہنے کو تیار نہیں ہیں۔ ❷

ب: سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ٥٤:

بعض متعصب اور تکلف پسند اہل تشیع نے ارتداد صحابہ کے لیے اللہ تعالیٰ کے اس کلام سے استدلال کیا ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِۦ فَسَوْفَ يَأْتِى ٱللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُۥٓ أَذِلَّةٍ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى ٱلْكَٰفِرِينَ يُجَٰهِدُونَ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ ٱللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَآءُ ۚ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٥٤﴾ ﴾

(المائدة: ٥٤)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ عنقریب ایسے لوگ لائے گا کہ وہ ان سے محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے، مومنوں پر بہت نرم ہوں گے، کافروں پر بہت سخت، اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ اسے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

تردید:...... یہ آیت کریمہ جو ہمارے سامنے ہے، اور جس سے اثنی عشری علمائے شیعہ صحابۂ کرام کے ارتداد اور ایڑی کے بل پھر جانے پر استدلال کرتے ہیں، درحقیقت ان صحابہ کرام کی عظمت اور اسلام کی دفاع میں قربان ہو جانے کے سب سے بڑی دلیل ہے، نہ کہ ان کے ارتداد کی، چنانچہ طبری اپنی سند سے علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے اللہ کے فرمان ﴿ فَسَوْفَ يَأْتِى ٱللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُۥٓ ﴾ کی تفسیر میں ابوبکر اور آپ کے ساتھیوں کو مراد لیا ہے۔

حسن بصری فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! اس سے ابوبکر اور آپ کے رفقاء مراد ہیں۔ اور ضحاک کہتے ہیں: یہاں ابوبکر اور آپ کے ساتھی مراد ہیں۔ جب کچھ اہل عرب اسلام سے مرتد ہو گئے تو ابوبکر اور آپ کے ساتھی دیگر صحابہ نے ان سے جہاد کیا اور انھیں اسلام کی طرف لوٹایا، قتادہ، اور ابن جریج وغیرہ ائمہ تفسیر نے یہی تفسیر کی ہے۔ ❸

یہ آیت کریمہ زمین کی خلافت سنبھالنے والی نسل کے بارے میں گفتگو کرتی ہے اور یہ بتاتی ہے کہ حقیقی مومن کو مدد اور غلبہ وفتح مندی ضرور ملے گی اور وہ اعزاز واکرام کے مستحق ہوں گے، جب کہ مرتدین کو ان کی کارستانی ہی ہر چہار جانب سے گھیرے ہوئے ہوگی اور وہ ذلت کے سائے میں ہوں گے۔ ہماری یہ بات ایک ایسی حقیقت ہے جسے صحیح تاریخ کا مطالعہ کرنے والا ہر فرد اچھی طرح محسوس کرے گا اور اس کے سامنے صحابہ کرام، خاص طور سے

❶ كشف الغمة (٢/ ١٤٧). ❷ ثم أبصرت الحقيقة ص (٣٠٤).

❸ تفسير الطبرى (٤/ ٦٢٣، ٦٢٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خلیفہ راشد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عزت اور ان کے بالمقابل مسیلمہ، عنسی، اور سجاح جیسے لیڈرانِ ارتداد کی ذلت روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی۔ ❶

اس آیت کریمہ میں مذکور اوصاف حمیدہ سب سے پہلے ابوبکر صدیق اور آپ کے ساتھی اس لشکرِ صحابہ پر صادق آتے ہیں جنھوں نے مرتدین سے قتال کیا، چنانچہ اللہ نے انھیں اوصاف کاملہ سے متعارف کرایا، ان کے قد کو اونچا کیا، بتایا کہ وہ ان سے محبت رکھتا ہے اور وہ سب اس سے محبت رکھتے ہیں، وہ مسلمانوں پر نرم دل اور کفار کے لیے سخت ہیں۔ اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے ہیں، کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے، اقتدار کی مستحق قوم کے ان اوصاف کو میں نے اپنی کتاب ''ابوبکر صدیق شخصیت اور کارنامے'' میں خوب تفصیل سے لکھا ہے۔ تفصیل جاننے کے لیے اس کتاب کی طرف رجوع کریں۔

ج: سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۲۸-۲۹:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا ۚ وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ إِنْ شَاءَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٢٨﴾ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴿٢٩﴾ ﴾ (التوبۃ: ۲۸-۲۹)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بات یہی ہے کہ مشرک لوگ ناپاک ہیں، پس وہ اپنے اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں اور اگر تم کسی قسم کے فقر سے ڈرتے ہو تو اللہ جلد ہی تمھیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا، اگر اس نے چاہا۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔ لڑو ان لوگوں سے جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ یوم آخرت پر اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کی ہیں اور نہ دین حق کو اختیار کرتے ہیں، ان لوگوں میں سے جنھیں کتاب دی گئی ہے، یہاں تک کہ وہ ہاتھ سے جزیہ دیں اور وہ حقیر ہوں۔''

بعض روافض علمائے شیعہ کہتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ صراحت سے بتاتی ہے کہ صحابہ نے جہاد کو اپنے لیے گراں سمجھا اور دنیا کی طرف مائل ہو جانے کو ترجیح دی۔ جب کہ انھیں خوب معلوم تھا کہ دنیا نہایت مختصر سامان ہے، اس طرح انھوں نے اپنے اوپر اللہ کی پھٹکار اور اس کے وعید شدید کو لازم کر لیا اور اس کی یہ دھمکی گلے لگا لی کہ وہ انھیں کے بدلے دوسری مومن قوم کو پیدا کر دے گا۔ اللہ نے اس آیت کے علاوہ دیگر کئی آیتوں میں ان کے بدلے دوسری قوم لانے کی دھمکی دی ہے، جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ انھوں نے کئی مرتبہ اپنے اوپر جہاد کو گراں سمجھا، چنانچہ

❶ ثم أبصرت الحقيقة (٣١٢).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایک جگہ فرمایا:

﴿ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ﴾ (محمد: ٣٨)

''اور اگر تم پھر جاؤ گے تو وہ تمھاری جگہ تمھارے سوا اور لوگوں کو لے آئے گا، پھر وہ تمھاری طرح نہیں ہوں گے۔''

اور کتاب ''ثم اھتدیت'' کے مولف کے نزدیک یہ بالکل واضح اور قطعی بات ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ فرقوں میں بٹ گئے، آپس میں اختلاف کر بیٹھے اور فتنہ کی آگ بھڑکا دی، یہاں تک کہ باہمی قتل وقتال اور خونریزی تک نوبت آ پہنچی، جو مسلمانوں کی پسماندگی اور زوال کا سبب ثابت ہوئی، اور دشمنوں نے ان کی طرف نگاہیں اٹھانا شروع کر دیا۔ ❶

تردید:...... ان دونوں آیتوں میں کسی بھی صحابی رسول پر کوئی طعن وتشنیع نہیں ہے، بلکہ ان میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو جہاد پر ابھارا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو روم والوں سے غزوہ کرنے کا حکم دیا تو اس وقت اصحاب رسول نہایت تنگی اور فاقہ کشی کی حالت سے دوچار تھے، گرمی کی شدت اور سفر کی دوری اس پر مستزاد تھی، اس وجہ سے یہ غزوہ ان کے لیے قدرے گراں تھا۔ ایسے موقع پر جہاد فی سبیل اللہ کی طرف رغبت دلانے اور اسے گراں سمجھنے سے ڈرانے والی یہ آیتیں نازل ہوئیں اور صحابہ کرام نے اپنے رب کے اس حکم پر لبیک کہا۔ چنانچہ طبری نے اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ﴾ (التوبة: ٣٨) کی تفسیر میں لکھا ہے کہ آیت کریمہ اللہ کی طرف سے اس کے مومن بندوں یعنی اصحاب رسول کو روم والوں سے غزوہ کرنے یعنی غزوہ تبوک میں شرکت پر ابھارتی ہے۔ ❷ بلاشبہ یہ دونوں آیتیں ان بعض لوگوں پر ایک طرح کی الٰہی عتاب پر مشتمل ہیں، جنھیں اس جہاد میں شرکت کرنا گراں گزر رہا تھا۔ لیکن اس میں تمام اصحاب رسول ہرگز شامل نہیں ہیں کہ جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی بات سنتے ہی جہاد پر نکلنے میں جلدی کیا، زیادہ تر صحابہ ایسے ہی تھے۔ ❸

ابن کثیر فرماتے ہیں:

''غزوۂ تبوک کے موقع پر جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے تھے یہاں سے ان پر عتاب کا ذکر ہو رہا ہے۔'' ❹

ہمیں معلوم ہے کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر معذوروں کو چھوڑ کر تین افراد کے علاوہ کوئی اور شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے سے پیچھے نہیں رہا تھا، جیسا کہ صحیحین میں کعب بن مالک کی مشہور حدیث اس کی واضح دلیل ہے۔ ❺ اور

---

❶ ثم اهتديت ص (١١٥).
❷ تفسير الطبرى (٦/ ٣٧٢).
❸ الانتصار للصحب و الآل ص (٣٢٧).
❹ تفسير ابن كثير (٢/ ٣٧٢).
❺ صحيح البخارى حديث نمبر (٤١١٨) صحيح مسلم (٢٧٦٩).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وہ تین لوگ کعب بن مالک، ہلال بن امیہ، اور مرارۃ بن ربیع رضی اللہ عنہم تھے۔ اس کے باوجود اللہ کی کتاب مقدس، جس میں کسی طرف سے باطل کا شائبہ تک نہیں، سے صاف لفظوں میں ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کی توبہ قبول کرلی اور یہ توبہ بھی ایسی مثالی کہ اللہ نے اس کے بارے میں وحی نازل کردی، جسے آج تک تلاوت کی جاتی ہے۔ فرمایا:

﴿ لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿١١٧﴾ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭ حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ۭ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿١١٨﴾ ﴾ (التوبۃ: ۱۱۷، ۱۱۸)

''بلاشبہ یقیناً اللہ نے نبی پر مہربانی کے ساتھ توجہ فرمائی اور مہاجرین و انصار پر بھی، جو تنگ دستی کی گھڑی میں اس کے ساتھ رہے، اس کے بعد کہ قریب تھا کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل ٹیڑھے ہو جائیں، پھر وہ ان پر دوبارہ مہربان ہوگیا۔ یقیناً وہ ان پر بہت شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ اور ان تینوں پر بھی جو موقوف رکھے گئے، یہاں تک کہ جب زمین ان پر تنگ ہوگئی، باوجود اس کے کہ فراخ تھی اور ان پر ان کی جانیں تنگ ہوگئیں اور انھوں نے یقین کرلیا کہ بے شک اللہ سے پناہ کی کوئی جگہ اس کی جناب کے سوا نہیں، پھر اس نے ان پر مہربانی کے ساتھ توجہ فرمائی، تاکہ وہ توبہ کریں۔ یقیناً اللہ ہی ہے جو بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

یہ آیتیں اللہ تعالیٰ کی اس خبر کو متضمن ہیں کہ اس نے ان مہاجرین و انصار کی توبہ کو قبول کرلی جنھوں نے غزوۂ تبوک میں جس کا دوسرا نام غزوہ عسرہ بھی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا اور مشقت، تکلیف اور فقر و فاقہ کی مشکلات کو برداشت کرتے ہوئے آپ کے ساتھ شریک ہوئے اور غزوہ سے پیچھے نہ رہے۔ جب کہ بعض روایات کے مطابق تنگی اور بدحالی کی انتہا یہ تھی کہ کئی لوگوں پر مشتمل جماعت کے افراد ایک ہی کھجور کو آپس میں چوس چوس منہ میٹھا کرکے پانی پی لیتے یہاں تک کہ سب اسی طرح کرکے اپنا بھوک و پیاس مٹاتے۔ ❶

اسی طرح یہ آیت ان تین لوگوں کے قبولیت توبہ پر مشتمل ہے جو اس غزوہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہونے سے پیچھے رہ گئے تھے، پھر آپ نے ان کا بائیکاٹ کردیا اور وہ لوگ اپنی اس غلطی پر سخت نادم ہوئے تھے، یہاں تک کہ زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہوچکی تھی۔

چنانچہ اب ان صحابہ کے حق میں اللہ کی طرف سے مغفرت، قبولیت توبہ اور توصیفی کلمات کے اعلان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کے تزکیہ کے بعد کسی کو زبان کھولنے کی گنجائش نہیں ہے کہ وہ ان اصحاب رسول کی شان میں گستاخی کرے، یا تعریض و اشارہ میں ایسی بات کہے جس سے ان کی عظمت پر حرف آتا ہو۔ رہا صحابہ کرام

---

❶ تفسیر الطبری (٦/ ٥٠٢) تفسیر بغوی (٢/ ٣٣٣).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے باہمی قتال کا معاملہ تو یہ علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں رونما ہوا اور اس فتنہ میں صحابہ کرام میں اختلاف کے اسباب کیا تھے اور ہر ایک جماعت کا اپنا کیا نقطۂ نظر تھا؟ یہ ساری باتیں شروع میں تفصیل سے بیان کی جا چکی ہیں۔ وہ لوگ اس طرح کی تمام تہمتوں سے پاک ہیں۔ ان مواقع پر ان لوگوں کی جو کچھ بھی لغزشیں نظر آتی ہیں ان کے بارے میں یہی کہنا بہتر ہے کہ وہ ان مسائل میں مجتہد تھے، کسی واقعہ کو لے کر انھیں مذمت کرنے کا کسی کو کوئی حق نہیں ہے، ان کے باہمی اختلاف واقتتال پر بحث ومباحثہ کرنے سے پرہیز کرنا اور ان پر دعائے رحمت کرنا ہی ان کے حق میں سب سے بہتر منہج اور سیدھا راستہ ہے، اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو۔ ❶

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((بَيْنَا أَنَا قَائِمٌ فَإِذَا زُمْرَةٌ حَتّٰى إِذَا عَرَفْتُهُمْ خَرَجَ رَجُلٌ مِنْ بَيْنِي وَ بَيْنَهُمْ فَقَالَ: هَلُمَّ، قُلْتُ: أَيْنَ؟ قَالَ: إِلَى النَّارِ وَاللّٰهِ، قُلْتُ: وَ مَا شَأْنُهُمْ؟ قَالَ: إِنَّهُمْ ارْتَدُّوْا بَعْدَكَ عَلٰى أَدْبَارِهِمْ الْقَهْقَرٰى۔ ثُمَّ إِذَا زُمْرَةٌ حَتّٰى إِذَا عَرَفْتُهُمْ خَرَجَ رَجُلٌ مِنْ بَيْنِي وَ بَيْنَهُمْ فَقَالَ: هَلُمَّ، فَقُلْتُ: إِلٰى أَيْنَ؟ فَقَالَ: إِلَى النَّارِ وَاللّٰهِ، قُلْتُ: مَا شَأْنُهُمْ؟ قَالَ: إِنَّهُمْ ارْتَدُّوْا بَعْدَكَ عَلٰى أَدْبَارِهِمْ الْقَهْقَرٰى، فَلَا أَرٰى يَخْلُصُ مِنْهُمْ إِلَّا هَمَلَ النَّعَمِ۔)) ❷

''میں حوض پر کھڑا ہوں گا کہ ایک جماعت میرے سامنے آئے گی اور جب میں انھیں پہچان لوں گا تو ایک شخص (فرشتہ) میرے اور ان کے درمیان سے نکلے گا اور ان سے کہے گا ادھر آؤ، میں کہوں گا کہ کدھر؟ وہ کہے گا واللہ جہنم کی طرف، میں کہوں گا: ان کا کیا قصور ہے؟ وہ کہے گا یہ لوگ آپ کے بعد الٹے پاؤں دین سے واپس لوٹ گئے تھے۔ پھر ایک اور گروہ میرے سامنے آئے گا اور جب میں انھیں پہچان لوں گا تو ایک شخص (فرشتہ) میرے اور ان کے درمیان میں سے نکلے گا اور ان سے کہے گا کہ ادھر آؤ، میں پوچھوں گا کہ کہاں؟ تو وہ کہے گا: اللہ کی قسم جہنم کی طرف۔ میں کہوں گا کہ ان کا کیا قصور ہے؟ فرشتہ کہے گا: یہ لوگ آپ کے بعد الٹے پاؤں واپس لوٹ گئے تھے، میں سمجھتا ہوں کہ ان گروہوں میں سے بہت تھوڑے لوگ بچ پائیں گے۔''

صحیح مسلم میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ، مَنْ وَرَدَ شَرِبَ، وَ مَنْ شَرِبَ لَمْ يَظْمَأْ أَبَدًا، وَلَيَرِدَنَّ عَلَيَّ أَقْوَامٌ أَعْرِفُهُمْ وَ يَعْرِفُوْنَنِي، ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِي وَ بَيْنَهُمْ، فَأَقُوْلُ: إِنَّهُمْ مِنِّي فَيُقَالُ: إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا عَمِلُوْا بَعْدَكَ، فَأَقُوْلُ: سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ بَدَّلَ بَعْدِي۔)) ❸

❶ الانتصار للصحاب والآل ص (۲۲۸ تا ۲۳۰)۔ ❷ صحیح البخاری/ الرقاق حدیث نمبر (۶۵۸۷)۔
❸ صحیح البخاری (۶۵۸۳، ۶۵۸۴، ۷۰۵۱) صحیح مسلم / الفضائل، حدیث نمبر (۲۲۹۰، ۲۲۹۱)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''میں تمھارا یہ سامان ہوں گا، حوض کوثر پر، جو وہاں آئے گا وہ اس حوض میں سے پیے گا، اور جو پیے گا اس میں سے وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا اور میرے سامنے کچھ لوگ آئیں گے جن کو میں پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھ کو پہچانتے ہوں گے، پھر وہ روک دیے جائیں گے میرے پاس آنے سے۔ میں کہوں گا: یہ میرے لوگ ہیں، جواب ملے گا: تم نہیں جانتے جو جو انھوں نے کیا، تمھارے بعد (یعنی مرتد ہوگئے) میں کہوں گا تو دور ہو دور ہو جس نے اپنا دین بدل دیا میرے بعد۔''

بعض اہل تشیع کا کہنا ہے کہ یہ متعدد احادیث جنھیں اہل سنت نے اپنی کتب صحاح و مسانید میں نقل کیا ہے ان میں تدبر کرنے والا شخص اس قطعی نتیجہ پر پہنچے گا کہ اکثر صحابہ خود بدل گئے اور دین کو بدل دیا، بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد چند اصحاب رسول کو چھوڑ کر کہ جنھیں -همل النعم- سے تعبیر کیا گیا ہے، بقیہ اکثر صحابہ مرتد ہوگئے اور ان حدیثوں کو تیسری قسم کے لوگ یعنی منافقین پر کسی صورت میں محمول نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے کہ حدیث میں ''فَأَقُوْلَ أَصْحَابِیْ'' [1] کے الفاظ ہیں۔ اور اس لیے بھی منافقین مراد نہیں ہوسکتے ہیں کہ اگر انھیں اپنے دین سے پھر جانے کی بات کہی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ وفات نبوی کے بعد مومن ہوگئے اور یہ صریح غلطی ہے۔[2]

تردید:...... اس اعتراض اور اشکال کی تردید یوں ہے کہ جب علیم وخبیر ہستی نے اپنی کتاب میں اور اس کے پیغمبر نے اپنی سنت میں ان صحابہ کی توثیق کردی ہے، تو اب ان کی عدالت یا ایمان میں شک کرنے کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔ اللہ اور اس کے رسول نے ان کی خوب سے خوب تعریف کی اور ان کے بارے میں بہتر سے بہترین اوصاف کا ذکر فرمایا، جس کی صحت معلوم اور متواتر ہے اور جس کا بیان چند صفحات کے بعد تفصیلی طور پر ہو رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تقریباً تمام اہل سنت شارحین حدیث اس بات پر متفق ہیں کہ ان حدیثوں میں (پلٹ جانے والوں سے) صحابہ کرام مراد نہیں ہیں اور نہ ان پر کوئی اعتراض اور ردو قدح وارد ہوتا ہے۔ ابن قتیبہ رحمہ اللہ اس حدیث سے ارتداد صحابہ پر استدلال کرنے والے روافض شیعہ کی تردید میں فرماتے ہیں کہ بھلا یہ کیوں کر ممکن ہے کہ جن لوگوں کے بارے میں اللہ کو علم ہو کہ یہ لوگ نبی کی وفات کے بعد اس کے دین سے مرتد ہوگئے پھر بھی وہ ان سے خوش رہے، ان کی تعریف کرے اور ان کی خوبیوں کا تذکرہ توریت وانجیل میں بطور مثال کرے۔ اگر یہ حقیقت تسلیم نہیں ہے تو انھیں یہی کہنا چاہیے کہ اللہ ہی ان لوگوں کی حقیقت اور ان کے عقائد کو نہیں جان سکا اور یہ عقیدہ تو کافروں سے بھی بدترین عقیدہ ہے۔[3]

خطابی فرماتے ہیں:

''صحابہ میں سے کوئی بھی مرتد نہیں ہوا، بلکہ وہ سنگ دل عرب مرتد ہوئے جنھوں نے دین کی خاطر کوئی

---

[1] یہ لفظ مذکورہ بالا روایت میں نہیں ہے بلکہ یہ لفظ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے جو حشر سے متعلق ہے۔ دیکھیے: صحیح البخاری (۳۳۴۹)، (۶۵۲۶) و صحیح مسلم (۲۸۶۰) (مترجم)

[2] ثم اهتديت ص (۱۱۹).

[3] تأويل مختلف الحديث ص (۲۷۹).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قربانی نہیں دی تھی، پس ان کے ارتداد سے مشہور صحابہ کی عظمت پر کوئی حرف نہیں آتا اور اللہ کے رسول کے فرمان میں "أُصَیْحَابِی" ❶ کا لفظ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان کی تعداد مختصر ہے۔" ❷

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی روایات میں وارد فرمان رسول: ((هَلْ تَدْرِي مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ)) کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہاں کون سے لوگ مراد ہیں اس سلسلہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں:

الف: اس سے منافقین اور مرتدین مراد ہیں، ایسی صورت میں حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہاتھ پیر اور پیشانیوں یعنی اعضاء وضو کی چمک کے ساتھ ان کا حشر ہوگا اور ان کی اسی چمک کو دیکھ کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم انھیں اپنا امتی سمجھ کر حوض پر بلائیں گے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جائے گا یہ وہ لوگ نہیں ہیں کہ جن سے تو نے وعدہ کر رکھا ہے۔ انھوں نے تیرے بعد بدل دیا تھا، یعنی اسلام پر ان کی موت نہیں ہوئی تھی بظاہر جس پر تھے۔

ب: اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھے، لیکن آپ کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے تھے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ اپنی زندگی میں انھیں حالت اسلام میں دیکھا تھا اس لیے آپ انھیں حوض پر بلائیں گے، تو آپ کو بتایا جائے گا کہ یہ لوگ آپ کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔

ج: اس سے وہ موحدین مراد ہیں جن سے کبائر وصغائر گناہوں کا ارتکاب ہوا اور توحید ہی پر ان کی وفات ہوئی۔ اور وہ لوگ مراد ہیں جو بدعتی تھے لیکن ان کی بدعت اس درجہ کی نہ تھی کہ جس سے وہ اسلام سے خارج ہو جاتے اور انھی بدعتوں پر وہ مرے۔ پس ایسی صورت میں قطعیت کے ساتھ یہ بات نہیں کہی جا سکتی کہ یہ لوگ جہنم میں داخل ہوں گے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ شروع میں بطور سزا یہ لوگ حوض سے روک دیے جائیں لیکن اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور انھیں بغیر کسی عذاب کے جنت میں داخل کر دے۔ ❸ ان اقوال یا ان سے ملتے جلتے اقوال کو قرطبی اور ابن حجر رحمہما اللہ نے بھی ذکر کیا ہے۔ ❹

لیکن شرح حدیث کے متعلق مذکورہ اقوال کو سامنے رکھتے ہوئے یہ معنی واضح ہوتا ہے کہ جو لوگ حوض سے دھتکارے جائیں گے ان کا تعلق مجرمین کے مذکورہ تمام گروہوں سے ہوگا، کیونکہ روایات ان تمام معانی کا احتمال رکھتی ہیں، چنانچہ بعض روایتوں میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((فَاَقُوْلُ اَصْحَابِیْ)) یا ((أُصَیْحَابِیْ)) اور بعض میں ہے کہ فرمایا: ((سَیُوْخَذُ أُنَاسٌ مِنْ دُوْنِیْ فَاَقُوْلُ یَا رَبِّیْ مِنِّیْ وَ مِنْ أُمَّتِیْ)) اور بعض میں ہے کہ فرمایا: ((لَیَرُدَنَّ عَلَیَّ اَقْوَامٌ اَعْرِفُهُمْ وَ یَعْرِفُوْنَنِیْ)) ❺ اس سے پتا چلتا ہے کہ حوض سے دھتکارے جانے والے صرف ایک گروہ کے لوگ نہ ہوں گے اور حکمت بھی اسی کی متقاضی ہے، کیونکہ شرعی سزائیں گناہوں کے

---

❶ دیکھیے: صحیح البخاری (٤٦٢٥). (مترجم)　❷ فتح الباری (١١/ ٣٨٥).

❸ شرح صحیح مسلم (٣/ ١٣٦، ١٣٧).

❹ فتح الباری (١١/ ٣٨٥) المفهم، القرطبی (١/ ٥٠٤).

❺ صحیح البخاری/ الرقاق، فتح الباری (١١/ ٤٦٣، ٤٦٥).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اعتبار سے مقرر ہیں، پس ایک سزا میں وہ تمام لوگ شریک ہو سکتے ہیں جنھوں نے اس گناہ کا ارتکاب کر کے اس کی سزا اپنے اوپر واجب کر لیا ہو۔ ❶ اور چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح کر دیا ہے کہ حوض سے دھتکارے جانے کا سبب ارتداد ہے، جیسا کہ فرمایا: ((اِنَّھُمُ ارْتَدُّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِھِمْ)) یا دوسری روایت کے مطابق دین میں بدعت ایجاد کرنا ہے جیسا کہ فرمایا: ((اِنَّكَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ)) ❷ تو اس کا مقتضی یہ ہوا کہ ہر مرتد حوض سے دھتکارا جانے والا ہے، خواہ وہ وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے فوراً بعد مرتد ہونے والے اعراب ہوں، یا ان کے بعد مستقبل میں کوئی مرتد ہو جائے۔ اسی طرح ہر بدعتی بھی حوض سے دھتکارے جانے میں مرتدین کی طرح ہے، علمائے شرع کا یہی موقف ہے۔

ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ''ہر وہ شخص جس نے دین میں بدعت ایجاد کی مثلاً خوارج، روافض اور دیگر اہل اہواء وہ حوض کوثر سے دھتکارا ہوا ہے، اسی طرح ظلم و جور کی انتہا کرنے، حق کو مٹانے اور کبائر کا مظاہرہ کرنے والوں کے بارے میں اندیشہ ہے کہ وہ بھی اس حدیث میں مراد ہوں۔ واللہ اعلم۔'' ❸

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ ہمارے علماء رحمہم اللہ نے فرمایا کہ ہر وہ شخص جو اللہ کے دین سے مرتد ہو گیا، یا اس میں بدعت ایجاد کی، جو کہ اسے پسند نہیں اور نہ اس کی اجازت دی ہے، وہ حوض سے دھتکارا ہوا اور وہاں سے بھگایا ہوا ہے اور ان میں بھی سب سے زیادہ ذلت کے ساتھ دھتکارا و پھٹکارا ہوا وہ شخص ہے جس نے مسلمانوں کی جماعت کی مخالفت کی اور ان کے راستے سے الگ ہو گیا، جیسے کہ خوارج اور ان کے مختلف فرقے اور روافض اور ان کے گمراہ گروہ، اور معتزلہ اور ان کی نفس پرستی کے مختلف گروہ، پس یہ سب کہ سب اپنے دین کو بدل دینے والوں میں سے ہیں۔ ❹

اور جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ ارتداد، یا ''احداث فی الدین'' حوض سے دھتکارے جانے کا سبب ہے تو روافض شیعہ کی تمام تہمتوں سے صحابہ کرام کی براءت بھی ظاہر ہو گئی۔ کیونکہ وہ برگزیدہ لوگ ان نجستوں سے سب سے زیادہ دور رہے، بلکہ تاریخ شاہد ہے کہ وہ لوگ ان مرتدین کے زبردست دشمن رہے، ان سے قتال کیا اور وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے مشکل ترین اور انتہائی آزمائشی حالات میں انھوں نے مرتدین سے جنگ کی، جیسا کہ طبری نے اپنی سند سے عروہ بن زبیر سے روایت کیا ہے جو اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: ہر قبیلہ کے کچھ عرب مرتد ہو گئے، وہ عوام میں سے بھی تھے اور خواص میں سے بھی اور نفاق پھوٹ پڑا، یہود و نصاریٰ گردنیں اونچی کر کے تاکنے لگے اور مسلمان اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور اپنی عددی قلت اور دشمنوں کی

---

❶ الانتصار للصحب و الآل ص (٣٥٤).

❷ صحیح مسلم / الفضائل و اثبات الحوض (٤/ ١٧٩٢١، ١٠٨٢).

❸ شرح النووی علی مسلم (٣/ ١٣٧).

❹ التذکرہ فی أحوال الموتی و أمور الآخرۃ (١/ ٣٤٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کثرت سے اس قدر مرعوب وخائف تھے کہ جیسے موسم سرما کی بارش والی راتوں میں بکری۔ ❶

اس کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ان مرتدین کے خلاف کمربستہ ہوئے، ان سے زبردست جنگ لڑی، اور برابر مقابلہ کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں مرتدین پر غلبہ عطا فرمایا، پھر ان مرتدین میں سے کچھ اسلام کی طرف لوٹ آئے اور کچھ قتل کر دیے گئے، اس طرح صحابہ کرام کے ہاتھوں اسلام کا دبدبہ اور اس کی عظمت وشوکت دوبارہ لوٹ آئی۔

ان صحابہ کرام نے اہل بدعت کے خلاف بھی یہی موقف اختیار کیا اور ان سے نہایت سختی سے نمٹے، یہی وجہ تھی کہ اُن کے دور تک بدعتوں کو مستحکم ہونے کا موقع نہیں ملا، جب بھی ان کے دور میں بدعت کی کونپلیں نکلیں انھوں نے ان سے اور ان کے موجدین ومؤسسین سے اپنی براءت کا اعلان کر دیا، چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ کو قدریہ کے نظریات سے واقف کرایا، تو آپ نے اس کو جواب دیا کہ جب ان لوگوں سے تمھاری ملاقات ہو تو اس سے کہہ دو کہ ابن عمران سے بری ہے اور وہ ابن عمر سے بری ہیں، آپ نے تین بار یہی بات کہی۔ ❷

اہل بدعت سے عداوت رکھنے پر صحابہ کرام اور تمام اسلاف امت کا اجماع نقل کرتے ہوئے امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تمام صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور علمائے سنت کی یہی روش رہی کہ یہ سب کے سب اہل بدعت سے عداوت رکھنے اور ان سے قطع تعلق رکھنے پر متفق رہے۔ ❸ پس مرتدین اور اہل بدعت کے تئیں صحابہ کرام کے یہ عظیم مواقف ان کی دین پرستی، ایمانی قوت، دین کے لیے قربانی اور وفات نبوی کے بعد دشمنان دین کے خلاف جہاد کی واضح اور عظیم ترین شہادت ہیں، یہ لوگ قربانیاں دیتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے سے سنت کو قائم کیا اور بدعت کو اکھاڑ پھینکا، تو یہ ایسے حقائق ہیں جن سے صحابہ پر روافض شیعہ کی تہمت ارتداد واحداث فی الدین اور حوض سے دھتکارے جانے کا فسانہ یکسر باطل ہو جاتا ہے، بلکہ سچ تو یہ ہے کہ حیات نبوی تک آپ کے ساتھ حسن صحبت اور آپ کی وفات کے بعد آپ کے دین کی حفاظت وبقا کی وجہ سے یہی لوگ حوض کوثر کا جام پینے کے سب سے زیادہ مستحق ہیں اور اسی توجیہ کے بعد اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ((لَيَرِدَنَّ عَلَيَّ أُنَاسٌ مِنْ أَصْحَابِي الْحَوْضَ حَتَّى إِذَا عَرَفْتُهُمُ اخْتَلَجُوا دُونِي)) ❹ میں کوئی اشکال نہیں رہ جاتا۔ جس کا مطلب ہے کہ آپ نے فرمایا: میرے کچھ ساتھی حوض پر میرے سامنے لائے جائیں گے اور میں انھیں پہچان بھی لوں گا، لیکن پھر وہ میرے سامنے سے ہٹا دیے جائیں گے۔ پس یہ وہی لوگ ہوں گے جو وفات نبوی کے وقت مسلمان تھے، لیکن آپ کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے تھے، جیسے کہ بہت سارے عرب قبائل وفات نبوی کے بعد مرتد ہو گئے تھے، تو یہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے کیونکہ جب آپ فوت ہوئے

---

❶ تاریخ الطبری (۳/ ۲۲۵) بحوالہ: الانتصار للصحب و الآل ص (۳۵۶).

❷ السنة/ عبداللہ بن أحمد (۲/ ۴۲۰). ❸ شرح السنة / بغوی (۱/ ۴۹۴).

❹ صحیح البخاری حدیث نمبر (۶۵۸۲) و صحیح مسلم (۲۳۰۴).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تھے تو یہ لوگ دین اسلام پر تھے، لیکن پھر آپ کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے۔ اس لیے آپ سے کہا جائے گا: ((اِنَّكَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ .)) تم نہیں جانتے جو انھوں نے تمھارے (وفات پا جانے) کے بعد بدعت ایجاد کی تھی۔ اور بعض روایتوں میں ہے کہ ((اِنَّكَ لَا عِلْمَ لَكَ بِمَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ اِنَّهُمُ ارْتَدُّوْا عَلٰی اَدْبَارِهِمُ الْقَهْقَرٰی .)) ❶ تمھیں نہیں معلوم کہ انھوں نے تمھارے بعد کیا کیا نئی چیزیں ایجاد کر لی تھیں، یہ لوگ (دین سے) الٹے قدموں واپس لوٹ گئے تھے۔

چنانچہ صاف ظاہر ہے کہ حدیث کا یہ حکم ان لوگوں کے لیے ہے جو وفات نبوی کے بعد مرتد ہو گئے تھے، وہ اصحاب رسول کہ جنھوں نے نبی کی وفات کے بعد دین کو اچھی طرح سنبھالا، مرتدین سے جنگ کی اور کفار ومشرکین سے جہاد کیا اور اسی جوش و جذبہ کے ساتھ ملکوں کو فتح کرتے چلے گئے، یہاں تک کہ بہت سارے ملکوں میں اسلام پھیل گیا، بھلا ان پاکیزہ نفوس کا، اِن خبیث طینت انسانوں سے کیا مقابلہ ہے کہ جو اپنے پیروں کے بل اسلام سے الٹے پھر گئے۔ اہل سنت مسلمانوں کے یہاں یہ مرتدین صحابہ میں سے ہرگز نہیں اور جب مطلقاً صحابہ کا لفظ بولا جائے تو اس اصطلاح میں یہ لوگ شامل نہیں ہوں گے، اس لیے کہ سنی علمائے محققین کے ہاں صحابی کی تعریف یہ ہے:

''جس نے ایمان کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہو اور اسلام ہی پر اس کی موت ہوئی ہو۔'' ❷

رہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ((فَلَا اَرَاهُ یَخْلُصُ مِنْهُمْ اِلَّا مِثْلَ هُمَلَ النَّعَمِ .))❸ یعنی میں سمجھتا ہوں کہ ان گروہوں میں سے بہت کم لوگ بچیں گے اور پھر اس سے چند صحابہ کے علاوہ تمام کی تکفیر پر روافض شیعہ کا استدلال، تو یہ بالکل غلط ہے اور یہ دلیل روافض کے حق میں نہیں بلکہ ان کے خلاف ہے، اس لیے کہ اس میں ''هم'' کی ضمیر ان لوگوں کی طرف لوٹ رہی ہے جو حوض سے قریب ہوں گے، وہ وہاں سے روک دیے جائیں گے صرف تھوڑے سے لوگ اس سے بچ سکیں گے، حدیث کا سیاق اسی معنی کو واضح کرتا ہے، حدیث کو ایک بار پھر پڑھیں:

((بَیْنَا أَنَا قَائِمٌ فَإِذَا زُمْرَةٌ حَتّٰی إِذَا عَرَفْتُهُمْ خَرَجَ رَجُلٌ مِنْ بَیْنِیْ وَ بَیْنِهِمْ فَقَالَ: هَلُمَّ، قُلْتُ: أَیْنَ؟ قَالَ: إِلَی النَّارِ وَاللّٰهِ، قُلْتُ: وَ مَا شَأْنُهُمْ؟ قَالَ: إِنَّهُمْ ارْتَدُّوْا بَعْدَكَ عَلٰی أَدْبَارِهِمْ الْقَهْقَرٰی۔ ثُمَّ إِذَا زُمْرَةٌ حَتّٰی إِذَا عَرَفْتُهُمْ خَرَجَ رَجُلٌ مِنْ بَیْنِیْ وَ بَیْنِهِمْ فَقَالَ: هَلُمَّ، فَقُلْتُ: إِلٰی اَیْنَ؟ فَقَالَ: إِلَی النَّارِ وَاللّٰهِ، قُلْتُ: مَا شَأْنُهُمْ؟ قَالَ: إِنَّهُمْ ارْتَدُّوْا بَعْدَكَ عَلٰی اَدْبَارِهِمُ الْقَهْقَرٰی، فَلَا اَرٰی یَخْلُصُ مِنْهُمْ اِلَّا هَمَلَ النَّعَمِ .))❹

---

❶ صحیح البخاری حدیث نمبر (٦٥٨٥).

❷ الإصابة فی تمیز الصحابة (١/ ٧).

❸ صحیح البخاری حدیث نمبر (٦٥٨٤، ٦٥٨٧).

❹ صحیح البخاری حدیث نمبر (٦٥٨٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"میں حوض پر کھڑا ہوں گا کہ ایک جماعت میرے سامنے آئے گی، اور جب میں انھیں پہچان لوں گا تو ایک شخص (فرشتہ) میرے اور ان کے درمیان سے نکلے گا اور ان سے کہے گا کہ ادھر آؤ، میں کہوں گا کہ کدھر؟ وہ کہے گا واللہ جہنم کی طرف، میں کہوں گا: ان کا کیا قصور ہے؟ وہ کہے گا کہ یہ لوگ آپ کے بعد الٹے پاؤں (دین سے) پھر گئے تھے، پھر ایک اور گروہ میرے سامنے آئے گا اور جب میں انھیں بھی پہچان لوں گا تو ایک شخص (فرشتہ) میرے اور ان کے درمیان میں سے نکلے گا اور ان سے کہے گا کہ ادھر آؤ، میں پوچھوں گا کہ کہاں؟ تو وہ کہے گا: اللہ کی قسم جہنم کی طرف۔ میں کہوں گا کہ ان کا کیا قصور ہے؟ فرشتہ کہے گا: یہ لوگ آپ کے بعد الٹے پاؤں دین سے پھر گئے تھے، میں سمجھتا ہوں کہ ان گروہوں میں سے بہت کم لوگ بچ پائیں گے۔"

آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس پوری حدیث میں صحابہ کا کہیں کوئی ذکر نہیں ہے، بلکہ لوگوں کی ایک جماعت کا ذکر ہے، جسے حوض تک جانے سے روک دیا جائے گا، صرف تھوڑے سے لوگ اس تک پہنچ سکیں گے۔ ❶

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ((فَلَا أُرَاهُ يَخْلُصُ مِنْهُمْ إِلَّا مِثْلُ هَمَلِ النَّعَمِ .)) سے وہ لوگ مراد ہیں جو حوض سے قریب ہو چکے ہوں گے اور قریب ہوگا کہ اس پر پہنچ جائیں تب تک وہ اس سے روک دیے جائیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ نہایت تھوڑے لوگوں کی وہاں تک رسائی ہو سکے گی، اس لیے کہ دیگر جانوروں کے مقابلے اونٹوں میں "ھمل" یعنی بے رسی کے آزاد رہنا بہت ہی کم ہوتا ہے۔ ❷ اسی سے روافض شیعہ کے استدلال کا بطلان اور ان کی تلبیس کاری کا پردہ چاک ہو جاتا ہے اور ان کی بے ہودہ طعن و تجریح سے صحابہ کرام کی براءت ظاہر ہوتی ہے۔ ❸

(ا) عدالت صحابہ:

علماء کی اصطلاح میں عدالت کی تعریف کا ماحصل یہ کہ عدالت ایک ایسا نفسیاتی ملکہ ہے جو "فرد عادل" کو تقویٰ و مُروت پر ابھارتا ہے اور یہ ملکہ انسان کے اندر اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ شرعی احکامات کی پابندی اور منہیات سے دوری اختیار نہ کرے اور تمام خلاف مروت کاموں سے باز نہ آ جائے نیز اسے وجود بخشنے کے لیے اسلام، بلوغت، عقل اور فسق و فجور سے دوری شرط ہے۔ پس عدالت کا یہ ملکہ جس طرح اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بدرجہ اتم موجود تھا کسی میں نہیں رہا، وہ سب کے سب عدول تھے اور صفت عدالت ان کے اندر ثابت تھی۔ ❹

یعنی وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث روایت کرنے میں عادل تھے، یعنی اس میں قصداً جھوٹ و انحراف سے قطعی طور پر بچتے رہے۔ علامہ دہلوی فرماتے ہیں کہ ہم نے تمام صحابہ کی سیرت کو گہرائی اور باریک بینی سے ٹٹولا، اور سب کے بارے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ وہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنے کو شدید ترین گناہ سمجھتے تھے،

❶ الانتصار للصحب والآل ص (٣٥٩). ❷ فتح الباری (١١/ ٤٧٤، ٤٧٥).
❸ الانتصار للصحب و الآل ص (٣٦٠). ❹ عقيده أهل السنة فى الصحابة الكرام (٢/ ٧٩٩).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور اس سے بے انتہا احتراز کرتے تھے، جیسا کہ یہ بات اصحاب سیرت سے مخفی نہیں ہے۔ ❶

کتاب و سنت میں عدالت صحابہ کے دلائل بھرے پڑے ہیں، انھیں دیکھنے کے بعد ان کی عدالت میں کسی کو شک کرنے کی گنجائش نہیں رہنی چاہیے، پس کسی بھی حدیثِ متصل پر اس وقت تک عمل کرنا لازم نہیں ٹھہرتا جب تک کہ صحابی رسول کے علاوہ بقیہ تمام رواۃ حدیث کی عدالت ثابت نہیں ہو جاتی اور ان کی زندگی احاطہ نہیں کر لیا جائے۔ البتہ حدیث کے ناقل صحابی کی عدالت کی تحقیق کی ضرورت اس لیے نہیں پڑتی کہ قرآن مجید میں ان کی عدالت، باطنی طہارت اور برگزیدگی و حسن انتخاب کی شہادت اللہ نے دے دی ہے۔ ❷ یہاں چند ایک دلائل ذکر کیے جاتے ہیں:

قرآنی دلائل:

اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ﴾ (البقرة: ١٤٣)

"اور اسی طرح ہم نے تمھیں سب سے بہتر امت بنایا، تاکہ تم لوگوں پر شہادت دینے والے بنو اور رسول تم پر شہادت دینے والا بنے۔"

وجہ استدلال یوں ہے کہ اس آیت کے مخاطب راست طور سے صحابہ ہیں اور انھیں "وسط" یعنی عادل قرار دیا گیا ہے۔ اور فرمایا:

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ﴾ (آل عمران: ١١٠)

"تم سب سے بہتر امت چلے آئے ہو، جو لوگوں کے لیے نکالی گئی، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔"

یہ آیت عدالت صحابہ پر اس طرح دلالت کرتی ہے کہ اس امت کو گزشتہ تمام امتوں پر مطلقاً فضیلت دی گئی ہے اور اس افضلیت و خیریت میں سب سے پہلے وہ لوگ داخل ہیں جو اس کے نزول کے وقت اس کے اولین مخاطب رہے اور وہ صحابہ کرام ہیں۔ پس بزبان الٰہی، ان کی افضلیت اور خیریت کی گواہی اس بات کی متقاضی ہے کہ وہ لوگ ہر حال میں صاحب استقامت رہے ہوں اور انھوں نے ہمیشہ احکام الٰہی کی موافقت کی ہو مخالفت نہ کی ہو، کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ وہ لوگ صاحب عدل و استقامت نہ رہیں اور اللہ انھیں خیر امت قرار دے دے۔ ❸

❶ ظفر الأماني في مختصر الجرجاني / لكهنوي ص (٥٠٦، ٥٠٧).
❷ عقيده أهل السنة و الجماعة في الصحابة الكرام (٢/ ٨٠٠).
❸ الكفاية الخطيب بغدادي / ص:(٦٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١٠٠﴾ ﴾ (التوبۃ: ۱۰۰)

''اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہوگئے اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

یہ آیت کریمہ عدالت صحابہ پر اس طرح دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ان سے اپنی رضامندی کا اعلان کیا ہے اور اس کی رضامندی کا حق دار وہی ہوسکتا ہے، جو اس کی رضا کا اہل ہو اور یہ اہلیت ہر کس و ناکس کو نہیں بلکہ صرف اسی کو مل سکتی ہے جو اپنے تمام تر معاملات میں استقامت پر اور مذہبی زندگی میں عدالت پر قائم ہو۔ پس جس شخص کی تعریف اللہ نے اس طرح کی ہو وہ بھلا عادل کیوں نہیں ہوسکتا؟ اور اگر کسی دو عام آدمیوں کی شہادت سے کسی کی عدالت ثابت ہوسکتی ہے تو رب العالمین کی شہادت کے بعد دنیا کی سب سے برگزیدہ شخصیتوں کی عدالت کیوں نہیں ثابت ہوسکتی۔ ❶

اور فرمان الٰہی ہے:

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۖۛ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٢٩﴾ ﴾ (الفتح: ۲۹)

''محمد اللہ کا رسول ہے اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں کافروں پر بہت سخت ہیں، آپس میں نہایت رحم دل ہیں، تو انھیں اس حال میں دیکھے گا کہ رکوع کرنے والے ہیں، سجدے کرنے والے ہیں، اپنے رب کا فضل اور (اس کی) رضا ڈھونڈتے ہیں، ان کی شناخت ان کے چہروں میں (موجود) ہے، سجدے کرنے کے اثر سے۔ یہ ان کا وصف تورات میں ہے اور انجیل میں ان کا وصف اس کھیتی کی طرح ہے جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اسے مضبوط کیا، پھر وہ موٹی ہوئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی، کاشت کرنے والوں کو خوش کرتی ہے، تاکہ وہ ان کے ذریعے کافروں کو غصہ دلائے، اللہ نے ان لوگوں سے جو ان میں

❶ عقيدة أهل السنة فى الصحابة (۲/ ۸۰۲).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے بڑی بخشش اور بہت بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے۔''

پس اس آیت کریمہ کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے اپنی آسمانی کتابوں میں صحابہ کے متعلق جن اوصاف حمیدہ کا ذکر فرمایا ہے اور یہاں جس انداز میں ان کی مدح کی ہے ان چیزوں کے ہوتے ہوئے ان کی عدالت میں شک و شبہ کا وسوسہ تک نہیں گزرتا؟

امام قرطبی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ تمام صحابہ عادل ہیں، اس امت میں انبیاء اور رسولوں کے بعد وہ لوگ کائنات کی سب سے بہترین مخلوق اور اللہ کے سب سے برگزیدہ بندے ہیں، ایک چھوٹی سی جماعت جس کی کوئی اہمیت اور شمار نہیں، کا نظریہ ہے کہ احوال صحابہ بھی عام انسانوں کی طرح ہیں، اس لیے ان کی عدالت پر بحث کرنا ضروری ہے، جب کہ اسی جماعت کے کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ شروع اسلام میں وہ سب ٹھیک ٹھاک تھے، اور عدالت پر قائم تھے، لیکن بعد میں حالات وظروف نے پلٹا کھایا، ان میں باہمی جنگیں اور خون ریزیاں ہوئیں، اس لیے انھیں بھی بحث و تحقیق کی کسوٹی پر رکھا جانا ضروری ہے۔

حالانکہ ان لوگوں کا یہ نظریہ ناقابل توجہ اور غلط ہے اس لیے کہ صحابہ کرام کی چنندہ اور افضل ترین شخصیتیں مثلاً علی، طلحہ اور زبیر وغیرہ رضی اللہ عنہم الٰہی مدح وثنا سے نوازی گئیں اور اللہ نے ان کا تزکیہ کیا، وہ خود راضی ہوا اور انھیں راضی کیا اور انھیں مغفرت اور اجر عظیم کا مژدہ سناتے ہوئے جنت میں داخل کرنے کا وعدہ کیا اور خاص طور پر وہ دس صحابہ نمونہ ٹھہرے جنھیں حدیث رسول کی روشنی میں قطعیت کے ساتھ جنت کی بشارت مل چکی ہے۔ حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق دور نبوت کے بعد متعدد آزمائشوں اور فتنوں سے گزرنے کا انھیں بخوبی علم تھا۔ تو ان کی باہمی خون ریزی اور فتنوں سے دوچار مراحل ان کے رتبوں اور عظمتوں کو ساقط کرنے والے نہیں ہیں کیونکہ یہ ساری باتیں اجتہاد پر مبنی تھیں۔ [1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ړ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ ﴾ (الحشر: ۸، ۹)

''(یہ مال) ان محتاج گھر بار چھوڑنے والوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکال باہر کیے گئے۔ وہ اللہ کی طرف سے کچھ فضل اور رضا تلاش کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جو سچے ہیں۔ اور (ان کے لیے) جنھوں نے ان سے پہلے اس گھر میں اور ایمان میں

[1] تفسیر القرطبی (۱٦/ ۲۹۹).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جگہ بنالی ہے، وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کی طرف آئیں اور وہ اپنے سینوں میں اس چیز کی کوئی خواہش نہیں پاتے جو ان (مہاجرین) کو دی جائے اور اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، خواہ انھیں سخت حاجت ہو اور جو کوئی اپنے نفس کی حرص سے بچالیا گیا تو وہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں۔''

یہ دونوں آیات نہایت اہم اور عظیم ہیں، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پہلی آیت کے اختتامی کلمہ ''الصادقون'' کی تفسیر مہاجرین سے اور دوسری آیت کے اختتامی کلمہ ''المفلحون'' کی تفسیر انصار سے کی ہے، چنانچہ سقیفہ بنوساعدہ کی مجلس میں انصار کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں ''الصادقین'' اور تمھیں ''المفلحین'' کا نام دیا ہے اور تمھیں حکم دیا ہے کہ تم بھی وہیں رہو جہاں ہم رہیں، فرمایا:

﴿ يَآيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُونُوا مَعَ الصّٰدِقِينَ ﴾ (التوبۃ: ۱۱۹)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔''

پس ان دونوں آیات میں جن اوصاف حمیدہ کا تذکرہ ہے انھیں مہاجرین و انصار نے ثابت کر دکھایا اور ہمیشہ ان سے متصف رہے، اسی لیے مہاجرین کے اوصاف کو ذکر کرتے ہوئے آخر میں ان پر ''صادقین'' کا حکم لگایا، اور جن لوگوں نے ان مہاجرین کی تائید کی، انھیں مدد دی اور اپنی ذات پر انھیں ترجیح دی، ان پر ''مفلحون'' کا حکم لگایا اور یہ ایسے بلند اوصاف ہیں جنھیں کوئی غیر عادل قوم اپنی عملی زندگی میں ثابت نہیں کر سکتی، لہٰذا میں نے جن آیات بینات کو ذکر کیا ہے وہ عدالت صحابہ پر بڑی واضح دلیلیں ہیں۔ [1]

احادیث سے دلائل:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شمار احادیث میں ان کے نیک اوصاف کا ذکر فرمایا ہے اور انھیں عادل قرار دیتے ہوئے ان کی مدح سرائی کی ہے، چند احادیث کا تذکرہ یہاں فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

صحیحین میں ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَلَا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ مِنْكُمُ الْغَائِبَ .)) [2]

''سن لو! تم میں جو حاضر ہے وہ غائب کو پہنچا دے۔''

اس حدیث سے عدالت صحابہ پر استدلال یوں ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر صحابہ کرام کی بڑی بھاری تعداد کی موجودگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی تھی، اور انھیں اس بات کے لیے مکلف کیا تھا کہ انھوں نے آپ سے جو کچھ سنا ہے اسے ان لوگوں تک پہنچا دیں جو اس اجتماع عظیم میں حاضر نہیں ہیں، آپ نے یہ حکم تمام صحابہ کو دیا، اور کسی کو اس سے مستثنیٰ نہیں کیا، پس یہ واقعہ ان کی عدالت کے ثبوت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ [3]

---

1. عقیدۃ أہل السنۃ فی الصحابۃ (۲/ ۸۰۷).
2. صحیح البخاری (۶۷، ۱۰۵) و صحیح مسلم (۱۶۷۹) الإحسان بترتیب صحیح ابن حبان (۱/ ۹۱).
3. عقیدۃ أہل السنۃ والجماعۃ فی الصحابۃ (۲/ ۸۰۷).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فرمان نبوی ((أَلَا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ مِنْكُمُ الْغَائِبَ .)) اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ صحابہ کرام سب کے سب عادل ہیں ان میں کوئی مجروح اور ضعیف نہیں، کیونکہ اگر ان میں کوئی غیر عادل ہوتا تو آپ اس کو مستثنیٰ کرتے ہوئے یوں فرماتے: دیکھو! تم میں فلاں اور فلاں کو چاہیے کہ جو لوگ یہاں حاضر نہیں ہیں، وہ ان تک ہماری بات پہنچا دیں، لیکن چونکہ مجمل طور پر وہاں موجود تمام لوگوں کو بعد والوں تک پہنچانے کا حکم دیا تو یہ اس بات کی دلیل ٹھہری کہ وہ سب کے سب عادل ہیں اور جس کی عدالت کی شہادت نبی دے دیں اس کی شرف وعظمت کا کیا کہنا۔ ❶

امام بخاری نے اپنی سند سے ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابِيْ فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَ لَا نَصِيْفَهٗ .)) ❷

''میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو کیونکہ تم میں سے اگر کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کر دے، تو ان کے ایک مد کو نہیں پہنچ سکتا اور نہ ان کے آدھے مد کو۔''

یہ حدیث عدالت صحابہ پر اس طرح دلالت کرتی ہے کہ انھیں غیر عادل کہنا، گویا انھیں برا بھلا کہنے کے مترادف ہے، خاص طور پر اس واقعہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض صحابہ کو ان صحابہ پر طنز کرنے سے منع فرمایا ہے جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رتبے اور مقام میں اس لیے بلند ٹھہرایا تھا کہ انھوں نے انتہائی اہم مواقف میں اپنی پرخلوص شرکت کا ثبوت پیش کیا تھا۔ تو ایسی صورت میں ان تمام صحابہ کے بعد آنے والی نسل کو ان میں سے کسی پر طنز وتعریض کا حق بدرجہ اولیٰ نہیں ملتا۔ ❸ چنانچہ تمام صحابہ اپنی عدالت کی صداقت پر اللہ اور اس کے رسول کی گواہی اور ان دونوں کی تعریف پا جانے کے بعد ''عدالت'' کے مستحق ہو جاتے ہیں اور اب انھیں اس بات کی کوئی ضرورت نہیں رہتی کہ مخلوقات میں سے کوئی ان کے ''عادل'' ہونے کا ثبوت فراہم کرے تبھی وہ عادل ہوں گے۔ ❹

نیز اگر کتاب اللہ اور سنت رسول میں ان کی عدالت پر شہادت نہ بھی موجود ہوتی تو دین الٰہی کی نصرت وتائید میں انھوں نے جو عظیم الشان کارنامے انجام دیے اور بھرپور بھلائیوں کا ثبوت دیا، وہ متواتر روایات میں موجود ہیں، انھی حقائق کے حوالوں سے ہر سلیم الفطرت اور عقل مند انسان ان کی عدالت کا اعتراف کرتا ہے کیونکہ انھوں نے دنیا کے ہر خطے میں کلمۂ حق کی نصرت وتائید، اس کی علم برداری، اس کے احکام کی نشر واشاعت اور اس کے قواعد کے استحکام کے لیے ہر ممکن کوشش کی تھی۔

یہاں ایک بات واضح رہے کہ یہاں جس عدالت کی بات ہو رہی ہے اس سے معصوم عن الخطا ہونا مراد نہیں

---

❶ الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان (١/ ٩١).

❷ صحيح البخاري حديث نمبر (٣٦٧٣) و صحيح مسلم (٢٥٤١).

❸ فتح المغيث شرح ألفية الحديث (٣/ ١١٠، ١١١).

❹ عقيدة أهل السنة و الجماعة فى الصحابة (٢/ ٨٠٩).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اس لیے کہ یہ کسی معصوم ذات ہی کی صفت ہے۔ابن الانباری فرماتے ہیں:

''ان کی عدالت سے، ان کے لیے عصمت کا ثبوت فراہم کرنا ہرگز مراد نہیں اور نہ یہی مقصود ہے کہ ان سے گناہوں کا وقوع ناممکن ہے، بلکہ یہ مراد ہے کہ ان کے اسباب عدالت اور طلب تزکیہ کی بحث میں نہ پڑتے ہوئے ان کی روایات قبول کی جائیں، یہاں تک کہ کوئی قادح عدالت بات ان کے بارے میں ثابت ہو جائے اور یہ اللہ کا فضل اور احسان ہے کہ ایسی کوئی چیز ان کے حق میں ثابت نہیں ہے، ہم ان کی اسی اصلیت کے قائل ہیں جس پر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قائم تھے یہاں تک کہ ان کے خلاف کوئی ثبوت مل جائے اور جو بعض اہل سیرت ان کے بارے میں قابل اعتراض باتیں لکھتے ہیں وہ صحیح نہیں ہیں اور جو صحیح ہیں تو ان کی صحیح اور مناسب توجیہ بھی موجود ہے۔'' [1]

اجماع امت:

اہل سنت و جماعت اس بات پر متفق ہیں کہ صحابہ کرام بلا استثناء عادل ہیں، ان میں جو فتنوں کا شکار ہوئے اور جو ان سے محفوظ رہے دونوں میں کوئی فرق نہیں ہیں، ان کے تئیں حسن ظن کی بنا پر اور اس وجہ سے کہ اللہ نے انھیں اپنے نبی کی صحبت کے لیے منتخب کر کے انھیں اعزاز بخشا، نیز یہ کہ انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید و مدد کی، آپ کی طرف ہجرت کی، آپ کے سامنے جہاد کیا، دینی احکام کی حفاظت اور اس کے حدود کی پاسداری کی، ان تمام اسباب فضائل کی بنا پر وہ سب کے سب عادل ہیں۔اور ان کی گواہیاں اور روایات مقبول ہیں۔اور ان کے اسباب عدالت میں بحث و کرید کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔اس تفصیل پر ان تمام علماء کا اجماع ہے جن کے اقوال معتبر و مستند ہیں اور ان کی عدالت پر علماء کی ایک بڑی جماعت نے اجماع نقل کیا ہے، چنانچہ:

الف: خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے کتاب وسنت سے عدالت صحابہ پر دلالت کرنے والے دلائل کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ یہی تمام علماء اور معتبر فقہاء کا مذہب ہے۔ [2]

ب: ابوعمر بن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کے بارے میں اہل حق مسلمان یعنی اہل سنت و جماعت کے اجماع کے بعد اب اگرچہ ہمیں ان کے متعلق مزید کسی بحث و گفتگو کی ضرورت نہیں تھی، لیکن ہم کہتے ہیں کہ وہ سب کے سب عادل تھے، لہٰذا ان کے ناموں سے واقفیت ضروری ہے۔ [3]

ج: امام الحرمین جوینی رحمہ اللہ نے صحابہ کی عدالت پر اجماع نقل کرتے ہوئے اس کی تعلیل اس طرح کی ہے:

''عدالت صحابہ پر اجماع ہونے کا سبب شاید یہ ہے کہ وہ ناقلین شریعت ہیں، لہٰذا اگر ان کی روایت بحث و تحقیق کی محتاج ہو اور باعث توقف بن جائے تو اسلامی شریعت عصر نبوت تک محدود ہو کر رہ جائے گی اور ہر دور کے قابل نہ ہو گی۔'' [4]

---

[1] فتح المغیث (۳/ ۱۱۵). [2] الکفایۃ ص (٦٧). [3] الاستیعاب علی حاشیۃ الاصابۃ (١/ ٨)

[4] فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث (۳/ ۱۱۲) تدریب الراوی / السیوطی (۲/ ۲۱٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

د: ابن الصلاح نے ذکر کیا ہے کہ عدالت صحابہ پر اجماع کا انعقاد ان کے حق میں ایسی منفرد وامتیازی خصوصیت ہے جس میں کوئی دوسرا شریک نہیں۔ فرماتے ہیں:

''تمام صحابہ کو ایک امتیازی خصوصیت حاصل ہے اور وہ یہ کہ ان میں سے کسی کی عدالت کے بارے میں کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے، اس لیے کہ یہ ایسا معاملہ ہے کہ جس سے بہت پہلے فراغت ہو چکی ہے، نصوص کتاب وسنت اور امت کی معتبر ترین اہل علم شخصیتوں کے اجماع کی روشنی میں وہ لوگ مطلقاً عادل ہیں۔''

اور فرمایا:

''امت مسلمہ بشمول فتنوں سے دوچار ہونے والے تمام صحابہ کی عدالت پر متفق ہے، اسی طرح ان سے حسن ظن اور ان کے شان دار کارناموں کی وجہ سے ان کی عدالت پر تمام معتبر علمائے امت بھی متفق ہیں، گویا کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے یہ اجماع اس لیے میسر کر دیا کہ وہ لوگ ناقلین شریعت تھے۔ واللہ اعلم۔'' ❶

ھ: امام نووی رحمہ اللہ نے صحابہ کے درمیان باہمی لڑائیوں کا ذکر، ان کی اجتہادی توجیہ اور انھیں معذور ثابت کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اسی لیے تمام اہل حق اور اجماع میں جو لوگ معتبر ہیں وہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ تمام صحابہ کی شہادتیں اور روایات واجب القبول ہیں اور ان کی عدالت کامل ومسلم ہے۔ ❷

اور تقریب میں فرماتے ہیں کہ باجماع معتبر علمائے صحابہ سب کے سب عادل ہیں، جو ان میں فتنوں سے دوچار ہوئے وہ بھی اور جو ان سے بچ گئے وہ بھی۔ ❸

و: حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کی جو مدح وتوصیف کی ہے اور ان کے تمام اخلاق وافعال کو سنت نبوی میں جس طرح سراہا گیا ہے اور اللہ سے بہتر وعظیم ثواب کی امید لگا کر انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جس طرح جہاد کیا ہے، ان تمام چیزوں کو سامنے رکھتے ہوئے تمام اہل سنت وجماعت متفق ہیں کہ سب کے سب صحابہ عادل ہیں۔'' ❹

ز: حافظ عراقی اپنی ''الفیہ'' کی شرح میں عدالت صحابہ کے متعلق چند قرآنی آیات اور احادیث نبویہ کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: جو صحابہ فتنوں سے دوچار نہیں ہوئے ان کی عدالت پر پوری امت مسلمہ متفق ہے اور رہے وہ صحابہ جو شہادت عثمان کے بعد فتنوں سے دوچار ہوئے تو ان کی عدالت پر بھی تمام معتبر اور اجماع کے باب میں حجت مانے جانے والے علمائے شریعت کا اتفاق ہے، ان کے بارے میں حسن ظن اور ان کی لغزشوں

---

❶ مقدمة ابن الصلاح ص (١٤٦، ١٤٧).
❷ شرح النووی علی صحیح مسلم (١٥/ ١٤٩).
❸ تقریب النواوی مع شرح تقریب الراوی (٢/ ٢١٤).
❹ الباعث الحثیث (١٨١، ١٨٢).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کو اجتہادی لغزش پر محمول کرتے ہوئے کہ وہ سب کے سب عادل ہیں۔ ❶

ح: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے عدالت صحابہ پر اہل سنت کا اجماع واضح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اہل سنت اس بات پر متفق ہیں کہ تمام صحابہ عادل ہیں اور اس سلسلہ میں چند مبتدعین کے علاوہ کوئی ان کا مخالف نہیں ہے۔ ❷

مختصر یہ کہ مذکورہ ائمہ اسلام کے یہ مبارک اقوال و بیانات اس بات کی واضح اور قطعی دلیل ہیں کہ عموماً تمام صحابہ کرام کی عدالت ایک مسلمہ حقیقت ہے اور اب ان کے بارے میں بحث و گفتگو کی کوئی ضرورت نہیں رہی، پس ان کی عدالت پر الٰہی تصدیق، شہادت شہادت اور اجماعِ امت کی مہر لگ جانے کے بعد کسی کو کوئی شک کرنے کی اجازت اور گنجائش نہیں ہے۔ ❸

(۲) صحابہ سے واجبی محبت اور ان کے لیے دعا و استغفار:

اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے واجبی محبت، ان کی تعظیم و توقیر اور اعزاز و اکرام، ان کے اجماع کی حجیت کا اقرار، ان کی اقتداء اور ان میں کسی ایک کے تئیں بھی بغض و نفرت کی حرمت اہل سنت و جماعت کے عقائد کا ایک حصہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے رسول کی صحبت سے مشرف کیا اور دینِ اسلام کی مدد کی خاطر انھیں رسول کے ساتھ جہاد کرنے، مشرکین و منافقین کی اذیتوں پر صبر کرنے، اپنے وطن سے ہجرت اور اپنی جائداد کو قربان کر دینے اور ان سب پر اللہ اور رسول کی محبت کو ترجیح دینے کا انھیں موقع میسر کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ ⑩

(الحشر: ۱۰)

"اور (ان کے لیے) جو ان کے بعد آئے، وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جنھوں نے ایمان لانے میں ہم سے پہل کی اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے لیے کوئی کینہ نہ رکھ جو ایمان لائے، اے ہمارے رب! یقیناً تو بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔"

تو یہ آیت کریمہ محبت صحابہ کے وجوب پر دلیل کرتی ہے، اس لیے کہ ان کے بعد آنے والے مسلمانوں کو اللہ نے تبھی مالِ فے میں حصہ دار بنایا جب کہ وہ صحابہ کی محبت، ان کے تئیں ہمدردی اور ان کے لیے استغفار کریں اور جیسا کہ امام مالک وغیرہ سے مروی ہے کہ جو شخص ان سب کو یا ان میں سے کسی ایک کو گالی دے یا ان کے بارے میں برا عقیدہ رکھے، فے میں اس کا کوئی حق نہیں ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص اصحاب محمد میں سے کسی سے بغض رکھتا ہو، اس کے دل میں ان کے خلاف کوئی کینہ کپٹ ہو، تو اسے مسلمانوں کے فے میں کوئی حصہ نہیں، پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: ﴿ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ﴾ ❹

---

❶ شرح ألفية العراقي المعروف بالتبصرة و التذكرة (۳/ ۱۳، ۱٤).

❷ الإصابة (۱/ ۱۷). ❸ عقيدة أهل السنة والجماعة (۲/ ۸۱۳). ❹ تفسير القرطبي (۱۸/ ۳۲).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

متقدمین و متاخرین تمام اہل سنت و جماعت نے اس آیت سے یہی سمجھا ہے کہ اس میں بعد میں آنے والوں کو پہلے والوں کے لیے اور خلف کو سلف یعنی اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دعا و استغفار کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ امام مسلم نے اپنی سند سے ہشام بن عروہ سے، انھوں نے اپنے باپ سے اور انھوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ مجھ سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے میرے بھانجے! وہ حکم دیے گئے تھے کہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے استغفار کریں، تو انھوں نے ان کو گالیاں دیں۔ ❶

ابن بطہ وغیرہ نے ابوبدر کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگوں کے تین درجے رہے ہیں، دو درجات والے گزر چکے ہیں، صرف ایک درجہ والے باقی ہیں، تمھارے لیے سب سے اچھی بات یہی ہے کہ تم اس درجہ و مقام پر قائم رہو، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ﴿ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ﴾ (الحشر: ۸) یہ مہاجرین کا درجہ تھا جو کہ گزر چکے۔ پھر یہ آیت پڑھی: ﴿ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ﴾ (الحشر: ۹) یہ دوسرا درجہ تھا جس پر انصار فائز تھے اور وہ گزر چکے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾ (الحشر: ۱۰) پس پہلے دو درجات والے گزر چکے، اب یہ آخری درجہ باقی ہے اس درجہ کو پانے کے لیے تم پہلے دونوں درجہ والوں کے لیے دعائے مغفرت کرو۔ ❷

اس حدیث کے پیش نظر معمولی سے معمولی علم رکھنے والے کو یہ تردد نہیں ہونا چاہیے کہ روافض شیعہ اس درجہ سے خارج ہیں، کیونکہ انھوں نے صحابہ پر نہ دعائے رحمت کی اور نہ دعائے مغفرت، بلکہ انھیں گالیاں دیں اور ان کے خلاف اپنے سینوں میں بغض و کینہ رکھا، پس وہ درجہ و مرتبہ جس پر ہر مسلمان کو تادم حیات قائم رہنا چاہیے اس سے یہ لوگ محروم ہیں۔ ❸

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیات مہاجرین و انصار اور ان کے بعد آنے والے ان لوگوں کی مدح و ستائش پر مشتمل ہیں جو ان کے لیے استغفار کرتے ہیں اور اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمارے دلوں میں ان کے خلاف کوئی بغض و کینہ پیدا نہ ہو نیز یہ کہ اسی قسم کے لوگ فے کے مستحق ہیں۔ پس بلاشبہ روافض ان تینوں قسموں سے

---

❶ صحيح مسلم (٤/ ٢٣١٧).

❷ منهاج السنة (١/ ١٥٣) المستدرك (٢/ ٤٨٤) حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، شیخین نے اس کو روایت نہیں کیا ہے اور ذہبی نے اس پر موافقت کی ہے۔

❸ عقيدة أهل السنة (٢/ ٧٧٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خارج ہیں کیونکہ انھوں نے سابقین کے لیے استغفار نہیں کیا اور ان کے دلوں میں ان کے خلاف بغض وکینہ رہا۔ مختصر یہ کہ ان آیات میں صحابہ کرام اور ان سے عقیدت رکھنے والے اہل سنت کی مدح وستائش کی گئی ہے اور روافض کو اس زمرے سے خارج کیا گیا ہے اس طرح روافض کا مسلک باطل قرار پاتا ہے۔ ❶

(۳) کتاب وسنت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو سب وشتم کرنے کی حرمت:

(الف):...... اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ ﴾ (الاحزاب: ۵۷)

''بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچاتے ہیں اللہ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی اور ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کیا۔''

اس آیت کریمہ سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان لوگوں کی سرزنش کی ہے اور اپنی رحمت سے دوری اور رسوا کن عذاب کی وعید سنائی ہے جو اس کے احکام کی مخالفت اور ممنوعات کا ارتکاب کرکے اور اس کے رسول کو تکلیف دے کر اسے تکلیف پہنچاتے ہیں۔ ❷ اس کے رسول کو تکلیف دینے میں ہر طرح کی تکلیف شامل ہے، وہ قولی ہو یا فعلی، سب وشتم ہو یا عام گستاخی، اس کی ذات کی بے حرمتی ہو یا دین کی، کسی بھی طرح اسے تکلیف پہنچے۔ ❸ اور یہ بات معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو گالیاں دینے سے آپ کو تکلیف پہنچتی ہے اور آپ نے یہ بتایا بھی ہے کہ ہمارے صحابہ کو تکلیف دینا گویا مجھے تکلیف پہنچانا ہے اور جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دی اس نے اللہ کو تکلیف دی۔ ❹ پس غور کا مقام ہے کہ صحابہ کرام کو گالیوں سے بڑھ کر اور کسی چیز کے ذریعے سے تکلیف دی جاسکتی ہے؟ لہٰذا آیت میں یہ واضح اشارہ ہے کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینا سراسر حرام ہے۔

(ب):...... اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ۝ ﴾ (الاحزاب: ۵۸)

''اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو تکلیف دیتے ہیں، بغیر کسی گناہ کے جو انھوں نے کمایا ہو تو یقیناً انھوں نے بڑے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھایا۔''

اس آیت کریمہ میں ناکردہ گناہوں کی تہمت لگا کر مومن مردوں اور مومن عورتوں کو تکلیف دینے سے ڈرایا گیا ہے اور یہ سب بڑی تہمت اور بہتان تراشی ہے کہ عیب اور حقارت کے طور پر مومن مردوں اور عورتوں کی طرف وہ

---

❶ منهاج السنة (١/ ١٥٣).
❷ عقيدة أهل السنة فى الصحابة (٢/ ٨٣٢).
❸ تفسير السعدى (٦/ ١٢١).
❹ مسند أحمد (٤/ ٨٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باتیں منسوب کی جائیں یا بیان کی جائیں، انھوں نے نہیں کی ہیں۔ ❶

صحابہ کرام کو گالیاں دینے کی حرمت اس آیت سے یوں ثابت ہوتی ہے کہ یہ لوگ مومنوں کے صف اوّل میں ہیں، کیونکہ پورے قرآن میں ہر وہ آیت جس کا آغاز ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ (البقرہ: ۱۰۴) سے ہو یا ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ (الکہف: ۱۰۷) سے ہوا اس کے اولین مخاطب صحابہ ہی رہے۔ پس یہ آیت صحابہ کرام کو سب وشتم کرنے کی حرمت پر واضح دلیل ہے۔ لہٰذا انھیں سب وشتم کرنا اور ان کی شان میں کسی بھی طرح کی گستاخی کرنا، انھیں سب سے زیادہ تکلیف دینے کے مترادف ہے، کیونکہ ایسا کرنے والے نے مومنوں کی چنندہ جماعت کو ناکردہ گناہوں کے ذریعے سے متہم کرکے اسے تکلیف پہنچائی اور آیت کریمہ میں مذکورہ وعید کا وہی بدقسمت مستحق ٹھہرا۔ ❷

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اس وعید میں سب سے زیادہ کفار ومشرکین شامل ہیں، پھر وہ روافض جو صحابہ کی تنقیص کرتے ہیں اور ان پر ایسے عیوب لگاتے ہیں جن سے اللہ نے انھیں پاک کررکھا ہے، ان کے بارے میں اللہ نے جن خوبیوں کو سراہا ہے، یہ لوگ انھیں ان کے برخلاف اوصاف سے متصف کرتے ہیں، آپ خود دیکھیں کہ اللہ نے ان کے بارے میں بتایا کہ وہ مہاجرین وانصار سے راضی ہوا اور اس نے ان کی تعریف فرمائی، لیکن یہ کند ذہن جہلاء ہیں جو انھیں گالیاں دیتے ہیں ان کی تنقیص کرتے ہیں اور ان کے بارے میں ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں جو کبھی نہیں ہوئیں اور نہ انھوں نے کبھی ویسا کیا۔ حقیقت میں ان کے دل دماغ دونوں الٹے ہوئے ہیں، یہ لوگ مدح وثنا کے پیکر انسانوں کی مذمت کرتے ہیں اور مذمتوں میں لت پت انسانوں کی تعریف کرتے ہیں۔ ❸

(ج):...... اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۛۚ وَ مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۠﴾ (الفتح: ۲۹)

’’محمد اللہ کا رسول ہے اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں کافروں پر بہت سخت ہیں، آپس میں نہایت رحم دل ہیں، تو انھیں اس حال میں دیکھے گا کہ رکوع کرنے والے ہیں، سجدے کرنے والے ہیں، اپنے رب کا فضل اور (اس کی) رضا ڈھونڈتے ہیں، ان کی شناخت ان کے چہروں میں (موجود) ہے، سجدے کرنے

❶ تفسیر ابن کثیر (۳/ ۵۲۵).
❷ عقیدۃ أهل السنة فی الصحابة (۲/ ۸۳۳).
❸ تفسیر ابن کثیر (۳/ ۸۳۳).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے اثر سے۔ یہ ان کا وصف تورات میں ہے اور انجیل میں ان کا وصف اس کھیتی کی طرح ہے جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اسے مضبوط کیا، پھر وہ موٹی ہوئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی، کاشت کرنے والوں کو خوش کرتی ہے، تاکہ وہ ان کے ذریعے کافروں کو غصہ دلائے، اللہ نے ان لوگوں سے جو ان میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے بڑی بخشش اور بہت بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے۔''

یہ آیت کریمہ سبِ صحابہ کی حرمت پر اس طرح دلالت کرتی ہے کہ ان کو وہی شخص گالیاں دے سکتا ہے جس کے دل میں ان کے خلاف بغض و کدورت اور غصہ ہو اور اس آیت میں اللہ نے واضح فرمایا ہے کہ محمد اور ان کے ساتھیوں کی ترقی کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کفار کو چڑاتا ہے، اور وہ ان سے چڑتے ہیں، نہ کہ مسلمان۔ پس اس طرح یہ آیت اصحاب رسول کو گالی گلوچ دینے اور ان کے باہمی لڑائیوں کو لے کر تنقیص کے طور پر ان پر زبان درازی کرنے کو حرام قرار دیتی ہے۔

(د):...... ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابِی ، فَوَ الَّذِیْ نَفْسِی بِیَدِهٖ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِیْفَهٗ .)) ❶

''میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو کیونکہ تم میں سے ایک شخص احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کر دے تو ان کے ایک مد جو کو نہیں پہنچ سکتا اور نہ اس کے نصف کو۔''

یہ حدیث صحابہ کرام کو سب وشتم کرنے کی ممانعت، اس عمل بد سے لوگوں کو ڈرانے اور انھیں برا بھلا کہنے کی صراحتاً تحریم پر مشتمل ہے، اِس باب میں اس معنی کی اور بھی بہت ساری احادیث ہیں۔ ❷

صحابہ کرام کو برا بھلا کہنے سے اسلاف امت کی ممانعت:

اس سلسلہ میں صحابہ و تابعین اور دیگر اسلاف امت و ائمہ اسلام سے بہت سارے اقوال منقول ہیں، یہاں صرف چند ایک کو ذکر کیا جا رہا ہے:

- امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تم کسی آدمی کے منہ سے اصحاب رسول کو برا بھلا کہتے سنو تو اس کے اسلام پر یقین نہ کرو۔ ❸
- امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب کسی آدمی کو کسی صحابی رسول کی ہتک کرتے دیکھو تو جان لو کہ وہ زندیق ہے، کیونکہ رسول ہمارے نزدیک برحق ہیں اور قرآن برحق ہے، قرآن اور سنتوں کو ہم تک انھیں اصحاب رسول نے پہنچایا ہے، یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہمارے ان گواہوں کو مجروح کر دیں تاکہ کتاب و سنت کو باطل ٹھہرا دیں، حالانکہ انھیں زندیقوں پر جرح کرنا زیادہ بہتر ہے۔ ❹

---

❶ صحیح مسلم (٤/ ١٦٩٧، اور ١٦٩٨).
❷ عقیدة أهل السنة فی الصحابة (٢/ ٨٣٨).
❸ مناقب الإمام أحمد / ابن الجوزی ص (١٦٠).
❹ الكفاية فی علم الرواية ص (٦٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

○ اور امام شوکانی رحمہ اللہ نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہنے کی حرمت پر بارہ طریقوں سے اہل بیت کا اجماع نقل کیا ہے۔ ❶ اور ابوعبداللہ بن محمد بن عبدالواحد المقدسی نے محمد بن علی بن حسین بن علی (محمد الباقر) سے اپنی اسناد سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے جابر جعفی سے کہا: اے جابر ہمیں خبر ملی ہے کہ عراق میں کچھ لوگ ہیں جن کا گمان ہے کہ انھیں ہم سے محبت ہے، حالانکہ وہ ابوبکر وعمر کی شان میں زبان درازی کرتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ ہم نے انھیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے، تو تم انھیں میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ میں اللہ کے ہاں ان سے خود کو بری ٹھہراتا ہوں، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، اگر میں کبھی حکمراں بنایا گیا تو ان کے خونوں (یعنی گردن زدنی) کے ذریعے سے اللہ کا ثواب حاصل کروں گا۔ مجھے محمد کی شفاعت نصیب نہ ہو اگر میں ان دونوں کے لیے استغفار اور دعائے رحمت نہ کروں۔ بے شک اللہ کے دشمن ان دونوں کے فضل و مرتبہ سے لابلد ہیں، انھیں بتا دینا کہ میں ان سے اور ابوبکر وعمر سے تبرّا کرنے والوں سے بری ہوں۔ ❷ نیز آپ نے اپنی ہی سند سے عبداللہ بن حسن بن علی سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: میں نے ابوبکر وعمر کو برا بھلا کہنے والے کسی آدمی کو نہیں دیکھا کہ اسے توبہ کرنے کا وقت میسر آیا ہو۔ ❸

(۴) امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے بیٹوں کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بے پناہ محبت:

کسی بھی چیز کی اصلیت کی حقیقی چمک دمک باقی رہتی ہے اور نقلی چیزوں کی چمک دمک ختم ہو جاتی ہے، اثنا عشری شیعہ کے نزدیک مستند اور معتبر ترین کتاب مانی جانے والی ''نہج البلاغہ'' میں اس کی واضح مثال موجود ہے، چنانچہ اس میں حقیقت بیانی پر مشتمل امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے ایسے اقوال موجود ہیں جو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن و تشنیع، سب وشتم اور ان کے تئیں عقیدۂ ارتداد کے فسانے کو باطل ٹھہرانے کے لیے کافی ہیں، چنانچہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے بذات خود اصحاب رسول کے بارے میں آنکھوں دیکھے حال کی منظر کشی اس طرح کی ہے:

> ''مجھے تو تم میں سے ایک بھی ایسا نظر نہیں آتا جو ان کے مثل ہو، وہ اس عالم میں صبح کرتے تھے کہ ان کے بال بکھرے ہوئے اور چہرے خاک سے اٹے ہوئے تھے، جب کہ رات کو وہ سجود و قیام میں کاٹ چکے ہوتے تھے، اس عالم میں کہ کبھی پیشانیاں سجدے میں رکھتے تھے اور کبھی رخسار اور حشر کی یاد سے اس طرح بے چین رہتے تھے کہ جیسے انگاروں پر ٹھہرے ہوئے ہیں اور لمبے سجدوں کی وجہ سے ان کی آنکھوں کے درمیان (پیشانی پر) بکری کے گھٹنوں جیسے گٹے پڑے ہوئے تھے، جب بھی ان کے سامنے اللہ کا ذکر آجاتا تھا تو ان کی آنکھیں برس پڑتی تھیں، یہاں تک کہ ان کے گریبانوں کو بھگو دیتی تھیں، وہ سزا کے خوف اور ثواب کی امید میں اس طرح کانپتے رہتے تھے جس طرح تیز جھکڑ والے دن

❶ إرشاد البغي إلى مذهب أهل البيت في صحب النبي ص (٥٠، ٦٤).

❷ البداية والنهاية (٩/ ٣٤٩).

❸ عقيدة أهل السنة في الصحابة (٢/ ٨٥١).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

درخت تھرتھراتے ہیں۔'' ❶

اور یہ وہی علی رضی اللہ عنہ ہیں جو ان صحابہ کی جدائی پر حسرت کا اظہار کرتے ہیں اور ان کی موت پر ان کا ذکر خیر ایسے ہی چھیڑتے ہیں، جیسے کوئی شخص اپنے محبوب کا ذکر کرتا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

''وہ لوگ کہاں ہیں جنھیں اسلام کی طرف دعوت دی گئی تو انھوں نے اسے قبول کرلیا اور قرآن کو پڑھا تو اس پر عمل بھی کیا، جہاد کے لیے انھیں ابھارا گیا تو اس طرح شوق سے بڑھے جیسے دودھ دینے والی اونٹنیاں اپنے بچوں کی طرف، انھوں نے تلواروں کو نیاموں سے نکال لیا اور دستہ بدستہ اور صف بصف بڑھتے ہوئے زمین کے اطراف پر قابو پالیا،...... رونے سے ان کی آنکھیں سفید، روزوں سے ان کے پیٹ لاغر، دعاؤں سے ان کے ہونٹ خشک اور جاگنے سے ان کے رنگ زرد ہو گئے تھے اور فروتنی و عاجزی کرنے والوں کی طرح ان کے چہرے خاک آلود رہتے تھے، یہ میرے وہ بھائی تھے جو دنیا سے گزر گئے، اب ہم حق بجانب ہیں اگر ان کی دید کے پیاسے ہوں اور ان کے فراق میں اپنے ہاتھ چبالیں۔'' ❷

لہٰذا اے محبان علی رضی اللہ عنہ! ذرا اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تئیں آپ کے نظریہ پر غور کرو۔

اور رہے امام علی بن حسین زین العابدین رحمہ اللہ تو آپ بھی اصحاب رسول کا ذکر خیر کرتے تھے اور اپنی نماز میں ان کے لیے رحمت و مغفرت کی دعا کرتے تھے، کیونکہ توحید کی دعوت کو عام کرنے اور پیغام الٰہی کو لوگوں تک پہنچانے میں ان لوگوں نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی تھی، چنانچہ فرماتے ہیں:

''مغفرت اور رضا مندی کے لیے تجھ سے ان کا ذکر کر رہا ہوں، اے اللہ! اور خاص طور سے اصحاب محمد کے حق میں کہ جنھوں نے عمدہ صحبت کا نمونہ پیش کیا اور جنھوں نے آپ کی نصرت و تائید میں اچھی قربانیاں دیں، آپ کو اپنی حفاظت میں رکھا، آپ کی میزبانی کرنے میں جلدی کی، آپ کی دعوت قبول کرنے میں سبقت لے گئے اور انھیں جہاں کہیں اپنی رسالت کی حجت انھیں سنائی انھوں نے قبول کی۔ آپ کے لائے ہوئے دین کے غلبہ و سربلندی کے لیے اہل وعیال کو خیر باد کہا، آپ کی نبوت کو مستحکم بنانے کے لیے اپنے آباء و اولاد سے جہاد کیا اور وہ صحابہ کہ جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مربوط ہوئے تو خاندان والوں نے انھیں چھوڑ دیا، اور جب وہ آپ کے رشتوں میں بندھے تو ان کی پرانی قرابت داریاں ان سے کٹ گئیں، اے اللہ! انھوں نے جو کچھ تیرے راستے میں اور تیری رضا کی خاطر چھوڑا قبول فرما، اور انھیں اپنی رضا مندی عطا کرکے خوش کردے اور تیری رضا کی خاطر ان کی ہجرت اور تیرے دین کی تقویت کی خاطر خوش حالی پر تنگ حالی کی ترجیح کے بدلے انھیں اجر و ثواب سے نواز دے، پھر احسان کے ساتھ ان کا اتباع کرنے والوں کو اپنا بہتر سے بہتر بدلہ عطا فرما جو کہ ان کے حق میں یہ

---

❶ نہج البلاغة ص (١٨٢-١٨٩) مترجم اردو ص (٢٨٨) ثم أبصرت الحقيقة ص (٣٢٤).

❷ نہج البلاغة ص (٢٣٥) مترجم اردو (٣٣٦) ثم أبصرت الحقيقة ص (٣٢٥).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کہتے ہیں: ((رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَان .)) یعنی اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ایمان کے ذریعے سے ہم پر سبقت لے جا چکے ہیں اور ان لوگوں کو بھی مغفرت سے نواز دے جنھوں نے ان کی سمت چلنے کا ارادہ کیا اور ان کے منہج کو تلاش کیا اور جب ان کے راستے پر انھیں کی طرح چل پڑے تو انھیں اپنی بصیرت میں کوئی شریک نظر نہیں آیا اور نہ ہی ان کے منار ہدایت کی اقتداء اور ان کی نقش قدم کی پیروی میں وہ کسی تردد اور شک کے شکار ہوئے، بلکہ یہ لوگ ان کی حفاظت وتائید میں لگے رہے، ان کے دین کے پیروکار اور ان کی ہدایت کے مقتدیٰ رہے، ان کی دفاع پر متفق رہے اور جو کچھ انھوں نے ان تک پہنچایا اس پر انھیں متہم نہیں کیا۔'' [1]

احادیث نبویہ کے بارے میں شیعہ کا موقف

اصولین کی اصطلاح میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل یا تقریر کو سنت نبوی کہا جاتا ہے۔[2] علمائے اہل سنت نے سنت صحیحہ کی تدوین کا زبردست اہتمام کیا، جھوٹ اور جھوٹوں کے ہاتھوں سے اسے محفوظ کرنے کے لیے انھوں نے ایسی خدمات انجام دی ہیں کہ اب اس پر مزید کچھ کرنے کی گنجائش نہیں ہے اور اس سلسلے میں انھوں نے ایسے طریقے اختیار کیے جو نقد وتحقیق کا سب سے صحیح علمی طریقہ ہوتا ہے، بلکہ ہم قطعیت کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ پوری روئے زمین پر بسنے والی تمام قوموں کے درمیان ہمارے ان علماء کو یہ شرف حاصل رہا کہ انھوں نے سب سے پہلے اخبار ومرویات کی دقیق علمی تنقید کے قواعد وضع کیے، اس باب میں ان کی جو کوششیں رہیں ان پر آنے والی نسلیں فخر کرتی رہیں گی اور دیگر امتوں پر اپنی برتری کا مظاہرہ کریں گی اور یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے اس سے نوازتا ہے اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے۔

لہٰذا مختصراً عرض ہے کہ سنت نبویہ کو منظم سازشوں سے بچانے اور کیچڑ کی آلودگیوں سے انھیں پاک کرنے کے لیے علمائے اہل سنت نے جرح وتنقید کے باب میں مندرجہ ذیل لائحہ عمل تیار کیا۔

(ا) اسناد حدیث:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تک آپ کے صحابہ حدیث کے سلسلے میں آپس میں ایک دوسرے پر شک نہیں کرتے تھے، اسی طرح حضرات تابعین بھی اگر کسی صحابی سے حدیث رسول روایت کرتے ہوئے سنتے تو اسے قبول کرنے میں قطعاً تردد نہ کرتے تھے، لیکن جب فتنہ واقع ہو گیا اور گمراہ یہودی عبداللہ بن سبا گناہوں میں لت پت اپنی اس خطرناک دعوت کو لے کر اٹھ کھڑا ہوا جسے الوہیت علی کے قائل غلو پسندی شیعی فکر نے اپنا لیا اور زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ سنت مخالف تحریکیں زور پکڑتی گئیں تو صحابہ وتابعین علمائے حدیثیں قبول کرنے اور بیان کرنے میں احتیاط برتنے لگے اور انھی روایات کو قبول کیا جن کی سندوں کی اچھی طرح معرفت حاصل کر لی اور

[1] صحيفة كاملة / زين العابدين ص (١٣) بحواله ثم أبصرت الحقيقة ص (٣٢٩).

[2] السنة و مكانتها فى التشريع الإسلامى ص (٤٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انھی راویوں پر اعتماد کیا جن کی ثقاہت وعدالت پر مطمئن رہے۔ امام ابن سیرین کا بیان ہے کہ وہ صحابہ اسناد کے بارے میں نہیں پوچھتے تھے لیکن جب فتنہ واقع ہوگیا تو کہنے لگے کہ اپنے راویوں کا نام بتاؤ، اگر راوی اہل سنت میں سے ہوتے تو ان کی احادیث قبول کرلی جاتیں اور اگر اہل بدعت سے ہوتے تو ان کی روایت نہ لی جاتی، واضح رہے کہ اس تحقیق وثبوت طلبی کا آغاز ان صغار صحابہ کے دور سے ہوا جو فتنہ کے زمانہ سے کافی بعد میں فوت ہوئے۔ چنانچہ امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں مجاہد سے روایت کیا ہے کہ بشیر العدوی ابن عباس کے پاس آئے اور حدیث بیان کرنے لگے، وہ کہتے: اللہ کے رسول ﷺ نے یہ فرمایا: ادھر ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کی حدیث پر کان نہیں دھرتے اور نہ ہی ان کی طرف دیکھتے ہیں، وہ کہنے لگے: ابن عباس کیا بات ہے؟ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ میری حدیث نہیں سن رہے ہیں، میں آپ کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث سناتا ہوں اور آپ سنتے نہیں؟ تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ایک وقت تھا کہ جب ہم کسی کی زبان سے یہ کہتے ہوئے سنتے تھے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا، تو ہماری نگاہیں اس کی طرف سبقت کرتیں اور ہم ہمہ تن بگوش ہوجاتے، لیکن جب لوگوں نے اچھا برا سب جمع کرنا شروع کردیا تو ہم صرف انھیں کو لینے لگے جنھیں پہچانتے ہیں اور جب تابعین کے دور میں جھوٹ اور عام ہوگیا تو انھوں نے سند کے مطالبہ پر اور زور دینا شروع کردیا۔ ابوالعالیہ بیان کرتے ہیں کہ ہم جب صحابہ کی حدیث سنتے تھے تو اس وقت تک ہمیں اطمینان نہیں ہوتا تھا جب تک کہ ان سے ملاقات کرکے ان سے اس حدیث کو براہ راست سن نہ لیتے اور ابن المبارک کا بیان ہے کہ ''اسناد دین کا حصہ ہے، اگر اسناد نہ ہوتی تو ہر شخص اپنی مرضی سے جو چاہتا کہتا۔'' نیز فرمایا: ہمارے اور قوم کے درمیان پائے یعنی اسناد ہیں۔ ❶

(۲) تحقیق طلبی:

جرح وتنقید کے باب میں منظم لائحہ عمل کا دوسرا جزء یہ تھا کہ احادیث کے تئیں پختہ ثبوت حاصل کرنے کے لیے صحابہ، تابعین اور اس فن کے ائمہ کی طرف رجوع کرنے کا اہتمام کیا گیا اور سنت نبوی کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ کی یہ خصوصی عنایت رہی کہ اس نے بعض فقہاء واقطاب صحابہ کی عمریں اتنی لمبی کردیں کہ وہ مرجع خلائق بن کر عرصہ دراز تک لوگوں کی ہدایت کا منار ثابت ہوئے اور جب جھوٹ کا چلن ہوا تو لوگ صداقت وحقیقت معلوم کرنے کے لیے سب سے پہلے انھیں کی طرف رجوع کرتے اور جو کچھ آثار واحادیث انھوں نے سنی ہوتیں ان کے بارے میں دریافت کرتے، اسی مقصد کی خاطر تابعین ہی نہیں بلکہ بعض صحابہ تک نے کئی کئی شہروں کا سفر کیا، تاکہ ثقہ راویوں کی زبانی ثابت ومروجہ احادیث کو سن سکیں، چنانچہ سماعِ حدیث کے لیے جابر بن عبداللہ نے شام اور ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم نے مصر کا سفر کیا۔

(۳) راویوں کی تنقید اور صدق وکذب کی حیثیت سے ان کی زندگی پر تبصرہ:

جرح وتنقید کے باب کا یہ بہت اہم جز ہے، یہیں سے ائمہ محدثین وعلمائے فن اس نتیجہ تک پہنچے کہ صحیح اور

❶ مقدمة صحیح مسلم (۱/ ۱۰) یعنی جس طرح جانور بغیر پاؤں کے تھم نہیں سکتا ویسے ہی حدیث بغیر اسناد کے جم نہیں سکتی۔ (مترجم)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جھوٹ اور قوی وضعیف کے درمیان تمیز کر سکیں، اس راستے میں انھیں بڑی آزمائشیں اٹھانا پڑیں، لیکن اللہ کی رضا کی راہ میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ کیے بغیر انھوں نے ان کی زندگی پر بحث کی، ان کی تاریخ حیات وممات ٹٹولا، اور ان کی سیرت کو مختلف پہلوؤں سے جانچا اور پرکھا اور ظاہر و باطن کا جائزہ لیا۔ ❶ لیکن یہ سب کچھ یونہی نہیں کیا بلکہ اس کے لیے کچھ اصول وقواعد بنائے اور انھیں کی روشنی میں طے کیا کہ کس کی احادیث قبول کی جائیں اور کس کی نہیں، کس کی روایات لکھی جائیں اور کس کی نہیں، وہ مشہور لوگ جن کی روایت قابل قبول نہیں ہے ان میں چند یہ ہیں:

الف: رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ گھڑنے والے:

تمام علماء متفق ہیں کہ جو نبی کریم ﷺ پر جھوٹ باندھے اس کی حدیث قابل قبول نہیں ہے، یہ حرکت گناہ کبیرہ میں سب سے بڑا گناہ ہے، ہاں اس عمل کی بنا پر وہ کافر ہو جائے گا یا نہیں؟ اس مسئلہ میں اختلاف ہے، ایک گروہ نزدیک وہ کافر ہو جائے گا اور دوسرے کے نزدیک اسے قتل کرنا واجب ہو جائے گا، اسی طرح کیا اس کی توبہ قبول کی جائے گی یا نہیں، اس سلسلہ میں بھی اختلاف ہے۔

ب: اپنی عام بول چال میں جھوٹ بولنے والے:

ایسے لوگوں نے اگرچہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ نہ باندھا ہوتا ہم علمائے سلف متفق ہیں کہ جس کے بارے میں جھوٹ بولنے کی عادت معلوم ہو اگرچہ وہ ایک ہی مرتبہ بولا ہو تو اس کی حدیث نہیں قبول کی جائے گی۔ ❷

ج: اہل بدعت اور اہل اھواء:

اسی طرح تمام ناقدین حدیث کا اتفاق ہے کہ جس بدعتی کی بدعت اسے کفر تک لے جانے والی ہو، یا کفر تک نہ پہنچائے لیکن وہ بدعتی جھوٹ کو حلال سمجھتا ہو تو اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی، ہاں اگر وہ جھوٹ کو حلال نہ سمجھتا ہو تو کیا اس کی روایت قبول کی جائے گی یا نہیں؟ یا کہ اپنی بدعت کی طرف دعوت دینے والے اور دعوت نہ دینے والے کے درمیان فرق کیا جائے گا؟

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس کے بارے میں قدیم وجدید ہر دور میں اختلاف رہا ہے، اکثریت جس بات کی قائل ہے وہ یہ کہ اپنی بدعت کی طرف دعوت دینے والے اور نہ دینے والے کے درمیان فرق کیا جائے۔ ❸ اور جس نتیجہ تک میں پہنچا ہوں وہ یہ کہ اگر مبتدع کی روایت اس کی بدعت کے موافق ہے تو علمائے سلف اس کی روایت کو نہیں مانتے، اسی طرح اگر کسی ایسی جماعت کی طرف سے روایت ملے جس کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ جھوٹ کو حلال سمجھتے ہیں اور انھوں نے اپنے اہواء کے راستے میں احادیث وضع کی ہیں تو ان کی روایت بھی قبول نہیں کی جائے گی، اسی بنا پر انھوں نے روافض کی روایتیں قبول کرنے سے انکار کر دیا اور عمران بن حطان جیسے

❶ السنة و مكانتها فى التشريع الإسلامى ص (٩١). ❷ السنة و مكانتها فى التشريع الإسلامى ص (٩٣).
❸ السنة و مكانتها فى التشريع الإسلامى ص (٩٣).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مبتدع کی روایت کو قبول کیا کیونکہ وہ اور اس کی جماعت جھوٹ کو حلال نہیں سمجھتے۔ ❶

د: زندیق، فاسق، اپنی بات کو نہ سمجھنے والے مُغَفَّل، فہم و ضبط اور عدالت جیسے اوصاف سے محروم لوگ:

علمائے حدیث نے اقسام حدیث سے صحیح، حسن اور ضعیف احادیث کی معرفت کے لیے قواعد وضع کیے، اسی طرح موضوع روایات کی معرفت کے لیے اصول بنائے اور اس کے لیے الفاظ کے بھونڈے پن، معنی کی خرابی، صریح قرآنی تصریحات اور عہد نبوی کے معروف تاریخی حقائق کی مخالفت وغیرہ کو علامت قرار دیا۔ ❷

اس طرح اللہ کی توفیق یافتہ ان کوششوں کے ذریعے سے اسلامی شریعت کے دوسرے مصدر و مرجع یعنی سنت کے ستونوں کو استحکام ملا اور شریعت اپنے اصولوں پر باقی رہی اور مسلمان اپنے نبی کی حدیث پر مطمئن ہوئے، ہر دخل انداز اس سے دور بھگایا گیا۔ صحیح، حسن اور ضعیف میں تمیز کردی گئی اور اللہ نے اپنی شریعت مطہرہ کو زندیقوں کی سازش، دسیسہ کاروں کی چال اور مفسدین کے ہاتھوں کھلواڑ بننے سے محفوظ کرلیا اور مسلمانوں نے اس بابرکت و عظیم الشان کاوشوں کے پھلوں کو تدوین السنۃ، علم مصطلح الحدیث، علم الجرح والتعدیل اور دیگر علوم حدیث کی شکل میں توڑا۔ ❸

تکفیر صحابہ کی وجہ سے سنت کے بارے میں اہل تشیع کا موقف

زیادہ تر صحابہ کرام کی تکفیر میں، مسئلہ امامت کے بارے میں شیعہ موقف کا خاصا اثر رہا اور اسی گھناؤنے منصوبے تکفیر کی وجہ سے اہل تشیع نے ان تمام روایتوں کا انکار کردیا جو صحابہ کرام سے مروی ہیں اور صرف انھی روایتوں کو قبول کیا جو ائمہ اہل بیت کی سند سے یا سلمان فارسی، عمار بن یاسر، ابوذر اور مقداد بن اسود جیسے صحابہ سے وارد ہوئیں کہ جنھیں ان لوگوں نے تشیع کی طرف منسوب کر رکھا ہے اور ان کے بالمقابل ابوہریرہ، سمرہ بن جندب، عروہ بن زبیر، عمرو بن عاص اور مغیرہ بن شعبہ جیسے رواۃ حدیث پر زبردست حملہ کرتے ہوئے انھیں (معاذ اللہ) جھوٹ بولنے، جھوٹی حدیثیں گھڑنے اور دھوکا بازی کرنے سے متہم کیا ہے۔ ❹

چنانچہ امام عبدالقاہر البغدادی رحمہ اللہ نے شیعہ قوم کو منکرین سنت میں شمار کیا ہے کیونکہ انھوں نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرویات کو قبول کرنے سے انکار کردیا۔ ❺ پس شیعہ قوم سنت کی مخالف ہے اور اہل سنت چونکہ سنت نبوی کے پیروکار ہیں اسی لیے انھیں اہل سنت کہا جاتا ہے۔ ❻ اہل سنت کی کتب مراجع و مصادر میں سنت اور اہل سنت کے بارے میں یہی تفصیل ملتی ہے، لیکن اہل تشیع سنت کے بارے میں اپنے ائمہ سے یہ روایت کرتے ہیں کہ ہر چیز کو کتاب و سنت پر پیش کیا جائے اور ہر وہ حدیث جو اللہ کی کتاب کے موافق نہ ہو وہ خانہ ساز ہے۔ ❼

---

❶ السنة و مكانتها في التشريع الإسلامي ص (٩٤).
❷ السنة و مكانتها في التشريع الإسلامي ص (٩٤ تا ٩٧ ، ٩٨).
❸ السنة و مكانتها في التشريع ص (١٠٣).
❹ أضواء على محب الدين ص (٤٨ ، ٦٥ ، ٦٨).
❺ الفرق بين الفرق ص (٣٢٢ ، ٣٢٧ ، ٣٤٦).
❻ منهاج السنة (٢/ ١٧٥).
❼ منهاج السنة (٢/ ١٧٥).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان کے یہاں اس معنی میں کئی اور بھی دوسری روایات ہیں۔ ❶ جن کا ظاہری مستفاد یہ ہے کہ شیعہ حضرات سنت رسول کے منکر نہیں ہیں، بلکہ انھیں ان پر مکمل اعتماد ہے اور قرآن مجید کے ساتھ انھیں بھی میزان اور فیصل مانتے ہیں۔ جبکہ شیعی نصوص و روایات کا بغور مطالعہ کرنے والا ہر شخص اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ ان کی بیشتر روایات اور اقوال سنت کے اُس مفہوم سے ہٹ کر ایک دوسرا رخ لیے ہوئے ہیں جو عام مسلمانوں کے فہم وعمل میں نافذ ہیں اور جنھیں عام مسلمان روایات کی اسانید ومتون میں برتتے ہیں۔ آئندہ نقاط کے ذریعے سے ہماری یہ بات زیادہ وضاحت سے سمجھی جاسکتی ہے۔

ا: امام کا قول اللہ اور اس کے رسول کے قول کی طرح ہے:

اہل تشیع کے نزدیک ہر اس قول، فعل اور تقریر کا نام سنت ہے جو امام معصوم سے صادر ہو۔ ❷ بظاہر یہ ایک مبہم کلام ہے اور جو شخص مذہب اہل تشیع کے مزاج سے واقف نہیں ہے وہ اس کلام سے یہ نہیں سمجھ سکتا کہ اہل تشیع حقیقی سنت سے کس قدر کنارہ کش ہیں، کیونکہ حقیقی معصوم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، لیکن یہ لوگ معصوم سے بارہ ائمہ کو مراد لیتے ہیں، لہٰذا سنت کی مذکورہ تعریف ان ائمہ کے کلام کو اللہ اور اس کے رسول کے کلام کی طرح ثابت کرتی ہے، اور اس عصمت میں بارہ ائمہ اور ہوائے نفس سے پاک، وحی کے مطابق بولنے والے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کسی فرق کی تفصیل نہیں ملتی۔ ❸ چنانچہ یہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے اور آپ سے احادیث بیان کرنے والے راویوں کے درجہ میں نہیں ہیں کہ ان کے اقوال اس اعتبار سے حجت مانے جائیں کہ یہ لوگ ثقہ راوی ہیں، بلکہ یہ لوگ بزبان نبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے احکام واقعیہ کو دنیا میں عام کرنے کے لیے پیدا کیے گئے ہیں اور اسی کے لیے مامور ہیں۔ پس یہ لوگ جو بھی فیصلہ صادر فرماتے ہیں وہ بعینہٖ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جوں کا توں فیصلہ ہوتا ہے۔ ❹

نیز واضح رہے کہ ان بارہ ائمہ کے اقوال میں ایسی کسی تفریق کا کوئی اعتبار نہیں کہ کون سا قول بچپن کا ہے اور کون سا قول ایام طفولت کے بعد سن شعور تک پہنچنے کا، کیونکہ شیعہ نظریہ کے مطابق یہ ائمہ اپنی زندگی میں کبھی بھی عمداً، سہواً یا نسیاناً خطا نہیں کرتے، جیسا کہ مسئلہ عصمت میں یہ بات تفصیل سے گزر چکی ہے۔ اسی لیے دور حاضر میں ان کے ایک بڑے بزرگ عالم کا بیان ہے کہ عصمت ائمہ کے عقیدہ نے ان سے صادر ہونے والی احادیث کو صحیح قرار دیا، قطع نظر اس سے کہ وہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک بسند متصل ثابت ہے یا نہیں جیسا کہ اہل سنت کے ہاں ہے۔ ❺

پس اہل تشیع کے نزدیک سنت سے صرف سنت نبوی مراد نہیں ہے بلکہ اس میں ان کے مزعوم ائمہ کی سنت بھی

❶ صحيح الكافى/ اليهودى (١/ ١١) أصول الشيعة الإمامية (١/ ٣٧٣).

❷ الأصول العامة للفقه المقارن (٣/ ٥١) سنة أهل البيت/ محمد تقى الحكيم ص (١٢٢).

❸ أصول الشيعة الإمامية (١/ ٣٧٤).

❹ أصول الفقه المقارن (٣/ ٥١) أصول الشيعة (١/ ٣٧٤).

❺ تاريخ الإمامية/ عبدالله فياض ص (١٤٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شامل ہے اور ان کے اقوال کو قول الٰہی اور قول رسول ﷺ کا درجہ حاصل ہے جس کا انھیں اعتراف بھی ہے، چنانچہ ان کا کہنا ہے کہ بارہ ائمہ سے جو کچھ اقوال، افعال اور تقریرات صادر ہوئے ہیں، شیعہ امامیہ نے انھیں سنت شریفہ سے جوڑ دیا ہے۔ ❶ سنت کے تئیں ان کے مذکورہ نظریہ سے واقفیت کے بعد ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان کے اس موقف کے پیچھے دو خطرناک مقاصد پوشیدہ ہیں اور ان کا یہ عقیدہ دو بنیادی اصولوں پر قائم ہے، جس کی وضاحت ان کے معاصر مشائخ میں سے ایک شیخ نے اس ضمن میں کی ہے کہ امام کا قول نبی ﷺ کے قول کا درجہ رکھتا ہے، بایں طور کہ وہ اللہ کے بندوں پر حجت ہے اور اس کا اتباع واجب ہے اور یہ ائمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعینہٖ اس کے فیصلہ کے مطابق دنیا میں فیصلہ دیتے ہیں، گویا ان ائمہ کو یہ قدرت اور اختیارات دو ذرائع سے میسر ہوتے ہیں: دو الہام یعنی وحی کے ذریعے سے کہ جس طرح نبی کو کسی چیز کا علم ہوتا ہے یا اپنے سے پیشرو معصوم سے اخذ کر کے۔ ❷

شیعہ قوم کا خیال ہے کہ یہ بارہ ائمہ علم الٰہی اور وحی کے خازن ہیں، چنانچہ ''الکافی'' کے مصنف نے اسی عنوان سے ایک باب باندھا ہے: ''باب اس بیان میں کہ ائمہ علیہم السلام حکم الٰہی کے حکمراں اور اس کے علم کے خازن ہیں۔'' ❸ پھر اس باب کے ضمن میں اس معنی کی چھ روایات کو ذکر کیا ہے۔ اور دوسرا باب اس عنوان پر مشتمل ہے کہ ''ائمہ، علم نبی اور گزشتہ تمام انبیاء و اوصیاء کے علوم کے وراث ہیں۔'' ❹ پھر اس کے ضمن میں سات روایات ذکر کی ہیں۔ اور تیسرا باب اس عنوان پر مشتمل ہے کہ ''ائمہ ان تمام علوم کے مالک ہیں جو ملائکہ، انبیاء اور تمام رسول علیہم السلام کو عطا کیے گئے۔'' ❺ پھر اس کے ضمن میں چار روایات ذکر کی ہیں۔ ❻ بہرحال روافض کے مزعومہ مصادر کے انھیں چند حوالوں اور مثالوں پر میں اکتفا کرتا ہوں کیونکہ ان کے فساد اور بگاڑ کو سمجھنے کے لیے بس ایک نظر ان پر ڈالنا اور تصور کر لینا کافی ہے۔ ورنہ روافض شیعہ نے اس باب میں بہت وسعت سے کام لیا ہے اور ائمہ کے بارے میں اسی تصور کی بنا پر روافض شیعہ نے صحت اسناد اور رجال سند پر بحث و تحقیق کا اس طرح اہتمام نہ کیا جس طرح اہل سنت محدثین نے کیا اور جہاں صحیح بخاری و صحیح مسلم جیسی مستند و معتمد کتب سنن کا انکار کیا وہیں دوسری طرف احادیث کے سلسلے میں کلینی کی مرویات پر اعتماد کیا کہ جس کے کئی اقوال و مرویات کا ذکر ہم ان کے عقائد کے ضمن میں کر چکے ہیں اور جسے وہ حجت کی حیثیت دیتے ہیں۔ ''الکافی'' نام کی یہ کتاب اہل تشیع کے نزدیک حدیث کی سب سے قدیم اور ثقہ و معتبر مانی جاتی ہے۔ ❼ ایک شیعہ، اہل تشیع کے نزدیک اس کتاب کی اہمیت کو اس طرح بیان کرتا ہے:

---

❶ سنة أهل البيت / محمد تقی الحكيم ص (٩٠).
❷ أصول الشيعة الإمامية (١/ ٣٧٧).
❸ أصول الكافی (١/ ١٩٢، ١٩٣).
❹ أصول الكافی (١/ ١٩٢، ١٩٣).
❺ أصول الشيعة (١/ ٣٨٥).
❻ أصول الشيعة (١/ ٣٨٥).
❼ أثر الإمامه فی الفقه الجعفری و أصوله / سالوس ص (٢٧٤، ٢٧٥).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''چونکہ اس کتاب کو قطب کا درجہ حاصل ہے کہ جس پر آج تک کے تمام اہل ضبط واتقان اور معروف ثقہ راویوں کی روایات کا دارومدار ہے، اور تمام اصول حدیث پر اسے افضلیت و برتری حاصل ہے اس لیے امامت کے قائلین اور جمہور شیعہ اس کتاب کو دیگر کتابوں پر فضیلت دینے، اسے ماننے، اس کی روایات کی تصدیق کرنے اور اس کے احکام کو کافی سمجھنے پر متفق ہیں اور اس بات پر اجماع ہے کہ اس کا درجہ بلند اور مقام نہایت عظیم الشان ہے۔''

جب کہ معلوم رہے کہ ابوزہرہ کے بقول ''الکافی'' کی بیشتر روایتیں ان کے ائمہ تک پہنچ کر ختم ہو جاتی ہیں۔ اور ہمارا یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی سند متصل ذکر کی گئی ہے اور نہ یہی دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال ہیں۔ ہاں صرف اس کی ایک ہی شکل ہے کہ ان کے ائمہ کے اقوال کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مان لیا جائے اور کہا جائے کہ یہی اللہ کا دین ہے۔ الکافی کی بیشتر روایات امام صادق تک موقوف ہیں، ان میں کچھ ہی ایسی ہیں جن کی سندیں ان کے باپ باقر تک پہنچتی ہیں اور اس سے کم وہ روایات ہیں جو امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ تک پہنچتی ہیں۔ شاذ و نادر ہی کوئی روایت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہوگی۔ ❶

اسی طرح اہل تشیع کی ایک مستند کتاب کا نام ''من لا یحضرہ الفقیہ'' ہے جسے ابوجعفر محمد بن علی بن موسیٰ بن بابویہ نے تالیف کیا ہے۔ یہ شیخ صدوق سے ملقب کیے جاتے ہیں اور ان کے بڑے خراسانی علماء میں سے ہیں، ان کی وفات ۳۸۱ھ میں ہوئی۔

اسی طرح ''تہذیب الأحکام'' اور ''الاستبصار فیما اختلف من الأخبار'' بھی اہل تشیع کی دو مستند و معتبر کتابیں ہیں اور ان دونوں کے مولف محمد بن حسن الطوسی ہیں۔ یہ تمام شیعی کتابیں دسیوں ہزار ایسی حدیثوں پر مشتمل ہیں جن کی صحت کو ثابت کرنا ناممکن ہے، بلکہ ان میں بیشتر موضوع اور من گھڑت ہیں۔ ❷ جیسا کہ ہم ان احادیث کی طرف اشارہ کر چکے ہیں جن پر انھوں نے اعتماد کرتے ہوئے علی رضی اللہ عنہ کے حق میں استحقاق خلافت کا دعویٰ کیا ہے اور خود شیعہ یا ان کے بعض حضرات کو یہ اعتراف ہے کہ ان کتابوں میں موضوع روایات پائی جاتی ہیں اور خود انھیں لوگوں نے اپنے بعض راویوں پر جرح کی ہے۔

پس جب معاملہ اس طرح ہے تو شیعہ قوم کو علی رضی اللہ عنہ کی ان وصیتوں پر عمل کرنا چاہیے کہ اپنے دین کو لازم پکڑو، اپنے نبی کے طریقے پر چلو اور اس کی سنت کا اتباع کرو، اپنے مشکل معاملات کو قرآن پر پیش کرو، پس قرآن جس کی تصدیق کرے اسے لازم پکڑ لو اور جس کی تصدیق نہ کرے اسے چھوڑ دو۔ ❸

اور فرمایا:

''اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کی اقتدا کرو، بے شک وہی سب سے افضل طریقہ ہے اور آپ کی سنت

---

❶ الإمام الصادق / أبوزهره ص (٤٢٩). ❷ الخطوط العریضة ص (٤٩).

❸ البدایة والنهایة (٧/ ٢٤٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پر چلو، بے شک وہی سب سے افضل سنت ہے۔" ❶

نیز ان لوگوں کو چاہیے کہ قرآنی احکام اور اس کی آیات کے معانی کو سمجھنے میں امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے طریقے پر عمل کریں، ظاہر قرآن کو لازم پکڑیں، مجمل کو مفسر اور مطلق کو مقید پر محمول کریں، ناسخ و منسوخ کی رعایت کریں، لغت عرب پر دھیان دیں، ایک نص کو دوسرے نص کی مدد سے سمجھنے کی کوشش کریں، اس کے مشکل مقامات کے بارے میں پوچھ لیا کریں، آیات کی مناسبت کا علم رکھیں، عام کی تخصیص کیا کریں اور امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے یہ سبق لے لیں کہ انھوں نے مقام نبوت کا کس طرح احترام کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق آپ کی سنت کے ساتھ تعامل کریں جو میں نے اس کتاب میں بیان کر دیا ہے، پھر اپنی کتابوں میں پائی جانے والی روایتوں کو دونوں عادل یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کریں، جو کتاب اور سنت کے موافق ٹھہرے اسے قبول کریں اور جو مخالف ٹھہرے اسے پھینک دیں، اپنے متبعین کو بھی ان روایتوں سے خبردار کریں اور خاص طور پر وہ ان روایتوں سے جن سے ان کے ائمہ کرام تک کی ہتک ہوتی ہے چہ جائیکہ اسلام اس سے محفوظ رہے۔ اللہ کا دین مکمل ہو چکا ہے اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ ﴾ (المائدۃ: ۳)

"یعنی آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کر دیا ہے۔"

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ ﴾ (المائدۃ: ٦٧) (اے رسول جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے پہنچا دیجیے اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ کی رسالت ادا نہیں کی۔) کی فرماں برداری کرتے ہوئے پوری شریعت کو لوگوں تک واضح طور پر پہنچا دیا ہے اور دنیا والوں پر حجت قائم کر دی ہے اور مسلمانوں کے درمیان اس کا اعلان عام کر دیا ہے۔ آپ نے شریعت کی کوئی بات قطعاً کسی سے پوشیدہ نہ رکھی نہ اسے کسی کے لیے خاص کیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ ﴾ (آل عمران: ۱۸۷)

"تم اسے سب لوگوں سے ضرور بیان کرو گے اور اسے چھپاؤ گے نہیں۔"

پس یہ قرآن دنیا کے تمام انسانوں کے لیے بیان ہے۔ یہ اہل بیت کی کسی ایک جماعت کے لیے خاص نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَ الْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓىِٕكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۝۱۵۹ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ بَيَّنُوْا ﴾ (البقرۃ: ۱۵۹-۱۶۰)

❶ البدایة والنھایة (۷/ ۳۱۹).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''بے شک جو لوگ اس کو چھپاتے ہیں جو ہم نے واضح دلیلوں اور ہدایت میں سے اتارا ہے، اس کے بعد کہ ہم نے اسے لوگوں کے لیے کتاب میں کھول کر بیان کر دیا ہے، ایسے لوگ ہیں کہ ان پر اللہ لعنت کرتا ہے اور سب لعنت کرنے والے ان پر لعنت کرتے ہیں۔ مگر وہ لوگ جنھوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی اور کھول کر بیان کر دیا تو یہ لوگ ہیں جن کی میں توبہ قبول کرتا ہوں اور میں ہی بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہوں۔''

پس قرآنی صراحت کے مطابق دین ہر اعتبار سے پورا اور مکمل ہو چکا ہے، نہ اس میں کوئی تبدیلی ہو سکتی ہے نہ کمی۔ ❶ خواہ وہ امام مزعوم کی طرف سے ہو، خواہ امام غائب منتظر کی جانب سے۔ ❷ نبی مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا دین اپنے رب کے حکم کے مطابق دنیا والوں تک پہنچانے کے بعد اس دنیا کو الوادع کہا۔ فرمایا:

((تَرَكْتُكُمْ عَلَى مِثْلِ الْبَيْضَاءِ، لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا لَا يَزِيغُ عَنْهَا بَعْدِيْ إِلَّا هَالِكٌ .)) ❸

''میں نے تم کو واضح شاہراہ پر چھوڑا ہے اس کی رات بھی اس کے دن کے مانند ہے، میرے بعد اس سے نہیں بھٹکے گا مگر ہلاک ہونے والا۔''

اور ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے جدا ہوئے، درآں حالیکہ اگر کسی چڑیا نے آسمان میں اپنے پیر پھڑ پھڑایا تو ہمیں اس سے علم کی راہ دکھائی۔'' ❹

''تقیہ'' شیعہ کی نظر میں

۱: تعریف:

روافض شیعہ کے نزدیک بقول علامہ مفید تقیہ کا مطلب ہے حق کو چھپانا اور اسے چھپانے کا عقیدہ رکھنا، نیز مخالفین کو اندھیرے میں رکھنا اور ان کی ایسی کھلی مخالفت سے گریز کرنا کہ جس سے دین یا دنیا کا کوئی نقصان پہنچے۔ ❺ اور بارھویں صدی ہجری کے ایک بڑے شیعہ عالم یوسف البحرانی کے نزدیک تقیہ سے مراد مخالفین کے خطرات سے بچنے کے لیے ان کے دینی معاملات میں ان کی موافقت کا مظاہرہ کرنا۔ ❻

ان کے امام خمینی کے نزدیک تقیہ کا معنی ہے کہ انسان اپنی جان، عزت، یا مال کی حفاظت کی خاطر کوئی خلاف واقع بات کہے، یا ایسا عمل کرے جو شرعی اصولوں کے خلاف ہو۔ ❼ تقیہ کے بارے میں تین مختلف ادوار میں روافض علمائے شیعہ کے تین بڑے علماء کی یہ تین تعریفیں ہیں اور یہ تینوں تعریفیں تقیہ کے چار بنیادی احکام کے گرد

---

❶ المحلی (١/ ٢٦). ❷ أصول الشيعة الإمامية (١/ ٣٩٨).

❸ أحمد (٤/ ١٢٦)، ابن ماجه (٥، ٤٣)، السنة ابن أبي عاصم (٤٧، ٤٨، ٤٩) شیخ البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔

❹ مسند أحمد (٥/ ١٥٣). ❺ تصحيح الاعتقاد ص (١١٥).

❻ الكشكول (١/ ٢٠٢). ❼ كشف الأسرار ص (١٤٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گھومتی ہیں وہ یہ ہیں:

- تقیہ کا معنی ہے کہ انسان دوسرے کے سامنے منہ سے کچھ کہے اور دل میں کچھ چھپائے۔
- تقیہ صرف مخالفین کے لیے استعمال کیا جائے گا اور اس عموم میں تمام مسلمان داخل ہیں۔
- تقیہ کا تعلق مخالفین کے دینی و مذہبی امور سے ہوگا۔
- تقیہ کا استعمال اس وقت کیا جائے جب عزت، جان یا مال پر خطرہ ہو۔

یہی چار احکام عقیدہ تقیہ کا محور ہیں۔ ❶

۲: تقیہ کی مذہبی حیثیت:

شیعہ کے نزدیک تقیہ کا بڑا اونچا مقام ومرتبہ ہے اور ان کی امہات کتب میں اس کی فضیلت میں متعدد روایتیں وارد ہیں، چنانچہ کلینی وغیرہ نے جعفر الصادق سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا:

"تقیہ میرے اور میرے آباء واجداد کے دین میں سے ہے، جس کے پاس تقیہ نہیں اس کے پاس ایمان نہیں۔" ❷

اور ابوعبداللہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا:

"دین کا دارومدار تقیہ پر ہے۔ جس کے پاس تقیہ نہیں اس کے پاس دین نہیں، ہر چیز میں تقیہ ہے سوائے نبیذ اور موزوں پر مسح کے۔" ❸

اور المحاسن کے مولف کہتے ہیں:

"حبیب بن بشیر سے روایت ہے کہ ابوعبداللہ نے فرمایا کہ نہیں، اللہ کی قسم! اس روئے زمین پر میرے نزدیک تقیہ سے محبوب کوئی چیز نہیں۔ اے حبیب! جس کے پاس تقیہ ہوگا اللہ اس کا درجہ بلند کرے گا، اے حبیب! جس کے پاس تقیہ نہیں ہوگا اللہ اسے پست کرے گا۔" ❹

امالی الطوسی میں جعفر الصادق سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا:

"جو شخص تقیہ کو لازم نہ پکڑے اور ہمیں رعایا کے پست درجہ لوگوں سے محفوظ نہ رکھے وہ ہم میں سے نہیں۔" ❺

اور "الاصول الاصیلہ" میں علی بن محمد سے داؤد الصرمی کے مسائل میں ذکر ہے کہ داؤد کہتے ہیں، انھوں نے مجھ سے کہا: اے داؤد! اگر میں تم سے یہ کہوں کہ تقیہ کا چھوڑنے والا نماز چھوڑنے والے کی طرح ہے تو میں سچا ہوں گا۔" ❻

اور باقر سے مروی ہے کہ ان سے پوچھا گیا: سب سے کامل انسان کون ہے؟ تو فرمایا:

---

❶ بذل المجهود (۲/ ٦٣٨). ❷ أصول الكافي (۲/ ۲۱۹) المحاسن ص (۲۵۵).

❸ أصول الكافي (۲/ ۲۱۷) بذل المجهود (۲/ ۲۳٦).

❹ المحاسن / البرقي ص (۲۵۷). ❺ أمالي الطوسي ص (۲۸۷).

❻ الأصول الأصيله / عبدالله شبّر ص (۳۲۰).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''جو تقیہ کا سب سے بڑا عالم ہو اور اپنے بھائیوں کے حقوق کو سب سے زیادہ ادا کرنے والا ہو۔'' ❶

نیز انھیں سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

''ہمارے شیعہ، افاضل ائمہ کے اخلاق کریمہ کا سب سے افضل حصہ تقیہ کا استعمال ہے۔'' ❷

یہ ساری روایتیں بتاتی ہیں کہ شیعہ کے نزدیک تقیہ کی دینی حیثیت کیا ہے اور ان کے مذہب میں اسے کتنا بلند مقام حاصل ہے، یہ ان کے اصول دین کا حصہ ہے، تقیہ کے بغیر کسی شیعہ کا ایمان صحیح نہیں ہوسکتا، اس کا چھوڑنے والا نماز چھوڑنے والے کی طرح گناہ گار ہوگا، بلکہ یہ تمام ارکان اسلام سے افضل ہے۔ دین کے دس حصوں میں نو حصہ تقیہ پر اور ایک حصہ دیگر ارکان اسلام اور فرائض دین پر قائم ہے۔ ❸ الکافی کے مولف نے اس کے متعلق روایات کو باب التقیہ، ❹ باب الکتمان ❺ اور باب الاذاعۃ ❻ کے تحت ذکر کیا ہے۔ اور مجلسی نے بحار الانوار میں اس موضوع کی تقریباً ایک سو نو روایتیں ''باب التقیہ والمدارۃ'' کے تحت ذکر کی ہیں۔ ❼

۳: تقیہ میں مبالغہ پسندی کا سبب:

اب ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ تقیہ کو اس قدر دینی اہمیت کیوں دی گئی؟ اور اس کے عوامل و اسباب کیا ہیں؟ چنانچہ اس کے اسباب کچھ اس طرح سمجھ میں آتے ہیں۔

خلفائے ثلاثہ کی امامت کے بطلان کا عقیدہ:

روافض شیعہ علی رضی اللہ عنہ کے پیشرو تینوں خلفاء کی امامت کو باطل سمجھتے ہیں اور ان کے ساتھ جن لوگوں نے ان کے ہاتھوں پر بیعت کی سب کو کافروں میں شمار کرتے ہیں، حالانکہ علی رضی اللہ عنہ نے بھی ان پر بیعت کی تھی اور ان کے پیچھے نماز پڑھی، ان کے ساتھ جہاد کیا اور اپنی بیٹی ام کلثوم کو عمر رضی اللہ عنہ کے عقد نکاح میں دیا، ابوبکر کے ساتھ جہاد پر نکلے اور جب خود منصب خلافت سنبھالا تو انھیں تینوں کی روش اپنائی، ابوبکر و عمر نے جو کچھ کیا تھا اس میں کوئی رد و بدل نہیں کیا۔ یہ ایسے حقائق ہیں جن کا اعتراف خود شیعہ مذہب کی کتابوں کو بھی ہے۔ پس ان حقائق کی موجودگی میں شیعہ مذہب کی عمارت زمین بوس ہو رہی تھی پس اس تناقض سے نجات پانے کے لیے انھوں نے ''تقیہ'' کا عقیدہ ایجاد کیا۔ ❽ اور تقیہ کے اصول کو تاریخی واقعات کی تفسیر کے لیے استعمال کیا اور کہا کہ علی رضی اللہ عنہ کا ابوبکر و عمر پر کسی اعتراض اور مظاہرے سے خاموشی کی وجہ سے تقیہ تھی۔ اور حسن بن علی کا معاویہ کے حق میں خلافت سے دست بردار ہونے کی وجہ تقیہ تھی اور خود ہمارے ائمہ کا روپوش ہو جانا اور غائب رہنا ''تقیہ'' ہے۔ اس طرح تمام ہی واقعات جو ان کے عقائد کے خلاف ہوں گے ان کی تفسیر وہ تقیہ کے ضمن میں کر سکتے ہیں۔ ❾

---

❶ الأصول الأصيله/ عبدالله شبر ص (٣٢٤).
❷ الأصول الأصيله ص (٣٢٣).
❸ بذل المجهود (٢/ ٦٣٧).
❹ أصول الكافي (٢/ ٢١٧).
❺ أصول الكافي (٢/ ٢٢١).
❻ أصول الكافي (٢/ ٣٦٩).
❼ بحار الأنوار (٧٥/ ٣٩٣ تا ٤٤٣).
❽ أصول الشيعه الإمامية (٢/ ٩٨٤)
❾ دراسات عن الفرق و تاريخ المسلمين ص (٢١٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ائمہ کی عصمت، سہو، خطا اور نسیان سے مبرّا ہونے کا عقیدہ:

ان کا عقیدہ ہے کہ ائمہ معصوم عن الخطا ہیں، ان سے سہو، خطا اور نسیان کا صدور نہیں ہوتا، حالانکہ یہ دعویٰ ان ائمہ کے احوال زندگی کے واقع کے خلاف ہے، حتیٰ کہ وہ شیعی روایتیں جو ان ائمہ کی طرف منسوب ہیں وہ خود ساختہ اور متناقض ہیں، شاید ہی کوئی ایسی روایت ملے جس کے مقابل میں کوئی معارض ومتناقض روایت نہ ہو، جیسا کہ ان کے شیخ طوسی کو اس کا اعتراف ہے۔ ❶

پس چونکہ یہ حقیقت عصمت ائمہ کے اصول کو یکسر مسترد کرتی تھی اس لیے تقیہ کو استعمال کیا تاکہ اس تناقض، اختلاف اور ائمہ پر جھوٹ کا پردہ ڈالنے کا جواز مل سکے، چنانچہ مولف ''الکافی'' منصور بن حازم سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے کہا: کیا بات ہے کہ جب میں آپ سے کسی مسئلہ کے بارے میں دریافت کرتا ہوں تو آپ مجھے ایک جواب دیتے ہیں، اور میرے علاوہ کوئی دوسرا آتا ہے تو اسے دوسرا جواب دیتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ہم کمی اور زیادتی کے اعتبار سے لوگوں کو جواب دیتے ہیں۔ ❷

الکافی کے شارح کا کہنا ہے: تقیہ کے وقت حکم میں زیادتی اور عدم تقیہ کے وقت کمی کا جواب میں خیال رکھا جاتا تھا یہ بھول چوک اور جہالت کی وجہ سے نہ تھا بلکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ ان کے جواب میں اختلاف ان کے لیے زیادہ مناسب اور ان کے بقاء کے لیے نفع بخش ہے کیونکہ اگر ایک ہی جواب سب کے لیے ہوتا تو ان سب کا تشیع جان لیا جاتا اور یہ ان کے اور ائمہ علیہم السلام کے قتل کا سبب بن جاتا۔ ❸

ائمہ پر جھوٹوں کی غلط بیانی کے لیے راہ ہموار کرنا:

اس تقیہ کے پیچھے ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ائمہ پر جھوٹوں کی غلط بیانی کے لیے راہ ہموار کیا جائے اور اہل بیت کے حقیقی مذہب پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی جائے۔ بایں طور کہ یہ لوگ یعنی تقیہ کے خالق اپنے پیروکاروں کو یہ احساس دلاتے ہیں کہ ائمہ کے بارے میں ہم جو کچھ نقل کرتے ہیں یہی ان کا مذہب وعقیدہ رہا ہے اور اس کے علاوہ جو کچھ ان کے بارے میں مشہور ہے یا دیگر مسلمانوں کے سامنے ہم ان کے بارے میں جو کچھ کہتے ہیں یا کرتے ہیں وہ ہمارا مذہب نہیں بلکہ تقیہ پر مبنی ہے۔

پس اس حیلہ کے ذریعے سے ان ائمہ کے حقیقی اقوال سے کھیلنے، ان کی طرف غلط بات منسوب کرنے اور صحیح روایات کو جھٹلانے کا انھیں موقع مل جاتا ہے، چنانچہ آپ انھیں دیکھیں گے کہ وہ امام محمد الباقر، یا جعفر الصادق کے ان اقوال کو جن کو انھوں نے مجمع عام میں کہا ہوگا یا اسے عادل مسلمانوں نے نقل کیا ہوگا، یہ کہہ کر رد کر دیتے ہیں کہ ان کے سامنے اہل سنت موجود تھے، اس لیے انھوں نے تقیہ کے طور پر یہ کہا تھا۔ اور پھر جابر جعفی جیسے جھوٹوں کی نقل کی ہوئی روایات کو اس حجت کے ساتھ قبول کر لیتے ہیں کہ وہاں کوئی اہل سنت موجود نہ تھا کہ تقیہ کی ضرورت پڑتی۔

---

❶ أصول الشيعة الإمامية (٢/ ٩٨٥). ❷ أصول الكافي (١/ ٦٥).

❸ شرح جامع / مازندراني (١/ ٦٥).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آپ کو سمجھنے کے لیے بس یہ کافی ہے کہ امام زید بن علی جو کہ اہل بیت کے ایک فرد ہیں، وہ علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں جیسا کہ اثنا عشری شیعہ کی کتابوں میں موجود ہے کہ آپ نے وضو میں اپنے دونوں پاؤں کو دھویا، لیکن اس قوم کے شیخ الطائفہ اس حدیث کو نہیں مانتے اور اس کی تردید کے لیے تقیہ کے علاوہ کوئی حجت ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔ وہ ''الاستبصار'' میں اس حدیث کو بسند زید بن علی عن جدہ علی بن ابی طالب نقل کرتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں وضو کرنے کے لیے بیٹھا، جب میں نے وضو شروع کیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے...... پھر کہا: میں نے اپنے دونوں پاؤں کو دھویا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

((یَا عَلِیُّ خَلِّلْ بَیْنَ الْاَصَابِعِ وَلَا تُخَلِّلْ بِالنَّارِ .)) ❶

''اے علی انگلیوں کے درمیان خلال کر لے اور آگ سے خلال نہ کر۔''

آپ دیکھ رہے ہیں کہ شیعہ کتاب کے حوالے سے علی رضی اللہ عنہ وضو میں اپنے پاؤں دھوتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں انگلیوں کے درمیان خلال کرنے پر زور دیا، لیکن شیعہ قوم نہ سنت رسول کی پابند ہے اور نہ طریقہ علی رضی اللہ عنہ کی اور نہ ہی اس طرح کی روایات پر یہ قوم توجہ دیتی ہے اگرچہ وہ ائمہ اہل بیت ہی کی روایات کیوں نہ ہوں اور انھیں کی کتابوں میں کیوں نہ وارد ہوں۔ اسی طرح شیعہ بزرگان وعلماء نہ ان روایات پر غور کرتے ہیں اور نہ ان کی تحقیق کی ضرورت محسوس کرتے ہیں، کیونکہ ان کے نزدیک ایک دلیل تیار ہے جس کا نام ہے ''تقیہ''۔ اسی لیے طوسی کا کہنا ہے کہ یہ روایت عوام (یعنی اہل سنت) کے موافق ہے اور یہاں تقیہ کے طور پر وارد ہے، کیونکہ بلاشبہ ہمارے ائمہ علیہم السلام کے مذہب میں ہے کہ دونوں پیروں پر مسح ہی کیا جائے گا۔ آگے لکھتا ہے کہ اس روایت کے سبھی راوی ''عامہ'' یعنی اہل سنت اور زیدیہ کے افراد ہیں اور جو ان کا خاص مذہب ہو اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔ ❷

نکاح کے باب میں ان کے یہاں تحریم متعہ کی روایات پائی جاتی ہیں، چنانچہ ان کی کتابوں میں بسند زید بن علی عن آباءٔ عن علی علیہ السلام مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن پالتو گدھوں کا گوشت اور نکاح متعہ حرام کر دیا۔ ❸ ان کے شیخ الحر العاملی کہتے ہیں:

''میں کہتا ہوں کہ اسے شیخ (طوسی) وغیرہ نے تقیہ فی الروایہ پر محمول کیا ہے، اس لیے کہ متعہ کو مباح قرار دینا امامیہ مذہب کی ضروریات کا حصہ ہے۔'' ❹

اسی طرح تقسیم میراث کے بارے میں اہل تشیع کا مسلک ہے کہ عورت کسی غیر منقولہ جائداد مثلاً گھر اور زمین وغیرہ کی وارث نہیں ہو سکتی۔ ❺ لیکن جب ان کے ائمہ سے اس مسلک کے خلاف روایت آئی جو کہ ابو یعقوب سے روایت ہے کہ میں نے ابو عبداللہ سے پوچھا: کیا مرد اپنی بیوی کے گھر یا زمین جیسی چیز کا وارث بن سکتا ہے؟ یا اسے

---

❶ الاستبصار (۱/ ۶۵، ۶۶). ❷ الاستبصار (۱/ ۶۵، ۶۶).

❸ تهذيب الأحكام/ طوسی (۲/ ۱۸٤). ❹ وسائل الشيعة (۷/ ٤٤۱).

❺ الاستبصار (٤/ ۱۵۱، ۱۵۵).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بھی عورت کی حیثیت حاصل ہوگی کہ وہ اس کی کسی چیز کا وارث نہیں بنے گا؟ تو آپ نے فرمایا: مرد اپنی بیوی کا اور بیوی اپنے شوہر کا دونوں ایک دوسرے کی چھوڑی ہوئی چیز کے وارث ہو سکتے ہیں۔ تو طوسی نے کہا: ہم اسے تقیہ پر محمول کرتے ہیں۔ اس لیے کہ ہمارے تمام مخالفین اس مسئلہ میں ہمارے خلاف ہیں، عامہ'' (اہل سنت) میں سے کوئی بھی اس مسئلہ میں ہمارا موافق نہیں اور جو اس طرح کے مسائل ہوں ان میں تقیہ کرنا جائز ہے۔ ❶

شیعہ کو دیگر مسلمانوں سے الگ کرنا:

''تقیہ'' کو عام کرنے کے پیچھے ایک مقصد یہ بھی ہے کہ شیعہ حضرات کو عام مسلمانوں سے الگ کر کے ان کی مستقل اپنی شناخت قائم ہو، اسی لیے اسی انداز پر ان کی روایات بھی وارد ہیں، ان کے امام ابوعبداللہ فرماتے ہیں:

''میری جو بات لوگوں کی بات کے مشابہ سنو، تو جان لو کہ اس میں تقیہ ہے اور میری جو بات لوگوں کے قول کے مشابہ نہ ہو تو جان لو کہ اس میں تقیہ نہیں ہے۔'' ❷

بہر حال اس قوم نے اگرچہ عقیدہ تقیہ کو اپنے لیے لازم کر لیا، لیکن اس کا ایک انتہائی برا نتیجہ یہ سامنے آیا کہ خود شیعہ قوم اپنے ائمہ کے حقیقی مذہب کی معرفت سے ہاتھ دھو بیٹھی اور اس کے بڑے بڑے مشائخ تک کو یہ معلوم نہیں رہا کہ ان ائمہ کے اقوال میں کون سا قول تقیہ ہے اور کون سا قول حقیقی ہے۔ ❸ اور انھوں نے اپنے لیے ایک میزان و معیار قائم بھی کیا تو اس نے شیعہ مذہب کو غلو کے دائرہ تک پہنچا دیا، وہ میزان یہ کہ عامہ (اہل سنت) کی مخالفت ہی میں رشد و ہدایت ہے۔ ❹

''الحدائق الناضرۃ'' کے مصنف نے اعتراف کیا ہے کہ تقیہ کی وجہ سے وہ اپنے دینی احکامات کو بہت کم جان سکے۔ چنانچہ ان کا کہنا ہے کہ یقینی طور پر دین کے احکام کو نہیں جانا مگر تھوڑا ہی، کیونکہ دینی احکامات کی روایات تقیہ والی روایتوں میں گڈمڈ ہیں، اسی سچائی کا اعتراف ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب الکلینی کو بھی اپنی جامع الکافی میں ہے، حتیٰ کہ انھوں نے اخبار و روایات میں تعارض کے وقت مروی شدہ ترجیحات کا سہارا لیا ہے اور اس کی حقیقت کے علم کو ائمہ ابرار کے حوالے کر کے ظاہر پر تسلیم و رضا کا اظہار کیا ہے۔ ❺

چلتے چلتے یہ معلوم رہے کہ ان لوگوں کا تقیہ کو عملی جامہ پہنانا ہی اس بات کی بہترین شہادت ہے کہ ان کا تقیہ ناگہانی اور مجبوری کے حالات کے ساتھ مربوط نہیں ہے۔ یوسف البحرانی اس بات کے معترف ہیں کہ ائمہ کرام احکام کے درمیان متضاد و مخالف باتیں کرتے ہیں، اگرچہ ان کے پاس کوئی اور نہ بھی ہو، چنانچہ آپ دیکھو گے کہ وہ ایک ہی مسئلہ کے متعدد جواب دیتے ہیں، اگرچہ مخالفین میں سے کوئی اس کا قائل نہ ہو۔ ❻

---

❶ الاستبصار (٤/ ١٥٤).
❷ بحار الأنوار (٢/ ٢٥٢).
❸ أصول الشيعة الإمامية (٢/ ٩٨٩).
❹ أصول الشيعة الإمامية (٢/ ٩٨٩).
❺ الحدائق الناظرة / يوسف البحراني (١/ ٥)
❻ الحدائق الناظرة / يوسف البحراني (١/ ٥)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تقیہ اہل سنت کی نظر میں:

اسلام میں تقیہ کا مفہوم زیادہ تر کفار کے ساتھ واقع ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ﴾ (آل عمران: ۲۸)

''مگر یہ کہ تمھیں (ان کے شر سے) بچاؤ مقصود ہو۔''

ابن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس آیت میں اللہ نے جس تقیہ کا ذکر کیا ہے یہ کفار کے ساتھ ہے نہ کہ ان کے علاوہ کسی کے ساتھ۔'' ❶

چنانچہ اسی بناء پر بعض سلف کا خیال ہے کہ اب جب کہ اللہ نے اسلام کو باعزت غالب کر دیا ہے تقیہ کی ضرورت نہیں رہی۔ معاذ بن جبل اور مجاہد فرماتے ہیں کہ شروع اسلام میں، مسلمانوں کی شوکت وقوت سے پہلے تقیہ تھا، لیکن آج اللہ نے مسلمانوں کو اس بات سے اوپر اٹھا دیا کہ وہ کفار سے تقیہ اختیار کریں۔ ❷

لیکن افسوس ہے کہ شیعہ قوم کا تقیہ مسلمانوں کے ساتھ ہے اور خاص طور پر اہل سنت کے ساتھ۔ حتیٰ کہ یہ لوگ فضیلت کی بشارت یافتہ صدیوں کو تقیہ کا دور شمار کرتے ہیں جیسا کہ ان کے شیخ مفید نے ثابت کیا ہے اور جیسا کہ ائمہ کی طرف ان کے منسوب کردہ اقوال سے یہ بات مترشح ہوتی ہے۔ ایسا اس لیے ہے کہ یہ لوگ اہل سنت کو یہود ونصاریٰ سے بڑا کافر شمار کرتے ہیں، کیونکہ بارہ اماموں کی امامت کا منکر ان کے نزدیک منکر نبوت سے بڑا مجرم ہے۔ ❸

صحیح بات یہ ہے کہ اضطراری حالات میں تقیہ کا مذکورہ شرعی مفہوم ایک رخصت ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے کفار کی دوستی کی ممانعت کے اصول سے اسے مستثنیٰ ٹھہرایا ہے اور فرمایا:

﴿ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ وَ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۲۸ ﴾ (آل عمران: ۲۸)

''ایمان والے مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست مت بنائیں اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کی طرف سے کسی چیز میں نہیں مگر یہ کہ تم ان سے بچو، کسی طرح بچنا اور اللہ تمھیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

پس اس آیت میں اللہ نے کفار کی دوستی سے منع کیا اور اس پر سخت ترین وعید سنائی کہ جو ایسا کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی کسی حمایت میں نہیں، یعنی جو شخص اللہ کے ممنوعہ حکم کا مرتکب ہوگا اللہ کا اس سے کچھ لینا دینا نہیں، پھر فرمایا: مگر یہ کہ ان کے شر سے کسی طرح بچاؤ مقصود ہو، یعنی ہاں بعض اوقات، یا مقامات پر اگر ان کے شر کا خطرہ ہو تو اپنے

❶ تفسیر الطبری (۶/ ۳۱۶)۔
❷ تفسیر قرطبی (۴/ ۵۷) فتح القدیر (۱/ ۳۳۱)
❸ تفسیر قرطبی (۲/ ۹۷۸)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بچاؤ کی خاطر بظاہر تعلق و رفاقت کا مظاہرہ کر سکتا ہے، مگر قلبی طور پر نہیں۔ ❶ اہل علم کا اجماع ہے کہ اضطراری حالت میں تقیہ کے لیے رخصت ہے۔ ابن المنذر فرماتے ہیں: تمام علماء نے اجماع کیا ہے کہ جو شخص کفر کے لیے مجبور کیا جائے حتیٰ کہ اسے اپنی جان کے قتل کر دیے جانے کا خوف ہو، ایسی حالت میں وہ کفر کر لے، لیکن اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو، تو اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ ❷ البتہ اگر وہ شخص اس مقام پر عزیمت کو ترجیح دے تو یہ افضل ہے۔ ابن بطال نے فرمایا کہ علمائے اسلام کا اجماع ہے کہ جو شخص کفر کے لیے مجبور کیا گیا اور اس نے قتل کر دیے جانے کو ترجیح دیا تو وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑے اجر کا مستحق ہے۔ ❸ لیکن شیعہ قوم کے نزدیک تقیہ رخصت نہیں بلکہ ان کے دین کا ایک اساسی رکن ہے۔ ❹

دین اسلام میں جو کہ جہاد اور دعوت کا دین ہے، تقیہ کی یہ حیثیت نہیں ہے کہ وہ مسلمانوں کی زندگی کی روش یا اسلامی معاشرہ کی شناخت بن جائے، بلکہ یہ ایک وقتی اور انفرادی چیز ہے جو اضطراری حالت اور ہجرت کی بے بسی کے ساتھ مربوط ہے۔ جونہی وہ اضطراری حالت ختم ہوئی اس رخصت کی اجازت بھی ختم ہوئی۔ رہا شیعہ مذہب، تو یہ اس کے عنصر میں شامل ہے اور اس مذہب کی تعمیر میں اس کا کردار ہے، اس میں یہ ایک باقی رہنے والی اور ہمیشہ سب کے لیے ایک اجتماعی روش ہے۔ ❺ اہل علم نے شیعہ کی حالات زندگی کے تجربے سے یہ ثابت کیا ہے کہ ان کا تقیہ جھوٹ اور نفاق سے عبارت ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تقیہ مساوی بہ نفاق اور تقیہ فی الاسلام میں فرق کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ایسا نہیں ہے کہ میں جھوٹ بولوں اور زبان سے وہ بات کہوں کہ میرے دل میں نہیں ہے۔ کیونکہ یہ تو نفاق ہے، لیکن مجھے چاہیے کہ اتنا کروں جتنا میری طاقت ہے...... ایک مومن جب کافروں اور فاجروں کے درمیان زندگی گزار رہا ہو اور اسے ان سے ہاتھ سے جہاد کرنے کی طاقت نہ ہو تو اس پر ان سے جہاد کرنا واجب نہیں ہوگا، ہاں اگر زبان سے ممکن ہو تو جہاد کرے، ورنہ دل سے، لیکن وہ جھوٹ نہ بولے اور نہ زبان سے ایسی بات کہے جو اس کے دل میں نہ ہو، بلکہ یا تو اپنے دین کو ظاہر کرے یا اسے پوشیدہ رکھے، یہ سب کچھ کرنے کے باوجود وہ اردگرد کے کفار یا فجار کے پورے دین کی موافقت و تائید نہ کرے، بلکہ وہ آل فرعون کے مومن کی طرح زندگی گزارے کہ جس نے آل فرعون کے پورے دین کی موافقت اور تائید نہ کی تھی اور نہ جھوٹ بولا تھا، نہ اپنی زبان سے کوئی بات کہی تھی۔ باطل دین کا اظہار ایک دوسری چیز ہے، جسے اللہ نے کبھی بھی جائز نہیں ٹھہرایا، فقط ایسے شخص کے لیے اس کی اجازت دی جو اس پر مجبور کر دیا گیا، تو اسے یہ مہلت دی گئی کہ اپنی جان بچانے کی خاطر صرف زبان سے کلمۂ کفر کو ادا

❶ تفسیر ابن کثیر (۱/ ۳۷۱).
❷ فتح الباری (۱۲/ ۳۱٤).
❸ فتح الباری (۱۲/ ۳۱۷).
❹ أصول الشیعة الإمامیة (۲/ ۹۷۹).
❺ أصول الشیعة الإمامیة (۲/ ۹۸۱).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کر دے، اللہ اسے اس پر معذور سمجھے گا، لیکن منافق یا جھوٹے لوگ تو یہ کبھی بھی معذور نہ سمجھے جائیں گے۔ پھر وہ مومن جو بحالت مجبوری اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے کفار کے درمیان زندگی گزار رہا ہو، اسے چاہیے کہ وہ اپنے ایمانی تقاضے کے مطابق کفار سے امانت، وصداقت اور خیر وخواہی کا برتاؤ کرے، اگرچہ ان کے دین کا موافق نہیں ہے، جیسے کہ یوسف علیہ السلام باشندگان مصر کے درمیان رہتے تھے، اور وہ سب کفار تھے، نیز اسے چاہیے کہ رافضی کے خلاف روش اختیار کرے، کہ جو اپنے مخالف کو ہر ممکن طریقے سے جو اس کے بس میں ہوتا ہے زک پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔'' [1]

شیخ سلمان العودہ نے اہل سنت اور رافضہ کے درمیان ''تقیہ'' کے مفہوم میں متعدد فرق کو اختصار سے یوں پیش کیا ہے:

- ''تقیہ'' اہل سنت کے نزدیک ایک استثنائی اور وقتی چیز ہے اور وہ اصل کے خلاف ہے، جب کہ شیعہ کے نزدیک ایک واجبی چیز ہے، اور اس کا بجالانا اس وقت تک فرض ہے جب تک کہ آل بیت کا امام غائب ظاہر نہ ہو جائے۔
- اہل سنت کے نزدیک ''تقیہ'' کا سبب زائل ہو جانے کے بعد اس پر عمل بھی ختم ہو جاتا ہے، لیکن شیعہ کے نزدیک یہ ایک اجتماعی واجبی ذمہ داری ہے، جس پر ثابت قدم رہنا اس وقت تک ضروری ہے جب تک کہ ان کے مہدی موعود جنم نہ لیں گے۔
- اہل سنت ''تقیہ'' کو ہمیشہ کفار کے لیے استعمال کرتے ہیں اور کبھی کبھار ظالموں اور فاسقوں کے لیے، لیکن شیعہ بنیادی طور پر اسے اپنے مخالف اہل سنت مسلمانوں کے لیے استعمال کرتے ہیں۔
- تقیہ اہل سنت کے نزدیک ایک ناپسندیدہ اور غیر طبعی چیز ہے۔ وہ اسے بادلِ ناخواستہ اپناتے ہیں، لیکن شیعہ کے نزدیک یہ انتہائی پسندیدہ اور نیک عمل ہے، جس کی تعریف میں ان کے ائمہ کے بہت سارے اقوال موجود ہیں۔ [2]

مہدی منتظر، شیعہ واہل سنت کے درمیان

ا۔ مہدی منتظر کا عقیدہ شیعوں کے نزدیک:

مہدی منتظر کا عقیدہ روافض شیعہ کے ان نمایاں عقائد میں سے ہے جن سے ان کی کتابیں بھری پڑی ہیں، امامیہ روافض کے نزدیک مہدی منتظر سے مراد محمد بن حسن عسکری ہیں جو کہ ان کے بارھویں امام ہیں اور جنھیں وہ لوگ ''حجت'' اور ''القائم'' کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ [3] ان کے عقیدہ کے مطابق ۲۵۵ھ میں ان کی ولادت

---

[1] أصول الشيعة الإمامية (۲/ ۹۹۵).
[2] العزلة و الخلطة/ سلمان بن فهد العودة ص (۱٤۹).
[3] الإرشاد/ المفيد ص (۳٦۳) كشف الغمة / الأربلي (۲/ ٤۳۷) بذل المجهود (۱/ ۲۳۷).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہوئی اور ۲۵۶ھ میں ''سامرہ'' کی سرنگ میں روپوش ہوگئے، آخری زمانے میں ان کے نکلنے کا انتظار ہے تب وہ ان کے دشمنوں سے انتقام لیں گے اور اہل تشیع کی مدد کریں گے۔ ❶ روافض شیعہ آج تک مسلسل ''سامرہ'' ❷ سرنگ کی زیارت اور امام غائب سے نکلنے کی دعائیں کرتے چلے آرہے ہیں۔ ❸

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ روافض جس مہدی کے دعوے دار ہیں وہ اصلاً معدوم ہے، اس کا کوئی وجود ہی نہیں، چنانچہ جن حسن عسکری کی طرف یہ لوگ مہدی منتظر کو منسوب کرتے ہیں وہ حسن وفات پا چکے ہیں اور انھوں نے اپنے پیچھے کوئی اولاد نہیں چھوڑی، ان کی میراث ان کی ماں اور بھائی جعفر کے درمیان تقسیم ہوئی ہے۔ مہدی منتظر کے عقیدہ نے روافض شیعہ کو ان خرافات اور دیو مالائی قصوں میں مبتلا کر رکھا ہے جنھیں کوئی عقل مند ماننے کو تیار نہیں ہوگا۔ یہ لوگ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مہدی، حسین کی اولاد میں سے ہیں۔ ❹ ان کی ولادت کے بارے میں عجیب و غریب واقعات نقل کرتے ہیں۔ ❺ کہتے ہیں کہ جب وہ نکلیں گے تو پوری دنیا کے شیعہ ان کے پاس جمع ہوجائیں گے، ❻ پھر وہ صحابہ کو ان کی قبروں سے نکال نکال کر انھیں عذاب دیں گے۔ ❼ عربوں کو اور خاص کر قریش کو قتل کریں گے۔ ❽ کعبہ، مسجد نبوی اور دیگر تمام مساجد کو ڈھا دیں گے۔ ❾ ایک نئے دین، نئی کتاب اور نئے حکم کی طرف سب کو دعوت دیں گے۔ ❿ اور یہودیوں کا تابوت لے کر شہروں اور ملکوں کو فتح کریں گے۔ ⓫ ان کے لیے دودھ اور پانی کے دو چشمے پھوٹ نکلیں گے، اس وقت ایک شیعہ کو چالیس آدمیوں کی طاقت ہوجائے گی۔ آپ ان کی قوت سماعت اور بصارت کو بڑھا دیں گے اور آل داؤد کے فیصلہ کی طرح فیصلہ کریں گے۔ ⓬

تردید: ...... حالانکہ مہدی منتظر کے بارے میں یہ تمام تر رافضی عقائد بالکل باطل اور بے بنیاد ہیں اور اس کے بطلان کے چند وجوہات ہیں:

ا: اسی مہدی کی ولادت کا کوئی ثبوت نہیں:

چنانچہ اللہ واحد کی حکمت اس بات کی متقاضی ہوئی کہ ان کے گیارھویں امام حسن عسکری کی وفات اس طرح ہو کہ ان کے کوئی اولاد نہ ہو، چنانچہ روافض شیعہ کے لیے یہ بڑے ہی عار اور رسوائی کی بات ہوئی کہ کیسے امام مر جائے اور اس کے کوئی اولاد نہ ہو، جو امامت میں اس کا خلیفہ بننے والا ہے، کیونکہ روافض شیعہ کا عقیدہ یہ تعیین اور تشریح کرتا ہے کہ امام کی موت کے بعد اس کا لڑکا ہی امام بن سکتا ہے اور یہ جائز نہیں کہ حسن اور حسین کے بعد

❶ بذل المجهود (١/ ٢٣٧) معجم البلدان (٣/ ١٧٣).
❷ المفيد ص (٣٤٦١) كشف الغمة (٢/ ٤٤٦).
❸ مصابيح الجنات / محسن العصفور ص (٢٥٥).
❹ الغيبة ص (١١٥) بذل المجهود (١/ ٢٣٨).
❺ بذل المجهود (١/ ٢٣٩).
❻ بحار الأنوار (٥٢/ ٢٩١).
❼ بحار الأنوار (٥٢/ ٣٨٦).
❽ بحار الأنوار (٥٢/ ٣٥٥).
❾ الرجعة / احسائی ص (١٨٤).
❿ الغيبة ص (١٥٤).
⓫ بذل المجهود ١/ ٢٤٧).
⓬ بذل المجهود (١/ ٢٤٩).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

امامت ان کے بھائیوں میں منتقل ہو۔ ❶ خود شیعہ کی کتابوں میں بھی ان کے مہدی منتظر کی ولادت کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ ❷

ب: مہدی کے روپوش ہونے کا کوئی مطلب نہیں:

اگر ہم بفرض محال مہدی کی ولادت کو تسلیم ہی کر لیں تو اتنے طویل عرصہ تک سرنگ میں ان کے روپوش رہنے کا کوئی مطلب نہیں، چنانچہ روافض شیعہ سے جب بھی یہ سوال کیا جاتا ہے کہ سرنگ میں ان کے روپوش رہنے اور خروج نہ کرنے میں کیا حکمت ہے؟ تو اس کی تعلیل وتوجیہ میں یہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ خود کو قتل کر دیے جانے سے ڈر رہے ہیں۔ ❸ حالانکہ یہ ایک بے کار اور باطل تعلیل ہے کیونکہ شیعہ کتابوں میں ان کے بارے میں آیا ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے مدد یافتہ ہوں گے اور مشرق تا مغرب پوری روئے زمین کے مالک ہوں گے، زمین جس طرح ظلم و جور سے بھری ہوگی اسی طرح اسے عدل و انصاف سے بھر دیں گے اور عیسیٰ علیہ السلام کے دور نزول تک زندہ رہیں گے۔ ❹ پس ان کی اس پُرعظمت اور عادلانہ کارروائی کی اہلیت کے بعد یہ کہنا کہ انھیں اپنی جان کا خطرہ ہے بالکل غلط ہے اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مہدی کا خروج اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک کہ ظلم و جور اور فساد بپا کرنے والی حکومتوں کا خاتمہ نہ ہو جائے گا تاکہ ان کی جان محفوظ رہے۔ لہٰذا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب جابر و ظالم حکومتوں کا خاتمہ ہو جائے گا تب ان کے نکلنے سے کیا فائدہ ہوگا؟ اور جب یہ حکومتیں اس بات کی طاقت رکھتی ہیں کہ ان کے نکلنے پر ان کی جان کی حفاظت کر لیں گی تو پھر آپ کا خروج کیوں نہیں ہوتا؟ ظاہر بات ہے کہ جو شخص خود اپنی ذات کو قتل سے محفوظ نہ رکھ سکے تو وہ دوسروں کی حفاظت سے بدرجہ اولیٰ عاجز ہوگا کیونکہ یہ مثل مشہور ہے:

((فَاقِدُ الشَّیْئِ لَا یُعْطِیْهِ.))

''جس کے پاس جو چیز نہ ہو وہ اسے دوسروں کو نہیں دے سکتا۔''

لہٰذا اے اہل تشیع! جس کی اہلیت یہ ہو اس کے بارے میں کیا خیال ہے کہ وہ تمھارے دشمن کے خلاف تمھاری بھرپور مدد کرے گا اور تمھارے لیے دشمن سے بدلہ لے گا۔ پس یہ دعویٰ باطل ہے کہ وہ اپنی جان قتل کر دیے جانے کے خوف سے باہر نہیں نکل رہے ہیں اور اسی بطلان وتردید سے وجود مہدی کا دعویٰ بھی باطل ہو جاتا ہے کیونکہ جان گنوانے کے خطرے کے علاوہ کوئی اور سبب نہیں ہے جو انھیں روپوش ہونے سے مانع رکھے۔ جیسا کہ شیخ الطائفہ طوسی کی تصریح ہے۔ ❺ پس یہ اللہ کی توفیق اور اس کا بڑا فضل واحسان ہے کہ وجود مہدی کا دعویٰ خود ان کے گھر کے علماء کی شہادت سے باطل ٹھہرا۔ ❻

---

❶ كمال الدين و تمام النعمة / الصدوق ص (٤١٤).

❷ أصول الكافي (١/ ٥٠٥) بذل المجهود (١/ ٢٦٧).

❸ الغيبة ص (١٩٩). ❹ بحار الأنوار (٥٢/ ١٩١).

❺ الغيبة ص (١٩٩). ❻ بذل المجهود (١/ ٢٧١).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ج: ایسے مہدی سے کوئی فائدہ نہیں ہوا:

اہل تشیع کے مہدی منتظر کے عدم ثبوت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آج تک دین یا دنیا کے کسی معاملہ میں ان کا کوئی فائدہ سامنے نہیں آیا۔ عام مسلمان تو اپنی جگہ خود روافض تک نے ان سے کوئی فائدہ نہیں پایا۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ امام معصوم جس کے بارے میں روافض کا دعویٰ ہے کہ وہ کسی وقت پیدا ہوئے تھے، جس پر آج ساڑھے چار سو سے زائد سالوں ❶ کا عرصہ گزر چکا اور ۲۶۰ھ میں سرنگ میں روپوش ہوئے، اس وقت بقول بعض وہ پانچ سال کے اور بقول بعض اس سے بھی کم عمر کے تھے۔ لیکن آج تک کوئی ایسی چیز سامنے نہیں آئی جس کے بارے میں کہا جائے کہ اسے امام معصوم نے کیا ہے۔ پس ایسی شخصیت اگر موجود بھی ہوتو اس کے وجود کا کیا فائدہ؟ اور جب وہ معدوم ہے تو پھر اس کے بارے میں کہنا ہی کیا ہے؟ جو لوگ اس معصوم پر ایمان لائے بھلا بتائیں کہ انھیں ان کے دین یا دنیا میں ان سے کون سی منفعت حاصل ہوئی۔ آپ نے فرمایا: اور یہ امام معصوم کہ روافض جس کے بارے میں دعویٰ کرتے ہیں جب وہ انھیں کے نزدیک غائب ہے اور عقلاء کے نزدیک اصلاً معدوم یعنی ناپید ہے تو دونوں صورتوں میں اس سے کسی کو کوئی فائدہ نہیں نہ دین میں اور نہ دنیا میں۔'' ❷

واضح رہے کہ دور حاضر میں اثنا عشری شیعہ نے ''ولایۃ الفقیہ'' کا عقیدہ اور اسے عملی جامہ پہنا کر مہدی منتظر کی امامت کے عقیدہ کو ناکارہ بنا دیا ہے، کیونکہ عقیدہ ''ولایۃ الفقیہ'' کا مطلب ہے کہ غیر معصوم عام مسلمان بھی منصب حکومت وولایت سنبھال سکتا ہے، یا وہ شخص بھی حاکم بن سکتا ہے جس کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول کی تصریح موجود ہو، بشرطیکہ وہ صاحب علم وعدل ہو۔

۲۔ مہدی منتظر کا عقیدہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک:

صحیح احادیث سے یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ قرب قیامت میں اہل بیت کے ایک آدمی کا ظہور کرے گا اور اس کے ذریعے سے دین اسلام کو قوت بخشے گا وہ سات سالوں تک حکومت کرے گا، روئے زمین کو عدل وسلامتی سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے وہ بھری ہوئی ہوگی۔ اس کے دور حکومت میں امت مسلمہ ایسی خوش حال ہوگی کہ کبھی اسے یہ خوش حالی میسر نہ ہوئی ہوگی زمین کی پیداوار بڑھ جائے گی اور آسمان سے بارش کا نزول ہوگا وہ بلاحساب وکتاب پوری فراوانی سے مال تقسیم کرے گا، بطور دلیل اس باب کی چند احادیث یہاں ذکر کی جارہی ہیں۔

- ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((یَخْرُجُ فِي آخِرِ أُمَّتِي الْمَهْدِيُّ یَسْقِیهِ اللّٰهُ الْغَیْثَ، وَ تُخْرِجُ الْأَرْضُ نَبَاتَهَا وَ

❶ امام ابن تیمیہ نے اپنے دور کے اعتبار سے یہ حساب لگایا ہے ورنہ آج اس پر تقریباً گیارہ سو پچاس سال گزر چکے ہیں۔

❷ منهاج السنة (۸/ ۲۶۱، ۲۶۲).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

يُعْطِي الْمَالَ صِحَاحًا، وَ تَكْثُرُ الْمَاشِيَةُ وَ تَعْظِمُ الْأُمَّةُ وَ يَعِيشُ سَبْعًا أَوْ ثَمَانِيًا .)) ❶

''میری امت کے آخر میں مہدی کا خروج ہوگا، اللہ تعالیٰ انھیں بارش عطا فرمائے گا اور زمین اپنے پودے اگائے گی اور وہ مال کو انصاف کے ساتھ تقسیم کریں گے چوپائے خوب ہو جائیں گے اور امت بڑھ جائے گی وہ سات یا آٹھ (سال) جئیں گے۔''

○ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَمْتَلِيَ الْأَرْضُ ظُلْمًا وَ عُدْوَانًا، قَالَ: ثُمَّ يَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ عِتْرَتِي - أَوْ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي - يَمْلَؤُهَا قِسْطًا وَ عَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَعُدْوَانًا .)) ❷

''قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ زمین ظلم وسرکشی سے بھر جائے گی۔ آپ نے فرمایا۔ پھر میری نسل سے یا فرمایا میرے گھرانے سے۔ ایک آدمی نکلے گا جو اسے عدل وانصاف سے بھر دے گا، جس طرح وہ ظلم وسرکشی سے بھری ہوگی۔''

○ ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يُقْتَلُ عِنْدَ كَنْزِكُمْ ثَلَاثَةٌ كُلُّهُمْ ابْنُ خَلِيفَةٍ ثُمَّ لَا يَصِيرُ إِلَى وَاحِدٍ مِّنْهُمْ، وَتَطْلُعُ الرَّايَاتُ السَّوْدُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ، فَيَقْتُلُونَكُمْ قَتْلًا لَمْ يَقْتُلْهُ قَوْمٌ۔ ثُمَّ ذَكَرَ شَيْئًا لَا أَحْفَظُهُ، فَقَالَ: فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَبَايِعُوهُ وَ لَوْ حَبْوًا عَلَى الثَّلْجِ فَإِنَّهُ خَلِيفَةُ اللَّهِ الْمَهْدِيُّ .)) ❸

''تمھارے خزانے کے پاس تین اشخاص قتل ہوں گے، وہ سب کے سب کسی خلیفہ کے بیٹے ہوں گے، وہ ان میں سے کسی ایک کو نہیں ملے گا، پھر مشرق کی جانب سے کالے جھنڈے نمودار ہوں گے تو وہ تمھیں اس طرح قتل کردیں گے کہ ایسا قتل کسی قوم نے نہ کیا ہوگا (پھر کسی چیز کا تذکرہ فرمایا جو مجھے یاد نہیں رہی) پھر فرمایا: لٰہذا جب تم اسے دیکھو تو اس سے بیعت کر لینا، خواہ برف پر گھسٹ کر ہی آنا پڑے کیونکہ وہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہوگا۔''

---

❶ المستدرك (٤/ ٥٥٧، ٥٥٨) سلسلة الأحاديث الصحيحة حديث نمبر (٧١١) شیخ البانی رحمہ اللہ نے فرمایا: اس کی سند صحیح ہے اور رجال ثقہ ہیں۔

❷ السلسلة الصحيحة حديث نمبر (١٥٢٩) البانی نے اس پر متواتر ہونے کا حکم لگایا ہے۔

❸ سنن ابن ماجه (٢/ ١٣٦٧) مستدرك حاكم (٤/ ٤٦٤) کی یہ حدیث صحیح ہے شیخین کی شرط پر ہے اور ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے، لیکن شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس کو ضعیف ومنکر قرار دیا ہے۔ دیکھئے: الضعيفة (٨٥) و ضعيف ابن ماجه (٨١٨). (مترجم)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس سیاق میں مذکور خزانے سے مراد کعبہ کا خزانہ ہے، اس کے حصول کے لیے اس کے پاس اولاد خلفاء میں سے تین اشخاص کے درمیان جنگ ہوگی، یہاں تک کہ آخری زمانہ آجائے گا تو مہدی علیہ السلام نکل پڑیں گے اور ان کا ظہور بلاد مشرق سے ہوگا نہ کہ سامرہ کی سرنگ سے جیسا کہ جاہل رافضیوں کا خیال ہے کہ وہ اب بھی وہاں موجود ہیں، اور یہ لوگ آخری زمانے میں ان کے خروج کے منتظر ہیں۔ یہ ایک قسم کی بکواس اور بہت بڑی رسوائی اور شیطان کی جڑ ہے کیونکہ اس کی کوئی دلیل اور برہان نہیں ہے نہ تو کتاب میں نہ سنت میں اور نہ ہی معقول صحیح اور استحسان کے اعتبار سے۔''

نیز فرمایا:

''اور ان کی تائید اہالیان مشرق میں سے کچھ لوگوں کے ذریعے سے ہوگی، جو ان کے مددگار ہوں گے ان کی بادشاہت قائم کریں گے اور اس کے ستونوں کو مضبوط کریں گے اور ان کے جھنڈے بھی کالے ہوں گے اور یہ وقار کا لباس ❶ ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا کالا تھا، جسے ''عقاب'' کہا جاتا تھا۔''

مزید فرمایا:

''مقصود یہ ہے کہ مہدی موعود جن کے وجود کا آخری زمانے میں وعدہ ہے اصلاً ان کا ظہور وخروج مشرق کی جانب سے ہوگا اور ان سے بیعت خانہ کعبہ کے پاس ہوگی، جیسا کہ بعض احادیث سے پتا چلتا ہے۔'' ❷

- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

  ((كَيْفَ أَنْتُم إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيكُمْ ، وَ إِمَامُكُمْ مِنْكُمْ .)) ❸

  ''تم کیسے ہوگے جب عیسیٰ ابن مریم تم میں نازل ہوں گے اور تمھارا امام تمھیں میں سے ہوگا۔''

- جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا:

  ((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. قَالَ: فَيَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَيَقُولُ أَمِيرُهُمْ: صَلِّ بِنَا ، فَيَقُولُ: لَا إِنَّ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ أُمَرَاءُ ، تَكْرِمَةُ اللهِ هٰذِهِ الْأُمَّةَ .)) ❹

''میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قتال کرتا رہے گا، وہ قیامت تک ظاہر رہیں گے، فرمایا: پھر عیسیٰ ابن مریم نازل ہوں گے تو ان کا امیر کہے گا آیئے ہمیں نماز پڑھایئے، تو کہیں گے نہیں، تم میں سے

---

❶ تعجب ہے: اگر یہ وقار کا لباس ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام ہمیشہ کالا لباس ہی زیب تن فرماتے لیکن بات ایسی ہرگز نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام جھنڈے کالے نہیں ہوا کرتے تھے کہ اس رنگ کو خصوصیت دی جا سکے۔ (مترجم)

❷ النهاية / الفتن و الملاحم (۱/ ۳۱).

❸ صحيح البخاري / أحاديث الانبياء ، فتح الباري (٦/ ٤٩١).

❹ صحيح مسلم / الإيمان ، شرح النووي (٢/ ١٩٣).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بعض بعض پر امیر ہیں۔ یہ اس امت پر اللہ کا اکرام واعزاز ہے۔''

صحیحین کی روایات خاص طور سے دو چیزوں پر دلالت کرتی ہیں:

۱۔ آسمان سے عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے نزول کے وقت مسلمانوں کے معاملات کا ذمہ دار خود انھیں میں کا کوئی آدمی ہوگا۔

۲۔ نماز کے لیے مسلمانوں کے ایسے امیر کا حاضر ہونا اور انھیں نماز پڑھانا، پھر نزول عیسیٰ علیہ السلام کے وقت آپ سے یہ گزارش کرنا کہ وہی لوگوں کی امامت کریں، یہ ساری باتیں اس امیر کی اچھائی اور نیک طبعی کی دلیل ہیں۔

چنانچہ سنن اور مسانید وغیرہ میں ایسی احادیث وارد ہیں جو صحیحین کی ان حدیثوں کی تفسیر کرتی ہیں اور اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اس نیک آدمی کا نام محمد بن عبداللہ ہوگا اور اسے مہدی کہا جائے گا۔ اور احادیث ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں۔

- ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مِنَّا الَّذِيْ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يُصَلِّيْ خَلْفَهُ .)) ❶

''وہ ہمیں میں سے ہوگا جس کے پیچھے عیسیٰ ابن مریم نماز پڑھیں گے۔''

- ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((اَلْمَهْدِيْ مِنِّيْ ، أَجْلَى الْجَبْهَةِ ، أَقْنَى الْأَنْفِ ، يَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطًا وَ عَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَ جَوْرًا وَ يَمْلِكُ سَبْعَ سِنِيْنَ .)) ❷

''مہدی مجھ ہی سے ہوگا (یعنی میری ہی نسل سے ہوگا) روشن اور خوبصورت چہرے والا ہوگا، جس کی پیشانی کشادہ ہوگی، ناک اونچی ہوگی، وہ زمین کو ویسے ہی عدل وانصاف سے بھر دے گا جیسے وہ ظلم و زیادتی سے بھر گئی ہوگی، وہ سات سال تک بادشاہت کرے گا۔''

مختصر یہ کہ سنی مسلمانوں کے ''مہدی منتظر'' اور شیعہ لوگوں کے ''مہدی منتظر'' میں کوئی تعلق نہیں ہے۔ دونوں میں کافی فرق ہے ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

- سنی مسلمانوں کے مہدی کا نام محمد بن عبداللہ ہے، گویا اس کا نام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اور اس کے باپ کا نام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ کے نام کے موافق ہے، جب کہ روافض شیعہ کے مہدی کا نام محمد بن الحسن العسکری ہے۔
- سنی مسلمانوں کے نزدیک مہدی، حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہوں گے جب کہ روافض کے نزدیک وہ حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔
- سنی مسلمانوں کے نزدیک مہدی کی ولادت اور ان کی زندگی کی مدت عام انسانوں کی طرح طبعی ہوگی،

---

❶ صحیح الجامع الصغیر / ألبانی (٥/ ٧١٧٠) امام ابونعیم نے اسے مہدی کی روایات کے ضمن میں ذکر کیا ہے۔

❷ سنن ابی داؤد ، کتاب المهدی (٤٢٦٥) صحیح الجامع للألبانی (٦٧٣٦) .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

احادیث میں ایسی کوئی بات نہیں ملتی جس سے معلوم ہو کہ وہ مذکورہ چیزوں میں عام انسانوں سے ممتاز ہوں گے۔ جب کہ روافض شیعہ کے مہدی ایک ہی رات اپنی ماں کے بطن میں رہا اور اسی رات ہی اس کی ولادت ہوگئی اور نو سال ❶ کی عمر میں وہ سرنگ میں روپوش ہوگیا، جن پر آج ساڑھے گیارہ سو سال سے زائد کا عرصہ گزرا جا رہا ہے اور وہ سرنگ ہی میں ہیں۔

- سنی مسلمانوں کے مہدی اسلام اور تمام مسلمانوں کی بلا تفریق مدد کے لیے نکلیں گے، کسی جنس کی کوئی تفریق نہیں کریں گے، رہے روافض کے مہدی تو وہ صرف روافض شیعہ کی مدد کریں گے اور ان کے دشمنوں سے انتقام لیں گے۔ عرب اور قریش والوں کو ناپسند کریں گے، ان میں صرف تلوار چلائیں گے، ان کے پیروکاروں میں کوئی عربی نہ ہوگا، جیسے کہ ان کی روایات اس پر دلالت کر رہی ہیں۔
- اہل سنت کے مہدی اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کریں گے، ان سے خوش ہوں گے اور ان کی سنت کو لازم پکڑیں گے، اسی طرح وہ امہات المومنین سے عقیدت رکھیں گے، ان کا تذکرہ خیر و مدح کے ساتھ کریں گے، جب کہ روافض کے مہدی اصحاب نبی سے بغض رکھیں گے اور انھیں ان کی قبروں سے اکھاڑ اکھاڑ کر عذاب دیں گے، پھر ان کے عقیدہ کے مطابق وہ انھیں آگ میں جلا دیں گے۔ اسی طرح ان کے مہدی کو امہات المومنین سے بغض و نفرت ہوگی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین بیوی عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہما پر وہ حد جاری کریں گے۔
- سنی مسلمانوں کے مہدی سنت نبوی پر عمل کریں گے، ہر سنت کو قائم کریں گے اور ہر بدعت کو مٹائیں گے۔ جب کہ روافض کے مہدی ایک نئے دین اور نئی کتاب کی طرف دعوت دیں گے۔
- اہل سنت کے مہدی مساجد کو قائم اور انھیں آباد کریں گے۔ جب کہ روافض کے مہدی انھیں ڈھائیں گے اور ویران کریں گے، چنانچہ وہ مسجد حرام کعبہ اور مسجد نبوی کو تہس نہس کر دیں گے اور شیعی روایات کی تصریح کے مطابق روئے زمین پر کوئی مسجد باقی نہیں رہے گی۔
- اہل سنت کے مہدی اللہ کی کتاب اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی روشنی میں فیصلہ دیں گے جب کہ روافض کے مہدی آل داؤد کے فیصلے کی طرح فیصلہ دیں گے۔
- سنی مسلمانوں کے مہدی کا ظہور مشرق سے ہوگا، جب کہ روافض کی مہدی کا ظہور سامرّاء کے سرنگ یا غار سے ہوگا۔
- سنی مسلمانوں کے مہدی کا حقیقی وجود اور ثبوت ہے اس پر احادیث نبویہ اور قدیم و جدید دور کے تمام علماء کے اقوال موجود ہیں، جب کہ روافض شیعہ کے مہدی کا وجود محض ایک وہم ہے۔ نہ اب تک ان کا ظہور ہوا اور نہ آنے والے دنوں میں کبھی بھی ہوگا۔ ❷

---

❶ بلکہ دو اور پانچ سال بھی کہا گیا ہے۔ (مترجم)

❷ بذل المجهود (۱/ ۲۵٦، ۲۵۷).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عقیدہ رجعت

عقیدہ رجعت شیعہ مذہب کے بنیادی اصولوں میں شامل ہے، چنانچہ ان کی ایک روایت میں ہے کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہماری عقیدۂ رجعت پر ایمان نہ لائے۔ ❶

ابن بابویہ کا کہنا ہے کہ رجعت کے بارے میں ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ حق ہے۔ ❷ اور علامہ مفید کا قول ہے کہ امامیہ بہت سارے اموات کی رجعت کے وجوب پر متفق ہیں۔ ❸

طبرسی اور الحر العاملی جیسے مشائخ شیعہ کا کہنا ہے کہ یہ امامیہ شیعہ کی مجمع علیہ چیز ہے۔ ❹ اور یہ ان کے مذہب کی ضروریات کا ایک حصہ ہے۔ نیز انھیں حکم دیا گیا ہے کہ عقیدہ رجعت کا اعتراف واقرار کریں اور جس طرح دعاؤں میں مقدس مقامات پر اور جمعہ کے دن بلکہ تمام اوقات میں توحید، نبوت، امامت اور قیامت کا اقرار کرتے ہیں اس عقیدہ کا بھی اقرار کریں۔ ❺

رجعت کا مطلب ہے موت کے بعد پھر دنیا میں پلٹ آنا۔ ❻ مختلف شیعہ فرقے اپنے ائمہ کی موت کے بعد دنیا میں ان کی رجعت کے قائل ہیں اور کچھ تو سرے سے ان کی موت ہی کے منکر ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ غائب ہوگئے ہیں اور عنقریب واپس لوٹیں گے۔ واضح رہے کہ عقیدہ رجعت کا اولین بانی ابن سبا ہے۔ البتہ اس نے یہ کہا تھا کہ امام غائب ہوگئے ہیں اور وہ عنقریب لوٹیں گے، اس نے امام کی موت کی تصدیق نہیں کی تھی۔

نیز سبائیوں اور کیسانیوں کے نزدیک عقیدہ رجعت صرف امام کے تئیں خاص تھا، لیکن اثنا عشری شیعہ کے نزدیک یہ عقیدہ امام اور غیر امام سب کے لیے عام ہوگیا۔ آلوسی اشارہ کرتے ہیں کہ شیعہ کے نزدیک رجعت کا معنی امام کے علاوہ دیگر عام لوگوں کے لیے تیسری صدی ہجری میں منتقل ہوا۔ ❼

اثنی عشری شیعہ کے نزدیک عقیدہ رجعت کے عمومی مفہوم میں تین طرح کے لوگ شامل ہیں:

۱۔ **بارہ ائمہ**: چنانچہ جب مہدی سرنگ سے ظہور کریں گے اور روپوش ہونے کی مدت کاٹ کر سامنے آئیں گے تو سب سے پہلے یہ باقی بارہ ائمہ دنیا میں رجعت کریں گے اور اپنی موت سے زندہ ہوں گے اور اس دنیا میں واپس آئیں گے۔

۲۔ مسلمانوں کے وہ حکمراں جنھوں نے ان کے عقیدہ کے مطابق شرعی مستحقین امامت یعنی بارہ ائمہ سے خلافت غصب کی ہے، چنانچہ مسلمانوں کے خلفاء اپنی قبروں سے اس دنیا میں نکالے جائیں گے، ان میں سرفہرست ابوبکر، عمر اور عثمان ہوں گے۔ مقصد یہ ہوگا کہ انھوں نے غاصبانہ طور پر جو خلافت چھینی تھی اس کے بدلے ان

---

❶ أصول الشيعة الإمامية (٢/ ١١٠٣) ❷ الاعتقاد ص (٩٠).
❸ أوائل المقالات ص (٥١). ❹ مجمع البيان (٥/ ٥٢) الايقاظ من الهجعة ص (٣٢).
❺ مجمع البيان (٥/ ٦٤) الايقاظ من الهجعة ص (٦٤).
❻ القاموس (٣/ ٢٨) مجمع البحرين (٤/ ٣٣٤).
❼ روح المعاني (٥/ ٢٧) ضحى الإسلام / أمين أحمد (٣/ ٢٣٧).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے قصاص لیا جائے، پھر ان پر سزا کی کارروائی ہوگی۔ مار، قتل اور پھانسی وغیرہ سزائیں دی جائیں گی۔

۳۔ **عام لوگ** اور ان میں بھی خاص طور پر وہ لوگ جو ایمان محض سے سرفراز رہے، یہ لوگ شیعہ ہوں گے، اس لیے کہ ایمان محض انھیں کو نصیب ہوا ہے، جیسا کہ ان کی روایات اور اقوالِ مشائخ کا اس پر اتفاق ہے، پھر وہ عام لوگ (اہل سنت) لوٹائے جائیں گے جو خالص کفر پر قائم رہے، یہ مستضعفین کے علاوہ تمام لوگ ہیں۔ ❶

چنانچہ اسی تفصیل کی بنا پر رجعت کی تعریف کرتے ہوئے یہ لوگ کہتے ہیں کہ قیامت سے پہلے بہت سارے اموات کا دنیا کی طرف پلٹ آنے کا نام رجعت ہے۔ ❷ اور موت کے بعد انھیں زندگی ملے گی اور وہ زندگی انھیں شکلوں میں ہوگی جس میں وہ پہلے تھے۔ ❸

یہ عقیدہ گھڑنے کے بعد اہل تشیع نے قرآن مجید کا رخ کیا، تاکہ عقیدہ رجعت کے ثبوت پر اس سے دلیل مہیا کرسکیں، لیکن جب اس کی کوئی صراحت قرآن میں نہ ملی تو اپنی عادت کے مطابق عقل پرستی اور تاویل باطنی کی طرف پلٹے، لہروں کی پشت پر سوار ہوئے اور اس راستے میں خوب کھینچ تان سے کام لیا، یہاں تک کہ ان کا استدلال خود ان کے خلاف حجت بن گیا اور وہی ان کے عقیدہ کی تردید کی دلیل ٹھہری۔ یہاں چند ایسی آیات کی تفسیر بطور مثال ذکر کر رہا ہوں جنھیں ان کے شیخ المفسرین رجعت کی سب سے بڑی دلیل بتاتے ہیں۔

○ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ حَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَاۤ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٩٥﴾﴾ (الانبیاء: ٩٥)

''اور لازم ہے اس بستی پر جسے ہم ہلاک کردیں کہ بے شک وہ واپس نہیں لوٹیں گے۔''

اس آیت کی تفسیر میں شیعہ حضرات کے شیخ المفسرین کہتے ہیں:

''یہ آیت عقیدہ ''رجعت'' کی سب سے بڑی دلیل ہے، اس لیے کہ مسلمانوں میں سے کوئی بھی اس بات کا منکر نہیں ہے کہ دنیا کے سارے لوگ قیامت میں سے کوئی بھی اس بات کا منکر نہیں ہے کہ دنیا کے سارے لوگ قیامت کے دن وہاں لوٹ کر جائیں گے، خواہ وہ فوت ہوچکے ہوں یا فوت نہ ہوئے ہوں۔'' ❹

یہ آیت کریمہ خود ان کے خلاف حجت ہے، کیونکہ دنیا میں رجعت کی نفی کرتی ہے چنانچہ ابن عباس، ابوجعفر الباقر، قتادہ اور کئی ایک مفسرین نے اس کی تفسیر میں یہ تصریح کی ہے کہ گناہوں کے سبب ہلاک کی جانے والی بستیوں کے تمام لوگوں پر یہ حرام ہے کہ وہ قیامت سے پہلے دنیا کی طرف لوٹ کر آئیں۔ ❺ یہ تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے:

---

❶ أصول الشیعة الإمامیة (۲/ ۱۱۰۵). ❷ أوائل المقالات ص (۵۱).

❸ أوائل المقالات ص (۹۵).

❹ تفسیر القمی (۲/ ۷٦) صفحہ کے اوپر یہ عنوان ہے: أعظم دلیل علی الرجعة۔ (رجعت کی عظیم ترین دلیل)

❺ تفسیر ابن کثیر (۳/ ۲۰۵).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿اَلَمۡ یَرَوۡا کَمۡ اَہۡلَکۡنَا قَبۡلَہُمۡ مِّنَ الۡقُرُوۡنِ اَنَّہُمۡ اِلَیۡہِمۡ لَا یَرۡجِعُوۡنَ ﴿۳۱﴾﴾ (یٰسٓ : ۳۱)

''کیا انھوں نے نہیں دیکھا، ہم نے ان سے پہلے کتنے زمانوں کے لوگ ہلاک کر دیے کہ بے شک وہ ان کی طرف پلٹ کر نہیں آتے۔''

اور فرمایا

﴿فَلَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ تَوۡصِیَۃً وَّ لَاۤ اِلٰۤی اَہۡلِہِمۡ یَرۡجِعُوۡنَ ﴿۵۰﴾﴾ (یٰس : ۵۰)

''پھر وہ نہ کسی وصیت کی طاقت رکھیں گے اور نہ اپنے گھر والوں کی طرف واپس آئیں گے۔''

سورۂ انبیاء کی گزشتہ آیت نمبر (۹۵) میں ''لا یرجعون'' میں ''لا'' زائد ہے۔ ''حرام'' سے مترشح نفی کے معنی میں تاکید پیدا کرنے کے لیے آیا ہے اور یہ اسلوب قرآن کا انتہائی دقیق و بدیعانہ اسلوب ہے اور لوٹنے کے بعد انجام کار سے آگاہ کرنے میں جو راز پوشیدہ ہے وہ یہ کہ ذہنی پریشانی میں مبتلا رہیں، رنج و افسوس کے شکار ہوں اور اپنی سب سے بڑی آرزو یعنی دنیوی زندگی کے فوت ہو جانے پر کف افسوس ملیں۔ ❶ پس مقصود آیت کریمہ سے ایسی رجعت کا اثبات ہے جس میں بروز قیامت سارے لوگ یقیناً اللہ کے پاس آئیں گے۔ ❷ یہ ہرگز ناممکن ہے کہ بدلہ پانے کے لیے کوئی ہمارے پاس لوٹ کر نہ آئے۔ ❸

روافض شیعہ کا نظریہ ''دنیا میں موت کے بعد رجعت'' نص قرآنی کے صریح خلاف ہے اور قرآن مجید کی متعدد آیات کی روشنی میں یہ عقیدہ بالکل باطل ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَحَدَہُمُ الۡمَوۡتُ قَالَ رَبِّ ارۡجِعُوۡنِ ﴿ۙ۹۹﴾ لَعَلِّیۡۤ اَعۡمَلُ صَالِحًا فِیۡمَا تَرَکۡتُ کَلَّا ؕ اِنَّہَا کَلِمَۃٌ ہُوَ قَآئِلُہَا ؕ وَ مِنۡ وَّرَآئِہِمۡ بَرۡزَخٌ اِلٰی یَوۡمِ یُبۡعَثُوۡنَ ﴿۱۰۰﴾﴾

(المؤمنون : ۹۹، ۱۰۰)

''یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آتی ہے تو کہتا ہے اے میرے رب! مجھے واپس بھیجو۔ تاکہ میں جو کچھ چھوڑ آیا ہوں اس میں کوئی نیک عمل کرلوں۔ ہرگز نہیں، یہ تو ایک بات ہے جسے وہ کہنے والا ہے اور ان کے پیچھے اس دن تک جب وہ اٹھائے جائیں گے، ایک پردہ ہے۔''

پس آیت کریمہ کا آخری ٹکڑا ﴿وَ مِنۡ وَّرَآئِہِمۡ بَرۡزَخٌ اِلٰی یَوۡمِ یُبۡعَثُوۡنَ﴾ عقیدۂ رجعت کی تردید پر صریح دلیل ہے۔

اور فرمایا:

﴿وَلَوۡ تَرٰۤی اِذۡ وُقِفُوۡا عَلَی النَّارِ فَقَالُوۡا یٰلَیۡتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُکَذِّبَ بِاٰیٰتِ رَبِّنَا

❶ تفسیر القاسمی (۱۱/ ۲۹۳).
❷ أصول الشیعة الإمامیة (۲/ ۱۱، ۱۲).
❸ فتح القدیر (۳/ ۴۲۶).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢٧﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَا كَانُوا يُخْفُونَ مِنْ قَبْلُ ۖ وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿٢٨﴾ ﴾ (الانعام: ۲۷، ۲۸)

''اور کاش! تو دیکھے جب وہ آگ پر کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے اے کاش! ہم واپس بھیجے جائیں اور اپنے رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں اور ایمان والوں میں سے ہو جائیں۔ بلکہ ان کے لیے ظاہر ہو گیا جو وہ اس سے پہلے چھپاتے تھے اور اگر انھیں واپس بھیج دیا جائے تو ضرور پھر وہی کریں گے جس سے انھیں منع کیا گیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔''

پس یہ تمام مجرمین موت کے وقت اللہ کے سامنے پیشی اور جہنم کے دیدار کے وقت مطالبہ کریں گے کہ انھیں ایک بار دنیا میں واپسی کا موقع مل جائے، لیکن الٰہی فیصلہ کے مطابق انھیں جواب ملے گا، کہ وہ دنیا کی طرف لوٹ کر ہرگز جانے والے نہیں۔ اسی لیے علمائے اسلام نے شیعی عقیدہ رجعت کو بدعت تشیع کے انتہائی غلو آمیز مراحل میں شمار کیا ہے۔ ❶

مسند احمد میں عاصم بن ضمرہ سے مروی ہے جو کہ علی رضی اللہ عنہ کے متبعین میں سے تھے، کہ انھوں نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے کہا: شیعہ لوگوں کا خیال ہے کہ علی رضی اللہ عنہ رجعت فرمائیں گے۔ تو حسن نے جواب دیا: ان جھوٹوں نے جھوٹ کہا، اور اگر ہمیں اس کا علم ہوتا تو آپ کی بیویاں، دوسرے کی منکوحہ نہ ہوتیں اور نہ ہم آپ کی میراث تقسیم کرتے۔ ❷

ایک دوسرا قابل غور پہلو یہ ہے کہ موت کے بعد دنیا کی طرف اس لیے واپسی ہے کہ نیکوں کو نیکی کا اور بروں کو ان کی بدی کا بدلہ دیا جائے۔ یہ اس دنیا کی طبیعت وحقیقت کے خلاف ہے، کیونکہ یہ دنیا دار الجزاء نہیں ہے، بلکہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۖ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ﴿١٨٥﴾ ﴾ (آل عمران: ۱۸۵)

''ہر جان موت کو چکھنے والی ہے اور تمھیں تمھارے اجر قیامت کے دن ہی پورے دیے جائیں گے، پھر جو شخص آگ سے دور کر دیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو یقیناً وہ کامیاب ہو گیا اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔''

معلوم رہے کہ عقیدہ رجعت کی تاسیس میں ابن سبا یہودی کا بنیادی کردار رہا ہے، لیکن اس کی ''رجعت'' علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص تھی، اسی طرح وہ ان کی موت کا سرے سے منکر تھا، جیسے کہ اثنا عشریوں کا عقیدہ اپنے امام مہدی کے بارے میں ہے کہ جس کے وجود پر انھیں ایمان ہے۔ نیز امامیہ شیعہ کا عقیدہ رجعت اسلامی شریعت کے اس بنیادی عقیدہ کے بھی خلاف ہے جس میں ہے کہ قیامت کے دن سے پہلے کوئی حشر نہیں اور اللہ نے جب بھی

---

❶ أصول الشيعة الإمامية (۲/ ۱۱۲۲).

❷ مسند الإمام أحمد (۲/ ۳۲۱) علامہ احمد شاکر نے کہا اس کی سند صحیح ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کسی کافر یا ظالم کو دھمکی سنائی تو قیامت کے دن کی دھمکی سنائی۔ اسی طرح یہ عقیدہ قرآنی آیات اوران متواتر صریح احادیث کے خلاف ہے جن میں ہے کہ موت کے بعد قیامت سے پہلے دنیا میں کسی کو پلٹ کر نہیں آنا ہے۔ ❶

عقیدۂ بداء

اثنا عشری عقائد کا ایک رکن ''عقیدۂ بداء'' بھی ہے۔ اس عقیدہ کے بارے میں وہ اس قدر مبالغہ کے شکار ہیں کہ کہتے ہیں: عقیدۂ بداء کی طرح کسی اور چیز کے ذریعے سے اللہ کی عبادت ہی نہیں ہوئی اور نہ اس سے بڑھ کر کسی اور چیز کے ذریعے سے اس کی عظمت کا اعتراف ہوا۔ ❷ اور اگر لوگوں کو اس عقیدہ کا ثواب معلوم ہو جائے تو ایک لمحہ کے لیے بھی اس میں تاخیر نہیں کریں گے اور اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیاء کو مبعوث کیا انھیں شراب کی حرمت اور اللہ کے بارے میں عقیدہ بداء کے ساتھ اللہ کا اقرار کا حکم دے کر مبعوث کیا۔ ❸

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اثنا عشری شیعہ میں جس شخص نے اس عقیدہ کی بنیاد ڈالی وہ انھیں کا شیخ الاسلام اور ثقۃ الاسلام الکلینی ہے، جس کی وفات ۳۲۸ھ یا ۳۲۹ھ میں ہوئی، کیونکہ اسی نے الکافی میں "قسم العقائد" کے کتاب التوحید کے ضمن میں اسے ذکر کیا ہے اور "بـاب البـداء" کا عنوان قائم کرکے اس کے تحت ائمہ کی طرف منسوب سولہ احادیث ذکر کی ہیں۔ ❹

اگر آپ لفظ "بداء" کی لغوی تحقیق کرنا چاہیں تو قاموس میں اسے بـدا، بدوّاً بداوۃً بمعنی ظہر پائیں گے، اور بدا له فی الامر بدوًا و بداء و بداۃ کو کسی نئی رائے کی تخلیق کے معنی میں پائیں گے۔ ❺

گویا لغت میں لفظ "بداء" دو معنوں کے لیے مستعمل ہے:

۱۔ کسی چیز کا پوشیدگی کے بعد ظاہر ہونا۔ "بدأ سور المدینة" کہا جاتا ہے جب شہر کی فصیل اونچی ہو کر ظاہر ہو جائے۔

۲۔ ایک نئی رائے کا پیدا ہونا۔

فراء کہتے ہیں "بـدا لـی بدأء" کا مطلب ہے میرے سامنے ایک دوسری رائے ظاہر ہوئی اور جوہری کہتے ہیں بـدأله فی الامر بداء کا مطلب ہے اسے ایک نئی رائے سمجھ میں آئی۔ ❻ بہرحال یہ لفظ دونوں معنوں میں قرآن میں وارد ہے، پہلے معنی میں اللہ کا یہ فرمان ہے:

﴿وَإِن تُبْدُوا مَا فِي أَنفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُم بِهِ اللَّهُ﴾ (البقرۃ: ۲۸۴)

''اور اگر تم اسے ظاہر کرو جو تمھارے دلوں میں ہے، یا اسے چھپاؤ اللہ تم سے اس کا حساب لے گا۔''

اور دوسرے معنی میں اللہ کا یہ فرمان ہے:

❶ أصول الشیعة الإمامیة (۲/ ۱۱۲۴)۔
❷ أصول الکافی (۱/ ۱۴۶)۔
❸ اصول الکافی (۱/ ۱۴۸)۔
❹ أصول الشیعة الإمامیة (۳/ ۱۱۳۳)۔
❺ القاموس المحیط (۴/ ۳۰۲)۔
❻ الصحاح (۶/ ۲۲۷۸) لسان العرب (۶/ ۶۱۴)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿ ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ۝ ﴾ (یوسف : ۳۵)

"پھر اس کے بعد کہ وہ کئی نشانیاں دیکھ چکے، ان کے سامنے یہ بات آئی کہ اسے ایک وقت تک ضرور ہی قید کر دیں۔"

پس یہ واضح ہے کہ "بدأ" اپنے دونوں معنوں میں علم سے پہلے جہالت، علم کے بعد جہالت طاری ہونے اور پھر ایک نئے علم کے حدوث کو مستلزم ہے اور یہ دونوں چیزیں اللہ کے لیے محال و ناممکن ہیں اور اللہ کے بارے میں ایسی بات کہنا بہت بڑا کفر ہے۔ پھر بھلا اثنا عشری شیعہ اسے سب سے عظیم عبادت کیسے کہتے ہیں؟ اور اسے عظمت الٰہی کے اعتراف کی سب سے بڑی دلیل کیسے تصور کرتے ہیں؟ اے اللہ تو اس سے پاک ہے یہ تو تجھ پر بہت بڑا بہتان ہے۔ ❶

یہ منکر معنی یہودیوں کی کتاب میں موجود ہے چنانچہ جیسے تورات یہودیوں نے اپنی مرضی کے مطابق تحریف کر ڈالا ہے اس میں ایسی صریح عبارتیں ملتی ہیں جن میں عقیدہ "بدا" اللہ کی طرف منسوب ہے۔ ❷ اور یہیں سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ غالباً ابن سبا یہودی نے اس عقیدہ کو توریت سے لے کر اسلامی معاشرہ میں رواج دینا چاہا، جو کہ مسلم معاشرہ پر تشیع اور ولایت علی رضی اللہ عنہ کی دعوت لے کر اثر انداز ہونے کی برابر کوشش کرتا رہا، کیونکہ تمام سبائی فرقے عقیدہ "بداء" کے قائل ہیں اور مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے نئی نئی معلومات ظاہر ہوتی رہتی ہیں جو پہلے معلوم نہیں تھیں۔ ❸

پھر یہ عقیدہ کیسانیوں اور مختار بن ابی عبید ثقفی کے پیروکار مختاریوں کی طرف منتقل ہوگیا، معلوم رہے کہ یہی وہ فرقہ ہے جس کے نام سے عقیدہ بداء کی شہرت ہوئی اور جس نے اس کا اہتمام کیا اور اسے عقیدہ کے طور پر لازم پکڑا۔ ❹

چونکہ شیعہ مشائخ اپنے پیروکاروں کو شروع سے یہ اطمینان دلاتے تھے کہ آخری انجام انھیں کے ہاتھوں میں ہوگا اور حکومت انھیں کی ہوگی، حتیٰ کہ ایک روایت کے مطابق ابوجعفر کی طرف منسوب کرتے ہوئے اس کی مدت بھی ستر (۷۰) سال مقرر کردی، لیکن جب ستر سال گزر گئے اور ان وعدوں میں سے کوئی چیز پوری نہ ہوئی تو پیروکاروں میں بے چینی بڑھی اور انھوں نے اس کی شکایت شروع کردی، تو صورت حال کو بھانپتے ہوئے مؤسسین مذہب نے اس پریشانی اور الجھن سے نکلنے کا یہ راستہ نکالا کہ اللہ تعالیٰ کو نئی رائے سمجھ میں آئی اور اس نے اس وعدہ کو بدل دیا۔ ❺ یعنی عقیدہ بداء کے ذریعے سے اس سے چھٹکارا حاصل کیا۔

جب کہ اللہ تعالیٰ کے لیے صفت علم کے اثبات اور روافض کی طرف سے اس ذات مقدس کی طرف منسوب بداء کی تردید پر بے شمار قرآنی آیات موجود ہیں، مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

❶ أصول الشيعة الإمامية (۲/ ۱۱۳۵). ❷ أصول الشيعة الإمامية (۲/ ۱۱۳۶).
❸ التنبيه والرد / الملطي ص (۱۹). ❹ أصول الشيعة الإمامية (۲/ ۱۱۳۶).
❺ تفسير العياشي (۲/ ۲۱۸) بحار الأنوار (٤/ ۲۱٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۵۹ وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ﴾

(الانعام: ۵۹، ۶۰)

''اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔ اور وہی ہے جو تمھیں رات کو قبض کر لیتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم نے دن میں کمایا۔''

اور فرمایا:

﴿ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۭ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۱۴ ﴾ (الملك: ١٤)

''کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا کیا ہے اور وہی تو ہے جو نہایت باریک بین ہے، کامل خبر رکھنے والا ہے۔''

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ آیت مختلف اعتبار سے تمام چیزوں کے بارے میں اللہ کے یقینی و وجوبی علم پر دلالت کرتی ہے:

- اللہ تعالیٰ چیزوں کا خالق ہے اور خلق کا مطلب ہوتا ہے ایک اندازے کے مطابق کسی چیز کو بالکل نئی شکل میں وجود میں لانا، پس وجود میں لانے سے پہلے کسی چیز کا اندازہ کرنا اس چیز کے بارے میں علم رکھنے کو متضمن ہے۔
- کسی چیز کی تخلیق ارادہ اور مشیئت کو بھی مستلزم ہے اور ارادہ اس بات کو لازم ہے کہ جن چیزوں کا ارادہ کیا گیا ہے اس کا تصور اور ذہنی خاکہ پہلے سے علم میں ہو۔
- ہر چیز کا خالق اللہ ہے وہی اس کا پورا سبب ہے، پس کسی چیز کا بنیادی علم اور ساتھ میں اس کے سبب کی معرفت اس بات کو واجب ٹھہراتی ہے کہ مسبب کا اسے پہلے سے علم ہو، گویا اللہ کا اپنے بارے میں اپنا علم رکھنا اس بات کو لازم ہے کہ جو کچھ اس کے حکم سے وجود میں آتی ہے اسے اس کا علم پہلے سے ہے۔
- اللہ بذات خود لطیف یعنی باریک بین ہے، دقیق سے دقیق چیز کا اسے ادراک ہے، خبیر ہے، پوشیدہ سے پوشیدہ چیزوں کو جانتا ہے اور چیزوں کے بارے میں علم کا مقتضی بھی یہی ہے، وہ اس سے خود بے نیاز ہے۔ جیسے کہ وہ خود اپنے وجود کے اعتبار سے اپنے دیگر تمام صفات سے بے نیاز ہے۔ [1]

اسی طرح ایسی بھی آیات ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق سے پہلے اپنے علم سابق کی بنا پر اس کی تمام چیزوں کا اندازہ متعین کر دیا ہے، فرمایا:

﴿ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ۲ ﴾ (الفرقان: ۲)

[1] الفتاوٰی (۲/ ۲۱۱).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا، پھر اس کا اندازہ مقرر کیا، پورا اندازہ۔''

اور فرمایا:

﴿ الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّىٰ ۝ وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَىٰ ۝ ﴾ (الاعلی: ۲، ۳)

''وہ جس نے پیدا کیا، پس درست بنایا۔ اور وہ جس نے اندازہ ٹھہرایا، پھر ہدایت کی۔''

ان تمام آیات میں ان روافض کی زبردست تردید ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حوادث کو وجود میں آنے سے پہلے نہیں جانتا اور وہ کسی چیز کا ایک بار حکم دیتا ہے پھر کسی مصلحت کے پیش نظر اس کے بارے میں اس کی رائے بدل جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے پوری مخلوق کو تخلیق کرنے سے پہلے اس کا مناسب اندازہ مقرر کردیا ہے، دنیا کی کوئی چیز اس کے اندازہ اور تدبیر سے باہر نہیں رہی اور نہ ہی مخلوقات کی تخلیق اور کائنات کے وجود سے پہلے لوح محفوظ میں لکھی ہوئی کوئی چیز اس کے اندازہ سے تجاوز کرسکتی، لیکن ظالم ہیں کہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔ ❶

قرآن مجید کی طرح سنت رسول بھی اللہ تعالیٰ کے لیے دائمی صفتِ علم کا ثبوت پیش کرتی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللّٰهُ، وَلَا يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ إِلَّا اللّٰهُ، وَمَا يَعْلَمُ مَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ إِلَّا اللّٰهُ، وَلَا يَعْلَمُ مَتٰى يَاتِي الْمَطَرُ أَحَدٌ إِلَّا اللّٰهُ، وَلَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ، وَلَا يَعْلَمُ مَتٰى تَقُومُ السَّاعَةُ.)) ❷

''غیب کی کنجیاں (خزانے) پانچ ہیں جنھیں صرف اللہ ہی جانتا ہے، اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہونے والا ہے اور اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا کہ رحم میں کیا ہے اور اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب نازل ہوگی، اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں مرے گا اور قیامت کب قائم ہوگی۔''

اس حدیث میں جن چیزوں کا ذکر ہے وہ سب مستقبل میں ہونے والی ہیں اور حدیث بتاتی ہے کہ ان چیزوں کے وجود میں آنے سے پہلے اللہ کو اس کا علم ہے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((قَدَّرَ اللّٰهُ مَقَادِيرَ الْخَلْقِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِخَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ.)) ❸

''اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے ہزار سال پہلے مخلوقات کی تقدیروں کو مقدر کردیا ہے درآں حالیکہ اس کا عرش پانی پر تھا۔''

واضح رہے کہ اہل تشیع کی کتابوں میں اباطیل کے انبار میں کہیں کہیں ایسی بعض روایتیں بھی آگئی ہیں جن کا علمائے آل بیت سے قوی تعلق ہوسکتا ہے، کیونکہ ان میں صحیح معنوں کی ترجمانی ہے اور ان کی مشمولات ان پاکیزہ

❶ بذل المجهود (۱/ ۳٤۰). ❷ صحيح البخاري حديث نمبر (٤٦٩٧).
❸ صحيح مسلم حديث نمبر (١٦).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نفوس کے لائق ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اعتدال پسند اہل تشیع کی روایتیں ہوں۔ چنانچہ انھیں میں سے ایک روایت منصور بن حازم سے مروی ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے پوچھا: کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ آج کوئی چیز ایسی ہو جائے جو کل گزشتہ اللہ کے علم میں نہ رہی ہو؟ تو انھوں نے جواب دیا: جو یہ بات کہے اللہ اسے رسوا کرے، پھر میں نے پوچھا: آپ کا کیا خیال ہے کہ جو کچھ ہو چکا اور جو قیامت تک ہونے والا ہے کیا وہ اللہ کے علم میں نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! مخلوق کی تخلیق سے پہلے ہی وہ اس کے علم میں ہے۔ ❶

روافض شیعہ کے بارے میں اہل بیت کا موقف

روافض اور ان کے عقائد کے بارے میں ائمہ اہل بیت کا بھی وہی موقف ہے جو تمام اہل سنت کا ہے، پس ان کے نزدیک بھی وہ لوگ گمراہ ہیں، سنت سے منحرف اور حق سے دور ہیں۔ یہ لوگ اُن کی نگاہوں میں انتہائی قابل مذمت اور ناراضگی کا سبب ہیں، کیونکہ یہ لوگ اپنے فاسد عقائد کو ان ائمہ ابرار کی طرف منسوب کرتے ہیں اور ان کے خلاف جھوٹی باتیں منسوب کرتے ہیں، چنانچہ ان ائمہ نے روافض کی مذمت اور ان سے اپنی براءت و بے زاری کا اظہار مختلف انداز میں کیا ہے۔ ذیل میں اس کی چند مثالیں ذکر کی جارہی ہیں۔ ❷

۱۔ منبر کوفہ سے علی رضی اللہ عنہ کا اعلان:

بسند تواتر علی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ آپ نے منبر کوفہ سے اعلان کیا تھا: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کے سب سے بہترین افراد ابوبکر پھر عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔'' ❸

آپ ہی سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

''اگر کسی نے مجھے شیخین پر فضیلت دی تو اس پر حد افتراء (تہمت تراشی) کے کوڑے لگاؤں گا۔'' ❹

صحیحین میں ہے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ اٹھا تو آپ نے ان کے بارے میں فرمایا:

''میرے نزدیک آپ سے زیادہ محبوب کوئی نہیں کہ جس کی طرح عمل کر کے اپنے رب سے ملاقات کروں، اللہ کی قسم! میں سوچتا تھا کہ اللہ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ کردے گا کیونکہ میں اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنتا تھا: ((ذَهَبْتُ أَنَا وَ أَبُوْبَكْرٍ وَ عُمَرُ.)) ''میں اور ابوبکر اور عمر گئے'' میں یقین کرتا ہوں کہ اللہ آپ کو ان دونوں کے ساتھ کردے گا۔'' ❺

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے ثابت شدہ ان آثار و مرویات سے شیخین کے بارے میں عقیدۂ روافض کی زبردست تردید ہوتی ہے اور روافض اور ان کے عقائد سے علی رضی اللہ عنہ کی بے زاری، اور شیخین و دیگر اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے

❶ التوحید/ ابن بابویہ ص (۳۳٤). ❷ الانتصار للصحب و الآل ص (۱۲).
❸ السنۃ / اللالکائی (۷/ ۱۳٦، ۱۳۹۷). ❹ السنۃ / ابن أبی عاصم ص (٥٦۱).
❺ صحیح البخاری حدیث نمبر (۳٦۸٥).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آپ کی عقیدت ومحبت کا اظہار ہوتا ہے۔ نیز شیخین کی افضلیت کا اعتراف، ان دونوں پر آپ کو مقدم کرنے والے کو سزا کی دھمکی، عمر رضی اللہ عنہ کی طرح عمل کرتے ہوئے وفات پانے کی تمنا، ان سب باتوں سے علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ اور روافض کے تئیں آپ کا شدید موقف نمایاں ہوتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ ان سے اور دیگر اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راضی ہو جو پاکیزہ صفت انسان تھے اور روافض، خوارج اور دین سے نکل جانے والے بدعتیوں کی منسوب کردہ بدعتوں سے پاک تھے۔ آپ کے بعد آپ کے بیٹوں اور آپ کے اہل بیت نے عقیدۂ روافض سے اپنی بے زاری اور عقیدہ اہل سنت سے محبت وعقیدت کا اظہار کیا۔ ❶

۲۔ حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

عمرو بن اصم کا بیان ہے کہ میں نے حسن سے کہا: شیعہ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ قبل از یں قیامت مبعوث کیے جائیں گے، آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! انھوں نے جھوٹ کہا، یہ شیعہ نہیں ہیں، اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ آپ مبعوث کیے جائیں گے تو آپ کی بیویوں کو دوسروں کے عقد نکاح میں نہ دیتے اور نہ ان کا مال تقسیم کرتے۔ ❷ ابونعیم نے روایت کیا ہے کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: لوگ کہتے ہیں کہ آپ خلافت چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: عربوں کے سر میرے ہاتھ میں تھے، جس سے میں جنگ لڑتا وہ لڑتے، جس سے میں مصالحت کرتا وہ کرتے، لیکن اللہ کی رضا جوئی اور امت محمدیہ کو خون ریزی سے بچانے کی خاطر میں نے اسے چھوڑ دیا۔ ❸

۳۔ حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

آپ عراق کے ان شیعہ لوگوں کے بارے میں کہا کرتے تھے جنھوں نے خط وکتابت کے ذریعے سے آپ کو بلایا تھا اور مدد دینے کا وعدہ کیا تھا پھر آپ کو دشمنوں کے حوالے کر کے سب بھاگ کھڑے ہوئے تھے:

> ''اے اللہ! عراقیوں نے مجھے دھوکا دیا، میرے ساتھ بدعہدی کی، میرے بھائی کے ساتھ کیا کچھ کیا۔
>
> اے اللہ! ان کے معاملے کو خراب کر دے اور ان کو چن چن کر ہلاک کر۔'' ❹

پھر انھیں کی غداری اور بدعہدی کے نتیجہ میں آپ اور آپ کے ساتھ دیگر اہل بیت شہید کر دیے گئے اور یہ خائن لوگ آپ کا ساتھ چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئے، اس طرح آپ کی شہادت ایک جانکاہ حادثہ اور ایسا بڑا المیہ بن کر سامنے آئی جسے سن کر ہر مسلمان کا کلیجہ چاک ہونے لگتا ہے۔ ❺

۴۔ علی بن حسین رحمہ اللہ نے فرمایا:

> ''اے عراقیو! ہم سے اسلامی محبت کرو، بتوں کی طرح ہم سے محبت نہ کرو، تمھاری یہی محبت ہمارے ساتھ رہی یہاں تک کہ وہ عیب بن گئی۔'' ❻

---

❶ الانتصار للصحب والآل ص (۱۱٤)۔ ❷ سیر أعلام النبلاء (۳/ ۲٦۳)

❸ حلیة الأولیاء (۲/ ۳۷)۔ ❹ سیر أعلام النبلاء (٤/ ۳۰۲)۔

❺ سیر أعلام النبلاء (٤/ ۳۰۲) ❻ سیر أعلام النبلاء (٤/ ۳۹۰)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آپ ہی سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے پاس عراقیوں کی ایک جماعت آئی اور اس نے ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی شان میں کچھ نازیبا کلمات کہے، جب وہ لوگ اپنی بات سے فارغ ہوئے تو آپ نے انھیں مخاطب کر کے فرمایا: کیا آپ لوگ مجھے بتا سکتے ہو کہ تمھیں لوگ وہ اولین مہاجرین ہو جو اپنے گھروں اور مالوں سے بے دخل کیے گئے۔ اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے متلاشی رہے اور اللہ اور اس کے رسول کے مددگار رہے اور وہی سچے رہے۔ انھوں نے کہا: نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا: تو کیا تمھیں لوگ وہ ہو جن کے بارے میں (قرآن میں بیان) ہے کہ انھوں نے اس گھر میں (یعنی مدینہ) اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنالی ہے اور اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ دے دیا جائے اس سے وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہیں رکھتے، بلکہ خود اپنے اوپر انھیں ترجیح دیتے ہیں گو خود کو کتنی ہی سخت حاجت ہو۔ (بات یہ ہے) کہ جو بھی اپنے نفس کے بخل سے بچایا گیا وہی کامیاب (اور بامراد) ہے۔ انھوں نے کہا: نہیں، تو آپ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم ان میں سے ہرگز نہیں ہو جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾

(الحشر: ۱۰)

”اور (ان کے لیے) جو ان کے بعد آئے، وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جنھوں نے ایمان لانے میں ہم سے پہل کی اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے لیے کوئی کینہ نہ رکھ جو ایمان لائے، اے ہمارے رب! یقیناً تو بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

جاؤ یہاں سے نکل جاؤ، اللہ تمھیں غارت کرے۔ ❶

۵۔ محمد بن علی الباقر رحمہ اللہ نے فرمایا:

”بنو فاطمہ اس بات پر متفق ہیں کہ ابوبکر وعمر کے بارے میں عمدہ ہی بات کہیں۔“ ❷

آپ ہی سے مروی ہے کہ آپ نے جابر جعفی سے کہا: عراق میں کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ میں نے انھیں اس (ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو برا کہنے) کا حکم دیا ہے، ان کو بتا دو کہ میں اللہ کے نزدیک ان سے اپنی براءت کا اعلان کرتا ہوں، اور اللہ ان سے بری ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے اگر میں منصب خلافت پر بیٹھا تو ان کے خون کے ذریعے سے اللہ کا تقرب چاہوں گا، اگر میں نے ان دونوں (ابوبکر وعمر) کے لیے استغفار نہیں کی اور دعائے رحمت نہیں کی تو مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہو۔ اللہ کے دشمن ان دونوں کی عظمت سے ناواقف ہیں۔ ❸

بسام صیرفی کا بیان ہے کہ میں نے ابوجعفر سے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں پوچھا، تو آپ نے فرمایا: اللہ کی

❶ الحلیۃ (۳/ ۱۳۷). ❷ سیر أعلام النبلاء (۴/ ۴۰۶).
❸ الاعتقاد / البیہقی ص (۳۶۱).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قسم! میں ان دونوں سے عقیدت رکھتا ہوں اور ان دونوں کے لیے استغفار کرتا ہوں اور مجھے اہل بیت کے سارے لوگ ان سے عقیدت ومحبت کرنے والے ہی ملے۔ ❶

۶۔ زید بن علی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''ابوبکر شکر گزاروں کے امام تھے'' پھر یہ آیت پڑھی:

﴿وَ سَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴾ (آل عمران: ۱٤٤) ''اللہ شکر گزار کو عنقریب بدلہ دے گا۔''

پھر فرمایا:

''ابوبکر رضی اللہ عنہ سے تبرّا کرنا علی رضی اللہ عنہ سے تبرّا کرنے کے مترادف ہے۔ ❷ اب چاہو تو آگے بڑھو اور چاہو تو پیچھے جاؤ۔'' ❸

۷۔ جعفر بن محمد (الصادق رحمہ اللہ) نے فرمایا:

عبدالجبار بن عباس الہمدانی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ جعفر بن محمد الصادق ان کے پاس آئے، جب کہ وہ لوگ مدینہ سے سفر کرنے والے تھے، تو کہنے لگے: ان شاء اللہ آپ لوگ اپنے شہر کے نیک لوگوں میں سے ہو، لوگوں کو میری طرف سے بتا دینا کہ میرے بارے میں جس کا یہ عقیدہ ہو کہ میں امام معصوم ہوں اور میری اطاعت ان پر فرض ہے، تو میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ ❹ اور جس نے یہ گمان کیا کہ میں ابوبکر وعمر سے تبرّا کرتا ہوں تو اس سے میرا کوئی تعلق نہیں۔

سالم بن ابوحفصہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے ابوجعفر اور جعفر سے ابوبکر وعمر (رضی اللہ عنہما) کے بارے میں پوچھا، تو ابوجعفر نے فرمایا: اے سالم! ان دونوں سے عقیدت رکھ اور ان کے دشمنوں سے لاتعلق ہو جا۔ وہ دونوں ہدایت کے امام تھے، پھر جعفر نے کہا: اے سالم! کیا کوئی آدمی اپنے نانا کو گالی دے سکتا ہے؟ ابوبکر میرے نانا تھے، قیامت کے دن مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نہ نصیب ہو اگر میں ان دونوں سے محبت اور ان کے دشمنوں سے بے زار نہ رہوں۔ ❺

جعفر بن محمد ہی سے مروی ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے: جس طرح مجھے شفاعت علی کی امید ہے اسی طرح ابوبکر سے بھی شفاعت کی امید ہے، انھوں نے مجھے دوبار جنا ہے۔ ❻

نیز آپ ہی سے مروی ہے کہ آپ سے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: تم مجھ سے ان دو آدمیوں کے بارے میں پوچھتے ہو جو جنت کے پھل کھا چکے۔ ❼ اللہ بَری ہے اس آدمی سے جو ابوبکر وعمر

---

❶ سیر أعلام النبلا (٤/ ٤٠٣). ❷ شرح أصول اعتقاد أهل السنة (٧/ ١٣٠٢).

❸ النهي عن سب الأصحاب / المقدسي ص (٧٥).

❹ سير أعلام النبلاء (٦/ ٢٥٨). ❺ سير أعلام النبلاء (٦/ ٢٥٥).

❻ سير أعلام النبلاء (٦/ ٢٥٥). ❼ الانتصار للصحب و الآل ص (١١٩).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے تبرا کرے۔ ❶

امام ذہبی اس اثر کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''میں کہتا ہوں کہ یہ قول جعفر صادق سے بسند تواتر ثابت ہے، میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں کہ وہ اپنے قول میں بالکل برحق ہیں، کسی کے خلاف ان کے دل میں نفاق نہیں، اللہ روافض کو ہلاک کرے۔'' ❷

یہ ہیں طیب و طاہر ائمہ اہل بیت کے اقوال کہ جن کی امامت و ولایت کے روافض حضرات معترف ہیں اور ان کی طرف اپنا عقیدہ منسوب کرتے ہیں اور یہ ہیں وہ پاکیزہ نفوس جو روافض شیعہ، ان کے عقائد، امہات المومنین اور چنندہ صحابہ کرام پر ان کے طعن و تشنیع سے واضح انداز میں اپنی براءت کا اظہار کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ ائمہ اہل بیت کا عقیدہ ہر چھوٹی بڑی چیز اور ظاہر و باطن میں اہل سنت کا عقیدہ رکھتے تھے، اسی کے قائل تھے اور اسی کو دوستی و دشمنی کا معیار بناتے تھے۔ پس اگر کوئی شخص ان کی طرف مذکورہ عقائد اہل سنت کے علاوہ کوئی اور عقیدہ منسوب کرتا ہے تو وہ جھوٹا ہے، اور ان پر ظلم کرنے والا ہے، اللہ ان پر اپنی رحمت عام کرے اور ان پر جھوٹی باتیں گھڑنے والوں کو ذلیل و رسوا کرے۔ ❸

شیعہ سنی مفاہمت کا نظریہ

شیعہ قوم کے نظریات و عقائد کے متعلق اس طویل بحث و گفتگو کے بعد اب ہمارے سامنے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ اس کے یہاں کس قدر گمراہیاں اور بدعتیں ہیں اور قرآن مجید، سنت رسول اور خلفائے راشدین کے طریقوں سے یہ کس حد تک منحرف ہے، نیز ہم نے یہ بھی جان لیا کہ تفسیر، توحید اور حدیث وغیرہ کے موضوع پر ان کی مستند و معتمد ترین کتابیں کتنی پُرخطر اور نقصان دہ ہیں اور وہ کتابیں براہ راست مسلمانوں کے دین کی اساسیات اور ان کے عقائد کو نشانہ بناتی ہیں۔ پس شیعہ سنی مفاہمت کی ہر دعوت گویا ضمنی طور پر ان کتابوں کی صداقت کا اعتراف کرتی ہے، حالانکہ اسلام کے نام پر اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ اسلامی شریعت میں ردو بدل کے لیے جو کوششیں اس قوم نے کر ڈالیں وہاں تک مستشرقین اور عیسائی تحریک کی سازشیں بھی نہ پہنچ سکیں۔ بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ استشراق اور عیسائیت نے اسی قوم کے فکری سرچشمہ سے سیرابی حاصل کی اور اسلام و مسلمان کے خلاف سازشیں رچانے اور اسلام کو بگاڑنے کے لیے انھوں نے اسی قوم کی ذہنیت اور من گھڑت قصے کہانیوں پر اعتماد کیا، یہی وجہ ہے کہ دونوں کے درمیان گہرا ربط نظر آتا ہے، بلکہ مستشرقین و عیسائیوں کے خیالات اور روافض شیعہ کے اعتراضات و نظریات میں مکمل مشابہت نظر آتی ہے اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ قدیم زمانے سے ہی دشمنانِ اسلام نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جنگ بازی کرنے میں انھیں روافض کے نظریات و اعتراضات کا سہارا لیا اور ان کی فوجیں دشمنان اسلام کے ہاتھوں میں تیز تلوار کی طرح کھیلتی رہیں اور اسلام کو مٹانے کی نیت رکھنے والے

❶ سير أعلام النبلاء (٦/ ٢٦٠). ❷ سير أعلام النبلاء (٦/ ٢٦٠).

❸ الانتصار للصحب و الآل ص (١٢٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہر ملحد، حاسد اور کینہ پرور کے لیے یہ روافض اہم پناہ گاہ ثابت ہوئے، ان کے سازشوں، خباثتوں اور دشمنان اسلام کی مدد و تائید سے تاریخ بھری پڑی ہے۔ روافض کے اس اسلام دشمن موقف کا جو سب سے واضح سبب سمجھ میں آتا ہے وہ یہ کہ یہ لوگ امام غائب، جو کہ گیارہ صدیوں سے زائد عرصہ سے غائب ہے، کی حکومت کے علاوہ کسی بھی اسلامی حکومت کی مشروعیت اور اس کے جواز کا عقیدہ نہیں رکھتے، چنانچہ اسی راستے سے دشمنوں کو ان کے دلوں میں جگہ بنانے کا موقع مل گیا۔ ❶

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ''ان (روافض) میں سے بہت سارے دل کی گہرائیوں سے جتنی محبت کافروں سے کرتے ہیں اتنی مسلمانوں سے نہیں کرتے، یہی وجہ تھی کہ جب مشرق سے ترک کافروں نے خراسان، عراق، شام اور جزیرہ وغیرہ میں مسلمانوں پر حملہ کیا، انھیں قتل کیا اور ان کے خون بہائے تو روافض مسلمانوں کے خلاف ان کے پورے پورے مددگار ثابت ہوئے، اسی طرح شام اور حلب وغیرہ میں بھی مسلمانوں کی قتل و خون ریزی میں روافض دشمنوں کے لیے سب سے بڑے مددگار رہے۔ اسی طرح جب شام میں نصاریٰ نے مسلمانوں سے جنگ چھیڑی تو یہ روافض ان کے سب سے بڑے معاون رہے، پس ان کی تاریخ ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں کے خلاف مشرکین و نصاریٰ کی ہمیشہ مدد کرتے رہے ہیں۔'' ❷

ہماری اس بات کے لیے تاریخی شواہد موجود ہیں جن میں یہاں دو ایک مثالیں ذکر کی جارہی ہیں:

۱۔ ۶۵۶ھ کے زوال بغداد میں ابن العلقمی رافضی کی ریشہ دوانیاں:

ابن العلقمی، عباسی خلیفہ المستعصم کا وزیر تھا۔ خلیفہ اپنے آباء و اجداد کی روش پر اہل سنت کے عقیدہ و مذہب کا حامل تھا، لیکن اس میں نرمی تھی، وہ سیدھا سادھا آدمی تھا، بہت زیادہ چالاک اور بیدار مغز نہ تھا، یہ رافضی وزیر (ابن العلقمی) اہل سنت کو ہٹا کر اسلامی خلافت ختم کرنے اور شیعی حکومت قائم کرنے کے منصوبے تیار کرتا رہتا تھا، چنانچہ اس نے اسلامی خلافت کے خلاف اپنی ریشہ دوانیوں اور سازشوں کو آخری انجام تک پہنچانے کے لیے اپنے منصب اور خلیفہ کی غفلت کا استحصال کیا، اس کی ریشہ دوانیوں کے تانے بانے تین مراحل سے مربوط تھے۔

پہلا مرحلہ:...... فوج میں کمی اور عوام کو تنگی میں ڈالنا:

چنانچہ اس نے مسلم فوجوں کی تنخواہوں اور خود ان کی تعداد میں زبردست کمی کر دی، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ''وزیر ابن العلقمی فوجوں کو دور کرنے اور دیوان سے ان کے نام کاٹنے کی کوشش کرتا رہا، چنانچہ خلیفہ

---

❶ مسألة التقریب (۲/ ۲۶۱، ۲۷۸)

❷ منهاج السنة (۲/ ۱۰٤) اس کی واضح مثال افغان و عراق جنگ میں دیکھی جا سکتی ہے جہاں شیعہ ملیشیا سنی مسلمانوں کو تہ تیغ کرنے کے لیے یورپی استعمار (امریکہ اور اتحادی فوج) کا مکمل معاون ثابت ہوا اور اس کے شانہ بشانہ سنی مسلمانوں کے خلاف جنگ کرتا رہا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

مستنصر کے زمانہ میں جہاں فوجوں کی تعداد تقریباً ایک لاکھ تھی، وہ کم ہو کر صرف دس ہزار تک رہ گئی۔'' ❶

دوسرا مرحلہ : ......تاتاریوں سے خط و کتابت:

ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''پھر اس نے تاتاریوں سے خط و کتابت کے ذریعے سے ساز باز کی، انھیں ملک پر قابض ہو جانے کی لالچ دلائی، ان کے لیے راستہ ہموار کیا اور ملک کی اندرونی حالت اور حکومتی کارندوں کی کمزوری سے انھیں پوری طرح واقف کر دیا۔'' ❷

تیسرا مرحلہ : ......تاتاریوں کی مزاحمت سے روکنا اور خلیفہ اور اس کی رعایا کی ہمت توڑنا:

چنانچہ اس نے عام ملکی باشندوں کو تاتاریوں کی مزاحمت سے روکا ❸ اور خلیفہ، اس کے مشیروں اور ہم نشینوں کو اس دھوکا میں رکھا کہ تاتاری ان سے مصالحت کے خواہاں ہیں، بہتر ہوگا کہ خلیفہ ان سے خود ملاقات کریں تاکہ اس بات پر مصالحت ہو جائے کہ خراجِ عراق کی نصف آمدنی خلیفہ کو اور نصف تاتاریوں کو ملتی رہے گی، چنانچہ خلیفہ نے قاضیوں، فقہاء، امرا اور دیگر اعلیٰ عہدیداران و اعیان حکومت پر مشتمل سات سو لوگوں کے ہمراہ تاتاریوں سے ملاقات کی اور نتیجہ یہ ہوا کہ اس حیلہ کے ذریعے سے خلیفہ اور ان کے ہمراہ جانے والے دیگر قائدین حکومت و فوجی جرنیل بآسانی تاتاریوں کے ہاتھوں قتل کر دیے گئے۔

واضح رہے کہ سرداران روافض اور دیگر منافقینِ حکومت نے ہلاکو سے اشارتاً یہ بات کہہ دی تھی کہ وہ خلیفہ سے مصالحت نہ کرے گا اور وزیر ابن العلقمی نے یہاں تک کہا تھا کہ اگر نصف نصف پر مصالحت ہو بھی جائے تو اسے سال دو سال سے زیادہ باقی نہ رکھنا، پھر پہلی جیسی صورت حال پیدا ہو جائے گی اور خلیفہ کے قتل کو مستحسن قرار دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وزیر ابن العلقمی اور نصیر طوسی ہی نے خلیفہ کو قتل کر دینے کا اشارہ کیا تھا۔ ❹ قتل خلیفہ کے بعد پورے ملک پر ہلہ بول کر جو بھی مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے اور نوجوان ہاتھ آئے سب کو تہ تیغ کرتے گئے، صرف ذمی یہود و نصاریٰ یا جن لوگوں نے ان سے پناہ مانگ لی یا ابن العلقمی رافضی کے گھر میں پناہ لی وہی بچ سکے، اور کم و بیش تیرہ لاکھ مسلمانوں کو قتل کر ڈالا اور ان کافر تاتاریوں نے جس طرح مسلمانوں کے خون بہائے اسلامی تاریخ میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ انھوں نے ہاشمیوں کو چن چن کر قتل کیا اور ان کی عباسی یا غیر عباسی خواتین کو قیدی بنا لیا، تو غور کا مقام ہے کہ جو شخص آل رسول اور دیگر تمام مسلمانوں کو قتل کرنے اور انھیں قیدی بنانے کے لیے ان پر کفار کو مسلط کر دے کیا وہ ان کا عقیدت مند اور خیر خواہ ہو سکتا ہے۔ ❹ حافظ ابن کثیر کے بقول:

---

❶ البدایة والنهایة (١٣/ ٢٠٢) ❷ البدایة والنهایة (١٣/ ٢٠٢)

❸ منهاج السنة (٣/ ٣٨).

❹ نصیر طوسی ہلاکو کے پاس تھا، ہلاکو نے جب الموت کے قلعوں کو اسماعیلیوں کے ہاتھوں سے چھینا اور اس پر فتح حاصل کیا تو نصیر طوسی کو اپنے ساتھ رکھا تھا۔ ❹ منهاج السنة (٣/ ٣٨)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"خطباء، ائمہ اور حفاظ قرآن مار ڈالے گئے اور کئی مہینے تک بغداد کی مسجدیں جمعہ، جماعت اور دیگر نمازوں سے ویران رہیں۔" ❶

ابن العلقمی کا ہدف یہ تھا کہ سنت اور اہل سنت کا مکمل صفایا ہو جائے اور رافضی بدعت کو غلبہ مل جائے اور روافض کی ایک بڑی مذہبی درس گاہ قائم ہو کہ جس کے ذریعے سے وہ اپنے مذہب کی ترویج واشاعت کر سکے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے یہ موقع نہ دیا۔ اپنی عطا کردہ نعمت کو اس سے چھین لیا اور اس حادثہ کے چند ہی مہینوں بعد اس کی عمر گھٹا دی اور اس کے پیچھے اس کے بیٹے کو بھی ہلاک کر دیا۔ ❷

۲۔ صفوی حکومت:

صفوی دور حکومت میں کہ جس کا موسس اوّل اسماعیل صفوی ہے، اثنا عشری شیعہ عقائد ایرانی باشندوں پر زبردستی تھوپے گئے اور شیعیت کو ایران کا حکومتی مذہب قرار دیا گیا۔ شاہ اسماعیل صفوی اتنا سنگ دل اور سنی مسلمانوں کے خون کا پیاسا تھا کہ شاید آپ اس کی تصدیق نہ کریں۔ ❸ اپنے بارے میں وہ یہ بات عام کرتا تھا کہ وہ معصوم ہے، اس کے اور مہدی کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں، اس کی ہر نقل وحرکت بارہ اماموں کے اوامر کے مطابق ہو رہی ہے۔ ❹ اس نے اہل سنت کے خلاف ہمیشہ اپنی تلوار کو بے نیام رکھا، تینوں خلفائے راشدین کو سب وشتم کرنا، ایرانیوں کے امتحان کا ذریعے سے بنائے ہوئے تھا، اس نے یہ عام فرمان جاری کیا تھا کہ سڑکوں، بازاروں اور مساجد کے منبروں سے تینوں خلفائے راشدین پر سب وشتم کا مظاہرہ ہو اور جو اس کی بغاوت کریں انھیں اپنی گردن زدنی کا انتظار کرنا چاہیے۔ یہ شخص جب کسی شہر پر قابض ہوتا تو ہتھیاروں کی نوک پر وہاں کے لوگوں کو رافضیت کے لیے مجبور کر دیتا۔ ❺ روافض علما ومشائخ نے نہلے پر دہلا کا کام کرتے ہوئے صفوی ارباب حکومت کی اس موقف میں بھرپور تائید کی اور اسلحوں اور ہتھیاروں کے زور پر مسلمانان ایران کو رافضیت قبول کرنے پر مجبور کیا۔

ان علماء ومشائخ میں علی الکرکی ❻ کا نام سب سے نمایاں ہے، جسے روافض حضرات محقق ثانی کا لقب دیتے ہیں اور جسے شاہ اسماعیل کے بیٹے شاہ طہماسپ نے اپنا سب سے قریبی مشیر اور حکومتی سطح پر ایسا درجہ دے رکھا تھا کہ جس کی ہر بات واجب العمل ہوتی تھی۔ صفوی دور حکومت کے نمایاں علماء میں مجلسی کا نام بھی آتا ہے، جو کہ ایرانی مسلمانوں پر مذہبی اعتبار سے اثر انداز ہونے میں اقتدار کا شریک کار تھا، اس کے بارے میں یہاں تک بیان کیا جاتا ہے کہ اس کی کتاب "حق الیقین" کی وجہ سے تقریباً ستر ہزار ایرانی سنی مسلمان شیعہ بن گئے۔ ❼ لیکن یہ بات اہل تشیع کے غلو پر مبنی معلوم ہوتی ہے کیونکہ روافض کو ایران میں جو بھی اثر ورسوخ حاصل ہوا وہ صرف طاقت اور

---

❶ البداية والنهاية (١٣/ ٢٠٣).
❷ البداية والنهاية (١٣/ ٢٠٢، ٢٠٣).
❸ لمحات اجتماعية من تاريخ العراق / على الوردى ص (٥٦).
❹ الفكر الشيعي و النزعات الصوفية / كامل الشيبي ص (٤١٣).
❺ أصول الشيعة الإمامية (٣/ ١٤٧٥).
❻ أصول الشيعة الإمامية (٣/ ١٤٧٦).
❼ عقيدة الشيعة / ڈونالڈسن ص (٣٠٢).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دہشت گردی کی بنیاد پر نہ کہ فکری اور طبعی میلانات کی بنا پر۔ ❶

معاً صفوی اقتدار کا وہ پہلو بھی ہماری نگاہوں میں رہے جس میں اس نے عثمانی اسلامی خلافت کے خلاف جنگ چھیڑی اور پھر مسلمان کے خلاف پرتگالیوں اور انگریزوں کی مکمل مدد کی اور مسلم ممالک میں کنیسوں کو بنانے کی ہمت افزائی کی، عیسائیوں اور ان کے پادریوں کو جگہ دینے میں فراخ دلی کا ثبوت دیا اور سنت واہل سنت سے برسرپیکار رہا۔ ❷

یہ ہیں حکومتی اور انفرادی سطح پر ان کی کارستانیوں کے چند برے اثرات جنھیں آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرمائے امام ابن تیمیہ پر کہ اس موضوع پر آپ نے جو کچھ فرمایا ہے اگر آپ انھیں سامنے رکھتے ہوئے حالات کا جائزہ لیں اور تاریخی واقعات وحوادث کا تجزیہ کریں تو انھیں سورج کی روشنی کی طرح سچ پائیں گے۔ آپ فرماتے ہیں:

"ہر سمجھ دار کو غور کرنا چاہیے کہ اس کے دور میں جو بھی آفتیں رونما ہو رہی ہیں، یا اس کے ماضی قریب میں مسلمانوں کو جن فتنہ وفساد سے گزرنا پڑا ہے، ان میں زیادہ تر ہاتھ روافض کا رہا ہے۔ وہ فتنوں اور شرارتوں سے بھرپور قوم ہے۔ امت مسلمہ کے درمیان جس قدر فتنہ وفساد برپا کرنا ان کے لیے ممکن ہوگا وہ اس سے بیٹھنے والے نہیں۔"

آگے فرماتے ہیں:

"ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور واقعات شاہد ہیں کہ عظیم سے عظیم تر فتنے اور بڑی بڑی بلائیں انھیں کے پیٹ سے جنم لیتی ہیں۔" ❸

پس شیعہ سنی قربت ومفاہمت کی دعوت دینے والے سنی مسلمانو! ذرا بتاؤ ہم کس کے ساتھ اتحاد کرلیں؟ کیا اس کے ساتھ جو ہمارے قرآن میں طعن وتشنیع کرتا ہے، اس کی بے جا تفسیر اور آیات میں تحریف کرتا ہے؟ ابوبکر صدیق، عمر فاروق، ام المومنین اور پیارے نبی کی چہیتی بیوی عائشہ رضی اللہ عنہا، طلحہ اور زبیر جیسے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تکفیر کرتا ہے اور تقیہ کے نام پر تمام مسلمانوں کو دھوکا دیتا ہے۔ ❹

۳۔ شیعہ سنی مفاہمت کے چند معاصر تجربات:

ڈاکٹر مصطفی السباعی کا تجربہ:

ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی نے اس مسئلہ کو لے کر بعض شیعہ علماء کے ساتھ کئی کوششیں کیں اور فریقین کے درمیان باہمی قربت اور الفت ومحبت کی فضا ہموار کرنے والے قوی اسباب ووسائل کی تلاش وتحقیق پر ایک اسلامی کانفرنس منعقد کرنے کی کاوش بھی کی، آپ کے خیال میں شیعہ سنی مفاہمت کے لیے یہ بات سب سے اہم کردار ادا کرسکتی تھی کہ فریقین کے علماء ایک دوسرے کی زیارت کریں اور دونوں طرف سے ایسی ہی کتابیں منظر عام پر آئیں جو

❶ أصول الشیعة الإمامیة (۲/ ۱٤۷۸).
❷ أصول الشیعة الإمامیة (۲/ ۱٤۷۸).
❸ منهاج السنة (۳/ ۲٤۳، ۲٤٥).
❹ مسألة التقریب (۲/ ۲۸۰).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فریقین کو ایک دوسرے سے قریب کریں، ایسی کوئی تحریر یا کتاب نہ طبع ہو جس سے کسی بھی فریق کے جذبات کو ٹھیس پہنچے یا غصہ آئے۔ چنانچہ اپنے اس نظریہ کے مطابق ڈاکٹر صاحب نے اپنے وقت کے اہم مرجع شیعہ اور اسلامی اتحاد، مسلمانوں کی صف بندی اور مذاہب کے درمیان مفاہمت کی دعوت دینے والے سب سے بڑے عالم عبدالحسین شرف الدین الموسوی کی زیارت کی، پھر انتہائی پُر اعتماد اور کافی جوش وخروش کے ساتھ ان کے سامنے اپنا موقف رکھتے ہوئے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ اس مقصد کی خاطر شیعہ وسنی علماء کے درمیان ایک اسلامی کانفرنس منعقد کی جائے۔

اسی طرح ڈاکٹر صاحب نے اس مقصد کو لے کر متعدد شیعہ سیاسی شخصیات، تاجران اور ادباء و اہل قلم کی بھی زیارت کی، اور ان رابطوں کے بعد آپ جن نتائج تک پہنچے تھے انھیں دیکھ کر انتہائی خوش اور مطمئن تھے، لیکن آپ کے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہ آئی تھی کہ شیعہ قوم کے دلوں میں کیا اہداف و مقاصد پوشیدہ ہیں اور قربت و مفاہمت کی دعوت کے پیچھے ان کے کیا منصوبے ہوتے ہیں؟ چنانچہ آپ کے بقول: کچھ ہی دنوں بعد میں یہ دیکھ کر انتہائی حیرت میں پڑ گیا کہ وہی موسوی جو شیعہ سنی مفاہمت وقربت کے لیے سب سے زیادہ زندہ دل اور جوش و خروش والا مبلغ تھا اس نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی سیرت پر ایک کتاب لکھی، جو ان کے حق میں سب وشتم سے بھری ہوئی تھی اور اس میں یہاں تک ثابت کیا تھا کہ ابوہریرہ منافق اور کافر تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں بتایا تھا کہ وہ جہنمی ہیں۔ ❶

ڈاکٹر صاحب آگے کہتے ہیں کہ میں عبدالحسین کی بات اور تحریر کے موقف میں تضاد دیکھ کر دنگ رہ گیا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ موقف مفاہمت، ایک دوسرے کو قریب لانے اور ماضی کو بھلا دینے میں سچی رغبت پر دلالت نہیں کرتا۔ ❷ شیعہ سنی نظریۂ مفاہمت کے تئیں شیعہ علماء و مشائخ نے زیادہ سے زیادہ جو قدم آگے بڑھایا وہ اتنا کہ اجتماعات، کانفرنس اور مجلسوں میں مجمل طور پر مجاملت سے کام لیا، بقیہ اوقات میں ان میں بیشتر لوگ صحابہ کو گالیاں دینے، ان کے بارے میں بدظنی کرنے اور اپنے اسلاف کی کتابوں میں مروی روایات کے مطابق ان کے بارے میں عقیدہ رکھنے پر بدستور باقی رہے۔ ❸ یہ لوگ خود نظریہ مفاہمت وتقریب کی آواز لگاتے ہیں لیکن عراق و ایران کے علمائے شیعہ میں اس کا کوئی اثر دیکھنے میں نہیں آتا، پوری شیعہ قوم اپنی مذہبی کتابوں کی تعلیم کے مطابق صحابہ کرام کے مابین واقع ہونے والے ماضی کے اختلافات کو لے کر انھیں جارحانہ طعن وتشنیع کا نشانہ بناتی ہے اور ان کی جھوٹی تصویر کشی کرتی ہے، گویا نظریۂ مفاہمت کا مطلب یہ ہے کہ اہل سنت شیعہ مذہب کے قریب آ ئیں۔ ❹

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ سنت کی پوری تاریخ یا ملت اسلامیہ کی کوئی بھی علمی تحقیق جو شیعہ نقطۂ نظر کے موافق نہ ہو تو ان کا کوئی نہ کوئی عالم اس محقق پر تنقید و اعتراض ضرور کرے گا، باہمی قوت و مفاہمت کے پس پردہ ان کی نیتیں

---

❶ مسألة التقریب ص (۹).
❷ مسألة التقریب ص (۱۰)
❸ مسألة التقریب ص (۹-۱۰)
❹ مسألة التقریب ص (۹، ۱۰)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کچھ اور ہوتی ہیں، یہ لوگ ایسے محقق کو متعصب گردانتے ہیں اور اسے فریقین کو قریب کرنے کی مصلحانہ کوششوں کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ سے متہم کرتے ہیں۔ جب کہ عبدالحسین شرف الدین جیسے لوگوں کی صرف وہ ایک کتاب جو کہ عظیم ترین، جلیل القدر اور اہل سنت کے نزدیک روایتوں میں ثقاہت کے امین صحابی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر طعن وتشنیع سے پُر ہے، کو یہ تہمت گر اور ناراض ہونے والے لوگ شیعہ سنی اتحاد کی راہ میں رکاوٹ نہیں جانتے۔ تشنیع صحابہ کے بارے میں مثال کے لیے صرف ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھی گئی مذکورہ کتاب پر بس نہیں ہے بلکہ عراق اور ایران میں تشنیع صحابہ پر مشتمل ایسی ایسی کتابیں طبع ہوکر منظر عام پر آرہی ہیں کہ کوئی بھی زندہ دل اور غیرت مند انسان انھیں سننے کی تاب نہیں لاسکتا اور یہ ایسی چیزیں ہیں جو انتشار واختلاف کی آگ کو نئے سرے سے بھڑکاتی ہیں۔ ❶ چہ جائے کہ اس سے اتحاد ہو۔

یہ ہیں ڈاکٹر محمد مصطفیٰ السباعی رحمہ اللہ کے تجربات اور ان کاوشوں کا خلاصہ جو شیعہ علماء ومشائخ کے تعصب اور خیر القرون کی چیدہ ونامور نسل کے تئیں بدستور ان کی عداوت اور زبان درازی کے سامنے ناکام ہوگئی۔ ❷

رافضی نظریہ کے مطابق شیعہ سنی اتحاد کا مطلب گویا اب یہ ہوگیا ہے کہ انھیں سنی ممالک یا سنی اکثریت علاقوں میں اپنے عقائد کی نشر واشاعت کے لیے میدان خالی کردیا جائے اور وہ برابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو کوستے اور ان پر زبان درازیاں کرتے رہیں اور اہل سنت حق کہنے کے لیے زبان بھی نہ کھولیں، یہ روافض جب بھی دیکھتے ہیں کہ حق کا بول بولا ہورہا ہے تو ان کی بے چینی بڑھ جاتی ہے اور یہی ہنگامہ بپا کرتے ہیں کہ امت مسلمہ کا اتحاد اس وقت خطرے میں ہے۔ ❸

شیخ موسیٰ جار اللہ کا تجربہ:

آپ رحمہ اللہ روس کے ایک جلیل القدر عالم دین تھے۔ آپ کا نام موسیٰ بن جار اللہ ترکستانی قازانی ہے۔ آپ قیصری دور کے خاتمہ اور سوویت یونین کی ابتدائی ایام حکومت میں تیس ملین سے زائد روسی مسلمانوں کی واحد اور فیصلہ کن آواز تھے، جب روس کی سرزمین پر کمیونزم کی تیز آندھی چلی تو آپ بھی اس کی زد میں آگئے اور اس نے آپ کو اپنے گھر اور وطن سے دور لا پھینکا، آپ کی متعدد تالیفات اور رسائل ہیں۔ آپ ہجرت کی زندگی لے کر ہندوستان، حجاز، مصر، عراق اور ایران میں منتقل ہوتے رہے۔ آپ فرماتے ہیں:

> ''اگر میں چاہتا تو روسی حکومت کا سکریٹری اوّل ہوتا اور صف اوّل کا زعیم وقائد ہوتا بشرطیکہ میں اپنے دین وایمان کو الوداع کہہ دیتا، لیکن میں نے ایسا نہ کیا بلکہ دنیا کے بالمقابل آخرت خریدنے کو ترجیح دی۔'' ❹

اس جلیل القدر عالم نے یہ کوشش کیا تھا کہ امت مسلمہ کا انتشار ختم کرکے شیعہ سنی اتحاد کی فضا قائم کی جائے اور اس سلسلہ میں اپنی پوری طاقت لگائی۔ شیعہ مذہب کی کتابوں کا بنظر غائر اور پورے اہتمام سے مطالعہ کیا۔ آپ

---

❶ السنة و مکانتها فی التشریع الإسلامی ص (۱۰)۔ ❷ مسألة التقریب (۲/ ۱۹۸)

❸ مسألة التقریب (۲/ ۱۹۸) ❹ مسألة التقریب (۲/ ۲۰۱)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کا بیان ہے کہ میں نے ''اصول الکافی و فروعه'' اور''من لایحضرہ الفقیه'' اور کتاب''الوافی''، ''مرآة العقول''، ''بحار الانوار''، ''غایة المرام'' اور ان کے علاوہ دوسری بہت ساری کتابوں کا مطالعہ کیا۔ ❶ پھر شیعہ ممالک اور ان کے اکثریتی علاقوں کا دورہ کیا اور سات مہینوں سے زائد کا عرصہ ان کے درمیان گزارا، ان کی عبادت گاہوں، خانقاہوں، مزاروں، محفلوں اور عزاء و ماتم کی مجلسوں میں جاتا رہا، گھروں، مسجدوں اور مدرسوں میں ان کے دروس کو سنتا رہا، محرم کے ایام میں نجف میں قیام کیا اور ایام عزاء و یوم عاشوراء میں یہ لوگ جو کچھ کرتے ہیں تمام چیزوں کا مشاہدہ کیا اور پھر آپ ایک علمی نتیجہ لے کر وہاں سے نکلے، آپ کو آپ کی علمی گہرائی اور نگاہِ بصیرت نے اس نتیجہ پر پہنچایا کہ شیعی عقائد اور ان کی موجودہ مذہبی صورت حال پر تنقید کرنا ہی امت مسلمہ کے دلوں میں باہمی محبت پیدا کرنے کا اولین مرحلہ ہے اور اس کے بغیر اتحاد ناممکن ہے، چنانچہ اسی نظریہ کے تحت آپ نے شیعہ سنی اتحاد کے مسئلہ کو لے کر سب سے پہلی ملاقات مستند شیعہ عالم دین محسن الامین سے طہران میں ملاقات کیا دونوں میں گفت وشنید ہوئی، پھر شیخ موسیٰ نے ۱۹۳۴/۸/۲۶ء کا تحریر کردہ ایک مختصر رسالہ پیش کیا اور اس کی ایک کاپی علمائے نجف کے پاس روانہ کردیا، اور ایک کاپی علمائے کاظمیہ کے پاس بھیج دی، اس میں آپ نے لکھا تھا: میں ان مسائل کو بصد خلوص واحترام علماءِ نجف اشرف کی خدمت میں پیش کررہا ہوں، اور امید کرتا ہوں کہ سچے اور قلب سلیم کے ذریعے سے اس سے استفادہ کیا جائے گا، اس سے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ دونوں اسلامی دنیا یعنی بزعم خویش حق کی طرف دار اہل تشیع کی جماعت اور تمام اہل سنت و جماعت کے درمیان مفاہمت واتحاد کی راہ نکل جائے۔ امید کہ آپ تمام علمائے کرام اجتماعی یا انفرادی طور پر، نہایت واضح انداز میں، اپنی دستخط ومہر کے ساتھ ہمیں جواب سے نوازیں گے۔'' اس کے بعد آپ نے شیعہ مذہب کی کتابوں اور صفحات کے حوالے سے ان تمام مسائل کو درج کیا تھا جو انتہائی ناپسندیدہ اور قابل اعتراض تھے، چنانچہ آپ نے انھیں خطرناک امور کی طرف نشاندہی کی جو شیعہ سنی اتحاد کی راہ میں سب سے اہم رکاوٹ تھے مثلاً:

- تکفیرِ صحابہ
- دور اوّل یعنی خیر القرون کے اسلاف پر لعن طعن
- تحریف قرآن مجید
- تمام اسلامی حکومتوں اور اس کے قاضی وعلماء کو طاغوت کہنا اور ان کی تکفیر
- شیعہ کے علاوہ تمام ہی اسلامی فرقوں و جماعتوں کو کافر کہنا اور انھیں ہمیشہ ہمیش کے لیے جہنم کا مستحق ٹھہرانا۔
- واجب الاطاعت امام المسلمین (جو کہ اب امام غائب ہیں) کے علاوہ کسی اور کے ساتھ جہاد کرنے کی منسوخیت، مردار جانور اور خنزیر کی طرح اس کی حرمت، صرف شیعہ حضرات کے لیے شہادت کی خصوصیت، حتی کہ اگر کوئی شیعہ اپنے بستر پر طبعی موت مرے تو وہ بھی شہید ہوگا اور جو غیر شیعہ کفار کے ساتھ اللہ کے راستہ

❶ الوشیعة ص (۱۹) مسألة التقریب (۲/ ۱۹۹)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں جہاد کرتا ہوا مر جائے تو وہ شہادت اور جنت کا مستحق نہیں، بلکہ اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ جہنم کی طرف جلدی کر رہا ہے۔

شیخ موسیٰ نے ان مسائل کو شیعہ مذہب کی معتبر ترین کتابوں سے مدلل کرتے ہوئے علمائے داعیان شیعہ کو اس طرح مخاطب کیا ہے: ''یہ چھ مسائل ہیں جن پر شیعہ عقائد کو یقین و اعتماد ہے، پس کیا ان شیعی عقائد کے ہوتے ہوئے عالم اسلام کے تمام مسلمانوں کو ایک صف میں متحد کیا جا سکتا ہے؟ اور کیا ان مسائل اور عقائد کے بعد ان کے ماننے والوں میں اتحاد بین المسلمین کا کوئی اثر ہو سکتا ہے؟ اور کیا اس عقیدہ کے بعد امت مسلمہ کے لیے یہ ممکن ہے کہ مستقبل میں اسلام کے غلبہ کی راہ میں وہ کوئی کوشش کر سکے؟''

آپ رحمہ اللہ نے ان چھ مسائل کے بعد مزید دیگر ناپسندیدہ مسائل کا تذکرہ کیا ہے، مثلاً:

- امت مسلمہ (یعنی سنی مسلمانوں) کی احادیث کی تردید اور اہل تشیع کا یہ دعویٰ کہ ہر وہ طریقہ جس سے امت مسلمہ کی مخالفت ہو اس میں بھلائی ہے۔ حالانکہ اس اصول کی روشنی میں اسلام کے نیست و نابود ہونے سے پہلے خود شیعہ مذہب نیست و نابود ہوتا نظر آتا ہے۔
- شیعہ مذہب کی کتابوں کے ابواب میں ان کے ائمہ اور متبعین کے فضائل میں پائی جانے والی آیتوں اور سورتوں کا وجود اور دوسری طرف ان ابواب کا ذکر جن کے ضمن میں ابوبکر وعمر اور ان کے متبعین کی تکفیر ہے۔
- تقیہ کے بارے میں اہل تشیع کا مبالغہ آمیز عقیدہ۔
- عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دے دی تھی اور وہ ام المومنین کی فہرست سے خارج ہیں۔
- امام غائب جب آئیں گے تو اپنی والدہ محترمہ یعنی فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقام لیتے ہوئے عائشہ پر حد نافذ کریں گے۔
- امام غائب جب ظہور کریں گے تو مساجد اسلام کو گرا دیں گے۔

پھر آپ نے ذکر کیا ہے کہ مذہب شیعیت کی روح عداوت پر قائم ہے اور اس مذہب کی کتابوں میں ابوبکر وعمر، اور علی رضی اللہ عنہم اجمعین کے درمیان عداوت اور باہمی رنجش کے جو حکایات و واقعات ملتے ہیں سب من گھڑت ہیں۔ اسی طرح اس مذہب کی بعض کتابیں اپنے ائمہ کی زبانی یہ بات نقل کرتی ہیں کہ امت مسلمہ اگرچہ امانت اور صدق و وفا کے اوصاف سے متصف ہو جائے لیکن وہ مومن نہیں ہو سکتی، کیونکہ اسے ولایت (ائمہ) کا انکار ہے۔ جب کہ شیعہ قوم کے پاس اگرچہ دین نام کی کوئی چیز نہ ہو پھر بھی وہ معتوب نہیں، اس لیے کہ اس کے پاس ایک امام عادل کی ولایت کا عقیدہ ہے۔

پھر آپ نے دیگر کئی مسائل کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

''لہٰذا اے میرے محترم علماء، مہربانی ہوگی کہ آپ لوگ ہمیں اس کا جواب دو تا کہ پوری امت مسلمہ متحد ہو جائے اور سب کے سب اللہ کی کتاب مبین پر متفق ہو جائیں۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آ یئے دیکھیں! کہ یہ مسائل جنھیں میں نے اللہ کے فرمان ﴿فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ (النحل : ٤٣) پر عمل کرتے ہوئے، خود اسی قوم کی اساسی کتابوں کے حوالوں سے برائے وضاحت طلبی ان کے سامنے پیش کیا تھا اس کا ردعمل کیا ہوا، میں نے ایک سال سے کچھ زائد عرصہ تک جس کے جواب کا انتظار کیا، لیکن بصرہ کے ایک بڑے شیعہ مجتہد کے علاوہ کسی کا جواب میں نے نہیں سنا، اس نے اپنی ذمہ داری نبھائی اور نوے (۹۰) صفحات سے زائد پر مشتمل ایک کتاب کی شکل میں میرے تمام سوالوں کا جواب دیا۔ ان جوابات کی نوعیت یہ تھی کہ عصر اوّل کے مسلمانوں (صحابہ و دیگر اسلاف) پر اس نے طعن و تشنیع کے جو کلمات استعمال کیے تھے وہ شیعہ مذہب کی قدیم ترین مستند کتابوں سے زیادہ سخت اور برے تھے۔

اس کے بعد شیخ موسیٰ جار اللہ نے جب دیکھا کہ دیگر شیعہ علماء مشائخ خاموش ہیں تو "الوشیعة فی نقد عقائد الشیعة" نام سے ایک کتاب لکھی اور لکھا کہ میں اس کتاب کے ذریعے سے شرفائے امت اور دین اسلام کے تقدس وحرمت کی طرف سے دفاع کر رہا ہوں اور دور اوّل کے مسلمانوں (صحابہ و دیگر اسلاف) کے تئیں مجھ پر اور پوری امت پر جو حقوق عائد ہوتے ہیں ان کو ادا کر رہا ہوں۔ ❶

شیخ موسیٰ جار اللہ اگر ایک طرف اپنی کتاب "الوشیعة" کی نشر واشاعت اور شیعہ مشائخ کی تلقین ونصیحت کو شیعہ سنی اتحاد اور مسلمانوں میں باہمی الفت ومحبت کا پہلا مرحلہ اور اوّل تدبیر قرار دے رہے تھے تو دوسری طرف شیعہ مشائخ نے شیخ موسیٰ جار اللہ کے بیان کردہ حقائق و انکشافات کو دفن کر دینا واجب سمجھا۔ اس طرح کے انکشافات کو سن کر یہ قوم غصہ سے بھڑ اٹھتی ہے اور تلملانے لگتی ہے اور کیوں نہ ایسا ہو جب کہ ان اباطیل کے سامنے آ جانے کے بعد ان کے پوشیدہ اغراض و مقاصد کی رسوائی ہوتی ہے اور معصوم ومنتظر امام غائب کی نیابت کے نام پر بھولے بھالے شیعہ عوام کے دینی استحصال اور اس منتظر کے نام پر "خمس" کی وصولی والے مالی استحصال کا پردہ کھل جاتا ہے۔ ❷

۴۔ شیعہ سنی اتحاد ومفاہمت کا صحیح منہج:

شیعہ سنی اتحاد کا صحیح منہج یہ ہے کہ علمائے سنت، کتاب وسنت سے مستفاد اپنے صحیح عقیدہ کی نشر واشاعت کے لیے بے انتہا محنت کریں اس کی حقانیت کو واضح کرتے ہوئے اہل بدعت کے عقائد سے اس کی امتیازی وانفرادی حیثیت کو نمایاں کریں، روافض کی سازشوں، اکاذیب اور اہل سنت کی کتابوں سے ان کے غلط استدلال کا پردہ چاک کریں، اہل سنت پر ان کے اعتراض کا علمی، مدلل اور عدل پر مبنی جواب دیں، ساتھ ہی ساتھ روافض کے انحرافات کو بیان کرتے رہیں، ان کی گمراہیوں اور فاسد اصولوں کو منظر عام پر لائیں، اگر ائمہ سنت اس میدان میں اترتے ہیں تو منصوبہ بند طریقہ پر دوگنی اجتماعی جد وجہد کی ضرورت ہے۔

اس اتحاد کا سب سے مستحکم اور بنیادی طریقہ کار یہ ہے کہ حق بات کی خوب وضاحت اور باطل کی زبردست

---

❶ مسألة التقریب (۲/ ۲۰۸) الوشیعة ص (۳۹)۔ ❷ مسألة التقریب (۲/ ۲۰۸) الوشیعة ص (۳۹)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تردید ہو اور شیعہ حضرات کو کتاب اللہ اور سنت رسول کے قریب لایا جائے۔ علمائے اہل سنت اور ان میں سرفہرست امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ آپ کے فرزندوں اور پوتوں جیسے علماء وفقہائے اسلام کے حوالوں سے انھیں اسلام کا صحیح مطلب سمجھا جائے۔ اسی طرح رافضی دعوتی تحریکات کے راستے میں بھی بند باندھنا انتہائی ضروری ہے جو اہل بیت کی مقدس ہستیوں کو بدنام کرتے ہیں اور جو پورے عالم اسلام اور امریکہ ویورپ میں پوری قوت کے ساتھ سرگرم عمل ہیں تاکہ تمام مسلمان ایک کلمہ پر متحد ہو جائیں اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لیں، اور فرقوں میں نہ بٹیں۔

یہ بھی یاد رکھیں کہ اگر قرآن، سنت، اجماع اور حق کی وضاحت میں ان مصادر شرعیہ کے حوالے کی کوئی دلیل روافض علماء پر حجت قائم کرنے میں مفید ثابت نہ ہو رہی ہو، کیونکہ وہ لوگ بنیادی طور پر ان مصادر کو تسلیم کرنے میں اہل سنت کے خلاف ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان مصادر کی روشنی میں مذہب اہل سنت کی حقانیت و درستگی اور روافض کی ضلالت وانحراف کو بیان کرنے سے رک جائیں، ایسا ہرگز نہ کریں، کیونکہ یہ چیز ان شاء اللہ اہل سنت کے درمیان رافضی عقائد کی نشر واشاعت میں رکاوٹ اور حد فاصل کا کام کرے گی۔

اسی طرح ہمارے لیے انتہائی ضروری ہے کہ ان کی خامیوں اور باطل طرازیوں کی تردید خود انھیں کی کتابوں سے کریں حالانکہ ہمارے متقدمین علماء جنھوں نے روافض کی تردید کا اہتمام کیا، ان کے دلائل کا بخیا ادھیڑا اور دعوؤں کا سر پھوڑا، انھوں نے تردید وابطال کا یہ منہج نہیں اپنایا۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ جس طرح آج شیعہ مذہب کی کتابیں عام اور متداول ہیں اس طرح ان کے دور میں نہ تھیں، صرف روافض کے ہاتھوں تک یہ کتابیں محدود تھیں، یا اس کی وجہ یہ رہی ہو کہ ان کی بعض اساسی کتابیں متاخرین علمائے شیعہ کی طرف سے لکھی گئی ہوں پھر وہ متقدمین کی طرف منسوب کر دی گئی ہوں۔ یا متقدمین ہی کی تالیفات رہی ہوں، لیکن بعد کے دور میں خاص طور سے صفوی دور حکومت میں اس میں اضافے کر دیے گئے ہوں، بہرصورت جو بھی اسباب رہے ہوں، لیکن چونکہ اس دور میں شیعہ مذہب کی کتابیں عام اور متداول ہیں اور بے شمار روافض شیعہ ان کی تقدس وعظمت کے معترف ہیں اور ان کی صحت پر ان کا ایمان ہے، انھیں کو مانتے ہیں اور انھیں سے دلائل پیش کرتے ہیں، حتیٰ کہ ان کے ذریعے سے قرآن مجید کی ظاہری نصوص اور صحیح احادیث نبویہ کی تردید کرنے میں باک نہیں محسوس کرتے، بلکہ بعض شیعہ تو ان افسانوں اور کہانیوں تک کی تصدیق کرتے ہیں جن سے قرآن مجید پر حرف آتا ہے اور جن سے ائمہ کے لیے وحی اور علم غیب کا اثبات ہوتا ہے، اس لیے شیعہ عقائد واصول کی تصحیح انھیں کی کتابوں سے اور ان کی گمراہیوں کا انکشاف انھیں کی روایتوں سے اور حقیقی سنی شیعہ مفاہمت واتحاد کو انھیں کی کتابوں کی روشنی میں انجام دینے کی ضرورت ہے۔ [1]

اس میدان میں کچھ لائق تحسین کوششیں کی گئی ہیں اور بعض کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں مثلاً فیصل نور کی تالیف "الإمامة و النص" محمد سالم الخضر کی تالیف "ثم أبصرت الحقيقة" ڈاکٹر ناصر عبداللہ بن علی القفاری کی تالیف "أصول الشيعة الامامية الاثنا عشرية" ڈاکٹر احمد چلپی کی تالیف "دراسات عن

---

[1] مسألة التقريب (۲/ ۲۸۲، ۲۸۳).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الفرق فی تاریخ المسلمین" درحقیقت شیعہ مسلک کو نہایت باریک بینی واہتمام سے پڑھنے کی ضرورت ہے کیونکہ اس مذہب کی کتابوں میں جہاں ضلالت وانحرافات کا ایک بہت بڑا انبوہ ہے وہیں صداقت پر مبنی حقانیت کی کچھ روشن لکیریں بھی دیکھنے کو ملتی ہیں۔ پس ممکن ہے کہ یہیں سے ائمہ کے حق میں کتاب وسنت کے مطابق برحق عقائد کے ثبوت میں روشنی مل جائے اور پھر یہی چیز شیعہ قوم کو ضائع ہونے اور اسے ہلاکت کی وادیوں میں بھٹکنے سے بچالے، روشنی کی یہ کرنیں جس طرح شیعہ حضرات کے اصول مذہب میں ملتی ہیں اسی طرح فروع مذہب میں بھی موجود ہیں اور اسی پر شیعہ سنی مفاہمت واتحاد ممکن ہے۔ ❶

اسی طرح بعض علمائے شیعہ کی پیش کردہ مخلصانہ اصلاحی کوششوں اور تحریکوں کو سراہنا اور ان کا احترام کرنا ضروری ہے اور ان کی قوم کی خیرخواہی کی خاطر ان کے ساتھ ہاتھ ملانا بہتر ہے۔ جیسے کہ سید حسین الموسوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "للہ ثم للتاریخ، کشف الأسرار و تبرئة الأئمة الأطهار" میں جو اصلاحی آواز بلند کی ہے اور احمد کاتب نے اپنی کتاب "تطور الفکر السیاسی الشیعی من الشوریٰ إلی ولایة الفقیه" میں جو کچھ پیش کیا ہے، یہ سب قابل مبارکباد ہیں۔

ہم پر ضروری ہے کہ اہل بیت کے صحیح آثار کی پیروی کرتے ہوئے اور کتاب اللہ وسنت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف لوگوں کی رہنمائی کے لیے ان کے بتائے ہوئے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے ہم سب ان کے ہر سچے "مخلص" اور محبت کرنے والے کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہوں۔ ان کے ہاتھ پکڑ کر انھیں امن وامان کی ساحل تک لے جائیں اور ان کے سامنے واضح کریں کہ اسلامی احکامات کی معرفت کے لیے ہر مسلمان کا مرجع صرف اللہ کی کتاب اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ واضح رہے کہ قرآن کی تفہیم وتشریح ہر طرح کی کھینچ تان، تعسف سے پاک اور عربی لغت کے قواعد کے مطابق ہو، جب کہ سنت مطہرہ کی افہام وتفہیم میں ثقہ رجال حدیث پر اعتماد ہو۔ نیز انھیں سمجھایا جائے کہ صرف ایک معصوم ہستی یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ہر کسی کی بات مانی بھی جاسکتی ہے اور اس کا انکار بھی کیا جاسکتا ہے اور اسلاف کرام رضی اللہ عنہم کی جو بات کتاب وسنت کی موافق ہوگی اسے ہم قبول کریں گے۔ ورنہ قرآن مجید اور سنت نبوی ہی محور اتباع ہے۔ شخصیات کے اختلافات کو لے کر انھیں طعن وتجریح کا نشانہ نہ بنائیں، بلکہ اسے ان کی نیتوں پر چھوڑ دیں۔ ❸

اللہ کے دین میں ایجاد کردہ ہر طرح کی بدعت جس کا کوئی شرعی ثبوت نہ ہو اور لوگوں نے اسے اپنی مرضی سے اچھا سمجھ لیا ہو وہ بہر حال گمراہی ہے اور عمدہ وافضل اسباب ووسائل کہ جن سے مزید خرابی نہ پیدا ہو، کے ذریعے سے اس کے خلاف جنگ اور اس کا خاتمہ کرنا ضروری ہے، نیز نیکوکاروں سے محبت کرنا اور رضائے الٰہی کی خاطر کیے گئے ان کے اعمال صالحہ پر ان کی تعریف کرنا بھی ضروری ہے۔ اور اولیاء وہ لوگ ہیں جو اس آیت میں مذکور ہیں:

❶ مسألة التقریب (۲/ ۲۹٦) . ❷ المنهج المبین لشرح الأصول العشرین د/ عبدالله الوشلی ص (۱۲٦) .
❸ المنهج المبین لشرح الأصول العشرین د/ عبدالله الوشلی ص (۱۵۷) .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴾ (یونس : ٦٣) یعنی اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ سے ڈرتے تھے۔ شرعی اوصاف وشرائط کی موجودگی میں ان کے لیے کرامت ثابت ہوسکتی ہے۔ لیکن ان کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ وہ خود اپنی ذات کے لیے اپنی زندگی میں یا موت کے بعد کسی نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں چہ جائیکہ وہ کسی دوسرے کو کچھ نوازیں۔

سنت کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق قبروں کی زیارت مشروع ہے، لیکن قبر میں مدفون انسانوں سے مدد مانگنا، دور یا نزدیک سے انھیں قضائے حاجات کے حل کے لیے پکارنا، ان کے لیے نذر ونیاز کرنا، قبروں پر پھول چڑھاوے کرنا، ان پر چادریں چڑھانا، چومنا چاٹنا، غیر اللہ کی قسم کھانا اور اس طرح کی دیگر بدعتیں شدید ترین گناہ کبیرہ ہیں، ان سے بچنا اور ان کے خلاف جنگ کرنا واجب ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ان اعمال باطلہ کے جواز کے لیے الفاظ کی تاویل کا سہارا نہ لیں، تاکہ یہ کام شرک وکفر تک پہنچانے کا ذریعے سے نہ بن سکیں، غلطی پر قائم عرف اور معاشرتی رواج شرعی الفاظ کے حقائق کو نہیں بدل سکتے، ضروری ہے کہ الفاظ کی معنویت اور معانی کے حدود و مقاصد پر توجہ دی جائے اور اسی پر اکتفا کیا جائے۔ دین ہو یا دنیا، دونوں کے ہر پہلو میں الفاظ کے دھوکے میں نہ آنا چاہیے کیونکہ اعتبار مسمیات کا ہوتا ہے نہ کہ اسماء کا۔ ❶

اسلام عقل وفکر کی آزادی دیتا ہے، کائنات میں غور وتدبر کرنے کی طرف رغبت دلاتا ہے، علم اور علماء کی قدر ومنزلت کو بلند کرتا ہے، ہر مفید اور عمدہ چیز کو خوش آمدید کہتا ہے، پس یہ حکمت کے گُر ہیں اور حکمت مومن کی متاعِ گمشدہ ہے، وہ اسے جہاں کہیں پائے وہی اس کا سب سے زیادہ حق دار ہے۔

ہم کسی بھی کلمہ گو مسلمان کی تکفیر نہ کریں، بشرطیکہ وہ شہادتین کا اقرار کرتا ہو، اس کے تقاضوں کا پابند ہو اور فرائض کی ادائیگی کرتا ہو۔ محض کسی رائے کی غلطی یا گناہ کے ارتکاب پر اسے ہرگز کافر نہ کہیں۔ ہاں اگر کلمۂ کفر کا اقرار کرے، یا دین اسلام کے اساسی ویقینی امر کا انکار کرے، یا صریح قرآن کو جھٹلا دے یا ان معنوں میں قرآن کی تاویل وتفسیر کرے جن کا عربی زبان سے قطعاً کوئی تعلق نہیں بن پاتا، یا ایسا کام کرے جس میں کفر کے علاوہ کسی تاویل کی گنجائش نہ ہو تو اسے کافر کہا جاسکتا ہے۔ ❷

بے شک اسی طرح کے اصول وافکار عام طور پر لوگوں کے صحیح اسلام کی معرفت کے لیے معاون ثابت ہوتے ہیں اور صحیح اسلام کی ترجمانی اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور اہل سنت و جماعت کے اس منہج سے ہوتی ہے جس کے اصولوں کی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین اور ان کے طریقہ کار کو اپنانے والے علماء و فقہاء رحمہم اللہ نے ڈالی ہے۔

بے شک اہل سنت کے منہج پر چلنے والے حق پرست الحمد للہ بدعتوں سے پاک ہیں، ان کے ہر عمل کا دار و مدار

❶ المنهج المبين لشرح الأصول العشرين ص (٢٤٣، ٢٥٩، ٢٧٩، ٣٠٥).

❷ المنهج المبين لشرح الأصول العشرين ص (٣٤٣).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قرآن اور صحیح سنت پر ہے، وہ اس سطح پر اترنے کو ہرگز تیار نہیں ہوسکتے کہ دین کو کسی خرید وفروخت اور بھاؤ تاؤ کرنے کا سامان بنا دیں، جب کہ روافض حضرات بدعتوں میں لت پت ہیں، وہ اگر ان چیزوں سے نیچے نہیں اترتے تو محض اس بنیاد پر کہ تعصب اور نفس پرستی کے شکار ہیں اور اپنے بعض بزرگان مسلک وعلمائے مذہب جو کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اور دیگر اہل بیت کے راستوں سے ہٹے ہوئے ہیں، ان کے لیے مادی منفعت کے زوال سے خائف ہیں۔

علمائے امت نے بیان کیا ہے کہ اہل سنت پر بدعتیوں کی بدعتوں کی تردید لازم ہے، اگرچہ وہ بدعتی اپنی بدعتوں کا خوگر اور ان کی درستگی وعبادت کا عقیدہ رکھتا ہو، البتہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ ان بدعتوں کی تردید وانکار کو مصلحت مفاسد ومصالح کے موازنہ کے ساتھ مقید کردیں، بایں طور کہ ایک بڑے نقصان کو ٹالنے کے لیے چھوٹے نقصان کو برداشت کرلیں اور بڑی بھلائی کے حصول کی حرص میں چھوٹی بھلائی کے فوت ہوجانے کو گوارا کرلیں، اس میں کوئی قباحت نہیں۔ فقہائے اسلام کے نزدیک یہ قاعدہ درست اور صحیح ہے۔ تو اس اصول پر عمل کرتے ہوئے ہمیں کبھی کبھار یا کہیں کہیں روافض کی بدعتوں کے انکار پر خاموش ہونا پڑسکتا ہے تاکہ کوئی اُس سے بڑی مصیبت پیدا نہ ہوجائے، کیونکہ ممکن ہے بعض وہ مقامات جہاں شیعہ سنی برابر کی تعداد میں رہتے بستے ہوں یہ انکار مزید فتنہ سامانی، خون ریزی اور باہمی جنگ کا سبب بن جائے۔ رہے عام حالات جہاں ایسے کسی خطرے کا اندیشہ نہ ہو تو وہاں تردید وانکار درست یا حالات کے اعتبار سے واجب بھی ہوسکتا ہے۔ [1]

علمائے اہل سنت کے لیے لازم ہے کہ اہل بدعت کی بدعتوں کی تردید ومناقشہ کے لیے خوش گوار علمی تحقیق کا اسلوب اپنائیں، ان کے ساتھ قدرے نرمی سے پیش آئیں، جس کی شکل یہ ہوسکتی ہے کہ کبھی کبھار ان کی زیارت کرلیا کریں اور جن معاملات ومسائل میں ان سے اختلاف نہیں ان میں ان کی مدد کردیں، یا مشکل گھڑی اور نامساعد حالات میں ان کے لیے سہارا بن جائیں۔ اگر کافر، یا ظالم کے ساتھ ان کے معاملات الجھے ہوئے ہوں تو شرعی سیاست جو کہ مصالح و مفاسد کی پابند ہے، اس کے مطابق ان کے طرف دار بن جائیں، لیکن یاد رہے کہ تعاون، خوشگوار تعلق اور نرمی کا یہ پہلو ہمیشہ نہیں رہنا چاہیے کہ کوئی رافضی اپنے مبالغہ آمیز عقائد ونظریات کو لے کر سنت کے قلعہ میں گھس جائے اور اس پر خاموشی کے نتیجہ میں بلوا اور جنگ وجدال کو پر پرزے نکالنے کا موقع مل جائے، بلکہ ایسے سخت متعصب اور شاذ اقوال کے معتقد اہل بدعت کی ہر حال میں تردید واجب ہے اور ان دونوں گروہوں یعنی متعصبین ومعتدلین کے درمیان حد فاصل یہ ہے کہ مخاطب اہل بدعت کی بات کو دیکھا جائے کہ وہ شرعی نصوص پر کتنا اعتماد کرتا ہے، ممکن ہے وہ کسی اشکال کا شکار ہو، یا کسی ایسی تاویل میں الجھا ہو جس کی طرف انسانی ذہن مائل ہوسکتا ہے، رہا وہ شخص جو مجہول اور متاخرین سے منقولہ اقوال وملفوظات کے عجائبات وغرائب کا پابند ہے جس کے لیے تاویل کا کوئی راستہ ہی نہیں، تو اس کے تئیں تردید وانکار کا پہلو ہر حال میں سخت ہونا چاہیے، بلکہ بعض اوقات

[1] مسألة التقريب (۲/ ۳۶۰).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کے لیے سخت موقف اپنانا انتہائی ضروری ہوجاتا ہے۔ [1]

اہل سنت و جماعت کے اہل حل وعقد ہی مختلف گروہوں کی یکجائی معاشرت کے پیچیدہ مسائل میں سیاسی موقف کا اندازہ لگاتے ہیں اور شرعی سیاست کے وضع کردہ قانون مصالح و مفاسد کے مطابق دوسری جماعتوں اور گروہوں کے ساتھ اتفاق ومعاہدے کرتے ہیں، پس ان اہل حل وعقد علماء اور داعیانِ اسلام کے لیے یہ چیزیں اس بات سے مانع نہیں ہیں کہ وہ عام مسلمانوں کو اہل سنت کے منہج کی تعلیم دیں اور اسی پر ان کی تربیت کریں اور مسلمانوں کے درمیان گھسے ہوئے عقائد منحرفہ سے انھیں خبردار کریں، تاکہ مسلم معاشرہ ان فاسد و باطل افکار سے متاثر نہ ہو کہ جن کے عقیدت مند صبح وشام، بلا کسی اکتاہٹ اور تھکاوٹ کے خفیہ اور اعلانیہ طور پر اس کی نشر واشاعت میں لگے ہوئے ہیں۔

ذرا غور تو کرو! کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ ہجرت کی تو آپ نے وہاں پہنچ کر یہودیوں سے معاہدہ کیا، اور اس معاہدے نے انھیں اسلامی مملکت کے سائے میں پُرامن اور باعزت زندگی گزارنے کا موقع دیا، لیکن قرآن مجید ٹھیک اسی وقت میں یہودیوں کے بگڑے ہوئے یہودی عقائد، ان کی سیاہ تاریخ اور بداخلاقی پر گفتگو کرتا رہا، تاکہ مسلمان یہودیت کے حقیقی چہرے کو اچھی طرح پہچان لیں اور ان سے دھوکا نہ کھائیں۔

[1] مسألة التقريب (٢/ ٣٦١).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۴)

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی زندگی کے آخری ایام اور شہادت

جنگ نہروان کے نتیجہ میں:

خوارج کے باب میں جنگ نہروان کے حوالے سے یہ بات گزر چکی ہے کہ اس میں امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے خوارج سے جنگ کی تھی اور ان سے آپ کا جنگ کرنا اس بات کی قوی دیل اور واضح حجت رہی کہ اہل شام کے خلاف آپ کی محاذ آرائی یقیناً درست تھی اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں آپ حق سے زیادہ قریب تھے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:

((تَمْرُقُ مَارِقَةٌ عِنْدَ فُرْقَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَقْتُلُهَا أَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ .)) ❶

''ایک فرقہ جدا ہو جائے گا جب مسلمانوں میں پھوٹ ہوگی اس کو قتل کرے گا وہ گروہ جو قریب ہوگا دونوں گروہوں میں حق سے۔''

آپ توقع کرتے ہوں گے کہ علی رضی اللہ عنہ کی فوج اہل شام کے خلاف جنگ کرنے میں بہت پُر عزیمت رہی ہوگی، کیونکہ اس حدیث رسول اور عمار بن یاسر کی شہادت وغیرہ کے واضح دلائل سے انھیں اپنی حقانیت پر یقین رہا ہوگا، درحقیقت توقع تو اسی بات کی تھی، لیکن نتیجہ اس کے برخلاف سامنے آیا، چنانچہ علی رضی اللہ عنہ کا یہ منصوبہ تھا کہ خوارج کی جنگ سے فراغت کے بعد شام پر چڑھائی کرنا ہے، کیونکہ شام کو اپنی خلافت میں شامل کرنا اور امت کے اتحاد کو واپس لانا خلافت کا بنیادی ہدف ہے اور یہ ایسا مقصد ہے جسے حاصل کرنے کے لیے کوشش ضروری ہے۔

خوارج سے آپ کی جنگ کا مقصد بھی یہی تھا کہ ملک کے داخلی محاذ کو محفوظ کیا جائے۔ مبادا یہ شرپسند ہماری عدم موجودگی میں دار الخلافہ میں موجود مسلمانوں کے بچوں اور ان کی عورتوں پر حملہ کر دیں، لیکن کیا کیجئے گا کہ ہوائیں تو ہمیشہ کشتیوں کے سمت مخالف میں چلتی ہیں، آپ حسب منشا شام کی جنگ نہ لڑ سکے اور شہید کر دیے گئے۔

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی فوجی قوت کو کمزور کرنے میں اگر ایک طرف خوارج کی بغاوت کافی اثر انداز ہوئی تھی تو دوسری طرف جمل، صفین اور نہروان کے معرکوں سے اہل عراق ایسے اوب چکے تھے کہ اب مزید کسی جنگ کے لیے تیار نہ تھے اور لڑائیوں سے نفرت کرنے لگے تھے، خاص طور سے معرکۂ صفین میں اہل شام کی جنگ ان کے لیے نہایت سخت جاں ثابت ہوئی تھی۔ وہ دوسروں کی جنگ سے بالکل جداگانہ تھی، اس نے انھیں ایک لمحہ سوچنے کا موقع نہ دیا تھا اور اہل عراق کے لاتعداد بچوں کو یتیم، اور عورتوں کو بیوہ کر دیا تھا۔ ایک بے فائدہ جنگ کے علاوہ کوئی چیز

❶ صحیح مسلم .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان کے ہاتھ نہ آئی تھی۔ اس موقع پر امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے دیگر اصحاب نے جس صلح یا تحکیم کا استقبال کیا تھا، اگر وہ نہ کرتے تو عالم اسلام پر ایسی مصیبت ٹوٹتی کہ جس کے برے اثرات شاید تصور میں بھی نہ لائے جاسکتے، پس یہی وجہ تھی کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ دوبارہ شام کی طرف فوج کشی کے لیے وہ آمادہ نہ تھے، اگرچہ انھیں یقین تھا کہ علی رضی اللہ عنہ ہی حق پر ہیں۔ ❶

نیز علی رضی اللہ عنہ کے راستے کی ایک رکاوٹ یہ بھی ثابت ہوئی کہ انھیں ایام میں ایک ایسا فرقہ پیدا ہوا جو علی رضی اللہ عنہ کی عظمت ومرتبہ کو مقام الوہیت تک پہنچاتا تھا جسے بعض لوگ خوارج کے تبرّائے علی، وتکفیر صحابہ کا ردعمل مانتے ہیں۔ ❷ حالانکہ یہ بات نہ تھی، بلکہ اس فرقہ کا ہدف یہ تھا کہ اس فاسد عقیدہ کا ذریعے سے صرف علی رضی اللہ عنہ کی فوج ہی نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کی قوت کو کمزور کیا جائے اور اسلام کی جڑ کو کاٹ دیا جائے۔ ❸ لیکن جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے پوری قوت اور عزم وہمت کے ساتھ اس چیلنج کا مقابلہ کیا تھا اور یہ لوگ نامراد رہے۔

بہرحال اس بات میں کوئی شک نہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کی فوج سے خوارج کی علیحدگی اور پھر ان کے خلاف قاتلانہ کارروائی نے آپ کے فوجی پہلو کو بہت کمزور کردیا تھا اور پھر یکے بعد دیگرے دور ونزدیک سے بہت سارے لوگ آپ کی خلافت سے الگ بھی ہوتے گئے۔ چنانچہ خریت بن راشد اور بقول بعض اس کا نام حارث بن راشد تھا، وہ علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے اہواز کا گورنر تھا، اس نے اپنے قبیلہ بنوناجیہ کے لوگوں کو علی رضی اللہ عنہ کی خلافت سے الگ ہونے پر اکسایا، بہت سارے لوگوں نے اس کی بات مان لی، وہ اپنے زیر اقتدار ریاست کے بہت سارے شہروں پر قابض ہوگیا اور ملکی دولت لوٹ لی۔ علی رضی اللہ عنہ نے معقل بن قیس الریاحی کی قیادت میں اس کے مقابلہ کے لیے ایک فوج روانہ کی اور اس نے مقابلہ میں خریت بن راشد کو شکست دی، پھر اسے قتل کردیا۔ ❹

ملک کی بگڑتی صورت حال دیکھ کر خراج دہندگان نے بھی علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو کمزور کرنا چاہا تاکہ خراج دینے سے چھٹکارا مل جائے، باشندگان اہواز نے بدعہدی کی ہی تھی، لہٰذا اب یہ ناممکن تھا کہ علی رضی اللہ عنہ بعض مالی وفوجی بحران سے دوچار نہ ہوں، چنانچہ اس سلسلہ میں امام شعبی سے مروی ہے کہ جب علی رضی اللہ عنہ نے نہروان والوں کو قتل کیا، تو بہت سارے قبائل آپ کے مخالف ہوگئے، آپ کے قرب وجوار کے باشندوں نے بدعہدی کی، بنوناجیہ نے کھلی بغاوت کی، ابن الحضرمی بصرہ پہنچا اور اہل اہواز نے بھی خلافت علی سے رشتہ توڑ لیا، خراج دہندگان زوال خلافت کی جمع کرنے لگے اور فارس میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے گورنر سہل بن حنیف کو وہاں سے نکال دیا گیا۔ ❺

دوسری طرف معاویہ رضی اللہ عنہ خفیہ اور اعلانیہ طور پر مختلف وسائل کے ذریعے سے علی رضی اللہ عنہ کی فوجی قوت کو کمزور

---

❶ خلافة علي بن ابي طالب / عبدالحميد علي ص (٣٤٥).

❷ نظام الخلافة في الفكر الإسلامي / مصطفى حلمي ص (١٥، ١٦).

❸ خلافة علي بن أبي طالب / عبدالحميد علي ص (٣٥٠).

❹ تاريخ الطبري (٦/ ٢٧، ٤٧). ❺ تاريخ الطبري (٦/ ٥٣).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرنے کی کوشش کر ہی رہے تھے، مزید جب علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں داخلی انتشار اور عدم استحکام کو آپ نے محسوس کیا تو اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مصر کی طرف ایک فوج روانہ کر دی، جہاں انھوں نے قبضہ جما لیا اور اسے اپنی ریاست میں شامل کر لیا، عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی اس فتح اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس سیاسی کامیابی کے پیچھے چند اہم اسباب وعوامل کارفرما ہے، مثلاً:

- امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا خوارج کے معاملات میں الجھ جانا۔
- علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے مصر کے گورنر محمد بن ابوبکر کا اپنے سابق ہم منصب قیس بن سعد بن عبادہ الساعدی الانصاری کی طرح زیرک اور معاملہ فہم نہ ہونا، چنانچہ انھوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے خون بہا کا مطالبہ کرنے والوں کے ساتھ انتقامی کارروائی کا ماحول پیدا کر دیا اور ان سے ہوش مندانہ سیاست سے کام نہ لیا جیسا کہ ان کے سابق ہم منصب کرتے تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خون بہا کا مطالبہ کرنے والوں کے ہاتھوں شکست کھا گئے۔
- معاویہ رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کے خون بہا کا مطالبہ کرنے والوں کا ہم خیال ہونا، پس اس اتفاق رائے کے نتیجہ میں مصر پر قبضہ کرنا آسان ہو گیا۔ ❶
- امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے مرکز خلافت سے مصر کی دوری اور شام سے قربت۔
- مصر کا جغرافیائی محل وقوع، چنانچہ سیناء کے راستے اس کی سرحد شام کی سرزمین سے متصل تھی، جو طبعی طور پر امتداد کے راستہ کو ہموار کر رہی تھی، مصر پر معاویہ رضی اللہ عنہ کا قبضہ اور تسلط ہو جانے کے بعد آپ کی نفری اور اقتصادی قوت بہت مضبوط ہو گئی۔ آپ نے صرف اسی پر بس نہ کیا، بلکہ جزیرۂ عرب کے شمالی خطوں مکہ، مدینہ اور یمن وغیرہ میں بھی اپنے فوجی دستے روانہ کیے، لیکن جب علی رضی اللہ عنہ نے فوجی دفاعی کارروائی کی تو ان دستوں کو الٹے پاؤں لوٹنا پڑا۔ ❷

نیز معاویہ رضی اللہ عنہ نے قبائل کے سرکردہ لوگوں اور علی رضی اللہ عنہ کے گورنروں کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی، مثلاً قیس بن سعد رضی اللہ عنہ جو علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے مصر پر ان کے گورنر تھے، انھیں اپنی طرف کھینچنا چاہا لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ ❸ ہاں اتنا ضرور ہوا کہ علی رضی اللہ عنہ کے مشیروں اور آپ کے ہم نشینوں کے نزدیک انھیں مشکوک بنا دیا اور علی رضی اللہ عنہ نے انھیں معزول کر دیا اور پھر سعد بن قیس رضی اللہ عنہ کی یہ معزولی معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں ایک بہت بڑی کامیابی ثابت ہوئی۔ اسی طرح آپ نے فارس کے گورنر زیاد بن اُبیہ کو بھی اپنی طرف کھینچنا چاہا لیکن ناکام رہے۔ ❹
بہرحال معاویہ رضی اللہ عنہ بعض سرکردہ افراد اور گورنران پر اپنے احسانات اور مستقبل کے بہترین وعدوں کے سبب ان پر اثر انداز ہونے میں کامیاب ہو گئے، پھر یہ لوگ خود بھی معاویہ رضی اللہ عنہ کی برتری کو دیکھ رہے تھے جس کا نتیجہ یہ

---

❶ الطبقات / ابن سعد (۲/ ۸۲) خلافة علی بن أبی طالب / عبدالحمید ص (۳۵۱) بسند صحیح

❷ تاریخ خلیفة بن خیاط۔ یہ روایت بلا سند مروی ہے ص (۱۹۸)

❸ ولاة مصر ص (۴۵۔ ۴۶)۔ ❹ الاستیعاب (۲/ ۵۲۵۔ ۵۲۶)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہوا کہ علی رضی اللہ عنہ کا معاملہ منتشر ہوگیا جس کا اعتراف خود آپ نے اپنے ایک خطبہ میں یوں کیا ہے:

''مگر بات یہ ہے کہ معاویہ کی طرف سے بسر بن ارطاۃ کی فوج چڑھائی کر چکی ہے، میں سمجھتا ہوں کہ یہ لوگ تم پر غالب ہو کر رہیں گے، کیونکہ یہ سب باطل پر اکٹھے ہیں اور تم اپنے حق لینے میں منتشر ہو۔ وہ اپنے امیر کی اطاعت کے پابند ہیں اور تم لوگ اپنے امیر کے نافرمان ہو۔ وہ امانت کی ادائیگی کرتے ہیں اور تم خیانت کرتے ہو۔ میں نے فلاں کو عامل (گورنر) بنایا تھا، لیکن اس نے خیانت اور بدعہدی کی اور مالِ خلافت معاویہ کو دے دیا۔ فلاں کو گورنر بنایا تھا، لیکن اس نے بھی خیانت و بدعہدی کی اور مالِ خلافت معاویہ کو دے دیا اور اب نوبت یہ آ گئی ہے کہ کسی کو ایک پیالہ کا امین بناتے ہوئے مجھے اس کے تعلق پر اندیشہ رہتا ہے۔ اے اللہ! میں نے انھیں ناپسند کیا اور انھوں نے بھی مجھے ناپسند کیا۔ میری طرف سے ان پر رحم فرما اور مجھے ان سے نجات دے۔'' [1]

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا اپنے لشکر کو لڑائی پر ابھارنا اور پھر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ بندی پر مصالحت کرنا

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ ان مصائب، فوجی سرد مہری اور عوام کی جنگی بے رغبتی کے سامنے جھکے نہیں بلکہ پوری دانائی، دلائل اور فصاحت و بیان کے بلیغانہ اسلوب کے ذریعے سے اپنی فوج کی ہمت افزائی کی۔ اس سلسلے میں جنگی جوش اور قوت غیرت کو بھڑکانے والے جو خطبے مشہور ہیں اور جنھیں ادبی وراثت میں اہم مقام حاصل ہیں، انھیں آپ نے خالی الذہن ہو کر تصورات کی دنیا میں جا کر نہیں کہا بلکہ وہ ایسے تلخ حقائق ہیں جن کا جام آپ نے خود نوش کیا تھا، وہ خطبے ان دردناک حالات کے ترجمان ہیں جن کی فضاؤں میں آپ نے سانسیں لی تھیں۔ چنانچہ جب آپ کے اطراف اور سرحدی ریاستوں پر شامی فوجوں کے حملے ہوئے تو آپ نے یہ خطبہ دیا۔ فرمایا: ''حمد و صلاۃ کے بعد! جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ جس شخص نے جان بوجھ کر اس سے روگردانی کی اللہ تعالیٰ اسے ذلت کا لباس پہنائے گا، مصائب کا پہاڑ اس کے سر پر ٹوٹ پڑے گا، ذلت و خواری مقدر ہو جائے گی، اس کے دل پر پردہ پڑ جائے گا اور اسے اپنے حق سے محروم کر دیا جائے گا اور وہ عدل و انصاف سے محروم کر دیا جائے گا۔

میں تمھیں شامیوں سے لڑنے کے لیے شب و روز بلاتا رہا، میں تم سے بار بار کہتا رہا کہ قبل اس کے کہ یہ لوگ تم پر حملہ کریں تم ان پر چڑھائی کر دو، کیونکہ جس قوم پر حملہ کیا جاتا ہے اور جس کے علاقہ میں اس کے دشمنوں کے پاؤں پہنچ جاتے ہیں، وہ ذلیل اور رسوا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ لیکن تم نے میری بات پر مطلق کان نہ دھرا اور ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہے، میری نصیحت تمھیں گراں گزرتی تھی اور میری باتوں کو تم ہنسی میں اڑا دیتے تھے، اس لاپروائی کا جو کچھ نتیجہ ہوا وہ اب تمھارے سامنے ہے۔ تمھارے علاقہ پر دشمن نے چڑھائی کر دی، دیکھو غامد کے بھائی (سفیان بن عوف غامدی) کے گھوڑے انباء تک پہنچ چکے، مجھے خبر ملی ہے کہ ان لوگوں نے مسلمان اور ذمی عورتوں

[1] التاریخ الصغیر / البخاری (۱/ ۱۲۵) اس کی سند منقطع ہے، لیکن اس کے شواہد پائے جاتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے کنگن، پازیب اور بالیاں تک اتار لیں، انھوں نے قتل و غارت گری کا بازار خوب گرم کیا اور اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر واپس گئے، لیکن ان کے کسی آدمی کو خراش تک نہ آئی، اس کے بعد اگر کوئی مسلمان افسوس اور رنج کے مارے مر جاتا ہے تو میرے نزدیک وہ ملامت کے قابل نہیں ہے، بلکہ ایسی موت فاسد ہے، کیا ہی تعجب ہے کہ ایک قوم باطل پر ہونے کے باوجود اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لیے پوری جد و جہد کرتی ہے اور تم حق پر ہونے کے باوجود بزدلی دکھاتے ہو، افسوس کہ تم دشمنوں کا نشانہ بن گئے، جس پر وہ جی بھر کر تیر چلاتا ہے، تم مال غنیمت بن گئے، جس کو وہ جی بھر کر لوٹتا ہے، لیکن تمھاری غیرت کی حس بالکل مردہ ہو چکی ہے۔ تمھارے علاقہ میں قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا جاتا ہے لیکن تم خاموش بیٹھے رہتے ہو، تم پر چڑھائی کی جاتی ہے، لیکن تم خاموش بیٹھے رہتے ہو، تم پر چڑھائی کی جاتی ہے، لیکن تم میں دشمن کا مقابلہ کرنے کا ولولہ بالکل پیدا نہیں ہوتا، علی الاعلان اللہ کی نافرمانی کی جاتی ہے، لیکن تمھارے دلوں میں قطعاً درد پیدا نہیں ہوتا، جب میں تمھیں گرمی میں شام کی طرف کوچ کرنے کو کہتا ہوں تو تم یہ عذر کر دیتے ہو کہ اب سخت گرمی ہے، ہمیں کچھ مہلت دیجیے جب گرمی گزر جائے گی تب ہم چلیں گے، لیکن جب سردی آتی ہے تو سخت سردی کا عذر کر کے کہہ دیتے ہو کہ ہمیں مہلت دیجیے جب سردی گزر جائے گی تب ہم چلیں گے۔ نہ تم گرمی کی تاب لا سکتے ہو نہ سردی کی۔ جب تمھاری یہ حالت ہے کہ گرمی اور سردی تک سے تم بھاگتے ہو تو یقیناً تلوار سے ضرور ہی بھاگو گے۔ اے وہ لوگو جو مردوں کے مشابہ ہو لیکن مرد نہیں ہو، میری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے تمھارے درمیان سے اٹھا لے، میں چاہتا ہوں کہ تمہاری صورتیں بھی مجھے دکھائی نہ دیں اور مجھے تو تم سے کسی قسم کا تعلق نہ ہو۔ اللہ کی قسم! میں ندامت سے حیران ہوں، تم نے میرے دل کو غیظ و غضب سے بھر دیا ہے، تم نے مجھے موت کے گھونٹ پلانے چاہے ہیں، تم نے مجھ سے سرکشی اور میرے احکام کی سرتابی کر کے اور مجھے چھوڑ کر میری تمام تدابیر کو خاک میں ملا دیا ہے، اس وجہ سے قریش یہ کہنے لگے کہ ابن ابی طالب شجاع تو ہے لیکن اسے جنگ کرنے کا طریقہ نہیں آتا۔ اللہ ان کا بھلا کرے، ان میں سے کوئی شخص بھی مجھ سے زیادہ جنگ کا ماہر اور تجربہ کار نہیں، جتنا لمبا تجربہ جنگ کا مجھے حاصل ہے اور کسی شخص کو حاصل نہیں، میں ابھی بیس برس کی عمر کو بھی نہیں پہنچا تھا کہ مجھے جنگ کی پوری مہارت حاصل ہو گئی تھی، اب میں ساٹھ (۶۰) سال کی عمر کو پہنچ چکا ہوں، لیکن جب تک کسی رائے اور تجربہ پر عمل نہ کیا جائے محض رائے اور تجربہ کا کوئی فائدہ نہیں۔'' ❶

درحقیقت علی رضی اللہ عنہ کا یہ خطبہ ایک آتشیں بم تھا، جسے آپ اس قوم کے سروں پر برسا رہے تھے جس نے آپ کو آپ کی جہادی کاوشوں کا پھل کھانے سے محروم کر دیا تھا اور جس مقصد کے لیے آپ سرگرداں تھے اس راہ میں رکاوٹ بنے تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنی توقعات اور پھر اس کے برعکس نتائج پر اپنے رنج و الم کو ایسے عمدہ ادیبانہ اسلوب میں بیان کیا جس کی عبارتیں جذبات کو جھنجھوڑ دیں، اور اس کے الفاظ نہاں خانۂ دل میں اتر جائیں، آپ کا خطبہ غموض و ابہام سے بالکل دور ہے اور سجع اور الفاظ کی فنکاری سے بالکل پاک ہے۔ ❷

---

❶ البیان و التبیان / الجاحظ ص (۲۳۸، ۲۳۹). ❷ الأدب الإسلامی / نائف معروف ص (۵۹).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہاں یہ بات واضح رہے کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق آپ کے جو خطبے منقول ہیں اور خلافت کے ظاہری وصف کے خلاف اس کا تاریخی منظر نامہ پیش کرتے ہیں، درحقیقت وہی خطبے معرکہ نہروان کے بعد کے حالات کے تئیں آپ کے شدید احساساتِ غم کا ترجمان ہیں کہ جس میں آپ اپنی قوم کا پس وپیش دیکھ کر انتہائی رنجیدہ اور کبیدہ خاطر تھے۔ لیکن افسوس کہ آپ کی طرف منسوب شدہ بیشتر خطبے صحیح نہیں ہیں، متعدد علمائے اسلام نہج البلاغۃ میں مذکور خطباتِ علی کے بارے میں یہی کہتے ہیں کہ یہ سب شریف الرضی کے خود ساختہ خطبے ہیں۔ [1] لہٰذا تاریخی مصدر کے اعتبار سے ان سے استشہاد کرتے ہوئے ہمیں کافی باریک بینی اور تنقیدی منہج سے کام لینا ضروری ہے۔

مزید برآں ایک دوسرے اعتبار سے بھی علی رضی اللہ عنہ نے اپنے لوگوں کو جنگی پیش قدمی کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی، وہ یہ کہ آپ اپنے ساتھیوں کو اپنے فضائل ومناقب اور اسلام میں اپنے اونچے مقام کو یاد دلانے لگے، بہت سارے لوگ جنھوں نے اس منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، بتاتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے کھلے میدان میں لوگوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا حوالہ دیتے ہوئے مدد کے لیے پکارا کہ کون ہے جس نے غدیر خم کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ((الستم تعلمون انی اولیٰ بالمومنین من انفسھم؟)) کیا تمھیں معلوم نہیں کہ میں مومنوں پر ان کی جان سے بھی زیادہ عزیز ہوں۔ تو لوگوں نے کہا: ہاں کیوں نہیں، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((فمن کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم والِ من والاہ و عاد من عاداہ)) پس میں جس کا دوست ہوں تو علی اس کے دوست ہیں، اے اللہ جو ان کو دوست بنائے تو اسے عزیز رکھ اور جو ان سے دشمنی کرے تو اس کو دشمن بنالے۔'' یہ حدیث سن کر بارہ آدمی اور ایک روایت کے مطابق سولہ آدمی اٹھ کھڑے ہوئے اور اس پر شہادت دی۔ [2]

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ موقف ہمیں عثمان رضی اللہ عنہ کی زندگی کے ان آخری حالات کی یاد تازہ کرتا ہے جب بلوائیوں نے آپ کا محاصرہ کرلیا تھا اور آپ اپنے فضائل ومناقب کی گواہی اپنے درمیان موجود صحابہ سے لے رہے تھے۔ گویا آپ یہ کہہ رہے تھے کہ جس آدمی کے ایسے عظیم الشان کارنامے ہوں اور اسلام کے لیے جس کی اس قدر قربانیاں ہوں کیا اس کا یہی بدلہ ہوتا ہے؟

بہرحال ان تمام کاوشوں اور انتھک کوششوں کے باوجود علی رضی اللہ عنہ اپنا ہدف نہیں حاصل کرسکے، یعنی ملک کے داخلی انتشار اور فوج کی عدم رضا مندی اور اس کی باہمی چپقلش ورسہ کشی اور نفس پرستی کی وجہ سے شامیوں سے جنگ نہ لڑ سکے اور مجبوراً ۴۰ھ میں معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے ساتھ اس بات پر مصالحت کرنے کو راضی ہوگئے کہ عراق

---

[1] میزان الاعتدال (۳/ ۱۲٤) اس موضوع سے متعلق آپ نے کافی اچھی تنقیدی گفتگو کی ہے۔ نیز خلافۃ علی بن أبی طالب ص (۳۵۵).

[2] فضائل الصحابۃ (۲/ ۷۰۵) اس کی سند صحیح ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میرے زیر اقتدار رہے گا اور شام ان (معاویہ) کے اور دونوں میں سے کوئی بھی کسی دوسرے کے کام میں فوجی کارروائی، اچانک حملہ یا جنگ کے ذریعے سے دخل اندازی نہیں کرے گا۔ طبری رحمہ اللہ اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں:

''۴۰ھ میں علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جنگ بندی سے متعلق کافی خط و کتابت کے بعد اس بات پر اتفاق ہوا کہ علی رضی اللہ عنہ عراق پر حاکم رہیں اور معاویہ رضی اللہ عنہ شام پر، ان میں سے کوئی کسی کے کام میں فوج، اچانک حملہ یا جنگ کے ذریعے سے ہرگز دخل اندازی نہ کرے گا۔'' ❶

طلب شہادت کی دعا:

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے مصالحت تو کر لی تھی لیکن ایسا لگتا ہے کہ یہ مصالحت زیادہ دنوں تک باقی نہ رہی کیونکہ جس سال علی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی اسی سال معاویہ رضی اللہ عنہ نے حجاز اور یمن وغیرہ میں بسر بن ارطاۃ کو فوجی کارروائی کے لیے بھیجا۔ ❷ بہرحال جب علی رضی اللہ عنہ اپنی فوج کو اپنے مقصد تک لے جانے میں کامیاب نہ ہو سکے اور اس کی پستی وخواری کو دیکھا تو اپنی زندگی پر موت کو ترجیح دی، اللہ کی طرف متوجہ ہوئے اور جلد از جلد اس دنیا سے اٹھائے جانے کی دعا کرنے لگے۔ چنانچہ آپ نے ایک دن خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اے اللہ میں نے انھیں مایوس کیا اور انھوں نے مجھے مایوس کیا، میں نے انھیں اکتایا اور انھوں نے مجھے اکتایا، پس تو ان سے مجھے نجات دے اور مجھ سے ان کو نجات دے، پھر اپنی داڑھی پر اپنا ہاتھ رکھا اور کہنے لگے تمھارے سب سے بدبخت آدمی (یعنی قاتل) کے لیے کوئی چیز اس بات سے مانع نہیں ہے کہ وہ اسے (داڑھی کو) خون میں رنگ دے۔ ❸

آپ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں کافی الحاح وزاری سے دعائیں کیں، چنانچہ جندب کا بیان ہے کہ لوگوں نے علی رضی اللہ عنہ کے پاس اس قدر اژدحام کر دیا کہ آپ کے قدموں کو روند ڈالا، تو آپ نے کہا: اے اللہ! میں نے انھیں اکتا دیا ہے اور انھوں نے مجھے اکتا دیا، میں نے ان سے نفرت کی اور انھوں نے مجھ سے نفرت کی لہٰذا تو مجھ کو ان سے اور ان کو مجھ سے نجات دے دے۔ ❹

ایک دوسری روایت میں ابو صالح کا بیان ہے کہ جب علی رضی اللہ عنہ اپنے سر پر مصحف رکھ رہے تھے تب میں آپ کے پاس موجود تھا، میں نے ورق پلٹنے کی آواز سنی، آپ دعا کر رہے تھے: اے اللہ! میں نے ان لوگوں سے وہی مانگا جو اس قرآن میں ہے، لیکن انھوں نے مجھے نہیں دیا، اے اللہ میں نے انھیں اکتا دیا اور انھوں نے مجھ کو اکتا دیا، میں نے ان سے نفرت کی اور انھوں نے مجھ سے نفرت کی اور انھوں نے مجھے ایسی چیز پر مجبور کیا جو مجھے پسند نہیں ہے، پس تو انھیں میری جگہ پر مجھ سے بھی برا حاکم دے دے اور مجھے ان کے بدلے ان سے کہیں اچھے لوگ عطا فرما اور

---

❶ تاریخ الطبری (٦/ ٥٦)

❷ التاریخ الصغیر / البخاری (١/ ٤١) خلافة علی بن أبی طالب ص (٤٣١)

❸ مصنف عبدالرزاق (١٠/ ١٥٤) اس کی سند صحیح ہے۔ الطبقات (٣/ ٤) اس کی سند صحیح ہے۔

❹ الآحاد والمثانی / ابن أبی عاصم (١/ ٣٧) اس کی سند حسن ہے۔ خلافة علی (٤٣٢)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان کے دلوں کو اس طرح پگھلا دے جس طرح نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔ ❶ چنانچہ ایک روایت کے مطابق اس دعا کے صرف تین دن بعد آپ شہید کر دیے گئے (اللہ آپ پر رحم فرمائے)۔ ❷

سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آج رات خواب میں میری ملاقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی، تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کی امت سے مجھے کن کن جھگڑوں اور ٹیڑھے پن کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: "ادع علیهم" ان پر بددعا کرو، تب میں نے یہ دعا کی ہے، کہ اے اللہ! مجھے ان کے بدلے ان سے کہیں اچھے انسانوں کو ساتھی دے دے اور انھیں میری جگہ پر مجھ سے بھی برا حاکم دے دے۔ حسن رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ پھر آپ باہر نکلے اور آدمی نے آپ کو شہید کر دیا۔ ❸

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کو اپنی شہادت کا علم تھا:

بعض احادیث نبویہ کہ جن کا شمار دلائل نبوت میں ہوتا ہے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیشین گوئی فرمائی تھی۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حراء پہاڑ پر کھڑے تھے، آپ کے ساتھ ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ اور زبیر (رضی اللہ عنہم) بھی تھے، چٹان ہلنے لگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِهْدَأْ فَمَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيقٌ أَوْ شَهِيدٌ.)) ❹

"تھم جا اے حرا، تیرے اوپر کوئی نہیں ہے مگر نبی یا صدیق یا شہید۔"

علاوہ ازیں اس سلسلے میں دوسری مخصوص حدیثیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ عراق کی سرزمین میں شہید کیے جائیں گے، نیز یہ کہ کس طرح آپ کو شہید کیا جائے گا۔ پس نبوی پیشین گوئی کے مطابق تمام حادثات کا پیش آنا ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی صداقت کی سب سے معتبر دلیلیں ہیں اور اس بات پر واضح ثبوت ہیں کہ آپ اپنی مرضی سے کوئی بات نہیں کہتے، بلکہ اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی آپ کو جن باتوں کا حکم دیتا ہے وہی فرماتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو ان حالات وحوادث سے آگاہ کر دیا تھا جو انھیں پیش آنے والے تھے اور علی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان پیشین گوئیوں پر آمنا و صدقنا بھی کہا تھا، گاہے بگاہے لوگوں سے اس کا ذکر بھی کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ عراق میں اس سلسلے میں گفتگو کرتے ہوئے کہا: جسے ابوالاسود الدولی یوں بیان کرتے ہیں: میں نے علی رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں سفر کے لیے سواری کے رکاب میں اپنے قدم ڈال چکا تھا کہ اتنے

❶ سیر أعلام النبلاء (۳/ ۱٤٤).

❷ المحن / أبی العرب ص (۹۹) خلافة علی / عبدالحمید ص (٤۳۲).

❸ تاریخ الإسلام عهد الخلفاء الراشدین/ ذهبی ص (٦٤۹).

❹ صحیح مسلم حدیث نمبر (٦۲٤۷).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں عبداللہ بن سلام میرے پاس آئے اور مجھ سے کہنے لگے کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا: عراق کا، وہ کہنے لگے: کیا آپ وہاں اس لیے جارہے ہیں تاکہ تلوار کی دوطرفہ دھار آپ کو کاٹ ڈالے۔ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! تم سے پہلے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ ابوالاسود کا بیان ہے کہ میں یہ سن کر آپ پر حیرت کرنے لگا اور دل ہی دل میں کہا: یہ تو انتہائی جنگجو آدمی ہیں اپنے بارے میں ایسی باتیں بتارہے ہیں۔ ❶

آپ نے منصب خلافت سنبھالنے سے پہلے ینبع میں بھی اسی طرح کی بات ابوفضالہ انصاری سے اس وقت کہی تھی جب وہ آپ کی عیادت کے لیے گئے ہوئے تھے، کہا: میں اپنی اس بیماری میں یا اس تکلیف سے فوت نہیں ہوں گا، میرے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یقین دلایا ہے کہ میں اس وقت تک نہیں مروں گا جب تک کہ یہ داڑھی اس سر کے خون میں رنگ نہ جائے گی۔ ❷ آپ نے خوارج سے بھی اسے بیان کیا اور اپنے عام ساتھیوں سے بھی، امام بیہقی نے اپنی کتاب ''دلائل النبوۃ'' میں ان حدیثوں کو اور اس مضمون کی دیگر حدیثوں کو یکجا کیا ہے۔ ❸ اسی طرح حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی ''البدایۃ والنھایۃ'' میں ان روایتوں کو جمع کیا ہے۔ ❹ اور عبداللہ بن داؤد بسند اعمش عن سلمہ بن سہیل عن سالم بن ابی جعدہ عن عبداللہ بن سبع روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سبع نے کہا: میں نے علی رضی اللہ عنہ کو منبر سے کہتے ہوئے سنا کہ ہم صرف ایک بدبخت کے منتظر ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یقین دلایا تھا کہ یہ (داڑھی) اس (سر) کے خون سے رنگ دی جائے گی۔ لوگوں نے کہا: اے امیر المومنین ہمیں اپنے قاتل کی نشاندہی کیجیے تاکہ ہم اس کے پورے خاندان کا صفایا کردیں، آپ نے فرمایا: اللہ کی پناہ! میں نہیں چاہتا ہوں کہ میری وجہ سے میرے قاتل کے علاوہ کوئی ایک فرد بھی ناحق قتل کیا جائے۔ ❺ پھر آپ نے ایک شعر کے چند ابیات اس طرح پڑھے:

أُشْدُدْ حَيَازِيْمَكَ لِلْمَوْتِ فَإِنَّ الْمَوْتَ لَاقِيْكَ
وَلَا تَجْزَعْ مِنَ الْقَتْلِ إِذَا حَلَّ بِوَادِيْكَ ❻

''موت کے استقبال کی تیاری کرلو، وہ تم تک پہنچنے والی ہے، موت سے نہ گھبراؤ جب اس نے تمھارے صحن میں قدم رکھ دیا ہے۔''

بعض روایتوں میں اس سے بھی زیادہ واضح نشان دہی ہے، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ اپنے قاتل بدبخت کو جانتے تھے، چنانچہ عبیدہ السلمانی بسند صحیح روایت کرتے ہوئے کہتے تھے کہ علی رضی اللہ عنہ ابن ملجم کو جب دیکھتے تھے تو یہ

---

❶ تاريخ الإسلام / الذهبي ص (٦٤٨).
❷ خلافة علي بن أبي طالب / عبدالحميد ص (٤٣٣) یہ روایت اپنی مجموعی سندوں کے اعتبار سے صحیح ہے۔
❸ دلائل النبوة (٦/ ٤٣٨، ٤٤١) بتحقيق عبدالمعطي قلعجي.
❹ البداية والنهاية (٧/ ٣٢٣، ٣٢٥).
❺ كتاب تشريقة / الآجري (٤/ ٢١٠٥) اس کی سند صحیح ہے، بتحقيق الدميجي.
❻ تاريخ الإسلام عهد الخلفاء الراشدين / الذهبي ص (٦٤٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شعر پڑھتے:

أُرِيْدُ حَيَاتَهُ وَيُرِيْدُ قَتْلِي عُذَيْرُكَ مِنْ خَلِيْلِكَ مِنْ مُرَادِي ❶

''میں اس کی زندگی چاہتا ہوں اور وہ میرے قتل کا خواہاں ہے قبیلہ مراد کے تمھارے دوست سے تمھیں کون انصاف دلائے گا۔''

ایک دوسری روایت میں ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمن بن ملجم کے بارے میں فرمایا: یہی میرا قاتل ہے، تو آپ سے کہا گیا: پھر اسے سزا دینے میں کون سی چیز مانع ہے؟ آپ نے فرمایا: لیکن ابھی تک اس نے مجھے قتل نہیں کیا ہے۔ ❷

جب آپ نے لوگوں کو بتایا کہ میں قتل کیا جاؤں گا تو سب نے آپ سے مطالبہ کیا کہ کسی کو اپنا خلیفہ نامزد کر دیں، لیکن علی رضی اللہ عنہ نے ایسا کرنے سے معذرت کر دی، چنانچہ عبداللہ بن سبع کا بیان ہے کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یہ (داڑھی) اس سر کے خون سے رنگی جائے گی، پھر وہ بد بخت میرے بارے میں کس چیز کا منتظر ہے؟ لوگوں نے کہا: اے امیر المومنین! ہمیں اس بد بخت کے بارے میں بتایئے، ہم جڑ سے اس کا صفایا کر دیں، آپ نے فرمایا: تب تو تم میری وجہ سے میرے قاتل کے علاوہ لوگوں کو مار ڈالو گے۔ لوگوں نے کہا: تب آپ ہمارے لیے کسی کو خلیفہ نامزد کر دیں۔ آپ نے فرمایا: نہیں، بلکہ میں تمھیں اسی چیز کی طرف چھوڑ رہا ہوں جس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا تھا، لوگوں نے کہا: پھر جب آپ اپنے رب کے پاس جائیں گے تو اس سلسلہ میں کیا جواب دیں گے؟ اور وکیع کا بیان ہے کہ لوگوں نے کہا: جب آپ اپنے رب سے ملاقات کریں گے۔ آپ نے فرمایا: میں کہوں گا اے اللہ جب تک تو نے چاہا مجھے ان میں باقی رکھا، پھر مجھے اپنی طرف اٹھا لیا، اس حال میں کہ تو ان میں باقی ہے، پس اگر تو چاہے تو ان کی صلاح کر دے، اور اگر چاہے تو انھیں بگاڑ دے۔ ❸

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((إِنَّكَ سَتُضْرَبُ ضَرْبَةً هٰهُنَا - وَأَشَارَ إِلَى صُدْغَيْهِ - فَيَسِيْلُ دَمُهَا حَتَّى يَخْضِبَ لِحْيَتُكَ، وَيَكُوْنُ صَاحِبُهَا أَشْقَاهَا كَمَا كَانَ عَاقِرُ النَّاقَةِ أَشْقَى ثَمُوْدَ.)) ❹

''تم پر یہاں وار کیا جایا جائے گا- پھر آپ نے ان کی کنپٹی کی طرف اشارہ کیا اور اس کے خون سے تمھاری داڑھی رنگ جائے گی، وار کرنے والا اسی طرح سب سے بڑا بد بخت انسان ہوگا، جس طرح اونٹنی کا پیر کاٹنے والا قوم ثمود کا سب سے بد بخت آدمی تھا۔''

---

❶ الطبقات الکبری / ابن سعد (۳/ ۳۳، ۳٤) اس کی سند صحیح ہے۔ عبدالرحمن بن ملجم کا تعلق قبیلہ مراد سے تھا۔ (مترجم)

❷ الاستیعاب (۳/ ۱۲۷).

❸ مسند أحمد ابن حنبل / الموسوعة الحدیثیة (۲/ ۳۲۵) حسن لغیره.

❹ خصائص أمیر المومنین علی بن أبی طالب ص (۱٦۳، ۱٦٤) محقق کتاب احمد میرین البلوچی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی شہادت اور اس سے مستنبط ہونے والے دروس وعبر

آپ کو معلوم ہے کہ معرکہ نہروان میں خوارج کی شکست فاش نے ان کے دلوں پر اتنا گہرا زخم چھوڑا تھا کہ درد و الم اور حسرت وافسوس میں ڈوبی ہوئی ہر صبح وشام اسے تازہ کرتی رہتی تھی، اس لیے ان میں ایک جماعت اس بات کے لیے منظم اور متفق ہوئی کہ علی رضی اللہ عنہ کو اس دنیا سے روانہ کر کے ان لوگوں کی بغاوت وانقلاب کو ہوا دی جائے جن کے اعزاء واقرباء معرکہ نہروان میں قتل کر دیے گئے ہیں، چنانچہ تمام مورخین اور سیرت نگار اس سلسلہ میں ایک مشہور روایت ذکر کرنے پر متفق نظر آتے ہیں۔ (1) حالانکہ چند متضاد ومختلف عناصر پر مشتمل ہونے کی وجہ سے وہ روایت تنقیدوں سے گھری ہوئی ہے۔ لہٰذا یہ بات بعید نہیں کہ دیگر سانحوں کی طرح یہ اہم سانحہ بھی مختلف اوقات میں خود ساختہ اضافوں اور زوائد کا شکار ہوا ہو، ہاں اساسی مصادر اور تحقیقات کی روشنی میں اتنی بات متفقہ طور پر ضرور ثابت ہوتی ہے کہ معرکۂ نہروان کے مقتولین خوارج کے انتقام میں چند خارجی عناصر کے ہاتھوں علی رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے، جب کہ اس کارروائی سے متعلق بقیہ تفصیلی معلومات، کہ جس میں قطام اور ابن ملجم کے درمیان عشق ومحبت، یا اشعث کندی کے متعلق غلط کردار ادا کرنے کے تذکرے ہیں، انھیں تسلیم کرنا اور تصدیق کرنا ایک مشکل بات ہے۔ اب ہم امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی سانحۂ شہادت پر تفصیلی گفتگو کرتے ہیں:

ا۔ سازشی گروہ کا اجتماع:

ابن ملجم اور اس کے ساتھیوں نے بتایا کہ ابن ملجم، بُرَک بن عبداللہ اور عمرو بن بکر التمیمی ایک جگہ جمع ہوئے پھر ملکی حالات پر گفت وشنید کیا، اپنے حکمرانوں پر عیب لگایا اور نہروان کے مقتولین کا تذکرہ کرتے ہوئے ان پر رحمت الٰہی کی دعائیں کیں اور کہا: ان کے بعد اب ہمیں زندہ رہنے سے کیا فائدہ وہ ہمارے بھائی ان لوگوں کو اللہ کی عبادت کی طرف بلانے والے اور پرہیزگار تھے، اللہ کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے تھے، چونکہ ہم اپنی جانوں کو اللہ کے ہاتھوں فروخت کر چکے اور ضلالت وگمراہی کے ان اماموں (حکمرانوں) کو قتل کر کے پورے ملک کو آرام پہنچائیں اور ان کے ذریعے سے اپنے بھائیوں کے خون کا بدلہ بھی لے لیں گے۔

چنانچہ ابن ملجم (2) نے کہا: میں علی بن ابی طالب کو قتل کروں گا، بُرَک بن عبداللہ نے کہا: میں معاویہ کو قتل

---

(1) الطبقات / ابن سعد (۳/ ۳۵) تاریخ الطبری (۶/ ۵۸ تا ۶۶) بسند منقطع۔ مروج الذهب (۲/ ۴۲۳) الطبرانی - الکبیر (۱/ ۵۵، ۵۸) مجمع الزوائد (۶/ ۲۴۹) تاریخ الإسلام / الذهبی ص (۶۴۹) وفيات الأعيان (۷/ ۲۱۸) البداية والنهاية (۷/ ۳۲۵) .

(2) ابن ملجم کا تعلق کندہ کے یمنی قبیلہ 'مراد' سے تھا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کروں گا، عمرو بن بکر تمیمی نے کہا: میں عمرو بن عاص کو قتل کروں گا، پھر انھوں نے اپنی اپنی ذمہ داری نبھانے کے لیے ایک دوسرے سے پختہ وعدہ اور قسمیں لیں اور یہ طے ہوا کہ جس کے ہدف پر جو آدمی ہے وہ اسے ہر حال میں قتل کرے گا، یا خود ہی مار دیا جائے۔ چنانچہ انھوں نے اپنی اپنی تلواریں لیں اور اسے زہر آلود کیا، ۱۷ رمضان کی تاریخ پر سب کا اتفاق ہوا کہ اس دن ہر ایک اپنے اپنے مطلوبہ شخص پر حملہ کرے، پھر یہ سب اپنے اپنے مطلوبہ شخص پر حملہ کی تلاش میں ان کے شہروں میں چلے گئے۔ ❶

۲۔ ابن ملجم کی روانگی اور قطام بنت شجنۃ سے ملاقات:

ابن ملجم المرادی کا تعلق چونکہ بنوکندہ سے تھا، اس لیے وہ کوفہ آیا اور بنوکندہ میں ٹھہرا، لیکن اس نے اس ڈر سے اپنا ارادہ کسی پر ظاہر نہ کیا کہ کہیں راز فاش نہ ہو جائے، چنانچہ ایک دن اس نے قبیلۂ بنی تیم الرّباب کے چند لوگوں کو دیکھا، علی رضی اللہ عنہ نے تیم الرّباب کے دس آدمیوں کو جنگ نہروان میں قتل کیا تھا، یہ ان سے ملا اور ان کے مقتولوں کا ذکر چھیڑ دیا، اسی خاندان کی ایک انتہائی حسین وجمیل عورت قطام بنت شجنۃ تھی، اس کے باپ اور بھائی کو بھی علی رضی اللہ عنہ نے جنگ نہروان میں قتل کیا تھا۔ قطام کو دیکھ کر ابن ملجم اس پر دل و جان سے فریفتہ ہوگیا اور بھول گیا کہ میں یہاں کس مقصد سے آیا ہوں، پھر اس نے اسے نکاح کا پیغام دے دیا، قطام نے کہا: میں تم سے اس وقت تک شادی نہ کروں گی جب تک کہ تم میرے دل کو ٹھنڈا نہ کرو گے۔ ابن ملجم نے پوچھا: کس چیز سے تمھارے دل کو ٹھنڈک ملے گی؟ اس نے کہا: مہر میں تین ہزار درہم، ایک غلام، ایک لونڈی اور علی بن ابی طالب کا قتل۔ ابن ملجم نے کہا: ٹھیک ہے یہی تمھاری مہر رہے گی، لیکن قتل علی کا جو تو نے ذکر کیا تو میں نہیں سمجھتا کہ تم مجھے چاہتے ہوئے اس کی خواہاں ہو۔

قطام نے کہا: کیوں نہیں، میں اس کا سر چاہتی ہوں اگر تمھارا وار نشانہ کو پہنچ گیا اور بچ نکلے تو تم نے اپنے آپ کو اور مجھے سکون پہنچایا اور پھر ہم دونوں آرم کی زندگی بسر کریں گے اور اگر تم قتل کر دیے گئے تو آخرت کا عیش و آرام تمھارے لیے اس دنیا کے عیش و آرام سے بدرجہا بہتر ہوگا۔ ابن ملجم نے کہا: میں تو خود ہی اس شہر میں علی کو قتل کرنے کے لیے آیا تھا، ٹھیک ہے تمھاری شرط پوری ہوگی۔ قطام نے کہا: میں چاہتی ہوں کہ اس معاملے میں کوئی تمھاری پشت پناہی کرے اور تمھیں تمھارا کام انجام دینے میں سہارا دے، پھر اس نے اپنی قوم تیم الرباب کے ایک آدمی وردان کے پاس اپنا آدمی بھیجا، وہ آیا اور اس نے اس سلسلہ میں گفتگو کی، وردان نے اس کی بات قبول کر لی، اس کے بعد ابن ملجم قطام کے پاس سے اٹھ کر قبیلۂ اشجع کے ایک شخص شبیب بن بجرہ کے پاس آیا اور اس سے پوچھا: کیا تم دنیا اور آخرت کا شرف حاصل کرنا چاہتے ہو؟ اس نے پوچھا: وہ کیسے؟ ابن ملجم نے کہا: علی بن ابی طالب کو قتل کرکے۔ شبیب نے کہا: تیری ماں تجھے گم کرے، تو نے تو انتہائی برا کام سوچ رکھا ہے، تم علی کو کیسے قتل کر سکتے ہو؟ ابن ملجم نے کہا: میں مسجد میں چھپ کر بیٹھ رہوں گا، جب علی فجر کی نماز پڑھانے مسجد میں آئیں گے تو

❶ تاریخ الطبری (٦/ ٥٦)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہم دونوں ان پر اچانک حملہ کر کے انھیں قتل کر دیں گے، اگر ہم بچ نکلے تو گویا ہم اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب ہو گئے اور اپنے مقتولین کا انتقام لے لیا، لیکن اگر بچ نکلنا ہمیں نصیب نہ ہوا تو آخرت کا اجر تو بے حساب ہمیں ملے گا ہی۔ شبیب نے کہا: تیرا ستیاناس ہو، اگر علی کے علاوہ کوئی اور ہوتا تو میرے لیے یہ کام کچھ آسان ہوتا، علی نے اسلام کی بڑی بڑی خدمتیں انجام دیں ہیں، اسلام لانے میں ان کو سابقیت کا شرف حاصل ہے، میں تو اس کام میں تمھارا ساتھ نہیں دوں گا۔

ابن ملجم نے کہا: کیا تمھیں معلوم ہے کہ علی نے معرکۂ نہروان میں اللہ تعالیٰ کے سیکڑوں نیک اور پاکباز بندوں کو قتل کیا تھا؟ شبیب نے مثبت جواب دیا۔ ابن ملجم نے کہا: تب علی کو اپنے بھائیوں کے بدلہ میں کیوں نہ قتل کریں؟ اس طرح شبیب نے بھی اس کی بات مان لی اور پھر دونوں قطام کے پاس آئے، وہ وہاں کی جامع مسجد میں اعتکاف بیٹھی تھی، ان دونوں نے اسے بتایا کہ ہم دونوں علی کے قتل پر متفق ہو چکے ہیں۔ قطام نے کہا: ٹھیک ہے جس دن اسے انجام دینا ہو گا میرے پاس آنا، چنانچہ اس جمعہ کی رات جس کی صبح میں علی رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے ابن ملجم قطام کے پاس دوبارہ آیا، یہ ۴۰ھ کا واقعہ ہے اور کہا آج ہی کی وہ رات ہے جس میں ہمارے ساتھیوں میں سے ہر ایک نے اپنے مطلوبہ شخص کو قتل کرنے کا وعدہ اور منصوبہ بنا رکھا ہے۔ قطام نے ریشمی پٹی منگوائی اور اسے ان کے سروں سے باندھ دیا، پھر وہ اپنی اپنی تلواریں لے کر چھجے کے نیچے اس دروازے کے سامنے جا کر بیٹھ گئے جہاں سے علی رضی اللہ عنہ نماز کے لیے مسجد میں داخل ہوا کرتے تھے، چنانچہ جب علی رضی اللہ عنہ باہر نکلے تو سب سے پہلے شبیب نے اپنی تلوار سے آپ پر حملہ کیا، لیکن اس کی تلوار دروازہ کے پٹ پر جا لگی، اس کے بعد ابن ملجم نے وار کیا، اس کی تلوار آپ کے بیچ سر پر لگی، جب کہ وردان وار نہ کر سکا اور بھاگ کر اپنے گھر میں داخل ہو گیا، اپنے سینے سے جلدی جلدی ریشمی پٹی کھولنے لگا کہ اتنے میں اسی کے گھرانے کا ایک آدمی وہاں جا پہنچا اور پوچھنے لگا یہ تلوار اور یہ ریشمی پٹی کیسی ہے؟ وردان نے اسے پورا واقعہ سنایا، تب وہ آدمی باہر گیا اور تلوار لا کر وردان کو قتل کر دیا، جب کہ شبیب غلس کی تاریکی میں کندہ کی آبادی کی طرف بھاگا، ہر طرف شور و ہنگامہ بپا ہو چکا تھا، اسی دوران حضر موت کے ایک آدمی عویمر نے شبیب کو دبوچ لیا اور اس کے ہاتھ سے تلوار چھین کر اسے زمین پر پٹخ دیا، لیکن جب دیکھا کہ لوگ اس کی تلاش میں ہیں اور اس کی تلوار میرے ہاتھ میں ہے تو عویمر ڈرا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ مجھے قاتل سمجھ کر ہی قتل کر دیں، اس لیے عویمر نے اسے چھوڑ دیا اور شبیب موقع پا کر ہجوم میں گھس گیا اور بچ گیا۔

ابن ملجم کو لوگوں نے پکڑ لیا، اس کی مشکیں کس دیں، قبیلہ ہمدان کے ابو دماء کنیت والے ایک آدمی نے اس کی تلوار چھین لی اور اس کے پاؤں پر وار کر دیا جس سے وہ زمین پر گر گیا، علی رضی اللہ عنہ نے جعدہ بن ہبیرۃ بن ابی وہب کو آگے بڑھایا، انھوں نے لوگوں کو فجر کی نماز پڑھائی، اس کے بعد علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس آدمی کو میرے پاس لاؤ، چنانچہ وہ لایا گیا، آپ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے اللہ کے دشمن! کیا میں نے تجھ پر احسان نہیں کیا تھا؟ اس نے جواب دیا: بے شک! آپ نے فرمایا: پھر کس بات نے تجھے مجھ پر حملہ کرنے کے لیے مجبور کیا؟ ابن ملجم نے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کا کوئی جواب نہ دیا، البتہ یہ کہا: میں نے اپنی اس تلوار کو چالیس روز تک تیز کیا ہے، کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ اس کے ذریعے سے بدترین مخلوق کو قتل کروں گا۔ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس سے تجھی کو قتل کیا جائے گا اور دنیا میں تو ہی بدترین مخلوق ہے۔ ❶

۳۔ شہادت علی رضی اللہ عنہ کا واقعہ محمد بن الحنفیہ کی زبانی:

ابن الحنفیہ کا بیان ہے کہ میں نے بھی اس رات لوگوں کے ساتھ جامع مسجد میں نماز پڑھی تھی جس میں نمازیوں کی اتنی بڑی تعداد تھی کہ لوگ دروازے کے قریب تک نماز پڑھ رہے تھے، کوئی قیام میں تھا، کوئی رکوع میں اور کوئی سجدہ میں، پوری پوری رات وہ عبادت کرنے اور نماز پڑھنے سے نہیں اکتاتے تھے، اسی رات کی صبح علی رضی اللہ عنہ فجر کی نماز کے لیے نکلے اور حسب معمول لوگوں کو نماز! نماز! کی ندا دینے لگے، مجھے یاد نہیں ہے کہ آپ دروازے سے باہر نکل سکے تھے یا نہیں اور نماز! نماز! کی ندا لگا پائے تھے یا نہیں، اتنے میں میں نے ایک چمک دیکھی اور یہ آواز سنی کہ الحکم للہ یا علی لا لك و لا لاصحابك اے علی! حکومت صرف اللہ کی ہے تمھاری اور تمھارے ساتھیوں کی نہیں، پھر میں نے ایک تلوار دیکھی اور پھر فوراً دوسری تلوار پر نظر پڑی، پھر علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: یہ آدمی بھاگ کر نکلنے نہ پائے، لوگوں نے ہر طرف سے اسے گھیر لیا، پھر وہ جنبش نہ کر سکا کہ پکڑ لیا گیا اور علی رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا، لوگوں کے ساتھ میں بھی آپ کے پاس گیا، آپ فرما رہے تھے: جان جان کے بدلے، اگر میں مر جاؤں تو جس طرح اس نے مجھے قتل کیا ہے اسے بھی قتل کر دینا اور اگر میں زندہ بچا تو خود دیکھ لوں گا۔ ❷

محمد بن الحنفیہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد لوگ گھبراہٹ کے عالم میں حسن رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، ابن ملجم ان کے سامنے مشکوں میں بندھا کھڑا تھا، ام کلثوم بنت علی نے جو کہ اپنے والد کی حالت دیکھ کر رو رہی تھیں، ابن ملجم سے کہا: اے اللہ کے دشمن! میرے باپ کو کوئی ضرر نہ پہنچے گا اور اللہ تجھے رسوا کرے گا، ابن ملجم نے کہا: پھر تم رو کیوں رہی ہو؟ میں نے اس تلوار کو ایک ہزار درہم میں خریدا تھا اور ایک ہزار خرچ کر کے اسے زہر آلود کیا تھا، اگر اس کی ضرب تمام اہل شہر پر پڑے تو بھی کوئی شخص زندہ نہ بچے۔ ❸

۴۔ علی رضی اللہ عنہ کو ڈاکٹر کی نصیحت اور شوریٰ کی طرف آپ کا میلان:

عبداللہ بن مالک کا بیان ہے کہ جس دن امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے اس دن کئی ڈاکٹروں کو بلایا گیا، اس میں اُثیر بن عمرو السکونی سب سے ماہر ڈاکٹر تھا، حاکم کسریٰ بھی اسی سے علاج کراتا تھا، چنانچہ اس نے علاج کے لیے بکری کا گرم پھیپھڑا لیا اور اس سے ایک مخصوص رگ نکال کر علی رضی اللہ عنہ کے زخم میں ڈال دی، پھر اس میں پھونک ماری اور باہر نکالا، دیکھا تو اس میں دماغ کی سفیدی لگی ہوئی تھی، گویا تلوار کی دھار اصل دماغ تک پہنچ چکی تھی، اس

❶ تاریخ الطبری (٦/ ٦٢).
❷ تاریخ الطبری (٦/ ٦٢).
❸ تاریخ الطبری (٦/ ٦٢).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے بعد ڈاکٹر نے کہا: اب آپ اپنا کام کر ڈالیے، آپ جانبر نہ ہو پائیں گے۔ ❶ عبداللہ کا بیان ہے کہ جندب بن عبداللہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہا کہ اے امیر المومنین! اگر ہم آپ سے محروم کر دیے گئے اللہ کرے ایسا نہ ہو تو کیا ہم حسن سے بیعت کر لیں؟ تو آپ نے فرمایا: نہ میں تمھیں حکم دیتا ہوں اور نہ روکتا ہوں، آپ لوگ زیادہ جانتے ہیں۔ ❷

۵۔ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی وصیت:

اس کے بعد آپ نے اپنے دونوں بیٹوں حسن اور حسین کو بلایا اور انھیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: میں تمھیں چند باتوں کی وصیت کرتا ہوں، اللہ کا تقویٰ اختیار کرنا، دنیا سے کبھی دل نہ لگانا اگرچہ وہ تمھارے پیچھے لگے، کسی ایسی چیز کے لیے غم نہ کرنا جو تمھیں نہ ملنے والی ہو، حق بات کہنا، یتیم پر رحم کرنا، بیکس کی مدد کرنا، اپنی آخرت کو سنوارنے کی کوشش کرنا، ظالم کو اس کے ظلم سے روکنا اور مظلوم کی مدد کرنا۔ اللہ کی کتاب پر عمل کرنا، اس کے احکام کی تعمیل کے سلسلہ میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا، اس کے بعد اپنے تیسرے بیٹے محمد بن الحنفیہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میں نے تمھارے دونوں بھائیوں کو جو نصیحتیں کی ہیں کیا تم نے بھی ان کو اچھی طرح گوش گزار کر لیا؟ ❸ انھوں نے کہا: جی ہاں۔ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اپنے بڑے بھائیوں کی توقیر و تعظیم کرنا، کیونکہ ان کا تم پر بہت بڑا حق ہے، جو کچھ وہ کہیں اس پر عمل کرنا اور ان کے کسی حکم کی بجا آوری میں دیر نہ کرنا۔ اس کے بعد پھر حسن و حسین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: میں اس (محمد بن الحنفیہ) کے بارے میں تم دونوں کو خیر خواہی کرنے کی نصیحت کرتا ہوں، کیونکہ وہ بھی تمھارے باپ کی اولاد ہے اور تم لوگوں کو معلوم ہے کہ اس کا باپ اس سے کتنی محبت کرتا تھا، پھر حسن رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے میرے بیٹے میں تمھیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں، اور یہ کہ نماز کے وقت پر نماز پڑھنا، زکوٰۃ کے وقت پر زکوٰۃ دینا اور اچھی طرح وضو کرنا، کیونکہ بغیر پاکی (وضو) کے نماز صحیح نہیں اور زکوٰۃ نہ دینے والے کی نماز قبول نہیں ہوتی، نیز وصیت کرتا ہوں کہ دوسروں کی لغزشوں سے درگزر کرنا، غصہ کو پی جانا، صلہ رحمی کرنا، بردباری سے کام لینا، دین میں بصیرت حاصل کرنا، کسی معاملہ کی اچھی طرح تحقیق کر لینا، قرآن کو لازم پکڑنا، پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا، بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا، فواحش اور بدکاریوں سے بچتے رہنا۔ ❹

جب موت سے بالکل قریب ہوئے تو یہ وصیت فرمائی:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ علی بن ابی طالب کی وصیت ہے، مجھے اس بات کا اقرار ہے کہ معبود برحق صرف اللہ ہے، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، محمد اس کے بندے اور رسول ہیں، اس نے انھیں ہدایت اور دین حق کے ساتھ

---

❶ الاستیعاب (۳/ ۱۱۲۸)۔
❷ تاریخ الطبری (٦/ ٦٢)۔
❸ تاریخ الطبری (٦/ ٦٣)۔
❹ تاریخ الطبری (٦/ ٦٣)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بھیجا تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کریں، اگر چہ مشرکین کو یہ چیز ناگوار ہو۔"

پھر کہا کہ میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا سب اس اللہ رب العالمین کے لیے ہے جس کا کوئی شریک نہیں، میں اسی بات کا حکم دیا گیا ہوں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں، پھر اے حسن! تم کو اور میری تمام اولاد اور گھر والوں کو، سب کو میری وصیت ہے کہ تم سب لوگ اپنے رب، یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور مسلمانوں کی موت مرنا، اللہ کی رسی کو تم سب مضبوطی سے پکڑ لینا اور آپس میں اختلاف نہ کرنا، کیونکہ میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

((إِنَّ صَلَاحَ ذَاتَ الْبَيْنِ أَفْضَلُ مِنْ عَامَةِ الصَّلَاةِ وَ الصِّيَامِ .))

"یعنی آپسی میل محبت نفل نمازوں اور روزوں سے افضل ہے۔"

دیکھو اپنے قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا، اللہ تعالیٰ بروز قیامت تمھارا حساب تم پر آسان کردے گا، خبردار! یتیموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا، انھیں کھانے پینے کی تکلیف نہ دینا، تمھاری موجودگی میں وہ ضائع نہ ہوں اور سنو، اپنے پڑوسیوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا، کیونکہ وہ تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت میں ہیں، جن کے بارے میں آپ برابر اتنی وصیت فرماتے رہے کہ ہمیں گمان ہونے لگا کہیں آپ پڑوسی کو پڑوسی کا وارث نہ بنا دیں۔ اور سنو، قرآن کے بارے میں اللہ کو یاد رکھنا، تمھارے علاوہ کوئی دوسرا اس پر عمل کرنے میں تم پر سبقت نہ لے جائے اور یاد رکھو نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا کیونکہ وہ تمھارے دین کا ستون ہے۔ اور اللہ سے خبردار رہو اس کے گھر کے بارے میں کہ جب تک تم زندہ رہو وہ خالی نہ ہونے پائے، اگر اسے خالی چھوڑ دیا گیا تو پھر تمھیں مہلت نہ دی جائے گی اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ذریعے سے اللہ کے راستے میں جہاد کرتے رہنا، زکوٰۃ کے بارے میں اللہ سے غافل نہ ہونا کیونکہ وہ اللہ کے غصہ کو بجھا دیتی ہے، اپنے نبی کے ذمیوں کے بارے میں اللہ کا خوف رکھنا، وہ تمھارے درمیان رہتے ہوئے ظلم کا نشانہ نہ بنیں اور اپنے نبی کے صحابہ کے بارے میں اللہ کو نہ بھولنا کہ ان کے اکرام واعزاز کا حکم تمھارے نبی نے دیا ہے۔ فقراء و مساکین کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا اور انھیں اپنی کمائی میں شریک بنالینا، لونڈی وغلام کے بارے میں اللہ کو نہ بھولنا، نماز، نماز سے ہرگز ہرگز غافل نہ ہونا، اللہ کی خاطر کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا، کیونکہ وہ تمھارا برا چاہنے والے اور تمھارے خلاف بغاوت کرنے والے کے لیے کافی ہوگا۔ لوگوں سے اسی طرح اچھی بات کہو جس طرح اس نے تمھیں حکم دیا ہے، بھلائیوں کا حکم دینے اور برائیوں سے روکنے سے باز نہ آؤ، ورنہ کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ تم میں برے لوگ تمھارے حاکم بن جائیں اور پھر تم ان سے خلاصی کی دعائیں مانگو اور وہ قبول نہ کی جائیں۔ ایک دوسرے سے میل محبت اور انفاق و مدد کو لازم کرلو، قطع تعلقی، اختلاف وتفرقہ بازی سے اپنے آپ کو بچاؤ، نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو، گناہ اور سرکشی پر کسی کے معاون نہ بنو، اللہ سے ڈرو، اللہ سخت سزا دینے والا ہے، اللہ تم اہل بیت کو محفوظ رکھے اور تم میں تمھارے نبی (کی سنت) کو محفوظ رکھے اب میں تمھیں اللہ کے حوالے کرتا ہوں، السلام

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پھر آپ کی زبان سے آخر میں لا إِلٰـهَ إِلَّا الـلّٰه کے الفاظ نکلے اور رمضان ۴۰ھ میں آپ اس درافانی سے کوچ کر گئے۔ ❶

ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ ۲۱؍ رمضان کی صبح قتل کیے گئے۔ ❷ پس یہ روایت اس دن پر محمول ہے جس میں آپ نے اس دنیا سے کوچ کیا، اس لیے کہ اس بدبخت کی مار کے بعد آپ صرف تین دن باحیات رہے۔ ❸

۶۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اپنے قاتل کا مثلہ کرنے سے منع فرماتے ہیں:

چنانچہ آپ نے اپنے قاتل کے بارے میں فرمایا:

''اس کو قید میں رکھو، اگر میں مرجاؤں تو اسے قتل کر دینا اور اگر زندہ بچوں گا تو زخموں کے بدلے قصاص ہے۔'' ❹

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

''اسے کھانا پانی دیتے رہو اور قید کرنے میں نرمی برتو، اگر میں شفایاب ہوگیا تو اپنے خون کا خود ذمہ دار ہوں، اگر چاہوں گا تو معاف کردوں گا اور چاہوں گا تو بدلہ لوں گا۔'' ❺

ایک دوسری روایت میں اتنی زیادتی ہے کہ اگر میں مرگیا تو میرے قتل کی طرح اسے قتل کر دینا اور حد سے تجاوز نہ کرنا، اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ ❻

آپ نے حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے قاتل کا مثلہ کرنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اے بنو عبدالمطلب! میں تمھیں مسلمانوں کے خون میں ڈوبا ہوا نہ پاؤں، کہ تم انھیں یہ کہہ کر قتل کرتے رہو، امیر المومنین قتل کر دیے گئے، امیر المومنین قتل کر دیے گئے، خبردار ہرگز ہرگز کوئی دوسرا قتل نہ کیا جائے اور اے حسن تم سنو! اگر میں اس کی مار سے مرگیا تو ایک وار کے بدلے اس پر ایک وار کرنا اور قاتل کا مثلہ نہ کرنا، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

((إِيَّاكُمْ وَ الْمُثْلَةَ وَ لَوْ أَنَّهَا بِالْكَلْبِ الْعَقُوْرِ .)) ❼

''کسی کا مثلہ ہرگز نہ کرو، اگرچہ کوئی پاگل کتا ہی کیوں نہ ہو۔''

واضح رہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے اپنے قاتل کے بارے میں جو وصیت کی تھی اس سلسلہ میں مختلف طرح کی روایتیں وارد ہیں، کچھ صحیح ہیں اور کچھ ضعیف۔ ان میں کی ایک روایت یہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے اپنے قاتل کو قتل کر دینے کے بعد اسے نذر آتش کر دینے کا حکم دے دیا تھا، حالانکہ یہ روایت سنداً ضعیف ہے۔ جب کہ بقیہ تمام روایتوں کا رخ ایک

---

❶ تاريخ الطبري (٦/ ٦٤). ❷ التاريخ الكبير / البخاري (١/ ٩٩) بسند صحيح.

❸ خلافة علي بن أبي طالب / عبدالحميد ص (٤٣٠).

❹ فضائل الصحابة (٢/ ٥٦٠) بسند حسن.

❺ المحن / أبوالعرب ص (٩٤) خلافة علي بن أبي طالب ص (٤٣٩).

❻ الطبقات / ابن سعد (٣/ ٣٥) ❼ تاريخ الطبري (٦/ ٦٤)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہی طرف ہے، اور وہ یہ کہ آپ نے فرمایا تھا: اگر میں اس کے مار سے مر گیا تو اسے قتل کر دینا، اس کے علاوہ اور کسی انتقامی اقدام سے آپ نے منع فرما دیا تھا، پس اس مفہوم کی تمام روایتیں ایک دوسرے کو تقویت بخشتی ہیں اور اس قابل ٹھہرتی ہیں کہ انھیں معرض استدلال میں پیش کیا جا سکے۔ اور یہ پہلو بھی قابل غور ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے اپنے قاتل کو مرتد نہیں ٹھہرایا کہ اسے اپنی زندگی ہی میں قتل کا حکم دے دیں، بلکہ جب بعض لوگوں نے اسے قتل کرنا چاہا تو آپ نے انھیں اس سے منع کیا اور فرمایا: اسے قتل نہ کرو، اگر میں صحت یاب ہو گیا تو زخموں کے بدلے قصاص ہے اور اگر مر گیا تو اسے قتل کر دینا۔ ❶

مشہور تاریخی روایت تو یہ ہے کہ جب علی رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو حسن رضی اللہ عنہ نے ابن ملجم کو طلب کیا، وہ آیا تو حسن سے کہنے لگا: میں آپ سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں، حسن نے کہا: کیا ہے؟ ابن ملجم نے کہا: میں نے حطیم میں اللہ سے عہد کیا تھا کہ علی اور معاویہ دونوں کو مار ڈالوں گا، یا خود مار دیا جاؤں، پس آپ اس شرط پر مجھے چھوڑ دیں کہ میں معاویہ کے پاس جاؤں اور انھیں قتل نہ کر سکوں یا قتل کر دوں، اور خود بچ جاؤں دونوں صورتوں میں میں آپ سے عہد کرتا ہوں کہ لوٹ کر آؤں گا اور خود کو آپ کے حوالے کر دوں گا۔ حسن نے کہا: نہیں، ہرگز نہیں، جب تک کہ تو آگ کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لے، پھر آپ آگے بڑھے اور اسے قتل کر دیا، پھر لوگوں نے اسے پکڑا اور آگ میں جلا دیا۔ ❷ لیکن یہ روایت منقطع ہے۔ ❸

ان مجموعہ روایات میں سب سے صحیح روایت اور حسن و حسین اور خانوادہ اہل بیت کے مناسب جو بات ہے وہ یہ کہ انھوں نے عبدالرحمن بن ملجم کے بارے میں امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی وصیت پر سختی سے عمل کیا، یہ روایت بالکل ثابت نہیں جس میں ہے کہ جب علی رضی اللہ عنہ دفن کر دیے گئے تو ابن ملجم کو حاضر کیا گیا، پھر سب لوگ اکٹھا ہوئے اور بوریا وغیرہ پر تیل چھڑک کر اسے جلا دیا گیا۔ محمد بن الحنفیہ، حسین اور عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب وغیرہ نے کہا: ہمیں چھوڑ و ذرا اس سے اپنے دل کو سکون پہنچا لیں، پھر عبداللہ نے اس کے ہاتھ اور پاؤں کاٹا، لیکن وہ چیخا نہ چلایا، پھر اس کی آنکھوں میں سلائی پلائی، لیکن کوئی جزع فزع نہیں کیا، بلکہ کہنے لگا: تم اپنے چچا کی دونوں آنکھوں میں سلائی پلا رہے ہو اور پھر تلاوت کرنے لگا: ﴿ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ① ﴾ (العلق: ۱) اس طرح اس کی دونوں آنکھیں بہتی رہیں اور وہ پوری سورت کی تلاوت کرتا رہا، پھر اس کی زبان کاٹنے کا ارادہ کیا گیا تو وہ جزع فزع کرنے لگا، اس سے پوچھا گیا: کیوں جزع فزع کر رہا ہے، اس نے جواب دیا: یہ جزع فزع نہیں ہے بلکہ میں تو دنیا میں ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گزارنا چاہتا کہ میری زبان اللہ کے ذکر سے خاموش رہے، پھر انھوں نے اس کی زبان بھی کاٹ ڈالی اور پھر اسے آگ میں جلا دیا، وہ گندمی رنگ اور خوب رو تھا، لیکن نصف چہرے کا مفلوج تھا،

---

❶ منهاج السنة (٥/ ٢٤٥) (٧/ ٤٠٥، ٤٠٦) منهج ابن تيمية في مسألة التكفير ص (٣٠٩).

❷ تاريخ الطبري (٦/ ٦٤) البداية والنهاية (٧/ ٢٩٣).

❸ خلافة علي بن أبي طالب / عبدالحميد ص (٤٤٠).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کے بال کان کی لوتک لٹکتے تھے، پیشانی پر سجدوں کے نشانات تھے۔ ❶

عبدالرحمٰن بن ملجم کے بارے میں امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کا قاتل ایک افترا پرداز خارجی تھا، وہ فتح مصر میں شریک رہا اور وہاں اشراف کے ساتھ گھل مل گیا، اس نے قرآن پڑھا تھا اور دین کے احکام سیکھا تھا، وہ بنو تدول کا ایک فرد تھا، مصر میں اس قبیلہ کا سب سے بڑا شہسوار، انتہائی عبادت گزار اور معاذ بن جبل کا شاگرد تھا، صبیغ تمیمی کو اسی نے عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تھا اور اس نے آپ سے قرآن کے متشابہات کے بارے میں سوال کیا تھا۔ اس کے بارے میں مزید تفصیلات درج کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ پھر آخر میں اسے مقدر نے آدبوچا اور اسے جو کرنا تھا کر گزرا، خوارج کے نزدیک وہ امت کا سب سے افضل انسان مانا جاتا ہے، چنانچہ عمران بن حطان الخارجی ابن ملجم کے بارے میں کہتا ہے:

يَا ضَرْبَةَ مَنْ تُقِيٍّ مَا أَرَادَ بِهَا ۔۔۔ إِلَّا لِيَبْلُغَ مِنْ ذِي الْعَرْشِ رِضْوَانًا
إِنِّي لَأَذْكُرُهُ حِينًا فَأَحْسَبُهُ ۔۔۔ أَوْفَى الْبَرِيَّةِ عِنْدَ اللّٰهِ مِيزَانًا

''اے متقی انسان کی وہ مار کہ جس کے ذریعے سے اس نے عرش والے رب کی رضامندی چاہی ہے جب میں اسے یاد کرتا ہوں، تو پوری مخلوق میں اسے اللہ کے نزدیک میزان عمل میں سب سے کامل پاتا ہوں۔''

جب کہ روافض کے نزدیک ابن ملجم آخرت میں سب سے بدترین مخلوق ہے اور ہم اہل سنت اس کے لیے جہنم کی سزا کی امید کرتے ہیں اور یہ بھی ممکن مانتے ہیں کہ اللہ چاہے تو اسے معاف بھی کر سکتا ہے، ہمارا وہ عقیدہ نہیں جو خوارج اور روافض کا ہے، اس کا بھی وہی حکم ہے جو عثمان، زبیر، طلحہ، سعید بن جبیر، عمار، خارجہ اور حسین کے قاتلوں کا ہے، ان تمام قاتلوں سے ہم اپنی براءت کا اظہار کرتے ہیں اور اللہ کی خاطر ان سے بغض وعداوت رکھتے ہیں اور ان کا معاملہ اللہ کو سونپتے ہیں۔ ❷

برک بن عبداللہ بھی حسب وعدہ اسی رات کو جس رات علی پر حملہ کیا گیا، معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاک میں بیٹھ گیا، جب وہ صبح کی نماز کے لیے نکلے تو تلوار سے آپ پر حملہ کیا، تلوار ان کی ران میں لگی اور وہ انھیں قتل نہ کر سکا۔ برک کو فوراً گرفتار کر لیا گیا، اس نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا، میں آپ کو ایک بات بتانا چاہتا ہوں، شاید آپ اسے سن کر ضرور خوش ہوں گے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ کیا؟ اس نے کہا: میرے ایک ساتھی نے آج ہی کی رات علی کو قتل کر دیا ہے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: شاید وہ بھی تمھاری طرح اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا ہوگا۔ اس نے کہا: نہیں، وہ ضرور کامیاب ہوا ہوگا، کیونکہ علی کے ساتھ پہرے دار نہیں ہوتے، پھر برک کو معاویہ رضی اللہ عنہ نے قتل کروا دیا اور ساعدی نامی ایک طبیب کو بلایا، طبیب نے زخموں کا اچھی طرح معائنہ کیا اور کہا آپ پر زہر آلود تلوار سے حملہ کیا گیا ہے، لہٰذا میں اس کے دو ہی علاج کر سکتا ہوں، ایک تو لوہا گرم کر کے زخم کو داغ دوں یا ایک دوائی آپ کو پلاؤں، لیکن اس دوائی

❶ طبقات ابن سعد (٣/ ٣٩) الأخبار الطوال ص (٢١٥)

❷ تاريخ الإسلام عهد الخلفاء الراشدين / الذهبي ص (٦٥٤).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کا اثر یہ ہوگا کہ آپ کی اولاد کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: گرم لوہا لگوانے کی تو مجھ میں تاب نہیں، باقی رہا اولاد کا سلسلہ منقطع ہو جانے کا سوال تو میرے لیے یزید اور عبداللہ کافی ہیں۔ چنانچہ طبیب نے انھیں دوا پلائی اور وہ صحت مند ہو گئے بعدازاں ان کے کوئی اولاد نہ ہوئی، اس واقعہ کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ نے مسجد میں مقصورہ بنانے کا حکم دیا اور پہرہ دار اور پولیس مقرر کیے جو نماز پڑھاتے وقت ان کی نگرانی کرتے رہتے تھے۔

عمرو بن بکر بھی اسی رات عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی تاک میں بیٹھ گیا۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیمار تھے اس لیے نماز کے لیے نہ آ سکے اور اپنی جگہ خارجہ بن حذافہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا، خارجہ آپ کے محافظ تھے، بنو عامر بن لوئ سے آپ کا تعلق تھا، وہ نماز پڑھانے کے لیے نکلے، عمرو بن بکر نے ان پر حملہ کر کے انھیں قتل کر دیا، وہ نہیں جان سکا کہ عمرو بن عاص کی جگہ خارجہ بن حذافہ نماز پڑھانے کے لیے آئے ہیں۔ لوگوں نے جھٹ اسے پکڑ لیا اور عمرو بن عاص کی خدمت میں لے گئے۔ عمرو بن بکر نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ عمرو بن عاص ہیں، اس نے کہا: تب میں نے کسے قتل کر ڈالا؟ لوگوں نے کہا: خارجہ بن حذافہ کو۔ اس پر عمرو بن عاص سے مخاطب ہوا اور کہنے لگا: اے فاسق! میں نے تو اپنے خیال میں تم پر حملہ کیا تھا۔ عمرو بن عاص نے کہا: تو نے میرے قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا اور اللہ کی مشیت تھی کہ میری جگہ خارجہ مارے جائیں، پھر آپ نے اسے آگے کیا اور قتل کر دیا۔ ❶

۷۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت، شہادت کے وقت آپ کی عمر اور قبر کی جگہ:

مدت خلافت:

خلیفہ بن خیاط کے بقول: آپ کی مدت خلافت چار سال نو مہینے چھ دن اور بقول بعض تین دن یا چودہ دن ہے۔ ❷ چار سال نو مہینے اور تین دن والی روایت زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے، اس لیے کہ ۱۸/ ذی الحجہ ۳۵ھ کو آپ نے بیعت خلافت لی اور ۲۱/ رمضان ۴۰ھ کو آپ نے شہادت پائی۔ ❸

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کو حسن، حسین اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے غسل دلایا اور تین کپڑوں میں آپ کی تکفین ہوئی، اس میں قمیص نہ تھی۔ ❹ حسن رضی اللہ عنہ نے چار تکبیرات کے ساتھ نماز جنازہ پڑھائی۔ ❺ اور ایک بلا سند روایت کے مطابق نو تکبیریں کہی گئیں۔ ❻

قبر کی جگہ:

آپ کی قبر کہاں ہے، اس سلسلے میں مختلف اقوال ہیں، علامہ ابن الجوزی نے اس سلسلہ میں متعدد روایات کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ اللہ ہی زیادہ بہتر جانتا ہے کہ ان میں کون سا قول زیادہ صحیح ہے۔ ❼

---

❶ تاریخ الطبری (٦/ ٦٥). ❷ التاریخ ص (١٩٩).
❸ التاریخ الکبیر / البخاری (١/ ٩٩) اس کی سند صحیح ہے۔
❹ المنتظم (٥/ ١٧٥) الطبقات (٣/ ٣٧). ❺ الطبقات (٣/ ٣٣٧).
❻ المنتظم (٥/ ١٧٥). ❼ المنتظم (٥/ ١٧٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

البتہ اس سلسلے میں جو روایتیں ملتی ہیں وہ اس طرح ہیں:

- اس سے پہلے کہ لوگ فجر کی نماز سے لوٹتے، حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے آپ کو ابواب کندہ سے متصل میدان میں جامع مسجد کے پاس دفن کر دیا۔ ❶
- ایک دوسری روایت بھی اسی طرح ہے کہ کوفہ میں محل امارت سے متصل جامع مسجد کے پاس رات کے وقت آپ کی تدفین ہوئی اور آپ کی قبر کو چھپا دیا گیا۔ ❷
- ایک روایت بتاتی ہے کہ آپ کے صاحبزادے حسن نے آپ کو مدینہ منتقل کر کے وہاں دفن کیا۔ ❸
- ایک روایت کے مطابق کوفہ کے نجف میں جو قبر آپ کی طرف منسوب ہے وہ آپ ہی کی قبر ہے، لیکن بعض علمائے سلف مثلاً قاضی کوفہ شریک بن عبداللہ نخعی متوفی ۱۷۸ھ اور محمد بن سلیمان حضرمی متوفی ۲۹۷ھ نے اس کا انکار کیا ہے۔ ❹

حقیقت یہ ہے کہ نجف میں مشہد علی کا وجود عباسی عہد حکومت کے رافضی حکمراں بنو بویہ کی ایجاد ہے۔ روافض شیعہ نے چوتھی صدی ہجری میں اپنی عادت کے مطابق اسے ایجاد کیا اور شہرت دلائی، حالانکہ تقریباً تمام محققین اس بات پر متفق ہیں کہ وہ علی رضی اللہ عنہ کی قبر نہیں ہے بلکہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی قبر ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ''نجف میں جو مشہد علی ہے اس کے بارے میں مورخین متفق ہیں کہ وہ علی رضی اللہ عنہ کی قبر نہیں ہے، بلکہ کہا گیا ہے کہ وہ مغیرہ بن شعبہ کی ہے، کسی نے یہ نہیں کہا کہ یہ علی رضی اللہ عنہ کی قبر ہے، آج سے تین صدی قبل باوجودیکہ اہل بیت اور خود شیعہ اور دیگر مسلمانوں کی اکثریت رہی اور کوفہ میں ان کی حکومت بھی رہی لیکن کسی نے وہاں کے لیے قصد زیارت نہیں کیا۔ رہا مشہد علی، تو اسے علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے تین سو سال بعد عجم شاہان بنو بویہ کی حکومت میں بنایا گیا۔'' ❺

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

> ''جہاں تک مشہد علی کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں عام علما کا خیال ہے کہ وہ آپ کی قبر نہیں ہے، بلکہ اسے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی قبر بتایا جاتا ہے۔ علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے تین سو سال بعد بنو بویہ کے دور اقتدار میں اس کا ظہور ہوا۔'' ❻

---

❶ الطبقات (۳/ ۳۸) خلافۃ علی بن أبی طالب / عبدالحمید ص (۴۴۱)

❷ المنتظم (۵/ ۱۷۷) تاریخ الإسلام / عہد الخلفاء الراشدین / الذہبی ص (۶۵۱)

❸ تاریخ بغداد (۱/ ۱۳۸)۔

❹ خلافۃ علی بن أبی طالب ص (۴۴۱)

❺ الفتاوی (۴/ ۵۰۲) دراسات فی الأہواء والفرق والبدع ص (۲۸۰)

❻ الفتاوی (۲۷/ ۴۴۶)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شہادت کے وقت آپ کی عمر:

آپ کی شہادت کے وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟ اس کے بارے میں بھی مختلف اقوال ہیں۔ چنانچہ بعض کے نزدیک آپ ترپن (۵۳) سال کے تھے اور بعض کے نزدیک پینسٹھ (۶۵) سال اور بعض کے نزدیک تریسٹھ (۶۳) سال کے تھے۔ آخر الذکر قول سب سے زیادہ صحیح ہے۔ ❶

۸۔ شہادت علی کے بعد آپ کے بیٹے حسن کا خطبہ:

عمرو بن حبشی کا بیان ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کی وفات وتدفین کے بعد حسن رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطاب کیا، فرمایا: لوگو! کل تم سے ایک ایسا شخص رخصت ہوگیا ہے جس سے نہ اگلے علم میں پیش قدمی کر سکے اور نہ بعد میں آنے والے اس کی برابری کریں گے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں جھنڈا دے کر بھیجتے تھے تو فتح ان کے ہاتھ پر ہوتی تھی، اس نے سونا چاندی کچھ نہ چھوڑا، صرف اپنے روزینے میں سے کاٹ کر سات سو درہم گھر کے لیے جمع کیے تھے۔ ❷

۹۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے توصیفی کلمات:

ربیعہ الجرشی سے روایت ہے کہ ایک آدمی کے پاس علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ہوا، وہاں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، آپ فرمانے لگے: کیا تم علی رضی اللہ عنہ کی باتیں کرتے ہو، ان کے چار ایسے فضائل ہیں کہ اگر ان میں کوئی ایک بھی مجھے مل جائے تو وہ مجھے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ محبوب ہے، ان میں ایک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا: ((لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا...... الخ)) کل ایک ایسے آدمی کو جھنڈا دوں گا......، دوسرا آپ کا فرمان کہ ((أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى)) یعنی تم میری جگہ ایسے ہو جیسے ہارون موسیٰ کے قائم مقام تھے، تیسرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ ((مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ)) میں جس کا دوست ہوں تو علی اس کے دوست ہیں۔ اور اس خبر کے راوی سفیان چوتھی فضیلت کو بھول گئے۔ ❸

۱۰۔ امیر المومنین کے بارے میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے توصیفی کلمات:

سعد بن عبیدہ کا بیان ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک آدمی آیا اور ان سے عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھنے لگا، آپ نے ان کے فضائل وعمدہ کارناموں کا ذکر کیا اور فرمایا: شاید تمھیں یہ بات اچھی نہیں لگی؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تیری ناک خاک آلود کرے، پھر اس نے آپ سے علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے ان کے بھی فضائل اور عمدہ کارناموں کا ذکر کیا۔ اور کہا یہ وہی علی ہیں جن کا گھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں سب سے بہتر گھر تھا، پھر فرمایا: شاید تجھے یہ بات اچھی نہیں لگی؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تجھے رسوا کرے، جا نکل جا اور جتنا تیرا بس چلے کر گزر۔ ❹

---

❶ تاریخ الطبری (٦/ ٦٧)
❷ فضائل الصحابة (٢/ ٧٣٧) اس کی سند صحیح ہے۔
❸ فضائل الصحابة (٢/ ٧٩٨) اس کی سند حسن ہے۔
❹ الصحیح المسند من فضائل الصحابة (العدوی ص ١٦٠)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۱۔شہادت علی رضی اللہ عنہ کی خبر جب معاویہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی:

شہادت علی رضی اللہ عنہ کی خبر جب معاویہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ رونے لگے۔ آپ کی بیوی نے آپ کو روتے دیکھ کر کہا: آپ نے ان سے جنگ کی اوران کی موت پر روتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تیرا ستیاناس ہو، تجھے نہیں معلوم کہ ان کے فوت ہونے سے لوگوں نے کتنی فضیلت، علم اور فقہ کو گنوادیا۔ ❶

معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب کوئی پیچیدہ مسئلہ پیش آتا تو آپ علی رضی اللہ عنہ سے خط و کتابت کے ذریعے سے اس کے بارے میں استفسار کرتے، چنانچہ جب آپ کو علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی تو برجستہ فرمایا: ابن ابی طالب کی موت سے فقہ اور علم چلا گیا، آپ کے بھائی عتبہ نے آپ سے کہا: آپ کی یہ بات شام والے نہ سننے پائیں، تو آپ نے فرمایا: تم جاؤ ہٹو۔ ❷

معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ضرار الصدائی سے کہا کہ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ بتاؤ، تو انھوں نے کہا: اے امیر المومنین، اگر ہمیں معاف کرتے تو بہتر ہوتا! آپ نے فرمایا: نہیں، ان کے بارے میں ضرور کچھ کہو۔ ضرار نے کہا: اگر ان کے اوصاف کا تذکرہ ضروری ٹھہرا تو اب میں بتاتا ہوں، آپ بڑے دور اندیش اور طاقتور تھے، فیصلہ کن بات کہتے، عدل و انصاف کی حکومت کرتے، آپ علم کا سرچشمہ اور حکمت و دانائی کی منہ بولتی تصویر تھے، دنیا اور اس کی چمک دمک سے نفرت کرتے، رات اور اس کی وحشت سے محبت و انسیت رکھتے، سراپا عبرت اور فکر مجسم تھے، آپ کو معمولی مختصر لباس اور موٹا کھانا پسند تھا، ہمارے درمیان ایک عام آدمی کی طرح رہتے تھے، جب ہم کچھ پوچھتے تو آپ اس کا جواب دیتے اور کسی چیز کے بارے میں پوچھا جاتا تو اسے بتاتے تھے۔

اللہ کی قسم! باوجودیکہ وہ ہمیں اپنے قریب رکھتے اور خود ہمارے قریب رہتے، لیکن ان کی ہیبت سے ہم ان سے بات نہ کر پاتے، وہ دینداروں کی تعظیم کرتے اور مسکینوں کو عزیز جانتے، کوئی بھی طاقتور اپنے باطل پر جرأت کرنے کی ہمت نہیں کرتا تھا، اور نہ ہی کوئی کمزور آپ کے انصاف سے مایوس تھا، میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے بعض مرتبہ ایسے وقت میں دیکھا جب کہ رات اپنی تاریکی کی چادر پھیلا چکی تھی اور ستارے ڈوب چکے تھے۔ آپ اپنی ریش مبارک کو ہاتھوں میں پکڑے ہوئے ایک ڈنک زدہ آدمی کی طرح تلملاتے ہوئے اور غم کے مارے انسان کی طرح روتے ہوئے کہہ رہے تھے، اے دنیا! جا میرے علاوہ کسی اور کو دھوکا دے، تو مجھے چھیڑ رہی ہے؟ کیا تو میری طرف جھانک رہی ہے؟ دور ہو جا، دور ہو جا، تجھے میں نے تینوں طلاقیں دے دی ہیں کہ جس کے بعد رجوع کی گنجائش نہیں۔ تیری عمر نہایت مختصر ہے اور تیرا حصہ بہت کم ہے، ہائے افسوس! کہ زاد سفر کم ہے اور سفر طویل ہے اور راستہ وحشت ناک ہے۔ یہ سن کر معاویہ رضی اللہ عنہ رونے لگے اور فرمایا: ابوالحسن پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں، یقیناً وہ اسی طرح تھے۔ اے ضرار! ذرا بتاؤ کہ ان کے فوت ہونے سے تمھیں کس طرح غم ہے؟ ضرار نے کہا: ایسے ہی کہ جیسے کسی ماں

---

❶ البداية والنهاية (٨/ ١٣٣).

❷ الاستيعاب (٣/ ١١٠٨).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی گود میں اس کا بچہ ذبح کر دیا گیا ہو۔ ❶

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور دیکھا کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما آپ کے پاس بیٹھے ہیں، میں بھی سلام کر کے وہیں بیٹھ گیا، ابھی میں بیٹھا ہی تھا کہ علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما لائے گئے، انھیں گھر میں داخل کیا گیا، پھر دروازہ بند کر دیا گیا، میں یہ سب دیکھ رہا ہوں، اتنے میں تیزی سے علی رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے باہر نکلے کہ رب کعبہ کی قسم! میرے حق میں فیصلہ کر دیا گیا۔ اور پھر چند ہی لمحوں میں تیزی سے معاویہ رضی اللہ عنہ بھی یہ کہتے ہوئے نکل گئے کہ رب کعبہ کی قسم! مجھے بخش دیا گیا۔ ❷

ابن عساکر ابوزرعہ رازی سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے ایک آدمی نے کہا: میں معاویہ سے نفرت کرتا ہوں۔ ابوزرعہ نے کہا: کیوں؟ اس نے کہا: اس لیے کہ انھوں نے علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کی۔ ابوزرعہ نے جواب دیا کہ بڑے نادان ہو، معاویہ کا رب، رب رحیم ہے اور معاویہ کا فریق مخالف کریم ہے، تمھیں ان دونوں کے درمیان پڑنے کی کیا ضرورت؟ ❸

۱۲۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں حسن بصری رحمہ اللہ کے توصیفی کلمات:

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: واللہ! علی رضی اللہ عنہ اللہ کے دشمن پر اس کی تیروں میں سے نہایت درست نشانہ باز تیر تھے اور اس امت کے ربانی عالم، صاحب فضیلت، اسلام میں سبقت لے جانے والے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار تھے، اللہ کے حکم سے غفلت کرنے والے نہ تھے، نہ ہی اللہ کے دین کے بارے میں کسی ملامت کی پرواہ کرتے اور نہ ہی اللہ کے مال میں خائن تھے، قرآن کو اپنی عزیمتوں سے مزین کیا اور اس کے حسین مناظر کے ذریعے سے کامیابی حاصل کی، یہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔ ❹

۱۳۔ خلافت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے توصیفی کلمات:

عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہما اللہ کا بیان ہے کہ ایک دن میں اپنے ابا کے سامنے بیٹھا تھا کہ کرخیوں کی ایک جماعت آپ کے پاس آئی۔ انھوں نے ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی خلافت پر گفتگو شروع کر دیا اور کافی کچھ کہا، پھر علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا تذکرہ چھیڑا اور اس کے بارے میں خوب طویل باتیں کیں، میرے ابا نے اپنا سر ان کی طرف اٹھایا اور کہا: اے لوگو! تم لوگ علی اور ان کی خلافت کے بارے میں بہت کچھ باتیں کر چکے۔ ❺ تم لوگوں کا کیا گمان ہے؟ کیا خلافت نے علی کی شخصیت کو چمکایا ہے؟ نہیں، بلکہ علی رضی اللہ عنہ نے خلافت کو چمکایا ہے۔ ❻

❶ الاستيعاب (٣/ ١١٠٨).
❷ البداية والنهاية (٨/ ١٣٣).
❸ البداية والنهاية (٨/ ١٣٣).
❹ الاستيعاب (٣/ ١١١٠).
❺ تاريخ مدينة السلام (١/ ٤٦٢).
❻ تاريخ مدينة السلام (١/ ٤٦٢).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۴۔علی رضی اللہ عنہ کے خون سے اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ کی براءت:

علی رضی اللہ عنہ کے قتل کے معاملے میں بعض روایتیں اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ کو متہم کرتی نظر آتی ہیں، چنانچہ یعقوبی کا کہنا کہ عبدالرحمن بن ملجم اشعث بن قیس کے یہاں مہمان بنا اوران کے پاس ایک مہینہ قیام کر کے اپنی تلوار تیز کرتا رہا۔ ❶

ابن سعد اپنی طبقات میں لکھتے ہیں کہ عبدالرحمن بن ملجم نے جس رات کی صبح علی رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا عزم کیا تھا وہ رات اشعث بن قیس کے یہاں گزاری تھی، ان کی مسجد میں فجر طلوع ہونے کے قریب تک ان سے سرگوشی کرتا رہا تو اشعث نے اس سے کہا: جلدی کر، صبح نے تجھے رسوا کیا، تب عبدالرحمن بن ملجم اور شبیب بن بجرہ اٹھے اور دونوں نے اپنی تلواریں لیں، پھر آ کر اس دروازے کے برابر بیٹھ گئے جہاں سے علی رضی اللہ عنہ نکلتے تھے۔ ❷

درحقیقت یہ سب روایتیں ضعیف ہیں۔ ❸ اشعث کو متہم کرنے والی ان روایتوں کے ثبوت کی کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب ہم اشعث بن قیس کے کارناموں کو دیکھتے ہیں تو آپ کو اسلام اور علی رضی اللہ عنہ کا ایک مخلص اور وفادار ساتھی پاتے ہیں، صفین میں پانی کے چشمہ پر اہل شام سے جنگ کرنے میں آپ نے اوّل اول پہل کی، خوارج کے اولین ظہور کے وقت ہی سے آپ نے ان سے اپنی دشمنی کا مظاہرہ کیا اور سب سے پہلے علی رضی اللہ عنہ کو خوارج کی یہ بات آپ ہی نے پہنچائی تھی کہ وہ کہتے ہیں: علی نے اپنے گناہ سے توبہ کر لی ہے اور تحکیم سے پلٹ گئے ہیں۔ آپ نے معرکۂ نہروان میں خوارج سے برابر کی جنگ لڑی ہے اور اس بات کے ممکن حریص رہے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے اہل بیت سے اپنے تعلقات کو خوب مضبوط بنائے رکھیں، چنانچہ اسی ضمن میں آپ اپنی بیٹی کو علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حسن رضی اللہ عنہ کے عقد نکاح میں دیا اور جب رخصتی ہوئی تو اہل کندہ نے اشعث کے دروازے تک عقیدت کی چادریں بچھا دیں۔ ❹ علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چالیس دنوں بعد اشعث بھی وفات پا گئے اور حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ پڑھائی۔ ❺ آل علی بن ابی طالب کے کسی فرد سے یہ ثابت نہیں ہے کہ انھوں نے اشعث پر کبھی یہ تہمت لگائی ہو اور اس کی وجہ سے آل اشعث کے کسی فرد کو بے عزت کیا ہو، پس علی رضی اللہ عنہ کی شہادت خوارج کی عملی تدبیر کا انتہائی شرمناک نتیجہ تھا جس کے پیچھے معرکۂ نہروان میں خوارج مقتولین کے انتقام کا جذبہ کارفرما تھا۔ ❻

۱۵۔مسلمانوں پر گمراہ ومنحرف فرقوں کے برے اثرات

اسلامی ممالک اور مسلم معاشروں میں گمراہ فرقوں اور منحرف جماعتوں کے وجود سے وہاں کے لوگوں کو خطرات

❶ تاریخ الیعقوبی (۲/ ۲۲۲). ❷ الطبقات (۳/ ۳۶)

❸ خلافة علی بن أبی طالب / عبدالحمید ص (۳۵۳).

❹ تهذيب الكمال (۳/ ۳۹۳، ۳۹۴) الطبقات / ابن سعد (٦/ ۲۳)

❺ الكامل في التاريخ (۳/ ٤٤٤) ❻ تهذيب التهذيب (۲/ ۳۰۰)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کا سامنا ہوتا ہے، ایسی جماعتیں وہاں کے امن وسکون کو چیلنج کرتی ہیں اور لوگوں کے عقائد میں شکوک وشبہات پیدا کرتی ہیں، وہاں کی روئے زمین کو فتنہ، فساد سے بھر دیتی ہیں، یہی حال ان خوارج کا رہا جو دین سے نکل گئے اور علی رضی اللہ عنہ سے بغاوت اور ان کی تکفیر کی اور جیسا کہ میں نے ابھی کچھ پہلے بتایا کہ انھیں میں سے ایک جماعت نے آپ کو اچانک قتل کر دیا اور قتل بھی اس عقیدہ کے ساتھ کہ وہ لوگ یہ کام اللہ کی رضا مندی کے لیے انجام دے رہے ہیں، حالانکہ یہ فقط ان کی نفس پرستی اور شیطان کی تابعداری تھی، ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہ تھی۔

بہرحال گزشتہ بحث سے جب ہمارے سامنے یہ بات واضح ہوچکی کہ علی رضی اللہ عنہ کی شہادت میں خوارج سب سے اہم سبب بنے اور ہم نے ان کے انداز فکر اور طرز عمل کو پہچان لیا، تو اب پوری امت مسلمہ پر واجب ہے کہ ان سے خبردار رہے، ان کے افکار و خیالات کے خلاف برسر پیکار رہے اور اس سلسلے میں علمائے کرام اور داعیان اسلام اپنی ذمہ داری اچھی طرح نبھائیں، تاکہ امن و استقرار حاصل ہو، سنت کی کرنیں پھوٹیں اور بدعات کے شعلے بجھ جائیں۔ نہایت مناسب اور عمدہ طریقے پر اسے انجام دینے کے ساتھ ساتھ عقیدہ اہل سنت و جماعت کو پائیدار بنانا اور بدعت واہل بدعت کا سر توڑنا مسلم معاشروں کی تہذیب وترقی کا ایک اہم سبب ہے۔ امت کے بکھرے ہوئے شیرازے کو متحد کرنے اور اسے ایک پلیٹ فارم پر لانے کے لیے یہی سب سے بہتر اور عمدہ راستہ ہے، طویل اسلامی تاریخ پر جس کی نظر ہے اسے بخوبی واقفیت ہے کہ جو حکومتیں بھی سنت پر قائم ہوئیں صرف وہی حکومتیں مسلمانوں کے انتشار کو ختم کر کے انھیں متحد کرسکیں، انھیں کے ذریعے سے جہاد کا قیام ہوا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو فروغ ملا اور قدیم وجدید ہر دور میں انھیں سے اسلام کو سربلندی اور عزت ملی۔

جب کہ وہ حکومتیں جو بدعتوں پر قائم ہوئیں وہاں اختلاف و انتشار، شور وہنگامہ، لاقانونیت اور بدعات کو ہوا ملی، مسلمانوں کا اتحاد پارہ پارہ ہوگیا، پھر وہ جلد ہی زمیں بوس ہوگئیں اور ان کا دور ختم ہوگیا۔ ❶

۱۶۔ کینہ پرور خوارج کے دلوں میں سچے مومنوں کے خلاف ابال کھاتا ہوا حسد:

کینہ پرور خوارج کے دل سچے مومنوں کے خلاف بغض وحسد سے کس قدر بھرے ہوتے ہیں اس کی سب سے بڑی دلیل عبدالرحمن بن ملجم کا وہ قول جو اس نے اپنی تلوار کے متعلق کہا تھا کہ میں نے اسے ہزار درہم میں خریدا ہے، اور ہزار درہم خرچ کر کے اسے زہر آلود کیا ہے، اگر اس کی مار پورے شہر والوں پر پڑتی تو ان میں سے کوئی نہ بچتا۔ ❷

بے شک اس کی یہ باتیں ہمارے تئیں خوارج کی اس کھلی عداوت کا ترجمان ہیں جسے یہ لوگ صرف تمام مومنوں کے خلاف ہی نہیں بلکہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جیسے عظیم اسلامی قائد کے خلاف اپنے سینوں میں چھپائے رہتے ہیں، جب کہ علی رضی اللہ عنہ کی ذات ایسی تھی جو اپنے اندر بے بہا مناقب اور انتہائی قابل قدر اوصاف کریمانہ کا خزانہ رکھتی تھی۔ اور میرے بھائی! اللہ تمھاری حفاظت فرمائے ذرا یہ بھی غور کرو کہ کس طرح سے یہ باطل مناہج اور منحرف افکار انسان کو بدبختی اور ہلاکت کے گڑھے میں دھکیل دیتے ہیں کہ وہ مومنوں سے تو جنگ لڑتا ہے اور بت

❶ سیر الشہداء دروس و عبر / عبدالحمید السحبانی ص (۷۷)۔ ❷ تاریخ الطبری (۶/ ۶۲)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پرستوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ ❶

۱۷۔ برے ماحول کا اثر:

اس میں کوئی شک نہیں کہ برا ماحول اپنی فضا میں سانس لینے والے انسانوں پر اثر انداز ہوتا ہے، اگر چہ اس ماحول میں کوئی عدل پسند اور اس کے لیے کوشاں ہی کیوں نہ ہو، آپ دیکھئے کہ عبدالرحمن بن ملجم شبیب بن بجرہ سے جب ملتا ہے تو اس سے کہتا ہے: کیا تم دنیا و آخرت کی بھلائی کے خواہاں ہو، شبیب نے کہا: وہ کیسے؟ ابن ملجم نے کہا: علی بن ابی طالب کو قتل کر کے۔ اس وقت شبیب نے کہا تھا: تیری ماں تجھے گم کرے، تو نے تو انتہائی برا کام سوچ رکھا ہے، تم علی کو کیسے قتل کر سکتے ہو۔ ابن ملجم نے کہا: میں مسجد میں چھپ کر بیٹھ رہوں گا، جب علی رضی اللہ عنہ فجر کی نماز پڑھنے مسجد آئیں گے تو ہم دونوں ان پر اچانک حملہ کر کے انھیں قتل کر دیں گے، اگر ہم بچ نکلے تو اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب رہیں گے اور اپنے مقتولین کا انتقام لے لیں گے۔ لیکن اگر ایسا نہ ہوا تو آخرت کا اجر تو بے حساب ہمیں ملے گا ہی۔ شبیب نے کہا: تیرا ستیاناس ہو، اگر علی کے علاوہ کوئی اور ہوتا تو میرے لیے یہ کام کچھ آسان ہوتا۔ علی نے اسلام کی بڑی بڑی خدمتیں انجام دی ہیں، اسلام لانے میں ان کو سابقیت کا شرف حاصل ہے، میں تو اس کام میں تمھارا ساتھ نہیں دوں گا، میرا دل اس کے لیے تیار نہیں۔ ابن ملجم نے کہا: کیا تمھیں معلوم ہے کہ علی نے معرکۂ نہروان میں اللہ تعالیٰ کے سینکڑوں نیک اور پاکباز بندوں کو قتل کیا تھا؟ شبیب نے مثبت جواب دیا۔ پھر ابن ملجم نے کہا: تب بھلا علی کو ہم اپنے بھائیوں کے بدلے کیوں نہ قتل کریں۔ طبری کی روایت کے مطابق پھر شبیب نے اس کی بات مان لی۔ ❷

اے میرے بھائی! اللہ تمھیں سلامت رکھے! ذرا غور کرو کہ گمراہ کن خیالات اور فاسد افکار کے حامل لوگ کس طرح اپنے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والوں پر اثر انداز ہوتے ہیں؟ اسلام میں علی رضی اللہ عنہ کی قربانیوں، اور اسلام کی طرف آپ کی سابقیت جیسے فضائل اور زندہ کارناموں کے پیش نظر شبیب، ابن ملجم کا ساتھ دینے کو تیار نہ تھا اور نہ اس کا دل اس پر مطمئن تھا، لیکن بایں ہمہ ابن ملجم شبیب کو معرکۂ نہروان کے مقتولین کے حوالے سے علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بھڑکاتا رہا اور اپنے بھائیوں کے تئیں اس کے انتقامی جذبات کو بھڑکاتا رہا، بالآخر وہ اس میں کامیاب ہو گیا اور شبیب نے اس کی بات مان لی، حالانکہ معرکۂ نہروان کے خوارج مقتولین کا قتل کیا جانا قطعاً غلط نہ تھا بلکہ برحق تھا۔ پس نتیجہ میں شبیب کو ملا کیا؟ صرف افکار کا بگاڑ، بدنامی اور کھلا ہوا گھاٹا۔

لہٰذا یہ واقعہ ہر مسلمان کو دعوت دیتا ہے کہ جو شخص بھی اس طرح کے بگڑے ہوئے عقائد اور پراگندہ خیالات والے منہج پر قائم ہو اس کی صحبت سے بچا جائے اور ان ربانی علمائے اسلام کی صحبت اختیار کی جائے جنھیں حق کی صحیح معرفت ہے اور اس کے لیے وہ کام کرتے ہیں اور لوگوں کو دنیا و آخرت کی بھلائی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں، پس جو مسلمان اس سیدھے راستے سے مطمئن نہ ہوگا اور فاسد عقائد کی صحبت اختیار کرے گا وہ عنقریب ندامت کی

---

❶ سیر الشهداء دروس و عبر ص (۷۸). ❷ تاريخ الطبرى (٦/ ٦٢).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انگلیاں دانتوں سے کاٹے گا اور ندامت کی گھڑی بہت قریب ہے۔ ❶ جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَ یَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْهِ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا ﴿۲۷﴾ یٰوَیْلَتٰی لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا ﴿۲۸﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِیْ ؕ وَ كَانَ الشَّیْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾﴾ (الفرقان: ۲۷ تا ۲۹)

''اور جس دن ظالم اپنے دونوں ہاتھ دانتوں سے کاٹے گا، کہے گا اے کاش! میں رسول کے ساتھ کچھ راستہ اختیار کرتا۔ ہائے میری بربادی! کاش کہ میں فلاں کو دلی دوست نہ بناتا۔ بے شک اس نے تو مجھے نصیحت سے گمراہ کر دیا، اس کے بعد کہ میرے پاس آئی اور شیطان ہمیشہ انسان کو چھوڑ جانے والا ہے۔''

یہ تھے ایک ربانی عالم، خوف الٰہی میں اپنی زندگی فنا کر دینے والے اور توبہ و انابت میں غرق رہنے والے خلیفہ راشد امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے حادثہ شہادت سے مستنبط ہونے والے بعض دروس و فوائد اور عبرت و مواعظ کہ جنھوں نے ہمارے لیے اقتداء کی ایک بابرکت شاہراہ قائم کی اور ہمیں راہ راست پر لگایا۔

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی شہادت پر کہے گئے مرثیے

ا۔ ابوالاسود الدولی کا مرثیہ:

ابن عبدالبر کا کہنا ہے کہ اکثر لوگ اس مرثیہ کو ام الہیثم بنت العریان النخعیۃ کی طرف منسوب کرتے ہیں، اس کے ابتدائی اشعار یہ ہیں:

ألا یا عین ویحك اسعدینا ألا تبکی أمیر المومنین

''اے آنکھ تیرا برا ہو، تو ہمیں نیک بخت کیوں نہیں بنا دیتی، تو امیر المومنین پر آنسو کیوں نہیں بہاتی۔''

تبکی ام کلثوم علیه بعبرتها و قد رات الیقینا

''ام کلثوم (بنت علی رضی اللہ عنہ) ان پر آنکھیں بھر کے آنسو بہاتی ہے کیوں اس نے (ان کی) موت کو آنکھوں سے دیکھا ہے۔''

الا قل للخوارج حیث کانوا فلا قرت عیون الشامتینا

''خوارج جہاں کہیں بھی ہوں انھیں بتا دو بدخواہوں کی آنکھیں ٹھنڈی نہ ہوں۔''

أ فی شهر الصیام فجعتمونا بخیر الناس طرّا اجمعینا

''کیا رمضان کے مہینہ میں تم نے ہم میں سب سے بہتر انسان کو قتل کر کے ہمیں تکلیف دی ہے۔''

قتلتم خیر من رکب المطایا و ذلّلها و من رکب السفینا

''تم لوگوں نے ایسی برگزیدہ ہستی کو قتل کیا جس نے راہ جہاد میں گھوڑوں پر شہسواری کی اور کشتیوں پر

❶ سیر الشهداء دروس و عبر ص (۷۹).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سوار ہوا۔"

و من لبس النعال و من حذاها و من قرأ المثانی و المئینا

"اور جس نے جوتوں کو پہنا اور انھیں راہ خدا میں کاٹ دیا اور جس نے مثانی (سورۂ فاتحہ) اور مئین (سو آیتوں والی سورتوں) کو پڑھا۔"

فکل مناقب الخیرات فیه و حب رسول رب العالمین

"پس بھلائی کی تمام منقبتوں کے وہ مالک تھے اور اللہ رب العالمین کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے محبوب تھے۔"

لقد علمت قریش حیث کانت بانك خیرها حسبا و دینا

"قریش جہاں کہیں بھی رہے انھیں اعتراف رہا کہ تو حسب ونسب اور دین کے اعتبار سے ان کا مایہ ناز سپوت ہے۔"

إذا استقبلت وجه ابی حسین رایت البدر فوق الناظرین ❶

"اگر تم ابوالحسین کے تابناک چہرے کو دیکھتے ہو تو ایسا لگتا ہے گویا دیکھنے والوں پر بدر کامل چمک رہا ہے۔"

و کنا قبل مقتله بخیر نری مولی رسول الله فینا

"ان کی شہادت سے پہلے ہم خیریت سے تھے، انھیں اپنے درمیان رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دوست کی حیثیت مانتے تھے۔"

یقیم الحق لا یرتاب فیه و یعدل فی العداء و الاقربینا

"بلاتردد حق کا نفاذ کرتے تھے، دوست ہو یا دشمن سب کے ساتھ انصاف کرتے۔"

و لیس بکاتم علما لدیه و لم یخلق من المتجبرینا

"کسی مخصوص علم کو اپنے پاس چھپایا نہیں اور آپ جابروں میں سے بنائے گئے تھے۔"

کان الناس اذا فقدوا علیا نعام حار فی بلد سنینا ❷

"علی رضی اللہ عنہ کے فوت ہونے پر لوگ رنج والم سے ایسے ہی بے چین و مضطرب ہیں جیسے کہ شتر مرغ کسی قحط زدہ ملک میں۔"

۲۔ اسماعیل بن محمد الحمیری کا مرثیہ:

سائل قریشا به إن کنت ذا عمه من کان أثبتها فی الدین أوتادا

"اگر تمھیں نہیں معلوم تو اس (علی رضی اللہ عنہ) کے بارے میں قریش سے پوچھ لو، جو ان میں دین پر سب سے

---

❶ ایک روایت میں "راق" ہے۔ الاستیعاب (۳/ ۱۱۳۲)۔

❷ الاستیعاب (۳/ ۱۱۳۲) اور مطبع موسسة الحلبی و شرکاہ (۳/ ۶۷، ۶۸)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

زیادہ ثابت قدم اور میخ کی طرح ڈٹ جانے والا تھا۔‘‘

کان أقدم إسلاما و أكثرها علما و أطهرها أهلا و أولادا

’’سب سے پہلے اسلام لانے والا اور قریش میں سب سے زیادہ علم رکھنے والا اور اہل وعیال کے اعتبار سے سب سے زیادہ پاکیزہ تھا۔‘‘

من وحد الله إذ كانت مكذبة تدعوا مع الله أوثانا و أندادا

’’جس نے ایسے وقت میں اللہ کی وحدانیت کو تسلیم کیا جب پورا قریش (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کی تکذیب کر رہا تھا اور اللہ کے ساتھ دیگر بتوں اور شریکوں کو پکارتا تھا۔‘‘

من كان يقدم في الهيجاء إن نكلو عنها وإن يبخلوا في أزمة جادا

’’جو حالت جنگ میں ایسے وقت آگے آگے رہتا تھا جب لوگ اس سے جی چرا رہے ہوتے اور کسی بحرانی حالت میں جب وہ بخیلی کر رہے ہوتے تو وہ سخاوت کا مظاہرہ کرتا تھا۔‘‘

من كان أعدلها حكما و أبسطها علما و اصدقها وعدا و إيعادا

’’جو قبیلہ کا انتہائی عادل، وسیع العلم اور وعدہ وپیمان کا بالکل سچا انسان تھا۔‘‘

إن يصدقوك فلن يعدوا ابا حسن إن أنت لم تلق للأبرار حسادا

’’اگر وہ تمھیں سچ سچ بتائیں تو ابوالحسن (علی رضی اللہ عنہ) کے بارے میں ضرور تعریف کریں گے، بشرطیکہ تمھاری ملاقات نیکوکاروں کے حاسدوں سے نہ ہو۔‘‘

إن أنت لم تلق أقواما ذوي صلف وذا عناد لحق الله جحّاد ❶

’’نیز تمھاری ملاقات اس گروہ سے نہ ہو جو (ان سے) بغض ونفرت کرنے والا، معاند اور اللہ کے حق کا سب سے بڑا منکر ہو۔‘‘

۳۔ جب خارجی شاعر عمران بن حطان ❷ نے علی رضی اللہ عنہ کی شہادت پر یہ اشعار پڑھے:

يا ضربة من تقي ما أراد بها ألا ليبلغ من ذي العرش رضوانا

إني لاذكره حينا فاحسبه أو في البرية عند الله ميزانا ❸

تو بکر بن حماد التاہرتی ❹ اس کی تردید وابطال میں درج ذیل اشعار کہے:

❶ الاستیعاب (۳/ ۱۱۳۳)۔

❷ عمران بن حطان دوسی، بصری، خوارج کے سرداروں میں سے تھا، اس کا شمار ملفقین شعراء میں ہوتا ہے۔ ۸۴ھ میں فوت ہوا۔ الإصابة (۳/ ۱۷۷)

❸ ان اشعار کا ترجمہ پیچھے گزر چکا ہے۔

❹ مغرب کے ایک علاقہ ’’تاہرت‘‘ کی طرف آپ کی نسبت ہے۔ آپ نے مشرق کا سفر کیا، مسدد بن مسرہد سے سماع کیا اور اپنے یہاں مغرب میں ان سے روایتیں بیان کیں۔ آپ شاعر تھے، اور امام بخاری کے معاصر تھے۔ دیکھئے: الإصابة (۳/ ۱۷۷)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قـل لابـن مـلـجـم و الأقدار غـالبة　　　هـدمـت ويـلـك لـلإسلام أركـانـا

''ابن ملجم سے کہنا (گو میں جانتا ہوں) کہ تقدیریں سب پر غالب ہیں، کم بخت تو نے اسلام کے ارکان کو ڈھا دیا۔

قتـلـت أفـضـل من يمشي على قدم　　　و أول الـنـاس إسـلامـا و إيـمـانـا

''وہ شخص کہ جو زمین پر چلنے والوں میں سب سے افضل تھا اور اسلام اور ایمان میں سب سے اول۔''

و أعـلـم الـنـاس بـالقرآن ثم بما　　　سَـن الـرسـول لـنـا شـرعـا و تبيانا

''اور قرآن وسنت رسول کے بارے میں سب سے زیادہ جاننے والا، تو نے اسے قتل کر دیا۔''

صهـر الـنـبـي و مـولاه و نـاصـره　　　أضـحـت مـنـاقـبه نورا و برهـانـا

''وہ دامادِ نبی اور ان کا دوست اور ناصر تھا، جس کے مناقب روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔''

و كـان مـنـه عـلى رغم الحسود له　　　مـا كـان هـارون مـن مـوسى بن عمرانا

''جو حاسدوں کے حسد کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایسا تھا جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہارون علیہ السلام۔

و كـان فـي الـحـرب سيفا صارما ذكرا　　　لـيـثـا اذا لـقـي ألاقـران أقـرانـا

''جو لڑائی میں شمشیر براں اور دلیر شیر تھا، جب خوب گھمسان کا رن پڑ جاتا ہو۔''

ذكـرت قـاتـلـه والـدمـع منحدر　　　فـقـلـت سبـحـان رب الناس سبحانا

''میں اس کے قاتل کا خیال کرتا ہوں اور روتا روتا کہتا ہوں، اے اللہ! تو پاک ہے تیری قدرت عجیب ہے۔''

إنـي لاحسبـه مـا كـان مـن بشـر　　　يـخشى الـمـعـاد و لـكن كان شيطانا

''میں تو اس کے قاتل کی بابت کہوں گا کہ یہ وہ بشر نہیں تھا جو قیامت سے ڈرتا ہو بلکہ یہ تو شیطان تھا۔''

اشـقـى مـرادا إذا عـدت قبائلها　　　و أخسـر الـنـاس عـنـد الـلـه ميزانا

''اپنے قبیلہ ''مراد'' میں سب سے زیادہ بد بخت اور میزان اعمال میں سب سے زیادہ زیاں کار۔''

كـعـاقـر الـنـاقة الأولى التي جلبت　　　عـلـى ثـمـود بـارض الحجر خسرانا

''(وہ تو) عاقر ناقہ جیسا تھا، جس نے صالح کے ناقہ کو مارا اور قوم ثمود پر ملک ''حجر'' میں تباہی لانے کا سبب ٹھہرا۔''

قـد كـان يـخبـرهـم ان سـوف يخضبها　　　قبـل الـمـنية ازمـانـا فـازمـانـا

''(علی رضی اللہ عنہ) اپنی موت سے کافی دنوں پہلے لوگوں کو بتا رہے تھے کہ عنقریب وہ (ابن ملجم) ان کی داڑھی و پیشانی کو خون سے رنگے گا۔''

فـلا عـفـا الـلـه عـنـه مـا تحمله　　　و لا سـقـى قبـر عـمـران بـن حطانا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''اس نے جس گناہ عظیم کا بوجھ لادا ہے اللہ اسے اس سے درگزر نہ کرے اور نہ عمران بن حطان کی قبر کو پانی نصیب ہو۔''

لقوله في شقي ظل مجترما و نال ما ناله ظلما و عدوانا

''کیونکہ اس نے ایک بدبخت کی مدح میں کہ جس نے جرم اور ظلم وعدوان کا بیڑا اٹھایا ہے۔ یہ کہا ہے۔''

يا ضربة من تقي ما أراد بها إلا ليبلغ من ذي العرش رضوانا

''ایک پرہیزگار انسان کی اے وہ مار! کہ جس کے ذریعے سے اس نے عرش والے رب کی رضا مندی چاہی ہے۔''

بل ضربة من غوي اوردته لظى فسوف يلقى بها الرحمن غضبانا

''حالانکہ وہ ایک گمراہ بدبخت کی مار تھی، جس نے اسے آگ کے انگاروں میں پہنچایا اور وہ عنقریب رحمٰن سے اس کے غصہ کی حالت میں ملے گا۔''

كأنه لم يرد قصدا بضربته إلا ليصلى عذاب الخلد نيرانا ❶

''معلوم ہوتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ پر وار کرنے سے اس کا مقصد یہی ہوگا کہ وہ جہنم کی آگ کا ایندھن بن سکے۔''

اس طرح ایک جہاد عظیم کے بعد امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اس دار فانی سے رخصت ہو گئے اور آپ کی وفات سے تاریخ کا ایک تابناک اور نہایت پاکیزہ اور درخشندہ باب ہمیشہ کے لیے بند ہوگیا، تاریخ نے ایک ایسی ہستی کو دیکھا جو منفرد اسلوب کا حامل اور یکتائے زمانہ تھا، اس کی تمام تر کوششوں اور امیدوں کا خلاصہ بس رضائے الٰہی کی جستجو، اسلام کی مدد، دنیا میں احکام الٰہی کی فرمانروائی اور اپنی رعایا میں عدل وانصاف کو رواج دینا تھا۔ خلفائے راشدین کے عہد حکومت کا مطالعہ امت مسلمہ کی نسلوں کو ان پاکیزہ عزیمتوں کا درس دیتا ہے جو اس کے دلوں میں ماضی کی روشن تاریخ اور اس کے حسن و جمال کو دوبارہ زندگی بخش دے اور اسے رہنمائی کرتا ہے کہ اس امت کے حالیہ ایام اور مستقبل میں پیش آنے والے معاملات صرف انھیں اساسیات اور اصولوں پر درست ہو سکتے ہیں جن کی وجہ سے اس امت کے آغاز میں اس کے ابتدائی معاملات درست ہوئے تھے، نیز خلافت راشدہ کی یہ تاریخ داعیانِ اسلام، علما اور طلباء علوم اسلامیہ کے لیے اس باب میں معاون ہے کہ یہ لوگ اسی عہد راشدی کو مشعل راہ بنائیں، اس کی خصوصیات ونقوش کو پہچانیں اور اس دور کے قائدین کے اوصاف حمیدہ اور رعایا کے اوصاف و عدالت پر نظر ڈالیں، اس کے نظام حکومت اور منہج سیاست کو اپنائیں، کیونکہ یہی چیز امت مسلمہ کے فرزندوں کو ماضی کی شاندار تہذیبی روایات کو دوبارہ واپس لانے میں معاون ثابت ہوگی۔ اب اخیر میں اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان کا معترف اور اس کا بے حد شکرگزار ہوں کہ میں ۷ار ربیع الآخر ۱۴۲۴ھ موافق ۷رجولائی ۲۰۰۳ء بروز شنبہ، دن کے ۱۲ بج کر پچپن (۵۵) منٹ پر اس کتاب کی تالیف سے فارغ ہوا۔ میں اللہ سبحانہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ میری اس

❶ الاستيعاب مع الإصابة (۳/ ۶۲، ۶۳).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کاوش کو قبول فرمائے، اور اس کتاب سے فائدہ حاصل کرنے کے لیے اپنے بندوں کے سینوں کو کھول دے، اپنے احسان، کرم اور جود وسخا کے ذریعے سے اس کی افادیت میں برکت دے، کیونکہ اس کا فرمان ہے:

﴿ مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَ مَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۲ ﴾ (فاطر: ۲)

''جو کچھ اللہ لوگوں کے لیے رحمت میں سے کھول دے تو اسے کوئی بند کرنے والا نہیں اور جو بند کر دے تو اس کے بعد اسے کوئی کھولنے والا نہیں اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

اور ایک بار پھر اس اختتامیہ پر لرزاں و ترساں دل، اپنی درماندگی اور فروتنی کے اعتراف کے ساتھ اس کے فضل و کرم کے سامنے دست بدعا ہوں، کیونکہ اللہ ہی فضل و کرم کا مالک، مددگار، اور توفیق دینے والا ہے، شروع سے آخر تک صرف اسی کا مجھ پر احسان رہا، پس اسی کے لیے ہر مدح و ثنا لائق و زیبا ہے، میں رب ذوالجلال سے اس کے اسماء حسنی اور صفات علیا کا واسطہ دے کر یہ سوال کرتا ہوں کہ وہ میرے اس عمل کو خالص اپنی رضامندی کا سبب اور اپنے بندوں کے لیے فائدہ کا ذریعے سے بنائے، ہر ہر حرف کے بدلے کہ جسے میں نے لکھا ہے، مجھے ثواب سے نواز دے، اسے میری نیکیوں کے میزان میں رکھ دے، اور میری اس حقیر کاوش کو درجۂ تمام تک پہنچانے میں میرے جن بھائیوں نے کسی بھی طرح میری مدد کی ہے انھیں بھی ثواب عطا فرما، اور ہر مسلمان جو اس کتاب کا مطالعہ کرے اس سے میری التماس ہے کہ وہ اس بندہ ناچیز اور اپنے رب کی رحمت، مغفرت اور رضا کے طالب، احقر کو اپنی نیک دعاؤں میں یاد رکھے، اس لیے کہ ایک مسلمان بھائی کی دعا دوسرے مسلمان بھائی کے لیے اس کے پیٹھ پیچھے بارگاہ الٰہی میں قبولیت سے نوازی جائے گی، ان شاء اللہ۔ اور اب آخر میں اللہ کے اس کلام پر کتاب کا خاتمہ ہو رہا ہے:

﴿ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَ عَلٰى وَالِدَيَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۱۹ ﴾ (النمل: ۱۹)

''اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری نعمت کا شکر کروں، جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی ہے اور یہ کہ میں نیک عمل کروں، جسے تو پسند کرے اور اپنی رحمت سے مجھے اپنے نیک بندوں میں داخل فرما۔''

سبحانك اللهم و بحمدك، أشهد أن لا إله إلا أنت استغفرك و اتوب إليك و آخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين۔

بقلم

علی محمد محمد الصلابی

غفرالله له و لوالديه و لجميع المسلمين

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خاتمہ

''علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ -شخصیت اور کارنامے'' نامی اس کتاب کی جمع وترتیب اور اس کی متعدد فصلوں پر پھیلے ہوئے واقعات وحوادث کا تجزیہ وتحلیل بس اللہ کی توفیق کا نتیجہ ہے، جسے اس نے میرے لیے آسان کر دیا اس میں جو بھی صحیح اور درست مشمولات ہوں وہ مجھ پر اللہ کا فضل خاص ہے جس پر میں اس کے لیے مدح کناں ہوں، یہاں تک کہ وہ راضی ہو جائے اور پھر اس کی رضامندی کے وقت اور رضامندی کے بعد بھی میں اس کے لیے ثنا خواں ہوں اور اس کے جو مشمولات غلط ہوں تو ان پر میں اللہ سے توبہ واستغفار کرتا ہوں، اللہ اور اس کے رسول اس غلطی سے پاک ہیں۔ میں نے اپنی وسعت بھر کوشش کی ہے کہ غلطی نہ ہونے پائے اور امید ہے کہ اس احتیاط پر میں اجر الٰہی کا مستحق ٹھہروں گا۔ میں پھر یہی دعا کرتا ہوں کہ اس کتاب سے میرے مسلمان بھائیوں کو فائدہ پہنچے اور جو اسے پڑھے وہ اپنی دعاؤں میں مجھے یاد رکھے، کیونکہ پیٹھ پیچھے کسی مسلمان کی دوسرے مسلمان کے لیے دعاء خیر ان شاء اللہ ضرور قبول کی جائے گی۔ اللہ نے فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۰ ﴾

(الحشر: ۱۰)

''اور (ان کے لیے) جو ان کے بعد آئے، وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جنھوں نے ایمان لانے میں ہم سے پہل کی اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے لیے کوئی کینہ نہ رکھ جو ایمان لائے، اے ہمارے رب! یقیناً تو بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

اور اب کتاب کے آخری صفحات أبو محمد القحطانی کے ان چند اشعار پر ختم ہوتے ہیں:

قل إن خير الأنبياء محمد — و أجل من يمشي على الكثبان

''کہہ دو! کہ خیر الانبیاء محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں وہ روئے زمین پر سب سے جلیل القدر ہیں۔''

و أجل صحب الرسل صحبُ محمد — و كذلك أفضل صحبه العُمران

''رسولوں کے ساتھیوں میں سب سے باعظمت ومحترم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں بھی سب سے افضل ابوبکر اور عمر ہیں۔''

رجلان قد خُلقا لنصر محمد — بدمي و نفسي ذانك الرجلان

''وہ دونوں ایسے مرد میدان تھے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد کے لیے ہی پیدا کیے گئے تھے، ان دونوں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہستیوں پر میں دل و جان سے قربان ہوں۔''

فهما اللذان تظاهرا لنبينا   في نصره و هما له صهران

''وہی دونوں ایسے ہیں جو ہمارے نبی کی مدد کے لیے کھل کر سامنے آئے اور وہ دونوں نبی اکرم (ﷺ) کے سسر تھے۔''

بنتاهما اسنى نساء نبينا   و هما له بالوحي صاحبتان

''ان دونوں کی بیٹیاں ہمارے نبی ﷺ کی سب سے پہلے کی بیویاں ہیں اور وہ دونوں قرآن کی تصدیق کے ذریعے سے آپ کی بیویاں ہیں۔''

ابواهما اسنى صحابة احمد   يا حبذا الأبوان و البنتان

''ان دونوں کے باپ احمد (ﷺ) کے قدیم ترین ساتھی ہیں، کیا ہی خوش قسمت اور قابل مبارکباد ہیں دونوں باپ اور دونوں بیٹیاں۔''

و هما وزيراه اللذان هما هما   لفضائل ألاعمال مستبقان

''وہ دونوں آپ ﷺ کے ایسے معاون اور مشیر ہیں کہ انھیں پر بس ہے، وہ دونوں اعمال فاضلہ کے لیے سبقت لے جانے والے ہیں۔''

و هما لأحمد ناظراه و سمعه   و بقربه في القبر مضطجعان

''وہ دونوں احمد (ﷺ) کی دونوں آنکھیں اور کان تھے، قبر میں آپ کے قریب ہی دونوں لیٹے ہوئے ہیں۔''

كانا على الإسلام أشفق أهله   و هما لدين محمد جبلان

''مسلمانوں کے لیے وہ دونوں اسلام کے تئیں سب سے زیادہ مہربان تھے اور دین محمد کے لیے ثابت شدہ پہاڑ تھے۔''

أصفاهما اقواهما اخشاهما   اتقاهما في السر و الاعلان

''ان دونوں میں انتہائی پاک طینت، قوی الجسم، خشوع وخضوع میں ڈوبے ہوئے اور اندر باہر ہر حالت میں بے حد تقویٰ شعار۔''

أسناهما ازكاهما اعلاهما   اوفاهما في الوزن و الرجحان

''سب سے پہلے اسلام لانے والا، پاکیزہ نفس کے مالک، بلند مرتبہ کے اہل اور کامیابی و وفا شعاری کے میزان میں انتہائی باوزن۔''

صديق احمد صاحب الغار الذي   هو في المغارة و النبي اثنان

''رفیق غار، یعنی کہ جب غار میں نبی (اکرم ﷺ) کے ساتھ وہ روپوش تھا اور وہاں دو ہی تھے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اعنی ابابکر الذی لم یختلف　　من شرعنا فی فضلہ رجلان

''(مذکورہ جامع کمالات سے) میری مراد ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں کہ جن کی فضیلت کے اعتراف میں ہم مسلمانوں کے کسی آدمی کا کوئی اختلاف نہیں۔''

هو شيخ أصحاب النبي و خيرهم　　و إمامهم حقا بلا بطلان

''وہ اصحاب نبی کے بزرگ، بہتر اور ایسے حقیقی امام کہ جس کے انکار کی گنجائش نہیں۔''

و ابو المطهرة التي تنزيهها　　قد جاء نا في النور والفرقان

''آپ اس پاک دامن خاتون کے باپ ہیں جس کی پاکیزگی کا اعلان سورہ نور اور فرقان (قرآن) میں ہوا۔''

أُكْرِم بعائشة الرضى من حرة　　بكر مطهرة الإزار حصان

''عزت واحترام کرو پسندیدہ سیرت کی حامل عائشہ کا جو آزاد، کنواری، پاکدامن اور باعفت ہیں۔''

هي زوج خير الأنبياء و بكره　　و عروسه من جملة النسوان

''آپ خیر الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کی باکرہ بیوی، اور تمام عورتوں میں سے آپ کی دلہن ہیں۔''

هي عرسه، هي أنسه، هي الفه　　هي حبه صدقا بلا ادهان

''یہ آپ کی دلہن آپ کی چہیتی اور بلا کسی ملمع سازی کے یقیناً یہی آپ کی حریم محبت۔''

أو ليس والدها يصافي بعلها　　و هما بروح الله موتلفان

''کیا ان کے باپ (ابوبکر رضی اللہ عنہ) ان کے شوہر (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سے سچی محبت نہیں کرتے تھے وہ دونوں اللہ کے فضل سے آپس میں محبت کرنے والے تھے۔''

لما قفى صديق أحمد نحبه　　رفع الخلافة للإمام الثاني

''بایں طور کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدیق (ابوبکر رضی اللہ عنہ) نے اپنا کام پورا کر لیا تو خلافت کو دوسرے امام کے حوالے کر دیا۔''

اعني به الفاروق فرق عنوة　　بالسيف بين الكفر والإيمان

''میری مراد (دوسرے امام سے) وہ فاروق ہیں، جنھوں نے بزور تلوار کفر وایمان کے درمیان فرق کر دیا۔''

هو أظهر الإسلام بعد خفاء ه　　و محا الظلام و باح بالكتمان

''انھوں نے اسلام کو پردۂ خفا سے باہر نکالا، اور تاریکی کو مٹا دیا۔''

و مضى و خلى الأمر شورى بينهم　　في الأمر فاجتمعوا على عثمان

''اور پھر اس دنیا سے گزر گئے اور معاملہ خلافت کو شوریٰ پر چھوڑ دیا اور وہ سب لوگ عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بنانے پر متفق ہو گئے۔"

مـن كـان يسهـر ليلـه فـى ركعة وتـرا فيـكـمـل ختمـه الـقـرآن
"(یعنی وہ عثمان) جو ایک رکعت وتر میں رات بھر شب بیداری کرتے اور قرآن کے ختم کو مکمل کرتے۔"

و لـى الـخـلافة صهـر احـمـد بعده اعـنـى عـلـى الـعـالـم الـربـانـى
"ان کے بعد احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے داماد یعنی عالم ربانی علی رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالی۔"

زوج البتـول اخـا الـرسـول و ركنـه ليـث الـحـروب مـنـازل الأقـران
"(وہ علی جو) فاطمہ بتول کے شوہر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی اور آپ کے معتمد، جنگوں کے شیر اور سروں پر تلوار برسانے والے تھے۔"

سبـحـان مـن جـعـل الخلافة رتبة و بـنـى الإمـامـة ايـمـا بـنـيـان
"پاک ہے وہ ذات جس نے خلافت کو بلند مقام دیا اور امامت کو کیا ہی عمدہ طریقوں پر قائم کیا۔"

و استـخـلـف الأصـحـاب كي لا يدَّعي مـن بـعـد أحـمـد فـى الـنـبوة ثـانـى
"اور اصحاب (رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کو خلافت کے لیے منتخب کیا تاکہ نبی احمد کی وفات کے بعد نبوت کا کوئی دوسرا دعویٰ دار نہ اٹھ کھڑا ہو۔"

اكـرم بـفـاطـمـة البتـول و بـعلهـا و بـمـن هـمـا لـمـحـمـد سبطان
"فاطمہ بتول، ان کے شوہر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دونوں نواسوں کی عزت کرو۔"

غـصـنـان اصـلـهـمـا بروضة احمد لـلـه در الاصـل و الـغـصـنـان
"جو کہ باغیچہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اصل کی دو شاخیں ہیں پس کیا ہی خوش نصیب ہے، اصل اور دونوں شاخیں۔"

اكـرم بـطـلـحة و الـزبير و سعدهم و سـعـيـدهـم و بـعـابـد الـرحـمن
"طلحہ بن عبید اللہ، زبیر بن العوام، سعد (بن ابی وقاص) اور سعید بن زید اور عبدالرحمٰن بن عوف کا احترام کرو۔"

و ابـى عبيـدة ذى الـديـانة و التقى و امـدح جـمـاعة بيـعة الـرضـوان
"اور دیندار و متقی ابوعبیدہ بن الجراح کی عزت کرو اور بیعت رضوان والوں کے لیے مدح کناں رہو۔"

قـل خيـر قـول فـى صـحـابة أحمد و امـدح جـمـيـع الآل و الـنـسـوان
"اصحاب محمد کے بارے میں اچھی بات کہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اہل وعیال کے ثنا خواں رہو۔"

دع مـا جـرى بيـن الصحابة في الوغى بسيـوفـهـم يـوم الـتـقـى الـجـمـعـان
"صحابہ کے درمیان دو گروہوں میں تلواروں سے جو آپسی لڑائیاں ہوئیں ان کے بارے میں سکوت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اختیار کرو۔"

فقتیلهم منهم و قاتلهم لهم و کلاهما فی الحشر مرحومان

"کیونکہ ان کے قاتل و مقتول دونوں ہی آخرت میں رحمت کے مستحق ہیں۔"

والله یوم الحشر ینزع کل ما تحوی صدورهم من الاضغان

"آخرت میں اللہ تعالیٰ ان کے دلوں سے ہر طرح کے کینہ و کپٹ کو مٹا دے گا۔"

و الویل للرکب الذین سعوا إلی عثمان فاجتمعوا علی العصیان

"اس قافلہ والوں کے لیے تباہی ہو جنھوں نے عثمان رضی اللہ عنہ تک پہنچنے کی کوشش کی اور ایک گناہ عظیم یعنی قتل عثمان پر متفق ہوئے۔"

ویل لمن قتل الحسین فانه قد باء من مولاه بالخسران

"ویل ہے اس بدبخت کے لیے جس نے حسین کو شہید کیا، یقیناً اسے اپنے رب کے یہاں خسارہ اور ندامت ہی ملا ہے۔"

لسنا نکفر مسلما بکبیرة فالله ذو عفو و ذو غفران

"گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے کسی مسلمان کی ہم تکفیر نہیں کرتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔"

- اور اختتامی دعا کی ترجمانی ان اشعار میں:

انا الفقیر إلی رب البریات انا المسکین فی مجموع حالاتی

"میں پوری مخلوق کے رب کا محتاج ہوں، اپنی تمام تر حالتوں میں اس کا محتاج ہوں۔"

انا الظلوم لنفسی و هیَ ظالمتی و الخیر ان یاتینا من عنده یاتی

"میں اپنے نفس پر بہت ظلم کرنے والا ہوں اور وہ مجھ پر ظلم کرنے والی ہے، بھلائی اسی رب کی طرف سے آئی ہے۔"

لا استطیع لنفسی جلب منفعة و لا عن النفس لی دفع المضرات

"میں اپنے لیے کسی نفع رسائی کا مالک نہیں ہوں اور نہ ہی میرے بس میں ہے کہ کسی تکلیف کو ہٹا دوں۔"

و الفقیر لی وصف ذات لازم ابدا کما الغنی ابدا وصف له ذات

"فقیری اور محتاجگی میری زندگی کی لازمی صفت ہے جس طرح کہ بے نیازی اور غنی اللہ تعالیٰ کی ابدی و ذاتی صفت ہے۔"

و هذه الحال حال الخلق اجمعهم و کلهم عنده عبد له آت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''یہی حال پوری مخلوق کا ہے سب کے سب اس کے بندے ہیں، اسی کے پاس سب کو آنا ہے۔''

اور ایک شاعر کہتا ہے:

اطلب العلم و لا تکسل فما ... أبعد الخیر علی اھل الکسل

''علم حاصل کرو، سستی نہ کرو، خیر سستی کرنے والوں سے بہت دور ہے۔''

احتفل للفقہ فی الدین و لا ... تشتغل عنہ بمال و خول

''تعلیم دین کی محفلوں اور مجلسوں میں شریک ہو اور مال و دُنیا کے پیچھے اس سے غافل نہ ہو۔''

واھجر النوم و حصلہ فمن ... یعرف المطلوب یحقر ما بذل

''نیند کو دور بھگاؤ اور علم دین حاصل کرو، جو شخص اس کی قدر و منزلت کو جانتا ہے وہ اس پر جو کچھ بھی خرچ کرتا ہے اسے کم سمجھتا ہے۔''

و لا تقل قد ذھبت اربابہ ... کل من سار علی الدرب وصل

''یہ نہ کہو کہ اس کے بڑے بڑے علما اب ختم ہو گئے، ہر وہ شخص جو اس کے راستے پر چلا وہ منزل تک پہنچ گیا۔''

سبحانك اللهم و بحمدك ، أشهد أن لا إاله إلا أنت استغفرك واتوب إليك

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فضائل علی رضی اللہ عنہ کے متعلق

چند ضعیف وموضوع روایات

- ''اللہ تعالیٰ نے شب معراج میں علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں میرے پاس تین چیزوں کی وحی نازل فرمائی: اوّل یہ کہ آپ مومنوں کے سردار ہیں۔ دوم یہ کہ آپ متقیوں کے امام ہیں۔ سوم یہ کہ چمکدار پیشانی والوں (نمازوں) کے قائد ہیں۔

یہ روایت موضوع ہے۔(دیکھئے: سلسلة الأحاديث الضعيفة / ألباني، حديث نمبر: ٣٥٣)

- سبقت لے جانے والے تو تین ہی ہیں: موسیٰ کی طرف سبقت لے جانے والے یوشع بن نون ہیں، اور عیسیٰ کی طرف سبقت کرنے والے صاحب یاسین ہیں اور محمد کی طرف سبقت کرنے والے علی بن ابی طالب ہیں۔

یہ روایت بے حد ضعیف ہے۔(دیکھئے: سلسلة الأحاديث الضعيفة حديث نمبر: (٣٥٨) نيز ضعيف الجامع الصغير، حديث نمبر: ٣٣٣٤)

- علی نیکوکاروں کے امام اور فاجروں کو موت کے گھاٹ اتارنے والے ہیں جس نے علی کی مدد کی وہ کامیاب و فتح یاب ہوا اور جس نے علی کی مدد سے گریز کیا وہ بے یارو مددگار رہا۔

یہ روایت موضوع ہے۔(دیکھئے: السلسلة الضعيفة / ألباني، حديث نمبر: (٢٥٧) ضعيف الجامع الصغير حديث نمبر: ٣٧٩٩)

- علی بن ابی طالب کا خندق کے موقع پر عمرو بن عبدود سے مبارزت کرنا، قیامت تک میرے امتیوں کے تمام اعمال سے افضل ہے۔

یہ روایت جھوٹی ہے۔(دیکھئے: السلسلة الضعيفة، حديث نمبر: ٤٠٠)

- اے اللہ! تیرے بندے علی نے خود کو تیرے نبی کے لیے وقف کر رکھا ہے، تو اس پر اس کے مشرق (سورج) کو لوٹا دے۔ دوسری روایت میں یوں ہے: اے اللہ! وہ تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا، اس پر سورج کو واپس کردے۔ اسماء کہتی ہیں پھر میں نے دیکھا کہ وہ سورج جو غروب ہو چکا تھا دوبارہ طلوع ہوگیا۔

یہ روایت موضوع ہے۔(دیکھئے: السلسلة الضعيفة/ ألباني، حديث نمبر: ٩٧١)

- اللہ تعالیٰ نے مجھے چار اشخاص سے محبت کرنے کا حکم دیا اور بتایا کہ وہ بھی انھیں پسند کرتا ہے۔ پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! وہ کون لوگ ہیں؟ اور دوسری روایت میں ہے کہ اے اللہ کے رسول! ان کا نام ہمیں بھی بتا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دیکھیے، آپ نے تین بار فرمایا: علی، پھر ابوذر، سلمان اور مقداد۔ ان لوگوں سے مجھے محبت کرنے کا حکم دیا ہے اور بتایا ہے کہ وہ خود انھیں پسند کرتا ہے۔

یہ روایت ضعیف ہے۔ (دیکھیے: السلسلة الضعيفة/ ألباني، حديث نمبر: (١٥٤٩-٣١٢٨) نیز ضعيف الجامع الصغير حديث نمبر: (١٥٦٦) ضعيف سنن ترمذى (٧٧١) ضعيف سنن ابن ماجه (٢٨) مشكاة المصابيح ٦٢٤٩)

- میں شہر کا علم ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں، پس جو شخص علم کا خواہاں ہو وہ دروازے پر آئے۔

یہ روایت موضوع ہے۔ (دیکھیے: السلسلة الضعيفة/ ألباني، حديث نمبر: ٢٩٥٥)

- میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی اور صدیق اکبر ہوں، میرے بعد ان باتوں کا دعویٰ کوئی جھوٹا ہی کر سکتا ہے۔ میں نے لوگوں سے سات سال پہلے نماز پڑھی۔

یہ روایت باطل ہے۔ (دیکھیے: ضعيف سنن ابن ماجه، حديث نمبر: ٢٣)

- اے اللہ! علی پر رحم فرما، وہ جہاں رہیں وہاں حق کو رکھ۔

یہ روایت انتہائی ضعیف ہے۔ (دیکھیے: السلسلة الضعيفة/ ألباني، حديث نمبر: (٢٠٩٤) نیز ضعيف الجامع، حديث نمبر: (٣٠٩٥) ضعيف سنن ترمذى، حديث نمبر: (٧٦٧) مشكاة المصابيح: ٦١٢٥)

- علی اور قرآن لازم ملزوم ہیں وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ حوض پر وارد ہو جائیں۔

یہ روایت ضعیف ہے۔ (دیکھیے: ضعيف الجامع، حديث نمبر: ٣٨٠٢)

- علی مومنوں کے سردار ہیں اور مال منافقین کا سردار ہے۔

یہ روایت ضعیف ہے۔ (دیکھیے: ضعيف الجامع، حديث نمبر: ٣٨٠٥)

- جس رات میرا معراج ہوا اس رات جب میں اپنے رب کے پاس پہنچا تو اس نے علی کے بارے میں میرے پاس تین باتوں کی وحی کی، آپ سید المسلمین ہیں، متقیوں کے ولی ہیں اور چمک دار پیشانی والوں (نمازیوں) کے قائد ہیں۔

یہ روایت موضوع ہے۔ (دیکھیے: السلسلة الضعيفة/ ألباني، حديث نمبر: ٤٨٨٩)

- اے انس! جاؤ اور سید العرب کو میرے پاس بلاؤ، تو عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: کیا آپ سید العرب نہیں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور علی پورے عرب کے سردار ہیں۔ اے جماعت انصار! کیا میں تمھیں ایسی چیز نہ بتا دوں کہ اگر اسے لازم پکڑو تو کبھی گمراہ نہ ہوگے؟ انھوں نے کہا: ہاں، ضرور اے اللہ کے رسول۔ پھر آپ نے فرمایا: میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرو اور میری عزت کی وجہ سے ان کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عزت کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے میں نے تم کو جو بات بتائی ہے اسی کا جبریل نے مجھے حکم دیا ہے۔

یہ روایت ضعیف ہے۔(دیکھئے: السلسلة الضعيفة / ألباني، حديث نمبر: ٤٨٩٠)

- میرے بعد میری امت جن چیزوں میں اختلاف کرے گی تم اس کو واضح کرو گے۔

یہ روایت موضوع ہے۔(دیکھئے: السلسلة الضعيفة / ألباني، حديث نمبر: ٤٨٩١)

- میں منذر ہوں اور علی ہادی ہیں، اے علی! میرے بعد ہدایت کے متلاشی تمھیں سے ہدایت پائیں گے۔

یہ روایت موضوع ہے۔(دیکھئے: السلسلة الضعيفة / ألباني، حديث نمبر: ٤٨٩٩)

- جب میں معراج میں گیا تو میں نے عرش الٰہی کے پائے پر یہ لکھا ہوا دیکھا: ”لا إله إلا الله محمد رسول الله“ محمد میری مخلوق میں میرے سب سے بہترین بندے ہیں، میں نے علی کے ذریعے سے ان کی نصرت وتائید کی ہے۔

یہ روایت موضوع ہے۔(دیکھئے: السلسلة الضعيفة / ألباني، حديث نمبر: ٤٩٠٢)

- جو آدم کا علم، نوح کی سمجھ، ابراہیم کی بردباری، یحییٰ کا زہد اور موسیٰ کی گرفت دیکھنا چاہتا ہو تو وہ علی کو دیکھ لے۔

یہ روایت موضوع ہے۔(دیکھئے: السلسلة الضعيفة / ألباني، حديث نمبر: ٤٩٠٣)

- اے علی! تم عہد توڑنے والوں، انحراف کرنے والوں اور دین سے نکل جانے والوں سے راستوں، دریاؤں، اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر یعنی ہر جگہ قتال کرو گے۔

یہ روایت موضوع ہے۔(دیکھئے: السلسلة الضعيفة / ألباني، حديث نمبر: ٩٠٧)

- آیت کریمہ ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ بَلِّغْ مَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ﴾ غدیر خم کے موقع پر علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔

یہ روایت موضوع ہے۔(دیکھئے: السلسلة الضعيفة / ألباني، حديث نمبر: ٤٩٢٢)

- غدیر خم کے موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو کھڑا کیا اور ان کی ولایت کا اعلان کیا تو جبریل علیہ السلام یہ آیت لے کر اترے: ﴿ٱلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِى﴾

یہ روایت موضوع ہے۔(دیکھئے: السلسلة الضعيفة / ألباني حديث نمبر: ٤٩٢٣)

- یہ (علی) تمھارے درمیان میرے بھائی، میرے وصی اور میرے خلیفہ ہیں، ان کی باتیں سنو اور اطاعت کرو۔

یہ روایت موضوع ہے۔(دیکھئے: السلسلة الضعيفة / ألباني حديث نمبر: ٤٩٣٢)

- میں تم سے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم میں کوئی ایسا ہے کہ جب مسلمانوں کے درمیان مواخات قائم ہوئی تو اللہ کے رسول نے اپنے اور میرے درمیان میرے علاوہ کسی اور کے ساتھ مواخاۃ قائم کیا ہو؟ لوگوں نے کہا: نہیں۔

یہ روایت موضوع ہے۔(دیکھئے: السلسلة الضعيفة / ألباني، حديث نمبر: ٤٩٤٩)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

- ذوالفقار کے علاوہ کوئی تلوار نہیں اور علی کے علاوہ کوئی جوان نہیں۔

یہ روایت من گھڑت ہے۔(دیکھئے:منهاج السنة ٥ / ٧٠)

- علی کی محبت ایسی نیکی ہے کہ جس کے ساتھ کوئی برائی نقصان دہ نہیں اور ان سے بغض ونفرت ایسی برائی ہے کہ جس کے ساتھ کوئی نیکی نفع بخش نہیں۔

یہ روایت من گھڑت ہے۔(دیکھئے:منهاج السنة : ٥ / ٧٣)

- ثقلین کو لازم پکڑو، ایک تو اللہ کی کتاب، کہ جس کا ایک سرا اللہ کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا تمھارے ہاتھ میں ہے اور دوسری چیز میرے اہل خاندان۔ میرے لطیف وخبیر رب نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں اس وقت تک جدا نہ ہوں گے جب تک کہ حوض کوثر پر نہ پہنچ جائیں، میں ان دونوں کے لیے اس کا مطالبہ اپنے رب سے کیا ہے، لہٰذا تم ان کی گستاخی نہ کرنا کہ ہلاک ہو جاؤ اور نہ ان کے حقوق کی ادائیگی میں کمی کرنا کہ برباد ہو جاؤ اور انھیں مزید کچھ سکھانے کی ضرورت نہیں وہ تم سے زیادہ جاننے والے ہیں۔

یہ حدیث ضعیف ہے۔(دیکھئے:السلسلة الضعيفة/ ألباني، حديث نمبر: ٤٩١٤)

- آل محمد کی معرفت جہنم سے نجات اور آل محمد سے محبت پل صراط پار کرنے اور آل محمد کی ولایت کا اعتراف عذاب سے امان پانے کا ذریعہ ہے۔

یہ حدیث موضوع ہے۔(دیکھئے:السلسلة الضعيفة/ ألباني، حديث نمبر: ٤٩١٧)

- بے شک یہ (علی) میرے بھائی، میرے وصی اور میرے بعد میرے خلیفہ ہیں اور ان کی باتیں سننا اور اطاعت کرنا۔

یہ حدیث سند ومتن ہر اعتبار سے باطل ہے، سند کے اعتبار سے یوں کہ اس میں ایک راوی عبدالغفار بن قاسم ہے، جس کے بارے میں امام ذہبی فرماتے ہیں کہ ابومریم رافضی ہے، ثقہ نہیں ہے۔ اور علی بن المدینی نے کہا کہ یہ حدیثیں گھڑتا تھا۔(دیکھئے:ميزان الاعتدال : ٢ / ٦٤٠)

- میرے وصی، میرے رازداں، اور اپنے بعد جسے سب سے بہتر چھوڑ رہا ہوں جو میرا وعدہ پورا کریں گے اور میرے قرض کو ادا کریں گے وہ علی بن ابی طالب ہیں۔

اس روایت کو ہیثمی نے مجمع الزوائد (۹/۱۴۱) میں روایت کیا ہے اور اسے طبرانی کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہا کہ اس میں ناصح بن عبداللہ نامی ایک راوی ہے جو متروک ہے۔

- میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ۔

اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور ابونعیم نے ترمذی کے اس قول پر سکوت اختیار کیا ہے کہ یہ حدیث غریب، منکر ہے اور ہمیں کسی ثقہ کے بارے میں نہیں معلوم کہ اس نے اسے شریک سے روایت کیا ہو۔(دیکھئے: حدیث نمبر (۳۷۲۳) اور ابن الجوزی نے کہا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔مشكاة المصابيح (١٧٧٧/٣)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور ابن الجوزی نے حکم لگایا ہے کہ یہ مکذوب روایت ہے۔ دیکھئے: الموضوعات ۱/ ۳۴۹)

- اے علی! تم اور تمھارے شیعہ پوری روئے زمین پر سب سے بہتر ہو۔

اس روایت میں ابوالجارود زیاد بن منذر کوفی ایک راوی ہے جس کے بارے میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ رافضی ہے، یحییٰ بن معین نے اسے جھوٹا مانا ہے۔ (دیکھئے: التقریب ۲۱۰۱)

- اللہ تعالیٰ نے علی کے بارے میں میرے پاس تین باتوں کی وحی کی ہے۔ وہ مومنوں کے سردار ہیں، متقیوں کے امام ہیں اور چمکتی پیشانیوں (نمازیوں) کے قائد ہیں۔

حافظ فرماتے ہیں: حاکم نے المناقب میں اسے صحیح الاسناد کہا ہے، لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ انتہائی ضعیف ہے اور منقطع بھی ہے۔ (دیکھئے: اتحاف المهرة ۱/ ۳۴۴) امام ذہبی نے اس حدیث کی تردید کی ہے جیسا کہ اس حدیث پر المستدرک (۱۳۹/۳) پر انھوں نے یہ کہتے ہوئے تعلیق لکھی ہے کہ عمر بن حصین العقیلی اور اس کا شیخ یحییٰ بن العلاء الرازی دونوں متروک ہیں بلکہ صراحت سے لکھا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

- شاباش علی شاباش، تم میرے اور تمام مومنوں کے مولیٰ ہو گئے۔

اس حدیث میں علی بن جدعان راوی ہے، جوزجانی نے کہا کہ یہ ضعیف اور واہی الحدیث ہے۔ (دیکھئے: الشجرة فی احوال الرجال ص (۱۹۴) ابن الجوزی "العلل المتناهية فی الأحاديث الواهية" ۱/ ۲۲۶) میں فرماتے ہیں: اس حدیث کو حجت بنانا جائز نہیں ہے۔ اور علی بن جدعان کے اوپر ابو ہریرہ تک تمام راوی ضعیف ہیں اور بزار نے کہا کہ اس حدیث میں اہل علم کی ایک جماعت نے کلام کیا ہے۔ (دیکھئے: کشف الاستار : ۴۹۰) اور دارقطنی نے کہا: یہ قوی نہیں۔ (دیکھئے: سنن الدارقطنی : ۱/ ۱۰۳)

- اے اللہ علی پر رحم فرما اور حق کو ان کے ساتھ رکھ وہ جہاں کہیں رہیں۔

اسے حاکم نے روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ صحیح ہے اور شیخین کی شرط پر ہے۔ (المستدرك ۳/ ۱۲۵) اس میں مختار بن نافع تمیمی ایک راوی ہے جس کے بارے میں امام ذہبی حاکم پر تعقیب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مختار ساقط ہے اور حافظ نے کہا کہ مختار ضعیف ہے۔ (دیکھئے: التقریب : ۶۵۲۲)

- علی دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہیں۔

یہ روایت ضعیف ہے۔ (دیکھئے: ضعيف الجامع/ ألباني، حديث نمبر: ۳۸۰۱)

- علی حطة کے دروازہ ہیں، جو اس میں داخل ہوا وہ مامون رہے گا۔

یہ روایت موضوع ہے، اس میں حسین اشقر متکلم فیہ راوی ہے۔ امام بخاری نے اس کے بارے میں فرمایا: فيه نظر (دیکھئے: التاريخ الكبير : ۲/ ۲۸۶۲) اور التاريخ الصغير (۲/ ۳۹۱) میں لکھا کہ "عنده مناكير" (دیکھئے: السلسلة الضعيفة/ ألباني حديث نمبر : ۳۹۱۳)

- علی خیر البشر ہیں، جو اس کا انکار کرے اس نے کفر کیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ روایت موضوع ہے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ابن عدی نے اسے کئی سندوں سے نقل کیا ہے، لیکن سب کی سب ضعیف ہیں۔(دیکھئے: تسدید القوس : ۸۹/۳) ذہبی نے کہا یہ حدیث منکر ہے اور کہا کہ یہ واضح طور پر باطل ہے۔(دیکھئے: میزان الاعتدال (۵۲۱/۱) اور الموضوعات / ابن الجوزی : ۳۴۸/۱)

- میں جانتی ہوں کہ علی آپ کے نزدیک میرے والد سے دو یا تین گنا زیادہ محبوب ہیں۔

شیخ البانی نے اسے ضعیف ٹھہرایا ہے۔(دیکھئے: ضعیف أبی داؤد ص : ۴۹۱)

- میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی سی ہے کہ جو اس میں سوار ہوا وہ نجات پا گیا اور جو پیچھے رہا وہ ڈوب گیا۔

(دیکھئے: المعجم الکبیر / طبرانی (۳۷/۳) اور مجمع الزوائد / الهیثمی ۱۶۸/۹) ہیثمی نے فرمایا: اس کی سند میں عبداللہ بن داہر اور حسن بن ابوجعفر ہیں جو کہ متروک ہیں۔

- جسے میری طرح جینا اور میری طرح مرنا اور اس جنت الخلد میں رہنا پسند ہو جس کا مجھ سے میرے رب نے وعدہ کیا ہے اور جس کے پودوں کو اس نے اپنے ہاتھوں سے لگایا ہے، اسے چاہیے کہ علی بن ابی طالب سے محبت کرے۔

حاکم نے (۱۲۸/۳) میں اس کی تصحیح کی ہے اور امام ذہبی نے ان کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس میں قاسم راوی متروک ہے اور اس کا شیخ یحییٰ بن العلی الاسلمی ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجر تقریب ترجمہ نمبر: (۷۶۷۷) میں فرماتے ہیں: وہ شیعہ ہے ضعیف ہے، لیکن ان سے غلطی یہ ہوئی کہ انھوں نے اسلمی کی جگہ اس کی نسبت محاربی لکھا، جس کا عبدالحسین نے مراجعات میں نہایت غلط استغلال کیا۔

- جو کچھ اللہ نے میرے سینہ میں ڈالا میں نے اسے علی کے سینہ میں انڈیل دیا۔

یہ حدیث موضوع ہے۔(دیکھئے: الموضوعات (۱۳۱/۱) اسمی المطالب اثر نمبر : ۱۲۶۲)

- جو تم سے محبت کرنے والا ہے وہ مجھ سے محبت کرنے والا ہے اور میرا محبّ اللہ کا محبّ ہے اور جو تم سے بغض رکھنے والا ہے وہ مجھ سے بغض رکھنے والا ہے اور مجھ سے بغض رکھنے والا اللہ سے بغض رکھتا ہے۔

حافظ فرماتے ہیں: اسے ابن عدی نے روایت کیا ہے اور یہ باطل ہے۔(دیکھئے: لسان المیزان ۱۰۹/۲)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مراجع ومصادر

(الف)

۱۔ الإبانة فی اصول الديانة / أبی الحسن الأشعری ، ط:الجامعة الاسلامية ۱۹۷۵ء .

۲۔ الاباضية فی موكب التاريخ / علی يحيی معمر ، ط:مكتبة وهبة .

۳۔ أباطيل يجب أن تمحی من التاريخ / د۔ابراهيم علی شعوط ، ط:المكتب الإسلامی السادسة ۱٤۰۸ھ۔۱۹۸۸ء .

٤۔ أبوموسیٰ الأشعری الصحابی العالم المجاهد / محمد طهماز ، ط: دار القلم ، دمشق ، اوّل ۱٤۱۱ھ۔۱۹۹۱ء .

۵۔ اتمام الوفاء بسيرة الخلفاء / محمدالخضرمی ، ط: دار المعرفة ، بيروت ، اوّل ۱٤۱۷ھ ۱۹۹٦ء .

٦۔ آثار الحرب فی الفقه الإسلامی / د۔ وهبه الزحيلی ، ط: دار الفكر سوم ۱٤۰۱ھ۔۱۹۸۱ء

۷۔ أثر الامامة فی الفقه الجعفری و أصوله/ علی أحمد السالوس ، ط:دار وهدان للطباعة ، القاهرة ، اوّل ۱٤۰۲ھ .

۸۔ أثر التشيع علی الروايات التاريخية فی القرن الاول الهجری / د۔عبدالعزيز محمد نور ولی ، ط:دار الخضيری ، المدينة النبوية ، اوّل ۱٤۱۷ھ۔۱۹۹٦ء .

۹۔ الإجتهاد فی الفقه الإسلامی ضوابطه و مستقبله/ عبدالسلام السليمانی ، ط: وزارة الأوقاف و الشئون الإسلامية ، المملكة المغربية .

۱۰۔ أحداث وأحاديث فتنة الهرج / عبدالعزيز دخان ، رسالة دكتوراة بفاس ، المغرب (غير مطبوع) .

۱۱۔ الإحسان فی ترتيب صحيح ابن حبان/ علاء الدين علی بن بلبان الفارسی ، ط: موسسة الرسالة ، بيروت ، اوّل ۱٤۱۲ھ۔۱۹۹۱ء .

۱۲۔ الأحكام السلطانية / أبويعلی محمد بن الحسين ، تعليق محمد حامد الفقهی ، ط: دار الكتب العلمية ، بيروت ، ۱٤۰۳ھ .

۱۳۔ أحكام القرآن / أبو بكر بن العربی ، ط: دار الكتب العلمية ، بيروت ، اوّل ۱٤۰۸ھ۔ ۱۹۸۸ء .

۱٤۔ الأحكام السلطانية / أبو الحسن علی بن محمد بن حبيب ، ، ط: دار الفكر بيروت .

۱۵۔ أحياء علوم الدين / الغزالی .

۱٦۔ أخبار القضاة/ وكيع محمد بن خلف بن حيان ، ط:الاستقامة ، القاهرة ، اوّل ۱۳٦٦ھ۔ ۱۹٤۷ء .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۷۔ الأخبار الطوال / أبوحنیفه احمد بن داؤد، تحقیق، عبدالمنعم عامر، ط: مکتبة المتنبی، بغداد.
۱۸۔ الأخلاق و السیر/ ابن حزم.
۱۹۔ اخلاق النبی فی القرآن و السنة / د۔ أحمد الحداد، ط: دار الغرب الإسلامی، دوم ۱٤۱۹ھ۔۱۹۹۹ء.
۲۰۔ الادارة العسکریة فی الدولة الإسلامیة، نشأتها و تطورها حتی منتصف القرن الثالث الهجری/ د۔ سلیمان بن صالح بن سلیمان آل کمال، ط: منشورات جامعة ام القریٰ، مکة المکرمة.
۲۱۔ الإدارة و النظام الإداری عند الإمام علی/ د۔ محسن باقر الموسوی، الغدیر، ط: بیروت لبنان، اوّل ۱٤۱۹ھ۔۱۹۹۸ء.
۲۲۔ أدب الدین و الدنیا/ الماوردی.
۲۳۔ الأدب الإسلامی فی عهد النبوة / تالیف: معروف، ط: دار النفائس، بیروت، لبنان.
۲٤۔ الأدب العربی من ظهور الإسلام إلی نهایة العصر الراشدی/ د۔ حبیب بن یوسف مغنیة، ط: دارمکتبة الهلال، بیروت لبنان، اوّل ۱۹۹۵ء.
۲۵۔ إرواء الغلیل فی تخریج أحادیث منارالسبیل/ محمد ناصر الدین ألبانی، ط: المکتب الإسلامی اوّل ۱۳۹۹ھ.
۲٦۔ الإساس فی السنة و فقهها/ سعید حوی، ط: دار السلام، اوّل ۱٤۰۹ھ، ۱۹۸۹ء.
۲۷۔ الاستبصار فی نسب الصحابة من الأنصار/ تحقیق: د۔علی نویهض، ط: دار الفکر، بیروت، تاریخ طبع درج نہیں ہے۔
۲۸۔ الاستیعاب فی معرفة الأصحاب/ ابو عمر یوسف بن محمد بن عبدالبر، تحقیق: علی محمد البجاوی، ط: دار الجیل، بیروت، اوّل ۱٤۱۲ھ۔۱۹۹۲ء.
۲۹۔ أسد الغابة فی معرفة الصحابة / تحقیق محمد إبراهیم البنا، ط: مطبعة الشعب.
۳۰۔ استشهاد عثمان و وقعة الجمل فی مرویات سیف بن عمر فی تاریخ طبری دراسة نقدیة/ د۔خالد بن محمد الغیث، ط: دار الأندلس الخضراء، جده، اوّل ۱۲۱۸ھ.
۳۱۔ الاستذکار لمذاهب فقهاء الامصار و علماء الاقطار / ابن عبدالبر، ط: لجنة احیاء التراث الإسلامی.
۳۲۔ الاشراف علی مذاهب أهل العلم/ محمد بن إبراهیم بن المنذر نیساپوری، تحقیق: محمد نجیب سراج الدین، ط: دار أحیاء التراث، قطر، اوّل ۱٤۰٦ھ۔۱۹۸٦ء.
۳۳۔ الإصابة فی تمییز الصحابة / أحمد بن علی بن حجر، ط: دار الکتب العلمیة، بیروت، اوّل ۱٤۱۵ھ۔۱۹۹۵ء.
۳٤۔ أصول الدین / عبدالقاهر البغدادی، ط: دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان، اوّل ۱۳٤٦ھ.
۳۵۔ أصول الاسماعیلیة/ لویس بارنارد، ترجمه عربی: خلیل أحمد جلو، جاسم محمد

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الرجب، ط: مكتبة المثنى، بغداد ١٩٤٧ء.
٣٦۔ أصحاب الرسول / محمد المصرى، ط: مكتبة أبى حذيفه السلفى، اوّل ١٤٢٠هـ ١٩٩٩ء.
٣٧۔ الاعتصام / الشاطبى، تحقيق: محمد رشدى رضا، ط: دار المعرفة، بيروت، ١٤٠٢هـ.
٣٨۔ الاعتقاد على مذهب السلف أهل السنة والجماعة/ أبو بكر احمد بن الحسين البيهقى، ط: نشاط آباد، فيصل آباد، پاكستان.
٣٩۔ اعتقادات فرق المسلمين و المشركين / فخرالدين الرازى، ط: دار الكتب العلمية بيروت، لبنان ١٤٠٢هـ.
٤٠۔ أعلام النصر المبين/ أبوالخطاب عمر بن حسن بن دحية الكلبى، تحقيق: د۔ محمد أمحزون، ط: دار الغرب ١٩٩٨ء.
٤١۔ الأعلام/ الزركلى، دار العلم للملايين، بيروت، لبنان، ششم ١٩٨٤ء.
٤٢۔ أعلام الموقعين عن رب العالمين/ محمد بن أبى بكر ابن القيم، تحقيق محمد محى الدين عبدالحميد، ط: المكتبة العصرية، صيدا، بيروت ١٤٠٨هـ.
٤٣۔ إعلاء السنن / ظفر أحمد عثمانى، تحقيق و تعليق: عبدالفتاح أبوغده، ط: منشورات إدارة القرآن و العلوم الإسلامية، باكستان.
٤٤۔ افادة الأخبار ببراء ة الأبرار/ محمد العربى، التبانى، ط: دار الكتب العلمية، بيروت لبنان، دوم ١٩٨٤ء.
٤٥۔ الاقتصاد فى الاعتقاد/ ابى حامد الغزالى، ط: دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، اوّل ١٤٠٣هـ.
٤٦۔ الأم، محمدبن إدريس الشافعى، دار المعرفة، بيروت.
٤٧۔ الإمام على بن أبى طالب/ محمد رشيد رضا، ط: دار الكتب العلمية بيروت ١٤٠٣هـ ١٩٨٣ء.
٤٨۔ الإمام الصادق / محمد أبوزهرة، ط: دار الفكر العربى.
٤٩۔ الإمامة العظمى عند أهل السنة والجماعة / عبدالله بن عمر بن سليمان الدميجى، ط: دارطيبة السعودية، دوم ١٤٠٩هـ.
٥٠۔ الإمامة و السياسة/ المنسوب لابن قتيبه، ط: موسسة الحلبى، القاهرة.
٥١۔ الإمامة و الرد على الرافضة/ الحافظ أبى نعيم الأصبهانى، تحقيق و تعليق: د۔ على بن محمد بن ناصر الفقيهى، ط: مكتبة العلوم و الحكم، اوّل ١٤٠٧هـ.
٥٢۔ الإمام على بن أبى طالب رابع الخلفا الراشدين/ دار الكتب العلمية بيروت، لبنان.
٥٣۔ انتصار الحق (مناظرة علمية مع بعض الشيعة الإمامية)، مجدى محمد على، ط: دار طيبة اوّل ١٤١٨هـ ١٩٩٧ء.
٥٤۔ الإنتصار للصحب و الآل من افتراء ات السماوى الضال/ د۔ إبراهيم بن عامر الرحيلى، ط: مكتبة الغرباء الأثرية، اوّل ١٤١٨هـ ١٩٩٧ء.
٥٥۔ أنس بن مالك الخادم الأمين/ عبدالحميد طهماز، ط: دار القلم، دمشق.
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

٥٦۔ أنساب الإشراف/ أبو الحسن أحمد بن یحییٰ بن جابر البلاذری .

٥٧۔ الانساب / أبو سعد عبدالکریم بن محمد بن منصور التمیمی ، تحقیق و تعلیق: محمد عوامة ، ط: محمد أمین دمج ، بیروت ، لبنان ، اول: ١٣٩٦ھـ ١٩٧٦ء .

٥٨۔ الإنصاف فیما یجب اعتقادہٗ و لا یجوز الجهل به / القاضی أبوبکر بن الطیب الباقلانی ، تحقیق محمد زاهد الکوثری ، ط: موسسة الخانجی ، دوم ١٣٨٢ھـ .

٥٩۔ الإنصاف فیماوقع فی تاریخ العصر الراشدی من خلاف/ د۔حامد محمد الخلیفة ، ط: مطابع الدوحة ، المدینة الریاضیة ، عمان ، الأردن ، اوّل ١٤٢٣ھـ ٢٠٠٢ء .

٦٠۔ الإنصار فی العصر الراشدی سیاسیا و عسکریا و فکریاً / د۔حامد محمد الخلیفة ، رسالة دکتوراة من کلیة الآداب فی جامعة بغداد (غیر مطبوع) .

٦١۔ أهل الشوریٰ الذین اختارهم عمر رضی اللہ عنہ / ریاض العبد الله ، ط: دار الرشید ، بیروت ، موسسة الإیمان ، دمشق اوّل ١٤١٢ھـ ١٩٩٢ء .

٦٢۔ آیة التطهیر و علاقاتها بعصمة الائمة / عبدالهادی الحسینی .

(ب)

٦٣۔ الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث/ إسماعیل بن عمر بن کثیر ، تحقیق: احمد شاکر ، ط: مکتبةو مطبعة محمد علی صبیح و أولاده ، دوم ١٣٧٠ھ .

٦٤۔ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع / علاء الدین أبو بکر بن سعود الکاسانی الحنفی ، ناشر: زکریا علی یوسف .

٦٥۔ بدایة المجتهد و نهایة المقتصد / محمد بن أحمد بن رشد القرطبی ، ط: مطبعة الکلیات الأزهریة ، ١٣٨٦ھـ ١٩٦٦ء .

٦٦۔ البدایة و النهایة/ أبو الفداء حافظ ابن کثیر الدمشقی ، ط: دار الریان ، ١٤٠٨ھـ ١٩٨٨ء .

٦٧۔ بذل المجهود فی اثبات مشابهة الرافضة للیهود/ عبدالله الجمیلی .

٦٨۔ البیان و التبیین / أبوعثمان عمروبن بحر الجاحظ ، ط: دار الخانجی ، مصر ١٣٨٨ھـ ١٩٦٨ء .

٦٩۔ بیعة علی بن أبی طالب/ أم مالك الخالدی ، حسن فران المالکی ، ط: مرکز الدراسات التاریخیة ، عمان ، سوم .

(ت)

٧٠۔ تاج العروس من جواهر القاموس/ محمد مرتضیٰ الزبیدی ، ط: دار مکتبة الحیاة ، بیروت ، لبنان .

٧١۔ التاریخ/ أبومحمد عبدالله بن عبدالرحمن الدارمی ، تحقیق: أحمد محمد نور سیف ، ط: دار المامون للتراث .

٧٢۔ تاریخ الأدب العربی فی الجاهلیة و صدر الإسلام/ نکلسن ، رینولڈ ، مترجم صفاء خلوصی ، بغداد ، ط: مطبعة المعارف ١٣٨٨ھـ ١٩٦٩ء .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۷۳۔ تاریخ الإسلام فی عهد الخلفا الراشدین / محمد أحمد الذهبی ، ط: دار الکتاب العربی اوّل ۱٤۰۷ھـ ۱۹۸۷ء .
۷٤۔ تاریخ الخلفاء / السیوطی ، ط: دار صادر ، بیروت ، اوّل ۱٤۱۷ھـ ۱۹۹۷ء .
۷۵۔ تاریخ خلیفة بن خیاط/ أبوعمر خلیفة بن خیاط بن أبی هبیرة اللیثی ، تحقیق: أکرم ضیاء العمری ، ط: موسسة الرسالة و دار القلم ، بیروت ، دوم ۱۳۹۷ھـ .
۷٦۔ تاریخ الدعوة الإسلامیة / محمد جمیل عبدالله المصری ، ط: اوّل ۱٤۰۷ھـ ۱۹۸۷ء .
۷۷۔ تاریخ دمشق ، ط: دار أحیاء التراث ، اول .
۷۸۔ التاریخ السیاسی/ د۔ علی معطی ، ط: موسسة المعارف ، بیروت ، اوّل ۱٤۱۹ھـ ۱۹۹۸ء .
۷۹۔ التاریخ الصغیر/ محمد بن إسماعیل البخاری ، تحقیق: محمود إبراهیم زاید ، ط: دار المعرفة بیروت ، اوّل ۱٤۰٦ھـ .
۸۰۔ تاریخ الطبری/ أبوجعفر الطبری ، دار الفکر ، بیروت ، ۱٤۰۷ھـ ۱۹۸۷ء .
۸۱۔ تاریخ العرب ، مطول / د۔فلیپ هٹی ، ترجمه اڈوراڈجرجی اور ڈاکٹرجبرائیل جیور ، ط: دار الکشاف ، بیروت ۱۹٤۹ء .
۸۲۔ تاریخ عمرو بن عاص/ حسن إبراهیم حسن ، ط: مطبعة السعادة ، اوّل ۱۳٤۰ھـ ۱۹۲۲ء .
۸۳۔ تاریخ القضاء ، کتاب عیون المعارف و فنون أخبار الخلائف/ القاضی محمد بن سلامة بن جعفر الشافعی ط: مطبوعات جامعة أم القری .
۸٤۔ تاریخ القضاء فی الإسلام/ د۔ محمد الزحیلی ، ط: دار الفکر ، دمشق ۱٤۱۵ھـ ۱۹۹۵ء .
۸۵۔ التاریخ الکبیر / الإمام البخاری ، ط: مؤسسة الثقافة ، بیروت .
۸٦۔ تاریخ مدینة السلام وأخبار محدثیها و ذکرقطانها العلماء من غیر أهلهاو وأردیها/ أبو بکر أحمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی ، ط: دار الغرب الإسلامی ، اوّل ۲۰۰۱ھـ .
۸۷۔ تاریخ المذاهب الإسلامیة / أبو زهرة ، ط: دار الفکر العربی ، اول .
۸۸۔ تاریخ الیعقوبی / أحمد بن أبو یعقوب بن جعفر ، ط: دار بیروت ، لبنان .
۸۹۔ تاویل مختلف الحدیث/ عبدالله بن مسلم بن قتیبة ، تحقیق: محمد محی الدین الاصفر ، ط: المکتب الإسلامی ۱٤۰۹ھـ .
۹۰۔ تبصیر المؤمنین بفقه النصر والتمکین فی القرآن الکریم / علی محمد الصلابی ، ط: دار الصحابة اوّل ۲۰۰۱ء .
۹۱۔ تحفة الأحوذی بشرح جامع الترمذی/ محمد بن عبدالرحمن المبارکفوری ، ط: مطبعة الاعتماد ، نشر: محمد عبدالمحسن الکتبی ، بتصحیح: عبدالرحمن محمد عثمان .
۹۲۔ تحقیق مواقف الصحابة فی الفتنه من روایات الطبری و المحدثین/ د۔ محمد أمحزون ط: دار طیبة ، مکتبة الکوثر ، الریاض ، اوّل ۱٤۱۵ھـ ۱۹۹٤ء .
۹۳۔ تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی / جلال الدین عبدالرحمن بن أبی بکر السیوطی ،

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ط: المكتبة العلمية، المدينة المنورة، دوم ۱۳۹۲هـ ۱۹۷۲ء.

۹۴۔ تذكرة الحفاظ/ شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبى، ط: دار أحياء التراث، بيروت، لبنان.

۹۵۔ تذكرة السامع و المتكلم فى آداب العالم و المتعلم/ سعد الله بن جماعة، ط: دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

۹۶۔ التذكرة فى أحوال الموتٰى وا لآخرة/ أبوعبدالله محمد بن أحمد الأنصارى القرطبى، تحقيق: فواد أحمد زمرى، ط: دار الكتاب العربى.

۹۷۔ تراث الخلفاء الراشدين فى الفقه و القضاء/ د۔ صبحى محمصانى، ط: دار العلم للملايين، اوّل ۱۹۸٤ء.

۹۸۔ تفسير البغوى المسمى بمعالم التنزيل / أبو محمد الحسين بن مسعود الفراء البغوى الشافعى، تحقيق: خالد عبدالله العك، اور مروان سوار، ط: دار المعرفة بيروت، لبنان.

۹۹۔ تفسير التابعين/ عرض و دراسة مقارنة، د۔ محمد عبدالله على الخضيرى، ط: دار الوطن اوّل ۱٤۲۰هـ۱۹۹۹ء.

۱۰۰۔ التفسير المنير فى العقيدة و الشريعة و المنهج / د۔وهبة زحيلى، ط: دار الفكر، بيروت، لبنان، اوّل ۱٤۱۱هـ ۱۹۹۱ء.

۱۰۱۔ تفسير الفخر الرازى / أبو عبدالله محمد بن عمر، ط: دار إحياء التراث العربى بيروت، دوم

۱۰۲۔ تفسير القرطبى (الجامع لأحكام القرآن) أبوعبدالله محمد بن أحمد الأنصارى القرطبى، ط: مكتبة الرشد، اوّل ۱٤۱۸هـ۱۹۹۷ء.

۱۰۳۔ تفسير القرآن العظيم / أبو الفداء إسماعيل بن كثير القرشى الدمشقى، ط: دار الفكر بيروت، دوم ۱۳۸۹هـ ۱۹۷۰ء.

۱۰٤۔ تلبيس إبليس/ ابن الجوزى، تحقيق: محمود مهدى استانبولى، ۱۳۹٦هـ۱۹۷٦ء.

۱۰۵۔ تقريب التهذيب / ابن حجر العسقلانى.

۱۰٦۔ تلخيص الحبير فى أحاديث الرافعى الكبير/ أبوالفضل أحمد بن على بن حجر العسقلانى، مراجعه: سيد عبدالله هاشم اليمانى المدنى، المدينة المنورة ط:۱۳۸٤هـ ۱۹٤٤ء.

۱۰۷۔ تمهيد الأوائل و تلخيص الدلائل/ قاضى أبوعلى محمد بن الطيب الباقلانى، ط: موسسة الكتب الثقافية، اول: ۱٤۰۷هـ ۱۹۸۷ء.

۱۰۸۔ التمهيد و البيان فى مقتل الشهيد عثمان / محمد بن يحيٰى بن أبو بكر المالقى الاندلسى، تحقيق: محمد يوسف زايد، ط: دار الثقافة، الدوحة، اوّل ۱۹۰۵هـ ۱۹۸۵ء.

۱۰۹۔ التنبيه و الرد على أهل الأهواء و البدع/ أبو الحسين محمد بن أحمد الملطى، ط: مكتبة المثنى، بغداد ۱۳۸۸ھ، ۱۹٦۸ء.

۱۱۰۔ تنزيه خال المؤمنين معاوية بن أبو سفيان من الظلم و الفسق فى مطالبته بدم أمير المومنين عثمان/ أبو يعلى محمد الفراء، تحقيق و ط: دار النبلاء، عمان ۱٤۲۲ھ۲۰۰۱ء.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

١١١۔ التوضيح و البيان لشجرة الايمان / عبدالرحمن السعدى .

١١٢۔ التوقيف على مهمات التعاريف/ محمد عبدالرئووف المناوى ، تحقيق محمد رضوان الداية ، دار الفكر ١٤١٠هـ .

١١٣۔ تهذيب التهذيب / ابن حجر العسقلانى ، ط: حيدر آباد ، الهند .

١١٤۔ تهذيب الأسماء واللغات/ محى الدين أبوزكريا يحيىٰ بن شرف النووى ، ط: دار الكتب العلميه ، بيروت ، لبنان .

١١٥۔ تهذيب تاريخ دمشق، ط: دار إحياء التراث العربى ، بيروت ، سوم ١٤٠٧هـ ١٩٨٧ء .

١١٦۔ تهذيب الكمال فى أسماء الرجال / يوسف عبدالرحمن المزّى ، بشار عواد معروف ، ط: مؤسسة الرسالة بيروت ، اوّل ١٤٠٥هـ .

١١٧۔ تيسير الكريم المنان فى سيرة عثمان بن عفان / على محمد الصلابى ، ط: دار النشر و التوزيع ، القاهرة ، اوّل ١٤٢٣هـ ٢٠٠٢ء .

١١٨۔ تيسير العزيز الحميد لشرح كتاب التوحيد/ سليمان بن عبدالله بن محمد بن عبدالوهاب ، ط: مكتبة الرياض الحديثية .

١١٩۔ تيسير الكريم الرحمن ، فى تفسير الكريم المنان/ عبدالرحمن بن ناصر السعدى ، تحقيق: محمد زهرى النجار ، ط: المؤسسة السعدية .

(ث)

١٢٠۔ ثم أبصرت الحقيقة / محمد سالم الخضر ، ط: دار الإيمان ، اوّل ١٤٢٤هـ .

١٢١۔ الثقات/ محمد بن حبان بن احمد ، ط: مدينة العلم ، مكة مكرمة اوّل ١٣٩٣هـ .

(ج)

١٢٢۔ جامع بيان العلم و فضله/ أبوعمر يوسف بن عبدالبر النمرى القرطبى ، ظ: دار الفكر ، دار الكتب الإسلامية ١٤٠٢ه ، و طبع چهارم ١٤١٩هـ ١٩٩٨ء .

١٢٣۔ الجامع لأخلاق الراوى و آداب السامع/ حافظ خطيب البغدادى ، تحقيق: د۔ محمود الطحان ، ط: مكتبة المعارف ، الرياض ١٤٠٣هـ .

١٢٤۔ الجرح والتعديل / ابن أبى حاتم ، عبدالرحمن بن محمد بن ادريس ، ط: دار الكتب العلمية بيروت ، اوّل ١٢٧١هـ .

١٢٥۔ جلاء الإفهام فى الصلاة و السلام على خير الأنام/ محمد بن أبى بكر بن أيوب ، المشهور بابن القيم الجوزية ، ط: دار القلم ، بيروت لبنان .

١٢٦۔ جمع الجوامع بحاشية العطار مع شرح جلال الدين المحلى/ ابن السبكى ، ط: دار الكتب العلمية بيروت ، لبنان .

١٢٧۔ جولة تاريخية فى عصر الخلفاء الراشدين / محمد السيد الوكيل ، ط: دار المجتمع ، المدينة المنورة ، پنجم ١٤١٦هـ ١٩٩٥ء .

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۲۸۔ الجهاد و القتال فی السياسة الشرعية/ محمد خير هيكل، ط: اوّل ۱٤۱٤ھـ۱۹۹۳ء.

(ح)

۱۲۹۔ الحجج الدامغة لنقض كتاب المراجعات/ أبو مريم بن محمد الأعظمی.

۱۳۰۔ الحجة فی بيان المحجة و شرح عقيدة أهل السنة/ الحافظ أبو القاسم إسماعيل الاصبهانی، تحقيق و تعليق۔ د: محمد ربيع المدخلی، ومحمد بن محمود ابورحيم، ط: دار الراية، اوّل ۱٤۱۱ھـ.

۱۳۱۔ حقبة من التاريخ/ عثمان الخميس، ط: دار الإيمان، الاسكندرية.

۱۳۲۔ حقيقة البدعة و أحكامها/ سعيد ناصر الغامدی، ط: مكتبة الرشد، رياض اوّل ۱٤۱۲ھـ ۱۹۹۲ء.

۱۳۳۔ الحكم والتحاكم فی خطاب الوحی/ عبدالعزيز مصطفی كامل، ط: دار طيبة اوّل ۱٤۱٥ھـ ۱۹۹٥ء.

۱۳٤۔ حلية الأولياء و طبقات الأصفياء / أبونعيم أحمد عبدالله الأصفهانی، ط: دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

۱۳٥۔ الحياة الاجتماعية و الاقتصادية فی الكوفة فی القرآن الاول الهجری/ محمد حسين الزبيدی، ط: القاهرة ۱۹۷۰ء.

۱۳٦۔ الحياة الاقتصادية فی العصور الإسلامية الاولیٰ/ د۔محمد ضيف الله بطانية، ط: دار طارق، دار الكندی، الاردن.

(خ)

۱۳۷۔ الخراج/ أبويوسف يعقوب بن إبراهيم، ط: المكتبة السلفية، القاهرة، سوم ۱۳۸۲ھـ.

۱۳۸۔ خصائص امير المومنين علی بن أبی طالب / ابوعبدالرحمن أحمد بن شعيب النسائی، تحقيق: أحمد ميرين البلوچی، ط: مكتبة المعلا، الكويت، اوّل ۱٤۰٦ھـ۱۹۸٦ء.

۱۳۹۔ الخطوط العريضة للاسس التی قام عليها دين الشيعة الإمامية الاثنا عشرية/ محب الدين الخطيب، ط: المطبعة السلفية القاهرة ۱۹۹۳ء.

۱٤۰۔ خلاصة التشريع الإسلامی / عبدالوهاب خلاف، ط: دار القلم، دوم ۱٤۰۲ھـ ۱۹۸۲ء.

۱٤۲۔ خلاصة الخلافة الراشدة من تاريخ ابن كثير/ محمد كنعان، ط: مؤسسة المعارف بيروت لبنان، اوّل ۱٤۱۷ھـ۱۹۹۸ء.

۱٤۳۔ الخلافة الراشدة و الدولة الأموية من فتح الباری/ يحيیٰ بن إبراهيم اليحی، ط: دار الهجرة، اوّل ۱٤۱۷ھـ۱۹۹٦ء.

۱٤٤۔ الخلافة بين التنظير والتطبيق/ محمود المرداوی، اوّل ۱٤۰۳ھـ ۱۹۸۳ء.

۱٤٥۔ خلافة علی بن أبی طالب/ عبدالحميد علی ناصر الفقيهیThesis برائے M.A جامعة اسلامية مدينة منورة، اشراف: ڈاكٹر اكرم ضياء العمری......غير مطبوع.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

١٤٦ـ خلافة علی بن أبی طالب مستخرج من البداية والنهاية ـ تهذيب وترتيب: ڈاکٹر محمد صامل السلمی، ط: دار الوطن، اوّل ١٤٢٢هـ ٢٠٠٢ء.
١٤٧ـ خلفاء الرسول / خالد محمد خالد، ط: دار ثابت القاهرة، دار الفكر، دمشق، اوّل ١٤١٥هـ ١٩٩٤ء.
١٤٨ـ الخوارج/ ناصر العقل، ط: دار الوطن، الرياض، المملكة العربية السعودية، اوّل ١٤١٦هـ.
١٤٩ـ الخوارج دراسة و نقد لمذهبهم/ ناصر بن عبدالله السَّعْوِی، ط: دار المعارج الدولية الرياض، اوّل ١٤١٧هـ ١٩٩٦ء.
١٥٠ـ الخوارج و الشيعة / بوليوس فلهاوزن.
١٥١ـ الخليفتان: عثمان و علی بين السنة والشيعة/ أنور عيسىٰ، غير مطبوع.

(د)

١٥٢ـ دراسات تربوية فی الاحا ديث النبوية/ محمد لقمان الأعظمی الندوی، ط: دار العبيكان، اوّل ١٤١٧هـ ١٩٩٧ء.
١٥٣ـ الدراهم المضروبة علی الطراز الساسانی للخلفاء الراشدين فی المتخف العراقی / و داد علی قزار، مجلة المسكوكات، مديرية الآثار العامة بغداد، الجزء (١) المجلد (١) ١٩٦٩ء.
١٥٤ـ دراسات عن الفرق وتاريخ المسلمين/ د ـ أحمد محمد جلبی، ط: شركة الطباعة العربية السعودية، اوّل ١٤٠٦هـ.
١٥٥ـ دراسات فی الأهواء والفرق و البدع و موقف السلف منها/ د ـ ناصر بن عبدالكريم العقل، ط: دار اشبيليا، رياض، اوّل ١٤١٨هـ ١٩٩٧ء.
١٥٦ـ دراسة فی تاريخ الخلفاء الأمويين / د ـ محمد حنيف الله بطانية، ط: دار الفرقان للنشر و التوزيع، عمان، اوّل ١٤٢٠هـ ١٩٩٩ء.
١٥٧ـ دراسات فی عهد النبوة والخلافة الراشدة/ دعبدالرحمن الشجاع، ط: دار الفكر المعاصر، صنعاء، اوّل ١٤١٩هـ ١٩٩٩ء.
١٥٨ـ الدر المنثور فی التفسير بالماثور / عبدالرحمن جلال الدين السيوطی، ط: دار الفكر بيروت، اوّل ١٤٠٣هـ ١٩٨٣ء.
١٥٩ الدور السياسی للصفوة فی صدر الإسلام / السيد عمر، ط: معهد الفكر العالی.
١٦٠ـ دورالمرأة السياسی فی عهد النبی والخلفاء الراشدين/ إسماء محمد أحمد زيادة، ط: دارالسلام، اوّل ١٤٢١هـ ٢٠٠١ء.
١٦١ـ الدولة الأموية / يوسف العشی، ط: دار الفكر، دوم ١٤٠٦هـ ١٩٨٥ء.
١٦٢ـ الدولة والسيادة فی الفقه الإسلامی/ فتحی عبدالكريم، ط: مكتبة وهبة دوم ١٤٠٤هـ ١٩٨٤ء.
١٦٣ـ دعاوی الانقاذ لتاريخ الإسلامی/ د ـ سلمان بن فهد العودة، انٹرنیٹ پر پیش کردہ ایک

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مقاله.

(ر)

۱٦٤ـ رجال الفكر و الدعوة/ أبوالحسن على الندوى، ط: دار ابن كثير.
۱٦٥ـ الرسالة التدمرية/ ابن تيميه، تحقيق: زهير الشاويش، ط: المكتب الإسلامى، دوم ۱۳۹۱هـ.
۱٦٦ـ رجال الكشى/ أبوعمرو محمد بن عمر بن عبدالعزيز الكشى- تقديم و تعليق: أحمد السيد الحسينى.
۱٦٧ـ الرواة الذين تاثروا بابن سبا/ د- سعد الهاشمى، ط: اوّل ۱٤۱۳هـ ۱۹۹۲ء.
۱٦٨ـ روايات تاريخ الصحابة فى ميزان الجرح والتعديل/ د-عبدالعزيز صغير دخان، اوّل ۱۹۹۸ء الشوكانى باليمن.
۱٦۹ـ روح المعانى/ الآلوسى.
۱۷۰ـ روضة الناظر و جنة المناظر/ ابن قدامه، موفق الدين عبدالله بن أحمد المقدسى، ط: المطبعة السلفية، القاهرة، چهارم ۱۳۹۱هـ.
۱۷۱ـ رياض النفوس/ أبوبكر عبدالله بن محمد المالكى، ط: دار الغرب الإسلامى بيروت، لبنان ۱٤۰۳هـ ۱۹۸۳ء.
۱۷۲ـ الرياض النظرة فى مناقب العشرة/ أبوجعفر أحمد، المعروف بالمحب الطبرى، ط: المكتبة القيمة القاهرة.

(ز)

۱۷۳ـ زاد المعاد/ ابن القيم الجوزية، تحقيق: شعيب الانؤوط و عبدالقادر الارنؤط، ط: دار الرسالة، اوّل ۱۳۹۹هـ.
۱۷٤ـ الزبير بن العوام الثروة و الثورة/ عبدالعظيم الديب، ط: مكتبة ابن تيمية، بحرين.
۱۷٥ـ زواج عمر بن الخطاب عن أم كلثوم بنت على بن أبى طالب حقيقة و ليس افتراء، تاليف: أبومعاذ الإسماعيلى.
۱۷٦ـ الزهد/ ابن المبارك.
۱۷۷ـ الزهد/ الإمام أحمد بن حنبل.

(س)

۱۷۸ـ سبل السلام/ الأمير الصنعانى.
۱۷۹ـ سفراء النبى/ محمود شيث خطاب، ط: موسسة الريان، دار الأندلس الخضراء، اوّل ۱٤۱۷هـ ۱۹۹٦ء.
۱۸۰ـ سلسلة الأحاديث الصحيحة/ ناصر الدين البانى، ط: المكتب الإسلامى، الرياض.
۱۸۱ـ سلسلة الأحاديث الضعيفة/ ناصر الدين ألبانى، ط: مكتبة المعارف الرياض، اوّل

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۴۲۲ھـ ۲۰۰۳ء۔
۱۸۲۔ سنن ابن ماجه/ حافظ أبوعبدالله محمد بن زيد القزوينى، ط: دار الفكر، بيروت۔
۱۸۳۔ سنن أبى داؤد/ امام ابوداؤد سليمان السجستانى، تحقيق و تعليق: عزت دعاس، ط: سوريا ۱۳۹۱ھـ۔
۱۸۴۔ سنن النسائى/ أحمد بن شعيب بن على بن بحر بن سنان بن دينار النسائى مع شرح جلال الدين السيوطى، و حاشية السندى، ط: دار الفكر بيروت، ۱۳۴۸ھـ ۱۹۳۰ء۔
۱۸۵۔ سنن سعيد بن منصور/ ط: دار الصميعى، الرياض، دوم ۱۴۲۰ھـ ۲۰۰۰ء۔
۱۸۶۔ السنة/ ابوبكر، أحمد بن محمد الخلال، تحقيق: عطيه الزهرانى، ط: دار الراية، اوّل ۱۴۱۰ھـ۔
۱۸۷۔ السنة/ عبدالله بن أحمد بن حنبل، تحقيق: أبوهاجر محمد السعيد ابن السيوتى زغلول، ط: دار الكتب العلمية، بيروت لبنان۔
۱۸۸۔ السنة ومكانتها فى التشريع الإسلامى/ د۔مصطفى السباعى، ط: المكتب الإسلامى، چهارم ۱۴۰۵ھـ ۱۹۸۵ء۔
۱۸۹۔ سورة الحجرات/ د۔ناصر العمر، ط: دار الصديق، صنعاء، سوم ۱۴۲۲ھـ ۲۰۰۲ء۔
۱۹۰۔ السيادة العربية و الشيعة و الاسرائيليات/ فان فولٹن، ترجمه: حسن إبراهيم حسن، اور محمد زكى إبراهيم، ط: مكتبة النهضة المصرية القاهرة دوم ۱۳۸۵ھ ۱۹۶۵ء۔
۱۹۱۔ السياسة المالية لعثمان بن عفان/ الهيئة المصرية العامة للكتاب ۱۹۸۶ء۔
۱۹۲۔ السياسة الشرعية فى اصلاح الراعى و الرعية/ ابن تيمية، ط: المطبعة السلفية و مكتبتها، القاهرة ۱۳۸۷ھـ۔
۱۹۳۔ سير أعلام النبلاء/ محمد بن أحمد بن عثمان الذهبى، ط: الرسالة، هشتم ۱۴۱۰ھـ ۱۹۹۰ء۔
۱۹۴۔ سير السلف/ أبوالقاسم الاصفهانى، ط: دار الراية، الرياض، اوّل ۱۴۲۰ھـ ۱۹۹۹ء۔
۱۹۵۔ سير الشهداء دروس و عبر/ عبدالحميد بن عبدالرحمن السحيبانى، ط: دار الوطن، اوّل ۱۴۱۹ھـ ۱۹۹۹ء۔
۱۹۶۔ السيرة النبوية الصحيحة/ د۔اكرم ضياء العمرى، ط: مكتبة المعارف، و مكتبة العلوم و الحكم، المدينة النبوية، اوّل ۱۴۱۲ھـ ۱۹۹۲ء۔
۱۹۷۔ السيرة النبوية فى ضوء القرآن و السنة/ محمد أبوشهبة، ط: دار القلم، دمشق، سوم ۱۴۱۷ھـ ۱۹۹۶ء۔
۱۹۸۔ السيرة النبوية/ ابن هشام، ط: دار الفكر بدون تاريخ۔
۱۹۹۔ السيرة النبوية فى ضوء المصادر الأصلية/ د۔مهدى رزق الله أحمد، ط: مركز الملك فيصل للبحوث و الدراسات الإسلامية، اوّل ۱۴۱۲ھـ ۱۹۹۲ء۔
۲۰۰۔ السيل الجرار المتدفق على حدائق الأزهار/ محمد بن على الشوكانى، تحقيق: محمود

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

إبراهيم، ط: دار الكتب العلمية، اوّل ١٤٥٥ هـ ١٩٨٥ء.

٢٠١۔ السيف اليماني في نحر الأصفهاني / وليد الأعظمي، ط: دار الوفاء مصر، دوم ١٤١٠هـ ١٩٨٩ء.

(ش)

٢٠٢۔ شذرات الذهب في أخبار من ذهب/ أبوالفلاح عبدالحئي بن أحمد بن محمد الحنبلي/ ط: المكتب التجاري، للطباعة و النشر، بيروت.

٢٠٣۔ شرح اعتقاد أهل السنة و الجماعة/ ابوالقاسم هبة الله بن الحسن بن منصور الطبري اللالكائي، تحقيق: أحمد سعد حمدان الغامدي، ط: دار طيبة، الرياض.

٢٠٤۔ شرح الصدور ببيان بدع الجنائز والقبور / أبو عمر عبدالله بن محمد الحمادي، ط: مكتبة الصحابة، الشارقة، اوّل ١٤٢٠هـ ١٩٩٩ء.

٢٠٥۔ شرح صحيح مسلم / النووي، ط: دار الفكر، بيروت ١٤٠١هـ ١٩٨١ء.

٢٠٦۔ شرح العقيدة الطحاوية/ محمد بن علي بن محمد الاذرعي، تخريج: محمد ناصر الدين ألباني، ط: المكتب الإسلامي، بيروت ١٣٩١هـ.

٢٠٧۔ شرح نهج البلاغة/ ابن أبي الحديد، تحقيق: حسن تميم، ط: مكتبة الحياة، بيروت.

٢٠٨۔ شرف أصحاب الحديث/ الخطيب البغدادي، تحقيق: محمد سعيد الأوغلي، ط: دار أحياء السنة النبوية.

٢٠٩۔ الشرك في القديم والحديث/ أبوبكر محمد زكريا، ط: مكتبة الرشد، الرياض، اوّل ١٤٢١هـ ٢٠٠٠ء.

٢١٠۔ الشريعة/ أبوبكر محمد بن الحسين الآجري، تحقيق: د۔عبدالله بن سليمان الدميجي، ط: دا رالوطن، الرياض، اوّل ١٤١٨هـ ١٩٩٧ء.

٢١١۔ الشفاء بتعريف حقوق المصطفى/ أبوالفضل عياض بن موسىٰ اليحصبي الأندلسي، ط: مطبعة البأبي الحلبي، آخرى طبع ١٣٦٩هـ ١٩٥٠ء.

٢١٢۔ الشيخان أبوبكر الصديق و عمر من رواية البلاذري في أنساب الأشراف/ تحقيق: د۔ أحمد احسان الصديق العمد، ط: الموتمن للنشر، السعودية، سوم ١٤١٨هـ ١٩٩٧ء.

٢١٣۔ الشيعة والسنة/ إحسان الٰهي ظهير، ط: إدارة ترجمان السنة، لاهور، پاكستان.

٢١٤۔ الشيعة والقرآن/ إحسان الٰهي ظهير، ط: إدارة ترجمان السنة، لاهور، پاكستان.

(ص)

٢١٥۔ الصارم المسلول على شاتم الرسول/ شيخ الإسلام ابن تيميه، تحقيق: محي الدين عبدالحميد، ط: عالم الكتب ١٤٠٢هـ ١٩٨٢ء.

٢١٦۔ الصحاح تاج اللغة و صحاح العربية / إسماعيل بن حماد الجوهري، تحقيق: أحمد عبدالغفور، القاهرة، دوم ١٤٠٢هـ.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲۱۷۔ صحیح البخاری/ أبوعبداللہ محمد بن إسماعیل البخاری، ط: دار الفکر، ۱٤۱۱ھـ ۱۹۹۱ء.

۲۱۸۔ صحیح التوثیق فی سیرة علی بن أبی طالب/ مجدی فتحی السید، ط: دار الصحابة طنطا، اوّل ۱٤۱۷ھـ ۱۹۹٦ء.

۲۱۹۔ صحیح سنن أبی داوٗد / محمد ناصرالدین ألبانی، ط: متکبة التربیة العربی لدول الخلیج، الریاض.

۲۲۰۔ صحیح سنن ابن ماجه / محمد ناصرالدین ألبانی، ط: متکبة التربیة العربی لدول الخلیج، الریاض ۱٤۰۸ھـ.

۲۲۱۔ صحیح سنن الترمذی / محمد ناصرالدین ألبانی، ط: متکبة التربیة العربی لدول الخلیج، الریاض ۱٤۰۸ھـ.

۲۲۲۔ صحیح سنن النسائی / محمد ناصرالدین ألبانی، ط: متکبة التربیة العربی لدول الخلیج، الریاض ۱٤۰۸ھـ.

۲۲۳۔ صحیح السیرة النبویة / إبراهیم العلی، ط: دار النفائس، سوم ۱٤۰۸ھـ ۱۹۹۸ء.

۲۲٤۔ صحیح مسلم/ بتحقیق: محمد فواد عبدالباقی، ط: دار أحیائالتراث العربی، بیروت، لبنان، دوم ۱۹۷۲ء.

۲۲٤۔ صحیح مسلم مع النووی / مسلم بن الحجاج القشیری، ط: المطبعة المصریة، الأزهر، اوّل ۱۳٤۷ھـ ۱۹۲۹ء.

۲۲۵۔ الصحیح المسند فی فضائل الصحابة / أبوعبداللہ مصطفی العدوی، ط: دار ابن عفان، الخبر، السعودیة اوّل ۱٤۱٦ھـ ۱۹۹۵ء.

۲۲٦۔ صحیح موارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان / ألبانی، دار الصمیعی السعودیة، اوّل ۱٤۲۲ھـ ۲۰۰۲ء.

۲۲۷۔ الصحوة الإسلامیة بین الجحود و التطرف/ د۔ یوسف القرضاوی، ضمن کتاب الأمة، ط: چهارم، ۱٤۰۵ھـ ۱۹۸۵ء.

۲۲۸۔ صفة الصفوة / أبوالفرج ابن الجوزی، ط: دار المعرفة، بیروت، لبنان.

۲۲۹۔ الصواعق المحرقة علی أهل الرفض و الضلال و الزندقة/ ابوالعباس أحمد بن محمد بن علی بن حجر الهیثمی، ط: مؤسسة الرسالة، بیروت، اوّل ۱٤۱۷ھـ ۱۹۹۷ء.

۲۳۰۔ صید الخاطر/ ابن الجوزی.

(ض)

۲۳۱۔ ضحی الإسلام / أحمد أمین.

(ط)

۲۳۲۔ الطبقات / ابن سعد، ط: دار صادر، بیروت، لبنان.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲۳۳۔ الطرق الحکمیة فی السیاسة الشرعیة/ ابن القیم الجوزیة.

(ظ)

۲۳۴۔ ظاهرة التکفیر / الأمین الحاج محمد أحمد، ط: مکتبة دار المطبوعات الحدیثة، جده، السعودیة، اوّل ۱۴۲۱ھـ ۱۹۹۲ء.

۲۳۵۔ ظاهرة الغلو فی الدین فی العصر الحدیث / محمد عبدالحکیم، اوّل ۱۴۱۱ھـ ۱۹۹۱ء.

(ع)

۲۳۶۔ عائشة والسیاسة/ سعید الأفغانی، ط: دار الفکر، بیروت، دوم ۱۳۹۱ھـ ۱۹۷۱ء.

۲۳۷۔ عبدالله بن سباء و أثره فی أحداث الفتنة فی صدر الإسلام / سلیمان بن حمد العودة، ط: دار طیبة، الریاض، سوم ۱۴۱۲ھـ.

۲۳۸۔ عبدالله بن سبا الحقیقة المجهولة / محمد علی المعلم.

۲۳۹۔ عبقریة علی/ عباس محمود العقاد، ط: المکتبة العصریة، بیروت.

۲۴۰۔ عثمان بن عفان / صادق عرجون، ط: الدار السعودیة سوم ۱۴۱۰ھـ ۱۹۹۰ء.

۲۴۱۔ عثمان بن عفان الخلیفة الصابر الشاکر/ دار القلم، دمشق اوّل ۱۴۱۲ھـ ۱۹۹۱ء.

۲۴۲۔ العثمانیة / الجاحظ، تحقیق عبدالسلام هارون، ط: دار الجیل، بیروت، اول.

۲۴۳۔ عدة الصابرین وذخیرة الشاکرین/ ابن القیم، ط: دار الکتب العلمیة، بیروت.

۲۴۴۔ العرافة و النقابة مؤسستان اجتماعیتان مهمتان فی العهد النبوی / محمد یوسف الفاروقی، ط: مجمع البحوث الإسلامیة، الجامعة الإسلامیة، اسلام آباد، پاکستان.

۲۴۵۔ العزلة و الخلطة أحکام و أحوال / د۔سلمان بن فهد العودة، اوّل ۱۴۱۳ھـ ۱۹۹۳ء.

۲۴۶۔ عصر الخلافة الراشدة / د۔ اکرم ضیاء العمری، ط: مکتبة العلوم و الحکم، المدینة المنورة، اوّل ۱۴۱۴ھـ ۱۹۹۴ء.

۲۴۷۔ عقائد الثلاث و السبعین فرقة / أبومحمد الیمنی، تحقیق و دراسة: محمد عبدالله زربان الغامدی، ط: مکتبة دار العلوم، اوّل ۱۴۱۴ھـ.

۲۴۸۔ عقائد الشیعة / رونالڈسن ڈیوائڈ، تعریب (ع۔م۔) ط: مکتبة الخانجی القاهرة ۱۳۶۵ھـ ۱۹۴۶ء.

۲۴۹۔ العقیدة و الشریعة الإسلامیة، گولڈزیهراجناس/ مترجم: ڈاکٹر محمد یوسف و دیگر، ط: دار الکتب الحدیثة القاهرة.

۲۵۰۔ عقیدة الإمام ابن قتیبة / د۔علی بن نفیع العلیانی، ط: مکتبة الصدیق السعودیة اوّل ۱۴۱۲ھـ ۱۹۹۱ء.

۲۵۱۔ عقیدة أهل السنة والجماعة فی الصحابه الکرام / ناصر علی عائض حسن الشیخ، ط: مکتبة الرشد، الریاض، اوّل ۱۴۱۳ھـ ۱۹۹۳ء.

۲۵۲۔ العقیدة فی أهل البیت بین الإفراط و التفریط / د۔سلیمان بن سالم بن رجاء السحیمی، ط:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مکتبة البخاری، اوّل ۱٤۲۰ھـ ۲۰۰۰ء.
۲۵۳۔ علی بن أبی طالب / خالد البیطار.
۲۵٤۔ علی بن أبی طالب / عبدالستار الشیخ، اوّل ۱٤۱۲ھـ ۱۹۹۱ء.
۲۵۵۔ علی بن أبی طالب مستشار أمین للخلفاء الراشدین / د۔محمد عمر الحاجی، ط: دارالحافظ، دمشق، اوّل ۱۹۹۸ء.
۲۵٦۔ علی بن أبی طالب/ د۔علی شرفی، ط: دار الکندی أربد، الأردن اوّل ۲۰۰۱ء.
۲۵۷۔ عمدة القاری شرح صحیح البخاری / بدر الدین العینی.
۲۵۸۔ عمار بن یاسر / أسامه بن أحمد سلطان، ط: المکتبة المکیة، السعودیة، اوّل ۱٤۲۰ھـ ۱۹۹۹ء.
۲۵۹۔ عمرو بن العاص الأمیر المجاهد/ د۔منیر محمد الغضبان، ط: جامعة ام القریٰ، اوّل ۱٤۲۰ھـ.
۲٦۰۔ عمروبن العاص/ محمود العقاد، ط: دار الکتاب العربی بیروت، لبنان، دوم ۱۹٦۹ء.
۲٦۱۔ العواصم من القواصم/ قاضی أبوبکر بن العربی، بتحقیق: محب الدین الخطیب، اعداد: محمد سعید مبیض، ط: دار الثقافة، قطر، الدوحة، دوم ۱٤۸۹ھـ.
۲٦۲۔ عیون الأخبار/ أبومحمد عبدالله بن مسلم بن قتیبه، ط: دار الکتب العلمیة، اوّل ۱٤۰٦ھـ ۱۹۸٦ء.

(غ)

۲٦۳۔ غزوه الحدیبیة/ أبوفارس، ط: دار الفرقان، الأردن.
۲٦٤۔ الغلو فی الدین/ د۔الصادق عبدالرحمن الغریان، ط: دار السلام، اوّل ۱٤۲۲ھـ ۲۰۰۰ء.
۲٦۵۔ غیاث الأمم فی تیاث الظلم / إمام الحرمین الجوینی، تحقیق: عبدالعظیم الدیب، ط: مطابع الدوحة الحدیثیة، قطر، اوّل ۱٤۰۰ھـ.

(ف)

۲٦٦۔ فتاوٰی فی التوحید/ عبدالله بن جبرین، السعودیة.
۲٦۷۔ فتح الباری/ ابن حجر عسقلانی، ط: المطبعة السلفیة، دوم ۱٤۱۰ھـ.
۲٦۸۔ فتح العزیز شرح الوجیز/ إمام أبوالقاسم عبدالکریم محمد الرفاعی، ط: درحاشیہٴ مجموع.
۲٦۹۔ فتح القدیر الجامع بین فنی الروایة والدرایة من علم التفسیر/ محمد علی الشوکانی، ط: مطبعة مصطفی البأبی الحلبی، مصر، دوم ۱۳۸۳ھـ.
۲۷۰۔ فتح المغیث شرح الفیة الحدیث/ محمد بن عبدالرحمن السخاوی، ط: دار الکتب العلمیة بیروت، لبنان.
۲۷۱۔ فتنة مقتل عثمان بن عفان/ محمد بن عبدالله الغبان، ط: مکتبة العبیکان، ریاض، اوّل ۱٤۱۹ھـ ۱۹۹۹ء.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲۷۲۔ الفتنة الكبرىٰ على وبنوه/ طهٰ حسين، ط: دار المعارف، مصر ۱۹٦٦ء.
۲۷۳۔ فتوح الشام/ محمد عبدالله الأزدى، تحقيق، عبدالمنعم عبدالله عامر، ط: موسسة القاهرة ۱۹۷۰ء.
۲۷٤۔ فرائد الكلام للخلفاء الكرام/ قاسم عاشور، ط: دار طويق، الرياض ۱٤۱۹هـ۱۹۹۸ء.
۲۷٥۔ فرسان فى عصر النبوة/ أحمد خليل جمعه، ط: اليمامة، دمشق ۱٤۲۰هـ۱۹۹۹ء.
۲۷٦۔ الفرق بين الفرق/ عبدالقاهر بن طاهر البغدادى، تعليق: محمد محى الدين عبدالحميد، ط: مكتبة عبدالحميد صبيح، مصر.
۲۷۷۔ فصل الخطاب فى سيرة عمر بن الخطاب/ على محمد الصلابى، ط: دار الصحابة، الأمارات، ۲۰۰۲ء.
۲۷۸۔ الفصل فى الملل و الأهواء والنحل/ أبومحمد بن حزم الظاهرى، ط: مكتبة الخانجى، القاهرة، مصر.
۲۷۹۔ فضائل الصحابة/ أبوعبدالله أحمدبن حنبل، ط: دار ابن الجوزى، السعودية، دوم ۱٤۲۰هـ۱۹۹۹ء.
۲۸۰۔ فقه الإمام على بن أبى طالب/ أحمد محمد طه، Thesis برائے M.A. جامعة بغداد، قسم الدراسات الإسلامية الدينية، غير مطبوع.
۲۸۱۔ فقه التمكين فى القرآن الكريم/ على محمد الصلابى، ط: دار الوفاء المنصورة، اوّل ۱٤۲۱هـ۲۰۰۱ء.
۲۸۲۔ فقه السيرة النبوية/ محمد سعيد رمضان، ط: دار الفكر، سوريا، دمشق، يازدهم ۱۹۹۱ء.
۲۸۳۔ الفكر الشيعى و النزعات الصوفية/ كامل الشيبى، ط: مكتبة النهضة، مطابع دار التضامن بغداد ۱۳۸٦هـ.
۲۸٤۔ فن الحكم الإسلامى/ مصطفى أبوزيد فهمى، ط: المكتبة المصرى الحديث.
۲۸٥۔ فى ظلال القرآن/ سيد قطب، ط: دار الشروق، پچیسویں طباعت، الطباعة الشرعية ۱٤۱۷هـ۱۹۹٦ء.
۲۸٦۔ فى ظلال الإيمان/ صلاح عبدالفتاح الخالدى، ط: مكتبة المنار، الأردن، الزرقاء، اوّل ۱٤۰۷هـ۱۹۸۷ء.
۲۸۷۔ فيض القدير شرح الجامع الصغير/ عبدالروف المناوى، ط: دار الفكر للطباعة و النشر دوم ۱۳۹۱هـ۱۹۷۳ء.

(ق)

۲۸۸۔ القاموس المحيط/ مجد الدين محمد بن يعقوب الفيروز آبادى، ط: المؤسسة العربية للطباعة والنشر، بيروت لبنان.
۲۸۹۔ قراءة سياسية للسيرة النبوية/ محمد قلعجى، ط: دار النفائس، بيروت، لبنان، اوّل

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

١٤١٦هـ ١٩٩٦ء.

٢٩٠۔ قصص لا تثبت/ سليمان بن صالح الخراشى، ط: دار الصميعى، الرياض ١٤٢٠هـ ١٩٩٩ء.

٢٩١۔ قواعد فى التعامل مع العلماء / د۔عبدالرحمن بن المعلا اللويحق، ط: دار الورّاق السعودية، اوّل ١٤١٠هـ ١٩٩٢ء.

٢٩٢۔ القول المفيد على كتاب التوحيد/ محمد صالح العثمين، ط: دار العاصمة، اوّل ١٤١٥هـ.

٢٩٣۔ القيادة العسكرية فى عهد الرسول / ط: دار القلم اوّل ١٤١٠هـ ١٩٩٠ء.

(ك)

٢٩٤۔ الكامل فى ضعفاء الرجال/ ابن عدى، حافظ أحمد بن عبدالله الجرجانى، ط: دار الفكر، بيروت دوم ١٤٠٥هـ.

٢٩٥۔ كتاب أهل البغى من الحاوى الكبير / أبوالحسن الماوردى.

٢٩٦۔ الكشاف / جار الله محمود الزمخشرى، ط: دار المعرفة بيروت.

٢٩٧۔ الكفاية/ أحمد بن على الخطيب، تحقيق: د۔أحمد عمر هاشم، ط: دار الكتاب العربى، اوّل ١٤٠٥هـ.

٢٩٨۔ كنز العمال فى سنن الأقوال و الأفعال / تصنيف: نديم مرعشلى اور اسامه مرعشلى، ط: موسسة الرسالة ١٤١٣هـ ١٩٩٣ء.

(ل)

٢٩٩۔ لسان الميزان / ابن حجر العسقلانى، ط: مؤسسة الاعلمى للمطبوعات، بيروت، دوم ١٣٩٠هـ.

٣٠٠۔ لطائف المعارف / ابن رجب الحنبلى، ط: دار ابن كثير.

٣٠١۔ لمحات اجتماعية من تاريخ العراق/ د۔ على الوردى، ط: مطبعة الإرشاد، بغداد ١٩٦٩ء.

٣٠٢۔ لمع الأدلة فى عقائد أهل السنة/ الجوينى، عبدالملك بن عبدالله بن يوسف، تحقيق: فوقية حسين محمود، ط: الدار المصرية.

٣٠٣۔ ليس من الإسلام/ محمد الغزالى، ط: دار القلم، اوّل ١٤٢٠هـ ١٩٩٩ء.

(م)

٣٠٤۔ المبسوط/ محمد بن أحمد بن أبى سهل السرخسى، ط: دار المعرفة، بيروت.

٣٠٥۔ المتجر الرابح فى ثواب العلم الصالح/ الدمياطى، یہ کتاب اردو میں مترجم ہے اور الدار السلفیہ بمبئی سے مطبوع ہے۔

٣٠٦۔ المجروحين من المحدثين و الضعفاء والمتروكين/ ابن حبان البستى، محمود إبراهيم زيد، ط: دار المعرفة بيروت، لبنان.

٣٠٧۔ مجلة البحوث الإسلامية / العدد العاشر، السعودية.

٣٠٨۔ مجمع الزوائد و منبع الفوائد/ نور الدين على بن أبى بكر الهيثمى، ط: دار الريان،

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

القاهرة، دار الكتاب العربی، بیروت.

۳۰۹۔ مجموعة الوثائق السياسة فی العهد النبوی و الخلافة الراشدة/ محمد حميد الله، ط: دار النفائس، پنجم ۱٤۰۵ھ۔ ۱۹۸۵ء۔

۳۱۰۔ المجموع شرح المهذب/ أبوزكريا، يحيیٰ بن شرف النووی، ط: مطبعة الإمام، مصر۔

۳۱۱۔ مجموعة الفتاوىٰ/ تقی الدين أحمد بن تيميه الحرانی، ط: مكتبة العبيكان، الرياض، اوّل ۱٤۱۸ھ۔ ۱۹۹۷ء۔

۳۱۲۔ المحاسن النفسانية فی أجوبة المسائل الخراسانية/ حسين آل عصفور البحرانی، ط: دار المشرق العربی، بیروت اور البحرين۔

۳۱۳۔ المحلی بالآثار/ أبو محمد علی بن أحمد بن سعيد بن حزم الأندلسی، ط: دار الكتب العلمية، بیروت، لبنان۔

۳۱٤۔ المحصول فی علم الأصول/ فخر الدين محمد عمر بن حسين الرازی، ط: مؤسسة الرسالة، سوم ۱٤۱۸ھ۔ ۱۹۹۷ء۔

۳۱۵۔ مختصر التحفة الاثنا عشرية/ سيد محمود شكری الآلوسی، ط: مكتبة إيشيق، استنبول تركيا ۱۳۹۹ھ۔ ۱۹۷۹ء۔

۳۱٦۔ المختصر من كتاب الموافقة بين أهل البيت والصحابة/ زمخشری، تحقيق: سيد إبراهيم صادق، ط: دار لحديث ۱٤۲۲ھ۔ ۲۰۰۱ء۔

۳۱۷۔ مختصر منهاج القاصدين/ أحمد بن عبدالرحمن المقدسی، ط: مكتبة البيان، دمشق ۱۳۹۸ھ۔

۳۱۸۔ مختصر تفسير القرآن العظيم المسمی: عمدة التفسير عن الحافظ ابن كثير/ اختصار و تحقيق: أحمد شاكر، ط: دار طيبة، دار الوفاء، اوّل ۱٤۲٤ھ۔ ۲۰۰۳ء

۳۱۹۔ مدارج السالكين/ ابن القيم، تحقيق: محمد حامد الفقی، ط: دار الكتاب العربی، بیروت ۱۳۹۲ھ۔

۳۲۰۔ المدونة الكبریٰ/ إمام مالك بن أنس، ط: اوفسٹ پریس، دار صادر، بیروت ۱۳۲۳ھ۔

۳۲۱۔ المدينة النبوية فجر الإسلام و العصر الراشدی/ محمد محمد حسن الشراب، ط: دار القلم، الدراسات الشامية، بیروت، اوّل ۱٤۱۵ھ۔ ۱۹۹٤ء۔

۳۲۲۔ المراسيل/ ابن أبی حاتم، ط: مؤسسة الرسالة، بیروت، اوّل ۱۳۹۷ھ۔

۳۲۳۔ المرتضیٰ فی سيرة أمير المومنين أبوالحسن علی بن أبی طالب/ أبی الحسن علی الندوی، ط: دار القلم، دمشق، دوم ۱٤۱۹ھ۔ ۱۹۹۸ء۔

۳۲٤۔ مروج الذهب و معادن الجوهر/ أبو الحسن علی بن حسين بن علی المسعودی، ط: دار المعرفة بیروت، لبنان ۱٤۰۳ھ۔ ۱۹۸۲ء۔

۳۲۵۔ مرويات غزوة الحديبية/ حافظ الحكمی، ط: دار ابن القيم، اوّل ۱٤۱۱ھ۔ ۱۹۹۱ء۔

۳۲٦۔ المروی عن أمير المومنين علی بن أبی طالب فی التفسير عن سورة المائدة إلی سورة

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الناس/ رسالة Thesis برائے .M.A جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية، فهد عبدالعزيز إبراهيم الفاضل، غير مطبوع.
٣٢٧۔ مرويات أبی مخنف فی تاريخ الطبری/ يحيیٰ إبراهيم اليحيی، ط: دار العاصمة الرياض، اوّل ١٤٠١ هـ.
٣٢٨۔ مسائل الإمام أحمد بن حنبل/ أبی داوٗد سليمان بن الاشعث، ط: مطبعة المنار، مصر، ١٣٥٣ هـ.
٣٢٩۔ مسألة التقريب بين أهل السنة والشيعة / د۔ناصر بن عبدالله القفازی، ط: دار طيبة السعودية دوم ١٤١٣ هـ.
٣٣٠۔ المستدرك علی الصحيحين / إمام أبوعبدالله نيسابوری، مع ذيل تلخيص الذهبی، ط: دار الفكر، ١٣٩٠ هـ ١٩٧٠ء.
٣٣١۔ مسند أبی يعلیٰ / أحمد بن علی المثنی التميمی/ تحقيق و تخريج: حسين سليم احمد، ط: دارالمامون للتراث، دمشق، اول.
٣٣٢۔ مسند أحمد مع الفتح الربانی / أحمد عبدالرحمن الساعاتی، ط: مطبعة الفتح الربانی، القاهرة، اول.
٣٣٣۔ مسند أحمد / أحمد ابن حنبل، تحقيق: أحمد شاكر، ط: دار المعارف، مصر سوم ١٣٦٨ه
٣٣٤۔ مسند الإمام زيد بن علی/ عبدالعزيز بن اسحاق البغدادی، ط: دار الكتب العلمية بيروت ١٤٠٣ هـ.
٣٣٥۔ مسند الدارمی / أبو محمد عبدالله الدارمی، ط: دار المغنی، الرياض ١٤٢١ هـ ٢٠٠٠ء.
٣٣٦۔ مشكاة المصابيح/ تعليق و تخريج: محمد ناصر الدين ألبانی، المكتب الإسلامی.
٣٣٧۔ مشكاة المصابيح/ خطيب التبريزی.
٣٣٨۔ مصباح الظلام فی الرد علی من كذب علی الشيخ الإمام/ عبداللطيف بن عبدالرحمن بن حسن آل الشيخ، ط: دار الهداية، الرياض.
٣٣٩۔ المصباح المنير فی غريب الشرح الكبير للرافعی، احمد بن محمد المقری الفيومی، ط: المكتبة العلمية، بيروت، لبنان.
٣٤٠۔ المصنف/ عبدالرزاق بن همام الصنعانی/ تحقيق: حبيب الرحمن اعظمی، ط: المكتب الإسلامی، بيروت، دوم ١٤٠٣ هـ.
٣٤١۔ المصنف فی الاحاديث و الآثار/ حافظ أبو بكر بن أبی شيبة، ط: الدار السلفية بمبئی، هندوستان، اوّل ١٤٠٣ هـ.
٣٤٢۔ معاوية بن أبی سفيان صحأبی كبير وملك مجاهد/ منير الغضبان، ط: دار القلم، دمشق، سوم ١٤١٧ هـ ١٩٩٦ء.
٣٤٣۔ المعارف/ ابن قتيبة، تحقيق: ثروت عكاشة، ط: دار المعارف، مصر، سوم.
٣٤٤۔ معالم السلوك و تزكية النفوس/ عبدالعزيز محمد العبد اللطيف، ط: دار الوطن السعودية

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اوّل ١٤١٤هـ.

٣٤٥ـ مع الشيعة الاثنا عشرية فى الأصول و الفروع/ د۔على السالوس، ط: دار التقوىٰ اوّل ١٤١٧هـ ١٩٩٧ء.

٣٤٦ـ معجم الأدباء / ياقوت الحموى، ط: دار صادر، بيروت لبنان.

٣٤٧ـ معجم الطبرانى / سليمان بن أحمد الطبرانى، ط: الدار العربية، اوسط، بغداد ١٣٩٨هـ.

٣٤٨ـ معرفة الصحابة / أبو نعيم، تحقيق، محمد راضى ابن حاج عثمان، ط: مكتبة الدار، المدينة النبوية، اور مكتبة الحرمين، الرياض، اوّل ١٤٠٨هـ.

٣٤٩ـ المعرفة والتاريخ / أبويوسف الفسوى، تحقيق أكرم ضياء العمرى، ط: مطبعة الإرشاد، بغداد ١٣٩٤هـ.

٣٥٠ـ المغنى /. ابن قدامة المقدسى، ط: دار الحديث، القاهرة، اوّل ١٤١٦هـ ١٩٩٦ء.

٣٥١ـ المغنى فى الضعفاء / شمس الدين الذهبى، تحقيق نور الدين عتر.

٣٥٢ـ مفتاح دار السعادة / ابن القيم، تحقيق محمد حامد الفقى، ط: دار الكتاب العربى، بيروت، ١٣٩٢هـ.

٣٥٣ـ المفهم لما اشكل من تلخيص مسلم / أبوالعباس أحمد بن عمر القرطبى، تحقيق محى الدين، ديب ستو، يوسف بدوى، ط: دار ابن كثير، بيروت ١٤١٧هـ.

٣٥٤ـ مقاصد الشريعةالإسلامية / د۔محمد سعيد اليوبى، ط: دار الهجرة الرياض، اوّل ١٤١٨هـ ١٩٩٨ء.

٣٥٥ـ مقاييس اللغة / أبوالحسين أحمد فارس، تحقيق عبدالسلام هارون، ط: دار الجيل، بيروت، اوّل ١٤١١هـ.

٣٥٦ـ مقدمة ابن الصلاح فى علوم الحديث/ أبوعمر عثمان بن عبدالرحمن ابن الصلاح، ط: دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

٣٥٧ـ الملل و النحل/ أبوالفتح محمد عبدالكريم الشهرستانى، تحقيق أحمد فهمى محمد، ط: دار الكتب العلمية، دوم ١٤١٣هـ.

٣٥٨ـ من أصول الفكر السياسى/ محمد فتحى عثمان، ط: موسسة الرسالة، بيروت، دوم ١٤٠٤هـ ١٩٨٤ء.

٣٥٩ـ مناقب الشافعى/ محمد عبدالرحمن بن أبى حاتم الرازى، تحقيق عبدالغنى عبدالخالق، ط: دار الكتب العلمية، بيروت.

٣٦٠ـ مناقب عمر/ ابن الجوزى.

٣٦١ـ مناقب الإمام أحمد / ابوالفرج ابن الجوزى، تحقيق لجنة أحياء التراث، ط: دار الآفاق الجديدة، سوم ١٤٠٢هـ.

٣٦٢ـ المنتقى شرح مؤطا الإمام مالك بن أنس / القاضى أبوالوليد سليمان خلف الباجى الأندلسى، ط: مطبعة السعادة، اوّل ١٣١٣هـ.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۳۶۳۔ المنتظم فی تاریخ الملوك و الأمم/ أبوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد ابن الجوزی، ط: دار الکتب العلمیة، بیروت.
۳۶۴۔ المنتقی من منهاج الاعتدال فی تقض کلام أهل الرفض والاعتزال/ الحافظ أبو عبدالله محمد عثمان الذهبی، ط: مکتبة دار البیان، تحقیق و تعلیق: محب الدین الخطیب.
۳۶۵۔ المنحة الالهیة فی تهذیب الطحاویة / عبدالآخر حماد الغنیمی، ط: دار الصحابة بیروت، سوم ۱٤۱۸ھـ ۱۹۹۷ء.
۳۶٦۔ من معین السیرة / صالح أحمد الشامی، ط: المکتب الإسلامی، دوم ۱٤۱۳ھـ ۱۹۹۲ء.
۳٦۷۔ منهاج السنة النبویة / ابن تیمیه، تحقیق: محمد رشاد، ط: موسسة قرطبة.
۳٦۸۔ منهج علی بن أبی طالب فی الدعوة إلی الله/ د۔سلیمان بن قاسم العید، ط: دار الوطن الریاض، اوّل ۱٤۲۲ھـ ۲۰۰۲ء.
۳٦۹۔ منهج القرآن الکریم فی إصلاح النفوس / عبده الحاج محمد الحریریThesis برائے M.A. بغداد یونیورسٹی.
۳۷۰۔ منهج کتابة التاریخ الإسلامی/ محمد صامل العلیانی السلمی، ط: دار طیبة، الریاض، اوّل ۱٤۰٦ھـ ۱۹۸٦ء.
۳۷۱۔ منهج المسعودی فی کتابة التاریخ / سلیمان بن عبدالله المدید السویکت، اوّل ۱٤۰۷ھـ ۱۹۸٦ء.
۳۷۲۔ المواعظ و الاعتبار / أحمد بن علی بن عبدالقادر المقریزی، ط: مکتبة الثقافیة الدینیة، القاهرة، دوم ۱۹۸۷ء.
۳۷۳۔ الموافقات فی أصول الشریعة / أبوإسحاق الشاطبی، تحقیق: عبدالله دراز، ط: دار الباز، مکة المکرمة.
۳۷٤۔ الموسوعة الحدیثیة (السنن والمجامیع)/ ط: مؤسسة الرسالة، اوّل ۲۰۰۱ء.
۳۷۵۔ موسوعة فقه علی بن أبی طالب / د۔قلعجی، ط: دار النفائس، بیروت، اوّل ۱٤۱۷ھـ ۱۹۹٦ء.
۳۷٦۔ المهدی و فقه أشراط الساعة/ د۔محمد أحمد إسماعیل المقدم، ط: الدار العالمیة اسکندریة، اوّل ۱٤۳۳ھـ.
۳۷۷۔ میزان الاعتدال/ الذهبی، تحقیق علی محمد البجاوی، ط: دار المعرفة، بیروت.

(ن)

۳۷۸۔ الناهیة عن طعن أمیر المومنین معاویة/ عبدالعزیز بن أحمد بن حامد، ط: غراس للتوزیع، الکویت، اوّل ۱٤۲۲ھـ.
۳۷۹۔ نسب قریش / أبوعبدالله مصعب بن عبدالله الزبیری، ط: دار المعارف، القاهرة.
۳۸۰۔ النجوم الزاهرة فی ملوك مصر والقاهرة/ جمال الدین أبوالمحاسن، یوسف بن تغری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بردی، ط: وزارة الثقافة والارشاد القومی، القاهرة.
۳۸۱۔ نساء أهل البيت/ منصور عبدالحكيم، ط: المكتبة التوفيقية.
۳۸۲۔ نصب الراية لأحاديث الهداية، جمال الدين أبومحمد عبدالله بن يوسف الزيلعي، ط: دار المامون القاهرة، ۱۳۵۷هـ ۱۹۳۸ء.
۳۸۳۔ نظام الحكم فی الشريعة و التاريخ الإسلامی/ ظافر القاسمی، ط: دار النفائس، بيروت، سوم ۱۴۰۷هـ ۱۹۸۷ء.
۳۸۴۔ نظام الحكم فی عهد الخلفا الراشدين / أحمد محمد عبدالصمد، ط: الموسسة الجماعية للدراسات والنشر والتوزيع، بيروت اوّل ۱۴۱۴هـ ۱۹۹۴ء.
۳۸۵۔ نظام الحكم فی الإسلام/ عارف أبوعبيد ط: دار النفائس، الأردن، اوّل ۱۴۱۶هـ ۱۹۹۶ء.
۳۸۶۔ نظام الحكومة الإسلامية المسمی بالتراتيب الإدارية/ محمد عبدالحيء الكتانی الإدريسی الجسنی ؒط: الأرقم بن أبی الأرقم، بيروت.
۳۸۷۔ نظام الخلافة فی الفكر الإسلامی/ د۔مصطفی حلمی، ط: دار الدعوة، اسكندرية.
۳۸۸۔ النظام السياسی فی الإسلام / د۔ محمد أبوفارس، ط: دار الفرقان، عمان، الأردن، دوم ۱۴۰۷هـ ۱۹۸۶ء.
۳۸۹۔ النظم الإسلامية/ صبحی الصالح، ط: دار العلم للملائيين، بيروت، پنجم ۱۹۸۰ء
۳۹۰۔ النظم المالية فی الإسلام / عيسی عبده، ط: معهد الدراسات الإسلامية، القاهرة ۱۳۹۶هـ و ۱۳۹۷هـ.
۳۹۱۔ النهاية فی الفتن و الملاحم/ ابن كثير، ط: دار المعرفة، بيروت، لبنان، چهارم ۱۴۲۳هـ ۲۰۰۲ء.
۳۹۲۔ نهاية الأرب فی فنون الأدب/ شهاب الدين أحمد بن عبدالوهاب النويری، ط: مطبعة كوتساتوماسی، القاهرة.
۳۹۳۔ نهج البلاغة/ شرح الشيخ محمد عبده، ط: دار البلاغة، هشتم ۱۴۲۱هـ ۲۰۰۰ء.
۳۹۴۔ النهج المبين للأصول العشرين/ عبدالله القاسم الوشلی، ط: دار المجتمع جده، السعودية، اوّل ۱۴۱۱هـ ۱۹۹۰ء
۳۹۵۔ النهی عن سب الأصحاب/ محمد عبدالواحد المقدسی، تحقيق: عبدالرحمن التركی، ط: مؤسسة الرسالة، اول.
۳۹۶۔ نيل الأوطار/ محمد بن علی الشوكانی، ط: مصطفی البأبی الحلبی و شركاء ه، القاهرة.

(و)

۳۹۷۔ وسطية أهل السنة بين الفرق/ د۔ محمد باكريم، ط: دار الراية، الرياض، اوّل ۱۴۱۵هـ ۱۹۹۴ء.
۳۹۸۔ الوسطية فی القرآن الكريم / علی محمد محمدالصلابی، ط: دار النفائس، دار البيارق،

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عمان، اوّل ۱۹۹۹ء۔
۳۹۹۔ الوصیة الکبریٰ/ ابن تیمیة، ط: المطبعة السلفیة و مکتبتها، سوم ۱۴۰۱ھ۔
۴۰۰۔ الوظیفة العقیدیة للدولة الإسلامیة/ حامد عبدالماجد قویسی، اوّل ۱۴۱۳ھ۔۱۹۹۳ء۔
۴۰۱۔ وفیات الأعیان و ابناء الزمان/ أبوالعباس شمس الدین أحمد، خلکان، تحقیق: إحسان عباس، دار صادر بیروت۔
۴۰۲۔ وقائع ندوةالنظم الإسلامیة/ أبوظبی ۱۴۰۵ھ۔۱۹۸۴ء۔
۴۰۳۔ وقعه صفین/ نصر بن مزاحم المنقری، تحقیق عبدالسلام هارون، القاهرة، دوم ۱۳۸۲ھ۔
۴۰۴۔ ولاة مصر/ ابویوسف محمد بن یوسف الکندی، تحقیق ڈاکٹر حسین نصار، ط: دار صادر بیروت۔
۴۰۵۔ ولایة الشرطة فی الإسلام / د۔نمر الحمیدانی، ط: دار عالم الکتب الریاض دوم ۱۴۱۴ھ۔۱۹۹۴ء۔
۴۰۶۔ الولایة علی البلدان فی عصر الخلفاء الراشدین / د۔عبدالعزیز إبراهیم العمری اوّل ۱۴۰۹۔

(ھ)

۴۰۷۔ الهبة فی العصر النبوی و عصر الخلفا الراشدین / د۔فضل الٰهی، ط: مؤسسة الجریسی، الریاض، سوم ۱۴۲۰ھ۔۱۹۹۹ء۔
۴۰۸۔ هجرة الرسول و صحابته فی القرآن و السنة / أحمد عبدالغنی الجمل، ط: دار الوفاء اوّل ۱۴۰۹ھ۔۱۹۸۹ء۔
۴۰۹۔ هدی الساری مقدمة فتح الباری / ابن حجر العسقلانی، ط: بالمطبعة السلفیة و مکتبتها۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہماری دیگر کتب

ڈاکٹر علی محمد محمد الصلابی حفظہ اللہ

۱۔ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
۲۔ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ
۳۔ سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
۴۔ سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
۵۔ سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ
۶۔ سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ

دیگر کتب

۷۔ الصادق الامین
۸۔ علامہ ابن باز رحمہ اللہ
۹۔ توبہ وتقویٰ
۱۰۔ تحفہ وقت
۱۱۔ دنیا کا خاتمہ (4 کلر)
۱۲۔ شیطانی وسوسے
۱۳۔ منہاج السنہ
۱۴۔ حسن معاشرت سے شوہر کی اصلاح
۱۵۔ نجات یافتہ کون
۱۶۔ اسلام میں اختلاف کے اُصول وآداب
۱۷۔ سیلنگ اینڈ سیلز مینجمنٹ
۱۸۔ عقیدہ ایمان اور منہج اسلام
۱۹۔ روشنی اور اندھیرا
۲۰۔ غم کا علاج
۲۱۔ شرعی دَم کے ذریعے علاج
۲۲۔ بابل سے بطحاء تک (سیرت ابراہیم علیہ السلام)
۲۳۔ خیر القرون
۲۴۔ سلفی خطبات
۲۵۔ اولیاء حق و باطل
۲۶۔ صحیح دُعائیں اور اذکار (شیخ البانی رحمہ اللہ)
۲۷۔ بدعات کا انسائیکلوپیڈیا
۲۸۔ شرح عقیدہ واسطہ (اُردو ترجمہ)
۲۹۔ ایمان کا راستہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

Sayyedna Ali Bin Abi Talib رضی اللہ عنہ

Personality & Nobel Deeds

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

شخصيته و عصره

مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّنِي۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے علی کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی۔''

الصحيح المسند فى فضائل الصحابة ص (١١٧).

اَلَا تَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى غَيْرَ اَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ۔

آپ ﷺ نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

''کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ میرے لیے تم ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لیے ہارون تھے، لیکن فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔''

صحيح البخارى حديث نمبر (٤٤١٦)

لَاُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ، يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ، وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ۔

آپ ﷺ نے فرمایا: کل یہ جھنڈا میں اسے دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ فتح دے گا وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔

صحيح مسلم، حديث نمبر (٢٤٠٦)

ہماری دعوت اسلاف کا راستہ

الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ، گل والا فون: 066-2611270

مکتبۃ الکتاب حق سٹریٹ، اردو بازار لاہور فون: 0321-4210145